READER BURAQ

یاروں کے یار دلدار

تحریر :آمرینے انصاری

گھڑی صبح کے ساڑھے سات بجا رہی تھی۔پر بے خبر سونے والے کو، کوئی ہوش نہیں تھی۔

وہ بلکل بے خبر سا اپنے بستر پر سویا ہوا تھا۔اسکی ماں اسے کئی دفعہ جگانے کی ناکام کوشش کر چکی تھی۔پر وہ ڈھیٹ بنا سو رہا تھا۔۔

عیس تم اٹھ رہے ہو، کہ میں تمارے ابا کو بلاؤں۔

شاہدہ بیگم نے تنگ آکر دھمکی دی۔۔جواب اسے چوتھی بار جگانے کے لیے کمرے میں آئی تھیں۔۔۔

اور یہ دھمکی کام کر گئی تھی۔۔کیونکہ وہ آنکھیں کھولنے پر مجبور ہو چکا تھا۔۔

کیا ہے شاہدہ بیگم۔۔۔۔ہر وقت بس اپنے شوہر جلاد کی دھمکیاں دیتی رہتی ہو۔۔۔تم سب کیوں مجھ معصوم کے پیچھے پڑے ہو۔۔

نیند کے باعث اپنی سرخ ہیزل آنکھوں کو کھولتے ہوئے اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔۔جو اسکی گوہر فشانی پر اسے گھور رہی تھی۔۔۔

بناشرٹ کے صرف ٹراؤزر پہنے، وہ بیڈ پر الٹا سویا ہوا تھا۔۔۔لمبے بال اس وقت پونی کی قید سے آزاد تھے اور سانولی رنگت پر کسرتی جسم، پھر اسکا بے پرواانداز اسے بہت مختلف بناتا تھا۔۔

کہ وہ اک اپنے بے پرواانداز سے بہت دلکش لگتا تھا۔۔چہرے پر ہلکی داڑھی متضاد اسکا انداز اسے بلکل شریف ظاہر نہیں کرتا تھا۔۔

صابزادے۔۔۔کیوں کہ آپ لاتوں کے بھوت ہیں۔باتوں سے نہیں مانتے۔۔اس لیے حسن ہمدانی کی دھمکی دینی پڑتی ہے۔۔۔۔

شاہدہ بیگم نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔۔

تو وہ اپنی پیاری ماں کو دیکھ کر رہ گیا۔جو بلو سوٹ میں سفید رنگت لیے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔

چلواب اٹھ جاؤ! سلطان آتا ہی ہو گا تمہیں لینے کے لیے۔۔یونیورسٹی سے کہیں لیٹ نہ ہو جانا۔۔۔۔۔۔

شاہدہ نے اسکے ارد گرد چیزوں کو سمیٹتے ہوئے اسے پھر ہوش دلائی۔جو آنکھیں بند کرنے کے موڈ میں تھا۔۔۔

اٹھواور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔۔۔۔

اک تو یہ سالے خود تو جلدی یونیورسٹی جاتے ہی ہیں ساتھ مجھے بھی گھسیٹتے ہیں۔۔۔

وہ بڑبڑاتے ہوئے بستر سے اٹھ کھڑا ہوااور واشروم کی طرف چل دیا۔۔۔۔۔

اسے سخت چڑ تھی بتائے ہوئے وقت پر جانے کی۔۔۔

اسکا ماننا تھا۔۔۔کہ ہمیشہ لیٹ جانا چاہیے۔۔اس سے اپنی قدر بڑھتی ہے

انتظار کرنے والا اپکو مصروف سمجھ کر آپکے وقت کی قدر کرتا ہے۔۔۔۔

پر وہ یہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔۔کہ انتظار کرنے والے کا بھی وقت قیمتی ہو سکتا

ہے۔۔۔۔

میں ناشتہ بنانے جا رہی ہوں۔شاہدہ جاتے ہوئے اسے آواز لگا گئیں تھیں

۔تاکہ وہ جلدی باہر نکل ائے۔۔۔

یہ اک نارمل مڈل کلاس گھر تھا۔ جس میں تین کمرے، ایک کچن اور دو واشروم تھے۔ کمروں میں ہر مڈل کلاس گھروں کی ہی طرح معمولی پینٹ کر کے سجاوٹ کی گئی تھی۔

گھر چھوٹا ہونے اور سلیقے سے سنوارنے کی وجہ سے کافی پیارا لگتا تھا۔۔۔

ایک کمرا عیس جبکہ دوسرا کمرا اس کے والدین کے پاس تھا۔ اور تیسرے کمرے کو بیٹھک کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔۔۔

عیس یمدانی کے والد حسن ہمدانی ایک فیکٹری میں معمولی ملازم تھے۔ چونکہ انکی عیس کی صورت میں اک ہی اولاد تھی۔ تو انکا گزر بسر ہو جاتا تھا۔ پر ہر باپ کی طرح وہ بھی اپنی اولاد کو کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔۔

پر عیس کی حرکتیں، انکو بہت غصہ دلاتی تھیں۔ انکے غصے کی وجہ اک تو عیس کا حلیہ تھا۔ اور دوسرا اسکا بہت لاپرواہ ہونا تھا۔۔

اسی بات پر دونوں کی آپس میں بنتی نہیں تھی۔ جس کی عیس کو تو کوئی پرواہ نہیں تھی پر حسن صاحب کا بی پی اس بات پر بھی ہائی رہتا تھا۔۔ کہ یہ ڈھیٹ کیوں ہے۔۔۔

اور عیس کا کہنا تھا کہ حسن ہمدانی جان بوجھ کر اسے ٹارچر کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ وہ تو بس اپنے کونفیڈینس کی وجہ سے بچ جاتا ہے۔۔۔ اور پریشان نہیں ہو پاتا۔۔۔

گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ بلو جینز پر وائٹ شرٹ پہنے، اک ہاتھ میں واچ پہنے، آنکھوں پر گلاسسز لگائے وہ سنجیدگی سے ڈرائیور کر رہا تھا۔۔

نیلی آنکھوں میں ہر وقت رہنے والی سنجیدگی اب بھی قائم تھی۔۔۔اور گولڈن بال جیل کی مدد سے اپنے مخصوص سٹائل میں سیٹ تھے۔۔۔ گوری رنگت میں مائل سرخی انکے پٹھان ہونے کا واضح ثبوت تھی۔۔۔ شرٹ کے اوپری کھلے بٹن سے واضح کسرتی جسم دیکھنے والوں کو متاثر کرتا تھا۔ شرٹ کے کھلے بٹن انکے سب دوستوں کو مخصوص انداز تھا۔

وہ سب مختلف ہو کر بھی اک جیسے تھے۔۔اپنی اپنی شخصیت میں وہ اک خاص کشش رکھتے تھے۔۔۔

کیونکہ وہ دوست نہیں بلکہ اک جان تھے۔۔۔انکا لڑنا، جھگڑنا اور ہنسنا اک دوسرے سے ہی جڑا تھا۔ جس میں کسی اور کی گنجائش نہیں تھی۔۔۔

سب کے لیے سنجیدہ نظر آنے والے سلطان احمد خان اپنے دوستوں کے لیے اک الگ ہی شخصیت کے مالک تھا۔۔۔

اپنے گاؤں میر پور میں سردار شاہ میر خان کے لاڈلے سلطان احمد خان تھے۔۔۔۔جن کی جان اپنے اس پوتے میں ہی تھی۔۔۔

سلطان شہر میں اپنی پڑھائی کے سلسلے میں فلیٹ میں رہتا تھا۔۔۔

سلطان نے اپنا موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھا۔ تو آٹھ بجے کا وقت تھا۔ اور نو بجے انکی کلاس تھی۔۔۔۔

اس نے عیس کو کال ملائی پر مسلسل بیل ہونے کے بعد کال بند ہو گئی۔

سلطان نے ڈیش بورڈ پر موبائل رکھا۔۔۔اور گاڑی کی سپیڈ بڑھادی۔تاکہ جلدی پہنچ سکے۔۔

ٹھیک دس منٹ بعد، وہ عیس کے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا۔چونکہ اسکا فلیٹ اسی راستے پر تھا تو وہ روز جاتے ہوئے عیس کو پک کر لیتا تھا۔۔۔ کیونکہ خود عیس تو شاید دس بجے تک بھی یونیورسٹی نہیں ائے۔۔۔

عیس کی انہی حرکتوں کو دیکھتے ہوئے، ان سب نے فیصلہ کیا تھا۔کہ عیس کو سلطان خود ساتھ لے کر جایا کرے گا۔۔۔

سامنے سے آتے ہوئے حسن ہمدانی، سلطان کو دروازے پر کھڑے دیکھ کر اسکی طرف آئے۔ فجر کی نماز پڑھ کر وہ تھوڑی دیر چہل قدمی کرتے تھے۔ اور روز اسی وقت ان کی واپسی ہوتی تھی۔۔

تو سلطان انکو اپنی طرف آتا دیکھ کر آگے بڑھ کر انکے گلے ملا۔۔

کیسے ہیں آپ انکل۔۔۔

سفید شلوار قمیض میں سر پر ٹوپی پہنے اپنے سخت گیر طبعیت کے باوجود وہ سلطان سے بہت محبت ملتے تھے۔۔۔

سلطان کو وہ حق پر لگتے تھے۔ اگر وہ عیس کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔۔ تو اس میں کچھ بھی غلط نہیں تھا۔۔۔
ہر باپ کی طرح وہ بھی اسے کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔۔۔

الحمدللہ بیٹا تم کیسے ہو۔وہ سلطان کو ساتھ لیے وہ گھر کے اندر آئے۔۔اور معمول کے مطابق،اسے بیٹھک میں بٹھا کر اس کے لیے چائے کا کہنے کچن میں چلے گئے۔۔۔

بیٹھک میں اک طرف کرسیاں جبکہ دوسری طرف صوفے رکھے گئے تھے۔اور درمیان میں اک شیشے کی میز تھی۔دیواروں پر سفید پینٹ کیا گیا تھا۔۔۔

سلطان صوفے پر بیٹھ کر عیس کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

تو پانچ منٹ بعد وہ نک سک سا تیار اسے اندر آتا دیکھائی دیا۔۔۔۔۔

پرنٹڈ بلیک شرٹ پر بلیک جینز پہنے ہوئے تھا۔لمبے بال سلیقے اسے اس وقت پونی میں قید تھے۔اور ہاتھوں میں بے شمار بینڈز پہنے وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔۔

اور شرٹ کے بازو فولڈ کرنے لگا۔۔۔

میں پوچھ سکتا ہوں۔۔۔کہ تم روز مجھے اپنی گرلفرینڈ سمجھ کر پک کرنے کیوں آجاتے ہو۔۔۔

عیس نے گھورتے ہوئے سلطان سے پوچھا۔۔۔

کیونکہ اس نمونے کی وجہ سے اسکی نیند پوری ہونے سے رہ جاتی تھی۔۔۔اور جلدی جانے کی وجہ سے اسکی قدر بھی کم ہو رہی تھی۔۔۔

!... نہیں میری جان

تم نہیں پوچھ سکتے۔بس ہر روز ایسے ہی اچھی پتنی (بیوی) بن کر مجھے تیار ہوئے ملا کروں۔۔۔تاکہ تمہیں دیکھ کر میری ساری تھکاوٹ دور ہو جایا کرے۔۔۔

سلطان نے بھی اسکی کے انداز میں جواب دیا۔

عیس مزید کچھ کہتا، کہ شاہدہ ناشتے کے ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔

توانکو اندر آتے دیکھ کر سلطان اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

شاہدہ نے ناشتے کی ٹرے عیس کے سامنے رکھ کر سلطان کی طرف آکر اسکا ماتھا چوما۔۔

عیس اپنا ناشتہ شروع کر چکا تھا۔کیونکہ جانتا تھا ابھی انکا پیار چلے گا۔۔۔تو وہ ناشتہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

کیسے ہو میرے بیٹے۔۔

! میں اک دم فرسٹ میری جان

سلطان نے انکے گال کھینچتے ہوئے شرارت سے جواب دیا۔۔

ہٹ بے شرم۔۔۔۔

تو شاہدہ شرما کر اسے تھپڑ جھڑ گئیں۔

گوری رنگت پر بلو سوٹ پہنے وہ ہستی ہوئی سلطان کو بہت کیوٹ لگی تھیں

۔۔

وہ سچ میں بہت پیاری تھیں۔۔وہ بہت نرم مزاج تھیں جبکہ انک مقابل

حسن ہمدانی کافی سخت طبیعت کے تھے۔۔۔

اس لیے سلطان جب بھی آتا تھا انکو چھیڑنے سے باز نہیں آتا تھا۔۔۔

وہ اسے اپنی مورے کی طرح ہی پٹھانی لگتیں تھیں۔۔۔جبکہ عیس کی رنگت اور شخصیت حسن ہمدانی پر تھی۔پر شوخ ہ چنچل طبیعت وہ اپنی ماں پر تھا۔۔۔

اس لیے وہ جب بھی آتا تھا انکو چھیڑنے سے باز نہیں آتا تھا۔۔

انکے شرمانے پر سلطان قہقہہ لگاتے ہوئے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

میں ابا کو بتاتا ہوں۔۔۔

کہ آپ نے ایک فرینڈ بنایا ہوا ہے۔۔۔

عیس نے ناشتے سے انصاف کرتے ہوئے پھلجھڑی چھوڑی۔۔

پھر تم اپنے باپ سے کم اور مجھ سے زیادہ جوتے کھاؤ گے۔۔۔۔

شاہدہ نے اسکی پھلجڑی پر اسے گھور کر وارننگ دی۔۔۔

تو وہ دانتوں کی نمائش کر گیا۔۔۔

کیا بات ہے شاہدہ بیگم۔۔۔۔

اب بھی ڈرتی ہوں حسن ہمدانی سے۔۔۔

وہ اب بھی چھیڑنے سے باز نہیں آرہا تھا۔

ہوش میں آتے ہی اکا کام شروع ہو جاتا تھا اور وہ کام دوسروں کو زچ کرنا ہوتا تھا۔۔۔

اور یہ کام وہ خوشی سے کرتا تھا۔۔۔بقول اسکے اسے دوسرں کا خون پی کر انرجی ملتی ہے۔۔۔

شاہدہ اسے گھور کر سلطان کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔جو عیس کے ساتھ ہی ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔۔

دونوں نے ناشتہ ختم کر کے جانا ہے۔۔۔اب میں زرا کچن دیکھ لوں۔۔۔
وہ نصیحت کرتے ہوئے باہر کی طرف چلی گئی۔۔۔

سچ بتا کمینے۔۔۔
مجھے لینے آنے کے بہانے تو فری کا ناشتہ کرنے آتا ہے نہ۔

سلطان کو اپنا آملیٹ کھاتے دیکھ کر وہ تفشیشی انداز میں پوچھنے لگا۔
کیونکہ وہ روز اسکا آملیٹ کھا جاتا تھا۔اور پھر شرمندہ بھی نہیں ہوتا تھا۔۔۔

تو بھی تو فری ہی کھاتا ہے نہ۔۔۔

بقول حسن صاحب کے۔۔۔

سلطان نے بھی چائے کا سیپ لیتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

تو عیس اسے گھور کر رہ گیا۔۔

ٹیشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے، عیس اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

اب نہیں لیٹ ہو رہے تم۔۔۔۔

عیس نے اسے مسلسل چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے گھورا۔۔۔

جو روز وقت سے پہلے اسے لینے آجاتا تھا۔۔۔ جس کی وجہ سے اسکی نیند خراب ہوتی تھی۔

اسے پھر اپنی نیند کا غم یاد آگیا تھا۔۔۔

اوراب چائے کی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔۔۔

کیا کروں۔۔۔۔

شاہدہ ڈارلنگ چائے بہت مزے کی بناتی ہے۔۔ چھوڑنے کو دل ہی نہیں کرتا۔۔

سلطان بھی آخری سپ لے کر ہی کھڑا ہوا۔۔۔

تو دونوں باہر کی جانب چل پڑے۔۔۔

حسن صاحب باہر راہداری میں پڑے ہوئے پودوں کو پانی دے رہے تھے۔

سلطان اور عیس کو باہر آتے دیکھ کر انکی نظر دونوں پر پڑی۔۔۔

عیس کو پرنٹڈ شرٹ میں دیکھ کر وہ بل کھا کر رہ گئے۔۔۔

انکو عیس کی اس طرح کی ڈریسنگ سے سخت چڑ تھی۔انکے مطابق انکو عیس کی جگہ کوئی منی پیدا کرنی چاہیئے تھی۔کیونکہ انکے منے کو منی والے پھولوں کے ڈیزائن کے کپڑے پسند آتے تھے۔۔۔

شاہدہ۔۔۔

گملوں میں پھول نہیں لگ رہے تو کوئی بات نہیں۔۔۔

ادھر لوگ خود پھول بن کر گھوم رہے ہیں۔ان سے چند پھول لے کر گلدستہ بنالیا کرو۔۔

حسن ہمدانی نے پانی دیتے ہوئے اپنی بیگم کو زور سے مخاطب کیا۔۔۔

اور دروازے کے پاس کھڑے عیس اور سلطان بھی انکی آواز سن چکے تھے۔۔۔

عیس بھی اپنے باپ کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔ کہ یہ پھولوں بھرا طعنہ اسے ہی مارا گیا ہے۔۔۔

جبکہ سلطان اپنا قہقہہ روکنے کے لیے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ شاہدہ کچن سے باہر نکل کر اپنے شوہر کی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔

دروازے کے پاس کھڑے عیس کو بلیک شرٹ میں دیکھ ساری بات سمجھنے پر ہنس پڑی۔

اور وہ دانت پیستے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

عیس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی اسکے کانوں میں سلطان کا قہقہہ گونجا تھا۔۔۔

توشرمندہ نہیں ہوتا کیا۔۔۔۔

سلطان نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ہنس اسے پوچھا۔۔۔۔

نہیں توساتھ ہوتا ہے نہ۔۔۔ہ اس لیے اپن بھی شرمندہ نہیں ہوتا۔۔۔

عیس نے اسکے قہقے کا اپنے انداز میں بدلا لیا۔۔۔

توسلطان اسے گھور کر رہ گیا۔۔۔جو کبھی بھی شرمندہ نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔

رات کے اندھیرے میں منہ پر ماسک لگائے سڑک پر، وہ بلکل سیدھا چلتا جا رہا تھا۔۔دائیں کان میں لگے، بلوٹوتھ پر ساتھ وہ کسی سے بات کرنے میں بھی مصروف تھا۔۔

ڈارک براؤن بال ماتھے پر، اس وقت بکھرے ہوئے تھے۔ سفید رنگت میں گرمی کی شدت سے سرخی گھلی ہوئی تھی۔۔

بلیک پینٹ اور ٹی شرٹ پہنے، وہ اس وقت رات کا ہی حصہ معلوم ہو رہا تھا۔۔ کیونکہ اپنے سیاہ لباس میں وہ سڑک پر چلتا کوئی کالا ہیولا ہی لگ رہا تھا۔۔

ہاتھوں میں پہنے گلوز کے اندر چھوٹے چھوٹے بلیڈ چھپائے گئے تھے۔۔ جنہیں یقیناً وہ ضرورت کے وقت استعمال کرتا تھا۔

اسکارخ اب سڑک پر بائیں طرف، اک بیلڈنگ کی طرف تھا۔ جہاں اسکا ساتھی اس کے انتظار میں ہی کھڑا تھا۔۔

بلیڈنگ کے اندر داخل ہوتے ہی، وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔۔۔

مصطفیٰ جلدی کرو۔۔۔ وہ لوگ نکلنے والے ہیں۔۔۔

کان میں لگے بلوٹوتھ سے اسے اپنے ساتھی کی آواز سنائی دی۔۔ جو اسے جلدی پہنچنے کا کہہ رہا تھا۔۔۔

تو مصطفیٰ کے قدموں میں تیزی آگئی۔ اور وہ تھرڈ فلور پر پہنچ کر، سامنے اک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

دروازہ کھولتے ہی اسے سامنے اپنا ساتھی نظر آیا۔۔۔جو بلکل اسی کے جیسے حلیے میں موجود تھا۔اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔یقیناً وہ مصطفیٰ کے انتظار میں کھڑا تھا۔۔۔

بلیک رنگ انکی شخصیت کا حصہ بن چکا تھا۔۔۔اسی لیے انکی گینگ کا نام بھی "بلیک گینگ" کے نام سے مشہور ہو چکی تھی۔۔

کس طرف موجود ہیں وہ پاشا۔۔۔

مصطفیٰ نے قریب آتے، پاشا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

سامنے کمرے میں ہیں۔پاشا نے انگلی کے اشارے سے بتایا۔۔۔

چلیں پھر کیا۔۔

مصطفی نے سوالیہ نظروں سے پاشا کو دیکھا۔۔۔

تم پچھلے دروازے کی جانب جاؤ۔ میں سامنے سے دیکھتا ہوں۔ پاشا نے اسے ہدایت کی۔۔۔

تو وہ سر ہلاتا پچھلے دروازے کی جانب چلا گیا۔۔۔

یہ اک کمرے کا منظر تھا۔ جہاں بیس سے پچیس سال کے پانچ لڑکے میز کے گرد جمع تھے۔

کسی کو شک تو نہیں ہوا نہ یہاں آتے ہوئے۔۔۔

ان میں سے سب سے بڑے لڑکے نے باقیوں کو پوچھا۔۔

نہیں ہم بہت احتیاط سے آئے ہیں۔۔
سب نے اسے یقین دلایا کہ وہ یہاں بہت دھیان سے آئے ہیں۔۔۔اس لیے وہ بے فکر رہے۔۔۔

رات کے اس پہر یہ خوفیہ میٹنگ اک خاص مقصد کے لیے رکھی گئی تھی۔
اور رات کے اندھیرے میں کیے جانے والے بیشتر ایسے کاموں کا مقصد عموماً غلط ہی ہوتا ہے۔۔۔۔

اور یہ خاص مقصد ان لڑکوں کو ڈرگز فراہم کرنا تھا۔جو اپنے ہوسٹل سے چپکے سے نکل کر اس وقت یہاں اس کمرے میں موجود تھے۔۔۔

تاکہ وہ واپس جا کر ہوسٹل اور اپنی اپنی یونیورسٹی میں نشے کے عادی لڑکے اور لڑکیوں کو ڈرگز بیچ سکیں۔۔۔

پانچویں لڑکے کسی اک جگہ سے تعلق رکھنے والے نہیں تھے۔۔۔
بلکہ پانچوں ہی مختلف یونیورسٹیوں کے سٹوڈنٹس تھے۔۔۔
اس کاروبار کو چلانے کے لیے کافی محنت کی گئی تھی۔ جس کا پہلا مقصد اک نیٹ ورک بنانا تھا۔تاکہ یہ کام اک باقاعدہ طریقے سے سرانجام دیا جا سکے۔۔۔۔

ان میں سب سے بڑا لڑکا عامر جس کی عمر پچیس سال تھی۔وہ ڈرگز ڈیلر سے ڈرگز لے کر آگے ان لڑکوں کو دیتا تھا۔ جسے وہ پھر سٹوڈنٹس کو بیچتے تھے۔۔۔۔

اور یہ کام عامر پچھلے اک سال سے کر رہا تھا۔۔ جس کی وجہ سے نجانے کتنے ہی لڑکے اور لڑکیاں نشے کے عادی ہو کر اپنی زندگی خراب کر چکے تھے۔۔

ابھی عامر سب لڑکوں کو ڈرگز تقسیم کر ہی رہا تھا۔ کہ اسے بند دروازے کے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز آئی۔۔۔

باہر کوئی ہے۔ عامر نے کسی خدشے کے تحت کہا۔۔۔

پوری بلڈنگ خالی ہے باس۔۔۔ باہر کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے اک نے اسے یقین دلایا۔۔ کہ وہ وہاں اکیلے ہی موجود ہیں۔۔

عامر بھی اپنا وہم سمجھ کر پھر کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کہ اک دم سے کسی نے زوردار کک مار کر دروازے کو توڑ دیا۔۔۔

تو وہ پانچوں ہڑ بڑا کر آنے والے کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔

جو فل بلیک ڈریس میں موجود ہاتھوں پر گلوز پہنے کھڑا انہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ میٹنگ جاری نہیں رکھو گے کیا۔۔۔

پاشا نے انکے قریب آتے ہوئے، سرد نگاہوں سے پوچھا۔۔۔اور اک نظر میز پر موجود ڈر گز کے تھیلیوں کو دیکھا۔۔۔۔

کون ہو تم۔۔! عامر نے کہلاتے ہوئے پوچھا۔۔ تو عامر سمیت سب اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔

میرا تعارف تو بعد میں بھی ہو جائے گا۔ پہلے بتاؤ آرام سے میرے ساتھ چلو گئے یا کوئی خاطر تواضع کی خواہش ہے۔۔

پاشا نے میز پر انکے بکھرے سامان کو ہاتھ سے الٹ پلٹ کرتے پوچھا۔۔
جہاں صرف ڈرگز کے پیکٹ اور سٹوڈینٹ بیگز پڑے تھے۔۔۔
شائد وہ ڈرگز انہی بیگز میں کے کر جاتے تھے۔۔۔۔

پیچھے کھڑے اک لڑکے نے پاشا پر وار کرنا چاہا۔ تو پاشا نے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر اسکا سر دیوار سے دے مارا۔۔۔

کیونکہ وہ بے خبر نہیں تھا۔۔۔وہ اگر انجان بن کر بات کر رہا تھا۔تو اسکا مطلب ہر گز نہیں تھا۔کہ ہوا نجان ہے۔۔۔

نیکسٹ۔۔۔۔پاشا نے سر کو گھوماتے ہوئے،ہاتھ کے اشارے سے لڑنے کے لیے استفسار کیا۔کہ اگلا کون آنا چاہتا ہے۔۔۔۔

تو باقی چار اپنے ساتھی کا حال دیکھ کر صرف بھاگنے کا سوچنے لگے۔

کیونکہ مقابل ان سے زیادہ طاقتور تھا۔اور اپنے ساتھی کا حال وہ دیکھ ہی چکے تھے۔۔۔اس لیے لڑنے کا خطرہ ہو مول نہیں لینا چاہتے تھے۔۔

وہ چاروں دروازے کی طرف بھاگنے لگے۔۔تو پاشا نے آگے بڑھ کر دو کو پکڑ لیا۔

جبکہ باقی دو پچھلے دروازے کی طرف بھاگ گئے۔۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے۔کہ ان کے لیے اک موت کا فرشتہ ادھر بھی موجود ہے۔۔۔۔

وہ جیسے ہی دروازے کو کھول کر آگے بڑھنے لگے تھے۔۔۔

مصطفیٰ نے اپنی ٹانگ آگے کر دی۔ جس کے باعث وہ منہ کے بل گرے۔۔۔

گرنے کی وجہ سے انکی ٹھوری پر شدید چوٹ لگی۔انہوں نے درد کو برداشت کرتے ہوئے آنکھیں کھول کر گرانے والے کی سمت دیکھا۔۔تو

فل بلیک حلیے میں، منہ پر ماسک لگائے اک شخص دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔

اسی حلیے میں موجود اندر والے شخص کو بھی دیکھ چکے تھے۔۔۔

کسی کو یہاں مدد چاہیے کیا۔۔۔
مصطفیٰ نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جو اس کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔۔۔۔

تو دونوں لڑکے ڈر کے مارے پیچھے کو کھسکنے لگے۔
مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر ان دونوں کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا۔۔

تم لوگوں کو اتنی جلدی کیوں ہے بھاگنے کی۔۔۔

مصطفیٰ نے محبت سے پوچھا۔۔۔

پلیز ہمیں جانے دو۔۔۔ ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔۔ ہم آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کریں گئے۔۔۔ پلیز ہمیں جانے دو۔۔۔

اک التجا کرتے ہوئے، مستقبل کے لیے وعدہ بھی کر گیا۔ کہ وہ آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کرے گا۔۔۔

تو مصطفیٰ اسکی بات پر مسکرا اٹھا۔ جیسے چھوٹا بچہ اپنی غلطی مان کر آئندہ کے لیے توبہ کر لیتا ہے۔ بلکل ویسا ہی حال ان دونوں کا تھا۔۔ جو صرف منٹوں میں اپنی غلطی سدھارنا چاہ رہے تھے۔ جو وہ پتہ نہیں کتنے عرصے سے کر رہے تھے۔۔۔

کوئی بات نہیں اب جتنی غلطیاں تم لوگ کر چکے ہو۔پہلے اسکا حساب کتاب کر لیں۔پھر معافی کا بھی سوچ لیں گئے۔۔۔

یہ کہتے ہی مصطفیٰ نے ان دونوں کی مخصوص رگ دبادی۔تو بے ہوش ہو کر انکے چہرے اک طرف لٹک گئے۔۔

کیونکہ انکا مقصد ان لڑکوں کو صرف پکڑنا تھا۔۔تاکہ وہ مزید پتہ لگا سکیں ۔کہ اس کام میں اور کتنے لوگ ملوث ہیں۔۔۔

دونوں کو زمین پر لٹا کر وہ اندر پاشا کی طرف بڑھا۔۔۔

تو اندر موجود لڑکے بھی بے ہوش پڑے تھے۔۔

مصطفیٰ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پاشا نے اپنا ماسک چہرے سے ہٹا دیا۔
کیونکہ اب اسکی کوئی ضرورت نہیں تھی

گرے آنکھوں میں اس وقت سنجیدگی تھی۔کالے بال اس وقت الجھ چکے تھے۔۔۔

سفید رنگت پسینے سے شرابو تھی۔۔۔اور کچھ ایسا ہی حال مصطفیٰ کا بھی ہو گیا تھا۔۔۔

کیا کرنا ہے انکا۔۔ مصطفی نے پاشا نے پوچھا۔۔۔

میں نے کال کر دی ہے۔۔انکے مہمان نواز آتے ہی ہونگے انکو لینے کے لیے۔۔۔

پاشا نے اک نظر انکو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

اور پھر وہ دونوں بلڈنگ سے باہر نکل کر رات کے اندھیرے میں ایسے ہی گم ہو گئے جیسے وہ آئے تھے۔۔۔

رات لیٹ ہو جانے کی وجہ سے وہ ضرار کے فلیٹ میں ہی رک گیا تھا۔۔۔

ابھی الارم پر اسکی آنکھ کھلی۔۔تو آٹھ بجے کا ٹائم تھا۔اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو

سلطان اور عیس کی کافی مسڈ کالز تھیں۔ جنہیں وہ بعد پر چھوڑ کر، تیار ہونے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

شاور لے کر اور چینج کر وہ ضرار کے روم کی طرف گیا۔ تو دیکھا۔۔ وہ شیشے کے سامنے تیار کھڑا تھا۔۔۔

وائٹ شرٹ کے ساتھ بلو جینز پہنے، اپنے کالے بالوں کو سیٹ کیے وہ بلکل ریڈی تھا۔۔

ضرار پاشا حیدر "بلوچستان کے سردار حیدر پاشا کی اکلوتی اولاد تھا۔"

اور یہاں شہر میں اپنے فلیٹ پر رہتا تھا۔

جبکہ "سنان مصطفیٰ کاظمی" کے والد مصطفی کاظمی اک گورنمنٹ کالج میں ٹیچر تھے۔

پر اکثر لیٹ ہو جانے کی وجہ سے، وہ ضرار کے پاس رک جاتا تھا۔۔۔

سنان بلیک چیک شرٹ پر بلیک ہی جینز میں اپنے ڈارک براؤن بالوں کو سیٹ کیے اسے سامنے کھڑا تھا۔

خیر ہے آج۔۔۔
ضرار نے اسکی شرٹ کی طرف اشارہ کیا۔۔

توسنان ہنس پڑا۔کچھ نہیں یار۔۔

وہ عیس پرنٹڈ بلیک پہن کے یونیورسٹی پہنچا ہوا ہے۔اور انکل نے صبح صبح اسکی پھولوں والی شرٹ کو اپنے لفظوں سے دھوڈالا ہے۔۔۔

تواب مجھے بھی کچھ ویسا پہنے کے لیے میسجز کیے ہیں۔تاکہ وہ اکیلا پھول نا لگے۔۔سنان نے اسکے میسجز یاد کرتے ہوئے، شرارت سے تفصیلی گویا ہوا۔۔

توضرار مسکرا کر سر جھٹک گیا۔کیونکہ وہ بھی سلطان کے میسجز پڑھ چکا تھا۔ جس میں اس نے تفصیل سے عیس کو گلدستہ بنایا تھا۔۔

عیس اپنی روز کی عزت افزائی پر بھی کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا تھا۔۔بلکہ اپنی بے شرمی میں ان میں سے بھی کسی اک کو شامل کر لیتا تھا۔تاکہ وہ اکیلا کمینہ نہ لگے۔۔۔

کیونکہ عیس کے علاؤہ وہ تینوں ہی فارمل ڈریسنگ ہی کرتے تھے۔۔

چاروں کی ڈریسنگ کوڈ ہمیشہ دو سے میچ کرتا تھا۔۔

جیسے سنان کافل بلیک عیس سے کر رہا تھا۔اور ضرار کا سلطان سے۔۔

۔۔۔۔۔۔

یونیورسٹی کے گیٹ پر ایک ساتھ دو گاڑیاں آکر رکی تھیں۔۔

اک گاڑی میں ضرار سن گلاسز لگائے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ جبکہ اسکے ساتھ سنان بیٹھا تھا۔

اور ساتھ والی گاڑی میں سلطان کے ساتھ عیس بھی اپنے مخصوص سٹائل میں موجود تھا۔

چاروں اک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا اٹھے

وہ چاروں اپنی اپنی شخصیت میں منفرد تھے۔

انکی گاڑیوں کے رکنے کی آواز پر یونیورسٹی میں موجود سٹوڈنٹس کی نظریں انکی طرف اٹھیں تھیں۔۔

جن میں زیادہ تر لڑکیاں ہی شامل تھیں۔جوان چاروں کو دیکھ کر بس آہیں بھر رہیں تھیں۔ لیکن ان کے قریب جانے کی کسی کی ہمت نہیں تھی۔۔

وہ چاورں اپنی طرف اٹھی نظروں سے اچھی طرح واقف تھے۔پر انہیں کسی کی پرواہ نہیں تھی۔۔۔۔

وہ سب آپس میں جتنے شرارتی تھے۔۔دوسرں کے لیے اتنے ہی سرد مزاج تھے۔اس لیے ان سب کے بیچ کسی اور کی گنجائش نہیں تھی۔

کتنی ہی لڑکیاں انکو پرپوز کر چکی تھیں۔بدلے میں عیس ہی جواب میں سب کو باجی کہہ کر کہانی ختم کر دیتا تھا۔

تو وہ منہ بناتیں چلی جاتیں تھیں۔۔۔

گاڑیوں کو پارکنگ میں کھڑا کر کے چاروں یونیورسٹی کے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

سلطان اوہ ضرار اک جیسی وائٹ شرٹ اور بلو جینز کے ڈریسنگ میں تھے۔ جبکہ سنی (سنان) اور عیس فل بلیک میں تھے۔

۔۔۔

تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے کہ اپنے منگل سوتر کو اندر چھپا کر رکھا کرو۔۔
اگر کسی نے حملہ کر دیا تو۔۔۔
کفے ٹیریا کی جانب بڑھتے ہوئے سنی نے عیس کو تپایا۔

شرٹ کے اوپری بٹن کھلے ہوئے ہونے کی وجہ سے، عیس کے گلے میں پہنی ہوئی چین نظر آ رہی تھی۔ جس کو سنی نے منگل سوتر کہہ کر نشانہ بنایا تھا۔۔

کیونکہ عیس سب کچھ برداشت کر سکتا تھا۔۔اپنے فیشن پر سوال نہیں، پر یہاں سنی نے سوال نہیں بلکہ پورا پورا مزاق بنا دیا تھا۔ جس پر وہ رک کر اسے گھورنے لگا۔۔۔

عیس کے رکنے پر وہ تینوں بھی رک کر اسکی جانب دیکھنے لگے۔۔۔

خود جو تو لوڈو سٹائل والی شرٹ پہن کر آ گیا ہے۔۔۔

اس کے بارے میں کیا کہو گئے۔

عیس نے گھورتے ہوئے، سنی کی چیک والی شرٹ کو ٹارگٹ کیا۔

یہ تو میں اس لیے پہن کر آیا ہوں کیونکہ کوئی آج پھول بن کر آیا ہے نہ۔۔

تو سوچا میں بھی تھوڑا سا خوبصورت لگ جاوں گا۔

سنی نے دانت نکالتے ہوئے اسے اسکی صبح والی عزت افزائی یاد کروائی۔

جو سلطان ان دونوں کو مسیج پر بتا چکا تھا۔

کیونکہ وہ عیس کی ایسی بے عزتی کو بہت انجوائے کرتے تھے۔۔۔

تو آج میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔۔۔

یہ کہتے ہی عیس اور سنی کی ریس شروع ہو گئی تھی۔۔۔

جبکہ ضرار اور سلطان ان دونوں کو دیکھ کر رہ گئے۔
یہ دونوں کبھی نہیں سدھر سکتے۔۔اب انکے چکر میں کلاس نہ لیٹ ہو جائے۔۔۔

عیس اور سنی کو آگے پیچھے بھاگتے دیکھ کر ضرار نے سلطان سے کہا۔۔۔

سنی اپنے پیچھے عیس کو دیکھتے ہوئے آگے کی طرف بھاگ رہا تھا۔

جس کی وجہ سے اسکا دھیان سامنے نہیں گیا تو سامنے کھڑی لڑکی سے وہ ٹکرا گیا۔۔ سنی کے اچانک ٹکراؤ کی وجہ سے وہ نیچے گری تھی۔

اور اب وہ نیچے تھی جبکہ سنی اسکے اوپر تھا۔۔

سنی کو لڑکی کے اوپر گرتے دیکھ کر عیس وہیں رک گیا۔۔۔

یہ پوزیشن دیکھتے ہی عیس کی آنکھوں کے ساتھ اسکا منہ ضرورت سے زیادہ کھل تھا۔
کیونکہ صورتحال ہی ایسی ہنگامی تھی۔۔۔

دور کھڑے سلطان اور ضرار بھی بھاگ کر عیس اور سنی کے پاس پہنچے۔

انکے قریب آتے ہی ضرار نے پہلے عیس کا کھلا منہ بند کیا اور سنی کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔
لیکن وہ تینوں یہ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔۔

۔کہ سنی اس لڑکی کے اوپر سے اٹھ کیوں نہیں رہا۔۔۔۔۔

سنی جو اس اچانک صورتحال کا شکار ہوا تھا۔

اپنے نیچے موجود نازک وجود کے چہرے پر نظر پڑتے ہی کھو سا گیا جن۔۔۔
اسے ارد گرد کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ کہ سب اسے دیکھ رہے ہیں۔۔۔
نسوانی نازک وجود کو پہلی بار اپنے اتنے قریب محسوس کر کے اسکے دل کی حالت بری ہو چکی تھی۔۔۔۔

گولڈن بالوں کے ساتھ، سفید رنگت پر چھوٹی سی تیکھی ناک اس وقت غصے سے پھول چکی تھی۔۔۔

وہ اسے اپنے اوپر سے اٹھنے کا کہہ رہی تھی۔۔

پر سنی ہوش کی دنیا میں ہوتا تو شائد اسکی آواز سن پاتا۔

بلکہ عیس اب گھٹنوں کے بل جھک کر اپنے دوست کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ زندہ تو ہے ں ہ۔
یہ کوئی حرکت کیوں نہیں کر رہا۔۔نہ ہی اسکے اوپر سے اٹھ رہا ہے۔۔ کہیں کوئی اور معاملہ تو نہیں ہو گیا۔۔

پھر اپنی سوچ پر خود ہی لعنت بھیج کر، وہ نیچے جھکا ہی، ضرار اور سلطان کی
طرف آنکھوں کے اشاروں سے صورتحال کا پوچھنے لگا۔۔۔
جس پر وہ نا سمجھی سے کندھے آچکا گئے۔۔۔

یہ لڑکی کے اوپر سے کیوں نہیں اٹھ رہا۔۔۔
سلطان نے ضرار سے پوچھا۔۔۔

پتہ نہیں کیا چاہ رہا ہے کمینہ۔۔۔
لگتا ہے یہ آج بدنام کروا کے چھوڑے گا۔
ضرار کو بھی اب تشویش ہونے لگی تھی۔۔۔۔

اسے چھوڑو پہلے اس نمونے کو اٹھاو۔ سلطان نے عیس کی جانب اشارہ کیا جو فل جھک کر سنی کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

تاکہ اسکے تاثرات سے پتہ چلا سکے۔۔ کہ مامعلہ کتنا خراب ہوا ہے۔۔۔۔

اب تو صرف نکاح کی گنجائش رہ گئی ہے۔۔ عیس نے لیٹے لیٹے ہی پیش گوئی کی۔۔۔

تو سلطان اور ضرار اپنی ہنسی کنڑول کر گئے۔۔۔

کیونکہ جتنی دیر سے سنی لڑکی کے اوپر گرا ہوا تھا۔۔ کوئی کچھ بھی کہہ سکتا تھا

۔۔

سلطان اور ضرار نے آگے بڑھ کر پہلے عیس کو اپنے قدموں پر کھڑا کیا۔۔۔

اور پھر سنی کی جانب آئے۔۔۔

جو لیٹے لیٹے ہی زندگی گزارنا چاہ رہا تھا۔۔۔

جبکہ آس پاس اب سٹوڈنٹس بھی جمع ہو گئے تھے۔۔۔

جنہیں ضرار نے وہاں سے غائب کروایا۔۔۔

جبکہ کب سے نیچے گری "ائرہ داؤد" اب مکمل جلال میں آ چکی تھی۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔۔اندھے موٹے انسان، میری کمر توڑ دی ہے۔۔۔

کب سے چلا رہی تھی۔۔ تمہیں سنائی نہیں دیتا کیا۔۔۔
لگتا ہے، آنکھوں کے ساتھ تمہارے کان بھی خراب ہیں۔۔۔
دیکھ کر نہیں چل سکتے کیا تم۔۔۔۔

سنی، جو کہ کب سے ہوش گنوائے تھا۔۔
اپنے کانوں میں نسوانی میٹھی آواز کے پڑتے ہی ہوش میں آیا۔
اور اپنے سامنے کھڑی دوشیزہ کو غور سے دیکھنے لگا۔۔۔
جو اسکے دل کی دنیا اتھل پتھل کر چکی تھی۔۔۔

ویوی بالوں کی ٹیل پونی بنائے شارٹ پنک کرتی کے ساتھ جینز پہنے وہ سنی کو ہی گھور رہی تھی۔۔۔

جبکہ عیس، سلطان اور ضرار حیراں و پریشان کھڑے تھے۔۔

کہ اب یہ بول کیوں نہیں رہا۔۔۔

اس سالے کے ساتھ مسلہ کیا ہے۔۔۔پہلے اسکے اوپر سے اٹھ نہیں رہا تھا

۔اب جواب نہیں دے رہا۔۔۔

ضرار کو سنی کی خاموشی پر تپ چڑھنے لگی تھی۔۔۔۔

دیکھا، یہ حال ہوتا ہے۔۔اگر اچانک کسی لڑکی سے ٹچنگ وچنگ ہو

جائے۔۔تو انسان اپنے ہوش کھو دیتا ہے۔۔۔

جیسے اس کمینے نے کھوئے ہوئے ہیں۔۔۔

کتنی دفعہ میں کہا تھا۔۔کہ کوئی تو گرلفرینڈ بنالو۔۔۔

نہ خود بنائی تم لوگوں نے، نہ مجھے بنانے دی۔

عیس نے سنی کی مکمل خاموشی پر پھلجھڑی چھوڑی۔۔۔۔

عیس کی زبان سنی کا حال دیکھ کر شروع ہو چکی تھی۔۔
کیونکہ وہ اپنے حلیے کے ساتھ ساتھ تھوڑا بہت ٹھرکی بھی تھا۔۔
اور یہ ٹھرک پن اسکا صرف باتوں کی حد تک تھا۔۔۔ حقیقت میں تو وہ کسی لڑکی کے قریب بھی نہیں جا سکتا تھا۔۔۔
کیونکہ یونیورسٹی کی میک شدہ لڑکیاں اسے زہر لگتیں تھیں۔۔۔

سلطان نے عیس کی گرلفرینڈ والی بات پر اسکے بالوں کی چھوٹی سی پونی کھینچی اور بولا۔۔
تم ماسی شکیلہ منہ بند کرو۔۔ تمہیں تو ہر بات پر گرلفرینڈ یاد آجاتی ہے۔۔۔

توعیس منہ بنا کر سنی کی طرف پھر متوجہ ہو چکا تھا۔۔
جو بھی تھا۔۔وہ سنی کا یہ سین مس نہیں کر سکتا تھا۔۔

دیکھیں، میں سوری کرتا ہوں میرا دھیان نہیں تھا۔سو سوری۔

سنی نے اپنی بے اختیاری کے لیے ائرہ سے معزرت کی۔
اور سارے معاملے میں سنی کی آواز سن کر اس کے تینوں دوستوں نے اللہ
کا شکر ادا کیا تھا۔۔۔
شکر ہے اس نے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت تو دیا۔۔۔
عیس ہاتھ منہ پر پھیرتے ہوئے بولا۔۔۔

سنی کے ساتھ پہلی مرتبہ ہی ایسا ہوا تھا۔۔

اپنی بے اختیاری پر اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔کہ سامنے والی کو کہے کیا۔۔۔

لیکن ائرہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھی

کمر پر بازو ٹکاتے ہوئے وہ فل لڑنے کے موڈ میں آگئی تھی۔

اپنی گولڈن آنکھوں سے وہ سنی کو مسلسل گھور رہی تھی۔۔

پتہ نہیں کس منحوس گھڑی میں ادھر، میرے ابا نے ایڈمیشن کروادیا تھا۔۔۔

صبح ریگنگ والوں نے دماغ خراب کیا۔۔اور اب رہی کسر تم نومنے نے پوری کر دی۔۔۔

دیکھیں محترمہ میں آپ سے۔۔۔
یہ محترمہ کون ہے وہ تیکھے نقوش سے اسے ٹوک گئی۔۔۔

ائرہ داؤد نام ہے میرا۔۔۔ سنی کو ٹوکنے کے ساتھ اپنا نام بھی بتایا گیا۔۔۔

دیکھیں مس آری۔۔میرا مطلب ہے ائرہ۔
سنی کے آری کہنے پر عیس کا قہقہہ نکل گیا۔۔۔اور ایسا ہی کچھ حال ضرار اور سلطان کا بھی تھا۔
سنی عیس کو گھور کر رہ گیا۔۔۔جو اس کے مزے لے رہا تھا۔۔۔

سنی نے ائرہ کے نام کو بگاڑ کر اک اور غلطی کر دی تھی۔

سنی کی مشکل صورت حال کو دیکھتے ہوئے سلطان نے آگے بڑھ کر معاملہ ختم کیا۔۔اور پھر وہ سنی کو لے کر کلاس کی جانب بڑھ گئے۔
کیونکہ کیفے ٹیریا کا وقت یہاں پر برباد ہو چکا تھا۔۔۔

پیچھے وہ بل کھا کر رہ گئی اور اک دفعہ پھر اپنی کلاس ڈھونڈنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

جبکہ عیس کے نہ رکنے والے قہقے شروع ہو چکے تھے۔
کچھ ایسا ہی حال سلطان اور ضرار کا بھی تھا۔

سنی اپنی بے اختیاری کو کوس رہا تھا۔۔۔

پر اب وہ صرف انکو برداشت ہی کر سکتا تھا۔۔۔

آوئے سچ بتاما جرہ کیا ہو تھا۔۔۔۔

عیس نے معنی خیزی سے سنی کو دیکھا۔۔۔

سالے تو میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا آج۔ سنی دانت پیستے ہوئے اسکی طرف بڑھنے لگا۔

تو سلطان اور ضرار نے بیچ میں ہی انکو روک لیا۔

اور ایسے ہی ہستے ہوئے وہ اپنی کلاس کی جانب چل دیے۔۔۔

بلیک کلر کے گاؤن پر بلیک ہی حجاب کیے وہ اپنی کلاس ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔

سفید رنگت پر اس وقت اکتاہٹ اور پریشانی کے دونوں تاثرات تھے۔۔۔

وہ کاریڈور میں کھڑی ہر کلاس کے دروازے پر لگے نوٹس کو دھیان سے پڑھ رہی تھی۔تاکہ اسے اسکی کلاس مل جائے۔

سکیوزمی۔۔۔سیکالوجی کی کلاس کس طرف ہے۔۔۔

علیزے نے آئرہ سے پوچھا۔۔۔

جو کاریڈور میں ہی کھڑی تھی۔۔۔

آپ کا آج پہلا دن ہے کیا۔۔۔ائرہ نے پوچھا۔۔۔

توعلیزے بامشکل ہاں میں سر ہلا پائی۔اسے ڈر تھا۔۔ کہیں یہ بھی اسے نیو سٹوڈنٹ جان کر ریگنگ نہ کر لے۔۔۔

ہائے میں "ائرہ داؤد" ہوں۔۔۔
میرا بھی آج پہلا دن ہے اور خوش قسمتی سے میں بھی سیکالوجی ہی کی سٹوڈنٹ ہوں۔۔۔

ائرہ کے جواب پر علیزے نے تشکر بھری سانس خارج کی تھی

۔

ہائے میں "علیزے ابراہیم" ہوں

چلیں آجائیں کلاس شروع ہونے والی ہے باقی تعارف بعد میں کریں گئے۔۔۔

ائرہ اسے ساتھ لیے کلاس کی جانب چلی گئی۔۔کیونکہ آج کے پورے دن میں دونوں کے لیے ہی اک دوسرے سے ملنا ہی بس اک اچھا لمحہ تھا۔۔ ورنہ پورا دن وہ ریگنگ میں زلیل ہوتی رہیں تھیں۔۔۔

❤عیس کا بچپن کا نکاح

یونیورسٹی سے واپسی پر سلطان عیس کو گھر کے دروازے پر اتار کر، خود اپنے فلیٹ کی طرف چلا گیا۔۔

عیس گھر کے اندر داخل ہوا۔ تو غیر متوقع گھر میں خاموشی چھائی ہوئی تھی
۔۔جو اسے عجیب لگی۔

عیس نے جینز کی پاکٹ سے موبائل نکال کر ٹائم دیکھا۔ تو شام پانچ بجے کا
وقت تھا۔

خیر ہے آج گھر میں ٹی وی کی آواز نہیں گونج رہی۔۔۔خود سے بڑبڑاتے
ہوئے عیس نے کچن میں جھانکا۔
لیکن اسے شاہدہ بیگم ادھر بھی نظر نہیں آئیں۔
تو عیس کو تشویش ہونے لگی۔

کیونکہ اسکی اماں آج معمول سے ہٹ کر نہ ٹی وی دیکھ رہیں تھیں۔نہ ہی
کچن میں موجود تھیں۔

اس وقت انکے معمول کے یہ دو کام ہی ہوتے تھے۔۔۔جو آج دونوں ہی نہیں ہو رہے تھے۔۔گھر میں داخل ہوتے ہی عیس کو پتہ چل جاتا تھا۔کہ اسکی اماں ٹی وی دیکھ رہی ہے۔کیونکہ ٹی وی کے فل والیوم کے ساتھ انکے تبصرے بھی جاری ہوتے تھے۔۔۔اور اگر ٹی وی نہیں دیکھ رہیں۔تو دوسرا کام وہ کچن میں کھانے بنانے میں مصروف رہتیں تھیں۔لیکن آج خود شاہدہ بیگم بھی غائب تھیں۔

تو وہ فکر مند سا اماں کو دیکھنے کے لیے انکے کمرے کی جانب گیا۔لیکن وہ اپنے کمرے بھی موجود نہیں تھیں۔

وہ بے چینی سے اپنے کمرے کی جانب آیا تو اسے شاہدہ بیگم پریشان سی بیڈ پر بیٹھی نظر آئیں۔۔۔

اماں کیا ہوا ہے آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نہ۔۔۔عیس انکی جانب آکر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر شاہدہ کے ماتھے اور گال پر ہاتھ رکھ کر چیک کرنے لگا۔کہ کہیں بخار تو نہیں ہو گیا جو وہ اس طرح بیٹھیں ہیں۔۔۔۔

کیونکہ اسکی اماں کبھی ایسے نہیں بیٹھ سکتیں تھیں۔۔۔وہ تو ہمیشہ مسکراتے ہوئے عیس کو نظر آتیں تھیں۔

اماں کیا ہوا ہے۔۔ایسے کیوں بیٹھی ہیں۔
عیس نے پریشانی سے پھر پوچھا۔۔

کیونکہ وہ بلکل خاموش بیٹھی تھیں۔۔۔اور خاموش نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہیں تھیں۔

کیا ابا سے لڑائی ہوئی ہے۔۔ عیس نے خود سے اخذ کرتے پوچھا۔۔۔ کیونکہ اس کے مطابق حسن ہمدانی کے سوا اس گھر میں اور کوئی پریشان کر ہی نہیں سکتا تھا۔

نہیں کچھ نہیں ہوا ایسا۔۔۔

تم بتاو، کھانا لاؤ تمہارے لیے۔۔ عیس کی ساری باتوں کو نظر انداز کر کے شاہدہ نے اسے کھانے کا پوچھا۔۔۔

کھانے کو چھوڑیں یار۔۔

۔پہلے اپنی اس اداسی کی وجہ تو بتائیں۔۔

اسے مسلسل تشویش ہو رہی تھی۔۔

پہلے تم فریش ہو کر کھانا کھالو۔۔ پھر بتا دیتی ہوں تمہیں۔۔۔

عیس کے پاس سے اٹھ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔۔۔

تو وہ پیچھے انہیں اک نظر دیکھ کر اٹھ کر فریش ہونے کے لیے چلا گیا۔۔۔تاکہ جلدی وجہ معلوم کر سکے۔۔۔اتنا تو اسے پتہ چل گیا تھا۔کہ کھانا کھلائے بنا اسکی اماں اسے کچھ نہیں بتانے والی۔۔۔

وہ فریش ہو کر سادہ سے ٹراؤزر، شرٹ پہنے باہر آیا۔تو وہ کھانا لیے کھڑی تھیں۔۔۔

عیس خاموشی سے بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔۔۔تو وہ پھر باہر چلی گئیں۔۔۔

کھانے کے بعد وہ خود برتن کچن میں رکھ کر، شاہدہ کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے کر آیا۔۔

انہیں بیڈ پر بٹھا خود انکی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔۔۔

اماں اب جو بھی بات ہے نہ۔۔بنا وقفہ لیے شروع کر دیں۔۔۔

آنکھیں بند کر وہ شاہدہ کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔۔

شاہدہ بیگم اک نظر عیس کو دیکھ کر بولنا شروع ہوئیں۔ عیس، تمہیں وہ میری سہیلی یاد ہے۔ جس کے پاس ہم بچپن میں کراچی گئے تھے۔

عیس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے وہ پوچھنے لگیں۔۔۔

کون سہیلی اماں۔۔۔مجھے تو نہیں یاد ہے آپکی کوئی بھی سہیلی۔۔۔۔۔۔

..وہ زہن پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔۔کیونکہ اسے سچ میں نہیں یاد تھا

تم تب بہت چھوٹے تھے۔اس لیے شاید تمہیں یاد نہیں۔۔۔۔۔۔

اماں بات کیا ہے وہ تو بتائیں۔۔۔

وہ اک دفعہ پھر انکو پوچھنے لگا۔۔جو سہیلی کا زکر لے کر بیٹھ گئ تھیں۔۔۔

ٹھیک ہے۔میری بات غور اور تحمل سے سنو۔۔۔

شاہدہ کا سنجیدہ انداز عیس کو بے چین کر رہا تھا۔ لیکن وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ عیس کی بے چینی کو دیکھتے ہوئے شاہدہ بیگم گہرا سانس لے کر بولنا شروع ہوئیں۔۔۔

میری سہیلی انعم نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی۔۔اور کیسے کیوں ہوئی ۔۔یہ وجہ جاننے کا کوئی فائدہ نہیں۔

کیونکہ گھر سے بھاگ کر کی جانے والی ہر شادی کی طرح اس شادی کا انجام بھی ویسا ہی بدترین تھا۔۔۔ جیسے ہر شادی کا ہوتا ہے۔۔۔اور شادی کے بعد وہ کراچی میں ہی رہنے لگی تھی۔

وہ چپ کر کے غور سے سن رہا تھا۔۔۔

پھر اک دن پتہ نہیں کیسے میرا پتہ حاصل کر کے انعم نے مجھ سے رابطہ کیا۔۔ کیونکہ انعم اور میں اک محلے میں ہی رہتے تھے۔ایک ساتھ ہم نے جوانی میں قدم رکھا تھا۔

انعم کے گھر والے تو اسکا ساتھ تب ہی چھوڑ گئے تھے۔جب اس نے گھر سے باہر قدم نکال کر اپنے گھر والوں کی عزت کی پرواہ نہیں کی تھی۔۔۔

اسکے رابطہ کرنے پر اس نے مجھے بتایا۔ کہ وہ مشکل میں ہے۔۔۔اور اسے میری مدد کی ضرورت ہے۔۔

تمہارے ابا سے مشورہ کر کے ہم اگلے دن ہی تمہیں ساتھ لے کر، کراچی کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔۔۔
تم تب دس سال کے تھے۔۔

وہاں جا کر پتہ چلا۔ کہ انعم بہت بیمار رہتی ہے۔۔۔ جس سے بھاگ کر شادی کی تھی۔ وہ اسے زمانے میں اکیلا چھوڑ کر خود کب کا جا چکا ہے۔۔۔ اور اب وہ اکیلی زمانے کی ٹھوکریں کھا رہی تھی۔

انعم کی اک بیٹی بھی تھی۔۔۔ خود وہ ہر وقت بیمار ہونے کی وجہ سے خدشوں کا شکار ہو گئی تھی۔۔۔ کہ اگر اسے کچھ ہو گیا۔ تو اسکی بیٹی کا کیا ہو گا۔

اسی لیے اپنی بیٹی کی حفاظت کے لیے انعم نے مجھ سے اک درخواست کی۔ کہ تمہارا اور مشعل کا نکاح کر دیا جائے۔۔۔

شاہدہ کی اس بات پر، عیس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔۔۔وہ خاموش نگاہوں سے اپنی اماں کے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگا۔۔۔اور امید کر رہا تھا۔ کہ جیسا وہ سوچ رہا ہے ویسا بلکل نہ ہو۔

تو شاہدہ اسکی طرف دیکھتی ہوئیں مزید بولیں۔۔۔

میں اپنی دوست کو اسکے مشکل وقت میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔۔اس نے بہت مان سے مجھ سے کچھ مانگا تھا۔اور اگر میں بھی اسے اکیلا چھوڑ دیتی۔ تو شائد انعم وقت سے پہلے مر جاتی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی غلطی کی سزا بھگت رہی تھی۔

اس لیے تمہارے ابا نے تمہارا نکاح دو سالہ مشعل سے کر دیا تھا۔۔۔

توعیس اک دم سے اٹھ بیٹھا۔۔۔

اماں۔۔۔۔۔

میرا نکاح وہ تو صدمے سے کچھ بول ہی نہیں پایا۔۔۔۔

توشاہدہ نے بات آگے بڑھائی۔۔۔

مشعل کے نکاح کے بعد انعم کی بھی حالت میں سدھار آنے لگا تھا۔

اپنے شوہر کی بے وفائی اور پھر بیٹی کی فکر نے اسے بیمار کر دیا تھا۔۔۔

پر بیٹی کے نکاح کے بعد وہ ٹھیک ہونے لگی تھی۔۔۔

پھر ہم تمہارے نکاح کے دو تین دن تک کر واپس آ گئے تھے۔۔

میں نے انعم کو اپنے ساتھ آنے کو بولا تھا۔پر وہ نہیں مانی تھی۔۔۔

انعم تو چاہتی تھی۔کہ ہم مشعل کو ساتھ لے جائیں۔پر انعم کے اکیلے ہو جانے کو وجہ سے میرا دل نہیں مانا تھا۔۔

تو ہم اس وعدہ پر واپس آ گئے۔کہ انعم کے پاس مشعل ہماری امانت ہے۔۔۔جسے صحیح وقت پر ہم رخصت کروا کے لے آئیں گے۔۔۔

یہاں واپس آنے کے بعد بھی میرا انعم سے رابطہ رہا تھا۔اب کچھ عرصہ پہلے وہ کینسر جیسے مرض میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے جا چکی ہے۔

اب دو تین دن پہلے ہی انعم کا انتقال ہوا ہے۔لیکن مجھے آج پتہ چلا ہے۔۔

انعم مرنے سے پہلے اپنے کسی جاننے والے کے پاس تھی۔تو آج صبح تمہارے جانے کے بعد انہی کا فون آیا تھا۔۔

مرنے سے پہلے انعم نے انکو مشعل کے نکاح کے بارے بتا دیا تھا۔

میں ان سے مشعل کو ادھر لانے کو کہا ہے۔تو انہوں نے منع کر دیا ہے۔۔

کیونکہ وہ لوگ خود کسی دوسرے شہر شفٹ ہونے لگے ہیں۔تو وہ لوگ ہمارے پہنچنے کا انتظار نہیں کر سکتے۔۔اس لیے وہ لوگ اب مشعل کو ٹرین میں بٹھا دیں گے۔۔۔

اور کل صبح تک وہ آ یہاں پہنچ جائے گی۔۔۔
تمہارے ابا نے ان سے بات کر لی ہے۔۔۔

ساری بات بتا کر وہ عیس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگیں۔۔

جو صدمے سے اپنی اماں کو تک رہا تھا۔۔۔

عیس۔۔۔شاہدہ نے اسے پکارا۔۔۔کیونکہ وہ ساری بات بتا چکی
تھیں۔۔۔اب عیس کا ردعمل دیکھنا چاہ رہی تھیں۔جو ضرورت سے زیادہ
آنکھیں کھول کر انکی طرف دیکھ رہا تھا۔
عیس بیڈ سے ہی اٹھ کھڑا ہو۔۔۔
اسکے کھڑے ہوتے ہی شاہدہ بھی کھڑی ہو گئیں۔۔۔

آپ دونوں میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔
دس سال کے لڑکے کا نکاح کون کرواتا ہے یار۔۔۔

صدمے سے وہ کچھ بول ہی نہیں پا رہا تھا۔۔

اس حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔کہ اسکا بچپن میں ہی نکاح ہو چکا ہے۔۔۔جس کا اسے علم تک نہیں ہے۔۔۔
بے چینی سے اس نے کمرے میں چکر لگانا شروع کر دیے۔۔

عیس تم سمجھو بیٹا۔۔۔اس وقت ہمیں جو صحیح لگا۔۔۔۔ہم نے وہ ہی کیا۔۔۔

ایسے کیسے کر دیا اماں یار۔۔۔مجھے خوبصورت بیوی ڈھونڈنی تھی۔۔۔۔اچانک ملے صدمے سے وہ کچھ بھی بولے جا رہا تھا۔
اس نکاح کے جھٹکے سے وہ حیرت و غصے کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا ہو چکا تھا۔۔۔

لوگ تو لڑکیوں سے بھی انکی مرضی پوچھ لیتے ہیں۔آپ نے تو وہ بھی مجھ سے نہیں پوچھی۔۔۔

وہ سر کے بالوں کو پکڑے چیخ ہی اٹھا۔۔کہ دس سال کی عمر میں اس کے نکاح کے وقت اسکی مرضی نہیں پوچھی گئی۔

تمہارا دماغ خراب ہے کیا۔۔۔تم تب دس سال کے تھے۔تب کیا مرضی پوچھتے تمہاری۔۔

عیس کی بنا سر پیر کی بات پر شاہدہ بھی سلگ اٹھیں۔۔۔

جو عجیب حرکتیں کیے جا رہا تھا۔۔۔

میں دس سال کا نہیں بھی نہ ہوتا۔تب بھی آپ لوگ مجھے نہیں پوچھتے۔۔۔وہ رک کر انکی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

تم چاہے، تیس سال کے بھی ہو جاؤ نہ۔۔تو ہم تب بھی تمہیں نہیں پوچھیں گئے۔۔۔

اپنے پیچھے حسن صاحب کی آواز سن کر وہ دونوں پلٹے۔۔۔

جن کے آنے کی دونوں کو خبر نہیں ہوئی تھی۔۔اور یقیناً وہ عیس کی ساری بات بھی سن چکے تھے۔۔۔

شاہدہ بھی انہیں فون پر سری صورتحال سے پہلے ہی آگاہ کر چکی تھیں ۔۔۔اس لیے وہ شاید آج جلدی گھر آ گئے تھے۔

دیکھا۔۔۔سنے انکی بات۔۔۔کیا کہہ رہے ہیں یہ۔۔۔

مجھے تو کبھی کبھی لگتا ہے۔۔میں آپ دونوں کی اولاد ہی نہیں ہوں۔۔۔
حسن ہمدانی کی بات سن کر وہ اور غصے سے بولا۔۔۔

تو حسن صاحب بھی غصے سے اسکی طرف بڑھے۔۔۔

جیسی تمہاری حرکتیں ہیں نہ۔۔میرا بس چلے تمہیں سچ میں اپنی اولاد ہی
نہیں مانو۔۔۔

لیکن میں مجبور ہوں۔۔۔کیونکہ یہ لمبا گدھا میرا ہی ہے۔۔۔

شاہدہ پریشان صورت لیے دونوں باپ بیٹے کو دیکھ رہیں تھیں۔۔جو اصل بات کو بھلا کر اپنی جنگ شروع کر چکے تھے۔۔۔

اس لیے شرافت سے اب جو ہو گیا ہے اسے قبول کر لو۔۔۔
وہ مزید گویا ہوئے۔۔کوئی ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں۔۔غضب خدا کا لڑکیوں جیسے کپڑے پہن پہن کر حرکتیں بھی ویسی کرنے لگے ہو
۔۔۔حسن ہمدانی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔تاکہ وہ مزید کچھ نہ کہہ پائے۔۔۔

ایسے کیسے قبول کر لوں۔۔خود تو آپ کو اتنی خوبصورت بیوی مل گئی۔۔۔اور مجھے ایوں کوئی بھی تھما دیں گئے۔۔۔
عیس نے شاہدہ بیگم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دہائی دی۔۔۔

عیس اگر تم مجھ سے جوتے نہیں کھانا چاہتے۔تو منہ بند لو۔۔۔

حسن صاحب نے اسے غصے سے گھورا۔۔۔جو باپ کو ہی اپنی اماں کی خوبصورتی کے طعنے دینے لگا تھا۔

میں جارہا ہوں۔۔۔مجھے اس گھر میں ہی نہیں رہنا۔۔۔جس کا مرضی نکاح کروائیں۔۔۔نہیں تو کوئی دوسرا بیٹا پیدا کر لیں۔۔۔

وہ مشورہ دیتے ہوئے، غصے کی کیفیت میں گھر سے ہی نکل گیا۔۔۔

۔۔۔

جبکہ شاہدہ جو اسے روکنے لگیں تھیں۔ حسن صاحب نے انہیں منع کر دیا۔۔۔

جانے دہ۔۔خود ہی واپس آجائے گا۔۔۔ایوں ڈرامے کر رہا ہے۔۔۔
یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔۔۔

پیچھے وہ سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔۔۔انہیں عیس کے اتنے شدید رد عمل کی توقع نہیں تھی۔۔۔اوداب گھر سے جا کر وہ انہیں اور تشویش میں مبتلا کر گیا تھا۔

وہ سلطان کو فون کرنے کی غرض سے اٹھیں۔۔کیونکہ انہیں یقین تھا عیس ادھر ہی جائے گا۔۔۔

۔۔۔۔

سلطان جو کہ فریش ہو کر ٹراؤزر شرٹ پہنے لیٹا ہوا تھا۔۔۔

اپنے فون کی بیل پر اس نے آنکھیں کھول کر نمبر دیکھا۔تو یس کر موبائل کان سے لگالیا۔۔۔

ساری بات جاننے کے بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔۔سلطان نے انہیں مطمئن کر کے فون بند کر دیا۔۔۔

فون بند کر وہ موبائل کو ہاتھ میں گھوماتے ہوئے کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔۔

کیونکہ جو اسے بات پتہ چلی تھی۔وہ اتنی ہی غیر متوقع تھی۔۔۔جتنی وہ سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

پھر اس نے ضرار اور سنی کو کال کر ساری بات سے آگاہ کیا۔۔۔

تو ان دونوں نے تھوڑی دیر میں آنے کا کہہ

کر کال بند کر دی۔۔

اب سلطان کو انکے آنے کا ہی انتظار تھا۔

کیونکہ عیس تو خود ہی ٹھنڈا ہو کر آ جاتا۔۔تو ہی وہ تینوں اس سے بات کر کے اسے کچھ سمجھا پاتے۔۔۔

سلطان کچن میں کافی بنانے میں مصروف تھا۔جبکہ ضرار اور سنی اندر بیڈ روم میں موجود تھے۔۔

ڈور بیل کی آواز پر ان تینوں کا انتظار ختم ہو گیا تھا۔کیونکہ عیس آ چکا تھا۔۔۔ سلطان ڈور کھولنے کے لیے باہر کی جانب بڑھا۔

تو ضرار اور سنی بھی بیڈ روم سے نکل کر لاؤنج میں آ بیٹھے۔

دو بیڈ روم کا یہ اک خوبصورت فلیٹ تھا۔لاؤنج کے سامنے ہی کچن موجود تھا۔

عام طور پر اک بیڈ روم سلطان کے زیر استعمال تھا۔ جبکہ دوسرا ان تینوں میں سے جب کوئی اسکے پاس آکر رکتا تھا۔ تو دوسرا بیڈ روم تب ہی استعمال ہوتا تھا۔

ورنہ وہ خالی پڑا رہتا تھا۔۔

ضرار کے فلیٹ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔۔

عیس اور سلطان آگے پیچھے لاؤنج میں داخل ہوئے۔ تو عیس صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

۔۔۔

جبکہ سلطان اک نظر عیس کو دیکھ کر کچن سے کافی لینے چلا گیا تھا۔۔۔

سلطان نے کافی کے مگز لا کر ان تینوں کے سامنے رکھے۔اور خود سنی اور ضرار کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔

اب سلطان، ضرار ور سنی اک ساتھ صوفے پر بیٹھے تھے۔ جبکہ عیس ان تینوں کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

یہ اتنا اور ریکٹ کیوں کر رہا ہے۔۔۔

سنی نے ان دونوں سے سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا

تو وہ دونوں مسکرا دیے۔۔۔

جب تیرا بھی اچانک بچپن کا نکاح سامنے آئے گا۔ پھر تجھ سے یہ سوال پوچھے گئے۔۔

ضرار نے کافی کا گھونٹ پیتے ہوئے سنی کو جواب دیا۔۔

سلطان بھی اسکی بات پر پھر مسکرا اٹھا تھا۔۔

سنی ان دونوں کو گھور کر رہ گیا۔۔

مجھے خوبصورت بیوی چاہئے۔۔

عیس نے مسکینوں کی طرح آواز نکالتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔۔۔۔

توان تینوں نے اچھنبے سے عیس طرف دیکھا۔۔

جو کب سے خاموش بیٹھا تھا۔۔۔اور اب اگر بولا تھا تو نرالا ہی بولا تھا۔۔

عیس نے معصوم شکل بناتے ہوئے ان تینوں کی طرف دیکھا۔جو پہلے ہی اسے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے تھے۔۔۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے فلیٹ ان تینوں کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔۔۔

جب کہ سنی تو اسکے انداز پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔۔
جو بچوں کی طرح اپنی فرمائش بتا رہا تھا۔۔۔

تو عیس منہ بنا کر انہیں دیکھنے لگا۔۔۔

مطلب تجھے اچانک نکاح سے کوئی مسلہ نہیں ہے۔۔۔۔تجھے صرف
خوبصورت لڑکی چاہئے۔۔
ضرار عیس کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے پوچھنے لگا۔۔۔

سلطان اور سنی بھی اسکی طرف دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔۔

جو منہ کے ڈیزائن بنانے میں مصروف تھا۔۔

اتنا خوبرو نوجوان ہو کر اس وقت بچہ بنا ہوا تھا۔۔

اپنے حلیے سے وہ اگر شریف نہیں لگتا تھا۔ تو برا بھی نہیں لگتا تھا۔ وہ اپنی سانولی رنگت پر اپنے انداز سے انتہائی دلکش تھا۔۔۔

مجھ سے انہوں نے میری مرضی بھی نہیں پوچھی۔۔۔

عیس کو اک اور غم یاد آیا۔۔

سالے۔۔تجھے تب پینٹ پہنے کا نہیں پتہ تھا۔۔۔

تجھ سے مرضی کیا پوچھتے وہ۔۔

سلطان نے اسے جھڑکا۔۔۔جو فضول میں بار بار اک ہی بات کیے جا رہا تھا

۔۔

چل اگر بھابھی نہ بھی خوبصورت ہوئی۔۔تو ہم انہیں بیوٹیپی پارلر لے جائیں گے۔۔۔

وہاں تو خوبصورتی کے شہکار تیار ہوتے ہیں۔۔

سلطان اور ضرار مزے سے ان دونوں کی تکرار دیکھ رہے تھے۔۔جو ہمیشہ اک دوسرے کو چڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔۔۔

سنی نے اسے مزید تپایا۔۔۔کیونکہ وہ میک اپ سے سخت الرجک تھا۔۔

کمینے خود تو مس آری کے اوپر سے اٹھ نہیں رہا تھا۔۔

اور مجھے بیوٹی پارلر کے مشورے دے رہا ہے۔۔

عیس کی صبح والی بات پر سنی کو کھانسی کا دوڑا پڑا۔۔۔اسے اچانک اپنی صبح والی بے اختیاری یاد آئی۔۔تو اسکے دل میں اک بار پھر ہلچل ہونے لگی۔۔۔دل نے وہ حسین چہرہ دیکھنے کی پھر خواہش کی تھی۔۔۔۔

چپ،اب بس۔۔۔بہت ہو گیا مزاق۔۔۔

اب سیریس ہو جاؤ۔۔

اور عیس تم ساری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔کہ اگر تمہارے علم میں یہ نکاح نہیں تھا۔

تو ہو سکتا ہے اس لڑکی کے بھی علم میں نہ ہو۔۔۔

اوراس وقت، وہ لڑکی تم سے زیادہ مجبور ہے۔۔کیونکہ وہ بلکل اکیلی ہے۔۔۔تو تم اسکی بھی سیچوشن کو دیکھو۔۔

تم تو مرد ہو۔۔۔اسکا سوچو جو بلکل ہی تنہا ہے۔۔

سلطان کے دوسرا رخ دیکھانے پر، عیس چپ اختیار کر گیا۔۔۔

اس نے سچ میں اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔۔۔
لیکن اب سوچنے لگا۔تو اسے محسوس ہو رہا تھا۔کہ اسکی زندگی میں اچانک شامل ہونے والی لڑکی ہمدردی کی زیادہ مستحق ہے۔۔۔

عیس کو گہری سوچ میں دیکھ کر ان تینوں نے اک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔

وہ اسے سمجھانے کے لیے ہی اکھٹے ہوئے تھے۔۔۔

کیونکہ وہ اک دوسرے کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتے تھے۔انکی زندگی میں آنے والی مشکل چاہے چھوٹی ہو یا بڑی۔۔وہ اک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے تھے۔۔۔

اب بھی شاہدہ بیگم سے ساری بات معلوم ہونے پر سلطان نے ضرار اور سنی کو بلا لیا تھا۔۔

کہ ہنسی مزاق میں ہی سہی وہ عیس کو ضرور سمجھائے گئے۔۔۔

اور انہیں یقین تھا۔۔کہ وہ ضرور سمجھ جائے گا۔۔

ضرار کے موبائل فون کی بیل پر ان تینوں کی توجہ اس پر ہوئی۔۔۔
ضرار موبائل سکرین پر نمبر دیکھ کر لب بھینچ گیا۔۔۔

اسکا یہ آنداز ان تینوں نے غور سے دیکھا تھا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔سب ٹھیک ہے نہ۔۔۔

عیس کے پوچھنے پر وہ گہرا سانس بھرا۔۔

بابا سائیں، صبح حویلی بلارے ہیں۔۔۔ضرار نے موبائل بند کرتے ہوئے انہیں بتایا۔۔۔

تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔

سنی نے کچھ حیرانی سے پوچھا۔۔۔

جو صرف اک کال پر اتنا پریشان ہو گیا تھا۔۔۔

ضرار ان تینوں کو دیکھ کر بولنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے لگا۔۔۔
کیونکہ جانتا تھا۔۔اسکی بات کسی دھماکے سے کم نہیں ہو گی۔۔۔

اماں سائیں اور بابا سائیں میرا نکاح کرواں ما چاہ رہے ہیں۔۔۔
ضرار کی بات مکمل ہونے پر اب تینوں کی آنکھیں اک ساتھ کھلیں
تھیں۔۔۔جس جگہ پر تھوری دیر پہلے عیس تھا۔۔۔اب وہاں ضرار
تھا۔۔۔

سالوں آج کیا نکاح ڈے ہے۔۔۔

سنان کو تو تپ ہی چڑھ گئی تھی۔۔پہلے عیس کے نکاح کی خبر اور اب
ضرار۔۔۔ایسا ہی کچھ حال سلطان کا بھی تھا۔۔

تو کیوں جل رہا ہے۔۔تجھے صبح اپنی مس آری مل تو گئی تھی۔۔۔

عیس کے بار بار یاد دلانے پر سنی نے اسکے منہ کی طرف کشن اچھالا۔۔۔

چپ کرو تم دونوں۔۔۔

اور ضرار تم بتاؤ۔۔تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔۔۔

سلطان نے ان دونوں کو باز کر کے، ضرار سے پوچھا۔۔۔

یار۔۔۔میں اپنی فیملی میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہتا۔۔۔

کیونکہ ہمارے خاندان کی لڑکیوں کو آگے پڑھایا نہیں جاتا۔۔۔اور مجھے کوئی ایسی لڑکی چاہیئے جو مضبوط ہو،۔۔رسم و رواج کی جکڑی ہوئی نہ ہو۔۔۔

ضرار نے ان تینوں کو اپنی الجھن کی وجہ بتائی۔۔۔

تو ہو سکتا ہے۔۔ جیسا تو سوچ رہا ہے ویسا نہ ہو۔۔۔

عیس نے اسے اچھا ہونے کی امید دلائی۔۔۔

ویسے تمہارے بابا سائیں اتنی جلدی کیوں کر رہے ہیں۔۔۔

سلطان نے کب سے سوچا ہوا سوال پوچھا۔۔۔

بابا سائیں نہیں کر رہے۔۔ میری اماں سائیں کر رہیں ہیں۔۔

انکی کوئی دور کی کزن تھی۔ جس نے سارے خاندان کے خلاف جا کر شادی خاندان سے باہر کی تھی۔۔۔

اور اب کچھ مہینوں پہلے ہی ایکسیڈنٹ میں انکی کزن اور ہز بنڈ کی موت ہو گئی ہے۔۔۔

تو بس انکی بیٹی کا مجھ سے نکاح کروانا چاہ رہے ہیں۔۔۔

ضرار کے ساری بات بتانے پر وہ تینوں اک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔

ہو سکتا ہے۔۔وہ لڑکی پڑھی لکھی ہو۔۔۔خود تو بتا رہا ہے۔کہ آنٹی کی کزن نے خاندان سے باہر شادی کی تھی۔۔۔

تو ہو سکتا ہے۔انہوں نے اپنی بیٹی کی تربیت خاندان جیسی نہ کی ہو۔۔۔

سنان نے اس کی پریشانی دور کرنے کو شش کی۔۔۔

خیر یہ تو صبح پتہ چلے گا۔۔۔ضرار نے گہری سانس بھرتے ہوئے موضوع بدلا۔۔۔

تو نے کیا سوچا ہے۔۔۔

عیس نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

کس بارے۔۔۔

سلطان نے الٹا سوال۔ کیا۔۔۔

ضرار اور سنان بھی عیس کا سوال سمجھنے کو کوشش کرنے لگے۔۔۔

میرا تو بچپن میں نکاح ہو گیا تھا۔۔۔اسکا صبح ہو جائے گا۔۔

عیس نے ضرار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

اور سنی کا بھی سمجھو آدھا ہو ہی گیا ہے۔۔ کیوں کہ یہ جنتی دیر صبح مس آری کے اوپر گرا رہا ہے نہ۔۔۔

تو سمجھو، اس پر نکاح فرض ہو ہی گیا ہے۔۔۔

تو نے اپنے بارے کیا سوچا ہے کیسی لڑکی چاہیئے۔۔۔

عیس نے تفصیل سے اپنی بات سمجھاتے ہوئے، سلطان سے پوچھا۔۔

عیس کے بات مکمل کرنے پر سلطان اور ضرار کا قہقہہ گونجا۔۔۔

جبکہ سنی اسے خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔۔ جس پر عیس اسے دانتوں کی نمائش کر گیا۔۔

یار میں پٹھان ہوں۔۔۔ ہمارے پٹھانوں میں، میں نے ہر رنگ کی آنکھیں دیکھیں ہیں لیکن میں نے بلیک کلر کی آنکھیں آج تک نہیں دیکھیں۔۔

سلطان نے ٹیبل پر پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔۔

تو ان آنکھوں کا لڑکی سے کیا تعلق ہے۔۔۔

ضرار نے الجھن سے پوچھا۔۔۔

تعلق تو ہے میری جان۔۔۔۔اور وہ یہ، کہ میں اس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کروں گا۔۔ جس کی کالی آنکھیں ہو گیں۔۔ سمندر جیسی گہری کالی۔۔۔۔

سلطان نے خیالوں میں کھوئے ہوئے ضرار کی بات کا جواب دیا۔۔۔۔۔

تو اس کے دوست اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔۔۔جو عجیب بات کر رہا تھا۔۔

مجھے لگتا ہے۔آج پاگلوں کا دن ہے۔۔۔
کوئی ادھر سے انوکھی بات کر دیتا ہے تو کوئی ادھر سے کر دیتا ہے۔۔

عیس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔

اگر تجھے ایسی لڑکی نہیں ملی تو۔۔

سنان نے سلطان نے پوچھا۔۔۔

مل جائے گی۔۔مجھے یقین ہے کہ مجھے ملنے والی ہے۔۔۔

سلطان کے یقین سے کہنے پر وہ سر ہلا گئے۔۔۔

چلو اٹھو۔۔۔اب سوتے ہیں۔۔۔

صبح میں حویلی کے لیے نکل جاؤں گا۔۔۔پھر تم دونوں اسکے ساتھ جا کر بھابھی کو لے آنا۔۔

ضرار نے اٹھتے ہوئے ان تینوں سے کہا۔۔

تو جواب میں وہ تینوں ہی سر ہلا گئے۔
ضرار اور عیس دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے۔۔۔
جبکہ سلطان سنان کو لیے اپنے بیڈ روم کی طرف چلا گیا۔۔۔

ان چاورں کو اندازہ نہیں تھا۔۔کہ قسمت انہیں کس موڑ پر لے کر جانے والی ہے۔۔
انکی زندگی جب اک دم سے پلٹنا چاہئے گی۔۔تو چاورں کچھ نہیں کر پائیں گئے۔۔

محبت کی داستان میں ان چاروں کے عشق کی کہانی بھی لکھی جائے گی۔۔۔

ٹرین کی سیٹ سے ٹیک لگائے وہ کھڑکی سے چاند کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔

بچپن سے لے کر اب تک اسکی زندگی نے اس صرف امتحان لیے تھے۔۔۔
باپ کی بے وفائی کے بعد اسکی ماں اور وہ زمانے میں تنہا ہو کر رہ گئیں تھیں۔۔

اور اب اسکی ماں بھی اسے اکیلا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔۔۔

ماتھے پر بکھرے اپنے بے بی ہیئرز کو مشعل بار بار ہاتھ سے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

کالے گھنے شولڈر کٹے بالوں میں وہ کوئی چھوٹی سے گڑیا محسوس ہوتی تھی۔۔۔

سفید روشن چہرہ اس وقت اداس تھا۔۔۔
اور یہ اداسی اسکی زندگی میں شروع سے ہی شامل تھی۔۔

صبح اسکی زندگی کا اک نیا باب شروع ہونے والا تھا۔۔۔
ہوش سنبھالتے ہی، اسکی ماں نے اس کے زہن میں یہ بات پختہ کر دی تھی
۔۔کہ اسکا نکاح ہو چکا ہے۔۔۔

اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ وہ اس نام کو سوچنے لگی تھی۔۔۔
جس سے وہ آج تک ملی نہیں تھی۔۔
اس نے اک نظر باقی مسافروں کو دیکھا، تو سب سوئے ہوئے
تھے۔۔۔ صرف وہ اکیلی جاگ رہی تھی۔۔۔
سندھی سٹائل کی پٹیالہ شلوار اور شارٹ فراق میں دیکھنے والوں کی نظروں
سے صبح سے خائف ہو رہی تھی۔۔۔اسکی وجہ اسکا حسن اور چہرے کی

معصومیت تھی۔۔۔ لیکن اب وہ نظریں بند تھیں۔۔ تو وہ سکون سے بیٹھی تھی۔

پر اسے اب صرف صبح کا انتظار تھا۔۔۔
تاکہ دیکھ سکے، اسکی ماں جسے اسکا محافظ بنا کر گئی تھی۔۔۔ وہ کیسا ہے۔۔۔
یہ سب سوچتے ہوئے اسکی آنکھ لگ گئی۔۔۔ اور نیند کی آغوش میں اترتی چلی گئی۔۔

علیزے یونیورسٹی سے واپسی پر اپنے ہوسٹل کے روم میں آکر سو گئی تھی۔۔

وہ بچپن سے ہی ایسی زندگی گزار رہی تھی۔۔ کیونکہ وہ یتیم تھی۔۔۔
باپ کے مرنے کے بعد اسکی ماں نے دوسری شادی کر لی تھی۔۔

اور اسے اپنے ساتھ اسکے سوتیلے باپ کے گھر لے گئی تھی۔

جہاں اسکے سوتیلے باپ نے سوتیلے پن کو ظاہر کرنے میں کوئی حد نہیں چھوڑی تھی۔

اور پھر جیسے ہی اسکی ماں کی زندگی میں اسکے دوسرے بچے آئے۔۔۔تو اسکی ماں نے علیزے بلکل ہی نظر انداز کر دیا۔۔۔

وہ سارا سارا دن گھر کے اک کونے میں بیٹھی رہتی۔۔

اپنے سوتیلے باپ کی گندی نظروں سے چھوٹی سی علیزے پریشان رہتی تھی۔۔۔

جو بہانے بہانے سے اسے چھونے کی کوشش کرتا تھا۔

اس نے کتنی دفعہ اپنی ماں کو بتانے کی کوشش کی تھی۔۔پر اسکی ماں الٹا اسے ہی مار کر چپ کروا دیتی تھی۔۔

پھر جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی گئی۔۔۔
اسکا حسن اسکی زندگی میں ویسے ہی رکاوٹ بنتا گیا۔

اپنی ماں کو اپنی ذات کی نفی اسے بہت کچھ سمجھا گئی۔۔۔

پھر اٹھارہ کی عمر میں وہ ہوسٹل میں شفٹ ہو کر ہمیشہ کے لیے اپنی ماں کو چھوڑ کر آ گئی۔۔اور یہ قدم اس نے اپنے محلے کی لڑکی کو دیکھتے ہوئے اٹھایا۔ جو پڑھائی کے سلسلے میں دوسرے شہر ہوسٹل رہنے جا رہی تھی۔۔اک دن وہ بھی چپکے سے گھر سے نکل ائی۔۔۔

سکالرشپ پر پڑھتے ہوئے اسے کبھی پڑھائی کے لیے مشکل کا سامنا نہیں ہوا تھا۔اپنے باقی خرچوں کو پورا کرنے کے لیے وہ اکیڈمی میں پڑھانے لگی تھی۔۔

پھر آج تک وہ تنہا تھی۔۔۔۔۔

ٹرین کے رکتے ہی، عیس کا دل دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔اور اپنے دل کے دھڑکنے کے اس انداز سے حیران تھا۔بے چینی اس کے ہر انداز سے جھلکنے لگی تھی۔۔۔

کیا ہو رہا ہے تجھے۔۔۔کل تک تو نکاح کا سنتے ہی ڈرامے کر رہا تھا۔اب ایسے بھابھی کو دیکھنے کے لیے اتاولا کیوں ہو رہا ہے۔۔۔۔

سنی نے عیس پر طنز کے تیر برسائے۔ جو اپنی ٹانگ ہلاتے ہوئے، بے چینی سے اسٹیشن کی جانب ہر طرف نظریں دہرا رہا تھا۔۔۔

وہ تینوں اسٹیشن پر مشعل کو لینے کے لیے آئے تھے۔۔ کیونکہ ضرار صبح ہی حویلی جانے کے لئے نکل چکا تھا۔

حسن ہمدانی کو عیس پر زرا یقین نہیں تھا۔ کہ وہ مشعل کو کچھ الٹا سیدھا نہ کہہ دے۔۔۔ جس سے اسے برا محسوس ہو۔

اس لیے انہوں نے سلطان کو ساتھ جانے کی خاص طور پر نصیحت کی تھی۔۔۔

چونکہ وہ مشعل کو پہنچانتے نہیں تھے۔اس لیے حسن صاحب نے سلطان کو مشعل کی تصویر بھیج دی تھی۔تاکہ وہ لوگ آسانی سے مشعل کو پہچان سکیں۔۔۔

لیکن سلطان نے عیس سے تصویر کا زکر نہیں کیا تھا۔ویسے بھی وہ تصویر میں کافی چھوٹی لگ رہی تھی۔۔۔

ابا حضور نے اپنی بہو کو لینے کے لیے تو بھیج دیا ہے۔۔۔پر یہ نہیں بتایا کہ انکی بہو کو پہچانے گئے کیسے۔۔ عیس نے جلے کٹے انداز میں ادھر ادھر نظریں دوہراتے کہا۔

سلطان نے عیس کی بات سنتے ہی سنی کو کہنی ماری۔۔تو سنی نے اشارے سے جواب میں پوچھا۔۔۔

تو سلطان نے موبائل کی سکرین اسکی جانب کی۔ جس میں اک لڑکی بلیک کلر کا ڈوپٹہ لیے بیٹھی تھی۔۔۔اور دیکھنے میں کافی چھوٹی لگ رہی تھی ۔۔روشن چہرے پر صرف معصومیت ہی تھی۔۔۔اور ماتھے پر کالے بال بکھرے ہوئے تھے۔

تو سنی نے تصویر دیکھتے ہوئے سلطان کی طرف ہونٹوں کو گول کرتے اووو کیا۔۔۔

یہ بھابھی کافی چھوٹی نہیں لگ رہیں۔۔۔ سنی نے سرگوشی کرتے ہوئے استفسار کیا۔۔۔

بھابھی کو چھوڑا سکی بے چینی دیکھ، سلطان نے عیس کی جانب توجہ دلائی۔۔
جو خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔ کہ اڑ کر مشعل کے پاس پہنچ جائے۔
خوبصورت بیوی نہ ملنے کا اتنا ڈر دماغ پر سوار تھا۔

عیس بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے، گاڑی سے ہی باہر نکل آیا۔۔
عیس کو باہر نکلتے دیکھ کر، پچھلی سیٹ پر بیٹھے سلطان اور سنی بھی اس کے پیچھے باہر آنکل آئے۔

اسٹیشن پر ہر طرف مسافروں کا رش تھا۔۔۔ ہر انسان اپنے پیاروں کو ڈھونڈ رہا تھا۔۔ کہ رش ہونے کی صورت میں کچھ بھی سمجھ پانا مشکل تھا۔

لیکن عیس کو اپنی بے تابی کو ختم کرنے کے لیے وہ چہرہ نہیں مل رہا تھا۔ جس کو دیکھنے کے لیے وہ یہاں موجود تھا۔۔۔

تونے اسے تصویر کا نہیں بتایا۔۔

سنی نے پھر سرگوشی میں سلطان سے پوچھا۔۔وہ دونوں عیس کے پیچھے کھڑے سرگوشیوں میں،اک دوسرے کو پیغام رسانی کر رہے تھے۔

نہیں،مجھے اسکی بے چینی اچھی لگ رہی تھی۔اس لیے نہیں بتایا۔۔اور پھر اسکو ڈرنے دو۔۔یہ سوچ سوچ کر کہ اسکو خوبصورت بیوی نہیں ملی تو۔۔۔دیکھا نہیں کل کیسے ڈرامہ کر رہا تھا۔اور آنٹی لوگوں کو کہہ رہ تھا۔ کہ دوسرا بیٹا پیدا کر کے اسکا نکاح کر والو۔۔اب خود سوچو،اس عمر میں وہ بچہ پیدا کرتے کیسے لگتے۔۔۔

سلطان نے سنی کو کسی پھاپے کٹنی آنٹی کی طرح اپنے تصویر نہ دیکھانے کی تفصیلی وجہ بتائی۔۔تو سنی اپنا قہقہہ کنڑول کرتے ہوئے،اسے تھمز آپ کا

اشارہ کر گیا۔۔۔کیونکہ عیس کل تک اسے "آئرہ داؤد" کے حوالے سے جتنے طنز کے تیر برسا چکا تھا۔۔یہ حساب بے باک کرنے کا اچھا موقع تھا۔ اس لیے وہ اسکی حالت پر چپ ہی رہا۔

سلطان نے نظریں دوہراتے ہوئے سامنے دیکھا۔تو اسے سامنے بلیک سندھی چادر میں اک لڑکی کھڑی نظر آئی۔۔ماتھے پر آئے بالوں کو وہ پریشانی سے ہاتھ سے ہٹا کر ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

شائد وہ بھی خود کو لینے آنے والوں کو ڈھونڈنے کی کوشش میں تھی۔

اسے ٹرین میں بٹھاتے ہوئے شمس الدین صاحب نے بس اتنا بتایا تھا۔کہ اسکا شوہر ہی اسے لینے کے لیے آئے گا۔پر اسکا شوہر دکھتا کیسا ہے۔یہ بات وہ بتانا بھول گئے تھے۔

چہرے پر پریشانی کے تاثرات صاف عیاں تھے۔اور آنکھوں میں امڈ آنے والے آنسو بھی باہر نکلنے کو بے چین تھے۔۔۔

سلطان تیزی سے اپنی چھوٹی سی بھابی کی طرف بڑھا۔۔جو رونے کی تیاری میں تھی۔۔۔وہ مشعل کی کالی چادر اور اسکے ماتھے کے بالوں سے پہچان چکا تھا۔۔

یہ کس طرف جارہا ہے۔۔۔

عیس نے سلطان کو اسٹیشن کی جانب مسافروں میں جاتے دیکھ کر سنی سے پوچھا۔۔۔

تو وہ لاعلمی سے کندھے آچکا گیا۔۔۔کیونکہ مشعل کو تو وہ بھی دیکھ چکا تھا۔پر عیس کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ورنہ اسکے سوال شروع ہو جاتے۔ کہ انہوں نے مشعل کو کیسے پہچانا۔

سلطان مشعل کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔۔اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

آپ "مشعل سلیمان" ہیں نہ۔۔۔
اپنے نام کی پکار پر وہ جھٹکے سے مڑی تو دیکھا۔

بلو ڈریس شرٹ اور بلیک جینز میں ملبوس نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں کے ساتھ اک خوبصورت مرد اسی کی سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا ہے۔۔۔

جی۔۔جی میں ہی ہوں۔۔۔وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔۔۔

انجانے شہر میں خود کو اکیلا سوچ سوچ کر وہ اب رونے والی ہو چکی تھی۔۔۔

سلطان نے اسکی بھیگی آنکھوں کی طرف دیکھا۔۔۔تو اسے اس چھوٹی پیاری سی لڑکی پر بے اختیار ترس آیا۔۔۔

سوسوری بھابھی۔۔۔اپکو اتنی تکلیف ہوئی۔۔۔

چلیں آئیں، آپکو عیس کے پاس لے کر چلتا ہوں۔۔وہ اسے دیکھ کر "عیس علی ہمدانی" ہی سمجھی تھی۔۔۔

پر اسکی زبان سے خود کے لیے بھابھی سن کر اسے پتہ چلا۔۔۔کہ جسے وہ اپنا ستمگر سمجھ رہی ہے۔وہ یہ نہیں ہے۔۔۔

سلطان نے آگے بڑھ کر مشعل کے ہاتھ سے بیگ لیا۔۔۔

عیس دور سے سلطان کو اک لڑکی سے بات کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔اسکا دل مشعل کو سوچ کر انجانے انداز میں دھڑکا۔

پر وہ اس لڑکی کے چہرے کو نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ کیونکہ وہ پوری کی پوری سلطان کے پیچھے چھپی کوئی تھی۔۔۔

سنی بھی عیس کی بے تابی بھرا انداز دیکھ رہا تھا۔ پر خاموش کھڑا رہ کر انجوائے کرتا رہا۔ جو آج الگ ہی مجنوں بنا ہوا تھا۔

سنی اور عیس نے سلطان کو بیگ اٹھائے، اک لڑکی کو ساتھ لیے گاڑی کی طرف آتے دیکھا۔۔۔

تو عیس کی ساری توجہ ساتھ آتے وجود کی طرف مرکوز ہو گئی۔۔۔

ریڈ کلر کے شیشوں سے بنائی سندھی سٹائل کی شارٹ فراک اور پٹیالہ شلوار میں وہ اسے کوئی چھوٹی سی گڑیا لگ رہی تھی۔۔۔

بالوں کے سلکی ہونے کی وجہ سے سر پر اوڑھی ہوئی چادر بار بار ڈھلک رہی تھی۔

جس کی وجہ سے اسکے شولڈر کٹے کالے گھنے بال نظر آرہے تھے۔۔۔

جیسے جیسے وہ قریب آتی جارہی تھی۔ عیس کو لگ رہا تھا۔ کہ اسکے دل کی دنیا لٹتی جارہی ہے۔

وہ دم سادھے آنے والے وجود کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ محبت کی پہلی جھلک اسکے دل پر دستک دے چکی تھی۔۔۔

وہ پہلی نظر کی محبت کا گرفتار ہو چکا تھا۔۔

عیس مہبوت ہو کر اسکی طرف دیکھے جارہا تھا۔۔۔جو قریب آتی جارہی تھی۔۔۔

سلطان مشعل کو لیے گاڑی کے پاس آکر رکا۔۔۔

تو مشعل عیس کے سامنے رک گئی۔

جو دیوانہ وار اسکے چہرے کی جانب تکے جارہا تھا۔۔۔

سلطان اور سنی نے اسکی بے خبری کو دیکھتے ہوئے، اپنی ہنسی دبائی۔۔
کل تک جو سنی کو باتیں کر رہا تھا۔ آج خود دنیا بھلائے کھڑا تھا۔۔۔

مشعل نے سوالیہ نظروں سے سلطان کی طرف دیکھا۔۔۔ کیونکہ عیس اسے ٹکٹکی باندھے بنا کچھ بولے صرف دیکھنے میں مصروف تھا۔۔ اور وہ اسکی نظروں اسے اب کنفیوز ہونے لگی تھی۔

بھابھی یہ آپکے سرتاج عیس علی ہمدانی ہیں۔۔۔
سلطان کے تعارف کروانے پر مشعل نے گھبرائی نظروں سے اپنے سامنے کھڑے مرد کی طرف غور سے دیکھا۔۔۔

جونیوی بلو کلر کی ڈریس شرٹ اور وائٹ جینز میں اسکے سامنے کھڑا تھا۔۔۔
مشعل کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ بچپن سے اپنی ماں کے منہ سے
سنا جانے والا نام کا حوالہ، آج حقیقت کی شکل میں اسکے سامنے موجود تھا۔

اور آج وہ اس ڈریسنگ میں بھی سلطان اور سنی کی وجہ سے تھا۔۔ کیونکہ
انہوں نے زبردستی اسے ایسی ڈریسنگ کروائی تھی۔
اور اسے اسکی گنڈوں والی ڈریسنگ پہنے سے روکا تھا۔۔ جس میں وہ آوارہ
بدمعاش لگتا تھا۔۔۔

لیکن شرٹ کے کھلے گریبان سے گلے میں پہنی چین صاف نظر آرہی
تھی۔اور شرٹ کے بازو فولڈ ہو کر، ہاتھوں میں پہنے بینڈز اپنے مخصوص
انداز میں موجود تھے۔۔

وہ ابھی اپنے انداز میں ہی مشعل کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔

عیس چلیں اب۔۔۔ سلطان نے اسے ہوش دلائی۔۔۔ تو اس نے اپنے سامنے دیکھا۔ جہاں موجود وجود اب غائب تھا۔ مشعل گاڑی میں پیچھے بیٹھ چکی ہے۔۔۔

پر وہ اب بھی وہیں کھڑا تھا۔۔ جہاں اسکے دل کی دنیا لٹ چکی ہے۔۔۔

جا کر بھابھی کے پاس پیچھے بیٹھو۔۔۔ سلطان نے اسے کہا، تو وہ سر ہلاتا گاڑی کی پچھلی جانب بڑھ گیا۔۔

سلطان ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ تو سنی اسے ساتھ بیٹھ گیا۔۔۔

عیس صاحب تو گئے کام سے۔۔۔ سنی نے بیٹھتے ہوئے سلطان سے آہستہ آواز میں کہا۔۔۔

جہاں مشعل سہمی گھبرائی سی کھڑکی کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔اور اسکے گھبرانے کی وجہ عیس علی ہمدانی تھا۔جو فرصت سے اسے اب دیکھ رہا تھا۔۔۔

سالہ، کل تک مجھے باتیں سنا رہا تھا۔ سنی نے عیس کے مسلسل دیکھنے پر دانت پیستے ہوئے کہا۔

یہ ڈرائے گا بچی کو۔۔۔ سلطان نے اک نظر انہیں دیکھ کر ہستے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔۔۔

وہ دوپہر کے قریب حویلی پہنچا تو حویلی میں ہمہ وقت قائم رہنے والا شور اس وقت گہرے سکوت میں تبدیل تھا۔

جو ضرار کو حیران ضرور کر گیا تھا۔ کیونکہ اسکے تینوں چچا سائیں کی اولادیں اسے نظر نہیں آرہیں تھیں۔۔ جو ضرار کو دیکھتے ہی اسکی طرف شہد کی مکھیوں کی طرح بڑھنے لگتے تھے۔ یہ سب یاد آتے ہی ضرار نے برا سا منہ بنایا۔ اور ساتھ شکر ادا کیا۔ کہ آج اس کوفت میں مبتلا نہیں ہونا پڑا۔ اسے اپنے خاندان سے اک انجانی سی چڑ تھی۔

ضرار پاشا حیدر" کے والد "شیراز پاشا" کے اور تین بھائی بھی تھے۔۔"

صرف ضرار ہی شیراز پاشا کی اکلوتی اولاد تھی۔ ورنہ شیراز پاشا کے باقی تینوں بھائیوں کی اولادیں اکلوتی ہونے سے زیادہ ہی تھیں۔۔

تمام بھائیوں میں صرف شیر از پاشا ہی پڑھے لکھے تھے۔لندن سے بزنس پڑھ کر شیر از پاشا اپنے باپ "مراد پاشا" کے کہنے پر واپس آکر حویلی کو سنبھالنے لگے تھے۔۔

تھوڑے عرصے کے بعد "مراد پاشا" چل بسے تھے۔تو پھر حویلی کی مکمل طور پر زمداری "شیر از پاشا" پر آگئی۔۔۔

شیر از پاشا کی شادی خاندان میں ہی اپنی کزن "گل جہاں" بیگم سے ہوئی تھی۔

گل جہاں "اتنی پڑھی لکھی عورت نہیں تھیں۔لیکن انکی خوبصورتی پر" متضاد انکی معصومیت نے "شیر از پاشا" کو مکمل طور پر انکا دیوانہ بنا دیا تھا۔۔ اسی وجہ سے گل جہاں تھوڑے ہی عرصے میں اپنے شوہر کی محبوب ترین بیوی کو رتبہ پا چکی تھیں

شیر از پاشا" کو اگر اپنی بیوی کی خوبصورتی میں سب سے زیادہ کچھ پسند تھا"
تو وہ انکی گرے آنکھیں تھیں۔ جو ضرار نے اپنی ماں سے ہی وراثت میں
چرائی تھیں۔۔۔
شیر از پاشا" کے باقی بھائیوں کی زندگی کا مرکز اگر کچھ تھا تو وہ حویلی کے "
بعد اپنی تمام زمینوں کی حفاظت کرنا ہی تھا۔ وہ مکمل طور پر بلوچی
سرداروں کے طور پر ہی جانے جاتے تھے۔۔

وہ تینوں بھائی زمہ اور صلح جو انسان تھے۔۔اپنے بڑے بھائی کو باپ کی جگہ
ہی سمجھتے تھے۔۔۔

پران تینوں کی بیویاں بلکل ویسی نہیں تھیں۔ہر روایتی دیورانی اور جیٹھانی کی طرح انکا بھی آپس میں مقابلہ چلتا رہتا تھا۔۔۔

اور یہ مقابلہ صرف اک انسان کے لیے ہی تھا۔اور وہ انسان "ضرار پاشا حیدر" تھا۔

اسکی تینوں چچی سائیں اپنی بیٹیوں کی شادی ضرار سے کرنا چاہتیں تھیں۔ تاکہ انکی بیٹی حویلی کی مالکن بن سکے۔۔ لیکن انکی اس کوشش کو اک وجود ناکام بنا چکا تھا۔

گل جہاں کی چچازاد بہن "گل نشین" نے بغاوت مول لے کر خاندان سے باہر اپنے کلاس فیلو "سکندر علی" سے شادی کی تھی۔چونکہ ان کے خاندان میں لڑکیوں کو پڑھانے کا رواج نہیں تھا۔پر "گل نشین" اپنے

بھائیوں کی لاڈلی ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی میں پڑھائی حاصل کرنے کی کوشش میں کامیاب رہی تھی۔ جہاں پھر "گل نشین" کے خاندان سے باہر شادی کی ضد نے اس کے بھائیوں کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس دلایا تھا۔ کہ انہوں نے اپنی بہن کو پڑھنے کی اجازت دے کر بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔

سزا کے طور پر پورے خاندان نے گل نشین سے تعلق ختم کر لیا۔۔

شادی کے بعد "سکندر علی" اپنی بیوی "گل نشین" کو لے کر ہمیشہ کے لیے آمریکہ شفٹ ہو گیا۔ جہاں شادی کے کچھ عرصے بعد ان کی زندگی میں انکی بیٹی "منیزے سکندر" کی آمد ہوئی۔ تو انکی زندگی مکمل ہو گئی تھی۔

کچھ عرصہ پہلے سکندر علی اپنی بیوی اور بیٹی کو ساتھ لے کر پاکستان ائے۔ جہاں وہ اک دن شاپنگ کرنے کی غرض سے تینوں گھر سے نکلے

تھے۔۔۔کہ واپسی پر روڈ ایکسیڈنٹ میں ان دونوں میاں بیوی کی حالت اتنی بری ہوئی کہ سکندر علی موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ جبکہ گل نشین کو بری حالت میں ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔

لیکن خوش قسمتی سے منیزے سکندر بچ گئی تھی۔۔۔پر ڈرنے کے باعث وہ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔

مرنے سے پہلے "گل نشین" نے اپنی "کزن گل" جہاں سے رابطہ کر کے اپنی بیٹی کی زمہ داری سونپ کر خود ہمیشہ کے لیے چلی گئی۔

گل جہاں اور گل نشین بچپن سے اک دوسرے کے بہت قریب رہیں تھیں۔ لیکن پھر گل نشین کے اک فیصلے نے انہیں الگ کر دیا۔ اور اب قسمت نے انہیں ملوایا تھا۔ تو وہ ہمیشہ کے لیے جا چکی تھی۔

گل جہاں اس دن سے ہی گہرے صدمے میں تھیں۔ گل نشین اور سکندر علی کی تدفین کر کے وہ سترہ سالہ منیزے سکندر کو اپنے ساتھ حویلی لے آئی تھی۔ اسی دن سے منیزے اپنے کمرے میں بند تھی۔

اور پھر اچانک ضرار کے منیزے سے نکاح کی خبر نے حویلی کے شور کو خاموشی میں بدل دیا تھا۔۔

لیکن شیراز پاشا اپنی محبوب بیوی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے سختی سے حکم دیا تھا۔ کہ ضرار کا نکاح انکا اپنا ذاتی فیصلہ ہے۔ جس میں کوئی کچھ نہیں بولے گا۔

سارے بھائی اپنے بڑے بھائی کے حکم کو مان چکے تھے۔ پر مسلہ انکی بیویاں تھیں۔ جو باہر کی لڑکی کو حویلی کی مالکن کے روپ میں برداشت نہیں کر سکتیں تھیں۔۔۔

ضرار بیگم گل جہاں کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ضرار نے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ کر لائٹ آن کی۔
تو روشنی نے ہوتے ہی سامنے بیڈ پر بیگم "گل جہاں" سر پر بازو رکھے آنکھیں موندے لیٹی ہوئیں نظر آئیں۔

ضرار انکی طرف بڑھ کر انکے سرہانے بیٹھ گیا۔۔
ضرار نے انکا بازو آنکھوں سے ہٹایا۔ تو اسکی نظر انکے چہرے کی طرف پڑی، جو سرخ ہوا پڑا تھا۔ اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ تو وہ بخار میں تپ رہیں تھیں۔۔

گل جہاں نے کسی کی موجودگی محسوس کر کے آنکھوں کو کھولا تو سامنے ضرار کو بیٹھے پایا۔

ضرار کو سامنے دیکھتے ہی وہ اٹھنے لگیں۔ تو ضرار نے انہیں روک دیا۔

اماں سائیں۔۔۔اپ نے اتنی طبیعت کیوں خراب کی ہوئی ہے۔۔
لب بھینچے آنکھوں میں شکوہ لیے وہ پوچھ رہا تھا۔۔۔

تو اسکی فکر پر وہ مسکرا اٹھیں۔ کیونکہ دونوں باپ بیٹا ہی انکے لیے جنونی تھے۔ابھی کچھ دیر پہلے شیراز پاشا بھی ناراض ہو کر گئے تھے۔۔۔

آپ آ گئے ہو نہ تو میں بھی ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔
گل جہاں بیگم نے تسلی دی۔ تو وہ بس انہیں دیکھے گیا۔۔

جو اپنے بولنے اور پہنے اوڑھنے سے کہیں سے بھی روائتی بلوچی نہیں لگتی تھیں۔ کیونکہ اپنی شادی کے وقت محض سولہ سال کی تھیں۔

پر شادی کے بعد شیر از پاشا کی محبت نے انہیں اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ کہ وہ بلکل انکے مطابق انکے جیسی ہو گئ تھیں۔۔

بے شک عورت کے وجود کو محبت سے تخلیق کیا گیا ہے۔ محبت سے اس وجود کو جس سانچے میں ڈالا جائے یہ ویسی شکل اختیار کر لے گا۔

بلکل اسی طرح "گل جہاں شیر از پاشا" ہو گئیں تھیں۔۔۔ کہ وہ اپنی دیورانیوں سے بلک الگ لگتیں تھیں۔

انکی حویلی میں سب بلوچی روایت کے مطابق ہی کپڑے پہنتے تھے۔۔ پر "گل جہاں بیگم ان سب سے الگ شیر از پاشا کے رنگ میں رنگی نظر آتیں تھیں۔

کہ عمر کے اس حصے میں اک جوان بیٹے کے ہونے کے باوجود وہ بہت خوبصورت لگتی تھیں۔

اپنی باوقار شخصیت اور نرم مزاجی کی وجہ سے وہ باپ بیٹے دونوں کے لیے دنیا تھیں۔

کیونکہ شیراز پاشا نے انہیں محبت سے ڈھال تھا۔اسی لیے وہ دیکھنے والوں کو اب بس محبت کا مجموعہ ہی نظر آتیں تھیں۔

اب بھی وہ ریڈ کلر کے لان کے خوبصورت سوٹ میں ضرار کے سامنے بیٹھیں تھیں۔۔۔

بابا سائیں کہاں ہیں۔ضرار نے ابھی پوچھا ہی تھا۔کہ کمرے کا دروازہ کھولتے شیراز پاشا اندر داخل ہوئے۔۔۔

برخوردار آ گئے ہیں۔۔۔

شیراز پاشا ضرار کو گلے ملتے ہوئے اپنے اندر سکون اترتا محسوس کیا۔۔

بابا سائیں مجھے چھوڑ دیں۔ نہیں تو اماں سائیں جیلس ہو جائیں گیں۔
خود کو دیر سے گلے لگائے رکھنے پر ضرار نے شرارت سے کہا۔ تو گل جہاں جھنپ گئیں۔۔

انکے شرمانے پر شیراز پاشا اور ضرار کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

آپ لوگ نہیں سدھر سکتے کبھی۔ وہ اپنی خفت مٹانے ہوئے بولیں۔۔۔

بیگم اگر اتنی خوبصورت ہو گی تو کون کافر سدھرے گا۔۔۔

شیراز پاشا نے محبت پاش نظروں سے گل جہاں کی طرف دیکھا۔
پھر ضرار کی مخالف سمت گل جہاں کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔۔۔

برخوردار آپ کو اندازہ ہے نہ آپ کو ادھر کیوں بلایا گیا ہے۔

شیر از پاشا نے بات کا آغاز کرتے ہوئے ضرار سے استفسار کیا۔۔۔

کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ وہ کل ہی واپس جانے کی کوشش کرے گا۔اس لیے وقت کو ضائع کیے بنا انہیں ن

ضرار کو یاد دلایا۔۔

جی بابا سائیں۔۔۔وہ لب بھینچے صرف اتنا ہی بول پایا۔۔۔

گل جہاں بھی اپنے سپوت کی طرف متوجہ تھیں۔جو ہونٹوں کو بھینچے سنجیدگی سے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے والی شوخی اب کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھیں۔۔۔

وہ جانتی تھیں۔ کہ وہ اپنے والدین سے بہت محبت کرتا ہے۔اس لیے انکے کسی بات کو نہیں ٹالے گا۔چاہے اس میں اسکی مرضی ہو یا نہیں۔۔

!میں جانتی ہوں تم اس سب کے لیے راضی نہیں ہو۔۔میری جان۔۔
پر ہم پر یقین کرو، یہ فیصل تمہارے لیے کبھی غلط نہیں ہو گا۔
میں تمہیں کبھی مجبور نہیں کرتی۔اگر میں نے گل نشین سے وعدہ نہ کیا ہوتا۔۔۔

گل جہاں گل نشین کو یاد کرتے پھر رونے لگیں۔توشیر از پاشا جلدی سے انکی طرف متوجہ ہوئے۔

بیگم یار، یہ رونا ضروری ہوتا ہے کیا آپ کے لیے۔پہلے مشکل سے آپکی طبیعت تھوڑی سنبھلی ہے۔

شیر از پاشا نے انکے انسو صاف کرتے ہوئے کہا۔۔۔

تو گل جہاں انکے کندھے پر سر رکھے سسک اٹھیں۔
سائیں میں کیا کروں۔۔۔مجھے گل نشین کی حالت نہیں بھول رہی۔مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ ہر پل میرے سامنے کھڑی مجھے یاد کروا رہی ہے۔۔کہ اسکی امانت میرے پاس ہے۔۔
گل جہاں روتے ہوئے بولیں۔۔۔

تو ضرار نے گہرا سانس بھرا۔اور اٹھ کر اپنی اماں سائیں کی دوسری جانب بیٹھا۔۔۔۔

ضرار نے انکا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔اور پھر محبت سے انکے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔۔

اماں سائیں آپ جیسا چاہیں گئیں۔ ویسا ہی ہو گا۔ لیکن اب آپ بلکل نہیں روئیں گیں۔۔۔

شیر از پاشا نے اک نظر ضرار کی طرف دیکھا۔ جو سب کچھ بھلا کر اپنی ماں کی فکر میں سب مان گیا تھا۔۔۔

بے شک یہ اک عورت ان دونوں مردوں کی محبت کا کل مجموعہ تھیں۔۔۔ پر آنے والا وقت ثابت کرنے والا تھا۔ کہ ضرار پاشا حیدر محبت و جنون کی داستان میں شیر از پاشا کو بھی پیچھے چھوڑنے والا تھا۔۔

اور شیر از پاشا یہ بات جانتے تھے۔ کیونکہ وہ اس صنف نازک سے مل چکے تھے۔۔ جو انکے بیٹے کی زندگی کا حصہ بننے والی تھی۔۔۔

انہیں پورا یقین تھا کہ وہ ضرار کو اپنی طرف مائل کر ہی دم لے گی۔اور پھر ضرار کی محبت کی اکلوتی حق دار بن کر اسکی زندگی کو اپنے وجود سے مہکا دے گی۔

شیراز پاشا ماں بیٹے کی جانب دیکھنے لگے۔جو اپنی محبت میں انکو بھلا چکے تھے

شیزہ ائرہ کہاں ہے۔سلطانہ بیگم نے روٹیوں کو ہاٹ پاٹ میں رکھتے شزہ سے پوچھا۔۔

یونیورسٹی سے آکر سو گئی تھی ماما۔ابھی تک کمرے میں ہی ہے۔شزہ نے فریج سے دودھ نکالتے مصروف انداز میں جواب دیا۔۔

اس لڑکی کو اس کے بھائی اور باپ نے سر پر چڑھا رکھا ہے بس۔۔جو ایسے دن بدن لاپرواہ ہوتی جا رہی ہے۔۔۔

سلطانہ بیگم نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

۔

داؤد وہاج "کا اپنا گارمنٹس کا بزنس تھا۔کہ وہ اپنے بزنس سے اک اچھی " زندگی گزار رہے تھے۔انکی شادی انکے ماں باپ نے "سلطانہ شاہ" سے اپنی پسند کی کروائی تھی۔سلطانہ شاہ اک ملنسار اور زمہ دار بیوی ثابت ہوئی تھیں۔۔جس سے "داؤد وہاج" کی زندگی آسان اور پر سکون تھی۔۔

داؤد وہاج کی دو اولادیں تھیں۔ بڑے بیٹے "اسد دؤاد" نے اپنی پسند سے شادی کی تھی۔ "شزہ کریم" سے شادی کر کے اسد اپنی زندگی کا نیا باپ شروع کر چکا تھا۔اور پھر انکی زندگی میں ان کے بیٹے علی اسد نے آکر انکی زندگی کو ہر طرح سے مکمل کر دیا۔

شزا کریم اسد دؤاد کی کلاس فیلو تھی۔ وہ اک مکمل خوبصورت اور پیار کرنے والی لڑکی تھی۔ شادی کے بعد اس نے سلطانہ بیگم اور داؤد وہاج کو اپنے ماں باپ کی جگہ دے کر پورے گھر کی زمہ داری اٹھالی۔۔۔ جس سے اسد مزید اسکی محبت میں گرفتار ہو گیا۔۔اور اسے اپنی پسند پر فخر ہونے لگتا تھا۔

اسد داؤد کے بعد "ائرہ داؤد" تھی۔ائرہ داؤد اپنے بھائی اسد سے کافی چھوٹی تھی۔اور پھر اپنی شوخ و چنچل طبیعت کی وجہ سے وہ اپنے باپ اور بھائی کی

لاڈلی تھی۔ لیکن ہر ماں کی طرح سلطانہ بیگم اسکی لاپرواہ طبیعت سے عاجز تھیں۔۔ایسا نہیں تھا۔ کہ وہ آئرہ سے محبت نہیں کرتیں تھیں۔پر ہر ماں کی طرح انہیں بھی اپنی بیٹی کی فکر تھی۔ کیونکہ ہر لڑکی کی طرح انکی بیٹی کو بھی سسرال جانا تھا۔اور وہ نہیں چاہتی تھیں۔ کہ آئرہ کی لاپرواہ طبیعت اس کے لیے کسی بھی طرح کی مشکل پیدا کردے۔۔۔

لیکن آئرہ اپنی مرضی کی مالک تھی۔ائرہ کی اگر کسی چیز سے جان جاتی تھی۔ تو وہ صرف پڑھائی تھی۔ لیکن اس معاملے میں اسکے باپ اور بھائی نے اسکی اک نہیں مانی۔اور اسکا ایڈمیشن یونیورسٹی میں کروا کے ہی چھوڑا۔۔۔ جس پر وہ آج کل گھر والوں سے ناراض تھی۔اور اسی وجہ سے یونیورسٹی سے واپس آکر وہ ابھی تک کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔

پرداؤد صاحب اور اسد اس معاملے میں اسکی نہیں سننا چاہتے تھے۔۔ان دونوں کے مطابق ائرہ کو اگے مزید پڑھائی کرنی چاہیے۔ جس پر ائرہ کا اک

ہی جواب ہوتا تھا۔ کہ کیا فائدہ مجھے پڑھا کر، جب سسرال میں مجھے روٹیوں کی گنتی ہی کرنی ہے، اور اتنی گنتی مجھے آتی ہے۔۔۔

جس پر وہ اسے بس گھور کر رہ جاتے۔۔۔

باربی ڈیزائن کے نائٹ سوٹ میں ملبوس گولڈن بالوں کو رف جوڑے میں باندھے وہ لاؤنج میں آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔ چھوٹی سی ناک اس وقت غصے سے پھولی ہوئی تھی۔۔۔

آگئی مہارانی صاحبہ نیچے۔۔۔ سلطانہ بیگم نے کچن سے باہر آتے ہوئے کہا۔۔۔

اسی وقت اسد اور داؤد صاحب بھی لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔۔۔

جی مہارانی صاحبہ آگئی ہیں۔ اب کچھ کھانے کو بھی دے دیں مہارانی کو۔۔

آئرہ نے اک شان بے نیازی سے جواب دیا۔۔اسکے جواب پر جہاں اسد اور داؤد صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔وہیں سلطانہ بیگم سلگ اٹھیں۔

بی بی تمہیں مہارانی کہا ہے۔اسکا مطلب یہ نہیں کہ تم سچ میں مہارانی ہو۔۔ اسد اور داؤد صاحب ماں بیٹی کی تکرار دیکھتے ہوئے ہستے ہوئے جا کر ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھ گئے۔۔کیونکہ کل سے ائرہ چپ تھی۔اس لیے وہ اسے بلکل بھی اب بولنے سے روکنا نہیں چاہتے تھے۔۔۔

جب مہارانی سمجھنا نہیں ہوتا تو کہتی کیوں ہیں۔

آئرہ پھر بے نیاز بنتے ہوئے جا کر ٹیبل پر بیٹھ گئی۔۔جیسے سچ میں مہارانی کی شان میں گستاخی کر دی گئی تھی۔

پھوپو آپ غصہ کیوں ہیں سب سے۔۔۔اسد کے ساتھ بیٹھے علی نے ائرہ سے پوچھا۔۔۔توائرہ سب کو دیکھتے ہوئے منہ چڑا گئی۔۔۔

میں نہیں غصہ کسی سے جانو۔۔بس میرے سے کوئی پیار نہیں کرتا۔ آئرہ نے اپنے لہجے میں دکھ سموتے کہا۔تو اسکی ایکٹنگ پر سلطانہ بیگم نے بے زاری سے پہلو بدلا۔۔۔کیونکہ وہ جانتی تھیں۔کہ وہ بس اتنی دیر ہی چپ رہ سکتی ہے۔جتنی وہ کل سے کوشش کر چکی تھی۔

جبکہ داؤد صاحب نے مسکراتے ہوئے اسے پاس بلایا۔تو وہ منہ بناتے ہوئے انکے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔۔۔

میری چندا کیوں اتنی دکھی ہے۔داؤد صاحب نے پیار سے پوچھا۔جبکہ باقی سب بھی انکی طرف متوجہ تھے۔اور شزا بھی کچن سے آکر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

آپ دونوں میری بات نہیں مانی۔آئرہ نے اسد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یاد دلایا۔۔کیونکہ اس نے اسد کو ہی اپنی عرضی منوانے کے لیے داؤد صاحب کے پاس بھیجا تھا۔الٹا وہ جا اسکا ایڈمیشن کروا آیا تھا۔۔

میری چندا۔۔۔ہم آپکی ہر بات مانتے ہیں نہ۔اگر یہ نہیں مان رہے تو آپ سمجھ جائیں نہ۔۔کہ اس میں آپکی کوئی بھلائی ہو گی۔داؤد صاحب نے اسے اسے پیار سے سمجھایا۔تو وہ محض سر ہلا گئی۔۔۔کیونکہ آج یونیورسٹی جا کر اسکی اک دوست بن گئی تھی۔اور وہ اب وہاں ایڈونچر کے طور پر اور بھی بہت کچھ کر سکتی تھی۔۔اس لیے احسان جتانے کے لیے وہ مان گئی۔

ٹھیک ہے لیکن آپ لوگوں کو بھی میری اک بات ماننی ہو گی۔ائرہ نے بدلے میں کہا۔۔

اور وہ بات کیا ہے۔اسکی بات کو جاننے کے لیے اسد نے پوچھا۔۔تو وہ سلطانہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ماما مجھے مہارانی کہتیں ہیں۔۔تو انہیں بولیں کہ پھر مجھے مہارانی سمجھا کریں۔ویسے ہی میری خدمت بھی کیا کریں۔۔

آئرہ نے شرارت سے کہا۔توسب کا بے ساختہ قہقہہ گونجا۔۔جبکہ سلطانہ بیگم محض اسے گھور کر رہ گئیں۔۔۔

نجانے کتنے دنوں سے وہ اپنے کمرے میں بند تھی۔
وہ صرف یہ سوچ سوچ کر پاگل ہوئے جارہی تھی۔ کہ اگر وہ پاکستان آنے کی ضد نہ کرتی۔ تو اسے مام ڈیڈ کے ساتھ وہ حادثہ نہ ہوتا۔ اور آج وہ اس کے ساتھ ہوتے۔۔

پر شائد وہ یہ نہیں جانتی تھی۔ کہ جب جانے والوں کا وقت قریب آجاتا ہے۔ تب وہ کسی نہ کسی بہانے سے واپس اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جاتے ہیں۔۔

جیسے گل نشین اور سکندر کا آخری وقت پاکستان میں ہی لکھا تھا۔ تو وہ منیزے کی ضد پر پاکستان آگئے۔۔ پھر اس ایکسیڈنٹ میں اپنے جان کھو بیٹھے۔۔

اتنے دن گزرنے کے باوجود بھی اپنے اسی حلیے میں موجود تھی۔
لیکن اب پہلے سے سنبھل چکی تھی۔۔۔
منیزے کی نظر بیڈ پر موجود کپڑوں کی طرف گئی۔تو اسے بے ساختہ وہ دن یاد آیا۔۔۔

جس دن وہ گل جہاں کے ساتھ اس حویلی میں آئی تھی۔حویلی کی لڑکیاں اسکے کپڑوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگی تھیں۔۔لیکن گل جہاں نے اسے کہا تھا۔وہ جیسے رہنا چاہتی ہے۔۔ویسے رہ سکتی ہے۔۔۔

اسے نے اک نظر اپنے کپڑوں کو دیکھا۔تو وہ اسی دن کے وائٹ ٹی شرٹ پر وہ بلیک جینز میں ملبوس تھی۔۔

شرٹ پر موجود خون کے دھبے اب سوکھ چکے تھے۔ان دھبوں کو ہاتھ سے چھوتے وہ دوبارہ ان بلوچی سٹائل کپڑوں کو دیکھنے لگی۔ایسے کپڑے اس نے زندگی بھر نہیں پہنے تھے۔امریکہ جیسے ملک میں رہتے، وہ بہت بولڈ ڈریسنگ نہیں کرتی تھی۔۔ لیکن پھر بھی پہنے میں مغربی طرز کے کپڑے پہنتی تھی۔ مشرقی طرز کے کپڑے وہ آج پہلی بار دیکھ رہی تھی۔۔۔

وہ انہی سوچوں میں گم تھی۔ کہ دروازے سے گل جہاں اندر داخل ہوئیں۔۔۔

بلیک شیفون کے خوبصورت سوٹ میں گل جہاں, منیزے کو بہت خوبصورت لگیں۔۔

کمرے کے اندر آکر وہ منیزے کے قریب بیٹھ گئیں۔اور اسکی طرف غور سے دیکھنے لگیں۔جو آج بھی انہی کپڑوں میں ملبوس تھی۔۔۔اور خوبصورت چہرے پر آنسوں کے مٹے مٹے نشان تھے۔

کیا سوچ رہی ہے میری جان۔گل جہاں نے شفقت سے استفسار کیا۔تو منیزے کی آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے۔۔

گل جہاں نے آگے بڑھ کر اسے خود سے لگا لیا۔۔۔

آپ ایسے بار بار روئیں گیں۔تو گل نشین مجھ سے ناراض ہو گی۔کہ اسکی بیٹی کا میں صحیح سے خیال نہیں رکھ رہی۔گل جہاں نے اسکے آنسو صاف کرتے پیار سے کہا۔تو منیزے انہیں غور سے دیکھنے لگی۔۔۔

اتنے دنوں سے اسے بلکل بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ کہ وہ ان سے پہلی بار ملی ہے۔ یا شاید گل جہاں اسے خود سے مانوس کرنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔ تاکہ وہ اپنی تکلیف سے باہر آ سکے۔۔۔۔

ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں اپ۔۔۔ گل جہاں نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔۔۔

آپ بلکل مام جیسی لگتیں ہیں۔ منیزے نے اپنے دل کی بات بتائی۔ تو گل جہاں مسکرا اٹھیں۔۔

میں بھی آپکی ماما ہی ہوں۔ اب سے آپ نے مجھے ماما ہی کہنا ہے۔۔۔
تو منیزے آنسو بھری آنکھوں سے مسکرا اٹھی۔۔۔

یہ حقیقت تھی۔ کہ گل جہاں نے اسے بلکل ماں کی طرح سنبھال کر اپنی آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔ کہ اپنی تکلیف میں کافی حد تک سنبھل چکی تھی ۔ورنہ شائد وہ نجانے کتنے عرصے تک وہ اسی حادثے کے زیر اثر رہتی۔۔

اپکو پتہ ہے نہ۔۔ آج شام کو آپکا نکاح ہے۔ گل جہاں نے اسے یاد دلایا تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آئی۔

لیکن آنٹی۔۔۔ منیزے ابھی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی۔ کہ گل جہاں نے اسکے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروادیا۔

منیزے کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر وہ بولنا شروع ہوئیں۔ تو منیزے مکمل طور پر انکی طرف متوجہ ہوگئی۔

آپکو یاد ہے نہ گل نشین نے آپ سے اور مجھ سے کیا بات کی تھی۔۔ گل جہاں نے اس دن کا حوالہ دیتے منیزے کو یاد دلایا۔ جب گل نشین نے اپنی آخری لمحات میں منیزے کی زمہ داری گل جہاں کو سونپی تھی۔ اس لیے میری جان مجھے اپنا وعدہ پورا کرنے دیں۔ اور آپ بھی اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ اگر میں آپکی بات مان کر بھی اپکو واپس امریکہ بھجوا دوں۔ تو تب بھی غیر ملک میں آپ محفوظ نہیں ہو گی۔ اور پھر آپکی عمر بھی اتنی نہیں ہے۔ کہ آپ اپنا اچھا برا سمجھ سکیں۔ اس لیے میری جان مجھے اپنا وعدہ پورا کرنے دیں۔ اور مجھ پر یقین رکھے۔ کہ میرا بیٹا "ضرار پاشا حیدر" اپکو عزت، محبت سب دیں گئے۔ بس آپ نے انکے دل میں اپنی جگہ بنانی ہے۔

ٹھیک ہے۔۔۔ گل جہاں نے بات ختم کرتے منیزے کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کیونکہ وہ پہلے بھی واپس جانے کا کہہ چکی تھی۔۔۔۔

تو منیزے کچھ سیکنڈز بعد بولی۔۔۔

ٹھیک ہے آنٹی۔۔۔ جیسا اپکو ٹھیک لگے۔۔۔ لیکن اگر مجھے محسوس ہوا۔ کہ میرا وجود کسی پر بھی بوجھ کی طرح ہے۔ تب آپ مجھے نہیں روکیں گی۔

منیزے نے گل جہاں کی بات مانتے ہوئے اپنی شرط رکھی۔

پہلے تو مجھے آنٹی نہیں ماما بلاؤ۔ اور ایسا وقت نہیں آئے گا۔ کہ میری چندا کو واپس جانا پڑے۔

گل جہاں نے پیار سے اسکے ماتھے کو چھوتے کہا۔ اور شکر ادا کیا۔ کہ وہ بات کو سمجھ چکی تھی۔

میں تمہارے لیے کپڑے بھجواتی ہوں۔ آپ یہ کپڑے بدل لوا بھی۔ اور جب ضرار کے ساتھ شہر چلی جائیں۔ تب وہاں جیسی مرضی ڈریسنگ کیجیے گا۔ کیونکہ یہاں ایسے کپڑے کوئی نہیں پہنتا نہ۔ اور آپ اتنی پیاری لگتی ہو۔ کہیں نظر نہ لگ جائے۔ گل جہاں شرارت سے گویا ہوئیں۔۔۔

گل جہاں نے اسے کپڑے بدلنے کے ساتھ یقین دلایا۔ کہ وہ اپنی مرضی سے رہ سکتی ہے۔ وہ منیزے کو کسی قسم کا دباؤ کا شکار نہیں کرنا چاہتیں تھیں۔۔۔

تو منیزے بھی انکے انداز پر مسکرا اٹھی۔ جو اسے بلکل بچوں کی طرح منا رہیں تھیں۔

وہ ماسک لگائے کمرے میں داخل ہوا۔ تو ہر روز کی طرح کمرہ آج بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔

ہوسٹل کے سنگل بیڈ پر موجود اپنے توبہ شکن حسن سے بے خبر نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔

سلطان کی نظریں اسکے چہرے پر گئیں۔ جہاں اسکی سمندر جیسی گہری کالی آنکھیں اس وقت بند تھیں۔۔۔

سلطان کو وہ لمحہ یاد آیا۔ جب اس نے ان آنکھوں کو دو سال پہلے بک شاپ پر دیکھا تھا۔ اور پھر وہ ان آنکھوں کو کبھی بھول نہیں پایا تھا۔۔۔

اسے بے ساختہ وہ دن یاد آیا۔ جب وہ اپنے دوستوں کو کہہ رہا تھا۔ کہ وہ اس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کرے گا۔ جس کی آنکھوں کا رنگ سیاہ ہو گا۔ یہ سلطان نے اس لیے کہا تھا۔ کیونکہ وہ ان آنکھوں کو دو سال پہلے ہی اپنی زندگی بنا چکا تھا۔۔۔

علیزے کی ساری معلومات نکالنے پر اسے حیرانی ہوئی تھی۔ کہ وہ چھوٹی سی لڑکی اپنی عمر سے بڑی لگتی تھی۔ اور وہ شاید اس لیے تھا۔ کہ وہ چھوٹی سی عمر میں ہی زندگی کی تمام تلخیوں کو اکیلے دیکھ چکی تھی۔۔۔

سلطان نے بیڈ کے قریب نیچے زمین پر بیٹھتے اسکی جانب دیکھا۔ پورے بیڈ پر اسے کے مہرون گنگریالے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اپنی آنکھوں کے ساتھ وہ خود بھی بہت مختلف تھی۔ اسکا حسن جہاں نظر ٹھہرا دینے والا تھا۔ وہیں بے مثال بھی تھا۔۔۔

ہوسٹل کے اس کمرے کی چیزوں اور "سلطان احمد خان" کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ ہر وقت برقے میں رہنے والی یہ لڑکی ایسے انوکھے حسن کی مالک بھی ہو سکتی ہے۔

سلطان احمد خان تو بس اسکی آنکھوں کا دیوانہ ہوا تھا۔ مگر "علیزے ابراہیم" کو جاننے کے بعد وہ سر تا پیر اسکے عشق میں گرفتار ہوتا چلا گیا۔۔۔

وہ دو سالوں سے روز رات کو اسے دیکھنے آ رہا تھا۔ علیزے نیند میں کسی کی موجودگی محسوس کرتی تھی۔ پہلے پہل وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آنے والے کی عادی ہوتی گئی۔ کیونکہ اسے روز صبح اٹھ کر اپنے تکیے کے پاس سیاہ گلاب ملتا تھا۔

اور پھر وہ سیاہ گلاب اکٹھے کرنے لگی۔ کیونکہ آنے والا اگر اسے کوئی نقصان پہنچانا چاہتا۔ تو یقیناً وہ اتنا عرصہ انتظار نہ کرتا۔۔ اور پھر وہ اس بارے کسی کو بتا کر اپنے کردار کو مشکوک نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے علیزے نے خاموشی اختیار کر لی۔۔۔

وہ روزرات کو اپنے کمرے میں اک مخصوص خوشبو محسوس کرتی تھی۔اور پھر ہر فکر سے آزاد ہو کر گہری نیند میں اتر جاتی۔۔

سلطان کو علیزے کے نیند میں پہلے بے چینی اور سکون بھرے تاثرات بہت حیران کرتے تھے۔
اسکا مطلب تھا۔وہ اسکی موجودگی سے اب پر سکون ہونے لگی تھی۔ جس سے سلطان کی خوشی کا ہوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔کہ اسکا محبوب اسے قبول کر رہا تھا۔۔۔

نیند میں ہونے والی بنا کسی اظہار کی یہ گفتگو سلطان کو بہت مزا دیتی تھی۔ جہاں وہ نیند میں ناک منہ چڑاتی رہتی تھی۔اور پھر خود ہی پر سکون ہو جاتی تھی۔

آج سلطان کارادہ رات بھر رکنے کا تھا۔ کیونکہ وہ کل ضرار کے نکاح کے لیے جارہا تھا۔ ورنہ عام طور پر دو سے تین گھنٹے رک کر چلا جاتا تھا۔ مسلسل علیزے کو دیکھتے ہوئے وہ خود سے اختیار کھونے لگتا تھا۔۔اور کل تو وہ اسے دیکھنے نہیں آسکے گا۔اس لیے وہ آج ہی اسے جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔اس لیے اسکے بیڈ کے کنارے ٹک کر بیٹھ گیا۔۔۔

ضرار اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔
اتنے میں اسکے دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔۔

یس کم ان۔۔۔۔ضرار نے وہیں کھڑے آنے والے کو اجازت دی۔۔
توشیر از پاشا اپنی رعب دار شخصیت سے اندر داخل ہوئے۔۔۔
ضرار کو کھڑکی میں کھڑے دیکھ کر وہ اسکی جانب چلے آئے۔۔

جب کہ ضرار ابھی تک آنے والے سے بے خبر اپنی سوچوں میں ہی گم تھا۔۔

کن سوچوں میں ڈوبے ہو۔۔۔شیراز پاشا نے اسکے۔ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے، ضرار کی طرح ہی سامنے نظریں مرکوز کرتے پوچھا۔۔۔

تو ضرار ہوش میں آیا۔۔۔اپ کب آئے۔۔۔ضرار نے انکی دیکھتے پوچھا۔۔۔

جو آج بھی اپنی سحر انگیز شخصیت سے سامنے والے کو بوکھلانے پر مجبور کر دیتے تھے۔۔۔

جب تم اپنی سوچوں کے جہاں میں گم تھے۔ شیر از پاشا نے باہر کی جانب دیکھتے ہوئے ہی جواب دیا۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے بابا سائیں۔۔۔ ضرار نے پھر سامنے کی جانب نظریں مرکوز کر دیں۔۔۔

جہاں حویلی میں اک گاڑی داخل ہو رہی تھی۔۔ اور گاڑی کے سامنے والے شیشے سے ضرار نے آنے والے کو پہچان لیا تھا۔۔۔

میں جانتا ہوں۔۔ تم شروع سے اپنے خاندان میں شادی کرنے کے حق میں نہیں ہو۔۔۔۔

لیکن اب اس بات سے فرق نہیں پڑتا بابا سائیں۔۔۔ضرار نے شیراز پاشا کی جانب متوجہ ہوتے جواب دیا۔اور گاڑی سے سلطان کو نکلتے دیکھا۔۔۔جو گاڑی سے نکل کر اندر بیٹھنے والوں کو کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔

اک دن آئے گا۔۔۔جب تم اس فیصلے کے لیے آکر اپنی اماں سائیں اور میرا شکریہ ادا کرو گے۔۔۔۔

ضرار نے اچھنبے سے انکی جانب مڑ کر دیکھا۔۔تو وہ بھی اسکی جانب چہرے کو موڑ کر کندھے آچکا چکے تھے۔۔۔

آپ مجھے صاف صاف بتا کیوں نہیں دیتے۔۔۔جو آپ کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ ضرار نے انکے تجسس پھیلانے پر چڑ کر کہا۔۔۔تو وہ قہقہہ لگا گئے۔۔۔

یہ راز تمہیں خود معلوم کرنا ہے۔ ویسے وہ بلوچی کپڑوں کو ویسے ہی دیکھتی ہے۔۔۔ جس طرح تم دیکھتے ہو۔۔۔

شیر از پاشا نے مزید تجسس میں ڈالا۔ تو ضرار انہیں خفگی سے گھورنے لگا۔۔۔

آپ کا ہمیشہ کی طرح گیم کھیلنے کا شوق نہیں ختم ہوا۔ ضرار نے بچپن کا حوالہ دیا۔ جب شیر از پاشا اسے خود سے کچھ بتانے کی بجائے الجھن میں ڈال دیا کرتے تھے۔ وہ ضرار کے اندر کسی چیز کے بارے تجسس پیدا کر دیتے تھے۔ کہ ضرار تب تک اس چیز کی جان نہیں چھوڑتا تھا۔ جب تک اسے مکمل جان نہیں لیتا تھا۔۔۔ اسی لیے اب۔ بھی وہ اسکی زندگی میں شامل ہونے والے وجود کے لیے اس کے اندر دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔ تاکہ وہ اس رشتے کو مجبوری کے تحت نہ نبھائے۔۔۔

میں نیچے جارہاہوں۔۔میرے نمونے آگئے ہیں۔ضرار نے نیچے کی جانب اشارہ کیا۔۔

جہاں سلطان عیس اور سنی کو گاڑی سے نکلنے کا کہتے کہتے تھک گیا تھا۔۔۔ لیکن وہ دونوں پتہ نہیں کیوں باہر نکل ہی نہیں رہے تھے۔۔۔

ضرار کمرے سے باہر چلا گیا۔جبکہ شیر از پاشا کھڑکی میں کھڑے اب ان چاورں کو غور سے دیکھنے لگے۔۔۔جہاں ضرار چلتے ہوئے سلطان کے قریب جارہا تھا۔۔۔

وہ چاورں جب ساتھ ہوتے تھے۔تو اپنے الگ ہی روپ میں ہوتے تھے۔ کہ کوئی دوسرا یقین نہیں کر پاتا تھا۔کہ یہ وہ چاورں انسان ہی ہیں۔۔۔

ضرار گاڑی کے پاس پہنچتے ہی سلطان کو زور سے خود میں بھینچ گیا۔۔۔اسے جن کی ضرورت تھی۔وہ اسکے پاس آ چکے تھے۔۔۔

جبکہ سلطان کا انداز بھی ویسا تھا۔ضرار پچھلے کتنے گھنٹوں سے ان تینوں سے الگ تھا۔۔۔وہ جب بھی تھوڑے وقت کے لیے اک دوسرے سے الگ ہوتے تھے۔تو ایسے ہی اک دوسرے کی کمی محسوس کرتے تھے۔۔۔

سلطان سے پیچھے ہٹتے ہی اس نے گاڑی میں بیٹھے سنی اور عیس کی جانب اشارے سے پوچھا۔کہ ماجرہ کیا ہے۔جہاں وہ دونوں انجان بنے گاڑی میں بیٹھے تھے۔۔

تو سلطان ہستے ہوئے اسے بتانے لگا۔۔۔

میں غلطی سے ان نمونوں کو کہہ بیٹھا ہوں۔ کہ گاڑی سے جو بعد میں نکلتا ہے۔ وہ "ہیرو" ہوتا ہے۔ اب یہ دونوں اپنے آپ کو ہیرو ثابت کرنے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔۔ کہ جو بعد میں نکلے گا۔ وہ ہی ہیرو ہو گا۔۔ اس لیے نکل نہیں رہے۔۔۔

تو ضرار اسکی بات سن کر قہقہہ لگا گیا۔۔۔ کیونکہ وہ خود ہی ان دونوں نمونوں کو چھیڑ بیٹھا تھا۔۔

ضرار جھک کر گاڑی کی کھڑکی سے سنی اور عیس کو دیکھنے لگا۔۔۔

جہاں عیس اس سے انجان بنتے ہوئے کسی فیشن ایبل ہیرو کی طرح اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن دیکھ رہا تھا۔ اور سنی اپنی شرٹ کے بٹن کبھی

بنداور کھول رہا تھا۔۔۔پتہ نہیں آج خود کو ہیرو ثابت کرنے کے چکر میں وہ کس ترتیب سے بٹن بند کرنے کی کوشش کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔

اگر دو سیکنڈز میں تم دونوں باہر نہیں نکلے۔تو میرے نکاح میں صرف اکیلا سلطان شامل ہو گا۔

ضرار نے ابھی اتنا ہی کہا تھا۔کہ وہ دونوں جھٹ سے گاڑی کے باہر موجود تھے۔۔۔

شرم نہیں آتی تم دونوں کو اس اکیلے کو کھپاتے ہوئے۔ضرار نے دونوں کو لتاڑتے ہوئے کہا۔۔۔

کیونکہ دونوں اک دوسرے کو تنگ کرنے کے چکروں ساتھ والے کو کھپا دیتے تھے۔۔۔

جانو آپ موجود ہی نہیں تھے۔ورنہ اپکو بھی تنگ کر لیتے۔عیس نے شرماتے ہوئے کہا۔تو ضرار کی ہنسی نکل ائی۔۔۔

پھر چاروں آگے بڑھتے گلے لگ گئے۔اور حویلی ان چاورں کے قہقہوں سے گونج اٹھی۔۔۔

اور حویلی کے ملازم ضرار کو ہستے دیکھ کر حیرت کا شکار تھے۔جبکہ شیر از پاشا بھی نیچے انکے پاس آ گئے تھے۔۔۔

مجھے نہیں پتہ تھا۔۔کہ اس کے شہر میں رہنے کی وجہ زنانہ نہیں بلکہ مردانہ ہے۔
شیر از پاشا نے ضرار کی طرف اشارہ کرتے کہا۔تو وہ تینوں پھر ہسنے لگے۔
جبکہ ضرار خجل سا ہو گیا۔۔۔

پھر وہ باری باری شیر از پاشا سے ملے۔جوانکو ضرار کی طرح کی سمجھ رہے تھے۔۔۔

شیر از پاشا انہیں لے کر مردان خانے کی جانب چلے گئے۔۔۔

عیس مشعل کو گھر کے اندر چھوڑ کر خود کہیں جا چکا تھا۔

اور اسے جانے پر مشعل کے دل کو کچھ ہوا تھا۔کہ وہ اسے کسی بوجھ کی طرح اتار کر پھینک گیا تھا۔عیس کی نظر میں اسکی اتنی اہمیت بھی نہیں تھی۔کہ وہ رک جاتا۔۔۔وہ۔خود سے منفی سوچوں کا شکا ہو چکی تھی۔۔۔

گھر میں شاہدہ بیگم اور حسن صاحب دونوں ہی موجود تھے۔

جنہوں نے اسے بیٹی کی طرح ہی ویلکم کیا تھا۔

جبکہ شاہدہ بیگم اسکے پاس بیٹھ کر کتنی دیر اس سے باتیں کرتیں رہیں تھیں۔

اور حسن ہمدانی کہیں باہر نکل گئے تھے۔ہ دونوں اسے بیٹی کی طرح ہی سمجھ

رہے تھے۔۔ کیونکہ دونوں ہی حقیقت میں بیٹی کی کمی محسوس کرتے تھے۔۔

شاہدہ بیگم اسے عیس کے کمرے میں چھوڑ کر خود کچن کی جانب چلی گئیں۔ مشعل غور سے کمرے کو دیکھنے لگی۔ کمرہ بہت بڑا نہیں تھا۔ کمرے کے درمیان اک درمیانے سائز کا بیڈ موجود تھا۔ اور دائیں جانب کپڑوں کی الماری تھی۔ جبکہ بائیں جانب واشروم تھا۔ کمرہ صاف ستھرا اور پیارا تھا۔ وہ اپنے کپڑے نکال کر واشروم میں گھس گئی۔

علیزے صبح اٹھی تو ہمیشہ کی طرح بیڈ کی دائیں جانب سیاہ گلاب موجود تھا۔۔ گلاب کو پکڑ کر اس نے اسکی خوشبو محسوس کی۔۔ گلاب سے آنے والی خوشبو ویسی تھی۔۔ جیسی وہ روز رات کو کمرے میں محسوس کرتی تھی۔ گلاب کو الماری میں باقی پھولوں کے ساتھ رکھتے وہ کپڑے نکال کر واشروم میں چلی گئی۔

فریش ہونے کے بعد وہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگی۔اپنے گنگریالے بالوں کو جوڑے کی شکل دے کر عکیزے نے اپنا سفید گاؤن پہنا۔ پھر حجاب کر کے اس آنے اپنا بیگ ریڈی کیا۔
اور ناشتہ کرنے کے لیے ہوسٹل کے میس کی جانب چلی گئی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اوئے تم نے بھابھی کو دیکھا کیا۔۔۔ کیسی دکھتی ہیں۔۔۔۔۔ سنی نے رازداری سے ضرار سے پوچھا۔۔

وہ چاروں مردان خانے میں اس وقت موجود تھے۔اور شام میں ضرار کے نکاح کے بارے کوئی نہ کوئی بات چھیڑ دیتے تھے۔۔ جس سے ضرار انہیں گھور کر رہ جاتا۔۔۔

ضرار نے سنی کو گھورا۔۔۔ تو وہ بھی جواب میں اسے گھورنے لگا۔

جبکہ سلطان اپنا سگریٹ پینے کا شوق پورا کر رہا تھا۔۔اور عیس اپنے سامنے موجود کھانے کے لوازمات سے انصاف کرنے میں مصروف تھا۔

یہ تجھے ہر تھوڑی دیر بعد میرا نکاح کیوں یاد آجاتا ہے۔ضرار نے تیکھے چتون لہجے میں سنی سے پوچھا۔۔

عیس اور سلطان بھی انکی گفتگو غور سے سن رہے تھے۔

توسالے ہم یہاں لنگر بانٹنے آئے ہیں۔ تیرے نکاح پر آئے ہیں۔تو ظاہر ہے۔اسی بارے بات کریں گئے نہ۔

سنی نے بھی اسے کرارا جواب دیا۔جو کب سے اس موضوع کو نظر انداز کیے جا رہا تھا۔

مجھے چھوڑ واسکا بتاؤ۔۔۔بھابھی کیسی تھیں۔ضرار نے عیس کی جانب اشارہ کرتے پوچھا۔تو سنی کی آنکھوں میں شرارت چمک اٹھی۔۔

عیس جو کہ پستہ کھانے میں کم بلکہ اسے ختم کرنے میں مصروف تھا۔اپنی جانب اٹھتے سوالوں پر اس نے مشکل سے پستے کو گلے سے اتارا۔۔

بس کچھ نہ پوچھو یار۔۔۔بھابی بلکل پیاری نہیں ہیں۔بس میں سوچ لیا۔کہ ہم تینوں مل کر انکل آنٹی سے بات کریں گئے۔کہ عیس کو یہ رشتہ نبھانے پر مجبور نہیں کریں۔۔

سنی نے ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔۔

!توعیس اسکی بات پر بدک اٹھا۔خبردار کمینے انسان۔۔۔

اگر تم نے میری خوبصورت بیوی کو مجھ سے دور کرنے کی کوشش کی۔تو تیرا خون کر دوں گا۔عیس کے تیش بھرے انداز نے ان تینوں کو ہسنے پر مجبور کر دیا۔وہ گڑیا جیسی دکھنے والی پہلی نظر میں اسے اپنا اسیر کر چکی تھی۔۔۔

ان تینوں کے ہسنے پر وہ شرما کر بیٹھ گیا۔اور اپنی بے اختیاری کا اندازہ بھی ہوا۔۔۔ایسا کچھ نہیں جیسا تم لوگ سوچ رہے ہو۔۔وہ بس تھوڑی سی پیاری ہے۔۔۔میرا اتنے میں ہی گزارا ہو جائے گا۔۔۔

عیس نے اپنی صفائی دینی چاہی۔۔۔

تو سلطان اسے ٹوک گیا۔۔۔

بکواس کر رہا یہ سالا۔۔۔بھابھی کو دیکھتے ہی دنیا جہاں بھلا بیٹھا تھا۔اور اب دیکھو کتنا میسنا بن رہا ہے۔۔۔

۔۔۔

سلطان کے بولنے پر عیس اسے خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا۔۔۔اور پستے والی پلیٹ کو نیچے رکھ کر سلطان کی جانب بڑھا۔

سلطان اسے اپنی جانب آتے دیکھ کر پیچھے کھسک گیا۔۔۔

لیکن عیس سلطان پر دھاوا بول چکا تھا۔۔۔اور سلطان پر مکوں کی بارش کر دی۔۔

ضرار اور سنی نے اسے پیچھے ہٹایا۔تو عیس پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر اپنی پلیٹ کو اٹھا گیا۔۔۔اب یہ کبھی اپنی والی کی تصویر بھی نہیں دیکھے گا۔

عیس اس سے مشعل کی تصویر چھپانے کا بدلا لے لیا تھا۔

جبکہ سلطان اپنی بگڑی حالت میں اسے گھورتا رہ گیا۔۔۔

شام میں گھر والوں کی موجودگی میں ضرار اور منیزے کا نکاح کر دیا گیا تھا۔

عیس اور سنی نے منیزے کو بہانے سے دیکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

جس کے جواب میں انہیں شیراز پاشا کی گھوریاں ہی ملی تھیں۔۔۔

اب ان چاروں کو کل واپس شہر کے لیے نکلنا تھا۔۔۔۔۔

صبح کے وقت جہاں وہ چاورں واپس جانے کے لیے تیار تھے۔ وہ چاورں
مردان خانے کے باہر کھڑے، شیر از پاشا کا انتظار کر رہے تھے۔۔
فل وائٹ کلر کے ڈریس کوڈ میں چاورں دل دھڑکا رہے تھے۔
ہمیشہ کی طرح شرٹ کے بٹن کھولے بالوں کی پونی بنائے، ہاتھوں میں
بینڈز پہنے عیس پھلجھڑیاں چھوڑ کر سب کو ہسنے پر مجبور کر رہا تھا۔

جبکہ سنی اپنی کیوٹ پر سنیلٹی سے آنکھوں میں شرارت لیے، عیس کو
مشعل کا نام لے کر چھیڑ دیتا تھا۔ جس پر عیس اسکو آری کہہ کر چڑا دیتا تھا۔
جبکہ ان کے برعکس ضرار اور سلطان آنکھوں میں سنجیدگی لیے اپنی
چار منگ پر سنیلٹی سے انکی مستیاں دیکھ رہے تھے۔

دونوں بلیک مرسڈیز گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔اک گاڑی میں سلطان اور سنی، جبکہ دوسری میں ضرار اور عیس جانے والے تھے۔

یہ انکل کہاں رہ گئے ہیں۔ عیس نے حویلی کے اندر جھانکنے کی کوشش کرتے پوچھا۔

یہ جو کل سے تم دونوں حویلی میں جھانکیاں مار رہے ہو نہ۔ بابا سائیں سے پٹ جاؤ گئے۔۔۔

ضرار نے انہیں ڈرانے کی کوشش کی۔ جس کا عیس اور سنی دونوں پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔

ہاں تو ہم کیا کریں۔ نکاح کروا دیا تمہارا۔۔ لیکن بھابھی نہیں دکھائی ہمیں۔۔۔

عیس نے منہ ٹیڑھا کرتے کہا۔۔۔تم نے کہا تھا تمہاری کافی کزنز ہیں۔۔مجھے تو حویلی سنسان ہی نظر آئی ہے۔جتنی دفعہ بھی چکر لگا کے آیا ہوں۔۔ہاں بلکل ایسا ہی تھا۔سنی نے بھی عیس کی تائید کی۔

یہ تم دونوں کب حویلی میں مٹر گشت کرنے گئے ہو۔ضرار نے ان دونوں کو تیکھی نظروں سے پوچھا۔جو اسکے علم میں لائے بنا حویلی گھوم بھی آئے تھے۔

جب تم دونوں رات کو اپنی کسی سنگین صورت حال پر گفتگو کر رہے تھے تب۔۔۔سنی اور عیس نے دانتوں کی نمائش کرتے بتایا۔۔
تو ضرار کو یاد آیا۔کہ وہ دونوں رات کو کچھ دیر کے لیے غائب ہوئے تھے۔
وہ تاسف سے سر ہلا گیا۔۔

جبکہ سلطان سگریٹ پیتے ہوئے،الجھن کا شکار لگ رہا تھا۔۔۔

خیر ہے نہ۔۔رات سے تم زیادہ ہی نشئی نہیں بن گئے۔ سنی نے ہاتھ سے سگریٹ کے دھوئیں کو پرے کرتے کہا۔

عیس اور ضرار بھی اسکی جانب دیکھنے لگے۔جو خاموشی سے صرف سگریٹ کا دھواں اڑانے میں مصروف تھا۔۔

عیس نے آگے بڑھتے ہوئے سلطان کے منہ سے سگریٹ نکالا۔۔کیونکہ وہ کل رات سے ہی بہت سگریٹ پی رہا تھا۔۔۔

میرے بھائی۔۔۔مانتے ہیں آپ رات کو گرلز ہوسٹل کا چکر نہیں لگا پائے۔اسکا مطلب یہ نہیں کہ آپ اپنے گردوں پر ظلم کی انتہا کر دیں۔۔۔ عیس نے شرارت سے کہا۔تو سلطان گڑبڑا گیا۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ سلطان نے انجان بنتے کہا۔۔۔

سلطان نے ان تینوں کی جانب دیکھا۔جو پہلے ہی اسے آنکھوں سے نگلنے کی کوشش کر رہے تھے۔خود کو دیکھنے پر وہ اپنی بے اختیاری پر خود کو کوسنے لگا۔۔

کہ اپنے دل کی حالت کی وجہ سے وہ ان نمونوں کو کیسے بھول گیا تھا۔جواب اسکی جان اتنی آسانی سے نہیں چھوڑنے والے تھے۔۔۔

اتنے میں حویلی کے داخلی دروازے سے شیراز پاشا کے ساتھ گل جہاں آتی دیکھائی دیں۔۔۔پنک کلر کے سوٹ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔اور شیراز پاشا کے ساتھ نے انکے چہرے کو اور پر رونق بنا دیا تھا۔

ضرار تم نے بتایا نہیں۔۔کہ تمہاری کوئی بڑی بہن بھی ہے۔۔۔ سنی نے ضرار کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔۔

ابے گدھے۔۔۔وہ میری اماں سائیں ہیں۔۔ضرار نے سنی کی کمر پر مکہ جھڑتے کہا۔تو بے یقینی سے ضرار کی جانب دیکھنے لگا۔۔۔۔

اتنی چھوٹی اماں سائیں۔۔۔عیس نے حیرانی سے کہا۔۔۔۔

شیر از پاشا اور گل جہاں ان کے قریب آ کھڑے ہوئے۔اور ضرار ان تینوں کا تعارف گل جہاں سے کروانے لگا۔جو پہلے ہی ان تینوں کو جانتی تھیں۔کیونکہ ضرار کی باتوں میں اسکے دوستوں کے سوا کسی اور کا زکر نہیں ہوتا تھا۔۔

اور بتاؤ لڑکوں۔۔۔رات کیسی گزری۔۔۔شیر از پاشا نے ان تینوں سے پوچھا۔۔

توعیس کیوٹ سا منہ بنا گیا۔۔۔بھابھی تو آپ نے دیکھنے نہیں دی۔۔۔

عیس کے انداز پر گل جہاں کا قہقہہ نکلا۔۔۔جو بلکل بچوں سا شکوہ کر رہا تھا۔ برخوردار مجھے علم ہے۔۔کیسے آپ دونوں رات کو اپنی بھابھی کو دیکھنے کے چکر میں حویلی میں بدروحوں کی طرح بھٹک رہے تھے۔۔۔

شیر از پاشا نے انکی پول کھولی۔۔تو وہ دونوں انجان بنتے ادھر ادھر نظریں دوہرانے لگے۔۔۔

ویسے تم لوگوں کو اپنی بھابھی کو دیکھنے کا اتنا شوق کیوں ہے۔۔۔شیر از پاشا نے کب کا سوچا ہوا سوال پوچھا۔کیونکہ وہ دونوں کسی محلے کی آنٹیوں کی

طرح دلہن دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔اور اس کے لیے بہت کوششیں بھی کر چکے تھے۔۔۔

وہ اس لیے کہ ہم چاروں نے فیصلہ کیا تھا۔ ہم خوبصورت بیویاں لائیں گئے۔۔ عیس نے گوہر فشانی کی۔۔تو باقی تینوں اسے گھورنے لگے۔۔۔

شیراز پاشا عیس کی بات پر مسکرا دیے۔۔۔بیوی کا خوبصورت ہونا ضروری کیوں ہے۔۔۔انہوں نے دلچسپی سے اسکی منطق جاننا چاہی۔۔۔۔

۔بیوی خوبصورت ہو۔۔تو زندگی خوبصورت گزرتی ہے۔آپ خود ہی دیکھ لیں۔آپ اب بھی جوان اور خوش نظر آتے ہیں انکی بدولت اور شان سے خوبصورت بیوی کو پہلو میں لیے پھرتے ہیں۔۔ جیسے میرے ابا حضور کرتے ہیں۔۔۔عیس نے گل جہاں کی جانب اشارہ کیا۔۔

گل جہاں کھلکھلا اٹھیں۔۔۔جبکہ باقی بھی اسکی باتوں پر مسکرا دیے۔۔۔کچھ بھ ہو جائے۔۔عیس حسن ہمدانی کو ٹارگٹ کرنے سے باز نہیں آسکتا تھا۔۔

دیکھیں کتنی خوبصورت ہیں انٹی۔۔۔پیچھے ہٹیں۔۔۔اک سیلفی بنانے دیں خوبصورت لیڈی کے ساتھ۔۔۔

ابے گدھے یہ میری ہے۔۔تم اپنی والی کے ساتھ جا کر بنوانا۔۔۔شیراز پاشا نے جیلسی سے اسے گل جہاں سے دور ہٹایا۔جو گل جہاں کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہوں چاہ رہا تھا۔

تو عیس پھر اک دفعہ منہ بگاڑ گیا۔

اچھا۔۔! تواپ ہو وہ دونوں۔۔۔جو کل تانکہ جھانکی کر رہے تھے۔ گل جہاں نے پوچھا۔۔تو سنی نے سر اثبات میں ہلایا۔۔۔جیسے کوئی عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہو

ویسے آپ تینوں اتنے پیارے ہو گے۔۔۔میں سوچا نہیں تھا۔۔۔
گل جہاں نے ان تینوں کی تعریف کی۔۔تو سنی بلش کرنے لگا۔۔۔۔۔

کیونکہ وہ تینوں اپنے اپنے مخصوص سٹائل اور سحر انگیز شخصیت کے ساتھ ماحول پر چھائے ہوئے تھے۔۔۔

سنی کے بلش کرنے پر وہاں سب ہسنے لگے۔۔۔اماں سائیں یہ تھوڑا شرمیلا ہے۔۔۔۔

ضرار نے سنی کی جانب اشارے سے بتایا۔ تو گل جہاں پھر مسکرا دی۔۔ جب کہ شیر از پاشا بھی دلچسپی سے سب دیکھ رہے تھے۔۔۔ وہ چاورں سچ میں مکمل لگتے تھے۔ انکا اک بیٹا تھا۔ پر اب انہیں لگ رہا تھا۔ کہ انکے تین اور بھی بیٹے ہیں۔۔۔۔

ضرار منیزے تمہارے ساتھ شہر جائے گی۔ اور وہیں تمہارے ساتھ رہے گی۔۔ میں نے تمہاری یونیورسٹی میں ہی اسکا داخلہ کروا دیا ہے۔۔۔

شیر از پاشا نے ضرار کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا۔ تو ضرار نے حیران کن نظروں سے گل جہاں اور شیر از پاشا کی جانب دیکھا۔۔۔

لیکن اس بارے آپ لوگوں نے پہلے تو کچھ نہیں بتایا مجھے۔۔۔ ضرار نے سنجیدہ انداز سے پوچھا۔۔۔

اک تو وہ پہلے ہی یہ سب قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ دوسرا ایسے یہ سب اچانک ہونا ضرار کو ضرورت سے زیادہ سنجیدہ کر گیا۔۔۔

ایسی بھی کوئی انوکھی بات نہیں ہے برخودار۔۔ جو پہلے اپکو اطلاع کرتے۔ ویسے بھی وہ اب تمہاری بیوی ہے۔ اور اسکا تمہارے ساتھ ہی رہنا بنتا ہے۔۔۔ شیراز پاشا نے رعب دار لہجے میں کہا۔ تو ضرار خاموشی سے جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔۔

انکل آپ بھابھی کو بھیجے۔۔۔ پھر ہم نکلتے ہیں۔۔ سلطان نے آگے بڑھ کر شیراز پاشا سے کہا۔ تو وہ سر ہاں میں ہلا گئے۔۔۔
گل جہاں بھی ضرار کی سنجیدگی دیکھ رہیں تھیں۔ لیکن ابھی وہ اسے کچھ نہیں کہنا چاہتی تھیں۔ جو ہو رہا تھا۔ اس میں ہی ضرار اور منیزے کی بھلائی

تھی۔ کہ وہ دونوں اک ساتھ رہ کر ہی قریب ہو سکتے تھے۔اور اک دوسرے کو سمجھ سکتے تھے۔۔۔

رائل بلو کلر کے شیشوں سے آراستہ سوٹ میں منیزے ملازمہ کے ہمراہ وہاں آئی۔ کالے بال اس وقت پونی ٹیل میں مقید تھے۔ جبکہ سوٹ کچھ بلوچی سٹائل میں ہی تھا۔۔ گل جہاں نے اسکا سامان گاڑی میں رکھوایا۔ وہ منیزے کو کل نکاح کے بعد ہی بتا چکی تھیں۔ کہ وہ شہر میں ضرار کے پاس رہے گی۔اور پڑھائی بھی وہیں کرے گی۔

جس پر خاموشی سے منیزے نے انکی بات مان لی تھی۔ کیونکہ وہ خود بھی اس حویلی میں رہنے کے لیے راضی نہیں تھی۔

رات کو ہی وہ موبائل میں اسے ضرار کی تصویر دیکھا چکی تھیں۔ جس پر منیزے زیادہ دیر نہیں دیکھ پائی تھی۔۔ کیونکہ وہ ابھی صرف سترہ سال کی تھی۔ لیکن اپنی ہائٹ اور سٹائل کی وجہ سے وہ کچھ میچور ہی لگتی تھی۔۔۔

ضرار نے جب بلوچی کپڑوں میں اک لڑکی کو باہر آتے دیکھا۔ تو ضبط سے آنکھیں بند کر گیا۔ کیونکہ اسے جتنی چڑ بلوچی کپڑوں سے تھی۔ منیزے کو انہی کپڑوں میں دیکھ کر وہ اپنا ضبط کھو رہا تھا۔

اسے شیر از پاشا کی بات یاد آئی۔ جب انہوں نے کہا تھا۔ "کہ بلوچی کپڑوں کو تمہاری طرح ہی دیکھتی ہے"۔ وہ تو بلوچی کپڑوں کو دیکھتے ہی انکھیں بند کر لیتا تھا۔ کیونکہ اسکی ناپسندیدگی کی حد ہی یہ تھی۔۔ پر یہاں وہ میڈم پہن کر گھوم رہی تھی۔ غصے سے ضرار کی رگیں پھول گئیں۔

سلطان، سنی اور عیس جا کر دوسری گاڑی میں بیٹھے۔ جبکہ منیزے ضرار کے ساتھ آ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ تو ضرار نے اسکی جانب دیکھا تک نہیں تھا۔۔۔

اور گاڑیاں حویلی سے نکل آئیں۔۔۔

آپکا شہزادہ منیزے کو بلوچی کپڑوں میں دیکھ کر غصے سے گھور رہا تھا۔ گل جہاں نے شیراز پاشا کی جانب دیکھتے کہا۔

تو وہ ہس دیے۔۔۔دیکھنے دیں اسے۔۔۔جب ہماری بہو ویسٹرن کپڑوں میں سامنے آئیں گئیں۔جناب کی خود عقل ٹھکانے آجائیں گی۔خود ہی یہ کپڑے پہنے کو کہے گا۔

گل جہاں انکی پلینگ پر نفی میں سر ہلا گئیں۔

ویسے سائیں اپکو برا نہیں لگا۔کہ اپکی بہو ایسی ڈریسنگ کرتیں ہیں۔گل جہاں نے جاننا چاہا۔کیونکہ انکی روایت کے مطابق اسیے کپڑے معیوب سمجھے جاتے تھے۔۔

خوبصورت بیگم۔۔۔! مجھے بلکل برا نہیں لگا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں۔ کہ منیزے کو ضرار اپنے رنگ میں خود رنگ لے۔ جیسے میں نے اپکو اپنے جیسا بنالیا ہے۔۔۔ ہر چاہے ہماری بہو ضرار کی پسند سے ویسٹرن پہنے یا مشرقی۔۔۔

تو گل جہاں کھلکھلا پڑی۔ اور محبت سے انہوں نے شیراز پاشا کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

انہیں یقین تھا۔ کہ ضرار منیزے کو اپنے رنگ میں رنگ کے گا۔

آئرہ یونیورسٹی میں داخل ہوئی۔ تو علیزے سفید گاؤن میں اسے اپنا انتظار کرتی نظر آئی۔

ہائے خوبصورت لڑکی۔۔ ائرہ نے اسے مخاطب کرتے کہا۔ تو علیزے اسکے انداز پر مسکرا دی۔۔۔

ائرہ آج بھی اپنی مخصوص ڈریسنگ شارٹ کرتی کے ساتھ جینز میں ملبوس تھی۔ براون بال پونی ٹیل میں ہی تھے۔اور منہ میں ببل کے ساتھ اسکا لاپرواہ انداز اسے خوبصورت بناتا تھا۔

جبکہ علیزے اپنے اندر کو چھپائے، گاؤن میں اپنی باوقار شخصیت کے ساتھ موجود تھی۔۔۔

صبح صبح ناشتہ نہیں ملا کیا۔۔۔جو ببل کھا رہی ہو۔علیزے نے پوچھا۔۔

یار یہ ببل منہ میں نہ ہو نہ تو میرا دماغ گھوم جاتا ہے۔۔ائرہ نے ادھر ادھر نظریں دوہراتے جواب دیا۔

کسے ڈھونڈ رہی ہو۔۔۔علیزے نے ائرہ کے نظریں دہرانے پر پوچھا۔

میں دو لڑکیاں ڈھونڈ رہی ہو۔۔۔

لڑکیاں کیوں ڈھونڈ رہی ہو۔۔۔علیزے نے الجھن سے پوچھا۔۔۔

اپنا گروپ مکمل کرنے کے لیے۔۔۔ہمیشہ چار لوگوں کی دوستی کا گروپ ہونا چاہیے۔ جس میں اک سنجیدہ،اک شرارتی،اک بے وقوف اور اک غصے والا ہوتا ہے۔۔۔ایسے مختلف لوگوں سے دوستی کرنے سے زندگی مزے دار ہو جاتی ہے۔۔اب تم تو سنجیدہ ہو اور میں شرارتی۔۔۔تو ہمیں اک بے وقوف اور اک غصے والی کو ڈھونڈنا ہے۔۔۔اور ساتھ انکا طرف بھی دیکھنا ہے۔ کیونکہ دوستی کے رشتے کو نبھانے کے لیے ظرف بھی ہونا چاہیے۔۔جو دوستوں کے لیے قربانی اور جان دینے سے بھی پیچھے نہ ہٹیں۔۔۔مجھے آستین کے سانپ نہیں چاہیئے۔۔۔وہ میرے رشتے داروں میں بہت ہیں۔۔

ائرہ کے تفصیلی جواب پر علیزے سچ میں متاثر ہوئی تھی۔اور آخر میں اسکی سانپ والی بات پر ہنس دی۔۔۔

لگتا ہے آج نہیں ملے گی کوئی۔۔۔ چلو کل ڈھونڈتے ہیں۔۔۔ائرہ علیزے کا بازو پکڑ کر کلاس کی جانب چل دی۔۔۔

کل رات وہ بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی تھی۔ لیکن اسے اپنے کمرے میں پچھلے اتنے عرصے سے محسوس ہونے والی کلون کی خوشبو نہیں ملی۔علیزے کی ساری رات بے چینی میں ہی گزر گئی تھی۔

اور اپنی اس بے چینی پر وہ خود حیران تھی۔ کہ اک نامعلوم انسان کی موجودگی اس کے لیے اتنی اہمیت کی حامل کیوں ہو گئی ہے۔۔۔

لیکن اسکے پاس ان سب باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔۔۔

رات وہ انکھوں کو بند کیے سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ شائد اسی طرح بے چین دل کو قرار آجائے۔ اور وہ نامعلوم شخص چلا ائے۔

یہ سچ تھا۔ کہ پچھلے دو سالوں سے علیزے رات کو اسکی موجودگی میں بے فکر ہو کر سونے لگی تھی۔ ورنہ ہر وقت اسے اپنے عزت کی فکر لگی رہتی تھی۔ ہوسٹل کے اس کمرے کی چار دیواری بھی اسے تحفظ کا احساس نہیں دلا پائی تھی۔ جو احساس اسے رات کے آخری پہر اک اجنبی انسان کی موجودگی میں ملتا تھا۔۔۔

علیزے خود نہیں جانتی تھی۔ کہ وہ اس اجنبی انسان سے خوفزدہ کیوں نہیں ہے۔ ان ساری باتوں کو سوچتے آخر کار کل رات اس پر نیند مہربان ہو ہی گئی تھی۔۔۔ وہ اک رات میں ہی اسکے زہن پر بری طرح سوار ہو گیا تھا۔

صبح اٹھنے پر جب بیڈ پر ہمیشہ ملنے والا گلاب نظر نہ آیا۔ تو اک دم سے علیزے کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا۔ اسے خود میں ادھورا پن محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

وہ بوجھل دل کے ساتھ یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگی۔ کہ اب وہاں ائرہ سے مل کر ہی وہ بہتر محسوس کر سکتی تھی۔ اس حالت میں رہتی تو شائد اب وہ رونے لگتی۔۔۔

مشعل کو آج یہاں دوسرا دن تھا۔ پر جس کے نام سے منسوب ہو کر وہ اس گھر میں آئی تھی۔ وہ کل کا اسے چھوڑ کر غائب ہو چکا تھا۔

مشعل کو خود کا وجود بے معنی لگنے لگا تھا۔اور یہ سوچ کر ہی اس کا دل بھر رہا تھا۔ کہ وہ اس گھر کے لوگوں پر بوجھ بننے والی ہے۔۔وہ چھوٹی سی لڑکی منفی سوچوں میں لپٹی ہوئی تھی۔۔۔عیس کے کمرے میں پورے حق سے اس کے بیڈ پر براجمان ہو کر وہ اسی کے بارے غلط سوچوں کا شکار ہو رہی تھی۔

کیونکہ وہ عیس کے بارے کچھ نہیں جانتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں میں ابھی اک دفعہ بھی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ جس سے وہ اندازہ ہی لگا پاتی۔ کہ عیس اس بارے کیا سوچتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی حقیقت تھی۔ بچپن سے اپنی ماں کی زبان سے خود کے لیے اک نام سنتے ہوئے مشعل عیس سے محبت کر چکی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ اسکی یک طرفہ محبت کا کیا انجام ہو گا۔ لیکن ابھی اس سنگ دل کی اس طرح کی نظر اندازی اسے بری طرح کھل رہی تھی۔۔۔۔بنا کسی اظہار کے بھی وہ اسے ناراض ہو گئی تھی۔ بچوں کی طرح آنکھوں کو مسلے وہ روئے جا رہی تھی۔ کہ اگر عیس اسکو اس

طرح اپنی وجہ سے روتے دیکھ لیتا۔ تو ضرور سزا کے طور پر سنی کو اپنی پونی کھینچنے کے لیے کہہ دیتا۔

پر افسوس وہ بے خبر تھا۔۔ کہ جس کو دیکھ کر وہ اپنے دل کو مشکل سے سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ اس طرح اسے یاد کر کے روئے جا رہی ہے۔ وہ تو پہلی نظر میں ہی دل و جاں سے اس پر مر مٹا تھا۔۔ پر یہ چھوٹی سی جان بے خبر اپنی سوچوں میں ہی الجھی ہوئی تھی۔۔۔

حلانکہ حسن اور شاہدہ بیگم نے اسے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔ کل سے ہی وہ مشعل کے ساتھ وقت گزار رہے تھے۔۔ کہ وہ اکیلا محسوس نہ کرے۔۔۔ لیکن انکی اتنی توجہ دینے کے باوجود وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔۔۔

انہی سوچوں میں اسکی آنکھیں آنسوں سے بھر گئی ہوئی تھیں۔آنسو صاف کرنے کے چکروں میں انکھوں کو مسلتے ہوئے لال کر چکی تھی۔۔۔

وہ عیس کے بیڈ پر بیٹھی رونے میں مصروف تھی۔

کہ شاہدہ بیگم اور حسن صاحب اسکے کمرے میں داخل ہوئے۔
مشعل کو روتے دیکھ کر وہ دونوں جلدی سے اسکی جانب آئے۔۔۔

مشعل میری جان کیوں رو رہی ہو۔۔شاہد بیگم نے بیڈ پر اسکے قریب بیٹھتے پوچھا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔

جبکہ حسن ہمدانی صاحب بیڈ کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئے۔
اور غور سے مشعل کے ستائے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگے۔۔

وہ اچھی طرح محسوس کر رہے تھے۔ کہ وہ کیوں دکھی ہو رہی ہے۔ وہ کل سے یہاں موجود تھی۔ پر جس کی وجہ سے موجود تھی۔ وہ گدھا کہیں نہیں موجود تھا۔۔۔

حسن صاحب کو بے اختیار عیس پر بے تحاشا غصہ آیا۔۔۔ جس کی وجہ سے انکی چھوٹی سی بہو رو رو کر پاگل ہو رہی تھی۔

عیس کی کلاس کا ارادہ تہیہ کرتے، انہوں نے شاہدہ بیگم اور مشعل کی جانب توجہ مرکوز کی۔ جہاں شاہدہ بیگم اسے کو بہلانے میں کامیاب ہو چکی تھیں۔۔ بچوں کی طرح رونے میں اگر حلدی کرتی تھی۔ تو بچوں کی طرح اتنی ہی آسانی سے بہل بھی جاتی تھی۔ وہ ضرورت سے زیادہ معصوم تھی۔

مشعل بلیک سوٹ میں اپنے کالے بالوں اور سفید رنگت سے کوئی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔۔۔

مشعل کو دیکھتے ہوئے، حسن صاحب کو بے اختیار یاد آیا۔ جب عیس کہہ رہا تھا۔ کہ اسے خوبصورت بیوی چاہیے۔ یقیناً انکی خوبصورت بہو اس گنڈے کو وہ اتنی آسانی سے نہیں دینے والے تھے۔

جتنا وہ انہیں تنگ کر چکا تھا۔ اب انکی باری تھی۔ یہ سب سوچتے حسن صاحب کے چہرے پر اک مسکراہٹ تھی۔ کہ انکا پھولوں والے کپڑے پہنے والا گدھا اب سدھرے گا۔۔۔

آپ کیوں خود ہی مسکرا رہے ہیں۔۔ شاہدہ بیگم نے حسن صاحب کو مخاطب کیا۔ جو اپنے خیالوں میں کھوئے مسکرائے جا رہے تھے۔۔

میں اس لیے مسکرا رہا ہوں۔ کہ میری پیاری بیٹی سے گھر میں رونق ہو گئی ہے۔ حسن نے شفقت سے مشعل کی جانب دیکھا۔ جو انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

آپکی بہو جو فضول میں روئے جا رہی ہے۔ اسکا بھی خیال رکھیں۔ اور اپنی بہو کو بتائیں۔۔ کہ ہم انکو بچپن سے جانتے ہیں۔۔ شاہدہ بیگم نے حسن صاحب کو کہا۔ تو وہ مسکراتے ہوئے بولنا شروع ہوئے۔۔

آپکو پتہ ہے بیٹا جی۔۔۔ آپ ہمارے لیے اجنبی نہیں ہیں۔۔ جب سے آپکا اور عیس کا نکاح ہوا تھا۔ تب سے ہی انعم بہن سے ہم رابطے میں تھے۔۔۔ اور آپکے بارے بھی ہم ساری خبر ہوتی تھی۔ اس لیے آپ ہماری بہو نہیں بیٹی ہیں۔ کیونکہ اپکو ہم بچپن سے جانتے ہیں۔ آپکے بارہ سال کی عمر تک ہم آپ سے ملنے جاتے رہے تھے۔۔ لیکن پھر ہم بعد میں نہیں جا پائے۔۔

اس لیے اب آپ نے ہمارہ ساتھ دینا ہے۔ کہ آپ کے شوہر مطلب
گدھے کو سدھار سکیں۔۔۔

حسن صاحب مشعل سے باتیں کرنے لگے۔ تاکہ وہ اس گھر کو اپنا ہی سمجھے۔
جبکہ شاہدہ بیگم ان دونوں کو باتیں کرتا دیکھ کر خود کمرے سے چلی گئیں۔
اور حسن صاحب عیس کو راہ راست پر لانے کے لیے مشعل کے ساتھ
پلینگ کرے لگے۔۔۔

ضرار منیزے کو لے کر اپنے فلیٹ پر پہنچ چکا تھا۔ جبکہ راستے میں ہی سلطان
لوگ اسے مل کر اپنے فلیٹ کی جانب چلے گئے تھے۔۔

جبکہ منیزے کو ضرار پر یہ سوچ سوچ کر غصہ آرہا تھا۔۔

جو گاڑی میں خود کے سوا آسکی موجودگی کو بھی محسوس نہیں کر رہا تھا۔

پورے رستے میں ضرار چہرے پر بارہ بجائے ڈرائیو کرتا رہا تھا۔ منیزے نے ضرار کی جانب اک دو مرتبہ دیکھا تھا۔پر اسکے چہرے کے سرد تاثرات دیکھ کر وہ لب بھینچ گئی۔۔

اور اسے اب تک چڑ ہو رہی تھی۔ کہ اس نے اس رشتے کے لیے ہاں ہی کیوں کی تھی۔ کیونکہ وہ بلکل بھی اک کمزور لڑکی نہیں تھی۔ آمریکہ میں رہتے ہوئے اسے اچھے سے معلوم تھا۔ کہ اپنا حق کیسے لینا ہے۔۔۔اور ضرار کی صورت حال دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا۔۔ کہ ۔اسے یہاں اپنے حق کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔۔

حویلی سے نکلتے ہوئے بھی گل جہاں اسے اچھے سے سمجھا چکی تھی۔ کہ ضرار اگر اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو منیزے کو اسے بلکل اجازت نہیں دینی۔۔

ضرار فلیٹ انلاک کر واپس گاڑی کی جانب آیا۔ تو منیزے گاڑی سے نکل کر فلیٹ کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

جبکہ منیزے کو اس طرح فلیٹ میں منہ اٹھا کر جاتے دیکھ مر ضرار کو طیش آیا۔ کیونکہ وہ اپنا بیگ گاڑی میں ہی چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ جس کا مطلب تھا۔ کہ ضرار اسکا بیگ لے کر آجائے۔۔۔

کیا وہ ضرار حیدر پاشا کو اپنا نوکر سمجھ رہی تھی۔

اگر وہ۔ایسا سمجھ رہی تھی۔تو وہ منیزے سکندر کی غلط فہمی بہت جلد دور کرنے والا تھا۔۔

پہلے ہی گاڑی میں وہ اس کے بلوچی کپڑوں کو مشکل سے برداشت کرتے ہوئے یہاں تک آیا تھا۔۔

اور اب منیزے سکندر کا ایٹیٹیوڈ اسے غصے میں مبتلا کر گیا تھا۔۔

کل اگر وہ انہی بلوچی کپڑوں میں یونیورسٹی چلی گئی تو۔۔۔کیونکہ وہ یہ بات اگنور نہیں کر سکتا تھا۔کہ منیزے سکندر اسکے نام سے منسوب ہو چکی ہے۔اس لیے اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ فلیٹ کے اندر آ گیا۔جبکہ منیزے کا بیگ اب تک گاڑی میں ہی پڑا تھا۔۔

اندر داخل ہوتے اسے دوسرے کمرے کا دروازے بند ملا۔ تو اسے حیرانی ہوئی۔ کہ وہ لڑکی پہلی بار اس کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ لیکن اسکے طور طریقے بتا رہے تھے۔ کہ وہ یہاں کافی عرصے سے رہ رہی ہے۔ جو روٹھی ہوئی بیوی کی طرح اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی ہے۔۔

دروازے کو سخت نظروں سے دیکھتے ضرار اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔

گوٹو ہیل۔۔۔اک تو بنا اجازت کے میرے میری زندگی میں چلی آئی۔ اور اب میرے فلیٹ میں ایسے مٹر گشت کر رہی ہے۔ جیسے یہاں کی مہارانی ہو۔ غصے سے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے وہ واش روم میں شاور لینے چلا گیا۔ تاکہ خود کو ٹھنڈا کر سکے۔۔۔

جبکہ دروازہ بند ہونے کی آواز پر منیزے اپنے کمرے سے نکلی۔اور ضرار کے بند دروازے کو دیکھتے وہ باہر گاڑی سے اپنے بیگ لینے چلی گئی۔۔

اس نے یہ حرکت ہی ضرار کو طیش دلانے اور اپنے آپ کو گاڑی میں اگنور کرنے کا بدلا لیا تھا۔۔

کیونکہ وہ کمزور رونے دھونے والی کڑکی ہر گز نہیں تھی۔
اسے اپنی اہمیت اچھے سے بتانا آتی تھی۔اگر ضرار کا غصہ آسمان کو چھوتا تھا۔ تو منیزے کا بھی کوئی ثانی نہیں تھا۔۔۔

بیگ اندر لاتے ہوئے ضرار کے دروازے کو گھورتے زبان نکال کر چڑا گئی۔ جیسے دروازے کی بجائے ضرار اسکے سامنے موجود ہے۔۔ضرار کا سوچ کر وہ اور گندے منہ بنانے لگی۔

کیونکہ وہ اتنا تو جانتی تھی۔ کہ ضرار اسکا بیگ اندر نہیں لائے گا۔ جس نے گاڑی میں اپنے اور اسکے درمیان قائم ہونے والے رشتے کے باوجود اسے مخاطب کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

وہ اسکا سامان کیسے اندر لاتا۔ دروازے کو چڑا کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔

یہاں آنے سے پہلے شیراز پاشا اور گل جہاں نے اسے اچھے سے سمجھا دیا تھا۔ اور یہ بھی بتایا تھا۔ کہ فلیٹ میں دو کمرے ہیں۔ اور اک کمرے میں ضرار اور دوسرے کمرے میں منیزے رہے گی۔۔۔ منیزے اور ضرار کو ساتھ رکھنے کا مقصد ان دونوں کو قریب لانا تھا۔ لیکن ان کی قریبی بھی اس حد تک تھی۔ کہ دونوں کو اک دوسرے کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔ وہ

انہیں اک دوسرے پر بوجھ نہیں بنانا چاہتے تھے۔نہ ہی یہ چاہتے تھے۔کہ منیزے اور ضرار اس رشتے کو مجبور ہو کر نبھائیں۔

جب منیزے کے پاس ضرار کو پیدا کرنے والوں کی سپورٹ تھی۔تو ضرار کس کھیت کی مولی تھا۔۔۔

نہیں مولی فی میل ہوتی ہے۔یہ آلو ہے۔ منیزے نے اپنی تصحیح کرتے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔۔۔

آنے والا وقت ثابت کرنے والا تھا۔کہ اس فلیٹ میں ٹوم اینڈ جیری کا قیام ہونے والا ہے۔۔۔

فریش ہونے کے بعد منیزے نائٹی پہن کر باہر ائی۔ پھر شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر لوشن لگانے لگی۔ سامان صبح سیٹ کرنے پر چھوڑ کر وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ کیونکہ کل صبح اسے یونیورسٹی کے لیے جلدی اٹھنا تھا۔۔۔اور اب وہ صرف سونا چاہتی تھی۔۔

واپس آتے ہوئے انہیں شام ہو گئی تھی۔۔ پھر ضرار کو اسکے فلیٹ پر چھوڑ کر سنی اور عیس دونوں ہی سلطان کے فلیٹ پر تھوڑی دیر رک گئے۔اور اب رات کے آٹھ بجے عیس گھر میں داخل ہوا۔ تو اسے گھر میں معمول سے ہٹ کر روشنی محسوس ہوئی۔۔۔

کبھی گھر آؤ تو خاموشی ملتی ہے۔ کبھی ضرورت سے زیادہ شور اور آج تو روشنی ہی ہو گئی ہے۔۔۔یہ میرا گھر ہے یا بگ بوس کا شو۔۔۔

عیس نے خود سے بڑبڑاتے چاروں طرف نظریں دوہراتے کہا۔

تھکاوٹ کی وجہ سے وہ بھلا چکا تھا۔ کہ اک دن پہلے اس گھر میں اک اور فرد کا اضافہ ہو چکا ہے۔۔

بالوں کو ماتھے سے ہٹاتے وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ تو لائٹ جلانے پر اسے لگا۔ کہ وہ کسی چھوٹی لڑکی کے کمرے میں داخل ہو گیا ہے۔ پر اسکی تو کوئی بہن ہی نہیں تھی۔ پھر یہ کمرا کس کا تھا۔

کہیں حسن صاحب نے اماں کی گلابی سوٹ میں تعریف تو نہیں کر دی۔ اس لیے گھر باربی ڈول بنا دیا ہے۔

لگتا ہے میں آج حسن صاحب کے کمرے میں آ گیا ہوں۔ عیس تھکاوٹ سے چور کچھ بھی سوچے جا رہا تھا۔

لائٹ آف کر کے وہ دوسرے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جسے وہ اپنا کمرا سمجھ رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہوا تو سامنے بیڈ پر اسے حسن صاحب ٹی وی پر خبریں دیکھتے ہوئے نظر آئے۔

آپ میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں۔اور یہ ٹی وی کیوں ادھر رکھا ہے۔عیس نے ٹی وی کی جانب اشارہ کرتے استفسار کیا۔۔

برخوردار دماغ پر کوئی چوٹ لگ گئی ہے کیا۔تمہارا کمرا یہ کب سے ہو گیا۔ حسن صاحب نے تیکھی نظروں سے اسے کہا۔

تو پھر میرا کونسا کمرا ہے۔آہستہ آواز میں کہتے وہ حسن صاحب کو ان سنا کرتے دوبارہ اپنے کمرے کی طرف آیا۔
لائٹ آن کرتے اس نے کمرے کو غور سے دیکھا۔تو بیڈ پر گلابی رنگ کی بیڈ شیٹ تھی۔اور کھڑکیوں پر پردے بھی اسی رنگ کے تھے۔

اپنے کپڑوں کی الماری کو کھولتے اسے اپنے کپڑے اک سائیڈ پر لگے نظر
ائے۔ بلکل اسی طرح جیسے کوئی دبلا پتلا انسان کسی موٹے انسان کے ساتھ
بیٹھا محسوس کرتا ہے۔

عیس کو الماری میں اپنے کپڑے بھی اسی طرح محسوس ہو رہے تھے۔
کیونکہ باقی لیڈیز کپڑے بڑے سلیقے سے ہینگ کیے ہوئے تھے۔ جبکہ اسکے
کپڑے سائیڈ پر لگے معصوم شکل بنائے ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کر
رہے تھے۔۔۔

وہ یہ سب دیکھ ہی رہا تھا۔ کہ حسن صاحب کمرے کے اندر داخل ہوئے۔
یہ سب کیا ہے۔ عیس نے الجھن سے ان سے پوچھا۔

نظر نہیں آرہا کیا۔۔کہ تمہاری بیوی کے کپڑے ہیں۔۔دماغ کے ساتھ آنکھیں بھی کمزور ہو گئیں ہیں کیا۔۔ حسن صاحب نے اسے سخت نظروں سے گھورتے کہا۔جو اپنی بیوی کو اکیلا چھوڑ کر غائب تھا۔اور اب اسے بھلا بھی چکا تھا۔

میری بیوی۔۔۔عیس نے سرگوشی میں کہا۔۔۔

عین اسی وقت شاہدہ بیگم کے ساتھ مشعل کمرے میں داخل ہوئی۔

عیس کی مشعل پر نظر پڑتے ہی اسے بیوی جیسی بلا لفظ کی سمجھ آگئی تھی۔ جو بلیک پٹیالہ شلوار قمیض میں اپنی بالوں کی کٹنگ کی وجہ سے گڑیا لگ رہی تھی۔چہرے پر عیس کو دیکھتے ہوئے گھبراہٹ کے واضح نشان تھے۔۔۔

آج سے یہ کمرہ مشعل کا ہے۔تم بیٹھک میں رہنا چاہو تو تمہاری مرضی۔ نہیں تو کچن بھی ہے۔

عیس جو کہ مشعل کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ حسن صاحب کے نئے فرمان پر سلگ اٹھا۔

شاہدہ بیگم بھی خاموشی سے باپ بیٹے کی تکرار دیکھ رہیں تھیں۔۔۔اور عیس کی نظروں سے گھبراتے مشعل شاہدہ بیگم میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

ماشاءاللہ سے پہلا گھر دیکھ رہا ہوں۔ جہاں بہو کے آتے ہی بیٹے کو گھر سے نکالا جا رہا ہے۔ لوگ گھر جائیں۔ تو انکو سکون دیا جاتا ہے۔ میں گھر آؤ تو مجھے فرمان دیے جاتے ہیں۔

عیس نے سلگتے ہوئے کہا۔

تو حسن صاحب بے نیازی سے کندھے آچکا گئے۔ یہ ڈرامہ بعد میں کر لینا۔ ابھی کمرے سے باہر چلو۔ میری بہو کا سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ کیونکہ صبح میری بہو کو یونیورسٹی بھی جانا ہے۔

حسن صاحب نے عیس کو باہر نکلنے کا اشارہ کرتے بتایا۔

آج دن میں ہی وہ اسکا ایڈمیشن کروا کے آئے تھے۔ تاکہ وہ آگے اپنی پڑھائی کر سکے۔ پھر عیس کے خلاف منصوبہ بندی کرتے وہ مشعل کو اپنے ساتھ ملا چکے تھے۔ کہ کیسے وہ انکا ساتھ دے کر عیس کو سیدھا کرنے میں مدد کرے گی۔ تب تو مشعل نے حسن صاحب کے ساتھ ہامی بھر لی تھی۔ پر اب عیس کو دیکھتے ہوئے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔

حسن صاحب کی بات سن کر عیس نے متاثر ہوتے واہ کہا۔

حسن صاحب نے خود عیس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے نکالا اور مشعل کو آرام کا کہہ کر وہ خود بھی باہر آ گئے۔ جبکہ شاہدہ بیگم پہلے ہی اپنے کمرے میں جا چکیں تھیں۔

اور اب عیس بیٹھک میں بیٹھا دانت پیس رہا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ جا کر اس چھوٹی سی لڑکی کے ہوش ٹھکانے لگا دیتا۔ وہ خوبصورت پدی ثابت ہوئی تھی۔ جو اسکے پورے گھر پر اک دن میں ہی قبضہ جما چکی تھی۔

سلطان کی طرف جانے کا ارادہ کر کے وہ اپنے کمرے سے کپڑے لینے کے لیے باہر آیا۔ تو حسن صاحب اسے باہر ہی نظر آئے۔

چلواب یہ بہو کے کمرے کی پہرادار ی بھی کریں گے۔تو بہولائیں ہی کیوں ہیں۔پھر کہتے ہیں پوتے پوتیاں لیٹ پیدا ہوتے ہیں۔خود سے باتیں کرتے وہ اپنے کمرے کے دروازے پر آیا۔

اپنے کپڑے بھی لے سکتا ہوں کہ نہیں۔۔۔حسن صاحب کے خود کو دیکھنے پر عیس نے چڑ کر کہا۔

جلدی لے کر آؤ۔

خبر دار بچی کو ڈرایا۔حسن صاحب نے اسے تنبیہ کی۔

بچی کی اتنی فکر ہے۔تو بچی کو میرے حوالے ہی نہ کرتے۔

کچھ سوچتے عیس کے لبوں پر پراسرار مسکراہٹ آئی۔

مشعل کے دروازہ کھولنے پر وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔اور پھر کچھ سوچ کر حسن صاحب کی جانب مڑا۔

آپکو شرم نہیں آئے گی۔ بہو اور بیٹے کی پرائیویسی میں آتے ہوئے۔ عیس نے مڑتے ہوئے کہا۔

بے شرم انسان۔۔۔ جا رہا ہوں میں۔۔۔ پر اگر تم نے میری بہو کو ڈرایا تو یاد رکھنا۔ حسن صاحب اسے وارننگ دیتے اپنے کمرے کی جانب چلے گئے۔
کیونکہ وہ بے شرمی سے انکی کاروائی روک چکا تھا۔

تو عیس اطمینان سے دروازہ بند کر کے مشعل کی طرف دیکھنے لگا۔
جو ڈری سہمی بیڈ کے کنارے پر بیٹھی تھی۔
عیس کو اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ محترما ڈرپوک ہیں۔ بس اپنے سسر صاحب کی وجہ سے بہادری کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔
دروازے سے چلتے ہوئے وہ جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

جبکہ مشعل گھبراہٹ سے انگلیوں کو مڑوڑنے لگی تھی۔

ادھر آؤ۔۔عیس نے اسے سخت آواز سے اپنے پاس بلایا۔تو وہ ڈر کے مارے رونے لگی۔۔

مشعل کو بچوں کی طرح روتے دیکھ کر وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔اور اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

کیوں رو رہی ہو۔عیس نے غور سے اس کے رونے کے انداز کو دیکھا۔جو آنکھوں کو مسلے جا رہی تھی۔

کھڑی ہو جاو۔عیس کے زور سے کہنے پر مشعل روتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ وہ بامشکل اسکے کندھے تک آ رہی تھی۔

یہ اتنی چھوٹی ہے تو میں رو مینس کیسے کروں گا۔ عیس نے اسکی ہائیٹ دیکھتے سوچا۔

مشعل سوں سوں کرنے میں مصروف تھی۔ اگر اسے عیس کی سوچوں کا علم ہو جاتا۔ تو یقیناً غش کھا کر گر جاتی۔

نام کیا ہے تمہارہ۔۔۔ عیس نے اسکی جانب دیکھتے پوچھا۔ تا کہ وہ اسکا دھیان بٹا سکے۔ پر مشعل پھر بھی رونے میں ہی لگی رہی۔

مشعل کے جواب نہ دینے پر عیس کو تپ چڑھنے لگی۔ تمہیں بون ویٹا کے ساتھ ساتھ عقل کی گولیاں بھی دینی چاہیے۔ تا کہ تمیں معلوم ہو سکے شوہر کے ہر سوال کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔ سارا موڈ خراب کر دیا۔۔

مشعل کو تیکھی نظروں سے دیکھتے وہ کپڑے لے کر کمرے سے باہر چلا گیا ۔ارادہ سلطان کی طرف جانے کا تھا۔

رات کے گیارہ بجے عیس پھر اک دفعہ سلطان کے فلیٹ کے دروازے پر موجود تھا۔اور اس وقت نیند اور تھکاوٹ سے اسکا برا حال ہو چکا تھا۔
سوچا تھا۔خوبصورت پدی سے اپنی تھکاوٹ دور کر لوں گا۔پر بھلا ہو حسن ہمدانی کا اور اس پدی کا۔جس کو رونے سے ہی فرصت نہیں ملی۔۔لگتا ہے اسکو ساری ٹریننگ خود دینی پڑے گی۔عیس کو اس وقت خود سے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی...

سلطان نے نیند کے باعث سرخ آنکھوں سے دروازہ کھولا۔تو سامنے عیس کو کھڑا دیکھ کر دانت پیس گیا۔..
لوگوں کو گھٹی میں چینی یا شہد ملتا ہے۔پر مجھے گھٹی میں شائد تم مل گئے تھے۔

کیاموت پڑی ہے جو آدھی رات کو بھٹکتے ادھر آگئے ہو۔ سلطان نے دانت کچکچاتے کہا۔۔۔

توعیس سلطان کواک سائڈ پر کر کے فلیٹ کے اندر آگیا۔۔

سلطان بھی دروازہ بند کر اس کے پیچھے چلتا ہوا اندر آیا۔
عیس سیدھا چلتا ہوا دوسرے بیڈ روم میں جا کر بیڈ پر گر گیا۔ کیونکہ اب نیند سے بے حال ہو چکا تھا۔۔ لمبے بال اس وقت پورے بکھرے ہوئے تھے۔ نیند سے اسکی آنکھیں بند ہو رہیں تھیں۔۔۔

اب پھوٹو گئے۔ کچھ منہ سے کہ نہیں۔۔ آدھی رات کو کیوں نکل پڑے ادھر۔۔۔

سلطان نے عیس کی پیٹھ کو تیکھی نظروں سے دیکھتے کہا۔۔۔کیونکہ خود وہ نیند کے باعث مشکل سے کھڑا تھا۔

مجھے کیوں سنا رہے ہو۔خود کو سناؤاور حسن ہمدانی کو کوسو۔۔ جنہوں نے میرا بچپن میں نکاح کروادیا تھا۔اوراب میرا کمرا اس کالے بالوں والی پدی کودے دیاہے۔۔مجھے کچن میں سونے کا فرمان جاری کردیاہے۔اب بتاؤ میں کدھر جاؤں۔۔۔

آنکھوں کو میچے وہ رونے والا منہ بنا کر عیس نے سلطان کو جواب دیا۔۔۔

توسلطان اسکی بات کو سمجھتا صبح تفصیل معلوم کرنے پر چھوڑ کر روم میں آ کر بیڈ پر گر گیا۔۔

دن بھر کی ڈرائیو نے سب کا حال برا کر دیا تھا۔اس لیے وہ دونوں اب ہوش و حواس سے بے گانہ ہوئے پڑے تھے۔کیونکہ وہ ابھی کچھ بھی سمجھنے کو پوزیشن میں نہیں تھے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صبح کے وقت سنان اپنے روم میں یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہا تھا۔کہ دروازہ کھول کر روم میں کلثوم بیگم داخل ہوئیں۔۔

بیڈ کے سائڈ پر صوفے پر بیٹھتے ہوئے سنی کو گھورنے لگیں۔۔

سنی چونکہ شیشے میں انکو ہی دیکھ رہا تھا۔اس لیے انکی طرف دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

مام گھورنے سے کیا ہو گا یار۔۔جو بات ہے وہ کہہ دیں۔

سنان نے گھڑی پہنتے کہا۔۔۔

کوئی شرم ہے تم میں۔۔گھر سے کتنے کتنے دن غائب رہتے ہو۔اتنا بھی خیال نہیں آتا کیا۔کہ ماں بچاری پریشان ہو رہی ہو گی۔۔۔
کلثوم بیگم نے سنی کو شکوہ بھری نظروں سے دیکھا۔جو آج تین دن بعد رات کو گھر آیا تھا۔۔اور اب پھر جانے کی تیاری میں تھا۔

سنان کے والد مصطفیٰ کاظمی اک گورنمنٹ کالج میں پروفیسر تھے۔جبکہ انکی اہلیہ کلثوم بیگم ڈاکٹر ہیں۔اور سنان کی صورت میں انکی اک ہی اولاد ہے۔جو اکلوتی اولاد کم اور گم شدہ اولاد زیادہ تھا۔کیونکہ وہ کئی کئی دن گھر سے غائب رہتا تھا۔اسی وجہ سے کلثوم بیگم سنی سے خفا رہتیں تھیں۔اب بھی اسکے روم میں بیٹھی وہ اسے احساس دلا رہیں تھیں۔

ادھر آئیں بیٹھے۔۔۔ کلثوم بیگم کو صوفے سے اٹھا کر بیڈ پر بیٹھا کر وہ انکے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔۔۔

میں اس لیے غائب تھا۔۔ کیونکہ ضرار کا پرسوں نکاح تھا۔ ہم سب ادھر موجود تھے۔۔ کل رات ہی سب واپس آئے ہیں۔ بس جلدی میں آپکو انفارم نہیں کر پایا۔

سنی نے کلثوم بیگم کو اپنے غائب ہونے کی وجہ بتائی۔ وہ جو سنی کو خفگی سے دیکھ رہیں تھیں۔ ضرار کے نکاح کا سن کر کھل اٹھیں۔۔

سچ میں ضرار کا نکاح ہو گیا کیا۔ کلثوم بیگم نے خوشی سے پھر پوچھا۔ تو سنی اثبات میں سر ہلا گیا۔۔۔

بڑا کوئی بے وفا ہے۔ مجھے نکاح پر بلایا ہی نہیں۔۔۔

ضرار کے نہ بلانے پر وہ منہ بنائے پھر بولیں۔۔۔

تو سنی اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ آنکھوں میں آنسو لیے اسے دیکھ رہیں تھیں۔اب ضرار کے نکاح کا سن کر خوش ہونے کے ساتھ اداس ہو گئیں تھیں۔۔

وہ کہیں سے بھی سنی کی ماں نہیں لگتیں تھیں۔اپنی نرم اور دوستانہ طبیعت کی وجہ سے وہ سنی کے لیے اسکی دوست ہی تھیں۔۔

صرف ضرار ہی نہیں بلکہ عیس کا بھی بچپن کا نکاح سامنے آیا ہے۔۔۔

سنی نے کلثوم بیگم کو مزید بتایا۔تو وہ حیران رہ گئیں۔

ہیں ہیں۔۔۔اس خوبصورت لڑکے کا بھی نکاح ہو گیا۔اور مجھے بتایا تک نہیں کسی نے۔۔۔سب کو اچانک ہو کیا گیا ہے۔۔۔

کلثوم بیگم نے مارے صدمے کے کہا۔تو سنی قہقہہ لگا گیا۔۔۔

انکی اسی بچوں والی طبیعت کی وجہ سے عیس اور ضرار انہیں بے بی ڈاکٹر کہہ کر چھیڑتے تھے۔۔۔کیونکہ وہ بچوں کی طرح ہی منہ بسورے باتیں کرتیں تھیں۔اور اتنی ہی جلدی بہل بھی جاتیں تھیں۔اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ سب انکی توجہ اصل بات سے ہٹادیتے تھے۔جیسے اب سنی انکی سوچ کو ضرار اور عیس کے نکاح پر لگا گیا تھا۔

مام ضرار خوبصورت نہیں کیا۔۔۔سنی نے ہستے پوچھا۔۔

نہیں ضرار پریٹی بوائے ہے۔۔۔کلثوم بیگم نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

اور سلطان ہینڈسم ترین ہے۔۔۔جیسے لوگ امیر ترین ہوتے ہیں۔اسی طرح تم چاروں مجھے خوبصورت ترین لگتے ہو۔۔کلثوم بیگم نے سنی کے ماتھے کو چھوتے ہوئے کہا۔

سنی انکی محبت پر پھر اک دفعہ مسکرا دیا۔ چلیں مام مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔رات میں ملتے ہیں۔۔وہ انکے پاس سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

کیون ناشتہ نہیں کرو گئے کیا۔کلثوم بیگم نے سنی کے پیچھے آتے پوچھا۔۔
نہیں مام وہاں ہی کچھ کھالوں گا۔

سنی روم سے نکل کر سیڑھیاں اتر رہا تھا۔لاونج میں اسے مصطفیٰ کاظمی ٹیبل پر ناشتہ کرتے نظر آئے۔۔

ہائے ڈیڈ۔۔ سنی مصطفیٰ کاظمی کی طرف چلا آیا۔اور گلاس میں جوس ڈال کر پینے لگا۔۔

تمہاری ماں تمہیں آدھے گھنٹے سے بلانے گئی تھی۔۔مجھے پتہ تھا۔اتنی جلدی انکی واپسی نہیں ہونی۔اس لیے میں ناشتہ شروع کر چکا ہوں۔

مصطفیٰ کاظمی نے ٹوسٹ کھاتے ہوئے سنی کو بتایا۔تو سنی اک نظر کلثوم بیگم کو دیکھ کر مسکرا دیا۔جو کرسی پر بیٹھ رہیں تھیں۔۔۔

آپکو بیوی سے محبت ہو۔تو آپ بیوی کو انتظار کریں نہ۔کلثوم بیگم نے نروٹھے پن سے کہا۔۔۔

تو مصطفیٰ کاظمی کندھے آچکا گئے۔اب آپ کے بیٹے کے سامنے میں پیار نہیں جتا سکتا۔ورنہ آپ شرما جائیں گیں۔

مصطفی کاظمی نے سنی کو آنکھ مارتے کہا۔تو کلثوم بیگم سچ میں شرم سے سرخ پڑ گئیں۔

جبکہ سنی اور مصطفیٰ کاظمی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ چلیں آپکا بیٹا جا رہا ہے۔
اب آپ لوگ پیچھے سے اپنا رومینس جاری رکھ سکتے ہیں۔

سنی جلدی سے کلثوم بیگم اور مصطفیٰ کاظمی کو مل کر دروازے کی جانب چلا گیا۔۔
کیونکہ سلطان اور عیس اسے لینے کے لیے پہنچ چکے تھے۔ جبکہ ضرار آج منیزے کے ساتھ یونیورسٹی جانے والا تھا۔اس لیے سنی کو وہ دونوں لینے کے لیے آئے تھے۔

علیزے اور آئرہ یونیورسٹی کے گیٹ سے آتے ہوئے اندر داخل ہو رہیں تھیں۔ دونوں کا رخ یونیورسٹی کے کیفے ٹیریا کی جانب تھا۔

ابھی وہ دونوں چند قدم ہی آگے بڑھی تھیں۔ کہ انہیں ٹی پنک کلر کے پٹیالہ شلوار قمیض میں اک گھبرائی سی لڑکی کھڑی نظر آئی۔ جو ڈر کے مارے یونیورسٹی کی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شائد اسکا آج پہلا دن تھا۔ اس لیے اتنی گھبرائی ہوئی سی تھی۔

لیزے یار اس لڑکی کو دیکھو۔ یہ تو بچاری رونے والی ہے۔ ائرہ نے گھبرائی ہوئی مشعل کی جانب اشارہ کیا۔۔

ہاں لگتا ہے اسکا پہلا دن ہے۔ اور معصوم سی لگ رہی ہے۔۔ ورنہ ایسے گھبرائی نہ ہوتی۔ علیزے بھی اسکی تائید کی۔۔

چلو اسکے پاس چلتے ہیں۔ وہ دونوں جلدی سے مشعل کی جانب بڑھیں۔

کیا تمہارا آج پہلا دن ہے یہاں۔ ائرہ نے اسے پوچھا۔۔

چونکہ مشعل پہلے ہی کافی ڈری ہوئی تھی۔دو انجان لڑکیوں کو دیکھ کر وہ مزید ڈر گئی۔کیونکہ حسن صاحبِ اسے صبح یہاں چھوڑ کر اور کافی نصیحتیں کر کے گئے تھے۔۔

کہ وہ یہاں ڈرے نہیں۔پر انہیں وہ یہ بات نہیں بتا پائی۔کہ آج تک وہ صرف پرائیویٹ ہی پڑھی تھی۔اس طرح پہلی بار اتنے لوگوں کا سامنا اس کے لیے مشکل ترین تھا۔۔

اور یہاں پہنچے کے بعد اک سٹوڈنٹس کا گروپ اسکی اچھی خاصی ریگنگ کر چکا تھا۔اس لیے اب اسکا یہ حال تھا۔کہ وہ بس رونے کی کسر رہ گئی تھی۔عیس تو کل رات کا گھر سے غائب تھا۔۔حسن صاحب اسے بتا کر گئے تھے۔۔کہ عیس اسی یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔پر مشعل کو وہ کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔

آئرہ اور علیزے کو دیکھ کر وہ مزید ڈر گئی۔

یہ تو کافی معصوم اور بچی سی لگ رہی ہے۔دیکھو کیسے ڈری ہوئی ہے۔۔۔علیزے نے مشعل کی جانب دیکھتے کہا۔

اچھا ادھر آؤ ہمارے ساتھ۔۔۔۔ڈرو نہیں ہم بھی یہاں نئے ہی ہیں۔ائرہ نے اسے پر سکون کرنے کے لیے کہا۔تو مشعل کو کچھ ڈھارس ملی۔ورنہ اسے یہ ہی لگ رہا تھا۔کہ جیسے پہلے سٹوڈنٹس نے اسکے ساتھ کیا۔یہ بھی ویسا ہی کچھ کریں گیں۔

مشعل کو ساتھ لیے وہ دونوں کیفے ٹیریا کی جانب چلی آئیں۔اک ٹیبل پر اسے بٹھا کر ان دونوں نے اسے پانی کا گلاس دیا۔اور پھر وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تھی۔

مشعل سے اسکا سارا انٹرو لے کر آئرہ پر جوش سی ہو گئی۔۔ کیونکہ وہ انہی کے ڈیپارٹمنٹ کی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے گروپ کے لیے تیسری دوست مل چکی تھی۔اس لیے اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

اتنی پیاری تو ہو۔ پھر کیوں اتنا ڈر رہی تھی۔ آئرہ نے ہستے ہوئے کہا۔ تو وہ شرم سے سرخ پڑ گئی۔

پنک کلر کی پٹیالہ شلوار قمیض میں اپنے ہیر کٹنگ سے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔اسکا حسن اسکی طرح معصومیت سے بھرپور تھا۔پر وہ جس کے نام لکھی گئی تھی۔ وہ اتنا ہی بے باک تھا۔۔

مشعل کے شرمانے پر علیزے اور آئرہ ہنس دیں۔
آپ لوگ بھی بہت پیاری ہیں۔۔ مشعل معصومیت سے بھرپور بولی۔

توآئرہ اور علیزے محفوظ ہوئیں۔ جیسے وہ بچوں کے انداز میں بدلہ اتارنے کے انداز میں تعریف کر رہی تھی۔۔

ہم تو ہیں ہی خوبصورت لوگ۔۔ائرہ نے اتراتے ہوئے کہا۔
ہمیشہ کی طرح بلیک کرتی اور جینز میں اپنے گولڈن بالوں کے ساتھ وہ تیکھی مرچی لگ رہی تھی۔ کیونکہ اسکی خوبصورتی دل پر وار کر دینے والی، تیکھی مرچی کی طرح تھی۔

جبکہ اسکے برعکس علیزے بھی بلیک گاؤن میں کوئی سنہرا راز تھی۔اسکی خوبصورتی ہر کسی کے لیے راز ہی تھی۔

چلو یہ تو فٹ ہے۔اپنے گروپ میں ائرہ نے خوش ہوتے کہا۔تو مشعل اور علیزے اسکی خوشی پر نفی میں سر ہلا گئیں۔
اور پھر وہ تینوں وہاں بیٹھی باتوں میں مشغول ہو گئیں۔۔۔

ضرار کب سے تیار بیٹھا حال میں منیزے کا کمرے سے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔پر وہ تھی۔کہ نکل ہی نہیں رہی تھی۔

میڈم منیزے آپ اگر برا نہ مانے۔تو باہر نکلنا پسند کریں گیں۔ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔

ضرار نے اسکے کمرے کے دروازے پر دستک دیتے چباتے ہوئے کہا۔۔

اسکا انداز اسکی برداشت کو ظاہر کر رہا تھا۔سلطان لوگ یونیورسٹی پہنچ چکے تھے۔اور اب اسے آنے کا پوچھ رہے تھے۔۔وہ انہیں کیا بتاتا۔۔کہ ادھر کس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہے۔

صحیح کہتا ہے عیس۔۔۔۔ جس نے عورتوں کے لئے میک اپ ایجاد کیا تھا۔ اسے اکیس توپوں کی سلامی دے کر بھی بخشنا نہیں چاہیے۔۔۔

ضرار نے غصے سے بڑبڑاتے کہا۔ کیونکہ وہ یہ ہی سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ اندر میک اپ کرنے میں مصروف ہے۔۔

ٹک کی آواز سے اسکے کمرے کا لاک کھلا۔ تو اسی وقت ضرار کو سلطان کی کال آگئی۔ تو اس نے موبائل کان سے لگا لیا۔

منیزے بلیک ٹوپ اور جینز کے ساتھ ہائی ہیل میں باہر نکل کر آئی۔ تو ضرار کو فون پر مصروف پایا۔ وہ چونکہ اسکی موجودگی کو محسوس کر چکا تھا۔ اس لیے بنا اسکی طرف دیکھے منیزے کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

اندر کمرے میں ضرار کی زبان سے اپنا نام سن کر اسکا دل دھڑکا تھا۔پر اب اسکی بے نیازی دیکھ وہ پھر کڑھ کر رہ گئی۔۔ جس نے اک نظر اسکی طرف دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔ضرار کے پیچھے آتے منیزے پھر زبان نکال کر گندہ سا منہ بنا کر اسکی پیٹھ کو چڑانے لگی۔

کیونکہ وہ ابھی صرف یہ ہی کر سکتی تھی۔دونوں میں براہ راست کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔۔ پھر بھی دونوں اک دوسرے سے ایسے چڑ رہے تھے۔ جیسے بچپن سے اک دوسرے کو جانتے تھے۔یا پھر انکے درمیان قائم ہونے والے رشتے کا اثر تھا۔کہ اجنبی ہو بھی وہ اک دوسرے سے اجنبیت محسوس نہیں کر رہے تھے۔

منیزے چپ کر کے جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ضرار فلیٹ لاک کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھ گیا تھا۔وہ ابھی تک کال پر ہی مصروف تھا۔۔

گاڑی فلیٹ کی حدود سے نکل کر یونیورسٹی کے روڈ پر بھی آچکی تھی۔۔

ضرار کی کال بند ہو کر دوسری شروع ہو چکی تھی۔
اور پھر اسی طرح مصروف وہ یونیورسٹی پہنچ چکے تھے۔ جبکہ رستے میں منیزے بھی موبائل میں یونیورسٹی کی ویب سائٹ کو چیک کرتی رہی۔۔اس نے بھی ضرار کو مخاطب کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

ضرار نے پارکنگ میں گاڑی روکی۔ تو منیزے کو ہاتھ سے باہر نکلنے کا اشارہ کر وہ خود بھی باہر نکل آیا۔

منیزے اپنا بیگ پکڑ کر ضرار کے پیچھے قدم اٹھانے لگی۔ کیونکہ وہ ابھی یونیورسٹی کے بارے کچھ نہیں جانتی تھی۔اس لیے اس کھڑوس کو فالو کرنا ضروری تھا۔

یہ ضرار کہاں رہ گیا ہے۔۔سلطان نے گھڑی میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں اپنی مخصوص جگہ پر کھڑے ضرار کا انتظار کر رہے تھے۔جہاں سے گیٹ سے آنے والا ہر انسان انکو صاف نظر آ رہا تھا۔

آجائے گا ضرار۔۔اب وہ بھی میری طرح بیوپیی۔۔۔۔

عیس جو کہ بیوی کے نام پر اپنی بے بسی ظاہر کرنے کا ارادہ کیے تھا۔سامنے گیٹ سے ضرار کے پیچھے آتے وجود کو دیکھ کر اسکے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

تم کیوں چپ ہو گئے۔ سنی نے عیس کی نظروں کی پیروی میں سامنے دیکھا۔تو اسکا بھی منہ کھل گیا۔سلطان نے جب دونوں کو بولتی ہوئی زبان کو چپ ہو جانا محسوس کیا۔تو اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔تو دیکھ کر مسکرا دیا۔

ہمیں بھابھی کو دیکھنے کو شوق تھا۔پر ولائتی سٹائل میں دیکھنے کا تو نہیں کہا تھا۔عیس نے مارے صدمے سے کہا۔

بھابھی کو چھوڑ۔۔ساتھ والے بزنس مین کو دیکھ۔جس کو پتہ ہی نہیں۔۔کہ اسکی بیوی جوالہ مکھی بنی آرہی ہے۔جو تھوری دیر میں اسے جلا دے گی۔

سنی اور عیس کی باتیں سنتے ہوئے سلطان زور سے ہنسا۔کیونکہ آج بہت مزا آنے والا تھا۔

ضرار ان کے قریب پہنچ کر اک دفعہ پھر اپنے پیچھے منیزے کو آگے جانے کا اشارہ کر کے سلطان لوگوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔

جبکہ سنی اور عیس نے شراتی مسکراہٹ سے منیزے کو ہاتھ سے ہیلو کیا۔ تو اس نے بھی جواب میں مسکرا کر جواب دیا۔ کیونکہ ان تینوں سے منیزے کا کل ہی تعارف ہو چکا تھا۔ تو وہ آگے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی تلاش میں بڑھ گئی۔

ضرار نے موبائل کان سے اتار کر اپنی پاکٹ میں رکھا۔ اور ان تینوں کی جانب دیکھا۔۔

جو پہلے ہی عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

کیا ہے بے غیرتوں۔۔۔ کیا بہت ہنڈسم لگ رہا ہوں۔ جو اس طرح گھورے جا رہے ہو۔

ضرار نے ان تینوں کے گھورنے پر الجھن سے کہا۔

تمہارا تو پتہ نہیں۔۔پر آج کوئی اور بہت پیار الگ رہا ہے۔۔۔ سنی نے مسخرے پن سے کہا۔۔

کون لگ رہا ہے۔۔۔

تو یہ سب چھوڑ یہ بتا۔نواز شریف سے بات ہو گئی کیا تیری۔کس کی اتنی اہم کال تھی۔کہ تجھے ارد گرد کا بھی ہوش نہیں تھا۔۔۔عیس نے اسے تیکھی نظروں سے پوچھا۔۔

کیا بولے جا رہے ہو۔ضرار کو ان دونوں کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔تو ضرار نے سوالیہ نظروں سے سلطان کی طرف دیکھا۔تو وہ انجان بن گیا۔کیونکہ ضرار کی بے خبری کی سزا تو بنتی تھی۔

کوئی نہیں پتر۔۔ ہماری سمجھ تمہیں آج کے دن میں ہی آجائے گی۔ سنی نے اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھتے کہا۔اور اسے لیے کلاس کی جانب چلے گئے۔۔

ضرار نے بھی مزید نہ پوچھا۔ کیونکہ اسے لگا۔وہ صرف اسکی ٹانگ کھینچنے کے لیے کچھ بھی بولے جارہے ہیں۔

منیزے بامشکل اپنی کلاس ڈھونڈ پائی تھی۔ کلاس میں بھی وہ دس منٹ لیٹ پہنچ پائی تھی۔ لیکن اسکے پہلے دن کی وجہ سے پروفیسر نے اسے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

کلاس میں ہر کوئی اسے ستائشی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔۔اور دیکھنے والوں میں لڑکے زیادہ شامل تھے۔۔

منیزے جا کر لاسٹ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔اور لیکچر کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔

واہ کیا پیس آیا ہے آج کلاس میں۔۔۔کلاس کے اک لڑکے نے منیزے کو دیکھتے ہوئے غلیظ الفاظ کہے۔۔

یہ لڑکا کوئی اور نہیں بلکہ یونیورسٹی کے اوباش گروپ کے لیڈر وہاج علی کا چھوٹا بھائی منہاج علی تھا۔جو منیزے کو دیکھ کر الٹے سیدھے جملے کسنے لگا تھا۔

کلاس کے ختم ہونے پر ملنا۔ منیزے نے منہاج کو دیکھ کر آنکھ ماری۔تو وہ خوشی سے کھل اٹھا۔۔۔

جبکہ لاسٹ رو میں بیٹھیں آئرہ، علیزے اور مشعل بھی انکی ساری گفتگو سن رہیں تھیں۔ حیران کن نظروں سے منیزے کی جانب دیکھنے لگیں۔ جو ایسے خراب لڑکے کو لفٹ کروا رہی تھی۔

ایسے کیا دیکھ رہیں ہیں آپ تینوں۔۔۔ منیزے نے ان تینوں سے پوچھا۔۔۔

آپ نے اسے ملنے کا کیوں کہا۔۔ وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔ آئرہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔۔

تو منیزے شرارت سے آنکھ دبا گئی۔ کلاس ختم ہونے پر آپ نے بس شو دیکھنے کے لیے تیار رہنا ہے۔۔ منیزے نے تجسّس پھیلاتے ہوئے کہا۔ تو وہ الجھن کا شکار ہو گئیں۔

پھر خاموشی سے لیکچر کی طرف سب متوجہ ہو گئے۔

کلاس ختم ہونے پر سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ تو وہ چاورں بھی یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں چلی آئیں۔ اور منیزے کو نظروں کے حصار میں رکھا۔۔ کیونکہ وہ ابھی اسکی بات کو سمجھ نہیں پائی تھیں۔۔

آپ کس شو کی بات کر رہیں تھیں۔ علیزے نے منیزے سے پوچھا۔۔

وہ چاورں گراؤنڈ کے وسط میں کھڑی تھیں۔ جہاں ارد گرد سٹوڈنٹس بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔۔۔

اسی وقت منہاج علی بھی ان چاورں کی طرف چلا آیا۔۔۔

ہائے خوبصورت گرل۔۔۔ منہاج نے منیزے کو گندی نظروں سے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

ویسے تو تمہارے گروپ میں خوبصورتی میں کوئی بھی کم نہیں ہے۔پر ابھی میرا دل صرف تم پر آیا ہے۔ باقیوں کو بعد موقعہ ملے گا۔ منہاج نے منیزے کی جانب اشارہ کرتے ان تینوں کو بھی اپنی گندی نظروں کے حصار میں رکھا۔

جس سے وہ تینوں بے سکون ہو گئیں۔ آئرہ اور علیزے چونکہ پہلے دن سے آرہیں تھیں۔اس لیے منہاج سے دوری بنائے رکھتیں تھیں۔ مشعل بھی اسکی نظروں سے ڈر کر علیزے سے چپک گئی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی بہت ڈرپوک تھی۔

منہاج نے قریب آتے ہوئے منیزے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تو منیزے نے اسرار مسکراہٹ ان تینوں کی جانب اچھالی۔۔

گرلز بی ریڈی فار انٹرٹینمینٹ۔۔۔تو منہاج نے الجھن سے اسکی طرف دیکھا۔کیونکہ اسکے چہرے پر ڈر کے آثار نہیں تھے۔۔

منہاج نے منیزے کا جو ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔منیزے نے اسکا اپنے ہاتھ سے ہٹا کر پہلے اک زور کا تھپڑ منہاج کے چہرے پر ثبت کیا۔تھپڑ کی آواز سے باقی سٹوڈنٹس بھی متوجہ ہو گئے۔جبکہ منہاج کے چودہ طبق روشن ہو چکے تھے۔

منہاج نے جب سب کو اپنی طرف متوجہ پایا۔تو ذلت کے احساس سے منیزے کی طرف بڑھا۔۔۔جبکہ وہ تینوں منہ کھولے ساری کاروائی ملاحظہ کر رہیں تھیں۔۔کیونکہ منہاج کو کون نہیں جانتا تھا۔اور منیزے کا اس پر ہاتھ اٹھانا معمولی بات نہیں تھی۔

یہ اس طرف اتنا رش کیوں لگا ہے۔۔۔عیس نے سامنے کی طرف دیکھتے کہا۔وہ چاروں گراؤنڈ کی اک طرف کھڑے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔۔

چلو آؤ دیکھتے ہیں۔سلطان ان تینوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے رش کی طرف بڑھا۔۔

ان چاروں کو اس طرف آتے دیکھ کر سٹوڈنٹس خود پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔۔

منہاج کو اک لڑکیوں کے گروپ میں دیکھ کر وہ کچھ کچھ معاملہ سمجھ چکے تھے۔۔لڑکیوں کو چھیڑنا ان دونوں بھائیوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

پرمنیزے کو منہاج کے سامنے کھڑے دیکھ کر وہ تینوں اک دوسرے کو دیکھ کر ضرار کی جانب متوجہ ہوئے۔

جو حیرت وغصے سے منہاج کے سامنے کھڑی منیزے کو دیکھے جا رہا تھا۔

بلیک ٹاپ اور جینز میں منیزے کو دیکھ کر اسکا خون کھول رہا تھا۔ہائی ہیل میں وہ کہیں سے بھی اپنی عمر کی نہیں لگ رہی تھی۔اسکا پہنا لباس اسکے وجود کی تمام رعنائیوں کو واضح کر رہا تھا۔۔
کالے کھلے بالوں پر اسکی سنہری رنگت ضرار کو حیران کر گئی تھی۔کہ یہ کل والی لڑکی نہیں تھی۔جو اسکے ساتھ گاڑی میں آئی تھی۔

اب منہاج اسے نہیں چھوڑے گا۔آئرہ نے گھبراہٹ سے کہا۔۔
منہاج اک دم سے منیزے کی جانب بڑھا۔اور اسکے بالوں کو پکڑنا چاہا۔

جبکہ منیزے نے اسکا ہاتھ روک کر گھوم کر اپنی ٹانگ اسکے سینے پر مار دی۔ تو منہاج نیچے گر گیا۔ وہ اٹھ کر اس سے پہلے منیزے کی جانب بڑھتا۔۔

منیزے اسکے سینے پر اپنی ہیل رکھ چکی تھی۔۔

اتنے میں بس ہو گئی بے بی کی۔۔۔ منیزے نے افسوس سے سر نفی میں ہلاتے کہا۔

تو منہاج کا چہرہ ذلت آمیز ہو گیا۔ باقی سب سٹوڈنٹس بھی منیزے کی بہادری پر اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔

جبکہ علیزے، آئرہ اور مشعل تو صدمے میں چلی گئیں تھیں۔

معاملہ بڑھتے دیکھ کر ضرار آگے بڑھا۔اور اسکے پیچھے سلطان، عیس اور سنی بھی اسکے ساتھ آگے آئے۔

کیا ہوا ہے یہاں۔۔۔ضرار نے منیزے کو اک نظر دیکھا۔۔

منیزے اسے وہاں موجود پا کر منہاج کے سینے سے اپنی ہیل ہٹا گئی۔

کچھ نہیں بس یہ چھیڑ رہا تھا۔ منیزے نے معصوم شکل بنائے ضرار کو اسکی شکایت لگائی۔ کیونکہ اسکے سامنے وہ اپنے اصلی تیور نہیں دکھا سکتی تھی۔

سنی نے وہاں سٹوڈنٹس کو ہٹایا۔تو درخت کے ساتھ چھپ کر کھڑی وہ تینوں نظر آئیں۔

تمہیں اسکا حساب دینا پڑے گا۔ منہاج نے منیزے کو دیکھتے کہا۔ تو ضرار منیزے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان عیس اور سنی بھی اسکے ساتھ کھڑے تھے۔

کوئی بھی دھمکی دینے سے پہلے یہ سوچ لینا۔ کہ پیچھے کھڑی لڑکی کا تعلق ہم سے ہے۔۔ سلطان نے اسے سرد تاثرات سے کہا۔ منہاج ان چاروں کو اک ساتھ دیکھ کر پیچھے ہٹا۔

کیونکہ وہ ان چاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔۔ چاورں ہی سرد تاثرات سے منہاج کو دیکھ رہے تھے۔

یونیورسٹی میں ہر کوئی جانتا تھا۔ کہ وہ چاورں اپنے آپ میں گم رہنے والے ہیں۔ اور اگر کوئی غلطی سے ان سے الجھنے کا سوچتا تھا۔ تو دوسرے دن وہ یونیورسٹی میں نظر نہیں آتا تھا۔

اسی لیے وارننگ دیتی نظروں سے وہاں سے چلا گیا۔۔

منیزے جو کہ انکے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔اپنے پیچھے کھڑی مشعل،علیزے اور آئرہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کر گئی۔

وہ چاورں منیزے کی طرف مڑے تو منیزے کے ساتھ تین اور وجود کو کھڑے پایا۔

مشعل کو آئرہ کے ساتھ لگے دیکھ کر عیس دھنگ رہ گیا۔کہ یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔پھر اسے کل رات کے حسن صاحب کے الفاظ یاد آئے۔

علیزے نے مخصوص خوشبو محسوس کر کے سلطان کی جانب دیکھا۔ تو سلطان انجان بن گیا۔۔

جبکہ سنی آئرہ کو اتنے دنوں بعد اپنے سامنے دیکھ کر پھر ہوش کھو بیٹھا تھا۔۔ ضرار منیزے کو سلگتی نظروں سے دیکھے گیا۔

یہ میری دوستیں ہیں۔۔ منیزے نے ان تینوں کی طرف اشارہ کرتے بتایا۔

تم کس کے ساتھ آئی ہو یہاں۔۔ عیس مشعل کی طرف گھوم کر آیا۔ تو وہ ڈر کے مارے ائرہ کے ساتھ مزید چپک گئی۔

آپ میری دوست سے ایسے بات کیوں کر رہے ہیں۔ ائرہ نے عیس کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

مس آرٹیمی۔۔۔یہ میری مسسز ہیں۔اس لیے ان سے ایسے بات کر رہا ہوں۔۔۔

آئرہ کو صدمہ دے کر وہ مشعل کو بازو سے پکڑ کر سائڈ پر لے آیا۔

البتہ ضرار اب بھی خاموش نظروں سے منیزے کو دیکھے جا رہا تھا۔ پہلے دیکھ نہیں رہا تھا۔اب نظریں نہیں ہٹا رہا۔ منیزے نے سوچا۔۔۔

ضرار تم بھابھی کو گھر چھوڑ کر آؤ۔ پھر اس بارے بعد میں بات کرتے ہیں۔

ضرار نے اثبات میں سر ہلایا۔اور منیزے کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

آپ لوگ بھی گھر چلیں جائیں۔ باقی کے لیکچرز رہنے دیں آج۔۔ سلطان نے سنی کو ہوش دلاتے علیزے اور آئرہ سے کہا۔

تو آئرہ ہاں میں سر ہلا کر علیزے کا ہاتھ پکڑے چلی گئی۔

جبکہ علیزے مڑ کر سلطان کی طرف دیکھتی رہی۔

سلطان عیس کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اپنی بد معاشی سے مشعل کو رلا چکا تھا۔

سنی نے عیس کی پونی کھینچ کر اسکی زبان کو کنٹرول کیا۔

بھابھی کو گھر چھوڑ کو آؤ بد تمیز انسان۔۔۔! اور خبردار بھابھی کو مزید دلایا۔۔۔۔ سلطان نے گاڑی کی چابی عیس کی طرف اچھالتے کہا۔۔

عیس مشعل کو لے کر چلا گیا۔ جبکہ سنی اور سلطان ضرار اور عیس کا لوٹنے کا انتظار کرنے لگے۔۔۔

شدید غصے کے عالم میں ضرار گاڑی کو ڈرائیو کرتے فلیٹ تک لایا پایا تھا۔۔

جبکہ ضرار کے برعکس منیزے سکون سے بیٹھی تھی۔

پتہ نہیں سر تاج اتنا اوور کیوں ہو رہے ہیں۔ بندہ تب ہی اک نظر اپنی بیوی کو دیکھ لے۔ تو بعد میں منہ لال نہیں ہوتا۔ منیزے ضرار کے غصے کے باعث سرخ چہرے کو دیکھتے اسوچ رہی تھی۔

یونیورسٹی میں ہونے والے سارے واقعے کی بریفینگ وہ شیراز پاشا کو ٹیکسٹ پر واپس آتے وقت بتا چکی تھی۔ جس پر انہیں نے پہلے قہقہہ لگایا۔ اور پھر منیزے کو شاباش دی۔ کیونکہ ان کے مطابق انکی بہو کو ایسے ہی بہادر اور دلیر ہونا چاہیے۔۔

منیزے نے جب ضرار کے غصہ میں ہونے کا بتایا۔ تو شیراز پاشا نے صاف منیزے کو کہا۔ کہ ضرار کے غصے کی وجہ اسکی ڈریسنگ ہو سکتی ہے اور کوئی بھی نہیں وجہ نہیں ہو گی۔۔۔ کیونکہ وہ منیزے کے لائف سٹائل سے بلکل بے خبر تھا۔۔۔اس سب کے باوجود بھی شیراز پاشا اسے مطمئن کر چکے تھے۔ کہ وہ پریشان نہ ہو۔

اسی لیے منیزے اب ریلکس تھی۔ کہ اب اس کھڑوس بندر کو وہ اپنے طریقے سے ہینڈل کر لے گی۔ کونکہ وجہ تو اسے تقریباً معلوم ہی تھی۔اس لیے ضرور سے نبٹنے کا لائحہ عمل زہن میں تیار کرنے لگی۔

گاڑی اک جھٹکے سے فلیٹ کے باہر رکی۔ تو منیزے کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے بچا۔۔۔ کیونکہ وہ سوچوں میں گم تھی۔۔

اوچ۔۔۔گاڑی آرام سے بھی رک سکتی تھی۔ منیزے نے ماتھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

توضرار اسے خونخوار نظروں سے گھورتے اپنی سیٹ سے نکل کر گھوم کر اسکی سیٹ کی جانب آیا۔۔
اور دروازہ کھول کر منیزے کو کھینچ کر باہر نکالا۔

منیزے کو اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے، وہ فلیٹ کے اندر لایا۔۔اور پھر اسی طرح منیزے کو بیڈ روم میں لے جا کر بیڈ پر پٹخ دیا۔ جس سے اسکے کالے گھنے بال ہر طرف بکھر گئے۔وہ بیڈ پر اوندھے منہ گری ہوئی تھی۔

اگر سسرال اچھا ملا ہے۔تو یہ سر تاج کا ڈونگا ہلا ہوا نکلا ہے۔ منیزے ضرار کی حرکت پر تلملاتے اٹھی۔۔۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔کہ پورے کا پورا

سسرال اچھا نکل کر اپنا ریکارڈ توڑ دے۔۔ کسی نہ کسی کا کھسکا ہونا ضروری ہوتا ہے۔۔۔

یہ کیا پہنا ہے۔۔۔ ضرار نے ضبط سے منیزے کو سر سے پاؤں تک اشارہ کیا۔

کیوں پیاری نہیں لگ رہی کیا۔ منیزے وہیں ضرار کے سامنے کھڑی ڈریسنگ مرر میں خود کو دیکھ کر پوز کرنے لگی۔۔۔

اپنے سوال کے الٹے جواب پر ضرار نے ضبط سے بند کیں۔اور خود کو برداشت کرنے کا کہا۔۔۔

منیزے چلتے ہوئے ڈریسنگ مرر کے آگے جا کر کھڑی ہو گئی۔اور ضرار کی پرفیوم اٹھا کر اسکی خوشبو کو ناک کے قریب محسوس کیا۔اور پھر خود پر سپرے کرنے لگی۔۔۔

ضرار نے جب منیزے کی بیک سے اسکے ٹاپ کو دیکھا۔ تو مزید تیش و جلال سے اسکا دماغ خراب ہو گیا۔ کیونکہ پیچھے کمر سے ٹاپ اوپر ہو جانے کی وجہ سے اسکا گورا جسم صاف نظر آ رہا تھا۔۔۔

اسکا پورے کا پورا ڈریس ہی ضرار کی برداشت سے باہر تھا۔ صبح اس نے جان بوجھ کر منیزے کی جانب نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ اسے ان بلوچی کپڑوں میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ پر اسے معلوم نہیں تھا۔ کہ اسکے نظر انداز کرنے پر اسے اتنا بڑا جھٹکا ملے گا۔۔ کہ اسکی بیوی اسے ویسٹرن ڈریسنگ میں ہی یونیورسٹی نکل پڑے گی۔۔۔ اب اسے شیراز پاشا کی باتوں کے مطلب سمجھ آئے تھے۔

اور پھر رہ رہ کر اسے عیس، سنی اور سلطان کی باتیں اور طنز یاد آرہے تھے۔
کہ کیوں وہ صبح چڑھائی کر رہے تھے۔۔

اگر ان تینوں کی اس پر نظر پڑی تھی۔ تو اور اس بلا کو کس کس نے گندی نظروں سے دیکھا ہو گا۔ اسی لیے منہاج علی نے بھی منیزے سے بد تمیزی کی۔ کیونکہ اسکا ڈریس ہی سب سے بڑی دعوت نظارہ تھا۔ یہ سب باتیں ضرار کا خون کھولنے پر مجبور پر کر گئیں۔۔

ماتھے پر بل ڈالے اس نے منیزے کی جانب قدم بڑھائے۔ تو وہ میڈم اسکے ڈریسنگ مرر پر بیٹھی، اسکی چیزوں سے چھیڑ چھاڑ کرتی نظر آئی۔

وہ منیزے کی حرکتوں پر جتنا حیران ہوتا کم تھا۔جو کل سے ایسے اسکے ساتھ پیش آرہی تھی۔۔جیسے ان دونوں کا جنموں سے ساتھ ہو۔اور اب ڈریسنگ مرر پر وہ جس انداز سے بیٹھی تھی۔ضرار اسے غور سے دیکھنے لگا۔

کالے کھلے بالوں پر اپنی دہمکتی رنگت اور گرین آنکھوں سے وہ ضرار کی نظروں کا زاویہ بدل چکی تھی۔۔اور یہ سب سوچتے ضرار خود کو باز کر گیا۔

اس سب سے متضاد منیزے کی ڈریسنگ ضرار کو جب پھر یاد آیا۔تو وہ اسے گھورنے لگا۔جو جان بوجھ کر ویسی حرکتیں کر رہی تھی۔کہ ضرار اصل بات بھلا دیتا۔

سر تاج ادھر آئیں۔منیزے نے ضرار کو اشارے سے اپنے پاس بلایا۔تو ضرار نے ابرو آچکایا۔

ریلی اس پوز میں اپنے پاس بلا رہی ہو۔۔۔

ضرار اپنی شرٹ کو اوپری بٹن کھول کر منیزے کی جانب بڑھا۔

ضرار کی اس حرکت سے منیزے گھبرا گئی۔پر ظاہر نہ ہونے دیا۔۔۔

ضرار جا کر اسکے قریب کھڑا ہو گیا۔تو منیزے نے اسکی پرفیوم ضرار کی گردن کے پاس سپرے کرنے لگی۔

وہ بغور اسکی نظروں میں دیکھ رہا تھا۔ گرین آنکھوں میں لگا کاجل انکھوں کو بہت دلکش بنا رہا تھا۔۔اور پھر اسکے پتلے ہونٹوں پر لگی ہلکی سے لپسٹک ضرار کے اندر خواہش پیدا کر رہی تھی۔وہ منیزے کے ہر نقش اور ہلتے ہوئے ہونٹوں کو دیکھ کر کہیں گم ہو گیا تھا۔

یہ بہت اچھی ہے۔ منیزے نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ تو ضرار اس کے انداز سے متاثر ہوئے بنا نہ رہا۔ جو خود کو مضبوط ظاہر کرنے کے چکروں میں کچھ بھی کیے جا رہی تھی۔۔ وہ صاف اسکی رنگت کے بدلتے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔

ضرار نے اسکی کلائی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ تو وہ ضرار کے اوپر گرتے گرتے بچی۔ منیزے نے اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر خود کو گرنے بچایا۔ لیکن پھر بھی وہ ضرار کے اتنے قریب آ چکی تھی۔ کہ دونوں کے چہرے قریب ترین ہو گئے تھے۔۔

آج پہلی اور آخری دفعہ تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ آئندہ مجھے تم ان بے ہودہ کپڑوں میں نظر نہیں آؤ۔ ضرار نے اسے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے سرد تاثر سے کہا۔۔۔

تو منیزے مسکرادی۔اور اپنے چہرے کو ضرار کے کان قریب کر کے کہنے لگی۔۔

میں صبح آپکے ساتھ ہی گئی تھی سر تاج۔۔۔اپکو اعتراض تھا۔تو تب مجھے کہتے۔۔۔لیکن افسوس آپ اب بھی مجھے کچھ نہیں کہہ سکتے۔۔۔کیونکہ میں ایسے ہی کپڑے پہنتی ہوں۔اور انکو پہنے کا لائسنس بابا سائیں سے بھی لے چکی ہوں۔ منیزے نے ضرار کی جانب دل جلاتی مسکراہٹ اچھالی۔۔۔بے شک وہ ضرار کا خود کو اگنور کرنے کا بدلا بہت اچھے طریقے سے لے چکی تھی۔۔۔

ضرار نے منیزے کا اپنے قریب آنے پر دل کو سنبھالا تھا۔پر وہ اس لڑکی کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔

ضرار کو پرے دھکیل کر وہ نیچے اتر آئی۔ کل ملتے ہیں سر تاج۔ ضرار کی طرف فلائنگ کس اچھال کر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔۔۔

بہت کونفیڈینس سے ضرار کے کمرے سے باہر پیر رکھتے ہی وہ اپنی کمرے کی طرف ڈور لگا گئی۔ جلدی سے دروازہ بند کر کے گہرے گہرے سانس لینے لگی۔۔

شوخا پاشی کہیں کا۔ خود صبحِ دیکھا نہیں۔۔اب ایسے رعب جما رہا تھا۔ ہائے اگر مجھے پکڑ لیتا تو۔۔ منیزے ضرار کا نام بگاڑ کر دانتوں تلے انگلی دبا گئی۔ پھر ہر سوچ جھٹک کر فریش ہونے چلی گئی۔ کیونکہ جب اسے اپنی ساس سسر کی سپورٹ تھی۔ تو کیوں اس ڈونگے سے ڈرتی۔۔۔

پیچھے ضرار وہیں کھڑا رہ کر صرف سمجھنے کی کوشش کرتا رہ گیا۔ کہ اسکو کس گناہ کی سزا ملی ہے۔۔۔ پھر سنجیدگی سے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔۔

علیزے اپنے ہوسٹل کے کمرے میں بیٹھی مسلسل اس نیلی آنکھوں والے شخص کے بارے سوچ رہی تھی۔ جو اس سے نظریں چرا رہا تھا۔۔

کیا یہ وہ ہی شخص تھا۔۔ جو روزرات کو اسکے کمرے میں آتا تھا۔ یہ سوچ آتے ہی اسکا دل شدت سے دھڑکا۔ پر وہ ابھی اس بارے حقیقت نہیں جانتی تھی۔۔

بیڈ سے اٹھ کر وہ الماری کے پاس آئی۔ اور الماری سے اک گلاب نکال کر دیکھنے لگی۔ پھر گلاب کو ناک کے قریب کر کے خوشبو محسوس کی۔ تو گلاب کی اپنی خوشبو کے علاوہ بھی، اس میں اک اضافی خوشبو آ رہی تھی۔

وہیں کھڑے وہ سوچتی رہی۔ کہ کیسے وہ معلوم کر سکے گی۔ پر اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ابھی تک وہ صبح والے گاؤن میں ہی تھی۔ کسی فیصلے پر پہنچ کر گلاب اپنی جگہ پر رکھ کر، وہ آرام دہ سوٹ نکال کر واشروم کی طرف چلی گئی۔ فریش ہونے بعد وہ باہر نکلی۔ تو لمبے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔

کالی آنکھیں خود میں کسی راز کی طرح بے تاثر تھیں۔ ہر سوچ کو پس پشت ڈال کر وہ بست پر سونے کے لیے لیٹ گئی۔ بشک نیند ہر چیز سے فرار کا اچھا حل تھا۔

پورے رستے مشعل سوں سوں کرتے آئی۔ عیس تو اسکے رونے والے انداز دیکھ کر خود رونے والا ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ اسے کہیں سے بھی اک شادی شدہ لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔ اپنے قد اور پہناوے سے وہ زیادہ کا کی لگتی تھی۔

اسے چپ نہ ہوتے دیکھ کر عیس نے اک جھٹکے سے گاڑی سائیڈ پر روکی۔ اور مشعل کو خونخوار نظروں سے گھورا۔ تو وہ سمٹ کر کھڑکی سے جا لگی۔

کیا میں تمہیں کچھ کہا ہے۔

مشعل نے سر نفی میں ہلایا۔

تو پھر یہ منہ پھاڑ پھاڑ کر کیوں رہ رہی ہو۔۔۔عیس نے چباتے ہوئے کہا۔۔

آپ ادھر مجھ ہر چلائے تھے۔آنکھوں کو دونوں ہاتھوں سے صاف کرتے وہ سرخ ناک سے بولی۔۔

تو عیس کی نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی نکل آئی۔

اور وہ غور سے اسے دیکھنے لگا۔بے بی کٹنگ اور سنہری رنگت والی پری اسے ملی تھی۔پر یہ روند و پری تھی۔

عیس کا دل تو کیا۔کہ اسے اپنے طریقے سے چپ کروائے۔ہر اسکا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔اپنی معصومیت میں حسن صاحب کے آگے اسکی پول

کھول دیتی۔اس لیے وہ یہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔ابھی اسکی ٹریننگ ضروری تھی۔ پھر ہی وہ اسے کچھ کہنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

تم آئندہ یونیورسٹی میرے ساتھ جاؤ گی۔ ٹھیک ہے۔۔عیس نے مشعل سے پوچھا۔تو وہ نہ کر گئی۔۔

اپنی بات سے انکار پر عیس نے اسے گھورا۔ جس نے رونے کے علاؤہ اب کوئی دوسرا کام کیا تھا۔

میں بابا کے ساتھ ہی جاؤں گی۔آپکے ساتھ مجھے نہیں جانا۔ مشعل نے اپنی طرف سے ہتمی فیصلہ کیا۔تو عیس نے ابرو آچکایا۔

تمہارے بابے اور تم سے تو میں رات کو آ کر نبٹ لیتا ہوں۔ پدی نہ ہو تو
۔ کندھوں تک آتی نہیں ہے۔ اور مجھے نہ کر رہی۔ عیس نے منہ بگاڑ کر
مشعل کی نقل اتاری۔۔

تو مشعل حیرانی سے عیس کو دیکھنے لگی۔ پر بولی کچھ بھی نہ۔ اسکا کوئی بھروسہ
نہیں تھا۔ پھر اسے ڈانٹ دیتا۔

عیس نے اسے گھر کے سامنے اتارا۔ تو بنا عیس کی جانب دیکھے بھاگ کر گھر
کے اندر چلی گئی۔
بھاگ کر تو ایسے گئی ہے نہ۔ جیسے پردیس سے لوٹی ہے۔ پھر سر جھٹکتے عیس
واپس گاڑی بھگا لے گیا۔۔

وہ اپنے سیکرٹ فلیٹ پہنچا۔ تو لاؤنج میں اسے سلطان، سنی اور ضرار بیٹھے نظر آئے۔

لو آگیا استعمال میں یہ فلیٹ بھی۔ اپنی جگہ پر بیٹھتے عیس نے کہا۔

سلطان اور ضرار کے فلیٹ کی نسبت یہ فلیٹ کافی بڑا تھا۔ آمنے سامنے چار کمرے تھے۔ اور چاروں کمروں کے اوپر ان چاروں کے ناموں کے پہلے لیٹرز لکھے تھے۔ جو نشاندہی کرتے تھے۔ کہ کس کا کمرا کونسا ہے۔

جبکہ اسکے علاوا اینڈ پر اک اور بہت بڑا کمرا تھا۔ جو ان چاورں کا ڈریسنگ روم تھا۔ چاروں کے کمرے میں ہی ڈریسنگ روم میں داخل ہونے کا رستہ موجود تھا۔ جبکہ اس فلیٹ کی اک بیسمنٹ بھی تھی۔

تمہیں کیا لگتا تھا۔ کہ نہیں استعمال ہو گا۔۔ سنی نے عیس کو دیکھا۔

زندگی میں بیویاں آجائیں۔ تو ویرانے بھی استعمال ہو جاتے ہیں۔ عیس نے کسی دکھی شوہر کی طرح کہا۔

وہ چاروں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔
کیوں بھابھی نی تجھے اتنا تنگ کر دیا ہے۔ جو تو ایسے کہہ رہا ہے۔ ضرار نے عیس سے استفسار کیا۔ اپنی چھوٹی سی بھابی کو سوچ کر وہ مسکرا دیا۔ اور پھر اپنے سامنے اس لمبے بالوں والے دیو کو دیکھا۔

نہیں اس پدی نے کہا تو کچھ نہیں۔۔۔ پر اک ٹینشن ہے۔ عیس نے دکھی انداز سے کہا۔۔
کونسی ٹینشن۔۔۔۔ تینوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔

یار تمہاری بھابی کا قد اتنا چھوٹا ہے۔ میرا رومینس کیسے۔۔۔ ابھی عیس نے اتنا ہی کہا تھا۔۔۔

کہ ان تینوں نے کشن اٹھا کر عیس کے سر پر دے مارے۔۔۔

بے غیرت انسان شرم کر لے کچھ۔۔۔ جبکہ سنی تو باقاعدہ شرم سے لال ہو گیا تھا۔۔

اپنی پریشانی تم لوگوں کو نہ بتاؤ تو کسے بتاو۔ عیس منہ بگاڑ گیا۔۔

تو زبان بند کرتا ہے۔۔۔ کہ لگاؤ اک۔۔۔ سلطان نے اسے وارننگ دی۔ تو وہ چپ کر منہ پر انگلی رکھ کر بیٹھ گیا۔۔۔

عیس کی زبان بند ہونے پر سلطان سنجیدگی سے گویا ہوا۔

وہاج علی اتنی آسانی سے اپنے بھائی کی بے عزتی برداشت نہیں کرے گا۔ وہ صرور بدلہ لینے کی کوشش کرے گا۔

ضرار نے بھی سلطان کی تائید کی۔۔۔

ساری باتیں چھوڑو یار۔۔ ویسے بھابھی نے کک بہت کمال کی ماری تھی۔۔۔۔اور پھر بھابھی کی یونیورسٹی میں انٹری تو نہ ہی پوچھو۔۔۔ عیس نے مسخرے پن سے ضرار کو جتاتے ہوئے بتایا۔

سنی تو اس لمبے بالوں والی چڑیل کے پاس بیٹھ۔۔اب یہ فضول بولا نہ۔ تو بس اسکی دم کھینچ دینا۔ سلطان نے عیس کی پونی کی طرف اشارہ کیا۔ تو سنی اٹھ کر عیس کو شکنجے میں لے گیا۔اور موقعے سے پہلے کی اسکی پونی کھینچ دی۔ سالے میں بولتا، پھر کھینچنے کو کہا تھا۔ عیس نے پونی پر ہاتھ رکھتے سنی کو خطرناک نظروں سے دیکھا۔

اوپس سوووری۔۔۔۔اتنی چھوٹی سی تو ہے۔ویسے ہی کھنچنے کو دل کرتا ہے۔ سنی نے دانتوں کی نمائش کرتے کہا۔

عیسسس۔۔۔ سنییی۔۔۔۔ضرار نے دونوں کو مخاطب کیا۔تو دونوں سیریس ہو کر بیٹھ گئے۔

منہاج علی پہلے ہی ہمارہ ٹارگٹ تھا۔۔پر معاملے کی نوعیت بدل گئی ہے۔ اس لیے اسکا انتظام بھی کر لینا۔سلطان نے ضرار کو دیکھتے کہا۔تو وہ اسکے اشارے کو سمجھ کر سر ہلا گیا۔اور تم بھی کر لینا۔۔۔سلطان نے عیس کو یاد دلایا۔تو سر ہلا گیا۔

وہ سب تو ٹھیک ہے۔پر یہ جو نیچے حسینائیں ہیں۔انکا کیا کرنا ہے۔ قسم سے انکی چینخوں سے کان کے پردے ہل گئے ہیں۔ سنی نے کان کو ہلاتے گویا ہوا۔

کیا ابھی تک کوئی انفارمیشن نہیں ملی۔ عیس کے پوچھنے پر وہ تینوں نفی میں سر ہلا گئے۔

چلو صبح تک مل جائے گی۔ عیس نے انہیں تسلی دی۔ تو شکر کر گئے۔ کیونکہ عیس اپنے کس روپ سے انفارمیشن نکلوانا جانتا تھا۔ یہ بات وہ تینوں افراد ہی جانتے تھے۔

شام کو ضرار چینج کرنے کے لیے واپس فلیٹ آیا۔ تو اسے کچن سے منیزے کے بولنے کی آوازیں سنائی دیں۔ تو وہ سیدھا کچن کی طرف چلا آیا۔ تاکہ دیکھ سکے وہ اکیلی کس سے باتیں کر رہی ہے۔۔

تو سامنے ہی منیزے ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر، ٹی شرٹ پہنے کچن میں اپنے لیے نوڈلز بنا رہی تھی۔ اور ساتھ ویڈیو کال پر شیراز پاشا اور گل جہاں سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔

یہ سچ میں میرے خاندان کی لڑکی ہے نہ۔ منیزے کو ہاف سلیوز ٹی شرٹ میں دیکھ کر ضرار سوچنے لگا۔ جو بڑے دھڑلے سے شیراز پاشا سے باتوں میں لگی تھی۔۔اس نے یونیورسٹی میں لڑکیوں کو ویسٹرن ڈریسنگ میں دیکھ رکھا تھا۔پر اپنے خاندان کی لڑکی کو وہ ایسے ہضم نہیں کر پا رہا تھا۔

ماما آپکا بیٹا بہت کھڑوس ہے۔۔کل سے کچھ کھانے کو بھی نہیں پوچھا۔ منیزے نے نوڈلز بناتے کہا۔

آپ بے فکر ہو جائیں۔۔میں کل ہی اپنی بیٹی کے لیے یہاں سے ملازمہ کو بھیج دوں گا۔ پھر اپکو ان سب چیزوں کو فیس نہیں کرنا پڑے گا۔اور ضرار کو بھی اس کا پرواہی پر پوچھا جائے گا۔

شیر از پاشا نے اسے تسلی دی۔ تو وہ سر ہلا کر ان سے صبح کے واقعے کے بارے بتانے لگی۔ جس کو سنتے گل جہاں ہنسے جا رہی تھیں۔

جبکہ پیچھے کھڑا ضرار یہ سوچتا رہ گیا۔ کہ اسکے شہر میں رہتے ہوئے آج سے پہلے بابا سائیں کو ملازمہ بھیجنے کا خیال کیوں نہیں آیا۔

بہو کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے وائی۔۔۔بیٹے کی تو کبھی اتنی فکر ہوئی نہیں ۔۔۔ منیزے فون بند کر کے مزے سے نوڈلز سے انصاف کرنے لگی۔۔ ساتھ موبائل پر سکرولنگ بھی جاری تھی۔ تاکہ کسی اچھے ریسٹورنٹ سے وہ کھانا آرڈر کر سکے۔

صبح ضرار کے کے جانے کے بعد سے وہ سو گئی تھی۔ لیکن شدید بھوک کی وجہ سے تھوڑی دیر پہلے اسکی آنکھ کھلی تھی۔ تو اسے خیال آیا۔ کہ وہ کافی وقت سے بھوکی ہے۔ اسی لیے فریش ہو کر کچن میں آ گئی۔

کچن میں کچھ بنا ہوتا تو کھانے کو بھی موجود ہوتا۔ کیونکہ منیزے کے آنے سے پہلے تک ضرار کھانا باہر ہی کھاتا تھا۔ یا پھر جس دن وہ سب فری ہوتے۔ تو کبھی عیس یا سنی کی طرف کھانا کھانے نکل پڑتے۔۔
لیکن ضرار شائد بھول چکا تھا۔ کہ وہ اب سنگل نہیں رہا۔۔

کھانے کی تلاش میں منیزے کو کچن کے کیبنٹ میں صرف نوڈلز کے پیک نظر آئے تھے۔
فریج میں بھی بھی صرف فروٹس اور بس دودھ ہی موجود تھا۔ یا کافی کا سامان پڑا تھا۔

بھوک نہ برداشت ہونے پر وہ جلدی سے نوڈلز بنا کر اب کھانے میں مصروف تھی۔۔ کیونکہ کل وہ حویلی سے کھانا کھا کر نکلی تھی۔ اور اب اسی کھانے کے سہارے وہ دن بھی گزار چکی تھی۔

وہ قدم اٹھاتے ہوئے منیزے کے پیچھے جا کر کھڑا ہوا
اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس کر کے منیزے پلٹی۔ تو ضرار کو کھڑا دیکھ
کر چونک گئی۔
اور نہ محسوس انداز میں اپنے اور ضرار کے درمیان فاصلے کو قائم کر گئی۔۔

براؤن ڈریس شرٹ اور بلیک پینٹ میں سنجیدگی سے وہ منیزے کے
چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔
منیزے نے اک نظر ضرار کا معائنہ کیا۔ پھر نوڈلز کی جانب توجہ مرکوز کر
گئی۔ کیونکہ وہ اسکی نظروں میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ جو بہت غور سے اس
کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ سور پھر ضرار سے اٹھتی اسکے کلون کی خوشبو
منیزے پر چھا رہی تھی۔

بہو بنے ابھی اک دن ہوا ہے۔اور میرے گھر والوں سے میری شکایتیں شروع بھی ہو گئیں ہیں تمہاری۔۔

ضرار آنکھوں میں سنجیدگی سموئے منیزے کے بنائے گئے فاصلے کو پھر ختم کر گیا۔۔

تو منیزے نوڈلز کا باؤل پکڑے پیچھے کی جانب گرسی گئی۔۔اب ان دونوں کے درمیان صرف نوڈلز کا باؤل تھا۔

میں کچھ غلط تو نہیں کہا۔کل سے یہاں آئی ہوں۔کھانے کو کچھ پوچھا ہی نہیں آپ نے۔۔۔

منیزے ضرار کی نظروں سے گھبرا کے بولی۔۔۔کیونکہ اگر ضرار اسکی باتیں سن چکا تھا۔تو وہ اب مکر نہیں سکتی تھی۔پھر اسے بیوی کے کھانے کی ذمہ داری کا احساس دلانا بھی ضروری تھا۔

توضرار منیزے کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ کر مسکرادیا۔۔
چلوشکرہے۔۔۔کہ شرم وحیااسکی ڈریسنگ سے میل نہیں
کھاتیں۔۔ضرارنے مسکراتے سوچا۔۔۔

کیاہوا۔۔اتناگھبراکیوں رہی ہو۔۔ صبح توخودمیرے قریب آرہی تھی
۔۔۔ضرارنے منیزے کے اوپر جھکتے اسکے کان میں سرگوشی کی۔۔۔
تومنیزے زورسے ڈھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں میچ گئی۔

آپ پیچھے ہٹ کربات کریں۔۔۔ منیزے نے گھبراتے کہا۔۔

توضرارااسکی غیر ہوتی حالت دیکھ کر پیچھے ہوگیا۔۔کیونکہ وہ تسلی کرچکا
تھا۔کہ صرف ڈریسنگ میں ہی وہ بے شرم ثابت ہوئی تھی۔ورنہ باقی اہم

کام میں وہ بھیگی بلی بننے والی تھی۔اور بے شک ضرار کو شرماتے ہوئے پسند آنے والی تھی۔

جبکہ منیزے نے ضرار کے پیچھے ہونے پر کب کار کا ہوا سانس بحال کیا۔۔

میں فلحال جارہا ہوں۔ کھانا آرڈر کر دیا ہے۔ کھا لینا۔ میں لیٹ واپس آؤں گا۔۔۔ضرار نے اسے اطلاع دی۔تاکہ وہ اکیلے ہونے پر ڈر محسوس نہ کرے۔۔

اور پھر اک نظر منیزے کو خاموش دیکھ کر کمرے کی طرف چلا گیا۔

پیچھے منیزے اپنے دل کی رفتار کو معمول پر لاتے نوڈلز کی طرف متوجہ ہو گئی۔جو بھی نوڈلز کی اپنی جگہ تھی۔شوہر ڈھکن کو تو وہ بعد میں بھی سوچا جا سکتا تھا۔

یہ اک کلب کا منظر تھا۔ جہاں ہر طرف رنگ برنگے کپڑوں میں لڑکیاں اور لڑکے اک دوسرے کے ساتھ ساری حدوں کو بھلائے گم تھے۔ وہ چاورں بلیک ڈریسنگ میں اپنی سحر انگیز پرسنیلٹی کے ساتھ کلب میں داخل ہوئے۔ تو اک ساتھ کئی نظریں انکی طرف اٹھیں۔

ان لڑکیوں کو دیکھ کر تو ایسے لگ رہا ہے۔ جیسے مرغی فارم سے پرکٹی مرغیاں کسی نے ادھر چھوڑ دیں ہیں۔ عیس نے لڑکیوں کے چھوٹے کپڑوں کو دیکھ کر کہا۔ جن کے کپڑوں کے لٹکے حصے ہوا میں اڑ رہے تھے۔

مجھے سٹیل کی ٹوٹیاں لگ رہیں ہیں۔ دیکھو شکلوں پر کیسے کیسے رنگ لگائے ہیں۔

سنی نے اک لڑکی کو دیکھ کر منہ بنایا۔ جس نے سلور رنگ میں آئی میک اپ کیا ہوا تھا۔ اور پسینہ آنے کی وجہ سے اسکا میک اپ بھیانک شکل اختیار کر چکا تھا۔

تم دونوں ادھر ادھر جھانکیاں مارنے سے نہ باز آنا۔
ضرار نے چلتے ہوئے جا کر اک طرف بیٹھ گیا۔۔

یہ دونوں اس لیے یہ دیکھتے ہیں۔ تاکہ اپنی والیوں کو دیکھ کر شکر ادا کر سکیں۔
سلطان نے اسکے ساتھ جگہ سنبھالتے کہا۔۔

جبکہ ان دونوں کی نظریں ابھی بھی سامنے سٹیج پر ناچتی ہوئی لڑکیوں کی جانب ہی تھی۔۔

یار عیس وہ دیکھو۔۔۔یہ بلوڈریس والی ڈھمکا نہیں صحیح لگا رہی۔ سنی نے سامنے کی جانب اشارہ کیا۔

ہاتھی سے کبھی ڈھمکا لگا ہے کیا۔۔عیس نے اس لڑکی کو دیکھ کر جواب دیا۔

جو کہ کافی موٹی تھی۔اور ضرورت سے زیادہ ٹائٹ ڈریس میں پتہ نہیں کونسی شیلا بننے کی کوشش کر رہی تھی۔

شرم کرلو تم دونوں۔۔۔ضرار نے ان دونوں کو شرم دلائی۔
ان دونوں کو چھوڑو۔۔۔سامنے دیکھو سب سے بڑی بے شرم آرہی ہے۔
سلطان نے سگریٹ نکالتے سامنے اشارہ کیا۔

جہاں سے نتاشہ انکی طرف ہی آرہی تھی۔اور ہاتھ سے ہیلو کر رہی تھی۔

چلواب مزہ آئے گا۔ سنی نے پر جوش انداز میں کہا۔

جبکہ عیس منہ چڑا گیا۔ کیونکہ سامنے سے آنے والی مصیبت عیس کے لیے ہی تھی۔

نتاشہ انکے ڈیپارٹمنٹ کی تھی۔اور عیس پر دل وجاں سے فدا تھی۔اور عیس اس سے اتنا ہی چڑتا تھا۔ کیونکہ وہ منہ کر دو کلومیک لگا کر گھومنے والوں میں سے تھی۔

جبکہ اس سارے قصے میں اگر کوئی سب سے انجوائے کرتا تھا۔تو وہ سنی تھا۔

بلیک شارٹ ڈریس میں کھلے گنگریالے بالوں کے ساتھ وہ ان کے سامنے موجود تھی۔۔

ہائے عیس۔۔۔کیسے ہو تم۔۔۔کہاں تھے تم اتنے دنوں سے۔۔۔نتاشہ نے عیس سے ہاتھ ملاتے اک ساتھ کئی سوال کر دیے۔

جبکہ باقیوں کو وہ اشارے سے ہیلو کہہ چکی تھی۔

وہ تینوں اب فرصت سے عیس کو دیکھنے لگے۔جو برے برے منہ بنانے لگ گیا تھا۔

بس کہیں بہت مصروف تھا۔عیس نے مختصر سا جواب دیا۔

تو وہ لاڈ سے اسکے صوفے کے بڑھے ہوئے حصے پر بیٹھ گئی۔اور عیس کے کندھے پر بازو رکھ گئی۔

یہ تو گیا کام سے۔۔۔ سنی نے سرگوشی کی۔۔جو عیس سمیت سلطان اور ضرار بھی سنی۔۔۔

میں تمہیں بہت مس کیا۔۔نتاشہ کیوٹ منہ بناتے عیس کو بتانے لگی۔۔ تو عیس محض سر ہلا گیا۔کیونکہ اسے منہ لگانے کو عیس کا بلکل موڈ نہیں تھا۔

اسے کوئی بتاو۔کہ میری چھوٹی سی بیوی بھی ہے اب۔۔عیس نے سنی کی طرف جھکتے کہا۔۔

تو سنی مسکراہٹ دبا گیا۔ جو بے بسی سے انکی طرف دیکھ رہا تھا۔

بے بی کچھ کہا کیا تم نے۔۔۔ نتاشہ نے پوچھا۔۔
ہاں نتاشہ یہ کہہ رہا ہے۔ کہ تم آج بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ سنی نے جواب دیا۔۔

عیس اسے گھورنے لگا۔ جبکہ ضرار اور سلطان مزے سے سارا سین انجوائے کر رہے تھے۔

اسے ہٹاؤ مجھ سے دور۔۔۔ بدبو آ رہی ہے مجھے اس سے۔۔۔
عیس نے پھر دھیرے سے کہا۔۔ تاکہ وہ اسکی جان چھڑانے میں مدد کر سکیں۔۔

نتاشہ کونسی پرفیوم لگائی ہے۔۔عیس کو بہت پسند آئی ہے۔۔ سنی نے پھر الٹی بات کی۔تو سلطان اور ضرار قہقہہ لگا گئے۔جو غلط وقت پر عیس کے چھکے چھڑا رہا تھا۔

کیا سچ میں بے بی۔۔۔نتاشہ کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔کیونکہ عیس کو پہلی دفعہ اسکی کوئی چیز پسند آئی تھی۔۔

جبکہ سنی ہاتھ بڑھا کر نتاشہ کے گنگریالے بالوں میں کاجو اور پستہ لگائے جا رہا تھا۔جو اس نے میز سے اٹھائے تھے۔چونکہ نتاشہ کے بال گنگریالے ہونے کی وجہ سے پھولے ہوئے تھے۔اسی لیے سنی کے لگائے کاجو آرام سے اسکے بالوں میں اٹک گئے تھے۔

البتہ ضرار اور سلطان اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کر رہے تھے۔جو وہ اپنی شیطانی مسکراہٹ میں ان سنی کر گیا۔

نتاشہ میں تمہیں بعد میں جوائن کرتا ہوں۔ابھی مجھے کام ہے ٹھیک ہے۔۔عیس بنا اسکا جواب سنے اٹھ کر باہر کی طرف نکل گیا۔

پیچھے وہ اسے جاتا دیکھتی رہ گئی۔پھر اک نظر ان تینوں کی طرف دیکھا۔۔جو اپنی باتوں میں گم تھے۔تو یہاں بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔اس لیے وہ سٹیج کی طرف چلی گئی۔

اسکے جاتے ہی سنی کا کب کار کا ہوا قہقہ نکلا۔

پھر وہ تینوں اٹھ کر باہر عیس کی طرف چلے گئے۔جہاں انکا ٹارگٹ موجود تھا۔

وہ تینوں باہر نکلے۔تو عیس کہیں بھی نظر نہ آیا۔

یہ کہیں اکیلا تو نہیں نکل پڑا۔ سنی نے فکر مندی سے کہا۔

سلطان نے اپنے موبائل پر عیس کے پیغام کو دیکھا۔
وہ وہیں موجود ہے۔ پھر وہ تینوں تیزی سے کلب کی پچھلی جانب
ائے۔ جہاں اک طرف سیڑھیاں اتر کر کلب کی بیسمنٹ میں جانے کا رستہ
موجود تھا۔ جو کہ ہر کسی کو معلوم نہیں تھا۔ وہ چونکہ دو مہینوں سے اس
کلب میں آرہے تھے۔ اسی لیے وہ یہ سب جانتے تھے۔

سیڑھیاں اتر کر وہ ہال میں چلے آئے۔ جہاں ہر طرف لوگ موجود تھے۔
اصل میں کلب کی بیسمنٹ میں باکسنگ کے کھیل کا جوا کھیلا جاتا تھا۔ اس
کے علاوہ بھی بہت سے غیر قانونی کام یہاں پر سرانجام دیے جاتے تھے۔

عیس کہاں ہے۔ سنی نے عیس کو ڈھونڈا۔۔۔

وہ سامنے رنگ میں دیکھو۔۔۔ سلطان نے اسکی توجہ سامنے مبذول کرائی۔
جہاں وہ بناشرٹ کے اپنے کھلے بالوں کے ساتھ لڑنے کے لیے کھڑا تھا۔
یہ اتنی جلدی وہاں کیسے پہنچا۔۔۔ سنی نے حیرانی ہوئی۔

اسکی پلینگ پہلے ہی ہوگئ تھی جانو۔۔ ضرار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔
تو سنی نے خفگی سے ان دونوں کو دیکھا۔ جنہوں نے اسے بے خبر رکھا تھا۔

ضروری تھا نہ جان۔۔۔ اب ایسے نہ دیکھو۔۔ سلطان نے اسکی نظروں کے جواب میں کہا۔ تو وہ منہ موڑ گیا۔۔

کیونکہ یہاں آنے سے پہلے وہ سختی سے ان تینوں کو منا کر آیا تھا۔ کہ وہ تینوں خود نہیں لڑیں گئے۔۔ بلکہ کسی اور کو لڑنے کے لیے بھیجے گئے۔

سنی کی تسلی کے لیے وہ تینوں تب مان گئے تھے۔کیونکہ سنی کو باکسنگ سے نفرت تھی۔۔اور کبھی بھی اپنے جگری کو ایسے مار کھاتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔پر اب عیس کو رنگ میں دیکھ کر وہ ناراض ہو چکا تھا۔

سلطان اور ضرار سنی کو ساتھ لے کر اک جانب اپنے درمیان میں بٹھا چکے تھے۔کیونکہ اسکا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔عیس کی حالت خراب دیکھ کر یہاں سے ہی نکل جاتا۔

وہ دونوں سنی کا اک اک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گئے۔

میں لڑکی نہیں ہوں۔۔اپنے ہاتھوں کو ان دونوں کے ہاتھ میں دیکھ کر وہ چیخ کر بولا۔

ہاں پتہ ہے۔۔۔ ہم نے اپنے ڈر کے لیے پکڑا ہے۔ ضرار نے سامنے عیس کو مارتے دیکھ کر جواب دیا۔

توسنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ کیونکہ وہ انکے ڈر کو اچھے سے جانتا تھا۔

اسی لیے وہ بھی سامنے عیس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جہاں مخالف نے عیس کے منہ پر مکہ مارا۔ تو اسکے ہونٹ کے کنارے سے خون نکلنے لگا تھا۔

عیس کے خون کو دیکھ کر سنی نے ان دونوں کے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ تو سلطان اور ضرار نے اک نظر سنی کو دیکھا۔ جو چہرے پر فکر مندی سجائے عیس کو دیکھ رہا تھا۔

وہ دونوں اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسکی بے چینی کو کم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

عیس نے گرتے ہوئے مخالف کے ٹانگ پر اپنی ٹانگ ماری تو وہ بھی گر گیا۔۔۔ جس سے سکے چہرے پر مسکراہٹ ائی۔ اور اسکی بائیں گال کر ڈمپل نظر آیا۔

جس کو دیکھ لڑکیوں کی ڈمپل ہاٹ بوائے کی ہوٹنگ شروع ہو گئی تھی۔ کیونکہ اپنے لڑنے کے انداز سے کافی دلکش لگ رہا تھا۔ کہ۔ جب بھی

مخالف اس پر وار کرتا تھا۔ وہ مسکرا کر برداشت کرنے کر ساتھ اسی وقت الٹا وار کر دیتا تھا۔

سالا۔۔ کسی دن اسکی یہ گال ہی کاٹ دوں گا۔۔۔ ایسے ہی مشعل بھابھی کو اسکی ٹھرک کی داستان سناؤ گا۔۔۔ سنی نے جلے کٹے انداز میں کہا۔ جو اپنے ڈمپل سے لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کر گیا تھا۔۔

سلطان اور ضرار مسکراہٹ دبا گئے۔۔ جو تھوڑی دیر پہلے اسکی فکر میں ہلکان ہو رہا تھا۔ اور اب اسکے خلاف منصوبہ بندی کرنے میں مصروف تھا۔

یہ جنگلی پن کب ختم ہو گا۔ سنی بے چینی سے کہا۔ کیونکہ وہ عیس کے چہرے پر لگے خون کی وجہ سے نظریں ہٹا چکا تھا۔

ہو گیا ہے ختم۔۔۔ ضرار کے کہنے پر سنی پھر سامنے دیکھا۔

جہاں عیس جیت چکا تھا۔۔۔۔

تقریباً آدھی رات کے وقت سلطان عیس کے ساتھ فلیٹ میں داخل ہوا۔ عیس کے چہرے پر نشان کی وجہ سے سلطان نے اسے گھر جانے سے روک دیا تھا۔

جبکہ ضرار بھی اپنے فلیٹ پر چلا گیا تھا۔اور سنی کو وہ گھر چھوڑ آئے تھے۔

میں سونے جارہا ہوں۔۔۔عیس سلطان کو بتا کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

اسی وقت سلطان کے فون پر میر شاہ خان کی کال موصول ہوئی۔

سلطان نے فون کان کے ساتھ لگایا۔تو میر شاہ خان کی سخت آواز سنائی دی۔

برخوردار تم ہم کو شہر جا کر بھول گئی۔۔۔میر خان نے اپنی آدھی ادھوری اردو میں شکوہ کیا۔تو سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔میر خان کے شوق پر سلطان نے انہیں اردو سکھائی تھی۔۔پر انکا مذکر، مونث سلطان کو ہسنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

آغا جان اپکو میں کبھی بھول سکتا ہوں کیا۔۔۔ سلطان نے گھڑی پر وقت دیکھا۔

یہ تو تم ہم کو ملی گئی۔ تب ہم تم سے پوچھے گا۔ میر خان نے پھر شکوہ کیا۔

تو سلطان کو بھی احساس ہوا۔ کہ وہ کافی وقت سے حویلی نہیں جا سکا۔ اسی لیے آغا جان کو منانے کو کوشش کرنے لگا۔

کیونکہ اسے اپنے آغا جان کو منا کر "علیزے ابراہیم" کا دیدار کرنے جانا تھا۔

برخوردار ہم نے تم کو مردانہ کالج میں پڑھنے بھیجا تھا۔ یہ تو روزرات کو زنانہ کالج کیا لینے جاتی۔۔۔ میر خان نے الجھن سے پوچھا۔۔۔ کیونکہ انکے آدمی نے کل ہی سلطان کے روزرات کو گرلز ہوسٹل جانے کا بتایا تھا۔

سلطان انکی بات سن کر بے بسی آنکھیں بند کر گیا۔
آغا جان میں آپکو یہ جاسوسی کرنے سے منع کیا تھا نہ۔۔ سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔ کیونکہ سب مل کر اسکی سٹوری میں ولن بننے کی کوشش کر رہے تھے۔

یار ہم کو تیری فکر ستاتی ہے۔ میں اپنے دل کو تیری فکر سے کیسے روکوں۔ یہ دل میری نہیں سنتی نہ۔۔۔ میر خان نے زیادہ بے بسی ظاہر کی۔ جیسے وہ اپنے دل کی نہیں بیوی کی شکایت کر رہے ہوں۔ جو انکی اک نہیں سنتی۔۔۔

سلطان نے ان سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔ اور صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ کیونکہ کم از کم آج وہ علیزے کو دیکھنے نہیں جا سکتا تھا۔۔

اگلی صبح معمول سے زیادہ روشن تھی۔۔ہر کوئی اپنے دل میں جزبات چھپائے بے چین تھا۔۔

عیس وائٹ پرنٹڈ شرٹ ساتھ نیوی بلو جینز پہنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا۔ چہرے پر کل ہونے والی لڑائی کے نشان موجود تھے۔ وہ ہر گز اس حال میں گھر نہ آتا۔ اگر اسے مشعل کو اپنے ساتھ یونیورسٹی نہ لے کر جانا ہوتا۔ پہلے تو وہ دو، دو دن تک گھر کا رخ نہیں کیا کرتا تھا۔ پر اب شائد ہی ایسا ممکن ہوتا۔

عیس گھر میں میں داخل ہوا تو دیکھا۔ کہ مشعل نک سک سی تیار یلو کلر کے ڈریس میں حسن صاحب کے ساتھ جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

عیس کو دیکھتے ہی مشعل کا سانس رک گیا تھا۔ کیونکہ وہ کسی صورت بھی، اس دیو کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔۔پر وہ دیو خود اسے قید کرنے آگیا تھا۔

جبکہ وہ اپنی طرف سے گھر سے جلدی نکلنے والی تھی۔تاکہ اسے عیس کے ساتھ نہ جانا پڑتا۔ کل رات بھی عیس کے گھر نہ آنے پر وہ شکر کرتی رہی تھی۔

عیس کو دیکھتے ہی وہ شاہدہ بیگم کے پیچھے چھپ گئی۔ مشعل کے اتنا ڈرنے پر شاہدہ بیگم عیس کو گھور کر رہی گئیں۔

جبکہ حسن بھی کچھ اچھی نظروں سے عیس کو نہیں دیکھ رہے تھے۔

ایسے کیوں سب دیکھ رہے ہو مجھے۔۔۔عیس نے سب کی نظروں کو خود پر محسوس کرتے کہا۔۔

مشعل بیٹا۔۔۔جاواندر سے اپنی پونی لاکر عیس کو دو۔تاکہ وہ اپنی زلفوں کو سنبھال سکے۔لگتا ہے اس کی پونیاں ختم ہو گئیں ہیں۔اس لیے آج حسین زلفے بکھری پڑیں ہیں۔۔۔

حسن صاحب نے عیس کے کھلے بالوں کو دیکھ کر طنز کے تیر برسائے۔
جبکہ مشعل کی ہنسی نکل آئی تھی۔۔جو عیس کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔۔

اک تو سالا گھر میں بے عزت ہونے کے لیے پیدا ہوا ہوں میں۔عیس نے بڑبڑاتے کہا۔اور اپنے لمبے بالوں کی پونی بنا کر انہیں سمیٹا۔

بالوں کے قید ہوتے ہی اسکے چہرے کے نشان واضح نظر آنے لگے۔جو کہ شاہدہ بیگم کو فکر میں مبتلا کر گئے تھے۔تو وہ جلدی سے اسکی طرف بڑھیں۔۔

یہ تمہارے چہرے کو کیا ہوا ہے۔۔کن سے لڑے ہو اب۔۔۔شاہدہ بیگم نے عیس کے نشانوں کو چھوتے پوچھا۔۔

البتہ حسن صاحب بھی غور سے اب دیکھ رہے تھی۔وہ عیس کے ان لڑائی جھگڑوں سے بے حد تنگ تھے۔۔جبکہ مشعل بھی متوجہ ہو کر عیس کو تک رہی تھی۔

ایسے کیوں پوچھ رہی ہو۔کونسا پہلی دفعہ وہ منہ سوجا کر گھر آیا ہے۔بلکہ ایسے کرو۔جب بھی یہ رنگ برنگا منہ لے کر گھر ائے۔تو اسکو پھولوں کو ہار بھی پہنا دیا کرو۔

حسن صاحب سلگتے شروع ہو چکے تھے۔۔اپنے بے ڈھنگے حلیے سے وہ کہیں سے بھی شریف نہیں لگ رہا تھا۔

بکہ عیس ضبط سے آنکھیں بند کر گیا۔اس نے بال کھولے ہی آج اس لیے تھے۔تاکہ اسکے نشان واضح نہ ہو۔اور حسن صاحب کو ہاتھ صاف کرنے کا موقع نہ ملے۔۔۔

عیس بیٹا اس پدی کو لے کر نکلو۔اس سے پہلے حسن ہمدانی تمہارے دماغ کی دہی بنائے۔۔۔

ٹھیک ہے اماں میں نکلتا ہوں۔اس پدی کو لے کر۔۔۔عیس حسن صاحب کی باتوں کو ان سنا کرتے خاموش کھڑی مشعل کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔

اور پیچھے حسن صاحب اسکے بھاگنے پر دانت پیستے رہ گئے۔
اس سارے عمل میں مشعل عیس کے ساتھ جانے پر احتجاج بھی نہیں کر پائی تھی۔۔

ہم یونیورسٹی کیسے جائیں گئے۔ مشعل نے سوال کیا۔

تو عیس نے اسکے سوال پر سامنے اشارہ کیا۔ جہاں اسکی ہیوی بائیک کھڑی تھی۔ان چاروں کے پاس ایسی بائیک تھی۔ جس کو وہ اکثر ریس کے لیے استعمال کرتے تھے۔پر اب مشعل کے آجانے پر عیس یونیورسٹی کے لیے یہ ہی استعمال کرنے والا تھا۔۔

یہ کیا ہے۔ بائیک کو عجیب نظروں سے دیکھتے مشعل نے استفسار کیا۔۔

گدھا گاڑی۔۔ عیس نے سلگتے جواب دیا۔اور جا کر بائیک پر بیٹھ کر ہیلمٹ پہنے لگا۔

اب بیٹھو گی۔ کہ اٹھا کر بٹھاؤ۔۔۔ مشعل کے کھڑے رہنے پر وہ مڑا۔۔
مجھے اس پر ڈر لگے گا۔ مشعل کبھی عیس کو دیکھ کر روہانسی ہو رہی تھی تو کبھی بائیک کو دیکھ کر۔

چلو آؤ پھر تمہیں آگے بٹھا لیتا ہوں۔ تمہیں ڈر بھی نہیں لگے گا۔اور مجھے سکون بھی مل جائے شائد۔۔
عیس نے شیطانی مسکراہٹ سے ڈری ہوئی مشعل کو دیکھا۔
تو وہ عیس کی بے رحمی پر کھل کر رو بھی نہ پائی۔نہ چارہ اسے عیس کے پیچھے بیٹھنا ہی پڑا۔

مشعل چونکہ کافی پیچھے بیٹھی تھی۔ توعیس پھر دانت پیس گیا۔۔

آگے سونامی آئی ہے۔ جو کنارے پر جان بچانے کے بیٹھ گئی ہو۔ آگے ہو کر اور مجھے پکڑ کر بیٹھو۔ مجھے بھی محسوس ہونا چاہیے کہ میں اب سنگل نہیں ہوں۔۔۔۔ بیویاں تو ایسے چیپک کر بیٹھی ہوتیں ہیں۔ اور اک یہ میرے والی ہے۔۔۔

عیس ک جھاڑ پر مشعل تھوڑی سی سمٹ کر آگے ہوئی۔۔۔ لیکن عیس سے پھر بھی دوری پر تھی۔۔

عیس نے گہرا سانس لے کر خود کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کی۔ پھر بائیک سٹارٹ کرا اک جھٹکے سے وہ مشعل کو اپنے قریب لے آیا۔ جس پر مشعل کی چینخ نکل گئی۔

بنا اسکی چینخوں کو سنے وہ بائیک ہوا میں اڑاتا ہوا جا رہا تھا۔۔

بیس منٹ بعد عیس نے یونیورسٹی کے گیٹ پر جا کر بائیک روکی۔ لیکن مشعل ڈر سے کانپتے ہوئے اس سے چپکی ہوئی تھی۔۔

ہیلمنٹ اتار کر اس نے شیشے میں خود سے چپکے وجود کو دیکھا۔ جو سر گرائے اسکی شرٹ کو ہاتھوں میں جکڑے سمٹا ہوا تھا۔۔

مشعل کو اس طرح دیکھتے عیس کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

بیگم ہم پہنچ گئے ہیں۔ آپ باقی کا چپکنا کل کر لیجیے گا۔ عیس نے شرارت سے کہا۔ تو مشعل اک جھٹکے سے دور ہوئی۔ اور جلدی سے بائیک سے اتری۔۔

تو عیس بھی اترایا۔۔۔

لیکن مشعل کے بال بکھر چکے تھے۔اور چہرے کا اڑا رنگ دیکھ کر عیس کے دل کو کچھ ہوا۔۔

بنا عیس کو دیکھے مشعل نکلنے لگی۔تو عیس نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔۔

پارکنگ میں وہ چونکہ گاڑیوں کے بیچ کھڑے تھے۔اس لیے آنے جانے والوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔۔

عیس کے ہاتھ پکڑنے پر مشعل آنکھیں میچ گئی۔
عیس نے اسکے بکھرے بال سمیٹ کر انہیں سیٹ کیا۔اور پھر غور سے اسکے کالے گھنے بالوں اور ماتھے پر گرے بالوں کو دیکھا۔تو اسکا دل کیا۔کہ

آگے بھر کر انہیں چھو لے۔پر وہ پہلے ہی ڈر کے مارے آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔مزید وہ اسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔۔

آنکھیں کھولو۔۔۔عیس نے اسکے چہرے کو دیکھتے کہا۔۔

تو مشعل آنسوں سے بھری آنکھیں کھول گئ۔۔اسکی آنکھوں میں آنسوں کو دیکھ کر عیس پھر گہرا سانس بھر گیا۔۔۔لگتا ہے۔۔ٹھنڈا آہیں بھرنے کے لیے میں رہ گیا ہوں بس۔۔۔۔

اچھا سوری۔۔۔ائندہ سلو چلا کر آؤں گا۔ہاتھوں سے اسکی آنکھوں کو صاف کرتے وہ ناچاہتے ہوئے بھی تسلی دے گیا۔
تو مشعل ہچکی بھر گئ۔۔

مشعل کو بچوں کے سٹائل میں روتے کی تیاری پکڑتے عیس اسے چپ کروانے کا ارادہ رکھتا ہی تھا۔۔

کہ اسے پیچھے سے آواز آئی۔۔ کیا ہوا ہے مشعل۔۔۔۔۔
بلورنگ کے گاؤن میں حجاب کیے اپنی سحر انگیز شخصیت سے علیزے مشعل کی طرف بھری۔

وہ مشعل کو عیس کے ساتھ بائیک پر آتے دیکھ چکی تھی۔۔ کب سے وہ کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ تاکہ مشعل کو ساتھ لے کر اندر جائے۔۔
پر مشعل کے اتنی دیر سے نہ آنے پر، مجبور علیزے کو خود مشعل کی طرف آنا پڑا تھا۔۔
پر یہاں مشعل کو روتے دیکھ کر وہ پریشانی سے اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

توعیس مشعل سے بازو ہٹا گیا۔

یہ ایسے کیوں رو رہی ہے۔۔علیزے نے عیس کی طرف دیکھا۔۔۔

کیونکہ اسے رونے کے پیسے ملتے ہیں۔دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو مسلتے مشعل کو دیکھ کر عیس سنجیدگی سے بولا۔۔

توعلیزے ناسمجھی سے عیس کو دیکھنے لگی۔۔

آپ اسکو ساتھ لے جائیں۔۔عیس نے علیزے کے دیکھنے پر کہا۔توسر اثبات میں ہلا گئی۔۔

پھر مشعل کو ساتھ لے کر وہ یونیورسٹی کے اندر چلی گئی۔۔۔

جبکہ عیس وہیں کھڑا علیزے کو غور سے دیکھنے لگا تھا۔ علیزے کو دیکھتے اسے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

کیا ہوا کسے دیکھ رہے ہو۔۔۔ بلو شرٹ کے ساتھ بلو جینز میں سلطان نے عیس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

تو کب آیا یہاں۔۔۔ عیس نے الٹا سوال کیا۔۔

جب تو اپنی شہزادیوں کی کہانیوں کی سیر کو نکلا تھا۔۔

سنی کو ساتھ لیے سلطان ابھی ہی یونیورسٹی پہنچا تھا۔ کہ اس نے روتی ہوئی مشعل کو علیزے کے ساتھ یہاں سے نکلتے دیکھا۔ تو اسی طرف چلا آیا۔

جہاں عیس کسی سوچ میں گم ہوا پڑا تھا۔

سنی کو کیفے ٹیریا کی طرف بھیج کر وہ خود عیس کی طرف چلا آیا۔

یار اس لڑکی کی آنکھیں بہت پیاری ہیں نہ۔۔

عیس نے دور جاتی علیزے کی طرف اشارہ کیا۔

پتہ نہیں میں نے غور نہیں کیا۔۔۔سلطان علیزے کو اک نظر دیکھ کر انجان بنا۔۔۔

ظاہر ہے تو آنکھوں کو کیوں دیکھے گا۔ تیرا فوکس تو کہیں اور ہو گا نہ۔۔۔عیس نے کمینے پن کا مظاہرہ کیا۔

تو سلطان تیکھے چتون سے عیس کو گردن سے پکڑ گیا۔۔۔

سالے تو کمینے پن سے باز نہیں آئے گا۔۔۔

جبکہ اپنی گردن سلطان کے شکنجے میں ہونے کے باوجود عیس اپنے قہقے سے سلطان کو سلگا گیا تھا۔

منیزے اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی۔ جبکہ ضرار سارے فوکس سے اپنی نظریں منیزے کے کمرے پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔
وہ کل والی غلطی دوبارہ نہیں کر سکتا تھا۔اس لیے نظریں جمائے تھا۔۔تاکہ وہ چڑیل دھماکا نہ کر سکے۔۔

منیزے ڈور کھول کر ہاتھ میں بیگ لیے باہر آئی۔ تو ضرار کو پھر طیش میں مبتلا کر گئی۔

کیونکہ وہ آج ضرار کی بلو شرٹ کے سات میچنگ ڈریسنگ میں اسکے سامنے کھڑی تھی۔
بلوٹی شرٹ اور بلیک جینز میں اپنی کھلی زلفوں کے ساتھ وہ جوالہ مکھی بنی ہوئی تھی۔

یہ کیا بے ہودگی ہے۔۔۔ضرار نے ضبط سے پوچھا۔۔۔

سر تاج میچنگ کی ہے۔۔اپکو پسند نہیں آئی کیا۔۔۔ منیزے نے لاڈ سے کہا۔۔ جیسے وہ روز اسکے ساتھ میچنگ ڈریسنگ کر کے جاتا تھا۔

روم میں جاؤ اور دو منٹ میں یہ بدل کر آؤ۔۔۔ضراع نے غصے سے کہا۔۔۔

میرے پاس سب ایسے ہی کپڑے ہیں۔۔اس سے پہلے کہ منیزے اسے کچھ کہتی۔۔۔ضرار کڑے تیور سے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو روم میں کے کر آیا۔

اور پھر خود اسکی الماری کی طرف بڑھا۔ ساری الماری میں اسے ویسے ہی بے ہودہ کپڑے لٹکے نظر ائے۔۔جع کم از کم وہ اپنی بیوی کو پہنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

ابھی وہ کپڑے الٹ پلٹ کی رہا تھا۔ کہ اسے اک لانگ شرٹ پڑی نظر ائی۔ تو ضرار نے اسے باہر نکال لیا۔

جلدی سے یہ ہیں کر آؤ۔۔۔ضرار نے اسے حکم دیا۔۔۔

میں یہ نہیں پہنو گی۔۔ منیزے نے جھٹ سے انکار کیا۔

ٹھیک ہے۔مت پہنو۔۔۔پھر تم یونیورسٹی جا کر دکھاؤ۔اور اپنی سہیلیوں سے بھی مل لینا۔۔۔

ضرار نے اسے دھمکی دی۔تو منیزے نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

کسی سوچ کے تحت وہ چپ کر کے چینج کرنے چلی گئی۔وہ چینج کر کے باہر آئی۔تو ضرار نے اسکا معائنہ کیا۔لیکن جینز وہ اب بھی پہنے ہوئی تھی۔

آج مجھے واپس آنے دو۔سب سے پہلے تمہارے لیے ڈھنگ کے کپڑوں کا بندوست کرتا ہوں۔۔

اور پھر وہ باہر نکل گیا۔تو منیزے ہمیشہ کی طرح منہ چڑاتی اسکے پیچھے نکل آئی۔۔

سنی کیفے ٹیریا میں بیٹھا سلطان اور عیس کا انتظار کر تھا۔ کہ اسے سامنے ٹیبل پر ریڈ کرتی میں ہائی پونی ٹیل میں آئرہ بیٹھی نظر آئی۔

یہ لال مرچی ادھر کیا کر رہی ہے۔۔ سنی غور سے اسے دیکھا۔۔ جو ناک چڑھائے ادھر ادھر نظریں دہرا رہی تھی۔

سنی کو بوریت ختم کرنے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔ اس لیے وہ جا کر آئرہ کے ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

سنی کو اپنے سامنے بیٹھتے دیکھ کر آئرہ ناک منہ چڑھا گئی۔

تم ادھر کیوں بیٹھے ہو۔ آئرہ نے ناگواری سے کہا۔

تم بھی اکیلی بیٹھی تھی اور میں بھی۔۔۔ سوچا دونوں مل کر ٹائم پاس کر لیتے ہیں۔۔۔ سنی کا انداز ایسا تھا۔ جیسے وہ دونوں بہت قریبی دوست ہوں۔

سفید بندر میں تمہیں دیکھنا پسند نہ کروں۔ کجا کہ تمہارے ساتھ وقت گزارنا۔۔۔ ائرہ نے غصے سے سنی کی وائٹ شرٹ کو نشانہ بنایا۔

دیکھو میں جانتا ہوں۔ تمہیں اس دن کا غصہ ہے۔ کہ میں تم پر گرا رہا۔ پر یقین مانو۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ تمہاری پرفیوم ہی اتنی میٹھی تھی۔ کہ میں بس اسکی خوشبو محسوس کرتا رہا۔۔۔ سنی نے اپنی طرف سے اسے وضاحت دینے کی کوشش کی۔ جس کا آئرہ پر الٹا ہی اثر ہوا تھا۔ کہ وہ شرم وہ غصے سے لال ہو گئی تھی۔

تم بے شرم انسان میں تمہارا خون کر دوں گی۔ آئرہ خطرناک تیوروں سے سنی کی طرف بڑھی۔ اور اسی گردن اپنے ہاتھوں میں دبوچ گئی۔۔۔

سلطان اور عیس نے جب کیفے ٹیریا میں سنی کی گردن کو آیرہ کے ہاتھوں میں دیکھا تو جلدی سے اسکی طرف بڑھے۔۔

اس سالے نے کہیں اسے بتا تو نہیں دیا۔ کہ اس دن جان بوجھ کر اس پر گرا رہا ہے۔ عیس نے شرارت سے کہا۔ تو سلطان قہقہہ لگا گیا۔۔۔

پہلے اسکو بچاؤ۔۔ پھر پتہ چلے گا۔

وہ دونوں لڑتے ہوئے سنی اور آئرہ کے پاس پہنچے۔

کیا ہوا ہے۔۔ سر عام قتل کی کیا وجہ ہو گئی ہے۔۔۔ عیس نے سنے کو چھڑاتے پوچھا۔ تو آئرہ اسکی طرف غصے سے مڑی۔

لے جائیں اپنے بے شرم دوست کو یہاں سے۔۔۔ اس سے پہلے کہ میں اسکا قتل کروں۔۔۔

اس نے کیا بے شرمی کی ہے۔۔۔ یہ تو ہے ہی شرمیلا۔۔۔ عیس نے آئرہ کو اکسایا۔ تاکہ وہ سنی کی بے شرمی بتا سکے۔۔

جبکہ سلطان نے سنی کو اشارے سے پوچھا۔ تو وہ کہنے لگا۔ کہ اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔۔

البتہ آئرہ نے غصے سے سلطان کے ساتھ کھڑے سنی کو دیکھا اور بولنا شروع ہوئی۔۔۔ اور سنی کی ساری بات سلطان اور عیس کو بتا گئی۔۔

جس کو سنتے عیس اور سلطان کا قہقہہ گونجا۔۔۔ جبکہ سنی کھسیانی ہنسی ہنسے لگا۔

توآئرہ طیش سے کیفے ٹیریا سے ہی نکل گئی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

منیزے کلاس ختم ہوتے ہی ان تینوں کو ڈھونڈ رہی تھی۔

لیکن وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آرہیں تھیں۔ تھک ہار کر وہ کچھ کھانے کے لیے کیفے ٹیریا کی طرف چلی گئی۔۔

کیفے ٹیریا میں داخل ہوتے ہی منیزے کو وہ کونے میں بیٹھیں نظر آئیں۔ تو وہ جلدی سے انکے ٹیبل کی طرف گئی۔۔۔

یہ ٹھیک بات نہیں ہے لڑکیوں، میں تم لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر آرہی ہوں۔اور تم ادھر چھپی ہوئی ہوں۔ منیزے نے کرسی سنبھالتے کہا۔۔

سوری یار۔۔اسکا موڈ خراب تھا۔اس لیے ہم ادھر گئے۔۔۔

علیزے نے آئرہ کی جانب اشارہ کیا۔ جبکہ مشعل بھی اداس شکل بنائے بیٹھی تھی۔

ان دونوں کو کیا ہوا ہے۔ منیزے نے دونوں کی اتری شکلیں دیکھ کر پوچھا۔تو علیزے نے صبح دونوں کے ساتھ ہونے والے قصے منیزے کے گوش گزار دیے۔ جسے سن کر منیزے ہنسنے لگی۔

سنو منیزے۔۔جو کک اس دن منہاج کو تم نے ماری تھی نہ۔۔۔وہ مجھے بھی سکھاو،تاکہ میں اس بے شرم انسان کو مزہ چکھا سکوں۔۔۔ائرہ نے دانت چباتے کہا۔جیسے دانتوں کے بیچ سنی کی گردن ہی ہو۔۔۔

اسی وقت منیزے کے موبائل پر شیراز پاشا کا پیغام موصول ہوا۔جسے پڑھتے ہی منیزے کی آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔۔۔

ویسے تو وہ میرا دیور لگتا ہے،پر تم سے بڑھ کر اہم نہیں۔۔میں تمہیں کک تو کیا وہ سب کچھ بھی سکھادوں گی۔جس سے اسے نانی یاد آجائے گی۔ابھی میرے ساتھ چلو۔۔۔تم لوگوں کا موڈ بحال کر کے لاتی ہوں۔۔۔۔

منیزے نے کرسی اٹھتے کہا۔تو وہ تینوں بھی اسکے ساتھ ہی کھڑی ہو گئیں۔۔

جانا کہاں ہے۔۔علیزے نے استفسار کیا۔۔۔

چلو تو سہی بتاتی ہوں۔۔۔اسکے ساتھ وہ چاروں کیفے ٹیریا سے نکل آئیں۔
چونکہ اس وقت وہ تینوں اچھا محسوس نہیں کر رہیں تھیں۔نس کی وجہ سے
تینوں نے منیزے کی آفر کو انکار نہیں کیا تھا۔۔۔

وہ چاروں گراؤنڈ سے گزر کر باہر کی طرف قدم اٹھا رہیں تھیں۔کہ عیس
کی نظر ان پر پڑ گئی۔جو کہ لائبریری جا رہا تھا۔کہ رستے میں اسے نتاشہ نے
گھیر لیا۔اور اب وہ بازار شکل بنائے نتاشہ کو جھیل رہا تھا۔۔۔

یہ بطخوں کی ٹولی اتنے جوش میں کہاں جا رہی ہے۔۔
عیس نے ان چاروں کو تیزی جاتے دیکھ کر دل میں سوچا۔۔۔

عیس کہاں دیکھ رہے ہو۔۔۔نتاشہ نے اسکی غائب دماغی دیکھ کر پوچھا۔۔۔

نتاشہ ہم بعد میں ملتے ہیں۔۔عیس بنا اسکو جواب دیے بائے بول کر خود لائبریری کی طرف ڈور لگا گیا۔۔

وہ چاورں یونی کے گیٹ پر پہنچیں۔تو سامنے شیراز پاشا کا آدمی گاڑی لیے کھڑا تھا۔۔۔

منیزے نے چابی لے کر اسے واپس بھیج دیا۔۔

منیزے صبح ضرار کی دھمکی کو شیراز پاشا تک پہنچا چکی تھی۔جس میں اس نے منیزے کو فلیٹ ہی چھوڑ جانے کا کہا تھا۔جس پر شیراز پاشا نے اسکی اپنی گاڑی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔تاکہ وہ جہاں مرضی جا سکے۔اور اب گاڑی ملنے پر اس نے شیراز پاشا کو شکریہ کا پیغام بھیجا تھا۔۔۔کیونکہ گاڑی ملنے سے زیادہ وہ ضرار کو مرچی لگانے کا سوچ کر خوش ہو رہی تھی۔۔

اب مجھے دھمکا کر دکھانا سر تاج ڈھکن۔۔ منیزے نے خیالوں میں ضرار سے مخاطب ہوتے کہا۔۔۔اور پھر سر جھٹک کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ علیزے منیزے کے ساتھ فرنٹ پر جبکہ ائرہ اور مشعل پیچھے بیٹھ گئیں تھیں۔۔

ہم جا کہاں رہے ہیں۔۔ مشعل نے ڈرتے پوچھا۔ کیونکہ وہ عیس کا سوچ کر گھبرا رہی تھی۔ نجانے وہ اسکے بنا بتائے جانے پر کیسا ردعمل دیتا۔۔۔

میری ڈرپوک بلی۔۔ ہم مال جا رہیں ہیں۔ جہاں ہم شاپنگ کریں گئے۔ کھانا کھائیں گئے۔اور پھر تفصیلی اک دوسرے کو جان پائیں گئے۔ کیونکہ تم تینوں میرے بارے میں کچھ نہیں جانتیں،اور میں تم لوگوں کے بارے بھی جانتی۔۔ منیزے نے تفصیلی اپنا پروگرام سیٹ کیا۔تو وہ بھی

ہاں کر گئیں۔۔بے شک اچھی دوستی کے لیے اک دوسرے کو مکمل طور پر جاننا ضروری تھا۔

منیزے ان تینوں کو شہر کے مشہور مال میں لے کر آئی۔ جہاں ان چاروں نے پہلے شاپنگ کرتے خوب مستی کی۔اور منیزے نے ضرار کو تپانے کے لیے مزید اپنے ساز و سامان کا انتظام کیا۔ جبکہ باقیوں نے اپنے اپنے مخصوص انداز میں رہ کر ہی شاپنگ کی۔

پھر وہ چاروں موووی دیکھنے چلی گئیں۔اور موووی دیکھنے کے بعد چاروں نے مل کر کھانا کھایا۔ جہاں منیزے نے ان کو اپنے امریکہ آنے سے لے کر ضرار سے نکاح تک کی ساری کہانی بتائی۔اور اسی طرح مشعل نے بھی اپنے اور عیس کے نکاح کی ساری روداد سنانے کے ساتھ ساتھ عیس کے مشعل کو رلانے کا بھی بتایا۔ کہ کیسے وہ اسے ڈرا کر مزے لیتا ہے۔

جس کو سنتے ہوئے منیزے نے عیس کو کنٹرول کرنے کے لیے ایسے ایسے ٹپ دی۔ کہ مشعل صرف لال ہوتی رہی۔ جبکہ علیزے اور آئرہ اسکی حالت پر ہنستی رہ گئیں۔۔۔

وہ چاروں مکمل اک دن گزار کر اک دوسرے کے قریب آچکی تھیں۔ کیونکہ سب کی زندگی میں کوئی نہ کوئی خلا موجود تھا۔ جس کو انہیں نے اپنے دوستی کے رشتے سے پورا کرنا تھا۔۔

یہ سب دیکھتے ہوئے علیزے نے بھی ہمت کرتے اپنے کمرے میں کسی کے آنے کا بتادیا۔ جس کو سنتے ہی وہ تینوں صدمے سے علیزے کو دیکھنے لگیں۔ پر جب علیزے نے اپنے شک کا بتایا۔ کہ اس کے کمرے میں آنے والا ضرار کا دوست ہو سکتا ہے۔ تو منیزے سمیت آئرہ چوکنا ہو گئیں۔ جبکہ

مشعل یہ سب سنتے ہی ڈری ہوئی تھی۔ یقیناً اگر وہ علیزے کی جگہ ہوتی۔ تو اب تک اس جہاں سے کوچ کر گئی ہوتی۔۔

منیزے نے جلد ہی اس راز سے پردہ اٹھانے کی ٹھانی۔ اور پھر اک بھرپور دن گزرا کر وہ چاروں شام میں واپسی کے لیے نکل آئیں۔

عیس لائبریری میں داخل ہوا۔ تو وہ تینوں اسے ٹیبل پر جھکے کسی کتاب پر بحث کرتے نظر آئے۔

سالے کتاب پر بحث تو ایسے کر رہے ہیں۔۔ جیسے کرونا کے علاج کیلئے انہوں نے ہی فارمولہ تیار کرنا ہے۔۔۔

عیس انکے قریب گیا۔تو دیکھا وہ سنجیدگی سے "نمرہ احمد" کے مشہور ناول "جنت کے پتے" پر آپس میں لڑ رہے تھے۔۔

یار تو مان یا نہ مان یہ ڈولی جو بنا ہے نہ۔۔یہ حیا کا کزن ہے۔۔ سنی نے کتاب کے صفے پر انگلی رکھتے زور دیا۔۔۔جہاں ڈولی کا زکر تھا۔۔۔

مجھے تو نہیں ایسا لگتا۔۔سلطان نے اسکے خیال کی نفی کی۔۔۔۔

سالوں وہاں ہماری بطخوں کی ٹولی سیر سپاٹے کو کہیں نکل پڑی ہے۔تم لوگ اس ڈولی کے پیچھے پڑے ہو۔۔۔عیس نے سنی کے سر پر تھپڑ رسید کرتے کہا۔۔۔

تجھے کیسے اتنا کنفرم ہے۔کہ یہ ڈولی جہان ہی ہے۔۔ضرار نے سنجیدہ انداز میں سنی سے پوچھا۔۔وہ سرے سے ہی عیس کی بات کو نظر انداز کر کے اپنا

تبصرہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ جیسے اس سے اہم دنیا میں کچھ اور ہے ہی نہیں۔۔۔

کیونکہ آج کل ہر دوسرے ناول میں ایسے ہیرو ہوتے ہیں۔ جو لڑکی کو مختلف روپ اپنا کر ملتے ہیں۔ سنی نے بھی اتنے ہی پر سوچ انداز میں جواب دیا۔۔۔

جبکہ اس سارے عمل میں اگر کوئی حیران ہو رہا تھا۔ تو وہ عیس تھا۔ جو سوال اٹھانے والے کو حیران کن نظروں سے دیکھتا تھا۔ جیسے کوئی عجوبہ ہو۔۔۔ اتنے سنجیدہ اور ہینڈسم نظر آنے والے انساں بحث بھی کر رہے تھے، تو کس چیز پر۔۔۔۔

تمہیں اتنی معلومات کیسے ہیں۔۔ کہیں تمہارا بھی ارادہ، تو نہیں ہے کوئی روپ اپنانے کا۔۔۔ سلطان نے سنی کو دیکھا دیکھا۔۔۔
جبکہ عیس کو اب تپ چڑھنے لگی تھی۔ جو اسکی بات کو نظر انداز کر کے جنت کے پتے اکھٹے کرنے میں لگے تھے۔۔۔

سالوں میں نے کچھ بولا یے۔۔۔ عیس نے کتاب بند کرتے زور سے کہا۔ اور سنی کو خونخوار نظروں سے دیکھا۔ جو بحث کرنے کے لیے نیا موضوع تلاش کرنے کی کوشش میں تھا۔۔۔

جو تم ہمیں بتا رہے ہو وہ ہمیں پہلے سے ہی معلوم ہے۔۔۔ ضرار عام انداز میں بولا۔۔۔
تم لوگوں کو کیسے علم ہے۔۔۔ عیس کو الجھن ہوئی۔۔۔

بطخیں جب پلینگ کر رہیں تھیں۔۔تب ہماری باجی شکیلہ نے انکی ساری باتیں سن لی تھیں۔۔اور تمہیں بھی اپنی مس یونیورس سے رومینس کرتے دیکھ لیا تھا۔اسی لیے تم ادھر لیٹ پہنچے ہو۔۔۔

سلطان نے سنی کی طرف اشارہ کیا۔جو چپکے سے انکی باتیں سن کر آیا تھا۔۔۔اور اب فخر سے جا کر جھاڑ رہا تھا۔۔۔

جبکہ نتاشہ کو یاد کر عیس نے گندا سا منہ بنایا۔۔۔

پھر وہ چاروں اپنے مشترکہ فلیٹ کی طرف جانے کے لیے لائبریری سے نکل ائے۔البتہ سنی کا "جنت کے پتے" ناول کے کرداروں کے بارے بحث کرنے کا ابھی موڈ تھا۔تو اس نے کتاب اٹھا کر سینے سے لگالی۔جس پر عیس اسے گھورنے لگا۔تو وہ دانتوں کی نمائش کر گیا۔۔۔

شام کے وقت ضرار فلیٹ واپس آیا۔ تو باہر اسے نئ گاڑی کھڑی نظر آئی۔۔

مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میرے گھر والوں نے بہولائی ہے۔ یا کوئی بچی گود لے لی ہے۔ جس کی فرمائش پر فرمائش پوری ہو رہی ہے۔۔۔ آج اس نئ نویلی بیوی کو بتاتا ہوں۔۔ کہ ضرار پاشا حیدر کیا چیز ہے۔۔ اس نے مجھے زیادہ ہی ہلکے میں لے رکھا ہے۔ اگر سنی ان کی باتیں نہ سن پاتا۔ تو میں اس گم گائے کو کہاں کہاں ڈھونڈتا۔ اور پھر بے شرمی دیکھو کہ واپس گھر پہنچ کر بھی مجھے اطلاع کرنے کی زحمت نہیں کوئی اس باربی ڈول سے۔۔۔

ضرار پختہ ارادوں سے منیزے کے کمرے کی طرف گیا۔ کہ آج وہ اسے سبق سکھا کر ہی رہے گا۔

کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی گھپ اندھیرے نے ضرار کا استقبال کیا۔ اور کمرے میں اک میٹھی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

ضرار نے سوئچ بورڈ سے کمرے میں روشنی کی۔تو سامنے بیڈ پر بلیک کمبل میں منیزے خواب خرگوش کے مزے لیتی نظر آئی۔
کیونکہ ان تینوں کو گھر پر ڈراپ کر کے وہ واپس آتے ہی سو گئی تھی۔۔۔

میرا خون جلا کر کیسے آرام سے سوئی ہوئی ہے۔ابھی بتاتا ہوں۔
ضرار جارہانہ انداز میں منیزے کی طرف بڑھا اور اسکا کمبل کھینچ دیا۔۔۔
پر کمبل کھچنتے ہی ضرار کا سانس رک گیا تھا۔البتہ منیزے کی نیند میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

کیونکہ سامنے ہی وہ میرون کلر کی نائیٹی میں سوئی ہوئی تھی۔اور بے خبر سونے کی وجہ سے نائیٹی بے ترتیب ہو چکی تھی۔
یہ مجھے حیران کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہے۔۔ضرار نے آنکھیں بند کر کے سوچا۔اور اسکے کمرے میں آنے کے لئے خود کو کوسا۔۔۔

سلکی کالے بال تکیے پر بکھرے پڑے تھے۔ جبکہ سفید روشن چہرہ اس وقت پر سکون تھا۔اور کلابی لب اک دوسرے میں پیوست تھے۔۔۔اور سلیو لیس نائٹی ہونے کی وجہ سے بازوں اور کندھوں کی ملائم سکن ضرار کا ایمان خراب کرنے کے لیے کافی تھی۔۔۔

منیزے کے لبوں پر نظر پڑتے ہی ضرار آنکھیں پھیر گیا۔
بے شک اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔
لیکن ضرار کو اچانک احساس ہوا۔۔ کہ جس وجود سے وہ نظریں چرا رہا ہے۔ اس وجود پر اسکو مکمل حق حاصل ہے۔
اسی لیے وہ اپنی نظروں کا رخ منیزے کے چہرے کی طرف موڑ گیا۔اور بیڈ پر اسکے پاس بیٹھتے ہوئے، وہ اسے اپنی نظروں کے حصار میں لے چکا تھا۔۔۔

اور شائد یہ وہ ہی وقت تھا۔ کہ ضرار مان چکا تھا۔ کہ اسے اپنی زندگی میں شامل ہونے والے اچانک وجود سے محبت ہو گئی ہے۔ جو کہ اب اسکا محرم بھی تھا۔

وہ منیزے کی ہر طرح کی پلینگ سے پہلے ہی واقف رہا تھا۔

کہ کیسے وہ اسکے ماں باپ کے ساتھ ہی مل کر اسے تنگ کرنے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کر رہی تھی۔ کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ کہ ضرار اس سے بے خبر رہ پاتا۔

منیزے اسی دن سے انمول ہو گئی تھی۔ جس دن اسکے نام کے ساتھ ضرار کا نام جڑا تھا۔

ضرار نے منیزے کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔اور اسکی لمبی پتلی انگلیوں کو غور سے دیکھا۔اور پھر بے خود ہوتے انہیں لبوں سے چھو گیا۔

ضرار اک دم سے وہاں سے اٹھ گیا۔اگر وہ وہاں رکتا، تو شائد ہوش کھوتا۔ کیونکہ احساس ملکیت مرد کو بے خود کر دیتا ہے۔اور ابھی اس سب کا سہی وقت نہیں تھا۔۔۔اسی لیے منیزے پر کمبل ٹھیک کرتے اسکے چہرے کو آخری نظر دیکھا۔

وہ فلیٹ کسی کام سے آیا تھا۔پر اب سب بھلائے تیزی سے وہ منیزے کے کمرے سے نکلتے فلیٹ سے باہر آگیا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے سیٹ کی پشت سے آنکھیں موندے بیٹھا رہا۔اور پھر عیس لوگوں کی طرف جانے کے لئے وہاں سے نکل آیا۔۔۔۔

سفید لباس میں تکیے پر اپنے میرون گنگریالے بال بکھیرے وہ پر سکون سی سو رہی تھی۔

اسکے چہرے پر سوتے ہوئے اک دلفریب سا سکون تھا۔اور شائد اس سکون کی وجہ اسکی دوستیں تھیں۔۔

منیزے نے جب سے علیزے کو یقین دلایا تھا۔ کہ اس راز کو معلوم کرنے میں وہ اسکا ساتھ دے گی۔تب سے وہ بے فکر ہو گئی تھی۔

مال سے واپسی پر وہ بہت خوش تھی۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی میں اب تک اکیلی رہی تھی۔ لیکن اب اسے تین دوستوں کا ساتھ مل گیا تھا۔جو کہ علیزے کے لیے اسکی فیملی جیسا تھا۔ جن سے وہ اپنی خوشیاں اور غم بانٹ سکتی تھی۔۔

جب سے علیزے نے ان تینوں کو اپنے بچپن سے تنہا ہونے کا بتایا تھا۔ وہ تینوں علیزے کے لیے اتنی جزباتی ہو گئیں تھیں۔ کہ بہانے بہانے سے اسے فون کر رہیں تھیں۔ تاکہ علیزے اکیلا محسوس نہ کرے۔ جبکہ مشعل اپنی معصومیت سے مجبور نیند میں بھی علیزے کو کال ملا کر اسے ہنسنے پر مجبور کر گئی تھی۔

اور یہ سب باتیں سوچتے علیزے نیند کی وادی میں اتر چکی تھی۔

رات کے آخری پہر اسکے کمرے کی کھڑکی سے اک ہیولے نے کمرے کے اندر قدم رکھا۔ سلطان پچھلے دو راتوں سے اسے دیکھنے کے لیے نہیں آ پایا تھا۔ اور اسکی وجہ میر خان کا اس پر نظر رکھنا تھا۔

لیکن آج وہ خود کو نہیں روک پایا تھا۔رات کے اس وقت وہ چاروں بیسمنٹ میں موجود آدمی سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔اور انگنت محنت کے بعد آخر کار وہ کامیاب ہوئے تھے۔۔
تو سلطان کے دل میں علیزے کو دیکھنے کی خواہش زوروں سے ابھری تھی۔

اسی لیے اپنے نمونوں سے بچتے بچاتے وہ نکل ہی رہا تھا۔لیکن اسکے نکلنے سے پہلے ہی عیس فلیٹ کے باہر پہلے سے موجود تھا۔

بڑی مشکل سے سلطان اس پیچ سے جان چھڑانے میں کامیاب ہو پایا تھا۔ ورنہ وہ شائد فلیٹ کے دروازے پر ملک کے حالات پر بحث و مباحثہ کرنے کے موڈ میں تھا۔۔سلطان اچھے سے جانتا تھا۔کہ وہ صرف اسے تپانے کی کوشش کر رہا ہے۔۔

ہمیشہ کی طرح بیڈ کے قریب زمین پر بیٹھتے وہ علیزے کو اپنی نظروں کے حصار میں لے گیا۔

سفید شلوار قمیض پر کھلے بالوں کے ساتھ وہ سلطان کو حور معلوم ہو رہی تھی۔اور آج وہ اسے چھونے کے لیے بے قرار ہو رہا تھا۔پر وہ ابھی بے بس تھا۔

خود پر کسی کی نظروں کا تپش محسوس کر کے وہ بے چینی سے رخ موڑ گئی۔ علیزے ہمیشہ کیطرح اپنے کمرے میں مخصوص کلون کی خوشبو محسوس کر رہی تھی۔اسکا دل چاہا تھا۔کہ آنے والے وجود کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔لیکن وہ ہمت نہیں جٹا پائی تھی۔اسی لیے رخ موڑ کر دیکھنے والے کی نظروں کا حصار توڑ گئی تھی۔

آنکھوں میں علیزے کو سموئے، نیچے زمین پر بیٹھے ہوئے وہ سگریٹ پی رہا تھا۔ کہیں سے بھی وہ میر خان کا پوتا نہیں لگ رہا تھا۔ سلطان اپنی حالت سے کوئی دیوانہ معلوم ہو رہا تھا۔

علیزے کی بے چینی دیکھ کر ہوا میں سگریٹ کے دھوئیں کو اڑاتے وہ مسکرا دیا۔ بے شک وہ اپنی کوئین کی ہر سرگرمی سے اچھے سے واقف تھا۔

وہ اچھے سے جانتا تھا۔ کہ جب سے علیزے نے اسکی خوشبو کو محسوس کیا تھا۔ وہ اسے جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور سلطان احمد خان نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ اب اگر اسکی کوئین نے اسے جاننے کی کوشش کی۔ تو وہ ہرگز اپنی کوئین کی کوشش کو ناکام نہیں ہونے دے گا۔ اور آج بھی وہ جان چکا تھا۔ کہ اسے ڈھونڈنے کے لیے وہ اپنی دوستوں کی مدد لینے والی تھی۔۔

علیزے نے اپنا رخ دیوار کی طرف موڑا۔ تو اسکی کمر سلطان پر واضح ہو گئی ۔بل کھاتی کمر کو دیکھ کر سلطان دانتوں تلے لب دبا گیا۔

ملائم و سفید گردن سلطان کے دل میں دبے جزبات کو بھڑکا رہی تھی۔ سگریٹ کو فرش پر مسلتے وہ بیڈ پر سوئی علیزے کے قریب ہوا۔ اور اسکی میٹھی خوشبو کو آنکھیں بند کیے اپنے اندر تک اتار گیا۔ وہ اب کسی بھی طرح اس سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے جلد از جلد اپنی کوئین کو اپنے نام کرنا تھا۔

انہی سوچوں میں علیزے نے سلطان کی طرف کروٹ بدلی۔ تو اسکے روشن چہرے پر سلطان کی نظر پڑی۔۔

جاناں اتنا خوبصورت ہونا بھی جرم ہوتا ہے۔۔اپ مجھے دن بدن بے قرار کیے جا رہیں ہیں۔۔۔کہ میں خود کو بھلا کر صرف آپ میں گم ہوتا جا رہا ہوں۔۔۔سلطان نے جھکتے ہوئے علیزے کے کان میں سرگوشی کی۔تو علیزے اسکی سانسوں کی تپش سے کسمسا گئی۔

سلطان خود پر کنڑول کرتا پیچھے ہٹ گیا۔اب اسکا یہاں سے جانا ہی صحیح تھا۔ علیزے کو اک آخری نظر دیکھتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔

وہ جس رستے آیا تھا۔اسی رستے کھڑکی سے واپس کود گیا۔

گاڑی کی طرف جاتے اسکا موبائل وائبریٹ ہوا۔تو سلطان نے دیکھا میر خان کا فون تھا۔

یہ آدھی رات کس کے دیدار کے لیے جاگ رہیں ہیں۔۔ سلطان نے فون
یس کر کان کو لگایا۔ تو میر خان بولنا شروع ہو گئے۔

برخوردار تم ہم بتا کیوں نہیں دیتی۔ کہ یہ تمہارا زنانہ کالج میں اس وقت
کون سا کلاس ہوتا ہے۔ میر خان تپے بولے۔۔۔

کیونکہ انہوں نے اسے پڑھنے کے لئے شہر بھیجا تھا۔ اور وہ شہر میں پڑھنے
کے سواسب کر رہا تھا۔

آغا جان میں کسی کام سے آیا تھا۔۔ سلطان نے ٹالنا چاہا۔

تم ہم کو بتاؤ اپنے کام۔۔۔ ہم اپنی آدمیوں سے تمہارے سارے کام دن کی روشنی میں کروادے گی۔ تمہارے کو آلو نہیں بننا پڑی گی۔۔۔ میر خان نے اپنی ادھوری اردو میں طنز کے تیر برسائے۔۔

تو سلطان قہقہہ لگا گیا۔۔۔

سلطانی تم دن بدن بے شرم بنتی جارہی ہے۔۔۔ اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے اس مہینے کے آخر میں تم حویلی آرہی ہو۔۔۔ میر خان کا چونکہ وہ لاڈلا تھا۔ اسی لیے بچپن میں وہ سلطان کو پیار سے سلطانی کہہ کر بلاتے تھے۔۔ جس پر اس کے دوست خوب مزا لیتے تھے۔

آغا جان میں ابھی نہیں آسکتا۔۔ لیکن میں جلد چکر لگاؤں گا نہ۔۔۔

سلطان احمد خان ہم تمہارے کو اپنا فیصلہ بتا دیا ہے۔ میر خان نے حتمی انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

ان چمگادڑوں کا کچھ کرنا پڑے گا۔ آدھی رات کو آغا جان نے میرے پیچھے لگائے ہوتے ہیں۔ اب بندہ آدھی رات میں محبت بھی سکون سے نہیں کر سکتا۔۔۔ علیزے کو سوچتے سلطان کو اپنے اندر سکون محسوس ہوا۔ جس کو وہ اتنے دنوں سے محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔

سلطان فون کر گھور کر رہ گیا۔

ابھی وہ گاڑی سٹارٹ کر ہی رہا تھا۔ کہ اسکا فون اک دفعہ پھر رنگ ہوا۔ عیس کی کال دیکھ کر سلطان سچ میں تپ گیا۔۔

سالے تیری شادی بھی ہو گئی ہے۔ پھر بھی آدھی رات کو تیرا جاگنا سمجھ سے باہر ہے۔۔۔ سلطان نے عیس کی دکھتی رگ پر پاؤں کیا رکھا۔ بلکہ خود ہی بیٹھ گیا تھا۔ اسی لیے عیس بھی بلبلا گیا تھا۔۔۔ اک تو حسن ہمدانی نے اسکا کمرا لے لیا تھا۔ اوپر سے بہو کے کمرے کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے عیس کی دال نہیں گل رہی تھی۔ اور اب سلطان کے طنز نے اسے اندر تک درد محسوس کروایا تھا۔۔ جس کو وہ دور کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔۔۔

سلطان کی بات پر پیچھے بیٹھے سنی اور ضرار زور سے قہقہہ لگا گئے۔۔

بے غیرت انسان میں شادی شدہ ہونے کے باوجود بھی رات کو جاگ رہا ہوں۔ تیری تو شادی بھی نہیں ہوئی۔ تو پھر تو وو کیوں خاص طور پر زنانہ کالج میں جاگنے کے لیے گیا ہے۔۔۔

سلطان عیس کے اک لفظ سے سمجھ چکا تھا۔ کہ میر خان کو اسکے پیچھے لگانے والا کوئی اور نہیں بلکہ اسکی اپنی جوٹھ تھی۔۔۔

کمینے تو اک بار مجھے فلیٹ پر پہنچنے دے۔ تیرا حساب میں ادھر پہنچ کر چکتا کرتا ہوں۔۔ سلطان نے عیس کو دھمکی دے کر گاڑی کی سپیڈ بڑھادی تھی۔۔ وہ عیس کی گردن کو اپنے شکنجے میں لینے کے لیے بے تاب ہوا تھا۔۔۔

جبکہ وہ تینوں اسکے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے اپنے کمرے میں بند ہو چکے تھے۔ رات بہت دیر ہو جانے کی وجہ سے وہ چاروں اپنے مشترکہ فلیٹ میں رکے تھے۔۔۔

یہ آدھی رات کو کیوں چکر لگا لگا کر زمین ہلائے جا رہے ہیں۔بی جان نے میر خان کو کمرے میں ادھر ادھر گھومتے دیکھ کر پوچھا۔۔۔

یہ جو آپکی سلطانی ہے نہ۔۔بہت بگڑ گئی ہے۔۔۔میر خان نے رکتے ہوئے اپنی زوجہ محترمہ سفیہ خاتون کو کہا۔۔۔

خان صاحب آپ میرے لاڈلے کا مذکر نہ خراب کیا کریں۔۔بی جان نے گھور کر کہا۔جو اپنی اردو خراب ہونے کی سزا اپنے سواسب کو دیتے تھے۔۔

بیگم ہم آپ سے کیا بات کرتی۔اور آپ کیا جواب دے رہا ہے۔۔میر خان چلتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئے۔۔

خان صاحب میں لڑکی ہوں، یعنی مونث ہوں۔ تو مجھے ویسے بلایا کریں۔۔
بی جان ہر عورت کی طرح خود کو لڑکی کہنے پر روک نہیں پائی تھیں۔۔۔

اسی لیے میر خان انکے خود کے لڑکی کہنے پر غور سے انہیں دیکھنے لگے۔ پر
انکے اعتماد میں کوئی کمی نہیں کوئی تھی۔۔۔

خان صاحب مجھ خوبصورت کو صبح دیکھ لیجیے گا۔ پر خدا کا واسطہ ہے۔ اب
کمرے میں پیدل مارچ نہ شروع کیجیے گا۔ غضب خدا کر پورا کمرا ہلا کر رکھ
دیا۔ واک شروع کریں۔۔ ایسے موٹاپے سے زمین ہلے نہ تو کیا کریں۔۔ بی
جان بڑبڑاتے سونے کے لیے لیٹ چکی تھیں۔

البتہ میر خان شیشے میں خود کو اک نظر دیکھ کر اپنی بیگم کو تیکھی نظروں سے دیکھتے لیٹ گئے۔۔۔

ہر وقت میری صحت سے بس جلتیں رہتیں ہیں۔۔۔انکھیں موندے وہ سونے کی کوشش کرنے لگے۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہر دن کی طرح یہ صبح بھی روشن تھی۔لال حویلی میں ہر کوئی اپنی بھاگ ڈور میں مصروف تھا۔۔۔

لال حویلی پرانے طرز میں بنی ہوئی تھی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حویلی میں جدید ردوبدل بھی کی گئی تھی۔۔

چونکہ یہ حویلی باہر سے سرخ پتھروں سے بنائی گئی تھی۔اس لیے یہ "لال حویلی" کے نام سے مشہور تھی۔۔

میر خان جدی پشتی رئیس اور اپنے گاؤں کے سردار تھے۔اور اپنے پورے گاؤں "میر پور" پر انکی حکمرانی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ وہ آس پاس سب گاؤں میں بھی مقبول تھے۔

میر خان کوئی گھمنڈی یا ظالم قسم کے انسان نہیں تھے۔بلکہ ہنس مکھ اور چنچل طبیعت کے مالک تھے۔اور جب سے انہوں نے اپنے لاڈلے پوتے سلطان احمد خان سے اردو بولنا سیکھی تھی۔۔وہ سب کو ہنسنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

میر خان کی زوجہ محترمہ سفیہ خاتون بھی اپنے شوہر جیسی طبیعت کی مالک تھی۔ہر میاں بیوی کی طرح ان دونوں کی بھی آپس میں کھٹی میٹھی لڑائی چلتی رہتی تھی۔۔۔جس سے حویلی میں زندگی کافی حسین تھی۔

غرض کہ ان دونوں میاں بیوی نے پورے گاؤں کے لوگوں کی اپنے خاندان جیسا ہی سمجھا تھا۔۔۔
یہ ہی وجہ تھی۔کہ پورا گاؤں ان سے محبت کرتا تھا۔۔۔

جبکہ اس سب کے برعکس میر خان کے اکلوتے بیٹے "دلاور خان" بلکل الٹی طبیعت کے تھے۔دلاور خان اک غصیلے طبیعت کے مالک تھے۔جبکہ دلاور خان کی پانچ اولادیں تھیں۔

جن میں دو بڑے بیٹے دراب خان شادی شدہ تھے۔جن کے تین بچے تھے۔۔۔اور دوسرے نمبر پر دانیال خان تھے۔جو کہ وہ بھی شادی شدہ تھے۔اور چار بچوں کے باپ تھے۔۔۔

اسکے بعد دلاور خان کی دو بیٹیاں تھیں۔جو کہ اپنی شادی کے بعد بیرون ملک میں سیٹل تھیں۔۔۔

اور آخر پر سلطان احمد خان تھے۔جو کہ اپنے باپ دلاور خان کے سوا پورے گھر کے لاڈلے تھے۔

سب ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے دلاور خان کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ سربراہی کرسی پر میر خان موجود تھے۔۔

جبکہ مرد حضرات اک طرف بیٹھے تھے۔اور سب بچے سکول جانے کے لیے تیار تھے۔۔۔البتہ خواتین ناشتے کے انتظامات میں مصروف تھیں۔۔

وہ پاکستان کی وزیر اعظم نہیں ہے۔ جس کے آنے کا انتظار تم کر رہا ہو۔آغا جان نے سب کو کہا۔

کیونکہ بچے بھوک کنڑول کرنے کی کوشش میں منہ لٹکا گئے تھے۔۔

جبکہ سب سے بے نیاز بی جان اپنا ناشتہ شروع کر چکی تھیں۔

آنے والا ہی ہو گا۔ تھوڑا سا انتظار کر لو"۔"

بی جان نے پراٹھے کا لقمہ منہ میں رکھتے کہا۔

یہ انظار آپ سے کیوں نہیں ہوا۔

اغا جان نے اپنی بیگم کو اک نظر دیکھا جو سب کو انتظار کرنے کا بول کر خود کھائے جا رہیں تھیں۔

اپکو پتہ تو ہے میں بوڑھی جان شوگر کی مریضہ ہوں۔ کہاں بھوک برداشت ہو پاتی ہے۔۔۔بی جان نے اپنی مجبوری بتائی۔

رات کو تو آپ لڑکی تھا۔۔اب صبح میں بوڑھی بھی ہو گئیں ہیں۔۔اور شوگر والا مریض میٹھا تو نہیں کھاتا۔۔آغا جان نے رات کے حوالے دینے کے ساتھ انکے حلوے کو بھی لپیٹ میں لیا۔۔

سب مزے سے اپنے گھر کے طوطا مینا کی لڑائی کو دیکھنے لگے۔اور اسی طرح انہیں وقت گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

کہ سامنے سے دلاور خان اپنی رعب دار شخصیت کے ساتھ آتے دیکھائی دیے۔۔

لو آگئی تمہاری سڑی ہوئی کریلی۔۔

آغا جان نے دلاور خان کو دیکھ کر منہ بنایا۔ کیونکہ باپ بیٹے کی بلکل نہیں بنتی تھی۔۔

دلاور خان آکر اپنی کرسی پر بیٹھے تو سارے ٹیبل پر خاموشی چھا گئی۔

آپ میٹھا کیوں کھا رہیں ہیں بی جان۔۔۔

دلاور خان نے حلوے کو دیکھ کر پوچھا۔ تو بی جان معصوم شکل بنا گئیں۔ کیونکہ اب انکا دیسی گھی میں بنا ہوا حلوا ان سے چھیننے والا تھا۔

جبکہ میر خان تیکھی نظروں سے دلاور خان کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں اپنے بیٹے کا ہر کسی کا باپ بننا بلکل نہیں پسند تھا۔

تمہیں کیا مسئلہ ہے۔۔میری بیوی چاہے جو بھی کھائے۔۔

دلاور خان نے ملازمہ کو اشارے سے بلا کر بی جان کے سامنے سے حلوہ اٹھوایا۔اور میر خان کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا۔

خود کو نظر انداز کرنے پر میر خان کو تپ چڑھی۔۔۔
ادھر لاؤ یہ حلوہ۔۔یہ میں کھاؤں گی اب۔۔۔دیکھتی ہوں کون روکتی ہے ہمارے کو۔۔۔۔

ملازمہ نے دلاور خان کی طرف دیکھا۔تو انہیں نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔۔

کیونکہ دلاور خان اچھی طرح جانتے تھے۔۔کہ وہ اپنے لاڈلے کا غصہ ان پر نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔

جبکہ ملازمہ کو جاتے دیکھ کر میر خان کو اب سچ میں غصہ ایا۔ باقی سب بھی آغا جان کے اس انداز کو دیکھ رہے تھے۔۔کیونکہ سب کو ہی معلوم تھا۔کہ وہ سلطان کے نہ آنے پر جلے بھنے بیٹھے ہیں۔۔۔

آپ اپنے صاحب زادے کا غصہ ہم پر کیوں نکال رہے ہیں۔۔دلاور خان نے میر خان کو دیکھا۔۔

میرا مرضی میں جو بھی کروں۔تمہارے کو کیا مسئلہ ہے۔۔میر خان جھنجھلائے۔۔۔

تو دلاور خان انکے جھنجھلاہٹ پر مسکراہٹ دبا گئے۔ کیونکہ دن میں پتہ نہیں کتنی دفعہ انکو اس اردو پر ہنسنے کا موقع ملتا تھا۔۔

باقی سب بھی ہنسی دبائے ناشتے پر جھکے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ میر خان کے سامنے ہنس کر گستاخی نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ بی جان تو اپنے حلوے کے صدمے سے نہیں نکلی تھیں۔اور ناراض بچوں کی طرح منہ بنائے بیٹھی تھیں۔تاکہ اکا منہ دیکھ کر ہی انکو حلوہ واپس مل جائے۔۔۔

میں تو اپکو کتنی دفعہ کہا ہے کہ اپنے لاڈلے کو واپس بلا لیں۔پر آپ سنتے ہی نہیں۔۔۔

میں کیوں تمہارے کہنے پر سلطانی کو واپس بلاوں۔۔اغا جان دلاور خان کی ہمیشہ والی بات پر چڑے۔۔۔

یہ آپ اپنا منہ ٹھیک کر لیں کیونکہ اپکو کسی صورت حلوہ نہیں ملنے
والی۔۔۔اغا جان بی جان کو جتا کر اپنے ناشتے میں مصروف ہو گئے۔تو بی
جان مزید ایکٹنگ چھوڑ کر ناشتہ کرنے لگیں۔کیونکہ حلوہ نہ ملنے والی بات تو
وہ بھی جانتیں تھیں۔۔۔

منیزے صبح ہی سب کو پک کر اپنے ساتھ یونیورسٹی لائی تھی۔ساری رات
ضرار فلیٹ واپس نہیں آیا تھا۔پر وہ بے فکر تھی۔
اب بھی وہ چاروں فری پریڈ میں کیفے ٹیریا میں بیٹھیں گپے ہانک رہیں
تھیں۔۔

کہ اچانک کیفے ٹیریا میں منہاج علی اپنے دوستوں کے ساتھ داخل ہوا۔
منہاج کو دیکھ کر مشعل ڈر کر علیزے سے چپک گئی۔پر آئرہ اور منیزے
کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

منہاج اپنے دوستوں کے ساتھ سامنے موجود ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ وہ ڈائرکٹ ان کی جانب نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ سامنے موجود چاروں لڑکیاں عام نہیں تھیں۔

ساری یونیورسٹی جان چکی تھیں۔۔ کہ یہاں موجود ان لڑکیوں کا تعلق بلیک گینگ سے ہے۔

اس لیے منہاج نے منیزے سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے دوسرا طریقہ سوچا تھا۔ جو وقت آنے پر سامنے آنے والا تھا۔

لیکن فلوقت وہ کچھ اور کرنے کا ارادہ کیے تھا۔

منہاج اور اسکے دوست انکے ٹیبل پر نظریں جمائے گندے گندے جملے کسنے لگے تھے۔ اور کیفے میں موجود سب دلچسپی سے دیکھنے لگے

تھے۔۔۔ منیزے مٹھیاں بھینچے سب برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

منہاج کی عقل ٹھکانے لگانے کا ارادہ کیے وہ اٹھنے ہی لگی تھی۔ کہ علیزے نے اسے روک دیا۔ کیونکہ وہ اکیلی اتنے مردوں سے نہیں لڑ سکتی تھی۔

منہاج میں بھی یہ ہمت اس لیے آئی تھی۔ کہ اسکے ساتھیوں نے بلیک گینگ کے یونیورسٹی میں موجود نہ ہونے کی یقین دہانی کی تھی۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔ کہ وہ چاروں اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ کیفے میں داخل ہوئے۔۔

وہ چلتے ہوئے انکے میز کے قریب کھڑے ہو گئے۔ عیس نے کیفے میں کام کرنے والے لڑکے کو اشارہ کیا۔ تو اس نے جلدی سے میز پر چار مزید کرسیوں کا اضافہ کیا۔۔

تو وہ چاروں اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ منیزے ضرار کو دیکھ کر اب اور پھیل گئی تھی۔ کیونکہ وہ کچھ سوچ کر بیٹھی تھی۔

عیس آج بارش بھی نہیں ہوئی۔۔ پھر یہ مینڈک کہاں سے نکل آئے ہیں۔۔۔ سنی نے عیس کو مخاطب کیا۔۔

عیس جو کہ مشعل کو آنکھوں سے نگلنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ سنی کے بلانے پر متوجہ ہوا۔۔۔

جانو تمہیں یہں منڈک نظر آرہے ہیں۔۔ مجھے تو ٹوٹیاں نظر آرہیں ہیں۔۔۔

چونکہ عیس اور سنی کافی اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ اس لیے سب ہنسے لگے تھے۔۔ جبکہ منہاج کا شرمندگی کے مارے منہ بند ہو گیا تھا۔۔

سرتاج یہ کمینہ ہمیں ڈرا رہا تھا۔ منیزے نے لاڈ سے ضرار کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ تو ضرار اسکے انداز پر ایبرو آچکا گیا۔۔

جبکہ علیزے تو اپنے ساتھ بیٹھے سلطان کی خوشبو کو محسوس کرتے پاگل ہوئے جا رہی تھی۔ اس لیے بہانے بہانے سے سلطان کے قریب ہو کر خوشبو کو کنفرم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

سلطان اپنی کوئین کی حالت سے اچھے سے واقف تھا۔ اس لیے مسکراہٹ دبا گیا۔

لیکن اس سب میں آئرہ سنی کو انکھوں سے نگلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیونکہ ہمیشہ کی طرح سنی سب کچھ بھلائے آئرہ کو تکنے میں مصروف تھا۔

وہ تھوڑی دیر پہلے ہی یونیورسٹی آئے تھے۔اور جب انہیں ان چاروں کی موجودگی کا کیفے میں ہونے کا معلوم ہوااور ساتھ منہاج کی کرتوت کا بھی پتہ چلا۔

تو وہ چاروں بناوقت ضائع کیے ادھر آگئے تھے۔
کیونکہ وہ سب کو اچھی طرح باور کروانا چاہتے تھے۔کہ ان چاروں لڑکیوں کا تعلق کس سے ہے۔۔۔

منہاج وہاں سے کب کا جا چکا تھا۔اب وہ چاروں اپنے ساتھ بیٹھیں لڑکیوں کو تپ چڑھانے میں مصروف تھے۔۔۔

اپنے کمرے میں کمبل میں دبکی مشعل مزے سے سو رہی تھی۔اور بیٹھک میں عیس جلے توے پر بیٹھا جل رہا تھا۔

کیونکہ اسے گھر میں اپنے کمرے کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی تھی۔پر ظلم کی انتہا یہ تھی۔کہ حسن صاحب نے عیس کو اس کے کمرے سے ہی نکال دیا تھا۔۔

کتنے دنوں سے وہ فلیٹ پر سلطان کے پاس رکا ہوا تھا۔اور آج واپس آیا تو بھی اسے کمرہ نصیب نہیں ہوا تھا۔۔

اس نے اپنے کمرے میں سونے کا کہا تو حسن صاحب نے صاف کہہ دیا۔کہ انہوں نے ابھی مشعل کی رخصتی نہیں دی۔جس پر وہ انگاروں پر لوٹ گیا۔کہ کراچی سے وہ اسکے گھر سے کمرے تک قیام کر گئی ہے۔۔اور کونسی سپیشل رخصتی وہ کرنا چاہتے ہیں۔جس پر حسن صاحب نے "میری بیٹی کی رخصتی، میری مرضی" کہہ کر بات ہی ختم کر دی۔تو عیس دانت پیس گیا۔۔۔

اتنی ٹھنڈ میں حسن صاحب رات بارہ بجے تک مشعل کے کمرے پر پہرہ دیتے رہے تھے۔تاکہ وہ عیس کو مشعل سے دور رکھ سکیں۔کیونکہ انہیں اپنے گدھے پر بلکل یقین نہیں تھا۔کیونکہ وہ دروازے کے نیچے سے بھی مشعل کو ڈرانے پہنچ سکتا تھا۔۔

عیس نے بھی سوچ لیا تھا۔کہ وہ آج رات انکی بہورانی کے کمرے میں جا کر ہی دم لے گا۔اس لیے حسن صاحب کے سامنے سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔۔پر اب رات کے دو بجے وہ مکمل کاروائی کرنے کے لیے جاگ چکا تھا۔۔

بیٹھک سے نکل کر عیس اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف آیا۔ جو اس نے حسن صاحب سے بحث کرتے وقت اندر سے کھول کر باہر سے بند کر دی تھی۔ تاکہ بعد میں وہ اسے استعمال کر سکے۔

آج تو اس پدی چڑیل کو سیٹ کر کے ہی جاؤں گا۔ عیس آہستہ سے کھڑکی کھول کر اندر گھسنے کی کوشش کرنے لگا۔

چونکہ کھڑکی بہت بڑی نہیں تھی اس لیے اسے مشکل پیش آ رہی تھی۔۔

یہ کھڑکی کون اتنی چھوٹی بناتا ہے یار۔۔ انکو عقل کیوں نہیں کہ مجھے بعد میں استعمال کرنا پڑ سکتی ہے۔ عیس کھڑکی کو تیکھی نظروں سے دیکھنے لگا۔

اسے کھڑکی میں بھی حسن صاحب کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ جو اس کا مزاق اڑا رہی تھی۔ کہ اب اندر گھس کے دیکھاؤ۔

عیس نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں تو اسے کچن کے دروازے پر کرسی نظر ائی۔۔ جس پر توڑی دیر پہلے حسن صاحب بیٹھے تھے۔۔ کرسی کو دیکھ کر اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔۔۔

اور ٹھیک دو منٹ بعد وہ اپنے کمرے کے وسط میں کھڑا تھا۔اور سامنے ہی ننھا منھا سا وجود پورے حق سے اسکے بیڈ پر براجمان تھا۔۔

عیس قدم اٹھاتے ہوئے بیڈ کے قریب جا کھڑا ہوا۔۔

چہرے پر ہمیشہ کی طرح معصومیت سجائے وہ بے خبر سو رہی تھی۔اگر مشعل اس وقت عیس کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ لیتی تو حقیقتاً چلا اٹھتی۔۔ کیونکہ صبح وہ عیس کے کہنے باوجود منیزے کے ساتھ کی واپس آئی تھی۔ اور عیس پارکنگ میں اپنی پدی کا انتظار کرتا رہ گیا۔

وہ مزید انتظار کرتا رہتا، اگر سنی اسے آکر نہ بتاتا کہ بطخوں کا ٹولہ جا چکا ہے۔
عیس تو اپنی پدی کی بہادری پر عش عش کر اٹھا تھا۔ یقیناً یہ منیزے کی صحبت کا اثر تھا۔
ورنہ یہ بطخوں کی ٹولی کہاں ٹیں ٹیں کرنا جانتی تھی۔

عیس سے بچنے کے لئے وہ شام سے کمرے میں بند ہو گئی اور حسن صاحب سے خود کو عیس سے بچانے کی خاص طور سہولت بھی لی گئی۔۔

عیس نے ہاتھ بڑھا کر مشعل سے کمبل ہٹایا تو اپنی بلیک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں اسے دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔۔
حسن صاحب کے لیے ابھی بھی رخصتی کرنا باقی ہے۔۔۔ عیس بھرپور نظروں سے مشعل کو دیکھتے بڑبڑایا۔۔۔

پدی جانو زیادہ جلدی نہیں تیز ہوتی جارہی۔۔۔عیس کو صبح کی بات یاد آئی جب وہ اسے بنابتائے بھاگ آئی تھی۔۔اوراب بھی حسن صاحب کی سکیورٹی میں چھپی ہوئی تھی۔

عیس گھوم کر بیڈ کی دوسری جانب گیا۔اورالٹا کہنیوں کے بل بیڈ پر لیٹ گیا۔۔

پدی چڑیل سوئی بھی میری سائڈ پر ہے۔عیس نے مشعل کو دیکھا جو سردی کی وجہ سے سکڑی ہوئی تھی۔اور چہرے پر بھی بے چینی تھی۔۔

میں تو کہتا ہوں۔ تمہیں اور ٹھنڈ لگے پدی چڑیل تاکہ حسن ہمدانی سے تم خود رخصت ہونے کا کہو۔عیس نے جلے دل کے ساتھ مشعل کو بددعا دی۔اور پھر آہستہ سے مشعل سے سارا کمبل ہٹا گیا۔۔

کمبل کے ہٹتے ہی مشعل مزید خود میں سمٹ گئی۔اور نیند میں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں چلانے لگی۔ جبکہ عیس مزے سے اسکی حالت دیکھنے لگا۔۔

مشعل نے جب کمبل کی تلاش میں ہاتھ بڑھایا تو عیس نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور خود سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔ جبکہ مشعل عیس کے ہاتھ کو کمبل سمجھ کر عیس کے نزدیک ہو گئی۔ ٹھنڈ سے مشعل کو پریشان ہوتے دیکھ کر عیس کو مزا تو بہت آ رہا تھا۔ کیونکہ وہ مشعل کو اچھی طرح باور کروانا چاہتا تھا۔ کہ سردیوں میں رخصتی کیوں ضروری ہوتی کے۔ کیوں ونٹر کو ویڈینگ سیزن کہا جاتا ہے۔۔

عیس نے ہاتھ بڑھا کر اپنے سر کے نیچے تکیہ رکھا اور سکون سے لیٹ گیا۔ البتہ مشعل اب بھی اسکے ہاتھ سے چمٹی ٹھنڈ بھگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پر آفاقہ نہیں تھا۔

مشعل مزید آگے سمٹ کر عیس کے سینے پر سر رکھ کر اسکے گرد بازو لپیٹ گئی۔۔

عیس کے نزدیک ترین ہوتے ہی مشعل پر سکون ہو چکی تھی۔۔کیونکہ عیس کے جسم کی گرمائش اسے پر سکون کر چکی تھی۔۔البتہ اب عیس ضرور بے سکون تھا۔

مشعل نے جب اپنی ٹانگ بھی عیس کی ٹانگوں کے اوپر رکھی۔تو عیس دانتوں تلے لب دبا گیا۔

اس پدی کا تو پتہ نہیں، پر حسن ہمدانی سے رخصتی کے لیے میں ضرور لڑ پڑوں گا۔عیس نے اپنی حالت خراب ہونے پر مشعل کے سر کو دیکھا۔جو مزے سے اس کے اوپر چڑھ کر سو رہی تھی۔

اور پھر کچھ سوچ کر عیس کی آنکھوں میں خاص چمک آئی۔پہلے اس نے پاؤں کی مدد سے مشعل اور خود پر کمبل لیا۔اور پھر مشعل کے گرد بازو لپیٹ کر اسے اپنے اور قریب کر لیا۔۔

عیس اپنی پاکٹ سے موبائل نکال کر اپنی اور مشعل کی اک ساتھ کئی تصویریں بنا چکا تھا۔

اب دیکھتا ہوں یہ پدی کیسے مجھے کسی چیز سے انکار کرتی ہے۔۔
کچھ یاد آنے پر عیس نے موبائل پر کال ملائی۔۔۔

کب سے تمہیں کال کر رہے ہیں کہاں ہو تم۔۔۔موبائل سے سلطان کی چنگاڑتی آواز سن کر عیس نے موبائل زرا کان سے دور کیا۔۔

جبکہ پیچھے سے اسے سنی اور ضرار کی "جنت کے پتے" ناول پر پھر بحث کرتی آواز سنائی دی۔۔

کسی شادی شدہ مرد کو رات کے اس وقت فون نہیں کرنا چاہیے۔۔تم لوگوں کو اتنے بھی منیرز نہیں ہیں کیا۔۔۔عیس نے خالصتاً شادی شدہ ہونے کا ثبوت دیا۔۔۔

اوو سستے عمران ہاشمی ہوش میں آ۔۔۔بھابھی تجھے منہ نہیں لگاتی اور تم ہمارے ساتھ شوخا بن رہا ہے۔۔

سلطان چونکہ ساتھ کام کر رہا تھا۔اس لیے موبائل لاؤڈ سپیکر پر تھا۔عیس کی شوخی سے ضرار اور سنی بھی سلطان کی طرف آ کر بیٹھ گئے۔اور تینوں

اپنے مشترکہ فلیٹ میں کام کرنے کے لیے رکے تھے اور عیس کا انتظار کر رہے تھے۔۔جو سرے سے ہی غائب تھا۔۔

وہ اس لیے منہ نہیں لگاتی۔کیونکہ وہ پوری کی پوری میرے ساتھ لگنا چاہتی ہے۔۔۔ٹھنڈ کافی ہو گئی ہے نہ۔۔۔عیس گہرا مسکرایا۔۔۔۔

چونکہ وہ تینوں عیس کی بے شرمی سے اچھے سے واقف تھے۔۔تو تینوں اک دوسرے کو اک نظر دیکھ گئے۔اور پھر ضرار نے مخصوص اشارہ کیا۔ البتہ سنی چوکنا ہو کر بیٹھا تھا۔

تو اس وقت کہاں ہے۔۔سلطان نے پر سوچ انداز سے استفسار کیا۔
تو عیس مزید پھیلا۔۔کیونکہ وہ اپنے تینوں نمونوں کو اپنی طرف متوجہ کر چکا تھا۔اور سلطان سے اس دن کی بات کا بدلہ لینے کا بھی اچھا موقع تھا۔۔

چھی چھی۔۔۔شرم نہیں آتی کسی شادی شدہ مرد سے ایسے سوال کرتے۔۔۔

تو سلطان سمیت ان دونوں کو بھی تپ چڑھی۔۔تو بتا رہا ہے کہ میں انکل کو فون کروں۔۔۔سلطان نے دھمکی دی تو عیس نے تھوڑا ہوش کیا۔

کیونکہ اس نرم گرم وجود سے دور جانے کا ابھی اسکا کوئی موڈ نہیں تھا۔جو عیس کے سینے میں جزبات کو جلائے بیٹھی تھی۔۔

عیس کے خاموش ہونے پر وہ دانت پیس گئے۔۔۔۔

سالے اگر تو آدھے گھنٹے میں ادھر نہ پہنچا نہ تو ہم مل کر تیری ساری بے شرمی آج نکال دیں گئے۔کیونکہ اتنا تو وہ جان ہی چکے تھے۔۔کہ اپنے کمینے

پن کی وجہ سے وہ مشعل کے کمرے میں تھا۔اس لیے اتنی شیخیاں مار رہا تھا۔۔

میں نہیں آرہا میری بیوی کو ٹھنڈ لگ رہی ہے۔عیس نے معصومیت سے کہا۔تو وہ تینوں شرم سے سلگ اٹھے۔۔کیونکہ وہ بے شرم انکی بہن کے بارے کیسی بے باک گفتگو کر رہا تھا۔۔

چل نہ آنے پر تجھے خود پتہ چل جائے گا۔سلطان کے فون بند کرنے پر، عیس مزید پھیل کر لیٹا۔اور مشعل کو خود میں زور سے بھینچ گیا۔۔۔

جاناں تمہاری معصومیت مجھے پاگل کر چکی ہے۔یہ عیس علی ہمدانی سر تا پیر تمہارے عشق میں ڈوب چکا ہے۔۔۔

عیس نے مشعل کے ماتھے کو ہونٹوں سے چھوا۔ تو محبوب کے پہلے لمس پر وہ جی جان سے بے قرار ہوا۔ جبکہ اس سب سے بے نیاز وہ چھوٹا سا وجود عیس کے مزید قریب ہو گیا۔۔۔

عیس کا دل کیا ابھی سب بھلائے اسے چھو لے۔ سدا کا بے صبر اانسان اس وقت کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔۔

پر پتہ نہیں کیوں اپنے محبوب کے معاملے میں اسکا دل صبر کرنے پر اکسا رہا تھا۔۔

کیونکہ عیس نے نوٹ کیا تھا۔ کہ مشعل اسکے ساتھ بہت کم بولتی تھی۔ ابھی صبح ہی عیس نے اسے کھلکھلاتے اور اتنا بولتے دیکھا تھا۔ لیکن عیس کے ساتھ وہ ڈری سہمی چپ رہتی تھی یا صرف رونے پر زور دیتی تھی۔ تو

اس لیے عیس کو پہلے اسے اپنے قریب کرنا تھا۔۔ پھر ہی وہ اس سے آگے کا سوچ پاتا۔۔

اس لیے خود پر پہرے بٹھائے وہ مشعل کے قریب سے اٹھ گیا۔ مشعل پر کمبل درست کرتے عیس نے اپنی جگہ تکیہ رکھ دیا۔تاکہ مشعل کو اکیلے ٹھنڈ نہ لگے۔اور پھر چپکے سے جس رستے آیا تھا وہیں سے نکل بھی گیا۔اب ارادہ فلیٹ کی طرف جانے کا تھا۔

سنی آج پھر کتنے دنوں بعد گھر میں داخل ہوا۔تو سے حال سے کلثوم بیگم کے ہنسنے کی آواز آئی۔۔

تو اسے حیرت ہوئی۔۔کہ انکے گھر میں کلثوم بیگم کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے والا کون آگیا تھا۔یہ دیکھنے کے لیے سنی لاؤنج میں آیا تو سامنے اک

خوبصورت عورت بیٹھی نظر آئیں۔ سنی کے آنے پر کلثوم بیگم کھڑی ہو
ئیں۔۔

لو سلطانہ آگیا میرا اکلوتا بیٹا۔ ویسے تو میرے تین بیٹے اور بھی ہیں۔۔پر یہ
ذاتی پیس ہے۔۔۔
اور سنان یہ کالج کی میری اکلوتی بیسٹ فرینڈ مسز سلطانہ داؤد ہیں۔۔۔ کلثوم
تمہار بیٹا تو تمہاری طرح بہت خوبصورت ہے۔ بلوچیک شرٹ میں گولڈن
بالوں کے ساتھ سرخ و سفید رنگت لیے سنان مصطفیٰ کاظمی بہت پسند آیا
تھا۔
اور پھر کچھ سوچ کر وہ گہرا مسکرا گئیں۔

سنی نے مسسز داؤد سے سلام کیا اور وہیں بیٹھ کر ان سے باتیں کرنے
لگا۔۔ کیونکہ اسے ایسے اچانک اٹھ کر جانا اچھا نہیں لگا تھا۔

سنی کو کمپنی دیتے دیکھ کر کلثوم بیگم خود کچن کی طرف چلی گئیں۔
سلطانہ بیگم میں سنی کو کسی کی جھلک نظر آئی تو وہ اپنا وہم سمجھ کر سر جھٹک گیا۔ کیونکہ اسے آج کل ویسے بھی ہر جگہ سڑی مرچ ہی نظر آ رہی تھی۔۔

ہر دن کی طرح وہ چاروں یونیورسٹی کے کیفے میں سر جوڑے کسی مشن پر محو گفتگو تھیں۔۔

منیزے میرے کمرے میں آنے والا وہ ہی ہے۔۔علیزے نے خفیہ انداز سے کہا۔

جبکہ ائرہ اور مشعل سانس روکے سن رہیں تھیں۔۔اس پر متضاد منیزے کسی سیکرٹ ایجنٹ کی طرح چوکنا ہو کر بیٹھی تھی۔

کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔۔۔ منیزے نے پر سوچ انداز میں انگلی گال پر ٹکاتے کہا۔

تو وہ تینوں بھی اثبات میں سر ہلا گئیں۔۔۔کیونکہ وہ جلد از جلد اس راز سے پردہ اٹھانا چاہتیں تھیں۔۔۔

یہ بطخوں کی ٹولی سر جوڑے کیا کر رہی ہے۔۔۔ سنی نے کیفے میں دیکھتے کہا۔۔

اس وقت چاروں کیفے کے باہر کسی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔۔جب سنی کی کیفے کے اندر نظر پڑی۔

یار یہ تیرے والی ہمارے والیوں کو ہم سے پٹوائے گی۔۔عیس نے کل کی بات یاد آنے پر ضرار کو دیکھا۔

یہ صحبت تو ہمیں بھگتنی پڑے گی۔۔ضرار گہری سانس بھر گیا۔کیونکہ اپنی والی کی وجہ سے تو اسے خود کے سگے ماں باپ بھی منہ نہیں لگا رہے تھے۔

مجھے تو لگ رہا ہے کسی خاص مشن پر محنت کی جا رہی ہے۔سنی نے غور سے انکے تاثرات سے اخذ کیا۔۔۔

ہو سکتا ہے کسی کی تلاش ہونے والی ہو۔۔عیس نے سلطان کی طرف نظریں گھماتے کہا۔تو سلطان کو اپنے گرد خطرے کی بو آئی۔

تو کسی کی تلاش چھوڑ سامنے اپنی تلاش پر نظر رکھ۔۔سلطان نے عیس کو توجہ سامنے کروائی۔جہاں سے میک اپ زدہ نتاشہ آرہی تھی۔۔جسے دیکھ کر عیس منہ بگاڑ گیا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

پکی بات ہے نہ وہ آئے گا۔۔بلیک شرٹ اور جینز میں ٹیل پونی کیے منیزے اس وقت علیزے کے ہوسٹل روم میں بیٹھی تھی۔۔

ہاں وہ روزرات کو آتا ہے۔۔علیزے نے اسے یقین دلایا۔وائٹ شلوار قمیض میں وہ اپنے نائٹ سوٹ میں تھی۔اور منیزے غور سے علیزے کو دیکھ رہی تھی۔

جانو تم اتنی حسین ہو گی مجھے اندازہ نہیں تھا۔ منیزے اسکے میرون گنگریالے بالوں کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔۔اپنی زندگی میں اس نے ایسا حسن کبھی نہیں دیکھا تھا۔جو اس وقت اسکے سامنے موجود تھا۔

مجھے چھوڑو اپنے حسن کو دیکھو۔۔۔علیزے نے اسکو شیشے کے سامنے کیا۔۔

اس وقت وہ دونوں شیشے کے سامنے کھڑی خود دیکھ رہی تھیں۔علیزے اپنی کالی آنکھیں اور میرون گنگریالے بالوں کے ساتھ اسپرا تھی۔تو منیزے سبز آنکھوں کے ساتھ جادو گرنی تھی۔

مستقبل میں اگر "علیزے ابراہیم" سلطان احمد خان کی کوئین بننے والی تھی۔تو حال میں "منیزے سکندر" ضرار پاشا حیدر کی ملکہ تھی۔

ویسے علیزے اگر میرا دیور رات کو تمہارے کمرے میں آتا ہے تو اسکا قصور نہیں ہے۔۔۔ منیزے شیشے سے علیزے کو دیکھتے شرارت سے گویا ہوئی۔ جبکہ علیزے جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

تو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔۔ علیزے نے تیکھی نظروں سے دیکھا۔
میری جان اگر ایسا جان لیوا حسن ہو، تو بندہ بشر کیا کرے۔۔۔
تمہارے حرکتوں سے بلکل نہیں لگتا کہ تم امریکہ میں رہ کر آئی ہو
۔۔۔علیزے نے افسوس سے کہا۔۔۔

ویسے میں سوچ رہی تھی۔ کہ مشعل تو پہلے ہی عیس بھائی کی بیوی بن چکی ہے۔ آئرہ کو جیسے تیسے سنان بھائی کے ساتھ سیٹ کر دیتے ہیں۔۔ اور تمہارے والے سلطان صاحب تو پہلے ہی تم پر فدا ہیں۔ تو ہم ایسے زندگی بھر ساتھ رہیں گے۔۔ اور کبھی الگ نہیں ہو پائیں گے۔۔ منیزے نے

پر جوش انداز میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی۔۔اور علیزے کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔۔

توعلیزے نے زور سے تکیہ اسکے منہ پر مارا۔تو وہ بیڈ پر پیچھے گری۔۔۔
علیزے نے اسے مدد کے لیے بلایا تھا۔اور یہ میڈم فلمی سین بنانے میں مصروف تھی۔

کیا ہے بد تمیز عورت۔۔۔ منیزے بال سمیٹتے اٹھی۔۔

ہوش میں آؤ جانو۔۔یہ فلم نہیں چل رہی۔۔۔علیزے نے اسے ہوش دلانا چاہی۔۔۔

اتنے میں منیزے کے فون پر آئرہ اور مشعل کی گروپ ویڈیو کال ائی۔۔تو منیزے نے جھٹ سے کال ریسیو کی۔۔

کہاں تک پہنچا مشن۔۔۔۔ائرہ نے متجسس ہوتے پوچھا۔۔اور کچھ ایس ہی حال مشعل کا تھا۔۔دونوں اس وقت نائٹ سوٹ میں ملبوس تھیں۔

مشن کو چھوڑو اس میڈم کا حسن دیکھو۔۔پھر لڑکیاں کہتی ہیں لڑکے خراب ہیں۔۔۔ منیزے نے کیمرہ علیزے کی جانب کیا۔۔

تو آئرہ اور مشعل مہبوت ہو کر علیزے کو دیکھنے لگی۔۔جو کھلے بالوں میں کہیں سے بھی یونیورسٹی والی علیزے نہیں لگ رہی تھی۔آج وہ پہلی بار علیزے کو بنا حجاب اور گاؤن کے دیکھ پا رہیں تھیں۔

یار علیزے یہ تم ہو۔۔۔ مشعل نے معصومیت سے پوچھا۔۔
ہاں میری چھوٹی بلی میں ہوں۔۔۔وہ تینوں مشعل کے معصومیت بھرے کھلے منہ پر ہنس دیں۔۔۔

تم صبح یونیورسٹی آؤ۔ پھر تم سے اس حسن کے بارے سوال جواب کیے جائیں گئے۔ آئرہ نے انگلی سے تنبیہ کرتے کہا۔۔۔
باتوں میں گم وہ چاروں یہ بھول چکی تھیں۔۔ کہ اس وقت ان چاروں کو کوئی اور لوگ بھی دیکھ رہے تھے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فلیٹ کے ہال کی ایل ڈی ہوسٹل کے اک روم کا منظر واضح کر رہی تھی۔۔

اور ایل ڈی کے سامنے پڑے صوفے پر سنی اور عیس پاپ کارن مزے سے کھا رہے تھے۔۔ جبکہ سائیڈ والے صوفے پر سلطان اور ضرار کی نظریں بھی سامنے مرکوز تھیں۔

دیکھو یار بھابھی نے کتنا اچھا مشورہ دیا ہے۔۔۔ سنی نے ائرہ سے سیٹنگ ہونے پر خوشی سے مٹھی بھر کر پاپ کارن منہ میں ڈال دیے۔

تو ہوش میں آ پہلے اپنی سفید والی بھابھی کو تو دیکھ۔۔ عیس نے سنی کی توجہ علیزے پر کی۔۔۔

ویسے سلطانی بھابھی بہت کمال کی ڈھونڈی ہے تم نے۔۔ اویں نہیں جناب رات دو بجے مٹر گشت کرتے زنانہ کالج میں۔۔

۔سنی اور عیس نے سلطان کو شاباش دی۔۔اور ساتھ سلطان کو مسخرے پن سے دیکھنے لگے۔۔۔

تو سلطان انہیں گھور کر رہ گیا۔۔اچھا بھلا وہ اپنے کمرے میں سکون سے علیزے کو دیکھ رہا تھا۔۔کہ یہ آفت کے پرکالے وہاں آدھمکے۔۔اور سلطان سے لیپ ٹاپ لے کر ہی دم لیا۔۔

پھر دونوں ہال میں کنیکٹ کر پاپ کارن لے کر بیٹھ گئے۔۔جیسے پھوپھی کے بیٹے کی شادی دیکھ رہیں ہوں۔۔

البتہ ضرار تو اپنی والی کو دیکھ کے حیرت میں تھا۔۔شام کے وقت وہ جب فلیٹ گیا تب منیزے کھانا کھا رہی تھی۔

اپھر ضرار کو دیکھتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی۔اور جاتے وقت اونچی آواز میں سنا کر گئی کہ اب وہ سوئے گی۔۔اور صبح یونیورسٹی جانے کے لیے ہی اٹھے گی۔۔لہذا اس سے پہلے اسے نہ اٹھایا جائے اور نہ ہی ڈسٹرب کیا جائے۔۔

شام میں سو کر وہ دس بجے اپنی گاڑی لے کر فلیٹ سے نکل چکی تھی۔اور جاتے وقت بیڈ پر تکیے سیٹ کر کمبل اوڑھا دیا۔تاکہ پتہ چلے کہ منیزے روم میں ہی ہے۔

پر ضرار اک بات پر ہنس رہا تھا۔کہ کمبل کے نیچے تکیوں نے نائٹی کیوں نہیں پہنی۔۔جبکہ منیزے تو نائٹی سوتی ہے۔۔

پر پلینگ کرتے وقت وہ چاروں یہ بھول گئیں تھیں۔ کہ جن کے خلاف وہ یہ سب کر رہیں ہیں۔ وہ بلکل بھی ان سے بے خبر نہیں ہیں۔

سلطان نے تو شروع دن سے علیزے کے کمرے میں کیمرہ لگا رکھا تھا۔ اور کچھ ایسا ہی اب ضرار بھی کر چکا تھا۔

سلطانی کونسے کپڑے پہنے گا۔۔ عیس نے ہاتھوں میں دو ڈریس لیے پوچھا۔۔۔

کیوں آدھی رات کو تمہارا ولیمہ ہے کیا۔۔۔ سلطان چڑ کر بولا۔۔۔
سلطانی یہ شوز پہن کر جا۔۔ ٹھنڈ نہیں لگے گی۔۔۔ سنی ہاتھ میں شوز لیے آیا۔۔ تو سلطان نے اک نظر ضرار کو دیکھا۔ جو کندھے آچکا گیا۔ جیسے کہہ رہا ہو خود بھگتو اپنا کیا سب۔۔۔

میں کدھر جارہاہوں۔۔۔سلطان نے غصے سے دونوں کو دیکھا۔۔

وہاں ادھر۔۔۔دونوں نے ایل ڈی کی جانب اشارہ کیا۔۔

میں نہیں جانے والا۔سلطان نے دونوں بازوں کھڑے کرتے حتمی کہا۔۔

تو کیا تیرا خاندان بھی جائے گا۔۔۔عیس نے شرٹ کے بازو اوپر چڑھاتے کہا۔۔

خاندان کیوں یہ کمینہ اکیلا ہی جائے گا۔دو سال جاتے اسکو خیال نہیں ایا۔ اب ہماری بیویاں اسکو دیکھنے کے لیے اتنی محنت کر رہیں ہیں۔اور یہ نخرے دکھارہاہے۔۔۔سنی نے بھی عیس کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔۔

اوئے ے ے ے تیری بیوی کدھر سے آئی۔۔ضرار نے ابرو اٹھاتے پوچھا۔۔۔

یہ کمینہ جائے گا تو منیزے بھابھی میری سڑی مرچ سے کچھ سیٹنگ کروا پائے گی نہ۔۔۔ سنی نے بے صبری سے کہا۔ جیسے صرف سلطان کے نہ جانے پر ہی اسکی کشتی پار نہیں لگ رہی تھی۔۔

اچھا تو اس لیے اس کو تیار کر رہا ہے۔۔۔ضرار نے سلطان کی طرف اشارہ کرتے سنی سے پوچھا۔تو سنی اثبات میں سر ہلا گیا۔۔جبکہ سلطان تو انکے مزاکرات دیکھ کر ہی حیرت میں تھا۔

اور تیرے اتاولے پن کی وجہ کیا ہے۔۔۔ضرار کا رخ اب عیس کی جانب تھا۔

یہ جائے گا تو میری چھوٹی سی بیگم فون بند کر کے سوئے گی۔تو پھر اسکے پاس جا کر اسکی ٹھنڈ دور کر پاؤں گا نہ۔عیس نے ایل ڈی کی طرف دیکھا۔جہاں مشعل ابھی بھی وڈیو کال پر بات کر رہی تھی۔جبکہ عیس کی بے شرمی پر تینوں نے اپنے پاؤں سے جوتے اتار کر عیس کی جانب پھینکے۔۔تو وہ نیچے جھک کر اپنا بچاؤ کر گیا۔۔۔

چل بھائی اٹھ تیار ہو جا کر۔۔ تیری بارات کا وقت آگیا ہے۔تو جائے گا تو میری گھر والی بھی گھر آئے گی۔اور نائٹی پہنے گی۔۔ضرار نے آخری لائن منہ میں بڑبڑائی۔۔

۔ضرار نے اک سوٹ اٹھا کر سلطان کو تھمایا۔۔

البتہ سلطان نظروں ہی نظروں میں ان سے کہہ رہا تھا کہ یہ ظلم نہ کرو۔۔۔ جس وہ تینوں منہ موڑ گئے۔۔ سلطان کو نہ چاہتے ہوئے بھی تیار ہونا پڑا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔

سلطان ریڈ شرٹ اور بلیک جینز میں ریڈی ہو کر باہر نکلا تو دیکھ کر حیرت میں چلا گیا۔ کیونکہ سامنے ہی اس کے تیار ہونے سے پہلے وہ تینوں تیار کھڑے تھے۔ تو سلطان نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔

ہائے دیکھو پرنس سلطان کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔ سنی نے کسی زمانہ بدنام پھوپو کی طرح سلطان کے قریب آتے نظر اتاری۔۔البتہ عیس باقاعدہ اپنی آنکھ سے نامعلوم سرمے سے ٹیکہ لگانے میں مصروف تھا۔۔ اور ضرار سائیڈ پر کھڑا سیب کھا رہا تھا۔۔

یہ تم لوگ کدھر جا رہے ہو۔ سلطان نے استفسار کیا۔۔
تیری بارات لے کر جا رہے ہیں تو ظاہر ہے بارات اکیلا دولہا تھوڑی لے کر جاتا ہے۔۔۔۔ عیس نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔ تو سلطان دانت کچکچاتے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

جس نے جانا ہے خود چلا جائے میں کہیں نہیں جا رہا۔۔ سلطان نے منہ موڑتے کہا۔ تو وہ تینوں اسے دیکھنے لگے۔ سلطان نے خاموشی محسوس کر

کے منہ انکی طرف موڑا تو تینوں ہاتھ باندھے اسے ہی گھور رہے تھے۔ تو وہ گہرا سانس بھر گیا۔

تم لوگوں کا وہاں پر کیا کام ہے۔۔ سلطان نے ٹھوری کے نیچے ہاتھ رکھتے پوچھا۔ تو عیس اور سنی چہک اٹھے۔

میں وہاں سے اپنی بیوی کو لانے جا رہا ہوں۔ جو تیرے ویلکم کے لیے وہاں گئی ہے۔۔۔ ضرار نے اپنے جانے کی وجہ بیان کی۔۔

اور ہم منیزے بھابھی کو بتائیں گئے کہ تجھے ہم وہاں لے کر آئے ہیں تاکہ ہمارے والیوں کی نظر میں ہماری ویلیو بڑھ جائے۔ ساری بات جان کر سلطان ان پر عش عش کر اٹھا۔ اور اس وقت کو پچھتایا جب اس نے ان گدھوں کے سامنے کالی آنکھوں والی لڑکی کا زکر کیا تھا۔ کیونکہ وہ تینوں اسی دن سے اسکا پیچھے کرتے کالی آنکھوں والی لڑکی کا پتہ لگا چکے تھے۔۔

ابھی وہ اسی بحث میں الجھے تھے۔۔ کہ اک ساتھ ان چاروں کے ہاتھوں میں پہنی گھڑی میں خاص بیل ہوئی تو وہ چاروں چوکنا گئے۔ جبکہ سلطان نے جلدی سے لیپ ٹاپ چیک کیا تو اسے اک ساتھ کئی میل موصول ہوئیں۔

بوائز جلدی سے حلیہ بدل کر آؤ۔ وہ تینوں جلدی سے اپنے اپنے روم میں چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی سلطان بھی جلدی سے اپنے روم میں گیا۔

تقریباً ٹھیک دس منٹ بعد وہ چاروں مکمل طور پر سیاہ لباس میں چہروں پر ماسک اور سر پر کیپ پہنے ہال میں کھڑے تھے۔ تھوری دیر پہلے نظر آنے والے انسان اب مکمل طور پر بدل چکے تھے۔

منزل کیا ہے۔۔۔ عیس نے استفسار کیا۔۔۔

گرلز ہاسٹل۔۔۔سلطان کے اک لفظی جواب پر وہ تینوں اسے دیکھنے لگے۔۔

لیکن سلطان نے کوئی جواب نہیں دیا۔اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔اس کے پیچھے ہی وہ تینوں بھی نکل ائے۔

ہیوی بائیکز ہوا میں اڑاتے وہ چاروں اپنی منزل کی جانب بڑھنے لگے تھے۔

کانوں میں لگے بلوٹوتھ سے وہ آپس میں جڑے ہوئے تھے۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ چاروں ہوسٹل کے سامنے موجود تھے۔

جبکہ رستے میں ہی سلطان انہیں ٹارگٹ بتا چکا تھا۔بائیکز کو درختوں کے درمیان کھڑا کر وہ چاروں سڑک پر نکل ائے۔

پاشا تم اور علی پچھلی جانب جاؤ۔میں اور مصطفیٰ ادھر سے دیکھتے ہیں۔اور دھیان رکھنا۔۔۔

تو پاشا اور علی اثبات میں سر ہلا کر پچھلی جانب بڑھ گئے۔
پاشا تھوڑا آگے بڑھا تو اسے منیزے کی گاڑی کھڑی ملی۔۔ جسے اک نظر دیکھ کر وہ آگے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

احمد وہ دیکھو۔۔۔ مصطفی نے سامنے اشارہ کیا۔ جہاں ہوسٹل سے تھوڑا اک گاڑی کھڑی تھی۔ اور ایسی ہی اک اور گاڑی ہوسٹل کی پچھلی جانب بھی موجود تھی۔ جس کا ابھی پاشا نے اسے بتایا تھا۔
تو یقیناً انہوں نے اپنے لیے آپشنز رکھے تھے۔ کہ جہاں سے آسانی ہوئی وہ وہیں سے اپنا ٹارگٹ اٹھائیں گئے۔
پاشا روم نمبر ایک سو دو کی طرف جاو۔ سلطان نے بلوٹوتھ پر آہستہ کہا۔۔

مصطفیٰ تم ادھر ہی رہو گئے۔۔تو مصطفیٰ سر کو ہاں میں جنبش دیتا دیوار کے ساتھ اک ٹانگ اوپر لگائے کھڑا ہو گیا۔اور منہ میں ببل ڈال کر نظریں ادھر ادھر گھمانے لگا۔البتہ سلطان اندر جا چکا تھا۔

وہ چھ پانچ آدمی تھے۔جو ہوسٹل سے لڑکیوں کو بے ہوش لے جانے والے تھے۔آج رات وہ دو لڑکیاں اٹھانے والے تھے۔ہر ہفتے وہ مختلف ہوسٹل سے لڑکیوں کو اغواء کرتے تھے۔انکے دو آدمی گاڑیوں میں بیٹھے اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہے تھے۔اور باقی چار ساتھیوں میں دو مل کر اک لڑکی کو سامنے سے جبکہ دو پیچھے سے لے کر جانے والے تھے تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔۔

پاشاہوسٹل کے کاریڈور میں آیاتوہر طرف اندھیرا چھایاہوا تھا۔البتہ مدھم روشنی رکھی گئی تھی۔تاکہ رات میں اگر کوئی باہر نکلے تووہ اندھیرا ہونے سے پریشان نہ ہو۔

پاشا مخصوص کمرے کی طرف آیاتودروازہ کھولنے پراسے کمرہ خالی ملا۔ جس کا مطلب تھاکہ وہ لڑکی لے کر جاچکے تھے۔

چونکہ علی پاشاکے ساتھ نہیں تھااس لیے پاشانے علی کو محتاط ہونے کا کہا۔ اورخود بھی علی کی طرف تیزی سے بڑھا۔

دونوں آدمی بے ہوش لڑکی کواٹھائے تیزی سے باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔

کہ علی نے پیچھے سے دائیں طرف موجودانسان کے دماغ کانشانہ لیتے گولی چلادی۔ جس سے وہ نیچے گرگیا۔اوراس کے ساتھ ہی لڑکی بھی نیچے گر گئی۔اوردوسراڈر سے ادھرادھر نظریں دوہرانے لگا۔پراسے کوئی نظر نہیں ایا۔۔۔

اس نے نیچے گرے اپنے ساتھی کو دیکھا۔ جس کا خون فرش پر بہتا چلا جارہا تھا۔ خوف سے وہ لڑکی کو وہیں چھوڑے پیچھے کی جانب بھاگ گیا۔ دیوار کی اوٹ میں چھپے علی نے پاشا کو اسکے شکار آنے کی اطلاع دی۔ کیونکہ یہ توطے تھا۔ کہ وہ چاروں مل کر شکار کرتے تھے۔۔

پچھلی جانب بھاگتے آدمی کی ٹانگ میں فائر لگا تو وہ لڑکھڑاتے نیچے گرتا چلا گیا۔ لیکن وہ ابھی تک فائر کرنے والے کو دیکھ نہیں پایا تھا۔ نہ جان پایا تھا کہ فائر کرنے والا کس طرف سے نشانہ لے رہا تھا۔۔ نیچے گرنے والا درد سے بے حال ہوتے رینگتے آگے کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے کسی بھی طرح اپنی جان بچانی تھی۔۔۔ رینگتے اسے اپنے سامنے ماسک میں گرے آنکھوں میں سرخی لیے اک زی انسان نظر آیا۔

کون ہو تم۔۔۔ زمین پر رینگنے والے نے پوچھا۔۔۔

تمہارا رشتے دار۔۔۔جواب کافی بے تکہ ملا اور ساتھ ہی گولی اسکے دل کے مقام پر لگ چکی تھی۔

اس کے ساتھ ہی علی سامنے سے دو لڑکیوں کے ساتھ پاشا کے قریب آیا۔۔

گاجروں شروع ہو جاو۔۔ علی نے دونوں لڑکیوں کو نیچے کی جانب اشارہ کیا تو وہ منہ بنا گئیں۔۔

سرف ایکسل سے واش کرنا اک داغ بھی نہیں چھوڑنا۔۔۔

البتہ پاشا نفی میں سر ہلاتے علی کو ساتھ لے احمد اور مصطفیٰ کی جانب بڑھ گیا۔ کیونکہ گاڑی میں بیٹھنے والے کو وہ پہلے ہی ٹھکانے لگا چکے تھے۔۔ پیچھے وہ دونوں لڑکیاں مرنے والوں کو ٹھکانے لگانے لگیں۔اور صبح ہونے سے پہلے انہیں فرش پر پڑا خون بھی صاف کرنا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے منہ پر بارہ بجے تھے۔۔۔

مصطفیٰ ہمیشہ کی طرح دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر بھاگ کر آنے والے کو اپنی ٹانگ سے گرا چکا تھا۔اور احمد اک کا گلا کاٹ کر ٹھکانے لگا چکا تھا۔اور دونوں لڑکیوں کو انکے کمرے میں واپس پہنچایا گیا تھا۔۔اب وہ صبح ہی ہوش میں آنے والی تھیں۔اور تب انہیں اندازہ بھی نہیں ہونا کہ رات انکے ساتھ کیا ہوا تھا۔۔

مصطفیٰ نے گرنے والے کو سیکنڈز میں بے ہوش کر دیا۔کیونکہ صرف یہ اک آدمی انکے کام کا تھا۔باقی اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے۔

احمد کدھر ہے۔۔پاشا نے مصطفیٰ سے پوچھا۔۔

تو مصطفیٰ کے اشارے پر وہ تینوں مخصوص کمرے کی طرف بڑھے۔

احمد کمرے کی کھڑکی سے اندر کے ماحول کو دیکھ کر مسکرادیا۔ جہاں اسکی کوئین وائٹ ڈریس میں ہوش سے بے گانہ تھی۔اور منیزے بھی سب بھلائے علیزے سے چپکی سو رہی تھی۔۔

پاشا نے آگے بڑھ کر جب منیزے کو سوتے دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ اسکی بیوی جاسوسی کرنے آئی تھی۔پر سب بھلائے اپنی دوست سے چپکی سوئی پڑی تھی۔

اگر مستقبل میں تم میرے ساتھ ایسے نہ سوئی نہ تو دیکھنا اسکی سزا کیا ہو گی مسسز۔۔۔ ضرار نے منیزے کو دیکھ کر سوچا۔۔۔

پیچھے ہٹو تم دونوں۔۔۔ عیس اور سنی نے ان دونوں کو کھڑکی سے ہٹایا اور دونوں خود اندر دیکھنے لگے۔

ہائے دیکھو معصومیت۔۔۔عیس اور سنی نے دونوں کو دیکھ کر کہا۔لیکن جب انکی نظر سائیڈ پر چھپائے گئے موبائل پر پڑی۔

تو دونوں نے بے ساختہ اپنا قہقے کو روکا۔کیونکہ موبائل کی سکرین پر آئرہ اور مشعل سوئی ہوئی تھیں۔یقیناً وہ بھی آج آنے والے کو دیکھنے کے تجسس میں تھیں۔لیکن انکی ساری پیلنگ ضائع ہو چکی تھی۔اور تھک ہار کر وہ سو گئیں تھیں۔۔

چل تیری بارات کسی اور دن لے کر آئیں گئے۔۔۔

اور پھر وہ چاروں اپنی اپنی بائیک پر ریس لگاتے فلیٹ کی طرف بڑھ گئے۔۔۔۔

رات کے تین بجے منیزے کی آنکھ کھلی تو اسے نے خالی کمرے میں نظر دہرائی۔یقیناً آنے والا ہو کر جا چکا تھا۔کیونکہ کھڑکی پوری طرح کھلی ہوئی تھی۔اور وہاں سے آنے والی ٹھنڈی ہوا نے ہی منیزے کو بیدار کیا تھا۔

لیکن کھڑکی سے آنے والی خوشبو نے منیزے کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔
کیونکہ یہ خوشبو اس کے لیے جانی پہچانی تھی۔ منیزے اٹھ کر کھڑکی کی
طرف ائی۔

اور کھڑی بند کرنے لگی تھی۔ کہ اسے کھڑکی پر اک بریسلٹ گرا ہوا ملا۔
جسے منیزے نے اٹھا کر پاس رکھ لیا۔

اور کھڑکی بند کر آ کر علیزے کے ساتھ پھر سے چپک کر سو گئی۔

البتہ سونے سے پہلے وہ موبائل پر اپنی دونوں نمونیوں کو فلائنگ کس دینا
نہیں بھولی تھی۔ اور اب وہ پر سکون ہو کر سو سکتی تھی۔ کیونکہ اک ثبوت تو
اسکے ہاتھ لگ چکا تھا۔۔۔

صبح الارم کی آواز پر علیزے کی آنکھ کھلی تو وہ سستی سے لیٹی رہی۔ لیکن جب خود سے چپکی ہوئی منیزے پر اسکی نظر پڑی۔ تو بھک سے اسکی نیند اڑ ئی۔

وہ اک دم سے اٹھ بیٹھی اور کمرے کے چاروں اطراف نظریں دوہرانے لگی۔ نظریں دہراتے منیزے کے چھپائے ہوئے موبائل پر علیزے کی نظر رکی۔ تو اس نے موبائل سکرین کو دیکھا جہاں آئرہ اور مشعل ہوش سے بے گانہ پڑیں تھیں۔ تو علیزے آنکھیں چھوٹی کر کے موبائل سکرین اور اپنے ساتھ پڑی بے ہوش لاش کو گھورنے لگی۔ یہ میڈم چور پکڑیں گیں۔

ایسے سوئیں پڑیں ہیں جیسے کل رات کسی نے بھنگ کوٹ کر انکو پلائی ہو۔ ویسے جتنا مرضی رت جگا کر والوان سے۔۔۔ بس کام کے وقت انکو موت پر جاتی ہے۔۔۔

غصے سے ہونٹ اور مٹھیاں بھینچتے علیزے زور سے پکار گئی۔۔۔اور ساتھ منیزے کو جھنجھوڑنے لگی۔

منیزے ےےےےےےے۔۔۔۔

کیا ہوا سیلاب آگیا کیا۔۔ڈرو نہیں میں تمہیں بچالوں گی۔۔۔نیند میں منیزے جو منہ میں آیا وہ بولتی چلی گئی۔۔

کمینی عورت ہوش کرو ورنہ میں تمہارا خون کر دوں گی۔۔علیزے کو سچ مچ میں پلین فیل ہونے پر بہت تپ چڑھی ہوئی تھی۔۔۔

منیزے اسکے چلانے پر ہوش میں آئی۔۔کیا ہوا ہے کیوں کان کے پردے پھاڑ رہی ہو۔۔وہ سر تاج ڈھکن کم ہے کیا جو تم بھی کوٹا پورا کرنے کی کوشش میں ہو۔۔

سر تاج کیا۔۔۔ٹائم کیا ہوا ہے۔۔۔سر تاج کے ذکر پر منیزے جلدی سے بیڈ سے نیچے اتری اور شوز پہننے لگی۔

علیزے بھی نیچے اتر آئی اور منیزے کو آنکھوں سے نگلنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

جانو ایسی آنکھوں سے نہ دیکھو یونی پہنچ کر بتاتی ہوں سب کچھ۔۔ پھر منیزے علیزے کو مل کر باہر کی طرف نکل گئی۔ کیونکہ اسے ضرار کے آنے سے پہلے فلیٹ پہنچنا تھا۔ پیچھے علیزے الجھن سے تیار ہونے چلی گئی۔
اب جو بھی بات تھی وہ اسے یونی پہنچ کر ہی پتہ چلنی تھی۔

گھر کی ملازمہ (شیراز پاشا نے حویلی سے بھجوائی تھی) سے اسے پتہ چلا تھا کہ وہ منیزے کے جانے کے بعد روز صبح 8 بجے فلیٹ واپس آتا تھا۔۔ فلیٹ کے اندر قدم رکھتے ہی سب سے پہلا سوال منیزے کے بارے ہی کرتا تھا۔ اس لیے اسے کسی طرح بھی جلدی فلیٹ پر پہنچنا تھا۔

بہت بھاگ ڈور کر کے بھی منیزے ساڑھے سات فلیٹ پہنچ پائی تھی۔
اپنے کمرے میں موجود ضرار گاڑی کی آواز پر مسکرایا۔وہ جان بوجھ کر
کمرے میں رکا تھا۔تاکہ منیزے آرام سے وہاں سے رفو چکر ہو
سکے۔۔۔اب وہ اپنی مسسز کے پلین کو فلاپ ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

منیزے جوتے ہاتھ میں پکڑے دبے پاؤں فلیٹ میں داخل ہوئی تو سامنے
ہی اسے ملازمہ ملی۔
باجی آپ ادھر ہیں تو کمرے میں کون ہے۔۔۔شبو کے پوچھنے پر منیزے
نے ہاتھ کے اشارے سے چپ رہنے کا کہا۔اور ضرار کا پوچھا جس پر شبو
نے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

تو منیزے جلدی سے کمرے میں بھاگ گئی۔ کمرے میں جاتے ہی بیڈ پر گر کر اس نے گہری سانس لی۔ ابھی اس نے دوسری سانس بھی نہیں لی تھی۔ کہ ضرار دروازہ کھول کر اندر آیا۔

منیزے جو پر سکون ہونے کا سوچ رہی تھی۔ ضرار کو دیکھ کر اک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

ضرار نے اسے کر سر تا پیر دیکھا۔۔۔

تم ایسے سوئی تھی۔۔۔ ضرار نے اسکے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

تو منیزے اک نظر اپنی جینز اور شرٹ کو دیکھ کر بہانہ سوچنے لگی۔۔۔ نہیں میں تو بس ویسے ہی پہن کر چیک کر رہی تھی۔ کہ کیسی لگتی ہوں۔۔۔ اس نے گھبراہٹ میں بولا۔۔ تو ضرار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔

اور یہ تکیے ایسے کیوں رکھے ہیں۔۔ ضرار بیڈ کی جانب بڑھا۔۔

تو منیزے نے پاؤں سے اپنے جوتے بیڈ کے نیچے کیے۔۔۔جو ضرار دیکھ کر بھی نظر انداز کر گیا۔۔۔یہ تو میں تکیوں سے ویسے ہی کھیل رہی تھی۔۔ منیزے نے ہنستے ہوئے کہا۔۔

تو ضرار مڑ کر ائیر وا اچکا گیا۔۔۔جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو۔۔تم اب بھی کھیلتی ہو۔۔

ہاں تو میں اکیلی بور ہو رہی تھی تو کھیلنے لگ گئی۔۔۔ منیزے فل کونفیڈینس کے ساتھ بولی۔۔اور اپنے کپڑے نکالنے کے لیے الماری کی طرف گئی۔۔کیونکہ اگر وہ اسکے سامنے رہتی تو ضرور کچھ الٹا بول دیتی اس لیے خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔۔

جبکہ ضرار پیچھے بیڈ پر لیٹ کر اسے دیکھنے لگا۔۔

منیزے جب پاؤں اوپر اٹھاتے ہینگر اتارنے لگی تو پیچھے سے اسکی شرٹ بھی اوپر اٹھ گئی۔ جس سے اسکی سفید کمر واضح ہوئی۔ جس کو دیکھتے ضرار نے دانتوں تلے لب دبایا۔۔۔

وہ مسلسل اوپر ہو کر ہینگر اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔اس مسئلے سے وہ روز نبٹنے تنگ پڑی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ جھنجھلا کر مڑتی۔ ضرار نے اسکی کمر کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیا اور اک ہاتھ سے ڈریس اتاری۔۔

جبکہ منیزے ایسے اچانک ضرار کی نزدیکی پر بوکھلا گئی۔ یہ سب کب پہنتی ہو۔۔۔ ضرار نے اسکے کندھے پر چہرہ رکھتے لٹکی ہوئی نائٹیز کی طرف اشارہ کیا تو وہ شرم سے لال ہو گئی۔ ضرار کی نزدیکی منیزے کے بدن میں

سنسناہٹ پیدا کرنے لگی۔اوپر سے اسکے بے باک سوال نے منیزے کو چہرہ جھکانے پر مجبور کر دیا۔۔تع وہ ضرار کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی

مسسز میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔ضرار نے منیزے کے کان میں سرگوشی کی تو منیزے جھٹکے سے ضرار کی طرف مڑی اور اسکی گال پر بائٹ کر واشروم میں بھاگ گئی۔۔

پیچھے وہ اپنی جنگی بلی کے عمل پر مسکراتا رہ گیا۔

لگتا ہے مسسز کو رات کے وقت ملنا ہی پڑے گا۔دیکھنا ہی پڑے گا شیرنی ہرنی بنتی کیسی لگتی ہے۔۔

ضرار نے اپنی داڑھی کھجاتے سوچا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بال ٹھیک کرنے لگا۔ کہ اچانک ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے بریسلٹ پر اسکی نظر پڑی۔

ضرار نے مڑ کر واشروم کے بند دروازے کو دیکھا اور پھر بریسلٹ کو۔۔۔

تو تو بیٹا گیا کام سے۔۔۔ بریسلٹ کو دیکھتے ضرار نے سوچا۔

اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔۔

منیزے تیار ہو کر باہر نکلی تو ضرار کمرے میں نہیں تھا۔۔پر اک چیز جو وہ سوچ رہی تھی۔۔وہ ضرار کے کلون کی خوشبو تھی۔

علیزے کے کمرے کی کھڑکی سے ضرار کے کلون جیسی خوشبو آنا اور پھر اک مختلف بریسلٹ کا ملنا۔دونوں ہی الگ باتیں تھیں۔۔۔ منیزے کو اب یہ پہلی سلجھانا تھی۔

وہ کمرے سے باہر نکلی تو ضرار تیار ہو کر ناشتے کے لیے بیٹھا منیزے کا انتظار کر رہا تھا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ دونوں اک ساتھ تھے۔

منیزے ٹیبل پر بیٹھی تو ضرار نے ناشتہ شروع کیا۔ البتہ منیزے ناشتے کے دوران ضرار کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔۔ پر جب ضرار نے جوس لینے کے لیے بائیں ہاتھ بڑھایا تو ضرار کے ہاتھ میں بریسلٹ دیکھ کر منیزے کی آنکھیں کھل گئیں۔

ضرار خود پر منیزے کی نظروں سے اچھے سے واقف تھا پر انجان بنا رہا۔

منیزے نے بریسلٹ کو قریب سے دیکھنے کے لیے دماغ لڑانے لگی۔

کیونکہ ضرار کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔۔ کہ اب کس وقت وہ منیزے کے سامنے اتا۔ کیونکہ وہ اپنے نامعلوم کاموں میں ہی بہت مصروف رہتا تھا کہ کتنے دنوں سے رات کو فلیٹ بھی غائب تھا۔

اوچ۔۔۔ منیزے کے ہاتھ پر گرم چائے گرنے سے وہ چلا اٹھی تو ضرار تیزی سے اسکی طرف آیا۔۔

دھیان کہاں تھا تمہارا۔۔۔ گرم چائے ہاتھ کو سرخ کر چکی تھی۔۔

آپکو دیکھ رہی تھی سر تاج۔۔۔ منیزے پیار سے بولی تو ضرار اسکے انداز پر ٹھٹکا۔۔۔ کیونکہ منیزے کا یہ انداز ضرار کو خطرے کا الارم دے رہا تھا۔ پر وہ چپ رہا۔۔

روم میں چلو اس پر کچھ لگا دیتا ہوں۔۔ ضرار نے منیزے کو اٹھانا چاہا تو وہ انکار کر گئی۔

نہیں مجھے بھوک لگی ہے ابھی۔۔۔ پہلے ناشتہ کروا دیں اپنے ہاتھوں سے۔۔۔ منیزے ضرار کے بریسلٹ کو دیکھتے بولی۔ تو ضرار اسکا ٹارگٹ سمجھ گیا۔

اٹھو پہلے یہاں سے۔۔ ضرار نے پہلے اسے کرسی سے اٹھایا۔اور منیزے کی کرسی پر بیٹھ گیا۔۔ جس پر وہ ضرار کو نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔ کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔۔۔

ناشتہ کرنا ہے۔۔ ضرار نے اسے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔

ضرار نے اک جھٹکے سے منیزے کو کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ سیدھی آکر ضرار کی گود میں گری۔

ضرار نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے نزدیک ترین کیا۔ایسے ناشتہ کرتے ہیں۔۔۔ ضرار نے منیزے کے کھلے منہ کو دیکھتے خمار آلودہ لہجے میں کہا تو منیزے اسکے انداز پر خشک ہوئی سانس پینے لگی۔

ضرار نے اسکے گھبراہٹ زدہ چہرے کو دیکھتے ہنسی ضبط کی۔جو پنگے تو بڑے لیتی تھی۔ لیکن پھر اک منٹ سے پہلے شیرنی سے بلی بن جاتی تھی۔۔۔

شبو دیکھ لے گی۔۔۔ منیزے ضرار کی گود میں بیٹھی منمنائی۔۔وہ صبح سے اپنے سر تاج کے بدلے تیور دیکھ رہی تھی۔

تو دیکھنے دو۔۔۔اسے بھی اپنے شوہر کو پیار کرنے کے نئے نئے طریقے سیکھنے کا موقع ملے گا مسسز۔۔۔ضرار نے کہتے آنکھ کا کونا دبایا۔تو منیزے حیا سے منہ موڑ گئی۔

اور پھر ضرار نے اسے اپنے ہاتھوں سے اچھے سے ناشتہ کروایا۔اور منیزے کو بھرپور موقع بھی دیا تاکہ وہ بریسلٹ کو اچھے سے دیکھ پائے۔

ناشتہ ختم ہونے کے بعد منیزے ضرار کی گود سے اٹھنے لگی۔تو ضرار اسے پھر جکڑ گیا۔تو منیزے نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

آنکھیں بند کرو۔۔۔ضرار نے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے کہا۔تو منیزے ڈرتے ہوئے آنکھوں کو میچ گئی۔کیونکہ وہ جلد از جلد اس قربت سے رہائی چاہ رہی تھی۔۔

منیزے کے آنکھیں بند کرتے ہی ضرار نے اسکے خوبصورت چہرے کو بھر پور نظروں سے دیکھا۔اور پھر ہائی نیک شرٹ کے گلے میں چھپی گردن پر ضرار کی نظر رکی۔ضرار نے ہاتھ بڑھا کر شرٹ کے گلے کو نیچے کیا۔تو منیزے اسکے لمس پر لرز اٹھی۔اچانک سردی میں گرمی کے احساس نے اسے بے چین کیا۔۔

ضرار منیزے کے لرزنے پر گہرا مسکرایا۔اور پھر کچن میں کھڑی شبو کو ہاتھ کے اشارے سے وہاں سے غائب ہونے کو کہا۔تو وہ شرم کے مارے ہنستے ہوئے چہرہ چھپائے وہاں سے بھاگ گئی۔

اسے جاتے ہی ضرار نے منیزے کی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھ اسے اپنے قریب کیا۔ تو منیزے نے بند آنکھوں سے مزاحمت کی۔۔ لیکن وہ سب بھلائے اسکی گردن پر جھک چکا تھا۔۔

جس سے منیزے کی پٹ سے آنکھیں کھلیں۔۔۔ جبکہ ضرار سب بھلائے اسکی گردن کو نرمی سے ہونٹوں سے چھو رہا تھا۔ اور منیزے ایسے اچانک اسکی اتنی نزدیکی پر پاگل ہونے کو تھی۔ ضرار کا نرم گرم لمس اسے بے ہوش کرنے کو تھا۔۔

اپنی منمانی پوری کرنے کے بعد ضرار پیچھا ہٹا اور منیزے کے چہرے کو اک نظر دیکھ کر دانتوں تلے لب دبا گیا۔ جس کے سرخ چہرے پر پسینے کی بوندیں چمک رہیں تھیں۔۔ تو وہ ضرار کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔۔ ضرار اسکی کمر کو سہلاتے بولنا شروع ہوا۔۔۔

میں اپنے والدین کی محبت کی نشانی ہوں۔۔اور تم بھی محبت سے گوندھی ہو۔۔میرے ماں باپ نے مجھے بچپن سے محبت کرنا سکھایا ہے۔اس لیے میں اپنی بیوی، مسسز، شیرنی اور ملکہ سے بھی صرف محبت کروں گا۔چاہے ہمارا نکاح کسی بھی حالات میں ہوا ہو۔

پر میرے نکاح میں آتے ہی تم میری ملکہ بن چکی تھی۔کیونکہ میں اپنی دنیا کا خود بادشاہ ہوں۔مجھے جو تھوڑی بہت فکریں تمہارے حوالے سے تھیں۔وہ تم نے یونیورسٹی کے پہلے دن اپنی کک سے دور کر دیں تھیں۔

اس لیے میں باقی مردوں کی طرح تم سے نفرت یا سوال جواب میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔نہ ہی تمہیں اپنا جیسا بننے کو کہوں گا۔کیونکہ تم جیسی ہو ویسے ہی میرے ادھورے پن کو مکمل کرتی ہو۔۔اس رشتے کو آگے بڑھانے کے لیے تمہیں وقت ضرور دیتا ہوں۔پر آج سے چھوٹی موٹی بجلیاں ضرور تم پر گرا کریں گیں۔ضرار نے محبت سے اسے خود میں

بھینچا۔۔۔تو منیزے شرمیلی مسکان سے ضرار میں سمٹ گئی۔ضرار کے سینے پر سر رکھتے اسے شیراز پاشا کی بات یاد آئی۔

جب انہوں نے منیزے کو نصیحت کی تھی۔کہ تمہیں ضرار کو اپنی طرف صرف اک دفعہ ہی متوجہ کرنا ہے۔پہلی نظر کی محبت مرد کو خود میں ویسے ہی قید کر لیتی جیسے روح جسم میں قید ہوتی ہے۔اور منیزے ضرار کو قید کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

منیزے خدا کا شکر ادا کر رہی تھی۔کہ اگر اس سے اسکے ماں باپ دور ہوئے تھے۔تو اس سے بھی زیادہ محبت کرنے والے لوگ اسکی زندگی میں آئے تھے۔

یونیورسٹی نہیں جانا کیا۔۔ضرار نے اپنی گود میں سینے سے لگی منیزے کو پوچھا۔تو وہ اسکی گود سے نکلی۔اور بنا ضرار کی طرف دیکھے اپنا بیگ اٹھا کر

باہر کی طرف بھاگ گئی۔۔۔اور ضرار اپنی بلی کی تیزی پر مسکراتا نفی میں سر ہلا گیا۔

آج کسی کی بینڈ بجنے والی ہے۔۔۔ضرار نے منہ میں ببل ڈالتے کہا۔تو وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔۔

کس کی سنی نے ضرار کی پاکٹ سے ببل نکالتے پوچھا تو وہ کندھے آچکا گیا۔

خود پتہ لگ جائے گا۔آؤ کلاس میں چلیں۔۔۔

فری پیریڈ میں وہ چاورں کیفے میں بیٹھیں میز پر رکھے بریسلٹ میں آنکھوں سے جن نکالنے کی کوشش کر رہیں تھیں البتہ مشعل باقاعدہ آنکھوں میں آنسو لیے بیٹھی تھی۔۔

اب تم کیوں رو رہی ہو۔۔ائرہ مشعل کے رونے پر چڑی۔۔۔

یہ عیس کا بریسلٹ ہے۔۔۔مشعل ہچکیاں لیتے بولی۔۔۔

ہمیں بھی پتہ ہے یہ عیس بھائی کا ہے۔۔۔ منیزے نظریں جمائے بولی۔۔
علیزے خاموش بیٹھی تھی۔۔ کیونکہ اسے لگ رہا تھا کچھ نہ کچھ گڑ بڑ ہے۔۔

منیزے صبح آتے ہی ان تینوں کو بریسلٹ اور خوشبو کا بتا چکی تھی۔اور بریسلٹ کو دیکھتے ہی مشعل نے بتایا کہ عیس کا بریسلٹ ہے کیونکہ وہ بہت بھی لکھا A دفعہ اسے عیس کی کلائی پر دیکھ چکی تھی۔اور بریسلٹ پر چھوٹا سا تھا۔اور پھر انہوں نے دیکھا کہ ان چاروں نے اک جیسے ہی بریسلٹ پہن رکھے ہیں بس بریسلٹ پر لکھے نام سے انکی پہچان تھی۔ لیکن عیس کی کلائی خالی تھی۔ جس سے انکا شک یقین میں بدل گیا کہ یہ عیس کا ہی بریسلٹ تھا۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔علیزے نے اپنا سر پکڑا۔۔

اور مشعل روئے جا رہی تھی۔ کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالی تھی۔ اسکی ماں نے اسکے ساتھ جڑے نام کو اچھی طرح اسکے ذہن میں بٹھا دیا تھا۔ کہ ناچاہتے ہوئے بھی مشعل عیس سے محبت کر بیٹھی تھی۔ لیکن جب سے وہ یہاں آئی تھی۔۔اسے عیس کے رویے میں کسی قسم کا کوئی اشارہ نہیں ملا تھا جس سے اسے اندازہ ہو پاتا کہ عیس کو بھی اس سے محبت ہے۔پر اب جب علیزے کے کمرے کے باہر عیس کا بریسلٹ ملا تھا۔ مشعل کا بری طرح دل ٹوٹ گیا تھا۔ جبکہ اس سب کے برعکس منیزے وہاں ضرار کے کلون کی خوشبو محسوس کر کے بھی خاموش تھی۔

وہ چاروں بری طرح الجھ چکی تھیں۔

مشعل اس طرح رونے سے کام نہیں چلے گا۔ تمہیں خود عیس بھائی سے سچ جاننا ہو گا۔ آئرہ نے اسے حوصلہ دیا۔ تو منیزے بھی تائید کی۔

ضروری نہیں مشعل جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا ہی ہو۔مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میرے کمرے میں آنے والا انسان کوئی بھی ہو سکتا ہے پر عیس بھائی نہیں ہو سکتے اس لیے تم یہ رونا بند کرو اور میری بات غور سے سنو۔۔۔علیزے نے مشعل کو چپ کروانے کے ساتھ تسلی دی۔اور اسے آگے کا لائحہ عمل بھی سمجھایا۔جس سے مشعل کو تھوڑی ڈھارس ہوئی۔

وہ چاروں لائبریری میں بیٹھے اپنے کام میں مصروف تھے۔۔

عیس بھائی مشعل کی تھوڑی طبیعت خراب ہے وہ کہہ رہی ہے اسے گھر جانا ہے۔آئرہ نے آکر مشعل کا پیغام دیا۔جسے سن کر عیس کی آنکھوں میں حیرت آئی۔۔

کہاں وہ اسے اپنے آنے اور جانے کے بارے بتاتی نہیں تھی۔آج خاص ڈاکیے کے ذریعے پیغام پر وہ الجھ گیا۔۔ لیکن سب بھلائے وہ اسکی طبیعت خرابی پر بے چین ہوا۔

کیا ہوا اسے۔۔۔عیس جلدی سے اٹھا تھا کہ ضرار نے ویسے ہی تیزی سے عیس کا بازو پکڑ کر اسے نیچے بٹھا دیا۔ جس پر عیس نے ضرار کو دیکھا۔۔

البتہ سنی اپنے فیورٹ کام میں مصروف تھا۔ریڈ کرتی اور بلیک جینز میں آئرہ سچ میں سنی کے دل کے تار چھیڑ گئی۔ سنی کے گھورنے پر آئرہ نے انکھیں سکیڑے سنی کو گھوری ڈالی۔ جس پر وہ دل پر ہاتھ رکھ کر مر مٹا۔

آئرہ آپ جائیں یہ بس دو منٹ میں آرہا ہے۔۔۔ائرہ ہاں میں سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔

اس سب سے بے نیاز سلطان اپنے کام میں مصروف تھا۔۔ضرار سلطان کو کام میں غرق دیکھ کر دانت پیس گیا

یہ سلطان کی گاڑی لے جاؤ ضرار نے سلطان کی جیب سے چابی لے کر عیس کو دی تو وہ چابی لے کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

وائٹ شارٹ فراک اور پٹیالہ شلوار میں اپنی بے بے کٹنگ میں گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے وہ سوں سوں کر کے روئے جا رہی تھی۔کافی دیر رونے کے باعث اس کی آنکھیں اور چہرہ لال ہو چکا تھا۔پر وہ پھر بھی رونے سے نہیں تھکی تھی۔

عیس نے اک دو نظر مشعل کو یوں روتے دیکھا تو جواب میں مشعل نے عیس کو گھور کر دیکھا کہ بے چارہ عیس اپنی چھوٹی بیوی کی گھوری پر گھبرا کر رہ گیا۔پر وہ اسکے رونے کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

شائذ رونے کی وجہ زیادہ طبیعت خرابی تھی۔پر رونے سے طبیعت ٹھیک ہونے سے رہی اور اوپر سے اپنے معصوم شوہر کو ایسے گھور کر دیکھنا کہاں کی شرافت تھی۔۔

عیس اپنی خیالی دنیا میں مشعل کو سمجھانے میں مصروف تھا۔۔

کیونکہ وہ آج بولنے کا رسک نہیں لے پا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے عیس کے رونے سے منع کرنے پر مشعل عیس کو کاٹ کھانے کو ڈوری تھی۔ جس پر عیس پھر اچھل کر رہ گیا۔آج تو اسکی بیوی حقیقی بیوی کا روپ اپنائے ہوئے تھی۔گھر کے دروازے پر عیس نے گاڑی روکی تو مشعل سوں سوں کرتے اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکلنے سے پہلے عیس کی طرف مڑی تو عیس کو گھبراہٹ ہوئی۔۔

اندر چلیں میرے ساتھ۔۔۔ مشعل نے دانت چباتے کہا

توعیس بس سر ہلا پایا۔ کیونکہ مشعل کے کاٹ دار انداز پر اسکی زبان اسکا ساتھ نہیں دے پائی تھی۔اور پھر مشعل اک آخری غصے بھری نظر عیس پر ڈال کر گاڑی کا دروازہ زور سے بند کر کے گھر کے اندر چلی گئی۔۔۔

یاخدا خیر۔۔۔یہ پدی کے پر کیوں نکل رہے ہے۔۔۔عیس تو مشعل کے خونخوار انداز ہضم نہیں کر پا رہا تھا۔ لیکن وجہ سے ابھی تک معلوم نہیں تھی۔ شائد آج اپنا غصہ نکالنے کے لیے ساتھ لائی ہے۔

اور پھر اللہ کا نام کر کر عیس گاڑی سے باہر نکلا اور گھر کے اندر داخل ہوا۔

گھر کے اندر داخل ہوتے ہی حسن صاحب کے ساتھ جڑ کر کھڑی روتی ہوئی مشعل اور آٹے سے بھرے ہاتھوں کو لیے شاہدہ بیگم نے عیس کا استقبال کیا.

عیس سب کو اک ساتھ دیکھ کر الجھا۔ لیکن جس سے عیس کا حلق خشک ہوا وہ حسن صاحب کی خونخوار نظریں تھیں۔

آپ سب ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔۔۔ عیس نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔۔ یاد کرنے پر اسے اپنا پچھلے دنوں کا ریکارڈ صاف ملا جس سے وہ اندازہ لگا پاتا کہ آخر اس پنچایت کی وجہ کیا ہے۔

یہ زیور تمہارا ہے۔۔۔ حس صاحب نے ہاتھ سے بریسلٹ کو ہوا میں لٹکاتے پوچھا۔

انکا بس چلتا تو عیس کو بھی ایسے ہوا میں لٹکا دیتے پر بے بس تھے۔۔

شاہدہ بیگم پریشان نظروں سے عیس کو دیکھ رہیں تھیں۔ جبکہ مشعل کی سوں سوں اب بند تھی۔۔ عیس نے دونوں کو اک نظر دیکھ کر اپنی نظریں

بریسلٹ پر جمائی۔اور یاد کرنے کی کوشش کی کہ یہ زیور حسن صاحب کو کہاں ملا ہو گا۔۔اور بریسلٹ سے اتنا برہم ہونے ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔۔

کیونکہ یہ انکا فرینڈ شپ بریسلٹ تھا۔جو بچپن سے ان چاروں کی کلائی پر موجود تھا۔

جی میرا ہے۔۔عیس نے تھوگ نگلتے جواب دیا۔

اگر یہ تمہارا ہے تو تمہارے پاس کیوں نہیں۔۔۔حسن صاحب نے غصے سے پھر سوال کیا۔

بے دھیانی میں گھر میں گر گیا ہو گا۔۔عیس ابھی تک اک بریسلٹ کی وجہ سے لگی پنچایت کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

گھر میں گر گیا یا گرلز ہوسٹل میں کھڑکی سے لٹکتے گرا۔۔ حسن صاحب نے طنزیہ کہا۔

توعیس نے حیران کن نظروں سے حسن صاحب کے ساتھ کھڑی مشعل دیکھا جو عیس کے دیکھنے پر نظریں پھیر گئی تھی۔۔ عیس مشعل کی آنکھوں میں اپنے لیے بے اعتباری دیکھ کر بے چینی سے اگے بھرا۔

آپ لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جیسا آپ لوگ سوچ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔۔ عیس نے انکی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔۔۔

برخوردار تم بتا ہی دو ہم کتنے غلط ہیں۔ تاکہ اک دفعہ ہی خود کو صحیح کر لیں۔ حسن صاحب کو شدید غصہ آیا۔

آپ لوگ میری بات سنے گئے تو کچھ سمجھا پاؤں گا نہ میں۔۔ عیس نے دانت پیسے جو اسکی بات سننا ہی نہیں چاہ رہے تھے۔

اپ اک دفعہ عیس کو سن تو لیں۔۔ شاہدہ بیگم نے حسن صاحب کو دیکھا۔

بیگم اس کی سن سن کر ہی آج یہ نوبت آئی ہے کہ یہ گدھا گھر میں بیوی ہونے کے باوجود گرلز ہوسٹل کی کھڑکیوں سے لٹکا ملا ہے۔ حسن صاحب مشعل کی سوں سوں سن کر بھرپور اونچی آواز میں گویا ہوئے۔اور بریسلٹ عیس کی طرف پھینک گئے۔۔

جبکہ عیس کی بے بنیاد الزامات سنتے بس ہوئی تو وہ بھی بول پڑا۔

کونسی بیوی لا کر دی ہے مجھے۔۔۔ہر وقت تو اسکی پہرا داری کرتے نہیں تھکتے تو میں پھر گرلز ہوسٹل نہ لٹکوں تو کیا کروں۔۔ عیس کا دماغ گھوما۔۔

تمہیں شرم نہیں آتی یہ سب کرتے۔۔۔۔ حسن صاحب کا خون کھولا۔۔۔ مشعل سوچ کر بیٹھی تھی کہ وہ اپنی صفائی دے گا۔پر یہاں سب الٹ ہوتے دیکھ کر وہ پریشان ہوئی۔۔

بابا یہ سب نہیں کہنا تھا۔۔ مشعل حسن صاحب کے قریب ہو کر بڑبڑائی جس پر حسن صاحب سیدھے ہوئے۔۔۔

اس سب پر سر جھٹک کر شاہدہ بیگم واپس کچن میں جا چکی تھی۔کیونکہ ان کے لیے ہر مسئلے سے اہم آٹا گوندھنا تھا۔

تم بس یہ بتاؤ تم گرلز ہوسٹل کیوں گئے تھے۔۔ حسن صاحب نے سیدھا سیدھا سوال کیا۔۔

عیس مشعل کو بڑ بڑاتے دیکھ چکا تھا۔پر سن نہیں پایا تھا۔

کیوں کہ آپ مجھے میری بیوی کے قریب نہیں جانے دیتے۔۔عیس نے بے نیازی سے کہا۔تو اسکی کھلا کھلم بے شرمی پر مشعل شرم سے دوہری ہوئی۔

تم اس لائق ہو کہ تمہیں میں اپنی پھول سی بچی دوں۔۔حسن ہمدانی نے اسے شرم دلانا چاہی۔

سب کی بچیاں پھول ہوتیں ہیں۔آپکی کوئی انوکھی نہیں ہے۔اور جتنا مرضی اس پھول کو سنبھال کر رکھ لیں آنا اس گوبھی کے پھول نے میرے پاس ہی ہے۔۔۔عیس نے حقیقت دکھانا چاہی۔۔

پہلے اس قابل ہو تو جاؤ تم۔۔ ورنہ ساری زندگی ناک رگڑتے رہ جاؤ گئے تم۔۔ پر میں اپنی بچی کی رخصتی نہیں کروں گا۔

اصل موضوع کو غائب ہوتے دیکھ کر مشعل کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ عیس کا حشر بگاڑ دے۔ اور اس سے سچ معلوم کر لے۔

آپکی بچی کو اپکے سامنے ہی اٹھا کر لے جاؤں گا۔ عیس شوخی مارتا گھر سے باہر نکل گیا۔۔

اور عیس کے جاتے ہی مشعل ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔
بابا اب ہم کیسے معلوم کریں گئے۔۔ مشعل روہانسی ہوئی۔۔

پتر میں تو تیری بتائی ہی ساری لائنز بولیں ہیں۔ حسن صاحب نے اپنی ایکٹنگ پر داد چاہی۔

حسن صاحب آپ نے ہمیشہ کی طرح اپنے بیٹے سے بس لکیر پیٹی ہے۔۔ شاہدہ بیگم نے انکی خوش فہمی کو دور کیا۔ جو کچن سے نکل کر باہر آئیں تھیں۔

بیگم آپ تو بس ہم سے جلتی ہیں اور کوئی بات نہیں ہے۔ اور بیٹا تم فکر نہیں کرو۔ ہم کوئی اور طریقہ سوچتے ہیں۔۔ حسن صاحب پریشان کھڑی مشعل کو بازو کے گھیرے میں لے کر اندر کمرے میں چلے گئے۔

اور پیچھے شاہدہ بیگم تھوڑی دیر پہلے کے وقت کو یاد کر مسکرا کر سر جھٹک گئی۔ جب آج پہلی بار حسن صاحب اپنی فیکٹری سے چھٹی لے کر گھر آئے تو شاہدہ بیگم کو حیرت ہوئی۔ پوچھنے پر حسن صاحب نے بتایا کہ وہ اپنی لاڈلی

بیٹی مشعل کے کہنے پر آئے ہیں۔اور تھوڑی دیر بعد جب مشعل روتے ہوئے گھر آئی تو شاہدہ بیگم کو فکر ہوئی۔

پر جب مشعل روتے ہوئے حسن صاحب کی طرف بڑھی اور انکی بولنے والی لائنز سمجھانے لگی تو شاہدہ بیگم نے اچھنبے سے اپنے گھر کے ایکٹرز کو دیکھا۔پتہ نہیں باب بیٹی نے کون سی پلینگ کر رکھی تھی۔پر ان کی پیلنگ ضائع ہو گئی تھی۔کیونکہ انکا ٹارگٹ بنا کچھ بتائے ان کے لگائے گئے الزامات کو قبول کرتے جا چکا تھا۔

یہ سلطان کا بچہ میرے ہاتھوں نہیں بچے گا۔عیس نے زور سے گاڑی کا دروازہ بند کرتے بیٹھتے کہا۔

سالا دیورایں یہ ٹاپے اور سوال جواب ہم سے ہوں۔ عیس نے دانت چباتے کہا۔

کہا تھا اس کمینے سے کہ بھابی کو اپنی شکل دکھادے۔ پر لگتا ہے اس سالے نے ناولز زیادہ پڑھ لیے ہیں جو خفیہ مجنوں بن بیٹھا ہے ادھر ہماری بینڈ بجائی جارہی ہے۔۔

اور اس پدی کو دیکھو۔ پیار سے مجھ سے پوچھتی تو میں اسکے قدموں میں سلطان کی اک اک کالی کرتوت رکھ دیتا۔ پر نہیں پہلے گاڑی میں رو رو کر میرا خون جلایا اور رہی کسر اپنے باپ سے بستی کروا کے پوری کر دی۔۔۔

اور کیسے میسنی بنی ہوئی تھی۔ جیسے مجھے تو اس ساری منصوبہ بندی کی سمجھ نہیں آئے گی نہ۔ میں تو کان میں کھانا ڈالتا ہوں۔

پہلے تو اس ضرار کمینے سے نبٹتا ہوں۔ جس کو معلوم بھی تھا کہ میرا بریسلٹ بطخوں کی ٹولی کے پاس ہے۔ پھر سالا صبح پیش گوئی کر کے خود تعویذ والا بابا ثابت کر رہا تھا۔ پہلے اسکی گردن پکڑتا ہوں۔۔ پھر اس سالے مجنوں کو بھی دیکھتا ہوں۔۔

گاڑی میں بیٹھے اچھی طرح اپنی بھڑاس نکال کر عیس نے اپنے شکار کی طرف گاڑی موڑی۔۔

سنی اور سلطان کو فلیٹ میں چھوڑ کر خود ضرار کلب کی طرف جا رہا تھا کہ رستے میں اسکے موبائل پر شیراز پاشا کی کال موصول ہوئی۔

شیراز پاشا کی کال دیکھ کر ضرار نے گاڑی اک طرف روک کر کال اٹھائی۔

جی بابا سائیں کیسے ہیں۔۔ضرار نے سامنے شیشے پر نظریں مرکوز کرتے پوچھا۔

برخوردار حال احوال کو چھوڑیں یہ بتائیں اپکے حال کیسے ہیں۔۔سنا ہے آپکے پرفیوم کی خوشبو کافی تیز ہے۔۔۔

شیراز پاشا کے طنزیہ انداز پر ضرار الجھا۔۔بابا سائیں آپ کس بارے بات کر رہے ہیں

صاحب زادے شریف مجھے صرف یہ جاننا ہے کہ کل رات تمہارے پرفیوم کی خوشبو گرلز ہوسٹل کی کھڑکی پر کیا کر رہی تھی۔

شیراز پاشا کے سیدھے جملے پر ضرار ٹھٹکا۔

بابا میں آپکو ساری بات کلئیر کرتا ہوں۔ضرار کے بات پوری کرنے سے پہلے ہی شیراز پاشا نے اسے ٹوک دیا۔

جو بھی بات ہے وہ مجھے نہیں جا کر ہماری بہو منیزے ضرار پاشا کو کلیئر کریں۔ جنہوں نے سوچ سوچ کر اپنا حال بے حال کیا ہوا ہے۔اور پھر

شیراز پاشا نے بنا ضرار کا جواب سنے فون بند کر دیا

سلطاننننن۔۔۔۔ضرار زور سے چلا اٹھا۔۔۔

سالے تو نہیں بچے گا میرے ہاتھوں سے آج۔۔۔وہ جو سوچے بیٹھا تھا کہ عیس کی درگت بنتے مزا لے گا۔ادھر الٹا اسی کی شامت آگئی تھی۔گاڑی ریورس کر کے وہ فلیٹ کی طرف موڑ چکا تھا۔بے شک آج سلطان کی شامت پکی تھی۔

مشعل سے پلین فیل ہونے پر منیزے نے بیک اپ پلین پر کام کیا اور وہ تھا شیراز پاشا کو کال کر اداس ہونے کی ایکٹنگ کرنا۔

صبح جب علیزے نے مشعل کو سمجھایا کہ اسے ایکٹنگ کر کے حسن صاحب کو ساتھ ملا کر عیس سے سچ معلوم کرنا ہے تو وہ تینوں ہی علیزے کے پلین کی تائید کر گئیں۔

شیر از پاشا کے پوچھنے پر منیزے نے بہت معصوم انداز میں کہا تھا۔ بابا مجھے ان پر شک نہیں ہے پر بس پریشان ہوں۔۔ کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ ضرار نے مجھے دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ بس مجبوری کے تحت یہ رشتہ بنایا تھا۔ منیزے مکمل دکھی لہجہ اپنائے بولی۔

جس پر شیر از پاشا کے دل کو کچھ ہوا۔ انکی بیٹی کی خواہش کو بے شک منیزے نے پورا کر دیا تھا۔ صرف تھوڑے عرصے میں ہی کسی لاڈلی بیٹی کی طرح وہ شیر از پاشا اور گل جہاں بیگم سے فرمائشیں کرنے لگی تھی۔ ہر روز

وہ ان دونوں سے ویڈیو کال پر ڈھیروں باتیں کرتی انکی زندگی کو اپنی رونق سے اور خوبصورت بنا چکی تھی۔

اس لیے شیراز پاشا کو اب بے شک ضرار کی بھی ضرورت نہیں تھی۔
انہیں ہر حال میں اپنی بیٹی خوش چاہیئے تھے۔اسی باعث وہ فون پر ضرار کی کلاس لگا چکے تھے۔
لیکن منیزے شیراز پاشا کو یہ نہیں بتا پائی تھی۔کہ انکا بیٹا صبح ہی لفظی اظہار کے ساتھ عملی محبت کا بھی اظہار کر چکا ہے۔جس کے یاد آنے پر منیزے کو جھرجھری آئی۔لیکن اب اسے بس فائنل ریزلٹ کا انتظار تھا۔۔

سلطان صوفے پر ٹانگیں پھیلائے کام میں مصروف تھا۔جبکہ اسکے سامنے سنی ہاتھ میں ناول لیے پڑھنے اور ساتھ چپس کھانے میں غرق تھا۔

کہ اسی وقت ضرار دھاڑ کی آواز سے فلیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

دروازے کے آواز پر سنی اچھل کر رہ گیا۔ یااللہ خیر کہیں نتاشہ نے اس کا چوما تو نہیں لے لیا۔۔ ضرار چونکہ کلب جانے کے لیے نکلا تھا اس لیے سنی اسکے غصے سے یہ ہی اخذ کر پایا۔ جبکہ سلطان کندھے آچکا گیا۔

ابھی ضرار خطرناک تیوروں سے سلطان کی طرف تین چار قدم ہی بڑھا تھا۔ کہ اک دفعہ پھر فلیٹ کا دروازہ کھل کر زور سے بند ہوا۔

جس پر ضرار سمیت ان دونوں نے بھی پیچھے دیکھا تو عیس ہاتھ میں ہاکی لیے کھڑا تھا۔

سلطانی اٹھ کر بچاؤ کر لے۔۔۔مجھے خیر کی سونامی نہیں لگ رہی۔ سنی نے خبر دار کرنا چاہا۔ تو سلطان اور سنی دونوں اٹھ کر صوفے کے پیچھے کھڑے ہو گئے تاکہ وقت آنے پر بھاگ سکیں۔۔۔

عیس غضب ناک تیوروں سے ضرار کی طرف بڑھا تو ضرار سب بھلائے گھبرا گیا اور دوڑ کر سلطان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

کیا ہوا ہے تجھے ایسے کیوں پاگلوں کی طرح آیا ہے۔۔۔کس پاگل کتے نے تجھے کاٹ لیا ہے۔۔۔سلطان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

جس کے تم جیسے کمینے یار ہوں اسے پاگل کتے کی کیا ضرورت ہونی ہے۔ عیس ان کے پیچھے آتے بولا۔

اگر ہم سے اچھے کتے ہیں تو انکے ساتھ جا کر بھوں بھوں کر لیا کر ادھر کیوں آیا ہے۔۔۔ سنی نے صوفے کے چاروں اطراف بھاگتے ہوئے برا مناتے کہا۔

وہ چاروں صوفوں کے گرد بھاگ رہے تھے۔۔اور کسی کو نہیں پتہ تھا۔ کہ کس نے کس کو پکڑنا ہے۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ چاروں تھک ہار کر بیٹھے۔اور گہرے سانس لینے لگے۔

اتنا بھاگا دیا پر وجہ نہیں بتائی۔۔۔ سنی نے ضرار اور عیس کی جانب ہاتھ سے لعنت بھیجی۔ تو عیس اور ضرار کو نئے سرے سے تپ چڑھ گئی۔

اور دونوں سلطان کے قریب ہو کر اسکی گردن بازو کے گھیرے میں لے گئے۔ سلطان کا حال دیکھ کر سنی منہ پر انگلی رکھ کر سائڈ پر چپ ہو کر بیٹھ گیا۔

کمینوں کیا موت پڑی ہے تم لوگوں کو۔ سلطان اپنی گردن چھڑاتے زور سے بولا۔

سالے پھول تو پیش کرے گرلز ہوسٹل میں اور کانٹے ہمارے حصے میں آئے۔ عیس سلطان کے بال دونوں ہاتھوں سے کھینچتے بولا۔

کمینے تو یہ بتا کل تو وہاں پر فیوم لگا کر کیوں نہیں گیا۔

تو نے جان بوجھ کر پرفیوم نہیں لگائی نہ تاکہ وہاں ہمارے کلون کی خوشبو سے شک تجھ پر نہ جائے۔۔ ضرار نے سلطان کا بازو مڑورتے غصے سے کہا۔

البتہ سنی چپس کھاتے ہوئے سب دیکھ کر انجوائے کرنے میں مصروف تھا۔

سالوں مجھے چھوڑ وگئے تو میں کچھ جواب دے پاؤں گا نہ۔ گردن پر زور پڑنے سے سلطان نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

نہیں تو نہ جواب دے ہمیں۔۔ تو بڑا مجنوں بنا پھرتا ہے نہ۔ تو مجنوں کی طرح اس دنیا کو چھوڑ جا بس۔۔ عیس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اسے بخشنے کا۔

مزید دس منٹ مار کٹائی کر کے وہ تھک ہار کر صوفوں پر پھر گر گئے۔ سنی نے اٹھ کر سب کو پانی پلایا۔ اور پھر اپنی چپس لے کر بیٹھ گیا۔

اب بھونکو کیا آفت آن پڑی ہے۔۔۔سلطان نے گرے ہوئے انداز میں کہا۔

توضرار اور عیس دونوں خود پر گزرنے والی آب بیتی بیان کر گئے۔ جس کو سنتے ہی سنی اور سلطان کا چھت پھاڑ قہقہ نکلا۔

اب تمہاری بیویوں کو تم لوگوں پر یقین نہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ سنی نے جتاتے کہا۔

سالے بات یقین کی نہیں ہو رہی ہے وہ بطخوں اور مرغابیوں کی ٹولی اس مجنوں تک پہنچنے کے لئے ہاتھ پیر چلا رہیں ہیں۔ عیس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

چل میں تواس دن پرفیوم سپرے کرنا بھول گیا تھاپر یہ دونوں تو نہیں بھولے نہ۔۔

سلطان نے عیس اور سنی کی طرف اشارہ کرتے ضرار سے پوچھا۔

منیزے کو میرے کلون کی خوشبواس لیے یادرہی کیونکہ انسان اسی چیز کو پہنچانے میں کامیاب ہوتاہے جس کو وہ جانتاہے۔۔اس لیے منیزے وہاں صرف میری خوشبو محسوس کرکے پہچان پائی۔مزید کنفرم اس نے میرے کمرے میں جاکر کرلیاہوگا۔ضرار یہ نہیں بتاپایا۔کہ کل بہت قریبی سے اپنی خوشبوسے منیزے کے اعصاب بیدار کرنے کاکارنامہ سرانجام دے چکا تھا۔

اور عیس وہاں کھڑکی سے لٹکتے اپنا بریسلٹ گراکر اپنے لیے مشکل پیدا کر آیا تھا۔۔کہ اظہار سے پہلے ہی اسکی بیوی اسے منہ نہیں لگاناچاہتی تھی۔

اس سب میں میرا قصور کیا ہے ا۔۔۔سلطان نے خود کی طرف اشارہ کرتے معصوم انداز ہ اپنایا۔

تو وہ دونوں جلے توے پر بیٹھے۔سالے تیرا پتہ نہیں پر اب ہم تجھے بطخوں کی ٹولی کے پاس خود لے کر جائیں گئے۔
اور تیرے نکاح کی کاروائی کروائی جائے گی۔۔کیونکہ جتنا تو تنہائی میں علیزے بھابی کے کمرے میں چھلانگیں مار چکا ہے نہ اب ہم کیا بطخوں کی ٹولی خود تجھ سے قبول کروائے گی۔اور ہمارا تجھے بچانے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔۔

ضرار آنکھیں سکیڑے ہوئے کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔اور کچن کی طرف چلا گیا۔پیچھے عیس اپنے بال سنوار کر سلطان کو زبان نکال کر چڑا گیا اور ضرار کے پیچھے کچن میں گیا۔

اور سنی چپس سے لطف اندوز ہوتے سلطان کو دیکھتے دانتوں کی نمائش کر گیا۔

لگتا ہے میں یار نہیں بلیاں پال رکھیں ہیں۔ہاتھ سے گردن کو مسلتے سلطان نے کڑھتے کہا۔۔

اور پھر وہ دونوں بھی اٹھ کر کچن میں گئے جہاں ضرار شرٹ کے بازو مڑورتے نوڈلز بنانے میں مصروف تھا۔

سنی نے فریج سے اپنا چھاپا سینڈوچ نکلا کر بائٹ لینی چاہی تو عیس اسکے ہاتھوں سے چھین گیا۔

اور سنی کے سر پر تھپڑ رسید کر گیا۔

سنی سر مسلتے برا منہ بنایا۔اور جھک کر اپنی چھپائی فروٹ چاٹ نکالی۔ جس پر وہ تیونوں خونخوار تیوروں سے سنی کو دپوچ گئے۔

رات کے اخری پہر منیزے جو اپنے کمرے میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

ضرار پچھلے کئی دنوں کی طرح آج بھی فلیٹ سے غائب تھا۔رات نو بجے شبو کے ساتھ کھانا کھا وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔اور پھر ایک گھنٹہ وہ چاروں وڈیو کال پر بات کرتیں رہیں۔کال بند ہونے کے بعد منیزے اٹھ کر کمرے سے باہر گئی۔اور پھر پورے فلیٹ میں چکر لگا کر وہ ضرار کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ضرار کے خالی کمرے کو اک نظر دیکھ کر وہ بے دلی سے باہر نکل کر فلیٹ کے دروازے کو لاک کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

کمرے میں آ کر سب سے پہلے اس نے چینج کیا۔بلیک سلک نائٹی پہن کر وہ شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر ہاتھوں پر لوشن لگانے لگی۔

خود کو نائٹی میں دیکھ کر منیزے کو بے اختیار ضرار کے اک دن پہلے کے الفاظ یاد آئے۔۔۔

یہ سب کب پہنتی ہو "ضرار کے الفاظ یاد کرتے منیزے یک دم سرخ" ہوئی۔ لیکن پھر ضرار کی غیر موجودگی منیزے کو اداس کر گئی۔ تو وہ افسودہ دل سے لائٹ بند کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی۔

رات کے تیسرے پہر منیزے کی آنکھ کمرے میں ہلچل محسوس کرتے کھلی تو اس کی ناک سے کسی جانیوالا کلون کی خوشبو ٹکرائی۔ جسے محسوس کرتے منیزے چونک گئی۔۔اس نے موبائل اٹھا کر وقت دیکھا تو رات سرکتی دو بجا چکی تھی۔۔ منیزے نے کمرے کی لائٹ آن کی تو روشنی سے سارا کمرہ نہا گیا۔۔اس نے اک نظر سارے کمرے میں دہرائی تو سب کچھ ویسا ہی نظر آیا جیسا وہ سونے سے پہلے دیکھ چکی تھی۔

پھر اپنا وہم سمجھ کر وہ لائٹ بند کر دوبارہ بیڈ پر لیٹ گئی۔

منیزے کے لیٹتے ہی بیڈ کے نیچے موجود وجود میں پھر ہل چل ہوئی اور وہ سرکتے ہوئے بیڈ کے نیچے سے باہر نکلا۔

سوچا نہیں تھا کہ بیوی کے کمرے میں بھی آنے کے لیے ناول کا ہیرو بننا پڑے گا۔۔ پاشا خیالوں میں الجھا کھڑا ہوا۔

اور بیڈ پر سوئے نازک وجود کو میٹھی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

تو یہ ہے وہ جس نے میری پر سکون زندگی میں دھوم مچائی ہوئی ہے۔۔ پاشا نے پر سکون سوئی منیزے کو دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری۔۔اور پھر پاؤں جوتوں سے آزاد کر کے بیڈ پر۔ منیزے کے پیچھے آ کر لیٹ گیا۔

پاشا کہنی کے بل لیٹ کر منیزے کے چہرے کو آنکھوں کے حصار میں لیتے اسکے چہرے پر آئے بالوں کو ہٹانے لگا تھا کہ منیزے کسمسا گئی۔۔

جو ابھی کچھ دیر پہلے جاگی، پھر گہری نیند میں جا چکی تھی۔۔

پاشا نے ہاتھ بڑھا کر خود پر کمبل اوڑھا۔ کمبل اوڑھتے اپنے قریب لیٹے نرم و نازک وجود کے احساس نے پاشا کے دل میں جزبات کو بھڑکایا تو پاشا آنکھوں کو بند کر گیا۔

اور پھر کچھ سوچتے پاشا نے دانتوں تلے لب دبایا۔اور اگلے سیکنڈز میں پاشا اپنے ٹھنڈے ہاتھ منیزے کی تھائی پر رکھ گیا۔

خود پر برف کے گولے کو محسوس کرتے ہی منیزے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول گئی۔اور کمبل کے اندر منہ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔پر کمبل کے اندر اک انسانی ہاتھ کو دیکھ کر وہ ڈر کے مارے کانپنے لگی۔اور پھر اسی طرح ڈرتے ڈرتے منیزے نے ہاتھ کی سمت میں اپنے دائیں جانب دیکھا۔تو نظر آنے والے وجود کو دیکھ کر اسکا پارہ ہائی ہوا۔

جبکہ اس کے برعکس پاشا مطمئن سا لیٹا اسکے فیس کے تاثرات کو مزے سے دیکھ رہا تھا۔

آپ۔۔اپ کو شرم نہیں آتی یہ سب کرتے ہوئے۔۔ منیزے دانت پیستے ہوئے پاشا کا ہاتھ اپنی ٹانگ سے ہٹا گئی۔۔اور پاشا کے ٹھنڈے ہاتھ کی جگہ اپنا گرم ہاتھ رکھ کر، ٹھنڈ کا اثر زائل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ ٹھنڈ کے چکر میں وہ اپنے حلیے کو یکسر بھلا چکی تھی۔

منیزے کی اس حرکت پر پاشا سر پیچھے گرا کر ہنس پڑا۔

تم بہت کیوٹ ہو۔۔۔پاشا نے منیزے کی چھوٹی سی ناک دبائی۔۔ جس پر وہ ری ایکشن میں ناک منہ چڑھا کر پھر پاشا کو ہنسنے پر مجبور کر گئی۔

یہاں کیوں آئے ہیں۔۔ منیزے نے آنکھوں کو سکیڑا۔۔

دیکھنے آیا ہوں کہ میری جھوٹی شکایتیں کرنے والی رات کے اس پہر کیسی دکھتی ہے۔۔۔ ضرار گھمبیر لہجے میں بولتا منیزے کے قریب ہوا۔ تو منیزے کمبل کے اندر اپنی حالت یاد آنے پر کمبل کو زور سے پکڑ گئی۔۔

میں کوئی جھوٹی شکایتیں نہیں کیں۔۔۔ منیزے نے ادھر ادھر نظریں دوہرانے انجان بننا چاہا۔۔

سوچ لو مسسز۔۔۔ پاشا نے اسکے انداز پر مسکراہٹ روکی۔۔

میں کوئی ڈرتی ہوں جو پھر سوچ لوں۔۔۔ میں اپنی بات پر قائم ہوں۔۔۔ منیزے اتراتے بولی۔۔ تو پاشا اسکی ہمت پر داد دینے والے انداز پر ایبرو آچکا گیا۔

پکانہ مسسز۔۔ پاشانے اسکے ہونٹوں پر نظریں جمائے پھر اک موقع دیا۔

تو منیزے اسکے بدلتے لہجے اور نظروں کے پیغام پر سرخ پڑی۔۔۔
پاشانے ہاتھ بڑھا کر سائڈ لیمپ آن کر کمرے میں چھائے اندھیرے کو ہلکی روشنی میں بدلہ۔۔

اور پھر نظریں دوبارہ منیزے کی جانب مرکوز کیں۔ جو سرخ پڑی نظروں کو جھکائے لیٹی ہوئی تھی۔

میں تمہیں اور تمہارے ہر بدلتے انداز کو آنکھوں میں بسا لینا چاہتا ہوں۔
تاکہ جس وقت تم میسر نہ ہو تمہاری یہ کھٹی میٹھی حرکتیں مجھے احساس دلایا کریں کہ اس دنیا میں اک وجود میرے نام لکھا گیا جس کا میں مالک ہوں۔

اور تمہیں پتہ ہے۔ مسسز۔۔ ملکیت کا احساس مرد کو دنیا کے ہر احساس سے اچھا لگتا ہے۔۔۔ پاشا نے منیزے کے کان میں محبت بھری سرگوشی کی اور پھر اوپر اٹھتے منیزے کے ماتھے کو لبوں سے چھو کر خود میں سکون اتارا۔۔ جبکہ منیزے اسکے لمس پر آنکھوں کو بند کر گئی۔ رات کے اس پہر اگر پاشا کی موجودگی منیزے کے لیے حیران کن تو تھی۔ لیکن ساتھ ہی جانیوالا بھی تھی۔ اسلیے وہ سرکتے ہوئے پاشا سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

پاشا نے جب منیزے کو بیڈ کے کنارے پر دیکھا تو مسکراتے سر نفی میں ہلا گیا۔ جو سرکتے ہوئے بیڈ سے نیچے گرنے ہی والی تھی۔

پھر اچانک پاشا نے منیزے کو ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کھینچ کر اٹھا کر سینے پر لٹایا۔ جس سے منیزے کے کھلے کالے بال بکھر کر پاشا کے چہرے پر

احاطہ کر گئے۔ تو پاشا نے ہاتھ سے اسے بالوں کو کان کے پیچھے کیا۔ اور اپنی مسسز کو ضرورت سے زیادہ کھلی آنکھوں میں دیکھ کر آنکھ کا کونا دبایا۔

جس سے منیزے ہوش میں آئی۔ اور خود کر پاشا کی گرفت سے آزاد کروانے کے لیے جھپٹانے لگی۔ لیکن مقابل کی پکڑ اتنی نازک نہیں تھی۔

اپنی کمر پر پاشا کے ہاتھ کو محسوس کر وہ بری طرح کسمسا گئی۔۔

ض۔۔۔اس سے پہلے کہ منیزے اپنا لفظ مکمل کرتی پاشا اسکے لبوں پر انگلی کر اسے خاموش کروا گیا۔۔

رات کے اس پہر پاشا بلاؤ مسسز۔۔۔ پاشا نے منیزے کی کمر پر ہاتھ سے دباؤ بڑھاتے اسے اپنے قریب ترین کیا۔ تو منیزے اسکی حرکت پر سانس روک گئی۔ اسکی قربت منیزے کو جلانے کا کام کر رہی تھی۔

تو وہ خود کو آزاد کرانے کے لیے مزید مزاحمت کرنے لگی۔

تمہیں لگتا ہے مسسز کہ تم ایسا کر سکتی ہو۔۔۔ناک منیزے کے گال پر ٹریس کرتے وہ تپش زدہ لہجے میں بول کر منیزے کی سانسیں منتشر کر گیا۔۔

سلیولیس بلیک نائٹی جو اس کے گھٹنوں کے اوپر تک تھی۔ کمبل کے اندر اس وقت وہ بے حال پاشا کے سینے پر لیٹی ہوئی تھی۔ آمریکہ کی طرز زندگی اس پر اثر کی تھی یا نہیں پر رات کو نائٹی پہن کر سونے کی عادت وہ ضرور اپنی زندگی میں شامل کر گئی تھی۔۔ کہ اب اسے ویسے نیند بھی نہیں آتی تھی۔۔

...پاشا پلیز۔۔۔ منیزے اسکی پکڑ میں منمنائی

میں کچھ نہیں کر رہا ایسا مسسز کہ آپ ابھی سے پلیز کر رہیں ہیں۔۔۔ پاشا نے لیمپ کی ہلکی روشنی میں اسکے چہرے کے رنگ دیکھتے کہا۔

تو منیزے تھک ہار کر اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ جس پر پاشا نے اسکے سر کے بالوں کو ہونٹوں سے چھوا۔ اور منیزے کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے ہونٹوں کا کونا دبایا۔۔

منیزے کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ۔ اتنی جلدی اسکے قریب آئے گا۔۔ پر اب اسکی اس قدر نزدیکی منیزے کی جان نکال رہی تھی۔

اب بتاؤ مسسز شیراز پاشا سے کیا کیا چوغلیاں کیں ہیں میرے خلاف۔۔۔ پاشا نے منیزے کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے پوچھا۔

تو منیزے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔ میں کوئی چوغلی نہیں کی۔۔ منہ بسورے بول کر وہ دوبارہ سینے پر سر رکھ گئی۔

تو یہ کس نے کہا ان سے۔۔ کہ میں کل رات گرلز ہوسٹل گیا تھا۔۔ پاشا کے سیدھے سوال پر منیزے زور سے آنکھوں کو بند کر گئی۔۔
پاشا اسکی خاموشی پر گہرا مسکرایا۔۔ بے شک شیرنی اس وقت ہرنی کے روپ میں تھی۔

اور پھر اچانک پاشا منیزے کو بیڈ پر لٹا کر خود اس کے اوپر آ گیا۔ اور اب منیزے کی آنکھوں کے ساتھ اسکا منہ بھی کھل چکا تھا۔ جسے پاشا نے اپنے ہاتھ سے بند کیا۔۔

گرلز ہوسٹل کا شیر از پاشا کو کس نے بتایا تھا۔۔۔ پاشا نے منیزے کی آنکھوں میں دیکھتے پھر سوال کیا۔

"تو منیزے کسی روبوٹ کی طرح بولی۔۔"میں

شیراز پاشا سے میرے خلاف منصوبہ بندی کون کرتا ہے۔۔ضرادنے
منیزے کے چہرے پر پھونک مارتے ایک اور سوال کیا
میں"۔۔اپنی خراب حالت پر منیزے پھر اپنا اک اور جرم قبول کر گئی۔"

خود کو کامیاب ہوتے دیکھ کر پاشا کو بے اختیار اپنے سامنے موجود نازک
وجود پر ترس آیا۔۔۔تو وہ جھکتے ہوئے منیزے کے کان کے قریب ہوا۔۔
اب سزا کی باری ہے مسسز۔۔۔۔

سزا کے نام پر منیزے نا سمجھی سے پاشا کو دیکھنے لگی۔

جس پر پاشاہاتھ سے اسکی آنکھوں کو بند کرتے منیزے کے ہونٹوں پر نرمی سے جھکا۔اور منیزے اپنی آنکھوں پر موجود پاشا کے ہاتھ پر تڑپ کر رہ گئی۔

جبکہ پاشاسب بھلائے منیزے کی آنکھوں پر رکھے ہاتھ سے گردن کو جکڑ گیا۔

نرمی سے منیزے کے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے پاشانے زراسا پیچھے ہوتے ہوئے منیزے کی صورتحال دیکھناچاہی۔تواسکی حالت پر گہرا مسکرایا۔جو آنکھیں بند کیے خاموشی سے لیٹی تھی۔

منیزے نے پاشا کا پیچھے ہونا محسوس کر کے آنکھوں کو کھولا تو خود کو تکتے پا کر وہ شرم سے دوہری ہوئی۔۔اس سے پہلے کہ وہ کروٹ لیتی۔پاشا اک دفعہ پھر اسکے لبوں پر جھک کر اسکی جان نکالنے لگا۔

منیزے کے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں لیتے وہ نرمی سے چھونے لگا۔ اسکی لمس میں اس وقت صرف نرمی تھی۔

منیزے کو کمر سے تھام کر پاشا نے اک دفعہ پھر اپنے اوپر لٹایا اور گردن سے تھام کر اسکے ہونٹوں کو قید کیا۔کمر پر رقص کرتا ہاتھ جب منیزے کی ٹانگ پر پہنچا تو وہ جھٹکے سے دور ہو کر بیٹھ گئی۔اور کمبل زور سے تھام کر منہ چھپا گئی۔

مسسسزادھر آؤ۔۔۔پاشانے منیزے کی کمر پر بکھرے بالوں کو ہاتھ سے چھوتے اپنے پاس بلایا۔تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

میری شیرنی خود میرے پاس آئے گی کہ میں مدد کروں۔
پاشانے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔تو منیزے اپنے سرخ چہرے کے ساتھ پاشا کو دیکھنے لگی۔جو سر کے نیچے بازو رکھے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

آپ کچھ کریں گے نہیں۔۔پہلے وعدہ کریں۔۔۔ منیزے نے یقین دہانی چاہی۔تو پاشا نفی میں سر ہلا گیا۔۔تو منیزے روہانسی ہوئی۔

پاشا زرانے اٹھ کر منیزے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ منیزے کا سر اپنے سینے پر رکھ کر اسکے بالوں کو سہلانے لگا۔تو منیزے نے چین کا سانس لیا۔

اب بتاؤ گرلز ہوسٹل کیوں گئی تھی۔۔پاشا نے سکون سے منیزے کے سر پر دھماکہ کیا۔تو وہ جھٹکے سے اسکی طرف مڑی۔آج کی رات منیزے کے لیے جھٹکوں سے بھرپور تھی۔

اپکو کیسے پتہ میں گرلز ہوسٹل گئی تھی۔ منیزے نے معصوم بچوں کی طرح پوچھا۔تو پاشا اسکے انداز پر کندھے آچکا گیا۔جواب اسکی گرفت میں بھیگی بلی بنی ہوئی تھی۔اور موقع ملنے پر شیرنی کی طرح وار کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتی تھی۔

جیسے تمہیں پتہ ہے کہ میرے کلون کی خوشبو گرلز ہوسٹل کی کھڑکی پر تھی۔۔پاشا نے ترکی باتر کی جواب دیا۔اور منیزے کی نائٹی سے جھلکتے بازو پر ہاتھ سے لکیریں کھینچنے لگا۔

تو منیزے ہونٹوں کو دانتوں تلے کچلے زرا سے اٹھ کر پاشا کے قریب ہوئی۔ تو پاشا اسکی احتیاطی تدبیر سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ اور پھر منیزے کسی رٹو طوطے کی طرح اپنی ساری پلینگ پاشا کے گوش گزار گئی۔۔ کہ کیسے انہوں نے مل کر عیس سے سچ جاننے کی کوشش میں حسن صاحب کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔

جس پر عیس کی حالت یاد کر کے پاشا کا بے ساختہ قہقہہ گونجا۔ تو منیزے کھسیانی ہنسی۔۔

تم میری چالاک اور خوبصورت مسسز ہو۔۔ پاشا نے منیزے کو زور سے خود میں بھینچ کر کہا۔

پاشا پلیز۔۔ منیزے پاشا کی سخت گرفت میں کسمسائی۔۔۔

مسسز اگر اجازت ہو تو تمہیں چھولوں۔۔ پاشا نے منیزے کی آنکھوں میں دیکھتے شرارت سے کہا۔ تو وہ معصومیت سے انکار گئی۔۔ تو پاشا نے بیچارگی سے دیکھا۔۔ جس پر منیزے کھلکھلا پڑی۔

اگر آپ علیزے کا نکاح کروانے میں کامیاب ہوئے تو کچھ سوچا جا سکتا ہے۔ منیزے نے اک ادا سے کہا۔ تو پاشا اسکی سودے بازی پر متاثر ہوا۔

ٹھیک ہے۔ پر وعدہ کروں کہ پھر میں اپنی مرضی سے تمہیں اپنی قربت میں مہکاوں گا۔

نہیں۔۔علیزے کے نکاح کے بعد اپکو آئرہ کا بھی نکاح کروانا ہو گا۔

منیزے نے اپنی دوسری شرط رکھی۔تو پاشا اسکی گال پر جھک کر دانت گاڑ گیا۔

لیکن اس کے لیے اپکو بھی کچھ کرنا پڑے گا۔۔پاشا نے پیچھے ہٹتے کہا۔تو منیزے پاشا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔جس پر پاشا اسے اپنے ساتھ لگائے آگے کی تفصیل سمجھانے لگا۔جسے سن کر منیزے اثبات میں سر ہلا گئی۔

پر آپ مجھ سے پوچھے بنا کچھ نہیں کریں گئے۔۔منیزے نے سر اٹھاتے پاشا کو دیکھتے یقین دہانی چاہی۔

جیسے آپکا حکم سرکار۔۔پاشا نے عاجزی سے کہا۔تو منیزے ہنستے ہوئے اسکے بال بکھیر گئی۔۔اور پاشا محبت پاش نظروں سے منیزے کو دیکھتا اپنی گرفت میں لے کر انکھیں موند گیا۔

اگلی دوپہر سنی گھر آیا۔ تو گھر میں حسب معمول خاموشی تھی۔۔
مام کدھر ہیں آپ۔۔۔ سنی نے لاؤنج میں کھڑے ہو کر آواز دی۔۔ تو اسے کوئی جواب نہ ملا۔

جس پر وہ قدم اٹھاتا کلثوم بیگم کے کمرے کی طرف گیا۔

چونکہ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ تو سنی نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔۔ جہاں کلثوم بیگم الماری میں سر دیے نظر آئیں۔

مام میں آپ کو کب سے بلا رہا تھا۔۔ سنی نے بیڈ پر لیٹے کہا۔۔ لیکن کلثوم بیگم کی طرف سے نو لفٹ کا بورڈ ملا۔

مام میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔۔۔ سنی نے چلا کر کہا۔ تو کلثوم بیگم نے کپڑوں کا ڈھیر سنی کے اوپر پھینک دیا۔۔ جس پر وہ جھپٹا کر رہ گیا۔

میں تمہیں نہیں جانتی۔۔ کلثوم بیگم نے دوبارالماری میں سر دیا۔
پر میں اچھے سے آپکو جانتا ہوں سنی نے اٹھ کر کلثوم بیگم کو الماری سے نکال کر بیڈ پر جگہ بناتے بٹھایا۔

تو کلثوم بیگم منہ موڑ گئی۔ اچھا نہ معاف کر دیں۔ روز گھر آؤں گا۔ اور اس دفعہ ان نمونوں کو بھی لے کر آؤں گا۔ سنی نے مسکا لگایا۔ تو کلثوم بیگم نے سنی کی طرف اپنی نگاہیں کیں۔

گولڈن بالوں میں سرخ و سفید رنگت میں وہ انہیں شہزادہ لگتا تھا۔ہاتھوں سے سنی کے بالوں کو سنوارنے وہ مان گئیں۔کیونکہ اس وقت انہیں کوئی اور پریشانی تھی۔

تو سنی سکون سے کلثوم بیگم کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

یہ لنڈا بازار کیوں لگایا ہے۔۔ سنی نے کپڑوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

میں اپنی فرینڈ کے گھر جا رہی ہوں۔۔اس نے انوایٹ کیا ہے جو اس دن ہمارے گھر آئی تھی۔اور تم سے بھی ملیں تھیں

کلثوم بیگم نے دکھی انداز میں کہا۔تو سنی الجھا۔۔

تواس میں اتناپریشان ہونے کی کیاضرورت ہے مام۔۔۔ سنی نے انکی پریشانی کی وجہ جاننا چاہی۔۔

پریشان نہ ہوں تو کیا کروں۔۔۔ میرے پاس کپڑے ہی نہیں ہیں تو کیا پہن کر جاوں۔۔۔ کلثوم بیگم نے دکھی منہ بناتے اپنے دکھ کی وجہ بتائی۔۔ تو سنی کپڑوں کے ڈھیر اور الماری میں لٹکے کپڑوں کو دیکھ کر چکرا کر رہ گیا

مام آپ تو کسی ٹین ایج لڑکی کی طرح ایکٹ کر رہیں ہیں۔۔۔ سنی نے انکے دکھ کا موازنہ کیا۔ تو کلثوم بیگم اسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگیں۔۔۔ تو وہ ڈر کر منہ پر انگلی رکھ گیا۔

اٹھو یہاں سے اور جا کر کھانا کھاؤ۔ہر وقت تم باپ بیٹا میرا دماغ کھاتے رہتے ہو۔۔کلثوم بیگم نے سنی کو جھڑکتے کہا۔تو سنی شرافت سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

خود کہتیں کہیں کہ گھر نہیں اتا۔۔اور اب خود ہی بھیج رہیں ہیں۔۔۔سنی نے منہ بناتے کہا۔تو کلثوم بیگم سنی پر گھوری ڈال کر اپنے کام میں دوبارہ مصروف ہو گئیں۔

سنی خود کو نظر انداز کرنے پر دکھی انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔کیونکہ تھوڑی دیر بعد اسے تیار ہو کر نکلنا تھا۔۔اس سے پہلے وہ تھوڑی دیر ریسٹ کرنے کا ارادہ کیے تھا۔

کمرے میں چکر لگاتے میر خان سخت غصے میں تھے۔ جبکہ بیڈ پر بیٹھیں بی جان اپنے چھپائے ہوئے حلوے کے ساتھ انصاف کرنے میں مصروف تھیں۔

کمرے میں زلزلہ لانے سے کیا سلطان آجائے گا۔بی جان نے میر خان کے تیز چلتے قدموں کی طرف اشارہ کیا۔

اگر سلطان نہ ائی۔۔تو۔اس دفعہ ہم خود شہر چلی جائے گی۔

میر خان نے رکتے جواب دیا۔

ہاں شہر جا کر اپنی اردو سے ہماری ناک کٹوائے گئے۔بی جان نے سر جھٹکا۔

بیگم آپ سلطان کو فون کر کے اسے حویلی آنے کا بولیں۔ میر خان نے بیڈ پر آتے کہا۔

میں کیوں کہوں۔۔۔بی جان نے چشمہ ناک پر ٹکاتے استفسار کیا۔

اگر آپ فون نہیں کریں گیں۔ تو میں آپکے لاڈلے ثبوت کو آپکے خزانے کا پتہ بتادوں گا۔۔ میر خان نے بی جان کے کمرے میں چھپائی میٹھی چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

توبی جان کے حلق سے حلوہ بامشکل اترااور سائیڈ ٹیبل سے اپنا ٹچ موبائل اٹھا کر اپنے منہ کے سامنے کیا۔ کیونکہ فیس لاک سے ہی موبائل کھلنا تھا۔ اور میر خان اپنی بیگم کے جدید اقدام پر ہاتھ سے واہ کر گئے۔۔ جس پر بی جان نے ناک سے مکھی اڑائی۔

پھر بی جان نے وقت کی بچت کرتے سلطان کو کال کرنے کی بجائے وائس میسج ریکارڈ کر کے بھیجا جس میں اسے جلد حویلی آنے کی تاکید کی گئی۔ تو میر خان چکرا کر رہ گئے۔

چلیں اب جا کر اپنی زلزلہ واک جاری رکھیں۔۔مجھے حلوہ کھانے دیں۔۔بی جان نے میر خان کو پرے دھکیلا تو میر خان گھورتی نظروں سے کمرے سے باہر چلے گئے۔

صبح الارم کی آواز پر منیزے کی آنکھ کھلی تو وہ آدھ کھلی آنکھوں سے صورتحال سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

ذہن ہوش کی دنیا میں لوٹا تو منیزے نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ بیڈ پر اکیلی تھی۔ لیکن جب رات کے مناظر اسکی آنکھوں میں گھومے تو وہ بے اختیار اپنے ہونٹوں کو چھو گئی۔

پر منیزے کے زہن میں اپنا پہلا لمس چھوڑنے والا اس وقت غائب تھا۔

منیزے اک دم سے اٹھ بیٹھی اور کمرے کے چاروں اطراف دیکھنے لگی۔ تاکہ کسی ثبوت سے سے وہ یقین کر پائے کہ رات میں جو ہوا وہ خواب نہیں بلکہ اس صبح کی روشنی جیسی صاف حقیقت تھی۔

اور پھر نظریں گھماتے جب سائڈ پر موجود لیمپ کی جلتی روشنی پر منیزے کی نظر ٹہری تو وہ لیمپ کو تیکھی نظروں سے گھورنے لگی۔ جیسے لیمپ کی جگہ ضرار ٹیبل پر بیٹھا ہو۔

اور پھر اچانک منیزے کی ٹیبل کے ساتھ پڑے فولڈ پیپر پر نظر پڑی تو منیزے نے ہاتھ بڑھا کر پیپر اٹھایا۔

"آج علیزے کی طرف چلی جانا، مجھے اپنا وعدہ جلد پورا کرنا ہے، تاکہ پھر
"میں اپنی شیرنی کو بھیگی بلی بنتا دیکھ سکوں

پیپر کھولتے ہی اس پر لکھے نوٹ کو پڑھ کر منیزے غصے سے پیپر مڑوڑ کر منہ میں رکھ کر چبانے لگی۔ یقیناً وہ اس وقت ضرار کا بھی ایسا حال کرنے کے موڈ میں تھی۔ جو غائب ہو کر منیزے کو تلملانے پر مجبور کر رہا تھا۔

پیپر کے ذائقے نے جب منیزے کے منہ کا ٹیسٹ بگاڑا۔ تو اس نے منہ سے پیپر باہر پھینک دیا۔ اور پھر پیپر کو زبان چڑا کر باقی کا حساب پورا کرنے لگی۔

سرتاج ڈھکن میرے ہاتھ آؤ بس۔۔۔ پھر بتاؤ گی اس دفعہ۔

رات ایسے قریب آکر صبح اکیلے چھوڑ کر چلے گئے۔ مجھے بھی اپنے سرتاج کے سینے پر سر رکھے جاگنا تھا۔ منیزے پہلے خطرناک تیوروں سے اور پھر رونے والا منہ بنا کر بیڈ پر گر گئی۔ وہ اس وقت ضرار کو بہت مس کر رہی تھی۔ شائد سرتاج کے محبت بھرے لمس کا جادو تھا جو منیزے کو یوں بے چینی میں مبتلا کر گیا تھا۔

اور پھر منیزے برے برے منہ بناتے اٹھ کر واشروم میں بند ہو گئی۔

اور پیچھے کیمرے میں اپنی شیرنی کی حرکتوں کو انجوائے کرتا ضرار مسکرا دیا۔

صبح عیس کی کال پر اسے ضروری کام سے نکلنا پڑا تھا۔پر نکلنے سے پہلے وہ منیزے کو اچھی طرح محسوس کر کے اور پھر اسکے لیے نوٹ چھوڑ کر آیا تھا۔

اور اب منیزے کے منہ کے ڈیزائن ضرار کو بے قرار کر رہے تھے۔اسکا دل کر رہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسے بانہوں میں بھر لے۔ہر بھلا ہو اسکے نمونوں کا۔

جن کا گھر بسانے کے چکروں میں وہ اپنی بیوی سے وعدہ وقرار کر بیٹھا تھا کہ اس سے پہلے وہ اسکے قریب نہیں جائے گا۔پر ضرار نے بھی سوچ لیا تھا کہ اب اسے چاہے بھگا کر ہی سہی جیسے بھی ان نمونوں کی کشتی پار لگانی پڑی وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔کیونکہ اسکے لیے اپنی بیوی سے دوری ناممکن ہو گئی تھی۔ انہی سوچوں میں وہ دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔

عیس یہ لو کھالو۔۔۔ سنی نے سینڈوچ عیس کی جانب پھینکا۔ جسے عیس نظر انداز کر گیااور سینڈوچ عیس کے بائیں طرف صوفے پر گر گیا۔

کیاموت پڑی ہے تمہیں۔۔۔ سنی نے سینڈوچ کھاتے گھورتے ہوئے پوچھا۔

بات نہیں کرو مجھ سے۔۔۔ عیس نے منہ ٹیڑھا کیا۔

سالے تیری رخصتی میں نے تھوڑی رکوائی ہے جو مجھ سے منہ بنا رہا ہے۔

سلطان اور ضرار اس وقت کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔اور انکے جاتے ہی سنی اپنے فیورٹ کام کھانے میں مشغول ہو چکا تھا۔۔ جبکہ آج کل عیس جلا بھنا بیٹھا تھا۔

تم سب کا ہی قصور ہے۔۔۔ عیس نے اپنی رکی ہوئی رخصتی کا زمہ دار سنی کے ساتھ سلطان اور ضرار کو بھی ٹھہرایا۔ جس پر سنی نے بامشکل نوالہ نگلا۔۔

تیرا دماغ ٹھیک ہے۔۔ ہم نے کب جا کر حسن صاحب کو پٹیاں پڑھائی ہیں۔ جو وہ ہماری پٹیوں کی وجہ سے تجھے رخصتی نہیں دے رہے۔ سنی نے عیس کو آڑے ہاتھوں لیا۔ جو فضول میں ان پر الزام تراشیاں کر رہا تھا

پٹیاں نہیں پڑھائیں تو سالوں ابھی تک ملنے میں مدد بھی تو نہیں کی۔لوگوں کے یار گرلفرینڈ سے ملنے کے سو پلین تیار کر کے دیتے ہیں۔ادھر تم لوگ مجھے میری حلال بیوی سے نہیں ملوا پا رہے۔۔۔عیس دکھی انداز میں ہمیشہ کی طرح صوفے پر گر گیا۔

جبکہ سینڈوچ کھاتا سنی ہونٹوں کو گول کرتا اوو کر گیا۔۔۔

تو یہ بات ہے۔۔۔سنی نے میسنے پن سے عیس کی جانب دیکھا۔

تو عیس سنی کو ٹانگ مار گیا۔تو دفعہ ہو جا یہاں سے۔۔اور جا کر بس ٹھونس ۔۔۔اللہ کرے تو کبھی آری سے نہ مل پائے تو بھی میری طرح ترسے۔۔۔عیس نے ہاتھ نچاتے سنی کو بددعائیں سنائیں۔جس پر سنی ہاتھ سے عیس پر لعنت بھیج گیا۔

تو ترس تیرا یہ ہی علاج ہے۔۔۔ ٹھر کی روح والا۔۔۔ چھوٹی سی بیوی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے دیو کہیں کا۔۔۔

جوابا سنی بھی عیس کو سناتا اٹھ کر کچن میں چلا گیا۔ پیچھے عیس صوفے پر گر کر مشعل کو قابو کرنے کے طریقے سوچتا رہ گیا۔

منیزے یونیورسٹی سے فری ہوتے ہی مشعل اور آئرہ کو ساتھ لیے علیزے کے ہوسٹل کی طرف بڑھی۔ علیزے کے یونیورسٹی سے جانے کے بعد منیزے اک گھنٹے میں آئرہ اور مشعل کو ساری بات سمجھا چکی تھی۔ پوری بات جاننے کے بعد وہ منیزے کا ساتھ دینے کو تیار تھیں۔

منیزے تمہیں پورا یقین ہے کہ علیزے مان جائے گی۔ مشعل نے چلتے ہوئے پوچھا۔ ساتھ چلتی آئرہ بسکٹ سے انصاف کرنے میں مصروف تھی۔

کوئی بھی نہیں مانتا میری جان۔۔ منانا پڑتا ہے۔۔ منیزے نے علیزے کے کمرے کے سامنے کھڑے ہوتے کہا۔

تم تو اس مصیبت کو چھوڑو۔۔۔ دونوں تھوڑی سیریس شکل بناؤ تاکہ اس خوبصورت بلا کو منانے میں آسانی ہو۔۔۔ منیزے نے آئرہ کے ہاتھ سے بسکٹ چھین کر اپنی جینز کی پاکٹ میں رکھا۔

تو آئرہ جلدی سے اپنے منہ میں موجود بسکٹ کو چبانے لگی۔

مشعل نے دروازے پر دستک دی۔۔

علیزے جو کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی روم میں پہنچی تھی فریش ہونے کے بعد وہ اپنے معمول کے حلیے شلوار سوٹ میں تھی۔ کہ روم کر دروازے پر دستک ہوئی۔

کون آگیا۔۔۔چونکہ یونیورسٹی سے آنے کے بعد اس سے ملنے کوئی نہیں آتا تھا۔ تو وہ حیران ہوئی۔

سر پر دوپٹہ لیے وہ چہرے کو ڈھانپتی ڈرتے ہوئے دروازے پر آئی۔

علیزے نے جھجکتے ہوئے دروازہ کھولا۔ تو سامنے منیزے، مشعل اور آئرہ کو دیکھ کر حیران ہو گئی۔

تم لوگ یہاں، سب ٹھیک ہے نہ۔۔۔علیزے نے سوال کیا۔

ہاں سب ٹھیک ہے۔۔اندر تو آنے دو۔۔۔ منیزے نے سیریس انداز میں جواب دیا۔ تو علیزے اثبات میں سر ہلا کر پیچھے ہٹ گئی۔

تو وہ تینوں اندر داخل ہوئیں۔ علیزے نے پیچھے سے دروازہ بند کیا۔ اور ان تینوں کی طرف مڑی۔

منیزے چونکہ پہلے آ چکی تھی اس لیے وہ بیڈ پر پر سکون انداز میں تشریف رکھ چکی تھی۔

جبکہ مشعل اور آئرہ اسکے چھوٹے سے کمرے کو دیکھ رہیں تھیں۔ جہاں دیوار کے ساتھ سنگل بیڈ لگایا گیا تھا۔ اور اک کونے میں الماری کے ساتھ اک سٹڈی ٹیبل موجود تھا۔ اسکے علاوا کمرے میں کوئی دوسرا فرنیچر نہیں تھا۔

بیٹھ بھی جاؤ۔۔ منیزے نے انہیں کھڑے دیکھ کر کہا۔ تو وہ منیزے کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

جبکہ علیزے ٹیبل کے سامنے سے کرسی اٹھا کر انکے سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔ سر پر موجود دوپٹے کو وہ اتار چکی تھی۔

یہ تم ہو علیزے۔۔۔ لمبے کھلے میرون گنگریالے بالوں کے ساتھ اپنی دودھیا رنگت سے ساتھ وہ ان تینوں کے سامنے موجود تھی۔

ہاں میں ہی ہوں۔۔۔ علیزے نے مشعل اور آئرہ کے خود کر ٹکٹکی باندھنے پر کہا۔

تم سہی کہتی تھی منیزے۔۔۔ کہ علیزے جادو گرنی ہے۔۔ مشعل نے علیزے کی کالی آنکھوں کو دیکھتے بولی۔

تم۔لوگ بتاؤ گی کیا۔۔کہ ایسے اچانک کیوں آنا پڑا ادھر۔۔۔علیزے چڑ کر بولی۔جو بنا بتائیں بس گھورنے میں مصروف تھیں۔

ہم تم سے اک بہت اہم بات کرنے آئیں ہیں۔ منیزے نے سیریس ماحول بناتے ہوئے آئرہ اور مشعل کو پاؤں مارا۔تو وہ دونوں ہوش میں آئیں۔

تم ہمیں اپنا مانتی ہو نہ۔۔۔ائرہ نے علیزے کے ہاتھوں کو تھامتے محبت سے پوچھا۔تو علیزے نا سمجھی سے ہاں کر گئی۔

ظاہر ہے تم لوگوں کے سوا میرا ہے ہی کون ہے یہاں۔۔۔علیزے نے مزید کہا۔شائد وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئیں تھیں۔جو ایسے سوال کر رہیں تھیں۔

ہم جو کہیں گئے کہا مانو گی۔ سدا کی معصوم مشعل سیدھا مدعا بیان کر گئی۔
جس پر منیزے نے اسے آنکھیں دکھائی۔
کیونکہ ابھی علیزے کو مزید اموشنل کرنا باقی تھا۔تاکہ وہ انکار نہ کر پائے۔۔

کیا ماننا ہے۔۔۔علیزے نے الجھن سے تینوں کو دیکھا۔

دیکھو علیزے میں تم تینوں کو دوست نہیں اپنی بہن، جگر سب ماننے لگی ہوں۔اس اتنے کم وقت میں ہی تم لوگ مجھے اپنے قریب ترین لگنتیں ہوں۔کہ تم لوگوں کو فیملی سمجھنے لگی ہوں۔اور اسی لیے میں نے کچھ سوچا ہے۔۔

جو تمہارے لیے اور تمہاری حفاظت کے لیے بہت ضروری
ہے۔۔۔ منیزے نے بات ختم کرتے علیزے کی جانب دیکھا۔ جو پہلے ہی
ان تینوں کی بنا سر پیر والی باتوں پر الجھ چکی تھی۔
جو بات ہے وہ صاف صاف کیوں نہیں بتا دیتیں تم لوگ۔۔۔ علیزے نے
غصے سے کہا۔ تو منیزے اک نظر آئرہ اور مشعل کو دیکھ بات شروع کی۔

اور پھر آدھا گھنٹہ علیزے کو تفصیل بتانے کے بعد منیزے خاموشی سے
دیکھنے لگی۔۔

علیزے ساری بات جاننے کے بعد ساکت سی بیٹھی تھی۔
علیزے۔۔۔۔ائرہ نے علیزے کو بازو سے پکڑ کر ہلایا۔ تو وہ ہوش میں ائی۔
حقیقت تم لوگ جان چکی ہو تو مجھ سے ایسی امید کیوں۔۔۔ علیزے نے
استفسار کیا۔۔

کیونکہ ہم تمہیں یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتیں۔اور ویسے بھی کبھی تو تمہیں شادی کرنی ہی ہے نہ تو پھر اب کیوں نہیں۔۔۔ منیزے کے کہنے پر علیزے خاموش نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔۔

اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ وہ ایسے اچانک سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

پر میں کیسے۔۔۔اس سے پہلے کہ علیزے بات مکمل کرتی۔۔۔ائرہ ٹوک گئی۔۔

علیزے کیا تمہیں ہم پر یقین نہیں۔۔۔۔ائرہ نے پھر دوبارہ وہی سوال کیا۔ تو وہ چپ ہو گئی۔وہ اپنی دل و دماغ کی حالت بیان کرنے سے قاصر تھی۔۔۔

اور پھر وہ تینوں اٹھ کر علیزے کے سامنے فرش پر بیٹھ گئیں۔اور اپنے چہرے علیزے کے گھٹنوں سے ٹکا دیے۔۔

کیا کر رہی ہو تم لوگ۔۔۔علیزے جو انکے فرش پر بیٹھتے ہی اٹھنے لگی تھی۔کہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی منیزے کھینچ کر کرسی پر دوبارہ بٹھا گئی۔۔۔

تم نے خود کہا تھا نہ کہ تمہارا سوتیلا باپ تمہیں ابھی بھی تلاش کر رہا ہے۔ اور پھر اپنی عزت کی خاطر تم نے جو قدم کچھ سال پہلے گھر سے بھاگ کر اٹھایا تھا۔کیا اب پھر تم اپنی عزت کے لیے اک مضبوط قدم نہیں اٹھاؤ گی۔

مشعل کے معصومیت سے علیزے کو سمجھانے پر وہ تینوں مسکرا اٹھیں۔۔۔

ٹھیک ہے جیسا میری چھوٹی جانو کہے گی۔۔ ویسا ہی ہو گا۔ علیزے نے مشعل کے ماتھے پر موجود بالوں کو بکھیرتے کہا۔ تو وہ تینوں خوشی سے جھوم اٹھیں۔

اک منٹ تم صرف اسکی مان رہی ہو۔۔ ہماری کوئی ویلیو نہیں کیا۔۔۔ ائرہ برا منہ بنا گئی۔ تو علیزے مسکراہٹ دبانے لگی۔

پہلے کھڑی ہو جاؤ پھر بتاتی ہوں۔۔۔ وہ تینوں کھڑی ہوئیں تو علیزے آنسو بھری آنکھوں سے تینوں کو اک ساتھ گلے لگا گئی۔

میرے لیے تم تینوں خاص ہو۔۔۔ شکریہ میری زندگی مکمل کرنے کے لیے۔۔۔ علیزے نے بھیگی آنکھوں سمیت کہا۔ تو وہ تینوں اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے اک دفعہ پھر گلے لگا گئیں۔

چلو یہ پیار بعد میں کریں گئے۔پہلے اسکی پیکنگ کرتے ہیں۔۔۔ائرہ کے کہنے پر وہ سب علیزے کا سامان پیک کرنے لگیں۔کیونکہ انہیں آج ہی یہ روم خالی کرنا تھا۔ضرار سارا پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔

رات کے وقت سنی گھر میں داخل ہوا۔اور اپنے کمرے کی جانب جانے لگا تھا کہ لاؤنج میں بیٹھے کاظمی صاحب اسے آواز دے گئے۔

اپنے ماں باپ کو اک ساتھ بیٹھے دیکھ کر سنی لاؤنج کی طرف چلا آیا۔۔

جی برخوردار کدھر غائب ہوتے ہیں۔۔۔کاظمی صاحب نے سنے سے استفسار کیا۔تو وہ کندھے آچکا گیا۔۔جسکا صاف مطلب تھا کہ وہ معمول کے کام کر کے ہی آرہا ہے۔

سنی میں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کی ہے۔۔۔کلثوم بیگم نے پرجوش انداز میں سنان کو بتایا۔تو وہ حیران کن نظروں سے دونوں کو دیکھنے لگا۔۔کیونکہ یہ بات اسکے ماں باپ کی طرف سے بلکل نئ تھی۔۔۔

مام یہ نیک کام آپ نے کب کیا.. سنی لاپرواہی سے کہا۔

جب مجھے لگا کہ مجھے کر لینا چاہئے میں نے کر لیا۔۔

کلثوم بیگم نے اسی انداز میں جواب دیا۔ جبکہ کاظمی صاحب چائے پیتے

دونوں ماں بیٹے کی گفتگو سن رہے تھے۔

اک دو دن تک وہ لوگ آرہے ہیں۔۔۔ کلثوم بیگم نے مزید تفصیل

بتائی۔۔ تو سنی لاپرواہی سے سر جھٹک گیا۔

میں روم میں سونے جارہا ہوں۔۔۔۔

لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ آنے والا وقت اس کے لیے کیا مشکل

لانے والا تھا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔

منیزے علیزے کو اپنے ساتھ فلیٹ لے آئی تھی۔۔

اپنی زندگی کے ایسے اچانک بدلاؤ پر علیزے کافی الجھ چکی تھی۔پر وہ یہ حقیقت نہیں جھٹلا سکتی تھی۔کہ وہ اکیلی اس دنیا اور معاشرے کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

ہر عورت کی طرح اسے بھی اک مضبوط سہارا چاہیے تھا۔جو اسے تحفظ دیتا۔۔۔

انہی سوچوں میں الجھی وہ منیزے کے کمرے میں بیٹھی تھی۔کہ منیزے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

خوبصورت لڑکی تم ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہو۔۔۔منیزے کے مخاطب کرنے پر علیزے ہوش میں آئی۔

ہاں بس ایسے ہی۔۔۔علیزے بس اتنا کہہ پائی۔

لیزو وکیوں سوچ سوچ کر خود کو ہلکان کر رہی ہو۔سب کچھ خدا پر چھوڑ دو۔دیکھنا تمہیں پتہ بھی نہیں لگے گا اور تمہاری زندگی بہار کی طرح مہک اٹھے گی۔

منیزے نے علیزے کو سوچوں سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔

جیسا تم لوگ سوچ رہی ہو اگر ویسا سب نہ ہوا تو۔۔۔علیزے نے اپنا خدشہ بیان کیا۔

تم اس کی بجائے یہ بھی تو سوچ سکتی ہو نہ کہ جیسا ہم سوچ رہے ہیں اگر اس سے زیادہ سب ٹھیک ہوا تو۔۔۔دیکھو لیزو ہماری زندگی کے آدھے معاملات ہماری سوچ پر انحصار کرتے ہیں۔۔ہماری منفی سوچ ہماری مایوسی

اور اچھی سوچ ہمارے یقین کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ ہمیں اللہ پر کتنا یقین ہے۔اس لیے تم بھی بس اچھا سوچو۔۔۔

مجھے بلکل نہیں لگتا کہ تم امریکہ سے آئی ہو۔۔ منیزے کی ساری بات کے جواب پر علیزے صرف یہ بول پائی۔۔ جس پر منیزے کھلکھلا پڑی۔

لیکن میرے شوہر کو پورا یقین ہے کہ میں ادھر سے ہی آئی ہوں۔۔۔ منیزے شرارت سے آنکھ ونک کرتے بولی تو علیزے شرم سے لال ہو گئی۔۔دفع ہو جاؤ بے شرم لڑکی۔۔۔

علیزے کے شرمانے پر منیزے ہنستی ہوئی اسے گلے لگا گئی۔

چلو جلدی سے فریش ہو کر باہر آو۔۔ شبو بے تابی سے تمہاری خوبصورتی دیکھنے کے لیے انتظار کر رہی ہے۔۔

توعلیزے ہستے ہوئے نفی میں سر ہلا کر اٹھ کر واشروم میں چلی گئی۔

علیزے کے واشروم میں غائب ہوتے ہی منیزے بھی اٹھ کر باہر نکل گئی۔ دس منٹ بعد علیزے فریش چینج کر باہر نکلی اور شیشے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

وہ آج تک گاؤن کے علاوہ بس شلوار قمیض پہنتی آئی تھی۔۔ پر آج ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر شرٹ میں خود کو انکمفرٹیبل محسوس کر رہی تھی۔ لیکن منیزے کی ضد کے آگے بے بس تھی۔ جس نے علیزے کی ڈریسنگ بدلنے کا زمہ اپنے کندھوں پر اٹھالیا تھا۔ علیزے کیا وہ تو آئرہ اور مشعل کو

بھی مکمل طور پر بدلنے کا ارادہ کیے بیٹھی تھی۔ لیکن اس وقت باری علیزے کی تھی۔

لمبے بال اس وقت کیچر میں قید میں تھے۔اور خوبصورت چہرے پر اک نامعلوم سی شرماہٹ تھی۔اور جس کے لیے یہ شرماہٹ تھی۔وہ بے خبر تھا کہ اسکی زندگی میں کیسا طوفان آنے والا ہے۔

علیزے سر جھٹکتے باہر نکل گئی جہاں لاؤنج میں منیزے کھانے کی ٹیبل پر بیٹھی اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

لیزو وجلدی آو یار۔۔۔بہت بھوک لگی ہے۔۔۔

علیزے کے بیٹھتے ہی منیزے نے اسکی پلیٹ میں کھانا ڈالا۔اور خود بھی کھانا شروع ہو گئی۔

کھانے کے دوران منیزے کی کچن میں کھڑی شبو پر نظر پڑی۔جو چپکے سے علیزے کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔
منیزے نے ٹیبل کے نیچے سے علیزے کو پاؤں مارا تو علیزے نے نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ منیزے کے اشارہ کرنے پر جب علیزے نے خود کو شبو کی نظروں کی تاک میں پایا۔تو وہ بیچارہ سا منہ بنا گئی۔اسی وجہ سے وہ ہر وقت گاؤن میں رہتی تھی۔

شبو باہر آ کر لیزو کو دیکھ لو۔یہ کچھ نہیں کہہ گی۔ منیزے کی آواز پر پہلے شبو گڑبڑائی لیکن پھر جلدی سے باہر نکل ائی۔

واقعی ہی باجی میں دیکھ سکتی ہوں انہیں۔۔ شبو کے معصومیت سے پوچھنے پر ان دونوں کا قہقہہ نکلا۔

ہاں دیکھ لو تم کونسا نامحرم ہو بلکل دیکھ سکتی ہو بس میری لیزو کو نظر نہیں لگانا۔۔

باجی میرے کو تو یہ سمجھ نہیں آرہی پہلے میں آپکو دیکھتے نہیں تھکتی تھی۔ اب ان کو دیکھ کر جی نہیں بھر رہا۔ میں کیا کروں۔۔۔ شبو نے معصومیت سے اپنا مسلہ بیان کیا۔
تم مجھے کیوں دیکھتی تھی۔۔ منیزے نے سوال کیا۔۔۔

باجی اپکو میں کیا ضرار صاحب بھی دیکھتے تھے۔۔۔ شبو کے انکشاف پر منیزے کی آنکھیں کھلیں۔۔ جبکہ علیزے شرارت سے مسکرادی۔۔۔

بس بس تم سب پر نظر نہیں رکھا کرو نہیں تو کسی دن تم پر نظر رکھنے والا اٹھا لاؤں گی میں۔۔۔جاو جا کر کام کرو اپنا۔۔۔اس سے پہلے شبو کوئی اور پول کھولتی منیزے نے اسے کچن میں بھیجا۔ جس پر وہ منہ بناتے جانے لگی کہ پھر منیزے کی طرف چلی آئی۔

باجی میں اس دن وہ بھی دیکھا جب ضرار صاحب نے اپکو اپنی گود میں بٹھایا تھا۔۔۔شبو کی آواز منیزے کے منہ سے پانی کا فوارا نکال گئی۔۔البتہ علیزے منیزے کی پتلی حالت پر ہستے ہوئے پاگل ہونے کو تھی۔

عیس اگلے دن بھی صوفے پر لیٹا سوچ رہا تھا۔ کہ اپنی پدی چڑیل بیوی کو قابو کیسے کرے۔

ایسے انسانوں پر لعنت ہوتی ہے جو اپنی بیوی پر ظلم کرنے کے طریقے سوچتے ہیں۔ ضرار نے صوفے پر بیٹھتے کہا۔ تو عیس اپنے منہ کے برے ڈیزائن سے اسے نظر انداز کر گیا۔

یہ جو تیرے چہرے کا گلو ہے نہ مجھے ساری سمجھ ہے۔ زیادہ شوخے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ عیس نے منہ بناتے جواب دیا۔

تو ضرار منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی مسکراہٹ کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

اسی وقت سنی اور سلطان بھی لاؤنج میں داخل ہوئے۔ جو بیسمنٹ سے نکل کر آرہے تھے۔

کوئی خبر ملی۔۔۔ضرار نے صوفے پر بیٹھتے سلطان سے سوال کیا۔

وہ ہی نام آرہا ہے۔جو پہلے بھی سن چکے ہو۔۔۔سلطان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔جبکہ سنی کا رخ ہمیشہ کی طرح کچن کی جانب تھا۔

چلو پھر دیکھتے ہیں چوہے بلی کا کھیل۔۔ضرار کے کہنے پر سلطان سر ہلا گیا۔اور سامنے عیس کی جانب دیکھنے لگا۔
جو صوفے کی بیک پر ٹانگیں اور سر لٹکائے پڑا تھا۔لمبے بال فرش کو چھو رہے تھے۔

اس دیوی کو کیا ہوا ہے۔۔سلطان نے عیس کی جانب اشارہ کرتے پوچھا۔

اور سنی اپنی فروٹ چاٹ کا باؤل پکڑے آکر سلطان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

یہ لیلی چاہتی ہے کہ ہم اسکے لیے سرپرائز تیار کریں۔ جہاں ان کو انکی بیوی سے ملاقات کا شرف بخشا جائے۔ جواب ضرار کی بجائے فروٹ چاٹ کھاتے سنی نے دیا۔ تو عیس لٹکے سر کے ساتھ ہی اسے گھور گیا۔

ہمارا دماغ خراب ہے جو اپنی معصوم چھوٹی سی بہن کو اس دیو کے حوالے کریں۔۔ سلطان نے سنی سے چمچ لیتے کہا۔ تو عیس تلملاتے ہوئے سیدھا ہوا۔

تم لوگوں کی معصوم بہن نے اس دیو کے شکنجے میں ہی آنا ہے۔۔ پھر دیکھنا تم لوگوں کے بدلے بھی اسی سے لوں گا۔ جب ہر سال اک کاکا آئے گا نہ۔۔۔ عیس نے بھڑکتے ہوئے کہا۔۔

تو وہ تینوں جھکتے ہوئے اپنا جوتا اٹھا کر اسکی طرف پھینک گئے۔

تو اسی لائک ہے بلکل صحیح کرتی ہے مشعل جو تجھے منہ نہیں لگاتی۔ضرار نے تیکھی نظروں سے اپنے سامنے موجود بے شرم انسان کو دیکھا۔

تو عیس بے نیازی سے کندھے اچکاتے اپنے بال سمیٹنے لگا۔۔اسکے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچ چکی تھی۔اسی لیے اب اسکا دماغ بھی کام کرنے لگا تھا۔۔اور وہ آج رات مشعل کے کمرے میں ڈاکہ مارنے کے لیے بلکل تیار تھا۔

عیس نے گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے نو بجے کا وقت تھا۔۔اسے بس تھوڑا سا اور انتظار کرنا تھا۔

عیس کو میسنوں کی طرح خود ہی ہستے دیکھ کر وہ تینوں آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھنے لگے۔

مانو نہ مانو یہ کچھ گندا سوچ رہا ہے۔ سنی نے چاٹ سے بھرے منہ سے کہا۔ تو وہ دونوں بھی ہاں کر گئے۔ کیونکہ اتنا تو وہ اس گنڈے کو جانتے ہی تھے۔

یہ جو تو کھڑکی سے اندر گھسنے کی کوشش کر رہا ہے نہ۔ تو گینڈے ہم نے وہ کھڑی اور چھوٹی کر دینی ہے۔۔۔ سنی نے عیس کو ہوش دلایا۔

تو وہ غصے سے کشن اسکی طرف پھینک گیا۔

سالے تو بس جلتا رہا۔۔۔ اور دیکھنا میں مل کر بھی آجاؤ گا۔ عیس نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

جادفع ہو ٹھر کی روح والا۔۔۔ سنی نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔ تو عیس صوفے سے اٹھ کر شوز پہنے لگا۔
لیکن پھر رک کر اپنے حلیے کو دیکھا۔ تو سنی کو زبان چڑاتا وہ اٹھ کر اپنے روم میں تیار ہونے چلا گیا۔

مشعل بیٹا کھانا کھالو۔۔۔ شاہدہ بیگم نے مشعل کو آواز دی۔۔ جو اپنے روم میں گم سم سی بیٹھی تھی۔۔۔

اسکی اداسی حسن صاحب اور شاہدہ بیگم نے اچھے سے نوٹ کی تھی۔پر بے بس تھے۔ کیونکہ اس دن کے بعد سے عیس نہ تو گھر آیا تھا اور نہ ہی انکی کوئی کال ریسیو کی تھی۔ جس پر حسن صاحب کا غصے سے برا حال تھا۔
کیونکہ انکے گنڈے بیٹے کی وجہ سے انکی پیاری سے بہو مرجھا گئی تھی۔

مشعل بوجھل قدموں سے اٹھ کر کچن میں گئی جہاں شاہدہ بیگم اور حسن صاحب دونوں بیٹھے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ خاموشی سے جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔تو حسن صاحب نے شاہدہ بیگم کی طرف دیکھا۔

اج میری سوہنی نے لال رنگ کا سوٹ نہیں پہنا۔۔۔شاہدہ بیگم نے پیار سے کہا تو مشعل خاموش رہی۔

مشعل۔۔

حسن صاحب کے دوبارہ بلانے پر چونک گئی۔۔

کیوں اداس ہو میرے پتر۔۔۔ حسن صاحب کے پوچھنے پر مشعل کی سسکی نکلی۔۔

اور شاہدہ بیگم نے اسے بازو کے گھیرے میں لیا۔۔۔ کیوں رو رہی ہو بچے۔۔۔

ماما وہ مجھے پسند نہیں کرتے اس لیے گھر بھی نہیں آتے نہ مجھ سے بات کرتے ہیں۔۔۔۔

اس دن کی عیس کی بات مشعل کے زہن سے چپک گئ تھی۔جو مشعل کی جان آدھی کیے ہوئے تھی یہ سوچ کر ہی کہ اسکے شوہر کی اس میں دلچسپی نہیں ہے۔

ایسا نہیں ہے میری جان وہ صرف غصے میں کہہ گیا تھا۔۔پر ایسا نہیں ہے۔۔تم پریشان نہیں ہو ہم اس سے بات کریں گئے۔شاہدہ بیگم کی تسلی پر وہ خاموش ہو گئ۔۔اپنی بے اختیاری میں وہ اپنا دل کا حال بیان کر بے وجہ ان دونوں کو بھی پریشان کر بیٹھی تھی۔

جو اسے اپنے سگی اولاد کی طرح عزیز رکھے ہوئے تھے۔اپنی پریشانی کو پس پشت ڈالتے ہوئے مشعل نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

بابا مجھے کھانا کھلائیں۔۔۔ مشعل کے لاڈ سے کہنے پر حسن صاحب واری صدقے ہوئے۔۔۔وہ تو شروع سے بیٹی کی خواہش رکھتے تھے۔۔پر انکی قسمت میں پھولوں والا بیٹا تھا۔

جسے یاد کرتے حسن صاحب کے منہ میں کڑوا بادام آگیا تھا۔اور پھر حسن صاحب نے پیار سے مشعل کو کھانا کھلایا تھا۔اور مشعل نے اپنی چہکتی آواز سے شاہدہ بیگم کے کچن میں رونق کیے رکھی۔ جس پر وہ دونوں اللہ کا شکر ادا کر گئے۔

کھانا کھانے کے بعد مشعل دونوں کے ساتھ چائے پیتے ہوئے انہیں اپنی دوستوں کی باتیں بتاتی رہی۔ جس پر ان دونوں نے مشعل کو اپنی دوستوں کو گھر بلانے کا کہا تو مشعل خوشی سے جھوم اٹھی۔

اور پھر اس نے تقریباً بارہ بجے اپنے کمرے میں قدم میں رکھا۔ خالی کمرے کو دیکھتے ہی وہ سرد سانس کھینچ گئی۔ اور پھر چینج کرنے کے لیے واشروم میں گھس گئی۔

مشعل کے واش روم میں جاتے ہی عیس نے کھڑکی سے اندر کودا۔
اور کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی عیس نے سب سے پہلے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر کھڑکی کو بند کیا۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو اپنے ماں باپ کے ساتھ مشعل کو چہکتے دیکھ کر مسکرا دیا۔ نجانے کب سے بیٹھک کے اندھیرے میں وہ ان تینوں کے فری ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔
جب مشعل کے آنسوں نے اسے بے چین کیا اور عیس کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔ کہ اسے بات ادھوری نہیں چھوڑنی چاہیئے تھی۔

لیکن اب مشعل کے روم میں جاتے ہی وہ کھڑکی سے اندر کودتے وقت اپنی ماں کی آنکھوں میں آچکا تھا۔ لیکن شاہدہ بیگم کو آنکھ ونک کرتے وہ اندر آیا۔ پیچھے وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔

اور شکر تھا کہ حسن صاحب پہلے ہی کمرے میں چلے گئے تھے۔ ورنہ اس وقت عیس کو دیکھ کر بکھیرا کھڑا کر دیتے۔ اس لیے شاہدہ بیگم چپ رہیں۔ کیونکہ اس وقت عیس اور مشعل کا اکیلے میں بات کرنا انہیں مناسب لگا تھا۔

وہ خاموشی سے حسن صاحب کے پیچھے کمرے میں چلی گئیں۔

مشعل عیس کی ہاف بازو والی ٹی شرٹ اور ٹروزار میں باہر نکلی۔ تو اسے کمرے میں کسی تیز کلون کی خوشبو محسوس ہوئی۔۔اور پھر علیزے کی کلون والی بات یاد آتے ہی وہ ڈر گئی۔

صوفے پر بیٹھا عیس اسکے چہرے کے سارے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔پر کمال تھا کہ مشعل اپنے ڈر میں اتنی غرق تھی کہ اک نظر اٹھا کر بھی صوفے کی جانب دیکھ نہیں رہی تھی۔

اور پھر عیس نے اٹھ کر کمرے کی لائٹ آف کی۔ جس پر مشعل کی مزید جان ہوا ہوئی۔

کون ہے۔۔۔ مشعل نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔تو اسکے پیچھے کھڑے عیس نے بے قراری سے مشعل کو پیچھے سے جکڑا۔۔

مشعل اپنے جسم پر کسی کا لمس محسوس کرتے ہی اس سے پہلے چیخ اٹھتی۔۔عیس نے اک جھٹکے سے اسکا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے مشعل کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں کی گرفت میں لیا۔

جس پر مشعل ساکت سی لڑکھڑا گئی۔تو عیس نے اسے کمر سے تھامتے سہارا دیا۔

اور پھر پیچھے ہٹتے اسکے کان میں سرگوشی کی۔۔

میں وہی ہوں جسے یاد کرتے تم رو رہی تھی۔۔کہ تمہارا شوہر تمہیں پسند نہیں کرتا"

لیکن مشعل اگر ہوش میں ہوتی تو شاید عیس کے کہے الفاظ سمجھ پاتی۔وہ تو عیس کے لمس سے ہی بے جان ہو گئی تھی۔

اسکی حالت سمجھتے ہوئے عیس نے جھکتے ہوئے مشعل کو بازوؤں میں اٹھایا اور پھر چلتے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا۔ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کی اور مشعل کے چہرے کی طرف دیکھا جو کھلی آنکھوں سے اسکی آغوش میں سن سی ہوئی تھی۔

مشعل کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے ہی عیس بیڈ کی جانب بڑھا۔ مشعل کے ہلکے پھلکے وجود کو محسوس کرتے عیس گہرا مسکرایا۔۔

مشعل کو بیڈ پر لٹا کر اس کے پاؤں جوتے سے آزاد کیے۔اور پھر اپنے جوتے بھی اتار کر وہ بیڈ پر مشعل کے قریب لیٹا اور ٹانگ کی مدد سے کمبل سے دونوں کو کور کیا۔

جاناں۔۔۔عیس نے محبت سے مشعل کو پکارا۔تو ٹکٹکی باندھے عیس کو تکنے میں مصروف تھی۔۔شاہد خود کو کسی خواب کے زیر اثر محسوس کر رہی تھی۔۔

مشعل کو اسی پوزیشن میں دیکھتے عیس مسکراہٹ دباتے پھر اک دفعہ اس کے چھوٹے سے ہونٹوں کو قید کر گیا۔جس پر مشعل ہوش میں آتی پھر پھڑا گئی۔

تو عیس مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹا۔۔۔

آگیا ہوش۔۔۔عیس نے محبت سے پوچھا۔جس پر مشعل نظروں کو جھکا گئی۔

جاناں اگر تم میرے ساتھ ایسے ہی خاموش رہی تو کام خراب ہو جانا ہے۔۔ عیس نے مشعل کو اپنے بازو پر منتقل کرتے کہا۔ تو وہ ڈر گئی۔

اور پھر عیس گہری سانس لیتے بولنا شروع ہوا۔

تمہیں اچھے سے پتہ ہے نہ کہ علیزے بھابی کے کمرے میں کون آتا تھا۔۔ عیس نے مشعل کے چہرے کو اوپر اٹھاتے سوال کیا۔ تو سر ہاں میں ہلا گئی۔

پھر وہ ڈرامہ کیوں کیا میرے ساتھ۔۔۔ عیس کے دوبارہ سوال کرنے پر مشعل رونے لگی۔

جس پر عیس بوکھلا گیا۔۔۔

یار پدی جانو۔۔۔ہر بات پر رونا ضروری ہوتا ہے کیا۔۔۔عیس نے مشعل کو تکیے پر منتقل کرتے اسکے اوپر جھکتے اسکے آنسو صاف کیے اور مشعل کی بھیگی آنکھوں کو چوم گیا۔

اسکا بس چلتا ابھی مشعل کو کھا جاتا۔پر اس معاملے میں اسے حد سے زیادہ نازک بیوی ملی تھی۔۔جسے عیس کو صبر کر کر کے ہی کھانا تھا۔

عیس نے ساری باتوں کو پس پشت ڈالتے مشعل کے ہونٹوں پر نظریں جمائیں۔جس پر مشعل سہمی نظروں سے منمنا گئی۔۔۔

عییس۔۔۔۔مشعل کی زبان سے پہلی دفعہ اپنا نام سنتے ہی عیس کا دل زور سے دھڑکا۔۔۔اور پھر بے خود ہوتے ہوئے وہ مشعل پر جھک گیا۔

شدت سے مشعل کے ہونٹوں کو چھوتے وہ مشعل کی سانسوں کو روک گیا۔

ایسے اچانک حملہ ہونے والی قربت مشعل کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی جسے وہ آج شدت سے یاد کر رہی تھی۔ وہ ایسے آ ٹپکے گا۔ اور اسکی سانسیں تنگ کر دے گا۔

اپنی سانس رکنے پر مشعل نے عیس کے کندھوں کو جھنجھوڑا۔ پر عیس اسکے ہاتھوں کو قید کرتے بیڈ سے لگا گیا۔ اپنی طلب پوری ہونے پر عیس مشعل کو ہونٹوں سے چھوتے گردن تک ایا۔ تو مشعل لرز اٹھی۔۔۔ عیس کو رکتے نہ دیکھ وہ پھر رونا شروع ہو گئی۔

مشعل کے رونے کی آواز پر عیس ہوش میں آیا اور خود کو کوستے ہوئے پیچھے تکیے پر گر گیا۔ روتی ہوئی مشعل کو تھام کر اپنے سینے پر لٹایا۔۔

تمہیں بار بار چپ کروانے بیٹھا نہ تو کچھ اور ہی ہو جائے گا۔۔ اس لیے شرافت سے خود ہی چپ ہو جاؤ۔۔

عیس نے مشعل کو ڈرایا۔ تو وہ جلدی سے اپنے آنسو صاف کر گئی۔ چلو شروع ہو جاؤ اس دن کی کہانی۔۔۔

اور پھر مشعل نے ڈرتے ڈرتے عیس کے سینے پر لیٹے ہی ساری بات بتائی۔۔ جس پر عیس بطخوں سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔۔

اور آج کل کی کیا پلینگ ہے وہ بھی بتاؤ۔۔۔ عیس کے دوبارہ سوال پر مشعل نفی میں سر ہلا گئی۔ تو عیس ابرو آچکا کر اسکی ہمت کو داد دے گیا۔ جو اسکی آغوش میں لیٹی اسے انکار کر رہی تھی۔

نہیں بتانا۔۔۔ عیس نے پھر پوچھا۔ تو مشعل ڈرتے ڈرتے ہاں کر گئی۔ جس پر عیس گہرا مسکرایا۔ اور پھر مشعل نے عیس کو آج کل ہونے والی ساری صورتحال بتایا۔ تو عیس اووو کرتا ہونٹوں کو گول کر گیا۔

مجھے تم سے محبت نہیں کیا۔۔۔ عیس نے اک اور سوال کیا۔

مجھے نہیں پتہ۔۔ مشعل نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

اور پھر عیس اپنی شیطانی مسکراہٹ سے مشعل کو اٹھا کر اپنے اوپر لٹایا۔

جس سے مشعل شرم سے لال ہو گئی۔۔

ادھر دیکھو۔۔۔ عیس کی رعب دار انداز پر مشعل نے ڈرتے ہوئے نظریں اوپر کیں۔۔

عیس نے غور سے اسکے معصوم چہرے کو دیکھا۔اور پھر اسے اوپر اٹھاتے مشعل کے ماتھے کو ہونٹوں سے چھوا۔

مجھے تم سے اتنی محبت ہے جتنا تمہارا وزن بھی نہیں ہے۔۔۔ عیس کے انوکھے اظہار پر مشعل نے اسے دیکھا۔تو وہ آنکھ ونک کر گیا۔

اور پھر باتوں میں وقت ضائع کیے بنا وہ مشعل کو خود پر جھکاتا چلا گیا۔کیونکہ وہ سچ میں بے صبر اانسان تھا۔اور یہاں بھی وہ اپنے بے صبری ظاہر کیے بنا

نہیں رہ پایا۔ یہاں وہ مشعل سے اظہار کرنے اور اسکی غلط فہمیاں دور کرنے آیا تھا۔۔پر سب بھلائے اسکے نازک وجود میں کھو چکا تھا۔۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنے لمس سے مشعل کو بے حال کر چکا تھا۔
سو جاؤ۔۔۔اس سے پہلے کہ تمہیں سچ میں حلال کر دوں میں۔۔اپنے بازوؤں میں بکھری ہوئی مشعل کے کان میں سرگوشی کرتے وہ اسے ڈرا گیا۔ جس پر وہ جلدی سے آنکھیں بند کر کے عیس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔۔

صبح کے چار بجے عیس کی موبائل وائبریشن پر آنکھ کھلی۔ تو اس نے پاکٹ سے موبائل نکال کر دیکھا جہاں سنی کالنگ لکھا تھا۔

عیس نے اک نظر اپنی بانہوں میں دیکھا جہاں دنیا جہاں سے بے خبر مشعل تھوڑا سے منہ کھولے سو رہی تھی۔ عیس نے ہاتھ سے مشعل کا منہ بند کیا اور کال ریسیو کی۔

جہاں پناہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنی خواب گاہ سے باہر تشریف لے آئیں گے۔۔۔ سنی نے عیس کے بولنے سے پہلے ہی طنز کے تیر برسا دیے۔

تو عیس نے اک نظر گھور کر موبائل کو دیکھا۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ غیر شادی شدہ دوست بھی عذاب کی طرح ہوتا ہے۔۔۔

تو سنی سلگ اٹھا۔ سالے اگر تو وہاں سے آدھے گھنٹے میں نہ نکلا نہ تو حسن صاحب کو کھڑکی چھوٹی کرنے کے لیے سیمنٹ بجری میں خود پہنچاؤ گا۔ پھر دیکھتا ہوں تو گینڈا وہاں سے کیسے گزر کر جاتا ہے۔۔۔

دفع ہو جا۔۔ سالوں تم لوگوں کی وجہ سے ہمیشہ اتنی خوبصورت رات کے بعد صبح کو خوبصورت بنانے کا موقع نہیں مل پاتا۔۔۔ عیس نے غصے سے فون بند کر دیا اور اپنی آغوش میں لیٹے نازک وجود کو اٹھا کر خود پر لٹایا۔۔۔

رات سے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ اور اسی روشنی کے باعث وہ اپنے چاند کا دیدار کر پا رہا تھا۔ جو خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی معصوم بھی تھا۔۔ اور اپنی انہی معصومیت بھری حرکتوں سے عیس کو بے چین کیے رکھتا تھا۔۔

میں اٹھاہوں تو یہ پدی کیوں سو رہی ہے۔۔۔عیس نے مشعل کے ماتھے سے بالوں کو ہٹاتے وہاں اپنے لب رکھے۔۔

چھوٹی جانو۔۔۔عیس نے دو تین بار مشعل کے کان میں سرگوشی کی جسے سنتے مشعل نیند میں مسکرادی۔۔۔

تم آنکھیں کھول رہی ہو کہ میں اپنے طریقے سے جگاؤں۔۔۔عیس نے مشعل کی مسکراہٹ دیکھتے دھمکی دی۔۔تو مشعل ناراضگی میں مشکل سے آنکھوں کو کھول پائی۔۔۔

مشعل کو کیوٹ کیوٹ منہ بناتے دیکھ کر عیس جی جان سے مسکراتے اس کے چھوٹے چھوٹے لبوں کو ہلکا سا چھو گیا۔جس سے مشعل کی نیند بھک سے اڑی۔اور اپنی بڑی بڑی آنکھیں عیس پر ٹکا گئی۔

مجھ سے باتیں کرو۔۔۔عیس نے مشعل کے گال پر ناک رب کرتے کہا۔تو وہ سر نفی میں ہلا گئ۔

نہیں باتیں کرنی۔۔۔عیس نے دھمکی آمیز انداز میں پوچھا تو مشعل ڈرتے سر اثبات میں سر ہلاتے اپنا فیصلہ بدل گئ۔۔

ویری گڈ میرا بچہ۔۔۔عیس مشعل کی فرمانبرداری پر اس کے گال زور سے چوم گیا۔۔جس پر مشعل اپنے الٹے ہاتھ کی مدد سے اپنے گال کو صاف کرنے لگی۔۔تو عیس آنکھیں چھوٹی کیے اپنی پدی کو دیکھنے لگا۔۔جو اسکے لمس کو مٹانے کی گستاخی کر چکی تھی۔

اور پھر عیس نے مشعل کو زور سے بیڈ پر پٹک کر اس پر سایا بنا کر اسکے بازو بیڈ سے پن کیے۔۔

جس پر مشعل خوفزدہ آنکھوں سے عیس کی جانب دیکھنے لگی۔۔کہ کیونکر اور کس وجہ سے وہ دیو غصے میں آیا تھا۔

مٹاؤ گی میرا لمس۔۔۔عیس نے مصنوعی غصے سے پوچھا۔تو عیس کے انداز کو دیکھتے مشعل کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو چمکنے لگے۔۔
سوری اب نہیں کرتی۔۔۔سوں سوں کرتے وہ بولی تو عیس اسکے بچوں والے انداز پر مسکرا اٹھا۔۔اور پھر جھکتے ہوئے اسکے پورے چہرے کو اپنے لبوں سے مہکانے لگا۔
جس پر مشعل رونا بھلا کر اسکے لمس پر بے حال ہونے لگی تھی۔

عیس نے چہرہ اٹھا کر اک نظر دیکھا تو مشعل آنکھوں کو بند کیے کانپنے میں مصروف تھی۔کچھ سوچتے ہوئے عیس جھکتا ہوا اسکے پیٹ کی جانب

گیا۔اک ہاتھ میں مشعل کے دونوں ہاتھوں کو قید کرتے وہ دوسرے ہاتھ سے مشعل کے پیٹ پر گدگدی کرنے لگا۔

یک دم اپنے پیٹ پر گدگدی محسوس کرتے مشعل زور سے کھلکھلا اٹھی۔۔اور پھر وہ سر پیچھے گراتے ہنستی ہی چلی گئی۔۔اسکی کھلکھلاہٹ کو دیکھتے عیس نے اور زور سے گدگدی کی۔۔۔

کچن میں کھڑی شاہدہ بیگم مشعل کی کھلکھلاہٹ کو سنتے شکر ادا کر گئی۔وہ پانی لینے کے لیے اس وقت کچن میں آئیں تھیں۔۔اور مشعل کے کمرے کی جلتی روشنی اور اسکی کھلکھلاہٹ انہیں اطمینان بخش گئی

عیییسس۔۔۔ نہیں کریں نہ پلیز میں تھک گئی ہوں۔۔ مشعل نے ہنسی سے بے حال ہوتے ریکوسٹ کی تو۔ عیس نے اس ننھی سی جان پر رحم کھاتے اسے چھوڑ دیا۔۔ جس پر مشعل نے شکر کا سانس لیا۔

عیس بیڈ پر لیٹا تو مشعل لاڈ سے کھسکتے ہوئے اس کے پاس ہو گئی۔ پر قریب نہ گئی۔

عیس نے اسکی جھجھک کو دیکھتے بازو سیدھا کیا۔ اور اسے بازو پر آنے کا اشارہ کیا۔ تو وہ خوشی سے اسکے بازو پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ عیس کی پہلی محبت بھری پیش قدمی مشعل کے دل میں محبت کے پھول کھلا گئی تھی۔۔ جس کی وجہ سے وہ محبت پر یقین کرنے کے لیے مجبور ہو گئی تھی۔۔ اور آج پہلی بار اپنے سامنے موجود یہ انسان اسے اپنا لگ رہا تھا۔ وہ صرف رنگ کا سانولا

تھا لیکن اپنے جان لیوا انداز اور شخصیت میں وہ جان لینے کی بھی صلاحیت رکھتا تھا۔

عیس نے اسے اٹھاتے ہوئے سینے پر لٹایا۔ جتنی وہ قدیں عیس سے چھوٹی اور وزن میں ہلکی تھی۔ اتنی ہی عیس کو آسانی ہوئی تھی کہ وہ آسانی سے اسے اپنے اوپر نیچے لٹا رہا تھا۔ جس پر وہ معصوم جان احتجاج بھی نہیں کر پاہ رہی تھی۔۔

اب بتاؤ۔۔ کہ مجھے تم سے پیار ہے کہ نہیں۔۔ عیس نے مشعل کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنی محبت کا پوچھا۔۔ وہ جاننا چاہ رہا تھا کہ رات سے اب تک اسکی چھوٹی سی بیوی کیا محسوس کر پائی تھی۔ کیا وہ عیس کی محبت کو جان پائی تھی۔

نہیں آپ صرف مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکاتے ہیں۔۔ مشعل نے بند آنکھوں سے ہی ناک چڑھائے جواب دیا۔

توعیس اسے گھور گیا۔ جو اپنے باپ کی طرح اس پر بے بنیاد الزامات لگا رہی تھی۔۔

جھوٹی۔۔۔ عیس صرف اتنا ہی کہہ پایا۔ اور پھر کچھ سوچتے دانتوں تلے لب دبا گیا۔

جانو تمہیں ہارلکس لا کر دوں کیا۔۔۔ عیس نے مسکراہٹ ضبط کرتے پوچھا۔ تو مشعل اسکی بے تکی بات پر آنکھوں کو کھول گئی۔

کیوں۔۔۔ وہ کیوں۔۔۔۔

تم اتنی چھوٹی سی ہو شاید ہارلکس پی کر ہی تھوڑی بڑی ہو جاؤ۔۔۔۔عیس سیریس انداز میں ہارلکس کی وجہ بتائی۔تو مشعل غصے سے لال ہو گئی۔۔

میں چھوٹی نہیں ہوں آپ ہی ایکسٹرا لمبو ہیں۔۔زیادہ دل کر رہا ہے تو خود پی لیں۔۔۔۔ مشعل غصے سے ناک پھلائے بولی۔۔۔

توعیس اسکی چھوٹی سی ناک پر غصہ دیکھتے مزید گویا ہوا۔۔

میں ہارلکس نہیں بون ویٹا پیوں گا۔۔۔۔

بون ویٹا کیسے۔۔۔ مشعل نے نا سمجھی سے دیکھا۔۔

ایسے میری نا سمجھ پدی جانو۔۔۔۔عیس مشعل کی بیوٹی بون پر لب رکھ گیا۔تو مشعل شرم سے دوہری ہوئی۔۔۔

مشعل نے عیس کو کندھوں سے پکڑ کر دور کرنے کی کوشش کی توعیس اسکے ہاتھوں کو جکڑ گیا۔اور پھر وہ رکا نہیں تھا بلکہ مشعل کو اپنے لبوں سے

چھوتا اسکے لبوں پر ہونٹ رکھ گیا۔نرمی سے مشعل کے ہونٹوں کو چھوتا اسکی ننھی سی جان ہلکان کر گیا۔۔۔۔

وہ بھول چکا تھا کہ سنی ڈیول فلیٹ میں عیس کے آدھے گھنٹے سے اوپر ہونے والا ہر منٹ گن رہا تھا۔۔جو اسے لیٹ ہونے کا ثبوت تھا۔

نعمان خان۔۔۔۔خانم کدھر ہیں۔۔سلطان نے فون پر چنگاڑتے ہوئے پوچھا۔۔۔

تو نعمان خان اپنے چھوٹے خان کے غصے سے پسینے سے شرابور ہوا۔۔۔

خان قسم لے لیں۔۔میں یہاں سے ہلا تک نہیں ہوں۔۔۔

اگر تم وہاں سے ہلے تک نہیں تو خانم کہاں چلی گئیں۔۔زمین کھا گئی کہ آسمان نگل گیا۔۔۔سلطان نے ضبط سے آنکھوں کو بند کیا۔۔۔اسکے لیے یہ

سوچ ہی جان لیوا تھی۔ کہ علیزے دوراتوں سے ہاسٹل سے غائب تھی اور وہ بے خبر رہا۔۔۔اسکا بس چلتا تو اپنی لاپرواہی پر خود کو ہی شوٹ کر لیتا۔۔۔

نعمان تمہارے پاس صرف اک گھنٹے کا وقت ہے۔۔اور اک گھنٹے بعد تم مجھے خود فون کر خانم کا پتہ بتاؤ گئے۔۔ نہیں تو اپنی موت کی تیاری کر لینا۔ سلطان نے فون بند کر بیڈ پر پھینکا۔۔۔

جبکہ دوسری طرف نعمان کسی اور کو فون ملا گیا۔۔۔

بڑے خان خدا کا واسطہ ہے مجھے چھوٹے خان سے بچا لیں۔۔۔ نہیں تو میں جا کر انہیں ساری حقیقت بتانے لگا ہوں۔۔۔اپ تو پھر میری جان بخش دیں گئے چھوٹے خان تو وہ بھی رحم نہیں کریں گئے۔۔ابھی تو میری شادی کو بھی چھ ماہ نہیں ہوئے۔۔۔ نعمان نے بیچارگی کی حدوں کو چھوتے کہا۔۔۔

اوئے چپ کر گدھی کی بچی۔۔۔ خبر دار اگر تم نے چھوٹے خان کو اک بات بھی بتایا۔۔ میں خود ادھر آکر تیرا قتل کر دے گی۔۔۔

پر بڑے خان آپ کیوں نہیں سمجھ رہے۔۔۔ چھوٹے خان پانی کے بنارہ سکتے ہیں پر خانم کے بنا نہیں۔۔۔ خانم کی بدولت ہی تو اتنا عرصہ ہم انکے جلال سے بچے رہیں ہیں۔۔۔ نعمان نے فون پر بولنے والے کو سمجھانا چاہا۔۔۔

نعمان خان تم ہمارے کو سائنس نہیں پڑھاؤ ورنہ میں ادھر آکر تمہارے کو وہ سب بھی پڑھادے گی۔ جو تم نے ابھی تک نہیں پڑھا۔ اور تیری خانم کی کسی اور سے شادی کروا اسکا گھر بسادے گی میں۔۔۔ اس لیے اب چپ کر کے فون رکھو تم اور ہماری دماغ کھانا بند کرو۔۔۔

نعمان نے بے بسی سے کال بند کی اور پھر اپنا نمبر ہی بند کر دیا۔ کیونکہ اسکا کوئی موڈ نہیں تھا بڑھی جوانی میں مر کر اپنی خوبصورت خانم کو کسی دوسرے کے حوالے کرنے کا۔ اتنی مشکل سے تو اسکی محبت کی کہانی کو ملن نصیب ہوا تھا۔ تو وہ چھوٹے اور بڑے خان کے بیچ نہیں پسنا چاہتا تھا۔

ضرار سائیں اپکو اللہ پوچھے۔۔۔ نعمان نے ضرار کو یاد کرتے ہوسٹل کے راستے سے گاؤں جانے والے رستے پر گاڑی موڑی۔۔۔ ارادہ اپنی خانم کو ملنے کا تھا۔۔

سلطان تم ہوش سے کام لو بھابھی ادھر ہی ہونگی کہیں۔۔ سنی نے سلطان کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جو تھوڑی سی دیر میں ہی کمرے کا حشر نشر کر چکا تھا۔

لیکن سلطان خان ہوش میں کہاں تھا۔۔۔وہ ہوش ہی تو کھو بیٹھا تھا۔۔۔یہ سوچ ہی اسکی جان کھائے جا رہی تھی۔کہ اسکی خانم پتہ نہیں کس حال میں ہو گیں۔۔

وہ تین دنوں میں کام کی زیادتی کے باعث علیزے کو دیکھنے نہیں جا پایا تھا۔ پر کل رات بارہ بجے جب اس نے لیپ ٹاپ سے ہوسٹل کے کمرے کا منظر دیکھنا چاہا۔تو کمرہ بلکل خالی تھا۔سلطان کو کچھ غیر معمولی لگا۔پر وہ نظریں جمائے دیکھتا رہا۔کہ شاہد علیزے واش روم میں موجود نہ ہو۔

لیکن جب اک گھنٹہ گزر جانے کے بعد سلطان کو کمرے میں کوئی ہلچل محسوس نہ ہوئی تو وہ اسی وقت گاڑی کی چابی لے کر ہوسٹل کی جانب بھاگا۔

سلطان نے جب پچھلے دن کی ریکارڈنگ دیکھی تو اسے وہاں بھی کچھ نہیں ملا تھا۔۔

نجانے کل رات سلطان کو ہوسٹل کو رستہ لمبا ترین کیوں لگا۔اور جب دھڑکتے دل کے ساتھ سلطان ہوسٹل پہنچا تو ہوسٹل کی وارڈن نے اسے بتایا کہ علیزے ابراہیم دو دن پہلے ہی اک آدمی کے ساتھ ہوسٹل چھوڑ کر جا چکی ہے۔

اتنی رات کسی انجان آدمی کا علیزے ابراہیم کا پوچھنا وارڈن کو شک مبتلا کر گیا۔

لیکن وہ پھر سر جھٹک گئی۔۔کیونکہ جانے والی جا چکی تھی۔

تو وارڈن کی بات سلطان خان کو انگاروں پر لٹا گئی۔

وہ تو پچھلے دو سالوں سے اسے چھپا چھپا کر رکھ رہا تھا کام سے فری ہونے کے بعد اسکا پورا ارادہ تھا علیزے کے سامنے کھل کو آنے کا۔۔۔
پر وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے اپنی لاپرواہی کی اتنی بڑی سزا بھگتنی پڑے گی۔۔ کہ اسکے دل کی دھڑکن ہی اس سے دور چلی جائے گی۔

پوری رات وہ ہر ممکن جگہ پر علیزے کو تلاش کر چکا تھا۔ پر اسے ناکامی کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔ اپنے جن آدمیوں کو اس نے علیزے کی حفاظت پر لگایا تھا۔ وہ بھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ انکے سامنے علیزے ہوسٹل سے باہر نکلی ہی نہیں تھی۔ لیکن وارڈن کے مطابق علیزے کسی آدمی کے ساتھ گئی تھی۔ تو پھر علیزے کہاں تھی۔۔
یہ سوال سلطان کو الجھن میں ڈال گیا۔

اور اب فلیٹ میں وہ شکستہ حال میں بیٹھا اپنے بالوں کو نوچ رہا تھا۔

اگر اسے تھوڑا سا بھی اندازہ ہو جاتا کہ علیزے کس کے گئی ہے تو اب تک وہ علیزے کو ڈھونڈ بھی چکا ہوتا۔ پر اک نامعلوم انسان کو وہ کیسے ڈھونڈتا۔

ہوسٹل کے کیمروں سے بھی فوٹج ڈلیٹ کر دی گئی۔ جس کا صاف مطلب تھا کہ سب کچھ پلینگ کے مطابق ہوا تھا۔۔ جان بوجھ کر سلطان احمد خان کے ہر راستے اور امید کو بند کیا گیا تھا۔ لیکن ختم نہیں کیا گیا تھا۔۔

سنی نے سلطان کے حال کو دیکھتے ہونٹ بھینچے۔۔۔ وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اپنے یار کو کیسے سمیٹے۔۔۔ کیسے اسکے جینے کی وجہ اسکے سامنے لائے۔۔۔ وہ خود بھی ہر چیز اچھے سے دیکھ چکا تھا۔

سلطان۔۔۔ پریشان نہ ہو یارا۔۔۔ بھابھی مل جائیں گیں جلد ہی۔۔۔

اسی وقت ضرار اور عیس فلیٹ میں داخل ہوئے تو سنی جلدی سے انکی طرف بڑھا۔۔وہ میسج پر پہلے ہی انہیں ساری صورتحال بتا چکا تھا۔صرف چند گھنٹوں میں سلطان احمد خان اپنا سب کچھ ہارا بیٹھا تھا۔

عیس اور ضرار نے سنجیدگی سے سلطان کا حال دیکھا۔
اور پھر سلطان ضبط کھوتے چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔۔۔

سلطان کے جاتے ہی ضرار اور عیس زور سے صوفے پر گرے۔

سنی یار کوک تو پلاؤ۔۔۔عیس نے فرمائش کرتے کہا۔تو سنی کو ان دونوں کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔۔اک کوک مانگ رہا تھا۔تو دوسرا موبائل کا فرنٹ کیمرہ آن کیے سیلفی لینے میں مصروف تھا۔

تم لوگوں کو دماغ خراب ہے کیا۔۔۔ سنی نے ضرار سے فون چھینتے عیس کی پونی بھی کھینچ دی۔ جس پر وہ دونوں اسے گھور کر رہ گئے۔

یہاں وہ پاگل ہوا پڑا ہے اور تم دونوں کن چکروں میں پڑے ہو۔۔۔ سنی نے دونوں کو لتاڑا۔۔۔ تو دونوں انجان بن گئے۔۔

جس پر سنی کو شک ہوا کہ دال میں کچھ نہیں بلکہ پوری دال کالی کی گئی تھی۔۔ تو وہ سیدھا ہوتا بیٹھ کر ہاتھ میں جوتا اٹھا گیا۔۔

اک منٹ ہے تم دونوں کے پاس اور مجھے ساری بکواس جاننی ہے۔۔۔

مجھے کیوں دھمکا رہے ہو۔۔۔ یہ ماسٹر مائنڈ پلینر بیٹھے ہیں۔۔ ان سے پوچھیں۔۔۔ میں تو خود اپنی بطخ کو ڈرا کر پوری رات لگا کر جان پایا

ہوں۔۔۔عیس نے ضرار کی طرف اشارہ کرتے مشعل کے نازک وجود کو یاد کرتے سرشاری سے کہا۔تو سنی کے ہاتھ میں موجود جوتا سیچ میں عیس کے گھٹنے پر پڑا۔۔

تیرا ٹھرک پن نہیں پوچھا تھا میں۔۔۔سنی نے گھورتے ہوئے بے شرم انسان کو دیکھا۔۔۔

اور تم گرے آنکھوں والے شروع ہو رہے ہو کہ میں شروع ہوں۔۔۔سنی نے اپنا رخ ضرار کی جانب کیا تو وہ دانتوں کی نمائش کر گیا۔۔۔

تم نہیں چاہتے کہ تمہارے یار کا نکاح ہو جائے۔۔۔ضرار نے الٹا سوال کیا۔تو سنی سے سچ میں وہ بھی جوتا کھا گیا جس پر عیس کی کلیجی کو ٹھنڈک و راحت پہنچ گئی۔۔۔

سالا۔۔۔ضرار سنی کو گھور گیا۔۔۔سیدھی بات بتا مجھے بس۔

سنی نے جوتا اور اونچا کرتے کہا۔۔تو ضرار نے ساری بات اسکے منحوس کانوں میں گوش گزاری۔جس پر سنی نے پر سکون ہوتے صوفے کی بیک سے ٹیک لگائی۔۔

پہلے نہیں بتا سکتے تھے تم دونوں کمینوں۔۔۔دکھ میں میری فروٹ چاٹ خراب ہو جاتی۔۔

سنی اٹھ کر کچن سے اپنی چاٹ لینے پہنچا۔۔تو دونوں سر نفی میں ہلا گئے۔۔۔

اسکو چاٹ کھانے دو کچھ دنوں بعد اسکی فروٹ چاٹ بننے والی ہے۔۔عیس نے کلثوم بیگم کی بات یاد کرتے کہا۔جس پر ضرار نے اسے دیکھا تو عیس کندھے آچکا گیا۔۔

اب کرنا کیا ہے۔۔۔سنے نے واپس آتے پوچھا۔۔۔۔

اب ہم نہیں بلکہ جو بھی ہو گا وہ میر خان کریں گئے۔۔۔ضرار نے کمینے پن سے کہا۔

تو عیس اسکے کمینے پن اسکو سلیوٹ کر گیا۔اور ضرار نے فون اٹھاتے میر خان کو کال ملا کر اگلا قدم اٹھایا۔۔

سب کچھ تو وہ ترتیب دے ہی چکا تھا۔ جس پر میر خان نے اسکا بھرپور ساتھ بھی دیا تھا۔اب بس میر خان کو شہر بلانا تھا۔۔

لیکن اس ساری پلینگ میں وہ تینوں یہ بھول چکے تھے کہ جس کی کوئین کو گم کرنے کی گستاخی وہ کر چکے ہیں۔۔وہ انہیں کیسی سزا دینے والا ہے۔۔۔ کیونکہ سلطان احمد خان اتنا بھی بے خبر نہیں تھا۔۔۔

رات کے دس بجے گاڑی میں وہ پر سکون سا بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

سالے، گدھے، کمینے۔۔۔۔

اپنے دوستوں کو یاد کرتے وہ دانت پیستا بڑ بڑا دیا۔۔۔

سالوں مجھے اپنی کوئین تک پہنچ لینے دو۔۔۔پھر تم لوگوں کا حساب کتاب کروں گا۔اور دیکھنا سلطان خان تم لوگوں کی دکھتی رگ پر کیسے پاؤں رکھتا ہے۔۔۔

علیزے کو یاد کرتے وہ سرشاری سے سیٹ پر سر ٹکا گیا۔

موبائل کی بیل پر سلطان نے آنکھیں کھول کر فون ریسیو کر کے کان سے لگایا۔۔۔

چھوٹے خان۔۔خانم فلیٹ میں ہی ہیں۔۔سلطان کے آدمی نے کہا تو سلطان کچھ سوچتے مسکرا دیا۔۔

ٹھیک ہے نعمان خان کو اسکی خانم سے ملوا دو۔۔سلطان نے حکم دیا۔

علیزے کی گمشدگی اسے سچ میں پاگل کر دیتی اگر وہ اپنے نمونوں کی باتیں نہیں سن پاتا۔ جس وقت وہ فلیٹ سے نکل رہا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی جب اسے یاد آیا کہ وہ اپنا موبائل روم میں ہی چھوڑ آیا ہے تو فون لینے کی غرض سے وہ واپس فلیٹ کے اندر داخل ہوا۔ لیکن اندر ہونے والی ان تینوں کی گفتگو سلطان کا خون کھولا گئی۔

سلطان کا دل کیا اندر جا کر ابھی سنی کے ہاتھ سے جوتا لے کر ان دونوں کو سینک کر رکھ دے۔۔ لیکن سلطان کو اب صرف جوتے نہیں بلکہ بڑا دھماکا کرنا تھا۔۔ جو ضرار اور عیس کبھی بھلا نہیں پاتے۔۔۔

مزید پلینگ جاننے کے لئے سلطان نے اپنے خاص آدمی نعمان خان کی تلاش میں گھوڑے دہرائے تو اسے نعمان خان کا نمبر ہی بند ملا۔۔

جس پر سلطان ضبط کر کے رہ گیا۔ لیکن وہ اتنی آسانی سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اسی لیے سلطان نے میر پور میں اپنے آدمیوں کو نعمان خان کی تلاش میں لگایا۔ تو سلطان کو پتہ چلا کہ نعمان خان لشکارے مارتا اپنی خانم سے ملنے کی تیاریوں میں ہے۔

تو سلطان نے ٹارگٹ کو چھوڑ کر طوطے پر فوکس کیا۔ کیونکہ نعمان خان کی جان ہی طوطے میں تھی۔ اور وہ طوطا نعمان خان کی خانم علینہ تھی۔

نعمان خان بچپن سے اپنے چھوٹے خان کے ساتھ سائے کی طرح تھا۔ اسی لیے سلطان خان نے ہمیشہ نعمان خان کو بھائی ہی سمجھا تھا۔ اور اسی لیے وہ فون بند کر کے بنا سلطان کو بتائے گاؤں جانے کی گستاخی پر صحیح سلامت تھا۔ ورنہ سلطان احمد خان ایسی گستاخی پر حشر بگاڑ دیتا۔۔ کیونکہ بات اسکی کوئین کی تھی۔۔

اوراس صورتحال میں جب سلطان نے علینہ (نعمان کی بیوی) کو ساری بات بتائی تو وہ خوشی خوشی اپنے چھوٹے سردار کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئی اور اسی لیے وہ بھی نعمان خان کو بنا بتائے سلطان خان کے پتے پر آ گئی۔

سلطان کے فون پر پھر آنے والی کال نے سلطان کو سوچوں سے نکالا۔ تو نعمان خان کی کال دیکھ وہ موبائل کو ہاتھ میں گھومانے لگا۔

اور پھر نعمان خان کی جان سولی پر لٹکانے کے بعد جب سلطان نے کال ریسیو کی تو نعمان خان کی بے تابیِ والی آواز سلطان کے دل کو ٹھنڈک پہنچا گئی۔

چھوٹے خان اب تو بتادیں میری خانم کدھر ہیں۔۔۔ نعمان خان نے بیچارگی سے کہا۔

تم کدھر ہو اس وقت۔۔۔۔ سلطان نے سامنے نظریں مرکوز کرتے پوچھا

۔۔۔

میں تو گاؤں میں ہوں۔۔۔ نعمان نے جلدی سے جواب دیا۔

میں کدھر رہتا ہوں۔۔۔ سلطانے نے دوسرا سوال کیا تو نعمان صبر کے گھونٹ پینے لگا۔اور یہ صبر اسے کرنا ہی تھا کیونکہ اس نے چھوٹے خان کو سچ نہ بتانے کی غلطی کی تھی

چھوٹے خان آپ شہر میں رہتے ہیں۔۔۔

اووہاں میں تو شہر میں رہتا ہوں۔۔۔ علینہ بھی ادھر ہی ہے دراصل اسے کچھ شاپنگ کرنی تھی نہ تو وہ شہر آگئی تھی۔

علینہ کے ذکر پر نعمان کا دل جہاں زور سے دھڑکا تھا وہیں اسکا دل کیا اپنا سر دیوار میں دے مارے۔۔وہ پورا دن ڈرائیور کر کے شہر سے گاؤں پہنچا تھا۔تاکہ اپنی خانم کا دیدار کر سکے۔۔۔اور اب علینہ شہر میں تھی۔اسکا مطلب اسے مزید صبر کرنا تھا۔۔

چھوٹے خان یہ غلط بات ہے۔۔۔نعمان نے رونے والا منہ بنایا۔

تمہیں لگتا ہے کہ میں کچھ غلط کر سکتا ہوں خان۔۔۔سلطان نے رعب دار انداز میں پوچھا۔تو نعمان منمنا گیا۔

چلو شاباش ریسٹ کرو۔۔مجھے اور بھی بہت کام ہیں۔۔

بنا کوئی نعمان کی بات سنے سلطان فون بند کر چکا تھا۔

وہ نعمان کو اتنا تو بتا چکا تھا کہ علینہ شہر میں ہے۔پر یہ بتانا بھول گیا تھا کہ علینہ تھوڑی دیر میں واپس گاؤں جانے والی ہے۔

پتہ نہیں یہ لوگ پوری بات کیوں نہیں سنتے۔۔۔سلطان نے کندھے آچکائے۔کیونکہ اسکی کوئی غلطی نہیں تھی۔

اوراب اسکاارادہ اپنی کوئین کو ملنے کا تھا۔جواس سے چھپی بیٹھی تھی..

تھوڑی دیر پہلے ہی اسکا آدمی سلطان کو ضرار کے فلیٹ میں علیزے کی موجودگی کنفرم کر چکا تھا۔اوراب سلطان کا رخ فلیٹ کی جانب تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد سلطان ضرار کے فلیٹ کے سامنے موجود تھا۔

کچھ عرصہ پہلے تک یہ فلیٹ سائیں سائیں کرتا تھا اور اب دو تتلیاں اس ویرانے کو اپنی چمک سے روشن کر چکی تھیں۔

سلطان نے گھڑی میں وقت دیکھا تو رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔اور اسی وقت سلطان کو اک مخصوص کال موصول ہوئی۔

چھوٹے خان کام ہو گیا۔۔۔

ٹھیک ہے جب تک میں نہ کہوں اندھیرا روشنی میں نہیں بدلنا چاہیے۔۔سلطان نے کال پر موجود شخص کو تاکید کی۔

علیزے اس وقت لاؤنج میں بیٹھی موبائل یوزر کر رہی تھی۔فلیٹ میں آئے ہوئے اسے تین دن ہو گئے تھے۔اور ان تین دنوں میں ضرار نے صرف اک دفعہ ہی چکر لگایا تھا۔

ضرار نے علیزے کو سب سمجھا کر اس کے سارے خدشے دور کیے تھے۔
علیزے جو اتنے دنوں سے بے چین تھی۔ ضرار کا نرم رویہ اور اپنے لیے
بے پناہ عزت دیکھ کر وہ پر سکون ہو گئی تھی۔ اور اسی لیے وہ بے فکری سے
لاؤنج میں بیٹھی منیزے کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔۔ جو تھوڑی دیر پہلے
مارکیٹ جانے کے لئے گھر سے نکلی تھی۔

علیزے لاؤنج میں بیٹھی بور ہونے لگی تو اس نے روم میں جانے کے سوچا۔
کیونکہ شبو بھی اپنے کاموں میں مصروف نجانے کہاں گم تھی۔ ورنہ
علیزے اسی سے باتیں کر کے ٹائم پاس کر لیتی۔

علیزے اٹھ کر اپنے اور منیزے کے مشترکہ روم میں آئی۔ ارادہ شاور لینے
کا تھا۔ کیونکہ آج صبح وہ شاور نہیں لے پائی تھی۔

ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر اور سلیو لیس شرٹ میں علیزے نے اپنے گرد موجود شال اتار کر بیڈ پر رکھی۔اور شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بالوں کو کیچر میں قید کرنے کی کوشش کر ہی رہی تھی۔کہ اچانک روم میں اندھیرا ہو گیا تو علیزے چونک گئی۔

لیکن جب پانچ منٹ گزرنے کے بعد بھی لائٹ نہ آئی تو علیزے کو سچ میں تشویش ہونے لگی۔کیونکہ وہ اس وقت فلیٹ میں اکیلی موجود تھی۔ منیزے ابھی تک واپس نہیں آئی تھی اور نہ ہی شبو کا کچھ اتا پتا تھا۔

نجانے کیوں علیزے کو اپنے پاس قدموں کی آہٹ سنائی دی۔۔اسے اپنے سوا بھی کمرے میں کسی کی موجودگی محسوس ہو رہی تھی۔۔

پر علیزے اپنا ڈر سمجھتی جلدی سے ڈور کے پاس گئی تا کہ روم سے باہر نکل کر شبو کو آواز دے سکے۔ لیکن وہ جسے اپنا ڈر سمجھ رہی تھی۔ نہیں جانتی تھی کہ اک سایہ حقیقت میں اسکے کمرے میں موجود ہے۔

علیزے نے ڈور کو کھولنا چاہ تھا پر ڈور لاک تھا۔۔ڈور کو کھلتے نہ دیکھ کر حقیقی معنوں میں علیزے کی جان ہوا ہوئی۔ وہ موبائل بھی لاؤنج میں چھوڑ آئی تھی ورنہ موبائل کی روشنی ہی علیزے کو سہارا دے دیتی۔

کمرے کا اندھیرا اور جان لیوا خاموشی علیزے کی جان تو ہوا کر ہی چکی تھی کہ وہ بامشکل چلتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل تک واپس گئی۔

کمرے میں موجود زی روح اچھے سے اپنے سامنے موجود نازک جان کی حالت سے واقف تھا۔ پر اتنی سزا تو بنتی تھی۔

سلطان نے اپنی جیکٹ کی جیب سے کلون نکال کر خود پر چھڑکا۔اور یہ کام اس نے سامنے والی کی حالت کو مزید پتلا کرنے کے لیے جان بوجھ کر کیا تھا۔

روم میں اچانک جانی پہچانی خوشبو محسوس کر کے علیزے کانپ گئی. اپنے ذہن میں موجود انسان کی موجودگی کا سوچ کر ہی علیزے کا دل کانپ اٹھا۔ ڈر کے مارے کانپتے ہوئے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

جس انسان کو آج تک وہ صرف نیند میں محسوس کرتی آئی تھی۔اس میں بلکل حوصلہ نہیں تھا کہ اس انسان کو اپنے سامنے دیکھ پاتی۔

کون ہے کمرے میں۔۔۔۔علیزے ڈرتے ہوئے بولی۔۔۔

اندھیرے میں سامنے کاؤچ پر بیٹھا سلطان علیزے کی آواز میں ڈر کو محسوس کرتے گہرا مسکرایا۔۔۔

پلیز بتاؤ کون ہے۔۔۔وہ تقریباً رو دینے کو تھی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ سچ میں رو پڑتی روم میں جلنے والی لائٹر کی روشنی اسے اپنی طرف متوجہ کر گئی۔

بلیک جیکٹ پہنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے نیلی آنکھیں غور سے ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ نیچے بیٹھی علیزے کو دیکھ رہیں تھیں۔

علیزے نے ساکت آنکھوں سے اپنے سامنے بیٹھے انسان کو دیکھا۔ جس کو آج تک اس نے صرف نیند میں ہی جانا تھا۔

کالی آنکھوں میں چمکتے آنسو کھلے میرون گنگریالے بالوں کے ساتھ زمین پر بیٹھی علیزے اپنے ہوش گنوا چکی تھی۔

کسی روبوٹ کی طرح وہ اٹھ کر چلتے ہوئے سلطان کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

ہاتھ بڑھا کر علیزے نے اپنے سامنے بیٹھے انسان کی حقیقت کو محسوس کرنا چاہا تو سلطان اسکی بے خبری پر دانتوں تلے لب دبا گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا جب وہ ہوش میں لوٹے گی تو سچ میں ہوش کھو دے گی۔

علیزے نے جب سلطان کے چہرے کو ہاتھ لگایا تو وہ چونک گئی۔۔ کیونکہ وہ خواب نہیں بلکل حقیقت میں موجود تھا۔

ہوش میں آتے ہی اس سے پہلے وہ لڑکھڑا کر گرتی سلطان نے کھڑے ہوتے علیزے کو کمر سے تھام لیا۔

لیکن وہ سچ میں ہوش گنوا کر بے ہوش ہو چکی تھی۔

میرا چوزہ۔۔۔۔ لمبی پلکوں پر چمکتے آنسو کے ساتھ سلیولیس شرٹ میں اپنی کوئین کو دیکھ کر سلطان ائیں رو آ چکا گیا۔

سلطان کا بس چلتا اپنی باہوں میں موجود دلکش وجود کو اپنی قربت سے مہکا دیتا۔ لیکن ابھی اسے کل تک کا صبر کرنا تھا۔

علیزے کو بانہوں میں اٹھاتے سلطان نے بیڈ پر لٹایا۔ اور موبائل نکال کر اک میسج کیا۔ اور ٹھیک اک منٹ بعد کمرے کی لائٹ واپس آ چکی تھی۔

سلطان نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلاس سے پانی کے چند قطرے علیزے کے منہ پر گرائے تو علیزے بامشکل آنکھیں کھول پائی۔ لیکن اپنے دائیں جانب موجود زی روح انسان کو دیکھ کر وہ اچھل پڑی۔۔۔

علیزے نے حیرانی سے اپنے سامنے کھڑے سلطان کو دیکھا۔

جس نے اپنے چہرے کا ماسک اتار علیزے کے دل کی دھڑکنیں روک دیں تھیں۔

بیڈ پر آدھی لیٹی اور بیٹھی وہ بلکل ساکت تھی۔ پچھلے دو سالوں کا خواب آج حقیقت کے روپ میں اسکے سامنے موجود تھا۔

ہڑ بڑاتے ہوئے علیزے بیڈ سے اٹھنے لگی۔اس سے پہلے کے وہ اٹھ پاتی۔ سلطان اسے ٹانگ سے کھینچتے ہوئے بیڈ پر پھر لٹا چکا تھا۔

علیزے کے بیڈ پر گرتے ہی سلطان نے علیزے کے بازو اپنے ہاتھ میں جکڑ کر اوپر پن کیے۔اور اپنی ساکت نیلی آنکھیں علیزے کی پھیلی کالی آنکھوں میں گاڑھیں۔۔۔۔۔

آپ جانتیں تھیں نہ کہ بندہ ناچیز آپکا دیوانہ ہے۔۔۔علیزے کے چہرے کو دیکھتے سلطان نے سرد تاثرات سے پوچھا۔۔۔

لیکن علیزے کی زبان تالو سے چپک چکی تھی۔اور چہرے پر صرف ہوائیاں اڑی ہوئیں تھیں۔

بکھرے بال اور پسینے سے شرابور چہرے کے ساتھ اپنے بکھرے حلیے میں علیزے بامشکل سانس لے پا رہی تھی۔ کہاں وہ ہر وقت گاؤن میں رہنے والی لڑکی اس وقت اک مرد کی بانہوں میں بے سدھ پڑی تھی۔اور یہ قربت اسکے لیے جان لیوا ثابت کو رہی تھی۔۔۔

سلطان نے علیزے کی خراب حالت دیکھی تو اس کے ہاتھ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔۔

علیزے سلطان کو پیچھے ہٹتے دیکھ تیزی سے کھڑی ہوئی اور اپنی شال اٹھا کر خود کے گرد لپیٹ گئی۔

سلطان علیزے کی کاروائی کو ملاحظہ کرتے کاؤچ پر جا بیٹھا۔۔
ادھر آئیں۔۔۔۔

علیزے جو ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ جڑ کر کھڑی تھی سلطان کی طرف سے ملنے والے نئے حکم کو سن کر رونے والی ہو گئی۔
وہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ سامنے والا کیوں اس پر حاوی ہوتا جا رہا ہے۔ کہ وہ اپنے حق میں احتجاج بھی نہیں کر پا رہی۔۔۔

علیزے میں آپ سے کچھ کہہ رہا ہوں۔۔۔ سلطان نے علیزے کو وہیں کھڑے دیکھ کر پھر کہا۔ تو علیزے آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے سلطان کے قریب چلی گئی۔

یہاں بیٹھ جائیں۔۔۔ کھا نہیں جاؤں گا اپکو۔۔۔ سلطان نے علیزے کو کانپتے دیکھ کر کہا۔ تو وہ ڈرتے ہوئے کنارے پر بیٹھ گئی۔

علیزے کو کانپتے دیکھ کر سلطان نے گہری سانس خارج کی۔ وہ اسے خود سے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ناچاہتے ہوئے بھی پچھلے کچھ گھنٹوں کی وحشت وہ کنڑول نہیں کر پا رہا تھا۔

اور اب علیزے کی سسکیوں نے سلطان کو مزید بے چین کیا

علیزے۔۔۔۔۔

وہ جو رونے میں مصروف تھی سلطان کی زبان سے اپنے نام کی پکار سن کر نظریں اٹھا گئی۔۔

اور پھر سلطان احمد خان سب بھلائے اپنی کوئین کے قدموں میں بیٹھ چکا تھا۔

اپنے گرد شال لپیٹے بکھرے لمبے بالوں میں سرخ چہرے کے ساتھ وہ حیران کن نم آنکھیں سلطان پر ٹکا گئی۔۔

سلطان نے علیزے کی نم سرخ آنکھوں کو دیکھتے مشکل سے اپنے دل کو سنبھالا۔۔۔۔

لیزے ے ے۔۔۔مجھے مجبور نہیں کریں کہ سب بھلائے اپکو خود میں قید کرلوں۔۔۔پھر یہ رونا بھلا کر آپ سانسوں کو فکر میں لگ جائیں گیں۔۔۔

سلطان نے گہرے لہجے میں کہا تو علیزے کا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا۔۔

یہ سب کرنے کی کیا وجہ تھی۔۔۔سلطان نے علیزے کے چہرے پر حیا کی لالی کو دیکھا۔۔۔جو خاموش نظریں جھکائے لب چبائے جا رہی تھی۔۔۔

علیزے نہیں کریں ورنہ میں خود سے کنڑول کھو دوں گا اور پھر نکاح کل کی بجائے آج ہی فرض ہو جائے گا۔۔سلطان نے آنکھوں کو بند کرتے علیزے کی خوشبو کو محسوس کیا۔۔۔تو علیزے پھر رونے والا منہ بنا گئی جو اپنی شخصیت کے ساتھ ساتھ اپنے لفظوں سے بھی اسکی جان نکالنے میں لگا تھا۔۔۔

علیزے کو پھر رونے کی تیاری میں دیکھتے سلطان اٹھ کر جا کر کاؤچ پر بیٹھا۔۔۔اگر اپنی کوئین کی آواز سنی تھی تو پہلے فاصلہ کرنا ضروری تھا۔

سلطان کو دور بیٹھتے دیکھ کر علیزے نے اپنی رکی ہوئی سانس بحال کی۔

میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔سب منیزے اور ضرار بھائی نے کیا ہے۔۔علیزے نے منمناتے کہا۔کیونکہ اتنا تو وہ جان چکی تھی۔کہ یہ نیلی آنکھوں والا بھیڑیا سب کچھ جانے بنا اسے بخشے گا نہیں۔۔۔

انہوں نے کہا اور آپ نے کر لیا۔۔اک دفعہ خیال نہیں آیا کہ مجھ پر کیا گزرے گی۔۔نہ چاہتے ہوئے بھی سلطان اپنی حالت بیان کر گیا۔۔

علیزے نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا۔۔وہ نہں جانتی تھی کہ سامنے بیٹھا خوبصورت مرد کیوں اس سے محبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔۔۔ایسے نہیں دیکھیں۔۔۔

جانتا ہوں آپکے دل میں بہت سوال ہیں۔۔اپکے سب سوالوں کے جواب اپکو کل مل جائیں گئے۔ کل دل بڑا کر کے ائے گا۔ کہ اپکو سلطان احمد خان کی ملکیت میں جانا ہے۔

اور میں کل آپکو بلکل بھی نہیں بخشنے کا ارادہ رکھتا۔۔۔

لیکن اب جانے کا وقت ہے۔۔۔سلطان نے آخری نظر علیزے کو غور سے دیکھا اور اک دفعہ پھر کمرے میں مکمل اندھیرا چھا گیا۔ جو علیزے کو پھر چوکنے پر مجبور کر گیا۔۔

لیکن اس دفعہ لائٹ کچھ سیکنڈز بعد واپس آچکی تھی۔اور کمرے میں علیزے اکیلی رہ گئی تھی۔۔اپنا ڈر بکھیرتا نیلی آنکھوں والا جا چکا تھا۔

علیزے جو تھوڑی بہت فکروں سے آزاد ہوئی تھی لیکن اب سلطان سے براہِ راست ملاقات اسے خوف میں مبتلا کر چکی تھی۔اور پھر سلطان کی معنی خیز باتیں حقیقی معنوں میں علیزے کی جان سولی پر لٹکا گئیں۔۔۔

لیزو کہاں ہو۔۔۔۔۔

علیزے جو اپنی سوچوں میں گم تھی باہر سے آتی منیزے کی آواز پر چونکی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی منیزے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

لیزو۔۔۔ منیزے نے علیزے کو مخاطب کیا۔۔

۔

ہاں۔۔۔تم اتنی لیٹ کیوں آئی۔۔علیزے اٹھ کر منیزے کے گلے لگی۔۔۔

کیا ہوا ہے لیزو۔۔۔۔ منیزے کو اسکی حالت تشویش میں مبتلا کر گئی۔۔۔۔ منیزے نے خود سے ہٹاتے علیزے کو اپنے سامنے کیا جو رونے میں مصروف تھی۔۔۔

لیزو۔۔۔میری جان کیا ہوا ہے۔۔۔۔ منیزے نے جلدی سے اسے بیڈ پر بٹھایا جو سسکیاں بھرے جا رہی تھی۔۔۔

تم کدھر رہ گئی تھی۔۔۔لائیٹ بھی چلی گئی تھی میں اتنا ڈر گئی تھی۔۔۔علیزے نے آنسو صاف کرتے کہا۔۔ نجانے کیوں وہ اسے سچ نہیں بتا پائی تھی۔۔

سوسوری میری چندا۔۔۔میری گاڑی اچانک خراب ہو گئی تھی اور پھر تمہارا کل کے لیے ڈریس اور ہم تینوں کے لیے ڈریس لینے میں بہت وقت لگ گیا۔۔۔لیکن یہ شبو کدھر تھی جو تم اکیلی تھی۔۔۔

منیزے نے اپنے لیٹ ہونے کی وجہ بتانے کے ساتھ ساتھ شبو کا پوچھا۔۔۔تو علیزے نا معلومی سے سر ہلا گئی۔۔

تم فریش ہو میں زرا اسکی خبر لیتی ہوں۔۔اور پھر آکر تمہیں تمہارا ڈریس دکھاتی ہوں۔۔۔ منیزے علیزے کے آنسو صاف کرتی اٹھی اور اسے ڈریس تھما کر واشروم میں چھوڑ کر خود شبو کی کلاس لینے چلی گئی۔۔۔

یہ اک فلیٹ کے ہال کا منظر تھا۔ جہاں اس وقت ہنگامہ برپا تھا۔اور یہ ہنگامہ کوئی عام ہنگامہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ شور وغل سلطان احمد خان کے نکاح کی خوشی میں تھا۔۔۔

ضرار وہ گدھی کدھر ہے۔۔۔میر خان نے صوفے پر بیٹھے بے چینی سے پوچھا۔۔۔

میر خان صبح ہی اپنے لاڈلے پوتے کی نکاح کی پلینگ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے گاؤں سے شہر آچکے تھے۔اور ابھی وہ سب فارم ہاؤس جانے کے لیے نکلنے والے تھے۔ کیونکہ نکاح کا سارا انتظام وہیں ہونے والا تھا۔

آغا جان وہ گدھی بھابھی کو ڈھونڈنے نکلی ہوئی ہے کل رات کی۔۔۔عیس نے اپنے بالوں کو جوڑے میں قید کرتے میرے خان کے انداز میں ہی جواب دیتے سلطان کو گدھے سے گدھی بنایا۔۔۔

جبکہ سنی اس وقت اپنے چاروں کے ڈریس گاڑی میں رکھوا رہا تھا۔اور ضرار فون پر فارم ہاؤس کی ڈیکوریشن کے انتظامات مکمل کروانے میں مصروف تھا۔۔

اب اسے سب بتا دیتے ہیں۔۔اغا جان نے اپنے پوتے کی حالت پر ترس کھاتے کہا۔۔۔

بلکل نہیں آغا جان اتن ساری پلینگ کرنے کے بعد آخر پر ہم اپنی پول کھول کر اپنی شامت نہیں بلاوا سکتے۔۔۔ضرار نے فون بند کرتے پاکٹ میں ڈالتے کہا۔۔۔

ہماری شامت نہیں بلکہ بس تیری شامت آنے والی ہے۔۔۔ سنی نے ضرار کی درستگی کی جس پر وہ اسے گھور گیا۔۔۔

شکریہ ادا کرو میرا، جو یہ دن دیکھنا نصیب ہو رہا ہے ورنہ وہ تو آ چکا تھا بھابھی کے سامنے خود۔۔۔ضرار نے اتراتے ہوئے کہا۔۔

جس پر عیس اور سنی بلکل امپریس نہیں ہوئے تھے۔۔کیونکہ اتنا تو وہ جانتے تھے کہ سلطان اب ضرار کے سامنے تو ضرور آئے گا۔۔

اور پھر ساری بحث بعد پر ڈال کر وہ سب فارم ہاؤس جانے کے روانہ ہو چکے تھے۔اور لڑکیوں کو لانے کی زمہ داری سنی کو سونپی گئی تھی۔کیونکہ اگر ضرار یا عیس جاتے تو ضرور نکاح کا فنکشن لیٹ ہو جاتا۔۔۔

اک ساتھ کئی گاڑیاں فارم ہاؤس میں رکیں تھیں۔جہاں پہلے ہی کچھ لوگ موجود کام کر رہے تھے۔یہ فارم ہاؤس ہر عام فارم ہاؤس سے زرا ہٹ کر بنایا گیا تھا۔کیونکہ یہ فارم ہاؤس شہر سے باہر تھا۔اور چار پورشن پر مشتمل تھا۔ان تینوں نے مل کر سلطان کے پورشن کو دل کھول کر سجایا تھا۔۔۔یہ الگ بات تھی کہ سلطان اس سرپرائز کے بعد انکی شامت لانے والا تھا۔۔۔

سنی چاروں لڑکیوں کو فارم ہاؤس میں اتار کر خود پھر جا چکا تھا۔۔۔اور آج اس نے ائرہ کو صرف دیکھنے پر اکتفا کیا تھا۔۔ کیونکہ ابھی بہت کام تھا۔۔۔

مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔اپنے سامنے موجود اس عالی شان فارم ہاؤس کو دیکھتے علیزے نے ڈرتے ہوئے کہا۔

ہم تمہارے ساتھ ہیں پھر ڈر کیسا۔۔۔ مشعل نے ببل چباتے علیزے کے حوصلے بلند کرنے چاہیں۔۔تو وہ تینوں مڑ کر اچھنبے سے مشعل کو دیکھنے لگیں۔جو خود زرا زرا سی بات پر کانپنے لگتی تھی۔۔ان تینوں کے دیکھنے پر مشعل کھسیانی ہنسی ہنسنے لگی۔۔۔

مجھے نہ گھورو۔۔۔فارم ہاوس کے ڈیزائن کو دیکھو۔۔۔

وہ اس وقت چاروں فارم ہاؤس کے مین گیٹ پر کھڑے اندر معائنہ کرنے میں مصروف تھیں۔ جہاں فارم ہاؤس کے اندر چار بڑے بڑے پورشن بنائے گئے تھے۔ اور ہر پورشن پر بڑے بڑے انداز میں ان چاروں کے نام کے پہلے پہلے حروف درج تھے۔۔۔ جو پورشن کے مالک کی پہچان ظاہر کرتے تھے۔۔۔

یہ چاروں ہمیشہ اک جیسا کام کیوں کرتے ہیں۔۔۔ ائرہ نے نام پڑھتے استفسار کیا۔۔۔

کیونکہ وہ چاروں دوست نہیں بلکہ اک جان ہیں۔۔۔ منیزے نے علیزے کا ہاتھ تھامتے سلطان کے پورشن کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔ کیونکہ اس کم عرصے میں اتنا تو وہ جان چکی تھی۔ کہ وہ چاروں اک دوسرے کے بنا ادھورے ہیں۔۔

سلطان کے پورشن میں قدم رکھتے ہی وہ چاروں چونک سی گئیں۔پورے پورشن کو سفید پھولوں سے سجایا جارہا تھا۔اور ابھی ڈیکوریشن مکمل نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ سب اتنا پیارا لگ رہا تھا۔۔۔

ہائے ے یہ کتنا پیارا ہے۔۔۔ائرہ اور مشعل اک ساتھ بولیں۔۔

اتنے میں بالوں میں ہاتھ پھیرتا عیس سامنے سے آتا دیکھائی دیا۔جو شاید فارم ہاؤس کی بیک سائیڈ پر گیا ہوا تھا۔

آپ لوگ کب آئیں۔۔۔عیس نے مشعل پر نظریں جمائے پوچھا۔

جواسے دیکھ کر ائرہ کے پیچھے چھپنے کی کوششوں میں تھی۔وہ بلکل بھی عیس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

بس ابھی آئے ہیں بھائی۔۔ منیزے نے چاروں اطراف دیکھتے کہا۔۔۔ چلیں آئے اپکو روم میں چھوڑ دوں۔۔۔بیوٹیشن آچکیں ہیں۔۔۔

تو وہ چاروں سر ہلا کر عیس کے پیچھے چل دیں۔۔۔

عیس انہیں لیے دائیں جانب کے دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔۔

جہاں دو بیوٹیشن بیٹھیں انکا ہی انتظار کر رہیں تھیں۔۔

وہ چاروں روم میں داخل ہوئیں اور اپنے حجاب اتارنے لگیں۔ کیونکہ سامان تو انکا پہلے ہی یہاں پہنچ چکا تھا۔

مشعل بات سنو۔۔۔ عیس نے مشعل کو مخاطب کیا تو وہ نفی میں سر ہلاتے منیزے کے پیچھے چھپ گئی۔

تو عیس مشعل کی چھپنے والی عادت پر دانت پیس گیا۔

ابھی رات پہلے وہ اسے اچھی طرح خود کی محبت کا احساس دلا کر آیا تھا۔۔ لیکن وہ پھر پہلے جیسا بیہیو کرتی عیس کا پارہ ہائی کر رہی تھی۔۔۔

منیزے نے اک نظر عیس کے غصے بھرے چہرے پر نظر ڈال کر اپنے پیچھے چھپی مشعل کو دیکھا۔ جو عیس کی طرف دیکھنے سے بھی ڈر رہی تھی۔

بھائی آپ جائیں میں بھیجتی ہوں اسے۔۔۔ منیزے نے عیس کو فلحال بھیجنا چاہا کیونکہ بیوٹیشن معنی خیز نظروں سے دیکھتی مسکرا رہی تھیں۔۔۔

توعیس اپنی چھوٹی سی بیوی پر اک خونخوار نظر ڈال کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

کیوں بھائی کو غصہ دلاتی ہو۔۔۔ منیزے نے ڈپٹتے ہوئے پوچھا۔تو مشعل منہ بسور گئی۔اب مشعل اسے کیا بتاتی کہ وہ دیو کیسے اسکی جان نکالتا ہے۔۔۔

فلحال، منیزے سر جھٹک کر علیزے کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔

سلطان اس وقت جیولری شاپ میں بیٹھا اپنی کوئین کے لیے گفٹ سلیکٹ کر رہا تھا۔ وہ کل رات واپس فلیٹ نہیں گیا۔۔ بلکہ علیزے سے ملنے کے بعد وہ جا کر ہوٹل میں رات گزار آیا تھا۔ کیونکہ اب وہ اپنی ملی ہوئی کوئین ڈھونڈ کر وقت ضائع کرنے سے رہا۔۔

گفٹ سلیکٹ کرنے کے بعد سلطان نے پیک کرنے کا بول کر پیمنٹ کی اور فلیٹ کی جانب گاڑی موڑی۔ کیونکہ اسکی انفارمیشن کے مطابق آغا جان آ چکے تھے۔۔

سلطان نے گاڑی فلیٹ کے باہر کھڑی کر کے اندر کی جانب قدم اٹھائے۔ تو حال میں اسے سناٹا ملا۔

یہ سب کہاں گئے۔۔سلطان چونکنے کی اداکاری کرتے بلند آواز میں گویا ہوا۔۔

ابھی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ پاتا اس سے پہلے ہی اسے اپنے پیچھے سے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔۔۔

برخوردار سلطانی۔۔۔۔میر خان نے رعب دار انداز میں پکارا۔۔۔

جوسنی کے ساتھ کچن میں کھڑے نوڈلز جیسی بلا کو بنتا پہلی دفعہ دیکھ رہے تھے۔سلطان کو دیکھ کر پکار بیٹھے۔۔۔

سلطان نے مڑ کر کچن میں دیکھا جہاں وہ اسے ہی غصے سے دیکھ رہے تھے۔۔۔

میر خان کچن سے باہر نکلے تو سلطان جلدی سے آگے بڑھ کر انکے گلے جا لگا۔۔۔

آغا جان آپ لیٹ کیوں آئے۔۔۔سلطان نے لاڈ سے کہا تو میر خان الجھے۔۔۔

جبکہ سنی بھی اپنا نوڈلز کا باؤل اٹھا کر باہر نکل آیا۔۔

تمہارے کو کیسے پتہ کہ میں آنے والی۔۔۔۔میر خان کی خود کے لیے زنانہ اردو سن کر سنی نے بامشکل اپنا قہقہ ضبط کیا۔ جبکہ سلطان نے شکوہ بھری نظروں سے انکی طرف دیکھا۔۔۔

میر خان سلطان کے دیکھنے کے انداز پر سمجھ چکے تھے کہ انکی سلطانی سب جانتی ہے۔

البتہ سنی بھی معاملے کی نوعیت سمجھتا وہاں سے کھسکنے کی کوشش میں تھا۔۔سلطان نے اسے بروقت گردن سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔۔۔

جس کے اتنے کمینے یار ہوں وہ کیسے لاپرواہ رہ سکتا ہے۔۔۔سلطان نے زور سے سنی کی کمر میں مکہ مارا جس پر وہ کراہا کر رہ گیا۔۔۔

سالے میرا کوئی قصور نہیں یہ اس لمبے بالوں والی باجی اور گرے آنکھوں والے کی ساری آؤ ملی بھگت تھی۔۔۔ سنی نے اپنی گردن چھڑاتے دہائی دی۔۔۔

سلطان چھوڑ بچی کو۔۔۔ میر خان نے سلطان سے سنی کو بچاتے جب بچی کہا ۔تو سنی اور سلطان کا ہال میں قہقہہ گونجا۔۔۔

تمہیں اس لیے سستے میں بخش رہا ہوں کہ تم لاعلم تھے میری طرح۔۔۔ سلطان نے سنی کی زور سے گردن دباتے چھوڑی تو سنی گھور کر رہ گیا۔۔

آپ بتائیں ملے اپنی بہو سے۔۔۔۔ سلطان نے میر خان کو صوفے بیٹھاتے اشتیاق سے پوچھا۔۔۔

تو میر خان ناراضگی سے منہ موڑ گئے۔۔۔

جب میں تمہارے سے پوچھا کہ تم زنانہ کالج کیوں جاتی۔۔۔تو جھوٹ بول دیا۔۔میرے بلانے پر حویلی بھی نہیں آئی۔۔۔یہ تو ضرار بچے نے ہمارے کو سب بتایا تو ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے زنانہ کالج جانے کی وجہ کیا ہے۔۔۔۔میر خان نے اک ساتھ سلطان کو سب یاد دلایا۔۔

اپکو پتہ ہے نہ ہمارے کام کے بارے۔۔پھر بھی ناراض ہو رہے ہیں۔۔۔یہ کام کا بوجھ ہی تھا جو میرے غفلت برتنے پر یہ کمینے بازی مار گئے ہیں۔۔۔سلطان نے دانت پیستے ضرار کو یاد کیا۔۔۔۔

ابھی ہمارے کو تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔ ہم یہاں اپنی بہو کے لیے آئی ہے اور اس سے مل کر واپس چلی جائے گی۔۔ تم کو اگر ہمارے سے بات کرنی ہے تو میر پور آ جانا۔۔۔ میر خان سلطان کو پرے کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔

چلو سنی پتری چلتے ہیں۔۔۔ میر خان نے سلطان کو مکمل نظر انداز کرتے سنی کو مخاطب کیا۔۔ تو سنی کسی ہیرو کی طرح اپنی جیکٹ اٹھاتے میر خان کا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

مسٹر سلطان آپکا آج کا ڈریس آپکی وارڈروب میں پڑا ہے۔۔۔ سنی نے مڑتے ہوئے سلطان کو بتایا تو سلطان غصے سے غرا اٹھا۔۔۔

لیکن سنی جا چکا تھا۔۔۔

آغا جان آیا ہوں۔۔ائی ہوں نہیں ہوتا مرد کے لیے۔۔ سنی نے گاڑی سٹارٹ کرتے میر خان کی تھوڑی دیر پہلے والی غلطی درست کرنی چاہی۔تو میر خان اک زور کی سنی کی گردن پر جھڑ گئے۔۔۔

چپ کر کے گاڑی چلاؤ بڑی آئی استانی۔۔۔۔میر خان نے سلطان کا غصہ سنی پر اتارا تو سنی کو اپنی غلطی درست کرنے والی غلطی شدید پچھتاوا ہوا۔۔۔

مشعل ڈرتے ہوئے روم سے باہر نکلی۔۔۔جسے زبردستی منیزے نے کھانا لینے کے لیے بھیجا تھا۔۔کیونکہ وہ عیس کے ڈر سے باہر ہی نہیں نکل رہی تھی۔۔۔

وہ ڈرتے ہوئے ہال میں آئی تو وہاں کچھ آدمی ڈیکوریشن کرنے میں مصروف تھے۔۔۔ مشعل کو آتے دیکھ کر اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔۔

مشعل اتنے سارے آدمیوں کو اپنی طرف تکتا پا کر خود میں سمٹی۔اور عیس کی تلاش میں نظریں دہرانے لگی۔۔۔

آنکھیں سلامت نہیں چاہیے تم لوگوں کو کیا۔۔۔۔عیس سب کو مشعل کو دیکھتا پا کر غراتے ہوئے بولا۔۔۔تو وہ ڈر سے آنکھوں کو جھکا کر کام میں مصروف ہو گئے۔۔۔

عیس جو بیک سائیڈ پر ڈیکوریشن کروانے میں مصروف تھا۔ہال کی ڈیکوریشن کو دیکھنے کے لیے اس طرف آرہا تھا۔کہ ہال کے بیچ و بیچ مشعل کو

کھڑے دیکھ کر اسکا خون کھول اٹھا۔جو ڈوپٹہ گلے میں ڈالے اتنے آدمیوں کے سامنے دعوتِ نظارہ بنی کھڑی تھی۔۔۔۔

عیس مشعل کا ہاتھ تھام کر اسے اک کمرے میں لے کر آیا۔۔۔اور زور سے دروازہ بند کرتے اسے دروازے کے ساتھ کھڑا کیا۔۔

تمہارا دماغ خراب ہے جو ایسے غیر مردوں کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔عیس نے بگڑے تیوروں سے مشعل کو دیکھا۔۔۔

جو پہلے ہی عیس کے خطرناک تیوروں سے کانپ رہی تھی۔۔۔

میں بس کھانا۔۔۔۔

تم جان بوجھ کر میرا میٹر شارٹ کرتی ہو اور پھر مگرمچھ کے آنسو بہا کو خود مظلوم بن جاتی ہو۔۔۔یہ کیوں لیا ہے جب اسکا استعمال نہیں کر سکتی ۔۔۔عیس بے انتہا غصے سے ڈھاڑا۔۔۔

مشعل جو پہلے عیس کے غصے کی وجہ سے لرز رہی تھی اسکی دھاڑ پر اچھل پڑی۔۔۔

مشعل کو ڈرتے دیکھ کر عیس نے ہاتھ سے اپنے ماتھے کو چھوتے خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔۔۔اور مشعل کو اک نظر دیکھا۔۔۔

جو مشکل سے اسکے سینے تک آتی تھی اور اب اپنا سر نیچے گرائے زمین کو سجدہ کرتی سسکیوں میں مصروف تھی۔۔

مشعل کو بری طرح روتے دیکھ کر عیس نے آگے بڑھ کر اسے اپنی گود میں اٹھالیا۔۔۔ لیکن پھر بھی مشعل نے ہاتھ اپنی آنکھوں سے نہیں ہٹائے تھے اور نہ ہی عیس کیطرف دیکھا تھا۔۔۔۔

عیس چلتے ہوئے جا کر صوفے پر بیٹھا۔۔۔اور مشعل کو اپنی گود میں بٹھا کر خود صوفے کی بیک سے ٹیک لگا گیا۔اور اک نظر کمرے کے خواب ناک ماحول کو دیکھنے لگا۔۔

یہ کمرا خاص سلطان کے لیے ان تینوں نے مل کر سجایا تھا۔۔پورے کمرے میں گلاب کے پھول اور سفید پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ہر طرف خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔۔۔

کمرے سے نظر ہٹا کر عیس نے اک نظر اپنی گود میں بیٹھی اپنی روتو بیوی کو دیکھا۔۔۔جو ریڈ سوٹ میں ڈوپٹے بے نیاز اسکی گود میں بیٹھی بس بچوں کی طرح ہچکیاں بھر رہی تھی۔۔۔

عیس نے گہری سانس لیتے مشعل کے ہاتھ اسکی آنکھوں سے ہٹائے اور اسکے چہرے کو اوپر اٹھایا۔۔۔

سفید چہرہ رونے کے باعث سرخ ہو چکا تھا۔اور آنکھوں پر لگا مسکارا پھیل چکا تھا۔عیس نے غور سے مشعل کی جانب دیکھا جو خاموش نظریں جھکائے آہستہ آہستہ ہچکیاں لیتی لرز رہی تھی۔۔۔

یقیناوہ اپنا رونا کنٹرول کرنے کی کوشش میں تھی۔۔۔

عیس نے اسکی معصومیت بھری حرکت پر مشعل کو اپنی طرف کھینچتے صوفے پر لٹایا اور خود اسے پر جھکتے سایہ فگن ہوا۔۔۔تو مشعل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔۔

وہ رونا بھلا کر اپنے سر پھیرے بندے کو دیکھنے لگی۔۔۔

مشعل کی پھیلی آنکھوں کو دیکھتے عیس نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔۔۔

روگی اب۔۔۔عیس نے سنجیدگی سے دیکھتے مشعل کے چھوٹے سے ہونٹوں کو انگھوٹے سے چھوتے پوچھا۔۔۔

تو وہ جلدی سے نفی میں سر ہلا گئی۔۔۔۔

میں جب بلایا تھا تب آئی کیوں نہیں تھی۔۔۔عیس نے تھوڑی دیر پہلے اسکا چھپنا اور سب کے سامنے انکار کرنا یاد دلایا تو مشعل خود کو کوستے سختی سے انکھیں میچ گئی۔۔۔

تمہیں رونا بہت پسند ہے نہ چلو تھوڑا سا لزت بھرا رولاتا ہوں تمہیں۔۔تاکہ تمہارے رونے پر میں تکلیف میں نہیں بلکہ مدہوشی میں مبتلا ہونا پسند کروں۔۔۔عیس نے جھکتے ہوئے مشعل کے کان میں بے باک سرگوشی کی تو مشعل کے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔۔۔

عیس پلیز۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ اس دیو کو روک پاتی۔۔۔وہ انکھیں بند کرتا مشعل کے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔۔۔

عیس کے لمس کو محسوس کرتے ہی مشعل کی دھڑکنوں میں وبال سا مچا۔۔۔عیس نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے بے خود ہونے لگا۔۔۔نرمی سے مشعل کے بالائی ہونٹ کو اپنی گرفت میں لیتے وہ مشعل کو لرزا گیا۔۔اپنے وجود میں اس میٹھے لمس کو محسوس کرتی مشعل بے قابو ہوتے ہوئے مزاحمت کرنے لگی۔۔لیکن عیس اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں قید کرتا کمر سے شرٹ ہٹا کر بے باک حرکت کرنے لگا۔۔۔

عیس کی بے باکی بڑھتے دیکھ کر مشعل کی جان ہوا ہوئی اور کچھ اپنی سانس رکنے پر وہ بے ہوش ہونے کو تھی۔۔

لیکن وہ دیوا اسکے ہونٹوں سے ایسا چمٹا تھا کہ پیچھے ہونا ہی بھول گیا تھا۔۔۔بے بس ہوتے مشعل پھر رونا شروع ہو چکی تھی۔۔۔

مشعل کو روتے دیکھ کر عیس ہوش میں واپس لوٹا۔۔۔اور اسکے ہونٹوں کو آخری دفعہ نرمی سے چھوتے پیچھے ہٹا۔۔۔عیس کے پیچھے ہٹتے ہی مشعل گہرے سانس لینے لگی۔۔۔

مشعل کی خراب حالت دیکھتے عیس نے دانتوں تلے لب دبایا۔۔اور مشعل کے بھیگے لبوں کو انگھوٹے سے چھوا۔۔۔

وہ بے صبر اانسان اس نازک وجود کو چھوتے بھول جاتا تھا کہ وہ اسکی شدتیں برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔۔۔عیس نے اوپر اٹھتے مشعل کو اٹھا کر اک دفعہ پھر اپنی گود میں بٹھایا۔۔۔اور اسے اپنے سینے میں بھینچ کر کمر کو سہلاتے اسے ریلکس کرنے لگا۔۔۔

بس میرا بچہ۔۔۔عیس نے پیار سے اسے پچکارا۔۔۔

ہٹیں پیچھے نہیں بات کرنی مجھے آپ سے کبھی۔۔۔ مشعل روتے ہوئے غصے سے بولی۔۔۔

مار کھاؤں گی اب تم۔۔۔ عیس نے گھور کر دیکھا تو وہ ڈرتے اپنا منہ اسکے سینے میں چھپا گئی۔۔۔۔

آئندہ تمہارا وہ ڈوپٹہ مجھے تمہارے سر پر نظر ائے۔۔۔ عیس نے دروازے کے پاس گرے ڈوپٹے کی طرف اشارہ کرتے کہا تو مشعل خود کو بنا ڈوپٹے میں دیکھ کر خود میں سمٹی۔۔

مجھ سے شرمانے کی بجائے نہ اسکو باقیوں کے سامنے استعمال کرنا سیکھو۔۔ عیس نے بھگو کر مشعل کو طنز مارا۔۔ جو خود کو عیس کی نظروں سے بچانے کی کوششوں میں تھی۔۔۔

اور یہ جو تم میری بات نہیں مانتی نہ کسی دن ایسا تمہارا علاج کروں گا دیکھنا کیسے سیٹ ہوتی ہو۔۔۔

عیس نے وارننگ دینے والے انداز میں کہا تو مشعل پہلو بدل کر رہ گئی۔۔

ادھر باہر منہ نکالو۔۔۔اپنے سینے میں منہ چھپائے مشعل کے سر کو دیکھا تو مشعل نفی میں سر ہلا گئی۔۔

دیکھتی ہو، کہ تمہارے ہوش ٹھکانے لگاؤں۔۔۔۔

کوئی پیار نہیں اپکو مجھ سے سوائے ڈائنوسار بننے کے سوا کچھ نہیں آتا اپکو۔۔۔ غم وغصے کی کیفیت میں مشعل پھٹ پڑی۔۔۔جو کب سے اسکی جان ہلکان کیے تھا۔۔۔

عیس آنکھیں چھوٹی کیے اپنے چھوٹے پیکٹ کو دیکھ گیا۔۔جو آنکھوں میں غصہ لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔

عیس کے سرد تاثرات دیکھتے مشعل کو اپنی تیز رفتار زبان کی غلطی کا احساس ہوا تو وہ پھر رونے والا منہ بنا عیس کو دیکھ گئی۔۔کہ شائد اسکا یہ منہ دیکھ کر ہی یہ دیوا سے کچھ نہ بولے۔۔۔

نکل گئی ہوا ساری۔۔۔میری گود میں بیٹھی ہو پھر بھی زبان تمہاری ایسے کینچی کی طرح چل رہی ہے اگر میں کاٹنے پر آگیا نہ تو سسکیاں لیتی رہی

جاؤ گی۔۔۔عیس نے طنزیہ انداز میں معنی خیز نظروں سے کہا تو مشعل اک دم سے گلابی ہوئی۔۔۔

مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔مشعل نے ساری باتوں کے جواب میں بولی تو عیس سر ہلاتے اپنی گرفت نرم کر گیا۔۔۔

عیس کی گود سے اٹھتے ہی مشعل نے بھاگ کر اپنا ڈوپٹہ اٹھایا۔۔اور روم سے باہر بھاگنے لگی۔۔۔

روکو۔۔۔۔

مشعل جو تیز گام سپیڈ سے بھاگنے کی تیاریوں میں تھی۔۔

عیس کی آواز پر اک دم سے آنکھیں میچ کر رکی۔۔

عیس نے آگے بڑھتے ہوئے مشعل کے گلے سے ڈوپٹہ نکال کر اسکے سر اور سینے پر پھلایا۔۔

اب اگر یہ ڈوپٹہ یہاں سے ہلانہ تو یاد رکھنا کہ پھر یہاں میرے ہونٹوں کا لمس ہو گا۔۔ عیس نے جھکتے ہوئے مشعل کی گال پر دانت گاڑے جس پر وہ آنکھوں میں نمی لیے شکوہ کناہ نظروں سے دیکھنے گئی۔۔ لیکن عیس اسکی نظروں کو نظر نداز کرتا مڑ چکا تھا۔۔ جس پر مشعل اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔

یہ مشعل کہاں رہ گئی ہے۔۔۔ائرہ نے خو کو شیشے میں دیکھتے پوچھا۔۔۔

عیس بھائی کے شکنجے میں آنسو بہاتی ہو گی۔۔ منیزے نے مزے سے علیزے کی جیولری نکالتے کہا۔۔۔

اور اسی وقت سر پر دوپٹہ جمائے سرخ چہرے کے ساتھ مشعل کمرے میں داخل ہوئی۔۔ چہرے پر آنسوں کے مٹے مٹے نشان رونے کی نشاندہی کر رہے تھے۔۔۔۔

اا ں۔۔۔ کیا ہوا میرا چوزہ۔۔۔۔ منیزے جلدی سے مشعل کی طرف بڑھی اور ائرہ بھی سب چھوڑ کر اسکے پاس آکر بیٹھی۔۔۔ وہ تینوں اپنے چوزے کا رونا بلکل افورڈ نہیں کر سکتیں تھیں۔۔

مشعل صوفے پر بیٹھتی خود کا رونا کنٹرول کر رہی تھی۔۔۔

مجھے نہیں بات کرنی اس جن سے۔۔ مشعل نے ہچکی لیتے کہا۔۔

مشعل کی گال پر دانتوں کے نشان کو دیکھتے ائرہ اور منیزے نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔۔

یہ ڈوپٹہ ایسے کیوں لیا ہے۔۔۔ائرہ نے مشعل کے پھیلے ہوئے ڈوپٹے کو دیکھا۔۔۔

میں نہیں لیا اس ڈائنو سار نہ دیا ہے۔۔دیو، جن کہیں کا۔۔۔انکھوں کو صاف کرتے مشعل تڑخ کر بولی۔۔ جس پر سب نے اپنی مسکراہٹ ضبط کے لیے منہ چھپانے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ اپنی ننھی چڑیا کے سامنے رو کر اسے غصہ نہیں دلا سکتے تھے۔۔۔

چلو چھوڑو، جا کر فریش ہو۔۔میں تمہارا ڈریس نکال دیا ہے پھر ریڈی بھی ہونا ہے۔۔۔۔ منیزے نے مشعل کو پچکارتے واشروم بھیجا۔۔
تو مشعل بھی سب کچھ بھول کر سر جھٹک گئی۔اب وہ اس جن کی وجہ سے اپنی دوست کا اتنا اہم دن خراب نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

تقریباً شام کے وقت فارم ہاؤس کے پچھلی سائیڈ کو نکاح کی تقریب کے مطابق عیس نے ریڈیو کروادیا تھا۔

نیچھے گدے بچھا کر کشن اور پھولوں سے خوبصورتی سے ڈیکوریشن کروائی گئی تھی۔۔درمیان میں پردہ لگا کر اک طرف دولہے اور دوسری طرف دلہن کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔

چونکہ عیس اور ضرار کا نکاح کسی ہنگامی حالات سے کم نہیں تھا۔اسی لیے ان تینوں نے مل کر اپنے سارے ارمان سلطان کے نکاح پر پورے کیے تھے۔

علیزے کدھر ہیں۔۔سلطان نے کئی بار کا پوچھا جانے والا سوال پھر دہرایا جس کو سب نے اک کان سے سن کر دوسرے کان تو کیا فارم ہاوس سے ہی باہر نکال دیا تھا۔

اور اب سلطان کا ضبط جواب دینے والا تھا۔۔۔

آوے شرم کر۔۔۔دلہا دلہن سے نکاح سے پہلے نہیں بعہ میں ملتا ہے۔۔۔ سنی نے سلطان کی شیر وانی کو سیٹ کرتے کہا۔۔۔

وائٹ اور گولڈن شیر وانی پر بالوں کو اپنے مخصوص انداز میں سیٹ کیے نیلی آنکھوں میں چمک لیے آج سلطان احمد کی رت ہی نرالی تھی۔
گولڈن بالوں کو بار بار ہاتھ سے پرے کرتے وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔۔

روپ تو لڑکیوں کو آتا ہے۔۔۔تو کیوں لشکارے مار رہا ہے۔۔۔

عیس نے مشکوک نظروں سے سلطان کو دیکھا۔۔۔جس پر سلطان اسے خطرناک تیوروں سے دیکھ گیا۔۔۔جس کا صاف مطلب تھا کہ نکاح کے بعد ضرار اور اسکی خیر نہیں تھی۔۔۔

سلطان چونکہ آج دلہا تھا اسی لیے اسکی میچنگ علیزے کے ساتھ کی گئی تھی۔ جبکہ باقی ضرار، سنی اور عیس نے اک جیسی سفید شلوار قمیض پہنی تھیں۔۔ جن میں وہ اپنی اپنی شخصیت کے ساتھ چھائے ہوئے تھے۔۔

جبکہ میر خان علیزے سے اک تفصلی ملاقات کر کے اسے سے مل کر اب سینہ چوڑا کر کے بیٹھے تھے کیونکہ انکے لاڈلے پوتے کا نکاح تھا۔۔۔ جس کی خوشی میں وہ فارم ہاؤس میں ہی ڈھول والوں کو بلوا چکے تھے۔

لیکن سلطان سے ناراضگی ابھی بھی باقی تھی۔

مولای صاحب تشریف لا چکے ہیں آپ کب آئیں گئے۔۔۔ سفید شلوار قمیض میں اپنے گولڈن بالوں کو سیٹ کیے اپنی مردانہ وجاہت سے آنکھوں کو روشن کیے سنی نے اطلاع دی۔۔۔

سلطان چونکہ ریڈی تھا۔اسی لیے وہ سب فارم ہاؤس کے پچھلی جانب بڑھ گئے۔۔

جہاں سب لڑکوں والی سائیڈ پر براجمان ہوتے سلطان کو بھی اپنے ساتھ زبردستی بٹھا چکے تھے۔۔کیونکہ اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا علیزے کے آنے سے پہلے بیٹھنے کا۔۔۔

سلطان جھنجلاہٹ سے بیٹھا سب کو گھور رہا تھا۔جب عیس نے اسکی نظروں کا رخ سامنے کی جانب مرکوز کیا۔۔

جہاں سفید و گولڈن کلر کے لہنگے میں سر پر ریڈ ڈوپٹے سے گھونگھٹ کیے منیزے اور ائرہ کا ہاتھ تھامے وہ سلطان کو ساکت کر گئی تھی۔۔۔

ضرار نے منیزے کو شاپنگ پر خاص ہدایات دیں تھیں۔ جس کی وجہ سے منیزے نے سلطان کے پسندیدہ رنگ سفید کو مد نظر رکھتے ہوئے علیزے کی شاپنگ کی تھی۔۔۔

علیزے گھبرائی سی آکر سلطان کے سامنے بیٹھ چکی تھی۔۔پر سلطان ہوش کھو بیٹھا تھا۔۔اسکا بس چلتا علیزے کو اپنی آغوش میں لے لیتا لیکن ابھی اسے جبر کرنا تھا۔۔

اور پھر اپنے ہاتھ پر سنی اور عیس کی چٹکی محسوس کرتے سلطان ہوش کی دنیا میں لوٹا۔۔۔

اوران دونوں کو گھور گیا۔۔جواسے مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ کرتے اپنی بتیسی دیکھا رہے تھے۔۔۔

ڈھلتی شام کی سنہری روشنی سلطان احمد خان کے دل کو منور کر رہی تھی۔ کیونکہ ابھی علیزے ابراہیم "قبول ہے" کرتی خود کو سلطان احمد خان کی ملکیت میں سونپتی سلطان کے دل میں سیارک کر چکی تھی۔

وہ بنا آنکھوں کو جھپکے سب کی موجودگی کو یکسر بھلا کر علیزے کے لال گھونگھٹ میں چمکتے چہرے کو دل میں بسانے کی کوششوں میں تھا۔

عیس اور سنی بار ہاں سلطان کو ہوش دلانے کی ناکام کوشش کر چکے تھے پر وہ ڈھیٹ بنا اپنی نظروں کو کنڑول نہیں کر رہا تھا۔وہ تو پہلے ہی رات رات

بھر اسکے بیڈ کے ساتھ بیٹھا علیزے کو تکتا نہیں تھکتا تھا۔اب تو علیزے کے نام کے سارے حق اپنے پاس محفوظ کر چکا تھا۔تو اب سلطان کا خود کو روک پانا ناممکنات میں سے تھا۔

لیکن اسکے دوست بے خبر تھے کہ آنے والے وقت میں سلطان احمد خان کی علیزے کو لے کر دیوانی انہیں اپنی اپنی بیویوں کے سامنے کیسے ذلیل کروانے والی تھی۔۔۔

نکاح کے مکمل ہوتے ہی سلطان سب کو بھلاتا درمیان میں لگے پردے کو ہٹاتا علیزے کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔۔۔

علیزے یوں سب کے سامنے سلطان کو اپنے سامنے بیٹھتے دیکھ کر بوکھلا سی گئی۔اپنے ہاتھوں میں موجود منیزے اور مشعل کے ہاتھوں پر اپنی گرفت

سخت کرتی انہیں اپنے اندر کے حال کو بتانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔۔

جو پہلے ہی معنی خیز نظروں سے علیزے کو دیکھ رہیں تھیں۔۔۔

ائرہ ہاتھ میں موبائل تھامے ان خوبصورت لمحات کو قید کرتی علیزے اور سلطان پر فوکس کر گئی۔۔

اس نیلے بھیڑیے کو روک لے۔۔ورنہ میں بتا رہا ہوں یہ منہ چھپانے پر مجبور کر دے گا۔۔۔ سنی نے ضرار کی طرف جھکتے سرگوشی کی۔۔

ہمارے ہوتے یہ نیلا بھیڑیا کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔اگلا پروگرام یاد ہے نہ۔۔۔ضرار نے بھی سرگوشی کرتے جواب دیا تو سنی آنکھوں میں چمک

لیتے سر ہلا گیا۔۔ جہاں وہ سلطان کو علیزے سے دور کر کے سلطان کو سلگانے کا مکمل ارادہ کیے تھے۔۔۔

سلطان نے ہاتھ بڑھاتے علیزے کے گھونگھٹ کو ہٹانے کی بجائے جب اپنا چہرہ بھی علیزے کے گھونگھٹ میں کیا تو عیس سمیت سب ہوٹنگ کرنے لگے۔ کیونکہ سلطان نے انکی امیدوں کے خلاف ایکشن لیا تھا۔ کیونکہ وہ سب علیزے کے گھونگھٹ ہٹنے کے انتظار میں تھے۔۔

اپنے گھونگھٹ میں سلطان کو دیکھ کر علیزے خود میں سمٹی اور آنکھوں کی جھالر گرا گئی۔۔۔

وہ نیوڈ میک اپ کے ساتھ گولڈ کی جیولری پہنے اپنی کالی گہری آنکھوں سے سلطان کے دل کو دھڑکا رہی تھی۔۔۔ سلطان نے خود پر قابو پاتے علیزے

کے ماتھے کو ہونٹوں سے چھوا تو علیزے اسکے پہلے لمس کو محسوس کرتی کانپی۔۔

بہت شکریہ میری زندگی میں آنے کے لیے۔۔۔
سلطان جھکتے ہوئے علیزے کے گال کو چھوتے سرگوشی کرتے علیزے کو سٹپٹانے پر مجبور کر گیا۔۔۔

اسے روک لے ورنہ کام بڑھ جانا ہے... ہوٹنگ کرتا عیس پھلجڑی چھوڑ کر سب کو ہنسنے پر مجبور کر گیا۔۔۔

جب کہ سب کو نظر انداز کرتا سلطان علیزے کے کان کے قریب جھکا۔۔۔

کمرے میں چلیں۔۔۔سلطان کی اس بے باک سرگوشی علیزے کے ساتھ بیٹھی منیزے کو بھی لال کر گئی۔۔

منیزے کے چہرے پر شرم کو دیکھتے ضرار نے آگے بڑھتے سلطان کو پکڑ کر پیچھے کھینچا۔۔۔

کیوں بچی کی جان لینے پر تلا ہے۔۔۔ضرار نے شرم دلاتے کہا تو سلطان بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔۔۔

آپ لوگ بھابھی کو لے جائیں۔۔۔ضرار نے منیزے کو مخاطب کرتے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر علیزے کو اٹھانے لگی۔۔۔

کہاں لے کر جانا ہے۔۔سلطان نے سنجیدگی سے ضرار کو دیکھا۔۔۔

بھابھی کا فوٹو شوٹ کروانا ہے۔۔جواب ضرار کی بجائے سنی کی طرف سے آیا۔۔۔

تم لوگوں کا دماغ خراب ہے جو انہیں کیمرہ مین کے سامنے بھیجنے کا سوچ کے بیٹھے ہو۔۔سلطان کسی غیر مرد کو سوچتے ہی بھڑک اٹھا۔۔

سالے تیری اس بونگی کا ہمیں پہلے ہی پتہ تھا اسی لیے ہم نے فی میل فوٹو گرافر بلوائی ہے۔۔۔عیس نے سلطان کی کمر میں مکہ جھڑتے کہا۔۔

تو سلطان کو زرا اطمینان ہوا۔۔وہ اپنی سنہری شہزادی پر کسی کی نظریں بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔

چل چلیں۔۔۔ سنی نے سلطان کو آگے کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا۔۔۔
کہاں۔۔ سلطان نے ابرو آچکا کر دیکھا۔۔۔

ادھر وہاں جانا ہے۔۔۔ عیس نے سلطان کا رخ پیچھے کی جانب موڑتے کہا
۔جہاں انکے کچھ دوست کھانا کھانے میں مصروف تھے۔۔
میرا ادھر کیا کام ہے۔۔۔ سلطان نے دور جاتی علیزے کو نظروں کے
فوکس میں لیتے پوچھا۔۔۔
یہ جدھر تو دیکھ رہا ہے نہ ندیدوں کی طرح، تیرا ادھر بھی کوئی کام نہیں
ہے۔۔۔ سنی نے سلطان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے کہا۔۔۔

سلطان اپنے گردان تینوں کو گھوری سے نوازتا آگے کی جانب
بڑھا۔۔ کیونکہ ابھی اپنی جان بخشی کی اسے بلکل امید نہیں تھی۔

ضرار کے پورشن کی بیک سائیڈ پر منیزے علیزے کا گھونگھٹ نکالتے اسکا فوٹو شوٹ کروا چکی تھی۔۔۔

منیزے نے خود بیوٹیشن کو علیزے کا نیو ڈمیک اور کرنے کا کہا تھا۔ کیونکہ ابھی وہ صرف نکاح کی دلہن تھی شادی باقی تھی۔ہاں لپسٹک ضرور ریڈ لگوائی گئی تھی۔۔

میرون گنگریالے بال اس وقت جوڑے میں قید تھے۔ چہرے پر احاطہ کیے دو لٹیں علیزے کے حسن کو اور رونق افروز کیے تھیں۔۔۔

گولڈ کی جیولری میں وائٹ لہنگے کے ساتھ گھومتی "علیزے ابراہیم "اپنی دوستوں کو ساکت کر چکی تھی۔۔۔۔

اگر وہ ہر وقت گاؤن میں رہتی تھی تو بلکل ٹھیک کرتی تھی۔۔

مزید وہاں تین فی میل فوٹو گرافر کو آتے دیکھ کر مشعل اور ائرہ نے سوالیہ نظروں سے منیزے کو دیکھا۔۔۔تو منیزے انکے دیکھنے پر آنکھ کا کونا دبا گئی۔۔۔

منیزے نے دائیں جانب اشارہ کیا۔۔جہاں وہ چاروں اپنی سحر انگیز پرسنیلٹی کے ساتھ انکی طرف قدم بڑھاتے انکی دھڑکنوں کو تیز کر چکے تھے۔۔۔

مشکل سے سلطان اپنی جان بخشی کروا کے ادھر آنے میں کامیاب ہو تھا۔۔۔

عیس نے آگے بڑھتے ریڈ لہنگے میں ملبوس مشعل کی کمر کو تھاما۔۔۔تو وہ لڑکھڑا سی گئی۔۔

کیونکہ آج اس نے ضد کر کے ہائی ہیلز پہنی تھیں۔کیونکہ وہ بلکل بھی عیس کے آگے بچی نہیں لگنا چاہتی تھی۔۔

عیس نے ابھی تک مشعل کو نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا کیونکہ اگر وہ دیکھ لیتا تو شائد سب کو بھلا کر اسے اپنی گرفت میں لے لیتا۔۔۔

عیس بھائی۔۔۔ہماری چڑیا نے آج ضد کر کے ہیلز پہنی ہیں پلیز سنبھال لیجی ئے گا۔کیونکہ میڈم تب سے گر رہیں ہیں۔۔۔

منیزے نے مشعل کو دیکھتے شرارت سے کہا تو عیس نے جھکتے ہوئے مودبانہ انداز میں منیرے کی درخواست کو قبول کیا۔۔۔تو منیزے عیس کے انداز پر کھلکھلا پڑی۔۔۔

اور اک بات پلیز بھائی چوزی کو رولا یئے گا مت۔۔۔ورنہ اسکا سارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔۔۔

بھابھی میک اپ تو نہیں پر لپسٹک کی کوئی گارنٹی نہیں۔۔۔عیس نے مشعل کے ہونٹوں پر نظر جماتے معنی خیز انداز میں کہا تو منیزے سٹپٹا گئی۔۔۔

سالے میری بیگم کے سامنے اپنے ٹھرک پن کو کنڑول کر۔۔۔

ضرار نے پیچھے سے منیزے کو ہگ کرتے اسکے کندھے پر اپنا چہرہ رکھتے عیس کو لتاڑا۔۔۔تو عیس بتیسی نکال گیا۔۔۔

بیگم اگر سب کی خدمت ہو گئی ہو تو زرا اپنے بندے کو بھی دیکھ لیں۔۔۔

ضرار نے منیزے کا رخ اپنی طرف کرتے منیزے کو کمر سے تھاما۔۔۔

پنک لہنگے میں اپنی سبز آنکھوں سے وہ ضرار کے دل پر بجلیاں گرانے کے لیے بلکل تیار تھی۔۔

اپکو فرصت سے دیکھوں گی پہلے وہ تو دیکھ لیں۔۔۔

منیزے نے ضرار کا رخ دوسری جانب کیا۔ جہاں سائیڈ پر سلطان علیزے کو بانہوں میں تھامے فوٹو شوٹ کروانے میں مصروف تھا۔۔۔ کنفیوز سی شرماتی علیزے سلطان کے سینے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔۔

تو دوسری طرف پرپل لہنگے میں ملبوس آئرہ سنی کے دل کو بے قابو کر رہی تھی۔۔۔

وہ جان بوجھ کر آئرہ کے سامنے بے باک گفتگو کرتا آئرہ کو سلگا رہا تھا۔ جس پر وہ پیر پٹکتی کبھی ادھر جا رہی تھی تو کبھی دوسری طرف۔۔۔ وہ جس طرف مڑتی تھی سنی اسی طرف اسکے پیچھے قدم اٹھا لیتا تھا۔۔۔

اور اسی طرح چکر لگاتے آئرہ کا پاؤں اپنے لہنگے میں اٹکنے کے باعث ھب وہ گرنے لگی۔ کہ بروقت سنی نے آگے بڑھتے اسے تھام کر گرنے سے بچا لیا۔۔۔ جس پر فوٹو گرافر انکے اس پوز کو کیپچر کر چکی تھی۔۔۔ کیونکہ وہ چاروں پوز بنانے کی بجائے نیچرل پوز دیے جا رہے تھے۔۔۔۔

اور پھر اسی طرح سب نے مل کر اپنا اپنا کیپل فوٹو شوٹ کروایا۔ اور آخر میں اپنی اک ساتھ فوٹوز کلک کروائی۔۔

اور اک پوز کو کاپی کرتے سب کی اک فوٹو کلک ہوئی جس میں ان چاروں نے لڑکیوں کو اپنی گود میں اٹھاتے اپنے اپنے پورشن کی طرف قدم اٹھائے تھے۔

وہ سب کو فری کر ہی اپنی بیویوں کے پاس آئے تھے۔اور آغا جان بھی واپس گاؤں کے لیے جا چکے تھے۔

عیس نے گود میں اٹھائی مشعل کے ساتھ اپنے پورشن میں قدم رکھے۔۔

تو مشعل یہ دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہو گئی کہ پورشن کو ریڈ کلر سے ڈیزائن کیا گیا تھا۔۔۔

یہ سب۔۔۔ مشعل آنکھوں میں حیرت لیے عیس کو دیکھ گئی۔۔۔
تم لوگوں نے جو لہنگے پہنے ہیں وہ ہم چاروں کے فیورٹ ہیں
عیس نے اسکی الجھن دور کی۔۔۔

اپکو ریڈ کلر کیوں پسند ہے۔۔۔ مشعل نے اپنے دماغ میں آیا سوال پوچھا۔۔۔جو اسے گود میں اٹھائے کمرے میں بڑھ رہا تھا۔۔۔

کیونکہ میں اپنی بیوی کو روز اس رنگ میں اپنے لیے سجتا دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ عیس نے اسکے چہرے کو دیکھتے جواب دیا اور ساتھ پاؤں کی مدد سے دروازے کو کھولا۔۔۔

مشعل کچھ اور بول پاتی۔۔۔ کہ کمرے کے ماحول کو دیکھتے اسکا منہ کھلا۔۔

کیونکہ کمرے کی سجاوٹ اور جلتی کینڈلز کمرے کو رومینٹک بنائے ہوئے تھیں۔۔۔

یہ کیوں۔۔۔ مشعل نے پھر سوالیہ نظروں سے عیس کو دیکھا جو اسے بیڈ پر لیٹا کر اپنی قمیض کے بازو کھول کر اوپر چڑھا رہا تھا۔۔۔

یہ سب ضرار کے کام ہیں۔۔ سنی کو چھوڑ کر ہم تینوں کے رومینس سپیشل سجاوٹ کی گئی ہے۔۔۔ عیس نے کمرے کے ماحول کو دیکھتے جواب دیا۔۔

مشعل عیس کی نظروں سے گھبراتے اپنا رخ موڑ گئی۔۔۔

عیس اپنی چھوٹی سی بیوی کے ڈرنے پر اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے لگا۔

مجھے پورشن دیکھائے۔۔۔ بیڈ سے جلدی اٹھنے کے چکر میں مشعل اپنے پیروں میں پہنی ہیلز بھول گئی جس کے باعث اس سے پہلے وہ گرتی عیس نے آگے بڑھتے اسے کمر سے تھام کر گرنے سے بچایا۔۔۔ جبکہ مشعل کا چہرہ گرنے کے خوف سے سفید ہو گیا۔۔

کچھ نہیں ہوا میرا بچہ۔۔۔عیس نے اسے گلے سے لگاتے اسکی کمر سہلاتے کہا۔۔۔

لیکن گرنے کا خوف مشعل کی آنکھوں میں نمی لے آیا۔۔

ڈر کے باعث وہ عیس کے آغوش میں چلی گئی اور عیس کو زور سے تھام گئی۔۔۔بے شک وہ اک انتہائی ڈرپوک لڑکی تھی۔۔۔

عیس نے اسکے ڈر کو محسوس کرتے مشعل کو تھام کر اوپر اٹھاتے اپنے مقابل کیا۔۔۔جہاں وہ نظروں کو جھکائے اپنے آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

تاسف سے سر ہلاتے عیس نے اسکی آنکھوں کو چوما۔۔۔اور پھر گود میں اٹھاتے اسے بیڈ پر لٹا کر اسکے پاؤں سینڈل سے آزاد کیے۔۔تاکہ اگر وہ اب اسے بھاگنے کی کوشش کرے تو گرے نہ۔۔۔

لیکن مشعل تو سب بھلائے بیڈ پر لیٹی ہچکیاں لینے میں مصروف ہو چکی تھی۔۔۔

مشعل کے سر کو گھورتے عیس نے بیڈ پر لیٹتے مشعل کو سیدھا کیا۔۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہارا۔۔۔ہر چھوٹی سی چھوٹی بات پر رونا ضروری ہوتا ہے کیا تمہارا۔۔۔عیس مشعل کو اپنی آنکھوں کا حشر بگاڑتا دیکھتے تیش سے بولا۔۔۔

میں گر جاتی زور سے۔۔۔ مشعل نے ہچکی لیتے کہا۔۔ تو عیس اسکا خوف دیکھتے دانت پیس گیا۔۔۔ جو بنا گرے ہی روئے جا رہی تھی۔۔
اگر خدانخواستہ گر جاتی تو پورا فارم ہاؤس سر پر اٹھا لیتی۔۔۔ اور اسکی بیوی کے چہیتے بھائی اسکا جینا حرام کر دیتے۔۔

جو اسے یہاں آنے سے پہلے دھمکیاں دے رہے تھے کہ انکی بہن کو ڈرانا نہیں اور رولانا تو بلکل نہیں۔۔۔۔ کیونکہ منیزے پہلے ہی انہیں مشعل کے ہچکیوں سے رونے کے بارے میں بتا چکی تھی۔

اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ انکی بہن بنا کچھ کیے ہی روتی ہے اگر وہ کچھ کر دے تو ناجانے وہ کیا کر بیٹھے۔ مشعل کے رونے کے باعث ہی تو عیس ہاتھ ہولا رکھتا تھا ورنہ وہ گنڈا انسان کہاں اتنی نرمی جانتا تھا۔۔

مشعل کو رونے میں مصروف دیکھ کر عیس آنکھیں بند کیے اسکے ہونٹوں پر جھکا۔۔۔ کیونکہ اک اسی طریقے سے وہ رونا بھولتی تھی۔۔۔

مشعل بھیگی آنکھوں سمیت اسے دیکھ گئی۔۔

عیس نے اپنے پاؤں جوتے سے آزاد کیے اور بیڈ پر سکون سے لیٹتے مشعل کو اٹھا کر اپنے سینے پر لٹایا۔۔۔ لیکن اسکے لبوں کو نہیں چھوڑا تھا۔

مشعل نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔۔ عیس نے آنکھیں کھول کر اپنی بیوی کو دیکھا تو اسکی بند آنکھوں کو دیکھتا اسکے ہونٹوں پر اپنی گرفت بڑھا گیا۔۔۔

کبھی نرمی و شدت سے چھوتے وہ مشعل کو شرم سے دوچار کر رہا تھا۔۔۔

عیس نے پیچھے ہاتھ بڑھاتے مشعل کے لہنگے کے بلاؤز کی زپ کھولنی چاہی۔تو مشعل جو بنا کسی مزاحمت کے اسکی شدت کو سہہ رہی تھی۔اک دم سے ہڑ بڑاتے مزاحمت کرنے لگی۔۔

عیس نے اسکے لبوں کو چھوڑتے اسکی آنکھوں میں دیکھا تو وہ گہرے سانس لیتی اپنا سر عیس کے سینے پر ٹکا گئی۔

روک کیوں رہی ہو۔۔عیس نے مشعل کے بالوں کو ہٹاتے گھمبیر لہجے میں پوچھا تو مشعل چونکتے اسکے اوپر سے اٹھتی بیڈ سے ہی نیچے اتر آئی۔

مجھے فارم ہاؤس دیکھنا ہے۔۔۔مشعل نے ڈرتے ہوئے بہانا بنایا۔۔تو وہ عیس اسکے بہانے پر دانت پیستے کھڑا ہوا۔۔

تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں فارم ہاؤس دیکھانے میں وقت ضائع کروں گا جبکہ تم میرے من پسند رنگ میں اپنے حسین و نازک وجود کے ساتھ میرے سامنے موجود ہو۔۔۔

عیس نے مشعل کو گردن سے جکڑتے اسکی آنکھوں میں گھورا تو مشعل اسکے تیوروں پر تھوک نگل گئی۔۔

میں۔۔۔بنا مشعل کو بولنے کا موقع دیے عیس اسکے ہونٹوں کو گرفت میں لیتے بیڈ پر گر گیا۔اور بچاری مشعل اسکی گرفت میں پھڑ پھڑا کر رہی گئ تھی۔۔۔

منیزے کو اپنے پورشن کے فرش پر اتارتے ہی ضرار منیزے کے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لیتے اسے آنکھیں پھیلانے پر مجبور کر گیا۔

وہ کب سے منیزے کے حسین وجود کو اپنے پسندیدہ رنگ میں دیکھتے خود پر کنٹرول کر رہا تھا۔۔ لیکن اب موقع ملتے ہی وہ اسے اپنی گرفت میں لیتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔

۔ منیزے کو کمر سے تھامتے اپنے قریب کرتے ضرار نے منیزے کے نچلے ہونٹ پر اپنی گرفت سخت کی۔۔۔ منیزے ضرار کی شدت کو محسوس کرتے اسے کندھوں تھام گئی۔۔۔

ضرار کچھ سکینڈ کے لیے پیچھا ہٹا تو منیزے اپنا سر اسکے کندھے پر ٹکا کر اپنا سانس بحال کرنے لگی۔۔۔۔

میں نے کہا تھا نہ کہ تمیز والا لہنگا لینا۔۔۔ضرار نے ڈوپٹے میں چھپی اسکی کمر کو دیکھتے کہا۔تو منیزے ضرار کی بات پر اپنی مسکراہٹ چھپا گئی۔۔

ضرار نے اک جھٹکے سے منیزے کا سیٹ کیا ڈوپٹہ اتارتے لاؤنج میں پھینکا۔ تو اسکی واضح ہوتی کمر کو دیکھ کر ضرار اپنے ہونٹوں کا کونا دبا گیا۔۔۔

پنک کلر کے خوبصورت لہنگے میں گرین آنکھوں سمیت اپنی سفید رنگت اور خوبصورت وجود کے ساتھ وہ ضرار کے دل کے تار چھیڑ گئی۔۔۔

لیکن جس چیز نے ضرار پاشا کا چین لوٹا تھا۔وہ منیزے کی واضح ہوتی کمر تھی۔کیونکہ منیزے نے جان بوجھ کر لہنگے کا شارٹ بلاؤز سلیکٹ کیا تھا۔

جو اسکی کمر سے اوپر تک تھا۔اور آج دن بھر وہ اپنے ڈوپٹے کی مدد سے اپنی کمر کو چھپائے یہ سمجھ رہی تھی کہ ضرار کی نظروں سے بچ گئی ہے۔۔۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ ضرار پہلی نظر میں اسکا اندر تک معائنہ کرتا اسکی شرارت جان چکا تھا۔۔۔۔

ضرار نے ہاتھ نیچھے لے جاتے منیزے کی کمر اور پیٹ کو چھوتے اسکے چہرے پر گلال بکھیرا۔۔۔

منیزے ضرار کے ہاتھ کے لمس کو اپنے پیٹ پر محسوس کرتی کانپ اٹھی

۔۔

منیزے کے کانپنے پر ضرار نے نظر اٹھا کر اسکی طرف دیکھ کر ابرو آچکایا۔۔۔جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ ساری ہوا نکل گئی۔۔

منیزے نے ضرار کی نظروں سے خود کو بچانے کے لیے اپنا رخ موڑنا چاہا۔۔۔تو ضرار اسے روکتا نیچے جھکتے، منیزے کی سفید کمر پر اپنے لب رکھ گیا۔۔

ضرار کی اس بے باک حرکت پر منیزے کے وجود میں سنسنی سی دوڑی۔۔۔وہ ضرار کے کندھوں پر اپنے ناخن مارنے لگی۔

ضرار اسکے ہاتھ کنٹرول کرتا منیزے کا رخ موڑتے اسے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔۔اور اسکی پچھلی کمر کو اپنے گرم ہونٹوں سے چھوتے منیزے کی سانسوں کی روانی تیز کر گیا۔۔۔

پوری کمر پر اپنا لمس بکھیرتے ضرار نے اوپر اٹھتے اسکی گردن پر دانت گاڑے تو منیزے سسک اٹھی۔۔۔

یک دم سے منیزے اپنا رخ موڑتی شدت سے ضرار کے لبوں پر جھکتی ضرار کو ساکت کر گئی۔۔

اپنے ہونٹوں پر منیزے کے نرم ہونٹوں کو محسوس کرتے ضرار بے خود ہوا۔۔ لیکن منیزے بے نیاز ہوتے ضرار کے ہونٹوں پر کاٹنے لگی تھی۔۔

اپنی شیرنی کی اس حرکت پر ضرار نے مدہوش ہوتے منیزے کو اٹھاتے کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔۔۔ جہاں یقیناً وہ اسکی تیاری خراب کرنے والا تھا۔۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گی گندے انسان۔۔۔غصے سے آئرہ بھڑکی۔۔۔

منہ توڑنے کی بجائے منہ چوم بھی سکتی ہو پرہائے ہماری بری قسمت ابھی ہمارے پاس لائسنس کہاں۔۔۔ سنی نے دکھ سے سوچتے کہا۔۔۔

تو آئرہ اس بے شرم انسان کو گھور کر رہی گئی۔۔جو کب سے اپنی بے باک گفتگو سے اسکا جینا محال کیے تھا۔اپنی دوستوں کو پرائویسی دینے کی غرض سے وہ اس انسان کو برداشت کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ لیکن سنی بھی اسکا فل ضبط آزمانے پر تلا تھا۔۔۔

ویسے دیکھو اس پورشن کا کلر تمہارے لہنگے سے میچ ہو رہا ہے۔۔ سنی نے ائرہ کے خوبصورت وجود کو پرپل لہنگے میں دیکھتے کہا۔تو آئرہ بھی غور سے

چاروں اطراف دیکھنے لگی۔۔ کیونکہ وہ بھی اپنے لہنگے کی میچنگ نوٹ کر چکی تھی۔۔۔۔

تم میرے فیورٹ کلر میں میری فیورٹ جگہ پر موجود میری فیورٹ لگ رہی ہو۔۔ سنی نے آئرہ کو نظروں کے حصار میں لیتے گھمبیر لہجے میں کہا۔ تو آئرہ اسکے لہجے کو محسوس کرتی فاصلہ بڑھاتے آگے چلی گئی۔۔

سنی نے اسکے حفاظتی اقدام پر اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔۔۔ جو اس سے ایسے بچنے کی کوشش کر رہی تھی جیسے وہ سچ میں اسے کھانے کی تیاری میں تھا۔۔

تمہیں بھوک نہیں لگی کیا۔۔۔ سنی نے آئرہ کو چیزوں کا معائنہ کرتے پوچھا۔۔۔

منیزے لوگ آجائیں پھر انکے ساتھ کھاؤں گی۔۔۔ائرہ نے مصروف انداز میں جواب دیا۔۔۔

وہ لوگ اتنی جلدی نہیں آئیں گئے۔۔۔۔

کیوں وہ کیوں نہیں جلدی آئیں گئے۔۔۔ائرہ نے اپنا رخ موڑتے الجھن سے پوچھا۔۔

تم بچی ہو جو تمہیں نہیں پتہ کہ وہ اس وقت اپنے شوہروں کے ساتھ رومینس میں مصروف ہونگیں۔۔ سنی نے سر ہلاتے آئرہ کی عقل پر ماتم کیا۔

لیکن سنی کی کھلا کھلم بے باکی آئرہ کے کانوں سے دھواں نکالنے کے لیے کافی تھی۔۔

یو بے شرم بد تمیز انسان۔۔۔۔ائرہ شرم وغصے سے ہال میں پرے صوفوں کی طرف بڑھتی وہاں سے کشن اٹھا کر سنی کی طرف آئی۔

اگلے سکینڈ میں وہ کشن سنی کے سر پر مار مار کر اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

اے سرخ مرچ۔۔کیا کر رہی ہو بال خراب ہو جائیں گئے۔۔۔سب غلط سمجھیں گئے کہ پتہ نہیں کیا کرتے رہیں ہیں دونوں۔۔۔۔

سنی آئرہ کو روکتے پھر بے شرمی سے گویا ہوا تو آئرہ اس ڈھیٹ انسان پر اور زور سے کشن برسانے لگی۔۔

سنی اوپر اٹھتے اک جھٹکے سے آئرہ کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے کمر سے تھام کر اسے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔۔

ائرہ اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی۔۔۔

سنی نے غور سے اسے دیکھا جو آج یکسر مختلف حلیے میں ملبوس اسے بے چین کر رہی تھی۔ سنہرے کھلے بالوں کے ساتھ اپنی سفید رنگت پر سنہری گولڈن آنکھوں میں غصہ لیے پھولی سانسوں کے ساتھ وہ سنی کو ہی گھور رہی تھی۔۔۔

بہت خوبصورت ہو کہ دل کرتا ہے ہونٹوں سے چھوتا تمہارے دل میں دھڑکوں۔۔۔۔ سنی نے جھکتے آئرہ کے کان میں سرگوشی کی۔۔ تو ائرہ یک دم سے نرم پڑتی شرم و حیا سے گلابی ہوئی۔۔۔

سنی اسکے چہرے کے تاثرات کو بدلتے دیکھ کر مسکرایا۔۔۔
تم میرے فیورٹ کلر میں اس لیے ہو کیونکہ تم میرے نام لکھی جانے والی ہو۔۔۔ سنی آئرہ کے ماتھے سے ماتھا ٹکاتا بولا۔۔۔

توائرہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو خاموش کرواتی سنی کو پیچھے دھکا دیتی باہر کی جانب بھاگ گئی۔۔۔

اپکو کیا لگتا ہے کہ سرپرائز کیا ہو گا۔۔
سلطان نے علیزے کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے استفسار کیا۔

جو سلطان کی گردن کے گرد بانہوں کا ہار بنائے اسکی گود میں کنفیوز سی تھی۔

فوٹو شوٹ کروا کے بہت مشکل سے وہ ان کمینوں سے جان چھڑوا کر علیزے کو بانہوں میں اٹھائے ادھر آ پایا تھا۔ ورنہ وہ تو جونک کی طرح سلطان سے چپک ہی گئے تھے۔

لیکن یہاں آنے سے پہلے وہ اسے یہ بتانا نہیں بھولے تھے۔ کہ اس کے روم میں اک مزے دار سا سرپرائز سلطان کا انتظار کر رہا ہے۔

جس پر سلطان نے ابرو اٹھاتے انکے چہرے کے کمینے پن کو دیکھنا چاہا تھا تاکہ انہیں شرمندہ کر سکے۔ لیکن وہ تینوں سنجیدگی سے کندھے اچکاتے وہاں سے اپنے اپنے پورشن کی طرف بڑھ چکے تھے۔

اپنے کمرے کے دروازے پر علیزے کو اتارتے سلطان نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔ جس پر علیزے کے جسم میں سنسنی سی دوڑی۔

کیا خیال ہے مائے کوئین، میری خواب گاہ کو اپنے وجود سے مہکانے کے لیے میری گود میں جانا پسند کریں گئیں یا اپنے ان خوبصورت رنگے ہونٹوں کو میرے ہونٹوں کی گرفت میں دے کر۔۔۔

علیزے کو کمر سے تھام کر خود کے قریب کرتے سلطان اسکے ریڈ لپسٹک سے سجے ہونٹوں کو دیکھتے بے باک ہوا۔

آپ پلیز ایسے نہیں بولیں۔۔۔۔
علیزے اسکی پناہوں میں منمنائی۔۔۔

وہ کل کے واقعے کے بعد سے کافی خوفزدہ ہوگئی تھی۔ لیکن منیزے کے بار بار حوصلہ دینے پر وہ آج کا پورا دن گزار پائی تھی۔ ورنہ اسے یہ لگتا رہا تھا کہ اسکا دل بند ہو جائے گا۔

وائٹ شیر وانی میں ملبوس گولڈن بالوں پر متضاد نیلی آنکھوں والے سلطان کو دیکھتے علیزے بس یہ ہی سوچ رہی تھی۔ کہ کیا اتنا وجیہہ مرد اسکی قسمت میں لکھا تھا۔۔؟

یہ سب اسکے لیے قبول کرنا بہت مشکل تھا پر اسکے لیے اس دن کو خوبصورت سے یادگار بنانے میں اسکی دوستوں نے کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔ اور نہ ہی اسکا ساتھ چھوڑا تھا۔ وہ جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔

لیکن اب سلطان کے ساتھ تنہا اس کمرے میں خود کو دیکھ کر علیزے کا دل بند ہو رہا تھا۔

مسسز کہاں کھو گئیں ہیں۔۔۔ سلطان نے ہلکے سے علیزے کے لبوں پر پھونک مارتے اسے ہوش دلانا چاہی۔۔۔
جو سلطان کو غور سے دیکھتے خیالوں کی دنیا میں جا چلی گئی تھی۔

نہیں وہ بس ایسے ہی۔۔۔
علیزے اپنی جھنیب مٹانے کی غرض سے نظریں چرا گئی۔۔ پتہ نہیں وہ کیا سوچ رہیں ہو گئے کہ کیسی بے شرم لڑکی ہے۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی ہے۔۔۔
علیزے نے اپنی بے اختیاری پر خود کو کوسا۔۔

ادھر دیکھیں۔۔۔سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

توعلیزے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھا گئی۔۔۔

میرے پاؤں پر کھڑی ہو جائیں۔۔۔سلطان کے اگلے حکم پر علیزے کی سانس اٹکی۔

سلطان کی اتنی قریبی علیزے کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔

جی۔۔۔علیزے نے ناسمجھی سے سلطان کو دیکھا۔۔۔

سلطان نے اک جھٹکے سے علیزے کو اٹھا کر اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔۔۔

اور پھر علیزے کی ناک میں موجود نتھ کو دیکھتے سلطان جھکتے ہوئے اس پر لب رکھ گیا۔ جس پر علیزے کانپ کر رہ گئی۔اور آنکھوں کو زور سے میچ گئی۔

جاناں۔۔۔علیزے کو کانپتے ہوئے دیکھ کر سلطان نے اسکی پیٹھ سہلانی شروع کی۔جو بنا کچھ کیے بے ہوش ہونے کو تھی۔

علیزے کے گہرے سانس لینے پر سلطان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔جو ڈرتی ہوئی سلطان کے سینے پر سر ٹکائے کمرے کے دروازے پر کھڑی تھی۔

سلطان نے اک جھٹکے سے علیزے کو اپنی گود میں اٹھایا۔جس پر وہ ڈرتے ہوئے ہلکے سے چیخ مار گئی۔

ریلیکس مائے کوئین۔۔۔اگر آپکے جواب کا انتظار کرتا رہتا تو رات ادھر ہی گزر جاتی۔۔پر آپکی حالت بتا رہی تھی کہ اپکو کمرے میں میری گود میں جانا ہے۔۔

سلطان نے علیزے کے تھوڑی دیر پہلے گہرے سانس لینے پر اسے چھیڑتے بیڈ پر لٹایا۔۔۔

علیزے کو بیڈ پر لٹاتے سلطان نے کھڑے ہوتے روم میں نظریں دہرائی۔ تاکہ سرپرائز کا قلعہ تلاش کر سکے۔جو اسکے کمینے دوستوں نے اسکے لیے تیار کروایا ہے۔

روم کو خوبصورتی سے ڈیکور کیے ہر طرف کینڈلز جلائی گئیں تھیں۔۔جن سے روم کا ماحول خطرناک حد تک رومینٹک لگ رہا تھا۔

روم کے ماحول کو دیکھتے علیزے نے اپنے حلق سے تھوگ نگلا۔۔
جہاں تک اسے یاد تھا اسکی رخصتی ابھی نہیں کوئی تھی۔تو پھر اس روم کی سجاوٹ کا کیا مطلب تھا۔

آگے کے مرحلے کو سوچتے ہی علیزے رونے والی ہو گئی۔

ہڑبڑاتے ہوئے اپنے بھاری لہنگے کے ساتھ وہ بیڈ سے بامشکل کھڑی ہو گئی۔۔بیڈ پر لیٹ کر وہ اپنی شامت کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔

سلطان جو روم میں سرپرائز تلاش کرنے کی کوشش میں تھا۔علیزے کے ہڑبڑانے پر مڑا۔۔

جو رونے والا منہ بنائے ڈری سہمی دونوں ہاتھوں میں لہنگا اٹھائے کھڑی تھی۔۔جیسے ابھی موقع ملنے پر وہ سر پیر یہاں سے بھاگ جائے گی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔سلطان نے علیزے کے قریب آتے فکر مندی سے پوچھا۔۔
جو رونا شروع کر چکی تھی۔۔۔

میری رخصتی نہیں ہوئی ابھی۔۔۔علیزے نے ہچکی لیتے کہا۔۔۔
جس پر سلطان نے نا سمجھی سے اسے دیکھا جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ آگے بھی بولو۔۔۔

ہاں تو۔۔۔سلطان نے اسکے آگے بولنے کا انتظار کیا۔۔۔

تو یہ سب کیوں۔۔۔ابھی تو میں چھوٹی ہوں۔۔۔
علیزے نے کمرے کی سجاوٹ کی طرف اشارہ کرتے شرم وحیا سے اپنی بات سمجھانا چاہی۔۔

علیزے کی آدھی ادھوری بات کی تہہ تک پہنچتے سلطان اپنی مسکراہٹ روکنے کے لیے مڑا۔۔
لیکن علیزے کی سوں سوں ہنوز جاری ہو گئی تھی۔۔

چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات سجاتے سلطان علیزے کی جانب واپس مڑا۔۔۔

تو کچھ نہیں ہوتا مائے کوئین جب لڑکیوں کی شادی ہو جاتی ہے تو وہ بڑی ہو ہی جاتیں ہیں۔۔۔

سلطان گہری نظروں سے علیزے کے وجود کو دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

مجھے نہیں کوئی شادی وادی کرنی۔۔۔

میں جا رہی ہوں یہاں سے منیزے کے پاس۔۔۔اس نے کہا تھا رخصتی نہیں ہونی ابھی۔۔۔۔

ہاتھ نچاتے منیزے کا حوالہ دیتے وہ سلطان کو بے حد کیوٹ لگی۔اپنے ڈر کی وجہ وہ یہ بھی بھول چکی تھی کہ وہ کس کے سامنے کھڑی ہے۔۔۔

علیزے روتے ہوئے اس سے پہلے دروازہ کھول پاتی۔۔۔

سلطان اک جست میں اس تک پہنچتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

جس پر وہ لہرا کر سلطان کے سینے سے آ ٹکرائی۔۔

اپنے چکراتے سر کو تھامتے علیزے اس سے پہلے کچھ سمجھ پاتی۔ سلطان نے اس کے بازو اپنے کندھوں پر رکھتے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے کو اٹھایا۔۔۔

آپ جانتیں ہیں نہ میں کون ہوں۔۔۔ سلطان نے سرد تاثرات سے علیزے کی بھیگی آنکھوں کو دیکھا۔

بھیگی سرخ کالی آنکھوں میں لگا کاجل علیزے کی آنکھوں اور خوبصورت بنا رہا تھا۔ بے اختیار ہوتے سلطان نے شدت سے اسکی آنکھوں پر اپنے ہونٹ رکھے۔۔

جس پر علیزے بوکھلا سی گئی۔۔

ہاتھ بڑھا کر علیزے کی ناک سے نوز پن اتارتے بے خود ہوتے سلطان نے علیزے کے ریڈ لپسٹک سے سجے بھرے بھرے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔

اپنے ہونٹوں پر سلطان کے ہونٹوں کے لمس کو محسوس کرتی علیزے کانوں کی لوح تک سرخ پڑی۔

سلطان نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچتے اپنے وجود کا حصہ بنایا۔ جس پر علیزے نے تڑپتے ہوئے سلطان کی قمیض کی کالر کو اپنی مٹھیوں میں دبوچا۔ سلطان کی شدت پر اسکی سانس رکنے والی ہو گئی تھی لیکن وہ اسکے ہونٹوں پر اپنے لمس کے پھول کھلاتا پیچھے ہونا بھول چکا تھا۔

بے حال ہوتے علیزے نے سلطان کو کندھوں سے جھنجھوڑا جس پر وہ ہوش میں آتے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔

اپنے ہونٹوں کو آزادی ملنے پر علیزے گرنے والی ہوئی جس پر سلطان نے اسے سہارا دیتے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔

علیزے کو بیڈ پر لٹاتے ہی سلطان نے اپنی شیروانی اتار کر صوفے پر پھینکی۔ وہ اب اس سادہ وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔۔۔

اور خود علیزے کی طرف بڑھا۔۔ جس پر علیزے سلطان کو آپنی طرف آتا دیکھ کر اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو خوف سے اور پھیلا گئی۔

علیزے کی آنکھوں میں ڈر دیکھتے سلطان کے لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔۔

سلطان نے بیڈ پر لیٹی علیزے کے پاؤں سینڈلز سے آزاد کیے۔
اور اسکی ٹانگیں بیڈ کے اوپر کرتے خود بھی بیڈ کے اوپر آیا
جس پر علیزے کھسکتی ہوئے پیچھے کی جانب ہوئی۔۔۔

اپکو کھسکنے کے لیے نہیں لے کر آیا میں۔۔۔علیزے کو ٹانگ سے اپنی طرف کھینچتے سلطان نے آگے بڑھ کر اسکی جیولری اتارنا شروع کی۔

علیزے اسکی کاروائی پر اک دفعہ پھر رونا شروع ہو چکی تھی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔چیخ چیخ کر اپنی مدد کے لیے کسی کو پکار لیتی۔۔

علیزے کو روتے دیکھ کر سلطان نے گہری سانس لیتے علیزے کو اٹھاتے بٹھایا۔۔۔

اب کیوں رو رہیں ہیں۔۔ سلطان نے اسے ہچکی لینے پر پوچھا۔۔

یہ سجاوٹ ہٹائیں ساری۔۔۔

علیزے نے روتے ہوئے کمرے کی ساری سجاوٹ کو غصے سے دیکھا۔۔ جیسے اسی سجاوٹ کی وجہ سے اسے یہ سب برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔

سلطان نے مسکراہٹ روکتے اسکا معصومیت بھرا غصہ ملاحظہ کیا۔

یہ تو کرنا پڑے گا اب مائے کوئین۔۔۔ سلطان نے گردن سے علیزے کو پکڑتے اپنی طرف کھینچ کر پھر اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لیتے اسکے اگلے تمام الفاظ روک دیے۔۔

علیزے شرم و غصے میں اسکی گرفت میں پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

علیزے کے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں محسوس کرتے سلطان نے اسے پیچھے تکیے پر گرایا۔ لیکن اسکے ہونٹوں کو نہیں چھوڑا۔۔وہ علیزے کی ریڈ لپسٹک اپنے ہونٹوں سے چنتا اسکے سارے رنگ کو ہٹا گیا تھا۔

ہونٹوں سے گردن تک آتے علیزے بے حال ہو چکی تھی۔

خان پلیز۔۔۔سلطان کو اپنی گردن پر جھکتے دیکھ کر علیزے التجائیہ لہجے میں بولی۔۔

سلطان نے علیزے کی زبان سے اپنے لیے خان سنتے نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا جو گہرے سانس لیتی اسے پھر مدہوش کر گئی تھی۔کیونکہ گہرے سانس لینے کی وجہ سے اسکے جسم کے نشیب و فراز خوبصورت سا منظر پیش کر رہے تھے۔۔۔ج

خان کی کوئین۔۔۔سلطان نے جھکتے ہوئے علیزے کے کان میں سرگوشی کرتے اسکے کان کو لوح کو دانتوں تلے دبایا۔۔
جس پر وہ سی کر گئی۔۔۔

سلطان کی گرفت میں پھڑ پھڑاتے وہ ترسی نگاہوں سے کمرے کے دروازے کو اب دیکھنے لگی تھی۔۔

علیزے کی نگاہوں کے فوکس کو دیکھتے سلطان کا کب سے رکا ہوا قہقہہ کمرے میں گونجا۔۔۔

علیزے کے اوپر سے ہٹتے ہوئے وہ بیڈ پر گر کے ہنسنے لگا۔
جبکہ علیزے اسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

علیزے کی سوالیہ نظروں کو دیکھتے سلطان ہنستے ہوئے کھڑا ہوا۔۔اور ہاتھ بڑھا کر علیزے کو بھی بیڈ سے کھڑا کیا۔

تھوڑی سی دیر میں وہ علیزے کی تیاری مکمل طور پر خراب کر چکا تھا۔۔
علیزے کے بے ترتیب ڈوپٹے کو دیکھتے سلطان نے دانتوں تلے لب کا کونا دبایا۔

جس پر سلطان نے علیزے کے ڈوپٹے سے پنز نکالتے اسکا ڈوپٹہ اتار کر سائیڈ پر رکھا۔۔اور اسے لے صوفے کی طرف بڑھا۔جہاں منیزے نے انکے لیے کھانا رکھا تھا۔

ڈوپٹے سے بے نیاز علیزے کے کندن جیسے بدن کو دیکھتے سلطان کی حالت خراب ہوئی۔ لیکن علیزے سے نظریں ہٹاتے اس نے کھانے کی طرف دھیان دیا۔

وہ پہلے ہی ڈری ہوئی تھی مزید وہ اسے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

سلطان نے اک نظر علیزے کو دیکھا جو روئے ہوئے چہرے اور اپنی خراب تیاری کے ساتھ دروازے کی سمت اب بھی دیکھ رہی تھی۔

علیزے کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے سلطان نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا۔

لیکن علیزے کی نگاہوں کے فوکس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔

اسکا ڈرا اسکے دماغ پر اتنا حاوی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی حالت سے بے خبر سلطان کی گود میں بیٹھی تھی۔

کھانے کی ٹیبل پر اک پیپر فولڈ کیا پڑا تھا۔

سلطان نے اس پیپر کو اٹھا کر کھولا جس پر اک سلطان کے لیے اک پیغام لکھا تھا۔ جو یقیناً اسکے نمونوں کا سرپرائز ہی تھا۔

کمرے کی سجاوٹ صرف نکاح کی خوشی میں کی گئی ہے۔ اسکو رخصتی کا" اشارہ ہر گز سمجھنے کی ضرورت نہیں سلطان احمد خان۔ کیونکہ رخصتی اگر عیس علی ہمدانی اور ضرار پاشا مصطفیٰ کی نہیں ہوئی تو تیری کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہاتھ ہولا رکھتے صرف ملاقات تک رہنا زیادہ شوخے ہونے کی ضرورت نہیں۔"

اس پوری تحریر کو پڑھتے سلطان دانت کچکچا اٹھا۔۔
جہاں پیج کے آخر میں اسکے تینوں کمینے دوستوں کے نام کے ساتھ سنی کے نام کے آگے شدید کنوارہ بھی مینشن تھا۔

لیجیے پڑھ لیں۔آپ رخصتی کو سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہیں ہیں۔جہاں ان جیسے کمینے ہوں وہاں میری منت پوری ہو نہ جائیں۔غصے سے سلطان نے علیزے کی طرف بڑھایا۔جو پہلے ہی نا سمجھی سے اسکی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

پیپر پر لکھی تحریر کو پڑھتے علیزے کو کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا تھا۔۔لیکن ساتھ خوشی بھی ہوئی تھی کہ اسکی رخصتی نہیں ہوئی ابھی۔۔

علیزے کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے سلطان نے ابرو اچکایا۔۔۔

سلطان کے تیور دیکھتے علیزے نے اپنے لبوں سے مسکراہٹ سمیٹتے کھانے کی طرف اشارہ کیا۔

سلطان علیزے کی اس کیوٹ سی ادا پر فدا ہوتے آگے بڑھ کر اسے سفید گال پر دانت گاڑ گیا۔

جس پر علیزے نے شرم سے اسے دیکھا۔

لیکن پھر سب بھلاتے سلطان نے اسے کھانا کھلانا شروع کیا جو صبح سے بھوکی اور اب رخصتی کا سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی۔

ٹاول میں اپنے بالوں کو لپیٹے منیزے واشروم سے نکلی۔تاکہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہو سکے۔

رات وہ کافی لیٹ فارم ہاؤس سے واپس لوٹے تھے۔ائرہ کو گھر ڈراپ کر وہ دونوں اپنے فلیٹ واپس آئے تھے۔

جبکہ سلطان بھی اپنی منکوحہ کو ساتھ لے کر اپنے فلیٹ واپس چلا گیا تھا۔

بقول سلطان کے وہ پہلے ہی ان کمینوں کی وجہ سے اپنی منکوحہ سے سہی" ملاقات نہیں کر پا رہا۔سلطان بھی انکے سرپرائز کا صحیح بدلہ چکا رہا تھا۔ کیونکہ وہ پچھلے اتنے گھنٹوں سے علیزے کے پاس سے ایک انچ بھی نہیں ہلا تھا۔اور نہ علیزے کو آزاد کیا تھا۔کیونکہ سلطان احمد خان کے مطابق اسکی

ملاقات کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا۔ بیچاری علیزے ابراہیم ان چار بے شرموں کے درمیان پھنس کر رہ گئی تھی۔

سلطان کی بے شرمی پر ان تینوں کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سلطان کا کچومر بنا کر رکھ دیں۔

چونکہ کل وہ اک اضافی گاڑی میں فارم ہاؤس گئے تھے۔ تو عیسیٰ سنان مصطفیٰ کاظمی کو گھر ڈراپ کر کے مشعل کو ساتھ لے کر گھر جا چکا تھا۔

منیزے یونیورسٹی کے لیے تیار ہو کر کمرے سے نکلی۔

وائٹ ہائی نیک شرٹ کے ساتھ بلو جینز پر بلیک کوٹ شوز پہنے اپنی تیاری کے ساتھ پاؤں میں ٹک ٹک کرتی ہیلز کی آواز سے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر

بیٹھے ضرار پاشا حیدر کو اپنی طرف متوجہ کر گئی۔ جو پہلے ہی اسکے انتظار میں بیٹھا تھا۔

منیزے کا سر تا پاؤں جائزہ لے کر ضرار نے ابرو اٹھاتے منیزے کی جانب دیکھا۔

جو اپنا بیگ ٹیبل پر رکھ کر گھوم کر ضرار کی جانب آئی تھی۔

اس سے پہلے ضرار کچھ سمجھ پاتا منیزے اسکے آگے سے ضرار کا موبائل پرے کرتی ضرار کی گود میں بیٹھ کر ضرار کو حیران و ساکت کر گئی تھی۔

گود میں بیٹھتے ہی وہ اپنا چہرہ ضرار کی گردن میں چھپا گئی۔

جیسے بچہ اپنی ماں کی آغوش میں آکر پر سکون ہوتا ہے ایسا ہی کچھ حال منیزے کا تھا۔

لیکن منیزے سکندر اپنی اس پیش قدمی سے ضرار پاشا حیدر کا دل دھڑکا گئی تھی۔

وہ جو کل رات اسکے جانے کے بعد سے ہی بے سکون تھی۔ ضرار کی آغوش میں آتے ہی سکون سے آنکھیں موندے منیزے، ضرار کے جزبات کو بھڑکا گئی۔

میری شیرنی کو کیا ہوا ہے۔۔۔ ضرار نے اسکی کمر میں اپنا ہاتھ لپیٹے منیزے کو اپنے قریب کیا۔

ضرار نے محسوس کیا تھا کہ وہ عام شرمیلی لڑکیوں کی طرح نہیں تھی۔ جو اپنے جزبات کو صرف خود تک محدود رکھتیں ہیں۔۔

بلکہ اسکی شیرنی تھوڑی بہت بولڈ بھی تھی جسے جب اپنے سرتاج پر پیار آتا تھا بنا شرمائے وہ اظہار کر دیتی تھی۔

شائد ضرار کے کیے گئے اظہار کا اثر تھا۔ کہ وہ اپنے خول سے نکلنے لگی تھی۔ کل جب بھی ضرار اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لیتا تھا۔ بدلے میں منیزے بھی اتنی ہی شدت سے اسکے ہونٹوں پر کاٹ دیتی تھی۔

شرمیلی پلس بولڈ قربت الگ ہی مزہ دینے والی تھی۔ ضرار نے مچلتے دل کے ساتھ سوچتے منیزے کے کالے گھنے بال اسکی گردن سے ہٹائے۔

جبکہ وہ ابھی بھی خاموش آنکھوں کو موندے اسکی گود میں بیٹھی تھی۔
ضرار نے اپنے نرم گرم ہونٹ جب منیزے کی گردن پر رکھے تو منیزے
ضرار کی گردن میں گہرا سانس بھر گئی۔

"آج چپ کا روزہ رکھا ہے کیا"
ضرار نے منیزے کے کان کی لوح کو دانتوں تلے دباتے پوچھا۔

منیزے اپنی سرخ سبز آنکھیں کھول کر ضرار پر ٹکا گئی۔ جو بلیک جینز کے
ساتھ وائٹ شرٹ پر بلیک جیکٹ پہنے سفید رنگت پر اپنی گرے آنکھوں
اور کھڑی مغرور ناک سے منیزے کے دل میں سپارک کر رہا تھا۔

"میں سو نہیں پائی رات کو"

منیزے نے ضرار کی جیکٹ کے بٹن سے کھیلتے نروٹھے پن سے کہا۔

میرا بچہ کیوں نہیں سو پایا"ضرار نے آگے بڑھتے منیزے کی خوبصورت "
ہری آنکھوں کو چوم لیا۔جو نیند پوری نہ ہونے کے باعث سرخ ہوئی
تھیں۔

"سر تاج مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے"

منہ بنا کر شکوہ کیا گیا۔۔

توضرار نے اک نظر منیزے کے خوبصورت چہرے کو دیکھا۔

رات وہ کسی ضروری کام سے منیزے کو فلیٹ میں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔اور
دو گھنٹوں بعد اسکی جب واپسی ہوئی تھی۔۔تب وہ منیزے کو چیک کرنے

کی غرض اس کے کمرے میں آیا تھا لیکن وہ سو چکی تھی۔ دن بھر کی تھکن کا سوچتے ضرار نے اسے تنگ کرنے کا ارادہ ملتوی کرتے منیزے کے ماتھے کو شدت سے چوم کر اپنے کمرے میں چل گیا تھا۔

ضرار نے اک دم سے منیزے کو اٹھا کر گھماتے ہی پھر واپس بٹھایا۔
منیزے اس اچانک افتاد پر گھوم کر رہ گئی۔ وہ جو پہلے اک سائیڈ پر ٹانگیں لٹکا کر اسکی گود میں بیٹھی تھی۔

لیکن اب ضرار اسکی ٹانگیں دائیں بائیں جانب کرتا اسے اپنی گود میں بٹھا چکا تھا۔ اس قدر نزدیکی منیزے کی سانسوں کی روانی کو تیز کر گئی۔
ضرار کی گود کے قرب کو محسوس کرتے وہ بوکھلائی۔

نظریں اٹھا کر ضرار کی جانب دیکھا تو وہ پہلے ہی معنی خیز نظروں سے منیزے کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

"آئندہ میری گود میں بیٹھنا ہو اتو ایسے بیٹھنا. کیونکہ مجھے ایسی پوزیشن پسند ہے"

ضرار نے جھکتے ہوئے منیزے کی بیوٹی بون پر اپنے ہونٹ رکھے۔

تو منیزے اسکے جان لیوا لمس پر سٹپٹائی۔

ضرار۔۔۔اپنی دل کی دھڑکنوں کو کانوں میں سنتے منیزے اسکا نام پکار بیٹھی۔

منیزے کے لبوں سے پہلی بار اپنا نام سنتے ضرار بے خود ہوتے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے منیزے کے چہرے کو اپنے چہرے کے قریب کرتے اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لے گیا۔

اپنے ہونٹوں پر ضرار کے ہونٹوں کی گستاخیوں کو محسوس کرتے منیزے ضرار کی شرٹ کے کالر کو ہاتھوں میں دبوچ گئی۔

منیزے کے نچلے ہونٹ کو اپنی گرفت میں لیتے ضرار نے اس پر دانت گاڑ دیے۔ ضرار کی اتنی شدت کو محسوس کرتے منیزے اسکے کندھوں پر زور سے مکے مارنے لگی۔ تاکہ اسے ہوش دلا سکے۔

منیزے کی رکتی سانس کو دیکھ کر ضرار نے اسکی جان بخشی کی۔ تو وہ گہرے سانس لیتی اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

اگر میرے بے بی کو میرے بنا نیند نہیں آتی تو میرا بے بی میرے روم" میں آجایا کرے پھر دونوں مل کر اک دوسرے کو تھکا کر سکون بھری نیند "لیا کریں گئے

ضرار نے اسکی کمر سہلاتے اپنے بے باک لفظوں سے منیزے کے کانوں سے دھواں نکالا۔

جبکہ منیزے ضرار کی اس قدر بے شرمی پر اپنا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر پچھتانے لگی جب اس نے اس بے شرم انسان کے سامنے اپنی نیند کا ذکر کیا تھا۔

مجھے بھوک لگی ہے۔۔ منیزے ضرار کے کندھے پر دانت گاڑتے بولی۔۔۔

اپنی بات کو گول کرتا دیکھ کر ضرار مسکرا دیا۔ جانتا تھا کہ وہ شرم کے مارے اسکا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی ہے۔

منیزے نے کل ہی شبو کو سلطان کے فلیٹ بھیج دیا تھا تاکہ نکاح کے اگلے دن سلطان کو مشکل نہ ائے۔

یہ سالے سلطان کے گھر کا چولہا جلانے کے چکروں میں آج ہمارے گھر کا چولہا بند ہے جس کی وجہ سے ہمیں باہر سے ناشتہ کرنا پڑے گا۔ ضرار سلطان کو یاد کرتا دانت کچکچا اٹھا۔۔

جبکہ منیزے ضرار کی بات پر مسکراہٹ دبانے لگی۔

چلو آج تمہیں اپنی فیورٹ جگہ سے ناشتہ کرواتا ہوں۔۔

ضرار نے اپنی گود سے منیزے کو کھڑا کیا۔اور اک نظر منیزے کے سراپے اور اپنی شدت کے باعث اسکے سرخ ہونٹوں کو دیکھا۔جن پر لگی لپسٹک وہ اپنے ہونٹوں سے چن چکا تھا۔

منیزے ضرار کی نظروں سے گھبراتے باہر کی جانب دوڑ لگانے کا ارادہ کیے تھی کہ ضرار نے ہاتھ سے پکڑ کر اسے اپنی جانب واپس کھینچ لیا۔

اس حلیے میں جانا ہے باہر۔۔۔ضرار نے اسکی ٹائٹ شرٹ کو دیکھتے استفسار کیا جو منیزے کے بدن سے چپکی اسکے خدوخال کو واضح کر رہی تھی۔

میں تمہیں کچھ کہہ نہیں رہا تو تم اسکا ناجائز فائدہ کیوں اٹھا رہی ہو۔ضرار سرد تاثرات سے اسے دیکھنے لگا۔

آپ مجھے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے سر تاج کیونکہ اسکی اجازت تو میں بابا سائیں سے لے چکی ہوں۔ منیزے ضرار کے گلے میں بازو ڈالتے لاڈ سے بولتی اپنا پہلے والا روپ اپنا گئی۔

کسی دن تمہارا ایسا علاج کروں گا کہ تم خود اپنے منہ سے پورے ڈھنگ "
"کے کپڑے مانگوں گی۔

،ں یزے کی کمر میں بازو ڈالتے جھٹکے سے خود کے قریب کرتے وہ غرایا۔
کیونکہ وہ سچ میں اسکی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتی اپنے لیے مشکلات پیدا کر رہی تھی۔

وہ دن بھی دیکھیں گئے۔۔
ضرار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی منیزے اعتماد سے بولی۔

منیزے کی ہٹ دھرمی کو محسوس کرتے ضرار نے گہری نظروں سے اسکے سراپے کو دیکھا۔

ضرار کی نظروں کو بدلتا دیکھ کر منیزے پہلو بدلنے لگی۔

وہ تو اسے تپانے کے لیے شوخی بن رہی تھی۔پر وہ کھڑوس الٹا اپنی نظروں سے اسے خود میں سمٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔

لیٹ ہو رہے ہیں چلتے ہیں۔۔

منیزے اپنے بازو ہٹاتے ٹیبل سے اپنا بیگ اور موبائل اٹھا کر باہر بڑھنے لگی کہ اک دفعہ پھر لہرا کر ضرار کے سینے سے ٹکرائی۔

خاموش تیکھی نظروں سے منیزے کے چہرے کو گھورتے ضرار اسکے کمرے کی جانب بڑھا۔اور جب واپس آیا تو اسکے ہاتھوں میں اک لانگ بلیک کوٹ تھا۔

خاموشی سے آکر ضرار نے منیزے کو کوٹ پہنایا جس میں اسکا سراپا مکمل طور پر چھپ گیا تھا۔

جبکہ منیزے کا اپنی تیاری کو خراب ہوتا دیکھ کر منہ بن گیا۔نچلے ہونٹ کو لٹکائے وہ ضرار کو شکوہ بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ جس پر ضرار جھکتے ہوئے اسکے لٹکے ہونٹ پر دانت گاڑتے پیچھا ہٹا۔

ضرار نے یہ سب اتنی جلدی کیا تھا کہ منیزے بس سی کرتی رہ گئی۔

مجھے جنگلی بننے پر مجبور نہیں کرو مسسز ضرار پاشا حیدر ورنہ منہ چھپاتی"
"پھروں گی

منیزے کو خطرناک دھمکی دیتے ضرار گاڑی کی کیز اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ منیزے اسکی پشت دیکھتی زبان کال گئی۔ پیر پٹکنے کے انداز میں وہ اس کھڑوس کے پیچھے ہوئی۔

مام آج ناشتہ مل سکتا ہے کہ نہیں۔۔۔
سنی نے گھڑی پر نظر دہراتے کئی دفعہ کا پوچھا سوال پھر پوچھا۔۔

نہیں۔۔ کلثوم بیگم کی جانب سے دوٹوک جواب آیا۔

مام یار ایسے کون کرتا ہے۔۔۔۔

سنی کلثوم بیگم کا سیدھا انکار سن کر سر پکڑ گیا۔

جبکہ مصطفیٰ صاحب ٹیبل پر خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ جیسے انکے سوا اور کوئی ادھر موجود نہیں تھا۔اور نہ ہی انہیں روتا ہوا سنی نظر آرہا تھا۔

جب تک تم مانو گئے نہیں، تمہیں اک لقمہ بھی کھانے کو نہیں ملے گا۔ کلثوم بیگم نے ہمیشہ کی طرح اپنی شرط رکھی۔

جبکہ سنان مصطفیٰ کاظمی تو اپنی ماں کے تیور دیکھ کر حیرانگی میں تھا۔ کہ اتنے انوکھے لوگ اسکی قسمت میں ہی کیوں تھے۔مائیں تو اپنے منہ سے نوالہ نکال کر اپنی اولاد کو دے دیتیں ہیں۔ یہاں اسکی ماں اپنی بات منوانے کی

خاطر اسے ناشتہ ہی نہیں دے رہی تھی۔ وہ پورے اک گھنٹے سے اپنی ماں کے دل کے پگھلنے کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

کلثوم بیگم مائیں ایسی نہیں ہوتیں"۔"
سنی نے کسی بزرگ عورت کی طرح ہاتھ نچاتے کہا۔

بیٹے بھی ایسے نہیں ہوتے مسٹر سنان مصطفیٰ کاظمی"۔۔کلثوم بیگم نے"
بھی سلگتے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

مام یار ابھی میری عمر ہی کیا ہے جو ایسے ہاتھ، منہ دھو کر میری شادی کے چکر میں پڑ گئی ہیں۔۔
سنی نے بے بس ہوتے مصطفیٰ صاحب کی جانب دیکھا۔

جو منہ میں نوالہ ڈالتے کندھے آچکا گئے۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں یہ تمہارا اور تمہاری ماں کا معاملہ ہے بھئی۔۔ میرا ناشتہ نہیں خراب کروں۔۔

مصطفیٰ کاظمی کے کندھے اچکانے پر سنی ضبط کر کے رہ گیا۔

وہ کس طرح انہیں بتاتا کہ اسے اک لال مرچ پسند آگئی ہے وہ کسی دوسری گاجر مولی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا۔

سنی تو اس دن کو پچھتا رہا تھا جب کمپنی دینے کی غرض سے وہ اپنی ماں کی دوست کے پاس چند پل بیٹھ گیا تھا۔ اور آج یہ نوبت آئی تھی۔ کہ اسکی ماں کی دوست اسے اپنی بیٹی دینے کو تیار بیٹھی تھی اور اسکی ماں لینے کے لیے بھی تیار تھی۔

جیسے خدانخواستہ وہ لولا لنگڑا تھا۔ جسے اس لڑکی کے سوا کوئی دوسرا رشتہ نہیں ملنا تھا۔ خیالوں میں خود کو لنگڑا دیکھ کر سنی جھرجھری لے کر رہ گیا۔ بس نہیں تھا جھک کر اپنی ٹانگیں خود ہی چوم لیتا۔

آئرہ کے تیکھے نقوش کو یاد کرتے سنی کے ہونٹوں پر اچانک مسکراہٹ بکھری جسے مصطفیٰ صاحب نے غور سے دیکھا تھا۔ بیٹے کی مسکراہٹ انہیں بہت کچھ بتا گئی تھی۔ پر اپنی بیگم کے تیور کو سوچتے مصطفیٰ صاحب کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی۔

خود کو تکتے پا کر سنی نے ابرو آچکایا۔ جسے دیکھتے جواب میں مصطفیٰ صاحب نے بھی ابرو اٹھاتے بدلہ اتارا۔

میری ڈول کیسی ہیں۔۔

عیس نے گھر میں داخل ہوتے بلند آواز میں کلثوم بیگم کو مخاطب کیا۔ جبکہ عیس کی آواز پر کلثوم بیگم جلدی سے اٹھ کر عیس کے گلے لگیں۔
انکے لیے وہ چاروں بیٹوں جیسے تھے۔

کلثوم بیگم کو بازو کے گھیرے میں لیتے عیس نے عقیدت سے انکے ماتھے کو چھوا۔اور جب انکے اداس چہرے پر پڑی تو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ اس اداسی کی کیا وجہ ہے۔

ہائے ینگ مین دوسرں کی بیویوں سے فلرٹ کرنا چھوڑ دو اب تو تمہاری اپنی بھی بیوی آچکی ہے۔
مصطفیٰ صاحب نے عیس کے بازو کے گھیرے میں اپنی بیگم کو دیکھتے عیس کو شرم دلانا چاہی۔

جس پر وہ انہیں آنکھ مار کر کلثوم بیگم کے سر کو پھر ہونٹوں سے چھو کر انہیں سلگا گیا تھا۔

مصطفیٰ صاحب ضبط سے عیس پر لعنت بھیجتے اپنا بیگ اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گئے۔ کیونکہ وہ لیٹ ہو رہے تھے۔ اور اس ڈھیٹ انسان کے ساتھ مزید اپنا خون نہیں جلا سکتے تھے۔

یہ دیکھ لو یہ میری بات نہیں مان رہا۔۔۔
کلثوم بیگم نے بچوں کے انداز میں سنی کو شکوہ بھری نظروں سے دیکھتے عیس کو بتایا۔

اوئے کیا مسئلہ ہے تجھے سالے۔۔۔ میری ڈول اتنے پیار سے تیری شادی کروانا چاہ رہی ہے۔ کیا موت پڑی ہے تجھے ہاں کیوں نہیں کر رہا۔۔۔

عیس کا انداز صاف ویسا تھا جیسے کوئی پورا رس گلہ کھلانے کے لیے ضد کرتا ہے ہے لیکن سامنے والا منہ نہیں کھولنا چاہتا۔

عیس نے فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھاتے سنی کو لتاڑا۔

جبکہ سنی تو اس کمینے کو طیش بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ جو سب جانتے بوجھتے تیلی لگانے پہنچ گیا تھا۔

لمبے بالوں والی باجی۔۔ سنی غصے سے بڑبڑاتے سر جھٹک گیا۔

کلثوم بیگم نے بھی سنی کو پھر آس بھری نظروں سے دیکھا کہ شائد وہ اب ہاں کر دے۔ کیونکہ وہ اپنی دوست کو ہاں کر چکی تھیں۔

اپنی ماں کی آنکھوں میں امید دیکھتے سنی نے گہرا سانس بھرا۔ جبکہ سیب کھاتا عیس فل مزے میں تھا۔ کیونکہ عیس کو جتنا مزہ تیلیاں لگانے میں آتا تھا اتنا کسی اور میں نہیں آتا تھا۔ آج صبح وہ زبردستی مشعل کے روم میں گھس کر حسن صاحب کے سامنے دروازہ بند کرتے انہیں سلگا کر اور تیلی لگا کر بھی آرہا تھا۔

اوئے چل مان جا۔۔۔ صرف شادی ہی تو ہے ماں کو راضی کر دیکھنا کیسے جنت ملتی ہے۔۔۔

عیس نے سنی کو بازو سے ٹھوماتے پھر کہا اور ساتھ جنت کا لالچ بھی دیا جیسے ٹوان ون کی آفر میں خوشی محسوس ہوتی ہے ویسے ہی کچھ عیس بھی سنی کو محسوس کروانا چاہ رہا تھا۔

تیرا منہ میں یونیورسٹی جا کر توڑتا ہوں۔ سنی دبی دبی آواز میں غراتے یک دم سے اٹھتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔

سنی کو جاتے دیکھ کر عیس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ نزول ہوئی۔

میری ڈول نے فکر نہیں کرنی میں اسکو سمجھاؤں گا۔
جلدی سے اٹھتے عیس نے کلثوم بیگم کو گلے لگاتے باہر کی جانب سنی کے پیچھے ڈور لگائی۔۔

گاڑی میں مشعل بیٹھی تھی وہ اس کمینے کو اپنی بیوی کے ساتھ اکیلے میں پانچ منٹ بھی نہیں دینے کا سوچ سکتا تھا۔ نجانے بدلہ اتارنے کے لیے اسکی معصوم بیوی کو کیا پٹیاں پڑھا دیتا۔
یہ عیس علی ہمدانی کی اپنی احتیاط تھی۔

سلیو لیس لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس اپنے حسن سے بے نیاز وہ لمبی لمبی سانسیں بڑھتی سو رہی تھی۔

اور اک دیوانہ اسکے بیڈ سائیڈ پر بیٹھا اسکے وجود کو
اور اپنی آنکھوں میں بسانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور وہ دیوانہ "سلطان احمد خان" تھا۔

رات اپنے فلیٹ پہنچنے کے بعد وہ علیزے کی روہانسی صورت دیکھتے مزید
.اسے تنگ نہیں کر پایا تھا

علیزے کا رخصتی کا خوف دیکھتے ہوئے وہ اسے اپنے کمرے میں بھی رکنے کا نہیں کہہ سکا۔

دل تو اسکا کر رہا تھا کہ اپنے تینوں نمونوں کو پکڑ کر گردن سے مڑوڑ کر رکھ دے جنہوں نے اسکی بیوی کو "رخصتی نہیں ابھی" پر اتنا پکا کر دیا تھا کہ وہ صرف اک ہی راگ بولے جا رہی تھی۔

"کہ اسکی رخصتی نہیں ہوئی ابھی"

لیکن سلطان احمد خان نے بھی سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو بتا کر رہے گا کہ بنا رخصتی کے بھی بہت کچھ جھیلنا پڑتا ہے۔ جس ڈر سے وہ رخصت ہونے

سے خوف کھا رہی ہے اسکے چھوٹے موٹے ٹریلر تو وہ اسے دیکھاتا رہے گا۔اور یہ شدتیں تو پھر اسے ہی برداشت کرنی ہیں نہ۔۔

رات کافی ضد کر کے وہ الگ کمرے میں ہی رکی تھی۔سلطان کا ضبط ہی تھا کہ وہ اسکا مان نہیں توڑ پایا تھا۔

ورنہ وہ "علیزے ابراہیم" کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ کیسے اسکے عیشق میں ڈوب چکا ہے۔اور اپنے اس عشق کی وجہ سے ہی وہ اپنے دوستوں سے ذلیل بھی ہونے والا تھا۔

رات ڈریس بدل کر علیزے لیٹتے ہی سو چکی تھی۔دن بھر کی تھکاوٹ سے اسکا برا حال تھا۔اور کھانا تو اسے سلطان نے وہیں کھلا دیا تھا۔

لیکن ابھی ایسے علیزے کو بے خبر سوتے دیکھ کر سلطان کا صبر ٹوٹ گیا تھا۔ کیونکہ سوتے ہوئے وہ جب گہری سانسیس لیتی تھی۔ تو اسکے کندن جیسے تراشے بدن کے نشیب و فراز خوبصورت منظر پیش کرتے تھے۔ جسے دیکھتے ہوئے سلطان اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا تھا۔

کھڑکی پر پردے ہونے کی وجہ سے کمرے میں ابھی تک ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ کمرے میں ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے کمرہ گرم بھی تھا۔

اسی لیے علیزے کے وجود سے اترا کمبل بھی اسکی نیند میں خلل پیدا نہیں کر پایا تھا۔

سلطان پہلے ہی شاپنگ کرتے علیزے کی وارڈروب سیٹ کروا چکا تھا۔ جس میں اسکے لیے مختلف ڈیزائن کے گاؤن اور حجاب کے ساتھ ڈریسز موجود تھے۔

سلطان نے علیزے کے لیے سلیپنگ ڈریسز کی خاص شاپنگ کی تھی۔ جو زیادہ تر سلیولیس پلین وائٹ کلر کے ڈریس ہر ڈیزائن میں موجود تھے۔

سلطان احمد خان کو "علیزے ابراہیم" سفید لباس میں نور لگتی تھی۔ کہ وہ دیوانہ وار اسے تکتا نہیں تھکتا تھا۔

ابھی بھی وہ رات علیزے کے سو جانے کے بعد سے اسکے کمرے میں موجود اسے دیکھ رہ تھا۔ سکا دل کر رہا تھا کہ آگے بھر کر اسے اپنی باہوں میں چھپا لے۔ پر وہ اسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔
لیکن اب صبح ہوتے ہی وہ اپنا ضبط کھو چکا تھا۔

سلطان نے ہاتھ بڑھا کر علیزے کے وجود سے کمبل کو اتار دیا۔ لیکن علیزے کی نیند میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ شائد وہ کل کی بہت زیادہ تھک چکی تھی۔

سفید بے داغ چہرہ اس وقت روشن تھا۔ کالی گہری آنکھیں اس وقت بند تھیں۔

دودھیا بازو اس وقت بنا کسی پردے کے سلطان کے سامنے موجود تھے۔ ٹراؤزر بے ترتیب ہوتا پنڈلیوں کو واضح کرتا سلطان کے ہوش اڑا رہا تھا۔ سلطان کو علیزے کے خوبصورت پاؤں دیکھتے پائلوں کی کمی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ جو وہ آج ہی پوری کرنے والا تھا۔

نائٹ بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس اپنے رف حلیے میں بھی وہ وجیہہ مرد لگ رہا تھا۔۔ لیکن یہ مکمل مرد اپنی رانی کے عشق میں ڈوبا مجنوں بنا ہوا تھا۔

نیچے جھکتا وہ علیزے کے پاؤں پر اپنے لب رکھ گیا۔ اگر علیزے جاگتے ہوئے اسکی یہ حرکت دیکھ لیتی تو یقیناً چیخ اٹھتی۔

سلطان کے لب سرکتے ہوئے اوپر اسکی ٹانگوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شدت سے علیزے کی پنڈلیوں کو اپنے لمس سے مہکاتے وہ علیزے کے اوپر سایہ فگن ہوا۔

غور سے علیزے کے خم دار بلائی ہونٹ کو دیکھتے سلطان نے اپنا ہونٹ دانتوں تلے کچلا۔ وہ اک بے تحاشا حسن رکھنے والی لڑکی تھی۔۔

اس سب سے بے خبر علیزے اپنی نیند میں مگن کسی اور جہاں پہنچی ہوئی تھی۔

علیزے کی نیند کو دیکھتے سلطان نے ابھی کچھ دیر پہلے عیس اور ضرار کے مسیج یاد کرتے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔ جب وہ اسے یونیورسٹی آنے کا پوچھ رہے تھے۔

تو سلطان نے جواب دیا تھا کہ اسکی بیوی سو رہی ہے تو وہ ابھی کچھ نہیں بتا سکتا"

سلطان کے اس جواب کو سنتے عیس اور ضرار تو باقاعدہ دانت کچکچا گئے تھے۔ جو رن مریدی کے سارے ریکارڈ توڑنے میں دل و جاں سے مگن تھا۔

جبکہ گروپ میں موجود سنی صرف قہقہے لگانے میں مصروف تھا۔

علیزے کے چہرے کو دیکھتے سلطان کو احساس ہو رہا تھا۔ کہ اگر وہ واقعی ہی اپنی بیوی کے اٹھنے کا انتظار کرتا رہا تو یونیورسٹی سے لیٹ ہو کر اپنے نمونوں سے سچ میں پٹ جائے گا۔

اسی لیے بنا کچھ اور سوچے وہ علیزے کی نیند بھگانے کے لیے اسکے بھرے بھرے ہونٹوں پر جھک گیا۔

اک ہاتھ علیزے کی کمر میں حائل کرتے اسے اٹھا کر اپنے قریب کرتے سلطان دوسرا ہاتھ اسکی گردن میں حائل کرتا اپنے قریب تر کر گیا۔

نرمی سے علیزے کے ہونٹوں کو چھوتے وہ بھول رہا تھا۔ کہ وہ بس علیزے کو اٹھانے کے کیے چھوٹی سی گستاخی کرنا چاہتا تھا۔

نیند میں خود پر بوجھ محسوس کرتے علیزے کی آنکھ کھلی۔ لیکن خود پر سلطان کو جھکے دیکھ کر بھک سے اسکی ساری خماری اڑن چھو ہوئی تھی۔

کسی نشئی کی طرح وہ علیزے کے ہونٹوں سے چمٹا اسکی سانسوں کا نشہ کر رہا تھا۔ لیکن اسکی گرفت میں بلکل شدت نہیں تھی۔ وہ بہت نرمی سے علیزے کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔

اپنی سانس رکنے پر علیزے نے اسکے کندھوں کو جھنجھوڑتے اسے ہوش دلانا چاہی۔ تو وہ اسکی مزاحمت پر پیچھے ہٹ گیا۔

علیزے گہرے گہرے سانس لیتی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

گڈ مارننگ مائے کوئین۔۔۔ خمار آلودہ لہجے میں بولتا وہ علیزے کے ماتھے کو اپنے ہونٹوں سے چھوتے اسے معتبر کیا۔

میری رخصتی نہیں ہوئی ابھی۔۔ منہ بناتے علیزے نے اسے یاد دلانا چاہا۔۔۔
ابھی رات ہی تو اس نے اس نیلے بھیڑیے کو کنفرم کیا تھا کہ اسکی رخصتی نہیں ہوئی تو وہ کیوں صبح صبح اسکی سانسوں سے چمٹ گیا تھا۔اک ساتھ علیزے کے دل میں کئی خیال ائے۔
جبکہ اپنی مارننگ وش کے جواب میں علیزے کے منہ سے اسکا راگ سن کر سلطان نے گہری سانس خارج کی۔

لگتا ہے عیس کو اتنی محنت مشعل بھابھی پر نہیں کرنی پڑے گی جتنی مجھے اپنی بیوی پر کرنے کی ضرورت ہے

سلطان اک نظر اسے دیکھ گیا جو آنکھوں میں ڈر اور سوال لیے اسکی جانب دیکھتی اسکا دل دھڑک رہی تھی۔

علیزے کے اوپر سے اٹھتے سلطان نے اسے کھینچ کر اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا۔اور اسکی گردن میں منہ چھپایا۔اسکی خوشبو کو محسوس کرتے وہ مدہوش ہو رہا تھا۔

میری رخصتی۔۔۔اس سے پہلے کہ علیزے کچھ بول پاتی۔۔سلطان سرد نگاہوں سے اسے گھور گیا۔جس پر علیزے کی زبان تالو سے چپکی۔

کون ہوں میں اپکا۔۔۔سلطان نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔

شوہر۔۔علیزے نے ڈرتے اک لفظی جواب دیا۔جو شدت سے اپنے بازوؤں کے حصار میں قید کیے اسے اپنی گود میں لیے بیٹھا تھا۔

رخصتی اگر نہیں ہوئی تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ میں آپکو چھو نہیں سکتا۔ رخصتی صرف آپکی خوشی کی خاطر اک بے بنیاد سی وجہ ہے۔جس کو میں نے آپکی خوشی کی خاطر ہی قبول کیا ہے۔لیکن اگر آپ ایسے ہی مجھے تنگ کرتی رہیں۔تو باخدا سب کچھ بھلاتا ابھی ہمارے درمیان میں موجود سارے پردے گرادوں گا۔

سلطان نے گھمبیر لہجے میں کہتے علیزے کے چہرے پر گرے بال اسکے کانوں میں اڑسے۔۔۔

جبکہ سلطان کی بے باک دھمکی سنتے شرم کے مارے علیزے کا سانس رکا۔۔

وہ سمجھ گئی تھی کہ اس نیلے بھیڑیے سے نہیں بچ سکتی۔اور اسے روکنے کا مطلب تھا اپنی جان کو شیر کے سامنے خود پیش کرنا۔اور اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا اتنی سی عمر میں اپنے سہیلیوں سے پہلے اماں بننے کا۔

جی علیزے صرف پہلے اماں بننے کے چکروں میں اپنی رخصتی لٹکائے رکھنا چاہتی تھی۔

اپنی آنکھوں کو پھیلائے وہ سوچوں میں خود کو اماں بنتے دیکھ کر جھرجھری لے گئی۔

سلطان نے آگے بڑھ کر اسکی آنکھوں کو چوما۔اور پھر اسے گود میں اٹھائے واشروم کی جانب بڑھا۔

علیزے کو واشروم میں اتار کر وہ اسکا ڈریس لے کر آیا۔

شاور لے کر خود کو اچھے سے سمجھا لیں۔ پھر تفصیلی ملاقات کرتے ہیں مائے کوئین۔۔

علیزے کو واشروم میں ہکا بکا چھوڑ کر سلطان خود کمرے سے چلا گیا۔۔تاکہ تیار ہو کر ناشتے کو دیکھ سکے۔اور اسکی کوئین خود کو مینٹلی طور پر تیار کر سکے۔وہ ہر وقت اپنے سپیشل مومینٹس میں اسکا راگ نہیں سن سکتا تھا۔

گاڑی پارکنگ میں رکی تو سنی اک جھٹکے میں گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ سنی کے زور سے دروازہ بند کرنے پر مشعل اپنی جگہ سے اچھلی۔

پورے راستے وہ سنجیدہ صورت لیے آیا تھا۔ جبکہ مشعل نے تو ہمیشہ اسے ہنستے اور چھیڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن آج وہ سنی کی سنجیدگی کی وجہ سے ناواقف تھی۔۔

ڈونٹ وری بے بی، اسکا دماغ آج ٹھکانے پر نہیں بس۔۔ مشعل کے اچھلنے پر عیس نے آگے بھر کر اسے گلے سے لگا کر تسلی دی۔

بھائی کا دماغ نہیں خراب آپ انہیں تنگ کر رہے تھے۔ مشعل منہ بناتے اپنی طرف سے سوچ کر بولی۔ جیسے وہ جانتی تھی۔ ہر کسی کہ موڈ خراب ہونے کے پیچھے اسکے بندے کا ہی ہاتھ ہوتا ہے۔

جبکہ مشعل کی بات پر عیس آنکھیں چھوٹی کیے اپنی پدی کو دیکھنے لگا جس کے کل سے رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے تھے۔

زیادہ نہیں زبان چل رہی میرے بے بی کی۔۔۔
عیس مشعل کے چھوٹے سے چہرے کو اٹھائے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنی انگلیوں کے پوروں میں دبانے لگا۔

میں سلطان بھائی کو جا کر بتاؤں گی کہ آپ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔۔ مشعل رخ موڑتے بھرائی آواز میں بولی۔
اپنے چھوٹے پیکٹ کی دھمکی اور بھرائی آواز سن کر عیس نے ابرو اٹھایا۔ جو بلاوجہ ناراض ہو رہی تھی۔

ایسی کی تیسی تمہارے بھائیوں کی۔۔۔ عیس دانت پیستے بولا۔
آدھی زندگی تو اسکی دھمکیاں سنتے گزر جانی تھی کبھی میڈم حسن صاحب کی دھمکی دے رہی ہوتیں ہیں اور کبھی اپنے شوخے بھائیوں کی۔۔

عیس کی تپتی آواز سنتے مشعل نے اپنی آنکھیں میچی اور جلدی سے دروازہ کھول کر یونیورسٹی کے اندر کی طرف بھاگ گئی۔

مشعل کی اتنی تیز رفتاری پر عیس ہکا بکا اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔

اور پھر اپنے لمبے بالوں میں ہاتھ پھیرتا باہر نکل کر مشعل کے پیچھے بڑھا۔

عیس نے آگے بڑھتے ہوئے ادھر ادھر نظریں گھمائیں لیکن اسے مشعل کہیں نہیں دیکھائی دی۔

ابھی تو آئی ہے بھاگ کر، کہاں چھپ گئی ہے یہ جیری اتنی جلدی۔۔۔دماغ میں مشعل کا سوچتے عیس کیفے ٹیریا کی جانب بڑھا۔

کیونکہ بطخوں کا آخری ٹھکانہ وہ ہی تھا۔

یہ سب سوچتے وہ کیفے ٹیریا میں داخل ہوا جہاں مخصوص ٹیبل پر وہ سب بیٹھے نظر آئے۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے عیس جا کر مشعل کے ساتھ والی کرسی پر ابھی بیٹھنے ہی لگا تھا کہ سنی اسے کھینچ کر اپنے اور ضرار کے درمیان بیٹھا گیا۔

جس پر عیس اسے خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا۔ لیکن عیس کی ان نظروں کا سنی پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اس کی صبح والی حرکت پر تپا ہوا تھا۔ اور اسے تو اپنا بدلہ لینے کا موقع چاہیے تھا۔

سنی کو گھورنے کے بعد عیس نے اپنی نظریں سامنے مرکوز کیں۔

جہاں بلو سوٹ میں بیٹھی مشعل، اپنی چمکتی رنگت کے ساتھ ماتھے پر بے بی ہیر گرائے، کالے گھنے بالوں کے ساتھ عیس کے دل میں ہل چل مچا گئی تھی۔

ٹھر کی روح والے آنکھوں کو قابو کر۔۔۔ سنی نے عیس کے پاؤں پر پاؤں مارتے دے ہوئے انداز میں کہا۔

جو گہرے انداز میں مشعل کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

سالے تجھے کیا تکلیف ہے میری حق حلال کی بیوی ہے۔ عیس پاؤں پیچھے کرتے ہوئے تلملایا۔

جس پر سنی کندھے آچکا گیا تھا۔ کہ تم کچھ بھی کہہ لو میں تمہیں اپنی چھوٹی سی بھابھی پھر بھی دیکھنے نہیں دوں گا۔

ضرار نے تاسف بھری نظروں سے آپ ساتھ بیٹھے اس لمبے بالوں والی بلا کو دیکھ گیا۔ جوانکے منع کرنے کے باوجود بھی مشعل کو تنگ کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔

مشعل میری چنداب چپ بھی کر جاو۔۔۔

منیزے نے اسکے آنسو صاف کرتے با قاعدہ منت وسماجت کرتے کہا۔ جو رو رو کر اپنی آنکھوں اور چہرے کو سرخ کر چکی تھی۔

میں اتنے پیار سے کہا تھا کہ مجھے گول گپے کھلا دیں۔۔ مشعل نے الٹے ہاتھ سے آنسو صاف کرتے اپنے رونے کی وجہ بتائی۔

مشعل کی پھر صبح والی فریاد سنتے عیس دانتوں تلے لب دبا گیا۔

جبکہ اب تو آئرہ اور منیزے بھی عیس کو شعلہ بار نظروں سے گھورنے لگیں تھیں۔ جس نے انکی چھوٹی سی چڑیا کو رولانے کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا۔

منیزے اور ائرہ کی نظریں خود پر محسوس کرتے عیس گڑ بڑایا۔
قسم لے لیں بھابھی اور ہونے والی بھابھی۔۔اس پدی کو ٹھنڈ لگنے کے خیال سے بس نہیں لے کے گیا۔۔

عیس نے منیزے اور ائرہ کو مخاطب کرتے اپنی صفائی دی۔
خود کے لیے بھابھی سننے پر آئرہ لال ہوئی۔ جس کو سنی نے بڑے غور سے ملاحظہ کیا تھا۔

تیرے من لڈو پھوٹا۔۔۔عیس سنی کو دیکھتے آنکھ ونک کرتے شرارت سے گویا ہوا۔ کیونکہ وہ بھی شرم سے گلابی پڑتی آئرہ پر سنی کی نظریں محسوس کر چکا تھا۔

وہ سب نیولی نکاح شدہ جوڑے کے انتظار میں کیفے ٹیریا میں بیٹھے تھے۔ جو کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اور اس انتظار کے چکروں میں انکا پہلا لیکچر بھی مس ہو چکا تھا۔

"یہ بلکل نہیں اچھے ہیں، ہر وقت مجھے گردن پر بائٹ کرتے رہتے ہیں" عیس کی زبان سے خود کے لیے پدی لفظ سنتے ہی مشعل غصے سے چینخی۔ مشعل کی معصومیت بھری چیخ پر سب کا نہ رکنے والا قہقہہ اڈا۔

کہاں وہ معصوم، چھوٹا سا وجود اس دیو کے لیے چیختے ہوئے اتنا کیوٹ اور مظلوم لگا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی سب کا قہقہہ نکل پڑا۔

سب کو ہستے دیکھ کر اور اپنی بات یاد آنے پر مشعل اپنی نچلہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

جبکہ عیس اسکی حالت دیکھتے نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ اگر اسے پتہ ہوتا کہ اسکی بیوی گول گپے نہ ملنے پر اسکی پرائویسی کے جھنڈے لگانے سے باز نہیں آئے گی۔ تو یقیناً وہ ایسی گستاخی نہ کرتا۔

اسی دوران سلطان علیزے کی کمر کر اپنے بازو کے گھیرے میں لیے کیفے ٹیریا میں داخل ہوا۔

اور اس منظر کو دیکھتے وہاں بیٹھے لوگوں کے دلوں میں بہت سے سوال آئے تھے۔۔

ماشاءاللہ اب بھی نہ آتے جناب آپ۔۔۔
سلطان کو دیکھتے عیس طنزیہ بولا۔

جبکہ سب کی خود پر نظریں محسوس کرتے علیزے سٹپٹائی۔ پتہ نہیں کتنی بار اس نے اس بے شرم انسان کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ جس کا الٹا اثر ہی ہوتا تھا کہ سلطان اور شدت سے علیزے کی کمر کو جکڑ لیتا تھا۔

سائیں میں اپنی چڑیا کو گول گپے کھلانے لے کر جا رہی ہوں۔ منیزے اٹھتے ہوئے سلطان کے قریب کھڑی علیزے کا بازو پکڑتے یہ جا وہ جا ہوئی۔ اور اسکے پیچھے ہی مشعل اور آئرہ بھی نکلیں۔۔۔

سائیں۔۔۔

سنی اور عیس یک زبان بولتے ضرار کو شرارتی نظروں سے دیکھنے لگے۔
ضرار ان دونوں پر لعنت بھیجتے گم کھڑے سلطان کی طرف آیا۔

ہوش میں آجا۔۔۔وہ جا چکیں ہیں۔۔۔ضرار نے سلطان کی تلاش کرتی نظروں کو روکنا چاہا۔جو دور جاتی علیزے کے وجود سے چمٹ کر رہ گئیں تھیں۔جس پر سلطان گہرا سانس بھر گیا۔
چلو اب لائبریری میں چلتے ہیں۔۔سلطان گھڑی میں دیکھتے بولا۔

ہم بھی نہ گول گپے کھانے چلے۔۔عیس معصومیت بھرے انداز میں بولا۔

تجھے گول گپے نہیں ٹھوکریں کھانے کی ضرورت ہے۔سنی اسکی پونی کھینچتے ہوا کھڑا ہوا۔

ٹھوکریں مجھے نہیں بیٹا تجھے لگنے والی ہیں۔۔۔عیس نے بھی جوابی کارروائی کرتے مقابل کو تیلی لگائی۔

اور سچ میں سنی کا غصے سے برا حال ہوا تھا۔

یہ عورتوں کی طرح اشاروں میں لڑنے کی بجائے انسانوں کی طرح سیدھی بات بتاؤ۔
سلطان نے سنجیدگی سے دونوں کی لفظی کاروائی روکنا چاہی۔

لیکن اس سے پہلے ہی سنی وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔اور اسکے جاتے ہی اب نظروں کے گھیرے میں عیس علی ہمدانی تھا۔جو سوچ رہا تھا کہ شاید وہ بس نظروں میں رہنے کے لیے ہی اس دنیا میں آیا ہے۔

کیا ہے، بتا دیتا ہوں صبر تو کرو۔۔۔ عیس خود پر گھوریوں کو دیکھتے منمنایا۔

وہ تینوں کیفے ٹیریا سے نکلتے ہوئے لائبریری کی جانب بڑھنے ہی والے تھے۔

کہ انکی نظر یونیورسٹی کی بیک سائیڈ پر جاتی نتاشہ پر پڑی۔ جس کے ساتھ شائد کوئی مرد بھی تھا۔ لیکن بیک سائیڈ ہونے کی وجہ سے وہ اسکا چہرہ نہیں دیکھ پائے۔

یہ وہاں کیا کرنے جا رہی ہے۔۔۔ عیس نے نتاشہ کو بیک سائیڈ پر جاتے پوچھا کیونکہ یونیورسٹی کی بیک سائیڈ انتہائی سنسان تھی جہاں کوئی لڑکی تو کم از کم جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔

یہ سوال یہاں کرنے کی بجائے وہاں اسکے پیچھے جا کر پتہ لگا کر معلوم کرو۔

ہونٹوں میں سگریٹ دباتے سلطان نے عیس کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتا نتاشہ کہ پیچھے ہوا۔

کیا ہمارا شک صحیح ہے۔۔ضرار نے سامنے دیکھتے استفسار کیا جہاں ابھی عیس غائب ہوا۔

ہاں صحیح ہے۔اپنا موبائل چیک کرو۔سلطان نے آگے بڑھتے ضرار کو جواب دیا۔
جس پر الجھن سے ضرار نے موبائل نکالا۔۔

نوٹفکشن پر آئی سلطان کی جانب سے ویڈیو کو اس نے پلے کیا۔

ضرار جیسے جیسے اس وڈیو کو دیکھتا جارہا تھا۔اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا گیا۔

تمہاری پلینگ کی وجہ سے علیزے ان سے بچ نکلی ہیں۔۔۔
ہوا میں دھواں چھوڑتے سلطان سنجیدگی سے بولا۔

جبکہ ضرار اس سے آگے سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کہ اگر وہ اور منیزے سلطان کا نکاح کروانے کی پلینگ میں علیزے کو وہاں سے غائب نہ کرتے۔تو آج علیزے ان میں موجود نہ ہوتی۔

اب رہ رہ کر اسے یاد آرہا تھا کہ علیزے کی گمشدگی پر سلطان کیوں اتنا پاگل ہوا تھا۔

یونیورسٹی میں اک بھرپور دن گزارنے کے بعد مشعل گھر میں داخل ہوئی۔ جسے ابھی تھوڑی دیر پہلے منیزے چھوڑ کر گئی تھی۔

گول گپے کھانے کے بعد وہ چاروں کافی مستی کرتی رہی۔اور اپنی شرارتوں سے علیزے کو شرمانے پر مجبور بھی کیا۔۔۔

چونکہ مشعل عیس سے ناراض تھی۔اسی لیے وہ واپسی پر بنا عیس کو خبر کیے منیزے کے ساتھ گھر آچکی تھی۔

جہاں شاہدہ بیگم اپنے کمرے میں کھانے کی ٹرے آگے رکھے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھیں۔
شاہدہ بیگم کو سلام کرنے بعد مشعل اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔

اوراس وقت مشعل کونہانے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی تھی۔۔
چیزوں جواپنی جگہ پر رکھتے آرام دہ ٹراؤزر شرٹ لے کر وہ واش روم میں
داخل ہو گئی۔

گرم پانی سے شاور لینے کے بعد ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس مشعل اپنے
شولڈر کٹ بالوں کو تولیے سے خشک کرتی شیشے کے سامنے آکھڑی
ہوئی۔۔

چونکہ ابھی سردی کا موسم تھا۔۔اسی لیے مشعل کو کافی ٹھنڈ محسوس ہونے
لگی تھی۔

ٹاول کو سائیڈ پر رکھتے مشعل دوبارا وارڈروب کی جانب آئی۔جہاں عیس
کی کافی ہوڈیز اور جیکٹس پڑی تھیں۔

پتہ نہیں یہ کپڑے کہاں سے پہنتے ہیں۔۔

مشعل جب سے آئی تھی عیس کو گھر میں تیار ہونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اسکے باوجود وہ روز نئے کپڑوں میں نک سک اپنے مخصوص حلیے میں تیار ملتا تھا۔ عیس کے کپڑوں کو دیکھتے مشعل دل میں سوچنے لگی۔

لیکن پھر سر جھٹک کر بلیک ہوڈی نکال کر دوبارا شیشے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

فل بلیک ٹروزار شرٹ پر بلیک ہوڈی میں ملبوس مشعل خود کو چھوٹا سا بھالو محسوس ہوئی۔

کیا تھا اگر تھوڑا سا قد مزید ہوتا میرا"۔۔"

خود کے چھوٹے وجود کو دیکھتے مشعل کو عیس کا لمبا قد یاد آیا۔ وہ جب بھی اسکے ساتھ کھڑی ہوتی تھی بامشکل اسکے سینے تک پہنچ پاتی تھی۔

چھوٹے قد کی لڑکیاں کیوٹ ہوتیں ہیں"۔۔۔"
اپنے گیلے بال اک ادا سے جھٹکتے مشعل شیشے میں خود دیکھتے ہوئے بولی۔

گولڈن آنکھوں پر تضاد اسکے چہرے پر معصومیت غضب کی تھی۔

اپنی چھوٹی سی بیوی کی ناراضگی کو سوچتے عیس بے چین ہوتے گھر آیا تھا۔ کیونکہ اسکی بیوی بنا اسے بتائے گھر آچکی تھی۔

شاہدہ بیگم کو انکے کمرے میں مشعل کا پوچھنے کے بعد اپنے کمرے کی جانب آیا تھا۔اور اب اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا اپنی بیوی کی معصوم حرکتیں فرصت سے ملاحظہ کر رہا تھا۔

جو لمبا ہونے کے چکروں میں دونوں پاؤں کی ایڑیاں اٹھائے خود کو شیشے میں دیکھتے اپنی خوبصورتی کے جلوے بکھیر رہی تھی۔

اپنی ہوڈی میں سامنے کھڑے چھوٹے سے وجود کو بانہوں میں بھرنے کے لیے عیس کا دل بے چین ہوا۔کیونکہ یہ چھوٹی سی دنیا اس لمبے دیو کی ملکیت تھی۔

کمرے میں داخل ہو کر عیس نے مڑ کر پہلے دروازہ بند کیا۔

کیونکہ حسن صاحب کے آنے کا وقت تھا اور کوئی پتہ نہیں تھا بہو کی محبت میں وہ ملنے سیدھا اسی کمرے میں آجاتے جہاں عیس پہلے ہی انکی بہو کو پیار کرنے میں مصروف ہوتا۔

اپنی بے باک سوچ پر عیس خود ہی دانتوں تلے اپنا لب دبا گیا۔۔

دروازے بند ہونے کی آواز پر مشعل نے مڑ کر دیکھا تو عیس پر نظر پڑتے ہی مشعل نے تھوک نگلا۔

عیس قدم بڑھاتے ہوئے مشعل کے قریب آ کھڑا ہوا۔۔ جس کے چہرے کی ہوائیاں اسے دیکھتے ہی اڑ گئیں تھیں۔

آپ کیسے آئے "۔۔۔"

ڈرتے ہوئے استفسار کیا گیا۔

وہاں سے "۔۔۔۔"

پیچھے مڑتے ہوئے عیس نے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔

می۔۔میرا مطلب ہے اس وقت کیسے "۔۔۔۔"

مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے مشعل نے پھر پوچھا۔

میری بیوی بھول گئی تھی کہ اسکا کوئی شوہر بھی ہے۔۔بس اسے یاد "
کروانے آیا ہوں"۔

عیس مشعل کے بھیگے حلیے کو گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

میں نہیں بھولی کچھ "۔۔"

منہ ٹیڑھا کرتے وہ جوابا بولی۔۔

تو پھر میرے ساتھ واپس کیوں نہیں آئی"۔۔"

اگے بڑھتے عیس نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل پر بٹھایا۔۔۔

لیکن مشعل سب بھلائے بس منہ بنائے ہوئے تھی۔ کیونکہ وہ سچ میں اس سے بہت ناراض تھی۔ صبح کتنا دل کر رہا تھا اسکا گول گپے کھانے کا لیکن اس دیو نے اسکی اک نہیں سنی۔

ناراض ہوا ابھی بھی۔۔۔۔ عیس نے ہاتھ سے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا۔ جو منہ کے ڈیزائن ایجاد کر رہی تھی۔

ابھی سے کیا مراد آپ نے منایا کب ہے مجھے۔۔

مشعل تیکھے چتون سے بولی۔

بنا منائے کتنے بھولے پن سے وہ پوچھ رہا تھا کہ ابھی بھی ناراض ہو۔ جیسے اسکو منانے کے لیے اس نے پتہ نہیں کتنے جتن کیے ہوں۔۔۔جلے دل کے ساتھ بس مشعل سوچتی رہ گئی۔

عیس کو مشعل کے منہ کے ڈیزائن اور اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔اس لیے مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں وہ مشعل کے اور قریب ہوا۔ جس پر اب حقیقتاً مشعل اب پریشان ہوئی۔

مان جاؤنہ میری پدی۔۔۔
مشعل کی گردن میں گہرا سانس بھرتے عیس نے پیار بھری سرگوشی کی۔
مشعل ناراض تھی شائد اسی لیے وہ نرمی برتنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جبکہ خود پر عیس کے جھکے سر کو دیکھ اب مشعل کا پارہ ہائی ہوا۔۔جو بنا اسے منائے ہی مان جانے کو کہہ رہا تھا۔

غصے میں مشعل نے عیس کے لمبے بالوں کو اپنے ہاتھوں میں دبوچ لیا۔۔

چڑیل کیا کر رہی ہو یار۔۔۔

بالوں کو جھٹکا لگنے پر عیس چیخ اٹھا۔

یہ ہی علاج ہے آپکا مجھے بنا منائے کہہ رہے ہیں کہ مان جاؤ۔۔۔ہیں س اتنی فضول ہوں میں۔۔دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں عیس کے بالوں کو کھینچتے وہ غصے سے بولی۔

اچھا ٹھیک ہے میری ماں جیسے کہوں گی مناؤں گا۔پر میرے حسین بال چھوڑ دو بس۔۔

اپنے بالوں کی محبت میں عیس علی ہمدانی "مشعل سلیمان" کی ہر بات مانننے کو تیار ہوا۔

کچھ ایسی ہی محبت تھی عیس علی ہمدانی کو اپنی "پونی" سے

عیس کے حامی بھرتے ہی مشعل نے اترا کر اسکے بال چھوڑے۔جو اسکے بال کھینچتے ہی ڈرپوک بلا بن گیا تھا۔

پر شائد وہ یہ بات بھول رہی تھی۔کہ یہ ڈرپوک بلا صرف اپنے بالوں کے لیے ہی ڈرپوک تھا۔۔۔

جبکہ خود کو رہائی ملنے پر عیس سرخ چہرہ اٹھائے اپنے بالوں کو سیٹ کرنے لگا۔۔خونخوار نظریں مشعل پر ٹکیں تھیں جنہیں دیکھتے مشعل کی سیٹی گم ہوئی۔

منیزے کی باتوں کو شائد وہ زیادہ ہی سیریس لے گئی تھی۔ جو آج دادی اماں بنتے علیزے اور اسے سبق پڑھا رہی تھی۔ "کہ شوہر سے ناراضگی ہونے پر "منہ نہیں موڑتے بلکہ منہ توڑتے ہے۔

بے خودی میں وہ یہ حرکت تو انجام دے چکی تھی لیکن اب اسکی جان ہوا ہو رہی تھی۔

جان بچانے کے چکروں میں وہ چھلانگ لگاتے ڈریسنگ ٹیبل سے نیچے اتری۔ اس سے پہلے کہ وہ کمرے سے بھاگ پاتی عیس اسے اپنے شکنجے میں لیتا بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ کی جانب بڑھا۔

سوری سچی، میں جان بوجھ کر نہیں کیا منیزے نے ایسا کرنے کو کہا تھا۔
عیس کے کھنچنے پر وہ آنکھیں میچے بولتی گئی۔تاکہ بتا سکے کہ اسکا کوئی قصور نہیں ہے۔سارا قصور اسکی بھابھی میسنی کا ہے۔جس نے انہیں پٹیاں پڑھا کر بھیجا۔

کیا کہا تھا بھابھی نے۔۔
مشعل کو بیڈ پر لٹا کر اس پر سایہ فگن ہوتے عیس نے تجسس سے پوچھا۔

عیس کے سوال کرنے پر مشعل نے پٹ سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔
خود کو بیڈ پر عیس کے نیچے دیکھتے مشعل آنکھیں پھیلا گئی۔ڈر میں وہ یہ بھی محسوس نہیں کر پائی تھی کہ وہ اسے بیڈ پر لٹا چکا ہے۔

بولو بھی اب۔۔۔

عیس نے اسے خاموش دیکھتے پھر پوچھا۔

دل ہی دل میں منیزے کو کوستے مشعل بولنا شروع ہوئی۔

منیزے کہہ رہی تھی شوہروں سے ڈرتے نہیں ہیں بلکہ انہیں ڈراتے ہیں۔اگر زیادہ ناراض ہو جائیں تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ شوہروں کی ناراضگی اک نائٹی کی مار ہے۔جبکہ شوہر کو بیوی کی ناراضگی کی زیادہ فکر کرنا چاہئے۔اور بیوی کو آسانی سے ماننا بھی نہیں چاہیے۔

کسی رٹو طوطے کی طرح وہ منیزے کے پڑھائے سبق کو عیس کے گوش گزار گئی۔

البتہ وہ یہ بلکل بھول چکی تھی کہ اپنے ڈر کے چکروں میں وہ کیا کیا بول چکی ہے۔

نائٹی والی بات سن کر عیس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔یقیناوہ مستقبل میں اپنی چھوٹی سی بیوی سے سخت ناراض ہونے والا تھا۔تاکہ منیزے بھابھی اسکی بیوی کو شوہر کو منانے کا طریقہ بتا سکے۔

پر شوہر کو ڈرانے والی بات بلکل اچھی نہیں تھی۔۔اس بارے وہ ضرار سے ضرور بات کرنے والا تھا۔

تمہیں پتہ ہے شوہر مجازی خدا ہوتا ہے۔اور تم اپنے مجازی خدا کے بال کھینچ چکی ہو۔۔۔

آنکھیں چھوٹی کیے وہ مشعل کو گھورنے لگا۔

جبکہ مشعل اب رونے والی ہو گئی تھی۔

سوری۔۔۔۔ بھرائی آواز میں فقط سوری بول کر وہ نظریں جھکا گئی۔
جبکہ عیس اسکو رونے کی تیاری میں دیکھتے نفی میں سر ہلا گیا۔

منہ اوپر کرو۔۔ عیس نے مشعل کے جھکے سر کو دیکھ کر حکم دیا۔
اک تم چھوٹی اتنی ہو۔ کس کرنے کے چکروں میں میری کمر دکھنے لگتی"
ہے اوپر سے تم اپنے چھوٹے سر کو مزید جھکا کر زمین کو سلامی پیش کرنے
" لگتی ہو

مشعل کے گلابی ہونٹوں پر نظریں جمائے عیس نے اپنی مشکل بتائی کہ کتنی
مشکل سے وہ اسے کس کرتا ہے۔

جبکہ عیس کے منہ سے بے باک بات سنتے مشعل سرخ پڑی۔اور خود کے چھوٹے قد پر چوٹ کرنے کی وجہ سے وہ عیس کو گھورنے لگی۔
تومت کیا کریں اگر اتنی پریشانی پیش آتی ہے اپکو تو۔۔

"کیا کروں کرنی پڑتی ہے نہ،ابھی کچھ اور تو میں کر نہیں سکتا"

جواباعیس معنی خیز نظروں سے اسے دیکھتے اپنا بوجھ مشعل پر منتقل کرتے بولا۔

خود پر عیس کے بوجھ کو محسوس کرتے ہی مشعل کی سیٹی گم ہوئی۔

کیا کر رہے اپ۔۔۔
مشعل اسکی نظروں میں بے باکی بھانپتے ہی سٹپٹائی۔

ایسی باتیں پوچھتے نہیں ہیں جاناں۔۔۔
مشعل کی گردن میں گہرا سانس بھرتے اسکی کان کی لو کو دانتوں میں دباتے عیس نے سرگوشی کی۔

اور پھر وہ رکا نہیں تھا۔ بلکہ مشعل کی کان کو چومتے اسکی گردن کو اپنے لمس سے مہکانے لگا۔

عیس کے ہونٹوں کے لمس کو اپنی گردن پر محسوس کرتے مشعل کی سسکی ابھری۔۔۔

مشعل کی سسکی نے عیس کے جلتے جذبات پر تیل کا کام کیا تھا۔ کہ وہ اوپر اٹھتے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کر گیا۔ عیس نے اک ہاتھ اسکی

کمر میں لپیٹے مشعل کو اوپر اٹھایا۔ اور دوسرا ہاتھ اسکی گردن پر رکھے وہ شدت سے اسکے ہونٹوں کو چومنے لگا تھا۔

مشعل کے نچلے لب کو ہونٹوں میں لیتے عیس نے اس پر دانت گاڑے۔ تو مشعل مچلتے ہوئے اسکے کندھوں پر مکے برسانے لگی۔
لیکن وہ دیوا اسکی سانسوں کو خشک کرنے میں مگن تھا۔ بنا مشعل کی کسی فریاد کو سنے عیس نے مشعل کی پہنی ہوئی کی ہوڈی کی زپ نیچے کھسکائی۔ زپ کھلتے ہی عیس اسکے ہونٹوں کو چھوڑتے نیچے کی طرف بڑھا۔

مشعل خود کی سانسوں کو رہائی ملنے پر گہرے سانس لیتی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اسکی سانس تب حلق میں اٹکی۔ جب عیس اسکی پہنی شرٹ اوپر کرتا اسکے پیٹ کو واضح کر گیا۔

مشعل کے سفید دودھیا پیٹ اور خم دار کمر کو دیکھتے عیس کی آنکھوں میں مزید خماری اتری۔ آہستہ سے جھکتے وہ نرمی سے اسکے پیٹ کو ہونٹوں سے چھونے لگا۔

اپنے پیٹ پر عیس کا لمس محسوس ہوتے ہی مشعل لرزتے ہوئے آنکھیں میچ گئی۔ وہ اس دیو کو روک بھی نہیں سکتی تھی۔

اگر مزاحمت کرتی تو وہ اپنے دیو روپ میں اسے آنکھوں سے ہی کانپنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

اسی لیے خاموشی سے اسکے جلتے لمس کو برداشت کرنے کے لیے خود کو تیار کرنے لگی۔

جبکہ مشعل کی حالت کو مکمل طور پر نظر انداز کیے وہ اسکے پیٹ کو ہونٹوں سے بار بار چھوتے اپنی تشنگی مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

عیس آہستہ آہستہ اب اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔اوپر اٹھتے وہ شرٹ کے اوپر سے مشعل کے دل کے مقام پر اپنے لب رکھ گیا۔عیس کی بڑھتی ہوئی بے باکی مشعل کی سانسوں کو خشک کرنے کے لئے کافی تھی۔وہ مزاحمت کرتی اسے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

"شرٹ اتار دوں کیا۔۔"

آنکھوں میں خماری لیے عیس نے مشعل کو دیکھا۔

"نہیں پلیز۔۔۔"

مشعل شرم وحیاء کے مارے زور سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

مشعل کو سہمتے دیکھ کر عیس پھر شدت سے اسکے لبوں پر جھکا۔

مشعل کے ہونٹوں کو شدت سے اپنے ہونٹوں میں دباتے وہ مشعل کے جسم پر بے باکی سے ہاتھ پھیرنے لگا۔

وہ چھوٹا سا وجود اس دیو کے نیچے کہیں گم سا ہو گیا تھا۔

وہ اسے منانے آیا تھا لیکن اپنی بے صبری کے آگے ہارتے وہ اسے اپنے رنگ میں رنگنے لگا تھا۔

اپنے لبوں کو زرا سی رہائی ملنے پر مشعل نفی میں سر ہلاتے اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

عیس پلیز۔۔۔

اب ناراض ہو گی کبھی "۔۔۔"

مشعل کی گردن پر لو بائٹ بناتے عیس نے سوال پوچھا۔

عیس کے سوال پر مشعل جلدی سے نفی میں سر ہلاتے اسے یقین دلانے لگی۔ کہ وہ اس سے ناراض ہونے کی غلطی اب کبھی بھی نہیں کرے گی۔
عیس کی شرٹ اتارنے والی فرمائش اسے سچ میں ڈرا چکی تھی۔

عیس ابھی اسکی گردن پر جھکا اپنی شدتوں کے نشان بنانے میں مصروف تھا کہ اسکی پاکٹ میں پڑا موبائل بول اٹھا۔
تلملاتے عیس نے موبائل نکالا تو دیکھا ضرار کی کال تھی۔

تم تینوں سالوں کو کون خبر دیتا ہے کہ میں اپنی بیوی کے پاس ہوں۔ جو ٹھیک اسی وقت فون کرنے کا خیال آتا ہے تم لوگوں کو۔۔۔
کال ریسیو کرتے ہی عیس غرا اٹھا۔۔

عیس کی غراہٹ بھری آواز سنتے ہی ضرار نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

تو تو بتا کر جایا کر نہ ہمیں۔۔۔تا کہ ہم تجھے ڈسٹرب اور ڈسٹرکٹ نہ کریں۔
ضرار آواز میں شوخی لیے ڈسٹرب پر زور دیتے بولا۔

عیس اسکی بات کا مطلب صاف سمجھ گیا تھا۔کہ ان تینوں کو بتا کر آنے کا مطلب تھا کہ تینوں دنیا جہاں کے کام چھوڑ کر عیس علی ہمدانی کے پیچھے پڑ جائیں۔

ویسے میں کیسے مانو کہ تو بھابی کے پاس ہے اس وقت۔۔۔

ضرار نے عیس کی خاموشی محسوس کرتے سوال کیا۔
مقصد صرف اسے چرانا تھا۔

جبکہ ضرار کا یہ سوال عیس کے چہرے پر شیطانی بھری مسکراہٹ لے آیا۔
نیچے جھکتے عیس نے شدت سے مشعل کے سرخ ہونٹوں کو چوما۔ کہ اسکے
چومنے کی آواز باقاعدہ ضرار کے کانوں تک پہنچی تھی۔ جسے سنتے ہی سرخ
چہرے سے وہ عیس کو گالیاں دینے لگا۔

کوئی اور ثبوت چاہئے ابھی۔۔۔ مشعل کی جھکی نظروں کو دیکھتے عیس نے
فون پر ضرار سے پوچھا۔

سالے تو ہے ہی ٹھرکی روح والا۔۔۔ ضرار نے سنی کی کہی بات کو دہراتے
فون بند کیا۔ اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔ کہ یہ ٹھرکی روح والا کمینہ ایسا
ثبوت دے گا۔

جبکہ جان چھوٹنے پر عیس قہقہہ لگاتے دوبارہ مشعل کی طرف متوجہ ہوا۔

دوبارہ شروع کریں۔۔۔ مشعل کی گردن پر اپنے شدتوں کے سرخ نشان دیکھتے عیس نے مشعل سے استفسار کیا۔۔

نہیں۔۔
مشعل اسکے ارادے جان کر مچلی۔ سفید و سرخ رنگت لیے وہ اسکی آغوش میں پڑی سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
تم میرا چھوٹا سا عشق ہو۔۔۔
جھکتے ہوئے عیس نے مشعل کی چھوٹی سی ناک چومی۔ وہ عیس کو اپنے چھوٹے سے قد کی وجہ عیس کو اتنی اٹریکٹ کرتی تھی۔ کہ کبھی کبھی عیس کو لگتا تھا کہ وہ اسے کہیں اپنی شدتوں سے کھا نہ جائے۔ وہ عیس علی ہمدانی کی چھوٹی سی دنیا تھی۔

میں نہیں بولنا۔۔۔ منہ پھلائے مشعل بولی۔۔

چلو ٹھیک ہے نہ بولو۔۔۔میں تمہاری شرٹ اتار لیتا ہوں۔۔کندھے اچکاتے عیس نے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔۔۔

جسے سنتے مشعل چیختی ہوئی اسکے سینے میں سر چھپا گئی۔
مشعل کی ڈری سہمی آواز سنتے عیس کا بلند قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا۔

ریڈ کلر کے اپنے نائٹ سوٹ میں چہرے پر چھائی ہوئی اداسی کے ساتھ وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں اداس بیٹھی تھی۔

آج وہ یونی بھی نہیں گئی تھی۔اپنے دل کے حال پر وہ خود بری طرح پریشان تھی۔ بار بار نظروں کے سامنے گولڈن براؤن شرارتی آنکھوں کا عکس آرہا تھا۔

اپنے دل کی آواز پر وہ نظریں چراتی چپ تھی۔ کیونکہ اپنے دل کی حالت بیان کرنے کے لیے کوئی الفاظ نہیں تھے۔

علیزے کے نکاح والے دن جب "سنان مصطفیٰ کاظمی" نے ڈھکے چھپے انداز میں اپنی محبت کا اظہار کیا تھا تو وہ ساکت ہو گئی تھی۔

اس دن وہ اس زندگی سے بھرپور انسان کو یہ نہیں بتا پائی تھی۔ کہ اسکی زندگی کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔

چنداکدھر ہو۔۔۔اسد نے کمرے کے مدھم روشنی میں آئرہ کو ڈھونڈتے آواز دی۔

اپنے بھائی کی آواز پر آئرہ نے جلدی سے اپنی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے۔

بھائی ادھر ہوں۔۔۔

آئرہ کی آواز سنتے اسد کھڑکی کی جانب بڑھا۔

میری جان کیا بات ہے آج یونی بھی نہیں گئی۔۔اسد نے بیٹھتے ہی استفسار کیا۔۔

ویسے ہی میرا دل نہیں کیا بھیا۔۔ائرہ نے اسد کے کندھے پر سر ٹکاتے جواب دیا۔

کیا بات ہے۔۔اداس کیوں ہو۔۔اج کمرے سے بھی باہر نہیں نکلی۔۔ائرہ کو بازو کے گھیرے میں لیتے اسد نے دوسرا سوال۔کیونکہ آفس سے واپسی پر اسے شزا بتا چکی تھی۔کہ وہ صبح سے کمرے میں بند ہے۔جب سے گھر میں اسکے رشتہ پکا ہونے کی بات ہوئی تھی۔وہ تب سے بجھی بجھی سی تھی۔

کیا میں اب اک چھٹی بھی نہیں کر سکتی۔۔

ایسی بات نہیں میری جان تمہاری اک چھٹی کی وجہ سے گھر کے لینڈ لائن کا سپیکر پھٹنے پر آ گیا ہے۔اسد نے غور سے آئرہ کو دیکھا جو خاموش سی تھی۔

آئرہ کے فون نہ اٹھانے کے باعث اسکی باقی تینوں دوستوں نے گھر کے نمبر پر بار بار فون کر کے اور فضول سوالات پوچھ کر شزا اور سلطانہ بیگم کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔ کہ وہ دونوں اب پکا ارادہ کیے بیٹھی تھیں کہ مستقبل میں آئرہ کو چھٹی نہیں کرنے دیں گئیں۔ اور کبھی آئرہ خود چاہے گی بھی تو اسے یونیورسٹی پہنچا کر ہی آئیں گئیں۔ جبکہ داؤد صاحب انکی حالت پر قہقہہ لگا گئے تھے۔

ائرہ کے گھر والے اسکی دوستوں کو بہت اچھے سے جانتے تھے۔ کتنی بار وہ ائرہ کو گھر چھوڑنے کے لیے آئیں تھیں۔

اور جب جب وہ چاروں گھر کے لاؤنج میں پیر رکھتیں تھیں سلطانہ بیگم کے گھر میں رونق کی تتلیوں نے اپنے پر پھیلائے تھے۔

جہاں مشعل معصومیت سے اپنی بے قوفیوں پر ہنسنے پر مجبور کرتی تھی۔
وہیں منیزے کسی ماں کی طرح ان تینوں کو اپنوں میں پروں میں چھپا لیتی تھی۔اور علیزے اپنے سحر انگیز شخصیت میں اک راز لگتی تھی۔
جبکہ ائرہ خود میں تیکھی مرچ تھی۔۔۔

ان چاروں کی شرارتوں اور قہقہوں سے تواب سلطانہ بیگم اور دؤاد صاحب کو لگتا تھا کہ انکی اک نہیں چار بیٹیاں ہیں

اور آج ائرہ کے یونیورسٹی نہ جانے پر وہ سب سر پکڑ کر بیٹھ گئیں تھیں۔
کیا تم خوش نہیں ہو گڑیا۔۔اسد نے جانتی نظروں سے ائرہ کو دیکھا۔
نہیں بھائی ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ چلیں آئے کھانا کھانے چلتے ہیں۔۔
اس کے سوالوں سے بچنے کے لیے ائرہ جلدی سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھی۔
جبکہ اسد پیچھے ائرہ کی پشت دیکھتا رہ گیا۔۔۔

علیزے شاور کے کر نکلی تو ملازمہ ہاتھ میں ڈھیر سارے شاپنگ بیگز اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔

بلیک سلیولیس لانگ شرٹ اور کیپری میں سر پر ٹاول لپیٹے علیزے ڈھیر سارے بیگز دیکھ کر چکرا گئی۔۔

یہ سب کیا ہے۔۔۔علیزے نے اشارے سے ملازمہ سے پوچھا۔۔

میم یہ سر لے کر آئے ہیں۔۔ملازمہ ابھی اسے مزید بتاتی کہ سلطان اپنی سنجیدہ شخصیت سے اندر داخل ہوا۔

جس نے آتے ہی ملازمہ کو اشارے سے وہاں سے غائب کیا تھا۔اور وہ جاتے ہوئے دروازہ بند کرنا نہیں بھولی تھی۔۔۔

سلطان صبح ہی شبو کو واپس ضرار کے فلیٹ پر بھیجنے کے ساتھ علیزے کے لیے فی میل سٹاف بھی ہائیر کر چکا تھا۔
وہ اپنی کوئین کو بلکل بھی گھر کے کاموں کے لیے پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔کیونکہ وہ اکیلا ہی کافی تھا اسے پریشان کرنے کے لیے۔۔

بلیک شرٹ اور بلیک ہی پینٹ میں اوپر جیکٹ پہنے اپنی نیلی سرد آنکھوں سے وہ علیزے کا دل دھڑکا گیا۔

اس سے پہلے علیزے آگے بڑھ کر بیڈ سے ڈوپٹہ اٹھا پاتی۔سلطان نے ڈوپٹہ اسکی کی پہنچ سے دور کر دیا۔۔

سر تا پاوں بلیک سوٹ میں علیزے کے دودھیا سراپے کو سلطان کی بے باک نظروں نے معائنہ کیا۔ جس پر وہ کپکپا کر رہ گئی۔

یااللہ یہ انسان ایسے کیوں دیکھتا ہے مجھے۔۔۔۔

سلطان جیسے جیسے علیزے کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ علیزے سہمتے ہوئے ویسے ہی قدم پیچھے لینے لگی۔

لیکن پیچھے بڑھتے ہوئے وہ یہ بھول چکی تھی کہ پیچھے دیوار بھی ہے۔

علیزے کے قریب پہنچتے سلطان نے ابرو اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ اب دیوار میں گھس کر دیکھاؤ۔۔۔

آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔۔۔

سلطان کی گہری نظروں کو دیکھتے علیزے نے روہانسی صورت میں سوال اٹھایا۔

یہ سوٹ کیوں پہنا ہے "۔۔۔"

علیزے کے سوال کو سرے سے نظر انداز کرتے سلطان نے اپنی نظریں اسکے دودھیا بازوؤں پر ٹکائیں۔۔

سارے ایسے ہی سوٹ ہیں الماری میں "۔۔۔"

علیزے نے اسکی نظروں سے خائف ہوتے جواب دیا۔ جو اسکے بازوؤں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شائد وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ سلطان کو اسکا سلیولیس پہننا پسند نہیں آیا۔ پسند تو علیزے کو خود بھی نہیں تھا۔ لیکن وہ کیا کرتی، کیونکہ اسکی الماری میں سارے ایسے ہی سوٹ پڑے تھے۔ اور اسکے پرانے سوٹ منیزے کے پاس ہی رہ۔ گئے تھے

میں جانتا ہوں کہ سارے ایسے ہی سوٹ ہیں کیونکہ یہ سارے ڈریس "
میں ہی لایا ہوں "۔۔۔
سلطان نے اسکی معلومات میں اضافہ کرتے بتایا۔اور ساتھ علیزے کی کمر
میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی طرف کھینچا۔جو سچ میں دیوار میں گھسنے کی
کوششوں میں تھی۔

علیزے کی کمر کو چھوتے سلطان کو احساس ہوا۔کہ علیزے کی شرٹ کمر
سے گیلی ہے۔۔ نظریں جھکاتے سلطان نے اسکی کمر کو دیکھا۔جہاں ڈریس
گیلا ہونے کی وجہ سے بلیک شرٹ میں اسکی سفید کمر صاف واضح نظر آرہی
تھی۔

سلطان کو اک دم عجیب محسوس ہوا۔ علیزے کی ساری شاپنگ اس نے خود کی تھی۔ ضرار کے فلیٹ میں علیزے کو سلیولیس شرٹ میں دیکھتے وہ اتنا مدہوش ہوا تھا۔ کہ شاپنگ کرتے وقت وہ علیزے کے سارے سوٹ ہی سلیولیس لے گیا۔

اور اب علیزے کا قیامت خیز سراپہ دیکھتے سلطان دانتوں تلے لب دباتے خود کو کوس گیا۔ کیونکہ وہ ہر گز اس چیز کے حق میں نہیں تھا۔ کہ اسکی بیوی کو گھر کی ملازمہ بھی دیکھیں چاہے وہ عورت ہی کیوں نہ ہوں۔
روم میں آتے وقت وہ ملازمہ کی بے خود نظروں کو علیزے پر اچھے سے محسوس کر چکا تھا۔

ملازمہ کے سامنے ڈوپٹہ کیوں نہیں لیا آپ نے۔۔۔ علیزے کی کمر کو بے باکی سے چھوتے سلطان نے پوچھا۔۔۔۔

اپنی کمر پر سلطان کی ہاتھ کو محسوس کرتے وہ کپکپا اٹھی۔
کمرے میں سردی محسوس کرتے سلطان نے اک نظر علیزے کو دیکھا جو بند آنکھوں سے اسکی قید میں تھی۔۔۔

علیزے کی لاپرواہی پر سلطان تاسف سے اسے دیکھ گیا۔اور سائڈ ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر اس نے کمرے میں ہیٹر آن کیا۔اور پھر دوبارہ علیزے کی جانب متوجہ ہوا جو اب ٹھنڈ سے کانپنے لگی تھی۔

سلطان نے ہاتھ بڑھا کر علیزے کے بالوں سے ٹاول نکالا۔جس سے اسکے گیلے بال لہرا کر اسکی پشت پر بکھر گئے۔اور وہ آنکھیں پھیلائے سلطان کی کاروائی کو دیکھنے لگی۔

جس نے ٹاول اک سائیڈ پر پھینکا دیا تھا۔اور اب آگے بڑھ کر علیزے کو بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ کی جانب بڑھا۔

خان کیا کر رہے ہیں آپ۔۔
خود کو ہوا میں محسوس کرتے ہی علیزے بے ساختہ اسے پوچھ بیٹھی۔

آپکی لاپرواہی کا نتیجہ دور کرنے کی کوشش میں ہوں۔۔علیزے کو بیڈ پر لٹا کر اپنی جیکٹ اتارتے سلطان سنجیدگی سے بولا۔

لیکن علیزے کے پلے کچھ نہیں پڑا تھا۔

جیکٹ اتار کر سلطان نے صوفے پر پھینکی اور شوز اتار کر بیڈ پر علیزے کے پاس آکر لیٹا۔ جو سلطان کو بیڈ پر لیٹتے دیکھ کر اپنی سانس روک گئی تھی۔

کیا میری رخصتی ختم ہو گئی ہے"۔۔"
دماغ میں آتے خیال کو سوچتے علیزے لرز اٹھی۔۔

جبکہ علیزے کے تاثرات پڑھتے سلطان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش کی۔۔اور اک جھٹکے میں علیزے کو اپنی جانب کھینچا۔

اگر اسی طرح رخصتی کا سوچتی رہی نہ جاناں, تو قسم سے سب کچھ بھاڑ میں"
"جھونکتے آپکے ہوش ٹھکانے لگا دوں گا

"میں کب کوئی ایسا سوچ رہی ہوں۔۔"

معصومیت سے نچلے ہونٹ کو لٹکائے وہ بولی۔ کہ سچ میں وہ رخصتی ختم نہ کردے۔۔۔

ورنہ سلطان کی اتنی نزدیکی اسکے حواس جھنجھوڑ رہی تھی۔

علیزے کے ہونٹ لٹکانے کے انداز پر بے ساختہ سلطان کی دھڑکنوں میں اودھم مچا۔ من چاہا وجود بانہوں میں موجود تھا۔ جو سلطان کے جزبات پر آگ برسائے کے لیے کافی تھا

جاناں "۔۔۔۔"

گھمبیر لہجے میں سلطان نے علیزے کو پکارا۔۔۔

جو پہلے ہی اسکی پکار پر اپنا سانس روک گئی تھی۔

سلطان کی گھمبیر پکار پر علیزے کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔ انکھوں کو بند کیے وہ گہرے سانس لینے لگی۔۔

علیزے کو تکیے پر منتقل کرتے سلطان خود علیزے کے وجود پر قابض ہوتے اس پر سایہ فگن ہوا۔

اوپر اٹھتے سلطان نے علیزے کے ماتھے کو اپنے ہونٹوں سے چھوتے معتبر کیا۔۔

خان"۔۔۔"

اپنے ماتھے پر سلطان کے گرم ہونٹوں کے لمس کو محسوس کرتے علیزے اسے پکار بیٹھی۔

اوپھر سب بھلاتے سلطان علیزے کے ہونٹوں پر جھکا۔جو کب سے اسے بے چین کیے ہوئے تھے۔علیزے کے نرم ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے

سلطان کا دل کیا کہ سچ میں سب بھلائے اسے اپنے وجود میں گم کر لے۔اور خود بھی اسے کے وجود کی خوبصورتی میں دنیا بھلا دے۔۔

وہ بھول چکا تھا کہ وہ علیزے کی ٹھنڈ دور کرنے کے لیے صرف لیٹا تھا۔اور علیزے کو سلا کر اسے واپس نکلنا بھی تھا۔
لیکن شاید اب کبھی سلطان وقت پر نکل پاتا۔۔۔

علیزے کے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں لیتے سلطان نے اس پر ہلکے سے دانت گاڑے۔ جس پر وہ پھڑ پھڑا گئی۔

سلطان کو اپنے ہونٹوں میں گم ہوتے دیکھ کر علیزے کا سانس رک رہا تھا۔ اور وہ بری طرح مزاحمت کرنے لگی تھی۔ لیکن دوسری طرف کوئی ہوش نہیں تھا۔

علیزے کے ہاتھوں کو اپنی قید میں لیتے سلطان شرٹ کے اندر سے اسکے جسم پر بے باکی سے ہاتھ پھیرنے لگا۔

اپنے جسم پر سلطان کے ہاتھ کو محسوس کرتے وہ لال انگارہ ہوئی۔

علیزے کے ہونٹوں کو شدت سے چومنے کے بعد وہ اسکی گردن پر جھکا۔ اور جگہ جگہ اپنا لمس بکھیرنے لگا۔ جسے محسوس کرتے علیزے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دور گئی۔۔

گیلے بال تکیے پر بکھرے ہوئے تھے۔اور گیلا وجود جو تھوڑی دیر پہلے ٹھنڈ سے کانپ رہا تھا۔اب سلطان کی قربت میں آگ کی مانند تھا۔ کیونکہ سلطان احمد خان رکا نہیں تھا۔

علیزے کی گردن پر دانت گاڑتے سلطان نے اک جھٹکے سے اسے الٹا کیا۔۔۔

خانن۔۔۔

خان کی جان آپکی یہ پکار میرے اندر کے پٹھان کو جگا دیتی ہے۔ جس کا دل" کرتا ہے اپنی خانم کے جسم پر اپنی شدتوں کی چھاپ رقم کر دے"۔۔۔

علیزے کی کان کو چومتے سلطان نے اسکے کان میں بے باک سرگوشی کی۔۔

جسے سنتے علیزے زور سے آنکھیں میچ گئی۔

وہ اسے رخصتی کا یاد دلا کر غصہ نہیں دلانا چاہتی تھی۔ نا جانے غصے میں وہ کیا کر دیتا۔

سلطان کے صبح کے عمل کو یاد کرتے علیزے اسے پھر سے رخصتی کا یاد دلانے کی بے وقوفی نہیں کر سکتی تھی۔

علیزے کے بال پیچھے کرنے پر سلطان کے سامنے اسکی سفید گردن تھی۔ جسے دیکھتے سلطان کے اندر کئی جزبات پیدا ہوے۔۔۔
علیزے کی گردن کو ہونٹوں سے چومتے وہ ہاتھ بڑھاتے اسکی شرٹ کی زپ نیچھے کھسکا گیا۔
اپنی شرٹ کی زپ کو کھلتے دیکھ کر علیزے نہ چاہتے ہوئے بھی بھرپور مزاحمت کرنے لگی۔

جسے محسوس کرتے سلطان نے سائیڈ پر لیٹتے اسے اپنی طرف کھینچ کر اپنے اوپر لٹایا

شش۔۔ریلیکس کچھ نہیں کر رہا مائے کوئین"۔۔۔"

محبت سے علیزے کے ماتھے کو چومتے سلطان نے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔جو اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔۔

اتنا کچھ تو کر لیا ہے آپ نے اب اور کیا کسر رہ گئی ہے"۔۔۔۔سلطان کے کندھوں پر مکے برساتے وہ چیخی۔۔۔

علیزے کے غصے کو دیکھ کر سلطان نے اپنے لب کا کونا دانتوں تلے دبایا۔یقیناً وہ اپنی مسکراہٹ روکنے کی کوششوں میں تھا۔

میرا پیارا بچہ سوری۔۔۔مجھے نہیں یاد تھا کہ مجھے کچھ نہیں کرنا"۔۔۔"

علیزے کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے سلطان نے اسے اپنے اوپر پھر گرایا۔۔جو اٹھتے ہوئے اس پر تشدد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

میں کہا بھی تھا نہ کہ رخصتی نہیں ہوئی ابھی پھر بھی آپ میرے قریب آئے۔۔۔

علیزے پھر رخصتی کو یاد کرتے رونا شروع کر چکی تھی۔

اپنی کوئین کے منہ سے پھر رخصتی نامی سنتے سلطان نے سرد سانس خارج کی۔وہ نہیں جانتا تھا کہ نکاح کرنے کے بعد بھی اسے اپنی بیوی کے ہاتھوں ترسنا پڑے گا۔

آپکو کیا لگتا ہے کہ رخصتی نہ ہونے پر اپکو چھو کر میں غلط کرتا ہوں "۔۔۔" علیزے کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیتے سلطان نے استفسار کیا۔

جو سلطان کے سنجیدہ انداز کر دیکھتے اپنا رونا بھول گئی تھی۔ لیکن سلطان کے سوال کے جواب میں وہ اپنا سر ہاں میں ہلانا نہیں بھولی تھی۔ کیونکہ اسے سچ میں یہ سب غلط لگتا تھا۔

مائے ڈیئر وائف اس سوال کا جواب میں نہیں اپکو آپکی سہیلیاں دیں گئیں اب۔۔۔

آپ صبح منیزے بھابھی اور مشعل چندا سے اس سوال کا جواب لیں گئیں۔ کہ انکی رخصتی نہ ہونے پر ان کے شوہر انہیں چھوتے ہیں کہ نہیں۔۔۔

علیزے کے چہرے پر آئیں لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے سلطان نے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

میں ان سے کیسے جانوں۔۔۔

سلطان کی بات پر علیزے شرم سے سرخ پڑی بھلا وہ اپنی دوستوں سے یہ سوال کیسے کر سکتی تھی۔

یہ اپ خود سوچیں گئیں اور مجھے اس سوال کا جواب کل رات تک چاہئے نہیں تو کل اپنی رخصتی پکی سمجھیں۔۔

علیزے کی پھیلی آنکھوں کو شدت سے چومتے سلطان نے آرام سے علیزے کی جانب نکالی۔

سلطان کی دھمکی سچ میں علیزے کی سانس خشک کر گئی تھی۔ سلطان کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے اسکے اوپر سے اٹھتے سائیڈ پر لیٹتے وہ اپنا رخ موڑ چکی تھی۔ یقیناً ناراضگی جتانے کا انداز یہ تھا۔

علیزے کے رخ موڑتے ہی سلطان کے سامنے اسکی سفید برہنہ کمر تھی۔ کیونکہ زپ ابھی بھی کھلی ہوئی تھی۔کمر کے بیچوں بیچ سیاہ تل کو دیکھتے سلطان کی آنکھوں میں چمک آئی۔

علیزے کے قریب نیچے جھکتے وہ نرمی سے علیزے کے تل پر ہونٹ رکھ گیا۔

اپنی کمر پر سلطان کے ہونٹوں کو محسوس کرتے علیزے جھٹکے سے مڑی۔

علیزے کے سرخ چہرے کو دیکھتے سلطان نے بے شرمی سے اپنی آنکھ ونک کی۔

میں آپکی ساری شاپنگ سے میچ آپکی پرسنل چیزے بھی لایا تھا۔ پھر بلیک کے ساتھ ریڈ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔۔

علیزے کے گال پر ہونٹ رکھتے سلطان نے بے باکی سے اسے شرم سے دہرا کیا۔۔۔

جبکہ دوسری طرف علیزے کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔
شرم وحیا سے پاگل ہوتے وہ اپنی ہی شرٹ اٹھا کر منہ پر رکھتے چہرا چھپا گئی۔

علیزے کی اس حرکت کو ملاحظہ کرتے سلطان کی آنکھوں کی چمک دوبالا ہوئی۔اور وہ بنا دیری کیے علیزے کے پیٹ پر جھکتے اسے چوم گیا۔

خان ننن۔۔۔شرم وحیا سے علیزے پھر چیخ اٹھی۔۔

اور شرٹ نیچے کرتے اپنے پیٹ کو ڈھکتے سلطان کے سینے میں منہ چھپا گئی۔۔

جبکہ اب کمرے میں سلطان کا جاندار قہقہہ گونجا تھا۔۔
خان کی خانم میں نے اس دفعہ کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔
لیکن علیزے بنا کچھ بولے سلطان کے سینے پر اپنے دانت گاڑ گئی۔
اپنے سینے پر علیزے کے دانتوں کے دباؤ کو محسوس کرتے سلطان نے حیران کن نظروں سے اپنی خانم کو دیکھا۔جو شائد پھر پاگل ہوتے یہ حرکت انجام دے چکی تھی۔

علیزے کو بانہوں میں شدت سے قید کرتے سلطان نے اک ہاتھ پیچھے لے جاتے اسکی کمر پر رکھا۔

جس پر وہ ہوش میں آتے پھر پھڑ پھڑانے لگی۔۔۔

اتنا ظلم نہیں کریں جاناں۔۔۔بندہ ناچیز آپ سے عشق کرتا ہے۔۔علیزے کی پکار کو وہ اپنے ہونٹوں میں گم کر چکا تھا۔۔اور ہاتھ پیچھے ابھی بھی کمر پر رقص کر رہا تھا۔وہ علیزے کے نرم و ملائم وجود کو محسوس کرتے پاگل ہونے کے قریب تھا۔

کہاں وہ کس نیت سے اسے بیڈ پر لے کر آیا تھا۔کہ اسے ملازمہ کے سامنے ڈوپٹہ اوڑھنے کی تاکید کرے گا۔۔لیکن علیزے کے نرم ہونٹوں کو محسوس کرتے سلطان کے زہن سے سب کچھ نکل چکا تھا۔۔

رات کے آخری پہر کمرے کی کھڑکی میں نائٹ پلین ٹی شرٹ اور ٹروزار میں ملبوس وہ سنجیدگی سے کھڑا تھا۔
کمرے کی ہر چیز چکنا چور تھی۔

ہمہ وقت شرارتی گولڈن آنکھیں اس وقت سرد تھیں۔ وہ ان انسانوں میں سے تھا۔ جن میں غصہ بہت کم پایا جاتا تھا۔ لیکن جب غصہ آتا تھا۔ پھر وہ ہر چیز سے بے قابو تھا

سنان مصطفیٰ کا ظمی بھی اک ویسا ہی انسان تھا۔ اسکے مطابق اسے غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے جب اسکے پاس ہمہ وقت غصیلے نمونے موجود تھے۔ لیکن آج انکے غصے سے بھی سنی کا گزارا نہیں ہوا تھا۔

وہ کسی انجانی تکلیف میں مبتلا ہو چکا تھا۔ دل بار بار کسی کے تیکھے نقوش کی طرف کھینچا چلا جا رہا تھا۔ لیکن وہ بے بس تھا۔

ہاں سنان مصطفیٰ کاظمی آج اپنی ماں کی قسم کے آگے بے بس ہو چکا تھا۔ شام کے وقت جب وہ گھر لوٹا تھا۔ اسے امید تھی کہ اسکی ماں اب تک صبح والی بات بھلا چکی ہو نگی۔ پر سنی کی یہ غلط فہمی بھی بہت جلد دور ہو گئی تھی۔ جب اسکے کمرے میں آنے کے بعد کلثوم بیگم نے آکر دوٹوک طریقے میں سنی کو اپنا فیصلہ سناتے بے بس کیا تھا۔

اس سے پہلے سنی احتجاج کر پاتا۔ کلثوم بیگم نے اسے اپنی قسم دیتے مکمل طور پر باندھ دیا تھا۔ جس وجہ سے طیش سے سنی نے کمرے کی ہر چیز کو چکنا چور کر دیا تھا۔

پوری رات وہ کھڑکی میں بے تاثر چہرے کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اسکی ماں کو آخر ہوا کیا ہے۔

اک ڈاکٹر ہوتے اسکی ماں دیسی ماؤں کی طرح کیوں ری ایکٹ کر رہی تھی۔ زندگی کے اتنے اہم فیصلے کے لیے وہ کیوں سنی کو مجبور کر رہیں تھیں۔۔وہ ایسی تو نہیں تھیں۔

نجانے کتنے سوال تھے۔جو سنی کے دماغ میں گردش کرتے اک دفعہ پھر اسے غم وغصے میں مبتلا کر گئے تھے۔ لیکن اس وقت اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

کمرے میں واپس آتے اک جھٹکے میں سنی نے اپنی شرٹ اتار کر پھینکی۔اور واشروم کی طرف بڑھا۔

ارادہ ٹھنڈے پانی سے شاور لینے کا تھا۔ شائد ایسے ہی اسکے دماغ کو سکون مل پاتا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ شاور کے نیچے کھڑا رہا۔ لیکن جہاں اسکے دماغ میں اپنی ماں کا زیادتی کا غم تھا۔ وہیں گولڈن براؤن گنگریالے بال لہراتے ہوئے اسے مزید تکلیف میں مبتلا کر گئے۔

آج تک وہ بے بس نہیں ہوا تھا جتنا وہ آج خود کو محسوس کر رہا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اتنا بااختیار ہونے کے بعد بھی وہ اپنی محبت میں خود کو بے بس پائے گا۔

ائرہ کے اسکی زندگی میں آنے سے پہلے تک شائد وہ اپنی ماں کی پسند سے ہی شادی کرتا لیکن اب کیسے کر سکتا تھا۔ کیونکہ اب اسکا دل کسی اور وجود کا طالب ہو چکا تھا۔

وہ کیسے اور کسے سمجھاتا کہ بہت کم عرصے میں ہی وہ سنہرا وجود اسکے دل و دماغ پر قابض ہو گیا ہے۔

اسکے یاروں کے سوا خود آئرہ کو بھی نہیں معلوم تھا کہ سنی کے موبائل میں اسکی انگنت تصویریں جمع ہو چکی تھیں۔

صرف سنی کو چڑانے کے لیے عیس بھی آئرہ کی بے خبری میں تصاویر لیتا تھا۔اور آدھی رات کو سنی کو دانت کچکچانے کر مجبور کر دیتا تھا۔

جب آئرہ کی تصویر بھیجنے کی وجہ وہ کچھ یوں بیان کرتا تھا۔

کہ تو آری بھابھی کی اس پوز میں تصویر لینا بھول گیا تھا، لے اسی لیے میں " نے بنالی تھی۔

یہ تمام تصاویر سنی نے اسکی بے خبری میں لی تھیں۔جب بھی وہ غصے سے اپنی ناک چڑھاتی تھی۔۔

سنی کا بس نہیں چلتا تھا کہ آگے بڑھ کر اسکی ناک کو ہی دانتوں میں دبا دے۔۔

لیکن آج اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ اک مضبوط مرد کیسے بے بس کیا جاتا ہے۔

بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتے شاور کو بند کرتے وہ باہر نکل آیا۔ڈریسنگ روم میں جا کر چینج کرنے کے بعد وہ بیڈ پر جا کر الٹا گرا۔

سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے انگنت کالز اور میسجز کے نوٹیفیکیشن موصول ہوئے۔جو یقیناً ان تینوں کے تھے۔

لیکن اس وقت وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس لیے موبائل آف کرکے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

توبتا رہا ہے کہ نہیں۔۔۔
عیس کی پونی کو کھینچتے سلطان نے دھمکی آمیز انداز میں استفسار کیا۔
جبکہ خونخوار تاثرات لیے ضرار بھی اسے گھور رہا تھا۔

بے غیرتوں تم سب کو کیا موت پڑتی ہے جو میری جان کو ہاتھ ڈالنے آ جاتے ہو۔۔۔
بالوں میں اٹھتی تکلیف سے تلملا کر عیس چیخ پڑا۔

اس وقت وہ ان دونوں کی قید میں میں بلکل ویسا ہی معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی مظلوم بہو ظالم ساس کی قید میں بے بس ہوتی ہے۔ لیکن اپنا گھر بچانے کی خاطر خاموش ظلم برداشت کرتی رہتی ہے۔

لیکن یہاں سلطان اور ضرار نے گھر نہیں سنی کی سنجیدگی کی اور غصے کی وجہ جاننی تھی۔ اور وہ وجہ عیس کی پونی کھینچنے پر ہی دریافت ہونی تھی۔

وہ کب سے اسے کالز اور میسجز کر رہے تھے۔ لیکن سنی نہ تو کال اٹھا رہا تھا نہ ہی میسج کا جواب دے رہا تھا۔

میرے بال چھوڑو پہلے پھر بتاتا ہوں۔۔۔

اپنی پونی بچانے کی خاطر عیس انہیں بتانے کے لیے نیم رضامندی ظاہر کر گیا

کیونکہ وہ مزید اپنی جان (پونی) پر ظلم برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ آویں اسکے بال کمزور ہو جاتے تو۔۔۔ یہ۔ سوچ ہی عیس کو خوفزدہ کر گئی۔۔

سلطان اور ضرار کو اس پر بلکل یقین نہیں تھا۔ اس لیے سلطان اسکے بال چھوڑ کر دائیں جانب بیٹھ گیا۔ جبکہ ضرار نے بائیں جانب کی جگہ سنبھال لی تھی۔

عیس اپنے دائیں، بائیں جانب دیکھ کر گہرا سانس بھر گیا۔

میں نواز شریف نہیں ہوں، جو مجھے ایسے گھیر رکھا ہے۔۔ عیس نے دانت پیستے کہا۔۔

تواس سے بھی بڑی چول ہے۔۔ خیر اس سے بڑی کوئی چول نہیں ہو سکتی۔۔۔

ضرار نے اپنی تصحیح خود ہی کرلی تھی۔

اب بکو بھی کچھ۔۔

سلطان نے پیچھے سے عیس کے سر پر تھپڑ رسید کرتے کہا۔

سر پر تھپڑ لگنے سے عیس کے بال لہرا کر آگے اسکے منہ پر آ گرے۔ جسے دیکھتے سلطان اور ضرار نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ کیونکہ وہ بلکل کسی ہیروئن کی طرح اپنے بالوں کی لٹیں کانوں کے پیچھے کر رہا تھا۔

میں کچھ دن پہلے مسسز شاہدہ کے چیک اپ کیلئے کلثوم ڈارلنگ کے کلینک پر گیا تھا۔

عیس نے تجسّس پھیلاتے اپنی بات کا آغاز کیا۔

ایک منٹ مسسز شاہدہ کون ہیں۔۔۔
ضرار نے عیس کو روکتے الجھن سے استفسار کیا۔۔

جبکہ ضرار کے سوال پر عیس نے سلطان کو ایسی نظروں سے دیکھا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ دیکھ لو اسے مسسز شاہدہ کا بھی نہیں پتہ اب۔۔

عیس کی نظروں کو دیکھتے سلطان نے قہقہہ لگایا۔۔
کیونکہ ضرار کے سوال پر عیس کی آنکھیں ایسے معلوم ہو رہیں تھیں۔ جیسے اسکی آنکھوں کا بھی منہ لٹک گیا ہو۔

اس کے برعکس ضرار اب بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔

یہ آنٹی کی بات کر رہا ہے یار۔۔۔

سلطان نے ہنستے ہوئے ضرار کو بتایا۔ تو ضرار کو اک دفعہ پھر عیس پر تپ چڑھی۔۔

سالے مسسز حسن نہیں کہہ سکتا تو اور یہ مسسز شاہدہ کا کیا لاجک ہے۔

ضرار نے سلطان کی طرح عیس کے سر پر تھپڑ رسید غصے سے کہا۔ جس پر اک دفعہ پھر عیس کے بال لہرا کر اسے کے منہ پر تشریف لے آئے۔

جسے دیکھتے سلطان کا جاندار قہقہہ فلیٹ کی زینت بنا جبکہ ضرار نے ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

خود کو ان دونوں میں پھنسا دیکھ کر عیس کا ضبط کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔

بس نہیں چل رہا تھا کہ سچ میں سنی کو کسی اور کے ساتھ بیاہ دے۔ جس کی

وجہ وہ یہاں پھنسا تھا۔ نہیں تو اب تک اپنی مشعل ڈارلنگ کو بانہوں لیے سکون سے لیٹا ہوتا۔

ویسے آپس کی بات ہے اتنے ہماری بیویوں کے بال بھی نہیں سلکی جتنے تیرے ہیں۔ سلطان نے ہستے ہوئے عیس کا مزاق اڑایا۔
لیکن عیس کو وہ مزاق نہیں بلکہ تعریف محسوس ہوئی تھی۔ جسے اس نے اتراتے ہوئے وصول کیا تھا۔

چل زلفیں بعد میں سنوارنا جو رائتہ پھیلایا یہ پہلے وہ بک جلدی سے۔۔۔

سلطان نے پھر سنجیدگی سے استفسار کیا۔ کیونکہ اس لمبے بالوں والی چڑیل کا کیا بھروسہ انہیں اپنی زلفوں کے جال میں پھنسا کر نکل جاتا۔۔۔

کلینک پر کلثوم ڈار لنگ نے مجھے سنی کے رشتے کی بات کی۔۔وہ اپنی کسی دوست کی بیٹی کے ساتھ سنی کا رشتہ کرنا چاہ رہیں ہیں۔۔

عیس پھیلے ہوئے رائتے کی مزید اک لائن بول کر چپ سادھ لی۔

سلطان اور ضرار جو کہ چہرہ گرائے کان لگا کر بہت غور سے اسے سن رہے تھے۔عیس کے چپ کرنے پر نظریں اٹھا کر اسے گھورنے لگے۔

لگتا ہے یہ چیپڑیں کھا کھا کر بولنا چاہتا ہے۔۔۔ضرار نے اسکے بریک لگانے پر تپ کر کہا۔

اتنی دیر میں تو وہ سلطان کے ساتھ مل کر مسئلہ ہی حل کر آتا جتنی دیر میں اس عورت سے بات مکمل نہیں ہو رہی تھی۔

مجھے کیوں سنا رہے ہو تم لوگوں کو نہیں پتہ کیا۔ کہ وہ آری کو پسند کرتا ہے
میرا مطلب آئرہ کو۔۔۔

عیس نے جلدی سے اپنی درستگی کی کیونکہ ضرار اور سلطان کو بلکل پسند
نہیں تھا خود سے جڑے رشتوں کے نام بگاڑنے کا۔ ان کے مطابق انکی
زندگی میں موجود رشتے عزت واحترام اور محبت کے قابل ہیں۔ انکا مزاق
بنانا مطلب خود کا مزاق بنانے کے مترادف ہے۔

لیکن سنی اور عیس ان دونوں کے برعکس ہمہ وقت ہر کسی کی ٹانگ کھینچنے
کے لیے الٹا پلٹا بولتے رہتے تھے۔

یہ تو ہمیں پتہ ہے کہ وہ آئرہ کو پسند کرتا ہے تو ہمیں یہ بتا کہ تو نے کلثوم
ڈارلنگ کو کیا تیلی لگائی ہے جس کی وجہ سے سنی تجھ پر بھڑک رہا تھا۔

ضرار نے اب کی بار عیس کی گردن اپنے شکنجے میں لی۔

کیونکہ اتنا تو وہ اپنے نمونے کو جانتے تھے کہ اگر کلثوم بیگم نے اس سے اس بارے بات کی تو یہ ہر گز ممکن نہیں تھا کہ عیس علی ہمدانی نے کوئی تیلی نہ لگائی ہو۔

سالوں میں بس اتنا کہا تھا۔ کہ آپ جہاں مرضی کر دیں آپکی اکلوتی اولاد ہے آپکا پورا پورا اس پر حق ہے۔

اپنی گردن پر ضرار کی گرفت مضبوط ہوتے دیکھ کر عیس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

اور عیس کی اس بو نگی کو سنتے سلطان کا دل کیا اسے اٹھا کر دیوار میں دے مارے۔

صرف اس کمینے کی وجہ سے سنی کا برا حال تھا۔ وہ جانتے تھے کہ سنی کو غصہ نہیں آتا لیکن جب اسکا کسی چیز پر دماغ خراب ہوتا تھا تو ہر چیز سے بے نیاز ہوتے اندر ہی اندر سلگتا رہتا تھا۔ اور دوری اختیار کر جاتا تھا۔

کمینوں اک تو میں اسکی مدد کی اور تم لوگ میری ہی جان کو آرہے ہو۔ خود کو چھڑاتے عیس نے بھڑکتے ہوئے انداز میں کہا۔

بے غیرت انسان یہ کون سی پھوپھو کے انداز والی اسکی مدد کی ہے تو نے۔۔۔

جب جانتا بھی ہے کہ وہ آئرہ گڑیا کو پسند کرتا ہے۔

سلطان ضبط کے مارے دبے دبے انداز میں غرایا۔

جبکہ ضرار اپنے غصے کو کنڑول کی غرض سے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

میری بات سنو وہ آنٹی کا اکلوتا بیٹا ہے۔ ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں۔۔
ضرار اٹھا اس نمونے کو یہ آج مجھ سے نہیں بچے گا۔
اس سے پہلے عیس بات مکمل کرتا۔ سلطان اور ضرار اسے قابو کر چکے تھے۔

وہ چاروں اس وقت اپنے مشترکہ فلیٹ میں موجود تھے۔

سنی سنجیدگی سے ضرار اور سلطان کے سامنے بیٹھا تھا۔ سفید چہرے میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔ جس کو دیکھتے سلطان اور ضرار نے اک دفعہ پھر اپنے دائیں جانب خشمگیں نظروں سے گھورا۔

جہاں عیس بھی اپنا دائیں گال سجا کر بیٹھا تھا۔ ابھی کل رات ہی تو سلطان اور ضرار نے اسے دھنک کر رکھ دیا تھا۔ خود پر پھر ان دونوں کی نظروں کو محسوس کرتے عیس منہ بسور گیا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکا چھوٹا سا مزاق اتنا سیریس شکل اختیار کر جائے گا۔ اگر اسے زرا سا بھی اندازہ ہوتا تو یہ سب کرنے سے پہلے سنی کو خود ہی سہرا پہنا دیتا۔

ابھی تو وہ جس طرف بھی جا رہا تھا سب اسے نظروں میں ہی نگلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

عیس صحیح کہتا تھا کہ وہ صرف گھوریاں برداشت کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ان دنوں سے مار کھانے کے بعد وہ صبح گھر جا پایا تھا۔کیونکہ سزا کے طور پر سلطان اور ضرار اسے فلیٹ پر بند کر کے چلے گئے۔اور جانے سے پہلے اسے سے فلیٹ کی چابی لینا نہیں بھولے تھے۔

اسے مشعل کے پاس پہنچنے کی جتنی جلدی تھی۔کل رات وہ اتنا ہی تڑپا تھا۔ عیس کے صبح گھر پہنچنے تک مشعل یونیورسٹی جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

جہاں عیس کے منہ پر نیل کے نشان دیکھ کر مشعل اور شاہدہ بیگم کا دل تڑپا تھا۔ وہیں حسن صاحب کے دل کو ٹھنڈ پہنچی تھی۔ کیونکہ اتنا تو وہ جان ہی چکے تھے کہ وہ اپنے دوستوں سے کٹ کھا کر آیا ہے۔ کیونکہ منہ پر موجود نیل کا نشان ہلکا تھا۔

کیونکہ عیس پیٹنے والوں میں سے تھا۔ منہ سجانے والوں میں سے نہیں، اتنا تو وہ اپنے گدھے کو جانتے ہی تھے۔

لیکن پھر بھی عیس کا دل جلانے کے لئے حسن صاحب چائے کا کپ پکڑے اٹیٹیوڈ سے اسکے پاس سے اسے "پھول" مخاطب کرتے گزرے تھے۔

خود کے لیے "پھول" سنتے سچ مچ میں عیس کا دل سلگا تھا۔

اوراب سنی کی سنجیدہ صورت دیکھتے عیس پھر سب یاد کرتے سرد سانس خارج کرتے صوفے سے ٹیک لگا گیا۔

یہ منحوسی سانسیں خارج نہ کرو ورنہ اک کھالے گا۔۔
سنی کی سرد سانسوں کو سنتے ضرار نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا۔
جس پر پھر عیس معصومیت سے منہ موڑ گیا۔

عیس کا منہ دیکھتے، نہ چاہتے ہوئے بھی سنی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

جو ہونا تھا۔ وہ اسکی قسمت تھی لیکن اس سب میں وہ اپنے یاروں کو نہیں پریشان کر سکتا تھا۔

سنی اٹھتے ہوئے جا کر عیس کے پاس بیٹھ گیا جو ہمیشہ کی طرح زمین پر منہ لٹکائے ٹانگیں صوفے کی بیک پر چڑھانے کے چکروں میں تھا۔

یہ اسکا خاص انداز تھا کہ وہ جب بھی پریشان ہوتا تھا آسمان کی طرف ٹانگیں لٹکائے لیٹ جاتا تھا۔

لیکن سنی نے اسکی کوشش ناکام کرتے عیس کو کھینچ کر سیدھا بٹھایا۔

"میری جانو کا کوئی قصور نہیں اسے نہ کچھ کہو"

سنی نے عیس کا سر اپنے کندھے پر رکھتے کہا۔

اور عیس نے بھی کسی دکھیاری عورت کی طرح سنی کے کندھے پر سر رکھ دیا تھا۔

عیس کی ایکٹنگ دیکھتے سلطان اور ضرار کی بھی ہنسی نکل ائی۔

اس پونی والے مرد کو چھوڑو یہ بتاؤ آگے کا کیا پلین ہے۔۔
ضرار نے سلطان کی جانب نظریں موڑتے استفسار کیا۔

"میر پور"
اک لفظی جواب دیتے سلطان نے پینٹ کی جیب سے سگریٹ نکالتے لائٹر سے جلایا۔

جبکہ وہ تینوں میر پور سنتے تعجب سے اسے دیکھ گئے۔

چلو اسی بہانے آغا جانی سے ملاقات ہو جائے گی۔
عیس نے چمکتی آنکھوں سے اظہار کیا۔۔

یہ آغا جانی کون ہے "ضرار نے الجھن سے عیس کو دیکھا۔"

جبکہ ضرار کی الجھن دیکھتے سلطان نے مسکراہٹ ضبط کی کیونکہ اگر وہ ضرار کی الجھن دور کرتا۔یقیناً عیس کی شامت پکی تھی۔
اور ایسا ہی ہوا تھا ضرار کے استفسار کرنے پر عیس نے منہ ٹیڑھا کیا۔

آغا جان کی مسسز کو آغا جانیییییی کہہ رہا ہے "۔۔۔"
سنی نے ضرار کی الجھن دور کرتے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔

سالہ کمینہ ہے ہی ٹھرکی۔۔۔۔
ضرار نے دانت کچکچاتے عیس کو گھورا۔جو کہیں بھی جانے سے پہلے وہاں کی عورتوں کو پھانس کر بیٹھا ہوتا تھا۔

ویسے ہم ادھر کیوں جارہے ہیں۔۔

سنی نے اپنے دماغ میں آتے سوال کو سلطان کے آگے رکھا۔

معلومات کے مطابق انکی بیس میرپور کے پاس ہے۔میرپور کے آس پاس بہت سے گاؤں ہیں۔چونکہ میرپور کے رستے میں جنگل بھی موجود ہے جہاں جنگل کے آخر میں اک چھوٹا سا گاؤں آباد ہے۔اور اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے وہ لوگ اسی جنگل میں اپنی بیس بنا کر غیر قانونی کام کر رہے ہیں۔ اور خطرے کی صورت میں وہ لوگ منظر عام سے غائب ہونے کے لیے گاؤں کا رخ اختیار کر لیتے ہیں۔

سلطان نے تفصیلی جواب دیتے منہ سے دھواں اڑایا۔۔

خطرے کی صورت میں وہ لوگ گاؤں کا رخ ہی کیوں اختیار کرتے ہیں۔۔

صوفے سے ٹیک لگاتے سنی نے دوسرا سوال کیا۔

کیونکہ وہ لوگ کوئی اور نہیں بلکہ اسی گاؤں کے رہائشی ہیں جو اس بیس پر غیر قانونی کام کر رہیں ہیں۔

سنی کی گود میں اپنی ٹانگیں رکھتے عیس نے اسکے سوال کا جواب دیا۔

جسے سنتے سلطان اور ضرار نے امپریس ہوتے ایبرو آچکایا۔

اپنی اسی خاصیت کی وجہ سے "عیس علی ہمدانی" انکے لیے گنڈہ تھا۔ کیونکہ وہ گنڈوں کے ہر طرزِ زندگی سے واقف تھا۔

ہمارے جانے کے بعد بطخوں کا کیا ہوگا"۔۔ "

کب سے زہن میں آتے سوال کو سوچتے عیس نے پوچھا۔۔

وہ ہمارے ساتھ جائیں گیں۔ کیونکہ انکو یہاں اکیلا نہیں چھوڑ کر جا سکتے۔
۔۔سلطان نے سگریٹ بجھاتے کہا۔

سلطان کی بات سنتے عیس کی آنکھوں کی چمک دو بالا ہوئی۔ جسے ان تینوں نے بڑے غور سے ملاحظہ کیا تھا۔

ہم کال شام میں نکلیں گئے۔اس لیے ساری تیاری کال دوپہر تک ہو جانی چاہیے۔
اور پھر وہ بیٹھ کر مزید آگے کی پلینگ کرتے رہے۔۔

یونی کے فری وقت میں وہ چاروں حسب معمول کیفے میں بیٹھیں تھیں۔

ابھی ہی ائرہ اپنی کال کی غیر موجودگی پر انکو منا کر سکھ کر سانس لیتے سینڈوچ کھا رہی تھی۔

اسکا بکل موڈ نہیں تھا اپنی غیر حاضری کی وجہ بتانے کا۔۔کیونکہ کسی بھی غیر ضروری بات کی وجہ سے وہ اپنا اور اپنی دوستوں کا موڈ خراب نہیں کر سکتی تھی۔

لیکن اس سب میں اگر کوئی بے خبر بیٹھی تھی۔تو وہ علیزے تھی جو کب سے کسی غیر مرئی نقطے کو سوچنے میں مشغول تھی۔

تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔

سینڈوچ کا بائٹ لیتے مشعل نے اسے سے پوچھا۔جو کب سے منہ لٹکائے بیٹھی تھی۔

مشعل کے سوال پر وہ دونوں بھی علیزے کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

مجھے کچھ پوچھنا ہے۔۔علیزے جھجکتے ہوئے بولی۔
اسکے یوں جھجھک پر منیزے یک دم الرٹ ہوئی تھی۔۔۔کیونکہ وہ کچھ پریشان بھی دیکھائی دے رہی تھی۔۔۔

تو پوچھو۔۔۔ائرہ نے اسے دیکھتے کہا۔

علیزے کل کی سلطان کی وارننگ کو سوچ رہی تھی۔اگر وہ آج ان سے نہ اپنی کنفیوژن پوچھ پاتی تو رات میں سلطان نے اسکی رخصتی خود ہی کر دینی تھی۔جسے وہ کسی صورت افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

اب بولو بھی۔۔۔علیزے کو پھر خیالوں میں گم ہوتے دیکھ کر منیزے نے اسکا بازو ہلایا۔جو آج بلو گاؤن میں بلو ہی حجاب کے ساتھ غضب ڈھا رہی تھی۔

سچ میں پردے میں حسن جان لیوا ہی لگتا ہے"۔۔"
علیزے کو دیکھتے منیزے نے بے اختیار سوچا۔۔۔

وہ پھر گہری سانس خارج کرتے شرم وہ حیا سے سرخ پڑتے علیزے نے اپنی الجھن انکے سامنے رکھی۔

جسے سنتے منیزے اور مشعل تو شرم سے لال قندھاری ہو گئیں۔جبکہ ائرہ کا جاندار قہقہہ کیفے میں گونجا۔جس سے کئی دوسرے سٹوڈنٹس انکی جانب متوجہ ہوئے۔

سوری اسکا سوال ہی اتنا بے وقوفانہ ہے یار۔۔ائرہ نے ہستے ہوئے منیزے کو دیکھا جو اسے گھور رہی تھی۔

تمہیں یہ سوال پوچھنے کی نوبت کوں کر آئی۔۔۔ منیزے نے غور سے علیزے کو دیکھا۔۔

کیونکہ میری رخصتی نہیں ہوئی نہ اس لیے۔۔۔بات کو گول مول کرتے علیزے نے جواب دیا۔

لیکن منیزے اسکے بات گھمانے پر ساری بات سمجھ چکی تھی۔کہ وہ کیونکر ایسا پوچھ رہی تھی۔یہ سوال تو وہ نکاح سے پہلے بھی پوچھتی رہی تھی لیکن تب منیزے نے شرارت سے اسے سیدھا جواب نہیں دیا تھا۔۔لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکی دوست اس حد تک بے وقوف ہے۔۔۔

تم بھائی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتی نہ۔۔۔
علیزے کے تاثرات دیکھتے منیزے سیدھا پوائنٹ پر آئی۔

منیزے کے یوں پوچھنے پر علیزے شرم سے سرخ پڑی۔ لیکن خاموش رہی۔
اور علیزے کی خاموشی دیکھتے ائرہ اور مشعل کے بھی منہ کھلے۔
یہ عورت بے وقوف ہی نہیں پاگل بھی ہے۔۔
علیزے کی حالت دیکھتے ائرہ دانت پیستے بولی جو فضول میں اپنا رشتہ خراب کرنے پر تلی تھی۔

جبکہ علیزے کی آنکھوں یک دم آنسوں سے بھر گئیں تھیں۔ وہ انہیں کیا بتاتی کہ ساری عمر ہوسٹل میں خود کو چھپاتے رہی تھی۔ لوگوں کا خوف اسکے

دماغ پر اتنا سوار تھا کہ ہوسٹل میں لڑکیوں کی حالت دیکھتے ہوئے وہ کبھی دوست بھی نہیں بنا پائی تھی جو اسے یہ سب تفصیلی معلوم ہوتا۔ اور اب اچانک نکاح سے وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔
علیزے کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے وہ تینوں اپنی کرسی گھسیٹتے ہوئے اسکے قریب ہوئی۔

چندا یار رو کیوں رہی ہو۔۔مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے کیا پریشانی ہے"۔۔"

علیزے کے خوبصورت چہرے سے آنسو صاف کرتے منیزے سے محبت سے اسے پچکارا۔۔۔

بتا تو دیا ہے سب، پھر بھی تم سب مجھے ڈانٹ رہی ہو"۔۔"

ہچکی لیتے ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنا گال صاف کرتے علیزے معصومیت سے بولی۔

جسے دیکھتے منیزے نے بے اختیار دل میں ماشاءاللہ کہا تھا۔ وہ اپنی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اتنی شفاف بھی تھی۔ کہ اتنا عرصہ ہوسٹل جیسے ماحول میں رہنے کے باوجود وہ اتنی لاعلم تھی۔

دیکھو میری جان۔۔! تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔ جس کے مطابق "سلطان احمد خان" یعنی ہمارے بھائی تمہارے شوہر ہیں۔ اور اک شوہر ہونے کی حیثیت سے انہیں تم پر تم سے زیادہ حق حاصل ہے۔ شرعی طور پر تمہارا نکاح ضروری تھا اور جو ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ تمہیں چھونے اور محسوس کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اور رخصتی صرف تمہاری خواہش کو مانتے روکی گئی تھی۔

لیکن بنا رخصتی کے بھی وہ تمہیں چھو سکتے ہیں کیونکہ وہ تمہارے محرم ہیں اور تم انکی محرم ہو۔اگر چھونے کا حق حاصل نہ ہوتا تو وہ تمہارے نامحرم ہوتے۔جیسے پہلے تھے۔
لیکن اب یہ جواز ختم ہو چکا ہے۔

میں تو تم دونوں کو سمجھاتی رہتی ہوں کہ تیار شیار ہو کر رہا کرو۔کیونکہ اگر بیویاں لفٹ نہیں کروائیں گئیں تو شوہر کہیں اور بھی متوجہ ہو سکتے ہیں۔
پھر بعد میں روتی رہنا۔۔
علیزے کے آنسو صاف کرتے منیزے نے اسکی ساری الجھن دور کرتے ساتھ نصیحت بھی کی۔۔جسے بڑے غور سے سنتے ہوئے علیزے کے دل سے بوجھ اترا تھا۔

کیوں وائی، کیا تم بھی عیس بھائی کو قریب نہیں آنے دیتی۔۔

مشعل کی جانب مڑتے منیزے نے سیریس انداز میں استفسار کیا۔
نہیں میں تو نہیں منع کرتی انکو"۔۔"

،ںیزے کی خطرناک گھوری کو دیکھتے مشعل نے معصومیت سے نفی میں سر ہلاتے اپنی صفائی دی۔

مشعل کے معصومانہ انداز کو دیکھتے ائرہ اور منیزے کا قہقہہ ابھرا۔ جبکہ علیزے بھی روتے ہوئے مسکرادی۔۔۔

ہماری مشعل بہت سمجھ دار ہے وائی میں روز اسکی گردن پر لو بائٹ کا نشان دیکھتی ہوں۔۔۔
آئرہ نے ہستے ہوئے مشعل کا راز فاش کیا جسے سنتے مشعل سچ میں چیخ پڑی۔۔۔

کمییییییی۔۔۔۔

وہ دونوں نوک جھونک میں مصروف ہو چکیں تھیں۔

علیزے نے آنکھیں بند کرتے شکر ادا کیا تھا کہ وقت رہتے اسے پتہ چل گیا۔ ورنہ اپنی بے قوفی سے وہ اپنے شوہر کو ناراض کر دیتی تو۔۔۔اس سے آگے وہ نہیں سوچ سکتی تھی۔

خود کے قریب جانی پہچانی خوشبو محسوس کرتے علیزے نے آنکھیں کھولیں تو سلطان کو اپنے قریب کھڑے پایا۔۔

وہ اپنے خیالات میں اتنی گم تھی کہ ان سب کی آمد کو بھی جان نہیں پائی تھی۔

خان آپ۔۔۔۔علیزے بوکھلاہٹ سے سیدھی ہوئی۔۔۔
آپ روئیں ہیں کیا۔۔۔علیزے کو کھڑا کرتے سلطان نے اسکی بھیگی نظروں کو دیکھا۔

نہیں تو۔۔۔
جاناں جھوٹ نہیں۔۔۔۔سلطان نے سرد لہجے سے اسے ٹوکا۔جو روہانسی ہوتے اب اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے کچلنے لگی تھی۔

علیزے کی آنکھوں میں پھر آنسو دیکھتے سلطان نے گہری سانس لیتے خود کو پر سکون کیا۔

وہ اسے کیسے بتاتا کہ وہ اسکی گہری کالی آنکھوں میں صرف راز تلاش کرنا" چاہتا تھا، آنسو نہیں"۔۔

سلطان نے آگے بڑھتے اسکے ماتھے کو ہونٹوں سے چھوتے خود میں سکون اتارا۔۔تاکہ خود کو ٹھنڈا کر سکے۔

جبکہ سب کے سامنے سلطان کی اتنی نزدیکی کو دیکھتے علیزے شرم سے دوہری ہوئی۔

سلطان باقی سب کی موجودگی یکسر بھلا چکا تھا۔

عیس نے کہنی مارتے ضرار کو سامنے کی جانب اشارہ کیا۔
جہاں انکی بیویاں لوبرڈ کو اموشنل ہوتے دیکھ رہیں تھیں۔

یہ ہماری بیویوں کو حسرت میں مبتلا کرنے والا ہے۔اس سالے کارو مینس "
" بھی سر عام نکلتا ہے۔

سلطان کو کھا جانے والی نظروں سے وہ تینوں دیکھنے لگے تھے۔
جو ابھی کچھ دیر پہلے کیفے کے باہر علیزے کے کرسی سے سر ٹکانے پر فکر
مندی سے بھاگتے ہوئے اسکی جانب آیا تھا۔
اور اسکا اندیشہ صحیح تھا۔کیونکہ اسکی کوئین رو رہی تھی۔۔

ارے ہم سب بھی یہاں موجود ہیں ہمیں تو پتہ ہی نہیں تھا"۔۔۔۔۔"
زور سے کرسی گھسیٹتے عیس بلند آواز میں سلطان کو سنانے کی غرض سے
بولا۔۔۔تاکہ اسے ہوش دلا سکے۔۔

آنٹی مان جائیں نہ پلیز۔۔

منیزے نے سلطانہ بیگم کی اک دفعہ پھر منت کی۔

کل رات ہی ضرار نے منیزے کو سب کا میر پور جانے کا بتایا تھا۔ جس پر منیزے کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

لیکن آئرہ کو ساتھ لے جانے کے سوال پر ضرار خاموشی اختیار کر گیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی شیرنی کو کوئی بھی ویسی بات نہیں بتانا چاہتا تھا۔ جس سے اسکی خوشی ماند پڑتی۔

اور ویسے بھی سلطان اور ضرار نے واپسی پر کلثوم ڈارلنگ سے بات کرنے کا سوچا تھا۔اور انہیں یقین تھا۔ کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی محبت، اسکی خوشی اسے سے دور کرنے کا سبب نہیں بنیں گئیں۔

لیکن منیزے نے رات کو ضرار پر صاف طور پر واضح کر دیا تھا۔ کہ وہ بنا ائرہ کے اس ٹرپ پر بکل نہیں جانے والی۔

یونیورسٹی میں انکے مڈٹرم کے ایگزام ہو چکے تھے۔اور اب اک ہفتے کی چھٹیاں تھیں۔ جس کو وہ میر پور میں گزارنے والے تھے۔

ایسے میں وہ تینوں آئرہ کے بنا جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتیں تھیں۔

اسی لیے منیزے صبح صبح ہی علیزے کو اسکے فلیٹ سے پک کر کے مشعل کو ساتھ لیے ائرہ کی طرف چلی آئی تھی۔تاکہ اسے ساتھ چلنے کے لیے تیار کر سکے۔

نہیں مجھے اک بات بتاؤ تم لوگ تو وہاں اپنے شوہروں کے ساتھ جا رہی ہو۔یہ اکیلی وہاں کیا کرے گی"۔۔

سلطانہ بیگم نے تفتیشی انداز میں ان تینوں سے استفسار کیا۔۔

آنٹی کو کہو ہم آتے ہوئے اس میسنی کے لیے بھی اک عدد شوہر لے آئیں گے"۔۔

مشعل علیزے کی جانب جھکتے ہوئے شرارت سے گویا ہوئی۔ مشعل کا انداز بلکل ویسا تھا جیسے وہ ائرہ کے لیے شوہر نہیں، کھلونا لے کے آنے والی ہو۔

اسکی یہ سرگوشی ائرہ اور منیزے کے کانوں میں بھی پہنچ چکی تھی۔ جس پر منیزے نے تو اپنی ہنسی دبائی تھی۔ جبکہ آئرہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

جس کے جواب میں مشعل نے اپنا پورا منہ کھولتے بتیسی دیکھائی۔ یقیناً یہ کل والی بات کا بدلہ تھا۔

مشعل کے اس سیریس انداز میں اتنی کیوٹ حرکت کو دیکھنے وہاں بیٹھے سب افراد کا چھت پھاڑ قہقہہ لاؤنج میں گونجا۔

سب کو ہستے دیکھ کر مشعل گڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ آئرہ کو چڑانے کے چکروں میں وہ یہ بھول گئی تھی۔ کہ سب اسے ہی دیکھ رہے ہیں۔۔

شزا انکی میٹھی نوک جھونک بڑے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ چونکہ وہ تینوں صبح صبح ہی آ ٹپکی تھیں۔ اس لیے داؤ صاحب اور اسد بھی وہیں موجود تھے۔ اور آج یقیناً لیٹ ہی آفس کے لیے نکلنے والے تھے۔

کیوں کیوٹ بلی یہ کیا ہو رہا ہے "۔۔۔"
مشعل کے کان کو کھینچتے، سلطانہ بیگم مصنوعی سنجیدگی سے بولیں۔۔

آاااں۔۔۔۔ سچی اب نہیں کرتی نہ، یہ چھیڑتی ہے مجھے پہلے۔۔۔
اپنا کان چھڑاتے مشعل نے آئرہ کی جانب اشارہ کیا۔

چلیں ماما جانے دیں گڑیا کو, میں اپنی بہنوں کو ناراض نہیں کر سکتا "۔۔"
اسد مشعل کی کیوٹ حرکتوں کو دیکھتے آئرہ کے حق میں بولا۔

جو خود اپنی ماں کو پر امید نظروں سے دیکھ رہی تھی۔اور ویسے بھی وہ چاروں اک دوسرے کی اتنی عادی ہو چکیں تھیں۔تو آئرہ اک ہفتہ انکے بنا کیسے گزارتی۔

ٹھیک ہے, لے جاؤ اسے ساتھ، پر وہاں جا کر تم سب نے اپنا خیال رکھنا" ہے"۔۔۔

بلا آخر سلطانہ بیگم نے ہتھیار ڈالتے جانے کی اجازت دے دی۔۔

یاہوووو۔۔۔۔اپ ملکہ الزبتھ ہیں آنٹی"۔۔۔"

خوشی سے منیزے اور مشعل سلطانہ بیگم کے گلے میں باہیں ڈال گئیں۔

جبکہ آئرہ اور علیزے اک دوسرے سے چپک گئیں۔

جس پر سلطانہ بیگم نے ہستے ہوئے ان دونوں کے ماتھے کو چومتے علیزے اور آئرہ کو بھی پاس بلایا۔

ماں بیٹیوں کے پیار پر داؤد صاحب نے محبت سے اپنے گھر کی رونق کو دیکھا۔ جب سے آئرہ نے گھر میں ان تینوں کے فیملی بیک گراؤنڈ سکس کیا تھا۔ تب سے نہ چاہتے ہوئے بھی سلطانہ بیگم اور داؤد کو وہ تینوں ائرہ کی طرح عزیز ہو گئیں تھیں۔ کیونکہ وہ تینوں بن ماں باپ کی بچیاں تھیں۔

سلطانہ بیگم سے پیار وصولنے کے بعد وہ چاروں اسد کی جانب بڑھیں۔ جس نے محبت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے بھائیوں والا مان بخشا تھا۔

میں کسی کو نظر آرہا ہوں کہ نہیں"۔۔۔"

خود کے نظر انداز کرنے پر داؤد صاحب منہ بنا کر بولے۔۔۔

میں آگیا آپکی طرف "۔۔۔"

بازو واں کرتے مشعل داؤد صاحب کی جانب بھاگی۔ لیکن جزبات میں اک دفعہ پھر بہتے مشعل خود کا جینڈر تبدیل کرتے سب کو ہسنے پر مجبور کر گئی۔ شائد آئرہ کے ساتھ جانے کی اسے سب سے زیادہ خوشی تھی۔

اگر عیس علی ہمدانی اپنی بیوی کی ایسی کیوٹ حرکتوں کو دیکھ لیتا تو یقیناً خود کو اک دفعہ پھر مشعل سلیمان سے وار دیتا۔

آپ تو میرا کیوٹ چوزہ ہو "۔۔۔"

بازو کے گھیرے میں مشعل کو لیتے داؤ صاحب ہستے ہوئے بولے۔

اور آپ میرے کیوٹ سے بابا جان۔۔۔

داود صاحب کے گالوں کو کھینچتے ہوئے مشعل شرارت سے بولی۔

آپکے باباجان آپ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔۔۔
داؤد صاحب نے مشعل کو پاس بٹھاتے استفسار کیا۔ شائد وہ حسن صاحب کے بارے جاننا چاہ رہے تھے۔

اتنا زیادہ۔۔۔۔ کہ ہر روز رات کو مجھے اپنے ہاتھوں سے خود کھانا کھلاتے ہیں۔ میرے سونے کے بعد روز رات میرے کمرے میں آکر مجھے دیکھتے ہیں کہ میں آرام سے سو رہی ہوں نہ۔ اور اتنا زیادہ پیار کرتے ہیں کہ مجھے عیس کے کپڑوں میں بھالو بنا دیکھ کر میرا صدقہ اتارتے رہتے ہیں۔۔
حسن صاحب کی شفقت بھری محبت یاد کرتے مشعل داؤد صاحب کو دونوں بازوؤں کو پھیلا کر انکی محبت کی شدت بتانے لگی۔

جبکہ باقی سب مسکراتے ہوئے اسکی باتیں سن رہے تھے۔یلو شلوار قمیض میں اپنی بے بی کٹنگ کے ساتھ کالے گھنے بالوں میں وہ موم کی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔اپنے وجود کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی معصوم سی تھی۔

اس لیے سنی عیس کو چڑانے کے لیے کہتا تھا۔
کہ گدھے شکر کر موم کی گڑیا ملی ہے تجھ جیسے گنڈے کو۔۔ورنہ جیسی "
"تیری حالت ہے نہ،تجھے رضیہ پہلوان ملنی چاہیئے تھی

پر میں تو آپ کے بابا جان جیسا نہیں ہوں۔۔۔
داود صاحبِ مشعل کو دیکھتے بولے۔مقصد صرف جاننا تھا کہ وہ انہیں بابا جان کیسے بول گئی۔

تو آپ بن جائیں نہ۔۔

مشعل کسی بڑے بزرگ کی طرح مشورہ دیتے بولی۔۔

میں کیسے بن سکتا ہوں۔۔۔
داود صاحب متجسس ہوئے۔۔۔

میرے باباجان کہتے ہیں کہ اس دنیا میں سب آسان ہے محبت کرنا، کیونکہ محبت کرنے کے لیے اپکو کسی وجہ کی ضرورت نہیں پڑتی یہ بلاوجہ بھی ہونے لگتی ہے۔اور اکثر تو کسی برے انسان بھی ہو جاتی ہے۔
اور ضروری نہیں کہ کوئی اچھا لگے تب ہی محبت ہو۔ ہمیں خود کو اچھا بنانے کے لیے بھی محبت کرنی چاہیے تاکہ جو محبت کرنا نہیں جانتا وہ بھی سیکھ لے۔اس لیے مجھے آپ سے بھی محبت ہے۔
حسن صاحب کی باتوں کو یاد کرتے مشعل سنجیدگی سے بولی۔

جبکہ وہ تینوں حیرانگی سے اپنے چوزے کو دیکھ رہیں تھیں۔جو آج اتنی گہری باتیں کر رہی تھی۔

کیونکہ روزرات کو حسن صاحب اور مشعل مل کر باتیں کرتے تھے۔ جس میں مشعل کی کم عمری کو دیکھتے حسن صاحب اسے بہت کچھ سمجھاتے رہتے تھے۔کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ انکی بیٹی کی شخصیت کسی عام انسان کی طرح نکل کر آئے۔

وہ مشعل کو خاص بنانا چاہتے تھے۔وہ خاص جو معاشرے کو بدلنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔

حسن صاحب کے لیے مشعل "بہو" نہیں بلکہ "بیٹی" تھی۔اگر تربیت کرنے والا خود عام ہو تو اسکے بنائے گئے سانچے بھی عام نظر آتے ہیں۔پر یہاں "حسن صاحب "خو بھی خاص تھے۔تو انکی تربیت کیوں عام ہوتی۔

مشعل کی بات کو سنتے داؤد صاحب نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔

آپ میرا پیارا سا بیٹا ہو آج سے۔۔۔

پھر وہ چاروں آئرہ کے کمرے کی جانب چلی گئیں تاکہ مل کر ائرہ کی پیکنگ کر سکیں۔

اور پھر اک گھنٹے تک علیزے اور مشعل کو گھر اتار کر منیزے آئرہ کو ساتھ لیے فلیٹ چلی آئی۔

علیزے پریشان صورت لیے وارڈروب کھولے کھڑی تھی۔اسے بلکل سمجھ نہیں آرہا تھا۔کہ کیسے کپڑے لے کر جائے۔

کیونکہ سارے کپڑے سلیو لیس تھے۔اور ایسے کپڑے وہ اپنے سسرال لے جانے کا نہیں سوچ سکتی تھی۔

کندھوں پر موجود بلوڈوپٹے کو علیزے نے اتار کر سائیڈ پر رکھا۔تاکہ سیریس ہو کر اپنی پیکنگ کر سکے۔ڈوپٹہ بار بار ڈھلک کر اسے پریشان کر رہا تھا۔

سلطان جو کہ ابھی فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔۔کچن میں ملازمہ کام کر رہیں تھیں۔جن کو اک نظر دیکھتے سلطان علیزے کے کمرے کی جانب بڑھا۔

جہاں وہ بلو سلیو لیس لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ڈوپٹے سے بے نیاز اپنے حسن سے لاپرواہ کپڑوں میں الجھی ہوئی کھڑی تھی۔

علیزے کی اس لاپرواہی پر سلطان دل تھام گیا۔

.."یہ کسی دن میرے دل کو جلا کر ہی مانے گئیں"

علیزے کے سفید دودھیا بازوؤں کو دیکھتے سلطان بے بسی سے بولا۔

خانم۔۔۔۔

شرٹ کے بٹن کھولتے سلطان نے اسے مخاطب کیا۔آگ جیسا حسن دیکھتے سلطان کو گرمی کا احساس ہوا تھا۔

وہ جو کپڑوں کے رش میں گم تھی۔سلطان کی آواز سنتے اک جھٹکے سے سر اٹھا گئی۔۔

خان آپ کب آئے۔۔

سلطان کو دیکھتے وہ آنکھوں میں چمک لیے بولی۔

علیزے کی آنکھوں کی چمک کو سلطان نے غور سے دیکھا۔ وہ کل سے بدلی بدلی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ورنہ جہاں پہلے سلطان کو دیکھتے اسکی آنکھیں سہم جاتیں تھیں۔ کل رات سے ان آنکھوں میں اک نامعلوم چمک تھی۔

کپڑوں کو پیچھے ہٹاتے وہ سلطان کی جانب بڑھی۔ اور سلطان کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اسکے سینے سے جا لگی۔

وہ جتنی اچانک سے اسکے گلے لگی تھی۔ ممکن تھا۔ علیزے کی اس جسارت پر سلطان اپنا دھڑکتا دل روک لیتا۔

کیونکہ وہ ابھی بھی ساکت سا اپنے سینے سے لگے نرم وجود کو دیکھ رہا تھا۔ جو آج بلو ڈریس میں نیلے آسمان جیسی صاف اور خوبصورت لگ رہی تھی۔

ہاتھ بڑھاتے سلطان نے علیزے کو بازوؤں میں شدت سے خود میں بھینچ لیا۔

جبکہ اس سب سے بے خبر علیزے آنکھیں موندے سلطان کی تیز ہوتی دھڑکن کو سن رہی تھی۔

چہرہ اٹھاتے علیزے نے سلطان کو دیکھنا چاہا۔ جو آنکھوں میں محبت کا جہاں آباد لیے پہلے ہی اسے تک رہا تھا۔

علیزے اپنی پیش قدمی پر سلطان کی تیز رفتار دھڑکن سن رہی تھی۔

سلطان کے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے ڈھڑکن کو محسوس کرتے علیزے کھلکھلا پڑی۔۔۔

یہ تیز کیوں ہو رہی ہے"۔۔"
شرارتی چمکتی آنکھوں سے علیزے نے سلطان کو دیکھا۔۔

سارے ظلم آج ہی کر دیں گئیں کیا"۔۔۔"
اشارہ تھوڑی دیر پہلے والی پیش قدمی اور اور اب دھڑکنوں کو محسوس کرنے کی طرف تھا۔

سلطان کی بات کو سنتے علیزے کھلکھلاتے نفی میں سر ہلا گئی۔

سلطان نے محبت پاش نظروں سے اسکے خوبصورت ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ کو دیکھا۔

نکاح کے بعد سے وہ آج پہلی بار اسے یوں مسکراتے دیکھ رہا تھا۔
کاش وہ اسے بتا پاتا کہ وہ اپنے اس آتش فشاں روپ سے کس حد تک "
دیوانہ کیے ہوئے ہے۔
لیکن وہ ظالم بے خبر تھی"۔

آج اپنے خان پر اتنا پیار کیوں آرہا ہے۔۔۔
علیزے کے جوڑے میں قید گنگریالے بالوں کو کھولتے سلطان نے استفسار کیا۔

جس پر علیزے بے نیازی سے کندھے آچکا گئی۔ جس کا صاف مطلب تھا۔ کہ یہ پیار بلاوجہ آیا ہے۔

وہ منیزے کی باتیں اسے بناتے کارسک نہیں لے سکتی تھی۔ ناجانے وہ کیسے ری ایکٹ کرتا۔

علیزے کے بے پرواانداز کو دیکھتے سلطان نے ایبرو آچکایا۔

آپکا پیار شائد ختم ہو گیا ہے۔ لیکن میرا شروع ہونے والا ہے"۔"

سلطان نے جھکتے ہوئے علیزے کے کان میں گھمبیر لہجے میں سرگوشی کرتے اسکی گردن میں گہرا سانس بھرا۔

سلطان کے اس انداز پر علیزے کے وجود میں اک دم سے سپارک ہوا۔

علیزے کے چہرے کو اٹھاتے وہ محبت و نرمی سے اسکے گلابی ہونٹوں کو اپنے عنابی ہونٹوں سے جوڑ گیا۔

وہ اپنے ہونٹوں کو علیزے کے ہونٹوں سے صرف جوڑے ہوئے تھا۔ کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا۔

جبکہ سلطان کے اس بے باک انداز پر علیزے کی جان لبوں پر آئی تھی۔ اس آدھے ادھورے قرب پر وہ مزید مچل رہی تھی۔

بنا کچھ کیے ہی سلطان اسے گہری تھکی تھکی سانسیں لینے پر مجبور کر چکا تھا۔

انکھوں کو جھکائے وہ اب گرنے والی تھی۔

علیزے کی حالت دیکھتے سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ خود میں اسکی سانسوں کی کمی کو محسوس کر رہی ہے۔

پیچھے ہٹتے سلطان نے علیزے کو بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ تو علیزے شرم کے مارے اس سے رخ موڑ گئی۔

"ابھی میں کچھ کیا ہی نہیں اور آپ تھک بھی گئیں ہیں"
علیزے پر جھکتے سلطان نے اسکے کان میں معنی خیز سرگوشی کی۔

سلطان کی بے باک سرگوشی پر وہ بیڈ شیٹ مٹھی میں پکڑ گئی۔ ہونٹوں پر دانتوں کا دباؤ بڑھاتے، وہ سلطان کی بے باکیوں کو برداشت کرنے لگی۔

جو اسکی گردن سے بال ہٹائے وہاں اپنے ہونٹوں کا لمس بچھا رہا تھا۔

نیچے جھکتے ہوئے سلطان نے اسکی شرٹ کی زپ کھسکائی، جس پر علیزے جھٹپٹائی۔۔۔

خان ں ننننن۔۔۔
خان کی کوئین محسوس کرنے دیں پلیز۔۔۔

علیزے کو رخ موڑنے سے روکتے ہوئے سلطان نے اسکی گردن پر دانت گاڑے۔
وہ ہنوز الٹی لیٹی رہی۔۔۔

علیزے کی زپ کھولنے پر اسکی سفید کمر، سلطان کے سامنے تھی۔ جس کے بیچوں بیچ سیاہ تل جگمگا رہا تھا۔

جسے دیکھتے سلطان کی آنکھوں کی چمک دوبالا ہوئی تھی۔ کیونکہ جس دن سے اس نے اس سیاہ تل کو دیکھا تھا۔ وہ بے چین ہی رہا تھا۔

جھکتے ہوئے سلطان نے سیاہ تل پر اپنے ہونٹ رکھے۔
اپنی کمر پر سلطان کے ہونٹوں کا لمس محسوس ہوتے علیزے مٹھیوں میں بیڈ شیٹ پر دباؤ بڑھا گئی۔

یہ کیسی قربت تھی۔۔ جس کی تھوڑی دیر پہلے علیزے کو خود میں شدت سے کمی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اب وہ برداشت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

سلطان نے ہاتھ بڑھاتے علیزے کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں قید لیتے انہیں سہلایا۔

لبوں کا رقص ابھی بھی کمر پر جاری تھی۔اور یہ رقص کبھی شدت اور کبھی نرمی اختیار کر لیتا تھا۔

اک جھٹکے میں علیزے کو سیدھا کرتے سلطان اس کے ہونٹوں پر جھکا۔

شدت سے علیزے کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے وہ انہیں خود میں قید کر گیا۔۔۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ اپنی رکی ہوئی سانسوں کو بحال کر رہی تھی۔

اپنے بے ترتیب ڈریس میں سلطان سے رخ موڑے وہ گہرے گہرے سانس لینے کی کوششوں میں تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس نے سلطان احمد خان کی آگ سی قربت برداشت کی تھی۔

بے ترتیب لباس اور سانسوں میں وہ سلطان کو اپنی اپنی سی لگی۔
جواب رخ موڑے تکیے میں منہ چھپائے اوندھے منہ لیٹی تھی۔

"باخدا ابھی کچھ نہیں کیا میں ایسا، جو آپکی حالت ایسی ہو گئی ہے"
علیزے کے کندھے پر چہرہ ٹکاتے سلطان نے گھمبیر لہجے میں اسکے کان میں سرگوشی کی۔

اپنے کان پر سلطان کی سانسوں کو اک دفعہ پھر محسوس کرتے علیزے لرزی۔

علیزے کی مٹھیوں کو کھولتے سلطان نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں قید کیا۔ جو تکیے کو دبوچے ہوئے تھی۔

علیزے روہانسی ہوئی پڑی تھی۔آج اک اتنی چھوٹی سی پیش قدمی پر اسکا شوہر پاگل ہوتے اسے گھما کر رکھ چکا تھا۔

اگر وہ اس سے اپنی محبت کا اظہار کر دیتی تو نجانے یہ سر پھیرا کیا کر دیتا۔

البتہ علیزے سوچ چکی تھی۔کہ وہ اظہار والی غلطی اتنی جلدی نہیں کرنے والی۔

سلطان نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے علیزے کا رخ موڑنا چاہا۔

جاناں اپنا چہرہ دیکھا دیں یار۔کب سے رخ موڑے لیٹی ہیں"۔۔"

علیزے نے سیدھے ہوتے سلطان کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔

علیزے کی شکوہ کناں نظروں کو دیکھتے سلطان نے دانتوں تلے نچلے ہونٹ کا کونہ دبایا۔

معاف کر دیں، آپکا شوہر آپکے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہے"
بس۔اس لیے بے خودی میں آپکو خود میں سمانے کی کوشش کرتا ہوں۔
مجھے لگتا تھا اپکو پا کر میرے بے قرار دل کو سکون آجائے گا۔ لیکن ایسا نہیں
ہوا۔اپکو جب بھی دیکھتا ہوں، نئے سرے سے آپکی محبت میں گرفتار ہو جاتا
ہوں۔اب مجھے یہ محسوس ہونے لگا ہے۔ کہ میرے دل کا حال ایسا ہی
رہنے والا ہے۔۔ کیونکہ نہ میرا دل بھرے گا آپ سے، نہ اسے سکون آئے
گا۔

علیزے کی گردن پر موجود نشانوں پر انگلی پھیرتے سلطان نے بے بسی سے
اپنی شدتوں کی وجہ بتائی۔

خود کے لیے اتنی محبت دیکھتے علیزے کی آنکھیں بھر آئیں۔
جاناں، میں ان خوبصورت گہری آنکھوں میں ڈوب کر آپکی سرگوشیوں کی
وجہ بننا چاہتا ہوں، یہ نمکین پانی نہیں دیکھنا چاہتا"۔۔

علیزے کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے سلطان نے ان کو اپنے لمس مہکایا۔

جس سے علیزے نے اپنے اندر سکون اترتا محسوس کیا تھا۔

میری پیکنگ نہیں ہوئی ابھی۔۔۔

سلطان کی شرٹ پر انگلی سے ڈیزائن بناتے علیزے نے اپنا مسلہ بیان کیا۔

علیزے کے مسئلے کو سنتے سلطان کے ہونٹوں مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

اپنی پسندیدہ عورت کو بیوی کے روپ میں دیکھ سلطان کا دل روح تک سرشار ہوا تھا۔

سلطان نے آنکھیں جھکا کر اک نظر علیزے کے خوبصورت چہرے کو دیکھا۔جو کیوٹ انداز میں منہ بنائے اسکی شرٹ کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔

یقیناً یہ سلطان کے لیے دنیا کا خوبصورت ترین منظر تھا۔ جہاں اسکی محبوب عورت اسکی بیوی بنی، اسکی بانہوں میں اپنی بکھری حالت میں لیٹی تھی۔

آپ میرے کپڑے پہن لیجیے گا"۔"

علیزے کی گال کو چومتے سلطان نے اسے مشورے سے نوازہ۔

جسے سنتے علیزے نے تیکھی نظروں سلطان کی جانب دیکھا۔

میں اپنے سسرال جا رہی ہوں شاید۔۔۔

سلطان کے مشورے پر علیزے نے اسے یاد دلانا چاہا کہ وہ اپنے سسرال میں اسکے کپڑے تو ہرگز نہیں پہن سکتی۔

اپکو کپڑے لے جانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہاں آپکی دادی ساس سارے انتظام کیے بیٹھیں ہیں۔

علیزے کی آنکھوں میں دیکھتے سلطان نے اسے آگاہ کیا۔

سچ میں، اپنے سسرالی رشتوں سے ملنے کی خوشی میں علیزے کی آنکھوں میں چمک ابھری۔ وہ سب سے ملنے کے لئے بہت پرجوش تھی۔ زندگی کے اتنے سال اس نے بنا رشتوں کے گزارے تھے۔ اور اب اس اچانک تبدیلی پر وہ بہت زیادہ مشکور تھی۔

وہ مجھے قبول کر لیں گئے نہ۔ علیزے نے کسی خدشے کے تحت پوچھا۔

آپ انکے لاڈلے پوتے کی زندگی کی وجہ ہیں۔ اپکو تو وہ سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھیں گئے"۔

سلطان نے اسے شدت سے خود میں بھینچتے ساری فکروں سے آزاد کرنا چاہا۔

مجھے جانے دیں نہ اب میں پیکنگ کرنی ہے۔

خود کو اک دفعہ پھر قید ہوتے دیکھ کر علیزے روہانسی ہوئی۔

مجھے محسوس کرنا ہے اپکو۔۔۔

علیزے کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے سلطان نے گہرا سانس بھرا۔

سلطان کو اک دفعہ پھر خود میں گم ہوتے دیکھ کر علیزے کی سیٹی گم ہوئی۔

خان اگر آپ نے مجھے نہیں جانے دیا نہ تو میں آپ سے ناراض ہو جانا ہے۔۔

علیزے نے سر اٹھاتے سلطان کی جانب دھمکی آمیز انداز میں دیکھا۔

جس پر سلطان نے خمار زدہ آنکھوں کو کھولتے اپنی ظالم بیوی کو دیکھا۔

سلطان کی سرخ آنکھوں کو دیکھتے علیزے اسکے سینے میں پھر منہ چھپا گئی۔

ڈرائیں نہیں نہ مجھے "۔۔۔"

اشارہ سلطان کی نیلی سرخ آنکھوں کی طرف تھا۔

علیزے کی فریاد کو سنتے سلطان نہ قہقہہ لگایا۔

جاناں میں آپکو بھلا کچھ کہہ سکتا ہوں "۔۔۔"
علیزے کے ماتھے کو چومتے سلطان نے اسے آزاد کیا۔

سلطان کی ڈھیلی ہوئی گرفت پر علیزے تیزی سے اٹھی۔ لیکن اپنی بیک زپ کو کھولے محسوس کر چیخی، اور مڑتے سلطان کو دیکھنا چاہا۔ جو گہری نظروں سے پہلے ہی اسکی بکھری ہوئی حالت کو دیکھ رہا تھا۔

خود پر سلطان کی نظروں کو محسوس کرتے علیزے تیز گام کی طرح واشروم کی جانب بھاگی۔

علیزے کی تیزی پر سلطان قہقہہ لگاتا تکیے کو زور سے بانہوں میں بھر گیا۔
جس پر ابھی کچھ دیر پہلے علیزے لیٹی تھی۔

"یقیناً زندگی خوبصورت محسوس ہونے لگی تھی"

-

تقریباً شام کے پانچ بجے وہ تینوں اپنی اپنی گاڑی میں ضرار کے فلیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔

بلیک ڈریس شرٹ پر بلیک پینٹ میں ملبوس عیس ڈرائونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے تھے۔ جس سے گلے میں موجود سلور چین اپنی جھلک دیکھا رہی تھی۔ لمبے براؤن بال ہمیشہ کی طرح پونی میں قید تھے۔ ہیزل آنکھوں کو سن گلاسز سے چھپایا گیا تھا۔

جبکہ پیسنجر سیٹ پر مشعل پنک کلر کے خوبصورت سوٹ میں ساتھ میچنگ چوڑیاں پہنے عیس کے دل کو بے قراری میں مبتلا کیے تھی۔ ہمہ وقت کھلے

کالے گھنے بال آج پونی میں باندھے گئے تھے۔ماتھے پر ہنوز بال بکھرے پڑے تھے۔

لیکن سفید خوبصورت چہرے پر غصے کا عنصر بھی نمایاں تھا۔

اور یہ غصہ صرف مشعل کے ہی نہیں بلکہ سلطان کی گاڑی میں بیٹھی ریڈ گاؤن میں علیزے کے چہرے پر بھی تھا۔

وہ دونوں ونڈو سے چہرے پر اداسی لیے اک دوسرے کو دیکھ رہیں تھیں۔

جبکہ انکے شوہر انکے غصے کو مکمل طور پر نظر انداز کیے ضرار کے انتظار میں تھے۔

"پدی جان، منہ کو غبارے کی طرح نہیں پھیلاو۔یہ رومنٹک ڈرائیو ہے، فیملی ڈرائیو نہیں۔جو تم بطخیں اک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے کی ضد لگائے بیٹھی ہو"

عیس نے مشعل کے پھولے منہ کو دیکھتے اسے لتاڑا۔جو خواہ مخواہ میں ضد لگائے بیٹھی تھی۔کہ اسے اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھنا ہے۔
اور یہ حال صرف مشعل کا ہی نہیں بلکہ علیزے کا بھی تھا۔

جاناں ایسے نہیں کریں نہ۔۔۔
علیزے کے چہرے پر اداسی دیکھتے سلطان تڑپا۔

اور سلطان کی تڑپی آواز سنتے ہی عیس نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔
یہ سالا عشق کے چکروں میں باؤلا ہو گیا ہے۔
بڑبڑاتے ہوئے عیس نے اپنی ونڈو کا مرر اوپر کیا۔اور اک نظر مشعل کو دیکھا جو اسے شکوہ بھری نظروں سے دیکھ کر اک دفعہ پھر اپنا رخ باہر کی جانب کر گئی تھی۔

اس کو سیریس نہ لو، یہ فلمیں زیادہ دیکھتا ہے بس اس لیے ایسے ڈائیلاگ بولتا رہتا ہے۔

عیس نے سلطان کی جانب اشارہ کرتے مشعل کو مطمئن کرنا چاہا۔ کہ وہ اسکی محبت بھری باتوں کو زیادہ سیریس نہ لے۔

ایسا کچھ نہیں ہے، بھیا علیزے سے بہت محبت کرتے ہیں"
آپکی طرح ڈانٹتے نہیں رہتے بس"۔

مشعل بھرائی آواز میں بولی۔ اسکے مطابق عیس اسے بس ڈانٹ رہا تھا۔ پیار سے اپنے ساتھ بیٹھنے کے لیے منا نہیں رہا تھا۔ جبکہ سلطان محبت سے علیزے کو اپنے ساتھ بیٹھائے ہوئے تھا۔

مشعل کا شکوہ سنتے ہی عیس کا منہ کھلا۔۔

وہ کیسے اتنی آسانی سے اسکی محبت کا موازنہ کر سکتی تھی۔

یہ سالا میرے ہاتھوں پکا شہید ہو گا۔

سلطان کی گردن دبوچنے کی خواہش میں عیس دانت پیس گیا۔
اسکے کل کیفے والے رومینس کی وجہ سے بھی مشعل اسے ہر بات پر جتا رہی تھی۔ کہ وہ اس سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنی سلطان بھیا علیزے سے کرتے ہیں۔

اس سے پہلے عیس گاڑی سے نکل کر سلطان کا منہ توڑتا۔ سامنے سے ضرار منیزے کا ہاتھ تھامے آتا دیکھائی دیا۔
جسے دیکھتے ہی سلطان اور عیس نے اپنی اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

سر تاج کیا کر رہے ہیں۔ ہم کدھر جا رہیں ہیں۔۔
ضرار کی افراتفری دیکھتے منیزے نے الجھن سے پوچھا۔
ضرار نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میسج پر اسکے ریڈی ہونے کا پوچھا تھا۔
جس پر منیزے نے اسے اثبات میں جواب دیا تھا۔

سامان وہ پہلے ہی گاڑیوں میں رکھ چکے تھے۔ وہ اندر ائرہ کے ساتھ بیٹھی باتوں میں مشغول تھی۔ کہ ضرار بہانے سے اسے بلاتا باہر کھینچ لایا تھا۔ اور اب گاڑی میں بھی بٹھا چکا تھا۔

ہم میرپور جا رہیں ہیں میری شیرنی۔۔۔

منیزے کی خوبصورت گرے آنکھوں میں دیکھتے ضرار نے محبت سے جواب دیا۔

جو آج ریڈ کلر کے سوٹ میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

علیزے اور اس نے کلر میچنگ کی تھی۔۔ جبکہ مشعل اور آئرہ نے اک دوسرے سے کی تھی۔

کیا مطلب ہم میر پور جا رہے ہیں۔اور اکیلے کیوں جا رہے ہیں۔ باقی سب کہاں ہیں۔ائرہ بھی تو اندر ہمارا انتظار کر رہی ہے۔

ضرار کی نگاہوں کو نظر انداز کرتے منیزے نے اک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

ضرار جو کے گاڑی سٹارٹ کرتے روڈ پر لے آیا تھا۔ منیزے کے سوالوں پر اس نے منیزے کا دھیان سامنے موجود دو گاڑیوں کی جانب کیا۔ جس پر سلطان اور عیس نے اپنی اپنی گاڑیوں کے مرر نیچے کرتے منیزے کو اسکی ساتھیوں کے درشن کروائے۔تاکہ وہ سکون سے بیٹھ سکے۔ورنہ کوئی بھید نہیں تھا وہ اپنے سائیں کا سر پھرا دیتی۔

مشعل اور علیزے کو دیکھتے منیزے کو سکون کا سانس ایا۔۔ لیکن آئرہ کو یاد کرتے وہ پھر مچلی۔

بیگم حوصلہ رکھو۔

آئرہ گڑیا سنی کے ساتھ آنے والی ہے۔

ضرار نے منیزے کا ہاتھ تھامتے اسے پر سکون کرنا چاہا۔

جو اپنے سر تاج کی بات سنتے ٹھٹکی تھی۔

پنک کلر کے خوبصورت سوٹ میں ساتھ میچنگ چوڑیاں پہنے ائرہ منیزے کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

گولڈن بال آج بھی پونی ٹیل میں قید تھے۔ کھلے بال اسے بہت اریٹیٹ کرتے تھے۔

منیزے نے بارہاں اسے کہا تھا کہ آج تو اپنا ہیر سٹائل بدل لے۔ جس پر ائرہ نے آگے سے دو لٹیں نکال کر باقی بالوں کو پونی میں قید کر دیا۔

آئرہ کے چینج ہیر سٹائل کو دیکھتے منیزے نفی میں سر ہلا گئی۔۔
جس نے ہیر سٹائل بدل کر منیزے کے سر پر احسان بھی کیا تھا اور اپنی مرضی بھی کر لی تھی۔

یہ کہاں چلی گئی ہے۔۔۔ منیزے کو لوٹتے نہ دیکھ کر آئرہ نے کوفت سے اپنے ہاتھوں میں پہنی چوڑیوں کو دیکھا۔

یہ چونچلے اسے ہر گز نہیں پسند تھے۔پر بھلا ہو مشعل کا جس نے چینخ چینخ کر اسے چوڑیاں پہنے کے لیے منا لیا تھا۔
شارٹ پنک کلر کی فراک میں ساتھ کیپری پہنے وہ اپنی سفید رنگت کے ساتھ سنہری دھوپ معلوم ہو رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ باہر نکل کر منیزے کو دیکھنے کا سوچتی، فلیٹ کے دروازے سے وائٹ ڈریس شرٹ اور بلیک پینٹ میں سنی اپنی سحر انگیز پرسنیلٹی سے اندر داخل ہوا۔

آئرہ اسے یہاں دیکھ کر چونک گئی۔۔

چلیں مس۔۔۔انکھوں سے سن گلاسز اتارتے سنان مصطفیٰ نے آئرہ کی سنہری آنکھوں میں اپنی گولڈن براؤن آنکھیں گاڑھیں۔۔۔

کیا مطلب چلیں۔۔۔،منیزے کہاں ہے اور باقی سب۔۔۔

سنی کے سوال پر ائرہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔جو اسے چلنے کی آفر کر رہا تھا۔

ائرہ کے سوال پر سنی گہری سانس بھر گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سب سوال تو ہونگے ہی۔۔۔

پر کاش وہ عیس کی گردن مڑوڑ پاتا۔۔ جس نے ایسی سیچویشن بنائی تھی۔ کہ جس میں ضرار اور سلطان نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا۔

سنی کو جان بوجھ کر عیس نے کاموں میں الجھائے رکھا تھا۔ تاکہ انکے نکلنے کے بعد سنی ائرہ کے ساتھ آسکے۔

وہ لوگ چلیں گئے ہیں۔۔۔

سنی نے آئرہ کے خوبصورت چہرے پر نظریں جماتے بتایا۔

آئرہ کا سنہرا روپ سنی کے دل کو بے قرار کر رہا تھا۔ لیکن ابھی پہلے اسے آئرہ کو ساتھ چلنے کے لئے منانا تھا۔

کسی ایمرجنسی کی وجہ سے انہیں پہلے نکلنا پڑا بس۔۔۔ گہرہ سانس لیتے سنی نے بہانہ بنایا۔۔

کون سی ایمرجنسی، اور ایمرجنسی تھی تو تم کیوں نہیں ساتھ گئے۔۔۔ انکھوں کو چندھیا کرتے آئرہ نے سنی کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔

ایمرجنسی انکے ساتھ ہوئی تھی۔ میرے ساتھ نہیں تھی۔ جو مجھے بھی انکے ساتھ بھاگنا پڑتا۔۔

ائرہ کی تفتیش کو دیکھتے سنی بھڑکا۔ وہ تو ایسے اس پر شک کر رہی تھی جیسے پہلے وہ اسے ہر جگہ ساتھ لے جاتا ہو۔

ٹھیک ہے پھر میں گھر جا رہی ہوں۔۔۔

ائرہ کندھے آچکاتے بولی۔۔

جبکہ سنی کو اب اس پر شدید غصہ ایا۔ کیا اسے کسی قسم کی بے اعتباری تھی۔ جو وہ اسکے ساتھ نہیں جانا چاہ رہی تھی۔

ائرہ سے مزید بحث سے بچنے کے لیے سنی نے موبائل نکالتے ضرار کا نمبر ملایا۔

سالوں رائتہ پھیلانے کا پتہ تھا۔ اسکو سمیٹنے کی مکمل تیاری بھی کر لیتے۔

ضرار کے فون اٹھاتے ہی سنی سرگوشی میں غرایا۔۔

میری جان تجھ پر ہمیں پورا یقین ہے۔۔تو رائتہ سمیٹے گا بھی اور کھائے گا بھی۔۔۔

سنی کے غصے کو نظر انداز کرتے ضرار شوخ ہوا۔

جبکہ ساتھ بیٹھی منیزے بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

یہ میں تم لوگوں کو بعد میں بتاؤں گا۔۔پہلے اس بطخ کی بھابھی سے بات کرواؤ۔کیونکہ اسکی ٹیں ٹیں نہیں بند ہو رہی۔

سنی کا مدعا سنتے ضرار نے ہولڈ کرتے پہلے منیزے کو مختصر تفصیل سمجھائی اور پھر ساتھ آئرہ سے بات کرنے کو کہا۔

منیزے نے ساری بات سمجھتے ائرہ کو پتہ نہیں کس طریقے سے سمجھایا کہ وہ سنی کے ساتھ آنے پر راضی ہو گئی تھی۔ جس پر سنی نے سکھ کا سانس نصیب لیا تھا۔

اور پھر وہ ائرہ کو ساتھ لیے گاڑی میں بیٹھا۔

ویسے تو وہ جہاں بھی سفر کرتے تھے ہمیشہ دو گاڑیوں میں ہی جاتے تھے۔ لیکن آج کی پلینگ کو دیکھتے عیس نے سب کی الگ الگ گاڑیاں منگوائی تھی۔

کیونکہ اسکا کہنا تھا کہ وہ اب بیوی والا ہے۔ رستے میں اسے بے چینی ہوئی تو آسانی سے اپنی بے چینی بیوی سے دور کر سکتا ہے۔ اور عیس کی بے چینی وہ خوب سمجھتے تھے۔۔

کیا ہے میں تم سب کے سامنے کس تو نہیں کر سکتا نہ۔۔۔

کیونکہ باقی سب کے سامنے عیس کو کس کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔۔ لیکن اسکی چھوٹی سی بیوی پھر شرما جاتی۔ جس کا صاف مطلب تھا کہ الگ جانے کی وجہ صرف مشعل تھی۔

عیس کی ایکٹنگ کو دیکھتے ضرار اور سلطان نفی میں سر ہلا گئے۔۔

اسی لیے سنی اور ائرہ کو اب اک ساتھ جانا تھا۔

پدی جان منہ سیدھا کرنا ہے کہ نہیں اب۔۔۔

مشعل کے مسلسل پھولے ہوئے منہ کو دیکھتے عیس نے دھمکی آمیز انداز میں پوچھا۔۔

نہیں، نہ، نو، نیور۔۔۔
مشعل منہ بگاڑتے ہوئے بولی۔

مشعل کے منہ کی ڈیزائننگ دیکھتے عیس نے مسکراہٹ ضبط کی۔ تقریباً اک گھنٹے سے وہ سفر میں تھے۔ سلطان اور ضرار کی گاڑیاں عیس کی گاڑی کے پیچھے تھیں۔

اور عیس کب سے مشعل کو پیار سے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس پر مشعل نو لفٹ کا بورڈ لگاتے ونڈو سے نظر آتے باہر کے مناظر میں گم تھی۔

اب عیس کے بلانے پر اسے ٹکا سا جواب دے کر پھر باہر کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

مشعل کے اک دفعہ پھر خود کو نظر انداز کرنے پر عیس کو تپ چڑھی۔

اپنی ونڈو کا مرر نیچے کرتے عیس نے باہر ہاتھ نکالتے ہوئے اک مخصوص اشارہ کیا۔

عیس کے اشارے کو دیکھتے سلطان اور ضرار نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔اور ساتھ ہی ساتھ اپنی بیویوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔

سب او کے دیکھ کر عیس نے ہاتھ بڑھاتے مشعل کو اپنی جانب کھینچ کر اپنی گود میں بٹھایا۔

جس پر مشعل کی آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں تھیں۔اور وہ عیس کو حیران کن نظروں سے دیکھنے لگی

لیکن عیس نے مشعل کی نظروں میں دلچسپی لینے کی بجائے مشعل کے ہونٹوں کو فوکس میں لیتے ہاتھ پیچھے لے جاتے مشعل کے سر کو اپنی جانب جھکایا۔

اور مشعل کے نرم لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔

جبکہ مشعل ابھی تک صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔

عیس کی شرٹ کی کالر کو ہاتھوں میں دبوچتے، مشعل نے زور سے آنکھیں بند کرتے عیس کی شدت کو محسوس کیا۔

جو سب بھلائے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں لیتا محسوس کر رہا تھا۔
مشعل کے اوپر ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں لیتے عیس نے اسے سک کیا۔
جبکہ اک ہاتھ سے ڈرائیو کرتا وہ مشعل کو خطرناک حد تک ڈرا گیا۔
کہ وہ جلدی سے پیچھے ہوتی اپنی سیٹ پر بیٹھی۔

مشعل کو گہری سانس لیتے دیکھ کر عیس فتح یابی سے مسکرایا۔۔۔

ناراضگی باقی ہے ابھی کیا۔۔۔
مشعل کی ٹانگ پر بے باکی سے ہاتھ پھیرتے عیس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

وہ ایسا انداز صرف اسکی ناراضگی کو ختم کرنے کے وقت اپناتا تھا۔۔ ورنہ وہ مشعل کو نرمی سے ہی ڈیل کرتا تھا۔

عیس کا ہاتھ پیچھے ہٹاتے مشعل ٹانگیں سکیڑ کر اوپر بیٹھ گئی۔

مشعل کے انداز کو دیکھتے عیس کا فلگ شفاف قہقہہ گاڑی میں گونجا۔

وہ جو کب سے چوں چوں کرتی اسکا سر کھا رہی تھی اسے سلطان کی محبت کی مثالیں دے رہی تھی۔اس وقت بھیگی بلی بنی کانپنے میں مصروف تھی۔

مشعل کی حالت کو دیکھتے عیس کو بے اختیار اس پر ترس آیا۔ کہ وہ اسے بازو سے کھینچتے پھر قریب کرتے سینے سے لگا گیا۔۔۔

کچھ نہیں ہوا میرا بچہ۔۔۔

عیس مشعل کی کمر سہلاتے بولا۔

وہ سچ میں بہت ڈر گئی تھی۔اک تو عیس کی ڈرائیونگ کے دوران ایسی حرکت دوسرا منیزے اور علیزے کی خود پر نظریں سوچ کر وہ اب رونے والی ہوئی۔۔۔

آپ بہت خراب ہیں ایسے کون کرتا ہے۔۔وہ مجھے دیکھ رہیں ہوں گی۔۔

عیس کے سینے پر چٹکی کاٹتے وہ بھرائی آواز میں بولی۔۔۔

اووو میرا بچہ کچھ نہیں ہوا، اور پھر ڈرائیونگ کے دوران ایسا روہینس نہیں کرنا تھا۔ تو میں تمہارے ساتھ اکیلے ڈرائیو ہی کیوں کرتا۔ اور ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔۔

مشعل کے سر کو چومتے عیس نے اسے اکیلے ڈرائیو کرنے کی وجہ بتائی اور ساتھ ہی ساتھ اسے مطمئن کرنا چاہا۔۔

وہ دیکھ رہیں ہونگیں۔۔۔ میں انہیں ہائے ہائے کر رہی تھی۔۔۔

مشعل پھر بے چین ہوئی۔

اور ساتھ تھوڑی دیر پہلے کا حوالہ دیا۔ کہ جب وہ مرر نیچے کرتی منیزے اور علیزے کو بچوں کی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر بائے بائے کر رہی تھی۔

پدی جان تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ میں اسکا انتظام پہلے ہی کر لیا تھا۔۔اور اگر کوئی دیکھ بھی رہا ہو گا نہ۔ تو جب وہ لوگ کس کریں گئے ہم بھی انہیں دیکھ کر حساب برابر کر لیں گئے۔

عیس نے اسے بے فکر کرنے کے ساتھ ساتھ مشورے سے بھی نوازا۔

اشارہ تھوڑی دیر پہلے اشارے کی جانب تھا۔ جب اس نے سلطان اور ضرار کو اشارہ کرنے کے لیے ہاتھ باہر نکالا تھا۔

عیس کے اشارے کو دیکھتے ضرار اور سلطان اپنی بیویوں کا دھیان مشعل سے ہٹا کر اپنی جانب مبذول کروا چکے تھے۔

سفر شروع کرنے سے پہلے ہی تو عیس نے ان تینوں کو بٹھا کر سفر کرنے کے رولز بتائے تھے۔

کہ اسے جب بھی اپنی بیوی کو کس کرنے کی طلب ہو گی۔ وہ اشارہ کرے گا جس پر سب ان سے دھیان ہٹا دیں گئے۔

دوسرا رول تھا۔ اگر کوئی غلطی سے اک دوسرے کو کس کرتے دیکھ لے گا تو وہ اسی وقت نظریں ہٹائے گا۔ نظریں نہ ہٹانے پر عیس بھی بدلے میں پھر پوری آنکھیں کھول کر دیکھے گا۔

عیس کے سارے رولز کس سے شروع ہو کر کس پر ہی ختم ہو رہے تھے۔

جس پر وہ تینوں اس پر لعنت بھیجتے اٹھ گئے تھے۔

یہ سالا ہے ہی ٹھرکی روح والا۔۔۔

یہ مشعل بار بار اٹھ کیوں رہی ہے۔۔۔

منیزے نے غور سے مشعل کو دیکھتے ضرار سے پوچھا۔۔

پتہ نہیں، ہو گی کوئی وجہ۔۔۔

ضرار نے کندھے آچکاتے لاعلمی کا اظہار کیا۔۔۔

اب وہ اپنی شیرنی کو اس نمونے کے کرتوت کیسے بتاتا۔

بیگم اتنا فوکس میرے پر بھی کر لیا کریں۔

منیزے کو پھر غور سے عیس کی گاڑی کی طرف دیکھتے ہوئے ضرار تڑک کر بولا

آپ پر میں ساری ریسرچ کی ہوئی ہے سر تاج، آپ فکر نہیں کریں

محبت سے بھرپور منیزے ضرار کے کندھے پر سر رکھ گئی۔
جس پر ضرار نے اسکے سر کو چومتے اپنی ہوش ربا بیوی کو دیکھا۔جو بے باک ہونے کی کوشش میں اسکے کندھے پر ہونٹ رکھ رہی تھی۔۔

منیزے کی کوششوں کو کامیاب کرنے کے لیے ضرار نے اک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے منیزے کا سر اٹھاتا اسکے ہونٹوں کو اپنے عنابی ہونٹوں میں قید کر گیا۔

شدت سے منیزے کے ہونٹوں کو محسوس کرتے ضرار اسکے لبوں پر لگی لپسٹک اپنے لمس سے چن گیا تھا۔

منیزے کو رہائی دیتے ضرار نے اک نظر اسے دیکھا۔جو گہرے سانس لیتی اسکے سینے میں سر چھپا گئی تھی۔

گاڑی میں کچھ کھانے کو نہیں رکھا کیا۔

آئرہ نے گاڑی میں ادھر ادھر نظریں دہراتے پوچھا۔

نہی۔۔۔

سنی اک لفظی جواب دے کر پھر ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اتنے غریب لگتے تو نہیں ہو جتنے بن رہے ہو"۔۔"

سنی کا انکار سنتے، آئرہ طنزیہ انداز میں بولی۔

جبکہ آئرہ کے طنز پر سنی اپنی گلاسسز اتار کر اسکی جانب مڑا۔۔

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے سفر میں تھے۔اوراس آدھے گھنٹے میں آئرہ سنی کا جتنادماغ کھاچکی تھی۔ عین ممکن تھا۔کہ سنی اسے گاڑی سے باہر پھینک دیتا۔

ملکہ ترنم آپ مجھے پہلے بتادیتیں کہ آپ میری سواری میں سفر کرنے والی"
"ہیں تومیں آپکی خدمت میں انگنت میوہ جات کاڈھیر لگادیتا
ائرہ کے طنز کے جواب میں سنی بھی جواباویسے گویاہوا۔
کوئی بات نہیں اب پتہ چل گیانہ،توآگے گاڑی روک کر کھانے پینے کی چیزوں کاڈھیر خریدو۔۔۔
سنی کے میٹھے طنز کو نظرانداز کرتے آئرہ نے اسے اپنی کہی بات پر عمل کرنے کاطریقہ بتایا۔

جس پر سنی کا منہ کھل گیا تھا۔ وہ اب تک صرف اس لیے اسے نہیں چھیڑ رہا تھا۔۔ کہ کہیں وہ اکیلے اسکے ساتھ انکمفرٹیبل نہ ہو۔ لیکن وہ ڈیڑھ فٹ کی سنڈی کب سے اسکا ضبط آزمائے جا رہی تھی۔

اپنے دماغ میں ائرہ کو سنڈی کہتے سنی کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ جسے وہ بڑی مہارت سے ہاتھ سے چھپا گیا۔

پھر رستے میں بیکری دیکھتے ہی سنی نے گاڑی روکی۔

جہاں سے سنی نے بیچ میں ملکہ ترنم کے لیے چیزوں کا ڈھیر لگا دیا تھا۔

گاڑی کی پچھلی سیٹس کو سنیک سے فل دیکھتے، آئرہ کی آنکھیں پھیلیں۔

اس نے تو صرف مزاق میں کہا تھا۔ کیونکہ وہ آج سنی کی غیر معمولی سنجیدگی محسوس کر رہی تھی۔۔جو نجانے کیوں آئرہ کو اچھی نہیں لگی تھی۔۔اسی لیے وہ اسے خوامخواہ میں چڑانے میں لگی تھی۔

یہ اتنا ڈھیر کیوں لے آئے ہو۔۔

حیران کن نظروں سے وہ بولی۔

جس پر سنی نے جواباً اسے گھورا۔

جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ اپنی کہی بات تمہیں نہیں یاد۔۔۔

میرا دماغ خراب ہے اس لیے۔۔۔

دماغ میں آتے خیال کو نظر انداز کرتے وہ الٹ بولا۔۔

وہ تو نظر آرہا ہے۔۔۔

لیز کا پیک کھولتے آئرہ نے سنی کی بات میں حامی بھری۔

جس پر سنی کو اب سچ میں تپ چڑھی۔۔

عیس نمونہ کم تھا اسکا خون جلانے کے لئے، جو یہ سنڈی بھی پوری کوشش کر رہی تھی۔۔

اور پھر تقریباً آگے کا سفر خاموشی کی نظر ہوا تھا۔

جس میں آئرہ کبھی سیٹ سے ٹیک لگا کر سو جاتی تو کبھی سنی کو بلاوجہ گھورنے لگتی۔۔

سنی آئرہ کی نظروں کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

مجھے کیوں گھور رہی ہو۔۔

ائرہ کی نیند کے باعث سرخ آنکھوں کو دیکھتے سنی کے دل کی بیٹ مس ہوئی۔۔۔

تمہاری وجہ سے مجھے نیند آرہی ہے۔۔۔
جواباً ائرہ نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

ہیں۔۔۔میری وجہ سے کیوں۔۔۔
سنی اسکی بات پر الجھا۔۔۔

ایسا بورنگ سفر ہوگا تو مجھے نیند نہیں آئے گی تو اور کیا ہوگا"۔۔۔"

اب تم میری بیوی ہوتی اگر تو میں سفر رنگین بھی کر لیتا۔۔پر ہائے تم مانی" نہیں"۔۔

ائرہ کی بات سنتے سنی شوخی اور افسوس سے بولا۔۔۔

جس پر یک دم سے ائرہ کے چہرے سرخیاں گھلیں۔۔۔

بدتمیز۔۔وہ فقط یہ ہی بول پائی۔۔۔

جبکہ سنی آئرہ کو لال بھبوکا ہوتے دیکھ کر مسکراہٹ ضبط کرنے لگا۔۔

انہیں سفر کرتے کافی وقت گزر چکا تھا۔ جس میں وہ میر پور کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔

میر پور کی حدود میں داخل ہوتے ہی ائرہ حیران ہوئی تھی۔
کیونکہ یہ گاؤں اپنی مثال آپ لگ رہا تھا۔

یہ میر پور سلطان بھائی کا گاؤں ہے کیا"۔۔۔"

رستے میں نظر آنے والے خوبصورت پہاڑوں کو دیکھتے ائرہ نے استفسار کیا۔ کیونکہ ابھی منیزے صبح ہی تو اسے تفصیل سے سب بتا رہی تھی۔

ہاں وہ ہی گاؤں ہے۔ لیکن میر پور ابھی بہت آگے ہے۔ پر رستے میں نظر آنے والے سارے گاؤں میر پور کی حدود میں ہی گنے جاتے ہیں۔

ڈرائیونگ کرتے سنی نے اسے مزید آگاہ کیا۔

ائرہ جو کہ اشتیاق سے چاروں اطراف نظریں دہرا رہی تھی۔ کہ اچانک اک جگہ پر نظر پڑتے وہ ڈر سی گئی۔

جہاں عجیب سے حلیے والے لوگ پہاڑ پر چڑھے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

اتنی اونچائی پر ان لوگوں کر ایسے بے فکر ہو کر بھاگتے دیکھ کر آئرہ چونکی تھی۔

وہ انہی سوچوں میں گم تھی۔ کہ گاڑی اک جھٹکے سے رکی۔
جس پر ائرہ نے نظروں کا زاویہ سنی کی جانب کیا۔

کیا ہوا۔۔۔
ایرہ نے گاڑی روکنے کی وجہ پوچھی۔۔

شائد کوئی مسئلہ ہو گیا ہے گاڑی میں۔۔ تم بیٹھو مجھے دیکھنے دو۔۔
گاڑی کو چیک کرنے کی خاطر سنی نیچے اترا۔۔۔

ائرہ نے اک نظر سنی کو دیکھا تو گاڑی کو کھول کر مسئلہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور ساتھ ہی اس نے نظریں دوبارہ سامنے پہاڑ کی جانب مرکوز کیں۔
جہاں دور اک آدمی ائرہ کو ہی نظروں کے حصار میں لیے کھڑا تھا۔

اس انجان آدمی کی نظروں کو خود پر دیکھتے ائرہ کو اک دم خوف نے آن گھیرا، کہ وہ بلا اختیار سنی کو پکار بیٹھی۔۔۔

سنی۔۔۔ کتنا ٹائم لگے گا۔۔

وہ جو گاڑی کے انجن کو دیکھتے ہوئے الجھا ہوا تھا۔ائرہ کی زبان سے اپنے نام کی پکار پر سنی کا دل اک دم دھڑکا۔۔

کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اسکی جانب بڑھا۔۔۔

کیا ہوا۔۔
گاڑی میں بیٹھتے سنی نے اسکی نظروں میں واضح ڈر محسوس کیا تھا۔۔۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے، رات ہونے والی ہے۔اور گاڑی ایسے رک گئی ہے۔۔
چہرے پر خوف کے آثار لیے ائرہ نے اسکی جانب دیکھا اور ساتھ باہر کی
جاب اشارہ کیا۔ جہاں رات کا اندھیرہ پھیلنے والا تھا۔

میں ہوں نہ، پھر کیوں ڈر رہی ہو۔۔۔

ائرہ کے ڈر کو دیکھتے وہ بے اختیار ہوتے اسکا ہاتھ تھام گیا۔
جس پر ائرہ نے اک نظر سنی کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو دیکھا۔

پتہ نہیں کیوں اسکا دل اسے کچھ انہونی ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔
ائرہ کی نظروں کے تعاقب میں سنی اسکے ہاتھ چھوڑا۔اور خود پر لعنت بھیجی۔۔

سوری۔۔۔پر تم ڈرو نہیں، میرے ہوتے ہوئے تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔۔
سنی کے سرد لہجے کو محسوس کرتے ائرہ چونکی۔۔

کیونکہ یہ وہ سنان مصطفیٰ کاظمی نہیں تھا۔جسے وہ یونیورسٹی میں دیکھتی تھی۔
یہ تو کوئی الگ ہی انسان لگ رہا تھا۔

اک دفعہ پھر باہر نکلتے سنی نے موبائل سے سلطان کو ٹچ کرنے کی کوشش کی۔ہر اتنی سنسان جگہ پر سنگنلز نہ ہونے کی وجہ وہ کچھ نہیں کر پایا۔۔

شٹ۔۔۔

سالوں اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتے ہو تم لوگ۔۔۔

ایرہ کے چہرے پر ڈر کو دیکھتے سنی دبی دبی آواز میں غرا اٹھا۔

لیکن اب اسے ہمت سے کام لیتے سب ہینڈل کرنا تھا۔ وہ اکیلا ہوتا تو ایسی صورتحال اسکے لیے فن ہوتی۔ پر خود کے ساتھ اس نازک وجود کو دیکھتے نہ چاہتے ہوئے بھی سنی کی دھڑکنیں تیز ہو رہیں تھیں۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ انسان اپنی جان کے لیے تب تک فکر مند نہیں ہوتا۔ جب تک اسے یہ سوچ ہر فکر سے آزاد کرتی ہے۔ کہ اسکی سب سے قیمتی شے محفوظ ہے۔

اور آج سنان مصطفیٰ کا ظمی سچ میں فکر مند تھا۔

کیونکہ اسکا محبوب محفوظ نہیں تھا۔

وہ چاروں ایسی صورتحال کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔پر آج سنان مصطفیٰ تیار نہیں تھا۔

ضبط کے مارے سفید چہرے میں سرخیاں گھل گئیں تھیں۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے سنی نے خود کو پر سکون کرنا چاہا۔

اور پھر وہ گاڑی کی جانب بڑھا۔

رات کا اندھیرہ پھیلنے سے پہلے پہلے اسے ائرہ کو ساتھ لے کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچنا تھا۔

کیونکہ یہ صورتحال پیش نہیں آئی تھی۔بلکہ بنائی گئی تھی۔تو اسی حساب سے اب سنی کو آگے کا قدم بھی اٹھانا تھا۔۔

تمہارے پاس کوئی چادر ہے۔۔۔

گاڑی میں بیٹھتے سنی ڈری سہمی ایرہ سے استفسار کیا۔

ہاں۔۔اثبات میں سر ہلاتے آئرہ نے پیچھے سے اپنی شال اٹھائی۔جو ٹھنڈ ہونے کے باعث صبح منیزے نے اسے اوڑھنے کے لیے دی تھی۔لیکن گاڑی میں ہیٹر چلنے کی وجہ سے ائرہ نے اتار کر رکھ دی تھی۔

شال سے خود کو کور کرو اچھے سے،اور باہر نکلو۔۔۔

جیکٹ پہنتے ہوئے سنی نے ائرہ کو باہر نکلنے کا کہا۔۔
جس پر ائرہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھتی محض سر ہلا گئی۔

چاہتے ہوئے بھی وہ اسے پوچھ نہیں سکی۔ کہ وہ گاڑی سے نکلنے کا کیوں کہہ رہا ہے۔۔

باہر نکلتے سنی نے آئرہ کی جانب کا ڈور کھول کر خود اسکا کا ڈوپٹہ سر پر اچھے سے سیٹ کیا اور شال سے اسکا وجود خود ڈھکا۔۔

ڈوپٹے سے چہرہ تب تک کور رکھنا ہے، جب تک تمہیں خود پر ناگوار "
نظروں کا لمس محسوس ہوتا رہے "۔۔۔

ایرہ کی آنکھوں میں دیکھتے سنی نے اسے ہدایت کی۔ جس پر وہ بنا بحث کے سر ہلا گئی۔ کیونکہ ابھی تو اس انجان آدمی کی نظروں کو گھٹیا لمس محسوس کیا تھا۔

اس وقت وہ صرف یہ جانتی تھی۔ کہ اسکے سامنے جوانسان کھڑا ہے۔ وہ اسے کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔

ایرہ کا ہاتھ تھامے سنی پہاڑوں کی سمت چلا۔ جہاں ابھی کچھ دیر پہلے ائرہ نے اونچائی پر کچھ آدمی بھاگتے ہوئے دیکھے تھے۔۔۔

وہ جو علیزے کے ہونٹوں کے لمس میں کھویا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی کی مخصوص آواز سنتے وہ علیزے کے لبوں کو نرمی سے آزاد کر گیا۔

جس پر علیزے گہرے سانس لیتی سیٹ کی پشت پر سر ٹکا گئی۔
پاکٹ سے موبائل نکالتے سلطان نے ضرار کو کال ملائی۔

ٹھیک ہے، آج رات ہی نکلنا ہو گا۔۔

ضرار کے الفاظ سنتے سلطان اسے ہدایت دے گیا۔اور چند ضروری باتیں کر کے وہ کال کاٹ گیا۔

علیزے نے غور سے سلطان کے چہرے پر سرد تاثرات دیکھے۔

کچھ ہوا ہے کیا۔۔

علیزے نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔۔

کچھ نہیں جاناں، بس اپکو میر پور میں اتار کر کسی ضروری کام سے نکلنا ہے۔۔میرے واپس آنے تک آپ اپنے سسرال والوں سے اچھے سے مل لیجیے گا۔کیونکہ پھر میرے آنے کے بعد میں ملنے کا موقعہ نہیں دوں گا۔۔

علیزے کے ہاتھ کی پشت کو ہونٹوں سے لگاتے سلطان نے اسے اپنے جانے کا بتایا۔

جس پر علیزے اپنے سسرال والوں کو سوچتے مسکرائی۔

لیکن چاہنے کے باوجود بھی اسے پوچھ نہیں پائی۔ کہ وہ کدھر اور کتنے ٹائم کے لیے جا رہا ہے۔۔

چونکہ وہ آدھے گھنٹے میں پہنچنے والے تھے۔ وقت کو دیکھتے سلطان نے اپنی گاڑی کی رفتار تیز کی۔ تاکہ وہ جلد از جلد حویلی پہنچ سکے۔۔

رات کے نو بجے وہ لوگ لال حویلی پہنچے تھے۔ جہاں حویلی کے سارے افراد دروازے پر انکے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔

کیونکہ سلطان نے آنے سے پہلے آغا جان کو انفارم کر دیا تھا۔ کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ حویلی آرہا ہے۔ جس پر آغا جان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

اور اسی خوشی میں آغا جان نے صبح سے حویلی کو سر پر اٹھایا ہوا تھا۔

انکے لاڈلے پوتے کی بیوی انکی حسین بہو پہلی بار حویلی آرہی تھی۔ جس پر وہ خوش نہ ہوتے تو کیا کرتے۔

چونکہ سلطان کا نکاح اچانک اور کسی خاص وجہ سے جلدی کیا گیا تھا۔اس لیے نکاح پر صرف اغا جان ہی شامل ہو پائے تھے۔
بی جان چونکہ نکاح میں شامل نہیں تھیں۔تو اسی وجہ سے وہ آغا جان سے کتنے دن ہی ناراض رہیں تھیں۔

آغا جان نے واپس حویلی آکر سب کو سلطان کے نکاح کا بتا دیا تھا۔جس پر دلاور خان کو کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔البتہ باقی سب ضرور شاک میں تھے۔

لیکن پھر ساری بات معلوم ہونے پر وہ متفق نظر آنے لگے تھے۔لیکن بی جان کا غصہ ہنوز ہی تھا۔وہ تو سلطان کی شادی کے لیے نجانے کتنے ارمان لیے بیٹھیں تھیں۔

زلیخا بیگم اتنے مہینوں بعد اپنے لاڈلے کو دیکھنے کے لیے بے تاب نظر آ رہیں تھیں۔۔

حویلی کے پورچ میں تینوں گاڑیاں آگے پیچھے آ رکیں تھیں۔

گاڑی میں سب سے پہلے سلطان اور علیزے نکلے تھے۔اور پھر باقی سب۔۔

ان میں سے ہمارے والی کون سی ہے۔۔۔

اپنے سامنے تین خوبصورت لڑکیوں کو دیکھتے بی جان نے آغا جان سے استفسار کیا۔ جبکہ نظریں منیزے، مشعل اور علیزے کے چہرے کا ایکسرا کرنے میں مصروف تھیں۔

بی جان کے سوال پر آغا جان نے شفقت سے علیزے کے حسین چہرے کو دیکھا۔ کہنے کو وہ پٹھان تھے۔ لیکن جو حسن انہوں نے علیزے میں دیکھا تھا۔ وہ آج تک شائد کہیں اور بھی نہیں دیکھ پائے تھے۔

علیزے کا حسن انوکھا نہیں تھا، پر خاص ضرور تھا۔اور وہ خاص اسکا پردہ تھا۔
وہ چاروں اپنے حسن میں آپ مثال تھیں۔

لیکن علیزے کا حسن دیکھنے والے کو تھکنے نہیں دیتا تھا۔
میر خان کو اپنے پوتے کی دیوانگی اچھے سے سمجھ آگئی تھی۔کہ کیونکر وہ غیر زات میں شادی کرنے پر مجبور ہوا تھا۔

وہ سرخ حجاب والا ہمارا بہو ہے۔۔۔
علیزے کے چہرے کو دیکھتے فخر سے کہا۔

سلطان علیزے کو بازو کے گھیرے میں لے کر بی جان اور اغا جان کے سامنے آیا۔

جہاں سلطان کو اتنے عرصے بعد دیکھ کر بی جان کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں
وہیں آغا جان کا سینہ فخر سے چوڑا ہوا تھا۔
وہ نہیں جانتے تھے کہ انکی محبت سلطان کو لے کر اتنی شدید کیوں ہے۔

حالانکہ انکے تین پوتے تھے.. لیکن سلطان کے لیے انکی محبت انوکھی تھی۔
کہاں وہ اپنے خاندان کو حویلی سے دور رہنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔
وہیں سلطان کی خواہش کے سامنے وہ اسے خود سے دور شہر بھیج چکے تھے۔

بی جان کی آنکھوں میں پانی دیکھتے سلطان نے نفی میں سر ہلاتے انہیں گلے
لگایا۔اور محبت سے انکے ماتھے کو چوما تھا۔

جبکہ علیزے کنفیوز سی سائیڈ پر کھڑی تھی۔اتنا لمبا چوڑا سسرال دیکھ کر وہ
سچ میں نروس ہو چکی تھی۔

بی جان کو ملنے کے بعد سلطان نے آغا جان کو سینے سے لگایا۔ کیونکہ وہ جب شہر گئے تھے۔تب سلطان کو گلے لگانے سے صاف انکار کر چکے تھے۔
کیونکہ انکا ماننا تھا۔ کہ اگر وہ انکو گلے لگانا چاہتا ہے تو اسکے لیے اسے حویلی آنا پڑے گا۔اور وعدے کے مطابق سلطان نے حویلی میں کھڑے ہو کر ہی انہیں گلے لگایا تھا۔

جہاں سلطان آغا جان سے ملنے میں مصروف تھا۔وہیں باقی سب دوسرے گھر والوں سے ملنے میں مصروف تھے۔

علیزے کو سائیڈ پر کھڑے دیکھ کر سلطان نے اشارے سے اسے پاس بلایا۔
علیزے جھجکتے ہوئے سلطان کے قریب آئی۔۔
یہ اپکی بہو ہے۔۔۔

ماشاءاللہ میری بہو تو چاند کا ٹکڑا ہے۔علیزے کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے بی جان نے اسکے ماتھے کو چومتے گلے سے لگایا۔

اور سلطان نے علیزے کو اسکی ساس اور سسر سے ملوایا۔
اپنے سسرال والوں کی اتنی محبت دیکھ کر علیزے کی آنکھیں تشکر سے نم ہو گئیں۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکی زندگی بھر کی محرمیوں کا اجر اسے سلطان احمد خان کی صورت میں ملے گا۔

چونکہ وہ لوگ سفر کر کے تھک چکے تھے اس لیے تفصیلی ملنے ملانے کو بعد پر چھوڑ کر وہ لوگ ڈائینگ ٹیبل کی جانب بڑھے۔جہاں ان لوگوں کے آنے کی خوشی میں کھانوں کا ڈھیر لگایا گیا۔

بابا ہم کھانا کھا کر نکلیں گئے۔

کھانا کھاتے سلطان نے سب کو آگاہ کیا۔

ابھی تو آئے ہو، اب کہاں جانا ہے تم لوگوں نے۔۔

بی جان نے سلطان کو دیکھا۔۔۔

میری جان ضروری کام ہے، جلدی واپس آجائیں گئے۔۔

بی جان کے ساتھ بیٹھے عیس نے محبت پاش لہجے میں کہا۔ جس پر آغا جان نے خطرناک تیوروں سے اسے دیکھا۔

جو جان بوجھ کر بی جان کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے بیٹھا تھا۔ جبکہ مشعل توحیرانگی سے عیس کو دیکھ رہی تھی۔ جو جب سے آیا تھا۔ کبھی بی

جان تو کبھی زلیخا بیگم سے فلرٹ کرنے میں لگا تھا۔ لیکن بھول سے بھی وہ فلرٹ کرنے کے لیے سلطان کی بھابھیوں کی طرف نہیں گیا تھا۔ کیونکہ دریاب خان اور دانیال خان پہلے ہی اپنی بیویوں کی حفاظت پر بیٹھے تھے۔ یقیناً وہ عیس کے چھچھوڑے پن سے اچھے سے واقف تھے

عیس کے لفظوں پر بی جان شرما سی گئیں۔ جس پر سب نے اپنا قہقہہ ضبط کیا۔

جب کہ مشعل تو اچھنبے سے دیکھ رہی تھی۔

دلاور خان چونکہ انکے جانے سے واقف تھے اس لیے خاموشی سے سب کو دیکھتے رہے۔
پھر ایسے ہی سب نے باتوں میں کھانا ختم کیا اور لاؤنج میں چلے گئے۔

علیزے چونکہ سلطان کے جانے کے بارے جانتی تھی۔اسی لیے خاموش بیٹھی رہی۔ لیکن اس کے برعکس منیزے اور مشعل ضرور بے چین تھیں۔ جنہیں عیس اور ضرار پیار سے سمجھا رہے تھے کہ وہ جلد واپس آ جائیں گئے۔

اور پھر آدھے گھنٹے میں وہ تینوں سب کو خدا حافظ بول کر آگے کے سفر کے لیے نکل آئے تھے۔

پہاڑی راستے چونکہ آسان نہیں ہوتے۔تو وہ وہاں سے گزرنے والوں کو اپنی منزل تک آسانی سے کیسے پہنچا سکتے ہیں۔

ایسا ہی کچھ حال ائرہ اور سنی کا تھا۔جو پچھلے دو تین گھنٹوں سے اس خطرناک رستے پر چل رہے تھے۔

سنی ہم کہاں جا رہیں ہیں۔۔

چادر کے کونے سے منہ چھپائے وہ پھولی سانس سے بولی۔۔

اتنا اندھیرا ہونے کے باوجود بھی ائرہ نے چادر کو نہیں اتارا تھا۔اور نہ اپنا چہرہ واضح کیا تھا۔اسے خود نہیں پتہ تھا۔کہ جس چادر کو سنی نے اس پر اڑھایا تھا۔وہ اسے ویسے ہی تھامے چل رہی ہے۔

اتنا اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے سنی اپنے موبائل کی ٹارچ آن کیے اندازے سے قدم اٹھا رہا تھا۔وہ ائرہ کو لے کر کسی محفوظ مقام پر پہنچنا چاہتا تھا۔

کیونکہ اک تو وہ لوگ پہلے ہی اتنا سفر کر کے یہاں تک پہنچے تھے۔دوسرا کتنے گھنٹوں سے ایسے پیدل چل رہے تھے۔

اور وہ نازک سی لڑکی اس وقت تھکن سے چور ہو چکی تھی۔

آگے بڑھتے ہوئے سنی جیسے کھلے آسمان تلے نکل آیا تھا۔ جہاں اس پاس بڑے بڑے درخت تھے۔ وہیں تاروں بھرا کھلا آسمان خوبصورت لگ رہا تھا۔ چاند کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔

سنی نے نظریں ائرہ کی جانب گھمائیں۔ تو کالی چادر میں اپنا چہرہ ڈھکے آنکھوں میں خوف لیے وہ سنی کو مکمل طور پر اپنی جانب کھینچ گئی۔
اسکا سنہرا خوبصورت وجود چاند کی روشنی میں دمک رہا تھا۔

ائرہ پہلے ہی اس اچانک ٹریجڈی سے نکل نہیں پا رہی تھی۔ اور اب سنی کی گہری نظروں کی تپش محسوس کر کے کنفیوز ہو گئی۔

آج کی رات رکنے کے لیے یہ جگہ ٹھیک ہے۔۔

ائرہ سے اپنی نظریں ہٹاتے، اسمان کو اک نظر دیکھنے کے بعد سنی نے کہا۔
جس پر ائرہ محض سر ہلا گئی

چاروں جانب غور سے دیکھتے سنی کی نظر اک جگہ پر ٹھہری۔
جہاں دو درخت اک ساتھ کھڑے تھے۔ لیکن دونوں درختوں کے
درمیان تھوڑا سا فاصلہ موجود تھا۔ جیسے ان میں کوئی اک ناراض ہو کر اپنی
جگہ سے ہلا ہو۔

اگر عیس یہاں ہوتا جو یقیناً وہ ان درختوں پر پوری کہانی بنا ڈالتا۔
عیس کو یاد کرتے سنی کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ لیکن پھر اسکی
بے غیرتی یاد آتے ہی سنی اس پر لعنت بھیج گیا۔

وہاں چلو۔۔ سامنے کی جانب اشارہ کرتے سنی بولا۔

توائرہ اس کے تعاقب میں آگے بڑھی۔

آج رات یہاں ہی رہنا ہے۔۔۔

ہم گاڑی میں بھی تورہ سکتے تھے نہ۔۔

رات کے اس خوفناک منظر ماحول کو دیکھتے ائرہ سہمی۔

گاڑی میں رک کر تمہاری جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ وہ اسے یہ نہیں بتا سکا کہ اس سنسان رستے پر آئے روز نجانے کتنے حادثے پیش آتے ہیں۔

سلطان بھائی کو کیوں نہیں بلایا۔۔

سنی کے اشارہ کرنے پر ائرہ آگے بڑھی۔ جہاں وہ جگہ بناتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

وہ لوگ آجائیں گئے، پر انکو آنے میں وقت لگے گا۔ ائرہ کو نیچے بٹھاتے ہی سنی ارد گرد نظریں دہرانے لگا۔ تاکہ آگ جلا سکے۔

تم یہاں بیٹھو میں آگ جلانے کے لئے کچھ ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔۔

میں یہاں اکیلی کیسے بیٹھو۔۔۔

ائرہ خوف کے مارے کھڑی ہو گئی۔ اتنی خوفناک جگہ پر وہ اکیلی بے ہوش ہی ہو جاتی۔

ایرہ کے ڈر کو دیکھتے سنی گہرا سانس بھر گیا۔

اسکا بس چلتا تو جادو سے اسے یہاں سے بھیج چکا ہوتا۔ وہ کب گوارہ کر رہا تھا۔ کہ آئرہ اتنے حطرناک مشن کا حصہ بنے۔ لیکن وہ اس وقت بے بس تھا۔

ائرہ کی حالت دیکھتے سنی نے اس پاس سے خشک پتیاں اور کچھ لکڑیاں اکھٹی کر بیگ سے لائٹر نکال کر آگ جلائی۔

اور اٹھ کر ائرہ کے پاس تھوڑے فاصلے پر جا بیٹھا۔

آگ کی روشنی اور تپش سے کچھ سکون ملا تھا۔ ورنہ اتنے اندھیرے اور ٹھنڈ میں ائرہ پاگل ہونے والی ہو گئی تھی۔

بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر سنی نے ائرہ کی طرف بڑھائی۔ جسے دیکھ کر ائرہ حیران ہوئی تھی۔۔

کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ سنی کے پاس بیگ کہاں سے آیا تھا۔

بیگ کہاں سے آیا۔۔۔

ائرہ نے استفسار کیا۔

ہم جب بھی سفر پر نکلتے ہیں تو بیگ تیار کر کے نکلتے ہیں۔

پر گاڑی سے نکلتے وقت تمہیں اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ کھانے پینے کی کچھ چیزیں ہی چادر کے نیچے چھپالو۔ کسی وقت بھی بھوک لگ سکتی ہے پر تم تو ایسے ہی نکل پڑی۔

ائرہ کے بیگ والے سوال کو بڑھنے سے پہلے سنی نے اسکی توجہ اپنی جانب سے ہٹائی۔ جس پر ائرہ سچ میں شرمندہ ہوئی تھی۔ لیکن پھر خفت مٹانے کی غرض سے وہ بولی۔

مجھے کیا پتہ تھا تم مجھے میر پور نہیں جنگل گھمانے لے کر جانے والے ہو۔
ایرہ کے جلے کٹے انداز پر سنی نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔ہوا کے ٹھنڈے جھونکے کو محسوس کرتے ائرہ کپکپا اٹھی۔

سنی نے آگے بڑھتے آگ کو تیز کیا۔

یہ جیکٹ پہن لو۔۔اپنی جیکٹ اتارنے کی غرض سے سنی بولا۔
نہیں ٹھنڈ بہت ہے تم پہنے رکھو۔۔۔
ایرہ نے اسے روکا۔۔

ہم یہاں سے کب نکلیں گئے۔اور منیزے لوگ پہنچ چکے ہونگے کیا۔۔
منیزے کو یاد کرتے ایرہ اداس ہوئی۔

جلد انشاءاللہ۔۔
تم سو جاؤ زرا ایسے وقت نہیں گزرے گا تمہارا۔۔

آگ کی روشنی میں ائرہ کی گولڈن آنکھوں کو دیکھتے سنی بولا۔کیونکہ اگر وہ جاگتی رہتی تو اسکے ایسے سوالات اسے خود ہی پریشان کر دیتے۔

ایسے ماحول میں کیسے سوؤں میں۔۔۔
ائرہ نے اچھنبے سے اسکو دیکھا۔جو ایسے سونے کا مشورہ دے رہا تھا۔۔ جیسے وہ بیڈ روم میں تھے۔ لیکن پھر سنی کے ساتھ خود کو بیڈ روم میں اکیلا سوچ کر ائرہ خود پر لعنت بھیج گئی۔

کچھ نہیں ہوتا تم سو جاؤں میں جاگ رہا ہوں۔۔۔
سنی نے اسے مطمئن کرنا چاہا۔۔

تمہیں نیند نہیں آئی کیا۔۔
سنی کی بات کو اگنور کرتے ائرہ نے اسے پوچھا۔

آئی ہے، لیکن تمہارے جاگتے ہوئے میں نہیں سو سکتا۔اس لیے اپنا سپیکر بند کر سو جاؤ۔ورنہ ابھی کسی بھیڑیے کو بلالوں گا۔

تمہارا دماغ فنا ہو گیا ہے کیا بے شرم انسان۔۔
بھیڑیے کے خوف سے ائرہ کھسکتے ہوئے اسکے قریب ہوئی۔
ائرہ کو اپنے قریب آتے دیکھ سنی نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی غرض سے چہرہ دوسری جانب موڑا۔۔

وہاں کیا دیکھ رہے ہو۔مجھے ڈرانے کے لیے بھیڑیے کی تلاش کر رہے ہو نہ۔۔

سنی کے چہرہ موڑنے پر ائرہ ڈر کے مارے بولی۔

جبکہ ائرہ کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس کرتے سنی نے خود پر سو بار لعنت بھیجی۔وہ ویسے ہی اسے سلانے کی غرض سے ایسا بول رہا تھا۔پر اسے کیا پتہ تھا وہ اتنا ڈر جائے گی۔

کوئی نہیں ہے ادھر میری سنہری شہزادی، سو جاؤں، میرے ہوتے " تمہیں کوئی آنچ بھی بھلا آسکتی ہے "۔۔

ائرہ کی نم آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے سنی گھمبیر لہجے میں بولا۔

ہاتھ بڑھاتے سنی نے اسکی آنکھوں سے آنسو صاف کیے۔
ائرہ جو بنا پلک جھپکائیں سنی کے خوبرو چہرے کو دل میں بسا رہی تھی۔ سنی کے ہاتھ کو اپنے چہرے پر محسوس کرتے وہ چہرہ موڑ گئی۔

سنی نے اسے ریلیکس انداز میں درخت سے ٹیک لگاتے بٹھایا۔۔اور چادر اسکے وجود پر پھیلاتے اسے آنکھیں بند کا اشارہ کیا۔
ائرہ کے پر سکون انداز میں آنکھیں بند کرنے پر سنی نے تشکر بھری سانس خارج کی۔اور پھر وہ اگے کا لائحہ عمل تیار کرنے لگا۔

ائرہ کے سونے کے بعد سنی اپنے ہاتھ میں پہنی گھڑی کی مدد سے سلطان کو رابطہ کرنے کی کوشش میں لگا رہا تھا۔

اور صد شکر کہ اسکا رابطہ ہو بھی گیا تھا۔

کیونکہ جو بھی تھا۔ وہ آئرہ کو اس خطرے میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اسے کسی بھی طرح بحفاظت ائرہ کو حویلی پہنچانا تھا۔

چونکہ سنی سلطان سے رابطہ ہو جانے کے بعد سے اب آئرہ کی جانب سے کچھ حد بے فکر ہو چکا تھا۔ تو اس لیے درخت سے ٹیک لگا کر پر سکون انداز میں ائرہ کے تیکھے نقوش کو دل میں بسانے لگا
شائد وہ کل تک اس سے دور حویلی میں موجود ہوتی۔

پنک ڈریس میں وہ اس وقت سنی کو اتنی اٹریکٹ کر رہی تھی۔ کہ اسکا دل کر رہا تھا آگے بڑھ کر اسے بانہوں میں قید کر لے۔

لیکن اس کے پاس ابھی ایسا کوئی حق موجود نہیں تھا۔اور یہ حق موجود نہ ہونے پر سنان مصطفیٰ کاظمی کا دل بے چین ہوتا اسے برقراری میں مبتلا کر گیا تھا۔

کہ وہ اک دم سے آئرہ سے نظریں ہٹا گیا۔آسمان کو تکتے وہ گہرے سانس لینے لگا تھا۔آنکھوں ہی آنکھوں میں خدا سے سوال تھے۔

کہ اگر اس سنہری پری کو اسکے وجود کا حصہ نہیں بنانا تھا۔تو اسے اسکی زندگی میں بھیجا ہی کیوں، کیوں رات کے اس پہر تنہائی میں وہ اسے پاس اتنے قریب تھی۔

کیوں وہ اسے چھو نہیں سکتا تھا، کیوں اسے میٹھی نظروں سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

اوراس "کیوں" کا درد سنان مصطفیٰ کاظمی کو اتنا تڑپا رہا تھا۔ کہ وہ اک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پیچھے مڑ کر اک نظر ائرہ کو دیکھا۔۔ جہاں وہ آدھی لیٹی بیٹھی پوزیشن میں سکون سے سو رہی تھی۔

ایرہ کو اک نظر دیکھنے کے بعد سنی نے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ مقصد صرف دل کو تھوڑی دیر بہلانا اور اس سنہرے وجود سے بھٹکانہ تھا۔

ائرہ پر سکون سی ٹیک لگائے سو رہی تھی۔ نیند میں ہونے کی وجہ سے اسکا سر بار بار ڈھلک رہا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی بے خبر سو رہی تھی۔

چونکہ وہ جنگل میں تھے۔ جہاں عام جانور تو ضرور موجود تھے۔ اور جیسے جیسے رات گہری ہوتی جارہی تھی۔ جانوروں کی آوازیں بھی تیز تر ہوتیں جا رہیں تھیں۔

وہ جو بے خبر نیند کے مزے لے رہی تھی۔ کہ کسی جانور کے غرانے کی آواز کانوں میں سنتے ہی اک دم سے ہوش میں آئی تھی۔ اور ہوش میں آتے ہی آنکھوں نے سنان مصطفیٰ کاظمی کو تلاش کیا تھا۔ لیکن وہ وہاں موجود ہوتا تو نظر آتا۔

خوف میں جکڑا دل اور آنکھیں سنی کو ڈھونڈ ہی رہیں تھیں۔ کہ پھر اسی جانور کے غرانے کی آواز سنتے وہ ڈر سے چیخ اٹھی۔

سانس روکنے کے لیے یہ احساس کی کافی تھا۔ کہ وہ اس اندھیرے خوفناک جنگل میں اسے اکیلا چھوڑ گیا ہے۔ خود کو اکیلا سوچتے ائرہ یک دم سے خوفزدہ ہوتے کھڑی ہوئی۔

کہ دل میں کہیں نہ کہیں نہ احساس موجود تھا۔ کہ وہ اسے اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ شائد یہیں کہیں ہو۔۔

اس نے کہا تھا اس کے ہوتے مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔۔ سونے سے پہلے سنی کے الفاظ یاد کرتے وہ بڑبڑاتی آگے بڑھی۔

سنہری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔

ان کچھ منٹ میں وہ خوفزدہ ہوتے مرنے کے قریب تھی۔ اتنا تو وہ پچھلے اتنے گھنٹوں میں نہیں ڈری تھی۔ جتنا اب ڈر رہی تھی۔ غرض کہ خوف اسکی حالت بگاڑ گیا تھا۔

بنا کچھ سوچے سمجھے وہ سنی کو ڈھونڈنے کے لیے آگے بڑھتی کہ کسی کے مضبوط سینے سے ٹکرا گئی۔

ائرہ, کدھر جا رہی ہو۔۔

وہ چلتے چلتے ابھی دور نہیں گیا تھا۔ کہ جانور کے غرانے کی آواز سنتے ہی واپس پلٹا تھا۔اور خود کو ملامت کی تھی۔ کہ وہ اسے اکیلا چھوڑ کر کیسے آ گیا۔ اور اسکا خدشہ صحیح ثابت ہوا تھا۔ وہ انتہائی خوفزدہ ملی تھی۔ کہ چہرے پر خوف کے آثار اور آنکھیں آنسوں سے بھری تھیں۔

تم مجھے چھوڑ کر نہیں گئے "۔۔۔"

گولڈن آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔ روتے روتے خوشی سے استفسار کیا گیا۔ جیسے دماغ کے غلط ثابت ہونے پر اسے خوشی ہوئی تھی۔

ائرہ کے سوال پر سنی نے اک بار پھر خود پر لعنت بھیجی۔۔

نہیں میری جان میں ادھر ہی تھا۔۔

سنی نے زمین پر گری اسکی چادر اٹھائی۔۔۔

کہ اسی لمحے پھر اک دفعہ آواز گونجی تھی۔ جسے سنتے ایرہ کی پھر جان نکلی کہ وہ چیخنے کے ساتھ ہی سنی کے سینے میں چھپ گئی۔۔

جبکہ سنی اس اچانک افتاد پر گھوم گیا۔ جہاں وہ آنکھوں کو میچے، ڈرتے ہوئے اسکے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہیں سنی کا دل دھک دھک کرتا باہر نکلنے کو بے چین تھا۔ کہ محبوب کا پہلا لمس ہی اتنا جان لیوا ہوتا ہے۔۔

تم مجھے چھوڑ کر کہاں گئے تھے، اگر مجھے بھیڑیا کھا جاتا تو"۔۔۔"
روتے ہوئے شکوہ کیا گیا۔
ایرہ کے شکوے کو سنتے سنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلی۔ کہ وہ ابھی تک بھیڑیے کے خوف میں تھی۔

"ہمارا نکاح نہیں ہوا ابھی، اور تم میرے گلے لگی ہو جان جہاں"

جھکتے ہوئے سنی نے اسکے کان میں سرگوشی کی۔وہ جوان اٹھائیس سالہ مرد اپنے جزبات کو جیسے قابو کیے تھا۔یہ تو وہ ہی جانتا تھا۔لیکن مقابل کو اسکے سلگتے ارمانوں سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔وہ بے خبر اسے سے لپٹی کھڑی تھی

ہم یہاں سے جاتے ہی نکاح کر لیں گئے۔۔

سینے میں مزید چھبتے ہوئے مشورے سے نوازہ گیا۔مطلب وہ اس سے نکاح کرنے کو تیار تھی۔لیکن اس خوفناک جگہ پر اسکی پناہ سے نکلنے کو رضا مند نہیں تھی۔

مقابل نے اسکے مشورے پر اپنا قہقہہ ضبط کیا۔اگر عیس یہ منظر دیکھ لیتا تو یقیناً آنے والے سالوں میں سنی کی ایسی درگت بناتا کہ پناہ۔۔۔!

جان جہاں، رحم کریں سلگتے دل کو مزید نہیں تڑپائیں۔ کہ پہلے ہی ہم "
مردوں کا دل ہماری من پسند عورت کے لیے شریف نہیں ہوتا۔ لہذا
". دیوانے پر تھوڑا رحم کر لو یار۔

ائرہ کی خود پر مضبوط ہوتی گرفت کو دیکھتے سنی بے بسی سے گویا ہوا۔

اسی سپارک سے بچنے کے لیے تو وہ تھوڑی دیر اکیلا رہنے گیا تھا۔۔ لیکن
کہاں جانتا تھا کہ واپسی پر وہ اسکی جان لینے پر آجائے گی۔

سنی کی بے باک سرگوشی کو سنتے ایرہ ہوش میں آتے ہی پیچھے ہٹی تھی۔ اور
بنا سنی کی جانب دیکھے اپنی چادر اٹھا کر جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔

پیچھے سنی گہری سانس بھرتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔اور قدم اٹھاتے جا کر ایرہ کے قریب بیٹھا۔کچھ سیکنڈز میں وہ اسکی جان لبوں پر لا کر بیگانی ہو گئی تھی۔

ایرہ کو چادر میں چھپتے دیکھ کر سنی نے قہقہہ لگایا۔جسے سنتے ائرہ مزید شرمندہ ہوئی۔

سو جاؤں میں بھی سونے لگا ہوں،اور اب آہستہ چیخنا،ورنہ تمہاری آواز سن کر سچ میں کوئی جانور اجائے گا۔

ایرہ کے لال چہرے کو دیکھتے سنی شرارت سے گویا ہوا۔
لیکن ائرہ کی جانب سے خاموش پا کر آنکھیں موندے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

وہ بے حد تھک چکا تھا۔پہلے ڈرائیونگ اور پھر سلطان لوگوں سے رابطے کی کوشش اسے تھکا چکی تھی۔

اس لیے آنکھیں بند کرتے ہی اس پر نیند کا غلبہ ہوا۔

سنی کو سوتے دیکھ کر ائرہ نے چادر سے چہرہ باہر نکال کر چاروں جانب غور سے دیکھا۔

ہر طرف گہرا خوفناک اندھیرا چھایا تھا۔بڑے بڑے درخت انتہائی خوفناک لگ رہے تھے۔انکے سامنے جلتی آگ کب کی بجھ چکی تھی۔

جہاں پہلے وقفے وقفے سے جانوروں کی آوازیں ماحول کو ڈراؤنا بنا رہیں تھیں۔اب وہ آوازیں مسلسل آنا شروع ہو چکیں تھیں۔۔

جسے سنتے اک دفعہ پھر ائرہ پر خوف طاری ہوا تھا۔۔ کہ وہ سنی کے قریب جا بیٹھی۔۔

سنی کو پر سکون سوتے دیکھ کر ایرہ نے بھی سونے کی کوشش کی۔۔ لیکن کانوں میں پڑتی آوازیں اسکا دل دہلا رہیں تھیں۔ کہ وہ خوف کے مارے پھر سنی کے سینے میں چھپ گئی۔

ائرہ کے اک دم سے قریب آنے پر سنی ہڑ بڑا کر اٹھا۔

کیا ہوا۔۔۔

اتنی ڈراونی آوازیں آرہیں ہیں کیسے سوؤں میں، یہاں سے نکلنے کے بعد پکا" نکاح کرلوں گی"۔

ائرہ کا انداز صاف ویسا تھا جیسے وہ کہنا چاہ رہی ہو کہ ابھی اپنی چیز استعمال کرنے دو، اک دن کے بعد پکا وہ واپس کر دے گی۔

جبکہ سنی خود کے سینے پر رکھے ائرہ کے سر کو اچھنبے سے دیکھ گیا۔۔
یہ مروا کے چھوڑے گی آج۔۔۔
بڑبڑاتے خود سے کہا گیا۔۔

جبکہ ائرہ سنی کی بانہوں میں آتے ہی پر سکون ہو چکی تھی۔۔خوفناک آوازیں اب اسے کانوں تک رسائی حاصل نہیں کر پا رہیں تھیں۔۔اس لیے وہ نیند میں جانے لگی تھی۔۔

ایرہ کے وجود کو ہنوز ویسے ہی دیکھ کر سنی نے بے بسی سے آنکھیں بند کرتے سونے کی کوشش کی۔

کیونکہ اسے کسی بھی طرح سونا تھا۔ اگر جاگتا تو یقیناً بہت کچھ خراب ہوتا۔
اس لیے اسے یہ کڑوا گھونٹ برداشت کرنا تھا۔

دیر سے ہی سہی لیکن وہ سوچکا تھا۔
لیکن وہ نہیں جانتا تھا، کہ آنے والا وقت کیسی آزمائش لے کر آنے والا
ہے۔

ان تینوں کے جانے کے بعد وہ اداس ہو چکیں تھیں۔ چونکہ رات بھی
گہری ہو رہی تھی۔ اس لیے بی جان نے سب کو سونے کا بولا تھا۔۔ اتنے
سفر کے بعد سے وہ سچ میں تھک گئیں تھیں۔

علیزے تو سچ میں بہت کنفیوز سی بیٹھی تھی۔ پہلی دفعہ سسرال والوں سے سامنا ہوا تھا۔۔ کہ اس میں بھی وہ ظالم خان اسے اکیلا چھوڑ کر جا چکا تھا۔

صد شکر کہ منیزے اور مشعل اسکے پاس تھیں۔۔ ورنہ اب تک وہ رونے لگ جاتی۔

لیکن وہ تینوں ایرہ کو بہت مس کر رہیں تھیں۔ جو پتہ نہیں کہاں رہ گئی تھی۔

بی جان کا ارادہ تو ان کو الگ کمرہ دینے کا ہی تھا۔ لیکن پھر ان تینوں کی اتری شکلیں دیکھ کر آنہوں نے حویلی کا سب سے بڑا کمرا ان تینوں کو دیا۔

جہاں تینوں اک ساتھ رہنے پر کافی خوش ہوئیں تھیں۔

کمرے آنے بعد وہ چینج کر کے بیڈ پر اک ساتھ لیٹیں تھیں۔ مشعل ان دونوں کے درمیان لیٹی تھی۔

ائرہ کدھر رہ گئی ہے۔۔ چھت کو دیکھتے مشعل اداسی سے بولی۔۔

اجائے گی چند اتم اداس نہ ہو۔۔
منیزے نے مشعل کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے تسلی دی۔۔

میں سوچا تھا کہ یہ ٹرپ یادگار ہونے والا ہے لیکن یہاں سب الٹ ہوا۔۔ علیزے جو کہ پہلے ہی سلطان کو مس کر رہی تھی۔ائرہ کی یاد نے اسے مزید اداس کیا۔۔

تم دونوں فضول سوچیں چھوڑ کر سونے کی کوشش کرو۔

صبح اٹھ کر حویلی دیکھیں گے۔اور پٹھانی سٹائل والے کپڑے بھی پہنے گئے۔۔

منیزے نے ڈپٹ کر انہیں سونے کی تلقین کی جو بلاوجہ اداس ہو رہیں تھیں۔

میں ریڈ ڈریس پہنوں گی۔۔ مشعل بچوں کے انداز میں ایکسائٹڈ ہوئی۔

مشعل کے بچوں والے انداز پر علیزے اور منیزے مسکراتے ہوائے نفی میں سر ہلا گئی۔

اور پھر کمرے کی لائٹ آف کر کے وہ سونے کی کوشش کرنے لگیں۔

لیکن وہ نہیں جانتیں تھیں کہ اپنے شوہروں کو بہت زیادہ مس کرنے والی ہیں۔

صبح کے اجالے نے سنی کو آنکھ کھولنے پر مجبور کیا تھا۔

..وہیں بند آنکھوں میں اپنے سینے پر وزن محسوس کر کے سنی حیران ہوا
بامشکل آنکھوں کو کھولتے سنی نے اپنے سینے پر پڑے وزن کی وجہ کو دیکھنا
چاہا۔

جہاں آئرہ اسکے سینے پر سر رکھے ہلکا سا منہ کھولے بے خبر سو رہی تھی۔
ائرہ کو اپنے سینے پر دیکھ کر سنی کی نیند بھک سے اڑی۔۔

یہ مروا کے چھوڑے گی مجھے۔۔

ائرہ کو پر سکون انداز میں خود پر سوتے دیکھ کر سنی بڑبڑایا۔اور پھر رات کا منظر اسکی آنکھوں میں لہرایا۔ جہاں وہ دھڑلے سے اسے نکاح کرنے کی آفر کر رہی تھی۔

جتنا وہ رات سے سنی کے ضبط کو آزما رہی تھی۔اب اسکا دل کر رہا تھا کہ یہیں کہیں سے مولوی پکڑ کر دو بول پڑھوا ہی لے۔

پر اس جنگل میں اسے مولوی کہاں سے ملتا۔

سرد سانس خارج کرتے اس نے ائرہ کو جگانا چاہا۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

بلکہ سنی پر اور پھیل کر سو گئی۔

"باخدا اتنا نہ آزماؤ جہان جہاں، کہ میں سود سمیت تم پر تمہاری سانسیں ایسے ہی تنگ کر دوں جیسے تم اس وقت میری کر رہی ہو"

ائرہ کے چہرے کو نظروں میں بساتے وہ بولا۔جو اسکی حالت سے بے خبر مزے سے سو رہی تھی۔

ائرہ کو ہنوز سوتے دیکھ کر سنی نے بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر پانی کے چند چھینٹے اس کے چہرے پر مارے۔
کیونکہ ائرہ کے نرم وجود کو چھو کر وہ اپنے لیے مزید مشکل پیدا نہیں کر سکتا تھا۔

منہ پر بارش کو محسوس کرتے ایرہ نے کسماتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔
ہوش کی دنیا میں آتے ہی سب سے پہلے سنی کے بے بس چہرے پر اسکی نظر پڑی تھی۔خود کی پوزیشن دیکھتے وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔۔
جسے وہ بارش سمجھ رہی تھی وہ مصنوعی بارش اسے جگانے کے لیے ہی کی گئی تھی۔سنی کے ہاتھ میں پانی کی بوتل دیکھ کر وہ اتنا تو سمجھ چکی تھی

اور پھر بنا اک دفعہ بھی مڑے جا کر اپنی چادر اٹھا کر خود پر لپیٹ کر بیٹھ گئی۔

"یہ سہی ہے وائی، سامنے والے کا جینا حرام کر کے خود فرشتہ بن جاؤ"
ائرہ کے اک دفعہ پھر خود کو چھپانے والے عمل کو دیکھتے سنی تلملایا۔ وہ یہ سوچ کر بیٹھا تھا کہ اک دفعہ وہ اسکے چہرے پر ضبط کے تاثرات دیکھے گی۔ لیکن وہ تو ایسے منہ موڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ جیسے پھوپھو شادی والے دن بکھیڑا کر کے انجان بن جاتی ہے۔

سنی کی جلی کٹی آواز کو سنتے ائرہ نے شرمندہ ہوتے چادر سے اپنا منہ ہی چھپا لیا۔
جسے دیکھتے سنی کا قہقہہ اڈا۔ شرمندگی کے مارے وہ چہرے پر گھونگھٹ ہی لے کر بیٹھ گئی تھی۔

سنی نے کھڑے ہوتے پہلے کپڑے جھاڑے اور پھر بیگ اٹھا کر ائرہ کے آگے رکھا۔

اس میں سے کچھ نکال کر کھالو میں تب تک آگے کا رستہ ڈھونڈ کر آتا ہوں۔ سنی نے جانے سے پہلے اسے کھانے کی تلقین کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب وہ شرم کے مارے اپنا گھونگھٹ اسکے سامنے تو نہیں گرانے والی۔اور رات بھی بنا کچھ کھائے ہی وہ سو گئی تھی۔

ائرہ کو اک نظر دیکھنے کے بعد وہ رستے کی تلاش میں آگے بڑھا۔ سنی کے جاتے ہی ائرہ نے چادر ہٹاتے سکھ کا سانس لیا۔

اف۔۔تجھے کیا ہو گیا ہے ائرہ کی بچی، کیا سوچتا ہو گا وہ تیرے بارے بے"
شرم انسان"۔۔
بیگ میں سے بسکٹ نکال کر تیزی سے کھاتے وہ خود سے بولتی جا رہی
تھی۔یہ شدید بھوک کا اثر تھا۔

ابھی وہ کھانے میں مصروف تھی کہ اسے کسی کے قدموں کی آواز سنائی
دی۔جو اسے کے قریب آتی جا رہی تھی۔لیکن پھر سنی کے خیال پر وہ
مطمئن انداز میں سر پر چادر ٹھیک کرتے کھانے میں مصروف رہی۔

لیکن اب قدموں کی آواز تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔اک ساتھ اتنے قدموں
کی آہٹ پر ائرہ کو کسی انہونی کا ڈر ہوا تو وہ ڈر کے مارے چادر سے چہرے کو
چھپا گئی۔

خوف سے اسکا ننھا سا دل کانپنے لگا تھا۔ آنکھوں کو میچے وہ منہ ہی منہ میں ورد کرنے لگی اور سنی کی واپسی کی دعائیں مانگنے لگی تھی۔ دل۔ میں کہیں نہ کہیں بھیڑیے کا خوف اب بھی موجود تھا۔

قدموں کی چاپ کو بلکل اپنے قریب محسوس کرتے ائرہ نے ہمت کرتے آنکھیں کھولیں تو اپنے سامنے تین ہٹے کٹے عجیب حلیے کے مردوں کو دیکھ کر وہ سچ میں کانپ گئی۔

اے لڑکی کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔

ان میں سے اک آدمی رعب دار انداز میں بولا۔

لیکن ڈر نے ائرہ کی آواز کو تالو سے چپکا دیا تھا۔ سنی کو آتے نہ دیکھ کر اسکی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھے۔ کل سے وہ عجیب سی صورتحال کا شکار ہو رہی تھی۔

اے لڑکی بول کیوں نہیں رہی۔۔

ائرہ کو خاموش دیکھ وہی آدمی پھر بولا۔

رات انہوں نے کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز سنی تھی۔ لیکن اپنا وہم سمجھ کر نظر انداز کر گئے۔ لیکن پھر دوبارہ چیخنے کی آواز پر انہیں تصدیق ہوئی کہ جنگل میں کوئی نہ کوئی موجود ہے۔

اسی چیز کو چیک کرنے کے لیے وہ لوگ جنگل میں آئے تھے جہاں انہیں تھوڑی دور ہی کسی لڑکی کا گمان ہوا تھا۔۔ پھر نزدیک آنے پر انکے شک پر مہرایرہ کے وجود نے لگائی۔ جہاں وہ بیٹھ کر کچھ کھا رہی تھی۔

چھوٹے سردار اسے گاؤں لے چلتے ہیں وہاں جا کر خود بتا دے گی کہ کہاں سے آئی ہے۔

سردار کے ساتھ آئے دوسرا آدمی بولا۔ جو ایرہ کے خوبصورت وجود کو خباثت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

یقیناً یہ وہ ہی لڑکی تھی جسے وہ کل سڑک پر گاڑی میں دیکھ چکا تھا۔ لیکن تب وہ دور سے اس بات کا اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ کہ اسکی نظروں میں ٹھہرنے والی کوئی عام نہیں بلکہ اک اپسرا ہے۔

خود کو لے جانے کی بات پر ائرہ کے آنسوں میں تیزی آئی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ ہمت کرتے انہیں کچھ بتا پاتی کہ پیچھے سے آتی آواز نے اسکو نئی زندگی بخشی تھی۔

کہاں لے کر جانا ہے اسے۔۔۔

سنی نے آگے بڑھتے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

آگے بڑھتے وہ رستہ تلاش کر رہا تھا۔کہ اسے سامنے کچھ لوگ دیکھائی دیے تھے۔

شٹ۔۔۔اپنی گھڑی میں خود کی لوکیشن دیکھتے سنی بے اختیار بول اٹھا۔

کل رات وہ اندھیرے میں چلتے ہوئے نہ صرف آدھے سے زیادہ جنگل پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ بلکہ جنگل کے دوسری جانب موجود گاؤں کے بے حد قریب بھی تھے۔

کچھ لوگوں کو جنگل میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ تیزی سے پیچھے کی جانب بھاگا تھا۔

اور اسکا شک درست نکلا تھا۔

سنی کی آواز سنتے ہی ائرہ روتے ہوئے اسکی جانب بڑھتی اسکے بازوؤں میں سمائی تھی۔

ائرہ کو بازوؤں کے گھیرے میں لیتے ہوئے سنی نے اسکی چادر درست کرتے مڑ کر انکو سنجیدگی سے دیکھا۔ جو پہلے ہی مڑ کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

جبکہ ائرہ کو سنی کے اتنے قریب دیکھ کر کوئی بری طرح خود پر ضبط کرنے لگا تھا۔

تم دونوں کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔۔

سردار نے اپنے سامنے اک خوبصورت مرد کو دیکھتے پھر وہی سوال کیا۔

یہ میری بیوی ہے، اور ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ بھٹکتے ہوئے ہم لوگ ادھر آ نکلے ہیں۔

سنی نے مختصر سی تفصیل بتاتے ایرہ کے خوبصورت چہرے کو چادر سے ڈھکا۔اور اسکی آنکھوں سے آنسو صاف کیے۔کل سے وہ اسکی خوبصورت آنکھوں کو بار بار روتے دیکھ کر خود پر ضبط کر رہا تھا۔

سنی کی زبان سے خود کو بیوی سنتے ائرہ نے چادر سے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔۔جس پر سنی نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھا تھا کہ وہ شرم کے مارے آنکھیں جھکا گئی۔

آپ لوگ ہمارے ساتھ چلیں۔یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔۔

سردار نے سنی کو ساتھ چلنے کا کہا۔جس پر سنی سر ہلا گیا۔

آگے بڑھتے سنی نے اپنا بیگ اٹھایا اور ائرہ کا ہاتھ تھام کر انکے پیچھے قدم بڑھائے۔

.لال حویلی میں آج کی صبح انتہائی شان داد تھی۔۔ہر طرف گہما گہمی ہی تھی
کیونکہ حویلی کے لاڈلے کی بیوی آج حویلی میں موجود تھی۔

ابھی تک ناشتہ تیار نہیں ہوئی۔۔

آغا جان نے صوفے پر بیٹھتے بی جان سے استفسار کیا۔

جو وہیں بیٹھے سب کو ہدایت دے رہیں تھیں۔

زلیخا بہو، دیکھو بچیاں آٹھ گئیں ہیں کہا۔ کہیں جھجک کے مارے باہر ہی نہ آ
رہیں ہوں۔اور ناشتہ تیار ہوتا ہے، ہوتی نہیں ہے خان صاحب۔۔۔

بی جان نے زلیخا بیگم کی توجہ ان تینوں کی جانب مبذول کروائی جو ٹیبل سیٹ کر رہیں تھیں۔اور ساتھ آغا جان کی اردو بھی ٹھیک کرنے کی کوشش کی۔

جی بی جان میں دیکھتی ہوں۔۔
بی جان کو مطمئن کرتے وہ ان تینوں کے کمرے کی جانب بڑھیں

جہاں وہ تینوں فریش ہو کر ریڈی ہو رہیں تھیں۔

علیزے گرین کلر کے خوبصورت ڈریس میں اپنا سوگوار حسن لیے بیٹھی تھی۔ صرف اک رات میں وہ اپنے ظالم شوہر کو اتنا مس کر چکی تھی۔ کہ اب اسکا دل کر رہا تھا رونا شروع کر دے۔ جو اسے اکیلا چھوڑ کر پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا۔

علیزے چہرے کو صحیح کرو یار۔۔ تمہاری ایسی صورت دیکھ کر مجھے بھی اپنا ڈھکن شوہر شدت سے پھر یاد آتا ہے۔

بلو کلر کے ڈریس میں بالوں کو سیٹ کرتی گرے آنکھوں کو گھماتے منیزے نے علیزے کو دیکھا۔ جو اداس شکل بنائے بیٹھی۔ منیزے کے اتنا کہنے کے باوجود وہ تیار نہیں ہوئی تھی۔

مجھے تسلی دے رہی تھی۔ تھوڑی خود کے لیے بھی رکھ لیتی۔

یلو ڈریس میں اپنی بے بی ہیر سٹائل میں وہ بھوئیں سکیڑتے مشعل بولی۔

اشارہ تھوڑی دیر پہلے صورت حال کی جانب تھا۔۔ جب مشعل عیس اور ائرہ کو یاد کرتے رو پڑی تھی۔

مشعل کے تیکھے سٹائل کو دیکھتے منیزے اور علیزے نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

اسی وقت زلیخا بیگم دروازہ نوک کرتے انکے کمرے میں داخل ہوئیں۔

میری بیٹیاں تیار ہو گئیں ہیں۔۔۔

ان تینوں کو اک نظر دیکھتے انہوں نے ماشاءاللہ کہا تھا۔

لیکن پھر علیزے کے اداس چہرے کو دیکھتے وہ حیران ہوئی تھیں۔

میری بیٹی کیوں اداس ہے۔۔

علیزے کے پاس بیٹھتے زلیخا بیگم نے استفسار کیا۔

جس پر علیزے بامشکل اپنے آنسو کو باہر آنے سے روک پائی تھی۔

آنٹی آپکی بہو اپنے شوہر کو بری طرح سے یاد کر رہی ہے۔اس لیے میڈم کا چہرہ اترا ہوا ہے۔۔

علیزے کے چہرے کو دیکھتے منیزے نے اسکی اداسی کی وجہ بتائی۔ جس پر زلیخا بیگم ہنس پڑیں۔۔

اتنی محبت کب ہوئی اپکو میرے بیٹے سے کہ کچھ گھنٹوں میں ہی آپ مر جھا گئیں ہیں۔

علیزے کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے وہ شرارت سے بولیں۔

کیونکہ کل وہ جس لڑکی سے ملیں تھیں وہ تو کھلتا گلاب تھی۔اور آج اک الگ لڑکی انکے سامنے تھی۔

زلیخا بیگم کے سوال پر علیزے کے چہرے پر قوس قزح کے رنگ نمایاں ہوئے تھے۔

جسے دیکھتے زلیخا بیگم نے اسے گلے سے لگایا تھا۔

آپ پریشان نہیں ہوں، وہ آجائے گا۔ بلکہ اپکو انکی حفاظت کے لیے دعائیں مانگنی چاہیئے. اور پھر اگر آپ ایسی حالت بنا کر رہیں گئیں تو یقین مانے سلطان احمد خان واپسی پر کسی کو نہیں بخشے گا۔

اس لیے اٹھ کر سہاگن کی تیار ہوں۔ ماشاءاللہ سے آپ میرے بیٹے کی سہاگن ہیں اور ایسے سادہ سی تیار ہوئیں ہیں۔ میں آپکو جیولری اور ڈریس بھجواتی ہوں.. اور فکر نہیں کریں جب وہ لوٹے گا، تو آپ بھی خوب بدلہ لیجے گا۔

زلیخا بیگم نے علیزے کا ماتھا چومتے اسکا دھیان بٹانے کی پوری کوشش کی تھی۔

جس پر علیزے کو بھی احساس ہوا تھا کہ اسے اپنے شوہر کی سلامتی کی اور جلد واپسی کی دعا مانگنی چاہیے لیکن وہ تو سب بھولے ہیر بنی ہوئی تھی .

شکریہ آنٹی۔۔

علیزے نے زلیخا بیگم کو دیکھتے بولی۔

آنٹی نہیں مورے کہنا ہے اور اب میں جا رہی ہوں، تم لوگ بھی جلدی سے تیار ہو کر آ جاؤ۔۔

علیزے کو پیار سے ڈپٹتے وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھیں۔۔

تھوڑی دیر میں منیزے اسے خوبصورت سا تیار کرتے ساتھ ہلکی پھلکی جیولری پہنا کر باہر لائی تھی۔

ہاں بڑے سے ڈائنگ ٹیبل پر سب بیٹھے انہی کا انتظار کر رہے تھے۔

علیزے تو باقاعدہ نروس تھی پر اسکے مقابلے منیزے اور مشعل نارمل تھیں۔

آ جائیں بچے ادھر میرے پاس آ کر بیٹھے۔۔

علیزے کو نروس دیکھ کر دلاور خان نے اسے اپنے پاس بلایا۔

ہر گز نہیں ہمارا بہو ہمارے پاس بیٹھے گا۔ تم کریلی کے پاس بیٹھا کر ہم نے اسے کریلا نہیں بنانا۔

سرداری کرسی پر بیٹھے آغا جان تیکھے چتون سے بولے۔

جس پر علیزے حیران ہونے کے ساتھ ساتھ کنفیوز ہو چکی تھی۔

جبکہ آغا جان کی بات پر باقی سب کی دبی دبی ہنسی نکلی تھی۔

دلاور خان نے نفی میں سر ہلاتے علیزے کو آغا جان کے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ تاکہ وہ مزید کنفیوز نہ ہو۔

انکل میں آپکے پاس بیٹھ جاؤں۔

منیزے نے دلاور خان سے اجازت طلب کرنا چاہی۔ جس پر وہ سر ہلاتے اسے اپنے پاس بلا چکے تھے۔

پیچھے مشعل حیران کن نظروں سے ان دونوں کر دیکھنے لگی تھی۔
کہ میں کدھر جاؤں۔۔۔
یہ چڑی کا بوٹ میرے پاس بیٹھے گا۔ کیونکہ یہ میرے بوائے فرینڈ کی جان ہے۔۔

بی جان نے مشعل کو اپنے پاس بلاتے کہا۔ جس پر وہ خود کے لیے چڑی سنتے لال ہوئی۔ وہیں سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ جانے سے پہلے عیس بی جان اپنی جان کا خیال رکھنے کی تاکید کر کے گیا تھا۔ اور خاص طور پر لفظ "بوائے فرینڈ" بھی سیکھایا تھا۔ لیکن اسکا مطلب بتانے کی غلطی نہیں کی تھی۔ اسی لیے بی جان بھی دھڑلے سے عیس کو اپنا بوائے فرینڈ کہہ چکی تھیں۔۔

مجھے باباسائیں نے اپکے بارے بتایا ہے۔۔

منیزے نے دلاور خان کی جانب جھکتے سرگوشی میں کہا۔ جس پر دلاور خان نے منیزے کے خفیہ انداز پر اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔

تم نے انکو یہ کیوں کہا کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔

ائرہ نے چلتے ہوئے سنی سے استفسار کیا۔ جو اس سے دو قدم آگے چل رہا تھا۔

کیوں، کہ تم میری بیوی کی ہی طرح رات بھر میرے سینے پر سوتی رہی ہو، تو میری بیوی ہی ہوئی نہ۔۔

سنی نے مڑتے ہوئے شرارت سے اسے دیکھا جو پھولی سانس سے اس کے برابر ہونے کی کوشش میں تیز تیز چل رہی تھی۔

تم بے شرم انسان سیدھی بات بتا رہے ہو، کہ میں بتاؤں ان کو کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ کہ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔۔

ائرہ نے دانت پیستے ہوئے دبے دبے انداز میں کہا۔

کیونکہ وہ تینوں ان سے آگے ہی چل رہے تھے۔ وہ لوگ انہیں اپنے گاؤں لے کر پہنچنے والے تھے۔ لیکن اس پورے راستے میں ائرہ، سنی سے اپنے سوال کا جواب پوچھتی آئی تھی۔ جس پر سنی اسے جواب دینے کی بجائے مسلسل تنگ کر رہا تھا۔

سنی کو دھمکی آمیز انداز میں کہتے وہ تیزی سے آگے بڑھی تاکہ سنی کے برابر ہو سکے۔ لیکن بے دھیانی میں اس اسکا پاؤں مڑا تھا۔ کہ وہ گرنے ہی والی تھی۔ کہ بروقت سنی نے مڑتے اسے بازو سے تھام کر گرنے سے بچایا

دماغ ٹھیک ابھی گر کے چوٹ لگوالیتی۔۔

سنی اسے کمر سے تھام کر سیدھا کھڑا کیا۔۔۔

کیا ہوا اسے۔۔۔

راگا نے مڑتے ہوئے بے چینی سے استفسار کیا۔ جہاں سنی آئرہ کو کمر سے تھامے کھڑا تھا۔ سنی کی آغوش میں ائرہ کو دیکھ کر راگا نے ضبط سے مٹھیوں کو بھینچ تھا۔۔۔

سریسلی۔۔۔

راگا کی بے چینی پر سنی نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ تمہیں کون سی آگ لگ رہی ہے۔

ان تینوں کے رکنے پر چھوٹے سردار نے مڑتے ہوئے انکو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔۔

وہ گرنے والی تھیں۔۔

اپنے سردار کی نظروں کے جواب میں راگا نے اپنے رکنے کی وجہ بتانے کے ساتھ ساتھ آئرہ کی طرف اشارہ کیا۔۔

اور دوبارہ سنی کی جانب دیکھا۔ جو ائرہ کی چادر ٹھیک کرتے ہوئے اسکے چہرے کو ٹھیک سے ڈھک رہا تھا۔

سنی کوائرہ کا چہرہ ڈھکتے دیکھ کر چھوٹے سردار کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

وہ جب سے ان دونوں میاں بیوی سے ملا تھا۔تب سے یہ لڑکا بار بار اسکا چہرہ چھپا رہا تھا۔ جیسے اپنی بیوی کو کہیں چھپا لینا چاہتا ہو۔ان دونوں کی محبت کو دیکھتے چھوٹے سردار کو گاؤں میں اپنی لوگائی (بیوی) یاد آئی تھی۔ جس سے آج تک انہوں نے نرمی سے بات تک نہیں کی تھی۔اور وہ ہر وقت آس بھری نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھتی رہتی تھی۔

اب ٹھیک ہے، چلتے ہیں اب۔۔
ایرہ کی جانب سے تسلی کرتے سنی نے انہیں چلنے کو کہا۔ جس پر چھوٹے سردار نے سر ہلاتے قدم آگے بڑھائے تھے۔

ناشتے کی ٹیبل پر منیزے دلاور خان، علیزے آغا جان جبکہ مشعل بی جان کے پاس بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی۔

بھنویں سکیڑتے ہوئے بی جان نے مشعل کے ناشتہ کرنے کے انداز کو ملاحظہ کیا تھا۔

یہ تم کھا رہی ہو کہ چگ رہی ہو۔۔

مشعل کو چھوٹے چھوٹے نوالے لیتے دیکھ کر بی جان نے تڑخ کر پوچھا۔ باقی سب بھی بی جان کے بولنے پر مشعل کی جانب متوجہ ہوئے۔

سب کی نظریں خود پر محسوس کرتے مشعل گڑبڑائی۔

غضب خدا کا لڑکی ابھی تک اک پراٹھا بھی نہیں ختم کیا تم نے۔۔

بی جان اب اپنا ناشتہ چھوڑ کر مکمل طور پر مشعل کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔ جس کی ناشتے کی پلیٹ میں ناشتہ ویسے کا ویسا پڑا تھا۔ لیکن پراٹھا کہیں بھی موجود نہیں تھا۔

بی جان میں پراٹھا نہیں کھاتی نہ اس لیے بس،
مشعل منمناتے بولی، اور ساتھ اک نظر علیزے کو دیکھا جو اسکے ساتھ ہی آغا جان کے پاس بیٹھی تھی۔

پراٹھا نہیں کھاتی، تو وہ مویا سوکھی بریڈ کھاتی ہو۔ اک تو آج کل کی لڑکیوں کی مجھے سمجھ نہیں آتی۔ نہ جان ہوتی ہے نہ زور۔ پھر بھی کھانا وہ مویا بریڈ ہی ہے۔ جس میں خود جان نہیں لگ رہی ہوتی۔
تم نے اسکی طرف دیکھا ہے کبھی، کیسے وہ ماشاءاللہ گھبرو جوان ہے۔ اور تم اس کے پہلو میں کاکی لگتی ہو۔

ارے تم بھی یہ مویا سوکھی روٹی کھا رہی ہو۔۔

مشعل کو عیس کا حوالہ دیتے بی جان نے علیزے کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا۔ جو اپنی مسکراہٹ دباتے مشعل کی پتلی حالت انجوائے کر رہی تھی۔ لیکن بی جان کے اپنی جانب متوجہ ہونے پر وہ پل میں سیریس ہوئی تھی۔

منیزے نے جلدی سے اپنا بریڈ اٹھا کر دلاور خان کی پلیٹ میں منتقل کیا تھا۔ کیونکہ وہ سمجھ گئی تھی کہ اگلی اسکی باری ہے۔

منیزے کے اپنے لیے حفاظتی قدم اٹھانے پر دلاور خان نے امپریس ہونے والے انداز پر اسے دیکھا تھا۔

ایڈجسٹ کر لیں ہینڈسم بابا سائیں، ورنہ میری بھی خیر نہیں۔۔

دلاور خان کے خود کو دیکھنے پر منیزے نے سرگوشی میں درخواست کی۔
جس پر دلاور خان آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے بچانے کے لیے ہامی بھر گئے۔پہلے ہی دن منیزے کے ساتھ دلاور خان کے اتنے نرم رویے پر باقی سب حیران تھے۔کیونکہ دلاور خان کی غصیلی طبیعت کی وجہ سے وہ سب ہی ان سے ڈرتے تھے۔لیکن منیزے کے ساتھ اتنا نرم رویہ حیران کن تھا۔

دلاور خان یہ جسے تم نے اپنے پاس بٹھایا ہے یہ کیا کھا رہی ہے۔
بی جان نے تفتیشی انداز میں دلاور خان کو مخاطب کرتے استفسار کیا تھا۔کیونکہ وہ کافی فاصلے پر بیٹھے تھے۔اس لیے بی جان منیزے کو نہیں دیکھ پا رہیں تھیں۔

بی جان یہ پراٹھا کھا رہی ہے۔۔

آملیٹ کا پیس کھاتے دلاور خان نے جھوٹ میں جواب دیا تھا۔

لیکن بی جان مطمئن نہیں ہوئیں تھیں۔اس لیے منیزے کو غور سے دیکھنے لگیں۔ جس پر منیزے نے مسکراتے ہوئے ٹیبل پر پراٹھا ڈھونڈنا چاہا تھا۔

منیزے کی متلاشی کوشش کو دیکھتے دانیال خان نے اسے پراٹھا دیا۔
شکریہ بھائی۔۔

منیزے نے اپنی مشکل حل ہوتے دیکھ کر تشکر بھری سانس خارج کی تھی۔

بھائی نہیں لالہ بولو گڑیا، ویسے حفاظتی قدم اچھا تھا۔۔

دانیال خان کا اشارہ تھوڑی دیر پہلے کی کاروائی کی جانب تھا۔ جس پر منیزے نے سرخ چہرے کے ساتھ مسکراہٹ ضبط کرتے علیزے اور مشعل کی بیچاری شکلوں کو دیکھا۔ جو دیسی گھی میں بنے پراٹھوں کو برے برے منہ کے ڈیزائن بناتے دیکھ رہیں تھیں۔

انکو آنکھوں سے نہیں منہ سے نگلنا ہے، چلو شروع ہو جاؤ۔۔اور بنا پراٹھا ختم کیے کوئی یہاں سے نہیں اٹھے گا۔

بی جان نے حکمیہ انداز میں دونوں کو دیکھا تھا۔ جو پراٹھوں کو ایسے دیکھ رہیں تھیں۔ جیسے کوئی عجوبہ ہو۔

منیزے نے ان دونوں کو شرارتی نظروں سے دیکھتے دلاور خان کی پلیٹ سے بریڈ اٹھا کر کھانا شروع کیا تھا۔ جبکہ اپنے پراٹھے کی بائٹ توڑتے ہوئے

دوسرے پراٹھوں کے نیچے چھپائے جارہی تھی۔تاکہ بی جان کو لگے کہ وہ سچ میں پراٹھا کھارہی ہے۔

منیزے کی چالاکی پر دانیال خان اور دراب خان نے اک دوسرے کو دیکھا تھا۔

علیزے نے التجائیہ نظروں سے آغا جان کو دیکھا تھا۔آغا جان نے علیزے کی نظروں کو دیکھتے چپکے سے اسے خود بریڈ توڑ توڑ کر دینے لگے تھے۔جبکہ اسکی پلیٹ میں پراٹھا وہ خود کھارہے تھے۔

لیکن اس سب میں اگر کوئی بری طرح پھنسا تھا تو وہ مشعل تھی۔

مشعل کی روتی شکل کو دیکھ کر دانیال خان اور دراب خان نے مشکل سے اپنا قہقہہ ضبط کیا تھا۔لگتا ہے آج آنکھوں کا ناشتہ ہے۔ہر کوئی کسی نہ کسی جانب دیکھ ہی رہا ہے۔۔

بہت مزہ آنے والا ہے چھوٹے۔۔۔

دانیال خان نے دراب خان کو سرگوشی کرتے بتایا تھا۔

جی لالہ آنے والے دن انٹرٹینمنٹ سے بھرپور ہونے والے ہیں۔دراب خان نے بھی حامی بھری تھی۔

اسی نوک جھونک میں آج کا ناشتہ ختم ہوا تھا۔جہاں منیزے اور علیزے کی تو بچت ہو گئی تھی۔۔جبکہ مشعل رونے والا منہ بنا کر بیٹھی تھی۔

سنی اس وقت کہاں ہے۔۔

براؤن رنگ کی عام سی شلوار قمیض میں، نیلی آنکھوں کو لینز سے چھپاتے وہ کہیں سے بھی سلطان احمد خان نہیں لگ رہا تھا۔ براؤن بال اس وقت کالے نظر آرہے تھے۔

جنگلی گاؤں میں۔۔

عیس نے اپنی قمیض کے بازو فولڈ کرتے عام سے انداز میں جواب دیا۔

چونکہ وہ گاؤں جنگل کے پاس تھا۔اسی لیے وہ جنگلی گاؤں کے نام سے ہی جانا جاتا تھا۔

سالے جنگی وہ ادھر کیسے پہنچ گیا۔

ضرار نے تپتے ہوئے اپنے سامنے گندے سے انسان کو دیکھا تھا۔

جو نیلی شلوار قمیض میں اپنے لمبے بکھرے بالوں میں کوئی ان پڑھ ہی لگ رہا تھا۔اور وہ کوئی اور نہیں بلکہ عیس علی ہمدانی تھا۔

ظاہر ہے چل کر پہنچا ہے اور کیسے پہنچے گا۔اور مجھے ہر وقت نہ گھورا کرو پہلے ہی نظر لگ گئی ہے۔

عیس نروٹھے پن سے ضرار کی نظروں کو نظر انداز کرتے بولا۔جو انہی کی طرح گرین شلوار قمیض میں اپنے حلیے سے یکسر مختلف لگ رہا تھا۔

سالے چھوڑ دے اب تو انکو دیکھنا اور سیدھا جواب دے ہمیں۔اس دفعہ کون سی کتی گیم چلائی ہے تو نے پھر۔۔۔

سلطان نے اسے اپنی جانب موڑتے غصے سے دیکھا تھا۔جو پچھلے کتنے گھنٹوں سے اپنے بالوں کو دیکھتا نہیں تھک رہا تھا۔

میں اب کی بار کچھ نہیں بتانے والا، پہلے ہی بہت نقصان کر دیا ہے تم لوگوں نے میرا۔۔

عیس ناراضگی جتاتے بولا، تو سلطان نے اسکی پونی کھینچنے کی خواہش کو شدت سے دل میں دبایا تھا۔ لیکن افسوس وہ اس وقت اپنی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا تھا۔۔ کیونکہ اسکی پونی کو ان دونوں نے بڑی مشکل سے چھپایا تھا۔

وہ اسکی ناراضگی کو اچھے سے سمجھ رہے تھے۔۔

حلیہ بدلتے وقت جہاں سلطان اور ضرار نے اپنے بالوں کو نقلی بالوں سے چھپایا تھا۔ وہیں عیس کے بال بھی کور کیے تھے۔

لیکن وہ اپنے اصلی بالوں کو لے کر اتنا بضد تھا۔ کہ مشکل سے سلطان اور ضرار اپنا کام کر پائے تھے۔

اور تب سے وہ ان دونوں پر اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کا کوئی موقع نہیں جانے دے رہا تھا۔ اور عیس کی ناراضگی کو ان دونوں نے کیا ہی سیریس لینا تھا۔ لیکن اب سنی کی موجود لوکیشن دیکھتے سلطان اور ضرار دونوں چونکے تھے۔

کل رات سنی سے رابطے کے بعد سلطان اسے یقین دلا چکا تھا۔۔ کہ وہ ائرہ کو بحفاظت حویلی پہنچا کر ہی اپنا کام شروع کریں گئے۔۔ تب تک وہ ایرہ کے ساتھ وہیں رہے۔

لیکن نجانے کس نے وہاں کے لوگوں کو جنگل میں کسی موجودگی کا بتا دیا تھا۔ کہ وہ لوگ جنگل کی تلاشی لینے پہنچ چکے تھے۔

ان چاروں میں سلطان ان تینوں کو لیڈ کرتا تھا۔ اپنے کام میں وہ چاروں ہی ماہر تھے۔ لیکن ضرورت پڑنے پر سلطان یا ضرار انہیں لیڈ کر لیا کرتے تھے۔ کیونکہ سنی اور عیس کو سیریس کرنا انتہائی مشکل ترین کام ہوتا تھا۔ اور جب تک وہ سیریس نہیں ہوتے تھے انکا کام انجام تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔

اب بھی وہ چاروں پلین کے مطابق چل رہے تھے۔ لیکن عیس اپنا کمینا پن دیکھانا نہیں بھولا تھا۔

تو بتا رہا ہے کہ کریں اس دن کی طرح پھر دھلائی، سالے کس دن تو سنجیدہ ہو گا۔ وہاں وہ اکیلا نہیں ہے ایرہ گڑیا بھی اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ کہیں پکنک میں نہیں خطرے میں ہیں دونوں۔

سلطان نے غم وغصّے کی کیفیت سے دوچار ہوتے عیس کو شرم دلانا چاہی تھی۔ جس پر رتی برابر بھی اثر نہیں دیکھائی دے رہا تھا۔

تم لوگوں کو وہاں ائرہ کے ہونے سے مسئلہ ہے یا خطرہ ہونے پر۔۔
عیس نے مطمئن انداز میں دونوں کو دیکھا۔ جو آنکھوں سے ہی اسے نگلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

کیا مطلب ہے تیری اس بکواس کا۔۔۔
ضرار بھڑکا تھا۔۔

مطلب یہ کہ کیا تم لوگوں کو سنی کی قابلیت پر شک ہے کہ وہ ائرہ کی حفاظت نہیں کر پائے گا۔

عیس نے انہیں الجھاتے ہوئے پوچھا۔

جس پر دونوں نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ کہ اتنا تو وہ جانتے ہی تھے کہ سنی سے بھر کر ایرہ کی حفاظت کوئی نہیں کر سکتا۔

تو پھر پریشانی کس بات کی ہے۔ادھر آؤ مزید سمجھاتا ہوں۔۔
عیس نے زمین پر اپنے پاس جگہ بناتے ان دونوں کو اپنے پاس بلایا۔
اور پھر انہیں اپنے پلین کے بارے آگاہ کرنے لگا تھا۔

جس کو سننے کے بعد ضرار اور سلطان نے اک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرتے عیس کو پیٹنا شروع کر دیا تھا۔
کمینوں کیا موت پڑ گئی ہے اب، چھپاتا ہوں تو مارتے ہو اب بتا دیا ہے تب بھی حیوانگی دیکھا رہے ہو۔

خودان دونوں کی گرفت سے با مشعل چھڑاتے وہ پھولی سانس سے کھڑا ہوا تھا۔

یہ تیرا انعام تھا پہلے نہ بتانے پر اور اچھا سوچنے پر۔۔

اپنے کپڑوں کو جھاڑتے وہ دونوں کھڑے ہوئے اور اک نظر عیس کی جانب دیکھتے ہی انکا چھت پھاڑ قہقہ نکلا تھا۔

جہاں وہ انتہائی فنی حالت میں کھڑا ان دونوں کو ہی گھور رہا تھا۔ سر کی ویگ نکل کر آدھے سر پر آگئی تھی۔

سوری۔۔

سلطان نے آگے بڑھ کر عیس کے بال ٹھیک کرنے چاہے تھے۔ کہ وہ خونخوار تیوروں سے ان دونوں کی جانب بڑھا جہاں وہ دونوں تیز گام کی طرح بھاگ نکلے تھے۔

یہ سب کیسے کھانا ہے، کیا بیگ میں کوئی سینڈوچ نہیں ہے۔
ائرہ نے کھانے کی طرف دیکھتے معصومیت سے پوچھا۔

سنان مصطفیٰ کاظمی اور آئرہ داؤد اس وقت زمین پر بچھی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور انکے سامنے دیسی گھی میں بنے پراٹھے، لسی اور گوشت کا سالن

برتنوں میں پڑا تھا۔ پورا دن وہ گاؤں کے لوگوں کی عجیب و غریب نظروں کا شکار رہے تھے۔

ان نظروں کا اثر سنان مصطفیٰ پر تو نہیں ہوا تھا۔ لیکن ائرہ داؤد سنی کے پیچھے چھپتی رہی تھی۔

یہ منہ سے کھانا ہے۔

سنی نے کھانا شروع کرتے جواب دیا۔

میں اتنے گھی میں بنا کھانا نہیں کھاتی سنی

دیسی گھی میں ڈوبے پراٹھوں کو دیکھ کر وہ منہ بنا گئی۔

جبکہ ائرہ کے پیار بھرے انداز میں پکارنے پر سنان کے دل کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں تھیں۔ لیکن ابھی وہ اسکے نخرے نہیں اٹھا سکتا تھا۔

کوئی بات نہیں نہ کھاؤ۔ سامنے والے ریسٹورنٹ سے پیزا آرڈر کیا ہے وہ کھا لینا۔

لسی کا گھونٹ بھرتے سنی نے عام سے لہجے میں کہا۔ تو ائرہ سچ مچ میں سامنے دیکھنے لگی۔ جیسے سچ میں جنگل میں کسی نے ریسٹورنٹ بنایا ہو۔ اور وہاں سے پیزا آنے والا ہے۔۔

لیکن سامنے دیکھنے پر ائرہ کو ریسٹورنٹ تو نہیں ہاں راگا ضرور بیٹھا نظر آیا تھا۔ جو عجیب نظروں سے ائرہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔

ڈر کے مارے ائرہ سنی کے قریب ہو گئی۔ جبکہ کھانا کھاتے سنی اسکی اک اک حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔ ایرہ کے قریب ہونے پر وہ زیر لب مسکرا دیا۔

کیا ہوا۔۔

سنی نے عام سے لہجے میں پوچھا

کچھ نہیں مچھر اریٹیٹ کر رہا ہے۔

سنی کو اکیلے کھانا کھاتے دیکھ کر وہ منہ بناتے بولی۔

عجیب بات ہے۔ تم لڑکیوں کو مچھر اریٹیٹ بھی کرتا ہے۔ ہم مردوں کا تو بس خون چوستا ہے۔

سنی مزاق اڑانے والے انداز میں ہستے ہوئے بولا۔ توائرہ رونے والا منہ بنا گئی۔۔

اک تو وہ کھانا بھی اکیلے کھائے جا رہا تھا۔ اور دوسرا اسکا مزاق بھی اڑا رہا تھا۔

ائرہ کے رونے والے منہ کو دیکھ کر سنی ٹھنڈی آہ بھر گیا۔

سالن سے چکن نکال کر اس نے چھوٹے چھوٹے پیس کیے۔اور پھر چھوٹا سا نوالہ بنا کر ائرہ کے منہ کے آگے کیا۔

سالن کے گھی کا تو جگاڑ ہو گیا۔ لیکن روٹی میں سے گھی نہیں نچوڑ سکتا۔اس لیے دل پر پتھر رکھ کر کھانا کھالو۔

ویسے بھی دیسی گھی کھاؤ گی تو فائدے میں رہو گی۔ کل کو مجھے آسانی سے برداشت کر سکو گی میری بلورانی۔۔

ائرہ کو نوالہ دیتے وہ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔

جبکہ ائرہ اسکی بے شرمی پر لال ہوتے اسکی انگلیوں پر دانت گاڑ گئی۔ لیکن سنی مسکراتے اپنی انگلیوں کو چوم گیا۔۔ جس پر ائرہ مزید سرخ پڑتے رخ ہی موڑ گئی۔

تو وہ ہستے ہوئے اسے آہستہ آہستہ کھانا کھلانے لگا۔

علی تجھے سچ میں لگتا ہے کیا۔ کہ انکی شادی نہیں ہوئی۔

راگا جو دور سے ائرہ اور سنی کو نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ اپنے ساتھ بیٹھے ساتھی سے استفسار کرنے لگا۔ جو منہ کو پان کھانے کی وجہ سے رنگے ہوئے تھا۔

ارے ہاں نہ راگا، تیرے کو کتنی دفعہ بتانا پڑے گا رے۔ میرے کو تو ایسا ہی لگتا ہے کہ اس چھوکری اور چھوکرے کا ویاہ نہیں ہوا رے۔ دیکھ نہ کیسے چھوکری چھوئی موئی بنی رے۔

اور ادھر ہماری لوگائیوں (بیویوں) کو دیکھ کیسے سارا دن ہمارے کو کاٹنے آتیں۔ اور دیکھتی تو ایسے ہیں رے۔ جیسے بھینس ٹکر مارنے کے لیے نشانہ لے رہی ہو۔

منہ سے پان کو تھوکتے علی تفصیل سے بولا۔ تو راگا اسکی بات سے متفق نظر آنے لگا۔

پر علی تیری تو شادی ہی نہیں ہوئی۔ پھر تجھے اتنا سب کیسے پتہ ہے۔

راگا نے اپنے دماغ میں آیا سوال پوچھا۔ کچھ دن پہلے ہی علی اسکا دوست بنا تھا۔ جب وہ ڈرگز سپلائے کرنے کے لیے شہر گیا تھا۔ اور وہاں رستے میں ڈھابے پر اسکا ٹکراؤ علی سے ہوا۔۔ جو اسی طرح کئی غیر قانونی کاموں میں ملوث تھا۔ اسی طرح وہ دنوں چند دنوں میں ہی گہرے دوست بن گئے تھے۔

اب علی اپنے کسی کام کی وجہ سے ادھر آیا ہوا تھا۔ تو راگا اسے اپنے ساتھ گاؤں لے آیا۔ اور ائرہ کو لے کر اپنی پسند یدگی بھی علی کے سامنے ظاہر کر دی تھی۔ جس پر علی اسے صاف طور پر کہہ چکا تھا۔ کہ وہ دونوں شادی شدہ نہیں ہیں۔ اور اس بات پر راگا کے دل میں ائرہ کو حاصل کرنے کی امید جاگی تھی۔ وہ سنہری آنکھوں والی لڑکی پہلی نظر میں ہی اسکے دل میں گھر کر گئی تھی۔

راگا کو سوچوں میں گم دیکھ کر علی وہاں سے اٹھتے سنی کی جانب مسکراہٹ اچھالتے انکے قریب سے گزرا۔

پرانی سی براؤن شلوار قمیض میں لمبے بالوں والے مرد کو قریب سے گزرتے دیکھ کر سنی ٹھٹکا تھا۔ لیکن لمحے کے گیارویں حصے میں سب کچھ سمجھتے اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

زیادہ پسند آگیا ہے۔ جسے دیکھی جا رہے ہو۔

سنی کو عجیب سے حلیے والے مرد کو دیکھتے آئرہ منہ بناتے بولی۔ کیونکہ پان کھانے کی وجہ سے علی کا منہ سارا لال ہوا پڑا تھا۔ جسے دیکھ کر کسی کا بھی دل خراب ہو سکتا تھا۔

علی وہاں سے گزرتے گاؤں سے تھوڑی باہر کی جانب چلا آیا۔ وہ اپنا کام کر چکا تھا۔ اب صرف نتیجے کا انتظار کرنا تھا۔

سالوں کوئی اچھا ہی گیٹ اپ دے دیتے۔ یہ سسر اساری پر سنیلٹی خراب کرنے پر تلا ہے۔

منہ سے پان کو باہر پھینکتے، اس نے جیب سے پانی کی بوتل نکالتے جلدی سے کلی کی۔

موبائل میں اپنے منہ کو لال دیکھ کر وہ دانت کچکچا اٹھا۔اس منہ سے وہ اپنی پدی کو کس کرنے جاتا۔تو یقیناً پہلی فرصت میں وہ اسے کک آؤٹ کر دیتی۔

سالے خود صرف پینڈو بنے ہیں۔مجھے پینڈو ان پڑھ، جاہل اور گنوار پتہ نہیں کیا کیا بنا دیا ہے۔

اپنے سر سے لٹکے لمبے گندے بالوں کو چھوتے اسکا دل خراب ہوا۔بے شک بال نقلی تھے۔لیکن عیس کا دل انتہائی خراب کر چکے تھے۔اور رہی کسر منہ میں پان کا ذائقہ پوری کر رہا تھا۔

جبکہ دوسری طرف سلطان اور ضرار عیس کی دہائیاں سنتے قہقہے لگا رہے تھے۔عیس کی قمیض پر لگی ڈیوائس کی مدد سے وہ اسے سن پا رہے تھے۔

یہاں آنے سے پہلے وہ مشن کی مکمل تیاری کر کے آئے تھے۔ لیکن ائرہ کے یہاں پھنسنے پر انہیں پلین کو بدلنا پڑا تھا۔

اب کل تک ہر حال میں مشن مکمل کر کے انہیں یہاں سے بحفاظت نکلنا تھا۔

شام کا وقت تھا۔ جب ائرہ گاؤں کی عورتوں میں گھری ہوئی بیٹھی تھی۔

چھوٹے سردار کی جانب ملنے والے پیغام کی وجہ سے سنی کو اٹھ کر جانا پڑا تھا۔ ورنہ ائرہ اک انجانی جگہ پر کہاں اکیلے بیٹھنے والی تھی۔

گاؤں کی عورتیں ائرہ کو دیکھتی، منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے اک دوسرے سے نجانے کیا باتیں کر رہیں تھیں۔انکی باتیں آئرہ کے پلے نہیں پڑ رہیں تھیں۔

باجی کیا وہ تیرا شوہر نہیں ہے۔

عورتوں کے ہجوم سے اک لڑکی نے آئرہ سے پوچھا۔جو کہ ائرہ کی ہی ہم عمر لگ رہی تھی۔

اے سسی اسے کاہے کو پوچھ رہی ہے تو، وہ راگا سب کو بتا تو رہا تھا۔کہ ان دونوں کا بیاہ نہیں ہوا۔یہ ایسے ہی اک ساتھ رہ ہیں۔ہائے ہائے اتنی بے شرمی ہم نے تو نہ دیکھی کہیں۔

اک درمیانہ عمر عورت ائرہ کو حقارت سے دیکھتی ہوئی اونچی آواز میں بولی۔

جبکہ ائرہ تو آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھنے لگی تھی۔ آنکھوں میں بے یقینی سی تھی۔ اور ان تمام عورتوں کی نظروں میں اپنے لیے حقارت دیکھتے ائرہ کو لگ رہا تھا۔ جیسے کسی نے اسکے جسم پر تیزاب پھینک دیا ہو۔

آنکھوں سے یک دم آنسو نکلنا شروع ہوئے۔ کپکپاتے ہونٹ کچھ بھی بولنے سے انکاری تھے۔ تو کیا اس لیے سنی کو سردار نے بلایا تھا۔ اچانک سے اسے اپنے ارد گرد دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔
ابھی وہ خاموشی سے روتے سنی کا سوچ ہی رہی تھی۔ کہ سامنے سے سرد تاثرات لیے سنی آتا ہوا دیکھائی دیا تھا۔

سنی کو آتے دیکھ کر ائرہ عورتوں سے نکلتے ہوئے اسکی جانب بھاگی۔

یہ سب کیا کہہ رہے سنی
نم گولڈن سرخ آنکھیں اٹھاتے استفسار کیا گیا۔

ائرہ کی حالت دیکھتے سنی کو محسوس ہوا تھا۔ جیسے کسی نے اسکا دل مٹھی میں جکڑ لیا ہوا۔ وہ کل سے اسے روتے دیکھ رہا تھا۔

جبکہ ائرہ کو سنی کے قریب جاتے دیکھ کر عورتیں پھر بڑبڑانا شروع کر چکیں تھیں۔ اور انکی باتیں سنتے ائرہ نے بے یقینی سے سنی کو دیکھا۔ جو اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دے رہا تھا۔

ائرہ پینک نہیں کرو یار ا، ورنہ سب کا شک یقین میں بدل جائے گا۔ کہ ہم دونوں میاں بیوی نہیں ہیں۔
ائرہ کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے سنی نے اسے سمجھانا چاہا۔

توسنان صاحب کیا خیال ہیں آپکے

خود کی جیت دیکھ کر راگا سرشاری سے اسے پوچھ رہا تھا۔ جبکہ اسکے پیچھے گاؤں کے باقی مرد بھی سنی کے پیچھے آئے تھے۔

سب گاؤں کے مرد و عورتوں کی نگاہوں کا مرکز وہ دنوں بنے ہوئے تھے۔

ائرہ کے وجود پر راگا کی گندی نظریں دیکھتے سنی نے ڈوپٹے سے اسکے چہرے کو ڈھکتے اپنے پیچھے چھپایا۔اور سنی نے اس عمل۔ہر چھوٹے سردار کے چہرے پر پھر مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

جبکہ راگا کے بائیں جانب علی کو دیکھتے سنی نے گندا سا منہ بنایا تھا۔ لیکن علی کسی بے نیاز ہیروئن کی طرح اپنے ناخن دیکھنے میں مصروف تھا۔ جیسے وہ سنو جانتا ہی نہ ہو۔

دیکھے سنان صاحب، آپ ہمارے مہمان ہیں۔اور ہم مہمان کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے۔ لیکن جو چیز شک کے دائرے میں آرہی ہے۔وہ اخلاقیات کے خلاف ہے۔اور ہم ایسی گستاخی برداشت نہیں کرتے۔اگر آپ میاں بیوی ہیں۔تو دوبارہ نکاح کرنے میں کیسی سوچ وبچار۔

چھوٹے سردار نے سنی کے قریب آتے پھر اپنی بات دہرائی۔

جبکہ سنی آنکھیں بند کرتے خود پر ضبط کے پہرے بیٹھانے لگا۔وہ کچھ ہی دیر میں ان سب کی عقل ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ لیکن خود کے پیچھے چھپے وجود کی حفاظت اولین ضرورت تھی۔

نقاب میں چھپے ایرہ یہ سب سنتے اپنا سانس تک روک گئی۔ تو کیا اس لیے انہوں نے سنی کو بلایا تھا۔

کیا آپ سب کو نہیں لگتا کہ آپ سب اک غیر ضروری موضوع پر اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

سنی نے ہاتھ باندھتے سنجیدگی سے سب کو دیکھا۔

دیکھو شہری بابو، تم ہمیں باتوں میں نہیں لگاو۔ اگر سچے ہو تو ثابت کرو۔ ورنہ میں تو اس لڑکی سے نکاح کرنے کو راضی ہی ہوں۔

راگا نے سنی کے پیچھے چھپی ایرہ کو نظروں میں بساتے پر جوش لہجے میں سنی کو پھر بھڑکایا۔ کیونکہ علی اسے یقین دلا چکا تھا۔ کہ وہ کسی صورت نکاح نہیں کرے گا۔ اور اسی وجہ سے راگا اچھل رہا تھا۔

ہاں نہ چھوٹے سردار، راگا بلکل ٹھیک بول رہا ہے۔ بولیں اس شہری بابو سے کہ اگر سچ میں وہ اس چھوکری کا بندہ ہے۔ تو دوبارہ نکاح کر لے۔ کاہے کو اتنی ٹال مٹول کر رہا ہے یہ چھوکرا۔۔

بھڑکی ہوئی آگ میں علی نے بھی اپنے حصے کی تیلی لگانا ضروری سمجھا تھا۔ اور اس تیلی پر سنی نے اسے گھور کر دیکھا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ سیریسلی۔۔

مجھے لگتا ہے۔ اس لڑکی کو مجھے ہی سہارا دینا پڑے گا۔ کیونکہ یہ صاحب تو خاموش کھڑے ہیں۔

راگا نے سردار کو دیکھتے کندھے اچکاتے کہا۔ کسی مظلوم لڑکی کو سہارے دیتے وہ سب کی نظر میں ہیرو بننے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

ہم نکاح کرنے کے لیے تیار ہیں۔

کانپتی آواز میں کہا گیا۔ تو سنی بے یقینی سے مڑتے اپنے پیچھے چھپے وجود کو دیکھنے لگا۔۔

پلیز

سسکتے ہوئے وہ پھر بولی۔ اس نے زندگی میں کبھی ایسی صورتحال کا سامنا نہیں کیا تھا۔ جیسی اب پیش آئی تھی۔ سب لوگوں کو حاوی ہوتے دیکھ وہ ڈرتے اپنا فیصلہ سنا گئی۔

ائرہ ہوش کے ناخن لو۔ میں اگر انہیں کوئی جواب نہیں دے رہا تو اس کے پیچھے بھی کوئی وجہ ہے۔

سنی نے ضبط سے چباتے ہوئے الفاظ ادا کیے تھے۔

چلیں سردار صاحب نکاح کی تیاری کریں۔

ایرہ کے اقرار کے بعد علی نے جلدی سے وہاں سے سب کو ہٹانا چاہا۔
جبکہ ائرہ کا اقرار گاؤں والوں کے چہرے پر خوشی بکھیر گیا تھا۔ سردار نے
سب کو نکاح کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اور خود اپنے بڑے بھائی کی جانب
چل دیے۔ جو کہ اصل میں اس گاؤں کے سردار تھے۔ اور بڑے سردار
کے نام سے مشہور تھے۔ لیکن آج کل وہ بیمار ہونے کی وجہ سے اپنے
کمرے میں کی رہتے تھے۔ اسی لیے گاؤں کی ساری زمہ داری چھوٹے
سردار نے اٹھائی ہوئی تھی۔

سب کو خوشی سے چیختے دیکھ کر سنی کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ اپنے بال
نوچ لیں۔ اور اصل غصہ تو اسے اپنی گندی فساد کی جڑ پر آ رہا تھا۔ جو مڑتے
ہوئے سنی کی جانب فلائنگ کس اچھال کر گیا تھا۔

عورتیں ایرہ کو تیار کرنے کے لیے لے کر جا چکیں تھیں۔ پیچھے وہ اکیلا سر پکڑ کر رہ گیا۔

ہاتھ میں پہنی واچ کی مدد سے وہ مسلسل سلطان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاکہ انہیں اس اچانک صورت حال سے آگاہ کر سکے۔ اور اپنی گندی جوٹھ جاکار نامہ بھی بتا سکے۔

شام ڈھلتے ہی ائرہ داؤد اور سنان مصطفیٰ کاظمی کا نکاح پڑھا دیا گیا تھا۔

جبکہ راگا کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ آنکھوں میں محبت کی ناکامی بسائے علی کو طیش بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
کیونکہ علی اسے یہ ہی یقین دلاتا رہا تھا۔ کہ ان دونوں کا نکاح نہیں ہو گا۔

راگا کی حالت دیکھتے سنی کے دل میں ٹھنڈی پھواڑ پڑی تھی۔

جبکہ اس سب سے بر عکس علی آنکھیں بند کیے، چہرے پر معصومیت سجائے اپنے لال منہ کے ساتھ خشوع و خضوع سے اپنے یار کے نکاح کی دعا مانگ رہا تھا۔

علی کی معصومیت اور راگا کی حالت دیکھتے سنی نے سرخ چہرے کے ساتھ اپنا قہقہہ ضبط کیا تھا۔ کیونکہ راگا، علی کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا

تھا۔ جبکہ علی اس کی نظروں سے بے خبر پتہ نہیں کون کون سی دعائیں مانگنے میں لگا تھا۔

ائرہ عورتوں والی سائیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسکا نکاح وہیں ہوا تھا۔
اسی لئے سنی اسکی حالت کے بارے کچھ نہیں جانتا تھا۔ کہ نکاح کے وقت نجانے اسکا کیا حال ہوا ہو۔

بے اختیار جنگل میں ائرہ کے کہے گئے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تھے۔
"پکا یہاں سے جاتے ہی نکاح کر لوں گی"

نجانے کونسی قبولیت کی گھڑی تھی۔ کہ وہ جنگل سے نکلتے ہی اسکے نکاح میں آگئی تھی۔

انہی سوچوں میں سب اٹھ کر سنی کو مبارک باد دینے لگے تھے۔
علی کے گلے لگنے پر نامحسوس انداز میں سنی اسکی کمر پر زور سے چٹکی کاٹ گیا۔

"سالے اب نکاح کے بعد گھوگھٹ اٹھانے نہ چلی جائی"
عیس اپنی کمر مسلتے اسکے کان میں سرگوشی کرتے دور ہوا۔ تو سنی سرخ چہرے سمیت اسے گھورنے لگا۔ جبکہ راگا تو کب کا جا چکا تھا۔

روایتی شیشوں سے آراستہ سرخ جوڑے میں گھوگھٹ اوڑھے وہ بیٹھی تھی۔

چہرہ گم سم تھا۔ جبکہ پاس بیٹھیں عورتیں اسے نجانے کن کن لفظوں سے چھیڑنے میں مصروف تھی۔ لیکن ائرہ کو کوئی خبر نہیں تھی۔

چلو سب دلہن کو اسکے کمرے میں چھوڑ کر آؤ۔ اسکا بندہ آنے والا ہو گا۔ اک عورت ائرہ کو مسلسل چپ دیکھ کر بولی۔ تو سب ائرہ کو سہارا دیے کمرے میں بٹھا آئی۔

ابھی ائرہ کو کمرے میں بیٹھے کچھ ہی پل گزرے تھے۔ کہ اک لڑکی ہاتھ میں گلاس اٹھائے اسکے کمرے میں داخل ہوئی۔

اے چھوڑی یہ پی لے، تیرے بندے نے خاص کر بولا ہے۔
آنے والی نے ایرہ کا گھونگھٹ اٹھاتے اسے دیکھا۔ تو ایرہ چونک گئی۔ آئرہ کی خوبصورتی دیکھتے اسے یقین ہوا تھا۔ کہ کیونکر راگا اس پر فدا ہوا تھا۔

اگر وہ ایسے اسکا گھونگھٹ اٹھا کر اسے تاکید کر رہی تھی۔ تو ضرور سنی نے کسی وجہ سے کہا ہو گا۔ یہ ہی سوچتے ایرہ ہاں میں سر ہلاتے گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا گئی۔

ائرہ کو دودھ پیتے دیکھ کر وہ فتح مندی سے مسکرائی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ کام اتنا آسان ہو گا۔

ائرہ نے گلاس خالی کر کے اسے تھمایا۔ تو وہ مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ پیچھے ایرہ پھر اداس چہرہ لیے بیٹھی رہی۔ اب چہرے پر گھونگھٹ نہیں تھا۔

لیکن ابھی چند پل ہی گزرے تھے۔ کہ ایرہ کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

سلطان کی جانب سے ملنے والی ہدایات کو دیکھتے سنی تیزی سے ایرہ کی تلاش میں عورتوں والی سائیڈ پر آیا تھا۔

رات کے گیارہ بجے کا وقت ہو چکا تھا۔
اس وقت گاؤں والے میٹھی نیند سو رہے تھے۔۔
لیکن تین چار افراد اپنے اپنے مقاصد کی وجہ سے جاگ رہے تھے۔

سنی کو پہلے ہی پیغام مل چکا تھا۔ کہ ایرہ کمرے میں اسکا انتظار کر رہی ہے۔
جسے سنتے سنی کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں تھیں۔

انہی سوچوں میں وہ کمرے کا دروازا کھول کر اندر داخل ہوا۔

گاؤں میں یہ کمرے مٹی کی مدد سے بنائے گئے تھے۔اور گاؤں کی عورتوں نے کمروں میں مختلف رنگوں کی مدد سے نقش و نگاری کی تھی۔

کمرے کو اک نظر دیکھتے سنی نے اپنی دلہن کی تلاش میں نظریں دہرائی۔تو ایرہ اسے چارپائی پر جھومتے ہوئے نظر آئی۔
سنی الجھن سے چارپائی کے قریب گیا۔تو ایرہ کو دیکھ کر ٹھٹکا۔
وہ شیشوں سے آراستہ سوٹ میں اپنی سفید دہمکتی رنگت میں سنان مصطفیٰ کے دل کی دنیا ہلا گئی۔چارپائی پر سر گرائے وہ بکھرے بالوں سے لیٹی ہوئی تھی۔بال بکھرنے کی وجہ سے گردن صاف نظر آرہی تھی۔

ایرہ کو اس طرح لیٹے دیکھ کر سنی کو محسوس ہوا تھا۔
کہ کہیں تو کچھ خراب ہے۔سنی نے ہاتھ بڑھاتے ایرہ کو سیدھا کیا۔
تو وہ اپنی گولڈن آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

تم آ گئے۔اپنی دلہن کے پاس اتنی لیٹ آتے ہیں کیا۔

گولڈن آنکھیں ٹم ٹماتے شکوہ کیا گیا۔

تو سنی کو مزید حیرت ہوئی۔ کونسا انکی شادی ہال میں سارے شہر کے سامنے شادی ہوئی تھی۔ جو وہ ایسے شکوہ کر رہی تھی۔ وہ تو سوچ رہا تھا۔ کہ شائد وہ اسے روتی ہوئی ملے پر یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا۔ وہ تو بچوں کے سے انداز میں روٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

تم ٹھیک ہو نہ ائرہ۔۔

سنی نے اسکے گولڈن بال سمیٹتے فکر مندی سے پوچھا۔ نجانے اسکا دل کیوں کہہ رہا تھا۔ کہ کچھ گڑ بڑ ضرور ہے۔

تم بہت خراب ہو، مجھے اتنا انتظار کروایا۔

وہ اٹھتے ہوئے اسکی گود میں بیٹھ کر مزید شکوہ کناں ہوئی۔ تو سنی اسکی بے باک پیش قدمی پر اپنی سانس روک گیا۔

جاناں تمہیں کیا ہوا ہے۔

سنی نے اسکا چہرہ اٹھاتے اپنے سامنے کیا۔ کیونکہ وہ اسکی گود میں بیٹھتے ہی اپنا چہرہ اسکے کندھے سے ٹکا گئی تھی۔ جیسے بہت نیند میں ہو۔

مجھے پیار ہوا ہے۔

دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ وہ چہرہ اٹھاتے سرخ آنکھوں میں چمک لیے بولی۔

تو سنی اسکی سنہری آنکھوں میں سرخی دیکھتے پھر ٹھٹکا۔

ائرہ کی حالت کچھ اور ہی بتا رہی تھی۔

سنی نے ائرہ کے منہ کو اپنی ناک کے قریب کرتے سونگھنا چاہا تو اسے کسی قسم کی سمیل محسوس نہ ہوئی۔ جبکہ سنی جو ائرہ کی حالت کی وجہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایرہ کو اپنے لبوں پر نظریں جماتے دیکھ کر اسکے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

تم مجھے بہت پیارے لگتے ہو بلکل گولڈن پینتھر کی طرح۔ کیونکہ سر سے لے کر پاؤں تک گولڈن ہی ہو۔
سنی کے سر پر ہاتھ کی انگلی سے لکیر کھینچتے وہ سنجیدگی سے لبوں پر رکتے ہوئے بولی۔ لہجے میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ مدہوشی بھی شامل تھی۔

تو سنی اسکے انداز پر پریشان ہو گیا۔ وہ اسکی گود میں بیٹھی اسکے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

کس کمینے نے تمہیں بنا تہوار کے بھانگ پلادی ہے۔ہوش کرو میری نئ نویلی منکوحہ، ہمیں تھوڑی دیر میں یہاں سے نکلنا ہے۔اور تم ہوش کھوئے بیٹھی ہو۔

ائرہ کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے وہ اسکے چہرے کو دائیں بائیں جانب ہلاتے ہوئے بولا۔تاکہ اسے کسی طرح سے ہوش آجائے۔

جبکہ ایرہ اپنے کھلے بالوں میں زور وشور سے سر ہلانے لگی تھی۔اور بچوں کی طرح تالیاں مارتے ہوئے ہنس دی۔

یقیناً اسے سنی کا یہ عمل بہت پسند آیا تھا۔کہ وہ مسلسل خود ہی اپنے چہرے کو دائیں بائیں جانب ہلا رہی تھی

ایرہ کو پاگل پن کرتے دیکھ کر سنی نے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹتے اسے اپنی جانب کھینچتے اپنے قریب تر کیا۔

"ہوش میں آجاؤ نہیں تو میں تمہارے ہوش ٹھکانے لگادوں گا"

ایرہ کی آنکھوں میں دیکھتے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔ وہ دو دن سے اسے بہت آزما چکی تھی۔ اب تو اسکے نکاح میں ہوتے کوئی بھید نہیں تھا۔ کہ سنی اسے بوکھلا دیتا۔ لیکن اس سب کا ابھی وقت نہیں تھا۔ لیکن وہ پھر بھی باز نہیں آ رہی تھی۔

ایرہ جو کہ کیوٹ منہ بناتے سنی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ کہ اچانک سے زور زور سے ہنسا شروع ہو گئی۔ اور ساتھ گانا بولنے لگی۔ جیسے سنی کے کچھ بھی بولنے سے اسے کچھ بھی نہیں فرق پڑتا تھا۔

ایرہ کو یوں شور مچاتے دیکھ کر سنی نے گہری سانس بھرتے خود کو کنٹرول کیا۔

کہ کیسے اسے ہوش دلائے۔اگر کسی نے ایرہ کے ساتھ یہ حرکت کی تھی۔
تواسکا مطلب ایرہ کو ٹریپ کرنا تھا۔
ایرہ کواونچی آواز میں چلاتے دیکھ کر وہ سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔

کہ اچانک سنی کواپنے کمرے کے دروازے کے آس پاس کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ لیکن ائرہ کے شور میں کچھ بھی سمجھ پانا مشکل تھا۔وہ اپنی گردن کو ہلا ہلا کر جھومتے ہوئے کسی اور ہی جہاں کی سیر کو نکلی ہوئی تھی۔

ایرہ خاموش ہو جاؤ۔۔
ایرہ کو سیدھے کرتے سنی نے اسے خاموش کروانا چاہا۔ لیکن ایرہ کا انداز ایسا ہی تھا۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔ شوہر جناب تم بھاڑ میں جاؤ۔ میں تو جھوموں گی۔

اک ساتھ کئی قدموں کی آوازیں سنتے سنی نے اک جھٹکے میں ائرہ کی گردن کو اپنی جانب کھینچتے اسکے چلاتے لبوں پر اپنے لبوں کا قفل لگایا۔اور قفل لگاتے وہ دونوں پیچھے چارپائی پر گرے تھے۔

ایرہ جو کب سے شور مچا رہی تھی۔نشے میں سنی کے سینے پر لیٹتے اسکے لمس کو اپنے ہونٹوں پر محسوس کرتے آنکھیں پھیلا گئی۔

جبکہ سنی اسکی سرخی مائل آنکھوں کو پھیلتے دیکھ کر مسکرایا۔سنان نے اپنے ہونٹوں کو صرف ائرہ کے ہونٹوں سے ملایا ہوا تھا۔کیونکہ اسکا مقصد صرف ایرہ کو خاموش کروانا تھا۔وہ اپنے ہونٹوں کو بلکل بھی حرکت نہیں دے رہا تھا۔

وہ جو کسی اک کے قدموں کی آواز سمجھ رہا تھا۔اک ساتھ کئی لوگوں کو اپنے کمرے کے گرد اکٹھے ہوتے اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی سے عیس سے رابطہ کیا۔

سنان مصطفیٰ کاظمی کسی مشن میں اتنا بے بس نہیں ہوا تھا۔ جتنا اس مشن میں اپنے محبوب کی وجہ سے ہو چکا تھا۔

اور اسکا محبوب اسکی جان لینے پر تلا ہوا تھا۔ایرہ کی بند آنکھوں کو دیکھ کر وہ سوچ کر رہ گیا۔ خیر بعد میں بخشنے کا ارادہ تو سنان کا بھی نہیں تھا۔

جبکہ ایرہ جو کب سے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں پر محسوس کر رہی تھی۔ لیکن سنی کے ہونٹوں کو حرکت نہ کرتے دیکھ کر وہ غصے سے آنکھیں کھول گئی۔ جیسے اپنی طلب پوری نہ ہونے پر شدید طیش آیا ہو۔

ایرہ کی آنکھوں میں غصہ دیکھتے سنی نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا۔

توایرہ مدہوش ہوتے اسکی گردن میں بانہیں ڈال کر اسکے بالائی ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں لے کر کاٹنے لگی۔

جبکہ سنی اسکی پیش قدمی پر ساکت ہوا تھا۔وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔ اسی لیے اسکی اجازت کے بناوہ کچھ نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔لیکن یہاں تو وہ اسکی سانسیں پینے کے در پر آگئی تھی۔

ائرہ کو ہنوز کاٹتے دیکھ کر سنی کروٹ بدلتے اسے اپنے نیچے لٹا گیا۔ائرہ کی گردن میں ہاتھ لپیٹتے سنان مصطفیٰ نے اسکے چہرے کو اٹھاتے اسکے پتلے گلابی لبوں کو شدت سے اپنے ہونٹوں میں قید کیا تھا۔

اس سے مزید وہ نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ایرہ کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں سک کرتے وہ ارد گرد کے ماحول سے بے گانہ ہو گیا۔

جیسے ہر چیز خاموش ہو گئی ہو۔

جبکہ ایرہ بھی بنا کسی مزاحمت کے اسکی آغوش میں لیٹی ہوئی تھی۔

ایرہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے سنی نے اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر کے گرد لپٹا تھا۔ جبکہ سانسیں ہنوز اک دوسرے سے الجھی ہوئیں تھیں۔

مدہوشی میں ایرہ کو اپنے ہونٹوں پر کاٹتے دیکھ کر سرشاری سے ائرہ کو خود سے لپیٹے وہ چارپائی سے اٹھ گیا۔

ایرہ کے وجود کو اٹھاتے سنی نے اسے دیوار سے لگایا تھا۔ جبکہ وہ سنی کی کمر کے گرد ٹانگیں لپیٹے کسی اور ہی دنیا میں گم ہو گئی تھی۔

وہ دونوں ارد گرد سے بے نیاز اک دوسرے کے لمس میں کھوئے ہوئے تھے۔

ایرہ کے ہونٹوں پر کاٹتے ہوئے سنان نے انہیں شدت سے چوما تھا۔ کہ اپنی گھڑی کی مخصوص آواز سے وہ نرمی سے اسکے ہونٹوں کو جلدی سے آزاد کر گیا۔

جبکہ وہ گہرے سانس لیتی اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

گھڑی میں عیس کے پیغام کو دیکھتے سنی نے اک نظر اپنی منکوحہ کو دیکھا۔ جو اپنی مدہوشی کے باعث اسے جنت کی سیر کروا کے لائی تھی۔

بے باکی سے سوچتے سنان نے ہونٹوں کو دانتوں تلے دبایا۔

وہ ہنوز اسکی گردن میں بانہیں ڈالے اسکی گود میں تھی۔

اگر ایسی شدت تم نے مجھے ہوش و حواس میں نہ دیکھائی نہ جانو، تو یاد رکھنا"

"سنان مصطفیٰ تمہاری سانسوں کو کیسے تنگ کرے گا پھر

ایرہ کے نازک سے وجود کو اٹھاتے وہ اسے چارپائی پر لٹانے لگا۔
جبکہ چارپائی پر لیٹتے ہی وہ پر سکون ہوتے سوتی نظر آئی تھی۔

نکاح کی خوشی میں میڈم دو دو نشے پورے کر کے لیٹی ہیں۔ میری سانسوں کو تو ایسے پی رہی تھی۔ جیسے آخری پیاس یہ ہی ہو۔
ایرہ کے بال سنوارتے اسے نے گہری نظروں سے اسے دیکھا جو اپنا دوسرا نشہ پورا کر کے گہری سانس لیتی اب سو رہی تھی۔

پھر اک دفعہ بیل پر سنی نے گھڑی کو دیکھا تو ایرہ کو اک نظر دیکھتے وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

سنی عیس کو پیغام دے کر واپس کمرے میں داخل ہوا۔ توائرہ چارپائی سے غائب تھی۔ ایرہ کی غیر موجودگی کو دیکھتے وہ ضبط سے آنکھیں بند کر گیا۔

صرف کچھ منٹ کا کھیل تھا۔ اور آنے والا اپنا کام کر کے جا چکا تھا۔
کمرے کے کونے میں پڑا بیگ اٹھاتے سنی اپنی اگلی منزل کی جانب چل دیا۔

رات کے اندھیرے میں ہاتھوں میں ٹارچ لیے۔ وہ تینوں ماسک لگائے زیر زمین بنائی جانے والی خفیہ جگہ پر داخل ہوئے تھے۔

راگا نے اپنا بدلہ لیتے ایرہ کو نشہ آور دودھ پلاتے اغوا کروایا تھا۔

مقصد کسی بھی طرح ایرہ کو حاصل کرنا تھا۔
لیکن یہ سب کرتے وہ یہ بھول گیا تھا۔ کہ ابھی تھوڑی دیر میں اسکا حال برا ہونے والا ہے۔

سنی کہاں ہے۔۔
وہ تینوں اس وقت کالی شلوار قمیض میں ملبوس منہ پر کالا ہی ماسک لگائے تھے۔
آنکھوں میں سرد لیے آگے چلتے سلطان نے استفسار کیا۔

آنے والا ہے۔۔
دائیں بائیں جانب غور سے ہر چیز کو دیکھتے عیس نے جواب دیا۔
چونکہ یہ خفیہ جگہ زمین کے اندر بنائی گئی تھی۔ تو اسی لحاظ اس جگہ کو اندر سے ایسا بنایا گیا تھا۔ کہ پہلی مرتبہ داخل ہونے والا کوئی بھی انسان اسے خالی

سرنگ سمجھ کر واپس چلا جاتا۔ کیونکہ سرخ میں داخل ہوتے ہی اسکے ہر طرف جھاڑیاں رکھی دی گئیں تھیں۔تاکہ آنے والے کو یہ اک ویران جگہ ہی معلوم ہو۔

لیکن چونکہ عیس یہاں دو دنوں سے رہ رہا تھا۔۔ لیکن وہ اس خفیہ ٹھکانے کا پتہ نہیں لگا پایا تھا۔اسی لئے انہوں نے ایرہ کو اغوا ہونے دیا تھا۔تاکہ وہ اس جگہ کا پتہ معلوم کر سکیں۔

سالوں نے یہ جگہ ڈیزائن کرنے سے پہلے لگتا ہے کوئی خاص کورس کیا ہو گا۔اس لیے میں سوچا ہے۔کہ چلو سنی کے ویلمے کی سجاوٹ انہی سے کروا لیں گئے۔کتوں نے اپنی منحوس شکلوں کی طرح کی ہی جھاڑیاں لگائیں ہیں یہاں

نقاب میں اپنی آنکھوں کو چھپائے وہ اتنی سیر س صورت حال میں بھی
پھلجڑی چھوڑنے سے باز نہیں آرہا تھا۔

جبکہ ضرار اور سلطان نفی میں سر ہلا گئے۔

ابھی وہ لوگ آگے بڑھ پاتے کہ انہیں اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز
سنائی دی تھی۔

تو وہ تینوں ہاتھوں میں گنز لیے آنے والا انتظار کرنے لگے۔

لیکن اپنے سامنے سنی کو دیکھتے وہ سرد سانس خارج کر گئے۔
لو آگئے ہیں نئے نئے بنے دولہا میاں ویسے میں منع کیا تھا نہ ک گھونگھٹ
اٹھانے نہ چلی جائی۔ پر دیکھو بے صبرے سے عبد نہیں ہوا۔ اور ہونٹ
زخمی کروا کے آگیا ہے۔

سنی کے نچلے ہونٹ پر کٹ کا نشان دیکھتے عیس کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی۔ تو سنی نقاب میں خونخوار تاثرات لیے اسے گھورنے لگا۔ جبکہ سلطان اور ضرار سرخ چہرے لیے اپنا رخ موڑ گئے۔ مقصد صرف اپنی مسکراہٹ ضبط کرنا تھا۔

جبکہ سنی اپنے ہونٹ کو چھوتے جھینپ مٹانے کی غرض سے عیس کو کمینے کا لقب دیتے آگے بڑھ گیا۔

تو وہ تینوں بھی خاموشی سے اس کے پیچھے آگے بڑھتے ہوئے نکل کر اک کھلے سے ہال میں داخل ہوئے تھے۔ جہاں سامنے ہی راگا اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا بات کر رہا تھا۔ اور بڑی بڑی لائٹس نے ان پر اجالہ کیا ہوا تھا۔

سالے گول میز کانفرنس تو ایسے کر رہے ہیں۔ جیسے نواز شریف انکا سالا ہو۔

سنی راگا کی شکل دیکھتے تلملایا۔ تو عیس اسکی حالت پر مسکراہٹ ضبط کر گیا۔

اب بتاؤ یہاں سے ٹھکوں کہ وہاں جا کر ٹھوکنا ہے۔

عیس نے سلطان کی جانب مڑتے استفسار کیا۔ جس پر سلطان اسے آنکھوں سے مخصوص اشارہ کر گیا۔

سنی تم یہاں سے پیچھے کی جانب چلے جاؤ، دائیں جانب کے پہلے کمرے میں آری بھابھی بے ہوش پڑی ہیں۔

عیس نے سنی کو راستہ بتاتے ایرہ کی موجودگی کا بتایا۔ تو سنی اسکے آری کہنے پر اسکی کمر میں مکہ جھڑ گیا۔

سنی کے جاتے ہی وہ لوگ حرکت میں آئے تھے۔

علی سامنے چھ آدمی ہیں۔اور ان سب کی ٹانگ میں فائر لگنا چاہیے تاکہ یہ لوگ بھاگ نہ سکیں۔

اوکے خان۔۔

عیس اثبات میں سر ہلاتا آگے بڑھا۔۔۔

جبکہ ضرار اور سلطان پیچھے چھپ گئے تھے۔۔

اوئے راگا، تو ادھر بیٹھا ہے۔میں پورے گاؤں میں تجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر آیا ہوں یار رر۔۔

اونچی آواز میں راگا کو مخاطب کرتے بازوؤں کو پھیلاتے عیس اسکی جانب بڑھا۔ جیسے گاؤں کی بیٹھک والا ماحول ہو۔اور عیس اپنے یار کی تلاش میں ادھر آنکلا ہو

راگا جو اپنے آدمیوں کے ساتھ نجانے کون سی منصوبہ بندی کرنے میں مصروف تھا۔ علی کی آواز سنتے ہی وہ سٹپٹا گیا۔۔

تم یہاں کیسے آئے۔۔

راگا جلدی سے کھڑا ہوتا حیرت سے بولا۔

چھوڑ یار اس بات کو، یہ بتا کوئی ایسے بھی گھر بناتا ہے کیا۔ بندہ مٹی ڈال کر گھر اونچا ہی کر لے۔ تیرے پاس اتنے بھی پیسے نہیں ہیں کیا۔ لوگ تو سجاوٹ

کے لیے گلی میں پودے لگاتے ہیں۔ تو نے اپنی شکل کی طرح جھاڑیاں رکھی ہوئی ہیں۔

عیس نے کرسی ہے بیٹھتے مشورہ دینے والے انداز میں کہا۔

توراگا کا منہ کھل گیا۔ اور وہ چاروں اطراف نظریں گھمانے لگا۔ جیسے سچ میں اس نے صحیح سے گھر نہیں بنایا ہو۔

لیکن جب خیال آیا کہ یہ جگہ اسکے کالے کارناموں کا اڈا ہے تو گن اٹھاتے عیس کی جانب بڑھا۔۔ کیونکہ اسے اپنی جان کو خطرہ لاحق ہونے کی بو آگئی تھی۔

یہ سالہ وہاں رشتہ داریاں نکالنے گیا ہے کیا۔۔

عیس کا انداز سلطان کو دانت کچکچانے پر مجبور کر گیا تھا۔ اس نے فائر کرنے کا حکم دیا تھا۔ تو وہ راگا کو سجاوٹ کرنے کے طریقے بتانے لگ گیا تھا۔

ضرار اور وہ دونوں پیچھے چھپے ہوئے سب دیکھ رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ راگا عیس کی جانب قدم بڑھا پاتا۔ عیس نے گن نکالتے اسکی ٹانگ پر فائر کیا تھا۔
گھر آئے مہمان کو کوک پلائی نہیں اور مجھے گھر ملنے آرہا ہے۔

عیس نے منہ بناتے شکوہ کیا۔ تو سب اسے اچھنبے سے دیکھنے لگے۔ جیسے وہ کوئی پاگل ہو۔ اپنے سامنے عجیب پاگل انسان کو دیکھتے راگا کے ساتھیوں کی جان نکلی تھی۔

جبکہ راگا تو زمین پر گرے خود کو صرف یہ یقین دلا رہا تھا۔ کہ وہ دھوکہ کھا چکا ہے۔

راگا کے دوسرے ساتھی اپنی اپنی گن نکالتے فائر کرنا شروع کر چکے تھے۔
جواباً عیس فائر کرتا دیوار کے پیچھے چھپ گیا۔ وہ لوگ عیس کو اکیلا سمجھ رہے تھے۔ اس لیے انکا فوکس عیس پر ہی تھا۔ لیکن پیچھے سے ہوئے فائر ان سب کو زخمی کر چکے تھے۔
سلطان اور ضرار نے اپنی اپنی پوزیشن بدلتے ان سب کے بازوؤں اور ٹانگوں میں فائر کیے تھے۔

عیس گھومتے ہوئے ضرار اور سلطان کے پاس پہنچا تھا۔

سالے فائر تو ایسے کر رہے تھے۔ جیسے ہم انکی پھوپھی کے لڑکے ہوں۔
اور یہ خاندانی دشمنی نبھا رہے ہوں۔
عیس دانت پیستے ہوئے بولا۔ کیونکہ اک گولی اسکے بازو کو چھو کر گزری تھی۔

عیس کی پھلجڑی پر ضرار کا فلگ شفاف قہقہ گونجا تھا۔ جبکہ سلطان ہستے نفی میں سر ہلاتے آگے کی جانب بڑھ گیا۔

راگا کو گن کی جناب رینگتے ہوئے دیکھ کر عیس اسکی جانب بڑھا۔اور گن اٹھا کر راگا کی پہنچ سے مزید دور کر دی۔

"لے سنڈی اب اور رینگ کر اٹھا لے"

راگا کی جانب افسوسناک انداز میں دیکھتے عیس بولا۔انداز ایسا تھا۔ جیسے راگا کے رینگنے والی حالت پر بہت دکھ محسوس ہو رہا ہو۔

جبکہ راگا تو صدمے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ جیسے عیس پاگل ہو۔ جبکہ راگا نہیں جانتا تھا۔ کہ عیس کس بلا کا نام ہے۔وہ تو صرف اپنے لفظوں سے جینا دوبھر کر دیتا تھا۔اور اب تو پورے کا پورا راگا عیس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔

ایرہ کو بانہوں میں اٹھائے سنی وہاں داخل ہوا۔ توعیس کو راگا کی حالت پر مزے لیتے دیکھ کر قہقہ لگا اٹھا۔

سنی کے قہقہے کو سنتے وہ تینوں اسکی جناب مڑے۔ جوائرہ کو کسی متاع جاں کی طرح اٹھائے ہوئے تھا۔

سنی نے آگے بڑھتے ایرہ کے چھوٹے سے وجود کو ٹیبل پر لٹایا۔ جہاں کچھ دیر پہلے گول میز کانفرنس چل رہی تھی۔

راگا اور اسکے بے ہوش ساتھیوں کو رسی سے باندھتے ضرار اور سلطان نے کرسی سنبھالی تھی۔
جبکہ عیس تو کرسی اٹھا کر راگا کے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔

مجھے اس سنڈی پر نہیں یقین، اگر یہ رینگتے ہوئے سرنگ سے بھاگ گئی"

"تو۔اس لیے اپن اسکے سامنے ہی بیٹھے گا

بازو پر پٹی باندھے عیس راگا کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔ عیس کو راگا کی جان سے چمٹے دیکھ کر وہ تینوں مسکراہٹ دبا گئے۔

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تھوڑی دیر بعد راگا اپنے بال نوچنے پر آجائے گا

کون ہو تم۔۔

راگا نے عیس کو دیکھتے اپنے دماغ آیا سوال پوچھا

عیس اسکے سوال پر قہقہہ لگا گیا۔ جبکہ سنی اپنی کرسی اٹھا کر عیس کے ساتھ آ بیٹھا۔ وہ اپنی ٹیم کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اسکے بعد ہی انہوں نے یہاں سے نکلنا تھا۔

سنی کو عیس کے ساتھ بیٹھتے دیکھ کر راگا نے تھوک نگلا۔

تجھے کیا لگتا ہے۔ تو ہی بڑا پلینز ہے۔
راگا کے منہ پر زور سے تھپڑ مارتے عیس بولا۔ تو تھپڑ کی شدت اور آواز سے راگا کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

چل شروع سے بتاتا ہوں۔ ویسے بھی تیری جھاڑی والی شکل دیکھ کر بور ہی ہونا ہے ہم نے

میں "میجر عیس علی ہمدانی" ہوں۔ اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہم چاروں "کرنل دلاور خان" اور "کرنل شیراز پاشا" کے تیار کردہ نمونے ہیں اور میں اپنے دونوں جرنلز کا لاڈلا فوجی ہوں۔

عیس کے اپنے لاڈلے ہونے کی نشان دہی کرتے سلطان اور ضرار نفی میں سر ہلا گئے تھے۔

تجھ پر ہم اک مہینے سے محنت کر رہے تھے۔اور یہ اسی محنت کا صلہ ہے۔
کہ آدھے گھنٹے میں ہمارے سامنے تو سنڈی بنا زمین پر پڑا ہے۔
اپنا تعارف کرواتے عیس نے تھوڑی تلے ہاتھ رکھتے راگا کو ہوش دلائی۔تو راگا ارد گرد نظریں دہرانے لگا۔

سالے اتنی بڑی پراپرٹی بنالی تھی۔تو کوئی دو تین سکیورٹی گارڈ ہی رکھ لیتا۔
سنی نے راگا کی زخمی ٹانگ پر پاؤں رکھتے غراتے ہوئے کہا۔
تو راگا درد کی شدت سے چلا اٹھا۔

سالے تیری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کو دیکھنے کی بھی۔۔

راگا کے منہ پر مکہ جھڑتے سنی کی آنکھوں میں خون اترا۔

جبکہ ضرار اور سلطان سکون سے ساری فلم دیکھ رہے تھے۔ پچھلے دو دن سے وہ انجوائے ہی تو کر رہے تھے

اوئے مجنوں نہ بھول تیرا میں نکاح کروایا ہے

عیس نے سنی کا چہرہ اپنی جانب کرتے کالر جھاڑتے ہوئے جتایا۔ تو سنی اسے دیکھتے ایبرو اچکا گیا۔

جبکہ سنی کا پیر ابھی بھی راگا کی ٹانگ پر ہی تھا۔ درد کے باعث راگا کی گھٹی گھٹی آوازیں نکل رہی تھیں۔ جس کا ان دونوں پر ہی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہا ہے ناشکرے،اس سنڈی کو میں ہی تیرے پیچھے لگایا تھا۔
تاکہ جیسے تیسے تیرا نکاح ہو جائے۔ میرے یار کا گھر بس جائے۔اور تو شکریہ
تک نہیں ادا کر رہا میرا

عیس نے منہ بناتے شکوہ کیا۔تو سنی چہرہ گھماتے ضرار اور سلطان کو دیکھنے
لگا۔ جنہوں نے سر ہلاتے عیس کی حمایت کی تھی۔ایرہ اور سنی کو اکٹھے
رکھنے کے پلین سے لے کر نکاح تک کی کاروائی عیس نے اسی لیے کی تھی۔
تاکہ ایرہ سنی کے قریب رہتے اسکی محبت کو محسوس کر سکے۔ جبکہ راگا کے
ذریعے عیس نے ایرہ کو نکاح کرنے پر اکسایا تھا۔

تو سنی آنکھوں میں شیطانی تاثرات لیے اٹھتے ہوئے بازو کھول گیا۔تاکہ
اپنے یار کو گلے لگا سکے۔

عیس خوشی کے مارے اٹھتے ہوئے سنی کے گلے لگا۔تو سنی اسے سینے سے لگاتے اسکے زخمی بازو کو شدت سے دبا گیا۔جس پر عیس کی چیخ بلند ہوئی تھی۔

عیس کی چیخ سنتے ان تینوں کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔

سالوں کمینوں تم سب "میجر عیس علی ہمدانی" کی نیکی کے لائق ہی نہیں ہو۔

عیس خود کو چھڑاتے تلملاتے ہوئے بولا۔

سالے نکاح تک تو ٹھیک تھا۔تو نے گاڑی کیوں خراب کی تھی۔۔تجھے پتہ ہے وہ جنگل میں کتنا ڈرتی رہی ہے۔

سنی ایرہ کا ڈر نا یاد کرتے دانت پیستے ہوئے بولا۔

کمینے میں گاڑی خراب نہ کرتا تو تیرا نکاح کیسے ممکن ہوتا۔ پھر تیرا نکاح اس سسی سے کرواتا کیا۔ جو تیری گولڈن آنکھوں کو دیکھتے ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھی۔

عیس نے دوسری لڑکی کا حوالہ دیتے کہا۔ جس نے ایرہ کو نشے والا دودھ پلایا تھا۔ کیونکہ وہ سنان مصطفیٰ ہر مرمٹی تھی۔ اور وہ بھی راگا کی طرح سنی کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔

کوجے انسان مجھے تو پتہ بھی نہیں تو کس لڑکی کے بارے بات کر رہا ہے۔ سنی نے الجھن سے اسے دیکھا۔

میں اسی چھوکری کے بارے بات کر رہا ہوں۔ جو تجھے کھانا دیتے وقت تیرے سالن میں تجھے زیادہ دیسی گھی ڈال کے دے رہی تھی۔

عیس نے اسے یاد کرتے حوالہ دیا۔ تو سنی کو غش پڑا۔ لیکن دیسی گھی والی بات ضرار اور سلطان کا پیٹ خراب کر گئی تھی۔۔ کہ وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ جبکہ سنی کو بے اختیار وہ لڑکی یاد آئی تھی۔ جو انہیں کھانا دیتے وقت سنی کو آنکھوں میں بسانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور ایرہ سنی پر بھڑک اٹھی تھی۔ خالص دیسی ماحول کی لڑکی کا میک اب زدہ چہرہ یاد کرتے وہ جھرجھری سی لے گیا۔

میں بطخوں کو بہت یاد کر رہا ہوں۔۔

گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگاتے آنکھوں کو موندے عیس بولا۔

بے غیرت انسان سیدھی طرح بات کیوں نہیں بولتا تو کہ تجھے تیری اپنی بطخ یاد آ رہی ہے۔

عیس کے سر پر تھپڑ رسید کرتے ضرار ڈرائیونگ کرتے غصے سے بولا۔
لیکن عیس کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔
سلطان پیچھے آنکھوں موندے اپنی خانم کو یاد کرتے مسکرا رہا تھا۔
جبکہ سب سے پیچھے سنی ایرہ کا سر اپنی گود میں رکھے بیٹھا ہوا تھا۔

ساری کارروائی سے فارغ ہوتے انہیں صبح کے تین بج گئے تھے۔
آرمی کی ٹیم نے وہاں پہنچتے اس ساری جگہ کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔
کیونکہ وہاں سے بھاری تعداد میں اسلحہ اور ڈرگز کی مقدار ملی تھی۔
البتہ راگا اور اسکے ساتھی اپنے اصلی ٹھکانے پر پہنچ گئے تھے۔ جبکہ راگا عیس کے ہاتھوں دھوکا کھانے کی وجہ سے پاگل ہو چکا تھا۔

اب انکا رخ حویلی کی جانب تھا۔ انکی چھٹیوں میں تین دن باقی رہ گئے تھے۔

اسکا اچھا نکاح کروایا ہے۔ یہ تو بیوی والا ہی ہو کر رہ گیا ہے۔

سنی کی خاموشی محسوس کرتے عیس کسی آنٹی کی طرح طنزیہ بولا۔ تو سنی بند آنکھوں سے ہی مسکرا دیا۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے کوئی جواب دے پاتا۔

...ایرہ کے وجود میں ہلچل ہوئی

سنی، پیپی سنیی۔۔۔ کدھر ہو۔۔

نیند میں ہاتھ چلاتے وہ اسے پکارنے لگی تھی۔

ایرہ کی آواز سنتے عیس چہرہ موڑتے چوکس ہوتے اپنی نظریں سنی پر گاڑھ گیا۔ جس پر سلطان نے اسکے منہ پر اک لگائی تھی۔

سنی نے اسکا ہاتھ تھاما، تو وہ مندی مندی آنکھوں سے سنی کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اسے کچھ بھی صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ سنی کے دھندلے چہرے کو دیکھتے ایرہ کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ کہ وہ کسی بچی کی طرح بامشکل اٹھتے سنی کی گود میں بیٹھتے اپنا چہرہ اسکی گردن میں چھپا گئی۔

سب کے سامنے ایرہ کی اس حرکت پر سنی سٹپٹا یا گیا۔ جبکہ پیچھے چہرہ لٹکائے عیس کی آنکھیں ضرورت سے زیادہ کھلی تھیں۔ کہ وہ جو مصنوعی کھانسی کھانسنا شروع ہوا تو رکنا ہی بھول گیا۔ اسکی کھانسی کی وجہ سے سلطان اور ضرار کو بھی پیچھے دیکھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

کیا موت پر گئی ہے تیرے گلے کو۔۔
گاڑی کو بریک لگاتے ضرار جھنجھلاتے ہوئے پیچھے مڑا۔

توعیس کے ساتھ سلطان اور ضرار بھی پیچھے کا منظر دیکھتے سٹپٹائے تھے. اور جلدی سے رخ موڑ گئے۔

لیکن عیس ہنوز سیٹ پر منہ لٹکائے ہوئے تھا۔ سالے وہ ہوش میں نہیں ہے۔ تو اپنا بوتھا آگے کر۔ سنی اپنی پوزیشن کی وجہ سے عیس پر ٹھیک سے غصہ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

البتہ ضرار سرخ چہرے ساتھ پھر گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ اور سلطان کا حال ایسا تھا۔ جیسے وہ گاڑی میں موجود ہو ہی نہ۔

لیکن عیس آنٹی سے کون بچے۔

جبکہ ایرہ بے خودی میں سنی کے اندر گھسنے کی کوشش میں سنی کو مشکل میں ڈالے جا رہی تھی۔

ایرہ میری جان میں اکیلا نہیں ہوں۔ایرہ پر پھر نشہ حاوی ہوتے دیکھ کر سنی بے چارگی سے بول اٹھا۔

جبکہ عیس امپریس ہوتے اپنے ہونٹوں کو گول کرتا اوو کر رہا تھا۔

تنگ آتے سنی نے بیگ اٹھا کر عیس کے سر پر مارا تھا۔جس پر وہ تینوں اسکی حالت پر چھت پھاڑ قہقے لگانے لگے تھے۔

شام تک وہ چاروں لمبی تان کر سوتے رہے تھے۔ جس پر منیزے اور علیزے کا غصے سے برا حال تھا۔

وہ لوگ چھٹیاں منانے نہیں بلکہ دن گزارنے آئیں تھیں۔ پر سوں انہیں واپسی کے لئے نکلنا تھا۔ لیکن ابھی تک انہوں نے اک بھی جگہ نہیں دیکھی تھی۔ پہلے وہ چاروں جنگل منگل میں گم رہے تھے۔ اور اب سونے میں دن گزار دیا تھا۔

ابھی صبح ناشتے کے بعد ہی توبی جان انہیں بتا رہیں تھیں۔ کہ گاؤں میں انکا فارم ہاؤس بھی ہے۔ اور فارم ہاؤس کے پاس ندی بھی بہتی ہے۔
اور ندی کا سنتے ہی وہ چاروں فارم ہاؤس دیکھنے کے لیے پر جوش ہو گئیں تھیں۔ لیکن انکے شوہر ایسی لمبی تان کر سو رہے تھے۔ کہ ابھی تک اپنی بیویوں سے بے خبر تھے۔

دو بجے تک تو وہ لوگ انکے اٹھنے کا انتظار کرتیں رہیں۔ لیکن انہیں ہنوز سوتے دیکھ کر منیزے سب کو ساتھ لے کر تیار ہونے چلی گئی۔

مشعل نے تو اسے ابھی مزید ویٹ کرنے کو کہا تھا۔ جس پر منیزے اسے آنکھیں دیکھا گئی۔ وہ اچھی طرح اپنی پدی کے ویٹ کو سمجھ رہی تھی۔ کہ اسکی پدی اپنے شوہر سے ملنے کے لئے بے تاب ہے۔ لیکن منیزے انہیں ساتھ لے کر تیار ہونے کے لیے جا چکی تھی۔

آج وہ اک الگ انداز میں تیار ہونے والی تھیں۔

چار بجے وہ لوگ سو کر اٹھے تو ایسے ہی منہ اٹھا کر کمرے سے نکلتے نیچے چلیں آئے تھے۔

لیکن لاونج میں انہیں ہر انسان نظر آیا تھا سوائے اپنی بیویوں کے۔

مورے خانم کہاں ہیں۔۔
سلطان نے صوفے پر بیٹھتے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے زیلخا بیگم سے استفسار کیا۔

سلطان کے ساتھ ضرار اور سنی بھی صوفے پر براجمان ہو گئے۔ لیکن انکی آنکھوں میں بھی سلطان والا سوال تھا۔ ان دو دنوں میں ہی وہ اپنی بیویوں کو بے حد مس کر چکے تھے۔ کہ بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ انہیں کہیں سے اٹھا کر اپنے سامنے لے آئیں۔

جبکہ ہال میں بیٹھے سب نے ان چاروں کو ایسے نظر انداز کیا تھا۔ جیسے وہ چاروں ابھی بھی حویلی میں موجود نہ ہو۔

سب کو خاموش دیکھ کر عیس اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنے چھوٹے
پیکٹ کی تلاش میں خود نکلا تھا
لیکن انکے کمرے کو خالی پا کر وہ جھنجھلاتے ہوئے پھر لاونج میں موجود تھا۔

ڈارلنگ میری چڑی کہاں ہے۔۔
عیس نے بی جان کے ساتھ بیٹھے انکی پلیٹ سے کاجو اٹھاتے پوچھا۔
تو بھی جان اس سمیت سب کو تیکھی نظر سے دیکھ گئیں۔
تم لوگوں کی جانوں سے سر کھپاتے ہوئے چلی گئیں ہیں۔
بی جان نے سر جھٹک کر کہا۔ تو وہ چاروں چوکنا ہو گئے۔۔

کہاں چلی گئیں ہیں۔۔
سلطان نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

توبی جان کندھے اچکا کر اپنے موبائل کی جانب دوبارہ متوجہ ہو گئیں۔انداز ایسا ہی تھا۔کہ مجھے نہیں معلوم وائی۔۔

بی جان کے تیور دیکھتے سلطان اٹھ کر آغا جان کے پاس بیٹھا۔۔
آغا جان خانم کہاں گئیں ہیں۔۔
سلطان نے استفسار کرتے آغا جان کو غور سے دیکھا۔

ہمیں تم لوگ بتا کر گئیں تھیں۔جو ہم تم لوگوں کو اپنی بچیوں کے بارے بتائے گی۔۔
آغا جان نے اپنا چشمہ سیدھا کرتے انہیں گھور کر دیکھا۔۔

یار آغا جان سے درخواست کرو، کہ ہماری بیویوں کو پتہ نہیں بتانا تو نہ بتائیں۔ لیکن ہمیں مذکر ہی رہنے دیں۔ سمجھ نہیں آرہا ہے۔ ہم انکا پتہ پوچھ رہیں ہیں۔ یا وہ ہمارا پتہ پوچھ رہیں ہیں۔۔

سنی نے عیس کی جانب جھکتے سرگوشی میں کہا تو عیس اپنی مسکراہٹ ضبط کر گیا۔

جبکہ ان سب سے بے نیاز ضرار اپنے موبائل میں گم تھا۔ ضرار کو موبائل کے ساتھ گم دیکھ کر ان تینوں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

ضرار انہیں مخصوص اشارہ کرتے اٹھ کر کمرے کی جانب چلا گیا۔ تو وہ تینوں بھی پیچھے اسکی پیروی میں اٹھ گئے۔

ایسے جیسے بکریاں گم گئیں ہیں۔ کیسے پیروی میں اک دوسرے کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر چل رہے ہیں۔۔

بی جان نے ان چاروں کو آگے پیچھے لائن میں چلتے دیکھ کر طنزیہ کہا۔ تو آغا جان مسکرا دیے۔

سنی گہری نظروں سے ایرہ کی جانب دیکھ رہا تھا. جو سرخ چہرے سمیت نظریں چرا رہی تھی۔

کیا ہوا۔۔

سنی نے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے اسے پوچھا۔ تو وہ بے ساختہ کانپ گئی۔

مجھے جانے دو۔۔

ایرہ نے آنکھیں میچتے ہوئے درخواست کی۔۔

کہاں جاؤ گی۔۔
سنی نے جھکتے ہوئے اسکی گردن میں گہرا سانس لیا۔تو ایرہ اسکے کندھوں کو تھامنے لگی تھی۔

علیزے پاس۔۔
ایرہ نے مذاحمت کرتے ہوئے اسے بتایا۔۔

تمہیں نہیں لگتا ہے، کہ جیسے میں تمہاری جان کو چمٹا ہوا ہوں۔ویسے خان بھی بھابھی کی جان کو چمٹا ہو گا۔۔

ایرہ کو پھر اک دفعہ اپنی جانب کھینچتے سنی نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔ تو وہ حیرانی سے آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھنے لگی۔ایرہ کے آنکھیں اٹھانے پر سنی نے جھکتے ہوئے اسکی آنکھوں کو چوما تو وہ خود کو اسکے رحم و کرم پر چھوڑ گئی۔ کیونکہ اس میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں بچی تھی۔

سنی نہیں کرو۔۔

اپنی دھڑکنوں کے شور سے تنگ آتے ایرہ نے اس سے التجا کی۔ کہ سنان مصطفیٰ اسے اپنے لمس سے مزید پاگل نہ کرے۔

سوری میری لال مرچ میں ایسا کرنے سے خود کو نہیں روک سکتا۔اس لئے تم بھی میرا ساتھ دو تاکہ ہم دونوں اک دوسرے میں کھو جائیں۔

ایرہ کے کھلے بالوں میں ہاتھ ڈالتے وہ اسکے سر کو اونچا کرتے پھر اک دفعہ اس کے لبوں پر جھک گیا۔اک دفعہ پھر جان لیوا لمس محسوس کرتے ائرہ اسکی پناہ میں لرزی تھی۔

منیزے اب مزید تنگ نہیں کرو مجھے۔۔

ضرار نے دانت پیستے ہوئے کہا

وہ جب سے اسے اٹھا کر ادھر لایا تھا۔میڈم تب نخرے دیکھانے میں مصروف تھیں۔

سر تاج مجھے ڈانٹ رہے ہیں آپ۔۔

آنکھوں میں مصنوعی آنسو لاتی وہ بھرائے لہجے میں بولی تو ضرار گہرا سانس بھر گیا۔

اچھا سوری ادھر دیکھو میری جان، میں جان بوجھ کر تھوڑی غائب تھا۔ کسی ضروری کام کی وجہ سے جانا پڑا تھا۔ اور پھر میں اکیلا تھوڑی گیا تھا۔ وہ تینوں بھی تو میرے ساتھ تھے نہ۔۔

ضرار کو پتہ تھا کہ وہ صرف ڈرامے کر رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسے اپنے دو دن غائب رہنے کی وضاحت دے رہا تھا۔

اور مجھے جو ایسے ڈرا دیا۔۔

وہ اسے خود کو چادر میں اٹھا کر لانے کا بھی یاد دلانے لگی تھی۔ کیونکہ وہ سچ میں اندھیرے میں بہت ڈر گئی تھی۔

منیزے کے منہ بنانے پر ضرار نے دلکش انداز میں اسے دیکھا۔

اپنی سبز آنکھوں کو مٹکاتی وہ ضرار کے دل کے تاروں کو خوب چھیڑ رہی تھی۔

وہ اس وقت پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔اور منیزے اسکی گود میں بیٹھی ضرار کا دل بے ایمان کر رہی تھی۔ ضرار نے چادر سے خود کو اور منیزے کو کور کیا ہوا تھا۔ کیونکہ ٹھنڈ بڑھتی جا رہی تھی۔

جب میں سو رہا تھا۔تب تو میرے بہت قریب آ رہی تھی۔اب مجھے کیونکہ نہیں چھونے دے رہی۔۔

ضرار نے منیزے کو کان کی لوح کو دانتوں سے کاٹتے غراتے ہوئے کہا۔ تو منیزے شرم کے مارے اپنے نچلے لب کو کاٹنے لگی تھی۔

آپ اٹھے ہوئے تھے کیا۔۔

میں تبھی جاگ گیا تھا۔جب میری شیرنی نے کمرے میں اپنا پہلا قدم رکھا تھا۔

ضرار نے اسکی گردن کو چومتے مزید بتایا۔تو منیزے اسکی محبت کو دیکھتے روح تک راضی ہو گئی۔اور اس بات پر بے حد خوش ہوتے اسکا دل مچل گیا۔کہ اسکا سرتاج اسے نیند میں بھی محسوس کر لیتا ہے۔

منیزے جو ضرار کی گود میں اک سائیڈ پر ٹانگوں کو لٹکائے بیٹھی تھی۔کہ اچانک ٹانگوں کو دائیں بائیں جانب کرتے وہ مڑتے ہوئے بیٹھ گئی۔اور اب وہ کراس میں ضرار کی گود میں بیٹھ گئی تھی۔

اپنی شیرنی کی اس بے باک پیش قدمی پر ضرار اپنی سانس روک گیا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ وہ جب بھی اپنے شوہر کی کسی بات پر بہت خوش ہوتی تھی۔ تب ہی ایسی کوئی پیش قدمی کرتے ضرار ک چین لوٹ جاتی تھی۔

اور اب وہ خوش ہوتے ضرار کو بے چین کر چکی تھی۔

میں اتنا مس کیا تھا۔۔
ضرار کے گلے میں بانہوں کا ہار ڈالتے وہ اسے مزید بتانے لگی۔ کہ وہ اسے۔ ہے یاد کرتی رہی ہے۔

منیزے کے محبت بھرے اظہار پر ضرار نے اسکے ماتھے کو شدت سے چوم لیا۔

میں بھی بہت مس کیا تھا۔ بہت ضروری نہ ہوتا۔ تو بھی اپنی شیرنی کو اکیلے نہ چھوڑ کر جاتا۔

منیزے کی پتلی کمر کو اک جھٹکے میں قریب کرتے وہ اسے گال پر لب رکھ گیا۔

ضرار کی بے باکی پر منیزے سرخ پڑتی اچانک جھکتے ہوئے ضرار کے لبوں پر اپنے نرم ہونٹ رکھ گئی۔

ضرار رنگ بے خود ہوتے شدت سے منیزے کو خود میں بھینچتے منیزے کے ہونٹوں کو اپنی سخت گرفت میں لیا تھا۔ کیونکہ وہ تب سے اسے نخرے دیکھا رہی تھی۔ لیکن اب ضرار اسے نہیں بخشنے والا تھا۔

عیس کے کندھوں پر مسلسل مکے مارتی وہ اسے ہوش دلا رہی تھی۔

لیکن عیس نے اک سیکنڈ کے لیے بھی مشعل کے ہونٹوں کو رہائی نہیں دی تھی۔

مشعل کے چھوٹے قد کی وجہ سے وہ اسے مکمل طور پر زمین سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا۔

مشعل کے مسلسل مذاحمت کرتے وجود پر رحم کرتے ہوئے آخر کار وہ اپنی من مانی پوری کر کے ہی پیچھے ہٹا تھا۔

عیس کے پیچھے ہٹنے کی دیر تھی۔ کہ مشعل گہرے سانس لیتی اسکے کندھے پر سر ٹکاتے اپنی رکی ہوئی سانس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

مشعل کو ہانپتے دیکھ کر عیس نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے مشعل کی کمر سہلانا چاہی۔تاکہ اسے شانت کر سکے۔۔

جس پر مشعل سر اٹھاتے عیس کو خونخوار تاثرات سے دیکھنے لگی تھی۔

جنگلی کہیں کے۔۔۔
ہمیشہ کی طرح غصے میں وہ عیس کو بنا کچھ سوچے سمجھے بولنا شروع ہو گئی۔

ائے ے ے ے پدی چڑیل، میں تمہارا منہ چومتے ہوئے توڑ دوں گا۔اگر عیس علی ہمدانی سے بد تمیز کی تو۔۔

عیس نے اپنے سامنے چھوٹے سے وجود کو گھورا۔ تو مشعل نخرے سے ناک منہ چڑاگئی۔اور مذاحمت کرتے زمین پر اتر آئی۔ وہ کب سے اسے بانہوں میں اٹھائے ہوئے تھا۔

بلڈوزررررر جنگلی یی۔۔۔

عیس کو مزید القابات سے نوازتے مشعل بھاگتے ہوئے درختوں سے جھنڈ سے نکلی تھی۔ وہ تیز گام بنتے اپنی دوڑ تیز کر گئی۔

اپنی چھوٹے پیکٹ کو بگڑتے دیکھ کر عیس دانت پیستے ہوئے اسکے پیچھے بھاگا تھا۔ ابھی تو اس نے مزید پدی کو چومنا تھا۔ لیکن وہ اسے چکمادے کر بھاگ نکلی تھی۔اور اوپر سے بدتمیزی بھی کر رہی تھی۔

اپنے پیچھے عیس کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر مشعل نے اپنے چھوٹے قدموں کو مزید تیزی دی۔ وہ شور مچاتے، چلاتے ہوئے لاونج سے گزرتے ہوئے فارم ہاؤس کے فرنٹ والے لان میں آئی تھی۔ جہاں اسے باقی سب کے ہنسنے کی آوازیں آرہیں تھیں۔

ان تینوں کے جاتے ہی سلطان علیزے کے ڈر کو دیکھتے لائٹس دوبارہ آن کرواچکا تھا۔اور دروازبھی کھل گیا تھا۔اسی وجہ سے مشعل بھاگنے میں کامیاب ہوپائی تھی۔ ورنہ ابھی تک وہ اس سر پھرے کے شکنجے میں پھنسی ہوتی۔

بھیابچائیں۔۔۔
مشعل نے چلاتے ہوئے سلطان لوگوں کواپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ جو سب باتیں کرتے ہوئے ہنس رہے تھے۔

مشعل کو یوں بھاگتے ہوئے دیکھ کر سلطان اور ضرار فکر مندی سے اسکی جانب بڑھے تھے۔
اور باقی بھی جلدی سے انکے پیچھے آئے تھے۔۔

ان دونوں کو اپنی جانب آتے دیکھ کر مشعل جلدی سے ان دونوں کے پیچھے چھپی تھی۔

اور اسی وقت عیس انکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

بچے کیا ہوا ایسے کیوں بھاگ رہی تھی۔۔
سلطان نے مڑتے ہوئے اپنے پیچھے چھوٹے سے وجود کو دیکھا۔ جو سینے پر ہاتھ رکھے اپنی سانسوں کو نارمل کر رہی تھی۔ مشعل کو پٹھانی لک میں

دیکھتے سب کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔بے وہ انکا چھوٹا پٹھان لگ رہی تھی۔

بھیا یہ ڈرا ہیں مجھے۔۔
مشعل نے منہ بناتے عیس کی جانب اشارہ کرتے اسکی شکایت لگائی۔۔تو سلطان اور ضرار کی نظروں کا رخ عیس کی جانب ہوا تھا۔

کیا تکلیف ہے تجھے کیوں گڑیا کو تنگ کر رہا ہے۔
ضرار نے عیس کو تیکھی نظروں سے دیکھتے استفسار کیا۔جبکہ سلطان کا بھی ویسا ہی حال تھا۔البتہ باقی سب مزے سے اگلی کاروائی دیکھنے کی تیاری میں تھے۔

تمہاری یہ چڑیا، گڑیا مجھے بلڈوزر بول کر آئی ہے۔۔

عیس نے ان دونوں کے پیچھے چھپی اپنی چھوٹی سی بیوی کو گھورنے کی ناکام کوشش کرتے مشعل کا قصور بتایا۔ لیکن اپنے جنگلی ہونے کا نہیں بتا پایا تھا۔ کیونکہ اپنی تین بھابیوں کے سامنے وہ بے شرمی نہیں کر سکتا تھا۔

ہاں تو بلڈوزر کو بلڈوزر نہیں بولے گی تو کیا ٹرک بولے گی۔
سنی نے عیس کی حالت کا مزہ لیتے اسے تیلی لگائی تو عیس اسے سرخ آنکھوں سے دیکھنے لگا۔
جبکہ سنی کو اپنی بات میں حامی بھرتے دیکھ کر مشعل نے کھلکھلاتے ہوئے پیچھے سے اپنا تھوڑا سا منہ باہر نکالتے ہوئے، سنی کے ہاتھ پر تالی مارتے پھر پیچھے چھپ گئی۔
جبکہ مشعل کی اس کیوٹ حرکت پر وہاں کھڑے سب کے قہقہے گونجے تھے۔

اپنی بیوی کی کیوٹ حرکت کو دیکھتے عیس جو غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی مدہم سا ہنستے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

اوئے گنڈے نہ تنگ کیا کر ہماری گڑیا کو، چھوٹی سی تو ہے۔
مڑتے ہوئے سلطان نے مشعل کے بال بکھیرتے ہوئے عقیدت سے کہا۔
وہ انکی چھوٹی سی گڑیا تھی۔
جبکہ ضرار بھی اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
جبکہ مشعل اپنے بھائیوں کو اپنے ساتھ دیکھ کر عیس کو پھر اک دفعہ زبان چڑا گئی۔

یہ دیکھ لو اسکی بدتمیزی۔۔
عیس نے چڑتے ہوئے کہا تو سنی اسکے کندھے پر مکہ جھڑ گیا۔

سالے زبان ہی دیکھائی ہے۔ کونسا بندوق ماردی تجھے جو ایسے تڑپ رہا ہے۔۔۔

جبکہ مشعل عیس کو اتراتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔اب مجھے پکڑ کر دیکھاؤ۔۔

مشعل کی آنکھوں میں اپنے لیے چیلینج دیکھتے عیس خود پر ضبط کرتے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔۔

لیزے بھابھی آپکے بالوں میں چھپلی ہے۔۔
عیس نے پیچھے کھڑی علیزے کی جانب اشارہ کرتے زور سے کہا۔ توسب مڑتے ہوئے علیزے کو دیکھنے لگے۔ جو چھپکلی کا سنتے ہی چینخنے لگی تھی۔اور ساتھ ساتھ اپنے بالوں کو جھٹکنا بھی جاری تھا۔

جبکہ منیزے اور ایرہ بھی ڈر کے مارے ضرار اور سنی کا بازو تھام گئیں تھیں۔

بے شک لڑکیوں میں چھپکلی کی اپنی اک دہشت ہے۔ مضبوط سے مضبوط "
"لڑکی چھپکلی کے ڈر سے کانپنے لگتی ہے

سلطان جلدی سے علیزے کی جانب بڑھا تھا۔جو خوف سے چلا رہی تھی۔
سب کو علیزے میں گم دیکھ کر عیس نے آگے بڑھتے ہوئے مشعل کو اپنی جانب کھینچا تھا۔جو لہرا کر عیس کے سینے سے لگی تھی۔
عیس کے کھینچنے پر مشعل کی چیخ بے ساختہ تھی۔جس پر سب نے مڑتے ہوئے اب مشعل کو دیکھا تھا۔وہ تینوں عیس کی کارستانی سمجھ گئے تھے۔

خان نن۔۔مجھے بچائیں میرے بالوں میں چھپلی ہے۔۔۔

علیزے کا چہرہ ڈر کے مارے سفید ہونے لگا تھا۔

خانم کچھ نہیں ہے بالوں میں،اس بے غیرت نے ویسے بکواس کی ہے۔۔

چلاتی ہوئے علیزے کو تھامتے ہوئے سلطان نے اسے کنڑول کرنا چاہ۔

لیکن وہ کچھ سننا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔

خان ہو گی نہ دیکھیں آپ۔۔

علیزے کو ہنوز اپنی ضد پر اڑے دیکھ کر سلطان نے آگے بڑھتے ہوئے

اسے سینے میں چھپا لیا تھا۔علیزے کی حالت دیکھتے ایرہ اور منیزے بھی ڈر

سے کانپنے لگی تھی۔

کچھ بھی نہیں ہے۔میں ہوں نہ پاس آپکے۔۔۔

علیزے کے سر کو چومتے سلطان نے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔ تو علیزے اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

پورا کمینہ ہے تو۔۔۔

سنی نے مڑتے ہوئے عیس کو شرم دلانا چاہی۔ تو وہ بے شرمی سے اپنی بتیسی دیکھا گیا۔ مشعل کو وہ پھر بازوؤں اٹھا چکا تھا۔

بد تمیز کروں گی اب۔۔۔

سرد تاثرات لیے عیس نے مشعل کو دیکھا۔ تو وہ ڈر گئی۔ بے شک عیس کے ایسے تاثرات اسے ہمیشہ ڈرا دیتے تھے۔

اور پھر کچھ سمجھے بنا وہ مشعل کو زور زور سے گول گول گھمانے لگا تھا۔ پورا لان مشعل کی چینخوں سے گونج اٹھا تھا۔

وہ سب جو علیزے کو دیکھنے میں مصروف تھے۔ مشعل کی چیخوں پر پھر اک دفعہ اسکی جانب متوجہ ہو گئے۔

یہ سالا آج نہیں بچے گا میرے ہاتھوں۔۔
بھرپور غصے سے ضرار عیس کی جانب بڑھا تھا۔

پیچھے سنی کانپتی ہوئی ایرہ کا سر چوم گیا۔ کچھ نہیں ہوا میری جان۔اس بے غیرت نے مشعل کو پکڑنے کے لیے ہمارا دھیان بھٹکایا تھا بس۔
سنی کے تسلی آمیز الفاظ سنتے ایرہ نے گہری سانس خارج کی تھی۔

ضرار کو اپنی جانب آتے دیکھ کر عیس مشعل کو نیچے اتار کر خود بھاگ نکلا تھا۔

پیچھے مشعل اپنے چکراتے سر کو تھامتے بامشکل کھڑی تھی۔ مشعل کو چکراتے دیکھ کر منیزے جلدی سے اس کی جانب بڑھی۔

دیر رات تک وہ سب باربی کیو کرتے مستی کرتے رہے تھے۔
اور عیس نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے اپنی چھوٹی سی بیوی کو سوری کیا تھا۔
کیونکہ وہ بری طرح ناراض ہوتی رونے لگی تھی۔ مشعل کو روتے دیکھ کر ضرار اور سلطان نے مل کر عیس کی وہ کٹ لگائی تھی۔ کہ عیس کو تارے نظر آ گئے تھے۔

لیکن اپنی چھوٹے پیکٹ کو روتے دیکھ کر وہ بری طرح بے چین ہو گیا تھا۔
عیس کی بے چینی دیکھتے وہ تینوں اسے آنکھوں سے شرم دلا گئے تھے۔انداز
وہ تھا۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں۔
اب کیوں موت پڑ رہی ہے تجھے۔۔۔
مشعل کو ہچکیوں سمیت روتے دیکھ کر عیس زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے
اسے سوری کرتا منانے لگا تھا۔تو وہ سب حیران ہو گئے تھے۔

"بے شک محبت میں انسان بہت بدل جاتا ہے"
مشعل جہاں عیس کو اپنے سامنے بیٹھے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔وہیں پھر
سے نخرے دیکھاتی ناک منہ چڑاتی شرط رکھ گئی۔
عیس کے بازو پر بری طرح دانت گاڑتے وہ پر سکون ہوئی تھی۔ مشعل کو
چہرے پر پھر سے روانگی دیکھتے عیس پر سکون ہوا تھا۔

وہ سب کا لحاظ کیے بنا مشعل کو اپنی گود میں بٹھا گیا تھا۔ جس پر مشعل تو بری طرح سٹپٹائی تھی۔ لیکن عیس علی ہمدانی کا کہنا تھا۔ کہ اسکی بیوی جتنی چھوٹے قد کی ہے۔ وہ گود میں بیٹھتی کیوٹ لگتی ہے۔ وہ لہذا انہیں آنکھیں پھیلائے نہ دیکھا جائے۔

اسی لئے وہ مشعل کی مزاحمت کا اثر لیے بنا اسے گود میں جکڑے رکھے تھا۔ جس وہ سب نفی میں سر ہلا گئے۔۔

اور دیر رات تک وہ باتیں کرتے جا کر صبح کے وقت سوئے تھے۔

ان سب کی حویلی میں واپسی دوپہر کے وقت ہوئی تھی۔ اور شام کے وقت ان سب کو اسلام آباد واپس جانے کے لیے نکلنا تھا۔

اور اس وقت وہ سب واپسی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

لیکن سب لڑکیوں کے منہ بنے ہوئے تھے۔ کہ یہ ٹرپ صرف نام کا ٹرپ تھا۔ ورنہ اس میں ٹرپ جیسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

بوائے فرینڈ بات سنو۔۔

بی جان نے موبائل میں غور سے دیکھتے عیس کو بلایا۔ جو انکے پاس بیٹھا سلطان سے باتوں میں مصروف تھا۔

بی جان کے بوائے فرینڈ کہنے پر آغا جان سر جھٹک گئے۔ اس وقت وہ سب بڑے سے ہال میں اک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

یس ڈارلنگ۔۔

بی جان کو بازو کے گھیرے میں لیتے عیس محبت سے بولا۔ تو مشعل کی حیرت سے آنکھیں کھل گئیں۔ کہ اتنی محبت سے اسے تو کبھی جواب نہیں دیا تھا۔۔ لیکن پھر اپنی سوچ پر خود ہی ہنس دی۔

یہ دیکھو،اس چھوٹی چڑیا کے لئے یہ ٹھیک رہے گا۔میں کل رات سے اس کے لئے ڈھونڈ رہی تھی۔اب جا کر کچھ اچھا ملا ہے۔

بی جان نے عیس کی جانب موبائل کرتے بتایا۔توعیس غور سے موبائل کی سکرین دیکھنے لگا۔جبکہ اپنے نام پر مشعل کے کان کھڑے ہوئے تھے۔۔اور باقی سب بھی غور سے انکی بات سننے لگے تھے۔

جبکہ موبائل کی سکرین پر دیکھتے عیس نے ضبط سے اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔ہونٹوں کو کاٹتے وہ بامشکل مسکراہٹ روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عیس کی حالت دیکھتے سلطان نے آگے بڑھتے موبائل میں دیکھنا چاہا تھا۔

اور دیکھتے ہی اسکا حال بھی عیس جیسا ہی ہوا تھا۔

اس بار میں سچ میں کچھ نہیں کیا۔۔

اپنی ہنسی روکتے عیس نے سلطان کو صفائی پیش کی۔ تو سلطان ہستے ہوئے اسے مکہ جھڑ گیا۔

سب انہیں نا سمجھی سے دیکھ رہے تھے۔

لے، اب تم لوگ کیوں پاگلوں کی طرح ہسے جارہے ہو۔ میں اپنی کسی بہو کو اتنا چھوٹا نہیں دیکھ سکتی۔

بی جان نے اپنے چشمے سے مشعل کو دیکھتے جتاتے کہا۔ تو عیس سر پیچھے گراتے ہستا ہی گیا۔

ادھر ہم کو دیکھائیں۔ آپ بچوں کو کیا دیکھا رہا تھا۔ جو وہ ہنس رہیں ہیں سب۔۔

آغا جان، بی جان سے انکا موبائل پکڑتے بولے۔ تاکہ دیکھ سکیں

پہلے اپنی اردو تو ٹھیک کرلیں خان صاحب

بی جان ناک چڑھائے انہیں دیکھنے لگیں۔جو موبائل میں غور سے دیکھنے لگے تھے۔

بیگم آپ حلوہ کھا کھا کر پاگل ہوتا جارہا ہے بس

..آغا جان نفی میں سر ہلاتے بولے

سب کو نا سمجھی سے خود کی جانب دیکھتے سلطان نے انہیں بتانا ضروری سمجھا۔۔

بی جان نے مشعل گڑیا کے چھوٹے قد کو لمبا کرنے کے لیے یوٹیوب سے کوئی ڈرنک ڈھونڈا ہے۔

سلطان بات مکمل کرتا ہنس پڑا تھا۔سلطان کو یوں ہنستے دیکھ کر علیزے کے دل میں سپارک ہوا تھا۔وہ شائد پہلی بار اپنے خان کو ایسے ہستے دیکھ رہی تھی۔ورنہ وہ ہمہ وقت سنجیدہ ہی رہتا تھا۔یا بس مسکرا دیتا تھا۔

لیکن مشعل کا حال تو ایسا تھا۔ جسے ابھی رو پڑے گی۔ اسکا قد اگر چھوٹا تھا۔ تو اس میں اسکا کیا قصور تھا۔

مشعل کے رونے والے تاثرات دیکھتے سلطان نے عیس کو ہوش دلائی۔ تو عیس اپنی پدی کو محبت سے دیکھتے اشارہ کرنے لگا۔ وہ اسے اپنے پاس بلا رہا تھا۔

مشعل پیر پٹکتے ہوئے اسکے پاس آتی سامنے کھڑی ہو گئی۔ تو عیس نے اسے اپنے بائیں جانب بٹھاتے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔ اب وہ بی جان اور مشعل کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔

سب کے سامنے عیس کی اس قدر نزدیکی پر وہ سرخ ہوئی تھی۔

مائے ڈارلنگ یہ چھوٹا پیکٹ ایسے ہی عیس علی ہمدانی کے دل میں بستا ہے۔ اور یہ پیک جتنا چھوٹا ہے۔ اتنا ہی میں اسکے عشق میں گرفتار ہوں۔ اس لئے

آپ میرے چھوٹے پیکٹ کو چھوٹا ہی رہنے دیں۔ یہ مجھے ایسے ہی اٹریکٹ کرتا ہے۔

عیس محبت سے مشعل کا سر چومتے بولا۔ تو بی جان سمیت سب مسکرا دیے۔

بی جان روز مجھے زبردستی پراٹھا بھی کھلاتی رہیں ہیں۔۔

مشعل نے بھرائی آواز میں خود پر ہوا سب سے بڑا ظلم آپنے شوہر کے گوش گزارا۔ تو عیس کو اسکی من موہنی صورت دیکھ بے ساختہ اس پر پیار ایا۔

اسکی پدی نے بہت ظلم سہا تھا۔ وہ جانتا کہ وہ پراٹھے سے بہت چڑتی ہے۔ گھر میں حسن صاحب بھی اسے پتہ نہیں کس کس پیار کا واسطہ دیتے آدھا پراٹھا کھلا پاتے تھے۔

جبکہ سب دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے تھے۔ کہ یہ ظلم تو وہ خود دیکھتے رہے تھے۔ اور سب سے زیادہ منیزے خوش تھی۔۔ کیونکہ وہ اس ظلم سے بچتی آئی تھی۔ اور علیزے کو آغا جان خود بچا لیتے تھے .

ہاں تو اپنی صحت بھی دیکھ لو۔ اگر تمہاری صحت دیکھ کر کوئی اک بھی کہہ دے کہ تمہیں پراٹھوں کی نہیں ضرورت تو میں مان لوں گی کہ میں اس چڑیا پر ظلم کیا ہے۔

بی جان نے اسے نرم نظروں سے دیکھتے سنایا۔ تو مشعل عیس کے کندھے میں پھر منہ چھپا گئی۔

کوئی بات نہیں میری جان، میں واپس جا کر خود تمہیں گول گپے کھلاؤ گا۔ مشعل کا پھر اک دفعہ سر چومتے عیس بولا۔ تو گول گپوں کے نام پر اسکی آنکھیں چمکیں اٹھیں۔

اور پھر اسی طرح باتیں کرتے انکا واپسی کا وقت ہوا تھا۔

شام کے وقت سب کو ملتے ہوئے وہ لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ گئے تھے۔

اور اس دفعہ سنان مصطفیٰ کاظمی کی گاڑی سب سے آگے تھی۔

اوئے تم سب کو ڈرائیونگ رول تو یاد ہے نہ۔۔

سنی نے سب کو مخاطب کرتے کمینے پن سے پوچھا۔ تو وہ تینوں آووکرتے اس دیکھنے لگے تھے۔ جبکہ لڑکیاں ناسمجھی سے انہیں تک رہیں تھیں۔

کمینہ ،اب کہاں سے آیا اسکے اندر ٹھرک ویسے مجھے باتیں سناتا تھا۔

عیس دانت پیستے بولا تو سنی اسے بے شرمی سے آنکھ ونک کرتا اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

وہ سب دیر رات تک اسلام آباد میں داخل ہوئے. تو تھکن سے ایسے چور تھے۔۔ کہ اگلے دن تک انہیں ہوش ہی نہیں آئی تھی۔اسی لیے وہ میر پور سے اک دن پہلے نکل آئے تھے۔تاکہ اگلے دن بھرپور ریسٹ کرتے نیند پوری کر سکیں۔ کیونکہ اس اگلے دن تو انہیں یونیورسٹی جوائن کر لینی تھی۔

اگلی صبح وہ سب یونیورسٹی پہنچے تو انکا پورا دن کلاسسز لیتے ہی نکل گیا۔

کہیں جا کر وہ فری وقت میں کیفے ٹیریا میں بیٹھے۔تو اک دوسرے کی شکل دیکھ پائے تھے۔

وہ چاروں کیفے ٹیریا میں بیٹھی کھانے میں مصروف تھیں۔کیونکہ صبح ناشتہ کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔

ابھی وہ سب اپنی خوش گپیوں میں لگیں تھیں۔کہ کیفے ٹیریا میں جلدی سے داخل ہوتا عیس مشعل کی جانب آیا تھا۔

مشو میرا والٹ دو جلدی سے۔۔

عیس نے عجلت میں مشعل کو مخاطب کرتے کہا۔تو مشعل ہاں میں سر ہلا گئی۔

صبح یونیورسٹی آتے وقت عیس بیڈ ہی پر اپنا والٹ چھوڑ آیا تھا۔جسے دیکھتے مشعل نے اٹھالیا تھا۔

بائیک پر بیٹھتے مشعل نے اسے والٹ دینا چاہا۔تو عیس اسے اپنے پاس رکھنے کا کہہ گیا تھا۔

مشعل اپنا بیگ کھول ہی رہی تھی۔کہ اسے عیس کو مخاطب کرتے کسی لڑکی کی آواز سنائی دی۔تو وہ سر اٹھاتے مخاطب کرنے والی کو دیکھنے لگی.

عیس یہ لڑکی کون ہے۔۔

نتاشہ نے مشعل کی جانب اشارہ کرتے استفسار کیا۔

وہ ابھی ہی کیفے ٹیریا میں آئی تھی۔نتاشہ کے ساتھ اسکی بیسٹ فرینڈ عالیہ بھی موجود تھی۔عیس کو کسی چھوٹی سی لڑکی سے اپنا والٹ مانگنے پر وہ

حیرت کا شکار ہو گئی تھی۔ کہ عیس کا اس چھوٹی سی لڑکی سے ایسا کیا قریبی تعلق تھا۔ تو وہ یہ ہی جاننے کے لیے انکی جانب چلی آئی تھی۔

مشعل کے ساتھ وہ سب بھی سوالیہ نظروں سے نتاشہ کو دیکھ رہیں تھیں۔ جو ماڈرن ڈریسنگ میں میک اپ کیے مکمل طور پر ویسٹرن لک میں عیس کے ساتھ کھڑی تھی۔

یہ میری کزن ہے۔۔

عیس نے مختصر جواب دیتے مشعل کے ہاتھ سے اپنا والٹ لیا تھا۔

عیس کے جواب نے وہاں سب کو حیران کیا تھا۔ ماسوائے عیس علی ہمدانی کے۔۔

وہ سب مشعل کے چہرے کو دیکھنے لگیں تھیں۔ جو عیس کا جواب ہضم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

تمہاری کزن پہلے تو کہیں نہیں نظر آئی۔۔

نتاشہ مشعل کا اوپر سے نیچے تک کا جائزہ لیتے پھر بولی۔۔

کیا تم میرے سب رشتے داروں کو جانتی ہو۔اور یہ بھی کہ میرے کس رشتے دار نے کتنے بچوں کی پلینگ کی تھی۔جو تمہیں میری سب کزن کا پتہ ہو۔۔

اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے وہ مطمئن انداز میں نتاشہ کو دیکھتے بولا۔تو نتاشہ عیس کے جواب پر پھیکا سا مسکرادی۔

ویسے تمہاری کزن بہت خوبصورت ہے۔

نتاشہ مشعل کو دیکھتے بولی۔جو بلیک ڈریس میں اپنے کالے بالوں کو کھولے گڑیا لگ رہی تھی۔سفید رنگت اس وقت سرخی مائل سی تھی۔اپنی بڑی بڑی آنکھیں مٹکاتے مشعل مسلسل عیس کو دیکھ رہی تھی۔

میں خوبصورت ہوں اس لئے میری کزن بھی خوبصورت ہے۔۔

عیس ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا جس سے اسکا ڈمپل واضح ہوا تھا۔وہ بھی اس وقت مشعل سے میچنگ بلیک فل فارمل ڈریسنگ میں دل دھڑکانے کا سبب بن رہا تھا۔اپنی گندمی رنگت میں اپنے لاپرواہ انداز میں عیس علی ہمدانی نتاشہ کا سانس روکے ہوئے تھا۔

نتاشہ کو یوں ٹکٹکی باندھے عیس کو دیکھتے ہوئے مشعل کے دل پر چھڑیاں چلیں تھیں۔

وہ سرخ آنکھوں سے عیس کو دیکھنے لگی تھی۔جو اپنے ڈمپل کی نمائش کر رہا تھا۔

مشعل کی گھورتی آنکھوں کو نظر انداز کرتے وہ باہر نکلتا چلا گیا۔

اوراس کے ساتھ ہی نتاشہ کی نظریں بھی عیس کے پیچھے دور تک گئیں تھیں۔

وہ جا چکے ہیں، اب آپ بھی جائیں۔

منیزے کھڑے ہوتے نتاشہ کے سامنے ائی۔ تو نتاشہ ہوش میں آتی نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ راستہ باہر کو جاتا ہے۔

ایرہ باہر کی جناب اشارہ کرتے بولی۔ تو نتاشہ نخوت سے سر جھٹک کر عالیہ کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

تمہیں نہیں پتہ کیا۔ کہ یہ وہ ہی چاروں لڑکیاں ہیں۔ جن کے خود سے وابستہ ہونے کے بارے بلیک گینگ نے پوری یونیورسٹی کو واضح کیا تھا۔ اور جو گاؤن میں لڑکی بیٹھی ہے۔ وہ سلطان احمد خان کی منکوحہ ہے۔ ویسے اس

بارے کنفرم تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن کئی دفعہ دونوں کو اک ساتھ آتے جاتے دیکھا گیا ہے۔

جبکہ نتاشہ تو صدمے کا شکار ہوئی تھی۔ اگر ان چاروں میں سے اک لڑکی سلطان احمد خان جیسے بندے کی منکوحہ ہو سکتی ہے۔ تو باقی تین بھی عام نہیں ہو سکتیں۔

نتاشہ کو جلد از جلد اب یہ معلوم کرنا تھا۔

چھٹی کے وقت مشعل غصے سے بھری بیٹھی ہوئی تھی۔ سفید چہرہ تپ رہا تھا۔

چندا کیوں غصہ ہو رہی ہو، ہو سکتا ہے عیس بھائی نے کسی خاص وجہ سے ایسا کہا ہو۔ تم ایسے منہ بنا کر نہیں بیٹھو۔ آؤ میں تمہیں گھر چھوڑ دوں۔۔

منیزے نے مشعل کو پیار سے پچکارتے ہوئے کہا۔ تو ہنوز مشعل خاموشی سے بیٹھی رہی۔ وہ اک ٹانگ کو مسلسل ہلانے میں مصروف تھی۔ جس سے اسکی بے چینی اچھے سے نظر آ رہی تھی۔

منیزے اپنے ساتھ کھڑی علیزے اور ایرہ کو اک نظر دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور ان سب کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔ کیونکہ ان سب کو اک ساتھ ہی نکلنا تھا۔

تھوڑی دیر میں ہی وہ سب آتے دیکھائی دیے تھے۔

چلیں خانم۔

سلطان نے قریب آتے علیزے کو مخاطب کرتے پوچھا۔ تو علیزے ہاں میں سر ہلاتے مشعل کی جانب اشارہ کر گئی۔

سلطان اسے آنکھوں سے تسلی دیتے ضرار کی جانب مڑا۔

ہم نکل رہے ہیں۔ تم لوگ بھی اب جلدی سے نکلو۔

ضرار کو ملتے ہوئے سلطان علیزے کا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

ایرہ بھی انہیں خدا حافظ بولتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔ کیونکہ اسے اسکا بھائی لینے آچکا تھا۔

ایرہ کو باہر جاتے دیکھ کر سنی بھاگتے ہوئے اسکے ساتھ ہوا تھا۔ وہ صبح سے سنی سے نظریں چرا رہی تھی۔

ضرار بھی منیزے کو لے کر جا چکا تھا۔۔

پیچھے عیس اپنی پدی کے تیور دیکھ کر مسکراہٹ دبا گیا۔

چلیں مشو۔۔۔

عیس نے پیار سے اسے بلاتے کہا۔ تو مشعل اسے خونخوار نظروں سے دیکھتی اٹھتے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ پیچھے عیس اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے مشعل کے پیچھے ہوا تھا۔

پارکنگ میں نظریں دہراتے مشعل بائیک ڈھونڈ رہی تھی۔ لیکن اسے اپنے شوہر کی ہیوی بائیک کہیں بھی نظر نہیں آئی تھی۔ جس اڑن کھٹولے پر وہ صبح یونیورسٹی آئی تھی۔

عیس آگے بڑھتے مشعل کا ہاتھ تھامتے اپنی گاڑی کی جانب لے کرایا تھا۔

اس میں جانا ہے میری جان۔۔
مشعل کی سائیڈ کا دروازہ کھولتے عیس نے اسے اندر بٹھایا۔ تو مشعل شدید غصے سے اپنا بیگ پیچھے پھینک گئی۔

عیس کی خاموشی اسکے اندر پکتے لاوے کو بڑھاتے جا رہی تھی۔ اور اس بات کا ثبوت اسکی گہری سانسیں تھیں۔ لب بھینچے وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔

مشعل کی حالت دیکھتے عیس نے خود پر لعنت بھیجی تھی۔اسے جلد از جلد اپنی بیوی کا غصہ ٹھنڈا کرنا تھا۔ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔کہ اسکی بیوی اسکا خون کر ڈالتی۔

روڈ پر گاڑی چلاتے وہ ساتھ ساتھ اک نظر مشعل کو دیکھ رہا تھا۔تو دوسری نظر میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے گول گپوں کو بھی تلاش کر رہا تھا۔
گول گپوں کے پوائنٹ کو دیکھتے عیس نے تشکر بھری سانس خارج کی۔
گاڑی اک سائیڈ پر روکتے اس نے گول گپوں کا آڈر دیا۔اور پھر مکمل طور پر اپنے چھوٹے پیکٹ کی طرف متوجہ ہوا۔جو ہنوز خاموشی سے بیٹھی تھی۔

مشو میری جان۔۔
عیس نے محبت سے اسے پکارا۔۔لیکن مشعل نے کوئی رسپانس نہیں دیا۔

مشعل کو خود کو نظر انداز کرتے عیس نے اک جھٹکے میں اسے اٹھاتے اپنی گود میں منتقل کیا تھا۔ کہ وہ اس اچانک حملے سے بوکھلا کر رہ گئی۔

چونکہ اس نے گاڑی قدرے سائیڈ پر کھڑی کی تھی۔ جہاں ان پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔۔اور پھر انکی گاڑی کے شیشے تو پہلے سے بلیک تھے۔۔اس لیے عیس بے فکری سے اسے اٹھا گیا تھا۔

میری جان تم میری اکلوتی و آخری بیوی، شریک حیات اور انت الحیات ہو۔اس لئے اپنے بیچارے شوہر پر ترس کھاؤ۔

سیٹ کو پیچھے کی طرف دھکیلتے عیس ریلیکس ہو کر لیٹ گیا تھا۔اور مشعل سرخ چہرے سمیت اسے گھور رہی تھی۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔ کہ مجھے کزن کا مطلب جاننا ہے بس، اگر میں اتنا سب ہوں تو۔۔۔

مشعل کی سرخ آنکھوں کو دیکھتے عیس بے چین ہوا۔ یقیناوہ اپنے آنسو کنٹرول کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

عیس نے اٹھتے ہوئے مشعل کے ماتھے کو چوما۔اور پھر وہ رکا نہیں تھا۔ بلکہ مشعل کے پورے چہرے پر اپنے لمس کے پھول کھلاتا ہی گیا۔

میں نے اسے کزن کا صرف اس لئے کہا۔تاکہ وہ میری بیوی کو نظر نہ لگا دے۔اور پھر میری جان تمہیں مجھے پر یقین ہونا چاہئے۔ کہ میں کچھ بھی بلاوجہ تو نہیں کہوں گا نہ۔ کیا تم مجھ پر اتنا بھی اعتبار نہیں کرتی۔

عیس نے اسکی نم آنکھیں چومتے استفسار کیا۔تو وہ بے اختیار ہاں میں سر ہلا گئی۔

اگر یقین کرتی ہو۔تو پھر ایسا سخت رویہ کیوں۔۔

عیس نے شکوہ لئے پوچھا۔۔۔

تو مشعل سوں سوں کرنے لگی۔آپ میرے شوہر ہیں۔ مجھ سے نہیں برداشت ہوا بس۔۔۔

ہچکی بھرتے وہ معصومیت سے بولی۔ تو عیس مسکراتے ہوئے اسے خود میں بھینچ گیا۔

میرا بچہ، اتنی محبت کرتا ہے اپنے شوہر سے۔۔۔

عیس شرارت سے بولا۔ تو مشعل زور زور سے سر ہاں میں ہلاتے اسے بتانے لگی۔ کہ وہ سچ میں اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی ہے۔

عیس اسکے معصومیت بھرے جواب پر قہقہہ لگا گیا۔ وہ اس وقت پھر اپنے ہوش میں نہیں تھی۔ اسی لئے سچ اگل رہی تھی۔۔ ورنہ وہ صرف رونے اور شرمانے کے علاؤہ کچھ نہیں کرتی تھی۔

چلو اٹھو گول گپے کھالو۔۔

گول گپے والے کو اپنی جانب آتے دیکھ کر عیس نے اسے ہوش دلائی۔ جو عیس کو زور سے ہگ کیے آنکھیں موندے اس پر لیٹی ہوئی تھی۔

میں نہیں کھانے۔۔۔۔

بند آنکھوں سے جواب دیا گیا۔

کیوں نہیں کھانے میرے بچے کو۔۔۔

عیس نے اسکے سر کو دیکھتے پوچھا۔ وہ گول گپوں کے لئے انکار کر رہی تھی۔ تو عیس کو حیرت ہونی ہی تھی۔

کیونکہ میں یہاں سے نہیں اٹھنا۔۔

مشعل اسکے سینے سے سر اٹھاتے بولی۔ تو عیس کو بے اختیار اس پر شدت والا پیار ایا۔ لیکن یہ جگہ مناسب نہیں تھی۔

اچھا ٹھیک مجھے بس دس منٹ دو۔ پھر ایسے ہی لیٹ جانا۔

عیس اسکا سر چومتے بولا۔ تو وہ اٹھ کر اپنی سیٹ پر چلی گئی۔

عیس نے گول گپے پیک کروا کے گاڑی گھر کی جانب موڑی۔اور اک نظر مشعل کو دیکھا جو بے حد تھکی لگ رہی تھی۔اور سیٹ سے سر لگائے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

گاڑی چلاتے عیس نے مشعل کا بازو ہلاتے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔تو وہ سرخ چہرے سمیت اٹھ کر اسکی گود میں بیٹھتی عیس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔تو وہ ایسے ہی اسے پیار سے چومتے ہوئے ڈرائیو کرتا رہا۔۔اسے لگ رہا تھا کہ بیوی کے ہوتے اب اسے گاڑی میں ہی آنا جانا پڑے گا۔

گھر پہنچتے اس نے گاڑی روک کر پہلے اک ہاتھ میں گول گپے اٹھائے اور پھر مشعل کو یوں ہی گود میں اٹھائے باہر نکلا۔گاڑی لاک کرنے کے بعد اس نے گھر کا دروازہ ناک کیا۔جبکہ مشعل ہر چیز بھلائے بس اسکی گود میں پرسکون سی تھی۔

اک انجان لڑکی کا یوں اپنے شوہر کو بے خودی سے دیکھنا مشعل نہیں بھول سکتی تھی۔ کہ اسکے دل کا کیا حال ہوا تھا۔اب بھی عیس نے لمبی چوڑی تفصیل میں جانے کی بجائے اسے خود کی محبت کا احساس دلاتے ٹھنڈا کر لیا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ تفصیل نہ بتانے کی وجہ سے اسے کتنا نقصان ہونے والا ہے۔

پھر اک دفعہ وہ سب یاد آتے وہ زور سے عیس کو ہگ کرتے اسکے اندر گھسی۔ مشعل کی کیفیت کو عیس اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔اسی لیے پھر خود کو کوس گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اسکی بیوی اس طرح جنونی بنتی پاگل ہو جائے گی۔

کیا ہوا اسے، ٹھیک تو ہے نہ۔۔۔

شاہدہ بیگم نے دروازہ کھولتے عیس کے بازوؤں میں مشعل کو دیکھا۔ تو وہ پریشان ہوئیں۔

آپکی بہو کو پیار ہوا ہے شاہدہ ڈارلنگ۔۔۔

شاہدہ بیگم کو شرارت سے جواب دیتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔ تو مشعل اسکے یوں بولنے پر اسکے سینے پر اپنے دانت گاڑ گئی۔

سی یی۔۔

تم فریش ہو جاؤ اک دفعہ پھر تمہیں بتاتا ہوں کیسے سینے پر کاٹتے ہیں۔

مشعل کو بیڈ پر لٹاتے عیس اسے مصنوعی غصے سے دیکھنے لگا۔ تو وہ اسے ناک منہ چڑاتی جلدی سے اٹھتے واش روم میں چلی گئی۔

مشعل کے واش روم میں غائب ہونے کے بعد عیس شاہدہ بیگم کو دیکھنے کے لیے کمرے سے باہر نکلا۔ جن کو آتے وقت وہ گول گپے پکڑا کر آیا تھا۔ کچن میں داخل ہوتے عیس شاہدہ بیگم کے کندھے پر سر رکھتے آنکھیں بند کر گیا۔ حسن صاحب فیکٹری گئے ہوئے تھے۔۔اسی لئے عیس بھی چین و

سکون سے گھر میں چل پھر رہا تھا۔۔ورنہ مشعل کا اترا چہرہ دیکھتے حسن صاحب عیس کا وہ حال کرتے کہ پناہ۔۔۔

کیوں تنگ کرتے ہو میری چھوٹی سی بہو کو۔۔۔

ٹرے میں چیزیں نکالتے وہ بولیں۔تو عیس پھر مشعل کا جنونی روپ یاد کرتے مسکرا دیا۔

آنکھیں کھولتے اس نے ایک گول گپہ اٹھاتے شاہدہ بیگم کے منہ میں ڈال دیا۔اور دوسرا اٹھاتے اپنے منہ میں رکھا تھا۔۔

آپکی بہو کو بس اپنے شوہر سے محبت ہوتی جا رہی ہے۔اس لئے تھوڑا ناراض ہو گئی تھی۔

عیس گول گپہ اٹھاتے شاہدہ بیگم کو پھر کھلاتے بولا۔تو وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔

میری بہو کو بچپن سے اپنے اس نکمے شوہر سے محبت ہے۔اسی لئے وہ اپنا حق جتاتی ناراض ہوتی ہے۔۔ نئ نئ محبت ہوتی۔تو ناراض ہونے کی بجائے اکیلے رو رہی ہوتی۔۔

شاہدہ بیگم نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔تو وہ امپریس ہوتے بھنویں اٹھا گیا۔

نئ نئ محبت میں کیوں روتی وہ۔۔

عیس نے کچھ سوچتے سوال کیا۔۔

کیونکہ نئ نئ محبت میں انسان اظہار سے ڈرتا ہے۔اور بہت کچھ اپنے اندر چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔تاکہ اسکا محبوب ناراض نہ ہو جائے کہیں۔اور پھر اگر محبت بچپنے کی ہو مطلب پرانی ہو۔تو انسان حق جتاتے اپنا حق لینے کے لیے لڑ بھی جاتا ہے۔

شاہدہ بیگم نے اسے تفصیلی جواب دیتے ٹرے پکڑائی تھی۔ تو وہ انکا گال چوم کر کچن سے باہر نکل ایا۔ پھر وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں کمرے میں مشعل ڈریس بدلتے اب ہاف سلیوز ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔

شکر تم نے شاور نہیں لیا۔ ورنہ مجھے یہیں رہنا پڑتا۔ ٹرے ٹیبل پر رکھتے عیس بے باکی سے گویا ہوا تو مشعل بے اختیار گلابی ہوئی۔

مشعل کو اپنی تھائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تو مشعل شرم کے مارے جھجھکتے ہوئے اسکے قریب آتی تھائی پر بیٹھ گئی۔

مشعل کی سفید گردن کو چومتے عیس نے اسے گول گپے کھلانے لگا۔ جسے وہ اچھے بچوں کی طرح کھاتے پتہ نہیں ساتھ ساتھ کون کون سی کہانیاں سنا رہی تھی۔ کیونکہ دو تین دنوں بعد انکی یونیورسٹی میں سپورٹس ویک شروع ہونے والا تھا۔ جس کے لئے وہ چاروں بہت پر جوش تھیں۔

عیس بھرپور متوجہ ہوتے اپنے چھوٹے پیکٹ کی ساری باتیں سنتے اسے جواب بھی دے رہا تھا۔

مجھے سونا ہے۔۔ مشعل نے لاڈ سے اسکی گردن میں منہ چھپاتے کہا۔تو عیس اسے اٹھائے بیڈ کی جانب لے آیا۔

وہ خود بھی کب سے اسکی نیند محسوس کر رہا تھا۔۔اسی لئے اسے سلا کر ہی وہ نکلنے کا ارادہ رکھتا تھا اب۔۔

موبائل اٹھاتے اس نے سنی کو میسج کیا۔اور پھر لائٹس آف کرتے مشعل کو اپنے سینے پر لٹایا لیا۔

جو اسکے سینے پر سر رکھنے سے پہلے اسے کاٹنا نہیں بھولی تھی۔یہ اسکے شدت بھرے پیار اور غصے کی نشانی تھی۔

مشعل کے کاٹنے پر عیس نے اسے اوپر اٹھاتے اسکے ہونٹوں کو فوکس میں لیتے ان پر قبضہ کیا تھا۔

شدت سے مشعل کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے وہ اسے شدت سے خود میں بھینچ گیا۔

سو جاؤ اب چپ کر کے، ورنہ کھا جاؤں گا تمہیں۔۔

عیس نے اسکے ہونٹوں کو رہائی دیتے دھمکی دی۔ تو وہ شرماتے ہوئے اچھے بچوں کی آنکھیں بند کر گئی۔ لیکن آنکھیں بند کرنے سے پہلے وہ عیس پر اپنی گرفت مضبوط کرنا نہیں بھولی تھی۔ جیسے اسکے سوتے ہی نتاشہ اسکے شوہر کو اڑا لے جائے گی۔

عیس اسکے معصوم سے شکنجے کو دیکھتے مسکرا دیا۔

اگلے انکے تمام دن کافی مصروف گزرے تھے۔۔ کیونکہ سپورٹس ویک چونکہ منڈے سے شروع ہونے والا تھا۔ جس کا پہلا فنکشن ہی نائٹ میں تھا۔

اس دن کی تیاری کے سلسلے میں منیزے ان سب کو اپنے ساتھ مال لے کر آئی تھی۔تاکہ اچھی سی شاپنگ کی جاسکے۔

لیکن وہ تینوں ہی نہیں جانتیں تھیں۔کہ منیزے کتنے خطرناک ارادے کیے بیٹھی ہے۔جس میں سب سے زیادہ بری طرح علیزے سلطان احمد خان پھنسنے والی تھی۔

شاپنگ کب شروع کریں گئے۔

پیزے کی بائٹ لیتے مشعل پرجوش ہوتے بولی۔مال پہنچتے ہی وہ سب سے پہلے کچھ کھانے کے لئے فوڈکارنر میں آئی تھیں۔کیونکہ یونیورسٹی سے جلدی سے نکل آئیں تھیں۔

کون سی شاپنگ۔۔

منیزے نے بے نیازی سے پوچھا۔۔۔

وہ ہی شاپنگ جس کے لئے ہم لوگ یہاں آئیں ہیں۔۔

ایرہ نے منیزے کو دیکھتے یاد کروانا چاہا۔۔ جبکہ علیزے خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

میں وہ شاپنگ کر چکی ہوں۔اور صرف اپنی نہیں، بلکہ تم سب کی بھی کر چکی ہوں۔۔

منیزے نے بے نیازی سے انکے سر پر دھماکہ کیا۔تو وہ تینوں اپنا کھانا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگیں۔

سب خود کر چکی ہو۔تو ہمیں ادھر یہ لوگ دیکھانے لائی تھی۔

علیزے دانت پیستے ہوئے بولی۔اور ایسا ہی حال ایرہ اور مشعل کا بھی تھا۔

جن کے منہ لٹک گئے تھے۔وہ دونوں ہی شاپنگ کے لیے بہت ایکسائٹڈ تھیں۔اور انکی اس خوشی پر منیزے گرم، ٹھنڈا پانی سب گرا چکی تھی۔

تو کیا تم لوگوں سے کرواتی شاپنگ، جنہوں نے اپنے اس گھسے پیٹے حلیے سے ہی نہیں نکلنا ہوتا۔

منیزے بھی اسی کی طرح غراتے بولی۔ تو وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگیں۔

تو تم کیا چاہتی ہو ہم ماڈل بن کر گھومیں۔۔
ایرہ منہ بناتے بولی، کیونکہ وہ جانتی تھی۔ کہ منیزے کے طنز میں زیادہ تر اسے ہی ٹارگٹ کیا گیا ہے۔
تم لوگوں کو کس طرح کل رات گھومانا ہے، وہ میں جانتی ہوں۔ اور خبر دار اگر کسی نے میری بات سے کل انکار کیا تو۔ ورنہ بری طرح ناراض ہوتی بائیکاٹ کر دوں گی
منیزے نے انہیں سناتے ساتھ سیرس قسم کی دھمکی بھی دے ڈالی۔ جس پر وہ سر ہلاتے پیزے کی جانب متوجہ ہو گئیں۔
کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد منیزے انہیں لے کر سینڈلز اور جیولری لینے کے لئے چلی گئی۔ کیونکہ انکے سائز کی وجہ سے سے وہ ہیلز نہیں منگوا پائی تھی۔

منیزے تم پاگل ہو گئی ہو کیا سچ میں۔۔

علیزے بیڈ پر پڑی ساڑھیوں کو دیکھتے صدمے سے بول پڑی۔ ایرہ اور مشعل تو کچھ بول بھی نہیں پا رہیں تھیں۔

لیکن منیزے ببل چباتی بے نیازی سے کندھے اچکا گئی۔ کہ جو بھی کہو، اب یہ ہی ہے۔۔

منیزے دیکھو۔۔

علیزے گہری سانس بھرتے اس سے پہلے بولنا شروع ہوتی۔ منیزے اسے ٹوک گئی۔

تم سنو میری خان کی خانم اور تم دونوں بھی۔۔

منیزے نے علیزے کو ٹوکتے ساتھ مشعل اور ایرہ کو بھی اپنی طرف متوجہ کیا۔

میں تم لوگوں کے اس روز کے گھسے پیٹے حلیوں کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئی ہوئی ہوں۔ اس لئے آج رات کے فنکشن کے لئے ہم چاروں یہ ہی پہنے والی ہیں۔ تو تم تینوں میں سے کوئی بھی میرے ساتھ چوں چرا نہ کریں۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی بھی نہیں ہو گا۔ اور بہت برا پیش بھی آؤں گی۔

منیزے انگلی اٹھاتے دو ٹوک انداز میں وارننگ دے گئی۔ تو وہ تینوں تلملا کر رہ گئیں۔

تھوڑی دیر پہلے منیزے جا کر خود ایرہ اور مشعل کو پک کر اپنے ساتھ فلیٹ میں لائی تھی۔ جہاں ان سب نے تیار ہونا تھا۔ جبکہ علیزے کو سلطان خود ڈراپ کر گیا تھا۔

اوراب منیزے نے انکے سامنے شیفون سٹف میں شمری ساڑھیاں لا کر رکھ دی تھیں۔جو کہ انڈین ڈیزائن میں انتہائی سٹائلش ساڑھیاں تھیں۔

ساڑھیوں کے ساتھ ساتھ بلاؤز دیکھتے ان تینوں کی جان جا رہی تھی۔۔کیونکہ بلاؤز چھوٹے تھے۔اوراب منیزے انکی لکس کو ٹارگٹ کرتے یہ سب پہنے پر مجبور کر رہی تھی۔

کیونکہ وہ انہیں مکمل طور پر بدلنا چاہ رہی تھی۔تاکہ وہ چاروں مختلف لگیں۔

منیزے تم کیوں نہیں سمجھ رہی یار، خان مجھ سے ناراض ہو جائیں گئے۔

اگر یہ سب پہنا تو

علیزے پیر پٹکتے ہوئے بولی۔کیونکہ منیزے اسکی اک بھی سننا نہیں چاہ رہی تھی۔الٹا ناراض ہونے کی دھمکی بھی دے ڈالی تھی۔علیزے کو اچھے سے یاد تھا۔وہ گھر کے سلیولیس شرٹس میں بھی اسے خاص طور پر تاکید کرتا

تھا۔ کہ گھر کی ملازماؤں کے سامنے وہ خود پر ڈوپٹہ اوڑھا کر رکھا کرے۔ اور علیزے اسکی یہ بات دل سے مانتی بھی تھی۔

تم تینوں کیوں میرا دماغ خراب کر رہی ہو بدتمیزو، یہ سب پہن کر کون کافر رات کی پارٹی میں جائے گا۔

منیزے نے دانت پیستے ہوئے انکار و نا دیکھا۔۔

تو یہ سب پہن کر ہم مریخ پر جا رہے ہیں کیا۔۔

ایرہ نے لگے ہاتھ طنز کے تیر برسائے۔۔

دعا تو میری یہ ہی ہے۔ کہ یہ پہن کر سنان بھائی تیرے ہوش اڑاتے تجھے سچ میں مریخ پر پہنچا دیں۔۔

منیزے زو معنی میں ایرہ کو دیکھتے بولی۔ تو ایرہ یک دم سرخ پڑتی اس پر لعنت بھیج گئی۔

میری بات سنو میری معصوم پریوں، میں تم لوگوں سے یہ ساری تیاری اس لئے کروا رہی ہوں۔تاکہ ہمارے شوہر ہمیں رومینٹک سی ڈیٹ پر لے کر جائیں۔ویسے خود سے انہیں خیال تو آنا نہیں۔اس لئے میں انہیں مجبور کر دینا چاہتی ہوں۔تاکہ وہ ہمیں فلمی سی ڈیٹ پر لے کر جائیں۔کیونکہ اس طرح کی بولڈ ساڑھی میں تم لوگ یونیورسٹی کا گیٹ بھی کراس نہیں کر پاؤں گی۔اور اٹھالی جاؤ گی۔

منیزے نے پرجوش ہوتے اپنی پلینگ انکے گوش گزاری تو ان تینوں کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

کیا ہے اب۔۔

ان تینوں کو ہنوز خود کو گھورتے پا کر منیزے چینخی۔۔۔

ہمیں کون اٹھا کر لے کر جائے گا۔

مشعل نے ہاتھ نچاتے طنزیہ پوچھا۔تو منیزے سر پیٹ گئی۔

بے وقوفوں تمہارے شوہر ہی تو اٹھا کر لے کر جائیں گئے۔اور ہم کوشش کریں گئے کہ کسی اور کی نظر میں نہیں ائیں

منیزے کی باتیں ان تینوں کے سر سے اوپر گزر رہیں تھیں۔۔ لیکن یہ بات کنفرم تھی کہ برحال آج یہ بلا ہی پہنی ہے۔۔اس لئے وہ ٹھنڈی آہیں بڑھتی تیاری کرنے لگیں۔

پھر کون سا پہنا ہے رات میں بلیک یا بلو۔۔

سنی نے ہاتھ میں دو آپشنز لئے انکو دیکھا۔۔وہ اپنے فلیٹ میں کام کرنے میں مصروف تھے۔

افکورس بلیک۔

تینوں نے یک زبان جواب دیا۔تو سنی امپریس ہوتے اوو کر گیا۔۔

یہ بٹنوں کو کون سی خاص تیاری کرنی تھی۔جو جنگجوں کی طرح اک میدان میں اکھٹی ہوئیں ہیں۔عیس لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے بولا۔تو ضرار اور سلطان کندھے اچکا گئے۔

زیادہ تجسس ہو رہا ہے تو جا کر دیکھ لے۔۔

سنی نے اسکے ساتھ جگہ بناتے کہا۔تو عیس بنا جواب کے کام میں مصروف رہا۔

پھر وہ چاروں کام میں مصروف رہے۔۔کیونکہ رات آٹھ بجے فنکشن شروع ہونا تھا۔اس سے پہلے انہیں اپنا کام ختم کرنا تھا۔

منیزے یہ اوور لگ رہی ہے۔

علیزے خود کو شیشے میں دیکھتے روہانسی ہوئی۔ وہ اس وقت وائن ریڈ کلر شیڈ کی ساڑھی میں اپنے قیامت خیز حسن کے ساتھ شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔

منیزے فلیٹ میں ہی سیلون سے لڑکیوں کو بلا چکی تھی۔ جو گھر آ کر ان چاروں کو تیار کر کے جا چکی تھیں۔

میرون گھنگریالے بالوں کا لوز سا بن بنایا گیا تھا۔ اور دونوں سائیڈ سے دو کرل نکالے گئے تھے۔ شمری بلاؤز میں اپنے دراز قد کے ساتھ وہ پریشان کھڑی تھی۔

منیزے نے اک جیسی ریڈ چار مختلف شیڈز کی ساڑھیاں منگوائی تھیں۔ علیزے وائن ریڈ کلر کی ساڑھی میں پہنے ہوئی تھی۔

جبکہ ایرہ اپنے بلش ریڈ کلر کی ساڑھی میں اپنی گولڈن آنکھوں اور بالوں کے ساتھ چمک رہی تھی۔ ہمہ وقت پونی میں قید رہنے والے بال آج کھلے

ہوئے دائیں کندھے پر سیٹ تھے۔ جس سے ایرہ کی گردن واضح ہو رہی تھی۔ نیوڈ کلر کے میک اپ میں وہ خود کو تکے جا رہی تھی۔

اب کیوں خود کو دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہو۔

منیزے نے اس بار ایرہ پر طنز کے تیر چلائے۔ جو ساڑھی میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ کہ سنی کے ری ایکشن کا سوچتے ہوئے اسکے گال دہک رہے تھے۔

منیزے کے طنز کو اگنور کرتے ایرہ اک ادا سے چلتے ہوئے اسکے پاس سے گزر گئی۔ تو منیزے نے اسی ایکٹنگ ہر اپنی ہنسی دبائی۔

ہوش میں آجائیں چندا۔۔

مشعل کو دیکھتے نفی میں سر ہلا گئی۔ جو آج بلڈ ریڈ کلر کی ساڑھی میں معصومیت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ ماتھے پر بکھرے رہنے والے بال آج

خوبصورت سے ہیر سٹائل میں قید تھے۔ منیزے نے اسکے بالوں میں پونی ہیر سٹائل بنایا تھا۔۔ جس سے اسکا قد تھوڑا بڑا لگ رہا تھا۔اور چھوٹا سا ماتھا آج روشن تھا۔جو ہمشہ بالوں کے پیچھا چھپا رہتا تھا۔

منیزے اس پر پہنے کے لئے گاؤن ہی منگوالیتی۔

علیزے جھنجھلاہٹ سے بولی۔ کیونکہ ان سب کے بلاؤز شارٹ تھے۔ جس سے انکا کمر اچھی خاصی واضح ہو رہی تھی۔

منگوائے ہیں میری جان بے فکر رہو۔

منیزے اپنی سینڈلز بند کرتی کھڑی ہوئی۔ روز ریڈ کلر کی ساڑھی میں آج سبز آنکھوں کی رت کی نرالی تھی۔ سٹیپ کٹنگ والے بالوں کو آج لوز کرلز کروا کے پیچھے پشت پر چھوڑا گیا تھا۔

وہ سب اک سے بڑھ کر اک لگ رہیں۔اور شبوان کو دیکھ دیکھ کر پاگل ہو رہی تھی۔ شبو کے پاگل پن کو دیکھتے منیزے نے لگے ہاتھ اسکا بھی میک

اوور کروادیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اب خود کو دیکھ دیکھ کر پاگل ہورہی تھی

۔

منیزے نے کبرڈ سے انکے میچنگ گاون نکال کرانہیں دیے۔ جس پر سب سے زیادہ علیزے نے شکرادا کیا تھا۔

لڑکیوں وقت دیکھواور جلدی نکلو، پہلے ہی میں جھوٹ بول چکی ہوں۔ منیزے پرس پکڑتی جلدی سے باہر کی جانب بڑھی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی ضرار کو میسج کرکے بتاچکی تھی۔ کہ وہ لوگ فنکشن پر پہنچ چکے ہیں۔ کیونکہ منیزے کاارادا ان سب کواپنے ساتھ لے کر جانے تھا۔ تاکہ وہاں اک ساتھ اچانک وہ خود سمیت انکے شوہروں پر بھی دھماکا کرسکے۔

وہ چاروں اس وقت اک گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بلیک فور پیس میں اپنی اپنی شخصیت کے ساتھ وہ ماحول پر چھائے ہوئے تھے۔ گاڑی میں ان چاروں کے کلون کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

سلطان اور ضرار آگے جبکہ وہ دونوں پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ بطخوں نے جھوٹ کیوں بولا کہ وہ پارٹی میں پہنچ چکیں ہیں۔

عیس منہ بسورے بولا۔ تو وہ تینوں اسے گھوری سے نواز گئے۔ جو کب سے اک ہی سوال کرتے انکی جان کھائے جا رہا تھا۔ منیزے کے میسج کے وقت وہ چاروں جو اپنی اپنی گاڑی میں نکل رہے تھے۔ تاکہ فلیٹ سے اپنی اپنی بیوی کو پک کر سکیں۔

لیکن منیزے کے میسج پر دانت کچکچاتے ہوئے انہیں یونیورسٹی آنا پڑا تھا۔ کہ وہ انکے بنا کیسے اکیلے آسکتیں ہیں

لیکن یہاں آکر انہیں جب انکا نام و نشان نہ ملا تو ضرار منیزے کی لوکیشن دیکھتے دانت پیس گیا۔اور اب پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ گاڑی میں بیٹھے انکے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

اگر اب تو نے مزید اک دفعہ یہ سوال پوچھا تو میں بنا کسی لحاظ کے تیرا منہ سوجا دوں گا۔

سنی اسے وارننگ دیتے بولا، تو عیس اسکا دھیان سامنے کروا گیا۔

یہ کیا بکواس ہے۔۔

سنی سامنے دیکھتے ہوئے غصے سے بولا۔۔

تو سلطان اور ضرار بھی نا سمجھی سے انکی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے لگے۔

لیکن سامنے دیکھتے ہی وہ بھی انگاروں پر لیٹے تھے۔

انکی ہمت بھی کیسے ہوئی اس طرح کا لباس پہنے کی۔۔

عیس غراتے ہوئے بول اٹھا۔ ہر وقت دوسروں کی جان کھانے والا اس وقت الگ ہی موڈ میں آگیا تھا۔

لیکن سب سے برا حال تو سلطان کا تھا۔ وہ سامنے دیکھتے ہوئے یقین ہی نہیں کر پاہ رہا تھا۔ کہ یہ اسکی خانم ہو سکتی ہے۔ جو ہر وقت گاؤن میں خود کو چھپا کر رکھتی ہے۔

سامنے دیکھتے ہوئے ان سب پر غم و غصے کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔

بے اختیار سلطان سامنے دیکھتے تکلیف سے آنکھیں بند کر گیا۔

کیونکہ گاڑی سے نکلتے علیزے کا گاؤن بے ترتیب ہوا تھا۔ جس سے اسکی سفید کمر واضح ہوئی تھی۔

ڈیم اٹ یہ اس حلیے میں اندر جانے کی جرات کیسے کر رہیں ہیں۔۔

عیس تکلیف سے چلایا۔ اور کچھ ایسا ہی حال سنی کا ہو رہا تھا۔ جبکہ ضرار اب تک خاموش بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو۔

ہاں اس نے کبھی اپنی بیوی پر زیادہ روک ٹوک نہیں کی تھی۔ کیونکہ وہ اسے پیار سے بدلنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ سب دیکھ کر اسے اپنے پورے جسم میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

گاڑی سے نکلو جلدی، اگر یہ سب اس حلیے میں منہاج اور نتاشہ یا کسی بھی عام انسان کی نظروں میں آئیں۔ تو آئی سوئیر میں یہاں آگ لگا دوں گا۔ برفیلے لہجے میں بولتے سلطان نے انہیں ہدایت کی تھی۔ تو وہ سب بھی گاڑی سے نکلتے انکے پیچھے ہوئے تھے۔

منیزے یہاں تو مجھے ان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا۔۔
علیزے گھبراہٹ سے بولی۔۔۔

کیونکہ سب انہیں حیران کن نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پارٹی کا سارا انتظام یونیورسٹی کے پچھلے گراؤنڈ میں کیا گیا تھا۔

اسی لئے یہاں اکا دکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔۔ جو انہیں بہت گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے گزر رہے تھے۔

سب کو اپنی جانب یوں دیکھتے علیزے مزید روہانسی ہو رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ پاتیں۔ دو لڑکیاں انکی جانب بڑھیں تھیں۔

ہائے آپ منیزے ہیں نہ۔۔

اک لڑکی نے منیزے کو دیکھتے استفسار کیا۔ تو منیزے سر ہلا گئی۔

میرا نام میرال ہے، مسٹر ضرار باہر موجود ہیں۔ تو وہ آپ سب کو بھی وہیں بلا رہے ہیں۔۔

میرال نے مسکراتے ہوئے باہر اشارہ کیا۔۔ تو وہ سب سر ہلاتے باہر کی جانب بڑھنے لگیں۔ لیکن اس سے پہلے ہی انہیں رکنا پڑا تھا۔

تم عیس کی اس دن والی کزن ہو نہ۔۔

نتاشہ نے حیران کن نظروں سے مشعل کے خوبصورت سراپے کو دیکھتے پوچھا۔تو مشعل کا موڈ خراب ہو گیا۔جیسے اسکے منہ میں کڑوا بادام آگیا ہو۔

نتاشہ عالیہ کے ساتھ عیس کو دیکھنے کی باہر آرہی تھی۔کہ اسے ریڈ ساڑھیاں پہنے چار لڑکیاں کھڑی نظر آئیں۔لیکن مشعل کو ساڑھی میں دیکھتے وہ فوت ہونے کے قریب تھی۔

اگر یہ چھوٹی سی لڑکی اتنی خوبصورت تھی۔تو نتاشہ کے لئے عام نہیں ہو سکتی تھی۔

جی ہم وہ ہی ہیں۔اب رستہ دینا پسند کریں گی کیا۔۔۔

مشعل کے بگڑتے زاویے دیکھ کر ایرہ آگے بڑھتے ناگواری سے بولی۔اور چاروں پھر اک دفعہ میرال کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئیں۔

ڈیم اٹ یار کیا خوبصورتی ہے چاروں کی، میں نے آج سے پہلے ایسا حسن نہیں دیکھا۔

عالیہ شاکی نظروں سے انہیں جاتے دیکھتے بولی۔ تو نتاشہ ضبط سے مٹھیوں کو بھینچ گئی۔ وہ خود اس وقت بلو کلر کے سلیو لیس فش کٹ ڈیزائن کے گاؤن میں تھی۔ ہیوی میک اپ م میں وہ اس وقت بے حد بولڈ لگ رہی تھی۔ کیونکہ گاؤن کے آگے پیچھے کا گلہ کافی ڈیپ تھا۔ وہ کچھ سوچتے پارٹی والی جگہ پر چلی گئی۔

چکراتے سر کے ساتھ وہ مندی مندی آنکھوں کو کھول کر یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

ایرہ نے آنکھیں کھول کر اپنے آس پاس کا جائزہ لینا چاہا تو اس کے پاس وہ تینوں بے ہوش پڑی ملیں۔

دماغ پر زور ڈالنے پر جب اسے یاد آیا کہ وہ میرال نامی لڑکی کے ساتھ باہر پورچ میں ائیں تھیں۔اس بعد اس نے یہاں آکر ہوش کی تھی۔

.کچھ غلط ہونے کے خوف سے ایرہ جلدی سے انہیں اٹھانے لگی

منیزے اٹھو،تجھے کہا تھا یہ منحوس ساڑھی نہ پہنا ہمیں،دیکھ اب اغوا ہو گئے ہیں نہ۔۔

ایرہ انہیں جھنجھوڑتے ہوئے خوف سے بولتی چلی گئی۔

تو وہ تینوں بھی آہستہ آہستہ آنکھیں کھولتے جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔

ہم ادھر کیوں ہیں۔

مشعل ڈرتے ہوئے بولی۔۔۔

یہ اس منحوس ساڑھی کی وجہ سے ہم ادھر ہیں۔۔

جواباً ایرہ چلا اٹھی۔۔۔

کمینیوں، ایسے مجھے سنا رہی ہو جیسے میں نے یہ ساڑھیاں باڈر پار دشمن سے منگوائی ہوں۔اور پاک آرمی نے جان کر ہمیں آپنی حراست میں لے لیا ہو منیزے دانت پیستے انہیں لتاڑتے ہوئے بولی۔۔ جبکہ علیزے غور سے کمرے کو دیکھ رہی تھی۔

ابھی اسی بحث میں وہ لگیں تھیں۔ کہ اک لڑکی دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔

تم کون اور ہمیں یہاں کیوں لے کر آئی ہو۔۔

منیزے میرال کو دیکھتے غصے سے بولی۔۔

وہ اس وقت سب ہال میں کھڑی تھیں۔۔اور انکے سامنے بلیک پینٹ ڈریسنگ میں وہ دونوں لڑکیاں کھڑی کوئی ایجنٹ ہی لگ رہیں تھیں۔

اسے لگ رہا ہے جیسے یہ کوئی ماڈرن بہو ہے۔اور ہم سنسکاری بہوئیں ہیں۔۔

مشعل میرال اور بیہ کا تنقیدی جائزہ لیتے ایرہ کی جانب جھکتے ہوئے سرگوشی کر گئی۔

خیر سے سنسکاری تو ہم بھی کہیں سے نہیں لگ رہیں۔۔

جواباً ایرہ بھی خود کی ساڑھی دیکھتے مشعل کو سرگوشی میں بتانے لگی۔

وہ دونوں آس پاس سے بے خبر اپنے اپنے تبصروں میں مصروف تھیں۔

باس کا آڈر تھا۔اس لئے لے کر آنا پڑا۔

میرال نے دھیمے لہجے میں منیزے کو جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ منیزے غصے سے اسکا منہ نوچ لیتی۔وہ تینوں اپنی اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ ہال میں داخل ہوئے۔۔

آج انہیں اک خاص کام سر انجام دینا تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے میرال اور بیہ کو بھی پارٹی میں بلایا تھا۔ کیونکہ ان دونوں کی ضرورت تھی۔ لیکن ان سب کا حال دیکھتے سلطان نے انہیں یہاں سے غائب کرنے کے اڈرز دیے تھے۔ اسی لیے میرال انہیں بہانے سے پورچ میں لے جا کر انہیں بے ہوش کر کے فارم ہاؤس لے آئی تھی۔

بھابھی خان باہر آپکا انتظار کر رہا ہے۔ سنی نے سنجیدگی سے بنا علیزے کو دیکھے کہا تو وہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔

ہم تو سچ میں اٹھالی گئی ہیں۔۔

ایرہ منیزے کی بات یاد کرتے بول پڑی تو مشعل نے بھی اسکی تائید کی۔

ضرار نے میرال اور بیہ کر جانے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتے چلی گئیں۔ پیچھے عیس مشعل کو گھسیٹتے ہوئے لے کر کمرے میں چلا گیا۔ اور یہ ہی طریقہ کار سنی بھی اپنایا تھا۔

اوراب ہال میں صرف منیزے اور ضرار اکیلے رہ گئے تھے۔

لان میں آسمان کو دیکھتے وہ علیزے کی جانب پیٹھ کیے کھڑا تھا۔ علیزے کا
اسکے کے سامنے جانے کا حوصلہ نہیں پڑ رہا تھا
سلطان اسکی موجودگی محسوس کر چکا تھا۔ لیکن مڑا نہیں۔۔۔
خان۔۔۔
علیزے جھجکتے ہوئے اسے بلانے لگی۔ لیکن وہ ہنوز خاموش رہا۔
وہ کیوں اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ پہلے تو علیزے کو اپنے قریب دیکھتے ہی
وارفتگی سے اسکی جانب بڑھتا تھا۔ آج اس قدر خاموشی کیوں تھی۔
خان۔۔۔

علیزے اسے پھر پکارا تو وہ لمحہ دیر بعد اسکی جانب رخ موڑ گیا۔ لیکن چہرے پر سرد تاثرات تھے۔

جی۔۔۔

یک لفظی جواب دیا گیا تھا۔

وہ میں ادھر، آپ نے بلایا تھا۔۔

علیزے اسکی نظروں سے ڈرتے بے ربط بولنے لگی۔

سلطان نے غور سے اسے دیکھا جو اپنے حسن کے ساتھ اپسرا بنی ہوئی تھی۔

کیا میں اس لباس کو پہنے کی وجہ جان سکتا ہوں۔۔۔

اجنبیت سے سوال پوچھا گیا۔ لیکن دل میں تکلیف بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اور نیلی آنکھیں نم سی تھیں۔۔

علیزے کو شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔ کہ وہ روح تک تڑپ گئی تھی۔

خان میں بتاتی ہوں، ایسا کچھ بھی نہیں۔۔۔

اپنے آنسوؤں کو کنڑول کرتے وہ سلطان کی جانب بڑھتے بولی۔ تو سلطان پیچھے قدم اٹھا گیا۔ اور سلطان کو خود سے دور ہوتے دیکھ کر علیزے مرنے کے قریب ہوئی تھی۔ جس نے آنکھوں پر بٹھا کر رکھا ہو۔۔ اسکی پہلی بے رخی جان لیوا تھی۔

میری بات تو سنیں نہ۔ مجھے غلط نہیں سمجھیں خدارا۔۔

ہچکیوں سمیت وہ روتے ہوئے بولی۔ لیکن سلطان صرف خاموشی اختیار کیے تھا۔ وہ اسکی جانب دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ علیزے نے جب یہ دیکھا تو وہ ہچکیوں سے شدت سے رو دی۔

پلیز خان ایسا نہیں کریں میں مر جاؤں گی۔۔۔

وہ پھر قدم اٹھاتے اس کے قریب ہوئی۔ تو سلطان اپنا چہرہ ہی موڑ گیا۔

علیزے کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ کہ اسے کیا کرنا ہے۔ لیکن وہ ایسے ہمت بھی نہیں ہار سکتی تھی۔۔ اگر ہار جاتی تو یقیناً بات بڑھ جاتی۔ وہ نہیں جانتی

تھی کہ کیونکر اس قدر خاموشی اختیار کیے ہوئے تھا۔ ورنہ وہ اسے دانٹ بھی تو سکتا ہے۔ سلطان کی خاموشی ہی علیزے کے لئے اصل امتحان ثابت ہو رہی تھی۔

کہ وہ مضبوط قدم اٹھاتے سلطان کے قریب ہوتے اسکی گردن میں بانہیں ڈال کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ گاؤن بے ترتیب ہوتا کندھوں سے ڈھلک رہا تھا۔ سفید کندھے اپنی جھلک دیکھا رہے تھے۔

اپکو میری بات سننا ہو گی ورنہ یہیں جان دے دوں گی میں۔ آپ میری بات سنے بنا میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔۔

کالی سرخ انھیں نیلی آنکھوں میں گاڑتے وہ چلا اٹھی۔ تو سلطان اپنی آنکھوں کو ہی بند کر گیا۔ پتہ نہیں وہ خود کو یا اسے سزا دے رہا تھا م

وہ تینوں سلطان کی جانب آ رہے تھے۔تاکہ سلطان کو ٹھنڈا کر
سکیں۔۔کیونکہ سب سے بری حالت تو اسکی ہوئی تھی۔وہ نہیں چاہتے
تھے۔کہ سلطان انکی بھابھی کو اپنے غصے کا زیادہ نشانہ بنائے۔
لیکن یہاں علیزے کو پہلے سلطان کے قریب ہوتے اور پھر ہونٹوں پر جھکتے
دیکھ کر وہ سٹپٹائے تھے۔لیکن عیس کا منہ کھلا گیا تھا۔
سلطان کو آنکھیں بند کرتے دیکھ کر وہ بنا کچھ سوچے ایڑھیاں اٹھاتے
سلطان کے لبوں پر جھکی تھی۔سلطان جو آنکھیں بند کیے تھا۔علیزے کے
ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں پر محسوس کرتے وہ آنکھیں کھول گیا۔علیزے
بھیگی آنکھوں سے اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹوں سے سلطان کے ہونٹوں کو
چومنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔لیکن ناکام ٹھہر رہی تھی۔

ان تینوں کو منہ کھولے کھڑے دیکھ کر سلطان نے اک ہاتھ سے علیزے کی
کمر کو تھامتے دوسرے ہاتھ سے انہیں وہاں سے دفع ہونے کا کہا تھا۔تو وہ

جلدی سے وہاں سے نکلے تھے۔ لیکن عیس کو گھسیٹتے ہوئے لے کر جانا پڑا تھا۔

انکے جاتے ہی سلطان نے شدت سے علیزے کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ وہ جو ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ سلطان کے لمس کو محسوس کرتے مزید رو دی۔۔اور شدت سے سلطان کی گردن کو ہاتھ سے چھونے لگی۔تاکہ اپنے جلتے دل کو سکون پہنچا سکے۔

سلطان اک جھٹکے میں اسے بازوؤں میں اٹھا کر پیچھے کی جانب بڑھا۔

وہ علیزے کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن علیزے کے ہونٹوں کو اس نے آزاد نہیں کیا تھا۔

علیزے کو بیڈ پر لٹاتے سلطان نے اک جھٹکے میں اپنا کوٹ اتار کر نیچے پھینکا تھا۔ جبکہ علیزے اسے اپنے سامنے دیکھتے اپنی نظریں جھکا گئی۔

اپنا گاؤن اتاریں۔۔

سلطان نے اس پر جھکتے ہوئے سرد تاثرات سے حکم دیا۔ تو علیزے ڈر کے مارے اپنا گاؤن نکالنے لگی۔ وہ مزید اسکی ناراضگی کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اس نے گاؤن اتارا تو سلطان نے گاؤن کو اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔۔ وہ اب اپنی بھرپور رعنائیوں سے اسکے سامنے موجود تھی۔

علیزے کے نوخیز حسن کو دیکھتے سلطان کی آنکھوں میں خماری اتری تھی۔ کمرے میں اس نے نائٹ لائٹس آف کر دیں تھیں۔ اپنی شرٹ اتارتے وہ بیڈ پر علیزے پر جھکا۔

اب جو ہو گا اسکی ذمہ دار آپ خود ہو نگی۔ علیزے کی کان کی لوح کو شدت سے کاٹتے وہ شدت پسندی سے بولا۔ تو علیزے تھوگ نگل گئی۔

سلیو لیس بلاز وجو اسکے جسم کو نہ آگے سے کور کر پاہ رہا تھا، نہ پیچھے سے سلطان شدت سے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں لے گیا۔ ہاتھ اسکی گردن سے گزارتے علیزے کے چہرے کو اوپر اٹھاتے وہ اسکے ہونٹوں کو شدت سے چومتے زخمی کر رہا تھا۔۔ جیسے اسے سزا دینا چاہ رہا ہوں۔

سلطان کی اتنی شدت پر تڑپتے ہوئے وہ مزاحمت کرتے اسکے کندھوں ہوئے مکے مارنے لگی تھی۔ یہ محبت کا بھرم ہی تھا۔ کہ وہ کھل کر مزاحمت کر رہی تھی۔ اور سلطان نے اسکا یہ بھرم نہیں توڑا تھا۔

علیزے کے ہونٹوں کو چھوڑتے وہ اسکی گردن پر جھک گیا۔

اسکی کی گردن کو اپنے دانتوں میں دباتے وہ جگہ جگہ اسے محبت کی نشانیاں دینے لگا۔ اور پھر ایسے ہی نیچے کی جانب جھکتے وہ اسے لبوں سے چومنے لگا۔

علیزے گہرے سانس لیتی اسکے لمس پر پاگل ہو رہی تھی۔

سلطان نے اسکے پاؤں اٹھاتے اپنے سامنے کیے تھے۔ جو ریڈ ہیلز میں مقید تھے۔ علیزے کے پاؤں کو ہیلز سے آزاد کرتے اپنے سلگتے لب اسکے سفید

گلابی پیروں پر رکھے۔ تو وہ تڑپتے ہوئے پاؤں چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

علیزے کے تڑپنے پر سلطان گہرہ مسکرایا تھا۔ ابھی وہ اسے مزید تڑپانا چاہتا تھا۔ اسی لئے ساڑھی پیچھے ہٹاتے سلطان اسکی ٹانگ پر نرمی سے لب رکھ گیا۔ کہ علیزے جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

سلطان کی آنکھوں میں خماری اور بیک وقت جذبات دیکھتی وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ لیکن سلطان کی بولتی نظروں نے اسے آنکھیں جھکانے پر مجبور کیا تھا۔

آج ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں جانم آج میں اپکو بتاؤں گا۔ کہ اک پٹھان کے جذبات سے کھیلنا کیسا ہوتا ہے۔

علیزے کو ٹانگ سے اپنی جانب کھینچتے اسکی گردن کو اوپر اٹھاتے وہ برفیلے لہجے میں بولا۔ تو علیزے اس ارادوں کو سوچ کر اندر تک کانپ گئی۔

لیکن سلطان نے اسے مزید سوچنے کا موقع نہیں دیا تھا۔اس لئے پھر اک بار شدت سے اسکے ہونٹوں پر گرفت جما گیا۔ کہ علیزے بے حال ہوتے پیچھے تکیے پر جا گری تھی۔

بے چین ہوتے سلطان نے اک جھٹکے میں اسکی ساڑھی کا پلو اسکے وجود سے ہٹایا. کہ علیزے کانوں کی لوح تک سرخ پڑتی رخ موڑ گئی۔

علیزے کی بیک دیکھتے سلطان نے تھوک نکلا تھا۔ صرف ڈوریوں سے بلاؤز کو سکیور کیا گیا تھا۔ سلطان علیزے پر گرفت جماتے اسکی پچھلی گردن پر جھکا تھا۔تاکہ وہ مزاحمت کرتی اسکے کام میں خلل نہ ڈال سکے۔

علیزے کی گردن کو چومتے وہ نیچے کی جانب بڑھتے اسکی ڈوریوں کو دیکھ کر اک نظر رک گیا۔۔اک نظر اپنی بیوی کو دیکھا۔۔جو گہرے سانس لیتی رخ موڑنا چاہ رہی تھی۔اسی لیے سلطان اسکی ڈوری کو دانتوں میں لیتے کھول گیا۔ کہ علیزے روح تک لرز اٹھی۔

خان۔۔۔

سلطان کو پکارتے وہ چینخی۔اور جلدی سے رخ موڑتے اسکے سینے میں چھپی۔۔علیزے کی حالت دیکھتے وہ دانتوں تلے لب دباتے اسے گردن سے لے کر کمر تک بے باقی سے چھونے لگا تھا۔

علیزے سلطان کی بے باقیوں ہر خود میں سمٹ رہی تھی۔تو سلطان نے پاؤں سے بلینکٹ پکڑتے دونوں کو کور کیا تھا۔کہ علیزے جو تھوڑی ریلکس ہو رہی تھی سلطان کے بلاؤز اتارنے پر منہ کھول گئی۔۔۔

خان نہیں۔۔

علیزے اسکی بڑھتی بے شرمی پر چلا اٹھی۔۔

شش، شششش۔۔۔میرا بچہ ابھی نہیں چلانا۔۔۔

علیزے کے ماتھے کو چومتے وہ گھمبیر لہجے میں زو معنی سے بولا تو علیزے کو منہ چھپانے کو جگہ نہیں ملی تھی۔

علیزے کے کھلے منہ کو چومتے وہ اس پر سایہ فگن ہوا۔۔

کوشش کروں گا۔ کہ اپکو زیادہ ہرٹ نہ کروں، لیکن آپکا یہ لباس مجھے بے بس کر چکا ہے۔اس لئے ڈرنے کی بجائے خانم بنتے اپنے دل کو مضبوط کر لیں۔ کیونکہ اپکو اک پٹھان کی قربت سہنی ہے۔۔۔

سلطان نے اسکے سرخ چہرے کو اپنی آنکھوں میں سموتے پیار سے کہا۔ تو علیزے پھر بھی نفی میں سر ہلانے لگی۔ وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ تو سلطان کی چھوٹی موٹی شرارتوں پر ہلکان ہو جایا کرتی تھی۔ مکمل طور پر کیسے برداشت کرتی۔

خان۔۔۔

علیزے اسے پکار پاتی۔ سلطان کمرے کو مکمل طور پر اندھیرے میں ڈبوتا اسے اپنے شکنجے میں قید کر گیا۔ کہ وہ چڑیا کی مانند ہھڑ پھڑا کر رہ گئی۔ لیکن سلطان کا اسے آزاد کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

علیزے کے لبوں کو سک کرتے وہ اسکی اچھی خاصی جان خلاصی کر رہا تھا۔۔اپنی مزاحمت کو کسی خاطر میں آتے نہ دیکھ کر وہ تھک ہار اسکے گلے

میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی۔ کہ سلطان روح تک سرشار ہوتے اور شدت سے اس پر برسنے لگا تھا۔

علیزے کے پیٹ کو ہونٹوں سے

اب کیوں ٹسوے بہا رہی ہو، یہ مجھے دیکھانے کے لیے ہی پہنی تھی نہ تو اب دیکھنے بھی دو۔۔

سنی نے ببل چباتے بھرپور غصے کا اظہار کیا۔ بلیک فور پیس میں اپنی سرخ و سفید رنگت سے ایرہ کا دل دھڑکا رہا تھا۔ لیکن اپنے غصے کی وجہ سے وہ ایرہ کو آنکھیں اٹھانے بھی نہیں دے رہا تھا۔ ببل چباتے وہ کھڑکی کے پاس بہت ضبط سے کھڑا تھا۔ ببل چبانے کا مقصد بھی خود کے غصے کو کنٹرول کرنا تھا۔ تاکہ اپنی شریک حیات کو غصے میں کہیں ہرٹ نہ کر دے۔

میں خود نہیں پہنی تھی، منیزے نے۔۔

ایرہ اس پہلے بات مکمل کر پاتی، سنی تیش سے اسکی جانب آیا تھا۔ جو صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی۔ اک جھٹکے میں ایرہ کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کرتے وہ اپنی سرخ گولڈن آنکھیں اسکی سنہری آنکھوں میں گاڑ گیا۔۔

ڈونٹ یو ڈئیر مسسز سنان، ورنہ قسم سے تمہارا جینا محال کر دوں گا آج رات کے لئے، بھابھی کو الزام دینے سے پہلے یہ سوچو تم نے کتنی عقل کا استعمال کیا ہے۔ پھر اپنی غلطی کسی دوسرے پر پھینکنا۔۔

سنی اسکا بازو شدت سے دباتے غرایا تھا۔ کہ ایرہ تکلیف سے سسک اٹھی۔

وہ اسے بتانا چاہ رہی تھی کہ یہ ساڑھی منیزے نے منگوائی تھی۔ اور اسی کے کہنے پر ان سب کو پہنی پڑی تھی۔ لیکن اسکی بات مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ پہلے سے بھی زیادہ غصے میں آیا تھا۔

تم پاگل ہو گئے ہو، کیوں فضول میں بھڑک رہے ہو مجھ پر اک ساڑھی ہی تو پہنی ہے کونسا گناہ کر دیا ہے۔ جو یوں جنگلی پن دیکھا رہے ہو مجھے۔۔

ایرہ سنی کی شدت بھری گرفت اپنے بازو سے چھڑاتے چلا اٹھی۔ وہ یقیناً ہرٹ ہو رہی تھی۔ کیونکہ سنان اسکی اک بھی سننا نہیں چاہ رہا تھا۔

وہ جب سے اسے کھینچ کر کمرے میں لایا تھا۔ تب سے ایسے ہی اس پر بھڑکتے اپنے غصے کا اظہار کر رہا تھا۔ لیکن ایرہ کو اپنی صفائی پیش کرنے کا اک بھی موقع نہیں دے رہا تھا۔ اسی لئے اب ایرہ کی بس ہوئی تھی۔

خود کے لئے جنگلی سنتے سنی کا دماغ یک دم آؤٹ ہوا۔ کہ وہ ایرہ کا بازو چھوڑ کو اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے زور سے اپنی جانب کھینچ گیا۔

بجائے تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو مسسز کاظمی کہ تم اس گھٹیا ساڑھی کو پہننے کے لیے سوری کرو تم مجھے الٹا سنار ہی ہو کہ میں جنگلی بن رہا ہوں۔۔

سنان ایرہ کی گردن میں ہاتھ ڈالتے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے شدت سے چلایا۔ تو ایرہ اسکی اونچی آواز سنتے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر گئی۔ لیکن اس وقت

اسکی کیفیت ایسی ہو گئی تھی۔ کہ اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔ اپنا سر پھاڑ لیتی یا اپنے سامنے کھڑے اس بندے کا۔۔

وہ اسے بات مکمل کرنے بھی نہیں دے رہا تھا۔۔ اور سوری بھی اسے چاہیئے تھی۔۔

میں تمہیں اک بھی صفائی نہیں دوں گی اب، ویسے بھی تمہارا کوئی حق نہیں مجھ پر، یہ نکاح مجبوری کے تحت ہوا تھا۔ تو ویسے ہی ختم بھی ہو جائے گا۔۔

سنان کی آنکھوں میں اپنی بھیگی سنہری آنکھیں گاڑتے وہ سفاکی سے بولی۔ تو سنی جو پہلے ہی تکلیف میں تھا۔ اسکی اس بات پر اسکا دل ٹکروں میں تقسیم ہوا تھا۔

تم تو کیا، تمہارا سارا خاندان بھی یہ نکاح نہیں ختم کر سکتا مس ایرہ، یہ نکاح تمہاری رضامندی پر ضرور ہوا ہے۔۔ لیکن اس کو ختم کرنے کا سوچنا بھی نہ ورنہ میرا وہ روپ دیکھو گی جو شاید تم نے خواب میں بھی نہ سوچا ہو کبھی۔۔

ایرہ کے جبڑے کو ہاتھ میں لیتے وہ اک اک لفظ اسکے کان میں غراتے اک جھٹکے میں اسے اپنی گرفت سے آزاد کر گیا۔ کہ ایرہ ہیلز پہنے کی وجہ سے لڑکھڑا سی گئی۔۔ اگر وہ صوفے کا سہارہ نہ لیتی تو یقیناً زمین بوس ہو جاتی۔ سنی کا لہجہ اور یہ روپ اسکے لئے بلکل نیا تھا۔ اس نے سنان مصطفیٰ کو ہمیشہ ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ یا نکاح کے بعد سے وہ دلفریب انداز میں ایرہ کو ابھی قربت میں مدہوش کرتے دنیا جہاں بھلا دیتا تھا۔ لیکن اسکا یہ غصیلا روپ ایرہ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ کیونکہ وہ اسکی محبت، توجہ کی عادی تھی۔ اسی لئے ایرہ خود بھی غم وہ غصے کی کیفیت سے دوچار ہو رہی تھی۔۔ اسکا دل کر رہا تھا کمرے کی ہر چیز کو آگ لگا دے۔ غصے سے اس نے ٹیبل پر پڑے شو پیس کو زور سے زمین بوس کیا تھا۔

سنی جو پھر اک دفعہ کھڑکی میں کھڑا خود کو شانت کرنے کی کوشش رہا تھا۔ ایرہ کے چلانے پر اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔ جو چلاتے ہوئے اک اک شو پیس زمین پر توڑتی جا رہی تھی۔ سنی اسکی حالت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ اس روپ میں اپنے لیے تعریف و محبت سوچ کر بیٹھی تھی۔ لیکن اپنے شوہر سے وہ سب نہ ملنے پر اب پاگل ہونے کو تھی۔ سنی کو خود پر افسوس ہوا تھا۔ کہ وہ پیار سے اسے سب پوچھ سکتا تھا۔ پر، وہ کیا کرتا اپنی بیوی کو اس روپ میں دیکھ کر خود پر ضبط کھو بیٹھا تھا۔ کیونکہ اسکی خوبصورتی کا صرف وہ حقدار تھا۔ اور پھر انکی اتنی کوشش کے باوجود بھی نتاشہ انہیں اس روپ میں دیکھ چکی تھی۔۔ جو سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تھی۔

گہری سانس بھرتے سنی نے اپنا کوٹ اتارتے صوفے پر پھینکا۔ شرٹ کے اوپری بٹن کھولتے وہ اسکی جانب بڑھا۔ جو اپنی حالت بگاڑنے کے در پر تھی۔

گاؤن اس وقت کندھوں سے ڈھلک رہا تھا۔ سنہرے بال بکھر سے گئے تھے۔ جو روپ و حسن پہلے قوس قزح کے رنگوں سے چمک رہا تھا۔ اس وقت وہ سوگوار حسن معلوم ہو رہی تھی۔

ایرہ جواک اور شوپیس زمین کی زینت بنانے لگی تھی۔۔ سنی نے اسکے اوپر اٹھے ہوئے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں بروقت لیا۔ ایرہ پھر سنی کو اپنے قریب دیکھتے غصے سے منہ پھیر گئی۔ اپنا ہاتھ سنی سے چھڑاتے اس نے پوری شدت سے شوپیس زمین پر پھینکتے توڑا تھا۔ کہ کانچ کے ٹکڑے ہر طرف بکھر گئے تھے۔

ایرہ کے غصیلے تاثرات دیکھتے سنی نے مسکراہٹ ضبط کرتے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔ ابھی مزید وہ کوئی حملہ کرتی کہ سنی نے اسکی کمر پر اپنا ہاتھ لپیٹتے اپنی جانب کھینچ کر اسکے ماتھے پر اپنے سلگتے ہونٹ رکھ دیے۔ کہ ایرہ اس کے لمس پر ساکت ہوتے اپنی آنکھوں کو زور سے میچ گئی۔ لیکن اسکی

ہچکی نہیں رکی تھی۔۔وہ ہچکیوں سمیت رو رہی تھی۔جتنا وہ اورعلیزے ساڑھی پہنتے ہوئے ڈر رہیں تھیں۔اتنا ہی سچ میں انہیں ہچکیوں سمیت رونا پڑا تھا۔

ایرہ کے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھ کر سنی کو شدت سے احساس ہوا تھا۔کہ وہ اپنے غصے کی وجہ سے اسے بہت ہرٹ کر چکا ہے۔کیونکہ وہ صنف نازک تھی۔غلط ہو کر بھی اسے اپنے شوہر کا غصہ کسی صورت قبول نہیں تھا۔

جھکتے ہوئے سنی نے ایرہ کی بھیگی آنکھوں کو اپنے لمس سے مہکایا تو ایرہ مزید روتے اسکی گرفت سے نکلنے کے لئے مزاحمت کرنے لگی۔

ایرہ کو مزاحمت کرتے دیکھ کر سنی نے اک جھٹکے میں اسے بازوؤں میں اٹھایا لیا تھا۔لیکن ایرہ نے غصے سے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار نہیں پہنایا تھا۔

جس پر سنی نے اسے دیکھتے ائیبرو اٹھایا تو وہ غصے سے پھر منہ موڑ گئی۔

سنی اسے اٹھاتے کھڑکی کے پاس لایااور ایرہ کارخ باہر کی جانب کرتے سنی نے اسکا گاؤن اتارتے پیچھے سے ایرہ کو ہگ کرتے اسکے کندھے پر اپنا چہرہ ٹکایا۔کہ ایرہ اسکی اس قدر نزدیکی پر لرز اٹھی۔ سنی کی گرفت سے نکلنے کے لئے وہ مزاحمت کرنے لگی تاکہ وہ ایرہ کو اپنی قربت سے مدہوش کرتا سب بھلا نہ دے۔اور ایرہ اتنی جلدی اسکا گناہ معاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔

آہاں سکون سے کھڑی رہو۔۔۔

سنی اسکی مزاحمت پر اسے پیار سے ٹوک گیا۔لیکن ایرہ غصے سے اسکی جانب مڑی تھی۔

کیا مسلہ ہے آپ کا، کیوں ہاتھ لگا رہے ہو مجھے اب،اسی ساڑھی میں ہوں ابھی بھی میں۔۔۔

بھیگے چہرے سمیت سنی کو یاد کروانے کی کوشش کی گئی۔کہ جس ساڑھی کی وجہ سے وہ اس پر غصہ کر رہا تھا۔ابھی بھی وہ اسی میں ہے۔۔

ایرہ کے انداز دیکھتے سنی کے دل میں گدگدی سی ہوئی۔ تو وہ ایرہ کی بیک پر ہاتھ پھیرتے اسکی آنکھوں میں اپنی خمار زدہ آنکھیں گاڑ گیا۔

سنان کا بے باک لمس اپنی کمر پر محسوس کرتے ایرہ سٹپٹائی۔

چپ کر کے کھڑی رہو ورنہ ہوش ٹھکانے لگا دو گا تمہارے۔۔

سنی نے اس کے گلابی چہرے پر پھونک مارتے پیار سے کہا۔

تو وہ خاموشی سے رخ موڑتے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

سنی نے اسکے بال اٹھاتے دوسرے کندھے پر رکھے اور خود اسکے کندھے پر پھر چہرہ ٹکایا۔۔اور ایرہ کی نظروں کی زد میں باہر کی خاموشی کو دیکھنے لگا۔

رات کے بارہ تو بج ہی چکے تھے۔ پورا فارم ہاؤس اس وقت رات کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ باہر سے آتی ٹھنڈی ہوا نے ایرہ کے تنے ہوئے اعصاب کو ٹھنڈا کیا۔ تو وہ آنکھیں بند کرتی گہری سانس لینے لگی۔۔

ایرہ کو پر سکون ہوتے دیکھ کر سنی نے اسکی گردن میں گہرا سانس بھرا تھا۔
ایرہ کے پیٹ پر ہاتھ رکھتے سنی اسکی گردن کو ہونٹوں سے چھونے لگا۔ کہ
ایرہ کی پٹ سے آنکھیں کھلیں۔
غصے سے پاگل ہوتے وہ اپنے لباس کو تو بھول چکی تھی۔ کہ اسکی ساڑھی
بیک لیس ہے اور بلاؤز کمر اور پیٹ کو واضح کر رہا ہے۔۔ کہ وہ پھر اک دفعہ
سنی کی جانب مڑی۔۔
مجھے گاؤن پہنا یے۔۔
نظریں جھکاتے وہ بولی۔ تو سنی اسکے ہوش میں آنے پر گہرہ مسکرایا۔
پہلے مجھے دیکھنے دو کہ تم کیسی لگ رہی ہو۔۔
سنی اسے کھڑکی کے ساتھ کھڑا کرتا خود پیچھے قدم اٹھا گیا۔ تاکہ ایرہ کا اچھے
سے دیدار کر سکے۔۔

بلش ریڈ کلر اسکے بالوں اور آنکھوں کے ساتھ کافی جچ رہا تھا۔ائرہ کی سرخ لپ اسٹک اور مکمل تیاری دیکھتے سنان مصطفیٰ کے دل میں بیک وقت کئی جذبات جاگے تھے۔

سنی کی گہری نظروں کو محسوس کرتے ایرہ بھاگتے ہوئے اسکے بازوؤں میں سمائی۔ایرہ کی حالت دیکھتے سنی کا قہقہہ گونجا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے وہ شیرنی بنی اس سے مقابلے بازی کر رہی تھی۔اور اب اسکی نظروں کی تاب بھی نہیں سہ پائی تھی۔ سنی کے قہقہے پر وہ مزید اس میں گھسی۔۔

کیا ہوا۔۔

سنی نے اسکی کان کی لوح چومتے گھمبیر لہجے میں استفسار کیا۔تو ایرہ نے شکوہ بھری نظروں سے اسے دیکھا۔۔

سوری مس ملکہ۔۔

ایرہ کی آنکھوں میں شکوہ دیکھتے سنی نے جھکتے ہوئے اسکی آنکھوں کو چوما تو وہ نروٹھے پن سے منہ بنا گئی۔۔

آج ہیلز پہنے وہ سنی کے کندھوں سے اوپر آ رہی تھی۔ ویسے ایرہ اور مشعل کے قد میں انیس بیس کا ہی فرق تھا۔۔ لیکن مشعل اپنی لکس کی وجہ سے زیادہ چھوٹی لگتی تھی۔

سنی کی سوری کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے وہ ادا سے چلتے پھر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ ائرہ کے بال دائیں کندھے پر تھے۔ اسی لئے اسکی بیک اور بل کھاتی کمر سنان مصطفیٰ کے سامنے آب و تاب سے چمک رہی تھی۔ جس سے وہ خود بھی بے خبر تھی۔

ایرہ کا بیک لیس بلاؤز دیکھتے سنی کے گلے میں گلٹی بھر کر معدوم ہوئی۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ تیزی سے ایرہ تک پہنچتے اسے اک جھٹکے میں بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ کی جانب آیا تھا۔

سنی کی کاروائی سے ایرہ کی آنکھیں حیرت سے کھلیں تھیں۔

ایرہ کو بیڈ پر لٹاتے وہ اس پر جھکا۔

قسم سے آج تو ہم صرف سوئیں گئے، یا اک دوسرے کو جگا کر رکھیں گئے۔ لیکن جاناں جیسی حالت تم نے میری کر دی ہے نہ۔۔ مجھے لگتا ہے میں آج خود پر سے سارے ضبط کھو بیٹھو گا۔۔

ایرہ کی آنکھوں میں اپنی خمار زدہ آنکھیں ڈالتے وہ زو معنی سے بولا۔ تو ایرہ تھوک نگل گئی۔

مٹا مٹا سا میک اپ اسے مزید خوبصورت بنا رہا تھا۔۔ لیکن ہونٹوں کی سرخی ہنوز قائم تھی۔

ایرہ کو اک جھٹکے میں اس نے بیڈ پر الٹا کیا۔ کہ وہ کچھ سمجھ بھی نہیں پائی تھی۔ اب ایرہ کی پشت سنی کے سامنے تھی۔

سنی نے اسکے بال ہٹاتے اسکی سفید گردن کو دیکھا۔اور پھر نیچے بلاؤز کی ڈوریوں کو۔۔

وہ بے چین ہوتے اسکی گردن پر اپنے گرم ہونٹ رکھ گیا۔کہ ایرہ مچل اٹھی تھی۔وہ سنی کی اس قدر نزدیکی پر پاگل ہونے کے در پر تھی۔وہ نہیں جانتی تھی۔کہ وہ جب بھی اسے چھوتا تھا۔وہ کیوں خود پر سے ہوش کھو دیتی تھی۔کہ ایرہ کو سنی سے زیادہ اسکی قربت کی طلب ہونے لگتی تھی۔

سنی آہستہ آہستہ اسکی گردن کو چومتے نیچے کی جانب بڑھ رہا تھا۔کہ اوپر اٹھتے اس نے بے باکی سے ایرہ کی گردن سے لے کر کمر تک ہاتھ سے لکیر کھینچ ڈالی۔پلو کو جو پن سے سکیور کیا تھا۔سنی نے اک جھٹکے میں پن نکال باہر پھینکی، کہ پلو سرکتے ہوئے آگے کو ڈھلک گیا۔

ایرہ سرخ چہرے سمیت اسکی جانب مڑی تھی۔ایرہ کی آنکھوں کی سرخی دیکھتے سنی گہرا مسکرایا تھا۔کہ وہ جانتا تھا کہ وہ اسکی سانسیں پینے کے لئے مچل رہی ہے۔

کس می۔۔

اپنے ہونٹوں کی جانب اشارہ کرتے سنی نے گھمبیر لہجے میں فرمائش کی۔تو ایرہ سرخ چہرے سمیت نفی میں سر ہلا گئی۔

کس تو تم ہی کروں گی جاناں کیونکہ میں تمہیں کرنے پر مجبور کر دونگا۔۔

سنی نے اسے وارن کرتے تیزی سے اسکا پلو ہٹایا تھا۔کہ ایرہ لال انگارہ ہوتے سنی کی گردن پر ہاتھ رکھتے اسے اپنے چہرے پر جھکا گئی۔

سنی کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے اس نے شدت سے آنکھیں بند کیں تھیں۔

جبکہ سنی اپنی کامیابی پر روح تک سرشار ہوا۔اس نے سوچا تھا۔ کہ ابھی مزید محنت کرنی پڑے گی۔ لیکن وہ تو اک سٹیپ میں ہی ہار مان گئی تھی۔

ایرہ کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے سنی نے اسکی کمر کو جکڑتے اٹھاتے اپنے اوپر لٹایا۔وہ شدت سے اسکی سانسیں پیتا بے باکی سے اسکی کمر اور پیٹ ہر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

جبکہ ایرہ اسکے لمس پر اپنے ہوش و حواس ہمیشہ کی طرح کھو چکی تھی۔

ایرہ کے بلاؤز پر ہاتھ ٹکاتے سنی نے بے شرمی سے اسکی ڈوری کے گرد انگلی پھیرتے اک جھٹکے میں اسکا بلاؤز کھولا تھا۔ کہ وہ اسکی آغوش میں مچلتے پیچھے ہوئی۔۔

سنییی۔۔۔

سینے پر ہاتھ رکھتے کھلی آنکھوں سمیت حیرانی کا اظہار کیا گیا۔۔ سرخ ہونٹوں کی سرخی مدھم ہو گئی تھی۔

سنی کی جان کیا ہوا۔۔

اک ہاتھ سے ایرہ کی گردن کو خود پر دوبارہ جھکاتے وہ اسکے بدن کو چھوتے مدہوشی سے استفسار کرنے لگا۔۔ کہ ایرہ نفی میں سر ہلاتے اسے باز کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"بے فکر رہو رخصتی والا کام کرنے کا ارادہ نہیں ہے ابھی، لیکن تمہیں بخشنے کا بھی نہیں ہے جاناں کیونکہ میرے دل میں اس وقت آگ لگی ہوئی ہے۔ کچھ تمہاری قربت کی مہربانی ہے۔اور کچھ تمہارا یہ حسین روپ اس ساڑھی کی کارستانی کی وجہ سے ہے۔اور جبکہ تک یہ آگ بجھے گی نہیں، سنان مصطفیٰ تمہاری نہیں سن سکتا"

ایرہ کو اپنے دل کا حال سناتے اور بے فکر کرتے وہ آہستہ آہستہ نیچے کی جانب اسے چومتے جا رہا تھا۔ کہ ایرہ کو ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہونے لگی۔

وہ بند آنکھوں سے اسکی بے باکیاں سہنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ لیکن اسے لگ رہا رہا وہ دونوں حد سے بڑھ جائیں گئے۔

سنی کے ہونٹوں کی گستاخیاں روکنے کے لئے وہ اک دفعہ پھر اسکے ہونٹوں پر جھک گئی۔تاکہ وہ بد تمیز انسان صرف اسکے ہونٹوں تک محدود رہے۔۔ لیکن ایرہ کی خام خیالی تھی یہ۔۔

سنی نے ہاتھ سے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ایرہ کو بیڈ پر لٹاتے شرٹ اتار کر صوفے پر پھینکی۔

کمرے میں کانچ کے ٹکڑے ہر جگہ بکھرے پڑے تھے۔ لیکن وہ دونوں ہمشہ کی طرح بے خبر اک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔

سنی کو شرٹ اتارتے دیکھ کر ایرہ نے حیا کے مارے آنکھیں بند کرتے اپنا رخ موڑا تھا۔بلاؤز وہ ہاتھوں سے ایسے ہی تھامے ہوئی تھی۔کہ ہاتھ پیچھے

لے جاتے وہ بند کرنے کی کوشش کرنے لگی۔کہ سنی اسکی کلائی پکڑتے اپنی جانب کھینچ گیا۔

پاؤں سے بلینکٹ اٹھاتے اس نے دونوں کو کور کیا تھا۔اور ریموٹ اٹھاتے یٹر بند کرتے سنی نے اے سی ان کر دیا۔کہ ایرہ اس پاگل کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

تم سٹک گئے ہو کیا بد تمیز انسان اے سی کیوں ان کیا ہے۔۔۔

ایرہ اپنی کلائی پر موجود اسکے ہاتھ پر دانت گاڑتے چینخی۔وہ کب سے اسکی جان ہلکان کیے جا رہا تھا۔

میں چاہتا ہوں تم ٹھنڈ سے کانپتے مجھے خود پر اوڑھ لو،اور پھر میں تم سے لپٹ کر تمہاری ٹھنڈ بھگا دوں۔۔

ایرہ کو آنکھ ونک کرتے وہ بے شرمی سے بولا تو ایرہ شرم کے مارے دانت کچکچا اٹھی۔

سنی نے لائٹس آف کرتے ایرہ سے کمبل ہٹایا تھا۔جو سینے تک اوڑھے اس میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کمرے میں اندھیرا دیکھتے ایرہ کے دل کو کچھ ہوا۔چونکہ فارم ہاؤس شہر سے باہر تھا۔اس لئے بھی اسکا دل ڈر کے مارے بیٹھا جا رہا تھا۔

مجھے ڈر لگ رہے ہے۔۔

سنی کے کندھوں کو تھامتے وہ بولی۔۔۔

ابھی تمہیں اور ڈر لگے گا بے بی۔۔

ایرہ کے بلاؤز کو اتارتے وہ گھمبیر بھاری لہجے میں بولا۔۔تو ایرہ کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی۔۔

سنی نہیں۔۔۔

سنی کی جان صرف مجھے محسوس کرو،ایرہ پر سایہ فگن ہوتے وہ اسکی گردن اور کندھوں پر اپنا لمس بکھیرتے شدت سے اسکے لبوں پر جھک گیا۔

شدت سے اسکی سانسیں پیتے وہ خود کو بھی اور اسے بھی پاگل کر رہا تھا۔

ایرہ کے ہونٹوں کو چھوڑتے وہ شدت سے جھکتے نیچے جا رہا تھا ایرہ کے پیٹ پر اپنے سلگتے ہونٹ رکھتے وہ کسی دوسری دنیا کی سیر کو نکل چکا تھا۔

اتنی ٹھنڈ میں سنی نے کمرے میں اے سی ان کر رکھا تھا۔۔ کہ ایرہ ٹھنڈ میں کانپتے مچلنے لگی تھی۔۔

سنان۔۔۔

سنی کے بالوں کو ہاتھ سے جکڑتے اس نے سنی کو ہوش دلانے کی کوشش کی۔ جو اسکی پکار سن نہیں رہا تھا۔۔

ایرہ کے مقابل ہوتے سنی نے ہولے سے ایرہ کے ہونٹ چومے، جو ٹھنڈ سے کانپ رہی تھی۔

مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔

سنی کے اندر گھستے ایرہ نے اسکی گردن پر دانت گاڑے۔جو جان بوجھ کر اسے مری جیسی ٹھنڈ کمرے میں محسوس کروا رہا تھا۔

وہ شدت سے سنی کے اندر چھپتی اپنی ٹھنڈ دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

ایرہ کو اٹھاتے اس نے اپنے اوپر منتقل کیا۔ائرہ کا رنگ وروپ تو وہ مکمل طور پر بگاڑ ہی چکا تھا۔

مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے پاگل انسان

ایرہ دانت پیستے اسکے سینے پر دانت گاڑتے بولی۔نہ وہ اسے کمبل لینے دے رہا تھا۔اور نہ ہی اے سی بند کر رہا تھا۔

ایرہ کو اوپر اٹھاتے وہ اسکی دھڑکنوں پر جھکا۔تو ایرہ شرم سے پاگل ہوتے اس کے کندھوں پر مکے برسا گئی۔وہ اسے خود پر لٹائے ہوا تھا۔اور بے باکیاں حد سے بڑھتی جا رہیں تھیں۔

میں تمہارا خون کر دوں گی۔ اگر تم نے مزید کوئی بد تمیزی کی تو۔۔

ٹھیک ہے پھر ٹھنڈ بھی بھگتو خود۔۔۔

سنی کندھے اچکاتے بے پرواہی سے بولا تو ایرہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔

لیکن سنی پر اسکے دیکھنے کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

کچھ سوچتے ایرہ کی آنکھیں چمکیں، وہ اسے اچھے سے قابو کرنا جانتی تھی۔

اور اسے اپنی ٹھنڈ کا بھی علاج کرنا تھا۔

بالوں کو پیچھے سے اپنے دائیں کندھے پر رکھتی وہ آنکھیں بند کرتے اسکی گردن پر جھکی۔ سنی کی گردن پر اپنے نرم ہونٹ رکھتی وہ سنی کو ساکت کر گئی۔ اور پھر وہ رکی نہیں تھی۔۔ بلکہ سنی کے سینے کو بھی اپنے نرم لبوں کے لمس سے مہکانے لگی تھی۔

ایرہ کے نرم ہونٹوں کو اپنے سینے پر محسوس کرتے سنی کے دل دھڑکتا پاگل ہوا تھا۔ اسکی دھڑکنوں میں طوفان مچا تھا۔

کہ وہ ایرہ کو اوپر اٹھاتے اسکے لبوں کر پھر آپنی گرفت میں لے گیا۔
ہاتھ بڑھاتے سنی نے ہیٹران کرتے خود پر اور ایرہ کو کمبل کے اندر چھپاتے
ایرہ کو اپنے نیچے لٹاتے قابو کیا تھا۔

رات کے تین بجے سگریٹ پیتے ہوئے وہ کھڑکی میں کھڑا تھا۔
سفید مضبوط کسرتی سینا اس وقت شرٹ لیس تھا۔ نیلی آنکھیں اس وقت
بھرپور سنجیدگی سے باہر کی خاموشی کا جائزہ لے رہیں تھیں۔ سگریٹ کا
دھواں ہوا میں اڑاتے سلطان کے ہونٹوں پر علیزے کی دہائیاں یاد کرتے
مسکراہٹ مچلی۔۔

کہ وہ پیچھے مڑتے ہوئے منہ سے دھواں نکالتے بیڈ پر سوئے وجود پر نظریں
جما گیا۔ ابھی کچھ لمحے پہلے ہی وہ سلطان کی منتیں کر کر کے سوئی تھی۔

علیزے کی رخصتی تو ختم ہو گئی تھی۔اور سلطان نے بھی بھرانداز میں اسکا ڈر نکالا تھا۔کہ وہ مزید ڈر گئی تھی۔

اور سونے سے پہلے سلطان پر واضح کر کے سوئی تھی۔کہ اب وہ اسکے قریب نہ آئے۔اس نے بس سلطان کو منانے کے لیے اک دفعہ رخصتی ختم کی ہے۔لیکن اب جبکہ وہ مان گیا ہے۔۔تو اسکی رخصتی پھر شروع ہو گئی تھی۔لحاظہ وہ علیزے سے پھر دور رہے گا۔

لیکن علیزے کی یہ غلط فہمی تھی۔کہ سلطان احمد خان اسکی روح میں اترنے کے بعد بھی اس سے دور رہنے والا ہے۔

یہ روحوں کا کھیل تو اب روز ہونے والا تھا۔آخر کو نیلی آنکھوں کو اپنی کالے نینوں والی کوئین سے عشق ہوا ہے۔اور عشق کبھی اظہار کرنے سے تھکنے نہیں دیتا۔تو اسی لئے سلطان احمد خان اپنی کوئین کو روز بتانے والا تھا۔کہ کیسے وہ اپنی خوبصورتی سے اس خان کو نکما بناتی جا رہی ہے۔

سگریٹ کے دھوئیں کو ہوا میں اڑاتے نیلی آنکھیں آج بھرپور مسرور تھیں۔ وہ آنکھیں بند کیے علیزے کے میٹھے لاڈ یاد کرتا پھر مسکرا دیا۔

تھوڑی دیر پہلے اپنی جان خلاصی کے لیے وہ کیسے اسے بھرپور مکھن لگاتی اپنی جان آزاد کروا کے اب خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔

کاوچ پر بیٹھتے دلکشی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اس نے خود کو باز کیا تھا۔ کہ اپنی خانم کو اب تنگ نہیں کرے گا۔ وہ پہلے ہی اسے بہت جھیل چکی تھی۔

علیزے کے آنسو یاد کرتے سلطان کے جسم میں پھر سپارک ہوا تھا۔ اور یہ سپارک اپنی من پسند عورت کے بدن کی طلب پھر بڑھا رہا تھا۔ طلب کی لت تو سلطان خان کو لگنے والی تھی۔

اپنی قربت کے لمحوں میں سلطان کی ناراضگی کے ڈر سے وہ سلطان کو اپنی محبت کا یقین دلاتے اسے اپنی صفائی پیش کرتی رہی تھی۔ کہ کیسے منیزے

نے وہ ساڑھیاں صرف ڈیٹ پر جانے کے لیے منگوائیں تھیں۔انکا مقصد کسی اور کے سامنے جانا نہیں تھا۔وہ صرف اچانک انکے سامنے جا کر انہیں وہاں سے ڈیٹ پر جانے کے لئے مجبور کرنا چاہتیں تھیں۔

اسی غرض سے وہ لوگ یونیورسٹی کے اندر تک چلی گئیں تھیں۔تاکہ وہ سلطان لوگوں کو ڈھونڈ سکیں۔

علیزے روتے ہوئے پتہ نہیں کیا کیا بولتی اسکی ناراضگی کو دور کر گئی تھی۔ کہ سلطان نے شکر ادا کیا تھا۔کہ غصے میں وہ علیزے کے ساتھ برا پیش نہیں آیا تھا۔اور اگر وہ شدت پسندی سے کچھ ایسا ویسا کر جاتا جس سے علیزے ہرٹ ہو جاتی۔تو یقیناً بعد میں اپنی خانم کو منانا آسان نہ رہتا۔ علیزے سلطان کی ناراضگی پر بری طرح ڈر گئی تھی۔کہ آج اسے اپنی رخصتی کا ڈر بھی اسے چھوٹا لگا تھا۔

اپنے عنابی ہونٹوں میں سگریٹ دباتے سلطان نے کاؤچ سے ٹیک لگاتے سب یاد کیا۔ اسکی بس ہوئی تھی اب، وہ مزید علیزے کو سونے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا کمرے کے ماحول کو مزید خواب ناک بنا رہی تھی۔ اور یہ ہی جنون سلطان کے دل و دماغ پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔

سلطان نے سگریٹ بجھاتے بیڈ کی جانب قدم بڑھائے تو علیزے اسے ٹھنڈ سے بے چین نظر آئی۔

بیڈ کے اک سائیڈ پر پڑی اسکی ریڈ ساڑھی پر افسوس بھری نظر ڈالتے سلطان نے ہاتھ بڑھاتے آہستہ آہستہ علیزے سے کمبل اتار دیا۔

وہ اسکی سفید شرٹ میں ملبوس اپنے میرون گھنگریالے بالوں کو تکیے پر بکھیرے الپسرا بنی سو رہی تھی۔ سفید پھولے ہوئے گال اس وقت ہلکی ہلکی سرخی مائل تھے۔ گلابی بھرے بھرے ہونٹ سلطان کی شدتوں کے

باعث خون چھلکا رہے تھے۔ہاتھوں کی لمبی لمبی انگلیاں سر پر رکھتے وہ گہری سانسیں بھر رہی تھی۔ سلطان نے اسکے ہاتھ کی گلابی پوروں کو تھام کر ہونٹوں سے لگایا تھا۔

وہ بھرپور انداز میں اسکے وجود کا معائنہ کر رہا تھا۔جو اسکی سفید اکلوتی شرٹ میں اپنی حالت سے بے پروا بنی ہوئی تھی۔اور تھوڑی دیر پہلے کیسے سلطان کی نظروں سے چھپنے کی کوشش میں تھی۔

علیزے کی ٹانگ پر اپنے دانتوں کے نشان دیکھتے سلطان سرشاری سے اسکے نشان پر انگلی پھیرنے لگا۔

اپنی کوئین کو ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر سلطان نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔تو اسکی نیند میں خلل پڑا تھا۔

اپنے کالے سرخ نین کھولتے وہ سلطان کو دیکھتے منہ بسور گئی۔ علیزے کو منہ بسورتے دیکھ کر سلطان کا دلفریب قہقہ کمرے کی زینت بنا۔ یقیناوہ اپنی نیند خراب ہونے پر خوش نہیں ہوئی تھی۔

علیزے کی ٹانگ کو اپنی کمر پر ٹکاتے اسکی کمر کو تھامتے سلطان نے اچانک اسے گود میں اٹھایا تھا۔ کہ وہ مکمل طور پر ہوش میں آتی سلطان کو کندھوں سے تھام گئی۔ جس سے اسکے لمبے گھنگریالے بال لہرا کر اسکی پشت پر گرے تھے۔ سلطان نے آنکھوں میں محبت کا جہاں لیے اس خوبصورت دیوی کو دیکھا۔ جو مکمل طور پر اسکی بنتی سلطان پر قابض ہوتی جارہی تھی۔ سلطان کے گلے میں بازوؤں کا ہار پہناتے وہ شرم سے آنکھیں جھکاتے اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔

سلطان اسے اٹھاتے کھڑکی کے پاس آتے کاؤچ پر لیٹا تھا۔ علیزے کو اپنے اوپر لٹاتے وہ اسکے ہونٹوں کر ہلکے سے چوم گیا۔۔

جبکہ علیزے ٹھنڈ محسوس کرتی اسکے اندر گھسی۔ وہ اس وقت شرٹ لیس تھا۔ لیکن نارمل انداز میں لیٹا ہوا تھا۔۔ پتہ نہیں اسے ٹھنڈ کیوں محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ علیزے نے بے اختیار سوچا۔

پیار کریں کیا جانم۔۔۔

علیزے کے بالوں کی جڑوں میں اپنی انگلیاں سہلاتے وہ گھمبیر لہجے میں پوچھ رہا تھا۔۔ کہ علیزے اسکے انداز پر سٹپٹائی۔

وہ اسکے سینے پر سر رکھے آنکھیں موندے لیٹی تھی۔ لیکن سلطان کے ہاتھوں کی بے باکیاں اپنے جسم پر محسوس کرتے وہ دانت پیستے ہوئے اسکے سینے پر دانت گاڑ گئی۔

علیزے کے معصومیت بھرے تشدد کو اپنے سینے پر محسوس کرتے سلطان کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔ کہ سلطان اک جھٹکے میں اسکا چہرہ اٹھاتے اسکے ہونٹوں پر قابض ہو گیا۔

شدت سے علیزے کو اپنے ہونٹوں میں دباتے وہ علیزے کو کپکپانے ہر مجبور کر رہا تھا۔۔ جبکہ ہاتھوں کی بے باکیاں بھی عروج پر تھیں۔ علیزے کے ہونٹوں کو سک کرتے وہ اسکی گردن پر جھکا۔ تو وہ گہرے سانس لیتی خود کو نارمل کرنے لگی۔ لیکن سلطان کے ہونٹوں کو اپنی گردن میں محسوس کرتے وہ لرز اٹھی۔۔

خان نہیں کریں نہ۔۔

علیزے منمناتے ہوئی بولی کیونکہ اس میں مزید سہنے کی سکت نہیں بچی تھی۔

علیزے کی فریاد پر سلطان نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھنساتے اسکا چہرہ بلند کیا۔ تو وہ اپنے کالے نین اسکی نیلی آنکھوں میں ٹکا گئی۔ کالے نینوں میں قربت کے باعث ہوتی سرخی واضح تھی۔۔ جو سلطان کو بہت کچھ کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

علیزے کے ہونٹوں کے قریب سلطان نے اپنے ہونٹ کیے۔ تو وہ اپنی ناک علیزے کی ناک سے ملاتا اسی سانسوں میں کبھی سانسیں کھینچنے اور بھرنے لگا تھا۔ کہ علیزے اسکے پاگل پن پر بے ہوش کو ہوئی۔ جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ علیزے کی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔ جس پر علیزے سٹپٹاتے ہوئے مزاحمت کرنے لگی۔

نہیں خان۔۔

سلطان کی جانب دیکھتے وہ اسے باز آنے کو کہنے لگی۔ کہ سلطان نے اٹھتے ہوئے اسکے نہیں، نہیں کرتے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں لاک کرتے اسکی ٹانگوں کو اپنے دائیں بائیں جانب کرتے علیزے کو اپنی گود میں منتقل کیا۔

کہ علیزے اسکی اس قدر بے باکی پر لال انگارہ ہو گئی۔۔ سلطان نے اک جھٹکے میں اسکی شرٹ کے بٹن توڑتے علیزے کو بے بس کیا۔ تو وہ خود کو

چھپانے کی غرض سے مجبور ہوتے اس میں ہی گھسنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

علیزے کو کمر سے تھامتے سلطان نے اپنے نزدیک ترین کرتے اسکے کندھوں پر دانت گاڑے تو وہ سسک اٹھی۔ کندھوں اور گردن پر اپنا جان لیوا لمس بکھیرتے وہ پاگل ہونے کو تھا۔ علیزے نے تھک ہار کر اسکے کندھوں پر مکے برسائے۔

جاناں ظلم کرنا بھی چاہتیں ہیں تو ہونٹوں سے کریں۔ تاکہ میں مزید بے" خود ہوتا اپکو اپنے اندر بسالوں"۔۔

علیزے کی کلائیوں کو اپنے ہاتھ میں قید کر کے اوپر اٹھاتے سلطان نے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے اپنی جانب کھینچتے ہوئے بھرپور انداز میں بے شرم فرمائش کی۔ تو وہ سرخ پڑتی سلطان کے گال پر ہی دانت گاڑ گئی۔

سلطان علیزے کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے وہ کاؤچ سے اٹھا تھا۔ وہ ہنوز سلطان کی کمر پر ٹانگوں کو باندھے اسکی گود میں اسکی منمانیاں برداشت کر رہی تھی۔

سلطان اسے ایسے ہی اٹھائے بیڈ پر آیا۔ کہ علیزے بیڈ پر لیٹتے ہی کمبل کے اندر گھس گئی۔

کمرہ پہلے ہی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ کھڑکی سے آتی چاند کی روشنی کمرے کے ساتھ کمرے میں دونوں مکینوں کے دل بے چین کرنے کی بھر پور کوشش کر رہی تھی۔ چاند کی روشنی میں علیزے کا دہمکتا حسن سلطان کو اصل میں ہوش بھلائے ہوئے تھا۔

اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں دباتے سلطان اک جھٹکے میں علیزے سے کمبل اتارتے اس پر سایہ فگن ہوا تھا۔ کہ علیزے ہلکا سا چیختے ہوئے تپ گئی۔

کیامسلہ ہے آپکاب۔۔

سلطان کے بالوں کوہاتھوں سے کھینچتے وہ غرا اٹھی۔

میں اپنامسلہ بتاؤں گا، توآپ اپنامنہ چھپانے پر مجبور ہو جائیں گی خانم

سلطان نے دلکش انداز میں اسے دیکھتے کہا۔ تووہ سچ میں روہانسی ہوتے منہ چھپانے لگی تھی۔

خان مجھے تنگ نہیں کریں نہ۔۔

لاڈ بھرے انداز میں وہ فرمائش کرنے لگی۔۔ کہ شائد اس نیلے بھیڑیے کو اس پر ترس آجاے۔

اپکو تنگ نہیں کروں توکیا کسی اور کو۔۔

سلطان ابھی بات مکمل بھی نہیں کر پایا تھا۔ کہ علیزے اسکی زبان سے کسی اور کا سنتے بے چینی سے سلطان کواپنے اوپر جھکاتے اسکے ہونٹوں کواپنے ہونٹوں سے ملا گئی

جبکہ ساکت ہوتے سلطان کی آنکھیں حیرت سے کھلیں تھیں۔ لیکن کالے نین اس وقت بند تھے۔ کہ وہ ان میں دیکھ نہیں پایاش کہ وہ اس قدر بے سکون کیوں ہوئی تھی

علیزے کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اوپر اٹھاتے سلطان نے اسے اپنے پاس کرتے اسکے نچلے ہونٹ کو آپ ہونٹوں میں دبایا تھا۔ انہی سانسوں کی مہک سے وہ ہمیشہ پاگل ہو جاتا تھا۔ کہ علیزے کا سانس خشک کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

علیزے کی شرٹ اتارتے اس نے بیڈ کے نیچے پھینکی تھی۔

"کچھ آپ کہیں کچھ میں اپنے دل کا حال سناتا ہوں۔۔ لیکن اس دل کو باتوں میں بھی لگائیں خانم، نہیں تو یہ ایسے ڈھرکتا میرے ساتھ اپکو بھی پاگل کر دے گا۔ پھر مجھ سے گلہ نہ کیجیے گا"۔۔

علیزے کی آنکھوں میں اپنی نیلی سرخ آنکھیں گاڑتے سلطان نے اسکا ہاتھ اٹھاتے اپنے سینے پر رکھا۔ جہاں سے آتی دھک دھک کی آواز علیزے کو سچ

میں حیران کر گئی۔ نجانے کیوں اسکا دل اس قدر شور مچا رہا تھا۔ لیکن پھر وہ سلطان کی حالت کو انجوائے کرتے کھلکھلا پڑی۔

اس کی کھلکھلاہٹ کو دل نثار انداز میں دیکھتے سلطان نے اسے مصنوعی غصے سے دیکھا تو وہ جھجکتے ہوئے اس کے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ رکھ گئی۔ تو سلطان نے بے خود ہوتے اسکا لمس محسوس ہوا۔۔

Now it's my turn my Queen ۔۔۔۔

علیزے کے کان میں بے باک سرگوشی کرتے وہ اسے شرم سے دوچار کر گیا۔ علیزے کے مزاحمت کرنے سے پہلے ہی سلطان نے اسکی کلائیوں کو اوپر بیڈ سے لگاتے اسکے گال کو ہونٹوں سے چھوتے وہ اسکی ڈھرکنوں پر جھکا تو علیزے کے وجود میں سنسنی خیزی اٹھنے لگی۔ کہ وہ سکتے ہوئے تکیے پر اپنا سر پٹکنے لگی۔

جبکہ وہ سلطان اسکی دھڑکنوں کو لبوں سے چھوتا اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے اسے چھو رہا تھا۔

سلطان پلیز۔۔۔

علیزے نے بھیگی آنکھوں سے التجا کی۔ لیکن سلطان پر اسکا الٹا اثر ہوا تھا۔

علیزے کے پیٹ کو ہولے ہولے چومتے وہ اسے پاگل کرنے کی مکمل کوشش کر رہا تھا۔ اسکا دل پہلے معمول سے دھڑک رہا تھا۔۔ اب تیز رفتار سے شور مچاتا سلطان کے دل کو بھی پیچھے چھوڑ گیا تھا۔۔ جبکہ سلطان کا دل تو اپنی مستی میں اب مسرور پن سے جھومنے لگا تھا۔

سلطان نے علیزے کی غیر ہوتی حالت پر اپنا نچلہ ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔۔ اور پھر آہستہ سے وہ اپنا بھاری بوجھ علیزے کے نازک وجود پر منتقل کرتے اسکی جان لبوں پر لے آیا۔ کہ علیزے کے کالے نین صدمے سے بڑے ہو گئے۔

پہلے ہی اسکا رواں رواں سلطان کے لمس پر جھلس رہا تھا۔ کہ وہ دوبارہ اسکی جان نکالنے کے در پر تھا۔

خان رخصتی۔۔۔

علیزے نے اسے باز کرتے اپنی بات یاد دلانا چاہی۔ تو وہ ہولے سے مسکرانے لگا۔۔

اب ہر روز رخصتی ایسے ہی ختم ہو جایا کرے گی مائے کوئین۔۔

سلطان نے اسکے سرخ ہونٹوں پر پھونک مارتے علیزے کو ڈرایا تو وہ سچ میں ڈرتے رونے والا منہ بنا گئی۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔

بھیگے لہجے میں وہ روتے ہوئے بولی۔ تو سلطان کو اپنے قریب ترین لگی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ نہیں رکنے والا تو اسی لئے وہ اسے اپنا ڈر بتانے لگی۔

ابھی بھی ڈر لگ رہا ہے۔۔

سلطان نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔ تو وہ اسکی بے شرمی سے تنگ آتے سلطان کے سینے کو ناخنوں سے نوچنے لگی۔ سلطان آنکھیں بند کرتے

اسکا ظلم سہتے اچانک اسکی روح میں اترا تھا۔ کہ علیزے کو چیخنے کا بھی موقع نہیں ملا۔۔

اسکی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اپنے لبوں سے چنتے وہ علیزے کے ہونٹوں کو اپنی قید میں کرتے دنیا جہاں بھلا گیا تھا۔

کہ سیج میں علیزے اس سر پھرے کی قربت میں پاگل ہوتے اسکی پشت پر خراشیں ڈالنے لگی تھی۔

بیڈ کے کنارے عیس کی اک ٹانگ پر اپنے نازک وجود کا وزن ڈالے مشعل اسکی گال پر اک ہاتھ ٹکاتے اسے پتہ نہیں کونسے کونسے سے راز و نیاز کر رہی تھی۔

کہ عیس مسکراہٹ دباتے بھرپور توجہ سے اسے سن رہا تھا۔

وہ آج مکمل طور پر بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ہمہ وقت بالوں کے پیچھے چھپا رہنے والا ماتھا آج روشن تھا۔

عیس نے ہاتھ بڑھاتے اسکے جوڑے کا سٹائل دیکھنا چاہا۔ تو مشعل خوشی خوشی سے اٹھتے اس کے سامنے گھومتے اسے اپنی ساری تیاری دیکھانے لگی۔ وہ اپنی معصومیت بھری خوبصورتی سے آج عیس علی ہمدانی کو چاروں شانے چت کر چکی تھی۔

عیس کی گود میں بیٹھتے وہ اسے بتا رہی تھی کہ وہ یہاں خود نہیں آئی تھی۔ بلکہ وہ اک لمبی سے گندی سی لڑکی ان سب کو یہاں چھوڑ کر گئی ہے۔

جس پر عیس نے فقط سر ہلایا تھا۔

اپنی ساڑھی کا پلو اٹھاتے وہ ابھی گھوم ہی رہی تھی۔ کہ ہیلز پہننے کی وجہ سے لڑکھڑا سی گئی۔

عیس نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے اسے بازوؤں میں سمایا تھا۔

جب تمہیں پتہ ہے کہ تم اس منحوس ماری میں نہیں چل سکتی، تو کیوں پہنتی ہو اسے۔۔ کونسے آسمان سے تارے توڑنے ہوتے ہیں تم نے، جو ویسے نہیں توڑ سکتی۔۔

مشعل کو غصے سے دیکھتے وہ نیچے بیٹھے اسکے چھوٹے چھوٹے سفید گلابی پیروں کو سینڈلز سے آزاد کرنے لگا۔

تو مشعل اسکے ڈانٹنے پر رونے والا منہ بنا گئی۔

خبردار اگر روئی تو ورنہ ہوش ٹھکانے لگا دوں گا۔ ہر بات پر بس رونے کے سوا کچھ آتا نہیں تمہیں۔۔

عیس نے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا۔ تو وہ نم انکھوں سے منہ بگاڑ گئی۔

بابا کو بتاؤں گی کہ آپ نے مجھے پھر ڈانٹا ہے۔۔

بھرائی آواز میں دھمکی لگائی گئی۔ تو عیس اس کے انداز پر مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

کمرے میں آتے ہی عیس کو جتنا اس پر غصہ تھا۔ ویسے ہی مشعل آپنی معصومیت سے اک پل میں اسکا غصہ جھاگ کی طرح بٹھا چکی تھی۔

عیس کو بیڈ پر بٹھاتے مشعل اسکی گود میں بیٹھتے اسے خود سب بتاتی چلی گئی۔ جس پر عیس نے گہرے سانس لیتے اسے سینے میں بھینچا تھا۔

ان سب کے بے ہوش ہونے کے بعد نتاشہ منہاج کے ساتھ ان سب کو دیکھنے کے لیے پورچ میں آئی تھی۔ لیکن تب تک سلطان ان سب کو میرال کے ساتھ گاڑی میں بھیج چکا تھا۔

چونکہ میرال اک ساتھ ان چاروں کے بے ہوش وجود نہیں سنبھال سکتی تھی۔ اسی لئے وہ خود پورچ میں رکے رہے تھے۔ انہیں گاڑی میں لٹاتے تھوڑی دیر میں انہیں خود بھی نکلنا تھا۔ لیکن نتاشہ کو منہاج کے ساتھ آتے دیکھ کر وہ سب چھپ گئے تھے۔

اور پھر نتاشہ کو منہاج سے عیس کی کزن کے بارے بات کرتے سن کر عیس نے خود پر کیسے ضبط کیا تھا۔ یہ وہ خود ہی جانتا تھا۔

ہاں اسے مشعل کو ساڑھی میں دیکھ کر غصہ آیا تھا۔ لیکن بناوجہ جانے وہ اسے اپنے غصے کا نشانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ اور پھر اسکے بازوؤں میں اتنی طاقت تو تھی ہی، کہ وہ گنڈا اپنی پری کو ان کیڑے مکوڑے سے آرام سے بچا سکتا تھا۔

عیس مشعل کی معصومیت کو کبھی بھی ہرٹ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایسے ہی اپنی معصومیت و کمزور وجود کے ساتھ عیس کے دل پر حکمران تھی۔ ہاں مشعل سلیمان اک انتہائی ڈرپوک لڑکی تھی۔

اور عیس علی ہمدانی کو وہ ایسے ہی ڈرپوک پسند تھی۔ جب وہ دنیا کے خوف سے خود کو عیس کی آغوش میں چھپاتی تھی۔ تب عیس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس چھوٹے سے وجود کو خود میں کہیں قید کر دے۔

(اک ہفتے بعد)

وہ سب کلاس میں بیٹھیں لیکچر لے رہیں تھیں۔ کہ اچانک مشعل کی نظر ایرہ کی گردن پر پڑی۔ جہاں اسکی گردن پر دانتوں کے نشان اب مدھم ہو گئے تھے۔

اسی لئے ایرہ پچھلے اک ہفتے سے گردن میں ڈوپٹہ ڈالے اپنی گردن کو چھپائے پھر رہی تھی۔ مشعل نے آج غور کیا تھا۔

وہ سب سے لاسٹ پر بیٹھیں تھیں۔ مشعل نے اپنا موبائل نکالتے چپکے سے ایرہ کی گردن کو زوم کرتے تصویریں کلک کرنا شروع کیں۔

منیزے نے مشعل کو کہنی مارتے بورڈ کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ کیا۔ تو مشعل نے اپنی بتیسی روکتے موبائل پر موجود تصویر منیزے کے سامنے کی۔

جس پر منیزے نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔ تو مشعل نے اسے ایرہ کی گردن کی طرف اشارہ کرتے ساتھ ہونٹوں کو اوو کرتے صاف صاف خاموشی سے بتایا کہ کیا ماجرہ ہے۔

جبکہ مشعل کے ہونٹوں کو گول کرنے پر منیزے نے سرخ چہرے سمیت اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش کی میں چہرہ جھکالیا۔تو مشعل کی نا چاہتے ہوئے بھی کھی کھی کی آواز نکلی۔جس پر منیزے نے جلدی سے مصنوعی کھانسی کرتے اسکی کھی کھی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ورنہ انہیں کلاس سے نکال دیا جاتا۔

ان دونوں کے برعکس علیزے اور ایرہ پوری توجہ سے لیکچر سن رہیں تھیں۔جب منیزے نے علیزے کو چٹکی کاٹتے اسکی توجہ اپنی طرف کروائی۔۔۔

توعلیزے سی کرتے اسے گھور گئی۔

لیکن جب منیزے نے اسے بھی ساری بات سمجھائی۔تو وہ سرخ پڑتی رخ موڑ گئی۔

شکر تھا کہ اس نے حجاب کیا ہوا تھا۔۔ ورنہ اسکے خود کے نشان دیکھتے یہ چڑیلیں اسکا بھی جینا حرام کر دیتیں۔۔

مشعل کو مختلف پوز میں ایرہ کی تصویریں بناتے دیکھ کر علیزے نے اپنی مسکراہٹ روکنے کے لئے ہونٹوں کو دانتوں تلے کچلا۔ انکی پدی دن بادن تیز ہوتی جا رہی تھی۔

اور یہ اس بات کی واضح نشانی تھی۔ جو وہ کب سے ہونٹوں کو گول کرتی ہوا میں مصنوعی چومیاں لیتی انہیں بار بار بتا رہی تھی۔۔ کہ ایرہ کی گردن پر یہ ہوا ہے۔

مشعل کہ مسلسل کھی کھی سن کر ایرہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ تو مشعل سیریس شکل بناتی اسے اپنی بتیسی دیکھا گئی۔

بہت مشکل سے انہوں نے خود پر کنٹرول کرتے لیکچر ختم کرتے جلدی سے باہر کی راہ لی تھی۔۔

مشعل ان تینوں کے آگے چلتے انکی طرف رخ موڑتے مسلسل فلائنگ کس کرتے ہوئے الٹا چل رہی تھی۔

یہ پاگل ہو گئی ہے کیا۔۔
ایرہ، مشعل کو پاگلوں والی حرکتیں کرتے دیکھ کر بولی۔۔
نہیں جانو آپکی گردن پر محبت بھری نشانیاں دیکھتے بس دیوانی ہو گئی ہے۔۔
منیزے نے اسے شرارت سے جواب دیتے مشعل کے ساتھ آگے ڈور لگائی تھی۔

جبکہ کچھ سیکنڈز کے لئے تو ایرہ کو سمجھ نہیں آیا تھا۔۔کہ وہ کیا کہہ کر گئی ہے۔۔لیکن پھر اپنی گردن پر ہاتھ رکھتے اور علیزے کی معنی خیز نظروں کو خود پر محسوس کرتے وہ دانت پیستے ان دونوں کے پیچھے بھاگی۔

کہ پورا گراؤنڈ انکے قہقہوں سے گونج اٹھا۔ وہ آگے پیچھے بھاگتی کھلکھلاتے ہوئے مسلسل ایرہ کو چڑا رہیں تھیں۔ جس میں سب سے زیادہ مشعل پیش پیش تھی۔

سنی جو پانی کی بوتل پکڑے لائبریری کی طرف جا رہا تھا۔ بطخوں کو قہقہے لگاتے دیکھ کر موبائل نکال کر انکی ویڈیو بنانے لگا۔ تاکہ اندر بیٹھے انکے میل بطخوں کو دیکھا سکے۔۔

لیکن وہ اپنی سرخ مرچ کے لال چہرے کو دیکھ کر سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیونکر تپی ہوئی ہے۔

سنی کو خود کو شوٹ کرتے دیکھ کر مشعل بھاگتے ہوئے اسکی طرف ائی۔ تو ایرہ بھی غصے سے ناک پھلاتے اس کے پیچھے ہوئی

ایرہ کو غصے سے اپنی طرف آتے دیکھ کر سنی نے بیچارگی سے اپنے پیچھے چھپی اپنی بہن کو دیکھا۔ جو چہرہ نکالتے ایرہ کو شرارتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

سنی کی لاسٹ ٹائم والی بے شرمی کے بعد سے ہی ایرہ اس پر تپی ہوئی تھی۔
کہ نہ اسے منہ لگا رہی تھی نہ ہی اسکی کوئی کال ریسیو کر رہی تھی۔۔

بھائی ایرہ تھوڑی دیر پہلے کہہ رہی تھی کہ اسکی گردن کے نشان لائٹ
ہونگے ہیں حلانکہ اسے گہرے نشان پسند ہیں۔۔
مشعل آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے گویا ہوئی تو سنی نے اسکی شرارت پر بامشکل
ہنسی کنڑول کرتے خود کر کچھ کہنے سے روکا کیونکہ ایرہ کے تاثرات کچھ اچھے
نہیں تھے۔
دیکھیں بھائی اپکو پرواہی نہیں میری دوست کی کیسے اسے غصہ آرہا ہے۔۔
مشعل نے پیچھے سے منہ نکالتے پھر گل فشانی کی تو ایرہ اسے پکڑنے کے
لیے آگے ہوئی۔ لیکن سنی نے بروقت اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف
کھینچ لیا۔ تو ایرہ نے اسے گھورا لیکن بولی کچھ نہیں تھی۔
علیزے اور منیزے بھی مسکراتے اب انکے قریب آ کھڑی ہوئیں۔

چھوٹوا گر آپکی دوست کو اتنے زیادہ نشان یاد آرہے ہیں۔ تو اپنی دوست کو بولیں مجھے چھٹی کے بعد زرا ملے۔

سنی ایرہ کو یلو ڈریس میں جان نثار نظروں سے دیکھتے بے شرمی سے بولا۔ تو ایرہ کا چہرہ خون چھلکانے لگا جبکہ وہ سب دبی دبی ہنسی ہنستے اپنا اپنا رخ موڑ گئیں۔

میں تمہارا خون کر دوں گی بے شرم انسان۔۔

ان سب کے سامنے سنی کی بے شرمی پر ایرہ کا شرم و غصے سے برا حال ہوا تھا۔

آہاں ں۔۔۔اے بی تب تمہاری آواز بھی نہیں نکلتی میرا خون کیا کرو گی۔ بلکہ تب تو تم میرا خون پینے کی۔۔

سنی اسکا مزاق اڑاتے ابھی مزید بولتا کہ ایرہ اپنا پاؤں زور سے اسکے پاؤں پر مار کر اسکی بے شرم بکواس بند کروا گئی۔۔

جس پر ان تینوں کا چھت پھاڑ قہقہہ وہاں گونجا تھا۔آنے جانے والے سب سٹوڈنٹ انہیں حیران کن نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

جبکہ سنی اس افتاد پر اچھل کر رہ گیا۔۔اور اپنی موبائل بیل کو سنتے وہ ایرہ کو دھمکاتے ہوئے بولتا چلا گیا۔

تم میرے ہاتھ لگو اب دیکھنا کیسے تمہارا قیمہ بنا کر کھاؤں گا بدتمیز جانو کہیں کی۔۔

سنی کے جاتے ہی ایرہ نے مشعل کو آڑے ہاتھ لیا۔کہ مشعل اپنی شامت آتے دیکھ کر منیزے کی جانب مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔تو منیزے نے ایرہ کو ٹھنڈا کرتے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

بلیک نائٹ ٹراؤزر ٹی شرٹ میں منیزے کھانا کھاتے ہوئے شبو کے ساتھ کسی بات پر ہنس رہی تھی۔وہ صبح یونیورسٹی کچھ کھا کر نہیں گئی تھی۔تو اسی

لئے اس نے رات کا کھانا اسی وقت کھانے کا سوچا۔۔ ویسے بھی سات تو بج ہی چکے تھے۔

منیزے کے ہنسنے کی آواز اندر داخل ہوتے ضرار نے باخوبی سنی تھی۔

وہ قدم اٹھاتے جیسے ہی ڈائنگ ٹیبل کے پاس آیا۔ اسے دیکھتے شبو کی زبان تالو سے چپک گئی۔۔

شبو کی نظروں کی زد میں دیکھتے منیزے کی بھی ہنسی تھمی تھی۔ کہ وہ ٹیبل سے ہی اٹھ کھڑی ہوئی

شبو میرا کھانا کمرے میں لے آؤ وہاں ہی ختم کر لوں گی۔۔

شبو کو ہدایت دیتے وہ بنا ضرار کو دیکھے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

منیزے کے یوں خود کو نظر انداز کرتے دیکھ کر ضرار کے دل پر چھڑیاں چلی کہ وہ تکلیف سے اپنے ہونٹوں کو کاٹنے لگا۔

اسے اب منیزے کی تکلیف کا اندازہ ہو رہا تھا۔ لیکن وہ کیا کرتا یہ سب رائتہ اسکا اپنا ہی پھیلایا ہوا تھا۔اسی لئے وہ بے چین ہوتے الٹے قدموں سے ہی فلیٹ سے نکلتا چلا گیا۔

منیزے کمرے میں آتے ہی بیڈ پر الٹی گری تھی۔ نظروں کے سامنے اک ہفتے کا پہلے کا منظر آتے ہی اسکی سبز آنکھوں سے آنسو گرے۔ لیکن وہ ضبط کرتی اٹھ بیٹھی۔۔

وہ اس شوہر ڈھکن کے لئے اپنے قیمتی آنسو نہیں ضائع کر سکتی تھی۔۔

لیکن آج آنسوؤں اور دل پر کنٹرول نہیں چل رہا تھا۔۔اسی لئے وہ اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔۔

..اک ہفتے پہلے

ان سب کے جاتے ہی وہ لاؤنج میں کھڑی ضرار کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جو کہ دو منٹ بعد ہی لاونج میں داخل ہوتے منیزے پر کوئی نگاہ ڈالے بنا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

ضرار کے یوں خود کر نظر انداز کرتے منیزے نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ اور پھر تن فن کرتی اسکے پیچھے کمرے میں گئی۔

منیزے کے کمرے میں جاتے ہی ضرار نے دھاڑتے ہوئے اسے کمرے سے نکل جانے کو بولا۔

منیزے جہاں اسکے الفاظ پر حیران ہوئی تھی۔ وہیں پھر ضرار کے کمرے سے نکالنے پر اسے اپنی تذلیل ہوتی محسوس ہوئی۔

کہ وہ ضرار کو بنا کچھ پوچھے الٹے قدموں سے کمرے سے باہر نکل ائی۔ اور بوجھل قدموں سے لاؤنج میں آتے صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔

ضرار کے الفاظ اور برے رویے کی شدت سے اسے اپنے دل میں تکلیف اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے اسکا دل بند ہونے لگا ہے۔۔

منیزے نے بھی کمرے میں رک کر ضرار سے اسکے رویے کی وجہ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ وہ ان عام لڑکیوں جیسی نہیں تھی۔ جو رو کر مظلوم بن کر رہتیں تھیں۔۔

اگر ضرار نے اسے نکل جانے کو کہا تھا۔ تو وہ اف کیے بنا وہاں سے نکل آئی تھی۔ اس نے اپنی ذات کا غرور نہیں توڑا تھا۔ کہ اگر اسکا شوہر اسے اپنی نظروں سے دور ہونے کا کہہ رہا تھا۔ تو وہ کیوں اسکے سامنے رہ کر خود کو بے مول کرتی۔۔

اور کیونکر وہ اپنی ذات کا مان توڑتی جب اس سے عشق کے دعوے کرنے والے نے اسکی تذلیل کرنے سے پہلے وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ تو منیزے نے بھی اس سے استفسار نہیں کیا تھا۔۔

منیزے اپنی غلطی جانے بنا ضرار کو خود کو ہرٹ کی اجازت میں دے سکتی تھی۔ اسی لئے وہ چپ چاپ وہاں سے نکلتے برے حال میں لاؤنج میں بیٹھ گئی۔۔

جبکہ ضرار منیزے کے یوں چپ کر کر جانے پر تلملاتے ہوے کمرے کی چیزوں کو اپنے غصے کا نشانہ بنانے لگا تھا۔ لیکن جب یوں بھی اچھا محسوس نہ ہوا تو افلاطون کی طرح کمرے سے نکلتے منیزے کی تلاش میں ہوا۔۔

وہ اپنی غلطی جانے بنا یوں خاموشی سے نہیں جا سکتی تھی۔۔

ضرار کو وہ لاونج میں ہی ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھی نظر آئی۔ تو جارحانہ انداز میں اسکی طرف بڑھتا اسے بازو سے پکڑتے کھڑا کر گیا۔ تو منیزے کو اس اچانک حملے پر سنبھلنے کا بھی موقع نہیں ملا۔

اگر پہلے ضرار نے اس سے اسکی غلطی بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ تو اب بھی اسے بولنے کا موقعہ دیے بنا وہ اسکے چہرے پر تپش سے پھنکارتے ہوئے منیزے پر اک سے بھر اک الزام لگاتا چلا گیا۔

کہ اسے صرف منیزے کی وجہ سے اپنے دوستوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ کہ ان سب کی عزتوں کو گھٹیا لباس پہنانے والی اسکی اپنی بیوی ہے۔۔

منیزے اسے نم آنکھوں سے صرف دیکھتی رہ گئی جس نے صرف اسے سنانے کا حق سمجھا تھا۔ لیکن کیا اسکا فرض نہیں بنتا تھا۔ کہ وہ منیزے سے اسکی اٹینشنز کا پوچھتا۔

کہ منیزے نے یہ قدم کس نیت سے اٹھایا ہے۔۔

یہ سب پوچھنے کے بعد ہی وہ منیزے کو کچھ سنانے کا حق رکھتا اور پھر اپنی غلطی پر منیزے اسے سر جھکا کر سنتی بھی۔۔

لیکن اس وقت وہ صرف بول رہا تھا۔ ضرار نے جب منیزے کو ہنوز خاموش دیکھا۔ تو وہ سرخ آنکھوں سے اسکے بازو پر اپنی پکڑ مزید مضبوط کر

گیا۔ کہ منیزے کو اسکی انگلیاں اپنے بازو کی پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔ لیکن وہ پھر بھی اپنی تکلیف چھپاتی خاموش رہی۔۔

ضرار کے خاموش ہونے پر منیزے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے فقط یہ بولی تھی۔۔

مسٹر ضرار اگر آپ اپنی طرف سے سب کہہ چکے ہیں تو اپ یہاں سے "
"اب جا سکتے ہیں

وہ بے تاثر لہجے میں بولی تو ضرار کو اسکے ڈھیٹ پن اور ایٹیٹیوڈ پر مزید وبال آیا۔ کہ وہ ضبط کرتے خاموش ہوتے اسے اک جھٹکے میں بے دردی سے چھوڑتے دوبارہ کمرے میں چلا گیا۔ منیزے اسکے یوں گرانے پر بری طرح صوفے پر گری۔

ضرار کی بے دردی یاد کرتے وہ پھر رو پڑی۔ گل جہاں بیگم سے بات کرتے منیزے نے ان سے کہا تھا۔ کہ وہ ویک اینڈ پر حویلی آنا چاہتی ہے۔ جس پر گل جہاں نے خوشی سے کہا تھا کہ وہ وقت پر ڈرائیور کو بھیج دیں گئیں۔۔

لیکن شیراز پاشا نے منیزے کو صاف کہہ دیا۔ کہ وہ اپنے بیٹے کو خود لینے آئیں گئے۔ لہذا وہ تیار رہے۔۔

ان دونوں کے اتنے پیار پر منیزے دل سے خوش ہوئی تھی۔ لیکن پھر ضرار کی بے اعتنائی یاد کرتے استہزایہ تاثرات سے سر جھٹک گئی۔

اے سرخ مرچ میں بتا رہا ہوں اگر تم جلدی کمرے میں نہ آئی تو تمہارا منہ چوم چوم کر ٹیڑا کر دوں گا میں

سنی نے اسے کال پر دھمکی دیتے ٹھک سے فون بند کیا۔۔

رات کے گیارہ بجے وہ اس وقت ایرہ کے کمرے میں پہنچا ہوا تھا۔۔یونیورسٹی میں ایرہ کو یلوڈریس میں دیکھتے وہ اتنا بے چین ہوا۔کہ نہ اسے گھر سکون ملا تھا اور نہ ہی فلیٹ پر۔۔

اور پھر رات نو بجے وہ ان تینوں کی منتیں کر کر کے ایرہ کے کمرے تک پہنچ پایا تھا۔اسے یہاں تک آنے میں سب سے زیادہ مدد سلطان نے کی تھی۔ اسی وجہ سے عیس نے سلطان پر طنز کے تیر چلائے۔کہ جب وہ راتوں کو گرلز ہوسٹل میں موٹی ڈائن نما وارڈن کے ہوتے دیواریں پھلانگ کر اپنی محبت کے پاس پہنچ سکتا ہے۔تو پھر ایرہ کے کمرے تک پہنچنا تو اسکے دائیں بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔۔

عیس صاف صاف انداز میں سلطان پر الزام لگانا چاہتا تھا۔۔کہ وہ راتوں کو دیواریں پھلانگنیں والا ہے۔

عیس کے جلے کٹے انداز کو سلطان نے اسے مکمل نظر انداز کرتے سنی کو اسکے مطلوبہ مقام تک پہنچا کر ہی دم لیا تھا۔

جس پر مزید عیس کو تپ چڑھی۔۔اور یہ تپ اس بات کی تھی کہ جب وہ کہتے کہتے تھک گیا تھا۔ کہ اسے اپنی چھوٹی سی بیوی کو ملنا ہے تب کیوں نہیں کسی نے اسے سیریس لیا۔ لیکن اس میسنے کو ہر کوئی سن رہا تھا۔اسکو کون سی انوکھی آگ لگی تھی۔ جو سب ہی تڑپ اٹھے تھے۔ جس پر سنی نے اسے سمائل پاس کرتے مزید آگ لگانا اپنا فرض سمجھا۔

وہ اک گھنٹے سے ایرہ کے بیڈ پر لیٹا اسکے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن وہ جان بوجھ کر اسے انتظار کی سولی پر لٹکا رہی تھی۔

بے بی پنک کلر کے تھیم پر پورا کمرہ سجایا گیا تھا۔ کہ سنی اپنی بیوی کے کمرے کو دیکھ کر ہنسی دبا گیا۔

اسکا دل کیا۔ کہ جا کر اپنی بیوی کے گھر والوں کو بتائے کہ انکی بیٹی بڑی ہو کر اک عدد شوہر کو بھی برداشت کرنے والی بھی گئی ہے۔ لہذا اسکے کمرے کو اب تبدیل کیا جائے۔

ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھا۔ کہ ایرہ ڈرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ تو دروازہ کھلنے کی آواز پر سنی کی سوچوں کو بریک لگا۔

سنی کو چوڑے انداز میں اپنے بیڈ پر لیٹے دیکھ کر وہ تلملاتی ہوئی اسکی طرف آئی۔۔

تمہارا دماغ خراب ہے جو منہ اٹھا کر یہاں آ گئے ہو۔۔

ٹی پنک کلر کے نائٹ سوٹ میں وہ سنی کو باربی ڈول لگی۔ گولڈن ویوی بال اس وقت کھلے ہوئے شولڈر پر بکھرے پڑے تھے۔ ٹی شرٹ کے ہاف سلیوز سے اسکے دودھیا بازو اپنی جھلک دیکھاتے سنی کو خاصا بے چین کر گئے۔

سر کے نیچے ہاتھ رکھتے ایرہ کے چلتے ہونٹوں کو دیکھ کر سنی نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تو ایرہ اسکی اس حرکت پر سٹپٹائی۔

وہ پتہ نہیں کیا کیا بول چکی تھی۔۔ لیکن وہ سنکی انسان اسکا معائنہ کرنے میں مصروف تھا بس۔۔

بلیک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں سنی کی دلکش شخصیت دیکھتے وہ شرم سے اپنا منہ موڑ گئی۔

لیکن اگر وہ ایسے ہی شرماتی تو وہ بے شرم انسان مزید پھیل جاتا۔اسی لئے خود پر کنٹرول کرتے وہ اسی طرف گھومی لیکن ڈر کے مارے چیخ اسکے حلق میں ہی اٹک گئی۔

کیونکہ وہ کھڑا ہوتا اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔اسکی شدت پر ایرہ کی آنکھیں پھیلیں۔

ائرہ کے ہونٹوں کو بے تابیِ سے چومتے وہ اسکی کمر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے اوپر اٹھا گیا۔

کہ ایرہ نے گرنے کے خوف سے اسکے کندھوں کو تھاما۔ سنی نے اسکے اوپری ہونٹ کو اپنے دانتوں سے کاٹتے ایرہ کو کانپنے پر مجبور کیا۔ تو وہ اسکے بال نوچتی پیچھے ہٹی۔۔

میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی بد تمیز انسان

اپنے ہونٹ پر جلن محسوس کرتے وہ غصے سے چینخی تو سنی اسکی چینخ و پکار کو نظر انداز کرتے اسے شدت سے خود میں بھینچنے لگا۔۔ کہ ایرہ کو محسوس ہوا کہ اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔

سنی تم کیوں پاگل ہوتے جا رہے ہو دن بدن۔۔

گہرے سانس لیتی وہ تھک ہار کر بولی۔ تو سنی اسے بنا جواب دیے اٹھا کر بیڈ پر لٹاتے اس پر جھکا۔ تو ایرہ کو جان لبوں پر آتی محسوس ہوئی۔۔

وہ مزاحمت کرتے اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ کہ سنی نے اپنے مضبوط ہاتھ سے اسکی دونوں کلائیوں کو قید کرتے اوپر لگا دیا۔۔

تمہارے اک ہفتے کی نظر اندازی کا ہی یہ نتیجہ ہے۔۔کہ تمہارے ترلوں کی آواز میرے کان سننا ہی نہیں چاہ رہے۔بلکہ ان کانوں کو اس رات جیسی میٹھی سسکیاں سنسنی ہیں۔۔تو صرف وہ سناتی مجھے سکون پہنچاو،تاکہ میں ہوش میں آکر تمہاری کسی غیر ضروری بات کا جواب دے سکوں۔۔

ایرہ کی سنہری آنکھوں میں اپنی گولڈن آنکھیں ڈالتے وہ گھمبیر لہجے میں زو معنی بولا۔تو ایرہ کا دل دھڑکتا پاگل ہوا تھا۔

تم بدتمیزی نہیں کروں گئے میں بتا رہی ہوں تمہیں۔۔۔

وہ شرم سے سرخ پڑتی احتجاج کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

جبکہ سنی اوپر اٹھتے اسکے ماتھے کو اپنے لبوں سے چھوتا اسکے گالوں پر ایا۔وہاں آپ اپنے ہونٹ رکھتا ایرہ کی شرٹ کے اندر اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔کہ ایرہ لرزتے ہوئے اپنا آپ ڈھیلا چھوڑ گئی۔

ایرہ کو مدہوش ہوتے دیکھ کر سنی اپنی کامیابی پر مسکراہٹ ضبط کرتے اسکے گلابی ہونٹوں پر جھک گیا۔قربت کے معاملے میں وہ خوش قسمت ثابت ہوا

تھا۔۔کہ اسکی بیوی مدہوش ہوتی اپنا آپ اسکے حوالے کرتی مزاحمت چھوڑی دیتی تھی۔

اب بھی وہ اسکے ہونٹوں کو شدت سے چومتے وہ اسکے ہونٹوں کو دانتوں میں دبا رہا تھا۔کہ ایرہ بند آنکھوں سے اسکے بالوں میں اپنا ہاتھ پھیر رہی تھی۔

ایرہ کے ہونٹوں کو چھوڑتے وہ نیچے جھکتے اسکی شرٹ اوپر کرتے اسکے پیٹ پر اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

وہ ہولے ہولے سے اسکے پیٹ کو اپنے ہونٹوں سے چھو رہا تھا۔ایرہ بے چین ہوتی اسکے کندھوں پر ناخن گاڑنے لگی۔

گولڈن آنکھیں اس وقت قربت کی مدہوشی پر سرخ ہو گئیں تھیں۔اور کچھ ایسا ہی حال ایرہ کا بھی تھا۔وہ دن بدن لمس کی لذت میں پاگل ہوتے جا رہے تھے۔

دل کرتا ہے تمہارا خون کر دوں یا کچا چبا جاوں۔۔

سنی کے بالوں کو ہاتھ سے جکڑتے ایرہ اسے خود پر جھکاتی غرا اٹھی۔

سنی اسکے غصے پر دلکشی سے مسکراتے اسکی آنکھوں میں گہرائی سے دیکھنے لگا۔ایرہ اسکے دیکھنے کے انداز پر پزل ہوتی اسکے بالوں کو چھوڑ کر سنی کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

سنی نے اسکی شرم پر واری ہوتے اسے اٹھا کر آپ سینے پر لیٹا لیا۔۔

چوڑے مضبوط سینے پر نازک سا وجود آرام سے لیٹا تھا۔ سنی کے بالوں کو ہاتھ سے بگاڑتے وہ اسے زبان چڑانے لگی۔

سنی نے اسے مصنوعی غصے سے آنکھیں دیکھاتے باز آنے کا کہا۔ لیکن وہ اپنی مستی میں آتی ٹانگیں ہلاتے ہوئے مزے سے مسلسل اسے زبان چڑا رہی تھی۔

باز آجاؤ بعد میں پھر رونے لگتی ہو۔۔

سنی اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے گویا ہوا۔ توایرہ بے پرواہی سے کندھے اچکا گئی۔ جبکہ ٹانگوں کو ہلانا بند نہیں کیا تھا۔

اپنی سرخ و سفید رنگت میں گولڈن آنکھوں میں چمک لیے گالوں پر قربت کی سرخی لگائے وہ اپنی خوبصورتی سے سنی کو مسلسل مہبوت کر رہی تھی۔

کیا چاہ رہی ہو تم، کہ تمہیں بنا پکائے ہی کھا جاؤں۔۔

سنی نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے اس سے استفسار کیا۔

توایرہ اسکے سینے پر مکہ جھڑ گئی۔

خبردار اگر مزید اک بھی بدتمیزی کی تو، ورنہ منہ توڑ دوں گی۔۔

بے بی کیا تم منہ توڑنے کی بجائے اس رات کی طرح میرے اندر گھستے میرے سینے پر ہونٹ نہیں رکھ سکتی۔ تاکہ میں بھی بے چین ہوتے تم سے رحم کی بھیگی مانگنے لگوں۔۔

سنی نے فارم ہاؤس کی رات کا الٹا حوالہ دیتے اسے لال انگارہ کیا۔ تو وہ سچ میں جھکتے ہوئے شدت سے اسے سینے پر دانت گاڑتے اسکے سینے کو زخمی کرنے لگی۔ تو سنی قہقہہ لگاتا اسکی گردن میں منہ چھپا گیا۔۔

تم بے شرم انسان دفع ہو جاؤں یہاں سے۔۔

شرم ہو غصے کی کیفیت سے وہ پھٹ پڑی۔ جبکہ اس رات کے مناظر یاد ائے۔ جب وہ بے شرم انسان اسکی دھڑکنوں کو چھوتے ایرہ کی آنکھوں کے سامنے تارے نچا گیا تھا۔ کہ وہ بیچاری روتے ہوئے اس سے رحم کی التجا کرنے لگی۔ اور اب اسی بات کو اپنے رنگ میں پیش کرتے سنی نے اسکا پارہ ہائی کیا تھا۔

وہ سب یاد آتے اس کے گھنے سلکی گولڈن بالوں کو زور زور سے کھینچنے لگی۔ وہ دونوں اپنی ہاتھا پائی میں مصروف تھے کہ اسی وقت سنی کے موبائل میں رنگ ہوئی۔

ایرہ کی کلائیوں کو اپنے ہاتھ میں قید کرتے اسے خاموش ہونے کا اشارہ کر کے سنی نے کال ریسیو کرتے موبائل کان سے لگایا تو عیس کی جلی بھنی آواز اسکے کانوں میں پڑی۔۔

سالے نیچے اتر بھی آ، کہ ہم معزز لوگوں کو بدنام کروا کے چھوڑے گا۔۔

عیس کا خود کو معزز کہنا سنی کو اک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ وہ فون میں ہی اسے گھورنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

کمینے تو نے کب سے شریف خاندان کی پارٹی جوائن کر لی۔ جو تو بھی خود کو معزز سمجھنے لگا ہے۔۔

سنی نے ایرہ کی سفید کلائیوں کو چومتے عیس کو جواب دیا۔ تو عیس اسکے چومنے کی آوازیں سنتا اسے ڈھیروں گالیوں سے نوازنے لگا۔

جبکہ ایرہ عیس کی کال پر سنی سے مسلسل اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن سنی کی مضبوط پکڑ سے نکلنا اسکے لئے آسان نہیں تھا۔

بے غیرت انسان چھوڑ دے اڑی بھابھی کو انہوں نے صبح یونیورسٹی بھی جانا ہے۔ تو ان کو سونے دے خود نیچے دفع ہو اب۔۔

عیس نے کال پر اسے شرم دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ جبکہ سنی اسکی جیلیسی پر ہنسی ضبط کرنے لگا۔ لیکن عیس کو اپنی بے شرمی پر پیچھے بیٹھے سلطان اور ضرار سے جوتے پڑ رہے تھے۔ پر مجال ہے جو عیس نے فون کان سے ہٹا کر اپنا تسلسل توڑا ہو۔ اسکا تو انگ انگ مخلاف پارٹی کی حرکات کو محسوس کرنے میں لگا تھا۔

ایرہ تھک ہار کر سنی کے سینے پر سر رکھتے اسے تنگ کرنے کی غرض سے اسکی گردن کو اپنے نرم ہونٹوں سے چھونے لگی۔ تاکہ سنی کو تنگ کر سکے۔ جبکہ سنی نے اسے آنکھیں دیکھاتے باز آنے کا اشارہ کیا۔ کیونکہ وہ ایسے کرتے سنی کے ساتھ ساتھ اپنے کئے بھی مشکل پیدا کر رہی تھی۔ لیکن وہ نظر انداز کرتے اپنے کام میں مصروف رہی۔ سنی بہت مشکل سے اسکا جان لیوا میٹھا لمس اپنی گردن اور گلے کی ہڈی پر محسوس کر رہا تھا۔

فوت ہو گیا ہے کیا، جو بول نہیں رہا۔۔

سنی کے کانوں میں عیس کی پھر چنگاڑتی آواز پڑی تو وہ دانتوں تلے لب دباتے ہوش میں آیا۔

تو تھوڑا صبر رکھ تیری بھابھی کو میری باڈی دیکھنی ہے بس وہ دیکھا کر آنے لگا ہوں۔۔

سنی نے عیس کو بے باک سا جواب دیتے فون بند کیا۔ تو ایرہ کی چیخ عیس کے کانوں میں پڑی۔۔

جبکہ عیس کا تو حال ایسا تھا جیسے گہرا صدمہ لگ گیا ہوا۔۔

عیس کی حالت دیکھتے سلطان کا قہقہہ گونجا۔۔

کمینہ بے غیرت مجھے بے شرم کہتا تھا، خود تو جیسے ٹوپی پہن کر گھوم رہا ہے اب۔۔

عیس جلے کٹے انداز میں بولا تو سلطان کو اس پر بے ساختہ ترس سا آ گیا۔۔۔

تجھے کیا تکلیف ہو رہی ہے۔۔

ضرار نے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے اسے پوچھا۔اور یہ ہی ضرار نے سب سے بڑی غلطی کی

یہ دیکھ نہ یہ خان کیسے چمک رہا ہے، جیسے اس کو حقیقی نہانے کی وجہ مل گئی ہو۔۔۔اور تیری بھی بیوی اچھی خاصی رومینٹک ہے۔۔وہ سالہ وہاں اپنی منحوس باڈی دیکھاتا پھر رہا ہے۔میں کدھر جاؤں۔۔سالہ جب بھی اپنی بیوی کے پاس جاتا اسے مجھ دیکھ کر اپنی وہ منحوس ماری اسائمنٹ یاد آنے لگتیں ہیں۔جیسے مجھ میں اسے اپنے ٹیچر کی جھلک نظر آتی ہو۔تھوڑی بہت کوشش کر کے اسکے قریب ہونے لگتا ہوں۔تو میرے جانی دشمن حسن صاحب ٹپک پڑتے ہیں۔جب بیوی کے پاس آنے نہیں دینا تھا۔۔تو سالہ اپن کو بیوی دیا ہی کیوں۔۔۔

سالہ اپن کا نکاح بچپن میں تو ایسے کروایا تھا۔جیسے میرے سے دس سال کی عمر میں ہی ہوتا پوتی لینے کی تیاری کی ہو۔

اور ادھر حقیقت میں تیس سے اوپر ہو کر بیوی ہاتھ نہیں آ رہی اب۔ میں بتا رہا ہوں تم سب کو کہ اصولاً پہلے میرا نکاح ہوا ہے۔اس لئے اگر میرے سے پہلے تم میں سے کوئی باپ بنا تو میں اپنے اس سنکی دماغ کے ساتھ تم سب کی بینڈ بجا دوں گا۔۔

عیس صوفے پر ٹانگیں چڑھائے دہائیاں دے رہا تھا۔ کہ اسکی حالت دیکھتے ضرار اور سلطان کے قہقہے نہیں ختم ہو رہے تھے۔

ان دونوں کو مسلسل ہستے دیکھ کر وہ غصے سے ان پر ہی چڑھ دوڑا۔۔۔

تمہارا دماغ خراب ہے، عیس بھائی سے کیوں فضول بکواس کی ہے۔۔

ایرہ آنکھیں سکیڑتے تپے ہوئے انداز میں بولی۔۔

تو سنی ایبر واچکاتے اسے خود سے نیچے اتارتے بیڈ پر لٹاتے خود اٹھ کر اپنی ٹی شرٹ اتار کر ایرہ کے منہ پر پھینک گیا۔

جبکہ سنی کو شرٹ اتارتے دیکھ کر ایرہ کی گولڈن آنکھیں پھیلتی جارہیں تھیں۔اور پھر سنی کو شرٹ لیس دیکھتے اسکے تنے ہوئے اعصاب خود بخود ہی نرم پڑنا شروع ہو گئے۔

سنی غور سے اسکے تاثرات کو ملاحظہ کر رہا تھا۔۔وہ اپنی بیوی کی اک کے بعد اک کمزوری جانتا جارہا تھا۔۔

سنی کے پھولے ہوئے مسلز اور رگیں دیکھ کر ایرہ کے گلے میں گلٹی بھر کر معدوم ہوئی۔ سنی کو شرٹ لیس دیکھ کر وہ ایسے ہی اس پر لٹو ہونے لگتی تھی۔

ایرہ گہرے سانس بھرتی تکیے میں منہ چھپا گئی۔ لیکن سنی اب اسے ایسے نہیں بخش سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خ

پہلے خود ہی اس سے چھیڑ خانی کر رہی تھی۔

اپنے گولڈن گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ اس کے نازک وجود کو اپنے مضبوط بھاری بوجھ تلے قید کر گیا۔

ضرار رات کے دو بجے فلیٹ میں داخل ہوا تو فلیٹ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ بوجھل قدم اٹھاتے وہ منیزے کے کمرے میں داخل ہوا۔۔ جہاں وہ بیڈ پر سو رہی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا۔

ضرار آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا بیڈ کے قریب آیا تو اسے سائیڈ ٹیبل پر کھانا ویسے کا ویسا ہی پڑا نظر آیا۔ جو شاید منیزے نہیں کھایا نہیں تھا۔

لب بھینچے ضرار نے اسکا کمبل نیچے کرتے منیزے کا چہرہ دیکھنا چاہا۔ تو اسے منیزے کے چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان نظر آئے۔۔

منیزے کے رونے کا سوچتے ضرار کا دل یک دم تکلیف سے بھر آیا۔ کہ وہ تیزی سے قدم اٹھاتے اسکے روم سے باہر نکل آیا۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے شرٹ اتار کر اس نے زمین پر پھینکی تھی۔۔ اور چلتے ہوئے بالکنی میں کھڑا ہو گیا۔

کمرے کی بالکنی میں کھڑے ہوتے اسکے کان میں سلطان کے الفاظ گونجے تو وہ ضبط سے آنکھیں بند کرتے دیوار میں مکہ مارتے ہاتھ کو زخمی کرنے لگا۔۔

ضرار کے الزام لگانے کے بعد اگلی صبح واپسی پر منیزے نے اپنی دوستوں سے معافی مانگی تھی۔ کہ اسکی ضد کی وجہ سے ان سب کو اپنے شوہروں کی ناراضگی برداشت کرنی پڑی۔

منیزے کو آنکھیں چراتے دیکھ کر وہ تینوں تڑپ اٹھیں۔اور آگے بھر اسکے گلے لگاتے ڈپٹنے لگی۔

کہ جیسا وہ سوچ رہی ہے۔ ویسا کچھ نہیں ہے۔ہاں وقتی طور پر ان سب کو غصہ آیا تھا۔ لیکن پوچھنے پر جب انہیں نے حقیقت بتائی تو وہ سب منیزے کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔اور یہ شکریہ انکی بیویوں کو حسین ترین بنانے کے لئے تھا۔

جبکہ ان سب کے پیار پر سب کو جوڑ کر رکھنے والی منیزے سکندر بری طرح رو پڑی۔۔

اپنے شوہر کے سامنے مضبوط رہنے والی لڑکی اپنی دوستوں کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر روئی تو ان سب کو پریشان کرنے کے ساتھ ساتھ فکر مند بھی کر گئی۔

وہ سب کو ہنسانے والی اور سب کی پرابلمز کو اپنی پرابلمز سمجھنے والی لڑکی تھی۔ وہ اک مضبوط لڑکی تھی۔ جو اپنے اندر کا حال پر کسی پر نہیں کھولتی تھی۔ اور اگر وہ روئی تھی۔ تو ضرور کسی عام بات پر نہیں رو سکتی تھی۔

وہ روتے ہوئے جب اپنے ماں باپ کو یاد کرنے لگی۔ تو ان سب کا دل کٹنے لگا تھا۔ منیزے کو بری طرح روتے دیکھ کر مشعل بھی رونے لگی۔ تو علیزے اور ایرہ نے بہت مشکل سے اسے سنبھالا۔

منیزے کو مشکلوں سے چپ کروانے پر جب انکے بارہاں پوچھنے پر منیزے نے انہیں وجہ بتائی۔ توعلیزے کواپنے دیور پر انتہا کی تپ چڑھنے لگی۔ منیزے کی حالت دیکھتے علیزے نے اسے ایرہ کے ساتھ گھر بھیجا۔ جہاں داؤد صاحب اور سلطانہ بیگم نے اسے اپنی محبت اور ممتا میں سمیٹ لیا۔۔ جس کی وجہ سے وہ رات کو فلیٹ بھی واپس نہیں گئی۔ کیونکہ اسے بہت تیز بخار ہو چکا تھا۔

شیراز پاشا تو اسکی طبیعت خرابی پر اتنا پریشان ہوئے کہ وہ گل جہاں بیگم کو ساتھ لے کر شہر آنے لگے۔ جس پر منیزے نے انہیں بہت مشکل سے روکا تھا۔

اور اگلے دو دن تک منیزے ٹھیک ہوتی خود ہی فلیٹ چلی گئی۔۔ جہاں شبو اس سے روٹھی بیٹھی تھی۔ کہ وہ اسکی فکر میں ہلکان ہوتی رہی ہے۔

شبو کو مناتے ہوئے وہ یونی کے کاموں میں خود کو الجھا گئی۔ کیونکہ منفی سوچوں سے چھٹکارا پانے کا اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں تھا۔

ان سب میں علیزے سلطان سے بری طرح ناراض ہوئی تھی۔ کہ جب وہ اسے ساری حقیقت بتاتے ہوئے منا چکی تھی۔ تو پھر کیوں اس نے ضرار سے گلہ کیا۔

سلطان تو علیزے کی بات کر حیران ہو گیا تھا۔ لیکن علیزے کے رونے پر وہ ہوش میں آتے اسے یقین دلانے لگا۔۔ کہ اس نے ضرار سے ایسی ویسی کوئی بات نہیں کی۔۔ اور نہ وہ کر سکتا ہے نہ ہی عیس یا سنان۔۔

کیونکہ ان چاروں کا قلب کا نہیں بلکہ روح کا رشتہ ہے۔۔ اور روح کے رشتوں میں اک دوسرے کو سنائی نہیں جاتی۔۔ اور نہ ہی وہ اک دوسرے کو سناتے آئے ہیں۔۔ وہ ہمیشہ سے اک دوسرے کو پروٹیکٹ کرتے یا ساتھ جیتے آئے ہیں۔ کہ ان یاروں کو اک دوسرے کے ساتھ جینے کی ایسی لت

لگ گئی ہے کہ وہ چاروں اک دوسرے سے دو گھنٹے بھی دور نہیں رہ پاتے۔
وہ تو مشکل سے رات کو اپنے اپنے گھروں میں سوتے تھے۔اس میں بھی
جب رات کو ان چاروں میں سے کسی کو سکون نہ ملتا تو وہ آدھی رات کو اٹھ
کر ضرار یا سلطان کے فلیٹ پر آجاتے تھے۔
اس کے علاوہ کسی بھی کام یا مجبوری کی صورت جب انہیں الگ ہونا پڑتا
ہے۔۔تب وہ بازو کی صورت میں دو بن کر ساتھ رہتے ہیں۔اکیلے کبھی
نہیں ہوئے۔۔اور پھر وہ کیسے اپنے قلب سے ہی اسکی شکایت کر سکتا
ہے۔۔کہ وہ سب اک دوسرے کے لئے "یاروں کے یار، دلدار "ہیں پگلی
خانم۔۔
اور دلدار کبھی شکایت نہیں کرتے۔۔

سلطان نے علیزے کے آنسو صاف کرتے اسے اتنے پیار سے سمجھایا۔ کہ وہ دم سادھے بس اسے سنتی رہی۔ اور اس نے دل سے دعا کی کہ ان سب کا رشتہ اور محبت ایسے ہی بنی رہے۔۔

سلطان کے چپ ہونے پر جب علیزے نے اسے ضرار کا منیزے کے ساتھ کیا گیا برا رویہ بتایا۔ تو سلطان بے یقینی سے اسے سننے لگا۔۔ کہ کیا واقعی ہی ضرار یہ کمینا پن کر سکتا ہے۔

منیزے کی حالت بتاتے جب علیزے پھوٹ پھوٹ کر روئی تو سلطان نے اسے چپ کروانے کے ساتھ ساتھ عیس اور سنی کو کانفرنس کال ملائی۔۔

عیس اور سنی کو ساری صورتحال کا بتاتے ضرار کو اٹھا کر فلیٹ پر پہنچانے کا حکم دیا۔ تو وہ دونوں بھی ضبط کرتے سلطان کے حکم پر سر خم کرتے اپنی اپنی گاڑی میں نکلے۔

جبکہ سلطان کے سر درویے پر علیزے اسکے سینے پر سر رکھتے اپنے لب کاٹنے لگی۔ لیکن دل میں کہیں نہ کہیں ضرار کی شامت پر خوشی بھی ہوئی تھی۔ آخر کو اسکی دوست کو تکلیف پہنچانے کی سزا تو بنتی تھی۔

سلطان علیزے کی نم آنکھیں چومتے اسے سب ٹھیک کرنے کا یقین دلاتے فلیٹ سے نکلا ایا۔

سلطان کے پہنچنے سے پہلے ہی عیس اور سنی نے ضرار کا منہ اچھا خاصہ سجا دیا تھا۔۔ لیکن وجہ نہیں بتائی تھی۔

سلطان نے پہنچتے ہی اک زوردار مکہ اسکی گال پر جڑھا۔ کہ ضرار کے رہے سہے چودہ طبق بھی روشن ہو گئے۔

کیا موت پڑ گئی ہے تم سب کو۔۔

گال پر ہاتھ رکھتے وہ چیخ پڑا۔۔۔

بے غیرت انسان تیری ہمت کیسے ہوئی منیزے بھابی سے الٹی سیدھی بکواس کرنے کی۔۔۔

سنی نے قریب آتے ضرار کے بال دونوں ہاتھوں میں کھینچے۔تو ضرار منیزے کے ذکر پر ٹھٹکا۔۔

ضرار کو نا سمجھی سے دیکھتے سلطان نے سنی کو اشارہ کیا۔تو سنی ضرار کی ہوئی بکواس اور منیزے کی خراب حالت اسکے منحوس کانوں میں گزارنے لگا۔

ضرار جیسے جیسے سنتا جارہا تھا۔ویسے ویسے ہی وہ ان تینوں سے نظریں پھیرنے لگا۔

اور سلطان نے آگے بڑھتے اسے مزید بتایا کہ کیونکر وہ سب اتنا تیار ہوتے وہاں گئیں تھیں۔

حقیقت جاننے پر ضرار کو انتہا کی شرمندگی ہونے لگی تھی۔

عیس نے اسے منہ چھپاتے دیکھ کر اس کے آگے شرٹ پھینکی۔۔۔

لے چھپالے اس میں اپنا بو تھا شائد تجھے افاقہ ہو جائے۔۔

بے شرم انسان میں نے اپنی بیوی کو بھابی کا نام تک لینے کی اجازت نہیں دی تھی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ ایرہ اپنی غلطی بھابی پر پھینکتے خود فری ہو جاتی۔ میں اسے سیکھانا چاہتا تھا۔ کہ ہم میں کچھ بھی تیرا میرا نہیں ہے بلکہ ہمارا ہے۔

جب ہم لوگ اک دوسرے کی غلطیوں کو اپنے سر پر لینے والے ہیں۔ اور آج تک کوئی فرق نہیں کر پایا۔ کہ ہم دوست ہیں یا بھائی، پھر تو نے کیسے فرق کرتے اس نازک سی لڑکی کا دل توڑ دیا۔ کیا تو نے اک دفعہ ان سے انکی اٹینشنز پوچھی۔ بنا پوچھے جانے تو کیسے یہ سب کر سکتا ہے۔۔

سنی تیش سے بھگو بھگو کر اسے مار رہا تھا۔۔

مجھے لگتا ہے کہ یہ نہ بھابھی جیسی لڑکی ڈیزور ہی نہیں کرتا۔ بلکہ اسکو اپنی کزن جیسی ہی کوئی بھنگن ملنی چاہیئے تھی۔

بکواس نہی کرو۔۔

ضرار منیزے کے خود کو ڈیزورنہ کرنے والی بات پر تڑپ اٹھا۔

جبکہ سلطان خاموشی سے سگریٹ سلگائے اسکا دھواں ہوا میں اڑا رہا تھا۔

اس نے ان دونوں نمونوں کو اسی لئے بلایا تھا۔ کہ یہ دونوں اپنی بکواسیات سے ضرار کے کانوں سے خون نکال دیں اور ایسا ہو بھی رہا تھا۔

سوری۔۔۔

لمبی سانس لیتے ضرار آہستہ آواز میں بولا۔۔

چل ہٹ دفع ہو یہاں سے بڑا آیا سوری کا، بھابی کو منالیو تو اپنی یہ منحوس شکل دیکھانا ورنہ یہ بوتھا سجادیں گئے۔

وہ دونوں اسے کک کرتے جا کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ جبکہ ضرار یہ ہی سوچ سوچ کر تڑپ رہا تھا۔ کہ اسکی بیگم بیمار ہوئی تھی۔ اور اسے خبر تک نہیں تھی۔ بلکہ وہ الٹا اسے کتنی تکلیف دے چکا ہے

بلیک لانگ کرتی جینز پر پہنے ہوئے، سیاہ سلکی بالوں کو پونی ٹیل میں مقید کیا گیا تھا۔ جبکہ سبز آنکھیں اداس اداس سی تھیں۔ آج تقریباً دو ہفتوں سے ان دونوں میں مکمل بات چیت بند تھی۔

اگر ضرار نے غلطی کی تھی تو ابھی تک اسے سدھارنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ منیزے جہاں ضرار کو دیکھتی تھی وہیں اپنا راستہ تبدیل کرتی اسکی نظروں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔

اب یہ سمجھ پانا مشکل تھا۔ کہ وہ ضرار پاشا کو نظرانداز کر رہی تھی۔ یا ضرار کی نظروں سے خود کو دور رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن جو بھی تھا۔ منیزے کے اس طرح کرنے پر ضرار، عیسیٰ اور سنی دونوں سے لعنتیں سمیٹتے نہیں تھک رہا تھا۔ کیونکہ ان دونوں کا ماننا تھا۔ کہ ضرار کی بیوی اسے کالی بلی مان چکی ہے۔ اسی لئے وہ اس سے احتیاط کر رہی ہے۔۔

اوران دونوں کواس بات پر زیادہ غصہ آرہا تھا۔ کہ سائیں سرکار اپنی غلطی مان ہی چکے ہیں۔ تو منیزے بھابھی کو منا کیوں نہیں رہے۔ پر اس بات کا جواب تو صرف ضرار کے پاس ہی تھا۔ کہ وہ شرمندگی کے باعث منیزے سے نظریں بھی ملا پا رہا تھا۔

منیزے تم واپس کب آؤ گی۔۔

ایرہ نے چپس کھاتے سوال کیا۔۔

میں منڈے تک آجاؤں گی یار۔۔

منیزے گیٹ پر نظریں جمائے جھنجھلاہٹ سے بولی کیونکہ وہ سب یہ اک ہی سوال کوئی سو دفعہ اس سے پوچھ چکی تھی۔ وہ سب گیٹ کے پاس ہی کھڑی تھیں۔

تم ضرار بھائی کے ساتھ جاؤں گی کیا۔۔

ایرہ نے اپنا دوسرا سوال کیا تو منیزے اسکے سوال پر آنکھیں گھما گئی۔

میں کسی ڈھکن کے ساتھ نہیں جاؤں گی، بلکہ میں اپنے ہنڈسم بابا کے ساتھ جانے والی ہوں۔۔

منیزے کے ضرار کو ڈھکن بولنے پر سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔وہیں ہینڈسم بابا کے غرور پر وہ واہ واہ کر گئیں۔

بابا آ گئے ہیں۔۔

منیزے خوشی سے چیختے ہوئی بولی۔۔اور جلدی سے پورچ کی طرف بھاگی۔کیونکہ شیراز پاشا اسے میسج پر اپنے آنے کا بتا چکے تھے۔

بڑی بے مروت ہے مل کر بھی نہیں گئی۔۔

مشعل منہ بناتے بولی۔۔

کچھ منٹس بعد منیزے شیراز پاشا کے بازو میں بازو ڈالے ہنستی ہوئی انکی طرف آتی دیکھائی دی۔۔

منیزے کو شیراز پاشا کے ساتھ آتے دیکھ کر سب کی آنکھیں کھلی تھیں۔کیونکہ شیراز پاشا اپنی بھرپور سحر انگیز شخصیت کے ساتھ منیزے کے

ساتھ آتے ہوئے سب کو حیران کر رہے تھے۔۔بلیک شلوار قمیض میں اپنی سفید و سرخ رنگت میں رعب دار پرسنیلٹی کے ساتھ وہ لڑکیوں کو تو امپریس کر ہی چکے تھے۔

یہ تیرے سسر اور منیزے کے سسر میں انیس بیس کا ہی فرق ہے یار۔۔ ایرہ علیزے کے جانب جھکتے ہوئے سرگوشی میں بولی تو علیزے اسکے انیس بیس کے فرق پر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔۔

کیسا انیس بیس کا فرق۔۔۔

یار خوبصورتی کے فرق کے بارے کہہ رہی ہوں۔کہ تیرے اور منیزے کے سسر کی خوبصورتی میں انیس بیس کا ہی بس فرق ہے۔۔

ایرہ نے اسے اپنی بات کا مطلب سمجھایا تو علیزے ہنستے ہوئے سر نفی میں ہلا گئی۔

منیزے انکے پاس آتی سب کو اپنے بابا سے ملانے لگی۔ شیراز پاشا بہت گرم جوشی سے ان سب سے ملے تھے۔ وہ اپنے چاروں سیمپلز کے سلطان کے نکاح والے دن کے کپل فوٹو دیکھ چکے تھے۔ لیکن وہ بے خبر تھیں۔

آپ بہت خوبصورت ہیں انکل۔۔۔

مشعل امپریس ہوتے بولی۔ تو شیراز پاشا ہنستے ہوئے اپنے لاڈلے کی چھوٹی سی بیوی دیکھنے لگے۔۔ جو بیچ میں گڑیا تھی۔ اور انکے گنڈے نواب کو خوش قسمتی سے ہی مل گئی تھی۔ ورنہ اسکی شکل اور حرکات تو بلکل ایسی نہ تھیں۔

آپ بھی بہت پیاری ہیں بچے۔۔

شیراز پاشا سے اپنی تعریف سنتے مشعل چہکتے ہوئے اترائی۔ اخر کو اک خوبصورت انسان نے اسکی تعریف تھی۔

پھر انہی باتوں میں شیراز پاشا ان سب کو اپنے ساتھ لنچ کے لیے گئے۔۔ کیونکہ وہ پہلی دفعہ اپنی بہوؤں سے مل رہے تھے۔

وہ صبح کے وقت ہی منیزے کو لینے آ گئے تھے۔۔تاکہ وقت پر حویلی پہنچ سکیں۔

ان سب کو اچھے سے ریسٹورنٹ سے لنچ کروا کے شیراز پاشا انہیں یونیورسٹی میں ڈراپ کر کے خود منیزے کو لے کر نکل چکے تھے۔ جبکہ ضرار اس بات سے بے خبر تھا۔ کہ اسکی بیوی حویلی جا چکی ہے۔

ضرار کمرے سے فریش ہو کر باہر نکلا۔تاکہ کھانا کھا سکے۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی فلیٹ واپس آیا تھا۔ پورا دن انکا کام میں مصروف ترین گزرا تھا۔ کہ وہ دوپہر میں منیزے کو دیکھنے بھی نہیں آ پایا تھا۔

آج کل تو ویسے بھی وہ خود آ جا رہی تھی۔ لیکن پھر بھی ضرار اک دفعہ اسے دیکھنے ضرور آتا تھا۔

ضرار ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھا۔ تو شبو نے کھانا اسے سرو کرنا شروع کیا۔

بیگم سائیں کھانا کھا چکیں ہیں کیا۔۔

ضرار نے اسے منیزے کے بارے استفسار کیا۔ کیونکہ وہ آج کہاں اسے لفٹ کروا رہی تھی۔

چھوٹے سائیں وہ تو حویلی جا چکیں ہیں۔

شبو نے مصروف انداز میں بتایا۔ تو ضرار کو لگا کہ اس نے کچھ غلط سنا ہے۔۔ کونسی حویلی اور کس کے ساتھ گئیں ہیں۔۔

کھانے سے ہاتھ روکتے اس نے پوچھا تو شبو اسکے سرد انداز پر گڑ بڑا گئی۔ شائد چھوٹے سائیں منیزے کے جانے کے بارے نہیں جانتے تھے۔ چھوٹے سائیں وہ بڑے سائیں کے ساتھ گاؤں گئیں ہیں۔ کہہ رہیں تھیں۔ کہ دو دنوں واپس آ جائیں گی۔

شبو نے ڈرتے ہوئے اسے ساری بات بتائی۔ تو ضرار تیزی سے اٹھتے اپنے کمرے میں گیا۔

کمرے میں آتے ہی شیر از پاشا کو کال ملا کر خود وہ بالکنی میں آ گیا۔۔

بابا سائیں شہر آئے تھے۔اور ضرار جانتا تک نہیں تھا۔

جی برخوردار کیسے ہیں اپ۔۔

کال ریسیو کرتے شیر از پاشا نے ضرار سے اسکا حال جاننا چاہا۔ لیکن ضرار کے دل کا حال تو سچ میں بہت برا ہوا پڑا تھا۔۔

بابا سائیں آپ شہر آئے تھے،اور آپ نے مجھے بتانا تک مناسب نہیں سمجھا۔۔

انکے سوال کو نظر انداز کرتے ضرار بے چینی سے بولا۔۔اگر اسے پتہ ہوتا کہ وہ اسکی بیوی کو لینے آ رہے ہیں۔تو کون کافر منیزے کو یہاں سے جانے دیتا۔۔

بیٹا سائیں کیا آپ نے کالی کرتوتیں کرنے سے پہلے ہمیں بتانا مناسب سمجھا تھا۔۔

شیر از پاشا نے اسکی کے انداز میں ضرار کو آئینہ دیکھایا۔ تو ضرار کی سیٹی گم ہوئی۔۔

میں کچھ بھی نہیں کیا یار بابا۔۔۔

اگر آپ نے کچھ نہیں کیا مسٹر جھوٹ سائیں تو پھر ہماری بہو نے اپکو دودھ میں سے مکھی کی طرح کیوں نکال دیا۔ کہ اپکو اپنے جانے کے بارے نہ خود بتایا اور ہمیں بھی روک دیا۔۔

شیر از پاشا کی مکمل تفصیل پر ضرار اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود کو پر سکون کرنے لگا۔

بابا سائیں آپکی بہو خود ناراض ہوئی ہے۔ ورنہ میں ایسا کچھ نہیں کیا۔۔

ضرار نے آرام سے اپنی سائیڈ صاف کرنا چاہی۔ کیونکہ اگر وہ انکے سامنے مان جاتا تو کوئی بھید نہیں تھا۔۔ کہ اسے اپنی بیوی واپس بھی مل پاتی۔

تو شیر از پاشا کا اپنے بیٹے کے ڈھیٹ پن پر انتہا کا غصہ اڈا۔ انکی بہو جس طرح آکر روئی تھی۔۔ انکا بس نہیں چل رہا تھا کہ ضرار کو الٹا لٹکا دیتے۔۔

بابا سائیں مجھے اماں سائیں سے بات کرنی ہے۔۔

انکی خاموشی پر ضرار نے پھر کہا۔ کیونکہ ان سے بات کر کے ہی وہ منیزے کے بارے پتہ کر سکتا تھا۔

اپکو اپنی اماں سائیں سے بات کرنی ہے تو اسکا خود انتظام کریں۔ میرا موبائل کسی منحوس انسان کی آواز مزید نہیں سننا چاہتا، نہ اپنی بیگم کو سنانا چاہتا ہے۔ شیراز پاشا نے اسے تڑ کتا بھڑ کتا جواب دے کر فون بند کر دیا تو ضرار حیرانی سے موبائل کو دیکھنے لگا۔ عیس کے لقب اسے مل رہے تھے۔ تو حیران ہونا بنتا ہی تھا۔

کچھ منٹوں میں ہی یہ فلیٹ اسے کاٹ کھانے کو دوڑنے لگا۔ کہ وہ غصے سے چابی اٹھا کر باہر نکلتا چلا گیا۔

وہ اپنی موجودگی کا ایسے عادی بنا کر غائب نہیں ہو سکتی تھی۔۔

کسی پل بے قرار دل کو سکون نہ آیا تو ضرار نے دوسرے فلیٹ کی جانب گاڑی موڑی۔۔ جہاں سنی موجود ہو سکتا تھا۔

منیزے کے بنا وہ اپنے فلیٹ میں رات نہیں گزار سکتا تھا۔ وہ تو رات میں اسکے سوتے ہوئے کمرے میں کتنی دفعہ دیکھنے جایا کرتا تھا۔ اور اب وہ اسے اکیلا چھوڑ گئی تھی۔ لیکن اپنی غلطی یاد آتے ضرار نے زور سے سٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔۔ پر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اب تو صرف صبر ہی فرض تھا۔

وہ چاروں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ اور خوش قسمتی سے آج عیس بھی گھر پر موجود تھا۔ ورنہ اسکے کھانے پینے کا وقت اور جگہ کا کچھ اتہ پتہ نہیں ہوتا تھا۔

حسن صاحب مشعل کو ساتھ خود کھانا کھلا رہے تھے۔ جبکہ انکھوں سے وہ عیس کو کھا رہے تھے۔ مشعل اپنی اسائمنٹ بنانے میں مصروف تھی۔

سمیسٹر اپنے اینڈ پر تھا تو ان سب پر کام کا بوجھ بھی بڑھا ہوا تھا۔

عیس غور سے باپ بیٹی کا پیار ملاحظہ کر رہا تھا۔ شاہدہ بیگم بھی خاموشی سے کھانا کھاتے باپ بیٹے کو دیکھ رہیں تھیں۔ جو آنکھوں ہی آنکھوں میں گولہ باری کر رہے تھے۔ ل س

رخصتی کب کرنی ہے آپ نے اس کا کی کی۔۔

عیس نے منہ میں نوالہ ڈالتے آرام سے پوچھا۔۔

اگلے جنم میں۔۔

حسن صاحب کی طرف سے اتنے ہی آرام سے جواب موصول ہوا کہ شاہدہ بیگم کو اپنی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہو گئی۔ جبکہ مشعل انکو جنگ کی تیاری

میں دیکھ کر سرخ چہرے سمیت روہانسی ہونے لگی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان دونوں کی بات اس پر ہی شروع ہو کر ختم ہو گی۔

آپ کھانا کھاؤ بچے اس گدھے کی عادت ہے بکواس کرنے کی۔۔

مشعل کے روہانسے چہرے کو دیکھتے حسن صاحب نے اسے پر سکون کرنے اپنے کام میں لگانا چاہا۔۔

توعیس ایبر واچکاتے ان دونوں کو دیکھ گیا۔۔۔

اگلے جنم کو چھوڑے کیونکہ اس جنم میں عیس علی ہمدانی دوبارہ آپکی اولاد بننا قبول نہیں کرے گا۔ تو اس جنم میں آپکا داد بننے کا کوئی پرو گرام ہے کہ نہیں۔۔۔

عیس نے اطمینان نے انکے اگلے جنم کا جواب دے کر استفسار کیا۔۔۔

تم اگلے جنم میں کیا میری اولاد بننا قبول نہیں کرو گئے۔ میں تو تمہیں اس جنم میں بھی تم جیسے گدھے کو ریجیکٹ کر چکا ہوں۔ میرا اک ہی بچہ ہے اور وہ یہ ہے۔۔

عیس کو اطمینان سے ریجکٹ کرتے حسن صاحب نے مشعل کا سر چوما۔ تو عیس امپریس ہوئے بنا نہ رہ سکا۔۔

اس سارے قصے میں وہ ساس بہو شرم سے دوہری ہو رہیں تھیں۔ لیکن وہ اپنے مذاکرات میں ان دونوں کو ہی فراموش کر چکے تھے۔

چلیں یہ تو وقت بتائے گا اپکو ہمدانی صاحب، جب اک دن آپکی گودپوتے سے ہری ہو گی اچانک۔ تو پھر کیا کرے گئے آپ۔۔۔

ٹیبل سے اٹھتے عیس نے انہیں آخری حد تک سلگایا تو وہ حسن صاحب اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھنے لگے۔

اس دن میں تمہارا منہ ایسا توڑوں گا کہ تم کبھی باپ سے پنگا نہیں لے سکو گئے۔۔

حسن صاحب دبے دبے غصے میں بولے۔ تو عیس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ انہیں آخر کار سلگا ہی چکا تھا۔ بڑے بیٹی کے

کنگ بابا بنے اسے کھانا کھلا رہے تھے۔ بہت ضبط سے وہ ان دونوں کو کب سے دیکھ رہا تھا۔ آج کل تو ویسے بھی عیس کو کسی کا بھی پیار دیکھنا راس نہیں آرہا تھا۔ اسی وجہ سے وہ پھوپو بنتا تیلی لگا کر ہی دم لیتا تھا۔

اپنی ان زلفوں کو بھی کبھی کٹوالیا کرو، کہیں دو پونیاں نہ بنانی پڑ جائیں۔۔ پھولوں والا گدھا۔۔

حسن صاحب نے عیس کے پہلے سے بھی لمبے بالوں کو دیکھتے طنزیہ کہا تو عیس انکی جانب اپنی شیطانی مسکراہٹ اچھال گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنا غصہ اب اسی طرح نکالیں گئے۔۔

How cares about your naughty words Dad۔۔۔

عیس مسکراتے ہوئے انگلش میں بولتے بالوں کو پیار سے سنوارنے لگا۔ تو حسن صاحب سر جھٹکتے اٹھ کر کمرے میں چلے گئے۔

اب کہاں جارہے ہو۔۔

شاہدہ بیگم نے اسے پوچھا۔جو شائد نکلنے کی تیاری میں تھا۔۔

فلیٹ پر جارہاہوں ڈارلنگ۔۔۔

شاہدہ بیگم کو جواب دیتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔کیونکہ اسے چینج کرنا تھا۔۔

عیس کے جانے کا سن کر مشعل اسے آواز لگاتی اس کے پیچھے ہوئی کیونکہ اسے اپنی اسائنمنٹ میں مدد چاہیئے تھی۔

عیس مجھے آپکی مدد چاہیئے۔۔

عیس کے پیچھے کھڑے ہوتے مشعل نے اس سے کہاتو وہ کبرڈ سے سر نکال کر اسے گھور گیا۔جسے صرف کام کے وقت اپنے شوہر کی یاد آتی تھی۔

عیس کے گھورنے پر مشعل کے اوسان خطاہوئے۔تو وہ پھیکا سا مسکرا دی۔۔

تمہیں میرے ساتھ رومینس کرنے کا خیال نہیں آیا کبھی، جو یہ خشک مسئلے لے کر میرے پاس آجاتی ہو، جا کر سیکھو اپنی دوستوں سے کچھ کیسے وہ اپنے شوہروں کے ساتھ رومینس کرتی انکے خون کی رفتار تیز کرتیں ہیں۔ اک تم ہو جسے کاپیوں سے فرصت نہیں ملی۔۔۔

عیس کبرڈکا زور سے دروازا بند کرتے مشعل کو دیکھتے کڑھتے بولا۔ کیونکہ اسکی قسمت یہاں سچ میں خشک ثابت ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

ریڈ ساڑھی پہن کر بھی وہ صرف اسے باتیں سناتی رہی تھی۔۔ یا پھر اسکی گود میں سو گئی۔ کہ عیس ٹھنڈی آہیں بھرتا خود بھی سو گیا تھا۔

ایسے کیوں بول رہے ہیں۔۔

مشعل شرم سے بس منمنا گئی۔ ابھی اسے اس سر پھرے کو برداشت کرنا ہی تھا۔ کیونکہ اسے سچ میں ہیلپ چاہیئے تھی۔

تو کیسے کروں بتاؤں۔۔

عیس غصے سے کپڑے بیڈ پر پھینکتا اسکی جانب بڑھا۔ جو کاکی تو تھی۔ کیکن اب زیادہ کاکی بننے لگی تھی۔ اور ادھر عیس سنی کے گردن پر آئے روز نشان دیکھتا جل رہا تھا۔ کہ اسکی بیوی کو کیا دانت نہیں لگے، وہ کیوں رومینٹک نہیں تھی۔ وہ جھنجلا جاتا تھا۔

عیس اسے قریب آتا اسے اک جھٹکے میں اٹھا کر بیڈ پر پیچھے گرا۔ تو مشعل ڈر سے اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

تمہیں سچ میں اپنے معصوم شوہر پر ترس نہیں آتا کیا۔۔

مشعل کو سینے پر لٹائے وہ خفا خفا سا بولا۔ تو مشعل کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ اسے کیا جواب دے۔ لیکن پھر دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اٹھتے ہوئے اسے گال پر اپنے چھوٹے چھوٹے نرم ہونٹ رکھتی اسے شانت کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

عیس کو حیرانگی کے ساتھ ساتھ دل پر ٹھنڈی پھوار پڑتی محسوس ہوئی تھی۔۔

غصہ کیوں کرتے ہیں اتنا۔۔

اسکی داڑھی کو ہاتھ سے سہلاتے وہ پیار سے پوچھ رہی تھی۔

مشعل کو مگن انداز میں اپنی شیو کے ساتھ کھیلتے دیکھ کر عیس کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی۔ کہ وہ مشعل کو کمر سے اوپر اٹھاتے اسکے ہونٹوں پر جھکا۔۔

نرمی سے مشعل کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں لیتے وہ مشعل کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر رہا تھا۔ آنکھیں بند کرتے وہ اسے محسوس کر رہی تھی۔ جو اسے اپنے اوپر آرام سے لٹائے اسکے دل کو بے قرار کرنے کی کوشش میں تھا۔۔

مشعل کو اٹھاتے عیس نے اپنے نیچے لٹایا۔ تو مشعل کی آنکھیں بڑی ہو گئیں۔ جبکہ وہ نرمی سے ہی اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں دباتے چوم رہا تھا۔

جتنی تم چھوٹی سی ہو نہ، مجھے لگتا ہے کہ قربت کے گہرے لمحوں میں تم میرے نیچے کہیں غائب ہی نہ ہو جاؤ۔۔

مشعل کے ہونٹ کو چھوڑتے وہ اسے دیکھتے بے باکی سے بولا تو مشعل کا چہرہ لال انگارہ ہوا وہ آنکھیں گھماتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔

پر تم فکر نہیں کرو، تم جہاں بھی غائب ہو گی میں تمہیں ڈھونڈ ہی لوں گا۔ آخر کو مجھے بھی تو اس چھوٹے سے چوزے کی جان قید کرتے دیکھنا ہے۔ کہ یہ چھوٹا سا چوزہ کتنا روتا ہے۔۔

مشعل کے گال کو ہولے ہولے چومتے وہ زو معنی سے بولتے اسے چہرہ چھپانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

عیسسسس۔۔۔

آپ بہت گندے ہیں۔۔

اس کے سینے میں خود کو چھپاتے وہ شرم سے یہ ہی بولا پائی تھی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اسکے کانوں سے دھواں نکال رہا تھا۔

ابھی میں کچھ گندہ نہیں کیا چھوٹو لیکن قسم سے ارادے بہت ہیں۔۔
وہ آنکھ مارتے قہقہ لگاتے اس پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

میری اسائنمنٹ۔۔
عیس کو واشروم میں جاتے دیکھ کر وہ اسے پھر یاد کروانے لگی۔
میں واش روم جارہا ہوں شاور لینے مجھے ٹاول پکڑانے آنا، اگر تم اس اسائنمنٹ میں کامیاب ہوگئی۔ تو میں تمہاری مدد کردوں گا۔
نہیں تو جا کر اپنے زیادہ پڑھے لکھے خشک باپ سے اسائنمنٹ بنواتی پھرو۔۔ جنہوں نے اگلے جنم میں تمہاری رخصتی کے سپنے سجائے ہیں۔۔
انگلی اٹھاتے وہ مشعل کو سناتے یہ جا وہ جا ہوا تھا۔ پیچھے وہ پیر پٹکتے ہوئے سچ میں حسن صاحب کے کمرے میں جانے کے لئے نکلی۔۔

مام مرد ایسے ہرٹ کیوں کرتے ہیں۔۔

گل جہاں بیگم کی گود میں سر رکھے منیزے نے اداسی سے پوچھا۔ تو گل بیگم کا منیزے کے بالوں میں حرکت کرتا ہاتھ رک سا گیا۔۔

میں ایسے مرد کو جانتی ہی نہیں میری جان جو ہرٹ کرتے ہیں۔۔

کچھ سوچنے کے بعد گل بیگم نے اسے شفقت سے جواب دیا۔ تو منیزے انکے جواب پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔

کیا مطلب مام آپ کیوں نہیں جانتیں۔۔

منیزے نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔ تو وہ منیزے کے تاثرات پر ہنس پڑیں۔ بلیک سندھی سٹائل کے سوٹ میں وہ اداس چہرہ لیے انہیں دیکھ رہی تھی۔ سفید چہرہ اس وقت مرجھایا ہوا تھا۔ جبکہ سبز آنکھیں اداس تھیں۔ ہمہ وقت ان آنکھوں میں رہنے والی شرارتی چمک کتنے دنوں سے غائب تھی۔

گل بیگم نے اسکا ماتھا چومتے اسکا سر پھر اپنی گود میں رکھا۔اور بولنا شروع ہوئیں۔۔

میں ہرٹ کرنے والے مردوں کو اس لئے نہیں جانتی میری جان۔کیونکہ میرا کسی ایسے مرد سے واسطہ ہی نہیں پڑا۔انسان ہمیشہ اسی چیز کے بارے میں جان سکتا ہے۔جس کے ساتھ وہ وقت گزارتا ہے۔یا پھر زندگی میں کم از کم اک دفعہ ضرور اسے فیس کرتا ہے۔

اور میں اس لئے بھی ایسے مردوں کو نہیں جانتی کیونکہ میرا کسی ایسے ہرٹ کرنے والے مرد سے واسطہ ہی نہیں پڑا۔

آپکے بابا سائیں مجھ سے جتنی محبت کرتے ہیں وہ کبھی مجھے ہرٹ کرنے کا سوچیں بھی نہ۔اور نہ انہوں نے کبھی ہرٹ کیا ہی ہے۔وہ ہمیشہ محبت و مان سے میری اصلاح کر دیتے ہیں۔بشرطیکہ کہ انہیں مجھ سے کوئی شکایت ہو تو۔

میں اک نادان کم عمر لڑکی تھی۔ جس عمر میں میری تمہارے بابا سائیں سے شادی ہوئی تب میرا ذہن کچا تھا۔اور اس کچے ذہن میں شعور اور دنیا کی سمجھ بوجھ بلکل نہیں تھی۔

کیونکہ میں جس ماحول میں پلی بڑھی ہوں۔اس ماحول میں ہمیں صرف گھر تک محدود رکھا جاتا ہے۔اور گھر تک محدود رہنے والی لڑکیوں کی سوچ بھی گھر کے کمروں کی تعداد یا کچن کے گرد کی بس گھومتی ہے۔

اور ایسی لڑکیاں انتہا کی کمزور ہوتیں ہیں۔ کیونکہ ایسی لڑکیاں کچن کی گرمی کے علاوہ، زمانے کی سختیاں برداشت کرنے کے لئے ذہنی طور تیار نہیں ہوتیں۔اور نہ انہیں تیار کیا جاتا ہے۔اور جب زندگی میں مشکل وقت آتا ہے۔تب بھی لڑکیوں کو برداشت کرنے کے لئے اس کھائی میں اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔اس وقت بھی ان کو ہمت یا حوصلہ نہیں دیا جاتا۔نہ ہی انہیں

ذہنی طور پر تیار کرتے انکی ہمت بڑھائی جاتی ہے۔۔بس آرام سے
برداشت کرنے کا حکم صادر کر دیا جاتا ہے۔
جس کی صورت میں لڑکی کی زندگی صرف جنگ کا میدان بن کر رہ جاتی
ہے۔اور اس میدان میں وہ سب سے زیادہ خفا اپنے شوہر سے ہونے لگتی
ہے۔کیونکہ اللہ نے عورت کو ذہنی طور پر بھی کمزور بنایا ہے۔اسی لئے وہ
چھوی چھوٹی چیزوں کو ذہن پر سوار کرتے پریشان ہوتی ہے۔
کیونکہ م اس صورت میں وہ صرف اپنے شوہر کی توجہ چاہ رہی ہوتی ہے۔
تاکہ اسکا شوہر اسکی حوصلہ افزائی کرے اسکی ہمت بڑھائے۔
لیکن شائد آج کے مرد اس چیز کو سمجھنا چھوڑ چکے ہیں۔

گل جہاں اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے بتا رہی تھیں۔

میں بھی ایسی ہی تھی۔پر جب میری شادی ہوئی تو اس کے بعد ی میری زندگی مکمل طور پر بدل گئی۔ میری زندگی کو مکمل طور پر بدلنے والے آپکے باباسائیں تھے

جنہوں نے کبھی مجھے میری کمیوں کا احساس نہیں دلایا تھا۔ بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ میری کمیوں کو دور کرتے انکو خوبیوں میں بدل دیا۔ سرپرستی میں عورت کے نام کے آگے والد کے بعد اسکا شوہر کا نام اس لئے لگایا جاتا ہے۔۔ کیونکہ عورت کو مرد کی سرپرستی میں ہی دیا جاتا ہے۔ وجود اسکی تربیت کرتے اسکی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔

لیکن ہمارے معاشرے نے اس چیز کو مکمل طور پر بدل کر رکھ دیا ہے۔

اپکو پتہ ہے بچے میں جیسی اب دکھتی ہوں نہ، میں ایسی نہیں تھی۔

گل بیگم مسکراتے ہوئے پرانے دن یاد کرتے منیزے کو بتانے لگی جو پہلے ہی دم سادھے انہیں سن رہی تھی۔

آپکے باباسائیں اور ضرار دونوں کو ہی ہماری عورتوں کے روایتی کپڑے پسند نہیں رہے۔ شادی کے بعد آپکے باباسائیں مجھے چھ مہینوں کے لئے شہر لے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے میری گرومنگ کروائی۔ غرض کے ہر وہ چیز مجھے سیکھائی۔ جو انہیں لگتا تھا کہ انکی بیوی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ میں اتنا پڑھی لکھی نہیں ہوں۔ پر آپکے باباسائیں مجھے ساتھ ساتھ بہت کچھ سیکھاتے تھے۔ کہ کوئی مجھے دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ میں اک عام پابندیوں میں جکڑی گھریلو لڑکی رہی ہوں۔

میں تمہیں یہ سمجھانا چاہ رہی ہوں میرے بچے، کہ عورت ہمیشہ اسی کیٹگری کے مرد کو جانے گی۔ جو اسکی زندگی میں آئے گا۔ پھر چاہے وہ اچھا مرد ہو یا برا۔۔

جیسے مجھے علم نہیں ہے کہ برے مرد کیسے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی برے مرد کو فیس کرنے والی عورتوں کو نہیں پتہ ہوتا کہ اچھے مرد کیسے ہوتے ہیں۔۔

گل جہاں بیگم نے منیزے کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔

مام ضرار کیوں باباسائیں جیسا نہیں۔۔۔

منیزے نے کھوئے کھوئے انداز میں سوال کیا۔ تو گل بیگم کو بے ساختہ اس پر پیار ایا۔ اور اپنے اکلوتے سپوت پر غصہ بھی۔۔

میری جان ضرار اپکے باباسائیں سے بھی زیادہ اچھا ہے۔۔ اپ انہیں جج نہیں کریں۔ اگر انہوں نے آپ پر غصہ کیا ہے۔۔ تو بدلے میں آپ انہیں نخرے دیکھائیں اور ناراضگی بھی لیکن انہیں جج نہیں کریں۔

کیونکہ اگر آپ انہیں جج کرنا شروع ہو گئیں تو ہو سکتا ہے اپکو انہوں میں بے شمار خامیاں نظر آنا شروع ہو جائیں۔ جس کی وجہ سے آپکا رشتہ ڈسٹرب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ میری جان خامیاں ہر انسان میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اگر اپکو کوئی خامی اپنے لائف پارٹنر میں نظر آنا شروع ہو جس سے آپ ہرٹ ہوں۔ تو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ان ہرٹ کرنے والی چیزوں کو محبت سے ختم کیا جائے یا کم کر دیا جائے۔۔

گل جہاں نے منیزے کو پیار سے سمجھایا تو وہ گہری سانس خارج کر گئی۔ یقیناً وہ اب ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔۔ ورنہ وہ ضرار سے دن بدن بہت بدگمان ہوتی جا رہی تھی۔

کل جب وہ آئی تھی۔ تو وہ روتے ہوئے شیراز پاشا اور گل بیگم کو سب بتاتی چلی گئی۔ کیونکہ وہ پہلے سمجھ چکے تھے۔ کہ ان دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے۔

منیزے کی ہر بات کو سنتے ان دونوں نے اسے اپنے ہونے کا احساس دلاتے پرسکون کرنا چاہا تھا۔ کیونکہ اگر وہ اسے اسی وقت سمجھانے لگتے تو شائد وہ ان دونوں سے بھی بدگمان ہو جاتی۔ اور آئندہ ان سے کچھ شئیر نہ کرتی۔

اسی لئے ان دنوں نے اس وقت منیزے کو صرف سنا تھا۔ تاکہ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔ جبکہ شیراز پاشا تو یہاں تک کہہ گئے تھے۔ کہ جب تک

انکا بیٹا اس نالائق کو معاف نہیں کرے گا۔تب تک وہ خود بھی ضرار کو مکمل منہ نہیں لگانے والے۔۔جسے سنتے منیزے کھکھلا پڑی۔۔

اسکے ہنسنے پر ان دونوں نے شکر ادا کیا تھا۔ورنہ وہ بس روئے جا رہی تھی۔

منیزے کو خوش کرنے کے لیے شیراز پاشا اسے اور گل جہاں بیگم کو ساتھ لیے گاؤں میں گھما پھرانے لے گئے تھے۔گاؤں میں اپنی زمینوں کی سیر کرتے اور گاؤں کے لوگوں کو دیکھتے منیزے کو سچ میں اچھا لگا۔ہفتے کا دن اس نے ایسے ہی ان دنوں سے اپنے نخرے اٹھواتے گزارا تھا۔اور آج اتوار کو ضرار اسے خود لینے آ رہا تھا۔کیونکہ سوموار سے اسے یونیورسٹی جوائن کرنی تھی۔ منیزے ضرار کے آنے سے بے خبر تھی۔کیونکہ گل جہاں نے خود ضرار کو خاص طور پر بلایا تھا۔

خان آپ کو عیس بھائی کیسے لگتے ہیں۔۔

علیزے نے سلطان کے گلے کی ہڈی کو انگلی سے دباتے پوچھا۔

تو سلطان اس کے سوال پر چونکا۔۔

آج سنڈے کا دن وہ گھر پر علیزے کے ساتھ گزار رہا تھا۔ جبکہ رات کو وہ اسے ڈنر کروانے کے لیے باہر لے کر جانے والا تھا۔

اس وقت وہ دونوں بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔ سلطان علیزے کا سر سینے پر رکھے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ اور یہ سکون سے لیٹنے کی وجہ بھی اسکی خانم کا حکم تھا۔ ورنہ وہ کہاں اس کے قریب ہوتے سکون سے رہنے دیتا تھا۔

وہ ابھی علیزے کی اسائمنٹ کا کام ختم کر کے لیٹے تھے۔ چونکہ منیزے ادھر نہیں تھی۔ تو اس کے حصے کا کام بھی وہ سب مل کر رہیں تھیں۔ تاکہ منیزے ٹینشن فری رہ سکے۔

اسکا سوال کا کیا مقصد ہے خانم۔۔

سلطان نے اسکے ٹی شرٹ سے جھلکتے بازو پر ہاتھ پھیرتے پوچھا۔ تو ہمیشہ کی طرح سلطان کی زبان سے اپنے لئے خانم سنتے علیزے کا دل دھڑکا۔ وہ سلطان کی جانب رخ موڑتے اسکی گلے کی ہڈی کو انگلی سے دباتے کھیلنے لگی۔ سلطان کی فرمائش پر وہ اسکی ٹی شرٹ پہنے ہوئے اسکے پاس لیٹی تھی۔ جبکہ سلطان نے اسے ٹھنڈ سے بچانے کے لیے ہیٹر ان کرتے کمبل بھی اوڑھا رکھا تھا۔

وہ سب کو تنگ کرتے رہتے ہیں نہ اس لئے پوچھ رہی ہوں بس۔۔

علیزے نے ہونٹوں کو گول کرتے عام سے لہجے میں بتایا۔ اور ذہن میں میر پور والا واقعہ بھی آیا تھا۔ جب عیس نے اسے چھپلی سے ڈرانا چاہا تھا۔

وہ ایسا ہی ہے خانم شرارتی بس۔۔

سلطان نے نیلی آنکھیں واہ کرتے علیزے کو اک جھٹکے میں گھماتے اسکی پشت کو اپنے سینے لگایا تو علیزے کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔۔

آپ کوانکی شرارتوں پر غصہ نہیں آتا کیا۔۔

دھڑکتے دل کے ساتھ علیزے مزید بولی۔ جبکہ چہرے کا سفید رنگ سرخ رنگ میں تبدیل ہوتا جارہا تھا۔ کیونکہ سلطان اسکی برہنہ ٹانگوں پر اپنے کھردرے ہاتھ کا لمس بکھیر رہا تھا۔

ہمارے درمیان غصہ ناراضگی جیسا کوئی لفظ نہیں خانم کیونکہ انسان خود سے ناراض تھوڑی ہو سکتا ہے،اور ویسے بھی وہ نمون ہمارے لئے ہی شرارتی ہے۔ورنہ آپ اسکے اصل روپ سے ابھی بے خبر ہیں۔

سلطان نے اسکے لمبے بال تکیے پر رکھتے خود اسکی گردن میں گہرا سانس بھرا۔ توعلیزے کے وجود میں سنسنی خیزی ہوئی۔

اپکو اتنی محبت ہے ان سے کیا،اور سنی بھائی کیسے ہیں۔۔

علیزے اسکی گرفت میں کسماتے ہوئے بولی۔جو اسکی نازک ٹانگوں پر اپنی بھاری ٹانگ کا بوجھ ڈالے اسکی کان کی لوح کو چوم رہا تھا۔تو کبھی اسکے بالوں کی مہک اپنے اندر اتار لیتا تھا۔

محبت ہے یا عشق اسکا پتہ نہیں لیکن جو بھی وہ بہت گہرا ہے۔اور عیس کے مطابق سنی میسنا ہے،اور سنی کے مطابق عیس ٹھرکی روح والا ہے۔۔

سلطان نے اسکے نرم وجود کو محسوس کرتے ہستے ہوئے بتایا۔تو علیزے نروٹھے پن سے اسکی جانب گھومی۔۔۔

مجھ سے کیا ہے پھرا گر سب کچھ ان سے ہی ہے۔۔۔

ناک چڑھائے وہ سلطان کو بہت پیاری لگی۔جو آپنے حق کے لیے اس سے لڑنے کو تیار نظر آرہی تھی۔۔

سلطان نے شرارت سے جھکتے ہوئے اسکے کان میں بے باک سرگوشی کرتے اسکی بات کا جواب دیا۔

توعلیزے کے کانوں سے دھواں نکلا۔ وہ لال ٹماٹر ہوتے اسے سینے پر مکے برسانے لگی۔

جبکہ وہ سر پیچھے تکیے پر گرائے ہستا ہی چلا گیا۔

خود آپ پوچھ رہیں تھیں خانم، اب غصہ کیوں ہو رہیں ہیں۔۔

سلطان نے جھکتے ہوئے اسکی پتلی سی ناک چومی تو وہ منہ بگاڑ گئی۔

پیار کریں کیا خانم۔۔۔

ہمشہ والا اپنا سوال سلطان نے اسکے کان میں گزرا تو وہ گلابی پڑتی نفی میں سر ہلا گئی۔

آپ زیادہ تیز نہیں بن رہیں کیا میرے ساتھ۔۔۔

سلطان نے نیلی آنکھیں سکیڑتے اس جادو گرنی کو دیکھا۔ جو اسکے دل میں جذبات کا طوفان مچا کر کچھ کرنے بھی نہیں دے رہی تھی۔

مجھے باتیں کرنی ہیں نہ خان۔۔

منہ بسورے وہ اسکی نیلی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھتے بولی۔ کیونکہ وہ گہری نظروں سے اس کے نقوش کو دیکھ رہا تھا۔

کرلیں آپ جتنی باتیں، آزمالیں اس عاشق شوہر کو، میں بھی سارے حساب کتاب اچھے سے چکتا کروں گا۔ پھر آپکی منتیں بھی مجھے روک نہیں پائیں گئیں پیاری خانم۔۔۔

اک دفعہ پھر سلطان اسکی پشت اپنے سینے سے لگاتے ٹھنڈی آہ بھرتے دھمکی آمیز لہجے میں بولا تو علیزے اسکی بے قراری پر کھکھلا پڑی۔

علیزے کے لبوں کی کھنکھار سنتے سلطان نے اسکا چہرہ اپنی جانب موڑتے اسکے ہونٹ پر ہونٹ رکھے۔ وہ اسکی ہنسی کو اپنے لبوں سے چننے لگا۔ بے باکی سے علیزے کی ٹانگوں اور پیٹ کو چھوتے وہ اسے کپکپانے پر مجبور کر رہا تھا۔

نرمی سے علیزے کے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں لیے وہ انہیں پیار سے چوم رہا تھا۔ کہ علیزے اک دم سے پیچھے ہوتی چہرہ موڑ گئی۔ وہ اسکے اس نرم لمس پر پاگل ہو جاتی تھی۔

کانپتے ہوئے اس نے سلطان کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے اسے روکنا چاہا۔ تو سلطان اسکی ہتھیلی کو چومتے اسکی پشت کو شدت سے خود میں بھینچنے لگا۔

خان ننن۔۔۔

سلطان کی بے باکیوں پر اسکے ہونٹوں سے سسکی نکلی۔۔

جبکہ سلطان نے زرا سے اٹھتے اپنی بلیک ٹی شرٹ اتار کر نیچے پھینکی۔ تو علیزے اسکو شرٹ لیس دیکھتے شرم سے دوہری ہوئی۔۔

وہ اپنا رخ موڑتے سلطان کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

علیزے کو ڈرتے دیکھ کر سلطان کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ بکھری۔۔

آپ جانتیں ہیں نہ کہ اک ہفتے سے آپکی مرضی کے بنا یہ خان اپکے قریب نہیں آیا۔ تو جاناں آج تو ظلم نہ کریں۔ کچھ تو خیال کریں۔ کہ قربت اب لازم ہو گئی ہے۔

علیزے کے سر کو چومتے اسکی شرٹ کے اندر سے اسکی کمر کو چھوتے وہ گھمبیر بھاری لہجے میں بولا۔ تو علیزے اپنے لب دانتوں میں کاٹنے لگی۔ اسکے اپنے گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دے رہیں تھیں۔ کیونکہ فارم ہاؤس کی رات کے بعد سے وہ علیزے کے قریب نہیں آیا تھا۔ اور ایسا بھی اسکی خانم کا حکم تھا۔ جسے سلطان نے دل سے مانتے اسکے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا تھا۔

خان مجھے ڈر لگتا ہے۔۔

وہ منمناتے ہوئے بولی، تو سلطان نے حیران ہوتے اسکا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالا۔

کتناڈر لگنا باقی ہے اپکو، آج بتاہی دیں۔ سارا وقت تو میں اپکی مزاحمت کو مذاکرات سے دور کرنے میں لگا رہتا ہوں۔

سلطان نے شرارت سے اسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ تو وہ لال پڑتی تکیے میں چہرہ چھپانے لگی۔۔

شرمندہ نہیں کریں اب آپ مجھے۔۔۔

علیزے منہ بگاڑتے روعب سے بولی۔ آنکھوں کے سامنے اس رات کے منظر آئے جب وہ روتے ہوئے پینک ہونے لگتی تھی۔۔ تو سلطان اسے محبت سے مناتے ہوئے خود میں سمیٹ لیتا تھا۔

اک تو اس نے اپنی رخصتی اسکے لئے ختم کی تھی۔ دوسرا وہ الٹا اسے ہی باتیں سنانے میں لگا تھا۔

ٹھیک ہے باتیں نہیں کرتے بلکہ عملاً پیار کرتے ہیں۔۔

سلطان نے اک جھٹکے میں علیزے کو الٹا کرتے اسکی شرٹ اوپر کی۔

توعلیزے اسکے اچانک حملے پر کچھ سمجھ بھی نہ سکی۔

علیزے کے اوپر جھکتے ہوئے وہ اسکی کمر کو ہونٹوں سے چومنے لگا۔اور کبھی مزید بے قرار ہوتے اسکی سفید کمر پر دانت گاڑتے اسے سسکنے پر مجبور کر دیتا۔

وہ آنکھیں بند کیے گہری سانسیں لیتے اسکا آگ جیسا لمس برداشت کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

علیزے کو سیدھا کرتے سلطان نے اسکا چہرہ دیکھا۔ جس پر اسکی قربت کے دنیا جہاں کے رنگوں نے اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔اور کالے نین جھکے ہوئے تھے۔

سائیڈ ٹیبل سے لائٹ آف کرتے سلطان نے کمرے میں اندھیرے کو خوش آمدید کہا۔ توعلیزے اسکے قریب ہو گئی۔

خود سے میرے قریب آکر میری جان لینا چاہ رہیں ہیں کیا۔۔

علیزے کی گردن کو چومتے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔ تو علیزے نے
اندھیرے میں اسے دیکھنا چاہا۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔
ابھی وہ کچھ کہہ پاتی جب سلطان نے علیزے کی بلیک ٹی شرٹ اتار کر اپنی
شرٹ کے اوپر پھینک دی۔ سلطان نے اسے خود ہی اپنے جیسی شرٹ
پہنائی تھی۔

خان۔۔۔

اپنے جسم پر سلطان کے ہونٹوں اور ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے وہ بے
قرار ہوتے اسے پکار بیٹھی۔ قربت کے لمحوں میں علیزے کی زبان سے اپنا
نام سنتے ہوئے وہ مزید بے خود ہوا۔۔

کچھ تم بھٹکو میرے جسم میں، تو کچھ میں تھوڑا بہت تمہارے اس"
خوبصورت جوان بدن کو اپنے جسم میں ملانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگرچہ
یہ سر توڑ کوششیں ہی ہم دونوں کے ملن کو کچھ قرار پہنچا دے"۔۔

علیزے کے سائیڈ گردن اور کان کی لوح کو چومتے وہ اسکے کان میں بے باک سرگوشیاں کرتے اسے مدہوش کر رہا تھا۔

علیزے اسکی بے زو معنی باتوں پر مسکراتے اپنا چہرا پیچھے تکیے پر گرا گئی۔

کہ اسی وقت سلطان بھرپور بے ہوش کھوتے اسکے جسم کی گہرائیوں میں اترتے علیزے کو چیخنے ہر مجبور کر گیا۔

علیزے کی ہاتھوں کی مٹھیاں کھولتے اپنے ہاتھوں میں لیتے سلطان نے اسکی چیخ اپنے ہونٹوں میں دبا دی۔

لیکن علیزے مزاحمت کرتے اپنے ہاتھ چھڑاتی اسکی پشت پر ناخن گاڑنے لگی۔

سلطان اسکے میٹھے ظلم کو سہتے علیزے کو اپنی شدتوں سے روشناس کروا رہا تھا۔

علیزے سلطان کے سینے پر سر رکھے سو گئی تھی۔ سلطان اسے بہت تھکا چکا تھا۔اور پھر رات میں انہیں ڈنر کے لیے بھی جانا تھا۔ تو اسی لیے سلطان نے اسے سلا دیا۔

اسکے سینے پر سر رکھے وہ چھوٹی چھوٹی سانسیں لیتی گہری نیند میں تھی۔

سلطان کی ابھی آنکھ کھلی تھی۔۔

اور علیزے کو اپنے اوپر پھیل کر سوتے دیکھ کر وہ مسکرا اٹھا۔

سینے پر سر رکھے مکمل طور پر سلطان کو ہگ کئے اپنی ٹانگوں کا بوجھ سلطان پر ڈالے وہ مکمل طور پر اس پر پھیل کر سو رہی تھی۔

اپنے سینے پر علیزے کی زیر و بم سانسیں محسوس کرتے سلطان کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا۔ وہ سلطان کی شرٹ پہنے اپنی حالت سے بے پروا نیند پوری کرنے میں لگی تھی۔

علیزے کی شرٹ کے ہاف سلیوز سے جھلکتے سفید بازوؤں پر سلطان کے دانتوں کے نشان رقم تھے۔ سفید چہرہ اس وقت سرخ ہوا پڑا تھا۔اور پتلی ناک چمک رہی تھی۔ سلطان نے جھکتے ہوئے اسکی تیکھی ناک پر ہونٹ رکھے تو علیزے نیند میں کسماسی گئی۔

لیکن کسماتے ہوئے وہ پھر گہری نیند میں چلی گئی۔

سلطان نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود کو روکنا چاہا۔ لیکن دل تھا کہ باز ہی نہیں آرہا تھا۔اسی لئے وہ اپنے بے چین دل کی آواز پر لبیک کہتے علیزے کے سفید بازوؤں کو آہستہ آہستہ ہونٹوں سے چومنے لگا۔

وہ علیزے کی نیند خراب کیے بنا اس کے دلکش وجود پر اپنا لمس چھوڑ رہا تھا۔

مزید بے چین ہوتے سلطان نے اسکی شرٹ کا گلا اک شولڈر سے نیچے کھسکا دیا۔ علیزے کے شولڈر پر سرخ تل دیکھتے سلطان کی آنکھوں کی چمک دوبالا ہوئی۔ وہ یہ سرخ تل آج پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ ورنہ اندھیرے میں بھی

علیزے اسکی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیتی تھی۔تاکہ سلطان اسے دیکھ نہ سکے۔

سلطان نے جھکتے ہوئے علیزے کے سفید کندھے پر موجود سرخ تل پر شدت سے ہونٹ رکھے۔اور پھر وہ آہستہ آہستہ اس تل کو دانتوں تلے دبانے لگا۔اسے ایسا کرنے میں لطف سا محسوس ہو رہا تھا کیونکہ وہ جب بھی اسکے کندھے پر دانت گاڑتا تھا۔تو اسکے جسم کا وہ حصہ پہلے لال اور پھر سفید ہونے لگتا تھا۔وہ اپنی بے خودی میں گم تھا۔

نیند میں اپنے جسم پر پھر آگ جیسا لمس محسوس کرتے علیزے نے آنکھیں کھولیں۔تو سلطان کو اپنے کندھے پر جھکے ہوئے دیکھا۔اور یہ دیکھتے اسکی نیند بھک سے اڑی تھی۔

اگر وہ اس پر جھکا تھا۔تو مطلب وہ پھر اس پر حاوی ہونے والا تھا۔یہ سوچ آتے ہی علیزے ڈر سے روہانسی ہوتے رونے والا منہ بنا گئی۔

سلطان کو پیچھے کرتے علیزے نے جلدی سے اپنی شرٹ ٹھیک کی۔اور سلطان کو خفگی سے دیکھنے لگی۔

سلطان اسکے کالے نینوں میں ڈر دیکھتے ہنسا۔۔

کیاہوا۔۔

علیزے کو پھر سینے پر لٹاتے اس نے پوچھا۔۔

تو وہ خاموشی سے آنکھیں موند گئی وہ پیچھے ہٹ گیا تھا تو علیزے بھی پر سکون ہو گئی۔

سلطان نے علیزے کی شرٹ کے اندر سے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرا تو اسکے ہونٹوں سے سسکی نکلی۔۔

کیاہوا خانم۔۔

علیزے کے سسکنے پر سلطان نے فکر مندی سے اسے پوچھا۔تو علیزے اپنا چہرہ اٹھاتے شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگی اور پھر چہرہ سینے پر رکھ کر آنکھیں بند کر گئی۔علیزے کے یوں دیکھنے پر سلطان نے اسے بیڈ پر الٹا

لٹاتے اسکی ٹی شرٹ اک جھٹکے میں اوپر کی۔ تو اسکی سفید کمر پر اپنے دانتوں کے بے شمار نشان دیکھتے وہ دانتوں تلے لب دبا گیا۔ سلطان کی اس تیز کاروائی میں علیزے کو سمجھنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔

سلطان کو اپنی ٹی شرٹ اوپر کرتے دیکھ کر علیزے شرم سے آنکھیں زور سے بند کیے اسکی اگلی کاروائی کا انتظار کرنے لگی۔

سلطان نے اس کی کمر کے نشانوں پر ہاتھ پھیرا تو علیزے پھر سسک اٹھی۔۔

اپنی بے خودی کو کوستے اس نے علیزے کو سیدھا کرتے اپنے اوپر سینے پر پھر منتقل کیا۔۔

ائم سوری خانم، پتہ نہیں اپکو چھوتے ہی کیوں خود پر سے اختیار کھو دیتا ہوں کہ اپکو خود میں سمانے کی بے خودی مجھے ہوش بھلا دیتی ہے۔

سلطان نے علیزے کے پورے چہرے کو چومتے سوری کہا تو وہ اسکی فکر مندی پر مسکراتے آنکھیں جھکا گئی۔

کچھ بولیں تو سہی خانم۔۔

سلطان نے اسے ہنوز خاموش دیکھا تو اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے بولا۔ جبکہ علیزے بنا بولے سر نفی میں ہلانے لگی۔اور پر سکون ہوتے سلطان کی گردن میں چہرہ چھاتے سلطان پر اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔

علیزے کو شرماتے دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔بے شک وہ اپنی خانم کی شرماہٹ کبھی دور نہیں کر سکتا تھا۔۔

ڈنر پر نہیں چلنا کیا۔۔

سلطان نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے ٹائم دیکھا تو سات بج رہے تھے۔۔اور وہ دونوں صبح سے کمرے میں ہی بند تھے۔

مجھے اکیلے نہیں جانا ڈنر پر۔۔۔

علیزے اسکی گردن میں منہ چھپائے بولی۔۔

تو کس کے ساتھ جانا ہے میری خانم کو۔۔۔

سلطان نے اسے خود میں شدت سے بھینچتے پوچھا۔۔

منیزے لوگوں کے ساتھ۔۔۔

علیزے اسکی شدت پر گھبراتے ہوئے بامشکل بولی۔۔تو سلطان اسکی شرط پر قہقہ لگا اٹھا۔بے شک اسکی خانم بھی اپنی دوستوں کے بنا کچھ نہیں کرنے والی تھی۔ناجانے ان سب کے آنے والے بچوں کا کیا حال ہو گا۔

ٹھیک ہے پھر ہم تھوڑا سا مزید پیار کر کے گھر پر ہی ڈنر کر لیتے ہیں۔اور پھر نیکسٹ ویک اینڈ پر ان سب نمونوں کے ساتھ ڈنر ڈیٹ پر چلیں جائیں گئے۔تاکہ آپ لوگوں کا بھی ڈیٹ پر جانے کا شوق پورا ہو جائے۔

وہ علیزے کی کان کو دانتوں سے کاٹتے تفصیل سے اسے بتاتے اسے سمجھنے کا موقع دیے بنا اسکی ڈھرکنوں پر جھکتے پھر اک دفعہ اسے بوکھلا گیا۔کہ وہ اسکی شدت بھری گرفت میں پھڑ پھڑا بھی نہ سکی۔

ضرار منیزے کو وقت پر لینے آگیا تھا۔۔اور اس وقت حویلی کے بڑے سے ڈائنگ ٹیبل پر سب بیٹھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔

رانیہ بہت زور و شور سے ضرار کو کھانا سرو کر رہی تھی۔

جبکہ منیزے ضرار کے ساتھ والی کرسی پر سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی سب دیکھ رہی تھی۔

رانیہ کی بنا موقع کی خدمت دیکھتے ضرار کا اندر تک حلق کڑوا ہو رہا تھا۔ لیکن اپنی بیگم کی ضرورت سے زیادہ نظر اندازی پر وہ اس مصیبت کو برداشت کرنے پر راضی تھا۔ کیونکہ اسکے ساتھ بیٹھی منیزے کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اسے بہت مزہ دے رہے تھے۔

ضرار نے آتے ہی منیزے کو منانے کی بہت کوشش کی تھی۔ لیکن منیزے اسے بلکل منہ نہیں لگا رہی تھی۔ شیراز پاشا اور گل جہاں بھی اس معاملے میں ضرار کی مدد کرنے سے ہاتھ کھڑے کر گئے تھے۔

انکے مطابق اگر ضرار حیدر پاشا گند پھیلا سکتا ہے تو اسے صاف کرنا کا بھی اسے آنا چاہیئے۔ اپنے ماں باپ کی اس بے وفائی پر وہ جتنا حیران ہوتا کم تھا۔ رانیہ ضرار کے بڑے چچا سائیں کی پہلی اولاد تھی۔ اور رانیہ کی ماں اپنی بیٹی کو ضرار کی بیوی کے روپ میں دیکھتی آ رہی تھیں۔ اسی وجہ سے انہیں منیزے اب تک ہضم نہیں ہو پائی تھی۔ اپنے خواب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے رانیہ کی ماں اسے کام پر لگا چکیں تھیں۔ جس پر رانیہ بھی کسی فرماں بردار اولاد کی طرح پورے دل سے عمل کر رہی تھی۔

چھوٹے سائیں یہ قورمہ لیں، میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

رانیہ اپنے بالوں کو پیچھے کرتے شرماتے ہوئے بولی۔ تو منیزے امپریس ہوتے ابرو اچکاتے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ ضرار لب بھینچتے سر ہاں میں ہلا گیا۔

اپکو نہیں لگتا رانیہ باجی اس قورمے کی ریسپی اپکو اپنے شوہر کو امپریس کرنے کے لیے سنبھال کر رکھنی چاہیے۔اور ایسے بال کھول کر آپ نے یہ قورمہ بنایا ہے۔تو ضرور اس میں گندے بالوں کا ڈھیر بھی موجود ہو گا۔ منیزے اپنا چمچ پلیٹ میں رکھتے مصنوعی مسکراہٹ سے رانیہ کو دیکھتے بولی۔ تو رانیہ کو اپنی انسلٹ ہوتی محسوس ہوئی۔

گل جہاں اور شیراز پاشا اپنی بہو کا دبنگ انداز دیکھتے مسکراہٹ چھپاتے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔اور ضرار کا بھی ایسا ہی حال تھا۔جو ٹیبل کے نیچے منیزے کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے اسکی ہتھیلی کو رب کرتے اسے شانت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔تو منیزے غصے سے اسکی ہاتھ کی پشت پر ناخن گاڑ گئی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس رانیہ فانیہ کا قورمہ بناتے اسے حویلی سے ہی آؤٹ کر دیتی۔جو اسکے شوہر پر اپنی منحوس نظریں گاڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

نہیں میں نے پورے خیال سے کھانا بنایا ہے۔ چھوٹے سائیں آپ کھا کر تو دیکھیں یقیناً آپکو پسند آئے گا۔

رانیہ پھر اک دفعہ کوشش کرتے بولی۔ تو منیزے زور سے چمچ پلیٹ پر پٹخ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ منیزے کو جلال سے کھڑے دیکھ کر ضرار نے ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنے ہونٹوں پر مچلنے والی مسکراہٹ چھپائی۔۔

موم اینڈ ڈیڈ ہم کھانا رستے سے کھا لیں گئے۔ اور پلیز کوشش کیجیے گا۔ کہ میں اگلی دفعہ حویلی آؤں تو حویلی میں زرارش کم ہو جائے۔ یہاں بہت سے لوگوں کو گھر گرہستی کا شوق ہے۔ تو پلیز انہیں انکے حق حلال کے شوہر کا کر دیں۔

منیزے رانیہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے گل جہاں بیگم اور شیراز پاشا کو ملتے ضرار کا ہاتھ کھینچتے باہر نکل گئی۔

جبکہ ضرار اپنا آپ ڈھیلا چھوڑتے اسکے ساتھ کھنچتے ہوئے چلا گیا۔اور جانے سے پہلے اپنے ماں باپ کو آنکھ مارنا نہیں بھولا تھا۔آخر کو اسے ان نمونوں سے بچانے والی جو آچکی تھی۔

دیکھا آپ نے بھائی صاحب کیسے وہ کل کی آئی لڑکی میری بیٹی کو باتیں سنا کر گئی ہے۔ابھی اس گھر میں آئے دن آٹھ دن نہیں ہوئے اور ہمیں گھر سے نکالنے پر تلی ہے۔۔

بڑی چچی سائیں اپنی بیٹی کی تذلیل پر ہاتھ جھلاتے ہوئے زہر خند لہجے میں بولیں۔تو گل جہاں بیگم انکی نفرت کو دیکھتے ان پر افسوس بھری نظر ڈالتے، نظر انداز کرتے ہوئے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئیں۔ان سب کے طور طریقے تو ضرار کے نکاح کے بعد سے ہی بدلے ہوئے تھے۔جس پر گل جہاں بیگم نے بھی زیادہ سر درد نہیں لیا تھا۔۔انہیں اپنے بیٹے کے لئے جو بہترین لگا وہ اسکے لئے کر چکیں تھیں۔

وہ کل کی آئی لڑکی نہیں ہے۔وہ "منیزے ضرار حیدر پاشا" کی بیوی ہے۔
اور شیراز پاشا کی بہو ہے۔اس لئے اسے کچھ بھی مخاطب کرنے سے پہلے
سوچا کریں۔کہ وہ لڑکی کون ہے۔
باقی رہی بات اس کے اپکو لوگوں کو یہاں سے نکالنے کی تو میری بہو کوئی
غلط بات کر کے نہیں گئی۔اب وقت آگیا ہے کہ حویلی کی لڑکیوں کی شادی
کا فیصلہ کیا جائے۔اپ لوگ جہاں بہتر سمجھے انکار شتہ کر کے مجھے بتادیں۔
تاکہ میں شادی کے انتظام کر سکوں۔۔

شیراز پاشا سب کو اپنی نظروں کو حصار میں لیتے بلواسطہ طور پر سنجیدگی سے
منیزے کی جگہ اور نام سب پر واضح کرتے اٹھ کر چلے گئے۔
پیچھے وہ سب نخوت سے ٹیبل سے اٹھتے چلے گئے۔۔

پورے رستے وہ دونوں خاموش رہے تھے۔ ضرار نے منیزے سے مخاطب ہونے کی کوشش کی تو منیزے کی بد تمیزی دیکھتے وہ خاموش ہو گیا۔ بے شک وہ اپنی بیگم کی بد تمیزی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لئے اس نے منیزے کو دوبارہ مخاطب نہیں کیا تھا۔ اور سپاٹ چہرے سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔

دیر رات وہ دنوں فلیٹ پر پہنچے تو منیزے گاڑی سے اترتے اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گئی۔ اور ضرار گاڑی کی سیٹ سے سر ٹکاتے گہرے سانس خارج کرتا آنکھیں بند کر گیا۔ بچپن سے جوانی تک کی زندگی ضرار حیدر پاشا نے اکلوتے ہونے کے ساتھ ساتھ سب کی آنکھوں کا تارا بن کر گزاری تھی۔ وہ اپنے گاؤں کے سردار شیراز پاشا کی اکلوتی اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل کا ہونے والا سردار تھا۔ اس کے تینوں چچا کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ حویلی میں اکیلا لڑکا ہونے کی وجہ سے ضرار نے اپنی زندگی میں سب کی محبت اور

اہمیت سمیٹی تھی۔۔اسی لئے اسکی ذات میں اک ٹھہراو سا تھا۔کیونکہ وہ خود کی قدر و قیمت سے اچھے سے واقف تھا۔

اسے سرداری میں دور دور تک کوئی دلچسپی نہیں تھی۔اسی وجہ سے ضرار نے آرمی جوائن کرلی تھی۔کیونکہ وہ اپنی زندگی مکمل طور پر اپنی مرضی سے جینا چاہتا تھا۔اپنی زندگی میں ضرار حیدر پاشا نے کسی کو منانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔بلکہ وہ خود کی ذات میں گم رہنے والا ہر کسی کے لئے اہم ترین تھا۔اور اپنی اس اہمیت سے ضرار حیدر پاشا باخوبی باخبر ہوتے مغرور تھا۔

اچانک نکاح کی صورت میں منیزے اسی زندگی میں داخل ہوئی تھی۔اور پھر رشتے کی نوعیت ضرار کے دل میں اپنے نکاح میں موجود لڑکی سے محبت پیدا کرنے لگی۔لیکن اب اسے لگ رہا تھا کہ وہ دونوں ہی ٹھیک طرح سے اک دوسرے کو سمجھ نہیں پائے تھے۔

کیونکہ منیزے سکندر نے بھی کوئی عام زندگی بسر نہیں کی تھی۔ وہ امریکہ کے بزنس ٹائیکون سکندر علی کی اکلوتی اولاد تھی۔ جس نے امریکہ میں اپنی زندگی کسی شہزادی سے کم نہیں گزاری تھی۔

سبز آنکھوں میں اپنی دودھیار نگت میں وہ کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔ بلکہ وہ مکمل حسن رکھنے والی تھی۔ وہ پہلی نظر میں کسی کا بھی دل دھڑکا سکتی تھی۔ اور اسکی یہ ہی کشش پہلی نظر میں ضرار کے دل پر وار کر گئی تھی۔ جب وہ یونیورسٹی کے پہلے دن منہاج کے سینے پر اپنی ہیل رکھ کر کھڑی تھی۔

ببل کے باعث چلتے مسلسل ہونٹ اور پھر تیکھے نقوش کے ایٹیٹیوڈ میں وہ ضرار پاشا کا دل ہی تو ساکت کر گئی تھی۔

وہ اگر عام لڑکیوں کی طرح پہلے دن ہی ضرار سے اجنبیت ظاہر کرتی تو شائد ضرار کبھی اسکی جانب متوجہ نہ ہو پاتا۔ لیکن منیزے نے پہلے دن ہی ضرار کے دل پر کاری وار کیا تھا۔ کہ اس نے ضرار کو اپنے درمیان اجنبیت محسوس بھی نہیں ہونے دی تھی۔

کیونکہ منیزے سکندر نے اسے خود کو نظر انداز کرنے کا حق نہیں دیا تھا۔
منیزے جب اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں میں ضرار کو زبان چڑاتی تھی۔ تو
ضرار کا دل کرتا تھا کہ اسے بتادے کہ وہ جو بڑے دھڑلے سے اسکی پیٹھ
پیچھے اور کمرے کے دروازے کو زبان چڑا کر جاتی ہے وہ اس سے بے خبر
نہیں ہے۔ لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ رک جاتا تھا۔
وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے امریکہ میں کیسی زندگی جی ہے۔ لیکن وہ یہ جان
گیا تھا کہ اس بیگم ضد کی بہت بری ہے۔
ضرار نے اگر بنا کچھ سوچے سمجھے اس پر الزام لگایا تھا۔۔ تو اب وہ ضرار کو
بھرپور سوچنے کا موقع دیتے نظر اندازی کی مار رہی تھی۔
اپنی اماں سائیں سے اسے پتہ چلا تھا۔ کہ اسکی بیگم اس سے دن بدن بد گمان
ہوتی جارہی ہے۔ اسی لئے ضرار کو اب اسے جلد از جلد منانا تھا۔ تاکہ مزید
دیری نہ ہو۔ وہ پہلے ہی بہت لیٹ کر چکا تھا۔

کیونکہ ساری زندگی بادشاہ بن کر گزارنے والے ضرار حیدر پاشا کو نہیں پتہ تھا۔ کہ مناتے کیسے ہیں۔ اپنی اسی خامی کی وجہ سے وہ ابھی تک منیزے کو منا نہیں پایا تھا۔ اور آتے وقت شیراز پاشا نے بھی اسکی کلاس لگائی تھی۔ اور کہا تھا۔

کہ تمہاری سرداری تب تک زیرو ہے جب تک تم اپنی بیوی کے دل کے سردار نہ بن جاؤ۔

انکا صاف صاف کہنے کا مطلب تھا۔ کہ وہ پہلے کی زندگی جیسے بھی گزار چکا ہو۔ شادی کے بعد کی زندگی وہ ویسے نہیں گزار سکتا تھا۔ کیونکہ اگر اس نے غلطی کی تھی۔ تو اسے سدھارنا بھی اسکا فرض تھا۔ وہ وقت کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی ضرار کو منیزے کا خود سے اسے معاف کرنے کا سوچنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اگر انسان کو پتہ چل جائے کہ اس نے کوئی غلطی کی ہے۔ تو اسے سدھارنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

اور پھر اگر انسان اپنے لائف پارٹنر کا دل دکھائے اور اسے پتہ بھی ہو تو اسے جلد از جلد اس غلطی کو ٹھیک کرنا چاہئے۔ کیونکہ دیری بدگمانیوں کو جنم دیتی ہے۔

ضرار کو اب محسوس ہو رہا تھا۔ کہ بے شک ان دنوں نے سنگل لائف جیسے بھی جی ہو۔ وہ آنے والی زندگی ایسے نہیں گزار سکتے تھے۔ ان دونوں کو ہی اک دوسرے کی خامیوں کو قبول کرنا ہو گا۔ کیونکہ جب انسان کسی چیز کو قبول کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو اسکا دماغ اسے اس چیز کے بارے کوئی منفی سگنل نہیں دیتا۔

اسی لئے اس نے سوچا تھا۔ کہ وہ منیزے کو منانے کے بعد اس سے اس بارے بات کرے گا۔ تاکہ آنے والی زندگی آسان ہو سکے۔ وہ اپنی زندگی میں لڑائیوں کو طول نہیں دینا چاہتا تھا۔

انہی سوچوں میں وہ گاڑی دوسرے فلیٹ کی جانب موڑ گیا۔ کیونکہ منیزے کو منانے کے لیے اسے مدد کی ضرورت تھی۔ جو اسکے نمونے ہی بس کر سکتے تھے۔

جلدی نہیں آ گئے تم۔۔

سلطان ضرار کو دیکھتے طنزیہ بولا۔ تو ضرار کندھے اچکاتے آگے بڑھ گیا۔

وہ آج بار میں آئے تھے۔ اور بار کی بیک سائیڈ پر سیکرٹ فائٹ میچ ہونے والا تھا۔

علی کدھر ہے۔۔

ضرار نے تیزی سے آگے بڑھتے سلطان سے استفسار کیا۔۔ جو بلوٹوتھ پر سنی کو ہدایات دے رہا تھا۔

رنگ میں۔۔۔

سلطان نے ضرار کو یک لفظی جواب دیا تو ضرار سر کو جنبش دیتا آگے بڑھتے اپنی جگہ پر ایا۔ جہاں بلیک ٹی شرٹ اور جینز پہنے سنی پہلے سے ہی کھڑا تھا۔ گولڈن بال جیل سے سیٹ کیے گئے تھے۔اور چہرے پر سنجیدگی رقم تھی۔ اور اس سنجیدگی کی وجہ عیس تھا۔جو آج پھر رنگ میں کھڑا تھا۔

وہ دونوں اس وقت سنی سے میچنگ ڈریسنگ میں سر پر کیپ پہنے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ مضبوط کسرتی باڈی پر سب کو ٹی شرٹ انتہائی فٹ نظر آرہیں تھیں۔آج کل تو وہ چاروں اک دوسرے سے شرط لگاتے جم کر رہے تھے۔اور اسی جم کی وجہ سے انکی دلکش باڈی وہاں لڑکیوں کا دل دھڑکا رہی تھی۔

وہاں بیٹھی لڑکیوں میں بلیک گینگ کی موجودگی کی افواہ پھیل چکی تھی۔اسی لئے لڑکیاں انہیں دیکھ دیکھ کر آہیں بھر رہیں تھیں۔

لیکن وہ تینوں سب سے بے خبر اپنے شیر کو دیکھ رہے تھے۔جو کہ رنگ میں کھڑا تھا۔لمبے ڈارک بالوں کی پونی بنائے، گلے میں سلور چین ڈالے اور ہاتھوں پر بے شمار بینڈز پہنے وہ پوری شان سے کھڑا اپنے نمونوں کو دیکھتا آنکھ ونک کر رہا تھا۔جبکہ گندمی چہرے پر اس وقت الگ ہی چمک تھی۔اور ہیزل براؤن آنکھیں شرات سے روشن تھیں۔

اسی وقت عیس نے اپنی قاتلانہ مسکراہٹ پاس کرتے سنی کو آنکھ ونک کی۔تو حال میں کھڑی لڑکیاں فدا ہوتیں چیخ پڑیں۔کیونکہ مسٹر فائٹ چیمپیئن علی اپنے ڈمپل کی اور بے پرواانداز کی نمائش کرتے لڑکیوں کا دل لوٹ چکے تھے۔

جس پر سنی نے دانت پیستے عیس کو دیکھتے اپنا ائیبر واٹھایا تھا۔۔اور یہ انداز عیس کے لئے اک وارننگ تھی۔

سنی کی وارننگ دیکھتے عیس نے پہلے سے بھی زیادہ دلکش انداز میں مسکراہٹ پاس کی۔

مطلب وہ سنی کی کسی وارننگ سے نہیں ڈرتا تھا۔

سلطان اور ضراران دونوں کی حرکتوں پر نفی میں سر ہلا گئے۔

بے شک جیسی مرضی صورت حال ہو۔۔وہ دونوں اپنی مستی سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

بازوؤں کے مضبوط پھولے ہوئے مسلز پر بلیک ٹی شرٹ ٹائیٹ نظر آرہی تھی۔عیس نے سر جھٹکتے ماتھے پر آئے بالوں کو پیچھے کیا۔اور اک جھٹکے میں

اپنی ٹی شرٹ اتار کر نیچے پھینکی۔ تو حال میں لڑکیوں کا شور پھر اک دفعہ گونج اٹھا۔۔

یہ کمینہ فائٹ کے لئے آیا ہے، یا اپنی اس منحوس باڈی کی نمائش کرنے۔۔

سنی دانت پیستے بولا تو وہ دونوں کندھے اچکا گئے۔

فائٹ شروع ہو چکی تھی۔ اور مخلاف لڑنے والا وہاج علی کا چیمپین فائٹر تھا۔ اج کی فائٹ انتہائی خاص تھی۔ کیونکہ فائٹ بلیک گینگ اور وہاج علی کے درمیان ہو رہی تھی۔

یار یہ کتنے کول ہیں نہ سب، کاش میں ان میں سے کسی ایک کی گرلفرینڈ ہوتی۔۔

اپنے پیچھے بیٹھی اک لڑکی کی حسرت بھری آواز ان کے کانوں میں سنائی دی۔ تو وہ تینوں اک دوسرے کو اک نظر دیکھ کر استہزایہ تاثرات میں سر جھٹک کر عیس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ جو مخلاف کا قیمہ بنانے پر تلا تھا۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے سلطان احمد خان اپنے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ بیٹھا تھا۔

جبکہ ضرار سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بے پرواانداز میں بیٹھے اپنی سرمئی آنکھوں سے چاروں اطراف کا معائنہ کر رہا تھا۔ جہاں لوگوں کا رش آج کے سپیشل میچ کا واضح ثبوت تھا۔

ان دونوں کے برعکس سنی ٹانگ پر ٹانگ رکھے مسلسل ٹانگ کو ہلائے جا رہا تھا۔ اسکا یہ انداز اسکی اضطرابی کیفیت کو اچھے سے ظاہر کر رہا تھا۔

تھوڑی بہت گن چلا کر یہ فائٹ اختتام پر نہیں پہنچا سکتے کیا۔۔

سنی نے عیس کے ہونٹ پر لگے خون کو دیکھ کر سنجیدگی سے استفسار کیا۔

تو سلطان اسکی تھوڑی بہت گن چلانے کی اجازت مانگنے پر مسکراہٹ ضبط کرنے لگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ فائٹ نہیں بلکہ عیس کے ساتھ لڑنے والے کو اختتام پر پہنچانا چاہ رہا ہے۔

ہال کے چاروں اطراف علی کے نام کا شور برپا ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے مخالف پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔

پسینے میں شرابو جب وہ مخلاف کے وار پر مسکراہٹ اچھالتے جوابی وار کرتا تھا۔ تو اپنے اس قاتل انداز سے لڑکیوں کے دل دھڑکا دیتا تھا۔ ان کے برعکس وہاں بیٹھے منہاج علی کا منہ اپنی ہار کی وجہ سے سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ پچھلے اک مہینے سے بیرون ملک گیا ہوا تھا۔ دو دن پہلے اسکی واپسی ہوئی تو اسے اس فائٹ کا چیلنج ملا۔ تو منہاج علی نے پورے جوش سے اس چیلنج کو قبول کیا تھا۔ اسے اپنی جیت کا کامل یقین تھا۔ کیونکہ منہاج علی نے آج

تک اک بھی میچ نہیں ہارا تھا۔اسکے پاس اک سے بھر کر اک فائٹر موجود تھے۔پر آج اپنی پہلی شکست اسے غم وغصے میں مبتلا کر رہی تھی۔

عیس نے مخلاف کے منہ پر مکہ مارتے اسکی ٹانگ پر وار کرتے اسے نیچے گرایا۔اور نیچے گراتے ہی عیس رکا نہیں تھا۔بلکہ اس نے مخلاف کے گھٹنوں پر وار کرتے اپنا آخری داؤ کھیلا۔کہ منہاج علی کے فائٹر کی تکلیف سے نکلتی چینخیں ہال میں گونجنے لگیں۔لیکن ہال میں شور کی وجہ سے اسکی چینخیں کسی کے کانوں تک نہیں پہنچ پائیں تھیں۔

عیس علی ہمدانی میچ جیت چکا تھا۔اور سب اس انوکھی فائٹ پر حیران تھے۔کیونکہ عیس علی ہمدانی نے فائٹ کے آغاز میں صرف مار کھائی تھی۔اور آخر میں اپنے اک دو وار میں اس نے مخلاف کو اٹھنے کے لائق نہیں چھوڑا تھا۔

اسے یہ میچ جلد ختم کرنا تھا۔ کیونکہ رنگ میں کھڑے ہونے کے باوجود دور بیٹھے اپنے گولڈن جگری کی آنکھوں اور چہرے کی بے چینی اچھے بھانپ سکتا تھا۔

سنی کو یہ فائٹس تب تک ہی اچھی لگتی تھیں۔ جب ان چاروں میں سے کوئی نہیں لڑتا تھا۔ سنی کی خاطر وہ خود لڑنے سے پرہیز ہی کرتے تھے۔ لیکن اب مجبوری میں عیس کو لڑنا پڑ رہا تھا۔

فائٹ ختم ہوتے ہی عیس اپنی شرٹ پہنتے ہوئے رنگ سے باہر نکلتے انکی جانب بڑھا۔ تو لڑکیاں ان چاروں کو حسرت سے دیکھنے لگیں۔ دن کے اجالے میں زندگی گزارنے والے عام لوگ نہیں جانتے تھے۔ کہ جس رات کے اندھیرے میں وہ لوگ سکون سے سوتے ہیں۔ اس رات کے اندھیرے میں کچھ لوگوں کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ جو دن کے اجالے کی زندگی سے بہت مختلف ہوتی ہے۔

عیس کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ تینوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ انہیں اب یہاں سے جلد از جلد نکلنا تھا۔

وہ لوگ باہر نکلنے والے تھے۔ کہ سامنے سے اپنی چھوٹی ڈریس میں نتاشہ انکی جانب آئی۔

نتاشہ کو اپنے سامنے دیکھتے عیس کا موڈ خطرناک حد تک خراب ہوا۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔

سنی نے نتاشہ کا سر تا پیر جائزہ لیتے پوچھا۔ تو نتاشہ جو عیس کی طرف بڑھنے والی تھی۔ سنی کے سوال پر اسے دیکھنے لگی۔۔

جو اکھیلنے آتی ہو یہاں۔۔۔

سنی نے بھونیں سکیڑتے اپنا اگلا سوال کیا تو نتاشہ کا منہ کھلا۔۔

سنان مصطفیٰ کی ٹون پر وہ تینوں منہ موڑ گئے۔۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سنی کو اپنی تھوڑی دیر پہلے کی کیفیت سے چھٹکارا پانے کے لیے شکار مل گیا ہے۔

ہیں۔۔۔

نتاشہ کی حیران کن آواز نکلی۔۔

ہیں، ہیں کر کے گائے کیوں بن رہی ہو۔ سیدھی طرح بتاؤ یہاں کیا لینے آئی ہو اگر جوا نہیں کھیلنا تو کیا ادھر یہ سرخی پوڈر خریدنے آئی ہو۔۔

سنی نے اسکے کھلے منہ کی نقل اتارتے چاروں اطراف اشارے کرتے طنزیہ کہا۔ تو نتاشہ کو سمجھ نہ آئی اسے کیا جواب دے۔

ان سب باتوں میں عیس وہاں سے رفو چکر ہو چکا تھا۔ صحیح سے جوا کھیلنا، ہار کر اپنی یہ موٹی ناک نہ کٹوا لینا۔۔

نتاشہ کو صدمے میں چھوڑتے وہ اسے نصیحت کرتے سلطان اور ضرار کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

جبکہ نتاشہ یہ سمجھنے کی کوشش میں تھی۔ کہ اسکے ساتھ ہوا کیا ہے۔ وہ تو عیس کو اپنی خوبصورتی کے جلوے دیکھانے آئی تھی۔ پر یہاں سنی نے اسکا حلوا بنا کر رکھ دیا۔ وہ کیا نتاشہ فاخر کو جواری سمجھ رہا تھا۔ یہ سوچ آتے ہی نتاشہ کا موڈ بری طرح آف ہوا۔ کہ وہ بار سے نکلتی چلی گئی۔

ٹھنڈ پڑ گئی تمہیں۔۔۔

سلطان نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے سنی کو دیکھا۔ جو کارنیٹو کا رپیپر کھولتے اب کھانے میں مصروف تھا۔

ہاں کافی اچھا محسوس ہو رہا ہے اب۔۔

سنی نے مصروفیت سے جواب دیا۔۔۔

بیچاری لڑکی کا خون پیتے شرم نہیں آئی کیا تمہیں۔۔۔

سلطان نے گاڑی سٹارٹ کرتے تھوڑی دیر پہلے نتاشہ کے ساتھ ہوئی گفتگو کا حوالہ دیا۔تو سنی کا منہ بگڑا۔۔

میں صرف اپنی منکوحہ کا خون پیتا ہوں۔اس جیسی گندی مگرمچھ کو کون منہ لگانا پسند کرتا ہے۔

ایرہ کو یاد کرتے وہ مسرور ہوتے بولا۔تو سلطان ہنستے سر نفی میں ہلا گیا۔

ضرار اور عیس پہلے ہی نکل چکے تھے۔۔۔

مشعل صبح منیزے کے ساتھ یونیورسٹی آئی تھی۔ضرار نے ہی منیزے کو پک کرنے کا میسج کیا تھا۔کیونکہ وہ خود غائب تھے۔ضرار بھی دو دنوں سے فلیٹ نہیں آیا تھا۔

مجھے ہینڈ واش کرنے ہیں۔۔

مشعل اپنے ہاتھوں کو دیکھتے بولی۔۔

چلو آؤ پھر واش روم چلتے ہیں۔۔

ایرہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔تو مشعل بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔علیزے اور منیزے دونوں نوٹس کاپی کروانے گئیں تھیں۔ان دونوں کے بیگ یہاں ہی پڑے تھے۔وہ چاروں گراؤنڈ میں درخت کے نیچے بیٹھیں اسائمنٹ تیار کر رہیں تھیں۔ان سب کا سامان بکھڑا پڑا تھا۔

تم میرے ساتھ آئی تو سامان کی حفاظت کون کرے گا۔۔

مشعل نے چیزوں کو دیکھتے کہا۔تو ایرہ بھی دیکھتے رک گئی۔

تم یہیں رہو میں اکیلی واش کر آتی ہوں۔۔

مشعل اسے وہیں روکتے خود واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

دھیان سے جانا۔

ایرہ نے اسے پیچھے سے آواز لگائی تو مشعل مسکراتے ہوئے قدم اٹھانے لگی۔

مشعل کی ڈرپوک طبعیت کو دیکھتے ان تینوں نے اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔اور آج اکیلے واش روم جاتے ہوئے اسے یونیورسٹی کے راستے مختلف لگ رہے تھے۔

اپنوں کے ساتھ مشکل رستوں سے گزرتے ہوئے بھی مشکلات اتنی بڑی نہیں لگتیں۔ جتنی انسان کو اکیلے میں لگتیں ہیں۔دوستوں یا کسی اپنے کے ساتھ چلتے ہوئے آپ دنیا کو الگ طرح سے دیکھتے ہیں۔ لیکن وہ ہی دنیا اکیلے میں اپکو مختلف نظر آتی ہے۔واش روم تک جاتے مشعل کو لگ رہا تھا۔ کہ جیسے اسکے پیچھے کوئی آرہا ہے۔ لیکن پھر اپنا ڈر سمجھتے وہ خود کو حوصلہ دینے لگی۔

اندر داخل ہو کر ہینڈ واش کرتے مشعل ڈر کے مارے کانپنے لگی تھی۔ کیونکہ اسے مسلسل لگ رہا تھا۔ کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔

ڈر کے مارے وہ جلدی سے ہاتھ دھو کر بھاگنے کے انداز میں نکلنے لگی تو کسی سے ٹکرا گئی۔

کیا ہوا چندا۔۔

منیزے نے اسکے ہوائیاں اڑے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔ تو مشعل منیزے کو دیکھتی سکون سے اسکے گلے لگ گئی۔

مجھے ڈر لگ رہا تھا۔۔

مشعل کانپتے ہوئے بولی تو منیزے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی۔

ایرہ نے اسے بتایا کہ مشعل اکیلی واش روم گئی ہے۔ تو وہ جلدی سے اس کے پیچھے آئی تھی۔ کیونکہ منیزے جانتی تھی۔ کہ وہ اکیلے بہت ڈرتی ہے۔

کس نے کہا تھا اکیلے آنے کو انتظار کر لیتی نہ میرا۔۔

منیزے اسکے بال سنوارتے مشعل کو بازو کے گھیرے میں لے کر واش روم سے نکلی۔ تو واش روم میں چھپے ہوئے وجود کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔۔

مجھے لگا کہ میں بس جلدی سے ہو کر آجاؤں گی۔۔

لبوں کو مڑورتے مشعل معصومیت سے بولی۔تو منیزے ہنس دی۔

میری معصوم چڑیا تم نے گروانڈ سے لے کر یہاں تک کا فاصلہ دیکھا ہے۔
جو بہادر بنتے آنکلی تھی۔۔۔

منیزے اسے فاصلہ دیکھاتے بولی۔کیونکہ وہ خود بھاگتے ہوئے مشعل کے پیچھے آئی تھی۔

تم لوگ جب میرے ساتھ نہیں موجود ہو گئے۔تب میں کیا کروں گی۔۔

مشعل نے اداس لہجے میں پوچھا۔کیونکہ وہ ہر وقت تو اسے پروٹیکٹ کرنے کے لیے ساتھ تو نہیں رہنے والی تھیں۔

مشعل کے سوال پر منیزے حیران ہوتے اسکی جانب مڑی۔۔

جب ہم تمہارے ساتھ نہیں موجود ہونگی تو تم ہمیں آواز دے کر بلا لینا۔

منیزے نے اسے پیار سے جواب دیتے حل بتایا۔

اگر میرے بلانے پر بھی تم لوگ نہ آسکو تو۔۔

مشعل نے کچھ سوچتے دوسرا سوال کیا تو منیزے شرارت سے بولی۔۔

ہم صرف اک صورت میں نہیں آسکیں گئے۔جب تم عیس بھائی کے ساتھ ہو گی۔اور ویسے بھی تمہارے ڈر کی وجہ سے وہ تمہیں پہلے ہی اٹھائے پھرتے ہیں۔دن میں تمہیں دس بار کال کر پوچھتے ہیں۔کہ تم ٹھیک ہو نہ۔ ہر جگہ تمہارے پیچھے سائے کی طرح تو رہتے ہیں۔پھر میری چندا کو کیوں لگتا ہے۔کہ وہ کہیں اکیلے ہو سکتی ہے۔

منیزے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے پیار سے اسے بتا رہی تھی۔جسے سنتے مشعل کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔کیونکہ یہ تو حقیقت تھی۔کہ عیس اسے بار بار کال کر کے اسکا حال پوچھتا رہتا تھا۔اک دو دفعہ مشعل کو اکیلے لائبریری جانا پڑا تھا۔لیکن تب بھی عیس اسکے پیچھے سائے کی طرح تھا۔

لائبریری میں وہ لوگوں کو دیکھتے سہمی تھی۔ وہیں عیس نے اچانک پیچھے سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے مشعل کو اپنی آغوش میں محفوظ کر لیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ مشعل کی یہاں موجودگی کے بارے کیسے جانتا ہے۔ لیکن اسکے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ کہ اسکا شوہر اسے بنا بتائے بھی اسے اپنی حفاظت میں رکھتا تھا۔

منیزے مشعل کو پر سکون کرتے گراؤنڈ میں پہنچی۔ جہاں ایرہ کھانے میں جبکہ علیزے ہم پوائنٹس ہائی لائٹ کرنے میں لگی تھی۔

شام کے وقت عیس نے گھر میں قدم رکھا۔ چہرے پر کل والی فائٹ کے نشان ابھی تازہ تھے۔ جبکہ آنکھ کے نیچے والا زخم بھی اچھا خاصا گہرا تھا۔

شاہدہ بیگم اور حسن صاحب اپنے کسی جاننے والے کے پاس گئے ہوئے تھے۔ گھر میں اس وقت مشعل اکیلی تھی۔ جو کہ سو رہی تھی۔

یونیورسٹی سے آتے ہی تھکن کے باعث وہ سو گئی تھی۔ حسن صاحب کو اپنے دوست کی عیادت کے لیے جانا تھا۔ انکا ارادہ تو مشعل کو ساتھ لے کر جانے کا تھا۔ پر شاہدہ بیگم نے اسکی تھکن کو دیکھتے منع کر دیا۔ لیکن جانے سے پہلے وہ عیس کو کال کر کے بتا چکے تھے۔ کہ گھر میں مشعل اکیلی ہے۔ تو وہ شرافت سے گھر آ جائے۔

اس حالت میں وہ گھر تو نہیں آنا چاہتا تھا۔ لیکن اب اسے آنا پڑا تھا۔

اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ تو کمرے میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ لیکن کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی بھی موجود تھی۔ جو نائٹ بلب کی بدولت تھی۔

عیس قدم اٹھاتے بیڈ پر سوئی اپنی بیوی کے پاس آیا۔ جو مزے سے خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔

جب دیکھو سوتی ہی رہتی ہے یہ۔۔

عیس نے چادر نیچے کرتے مشعل کا چہرہ دیکھنا چاہا۔ تو ہمیشہ کی طرح منہ پر معصومیت سجائے وہ بے خبر گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اپنی بیوی کے کیوٹ ایکسپریشن دیکھ کر عیس نے اسکے ماتھے کو چومتے معتبر کیا۔

مشعل بھی شائد نیند میں اسکی موجودگی محسوس کر چکی تھی۔اسی لئے نیند میں مسکرادی۔

مشعل کو نیند میں مسکراتے دیکھ کر عیس بھی اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے مسکرادیا۔

لیکن پھر کچھ سوچتے اسکے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

عیس نے آہستہ آہستہ سے مشعل سے کمبل ہٹایا۔تو ہمیشہ کی طرح وہ عیس کی بڑی سی یلوٹی شرٹ کے ساتھ بیلک کھلا سا ٹراؤزر پہنے ہوئی تھی۔

یلوٹی شرٹ میں اپنی بیوی کے چھوٹے سے نازک خوبصورت سراپے کو دیکھتے عیس نے دانتوں تلے لب دبایا۔ وہ کہاں کسی اور دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ تو اس چھوٹے سے سراپے کی خوشبودار سانسوں کا دیوانہ ہو چکا تھا۔

اتنے سالوں سے نتاشہ فاخر "عیس علی ہمدانی" کو پٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن ناکام رہی تھی۔ جبکہ یہ چھوٹا سا چوزہ تو اپنی پہلی جھلک میں ہی عیس علی ہمدانی کو ہلا کر رکھ گیا تھا۔

شروع شروع میں جتنا مشعل عیس کے ساتھ خاموش رہتی تھی۔ گزرتے دنوں کے ساتھ وہ اب اتنی ہی بک بک کرتی عیس کا سر کھانے لگی تھی۔۔ کبھی کبھار تو عیس کو مشعل کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں لاک کرتے خاموش کروانا پڑتا تھا۔ کیونکہ وہ دن بھر کی روداد سنانے کے ساتھ نجانے کون کون سے قصے کہانیاں لے کر بیٹھ جاتی تھی۔

اور پھر عیس کے ساتھ اسکا گپیں لگانے کا انداز بھی بڑا پیارا تھا۔ عیس جب بھی گھر آتا تھا۔ تو مشعل اسے دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑتی تھی۔

عیس تو پہلے پہل اسکی خوشی دیکھتے حیران ہونے لگا تھا۔ لیکن پھر اسے اپنے چوزے کی خوشی کی وجہ جلد ہی معلوم ہو گئی۔ جب وہ عیس کی گود میں بیٹھتے اپنے دن بھی کی باتیں سنانے کے ساتھ ساتھ اسکے لمبے بالوں کا ہیر سٹائل بناتی رہتی تھی۔

اور عیس جب بھی اسے چھونے لگتا تھا۔ تو اپنے چھوٹے وجود کے ساتھ اسے گھور کر روک دیتی تھی۔ جس کا صاف مطلب ہوتا تھا۔ کہ وہ بزی ہے لہذا اسے ڈسٹرب نہ کرے وہ۔۔

عیس تو اسکے تیور دیکھتے حیرت میں چلا جاتا کہ وہ اسکے سینے تک بھی مشکل سے ایڑھیاں اٹھا کر آتی تھی۔ لیکن گھورنے کے سٹائل سے وہ خالص بیوی معلوم ہوتی تھی۔

عیس نے کمبل تو ہٹا دیا تھا۔اور پھر اپنے شوز اتارتے وہ مشعل کے اوپر اپنا پورا اپو جھ منتقل کرتے لیٹ گیا۔اور مشعل کی چیخ سننے کے لئے گنتی کرنے لگا۔۔

مشعل مزے سے دن کی نیند کا جو مزہ لے رہی تھی۔ کہ اچانک سے اسے اپنے اوپر پہاڑ جتنا وزن محسوس ہونے لگا۔۔ جیسے وہ کسی ٹرک کے نیچے آگئی ہو۔دم گھٹنے کے باعث ہاتھ پاؤں چلاتے وہ اچانک سے آنکھیں کھول گئی۔

اپنے اوپر عیس کو لیٹے دیکھ کر وہ چیختے ہوئے اسے ہوش دلانے لگی۔ کیونکہ وہ سمجھ رہی تھی کہ شائد عیس غلطی سے اسکے اوپر سو گیا ہے۔

مشعل کے ہاتھ پاؤں چلانے پر عیس سائیڈ پر گرتے ہستا ہی چلا گیا۔ کیونکہ مشعل بیٹھ کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے سرخ چہرے سمیت گہرے سانس لیتی خود کو یقین دلا رہی تھی کہ وہ بچ گئی ہے۔

عیس کو ہستے دیکھ کر مشعل کے دل میں بھانپڑ چلے تھے۔ وہ کیسے اس پر اتنا بڑا ظلم کر کے ایسے ہنس سکتا تھا۔ سرخ چہرے سمیت وہ عیس پر بیٹھتے جھکتے ہوئے اسکی گردن پر زور سے دانت گاڑ گئی۔ عیس جو اسکے چہرے کو

دیکھتے ہنس رہا تھا۔ مشعل کے یوں اپنے اوپر بیٹھنے اور پھر اپنی گردن پر اسے بائٹ کرتے دیکھ کر اسکی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

کیونکہ مشعل نے بھی عیس کی گردن پر کوئی عام دانت نہیں گاڑے تھے۔ بلکہ اپنے زندگی بھر کا زور وہ عیس کی گردن پر گاڑے اپنے دانتوں میں دیکھا رہی تھی۔

اک پل کے لئے تو عیس کو لگا تھا کہ وہ اسکا گوشت ہی نکال لے گی۔

مشعل کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں تھا وہ عیس کے اوپر بیٹھے آنکھیں بند کیے دانتوں پر زور لگانے میں مصروف تھی۔

لبوں کو بھینچے وہ مشعل کا ظلم سہ رہا تھا۔اسے پیچھے ہٹتے نہ دیکھ کر عیس نے اسکی ٹی شرٹ کے اندر ہاتھ گھساتے اسکی ملائم کمر پر پھیرا تو مشعل ہوش میں آتے آنکھیں کھول گئ۔

لیکن پھر عیس کا ظلم یاد آیا تو گھورتے وہ اسے آنکھوں سے ہاتھ باہر نکالنے کا اشارہ کرنے لگی۔تو عیس نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔۔

مشعل مزید ضد پر آتے عیس کے بالوں کو ہاتھ میں جکڑ گئ۔اور یہاں ہی اس نے سب سے بڑی گستاخی کی تھی۔کیونکہ عیس علی ہمدانی کی کمزوری اسکے لمبے ڈارک براؤن بال تھے۔جن کو ہاتھ لگا کر مشعل نے اپنی شامت خود بلائی تھی۔

مشعل کی گردن میں ہاتھ ڈالتے اس کے چہرے کو اوپر اٹھاتے عیس نے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے الجھاتے اک ہاتھ میں اسکی دونوں کلائیوں کو قید کرتے دوسرے ہاتھ میں اسکی ڈھرکنوں پر الجھایا۔تو مشعل کی براؤن آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب ہونے لگیں۔

سر کو دائیں بائیں ہلاتے وہ اسے باز آنے کو کہنے لگی۔جو عیس آنکھیں بند کر کے اسکے تمام اشاروں کر نظر انداز کر گیا۔

شدت سے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے عیس انہیں چومتے مشعل کو دو منٹ میں بے حال کر گیا تھا۔

اپنی کلائیوں کو عیس کی گرفت سے چھڑانے کے لیے وہ بھرپور مزاحمت کر رہی تھی۔ لیکن اسکی اک بھی سنی نہیں جا رہی تھی۔

مشعل کو بے حال ہوتے دیکھ کر بلا آخر اس کے ہونٹوں کو آزادی بخشی تو وہ تھک کر اسکے سینے پر گر گئی۔

مشعل کے ہاتھوں کو چھوڑتے عیس نے اوپر اٹھتے سائیڈ لیمپ آن کیا تھا۔

تو مشعل کی نظر اسکے چہرے کے زخموں پر پڑی۔ اسکے چہرے کے زخم دیکھتے وہ بے چین ہوئی۔

کیاہوا اپکو عیس، یہ چوٹوں کے نشان کہاں سے آئے ہیں۔۔

عیس کے چہرے کو غور سے دیکھتے وہ پریشان ہوئی۔ جبکہ لہجہ خود بخود رونے والا ہو گیا تھا۔ وہ ڈرتے ہوئے اسکے چہرے کو بھی چھو نہیں رہی تھی۔

کچھ نہیں ہوا میرے چوزے بس تھوڑا سا جھگڑا ہو گیا تھا۔۔ عیس نے اسکے بکھرے بالوں کو سنوارتے پیار سے جواب دیا۔ تو وہ عیس کے ہاتھوں کو دور جھٹک گئی۔

جھوٹ بولتے ہیں آپ مجھ سے، نہ دو دن گیر آئے آپ اور اب اگر آئے بھی ہیں تو ایسے زخمی ہو کر۔ آپ مجھے سچ بتا کیوں نہیں دیتے کہ آپ سب کہاں غائب رہتے ہیں۔۔

مشعل روتے ہوئے عیس پر سے اٹھتے جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔آج یونیورسٹی میں علیزے بھی بجھی بجھی سی تھی۔۔کیونکہ سلطان بھی دو دن گھر نہیں گیا تھا۔۔

مشعل کے خود سے دور جانے پر عیس کا منہ کھلا۔کہاں وہ بیڈ پر آرام دہ حالت میں اسے لئے لیٹا تھا۔اور اب وہ تیز گام بنتے جا کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔اور ساتھ دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو مسلتے رونا بھی جاری کیا ہوا تھا۔

مشوادھر آؤ۔۔

عیس نے اسے آواز لگائی۔ تو مشعل اسکی آواز سنتے رونے کے ساتھ ساتھ عیس کو خونخوار نظروں سے دیکھتے رخ ہی موڑ گئ۔۔

اب وہ عیس کی جانب پیٹھ کیے بیٹھی تھی۔ عیس اسکی کس کس بات پر حیران ہوتا۔ جو اپنی معصوم بچوں والی حرکتوں پر اسکے دل میں اودھم برپا کر رہی تھی۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے دلکشی سے مسکراتے عیس بیڈ سے اٹھتے صوفے پر اسکے پاس بیٹھا۔۔ تو مشعل اس سے دور کھسک گئ۔

مشعل کو گٹھری بنے دیکھ کر عیس نے اسے ویسے ہی اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ جس پر وہ جھٹپٹاتے اسکی گود سے نکلنے کے لئے مزاحمت کرنے لگی۔

مشو تھپڑ کھاؤ گی اب، سکون سے بیٹھی رہو۔۔

عیس نے اسے ڈپٹتے ہوئے گلے لگایا تو وہ ہچکیوں سمیت رونے لگی۔اب یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ رونا عیس کے دو دن گھر نہ آنے کی وجہ سے تھا یا عیس کے زخموں کی وجہ سے۔۔

ظالم لڑکی کیوں ہل رہی ہو درد ہوتا ہے۔۔

مشعل کے مسلسل مزاحمت کرنے پر عیس کراہ اٹھا۔۔

عیس کے کراہنے پر مشعل اپنا رونا بھول کر اسے دیکھنے لگی۔

زیادہ درد ہو رہا ہے کیا۔۔

سرخ آنکھوں سے ہچکی بھرتے پوچھا گیا۔ تو عیس ہاں میں سر ہلاتے اسکی بھیگی خوبصورت آنکھوں پر جھکا۔

تم جب ایسے گندے بچوں کی طرح روتی ہو تو زیادہ درد ہوتا ہے مجھے۔۔۔

عیس اسکے سینے پر سر رکھتے آنکھیں بند کرتے بولا۔۔ تو مشعل حیرت سے اس کے سر کے بالوں کو دیکھنے لگی۔ جو اسے بانہوں میں بھرے اسکے سینے پر سر رکھے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔

آپ دو دن گھر نہیں آئے میں اتنا مس کیا تھا۔۔

مشعل بھرائے لہجے میں پھر ہچکی بھرتے بولی۔تو عیس کو اپنے چوزے پر بے شمار پیار آیا۔جواب اسے زیادہ ہی مس کرتے رونے لگتی تھی۔

ائم سوری میں کام میں مصروف تھا میری جان، شان۔۔

ٹی شرٹ سے جھلکتے مشعل کے گلے پر جھکتے وہ شرارت سے بولا۔تو مشعل دھڑکتے دل کے ساتھ شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

کس سے جھگڑا کیا آپ نے۔۔۔

عیس کے چہرے کو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اوپر اٹھاتے وہ غصے سے استفسار کرنے لگی۔ تو مشعل کے انداز کو دیکھتے عیس کی دھڑکن تیز ہوئی۔

کچھ لڑکوں سے ہو گیا تھا بس۔۔۔

عیس نے اسکی آنکھوں میں گہرائی سے جھانکتے معصومیت سے بتایا۔ تو مشعل کو بے اختیار شدید غصہ آیا۔۔

سلطان بھائی کہاں تھے تب سب۔۔

مشعل نے دبنگ انداز میں دوسرا سوال کیا۔ تو عیس کی آنکھوں میں شیطانی چمک نمودار ہوئی۔

وہ سب ادھر ہی کھڑے تھے جانو۔۔

مشعل کے ناتواں کندھے پر سر رکھتے عیس نے اپنی آواز میں پھر معصومیت پیدا کی۔

کیا مطلب وہ ادھر ہی کھڑے تھے۔وہ اپکو اکیلا کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ میرے شوہر کا کیا حال کر دیا ان گنڈوں نے۔۔۔بھائی لوگ اتنی لاپرواہی کیسے کر سکتے ہیں۔مجھے آپ ان کے پاس لے کر جائیں کیونکہ مجھے ان سے اس سب کے بارے میں جواب چاہیئے۔۔

مشعل عیس کی گود سے پھر اٹھتے الماری کی طرف بھری۔تاکہ وہ چینچ کر کے عیس کے ساتھ جاسکے۔

عیس کا تو خوشی کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔کیونکہ اسکی بیوی ہمیشہ اپنے بھائیوں سے اسکی عزت افزائی کرواتی آئی تھی۔تو آج وہ ان بے غیرتوں کو ذلیل کرنے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتا تھا۔

ٹھیک ہے چلتے ہیں۔لیکن پہلے ہم لانگ ڈرائیو پر جائیں گئے۔پھر تم ان سالوں سے میری تکلیف کا بدلہ لینا۔۔

مشعل کو پیچھے سے ہگ کرتے عیس نے جھکتے ہوئے اسکے کندھے پر چہرہ ٹکایا۔۔تو کپڑوں کو تلاش کرتے مشعل کے ہاتھ رکے۔

کہاں جانا ہے۔۔

مشعل نے اسکی لانگ ڈرائیو کی منزل جاننا چاہی۔

اس زندگی کو تمہاری خوبصورتی سے مہکانے۔۔

عیس نے اسکے کان کی لوح کو ہونٹوں میں ہولے سے چومتے سرگوشی میں بتایا تو مشعل شرم سے مسکرادی۔

میرا چھوٹا چوزہ تو بہت ہاٹ لگ رہا ہے یار۔۔

مشعل کے خوبصورت سراپے کو دیکھتے عیس زو معنی بولا تو مشعل شرم سے آنکھیں جھکا گئی۔

بلیک ٹی شرٹ اور جینز کے ساتھ بلیک شوز پہنے گئے تھے۔ جبکہ کالے گھنے بالوں کی ٹیل پونی بنائی گئی تھی۔

عیس بھی بلیک ٹی شرٹ اور جینز کے ساتھ ہاتھوں میں ہیلمٹ پکڑے کھڑا تھا۔

وہ مشعل کو بائک رائڈ نگ پر لے کر جانے والے تھا۔ اسی لئے اس نے مشعل سے ایسی ڈریسنگ کروائی تھی۔ جو وہ کچھ دن پہلے ہی لے کر آیا تھا۔

عیس مجھے ڈر لگے گا۔

عیس نے مشعل کو اٹھاتے بائک پر بٹھایا تو وہ ڈرتے ہوئے منہ کے ڈیزائن بنانے لگی۔

اس وقت ہلکی ہلکی سردی تھی۔اور ہوا نم سی تھی۔رات کے آٹھ بج رہے تھے۔عیس اسے گھمانے کے بعد اپنے ساتھ فلیٹ پر لے کر جانے کا ارادہ کیے تھا۔

جب میرے چوزے کو ڈر لگے تو مجھے زور سے پکڑ لینا۔۔

مشعل کو ہیلمٹ پہناتے عیس نے پیار سے اسکی ناک چومتے کہا۔ تو وہ منہ ٹھیڑا میڑا کرنے لگی۔

حسن صاحب اور شاہدہ بیگم گھر آ چکے تھے۔ انہوں نے بارہاں عیس کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ کہ وہ مشعل کو ایسی خطرناک ڈرائیونگ پر نہ لے کر جائے۔ لیکن عیس نے انکی اک نہیں سنی تھی۔ اور مشعل کو تیار کروا کے چپ چاپ باہر لے کر آ گیا۔۔

عیس آہستہ آہستہ چلائے۔۔۔

مشعل ہیلمٹ پہنے زور زور سے چلا رہی تھی۔ کیونکہ عیس بائک خطرناک حد تک تیز کرتے مشعل کی سانسیں روک رہا تھا۔ مشعل کو لگ رہا تھا۔ کہ اسکا دل باہر نکل آئے گا۔

اتنی تیز رفتار پر مشعل کی چینخیں اور آوازیں دم توڑتی جا رہیں تھیں۔۔ خالی روڈ پر تیز رفتار سے بائک زگ زیگ چلاتے وہ بھرپور انداز میں زندگی کو محسوس کر رہا تھا۔

پچھلے اک گھنٹے سے وہ ایسے ہی خطرناک اندازہ میں بائک چلاتے مشعل کا دل بند کر رہا تھا

عیس کو زور سے ہگ کئے چہرے کو جھکائے وہ اس سے چپکی بیٹھی تھی۔

مشو میرے آگے آکر بیٹھو۔۔

ہیلمٹ اوپر کرتے عیس نے رفتار آہستہ کرتے مڑتے کہا۔ لیکن مشعل سر جھکائے بے خبر تھی کہ عیس بائک آہستہ کر چکا ہے۔

مشعل کو ہنوز سر جھکائے خاموش بیٹھے دیکھ کر عیس نے بائک روکتے ہاتھ پیچھے لے جاتے مشعل کو آگے کھنچا تو مشعل خوف کے مارے چیخیں مارنے لگی۔

بے وقوف لڑکی میں نے پکڑا ہوا ہے کیوں کان کے پردے پھاڑنے میں لگی ہو۔۔

عیس نے اسے اپنے آگے بٹھاتے ہوش دلائی تو وہ ہراساں نظروں سے ہر طرف دیکھنے لگی۔رات کے اندھیرے میں ہر سوں خاموشی تھی۔پتہ نہیں وہ اسے کس روڈ پر لے کر آیا تھا۔جہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔بس وقفے وقفے پر بڑی بڑی روڈ لائیٹس لگیں تھیں۔

مشعل کو ہیلمٹ میں ہر طرف کا جائزہ لیتے دیکھ کر عیس نے اسکی مشکل آسان کرتے اسکا چھوٹا سا ہیلمٹ اتارا۔تو سب صاف نظر آنے پر وہ عیس کو دیکھ کر کھکھلا پڑی۔

شکریہ۔۔

عیس کے ہاتھ کو چومتے وہ محبت سے بولی۔ تو اپنی اس حرکت سے عیس کا دل ساکت کر گئی۔۔ سفید چہرے پر گھنے کالے بالوں میں میں اپنے خوبصورت نقوش کے ساتھ وہ عیس کا ایمان خراب کر رہی تھی۔ عیس سٹل سا اسے دیکھے جا رہا تھا۔

ہم کہاں ہیں۔۔۔

مشعل چاروں اور نظریں گھماتے پوچھنے لگی۔

آرمی ایریا میں۔۔

خمار زدہ لہجے میں یک لفظی جواب دیا۔ تو مشعل آرمی کا سنتے ہونٹوں کو گول کرنے لگی۔

سچ میں یہ آرمی ایریا ہے کیا۔۔۔

ڈارک براؤن آنکھوں میں چمک لیے دوبارہ پوچھا گیا۔ تو عیس نے اثبات میں سر ہلاتے اسے کنفرم کیا۔۔ جس پر وہ خوشی سے تالیاں مارتے اسکے قریب ہو گئی۔

یہاں آرمی یونیفارم میں آرمی بوائے بھی ہونگے نہ عیس۔۔۔

عیس کی جانب جھکتے وہ انکھوں کو بڑا کرتے خفیہ انداز میں پوچھنے لگی۔۔اور ارد گرد نظریں دہرانا بھی جاری تھا۔۔ جیسے ابھی کوئی فوجی اسے نظر آجائے گا۔

مشعل کے رازداری سے پوچھنے پر عیس دلکشی سے مسکرایا۔۔اگر اسے پتہ چل جاتا کہ اسکا شوہر بھی میجر کے عہدے پر فائز ہے۔۔تو پتہ نہیں کیساری ایکٹ کرتی۔ عیس نے تیز ہوتی ڈھرکنوں کے ساتھ سوچا۔وہ آج کل اپنے چوزے کی جان قید کرنے کے لیے زیادہ ہی بے قرار ہوتا جارہا تھا۔۔اپنی اس حالت سے وہ خود بھی بے خبر تھا۔کہ کیونکر ایسا ہے۔

مشعل جو فوجی کی تلاش میں گم تھی۔۔عیس نے اک جھٹکے میں بائک سٹارٹ کرتے سپیڈ تیز کی تھی۔۔کہ مشعل چیخ مارتے عیس کے قریب ہوتے اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

مشعل کے اپنے قریب ہونے پر عیس کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا کہ سپیڈ خطرناک حد تک تیز کرتے فلیٹ کی جانب موڑ گیا۔ مشعل کا خوف کے مارے ایسا حال ہونے والا تھا۔۔ کہ اسکا دل کر رہا تھا کہ عیس میں ہی گھس جائے۔۔

پتہ نہیں وہ کیوں آج جوش میں آتے اسکی ننھی سی جان ہلکان کر رہا تھا۔

کچھ سوچتے مشعل نے اسکے گلے کی ہڈی پر ہونٹ رکھے تھے۔ کیونکہ وہ اس دن بھی اسکی چھوٹی سی کس پر پر سکون ہو گیا تھا۔

جان لینا چاہتی ہو کیا اج۔۔

عیس نے سر جھکاتے اسے دیکھا۔۔ لیکن وہ شور میں کہاں اسے سن پائی تھی۔

اسی لئے وہ اب اسے فلیٹ پر لے کر جا رہا تھا۔ جہاں اس نے اپنے کمینوں کی بینڈ بجانے کا ارادہ کیا تھا۔

وہ تینوں اپنے رف حلیے میں لیپ ٹاپ پکڑے کام کرنے میں لگے تھے۔۔ پچھلے تین دنوں سے وہ سب بھلائے انفارمیشن اکھٹی کر رہے تھے۔

فلیٹ کا ڈور اک جھکٹے میں کھلا تو انکے کام کے تسلسل میں خلل پڑا۔۔

نظریں اٹھاتے آنے والے کو دیکھا گیا۔ تو عیس ہاتھ میں ہیلمٹ پکڑے رائڈ نگ لک میں داخل ہوا تو اسے اب آتے دیکھ کر سنی دانت پیس گیا۔

ان دونوں میں سے جب بھی کوئی اپنی بیوی پاس کے ہوتا تھا تو انہیں اک دوسرے پر ایسے ہی تپ چڑھنے لگتی تھی۔

آگیا تو ٹھرک جھاڑ کر۔۔

اس سے پہلے سنی مزید اسے سنا پاتا، عیس کے پیچھے کسی اور کو داخل ہوتے دیکھ کر اسکی زبان کو بریک لگا تھا۔

کمر پر ہیلمٹ ٹکائے مشعل اپنے بالوں کی پونی ہلاتے ایٹیٹیوڈ سے داخل ہوئی تو ان تینوں کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گئی۔

لیکن وہ اس کے سٹائل کو دیکھے امپریس ہوئے تھے۔۔جو چھوٹی سی رائڈر معلوم ہو رہی تھی۔

بھیا میں کیسی لگ رہی ہوں۔۔۔

ان تینوں کے سامنے آتے مشعل نے گھومتے ہوئے ایکسائٹڈ انداز میں پوچھا تو عیس کو غش پڑا۔۔

ہمارا بچہ تو بہت پیارا لگ رہا ہے۔۔

لیپ ٹاپ سائیڈ پر کرتے سلطان اٹھ کھڑا ہوا۔ جبکہ سنی اور ضرار بھی اپنا کام چھوڑ چکے تھے۔ انکی گڑیا آئی تھی۔ جس کے پروٹوکول میں وہ سب کام چھوڑتے کھڑے ہوئے تھے۔

ان سب کو کام چھوڑتے اور پھر بھرپور توجہ سے خود کو دیکھتے مشعل خوشی سے اچھل پڑی۔ اسکے بھائی سچ میں بہت پیارے تھے۔

سلطان کے تعریف کرنے پر مشعل کھلکھلاتے ہوئے مزید گھومنے لگی۔ تو وہ سب اسکے بچپنے پر مسکرا دیے۔

بے شک خدا نے عورت میں ویرانے کو رونق بخشنے کی صلاحیت رکھی"
"تھی

وہ تینوں مشعل کو ساتھ لئے بڑے صوفے پر بیٹھے تو عیس جلے بھنے انداز میں انکے سامنے بیٹھ گیا۔

اوئے اٹھ میری بیوی پہلی بار یہاں آئی ہے۔اسکے لئے کچھ کھانے پینے کو لا۔۔

عیس نے سنی پر رعب جماتے کہا تو وہ ابرو اٹھاتے اسے دیکھنے لگا۔جو سوجے منہ کے ساتھ بھی منہ چلانے سے باز نہیں آرہا تھا۔

نہیں بھیا میں کچھ نہیں کھانا، پہلے ہی یہ اتنے چکر کھلا کر لائے ہیں مجھے۔۔۔

مشعل پیار سے بولتے عیس کی خطرناک ڈرائیونگ یاد کرتے روہانسی ہوئی۔ تو عیس کا دل کیا۔ مشعل کا اپنے نیچے پھر کچومر بنا کر رکھ دے۔ جو گھر میں ٹیپو سلطان بنی تھی۔ اور یہاں آتے ہی اپنے بھائیوں کو دیکھتے اسے فراموش کر گئی تھی۔

کیا کھائے گا ہمارا بچہ پھر۔۔

ضرار نے عقیدت سے مشعل کو دیکھتے پوچھا۔ تو مشعل تھوڑی پر انگلی رکھتے سوچنے لگی۔۔

آئس کریم۔۔

آنکھوں کو ٹمٹماتے وہ کیوٹ منہ بناتے بولی۔ تو وہ پھر تینوں اسکے انداز پر ہنس دیے۔

جبکہ سنی کچن سے اس کے لئے آئس کریم لینے چلا گیا۔۔

مشو ہم یہاں کیوں آئے تھے۔۔۔

عیس اسے دیکھتے دانت پیستے یاد کروانے لگا۔۔ جو اپنے بھائیوں کے درمیان بیٹھی ناز و نخرے دیکھانے میں مصروف ہو گئی تھی۔

عیس کے بولنے وہ تینوں الجھے تھے۔وہ کون سی بات اسے یاد کروا رہا تھا۔

ہاں یاد ایا۔۔ مشعل نے سر پر ہاتھ مارا تو عیس نے شکر کا کلمہ پڑھا۔۔

بھیا جب عیس کسی سے جھگڑا کرنے لگے تو پلیز انکو روکا کریں نہ۔۔دیکھیں کتنے زخم آئے ہیں انہیں۔۔

عیس کو ہمدردانہ انداز میں دیکھتے مشعل دکھ سے بولی۔تو عیس کی آنکھیں اسکے انداز پر پھیلتی چلی گئیں۔

ساری بات سمجھنے پر ان تینوں کے فلگ شفاف قہقہے گونجے تھے۔۔

ان تینوں کو ہستے اور عیس کو خطرناک اندامیں خود کو دیکھتے مشعل نا سمجھی سے سلطان اور ضرار کے قریب ہوتے پہلے ہی حفاظتی اقدامات کر گئی۔ تاکہ عیس اس پر اچانک حملہ نہ کر دے کہیں۔۔

زیادہ چلاکی نہ کیا کر خود ہی پھنس جاتا ہے۔۔

سنی نے اسکی پونی کھنچتے مزاق اڑایا تو وہ منہ بنا گیا۔

اس نے خود کہا تھا کہ جا کر اپنے بھائیوں سے پوچھے گی

یہاں آ کر مکر گئی ہے بس۔۔

عیس صفائی پیش کرتے بولا۔تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ عیس نے کوئی پلینگ کی ہے۔

ہم تمہیں اچھے سے جانتے ہیں اور تمہاری بے غیرتیوں کو بھی۔۔

ضرار نے طنزیہ انداز میں کہا تو عیس ارد گرد دیکھتے نظر انداز کر گیا۔کیونکہ ضرار نے اسے کچھ نہیں کہا تھا۔

ضرار جس کی بھی تھوڑی دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی۔وہ تین بجے گھر لوٹا تھا۔ اور آتے ہی سب سے پہلے منیزے کے کمرے میں گیا تھا۔سوئی ہوئی منیزے کو دیکھتے وہ آدھے گھنٹے تک اسکے پاس بیٹھا اسکے بالوں کو سنوارتا رہا۔اور اپنے بے چین دل کو قرار پہنچانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

کچھ دیر پہلے ہی وہ اسکے کمرے سے اپنے کمرے میں آکر سونے کے لئے لیٹا تھا۔

کہ اسے اپنے کانوں میں کسی کے رونے کی آواز سنائی دینے لگی۔ منیزے کا خیال دماغ میں آتے ہی ضرار نے جلدی سے آنکھیں کھولتے بیڈ کے پاس نظریں دہرائیں۔ جہاں زمین پر بیٹھے سر گھٹنوں میں دے وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

منیزے کو بری طرح روتے دیکھ کر ضرار کا دل تکلیف سے بھرا۔

وہ جلدی سے اٹھتے منیزے کے پاس پہنچا۔۔

بیگم جان۔۔۔

منیزے کے سر پر ہاتھ پھیرتے بھنچے ہوئے لبوں سے ضرار نے اسے پکارا۔

دل میں کہیں نہ کہیں ڈر بھی تھا کہ وہ اسے جھٹک نہ دے۔پر وہ اسے ایسے

روتے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔وہ تو آج تک اسکے سامنے نہیں روئی تھی۔
پھر آج کیسے رو سکتی تھی۔

ضرار کے پکارنے پر منیزے نے اک جھٹکے میں سر اٹھاتے اپنے پاس بیٹھے ضرار کو دیکھا۔جو نیند کے باعث سرخ آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
سرمئی آنکھیں اس وقت شدید لال اور سوجی ہوئی تھیں۔
ضرار کو دیکھتے ہی منیزے اور شدت سے روتے اسکے گلے لگی تھی۔اتنے دنوں کی تڑپ کے زور نے انا کا بت پل میں گرایا تھا۔

منیزے کے تیزی سے گلے لگنے پر ضرار سنبھل نہیں پایا۔اور پیچھے جا گرا۔
لیکن اتنے عرصے کے بعد منیزے کی اس عنایت پر اسکا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔اور ساتھ ہی ساتھ جسم و روح میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔

نرم وملائم کالین پر وہ نیچے لیٹا ہوا تھا۔اور منیزے اسکے سینے پر گری ضرار کی گردن میں منہ چھپائے ہچکیاں بڑھتی جا رہی تھی۔

ائم سوری۔۔

منیزے کو شدت سے خود میں بھینچتے ضرار تکلیف سے بولا۔تو وہ اور شدت سے رو دی۔ نجانے آج وہ کس کیفیت سے گزر رہی تھی۔یا اتنے دنوں کا غبار تھا۔جو ضرار کی آغوش میں زور پکڑتا جا رہا تھا۔

ایسے نہیں رو نہ میرے دل کو تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔

ضرار نے اسکے بال اک سائیڈ پر کرتے مدھم آواز میں کہا تو منیزے اسکی گردن سے چہرہ نکال کر ضرار کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکا گئی۔

ضرار نے اسکے ماتھے کو ہونٹوں سے چھوا تو منیزے نے زور سے آنکھیں میچیں۔ جو ضرار نے بغور دیکھا تھا۔ شائد وہ اسکے لمس کے لیے بے حد تڑپی تھی۔

اگر مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ تو تمہیں چاہیئے تھا کہ حق سے میرے سینے" پر اپنی ہیل رکھ کر مجھے بتاتی کہ ضرار حیدر پاشا سے منیزے پاشا کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔۔ لیکن بیگم تم نے مجھے اپنی چپ کی ایسی مار مائی ہے۔ کہ اتنے دنوں میرے خود کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے ہوئے مجھے پاگل کر چکے ہیں۔ نہ تم خود مجھے سے بولی اور نہ ان کانوں کا اپنی آواز سے سکون پہنچایا۔ میں اپنے پاگل ہونے کا شکوہ بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے "میرے خود کے عمل نے ہی اس حال میں پہنچایا ہے

یارا ایسے تو نہیں ہوتا نہ، مجھ سے غلطی ہوئی تھی تو سزا دے لیتی پر ایسے"

"منہ موڑا کروں گی تو میں جیوں گا کیسے

ضرار کو وہ سب لمحے یاد آئے تھے۔ جب منیزے اسے نظر انداز کرتے گزرتی تھی۔

ضرار منیزے کو خود پر دو بار جھکاتے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے اسکے کانوں میں ہولے ہولے سے بولنے لگا۔ پتہ نہیں کیوں منیزے کو محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ رو رہا ہے۔

آپ نے مجھے کوئی موقع ہی نہیں دیا تھا کچھ کہنے کا۔۔۔

منیزے پھر اک دفعہ وہ سب یاد کرتے بھرائی لہجے میں بولی۔ تو ضرار نے آنکھیں ضبط سے بند کیں۔

بھول جاؤ وہ سب، بس آئندہ میں تمہیں نہیں ڈانٹوں گا کبھی اور تم بھی نہیں ناراض نہیں ہونا مجھ سے پلیز۔۔۔

منیزے کے پورے چہرے پر اپنے لمس کے پھول کھلاتے وہ نم آنکھوں سے بولا۔ تو منیزے نم آنکھوں سے مسکرادی۔ اسکے دل میں منیزے کی ناراضگی کا ایسا ڈر بیٹھا تھا۔ کہ وہ آئندہ کے لئے اسے دانٹنے سے بھی توبہ کر گیا۔

مجھے کبھی کسی نے نہیں ڈانٹا ایسے، بس اسی لئے میں ایسی ہو گئی تھی۔ مام اور ڈیڈ تو میری غلطی پر بھی مجھے کچھ نہیں کہتے تھے۔

نچلے ہونٹ کو مڑوڑتے وہ اسکی کالر سے چھیڑ چھاڑ کرتے بامشکل خود کو رونے سے باز کرتے بتانے لگی۔

تو ضرار کا دل چاہا کہ خود کو شوٹ کر لے۔ کیونکہ اسکی بیوی نازوں پلی لاڈلی تھی۔ اور پھر لاڈلوں کے دکھ بھی تو سب سے الگ ہوتے ہیں۔ جو غم و

مصیبت عام انسان ہنس کر برداشت کر لیتے ہیں۔ وہیں پر کچھ تلخ لہجوں کے دکھ ان لاڈلوں کو سکون نہیں لینے دیتے۔(آپکی رائٹر ہر گز کسی کی لاڈلی نہیں ہے لہذا رائٹر کو سوچنا بند کریں)

وہ اتنے دن صرف ضرار کے لہجے کا دکھ مناتی آئی تھی۔ کیونکہ وہ ان تلخ و اونچے رویوں کی عادی نہیں تھی۔

مجھے معاف کر دو میری جان، میرا لاڈلہ بچہ۔۔۔

منیزے کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں کی گرفت میں لیتے وہ پھر اک دفعہ تکلیف سے بولا۔ تو منیزے اتنے دنوں بعد اسکا لمس محسوس کرتے جی جان سے کانپ اٹھی۔

اک ہاتھ سے منیزے کے سر کو خود پر جھکائے وہ شدت سے اسکی سانسوں کی مہک چرا رہا تھا۔ جبکہ دوسرا ہاتھ منیزے کی کمر پر گردش کر رہا تھا۔

لیکن اتنے دنوں کی تشنگی اتنی جلدی کہاں مٹنے والی تھی۔۔اس سب کے باوجود بھی ضرار کو کسی چیز کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

منیزے کے ہونٹوں کو شدت سے اپنے ہونٹوں میں دباتے وہ پیچھے ہٹا۔ میری گود میں بیٹھو۔۔

منیزے کے ماتھے کے ساتھ ماتھا ٹکاتے وہ تیز سانسوں کے درمیان بولا۔

تو منیزے اسکی فرمائش پر لال انگارہ ہوئی۔نیچے قالین پر لیٹے ہوئے

منیزے اسکی فرمائش پر شرم سے لال ہوتے نفی میں سر ہلاتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔

منیزے کے شرمانے پر ضرار نے مسکراتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو اپنے دائیں بائیں کرتا منیزے کو اُٹھائے بیڈ پر بیٹھا تھا۔

تم جانتی ہو نہ اس پوزیشن کا ایڈیکٹ مجھے تم نے بنایا ہے۔ تو پھر کیوں میری جان لینے پر تلی ہو۔ مجھے تمہارے وجود کو اپنے قریب ترین کرتے محسوس کرنا ہے۔ مجھے اپنے انگ انگ میں محسوس کرنا ہے کہ تم اس وقت میرے نزدیک ترین ہو۔ کیونکہ تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتی کہ میں اتنے دن کیسے گزارے ہیں۔

منیزے کو گود میں بٹھائے ضرار نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے کہا۔ تو منیزے کی پلکیں سجدہ ریز ہوئیں۔ وہ ہمیشہ سے ایسے ہی کس کرتے آئے تھے۔ لیکن آج ضرار کی زبان سے یوں سنتے اسے ڈھیروں شرم نے آن گھیرا۔۔

بیگم اگر تم اگلے اک منٹ میں مجھے کس نہ کی نہ تو قسم سے میں کچھ سوچے سمجھے بنا تمہاری اور اپنی جان اک کر دوں گا۔۔ ویسے بھی وہ سالے مجھے کہہ رہے تھے کہ میں باپ بننے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔۔

ضرار نے منیزے کو ہنوز شرماتے دیکھ کر بے باک دھمکی دی تو منیزے کی آنکھیں حیرت سے یہ سوچ کر کھلیں۔ کہ کیا وہ سب یہ بے شرم باتیں کرتے رہتے تھے۔

منیزے میں۔۔

ضرار کے کچھ بولنے سے پہلے ہی منیزے آنکھیں بند کرتے اسکے ہونٹوں پر جھک گئی۔ جس سے ضرار کے جسم و دل میں سپارک ہوا تھا۔ وہ مزید اپنے سر تاج ڈھکن کی بے باک باتیں نہیں سن سکتی تھی۔

بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے وہ اسے گود میں انتہائی بے باک پوزیشن میں بٹھائے بیٹھا تھا۔ منیزے کی پتلی کمر سے تھامتے ضرار نے اسے اپنے نزدیک ترین کیا۔ تو منیزے لال ٹماٹر ہو گئی۔ شدت سے منیزے کے

ہونٹوں کو سک کرتے اور پھر کمر سے تھامتے آج وہ کسی اور ہی جہاں کی سیر کو نکلا تھا۔

یہ اتنے دنوں کی دوری کا نتیجہ تھا۔ کہ آج ضرار اسکے لمس پر پر سکون ہونے کی بجائے بے چین ہوتے اسے بوکھلاہٹ سے دوچار کر رہا تھا۔
منیزے کو بیڈ پر لٹاتے وہ اس کے اوپر اوپر سایہ فگن ہوا۔ تو منیزے تھوک نگل گئی۔

شدت سے پھر ضرار کو اپنے ہونٹوں سے لپٹتے دیکھ کر اسکی آنکھیں باہر کو نکلیں تھیں۔ کیونکہ آج اسکا انداز مکمل طور پر بدلا ہوا تھا۔

سائیں۔۔

ضرار کے زرا سا پیچھے ہٹنے پر منیزے تیز ہوتی ڈھرکنوں کے درمیان بولی۔۔

کیا ہو گیا ہے اپکو۔۔

وہ اسکے کندھوں پر مکے مارتی کہنے لگی۔۔تو ضرار بند آنکھوں سے مسکرا دیا۔۔کیونکہ اسکی بیگم کی اتنے میں ہی بس ہو گئی تھی۔

میں تمہارے اندر اترنا چاہتا ہوں"۔۔۔"

ضرار نے ہولے سے منیزے کے کان پر پھونک مارتے کہا۔تو منیزے اسکی بے وقت کی فرمائش پر لرزی۔۔

میں ماروں گی سر تاج۔۔۔

منیزے شرم وہ حیا سے چیخ اٹھی۔۔تو ضرار بالوں میں ہاتھ پھیرتے اس کا سر سینے پر رکھتے لیٹ گیا۔

مجھے سکون کی ضرورت ہے میری سبز آنکھوں والی حسینہ۔۔

ضرار آنکھیں موندتے بولا۔تو منیزے کو وہ بے حد تھکا معلوم ہوا۔۔

میرے کمرے میں کیسے آگئی تھی۔۔

ضرار نے اسکی ہاتھ کو چومتے استفسار کیا۔جو کب سے وہ سوچ رہا تھا۔

میں نے برا خواب دیکھا تو بہت ڈر گئی تھی۔۔

منیزے پھر خواب یاد کرتے اسکے اندر گھستے بولی۔ ضرار نے اسکا سر چوما۔

وہ خواب میرے لیے تو اچھا ثابت ہوا ہے۔۔ کم از کم میری بیگم تو میرے قریب آئی۔۔ ضرار اسکے جسم پر بے باکی سے ہاتھ پھیرتے گویا ہوا۔ تو منیزے اسے گھورنے لگی۔

سو جائیں اب۔۔

ضرار کے گردش کرتے ہاتھ پر ہلکا سا بائٹ کرتے وہ بولی تو ضرار اسکے دھمکی آمیز لہجے پر ہنستے آنکھیں بند کر گیا۔۔ لیکن سونے سے پہلے منیزے کو شدت سے گلے لگانا نہیں بھولا تھا۔

صبح آٹھ بجے منیزے تیار ہو کر ضرار کی ٹیبل پر بیٹھتے اسکی چیزوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔

جبکہ ضرار شاور لے رہا تھا۔ منیزے اس وقت بلو شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔اور کالے گھنے بالوں کی سادہ سی چوٹی بنائی گئی تھی۔وہ اس وقت بے حد عام حلیے میں تھی۔

ضرار شاور لے کر بالوں کو ٹاول سے رگڑتے باہر نکلا۔تو منیزے کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔اور کچھ ایسا ہی حال منیزے کا ہوا تھا۔کیونکہ ضرار اس وقت کمر پر فقط ٹاول لپیٹے ہوئے تھا۔

یہ کیا پہنا ہوا ہے تم نے۔۔۔

ضرار حیران کن تاثرات سے منیزے کی جانب آیا۔۔تو منیزے اسکے سوال پر نچلہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

سس سوٹ پہنا ہے۔۔۔

بمشکل وہ بولی۔۔پتہ نہیں وہ کیوں اس کی طرف دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

کس کا سوٹ ہے یہ۔۔

ضرار نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھتے پھر سوال کیا۔کیونکہ جہاں تک وہ جانتا تھا۔اسکی بیگم کے پاس ایسی کوئی کولیکشن نہیں تھی۔جبکہ ضرار نے بھی جو اسکے لئے ڈریس خریدے تھے۔وہ بھی بے حد سٹائلش تھے۔۔

میرا ہے۔۔

منیزے اس سے نظریں چراتے بولی۔ تو ضرار کے اندر غصے کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ اسکی بیوی اس وقت اسے صرف ذہنی ٹارچر کرنے کی کوشش میں تھی۔

ضرار نے اک جھٹکے میں منیزے کو بازو سے پکڑتے نیچے اتارا۔ اور شیشے کے سامنے کیا۔۔

یہ لڑکی میری بیوی نہیں ہو سکتی نہ ہی منیزے سکندر ہو سکتی ہے۔۔ کیونکہ یہ لڑکی انتہائی ڈرپوک ہے۔ اور کم از کم میری بیوی اتنی ڈرپوک نہیں ہے۔

ضرار اسکے پیچھے کھڑے ہوتے غصے سے بولا۔ تو منیزے شیشے میں نظر آنے والے خود کے عکس کو دیکھتے نظریں چرا گئی۔ کیونکہ یہ ڈریسنگ اسکا طرز زندگی نہیں تھی۔ اس وقت وہ وہ بلو عام سی شلوار قمیض میں انتہائی عام سی لڑکی لگ رہی تھی۔ اور اسکا عام سا لگنا ضرار کے دل میں تیش پیدا کر رہا تھا۔

صرف اک غلطی کی وجہ سے تم مجھ سے میری بیوی کو نہیں نہیں چھین سکتی۔نہ ہی میں تمہیں اجازت دوں گا اس چیز کی۔۔

ضرار اسے اک جھٹکے میں کندھے پر اٹھاتے کمرے سے باہر نکلتے اسکے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ جبکہ ضرار کے یوں اٹھانے پر منیزے کی چیخ بے ساختہ تھی۔

لاونج سے گزرتے شبوان دنوں کو اتنے قریب دیکھ کر منہ چھپا گئی تھی۔

شبو پر نظر پڑتے ہی منیزے کو منہ چھپانے کی جگہ نہ ملی تو ضرار کے کندھے پر دانت گاڑنے لگی۔

جس کا ضرار پر کوئی اثر نہیں ہو تھا۔

منیزے کو زور سے بیڈ پر پٹکتے وہ کرخت انداز میں اسکی وارڈروب کی طرف آیا۔

منیزے کا کمرہ چھوٹا تھا۔اسی لیے اسکے کمرے میں ڈریسنگ ایریا نہیں تھا۔۔اس کے برعکس ضرار کا کمرہ انتہائی بڑا تھا۔

منیزے سہمی نظروں سے اسکی کاروائی دیکھنے لگی۔پتہ نہیں وہ کیا ارادہ رکھتا تھا۔

منیزے کی وارڈروب سے اسکی سفید سٹائلش لانگ شرٹ اور جینز نکالتے ضرار نے منیزے کو پھر کندھے پر اٹھایا تھا۔

منیزے تو اسکے بار بار اٹھانے پر گھوم کر رہ گئی تھی۔

ضرار نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے منیزے کو یوں ہی اٹھائے ڈریسنگ روم میں لے کر داخل ہوا۔

اسے صوفے پر بٹھاتے ضرار ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کرتے اسکی جانب مڑا۔تو منیزے اسکی اگلی کاروائی کو سوچتے پیچھے کو کھسکی۔۔

سر تاج کیا کر رہے ہیں اپ۔۔

ضرار کو لائٹ آف کرتے دیکھ کر منیزے اسے پیار سے پچکارتے پوچھنے لگی۔تاکہ اسے باز کر سکے۔

جبکہ ضرار اسکے ہر انداز سے اچھے سے واقف تھا۔

میں وہ کرنے لگا ہوں جو مجھے پہلے ہی کر لینا چاہئے تھا۔پر تمہیں قربت کے معاملے میں ہمیشہ رعایت دیتا آیا ہوں۔کہ کہیں تمہیں اپنی شدتوں سے ہرٹ نہ کر دوں۔۔لیکن میں اتنے عرصے میں یہ جانا ہے۔کہ میں غلطی پر تھا۔کیونکہ وہ کمینے اپنی ننھی منی بیویوں کے ساتھ رومینس کے ریکارڈ توڑ رہے ہیں۔اور اک میں تم پر خوامخواہ کا ترس کھاتا خود کو ہلکان کرتا رہا ہوں"

اندھیرے میں منیزے کو ٹانگ سے خود کی طرف کھینچتے وہ جھنجھلاہٹ سے بولتا چلا گیا۔ کیونکہ یہ سچ بات تھی۔ کہ ضرار نے ہمیشہ اسے نرمی سے ہی چھوا تھا۔۔ پر اب خود کے پیچھے رہ جانے پر اور پھر اپنی بیوی کے ٹارچر کرنے پر وہ پاگل ہونے کو تھا۔

منیزے جو اسکی بے شرمی کا سوچ سوچ کر ڈرے جا رہی تھی۔۔ ضرار کی جھنجھلاہٹ پر کھکھلاتے ہی چلی گئی۔

منیزے کی کھنکھار سنتے ضرار کے جلتے دل کو سکون پہنچا تھا۔ جبکہ منیزے اسے ریلیکس دیکھ کر پیچھے کھسک گئی۔۔ تو ضرار اندھیرے میں اسے تیکھی نظروں سے گھورنے لگا۔ لیکن پھر اک جھٹکے میں اسے اپنی جانب کھینچتے اس نے منیزے کو چیخنے پر مجبور کیا تھا۔

کیوں ظلم کرنے لگی ہو مجھ پر۔۔۔

منیزے کے ڈوپٹے کو گلے سے نکال کر ضرار نے دور اچھالتے استفسار کیا۔ تو منیزے اسکے برہنہ سینے کو چھوتے روح تک لرزی۔ اندھیرے میں اسکی پلکیں عارضوں پر گریں تھیں۔

مجھے تم ایسے ہی پسند ہو جیسے تم میری زندگی میں بنا ناک کیے داخل ہوئے" تھی۔ اپنے جوالہ مکھی جیسے حسن کا عادی بنا کر اب ایسے ستم نہ ڈھاؤ بیگم ورنہ میں اپنی جھنجھلاہٹ و غصہ غرض ہر کیفیت تمہارے اندر داخل ہوتے تم میں بھیج دوں گا۔ پھر تکیے پر سر پٹکتی رہنا۔ کیونکہ یہ جو بنا آواز کیے تم نے مجھ پر ظلم ڈھانے کا طریقہ ڈھونڈا ہے نہ قسم سے میں پھر ہر حد بھلاتا تمھیں ایسے خود میں شامل کروں گا۔ کہ تم مہینوں خود سے نظریں بھی نہیں ملا پاؤں گی"

منیزے کے گلے پر جھکتے ضرار شدت پسندی سے غرایا۔ تو منیزے اسکے جنون ہر گہرے سانس لینے لگی۔ وہ کبھی بھی اتنی بے باک گفتگو نہیں کرتا تھا۔ لیکن رات سے اسکے انداز بدلے ہوئے تھے۔

جبکہ ضرار یہ سوچ سوچ کر پاگل ہونے کو تھا۔ کہ اسکی بیوی اسکی وجہ سے پتہ نہیں یہ عام سا لباس کب سے پہن رہی تھی۔

غم و غصے سے دوچار ہوتے ضرار نے اچانک اک جھٹکے میں اسکی قمیض کندھے سے پھاڑی تھی۔۔ جس پر منیزے کی جان حلق کو آئی۔۔

سائیں س۔۔

وہ چلا اٹھی۔۔

سائیں کی جان چپ کر کے لیٹی رہوں کیونکہ میں صرف تمہاری پہنی اس" سوغات کو دفع دور کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔۔ پر اگر تم زرا سا بھی ہلی تو "یقین مانو میں یہیں صوفے پر شروع ہو جاؤں گا۔۔

منیزے کے کان میں غراتے وہ آہستہ آہستہ اسکی شرٹ اسکے وجود سے جدا کرنے لگا۔ ضرار کے لمس کو اپنے جسم پر محسوس کرتے وہ مرنے کو تھی۔

سائیں میں خود۔۔۔

منیزے کے بات مکمل کرنے سے پہلے ہی ضرار اسکے ہونٹوں کو قید کر گیا۔ منیزے کی گردن میں ہاتھ ڈالتے اسے اوپر اٹھاتے وہ اسکے بولتے، احتجاج کرتے ہونٹوں اپنے دانتوں سے کھا رہا تھا۔ رات وہ اسے بخش گیا تھا۔ لیکن ابھی اسکا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

منیزے کی شرٹ تو وہ اتار ہی چکا تھا۔۔ لیکن اس چکر میں ضرار کی اپنی حالت خراب ہوئی تھی۔ اسی لئے وہ سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے منیزے پر سایہ فگن ہوا۔۔

خود پر بوجھ محسوس کرتے وہ پاگل ہوئی۔ وہ کن چکروں میں پڑ گیا تھا۔

منیزے کی سمجھ سے باہر تھا۔

منیزے کی گردن کو ہونٹوں سے سک کرتے ضرار مکمل طور پر اس پر جھکا ہوا تھا۔ کہ وہ نرم و نازک وجود ہل بھی نہیں پا رہا تھا۔

پہلے وہ خود صرف فقط ٹاول میں تھا۔ اب خود کو بھی ویسی حالت میں دیکھتے منیزے کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔

سائیں شرٹ۔۔۔

کانپتے لبوں سے وہ بامشکل بولی۔ تو ضرار اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو ہلکے سے چوم گیا۔ کیونکہ وہ کانپنے لگی تھی

کیا ضروری ہے یہ لباس پہنا۔۔۔

ضرار نے بے باک سرگوشی کی تو منیزے رونے والی ہوئی۔

اچھی خاصی کونفیڈینٹ لڑکی کو اس نے بوکھلا کر دیا تھا۔

ضرار نیچے جھکتے اسکی ڈھرکنوں کے مقام پر آیا۔ تو منیزے اسکی سانسوں کو اپنے دل کے مقام پر محسوس کرتے سانس روک گئی۔ ضرار اسکی حالت پر گہرا مسکرا رہا تھا۔۔اس نے ابھی تک اسکی ڈھرکنوں کو ہونٹوں سے چھوا نہیں تھا۔اسی لئے ہاتھ سے اسکے دل کے مقام پر انگلی ٹریس کرنے لگا۔ منیزے کے گہرے سانس لینے پر اسکے بدن کے اتار چڑھاؤ ضرار کے دل میں جلتے جزبات کو مزید بھڑکا رہے تھے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اسے اپنی نازک بیگم پر ترس بھی آنے لگا تھا۔

اسی لئے نیچے جھکتے اسکے پیٹ کو ہونٹوں سے چھوتے وہ اس پر سے اٹھتے منیزے کو شرٹ پہنانے لگا۔ منیزے کو مکمل لباس پہنانے کے بعد ضرار نے اٹھتے لائٹ آن کی۔ تو وہ صوفے میں اپنا چہرہ چھپائے رخ موڑے لیٹی تھی۔ یقیناً وہ ضرار سے شرما رہی تھی۔

کالے گھنے گالوں میں ہاتھ پھیرتے ضرار نے دانتوں تلے لب دبایا۔اور اسکے قریب ایا۔

بیلٹ خود پہن لو گی۔یاوہ بھی میں پہناؤں۔۔

نیچے بیٹھتے منیزے کے بازو کو چومتے وہ شرارت سے گویاہوا۔تو منیزے تیزی سے اٹھتے کھڑی ہوتے باہر بھاگنے لگی تھی۔لیکن ضرار نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔کہ منیزے کی پشت لہرا کر ضرار کے سینے سے لگی۔

میرے باہر نکلنے تک مجھے پہلے کی طرح ٹپ ٹاپ کرتی نظر آؤ۔غرض کہ مجھے کوئی کمی محسوس نہیں ہونی چاہیئے۔ورنہ ابھی صرف ٹریلر دیکھایا ہے۔ بعد میں گلہ نہ کرنا۔۔

ضرار اسکے کندھے پر چہرہ ٹکاتے میٹھی میٹھی دھمکیوں سے اسکی جان خلاصی کرتے بولا۔ تو منیزے چہرہ موڑتے اسے زبان چڑا کر باہر بھاگ گئی۔

پیچھے وہ بھرپور دل سے مسکراتے اسے جاتا دیکھ کر خود بھی تیار ہونے لگا۔

ضرار، منیزے کے ساتھ یونیورسٹی پہنچا تو منیزے کی پہلی کلاس مس ہو چکی تھی۔ اسی لئے وہ عجلت میں بھاگتی ہوئی اپنی دوستوں کے پاس پہنچنے کی کوشش میں تھی۔

لیکن تیزی کے چکر میں وہ منہاج علی سے ٹکرا گئی۔ جہاں اتنے عرصے بعد منیزے کو دیکھتے منہاج علی حیران تھا۔ وہیں منہاج کی منحوس شکل دیکھتے منیزے کے خوبصورت چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

منہاج کچھ عرصے سے کہیں گیا ہوا تھا۔۔اک ہفتہ پہلے ہی وہ واپس لوٹا تھا۔ منیزے اسے نظر انداز کرتے آگے بڑھتی چلی گئی۔۔ لیکن منہاج تو اسکے سبز نگینوں جیسے نینوں کی خوبصورتی میں ہی کھو گیا تھا۔

پہلے دن تو وہ صرف گندی نیت سے اسکی طرف بڑھا تھا۔اور بے عزت ہو گیا تھا۔ لیکن آج تو اسکے اندر اک نیا احساس پیدا ہوا تھا۔

سفید لانگ شرٹ میں وہ چاندنی سا حسن لیے بے نیازی سے اسے ٹکرائی تھی۔ سبز آنکھیں آج بھرپور روشن تھیں۔ منیزے تو چلی گئی تھی۔ لیکن منہاج علی کو بھی ساتھ لے گئی۔

وہ پتہ نہیں وہاں کتنی دیر کھڑا اسے سوچتا رہتا اگر نتاشہ اسے ہوش دلاتی ساتھ نہ لے کر جاتی تو۔۔

وہ آج پھر گروانڈ میں بیٹھی تیاری کر رہیں تھیں۔ کیونکہ تھوڑے عرصے کے بعد انکے ایگزام ہونے والے تھے۔

صدا کی پڑھائی سے بھاگنے والی ائرہ داؤد اب کلاس کے ٹاپر میں شمار ہونے لگی تھی۔ اور یہ سب اسکی دوستوں کا کمال تھا۔ جو سب پڑھائی میں اولین تھیں۔

لیکن ایرہ کی پڑھائی کے سلسلے میں اصل جان تو سنان مصطفیٰ نے سولی پر لٹکائی ہوئی تھی۔ کیونکہ سنان مصطفیٰ کے مطابق اسکی بیوی کو اول رہنا چاہیے تاکہ وہ فخر محسوس کر سکے۔

اب ایرہ یہ سوچ کر پریشان تھی۔ کہ وہ اکیلی کس کس کے فخر کا باعث بنے۔ سنی بہت جلدی جان گیا تھا۔ کہ ایرہ پڑھائی میں بے حد لاپرواہ ہے۔ اسی لئے تین دن پہلے وہ رات کو خود جا کر ایرہ کو اسکی پریزنٹیشن کی تیاری کروا کے آیا تھا۔

جہاں سنان مصطفیٰ بھرپور شرافت کے ساتھ ایرہ کو پڑھا رہا تھا۔ وہیں ایرہ اسے اپنا ٹیچر بنے دیکھ کر چڑ رہی تھی۔ کیونکہ وہ کسی سخت پروفیسر کی طرح اسے پڑھانے میں لگا تھا۔ اور ساتھ ساتھ کام اچھا نہ کرنے پر سزا بھی دے رہا تھا۔

اب بھی ایرہ پوری توجہ کے ساتھ تیاری کر رہی تھی۔ لیکن آج کسی اک کا دل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا۔ تو وہ مسسز عیسیٰ تھیں۔

چندا کیا بات ہے کیوں منہ لٹکایا ہوا ہے۔۔

علیزے نے بک سے نظریں اٹھائے مشعل کو دیکھا۔ جو منہ لٹکائے ہر طرف نظریں دہرا رہی تھی۔ علیزے کے پوچھنے پر وہ دونوں بھی متوجہ ہوئیں۔۔

میں بور ہو رہی ہوں۔

نچلے ہونٹ کو باہر نکالتے وہ معصومیت سے بولی۔۔۔

تو پڑھ لو نہ پھر بور نہیں ہو گی تم۔۔

ایرہ نے بسکٹ کھاتے اسے بے نیازی سے مشورہ دیا۔ تو مشعل منہ ٹیڑھا کر گئی۔۔

تم ہی پڑھو کیونکہ تمہیں ہی سنان بھیا کی سزاؤں کو بھگتنا ہے مجھے نہیں۔۔

ایرہ کے مشورے پر مشعل چڑتے ہوئے بولی۔ تو ایرہ کے حلق میں بسکٹ اٹک گیا۔۔ اور چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا۔ کیونکہ سنان مصطفیٰ کی بے باک سزاؤں کو یاد کرتے اسکا دل زوروں سے دھڑکنے لگا تھا۔

اللہ کرے تم اور بور ہو، پدی چڑیل کہیں کی۔۔

ایرہ دانت پیستے عیس کی طرح اسے پدی کہتے مزید چڑا گئی۔ جس پر مشعل نے ایرہ کو زبان باہر نکال کر چڑا کر بدلہ لے لیا۔۔

مشعل کے چڑنے پر منیزے اور علیزے اک دوسرے کو دیکھنے لگی۔ کیونکہ وہ اپنے چوزے کی چڑنے کی وجہ جان نہیں پا رہیں تھیں۔

تم ایسا کرو میرے موبائل میں یہ گیم کھیل لو، ایسے تمہارا دل لگ جائے گا۔۔

منیزے نے بیگ سے اسے موبائل نکال کر دیا تو مشعل کچھ سوچتے تھام گئی۔

مشعل کے چپ کر کے موبائل تھامنے پر وہ دونوں تشکر بھری سانس خارج کر کے دوبارہ کام میں مصروف ہو گئیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسے ہی منہ لٹکا کر بیٹھی رہتی تو اس کا منہ دیکھتے وہ تینوں ہی توجہ سے کام نہ کر پاتیں۔

دس منٹ موبائل میں گیم کھیلنے کے بعد مشعل کو پھر بھی سکون نہ ملا تو وہ نظریں اٹھا کر ان تینوں کو دیکھنے لگی۔ جو زوروں شور سے اپنا اپنا کام کر رہیں تھیں۔

کچھ سوچتے مشعل کی آنکھیں چمکیں تھیں۔اپنی سوچ پر عمل کرنے سے پہلے اسکے دل میں ڈر پیدا ہوا تھا۔ لیکن پھر وہ یہ سوچ کر اپنے ڈر کو دبا گئی۔ کہ ایسے وہ بہت مزا کر سکے گی۔

اسی سوچ کے تحت مشعل آہستگی سے ان تینوں کے پاس اٹھتے پیچھے کی جانب پیر اٹھاتے آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئی۔تاکہ وہ تینوں اسکی غیر موجودگی کو محسوس نہ کر سکیں۔

ان تینوں سے دور ہوتے وقت مشعل کا دل تیزی سے ڈھر کنے لگا تھا۔بے شک وہ ان کے ساتھ پرینک کرنا چاہ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی اسے اکیلے ڈر سا محسوس ہو رہا تھا۔

کچھ دن پہلے منیزے کے الفاظ یاد کرتے اس کے ننھے سے دل میں تتلیاں سی اڑنے لگیں۔۔وہ دیکھنا چاہتی تھی۔ کہ اسکے غائب ہونے پر وہ تینوں اسے کیسے ڈھونڈتیں ہیں۔یا پھر عیس کیسے اسکے پاس پہنچ سکتا ہے۔

کیونکہ منیزے نے اسے یقین دلایا تھا۔ کہ مشعل سلیمان ہمیشہ عیس علی ہمدانی کی حفاظت کے سایے میں رہتی ہے۔ تو عیس کو سوچتے اسکے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ مچلی اٹھی۔ بے شک وہ اپنے شوہر کی محبت کی تڑپ دیکھنا چاہ رہی تھی۔

وہ آج شائد ان سب کو آزمانہ چاہتی تھی۔ سوچوں میں چلتے ہوئے وہ ان تینوں سے کافی دور نکل آئی۔ لیکن اب اسے چھپنے کے لئے جگہ چاہئے تھی۔ جو کہ اسے جلد ہی نظر آگئی تھی۔

بے خبری میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے وہ یونیورسٹی کے بیک سائیڈ پر چلی آئی۔ یونیورسٹی کا یہ ائیریا وہ پہلی بار دیکھ پا رہی تھی۔ کیونکہ سلطان نے ان چاروں کو اس طرف آنے سے سختی سے منع کیا ہوا تھا۔ لیکن آج اپنے پرینک کے چکر میں وہ یہیں پر آگئی۔ یونیورسٹی کے اس سائیڈ پر بڑے بڑے درخت تھے۔

یہاں کوئی آتا نہیں کیا۔۔

بڑے سے گروانڈ کو سنسان دیکھتے مشعل نے بے اختیار دل میں سوچا۔۔ گرین کلر کے پٹیالہ شلوار قمیض میں گلے میں ڈوپٹہ ڈالے اپنے معصومیت بھرے حسن کے ساتھ چلتے ہوئے آکر اک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔

موسم ابھی کافی حد تک ٹھڈا ہی تھا۔ لیکن فیشن کے نام پر وہ چاروں سویٹر نہیں پہنتی تھیں۔ پر ضرورت کے وقت وہ چاروں اپنے شوہر سے جیکٹ لینے چل پڑتیں تھیں۔

اسی لئے ابھی بھی مشعل صرف سوٹ میں ملبوس تھی۔ لیکن دھوپ ہونے کی وجہ سے اسے سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے گلابی پیروں میں خوبصورت جوتی پہنی ہوئی تھی۔

درخت کے ساتھ بنے بینچ پر بیٹھتے وہ ٹانگوں کو ہلاتے چاروں اطراف نظریں دہرانے لگی۔ اسے یہاں آئے آدھا گھنٹہ تو ہو ہی گیا تھا۔ جلدی میں

وہ منیزے کا موبائل ساتھ ہی لے آئی تھی۔ان سب کے آنے کا انتظار کرتے مشعل موبائل میں گیم کھیلنے لگی تھی۔

اپنی معصومیت اور بے خبری میں وہ خود کو کتنی بڑی مصیبت میں پہنچانے والی تھی۔اس سے ناواقف تھی۔

چندازرا موبائل دینا مجھے سر تاج کو کال کرنی ہے۔۔

سر نیچے گرائے منیزے نے ہاتھ بڑھاتے مشعل سے موبائل مانگا۔تو جواب ندارد۔۔۔

سر اٹھاتے اس نے مشعل کو دیکھنا چاہا تو مشعل کی جگہ خالی تھی۔

مشعل کہاں گئی۔۔

منیزے بک بند کرتے تیزی سے بولی۔ توایرہ اور علیزے بھی اسکی آواز پر سر اٹھائے دیکھنے لگی۔

ابھی تو یہیں پر تھی، یہ کہاں چلی گئی۔

علیزے نے حیرت سے دیکھا۔ مشعل کا بیگ اور چیزیں اسکی جگہ پر ہی پڑیں تھیں۔ لیکن وہ خود غائب تھی۔

کسی انہونی احساس کے تحت ان تینوں کا دل دھڑکا تھا۔ سب کچھ چھوڑتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

یہ کہاں چلی گئی خدارا۔۔۔

منیزے بے سکونی سے بولی۔۔

پریشان نہیں ہو چلو ڈھونڈتے ہیں، وہ بور ہو رہی تھی۔ کہیں چھپ نہ گئی ہو۔۔

علیزے ان کو پر سکون کرتے بولی۔ لیکن اسکا دل خود مشعل کے لئے بے چین تھا۔۔

کیونکہ وہ اسے کبھی کہیں بھی اکیلے نہیں جانے دیتی تھیں۔ کچھ دن پہلے تو عیس نے بھی ان تینوں کو خاص طور پر مشعل کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی تھی۔ لیکن اب ایسے اچانک مشعل کا غائب ہو جانا اس سب کی جان لبوں پر لا رہا تھا۔

ہر جگہ ڈھونڈنے کے بعد بھی جب مشعل انکو نہ ملی تو ان سب کے چہرے سفید ہونے لگے۔ کیونکہ اگر وہ چھپی ہوتی تو یقیناً انکو مل بھی جاتی۔ پر وہ کہیں بھی نہیں تھی۔

لیزو، خان بھائی کو کال کر کے جلدی سے ساری صورتحال بتاؤ کیونکہ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ پتہ نہیں وہ کہاں چلی گئی ہے۔۔

منیزے پریشان ہوتے بولی تو علیزے ہاں میں سر ہلاتے سلطان کو کال ملانے لگی۔ جبکہ ایرہ ابھی بھی ارد گرد دیکھتے مسلسل مشعل کو آوازیں لگا رہی تھی۔ لیکن وہ یہاں ہوتی تو سن پاتی نہ۔

علیزے نے سلطان کو کال کر کے ساری صورتحال بتائی تو سلطان نے اسے جلد پہنچنے کا کہہ کر آس پاس پھر مشعل کو دیکھنے کا کہا۔۔ جس وہ سر ہلاتے اک دفعہ پھر تینوں مشعل کی تلاش میں لگ گئیں۔

وہ تین گھنٹوں سے اسے ڈھونڈ رہیں تھیں۔اور اب تو یونیورسٹی کے چھٹی کا وقت بھی ہو گیا تھا۔

دو گھنٹے مسلسل وہیں بیٹھے رہنے پر جب کوئی نہ آیا تو مشعل منہ بسورے لگی۔ لیکن اسے یقین تھا کہ وہ سب ضرور اسے ڈھونڈ رہے ہوں گئے۔اپنے مل جانے پر ان سب کا ری ایکشن سوچتے اسکا دل مچلا۔وہ باری باری سب کے ری ایکشن کو سوچ کر مسکرانے لگی۔۔

علیزے ضرور اسکے خان بھائی کے کندھے پر سر رکھے رو رہی ہو گی۔اور منیزے پریشانی سے اپنے ہونٹ کاٹتی ضرار کو پر امید نظروں سے دیکھ رہی

ہو گی۔ جبکہ ایرہ پریشانی سے سنی کے ہاتھ پر ناخن گاڑتے اسے کہہ رہی ہو گی۔ کہ وہ جلد از جلد مشعل کو ڈھونڈے۔۔

یہ سب سوچتے اسکا دل شرارتی انداز میں دھڑکتے مشعل کو بے چین کر رہا تھا۔ لیکن ان سب کی اپنے لئے فکر اور پیار کا سوچتے وہ خود پر قابو کرتے بیٹھی رہی۔ ورنہ تو اب اسکا دل کر رہا تھا کہ اڑ کر ان سب کے سامنے جا کر انکو حیران کر دے۔۔

مسلسل ٹانگوں کو ہلاتے وہ انکے انتظار میں بیٹھی تھی۔ کہ پیچھے سے کسی نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھتے مشعل کو بے ہوش کیا تھا۔

یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ مشعل کو چلانے کا بھی موقع نہیں ملا تھا اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی چلی گئی۔

مشعل کے بے ہوش ہوتے ہی وہاں کھڑے آدمی اسے اٹھا کر کور کرتے جلدی سے نکلے تھے۔اور یہ سب دیکھتے نتاشہ کی آنکھوں میں اک خاص چمک تھی۔

تہ خانے کی طرف جاتے ہوئے نتاشہ نے مشعل کو یہاں دیکھا تھا۔تو وہ حیران ہوئی۔کیونکہ مشعل کو یوں اکیلے اس خطرناک حصے کی جانب ہونا حیران کن ہی تھا۔

مشعل کو اکیلے دیکھ کر جہاں نتاشہ کے وجود میں غصے بھری چنگاڑیاں اٹھیں تھیں۔وہیں اپنے ذہن میں کسی خیال کے تحت اسکی آنکھیں چمکیں تھیں۔ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ کوشش شروع کر چکی تھی۔اور اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔

اپنے آدمیوں کو بلا کر نتاشہ نے مشعل کو اٹھانے کا بولا تھا۔اور خود وہیں چھپ کر مشعل پر نظر رکھنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں اسکے دو خاص آدمی مشعل کو بے ہوش کر کے لے جا چکے تھے۔ پیچھے نتاشہ بے فکر ہوتے اپنے کام کی طرف چلی گئی۔ تاکہ فرصت سے وہ مشعل سے نبٹ سکے۔

ہال میں وہ تینوں سر گرائے بیٹھیں تھیں۔ مشعل کی گمشدگی ان تینوں کے ہوش و حواس پھیر گئی تھی۔ علیزے تو باقاعدہ اب رونے لگی تھی۔

وہ لوگ ہر ممکن جگہ پر مشعل کو ڈھونڈنے گئیں تھیں۔ جہاں مشعل کے ہونے کے چانس ہو سکتے تھے۔ لیکن مشعل انہیں نہیں ملنی تھی۔ اور نہ ہی ملی تھی۔ کیونکہ مشعل اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ کر دی گئی تھی۔

علیزے کی سسکیاں ہال میں گونج رہیں تھیں۔ وہیں منیزے سرخ سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔

منیزے کے کانوں میں اپنے کہے گئے ہی الفاظ سنائی دے رہے تھے۔جب وہ کچھ دن پہلے مشعل کو کہہ رہی تھی۔کہ اگر اسکی چندا اسے بلائے گی تو وہ ضرور اس کے پاس آئے گی۔

کیا مشعل نے اسے بلایا ہو گا۔۔۔۔

چندا کس حال میں ہو گی۔۔۔۔

مشعل کہاں ہو گی۔۔۔۔

اگر مشعل کے ساتھ کچھ برا ہو گیا تو۔۔۔۔۔

کتنے ہی ایسے سوال تھے۔۔جو منیزے کے دماغ میں آ رہے تھے۔۔۔

جب کوئی اپنا آپکی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔۔تو اپکو دنیا اُدھوری نظر آنے لگتی ہے۔کچھ ایسا ہی حال ان تینوں کے ساتھ بھی تھا۔ان تینوں کو اس وقت جو ادھورا پن محسوس ہو رہا تھا۔وہ نا قابل بیان تھا۔۔

وہ تینوں اک دوسرے سے نظریں چرا رہیں تھیں۔ کیونکہ انہیں یقین تھا۔۔ کہ اگر ان تینوں نے اک دوسرے کو دیکھ لیا۔ تو یقیناً وہ شدت وے رو دیں گئیں۔ ان کے دل اک انجانی خوف سے دھڑکتے انہیں پاگل کر رہے تھے۔ انکا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ مشعل کہیں سے نکل کر انکے سامنے آتے انکے بے سکون دل کو قرار پہنچا دے۔

ایرہ کا اتنا برا حال تھا۔۔ کہ وہ گھر بھی نہیں گئی تھی۔ گھر میں انفارم کرتے وہ یہیں چلی آئی تھی۔ لیکن ان تینوں کو جو اپنے ساتھ لائے تھے۔ وہ انہیں یہاں بیٹھاتے خود کمرے میں کہیں غائب ہو گئے تھے۔

علیزے کی دبی دبی سسکیاں اب اونچی ہوتی جا رہیں تھیں۔

سنی کمرے سے نکلتے ہال میں آیا تھا۔ اپنی بھابھی کو بری طرح روتے دیکھ کر وہ لب بھینچ گیا۔ کچھ ہی گھنٹوں میں انکا برا حال ہو گیا تھا۔۔

لب بھینچے وہ دوبارہ کمرے میں گیا۔ جہاں سلطان کال پر مصروف تھا۔ اور ضرار لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

خان باہر جا کر خانم بھابھی کو سنبھالو وہ رو رہیں ہیں۔۔

سلطان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے سنی نے اسے متوجہ کیا۔ تو سلطان اسکی اپنی بھابھی کے لئے فکر پر مسکرا دیا۔ سلطان نے اسے دو منٹ رکنے کا اشارہ کیا۔ تو سنی نے آگے بڑھتے ہوئے اسکے کان سے لگا موبائل پکڑ کر کال بند کر دی۔

کہا نہ پہلے بھابھی کو دیکھو انہیں ضرورت ہے۔ اور تم بھی اٹھو۔۔۔

سنی نے کرخت لہجے میں سلطان کو سناتے ساتھ ضرار کو بھی اٹھایا تو وہ دونوں اک نظر اسے دیکھ گئے۔ جو آج سنجیدہ اور سپاٹ نظر آ رہا تھا۔ وہ اچھے سے سنی کی حالت سمجھ رہے تھے۔

مشعل گڑیا سیف ہے سنی پھر کیوں یہ خونخوار شکل بنائی ہے۔۔

ضرار نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے کہا۔اور اٹھ کھڑا ہوا۔تو سنی ضبط سے مٹھیوں کو بھینچنے لگا۔سفید رنگت اس وقت سرخ انگارہ ہوئی پڑی تھی۔ گولڈن آنکھوں میں صرف اپنوں کے لئے فکر تھی۔

اس کمینی عورت کی ہمت کیسے ہوئی میری بہن کو ہاتھ لگانے کی۔۔

دیوار پر مکہ مارتے وہ ضبط سے غرایا تو سلطان آگے بڑھتے اسے گلے لگاتے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔وہ دونوں اچھے سے جانتے تھے۔کہ عیس اور سنی خود سے جڑے لوگوں کے لئے کس حد تک سینسیٹو ہیں۔ کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔کہ ہر وقت لاپرواہ نظر آنے والے یہ دو انسان حقیقت میں آخر ہیں کیا۔۔۔

جہاں ضرار اور سلطان پلینگ سے چلتے تھے۔۔وہیں یہ دو شیر بپھرتے ہوئے ہر حد بھلا دیتے تھے۔ مشعل کی اچانک گمشدگی نے بھی سنی پر کچھ ایسا ہی اثر کیا تھا۔لیکن سلطان کو معاملات کو اچھے سے سنبھالنا تھا۔وہ اتنے مہینوں کی محنت ضائع نہیں کر سکتے تھے۔

ضرار نے بھی آگے بڑھتے ہوئے انہیں ہگ کیا۔ جس پر سنی سرخ آنکھیں بند کرتے ضبط بھری سانسیں لینے لگا۔ وہ یقیناً عیس کو اکیلے نہ جانے دیتا۔ پر فلحال اسکا اکیلے جانا ہی طے تھا۔ سنان مصطفیٰ کو کنٹرول کرنا اک مشکل امر تھا۔

تمہیں شک ہے کیا اپنی قابلیت پر اور ہم پر بھی۔ کہ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ہم سے جڑے لوگوں یا ہماری بیویوں کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکتا ہے۔۔

تم یہ بات اچھے سے جانتے ہو کہ ہماری بیویاں ہر وقت گارڈز کی حفاظت میں رہتیں ہیں۔ البتہ نتاشہ کے کھل کے سامنے آنے کے لئے اور پھر اسکے خاتمے کے لئے یہ کام ضروری تھا۔۔ جو کہ ہم نے کر لیا ہے۔ اب باقی وہاں ہمارا گنڈا سب سنبھال لے گا۔ اور پھر تم اپنے گنڈے کے جنون سے اچھے سے واقف ہو۔ کہ وہ اپنے چوزے کے لئے کس حد تک سینسیٹو اور دیوانہ ہے۔

سلطان نے سنی کو تفصیل بتائی۔تاکہ وہ ٹھنڈا ہو سکے۔

تم دونوں جاؤاب بھابھیوں کے پاس۔۔
سنی انکو بھیجتے خود بیڈ پر جا گرا تھا۔تو سلطان اور ضرار اسے دیکھتے باہر نکل
ائے۔

جہاں ہال میں علیزے رو رہی تھی۔تو ایرہ اور منیزے سنجیدگی سے کسی غیر
مرئی نقطے پر غور کرنے میں لگیں تھیں۔

خانم۔۔۔۔

سلطان نے محبت سے چور لہجے میں علیزے کو پکارا تو اسکی آواز سنتے تیزی
سے مڑتے وہ سلطان کے گلے لگی تھی۔جس پر سلطان سکون محسوس
کرتے اسے خود میں شدت سے بھینچ گیا۔۔تو علیزے کی ہچکیاں بلند ہوتیں
گئیں۔

گڑیا آپ سنی کو دیکھو۔۔۔۔

ضرار نے ایرہ کو مخاطب کیا۔ تو وہ سر ہلاتے کمرے میں چلی گئی۔ جبکہ ضرار اپنی بیگم کے پاس آیا تھا۔ جو حد سے زیادہ پریشان اور بے حال نظر آرہی تھی۔ جس ڈریس میں منیزے صبح حسین ترلگ رہی تھی۔۔اب اسی سفید لباس میں سفید چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اسکے چہرے کی شادابی غائب ہوگئی تھی۔ ضرار منیزے کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ کہ اسی وقت اسکے کانوں میں سلطان کی پریشان آواز سنائی دی۔۔

خانمم۔۔خانم ہوش کریں یار۔۔۔

علیزے سلطان کے بازوؤں میں بے ہوش ہوگئی تھی۔ سلطان کی آواز سنتے وہ سب متوجہ ہوئے تھے۔۔ سنی اور ایرہ بھی باہر نکل آئے۔۔

کیا ہوا بھابی کو۔۔

سنی فکر مندی سے سلطان کی طرف آیا۔۔ جس نے علیزے کو بازوؤں میں اٹھایا ہوا تھا۔۔

بھائی آپ لیزو کو لٹائیں یہاں۔۔

منیزے نے سلطان کو صوفے کی جانب اشارہ کیا تو سلطان نے اسے بازوؤں میں اٹھاتے صوفے پر لٹایا۔۔

بلیک گاؤن میں خوبصورت چہرے پر حجاب کیے وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔

سنی میں خانم کو کمرے میں لے کر جا رہا ہوں۔ وہاں آ کر چیک اپ کرو۔۔ سلطان علیزے کو اٹھاتے اپنے کمرے میں لے کر آیا تو باقی سب بھی وہیں چلے ائے۔ جبکہ سنی کے چیک اپ کرنے کا سن کا وہ حیران ضرور ہوئیں تھیں۔

پریشانی اور بی پی لو ہونے کی وجہ سے بھا بھی بے ہوش ہوئیں ہیں۔۔

سنی نے علیزے کا چیک اپ کرتے بتایا۔ تو سلطان بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

آپ لوگ بھابھی کے پاس رہیں۔اور میں کھانا بھجوا رہا ہوں۔۔جو بھابھی کے ساتھ آپ لوگوں نے خود بھی کھانا ہے۔مجھے ادھر مزید کوئی بے ہوش نہیں چاہیئے۔

منیزے کا سر چومتے ضرار نے اسے ہدایت کی۔تو وہ سر ہلاتے بیڈ پر لیٹی علیزے کے پاس آئیں۔

ضرار سنی کو اشارہ کرتا باہر نکل گیا۔جبکہ سلطان علیزے کے روئے چہرے کو بغور دیکھنے لگا تھا۔

بھابھی خانم کا گاؤن اتار دیجئے گا۔

علیزے کے ماتھے کو چومتے سلطان باہر نکلتا چلا گیا۔وہ اس وقت اپنے مشترکہ فلیٹ میں موجود تھے۔کیونکہ یونیورسٹی سے واپسی پر وہ ان تینوں کی پریشان حالت دیکھتے انہیں یہیں لے آئے تھے۔

سلطان کے باہر جانے پر ایرہ نے کمرے کے دروازے کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھا جہاں سے اسکا شوہر غائب ہوا تھا۔

کیونکہ اسکا شوہر اسکا ماتھا چوم کر نہیں گیا تھا۔ایرہ نے بری طرح سنی کا نظر انداز کرنا محسوس کرتے اپنے لب بری طرح کچلے تھے۔آنکھیں یکم دم آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں۔ لیکن وہ بے دردی سے آنکھوں کو صاف کرتے منیزے کی طرف متوجہ ہوئی۔جو علیزے کی ہتھیلیوں کو رگڑتے اسے ہوش دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔وہ سب اک دوسرے کی فکر میں ہلکان ہو رہے تھے۔

عیس کی لوکیشن کیا ہے۔۔۔

ضرار نے کمرے میں آتے سی سے استفسار کیا۔۔جو لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا تھا۔

قریب ہی ہے۔۔

سنی نے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے جواب دیا۔ تو ضرار سر ہلا گیا۔۔

نتاشہ کو اٹھانے کا وقت ہے۔۔۔۔

سلطان نے اندر داخل ہوتے حکم دیا۔ تو وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔ کیونکہ وہ اک بعد میں کرنے والا کام پہلے کرنے کا کہہ رہا تھا اب۔۔

پر تم نے کہا تھا۔۔۔ سنی اس سے پہلے بات مکمل کر پاتا سلطان اسے روک گیا۔۔

چند گھنٹوں میں انکی حالت دیکھو کیا ہو گئی ہے۔۔ صرف اس بے**

عورت کی وجہ سے۔۔۔

گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ چیخا تھا۔ وہ کسی صورت بھی آپنی خانم کی حالت نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

ریلیکس یار رر۔۔

کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔۔

ضرار نے سلطان کو قابو کرتے بٹھایا۔ کچھ دیر پہلے وہ دونوں سنی کو ٹھنڈا کر رہے تھے۔اور اب سلطان بے قابو ہو رہا تھا۔۔

سالوں کیوں بھول رہے ہو، وہ کمینہ وہاں ہنی مون منانے گیا گیا ہے۔۔
ضرار نے انکو لتاڑتے ہوئے بولا۔ تو نا چاہتے ہوئے بھی عیس کی باتیں اور بے تابیِ یاد کرتے انکے چہرے پر مسکراہٹ مچل گئ۔۔۔
میں پیچھے رہ جاؤں گا ایسے تو۔۔۔
سنی نے نچلے ہونٹ کو دباتے منہ بنایا تو سلطان اسکی گردن پر تھپڑ رسید کر گیا۔
کونسی ریس لگائی ہے تم لوگوں ن کمینوں ے یہاں پر، اک اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو دوسرے کو بھی وٹامن بیوی کی کمی محسوس ہونے لگتی یے۔
اگر تم لوگوں کی بیویوں کو پتہ چل گیا نہ کہ تم لوگوں نے ان سے آدھے

سے زیادہ رومانس صرف اک دوسرے کو جلانے کے لیے کیا ہے۔ تو تم دونوں کو کچا چبا جائیں گئیں وہ۔۔

سلطان دانت پیستے ہوئے گویا ہوا۔ جبکہ ضرار اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔ لیکن سنی کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ کیونکہ اگر اسے فکر لاحق ہوئی تھی۔ کہ وہ پیچھے رہ جائے گا۔ تو اس فکر سے اہم کچھ بھی نہیں تھا۔

مجھے بھی ہنی مون پر جانا ہے۔۔

سنی نے معصومیت بھری ڈیمانڈ کی۔ جس پر سلطان اسے گھورنے لگا۔

اگر وہ کمینا مجھ سے پہلے باپ بنا تو میں بتا رہا ہوں کہ میں ناراض ہو جانا۔۔۔

سنی ناک چڑھائے بولا تو سلطان اسکی کمینی دھمکی پر واہ کر گیا۔

سالے اسکو بھی تو دیکھ جو باپ بننا تو دور ابھی گہرائی میں بھی جا نہیں پایا۔۔

سلطان نے گہری سانس لیتے ضرار کی جانب اشارہ کیا۔ تو خود کو ٹارگٹ بنانے پر ضرار کا چہرہ پل میں سرخ ہوا تھا۔

جبکہ ضرار کی حالت دیکھتے سنی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

ضرار خشمگیں نظروں سے انہیں گھورتے لعنت بھیجتے کمرے سے نکلتے چلا گیا۔اسے کھانا آڈر کرنا تھا۔۔اگر یہاں رہتا تو ان بے غیرتوں نے اسکا خون ہی جلانا ہے۔اور اسکا کوئی موڈ نہیں تھا۔۔

آہستہ آہستہ آنکھیں کھولتے وہ ہوش کی دنیا میں پلٹی تو خود کے ہاتھوں اور پیروں کو رسی میں بندھے دیکھ کر مشعل کے ہوش اڑے۔

چیخنے کے خیال پر منہ پر ٹیپ کو دیکھا۔تو اسکا ننھا سا دل سہم گیا۔ذہن نے سب یاد دلایا کہ وہ کیسے اس حال میں پہنچی ہے۔تو اسکی بھوری آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ گرین کلر کے سوٹ میں وہ رسیوں سے جکڑی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔گاڑی کی کھڑکی سے دن کے اجالے کو دیکھتے

مشعل کو ڈھارس ملی۔ کہ ابھی دن کا ہی وقت تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس وقت کیا ٹائم تھا۔اور وہ کب سے یہاں پر تھی۔

ڈر و خوف سے اسکا دل دھڑکتا جا رہا تھا۔اور بھوری آنکھوں سے آنسو روانی سے بہنے لگے تھے۔

آنکھیں بند کرتے اسکے دل نے اپنے محافظ کو پکارا اگر اسے پتہ ہوتا کہ اسکا چھوٹا سا مذاق اسے اس حال میں پہنچا دے گا۔ تو وہ کبھی بھی ایسی غلطی نہ کرتی۔

گاڑی میں اس وقت دو آدمی موجود تھے۔ جن میں اک گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تو دوسرا پیسنجر سیٹ پر بیٹھا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

اس چھوٹی سی لڑکی کی کیا نتاشہ میڈم سے دشمنی ہے۔۔

فون بند کرتے وہ تجسس سے بولا۔ کیونکہ کال پر نتاشہ اسے سوات جانے کا حکم دے رہی تھی۔

یہ بات تو میڈم ہی جانے ہم تو حکم کے غلام ہیں۔۔ڈرائیونگ کرنے والے نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

تو پیچھے لیٹی مشعل، نتاشہ کے نام پر چونک گئی۔ کیا اس نے اسے اغوا کروایا تھا۔ وہ خوف سے کانپ گئی۔ اخر نتاشہ اس کے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ وہ اس سے آگے کا سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ دل میں ورد کرتی وہ مسلسل عیس کا پکارنے لگی تھی۔ بے بسی سے اسکی آنکھیں مسلسل بہتی جا رہیں تھیں۔

پچھلے کتنے گھنٹوں سے وہ ایسے ہی پڑی تھی۔ آگے بیٹھنے والے نہیں جانتے تھے۔ کہ پیچھے پڑا وجود ہوش میں آتے انکی ساری باتیں سن رہا ہے۔

آنکھوں کو میچے وہ ڈر و خوف سے اپنے بابا کو یاد کر رہی تھی۔ جنہوں نے ہمشہ اسے سمجھایا تھا۔ کہ مشکل وقت میں اسے اپنے خدا پر یقین رکھنا ہے۔

اور اپنے اللہ سے مدد مانگنی ہے۔ کیونکہ جب ہم پورے دل ونیت سے اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں تو وہ ہمیں کبھی خالی نہیں موڑتا۔

حسن صاحب کی نصحیت یاد کرتے مشعل نے نم آنکھیں بند کرتے اپنے رب کو پکارا تھا۔اور وہ مسلسل پکارتی جارہی تھی۔ کیونکہ اسے ہمت نہیں ہارنی تھی۔ وہ اپنے شوہر کی امانت تھی۔ جس نے آج تک اسے سخت نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔۔ کہ کہیں اسکی نازک سی بیوی ہرٹ نہ ہو جائے۔ تو وہ کیسے ہمت ہارتے اسکی امانت خراب ہونے دے سکتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ عیس علی ہمدانی کبھی ان لفظوں میں مشعل سلیمان سے اظہار نہیں کرے گا۔ کہ جن لفظوں میں عشق بیان کیا جاتا ہے۔پر وہ جانتی تھی۔ کہ اسکا شوہر اسکے لئے جنون رکھتا ہے۔ کیونکہ مشعل نے ہمیشہ اسکی آنکھوں میں اپنے لیے اک الگ جذبہ دیکھا تھا۔ وہ گنڈوں سا حلیہ رکھنے والا انسان اسکے لئے بلکل مختلف تھا۔اور وہ یہ بات مان چکی تھی۔

دل میں مسلسل ورد کرتے وہ دعا مانگ رہی تھی۔ کہ خدا اسکی حفاظت کے لیے کوئی وسیلہ بھیج دے۔۔اپنی انہی دعاؤں میں وہ مگن تھی۔ کہ گاڑی اک جھٹکے میں اچانک رکی تھی۔ گاڑی کے اچانک رکنے سے ماحول میں ارتعاش پیدا ہوا تھا۔اور ساتھ ہی مشعل آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔ لیکن وہ وجہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

جبکہ آگے دو بیٹھے انسان سڑک کے بیچ و بیچ اک انسان کو گاڑی کے ساتھ کھڑے دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔

عیس نے نظریں اٹھاتے سامنے دیکھا تھا۔ جہاں اسکی متاعِ جاں موجود تھی۔ وہ گاڑی اور اس گاڑی کی ہر وہ چیز عیس علی ہمدانی کے لئے انمول ہو گئی تھی۔ جس جس چیز کو مشعل سلیمان نے چھوا تھا۔

بلیک ٹی شرٹ پر بلیک ہی پینٹ پہنے اپنے لمبے بالوں کی پونی میں وہ کافی رف ٹف حلیے میں تھا۔ کلائیوں میں پہنے بینڈز اور فرینڈ شپ بینڈ اپنی پوری شان

سے چمک رہا تھا۔ جبکہ گلے میں پہنی سلور چین بھی اپنی جھلک دیکھا رہی تھی۔ عیس علی ہمدانی کو محسوس ہو رہا تھا۔ کہ جیسے اسکی پوری کائنات اسکی کلائی میں پہنے بینڈ اور گاڑی میں لیٹے وجود میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔

چہرے پر ماسک لگائے وہ مضبوط قدم اٹھاتے گاڑی کی بڑھا۔

جیسے جیسے وہ قدم اٹھا رہا تھا۔ اسکا دل تیزی سے دھڑکتے باہر نکلنے کو بے چین ہو رہا تھا۔

وریہ بے چینی محبوب کو کھونے کے باعث تھی۔ جو کچھ گھنٹوں میں اسکی نظروں سے دور ہوئی تھی۔

گاڑی کی جانب آتے عیس نے اپنا ماسک اتارتے ہوا میں اچھالا تھا۔ اسکے ماسک اتارتے ہی گاڑی میں بیٹھے نفوس کے رنگ اڑے تھے۔

یہ تو فائٹر علی ہے۔۔۔۔

ڈرائیو کانپتے ہوئے سامنے دیکھتے بامشکل بولا۔ تو دوسرا بھی سر ہلاتے اسکی تائید کر گیا۔

پر یہ اس طرف کیوں آرہا ہے۔ کیا اس لڑکی سے اسکا کوئی تعلق ہے۔۔

ڈرائیو اسکے چوڑے مضبوط وجود کو دیکھ کر منمناتے بولا۔

بشارت اگر اس لڑکی کا تعلق اس انسان ہے تو سمجھو ہم نے اپنی موت خود بلائی ہے۔ گاڑی سے نکل کر بھاگو۔۔۔

پیسنجر سیٹ پر بیٹھے شخص نے اپنے ساتھی کو آگاہ کرتے گاڑی سے نکلتے ڈور لگائی تھی۔

جبکہ انکے گاڑی سے نکل کر بھاگنے پر عیس کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ ائی۔

عیس نے اپنی بیک پر لگی گن نکالتے ان دونوں کی ٹانگوں پر فائر کیا تھا۔۔۔

عیس نے بیک وقت ان کی دونوں ٹانگوں پر فائر کیا تھا۔تاکہ وہ اک ٹانگ سے بھی بھاگنے کی کوشش نہ کر سکیں۔ سڑک پر نتاشہ کے آدمیوں کی چینخیں بلند ہوئیں تھیں۔

سکون سے رومال تو باندھنے دیتے مجھے یار۔۔۔

جھکتے ہوئے عیس انکے چہروں کو دیکھتے پراسرار مسکراہٹ سے بولا۔اور ساتھ اپنے ماتھے پر بندھے رومال کو پیچھے کیا۔تو اسکے لمبے بال کچھ ماتھے پر بکھر سے گئے۔وہ ہمیشہ فائٹ کے وقت ماتھے پر رومال باندھ لیا کرتا تھا۔ تاکہ ماتھے پر گرے بال اسے ڈسٹرب نہ کرے۔اور ڈسٹربنس کہیں ڈسٹرکٹ نہ بن جائے۔اور ڈسٹرکٹ ہونے پر وہ اپنے شکار کو موقعہ نہیں دے سکتا تھا۔اب بھی وہ انکے قریب آتے رومال باندھ رہا تھا۔کہ انہوں نے گاڑی سے نکل کر بھاگنا شروع کر دیا۔

بلیک رنگ کا چھوٹا سا ماتھے پر بندھا رومال اس کی لاپرواہ شخصیت کو بہت دلکش بنا رہا تھا۔ لیکن وہ گندمی رنگت والا انسان اس وقت اپنے حواس میں

نہیں تھا۔ کیونکہ عیس علی ہمدانی کے حواس تواک موم کی گڑیا میں قید تھے۔

اسکی موم کی گڑیا جس کو نہ صرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی گستاخی کی تھی۔ بلکہ حد پار کرتے اسکی ڈھرکن کو اس سے دور کرنے کی بھی کوشش کی گئی تھی۔ اور جس نے یہ جرات کی تھی۔ وہ بہت پچھتانے والی تھی۔ لیکن اس سے پہلے عیس کو اپنے دل کی دھڑکن کو معمول پر لانا تھا۔

چلتے ہوئے عیس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ تو مشعل کو بندھے دیکھ کر اسکی آنکھوں میں خون اترا۔ اس نے اک جھٹکے میں مڑتے پھر ان کے بازوؤں میں فائر کیا۔ جس پر انکی دلخراش چینخیں گونجنے لگیں۔ وہ جو ہاتھوں سے اپنی ٹانگوں کو پکڑے کراہ رہے تھے۔ اب بازوؤں سے اٹھتی تکلیف پر بلبلا اٹھے۔

جبکہ گولیوں کی آواز پر مشعل نے ڈرتے ہوئے آنکھیں میچیں تھیں۔

عیس کو اپنے سامنے دیکھ کر مشعل کی آنکھوں سے تیزی سے آنسو بہنے لگے۔

گاڑی کے اندر داخل ہوتے وہ مشعل پر اپنا سایہ بنا گیا۔ ہیزل براؤن آنکھوں نے بھوری آنکھوں کو اندر تک دیکھنے کی کوشش کی۔ تو مشعل اسکے دیکھنے پر سٹل ہو گئی۔

عیس نے اسے بت بنے دیکھ کر آنکھیں بند کرتے اسکی خوشبو کو محسوس کیا تھا۔

اور پھر جھکتے ہوئے اسکی آنکھوں پر ہونٹ رکھ گیا۔۔

میرا طوطا۔۔۔

مشعل کو گرین ڈریس میں دیکھ کر وہ دلکشی سے بولا تو مشعل اسکے لمس اور موجودگی پر زوروں سے رونا شروع ہوئی۔

اگر اسے کہا گیا تھا۔ کہ وہ عیس علی ہمدانی کی حفاظت میں ہے تو وہ سچ میں تھی۔ کیونکہ وہ بنادیری کے اسکے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسکی دعائیں سن لی گئیں تھیں۔ اسے خالی ہاتھ نہیں موڑا گیا تھا۔

اگر کھیلنے کا دل کر رہا تھا۔ تو مجھے بلا لیتی میں تمہارے کھیل میں ہار کر " تمہیں جیت کا مان تو بخش دیتا۔ پر ایسے آنکھوں سے اوجھل ہونے والا کھیل بہت ظالم ادا ہے جاناں "۔۔۔

اپنی گرم لو دیتی سانسوں سے وہ اسکے کان میں سرگوشی کرتے بولا۔ تو مشعل اسکے کھیل کا مطلب سمجھتی زور سے آنکھیں بند کر گئیں۔ اور اپنی ہچکیاں دبانے کی کوشش کرنے لگی۔ کیونکہ وہ اسکے جنون کو محسوس کرتے سہم گئی تھی۔

مشعل کو سانس روکے دیکھ کر وہ استہزایہ تاثرات سے اسے دیکھنے لگا۔

کیا پہلے جی نہیں بھرا تمہارا میری سانسوں کو قید کرنے پر، جو اک دفعہ پھر کوشش کرنے لگی ہو۔۔

مشعل کی ناک سے ناک ملا تا وہ سرد تاثرات گویا ہوا۔ تو اسی نزدیکی پر مشعل کے جسم میں سپارک ہوا۔ وہ آدھا گاڑی سے باہر تو آدھا گاڑی کے اندر مشعل ہر جھکا ہوا تھا۔

وہ کبھی مشعل کی ناک سے ناک ملاتا سانسیں کھینچ رہا تو کبھی اسکی گردن پر جھکتے گہرا سانس بھرتا تھا۔ مشعل اسکے اس سرد انداز پر پاگل ہو رہی تھی. وہ بلکل بے حس و حرکت لیٹی تھی۔

عیس نے اک جھٹکے میں اسے بازوؤں میں اٹھاتے گاڑی سے باہر نکال کر گاڑی کی چھت پر بٹھایا۔ تو مشعل کے کالے گھنے بال لہرا کر اسے کے چہرے پر گر گئے۔

عیس نے ہاتھ سے اس کے بال پیچھے کرتے اسکے ماتھے کو پھر چوما تھا۔
مشعل جیسے جیسے اسکا لمس محسوس کر رہی تھی۔ ویسے ہی اتنی شدت سے رو دیتی تھی۔
گرین کلر کے خوبصورت سے سوٹ میں وہ موم کی گڑیا عیس علی ہمدانی کے جنون کا کل مجموعہ تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے یہ چند گھنٹے صدیوں پر مشتمل ہو گئے تھے۔ جو اس نے عیس سے دوری پر محسوس کیے تھے۔

تمہارا ڈوپٹہ کدھر ہے۔۔۔۔

عیس نے اسکے خوبصورت سراپے کو بنا ڈوپٹے کے دیکھا تو سرد تاثرات سے استفسار کیا۔ لیکن وہ کیسے بول پاتی۔ کیونکہ اسکے منہ ہنوز ٹیپ تھی۔
عیس نے آہستہ آہستہ سے اسکے ہونٹوں پر لگی ٹیپ اتاری۔ تو مشعل اسکی نرمی پر پھر ہچکی بھر گئی۔ وہ جانتی تھی۔ کہ وہ اپنے لفظوں سے جتنی مرضی

سخت دیکھا لے۔ لیکن۔اپنے عمل اور انداز میں اپنی بیوی کے لئے سختی نہیں لا سکتا تھا۔

درد تو نہیں ہوا۔۔۔

عیس نے ٹیپ اتارتے ہی بے چینی سے پوچھا۔ تو وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اسکے گرد بازوؤں کا ہار پہنا گئی۔ مشعل سلیمان کو اس وقت عیس علی ہمدانی کے حصار کی ضرورت تھی۔ جس میں وہ قید ہو کر دنیا سے چھپ جانا چاہتی تھی۔

مشعل کو زور سے ہچکیوں سمیت روتے دیکھ کر عیس نے اسے شدت سے خود میں بھینچا تھا۔ جس سے اسے روح تک قرار محسوس ہوا۔۔ وہ سکون جو وہ کچھ گھنٹوں سے کھوئے ہوا تھا۔

ائم سوری میں آئندہ کبھی شرارت نہیں کروں گی۔۔

عیس کے سینے سے سر اٹھاتے وہ روتے ہوئے بولی۔ تو عیس اسکی بھوری سرخ آنکھوں میں کھونے لگا۔

تم عیس علی ہمدانی کی گڑیا ہو، تم کھیلو گی بھی اور شرارت بھی کرو گی۔ جو کوئی تمہارا کھیل خراب کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں اسے اس دنیا سے اٹھادوں گا۔

عیس اسکے من موہنے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے جنون سے بولا۔ تو مشعل پلکیں جھپکے بنا اسے دیکھے گئی۔

کیونکہ اسے لگ رہا تھا۔ کہ شائد وہ اسے ڈانٹے گا۔۔ یا غصہ کرے گا۔ لیکن وہ اسے نہیں ڈانٹ رہا تھا۔ بلکہ آئندہ بھی شرارتیں کرنے کی اجازت دے رہا تھا۔

میرا ڈوپٹہ اس نتاشہ نے اتار لیا۔۔۔

عیس کے پیار بھرے انداز کو دیکھتے مشعل اپنے ہونٹ کو مڑوڑتے شکایت لگاتے اسے بتانے لگی۔ وہ اس وقت بنا ڈوپٹے کے سر اپے اسکے سامنے

گاڑی کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی۔اور عیس بھرپور توجہ سے اسے دیکھنے کے ساتھ سن بھی رہا تھا۔

میں اسی ڈوپٹے سے اسے پھانسی پر لٹکادوں گا جاناں۔۔

عیس اسکی گردن پر لب رکھتے سرد لہجے میں بولا۔تو مشعل اسکی پھانسی والی بات پر کانپ گئی۔اور ہراساں نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ ڈوپٹہ تمہارے اس مہکتے وجود سے اترا ہے۔تو اس ڈوپٹے سے کسی کو زندگی مل سکتی ہے موت نہیں لہذا اسے پھانسی تو ملے گی پر کسی اور چیز کے ساتھ۔۔

عیس نے اسکے ہولے سے کھلے لبوں پر چھوا تو وہ اسے پھر دیکھنے لگی۔

یہ روپ اسکے لئے بلکل نیا تھا۔۔کیا وہ اسے اپنے کسی الگ روپ سے آشکار کر رہا تھا۔ماتھے پر بندھا رومال اور عیس کا حلیہ بھی عام نہیں تھا۔وہ اپنے اس بے پرواہ انداز میں بھی مشعل کے دل کو دھڑکا رہا تھا۔

سورج کی کرنیں جب اسکی گندمی رنگت پر پڑتیں تھیں۔۔تو اسکی رنگت چمکنے لگتی تھی۔جو مشعل کی بھرپور توجہ کھینچتی تھی۔وہ عیس کو آنکھوں سے دل میں بسانے کی کوشش کر رہی تھی۔جب وہ اسکے کان پر پھر جھکا اور ساتھ اسکے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیوں کو کھولتے ان پر لب رکھ گیا۔

اسکی نازک کلائیوں اور چھوٹے چھوٹے پاؤں پر رسیوں کے نشان دیکھتے وہ جھکتے ہوئے اسکے پاؤں کو بار بار چومنے لگا۔تو مشعل بھی ناز سے اسکے آگے اپنی کلائیاں کر گئی۔کہ اسے اسکے لمس کا مرحم یہاں بھی چاہیئے۔جس پر عیس نے پھر اسکی کلائیوں کو شدت سے چوما اور پھر اسکے کان پر جھکا

میں جو کروں گا تم وہ دیکھتے آنکھیں بند نہیں کروں گی۔۔اور نہ ہی ڈرو گی۔۔اور اگر تم ڈری تو پھر میں تمہارا یہ ڈر خوف میں بدل دوں گا۔

مشعل کے کان میں پراسرار سرگوشی کرتے وہ سڑک پر گرے نفوس کی طرف بڑھا۔تو مشعل اسکی پشت کو ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

زمین پر گرے تکلیف سے وہ مسلسل کراہتے جارہے تھے۔

ہمیں معاف کردو علی، ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ لڑکی تمہاری بیوی ہے۔ ورنہ کبھی نہ یہ ہمت کرتے۔۔

بشارت تکلیف سے بلبلاتے عیس سے معافیاں مانگتے اسے یقین دلانے لگا کہ وہ مشعل کی پہچان سے ناواقف تھے۔

بشارت کے علی کہنے پر عیس ابرو اٹھاتے اسے دیکھا۔

یقیناً انہوں نے اسے کسی کلب میں فائٹ کرتے دیکھا تھا۔اسی لئے اسکے اس نام کو جانتے تھے۔۔کیونکہ اسکے اس نام "علی" سے رات کے اندھیرے میں دنیا بسانے والے ہی لوگ واقف تھے۔جہاں رات کے اندھیرے میں ان سب کی پہچان الگ تھی۔وہیں ان سب کے نام بھی الگ تھے۔

میں بحث صرف اپنی بیوی اور یاروں سے کرتا ہوں۔باقی جو میرے الفاظ کے مستحق نہیں ہوتے انکو میں ان سے تعارف کرواتا ہوں۔میں تم لوگوں

کو اچھے سے ملتا پر کیا ہے نہ چھوٹی سی بیوی ساتھ ہے۔ زیادہ خون خرابہ وہ برداشت نہیں کر سکتی۔

عیس اسکے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے جہاں غرایا تھا۔ وہیں مشعل کے زکر پر اسکا لہجہ خود ہی بدل گیا تھا۔ اور پھر عیس نے اسے بولنے کا دوسرا موقعہ نہیں دیا تھا۔ اور اسکے منہ گن ڈالتے وہ فائر کرتا چلا گیا۔ وہ اسکا گن سے اچھے سے تعارف کروا گیا تھا۔

عیس کے اس بے رحم عمل پر جہاں مشعل کی چینخیں بلند ہوئیں تھیں۔۔ وہیں دوسرا ساتھی روتے ہوئے معافی مانگنے لگا تھا۔

مشعل کی چینخوں پر عیس نے مڑتے اسے گھور کر دیکھا۔ تو وہ لبوں پر ہاتھ جماتے اپنی چینخوں کو دبانے لگی۔ اسکے رکے آنسو پھر بہنے شروع ہو گئے تھے۔ یہ اسکا شوہر کا کوئی نیا روپ تھا۔ جس وہ وہ بلکل بھی واقف نہیں تھی۔

مشعل کو اپنی چیخیں دباتے دیکھ کر عیس نے سڑک پر نظریں دہراتے اپنے کان کو کھجایا تھا۔ کیونکہ زمین پر رینگتے آدمی کا بلاوجہ کا شور اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔ ورنہ اسکی بیوی کی چیخیں تو میٹھی سی تھیں۔

بشارت کی لاش کے پاس بیٹھے بیٹھے ہی عیس نے دوسرے کی گردن کا نشانہ لیتے فائر کیے تھے۔ اور وہ اک فائر نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ گن کو تھامتے وہ ہر نازک پوائنٹ کا نشانہ لیتے اسے بھی اوپر پہنچا چکا تھا۔ جہاں سے اسکے بچنے کے چانس نہیں ہو سکتے تھے۔

مشعل چیخ مارتے بے ہوش ہوتے گاڑی پر زور سے گری تھی۔ اور اسکے گرتے ہی عیس اسکی جانب متوجہ ہوتے سرد سانس خارج کرتے اسکی جانب بڑھا ہی تھا۔ کہ اسے اپنے ہاتھ میں پہنی واچ پر اک پیغام موصول ہوا۔ تو وہ تیزی سے قدموں کو اٹھاتے مشعل کے بے ہوش وجود کو کندھے پر اٹھاتے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

مشعل کو گاڑی میں بیٹھاتے عیس نے اسکے ماتھے کو چومتے اسکا سیٹ بیلٹ لگایا تھا۔اور خود بھی گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔

اسے اب سوات پہنچنا تھا۔ گاڑی سٹارٹ کرتے وہ تیزی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔اور ساتھ ساتھ وہ مشعل کو بھی دیکھ رہا تھا۔جو ہوش و حواس سے بے خبر بے ہوش تھی۔اسکا سر لٹکتے دیکھ کر عیس نے اسکے سر کو سیدھا کیا۔

اور پھر موبائل اٹھاتے سلطان کو ڈن کا میسج کرتے اس نے گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک تیز کی۔

ڈرائیونگ کرتے اسے ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے۔۔کہ اسے دو گاڑیاں پیچھے آتے دیکھائی دیں۔ جنہیں دیکھتے وہ دانت پیس گیا۔

اپنے چوزے کے ساتھ وہ جتنا اس گند کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے اتنا ہی یہ سب دیکھنے کو مل رہا تھا۔ وہ پہلے ہی سب دیکھتی خوفزدہ ہو گئی تھی۔

بچ عورت۔۔۔!! بلیک گینگ کی طاقت سے اچھے سے واقف ہے۔ اسی لئے اپنے یہ حرام خوروں کو بھیج رہی ہے۔

عیس گاڑیوں دیکھتے غرا اٹھا۔ نتاشہ اچھے سے عیس علی ہمدانی سے واقف تھی۔ اسی لئے اس نے احتیاطاً مزید اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا۔ لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھی۔ کہ اسکے پہلے دو حرام خور اگلے سفر کو نکل پڑے تھے۔ اور عیس کی گڑیا بھی اسکی حفاظت میں مقید تھی۔

موبائل اٹھاتے عیس نے پاکٹ میں ڈالا۔ اور مشعل کو سیٹ سے اٹھاتے اپنی گود میں منتقل کیا۔ کیونکہ تیز ڈرائیونگ سے اسکا سر بار بار دائیں بائیں ڈھلک رہا تھا۔

وہ سوات میں داخل ہو چکا تھا۔اب اسے کسی بھی طرح اپنے پیچھے لگے کتوں سے جان چھڑانی تھی۔جو شائذ عیس کو مارتے دیکھ کر پیچھا کرتے ادھر آنکلے تھے۔

پہاڑی رستوں پر ڈرائیونگ کرنا آسان نہیں تھا۔لیکن عیس کو کسی بھی طرح یہاں سے نکلنا تھا۔خوبصورت گندمی چہرے کے تاثرات اس وقت تنے ہوئے تھے۔ مشعل اسکی گود میں دائیں بائیں ٹانگیں کرتی بے ہوش تھی۔اگر وہ یہ ساری سچویشن دیکھ لیتی تو شائذ پھر بے ہوش ہو جاتی۔

مشعل کو کمر سے تھامے وہ ڈرائیور کر رہا تھا۔کہ اسے دور سے بڑا سا ٹرک موڑ کاٹتے اپنی طرف آتا دیکھائی دیا۔شائذ عیس کا آج برا وقت تھا۔جو اسے اک کے بعد اک مشکلوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

آنے والے حالات کا پتہ نہیں تھا۔اسی لئے تو سنی اس کے ساتھ آنے کے لئے بضد تھا۔جسے عیس خود نہیں لے کر آیا تھا۔کیونکہ سنی ساتھ آجاتا تو سلطان اور ضرار بھی پیچھے ٹک نہ پاتے۔

اور پھر پیچھے اسکی بھابیوں کو کون سنبھالتا۔ وہ انہیں ہر گز اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

اس سب کے باوجود بھی سنی کل خود آرہا تھا۔ کیونکہ اب کوئی بھی سنان مصطفیٰ کو مزید قابو نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ عیس خود بھی نہیں۔۔۔

سامنے سے آتے ٹرک اور اپنے پیچھے آتے آدمیوں کو دیکھ کر عیس نے پل میں فیصلہ کیا تھا۔ اس اونچے پہاڑی رستے کے نیچے جھڑنا بہہ رہا تھا۔ اگر ٹرک کی وجہ سے عیس گاڑی روک لیتا تو پیچھے آتے آدمی اس پر حاوی ہونے کی کوشش کرتے۔ اور وہ اپنی بیوی کی موجودگی میں ہر گز بھی انہیں منہ لگانے کا ارادہ نہ رکھتا تھا۔

کیونکہ عین ممکن تھا۔ کہ مشعل ہوش میں آجاتی تو موجودہ صورتحال کو دیکھ کر خوف میں جکڑ جاتی۔ جو اسکے لئے مینٹلی ٹراما بن جاتا۔ کیونکہ وہ حد

سے زیادہ معصوم تھی۔اوراس سارے جہاں سے زیادہ عیس علی ہمدانی کو اپنی بیوی کی معصومیت ہی تو عزیز تھی۔

مشعل کوخود میں جکڑتے عیس نے گاڑی کو چھوڑتے دروازہ کھولتے نیچے بہتے جھڑنے میں چھلانگ لگائی تھی۔اور چھلانگ لگاتے وقت وہ مشعل کے ماتھے پر لب رکھنا نہیں بھولا تھا۔

اگراسکے یاروں کو پتہ چل جاتا کہ اس نے اس وقت کیا قدم اٹھایا ہے۔۔تو یقیناًوہ یہاں تباہی مچادیتے۔پانی میں ڈوبنے سے پہلے عیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔وہ خود کو پانی کے سپرد کرتا مشعل کومزید خود میں جکڑ گیا۔

عیسسسس۔۔۔۔۔

عیس کی لوکیشن غائب ہوتے ہی سنی زور سے چلایا تھا۔جب سے عیس اکیلا نکلا تھا۔وہ تب سے لیپ ٹاپ پر اسکی لوکیشن پر نظریں جمائے تھا۔

وہ جتنی بھی پلینگ کر کے چلتے لیکن آنے والے وقت میں کس وقت کیسی صورتحال ہو جائے وہ اس کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔

سنی لیپ ٹاپ زور سے دیوار میں مارتے چیخا تھا۔ سنی کی آواز سنتے ہی سلطان اور ضرار کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کمرے سے نکل کر آنے والے حالات کے لئے لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔ جبکہ لڑکیوں کو کھانا کھلا کر وہ سلا چکے تھے۔

وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو سنی بالوں کو جکڑے بیٹھا نظر آیا۔ جبکہ لیپ ٹاپ زمین پر ٹوٹا ہوا تھا۔

سنان کیا ہوا۔۔

وہ اسکے پاس آکر بیٹھے۔ تو سنی نے سرخ آنکھیں اٹھائے انہیں دیکھا۔ اسکی گولڈن آنکھیں اس وقت نم تھیں۔

عیس کی لوکیشن نہیں شو ہو رہی۔۔۔

وہ تکلیف سے بولا تو ضرار اور سلطان کے رنگ سفید ہوئے۔ عیس کی لوکیشن شونہ ہونے کا صاف مطلب تھا۔ وہ کسی مشکل میں پھنس چکا تھا۔ میں نے کہا تھا نہ مجھے ساتھ جانے دو پر تم لوگوں نے میری نہیں سنی۔۔ سلطان کے گرد حصار باندھتے وہ بھیگے لہجے میں شکوہ کرتے بولا۔ تو ضرار اور سلطان تکلیف سے آنکھیں بند کر گئے۔

ہم ابھی چلے جائیں گئے تم ایسے ہمت نہیں یار و یارا۔۔۔

سلطان اسکے آنسو صاف کرتے بولا۔ تو سنی نے حیران کن نظروں سے دیکھا۔ اسکا حیران ہونا ہی بنتا تھا۔ کیونکہ کرنلز کے حکم کی وجہ سے عیس کو اکیلے بھیجا گیا تھا۔ ورنہ وہ کہاں اک دوسرے کو اکیلا چھوڑ سکتے تھے۔۔۔۔ پر کرنلز۔۔۔

ضرار نے انہیں یاد دلایا تو سلطان سر جھٹک گیا۔

ہمارے جگر سے بھر کر کسی کا کوئی حکم اہم نہیں میرے لئے، تم لوگ لڑکیوں کو میرے فلیٹ پر چھوڑ کر آؤ۔ وہ وہاں سیف رہیں گی۔ میں جانے کی تیاری کرتا ہوں۔

سلطان انہیں کہتے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں بھی تیزی سے کھڑے ہوتے باہر نکلے تھے۔ کیونکہ انہیں جلد از جلد عیس کے پاس پہنچنا تھا۔

سلطان کا کوئی ارادہ نہیں تھا کرنلز کو انفارم کرنے کا کیونکہ اس وقت وہ بھی سنان کی جیسی کیفیت سے ہی گزر رہا تھا۔ جس میں اسے صرف عیس کے پاس پہنچنا تھا۔

ان چاروں کی حد سے زیادہ اک دوسرے سے اٹیچمنٹ دیکھتے دلاور خان نے سختی سے اڈرز دیے تھے۔ کہ مشعل کی سیفٹی کے لئے صرف عیس اکیلا ہی جائے گا۔ اور اسکے ساتھ کوئی بھی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ وہ کہیں بھی اک دوسرے کے بنا نہیں جاتے تھے۔ اسی وجہ سے کرنلز کو محسوس ہو رہا تھا۔ کہ وہ چاروں ہی اک دوسرے کی کمزوری بنتے جا رہے ہیں۔ اور اسی

وجہ سے وہ آئے دن بڑے آفیسرز سے باتیں سنتے تھے۔پر انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔اگر وہ اک دوسرے کے لئے شدت پسند تھے۔تو اس میں کوئی بھی دوسرا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

سنی اور ضرار نے لڑکیوں کو بے ہوش کر کے سلطان کے فلیٹ پر پہنچایا تھا۔ کیونکہ اگر ہوش میں وہ انہیں لے کر جاتے تو یقیناً وہ آسمان سر پر اٹھا لیتیں۔ اسی لئے انہیں وہ میرال اور بیہ کی حفاظت میں چھوڑ کر نکل آئے تھے۔ سلطان کا فلیٹ مکمل طور پر سکیورڈ تھا۔

ضرار گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔جبکہ سنی لیپ ٹاپ پکڑے عیس کی لوکیشن ٹریس کرنے کی کوشش میں تھا۔اور سلطان کال پر افیسر سے رابطے میں تھا۔

ان تینوں کے چہروں پر اس وقت صرف فکر مندی تھی۔

عیس کی سابقہ لوکیشن بتاتے وہ کچھ ہی دیر میں اس پوری جگہ کو آرمی کی سکیورٹی میں سکیور کر چکا تھا۔

جس جگہ عیس کی گاڑی ملی تھی۔اس پورے ایریا کو آرمی نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

دوسرے آفیسر زنے سلطان کو کال پر بتایا تھا۔کہ عیس کی گاڑی کے علاوہ بھی اک گاڑی اور ٹرک ہے۔ٹرک سے ٹکرانے کے باعث دونوں گاڑیوں کی بری ترین حالت تھی۔چونکہ ٹرک سے گاڑیاں شدت سے ٹکرائی تھیں۔اسی وجہ سے وہاں دھماکہ ہوا تھا۔اسی وجہ سے ٹرک ڈرائیور تو اسی وقت مر گیا تھا۔جبکہ عیس کا پیچھا کرنے والے آدمی بھی زندہ نہیں بچے تھے۔کیونکہ جس وقت عیس نے پای میں چھلانگ لگائی تھی۔اسی وقت ان تینوں گاڑیوں کا آپس میں زوردار ٹکراؤ ہوا تھا۔

ساری صورتحال جاننے کے بعد سلطان کو محسوس ہو رہا تھا۔ جسے کسی نے اسکا دل چیر لیا ہوا۔ کال بند کر کے وہ اپنی نیلی سرخ آنکھیں میچتے ہوئے سر پیچھے گرا گیا۔

سلطان کو دیکھتے سنی اسکی جانب مڑا تھا۔

خان کیا ہوا۔۔

سنی نے بے چینی سے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے استفسار کیا۔ کیونکہ سلطان سر پیچھے گرائے آنکھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔

ضرار نے مرر سے دنوں کو دیکھا تھا۔

سنی کے بار بار بلانے پر سلطان نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ تو سنی اسکی نیلی سرخ نم آنکھیں دیکھتا ٹھٹک گیا۔

کیا ہوا۔۔

سنی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کسی خدشے کے تحت پوچھا۔

جس پر سلطان نے آنکھیں میچتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی۔ سلطان کو دیکھتے ضرار نے اک جھٹکے میں گاڑی کو بریک لگائی۔

بریک لگاتے ہی وہ پیچھے کی جانب مڑا تھا۔۔

عیس ٹھیک ہے نہ۔۔۔

ضرار نے امید بھری نظروں سے خان کو دیکھا۔ تو سلطان اسکے سوال پر ضبط سے سر نفی میں ہلا گیا۔ جس پر ان دونوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

کیا ہوا علی کو، کہاں ہے وہ،۔۔۔ مجھے بتاؤ خان۔۔۔

سنی تکلیف سے چیخا پڑا۔ وہ تو پہلے ہی عیس کی لوکیشن غائب ہونے پر خود کو بامشکل سنبھالے ہوئے تھا۔ اور اب سلطان نے بھی کہہ رہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

سلطان خود کو کمپوز کرتے بولنے کے لئے الفاظ سوچنے لگا۔دل میں اٹھتی تکلیف اسے سوچنے کے قابل نہیں چھوڑ رہی تھی۔کہ وہ اندازہ لگا پاتا کہ اپنے ان دونوں یاروں کو کیسے اور کن مناسب الفاظ میں بتائے۔کہ انکے جگر کی گاڑی انتہائی بری حالت میں ملی ہے۔

تینوں گاڑیاں آپس میں شدت سے ٹکرائی تھیں۔اسی باعث باقی دونوں گاڑیوں میں سوار نفوس جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔اور عیس کا بھی کچھ اتا پتہ نہیں ہے۔

سلطان ضرار اور سنی کا اک اک ہاتھ تھامتے بولنا شروع ہوا۔اور آہستہ آہستہ انہیں بتاتا چلا گیا۔

وہ جیسے جیسے سنتے جا رہے تھے۔انکی آنکھوں میں امڈتی تکلیف انکے رنگ سفید کرتی جا رہی تھی۔سلطان نے انکے ہاتھ اسی لئے تھامے تھے۔تاکہ اپنے لمس کا احساس دلاتے انہیں قابو کر سکے۔

پر وہ نہیں کر پایا تھا۔ کیونکہ سنی اور ضرار کی آنکھوں سے نکلتے آنسو انکی بیرڈ میں جذب ہوتے جارہے تھے۔ وہ سلطان کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے چلے گئے۔ جیسے کچھ قیمتی چھن جانے کا خوف بیٹھ گیا ہو۔۔

خان میں مر جاؤں گا، اگر علی کو کچھ ہوا تو۔۔۔

سنی اپنے بالوں کو نوچتے بولا۔ جبکہ اسکی گولڈن آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ جبکہ ضرار کا ایسا حال تھا۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو۔ کہ اس نے جو سنا ہے۔ وہ حقیقت ہے۔۔

قسم خدا کی خان اگر میرے یار کو کچھ ہوا تو میں پوری دنیا سمیت اس آرمی کو آگ لگا دوں گا۔ جس نے ہمیں جدا کرنے کی کوشش کی اور ہم اپنے جگر کو اکیلا بھیجنے پر مجبور ہوئے تھے۔ میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا اب۔۔۔

اپنی نم آنکھیں صاف کرتے ضرار مضبوط لہجے میں بولتے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کر گیا۔ اسے جلد از جلد اپنے دل کے پاس پہنچنا تھا۔

انسان جب تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو سب زیادہ اسکا دل اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ اسی تکلیف کے باعث انسان کا دل بیک وقت کئی جذبات میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور سب سے پہلی خواہش جو اسکے دل میں آتی ہے۔ وہ اس تکلیف سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ یہ ہی حال اس وقت ان تینوں کا تھا۔ اگر عیس علی ہمدانی انکی آنکھوں سے اوجھل تھا۔ تو وہ تینوں بھی اپنے دل کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جہاں انکا دل چاہ رہا تھا۔ کہ وقت واپس پلٹتے انہیں وہاں لے جائے۔ جہاں وہ عیس کو اکیلا بھیجنے کی غلطی سدھار سکیں۔ اور یہ بے بسی انہیں زیادہ تڑپا رہی تھی۔ کیونکہ وہ نہ اپنی غلطی سدھار پا رہے تھے۔ اور نہ عیس کو دیکھ پا رہے تھے۔

مشعل کے آنکھوں سے اوجھل ہونے پر اگر عیس علی ہمدانی نے تکلیف اٹھائی تھی۔ تو خود انکی آنکھوں سے پرے ہو کر ویسی ہی تکلیف وہ ان تینوں کو بھی محسوس کروا رہا تھا۔

کچھ نہیں ہو سکتا اسے، کیونکہ ہم اسے کچھ ہونے ہی نہیں دیں گئے۔

سنی چٹانی لہجے میں کہتا دو بار لیپ ٹاپ پر عیس کی لوکیشن ٹریس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ تو سلطان ان دنوں کو اک نظر دیکھ کر نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔۔

وہ تینوں اس وقت مضبوط جوان مرد بار بار اپنی نم آنکھیں صاف کر رہے تھے۔ وہ اپنے آنسو اک دوسرے سے بھی چھپا نہیں رہے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ آئینہ تھے۔ اور آئینے میں انسان ہمیشہ خود کو ہی دیکھ سکتا ہے۔
کوئی نہیں جانتا تھا کہ بلیک گینگ کے وہ چاروں پلرز رو بھی سکتے ہیں۔
کیونکہ وہ چاروں اپنی ایموشنلی سائیڈ صرف اک دوسرے کی ہی ظاہر کرتے تھے۔

حادثے والی جگہ پر پہنچتے پہنچتے انہیں اندھیرا ہو گیا تھا۔بے شک اسلام آباد سے سوات کا سفر زیادہ نہیں تھا۔۔لیکن انتظامات کرنے میں انہیں وقت لگا تھا۔۔اسی لئے سلطان نے پہنچنے سے پہلے وہاں سکیورٹی فورسز کو بھیج دیا تھا۔

گاڑی سے نکلتے وہ سب جلدی سے عیس کی گاڑی کی جانب بڑھے۔

عیس کی گاڑی کی حالت دیکھتے انکے قدم بے اختیار روکے تھے۔

ٹرک سے ٹکرانے کی وجہ سے گاڑی کا فرنٹ والا حصہ تباہ ہو گیا تھا۔اور مرر تک چکنا چور تھا۔

تینوں اک دوسرے کو دیکھتے ہمت کرتے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔۔انکا اک اک قدم بھاری ہوتا جا رہا تھا۔

کیونکہ آرمی باقی دونوں گاڑیوں کو چیک کر چکی تھی۔اور ان میں زخمی نفوس کو بھی باہر نکال دیا گیا تھا۔جہاں ٹرک ڈرائیور کافی حد تک جل چکا تھا۔اور باقی سب کا بھی برا حال تھا۔

لیکن سلطان کے حکم کی وجہ سے عیس کی گاڑی کو ابھی تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔۔روڈ پر اس وقت پولیس اور آرمی کی گاڑیاں اک بڑی تعداد میں کھڑی تھیں۔دونوں اطراف سے روڈ کو بلاک کیا جا چکا تھا۔اور بڑی بڑی لائٹس لگائی گئیں تھیں۔جس کی وجہ سے صاف معلوم ہو رہا تھا۔کہ یہاں کافی بڑا حادثہ پیش آیا ہے۔

سلطان اور ضرار سنی کو روکتے خود چیکنگ کی غرض سے عیس کی گاڑی میں بیٹھے۔کیونکہ سنی گاڑی کی حالت دیکھتے خود پر سے کنٹرول کھونے لگا تھا۔۔اور اگر کچھ ویسا دیکھ لیتا تو اس نے آپے سے باہر ہو جانا تھا۔

گاڑی کو خالی دیکھ کر وہ حیران ہوئے تھے۔اور اس بات کی یقین دہانی اک آفیسر پہلے ہی کر چکا تھا۔جس نے سلطان کو بتایا تھا۔کہ عیس کی گاڑی خالی ہے۔اس میں میجر عیس علی موجود نہیں ہیں۔جس پر سلطان کو حیرت ہوئی تھی۔

اوراب خود بھی گاڑی کو خالی دیکھ کر کہیں نہ کہیں اسکے دل میں امید اور سکون اترا تھا۔ کہ اگر وہ گاڑی میں نہیں تھا۔ تو مطلب وہ خطرے کو دیکھتے پہلے ہی مشعل کو لیے حفاظتی قدم اٹھا گیا تھا۔ کیونکہ جو حادثہ پیش آیا ہے۔۔اس حادثے میں اگر عیس بھی گاڑی میں رہتا۔ تو اسکا بھی بچنا مشکل تھا۔

ڈیش بورڈ پر عیس کی گنز کو دیکھتے سلطان اور ضرار دونوں نے بیک وقت اک دوسرے کو دیکھا۔

رستے میں جن دو آدمیوں کی لاشیں انہیں ملی تھیں۔اسکا مطلب انہیں عیس نے مارا تھا۔اور یہ آدمی وہ دونوں ہی تھے۔ جنہوں نے مشعل کو اغوا کیا تھا۔

گنز کے علاوہ انہیں مشعل کی ہیر پن ملی تھی۔جو کہ پیسنجر سیٹ پر گری ہوئی تھی۔

سلطان نے اسے اٹھایا۔ تو اسکے پیچھے چپ دیکھ کر نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔ اسے بے اختیار وہ دن یاد آیا تھا۔ جس دن وہ لاتعداد ہر سائز اور ڈیزائن میں مختلف رنگوں کی ہیر پنز خرید کر لایا تھا۔

سنی کے پوچھنے پر عیس نے اسے بتایا تھا۔ کہ وہ ان ہیر پنز پر چپ لگا وائے گا۔ جس کی مدد سے وہ مشعل کی لوکیشن آسانی سے ڈھونڈ سکتا ہے۔
سنان نے اسے مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ مشعل کو لاکٹ پہنا دے۔ لیکن عیس کو اسکا مشورہ پسند نہیں آیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے چوزے کو کچھ خاص دینا چاہتا تھا۔

چونکہ مشعل کے شولڈر کٹ بال کافی سلکی تھے۔ تو وہ ہر وقت اپنے ڈریس سے میچ پنز لگائے رکھتی تھی۔ اسی وجہ سے عیس نے اسے ہیر پنز دینے کا سوچا تھا۔

عیس نے میرال اور بیہ سے اگلہ پورا ہفتہ محنت کروا کے اپنی بیوی کے لئے ہیر پنز تیار کروائی تھیں۔ ہر ہیر پن پر چپ لگائی گئی تھی۔

گرین کلر کی پن اٹھاتے سلطان نے آپنی پاکٹ میں رکھی۔ کیونکہ یہ اسکی گڑیا کی پن تھی۔ جو وہ اسکے شوہر کو واپس کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ کیونکہ عیس علی ہمدانی نے بڑی محنت سے اپنی بیوی کے لئے ہینڈ میڈ پنز تیار کی تھیں۔

عیس گاڑی میں نہیں ہے۔۔

سلطان اور ضرار گاڑی سے نکل کر سنان کی جانب آئے تھے۔ جو اضطراب کی کیفیت میں ٹانگ ہلائے جا رہا تھا۔

ہیلو سر۔۔۔

وہ تینوں اس پاس نظریں دہرا رہے تھے کہ اک آفیسر انکی جانب آیا۔

ضرار نے سر کو خم دیتے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔۔

سر ہم اپکے آنے سے پہلے آس پاس ہر جگہ ڈھونڈ چکے ہیں۔ لیکن میجر عیس علی ہمیں کہیں نہیں ملے۔

آپ نے کس کس جگہ کو کور کیا ہے۔۔۔

سلطان نے سرد لہجے میں اس سے پوچھا۔ فل بلیک پینٹ شرٹ پر بلیک ہی جیکٹ پہنے سر پر کیپ پہنے اپنی سحر انگیز شخصیتوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ جہاں کچھ آفیسر انہیں سیلوٹ کرتے اب انکے اگلے حکم کے لئے پاس کھڑے ہو گئے تھے۔

وہ ایسے بہت کم ڈائریکٹلی سامنے آتے تھے۔ اس وقت بھی انہوں نے چہرے پر ماسک لگایا ہوا تھا۔۔ کیونکہ فلحال وہ سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر ہی کام کر رہے تھے۔ اور انہیں اپنی شناخت چھپانے کا حکم کرنلز کی جانب سے بھی تھا۔

سر ہم نے اس روڈ اور پہاڑ غرض آس پاس ہر چھوٹی سی چھوٹی چیز کو چیک کیا ہے۔ لیکن میجر کی موجودگی کا ہمیں کوئی نشان نہیں ملا کہیں سے بھی۔۔۔

آفیسر نے مزید انہیں بتایا۔

کیا آپ نے اس جھڑنے کو چیک کیا ہے۔۔۔

سلطان نے تنے ہوئے لہجے میں پھر پوچھا۔ تو آفیسر کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔

نو سر۔۔۔

ہمم۔۔ سلطان نے ہنکارہ بھرا۔۔

جا کر لائٹس اور باقی انتظام کریں۔ ہم جھڑنے کو چیک کرنے والے ہیں۔

سلطان نے انہیں حکم صادر کیا تو وہ سیلوٹ کرتے مڑ گئے۔

خان ہم جھڑنے کو کیوں چیک کریں گئے۔۔۔

ان کے جاتے ہی سنی نے پوچھا تھا۔

کیونکہ عیس نے جھڑنے میں چھلانگ لگائی ہے۔
سلطان نے سنی کو بتایا۔ تو سنی کی آنکھوں میں حیرت اتری۔۔

سلطان نے اسکی حیرت دور کرنے کے لیے اسکے سامنے عیس کا بریسلٹ کیا۔ جو اسے وہاں گرا ملا تھا۔
عیس کی لوکیشن اسی لئے غائب ہوئی تھی۔ کیونکہ اس بریسلٹ میں لگی چپ خراب ہوگئی ہے۔ اور گاڑی پہلے سڑک کے کنارے پر کھڑی تھی۔ جہاں سے جھڑنے میں کودنا آسان ہے۔ لیکن ہمارے آنے سے پہلے گاڑی کو کنارے سے ہٹاتے یہاں لایا گیا ہے۔ اور عیس کی کلائی سے یہ بریسلٹ کودتے وقت گرا ہے۔
کیا تم نے عیس کی باڈی کی میں جو چپ ہے۔ اسکی لوکیشن چیک کی۔۔۔

ضرار نے عیس کی گاڑی کو دیکھتے سنی سے پوچھا۔ تو سنی کے ذہن میں دھماکہ ہوا۔ کہ وہ اب تک صرف اس بریسلٹ کی لوکیشن کو ہی چیک کرتا آیا تھا۔ جبکہ اس طرف تو اسکا ذہن گیا ہی نہیں۔۔۔

بنا ان دونوں کی بات سنے وہ اپنی گاڑی میں پڑے لیپ ٹاپ کی طرف بھاگا تھا۔

آرمی کی پوری ٹیم ان تینوں کے ساتھ اس وقت جھڑنے کے پانی میں میجر عیس کو ڈھونڈ رہی تھی۔

روڈ سے نیچے جھڑنے تک آنا اک مشکل ترین کام تھا۔ کیونکہ پتھری رستے پر وہ چلتے با مشکل نیچے اترے تھے۔

سڑک پر بڑی بڑی لائٹس لگائی گئیں تھیں۔ جو نیچے بہتے پانی پر روشنی پھیلائے ہوئے تھیں۔

عیس کی باڈی میں موجود چپ یہیں کی لوکیشن شو کر رہی تھی۔البتہ مشعل کی لوکیشن غائب تھی۔۔شائد اسکے بالوں میں لگی ہیر پن کہیں گر گئی تھی۔کیونکہ اک پن پہلے ہی سلطان گاڑی میں سے اٹھا چکا تھا۔۔

رات کا ایک بج چکا تھا۔اور اس وقت بھی وہ مسلسل عیس کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ضرار اور سنی دونوں پانی میں اترے ہوئے تھے۔۔جبکہ سلطان باقی ٹیم کو لیڈ کرتا باقی ہر جگہ پر عیس کو تلاش کر رہا تھا۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا۔ویسے ویسے ہی ان سب کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھ رہی تھی۔

خود کے ساتھ ٹکرانے والی ہر چیز انہیں اپنے دل کا گمان دیتی تھی۔۔لیکن ابھی تک انہیں مسلسل ناکامی کا سامنا ہو رہا تھا۔

مسلسل ناکامی پر ان سب کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔اور یہ ضبط ناامیدی نہیں تھی۔ بلکہ بڑھتی تکلیف کی شدت تھی۔ جو بڑھتے ہوئے انکی سانسوں کی روانی کو کم کر رہی تھی۔۔ کیونکہ اس وقت انکی سانسوں کی روانی صرف اک انسان سے ہی جڑی ہوئی تھی۔

جھڑنے کا پانی یخ ٹھنڈا تھا۔ ضرار اور سنی جو کب سے پانی میں اترے ہوئے تھے۔اب انکی باڈی کا ٹمپریچر گرنے لگا تھا۔ لیکن وہ ابھی بھی ہمت نہیں ہارے تھے۔

پانی چونکہ انکی جسم کے درجہ حرارت کو کم رہا تھا۔۔اسی وجہ سے پانی میں کھڑے ہونا ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔

سلطان ٹیم کو کام پر لگاتے ان دنوں کی جانب پانی میں ایا۔ جو کب سے برف جیسے پانی میں چلتے ہوئے عیس کو ڈھونڈ رہے تھے۔ کیونکہ عیس کی لوکیشن تو یہاں کی ہی تھی۔ لیکن چپ اک پر اپر لوکیشن شو نہیں کر رہی۔ جس کی وجہ سے انہیں مشکل کا سامنا ہو رہا تھا۔

وہ جتنا بے چینی میں مبتلا تھے۔ قسمت اتنا ہی انکا امتحان لینے پر تلی تھی۔

تھوڑی دیر کے لئے باہر نکل آؤ۔ ورنہ خود بیمار پڑ جاؤ گئے۔ تو کام کرنا مشکل ہو جائے گا۔

ان دونوں نے سلطان کی آواز کو نظر انداز کیا تھا۔

سلطان پانی میں اترتے انکے قریب آیا۔ جھڑنے کا پانی زیادہ گہرا نہیں تھا۔ لیکن یہاں کا موسم بہت ٹھنڈا تھا۔

سلطان جو انہیں باہر نکلنے کا کہتے کنارے پر واپس جا رہا تھا۔ جہاں اسے کسی آفیسر نے آواز لگائی تھی۔

ضرار جو سلطان کو کنارے پر جاتے دیکھ رہا تھا۔ کہ نیچے نظر پڑتے ہی وہ چیخا تھا۔

خاننن۔۔۔

ضرار کی چیخ پر سلطان اور سنی اسکی جانب جھٹکے سے مڑے تھے۔ جو پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے سلطان کے قدموں میں جھکا تھا۔ جہاں کنارے پر اسے اک ہاتھ نظر آیا تھا۔

ضرار کو نیچے جھکتے دیکھ کر سلطان بے اختیار پیچھے ہوا۔ لیکن ضرار کو اک ہاتھ تھامتے دیکھ کر سلطان کا دل رکا تھا۔ جبکہ سنی بھاگتے ہوئے ان کی طرف آیا۔

ضرار نے ہاتھ کو تھامتے پانی سے باہر عیس کا چہرہ نکالا۔ جہاں گردن پر ہلکی سی خراشیں نظر آرہیں تھیں۔ اور ماتھے پر بندھا رومال ویسے ہی بندھا ہوا تھا۔ یہ اسکا خاص انداز تھا۔ جس فائٹ میں اس نے مخلاف کو تڑپا تڑپا کر مارنا ہوتا تھا۔۔ تب وہ ماتھے پر رومال باندھتے اپنا بے پرواانداز اپناتے اصلی روپ میں آجاتا تھا۔ آج بھی یہ رومال ظاہر کر رہا تھا۔۔ کہ اس نے مارنے والے کو خطرناک موت دی تھی۔ کیونکہ انہیں خبر ملی تھی۔ کہ جن دو

آدمیوں کو میجر علی نے مارا تھا۔اس میں اک آدمی کے منہ کے اندر فائر کیے گئے تھے۔ جبکہ دوسرے کے دل اور اور آنکھوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

عیس کے چہرے کو دیکھتے ہی ان سب کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلے تھے۔

باقی کی ٹیم جلدی سے انکی جانب آئی تھی۔

گڑیا کہاں ہے۔۔۔

سلطان نیلی نم آنکھوں سے کپکپاتے بولا تھا۔ سلطان کی آواز پر وہ دونوں مشعل کی تلاش میں یہاں وہاں نظریں گھمانے لگے تھے۔

عیس کا دوسرا ہاتھ پانی سے باہر نکالتے ہی ان سب کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا تھا۔ کیونکہ وہ مشعل کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

چہروں پر ماسک لگائے وہ تینوں عیس کے گرد پانی میں بیٹھے ہوئے تھے۔اور عیس کا سر ضرار کی گود میں تھا۔

سنی نے تھوڑا سا آگے ہوتے مشعل کو پانی سے باہر نکالا تھا۔

جو ٹھنڈے پانی کی وجہ سے نیلی ہو چکی تھی۔

اپنی گڑیا کی حالت دیکھتے ان سب کا دل تکلیف سے بھر گیا۔

ضرار نے جھکتے ہوئے عیس کے ماتھے کو چوما تھا۔ انکا گنڈا سردی کے موسم میں مشعل کو ٹھنڈ سے بچانے کی کوشش میں ہلکان ہو جایا کرتا تھا۔ کیونکہ مشعل اک دفعہ زرا سی ٹھنڈ لگنے پر بری طرح بیمار ہو گئی تھی۔

اور تب سے عیس علی ہمدانی نے خود پر فرض کر لیا تھا۔ کہ وہ مشعل کو ٹھنڈ نہیں لگنے دے گا۔۔ کیونکہ اسکی بیوی انتہائی نازک اور سینسیٹو تھی۔

اور آج اتنے ٹھنڈے پانی میں وہ نیلی پڑتی اپنا اصلی رنگ کھو چکی تھی۔

عیس جیسے مشعل کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ صاف ظاہر تھا۔ اتنی خراب حالت میں بھی اس نے اپنے چوزے کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ شائد پانی میں گرتے ہوئے مشعل اس سے الگ ہوئی تھی۔ خود سے مشعل کے دور جانے کے خوف پر عیس نے ہوش سے بیگانہ ہوتے ہوئے بھی اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔ یہ اسکی محبت کی شدت ہی تھی۔ کہ وہ ابھی

تک اسے تھامے ہوئے تھا۔ ورنہ وہ بہتے ہوئے اس سے دور بھی جا سکتی تھی۔

شائد ہوش میں عیس نے پانی سے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کنارے پر پہنچتے ہی وہ ہوش کھو گیا تھا۔

اپنی بے خبری میں وہ اب بھی مشعل کا ہاتھ نہیں چھوڑ رہا تھا۔ عیس کے ہاتھ کو ان تینوں نے تھام لیا۔۔ جیسے ہر مشکل وقت میں وہ چاروں تھام لیا کرتے تھے۔ تاکہ اک دوسرے کو محسوس کرتے وہ ہمت نہ ہاریں۔

اب بھی وہ ان سب کا لمس محسوس کرتے مشعل کے ہاتھ پر گرفت چھوڑ گیا۔

جس پر وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے جلدی سے اسے اٹھا گئے تھے۔

خان ان سب کو یہاں سے بھیجو۔۔

سنی بھرائی آواز میں ضبط سے بولا تھا۔ مشعل کا سر وہ اٹھائے ہوا تھا۔ سلطان نے اسکی بات سمجھتے آفیسرز کو وہاں سے بھیجا۔ کیونکہ وہ مشعل کو کبھی بھی انکے سامنے نہیں لا سکتے تھے۔ نہ لانا چاہتے تھے۔

ان سب کے جاتے ہی سنی نے مشعل کا سر سلطان کی گود میں رکھتے اپنی جیکٹ اتارتے اسے پہنائی تھی۔ مکمل بھیگنے کی صورت اسکا ڈریس انتہائی خراب ہو چکا تھا۔

سب کے وہاں سے جاتے ہی ضرار اور سنی نے مل کر عیس کو پانی سے باہر نکالا۔ جبکہ مشعل کو سلطان نے اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا۔

ضرار اور سنی عیس کو اٹھائے اوپر لا کر گاڑی میں لٹایا تھا۔

اس وقت سلطان اور ضرار ہاسپٹل کے کاریڈور میں کھڑے تھے۔ جبکہ سنی ڈاکٹرز کے ساتھ اندر وارڈ میں موجود تھا۔

اور ہاسپٹل کے باہر آرمی کی سکیورٹی بھی موجود تھی۔۔

شدید پریشانی سے انکا حال برا تھا۔کیونکہ اک گھنٹے سے سنی ڈاکٹرز کے ساتھ اندر موجود تھا۔لیکن ابھی تک عیس کے حوالے سے کوئی بھی اپ ڈیٹ نہیں تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں سنی ماسک لگائے باہر آیا تھا۔تو وہ دونوں اسکی جانب آئے۔۔

کیسے ہیں وہ اب۔۔۔

ضرار نے بے چینی سے استفسار کیا۔تو سنی گہری سانس خارج کر گیا۔

Both are facing hypothermia conditions..

مطلب۔۔

ان دنوں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔

ان دنوں کو دیکھتے سنی بولنا شروع ہوا۔۔

یہ اک میڈیکل کنڈیشن ہے۔جب اک انسانی جسم زیادہ دیر تک ٹھنڈے میں رہتا ہے۔تو زیادہ دیر تک پانی میں رہنے کی وجہ سے اسے hypothermia کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس میں باڈی کا ٹمپریچر گرتا چلا جاتا ہے۔اور باڈی کی ہیٹ کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔اور اک وقت وہ آتا ہے۔جب باڈی ہیٹ پیدا بھی نہیں کر پاتی۔اور یہ اک خطرناک صورتحال ہوتی ہے۔۔

اس کے علاوہ عیس کے سر پر چوٹ لگی ہے۔شائد پانی میں گرتے وقت اسکا سر کسی پتھر سے ٹکرایا تھا۔اسی وجہ سے وہ بے ہوش ہوا تھا۔

اس کنڈیشن کے علاوہ cold water shock کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔جہاں انسان کو سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے۔اور اسکے دل کی دھڑکن کبھی کم یا بڑھ جاتی ہے۔اور بلڈ پریشر میں بھی بدلاؤ آتے ہیں۔اس

وقت بھی ان دنوں کو آکسیجن لگائی گئی ہے۔ میڈیکلی ان کو گرم رکھنے کی پوری کوشش کی جارہی تھی۔

لیکن مجھے امید ہے۔ کہ عیس جلدی ریکور کر جائے گا۔ کیونکہ اسکی حالت میں سدھار آنے لگا ہے۔ پر مشعل کے لئے خطرے کی بات ہے۔ کیونکہ وہ بہت نازک اور کمزور ہے۔ وہ اس کنڈیشن سے نہیں نکل پارہی۔۔ اسکی باڈی کا ٹمپریچر انتہائی گر چکا ہے۔

اور اگر ایسا ہی رہا۔ تو مشعل کے لئے بہت مشکل ہو سکتی ہے۔ اگر وہ جلدی اس حالت سے نہ نکل پائی۔ تو اسے پینک اٹیک ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سب اسکی بعد کی نارمل زندگی پر بھی اثر کر سکتا ہے۔ جہاں اسکی سوچ سمجھنے کی صلاحیت کم ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ بے وقت سٹریس محسوس کرے گی۔

سنی انکو آہستہ آہستہ بتاتے چپ ہوا۔ جبکہ گولڈن آنکھیں نم تھیں۔ وہ انتہا کا سینسیٹو تھا۔ اور اب اپنے عزیزوں کو ایسے دیکھتے وہ ضبط کھو چکا تھا۔ ائی سی

یومیں بامشکل کھڑے ہو کر اس نے عیس کا علاج کیا تھا۔ جبکہ مشعل کوفی میلز ڈاکٹر کی نگرانی میں ٹریٹمنٹ دیا گیا تھا۔

عیس کو ہوش کب تک آئے گا۔۔

ضرار نے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔ کیونکہ وہ ہوش میں آکر ہی اپنے چوزے کو سنبھال سکتا تھا۔

ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے اس بارے۔۔۔۔

سنی نیچے دیکھتے آہستگی سے بولا۔۔ عیس کو چونکہ سخت ٹریننگ دی گئی تھی۔ اسی لئے وہ اتنی خطرناک کنڈیشن میں جلدی ریکور کر پا رہا تھا۔

مجھے عیس کو دیکھنا ہے۔۔۔۔

سلطان سنی کو دیکھتے سنجیدگی سے بولا۔۔ تو وہ سر ہلاتے ان کو ساتھ لیے عیس کے روم میں آیا۔ جہاں اسے آکسیجن لگائی تھی۔ اسکے بھیگے کپڑے بدل دیے گئے تھے۔

وہ تینوں اسکے بیڈ کے پاس کھڑے تھے۔ سلطان نے اسکے ماتھے کے بال پیچھے کرتے جھکتے ہوئے اسکے ماتھے کو چھوا تھا۔ جبکہ سنی نے اسکا ہاتھ تھام لیا تھا۔

ان چاروں کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں تھا۔ لیکن اپنی شوخ طبیعت کی وجہ سے سلطان اور ضرار ان دونوں کو خود سے چھوٹا مانتے تھے۔ اور ٹریٹ بھی ویسے ہی کرتے تھے۔ جس پر آج تک سنان اور عیس نے برا نہیں مانا تھا۔ بلکہ وہ حق سے ضرار اور سلطان سے اپنے نخرے ولاڈ اٹھواتے تھے۔ اور ان دونوں کے لاڈ و نخرے پورا کرنا سلطان اور ضرار پر فرض تھا۔

آرمی میں ان چاروں کی سیم پوزیشن تھی۔

لیکن اس کے باوجود ہر مشن میں سلطان کو آگے رکھتے تھے۔ سلطان ہی ان سب کو لیڈ کرتا تھا۔ غرض اپنے گروپ میں ان سب نے اپنی اپنی جگہ رکھی تھی۔ سلطان اگر انکا پہلا بوس تھا۔ تو ضرار دوسرا تھا۔

اک دفعہ پھران تینوں نے عیس کے ہاتھ کواپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔تاکہ وہ انکے بے قرار دل کی پکارا سنتا ہوش میں آجائے۔وہ اسے مزید ایسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔وہ ہنستا مسکراتا انکی جاں عذاب کرتا ہی اچھا لگتا تھا۔

مشعل تک پہنچنے میں اسے جو زرا دیری ہوئی تھی۔تو وہ دیری صرف اسی وجہ سے تھی۔کہ عین وقت پر انہیں عیس کو اکیلا بھیجنے کا کرنلز کی جانب سے آڈر ملا تھا۔۔جس پر سنی آپے سے باہر ہوا تھا۔۔

سنی کو منا کر ہی عیس نکلا تھا۔۔اور اس زرا سی دیری کا یہ انجام ہوا۔۔کہ ان دو ٹکوں کے آدمیوں نے اسے چوزے کو باندھ دیا تھا۔جس پر عیس نے انہیں دردناک موت دی تھی۔

عیس کی باتیں یاد کرتے ضرار آنسو صاف کرتے اچانک سے مسکرایا تھا۔

کیا ہوا۔۔۔

ضرار کی ہنسی کی آواز پر وہ اسکو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

یہ سالا ہمیں کہہ کر آیا تھا کہ ہنی مون منا کر ہی آئے گا۔اور اب دیکھو کیسے بے ہوش پڑا ہے۔اچھا ہے اسکا ہنی مون لیٹ ہو گیا۔کم از کم اب میں تم سب سے پیچھے تو نہیں رہوں گا نہ۔۔۔

ضرار نم آنکھوں سے مسکراتے بولا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیے۔لیکن ضرار کی یہ بات عیس کو پسند نہیں آئی تھی۔

اسے کیا ہوا۔۔۔

ضرار عیس کی بگڑتی حالت پر پریشان ہوتے بولا۔۔

اسکو تیری گندی بات نہیں پسند ائی۔۔۔

سنی نے دانت پیستے اسے جواب دیا۔کیونکہ عیس کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔۔۔

باہر جاؤ میں دیکھتا ہوں اسے۔۔۔

سنی نے ان دونوں کو جلدی سے باہر بھیجا۔انکے نکلتے ہی ڈاکٹر روم میں داخل ہوئے۔کیونکہ سلطان نے انہیں اندر جانے کو کہا تھا۔

باہر وہ اضطراب کی کیفیت میں ٹہل رہے تھے۔بلا آخر آدھے گھنٹے بعد سنی روم سے باہر نکلا تھا۔تو وہ تیزی سے اسکی جانب ائے۔

سنی انکو خاموش نظروں سے دیکھتا رہا۔وہ اسکے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔

پھر وہ اپنا ماسک اتارتے منہ بناتے بول ہی پڑا۔۔۔

"وہ کہہ رہا ہے۔کہ میں تم سب سے پہلے باپ بن کے رہوں گا۔۔"

جہاں سنی کے لفظوں نے انہیں چونکنے پر مجبور کیا تھا۔وہیں وہ خوشی سے پاگل ہوتے عیس کے روم کی جانب بڑھے۔

جبکہ پیچھے سنی منہ بسورتا رہ گیا۔کیونکہ وہ پیچھے جو رہنے والا تھا۔

مشعل کے نازک وجود کو اس نے بیڈ پر لٹا کر اچھے سے بلینکٹ میں کور کر دیا۔ کمرے میں آتش دان جل رہا تھا۔۔ لیکن ابھی کمرہ مکمل طور پر گرم نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ ابھی تو اسے لے کر یہاں پہنچا تھا۔

عیس نے آگے بڑھتے ہوئے کھڑکیاں اچھے سے بند کی تھیں۔اور ساتھ ہی سائیڈ پر پڑیں لکڑیاں آتش دان میں رکھی تھیں۔۔تاکہ آگ تیز ہو سکے۔ ابھی وہ یہ سب کر کے مڑا ہی تھا۔ کہ کمرے کے لینڈ لائن فون بجنا شروع ہو گیا۔

شوز اتار کر عیس نے فون اٹھایا۔

عیس تو سمجھ نہیں رہا ابھی تجھے اور گڑیا کو ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے یار۔۔۔

فون اٹھاتے ہی سنان کی آواز اسکے کانوں میں گونجی تو عیس فون کو اک نظر گھور گیا۔

میرا علاج تو تب ہی ہو جانا ہے جب میں اسکا علاج کرنا شروع کرنا"

"ہے۔۔

عیس نے معنی خیزی سے گھمبیر لہجے میں اسے جواب دیا۔ تو دوسری طرف سنان کا دل کیا کہ آج اسکی پونی کھینچ کھینچ کر توڑ ہی ڈالے۔

سالے اگر تجھے اپنا نہیں خیال تو کم از کم گڑیا کا تو خیال کر لے۔۔ وہ تیرے جیسی بلڈوزر نہیں ہے۔ اسے پراپر ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔۔ تو سمجھ کیوں نہیں رہا۔۔۔

سنی غصے و عاجزی سے ملے جلے انداز میں بولتا چلا گیا۔ تاکہ مقابل کو شرم دلا سکے۔۔

تیری گڑیا کے علاج کا تو پتہ نہیں پر اگر تو ایسے ہی کباب میں ہڈی بنا رہا نہ تو میں ادھر آ کر پہلے تیرا علاج کرنا ہے۔ پھر تیری گڑیا کا۔۔۔ جا کر اپنی یہ ڈاکٹری کہیں اور جھاڑ کمینے کباب کی ہڈی۔۔

عیس غصے سے غراتے ہوئے فون ٹک سے بند کر گیا۔

جس پر سنی اپنا سامنہ لے کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ جو سنی کے دیکھنے پر لاپرواہی پر کندھے اچکا گئے۔۔

جب تجھے پتہ ہے کہ وہ نہیں رکے گا۔ تو کیوں ٹانگ بیچ میں اٹکانے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔

ضرار سنی کو شرم دلانے کے کی غرض سے دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

کیونکہ سلطان اور ضرار دونوں ہی جانتے تھے۔۔ کہ سنان مصطفیٰ اس وقت بس عیس علی ہمدانی کے ہنی مون پلین کو ناکام بنانے کی سر توڑ کوششیں کر رہا ہے۔ تاکہ سنان مصطفیٰ کاظمی کے دل میں ٹھنڈ پہنچتی رہے۔ کہ رومینس کے مقابلے میں وہ برابر ہی ہیں۔ پر آج عیس علی ہمدانی آگے نکلنے والا تھا۔ اور یہ ہی سوچ سوچ کر سنی کا خون خشک ہو رہا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ اڑتے ہوئے اسلام آباد سے ایرہ کو یہاں لے آئے۔ اور لگے ہاتھ رخصتی ڈن کر تا سارے تقاضے پورے کر دے۔۔

منہ لٹکانے سے کچھ نہیں ہونے والا، چلو روم میں چلتے ہیں۔

سلطان سنی کو زبردستی کھینچتے ہوئے روم میں لے گیا۔۔ کیونکہ وہ اس وقت ہوٹل کے ریسپشن پر کھڑے عیس کو فون کر رہے تھے۔

۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فون بند کرتے ہی عیس بیڈ پر پیچھے گرا تھا۔ جبکہ پاؤں بیڈ سے نیچے لٹک رہے تھے۔ ہیزل براؤن آنکھیں آج بھرپور چمک رہیں تھیں۔ بے شک اس کا دل مٹھی میں جکڑا گیا تھا۔ جب پانی میں گرتے وقت مشعل ہوش میں آتے ڈر کے مارے اسکی گردن کو نوچنے لگی تھی۔ پانی میں گرتے ہی وہ اس سے الگ ہوئی تھی۔ لیکن عیس نے اسے خود سے جدا ہونے نہیں دیا تھا۔

پانی میں زور آزمائی کے وقت اک پتھر اس کے سر پر لگا تھا۔۔ جس کی وجہ سے اسکا چکرا کر رہ گیا۔اسی چوٹ کی وجہ سے ابھی اسکے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔۔ جبکہ مشعل کو کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔

عیس نے ہوش میں رہتے خود کو اور مشعل کو کنارے پر پہنچا دیا تھا۔ کنارے پر پہنچتے ہی وہ دونوں مکمل طور ہوش کھو بیٹھے تھے۔۔ جھڑنے کا پانی بہتے ہوئے اس وقت اپنے زوروں پر تھا۔۔ پانی کے تیز بہاؤ کی وجہ سے عیس سنبھل نہیں پا رہا تھا۔پر اس سب کے باوجود بھی اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

ہاسپٹل میں ہوش میں آتے ہی اس نے اپنے چوزے کا پوچھا تھا۔۔ جس پر سنی نے اسے مشعل کی کنڈیشن کے بارے آہستہ آہستہ سب بتا دیا۔ کیونکہ اگر وہ تینوں اس سے چھپا بھی لیتے تب بھی وہ مشعل کے پاس پہنچ ہی جاتا۔۔ کیونکہ وہ ہوش میں آکر بیڈ پر لیٹنے سے رہا۔ وہ بھی تب، جب اسکی چھوٹی سی بیوی سیریس حالت میں تھی۔

عیس کو گرم کپڑے پہنا کر سنی اسے مشعل کے روم میں ل گیا تھا۔ جہاں وہ ہاسپٹل کے کپڑوں میں تھی۔اور اسکے علاؤہ کمرے کو گرم رکھنے کی پوری کوشش کی جارہی تھی۔۔ لیکن مشعل کی حالت میں زیادہ سدھار نہیں آیا تھا۔۔بلکہ اسکی ڈھرکن تیز تر ہوتی چلیں گئیں تھیں۔

مشعل کی حالت دیکھتے عیس نے تکلیف سے لب بھنچے تھے۔اس وقت مشعل کے جسم کو ہیٹ کی ضرورت تھی۔۔ کیونکہ پانی میں زیادہ دیر رہنے کی وجہ سے اسکی باڈی خود ہیٹ پیدا نہیں کر پارہی تھی۔اور جب تک اسکی باڈی خود سے ہیٹ پیدا نہ کرتی۔۔تب تک مشعل کی حالت نہیں سنبھل سکتی تھی اسی لئے ضروری تدابیر کر کے اور ڈاکٹرز سے مشورہ کرتے عیس مشعل کو ہوٹل میں لے آیا تھا۔

کیونکہ اس وقت اس کے علاوہ کوئی حل نہیں تھا۔اور اس پر عمل کرنے کا عیس سوچ چکا تھا۔اگر اس نے کہا تھا کہ وہ حسن علی ہمدانی کی اجازت کے بنار خصتی کرتا انہیں شاک دے گا۔تو وہ سچ میں ایسا ہی کرنے والا تھا۔

اپنے باپ کو سوچتے عیس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

عیس نے اپنے رائٹ سائیڈ پر دیکھا۔۔ جہاں اسکا چوزہ لیٹا ہوا تھا۔۔ مشعل کے نازک سراپے کو دیکھتے عیس کی ڈھرکنوں میں اشتعال برپا ہوا تھا۔اور آج اس آگ میں وہ اپنے چوزے کو حلال کرنے والا تھا۔۔

عیس نے اپنی جیکٹ کی زپ کھول کر اتارتے، صوفے پر پھینکی۔تو نیچے ہوڈی دیکھ کر اسے کوفت ہوئی۔اسکے یاروں نے کسی دادی اماں کی طرح اسے گرم کپڑوں میں پیک کر دیا تھا۔۔ کہ ہوڈی اتار کر بھی وہ نیچے گرم شرٹ اور سویٹر پہنے ہوا تھا۔

ہوڈی اتارتے وہ بیڈ سے کھڑا ہوا۔تاکہ ساتھ ساتھ کمرے کو بھی چیک کر لے۔ کھڑکیاں تو وہ پہلے ہی بند کر چکا تھا۔ڈور لاک کرتے عیس نے اپنی

شرٹ اور سویٹر اتار کر صوفے پر پھینکے تھے۔ وہ اب شرٹ لیس تھا۔ کمرہ مکمل طور اب گرم ہو گیا تھا۔

شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر عیس نے اک نظر خود کو دیکھا تھا۔ مضبوط کسرتی کٹاؤ دار اسکا سینا تھا۔ عیس نے دائیں جانب منہ کرتے اپنی گردن پر خراشوں کو دیکھا۔۔ جو اسکی معصوم بیوی کی کارستانی تھی۔ لمبے بال پونی میں قید تھے۔ گندمی رنگ میں بلا کی کشش تھی۔

اک نظر خود کے مضبوط جسم کو دیکھ کر اور پھر مشعل کے چھوٹے سے نازک سراپے کو سوچتے عیس نے مسرور ہوتے نچلے ہونٹ کا کونہ دبایا تھا۔ کیونکہ آج اسکی بیوی اسے جھیلنے والی تھی۔

کمرے میں ہلکی روشنی کرتے عیس بیڈ کی جانب بڑھا۔ وہ جیسے جیسے بیڈ کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا۔۔ کہ اسکا اسکا دل سینے میں نہیں بلکہ کانوں میں ڈھول بجا رہا ہے۔۔ کیونکہ اسکی ڈھرکنیں اس وقت زوروں شور سے تیزی سے دھڑک رہیں تھیں۔

بیڈ پر لیٹتے ہی عیس نے مشعل کو اٹھا کر اپنے سینے پر لٹایا۔۔تاکہ وہ اسکی دل کی آواز سنتی آنکھیں کھول دے۔۔ سنی نے اسے بتایا تھا کہ وہ کچھ سیکنڈز کے لئے ہوش میں آئی تھی۔۔ لیکن اب عیس کو اسے مکمل طور پر ہوش میں لانا تھا۔

مشعل کو دوبارہ تکیے پر لٹاتے عیس نے غور سے اسکے چہرے کو دیکھا تھا۔۔ جہاں اس وقت کوئی رنگ نہیں تھا۔۔ ورنہ اسکے پھولے گال ہمیشہ لال رہتے تھے۔ جبکہ چھوٹے چھوٹے ہونٹ بھی اس وقت نیلے تھے۔۔ اگر اس وقت وہ ایسے نیلی تھی۔۔ تو جب اسے پانی سے نکالا گیا تھا۔ تب وہ کس حال میں ہو گی۔ عیس نے بے اختیار سوچا تھا۔

ہمہ وقت ماتھے پر بکھرے بال آج بے ترتیب تھے۔ عیس کو یاد تھا۔ کہ وہ اپنے بالوں کو بہت سنوار کر رکھتی تھی۔ شائد وہ جانتی تھی۔۔ کہ اسکا شوہر اسکے ہیر سٹائل پر دل و جاں سے فدا ہے۔

عیس نے اوپر اٹھتے ہوئے اسکے ماتھے پر اپنے ہونٹ ثبت کیے تھے۔۔اور وہ پیچھے نہیں ہٹا تھا۔۔ کیونکہ اسے اپنے بے قرار دل کو سکون پہنچانا تھا۔
مشعل کے ماتھے کو چومنے کے بعد عیس نے اسکی چھوٹی سی تیکھی ناک کو چوما۔جو سرخ تھی۔

عیس کو کسی بھی طرح اسے ہوش میں لانا تھا۔کیونکہ اپنے وصل کے لمحات میں وہ اسکی التجائیں سننا چاہتا تھا۔۔وہ چاہتا تھا۔کہ وہ اسکے لمس پر تڑپتے ہوئے اسکو بار بار پکارے۔ جس پر عیس علی کبھی اس پر رحم کرے تو کبھی ظالم بنتا اسکو شدت سے خود میں سمائے۔

عیس رکا نہیں تھا بلکہ وہ آہستہ آہستہ اسکے چہرے پر اپنے لمس کے پھول کھلانے لگا تھا۔۔ کیونکہ اس وقت ان دونوں کو اک دوسرے کے لمس کی حرارت کی ضرورت تھی۔ مشعل اس وقت ہاسپٹل کے کپڑوں پر گرم کپڑے پہنے ہوئے تھی۔

عیس نے بیٹھتے ہوئے مشعل کو سہارہ دیتے اٹھا کر بٹھایا۔ وہ آرام آرام سے اسکے گرم کپڑے اتار کر اپنے اتارے گئے کپڑوں پر پھینک گیا۔

مشعل کے جسم پر صرف ہاسپٹل کا گاؤن رہ گیا تھا۔۔ جسے دیکھتے عیس نے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے کچلا۔ عیس کو یہ گاؤن بھی اتارنا تھا۔ لیکن یہ گاؤن وہ مشعل کے ہوش میں ہی اتارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسی لئے اسے آرام سے لٹاتے پھر اس پر جھکا۔

مشعل کے گالوں کو ہونٹوں میں سک کرتے عیس نے ان پر ہلکے سے دانت گاڑے۔۔ لیکن مشعل ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔

جانم اٹھ جاؤاب، اس دیوانے کو اب مزید نہیں تنگ کرو پلیز۔۔۔

مشعل کے کان میں التجا کرتے عیس نے اسکی کان کی لوح کو چوما تھا۔ عیس کے چومتے ہی اسکے کان کی لوح سرخ ہو گئی تھی۔۔ جسے دیکھتے عیس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔۔

عیس نے اسکی گردن میں ہاتھ لپیٹتے اسکے چہرے کو بلند کیا۔ آنکھیں بند کرتے وہ اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔

نرمی سے اسکے ہلکے نیلے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے وہ نرمی سے انہیں چھونے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ اسکا ہاتھ مشعل کے جسم پر بے باکی سے گردش کر رہا تھا۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اتنے میں ہی اسکے چوزے کی بس ہو جانی ہے۔ وہ تو اپنے لمس کی چھیڑ خانی سے اسے تڑپانا چاہ رہا تھا۔۔

مشعل کے ہونٹوں کو سک کرتے عیس بے خود ہونے لگا تھا۔ کہ وہ اسکی ڈھرکنوں پر ہاتھ پھیرتے مشعل کی ڈھرکنوں کو سرپٹ دوڑانے لگا۔

مشعل اسکی گرفت میں کسمائی تھی۔ اسکے کسمانے پر عیس کی آنکھوں کی چمک بڑھی۔۔ اخر کو وہ کامیاب ہو رہا تھا۔

خود کو کامیاب ہوتے دیکھ کر وہ مکمل طور پر اس پر جھکتا چلا گیا۔ مشعل کے ہونٹوں کو بے باکی سے چومتے وہ اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی پاگل کر گیا۔

کہ وہ پٹ سے آنکھیں کھولنے پر مجبور ہوئی تھی۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے اپنے جنونی شوہر کو اپنے ہونٹوں سے لپٹے دیکھا۔ عیس شدت سے اسکے ہونٹوں کو چومتے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے دونوں ہونٹوں میں سک کر رہا تھا۔ کہ مشعل کو لگا تھا۔۔ کہ آج وہ اسکی جان ہونٹوں سے ہی نکال دے گا۔

عیس کو رکتے نہ دیکھ کر اس نے اپنے ناخن اسکی گردن پر مارے۔ کیونکہ اب اسکی سانس رکنے لگی تھی۔

مشعل کی آنکھیں کھلی دیکھ کر وہ سرشاری سے پیچھے ہوا۔ تو مشعل کھانسنے لگی۔

کیا کر رہے ہیں اپ۔۔۔

کھانستے ہوئے وہ بامشکل بولی۔ تو عیس نے ٹیبل سے پانی والا گلاس اٹھا کر اسے اوپر اٹھاتے اسکے ہونٹوں سے لگایا۔ پانی پیتے ہی وہ پیچھے تکیے پر دوبارہ گر گئی۔

میں فضول میں پریشان ہو رہا تھا۔ کہ تمہیں ہوش میں کیسے لاؤں۔ وہ تو بعد میں یاد آیا کہ میری بیوی کا رونا اگر میرے کس کرنے سے ختم ہو سکتا ہے تو وہ ایسے ہوش میں بھی آسکتی ہے۔

عیس ہنستے ہوئے بولا۔ تو مشعل اسے نروٹھی نظروں سے دیکھنے لگی۔۔ کیونکہ وہ اسے یاد دلا رہا تھا۔ کہ وہ ہمیشہ اسے چپ کروانے کے لیے اس کے ہونٹوں کو نشانہ بناتا تھا۔

مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔

اک دم سے مشعل کانپتے ہوئے بولی۔ کیونکہ اسے ابھی یاد نہیں تھا۔۔ کہ وہ کہاں کس حال میں ہے۔۔

بے فکر رہو ہم دونوں کی ٹھنڈ کا علاج کرنے ہی یہاں آیا ہوں۔

کمبل میں سے مشعل کو اپنی جانب کھینچتے عیس گھمبیر بھاری لہجے میں بولا۔ تو مشعل اسکے انداز پر چونکی۔

جبکہ کمبل کے اندر اپنے جسم پر عیس کا گردش کرتا ہاتھ محسوس کرتے وہ کانپ اٹھی۔

کیا کر رہے ہیں آپ۔۔

مشعل اسکے ارادوں سے ڈرتے بے اختیار پیچھے کو سرکی۔ جس پر عیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلی تھی۔۔ شائد وہ ابھی تک مکمل طور پر ہوش میں نہیں آئی تھی۔ جو اسے یاد نہیں تھا۔۔ کہ لوگ کدھر ہیں۔۔

میں تمہاری روح میں اترنے کا ارادہ رکھتا ہوں میری جان کے ٹوٹے۔۔۔

عیس نے اسکی گال کو شدت سے چومتے مشعل کے ہوش اڑائے تو وہ اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا گئی۔۔ جبکہ اسے اپنی بڑی بڑی براؤن آنکھوں کو پھیلاتے دیکھ کر عیس کو ہنسی آئی تھی۔۔ کیونکہ وہ تو شائد صدمے میں چلی گئی تھی۔ اسی لئے اسے ٹکر ٹکر دیکھے جا رہی تھی۔

کیا ہوا۔۔۔

عیس نے اسکی آنکھوں کو چومتے شرارت سے استفسار کیا۔۔تو مشعل اسکی گرفت میں مچلنے لگی۔

میری رخصتی نہیں ہوئی ابھی اور نہ آپ میرے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں۔۔

نچلے ہونٹ کو لٹکائے وہ رونے والا منہ بنانے لگی۔جبکہ عیس اسے افسوس بھری نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

میں آپکی کسی ایسی ویسی نظروں میں نہیں آنے والی۔۔

مشعل مسلسل عیس کی نظروں کے جواب میں مضبوط لہجے میں بولتی چہرہ پھیر گئی۔جبکہ عیس تو اسکے انداز پر متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

مشعل کے کروٹ بدلنے پر عیس کو اسکے گاؤن کے بٹن نظر آئے۔جو بیک پر ترتیب سے لگے تھے۔اور انکو کھولنے پر ہی گاؤن اترنا تھا۔

عیس نے اک نظر مشعل کو دیکھتے اسکے دونوں ہاتھوں کو قابو کرتے دوسرے ہاتھ سے اسکے گاؤن کے بٹن کھولتا چلا گیا۔جس پر وہ جھٹپٹاتے رہ گئی۔

بٹن کھولتے ہی مشعل جھٹکے سے مڑتے سیدھی لیٹی تھی۔۔ عیس نے صرف بٹن کھولے تھے۔ جبکہ گاؤن نہیں اتارا تھا۔ بٹن کھولنے کی وجہ سے گاؤن کندھوں سے ڈھلکنے لگا تھا۔

وہ سہمی نظروں سے عیس کو دیکھ رہی تھی اب

جو آنکھوں میں جذبات کا جہاں لیے اسے میٹھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

مشعل کی آنکھوں میں ڈر دیکھتے عیس نے اسکی آنکھوں پر اپنے لب رکھے۔۔

ایسے نہ دیکھو کیونکہ میں پھر خود پر سے کنڑول کھو دوں گا۔۔

مشعل کی گردن میں گہرا سانس بھرتے وہ بولا۔۔ تو مشعل اسکی بھاری آواز پر خود میں سمٹنے لگی۔ اسے اپنے گرد خطرہ منڈلاتا محسوس ہو رہا تھا۔

ابھی یہ سب کیوں۔۔۔

مشعل بھرائے لہجے میں اس سے پوچھنے لگی۔ کیونکہ اتنا تو وہ سمجھ چکی تھی۔ کہ وہ آج نہیں رکنے والا۔۔۔

کیونکہ اس وقت تمہارے نازک جسم کی حرارت ہی مجھے زندہ رکھ سکتی ہے بس۔۔

عیس نے اسکے کان میں سرگوشی کی تو اسکے خطرناک انداز پر مشعل کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ڈور گئی۔

کیونکہ وہ آہستہ آہستہ اسے خود میں جکڑتے جا رہا تھا۔ کچھ ٹھنڈ سے مشعل کا خود بھی برا حال تھا۔۔ وہ نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ کہ اسے اتنی ٹھنڈ کیوں لگ رہی ہے۔۔

عیس مجھے بہتتت ٹھنڈ رہی ہے۔۔

cold خشک لبوں سے اس نے بامشکل الفاظ ادا کیے۔۔ جبکہ اس پر کاپھر اٹیک ہوا تھا۔ جس میں مشعل خود کو برف میں گرا ہوا shock محسوس کر رہی تھی۔

مشعل کی بگڑتی حالت پر عیس سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے اسکے ہونٹوں پر گرفت جما گیا۔اسکے ہونٹوں کو چومتے وہ آہستہ آہستہ اسکا گاؤن اتارتے اسے ہر پردے سے آزاد کر گیا۔ جس پر مشعل بھرپور کمزور مزاحمت کر رہی تھی۔۔ لیکن عیس کے لمس سے اسے سکون محسوس ہونے لگا تھام اسی لئے آنکھیں موندے وہ اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی۔

اپنی بیوی کو اپنے لمس سے سکون محسوس کرتے عیس نے بے قراری سے اسکے جسم کو اپنے جسم سے ملایا تھا۔ جس پر مشعل خود میں سمٹنے گئی۔۔

مشعل کے ہونٹوں کو آزادی بخشتے عیس اسکی گردن پر جھکتا چلا گیا۔۔وہ جگہ جگہ اسکی گردن پر شدت سے دانت گاڑ رہا تھا۔۔ جس پر مشعل کے جسم میں خون کی گردش تیز ہوتی جا رہی تھی۔

عیس جو اسکی ڈھرکنوں پر جھکنے لگا تھا۔۔کہ مشعل شرم کے مارے نفی میں سر ہلاتے رخ موڑ گئی۔ جس پر عیس نے مشعل کو الٹا کرتے اسکی گردن اور

بیک پر ہونٹ ثبت کیے تھے۔وہ جیسے جیسے اسے چھو رہا تھا ویسے ویسے اسکی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

عیس نہیں کریں۔۔۔

مشعل رخ موڑتے گہری سانسیں بھرتی بولی تھی۔۔لیکن عیس نے اسکی التجا نہیں سنی تھی۔بلکہ اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں قید کرتا اوپر تکیے سے لگا گیا۔۔

"اپنی التجاؤں کو جاری رکھنا میری جان، کیونکہ ان ملن کے لمحات میں تم مجھے جتنا پکارو گی۔۔میں اتنا ہی ہوش میں رہتے نرمی سے تمہیں چھونے کی کوشش کروں گا۔اور جہاں مجھے تمہاری پکار سننا بند ہوئی وہاں میری شدتوں کو سہنے کے لئے تیار رہنا"

عیس نے اسکی ڈارک براؤن آنکھوں میں اپنی ہیزل براؤن آنکھیں گاڑتے شدت پسندی سے کہا تھا۔جس پر مشعل کے پورے جسم میں سپارک ہوا۔اس سے پہلے کہ وہ نفی میں سر ہلا پاتی۔۔

عیس اسکی ڈھر کنوں پر جھک چکا تھا۔ نرمی سے اسکی ڈھر کنوں کو چومتے وہ مشعل کو بھرپور طریقے سے تڑپا رہا تھا۔ کہ وہ سسکنے لگی تھی۔ مشعل کی دھڑکنوں کو شدت سے چومتے وہ جھکتے ہوئے اسکے پیٹ پر لب رکھ گیا۔ وہ مشعل کے ہاتھ آزاد کر چکا تھا۔ لیکن مشعل کسی اور جہاں میں پہنچی ہوئی تھی۔ مشعل کے پیٹ اور ٹانگوں کو چومتے وہ دوبارہ اسکے روبرو ہوا۔۔ جہاں وہ تکیے پر سر رکھے سسک رہی تھی۔

عیس نے اس کی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لگاتے اس پر اپنا بوجھ منتقل کیا تو مشعل پٹ سے آنکھیں کھول گئی۔

مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پلیز ز۔۔۔

وہ سہمی نظروں سے اسے اپنی جان بخشی کی امید لگا رہی تھی۔ جو آج چاہ کر بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔

میرا نام پکارو۔۔

عیس نے اسکی گردن کو دانتوں سے کاٹتے فرمائش کی۔تو مشعل سسکتے ہوئے اسے پکارنے لگی۔۔۔

عیسسس پلیز۔۔۔۔

بار بار پکارو۔۔۔

عیس نے اسکے دل کے مقام پر ہونٹ رکھتے پھر جنونی انداز میں کہا تھا۔تو مشعل اسکے انداز پر اندر تک ڈر گئی۔

وہ ابھی تک اسکا اک انداز ہضم نہیں کر پا رہی تھی۔کہ عیس شدت سے اسکے اندر اترا تھا۔جس پر مشعل کی آنکھیں باہر نکلنے کو ہوئیں تھیں۔۔پورے کمرے میں مشعل کی چیخ گونجی تھی۔

جس پر عیس نے جلدی سے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے اسکی اگلی چیخ دبائی۔لیکن مشعل درد سے بے حال ہوتے رونے لگی تھی۔۔اور ساتھ ہی ساتھ عیس کے کندھوں پر مکے مار رہی تھی۔

مشعل کو بری طرح روتے دیکھ کر عیس فکر مندی سے پیچھے ہوا۔۔۔

جاناں کیا ہوا۔۔

عیس کے پیچھے ہوتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔۔

دور ہوں مجھ سے، مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔

وہ ہچکیاں بھرتے غصے سے غرائی تھی۔۔اسکا غرانا بنتا تھا۔۔کیونکہ سب کچھ کر کے اسکا شوہر معصوم بن رہا تھا۔۔

مشعل کے رونے اور درد کا سنتے عیس نے اپنی مسکراہٹ روکی۔وہ جتنی نرمی دیکھا سکتا تھا۔۔اس پوری کوشش کی تھی۔۔کہ وہ اپنی نازک بیوی کو ہرٹ نہ کرے۔۔لیکن اسکی بیوی حد سے زیادہ ڈرپوک اور کمزور ثابت ہوئی تھی۔۔جو شروع میں ہی پینک ہونے لگی تھی۔اگر وہ زرا سی شدت دیکھا دیتا تو وہ اس دنیا سے ہی کوچ کر جاتی۔۔۔

میری جان میرا بچہ میری چھوٹی دنیا۔۔۔

عیس اسکے آنسو لبوں سے چنتے اسے پچکارنے لگا۔۔کیونکہ فلحال اسے اپنی پینک کرتی بیوی کو ٹھنڈا کرنا تھا۔

پیچھے ہٹیں کوئی پیار نہیں اپکو مجھ سے۔۔۔

عیس کے ہاتھ جھٹکتے وہ تیش سے پھٹ پڑی۔

اس وقت اسے یہ بھی ہوش نہیں تھی۔ کہ وہ کس حال میں ہے۔۔ جبکہ عیس کا تو اپنی ہنسی ضبط کرتے برا حال ہو رہا تھا۔۔ وہ تو یہ سوچ رہا تھا۔ کہ جتنی اونچی اسکی بیوی چلائی تھی۔ اسکی چینخ کیا ساتھ والے کمرے میں اسکے بھائیوں کے کانوں میں پہنچی تھی۔ یہ سب سوچتے وہ اپنی زبان کو منہ میں رول کرنے لگا۔ آخر کو چہرے پر شیطانی مسکراہٹ جو تھی۔۔

پیار کرنے دو گی تو کروں گا نہ میری جان، بنا پیار کیے میں تمہیں کیسے اپنے پیار کا ثبوت دوں۔۔۔

عیس اسکے گال چومتے ہوئے بولا۔ تو مشعل اسے گھورنے لگی۔

مجھے کوئی پیار نہیں چاہیے آپ بس پیچھے ہو جائیں۔

مشعل کسی صورت اسکے پیار کرنے پر راضی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ اسکی جان نکال چکا تھا اور اب پھر پیار کرنے کا کہہ رہا تھا۔

پیچھے تو میں کسی قیمت پر نہیں ہونے والا، بلکہ تم اپنا دل آج بڑا کر لوں
کیونکہ یہ شدتیں، پیار سب تمہیں ہی سہنا ہے۔۔
عیس اسکی آنکھوں میں دیکھتے مضبوط لہجے میں بولا۔ تو مشعل رونے والا منہ
بنا گئی۔ لیکن عیس اسکی روتی شکل نظر انداز کرتے اسکی کمر کے گرد بازو
لپیٹتے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے اک دفعہ پھر اسکی جان لبوں
پر لایا تھا۔
جس پر مشعل کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ وہ بھرپور مزاحمت کر رہی
تھی۔۔ لیکن اس دیو کی گرفت میں اسکے لئے ہلنا بھی ناممکن تھا۔
وہ بلکل بھی شدت سے اسے نہیں چھو رہا تھا۔ لیکن عیس کو محسوس ہو رہا
تھا۔ کہ اسکی بیوی کی بس ہو چکی ہے
اسی لئے پیچھے ہٹا۔۔ جس پر مشعل نے پھر سکھ کا سانس لیا۔۔
لگتا ہے ایسے ہی رک رک تمہیں پینا پڑے گا۔ عیس آنکھ ونک کرتے بے
شرمی سے گویا ہوا۔۔ تو مشعل اسکی آغوش میں شرم سے لال انگارہ ہو گئی۔

اتنے گہرے سانس لو گی۔ تو جان سے جاؤ گی پھر رونے لگتی ہو۔۔۔

عیس اسکے ہونٹوں کو بار بار چومتے بولا تو مشعل منہ بسور گئی۔

جبکہ عیس اسکے انداز پر واہ کرتے رہ گیا تھا۔۔اسے اچھی ملن کی رات نصیب ہوئی تھی۔ جس میں اسکی بیوی اپنی جان خلاصی کرواتے اسکی جان لبوں پر لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ خیر عیس کونسا اسکی جان چھوڑنے والا تھا۔

اسی لئے پھر بے خود ہوتے مشعل کو اپنی شدتوں سے روشناس کروانے لگا تھا۔۔ جس ہر مشعل نے درد سے بے حال ہوتے اسکے سینے کو ناخنوں سے زخمی کیا تھا۔

لیکن عیس پر اسکا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔ بلکہ وہ مزید بے قرار ہوتا اپنی شدتوں میں اصافہ کرتا چلا گیا۔ جس پر مشعل کو لگ رہا تھا۔۔ کہ وہ آج مر جائے گی۔ کہاں وہ دھان پان سی لڑکی تھی۔ جو اس وقت اس دیو کی قید میں پھڑ پھڑا بھی نہیں سکتی تھی۔

مشعل کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اسے اپنی شدتوں سے بے حال کر چکا تھا۔ کہ مشعل تکیے پر سر پٹکتے جا رہی تھی۔

جبکہ آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے۔۔

جنہیں عیس بار بار اپنے لبوں سے چن رہا تھا۔ مشعل کے جسم کو شدت سے خود میں سماتے وہ لمس کی لذت میں پاگل ہوتے شدتیں بڑھاتا چلا گیا تھا۔اس وقت وہ یہ بھی بھول گیا تھا۔ کہ اسکی چھوٹی سی بیوی اسکی شدتیں سہنے کے قابل نہیں ہے۔۔

لیکن عیس آگ سی قربت میں اپنی اور مشعل کی جان اک کرنے میں لگا تھا۔ جس پر مشعل کبھی اسکی بیک پر اسے نوچ رہی تھی۔ تو کبھی اسکے ہونٹوں پر کاٹ دیتی تھی۔

لیکن عیس اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں قید کرتے اسکی ڈھر کنوں پر جھکتے مشعل کو آخری حد تک لرزا گیا۔۔

صبح کے گیارہ بجے وہ چھوٹی چھوٹی سانسیں لیتی عیس کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔

موبائل کی بیل پر عیس نے اپنی سرخ ہیزل براؤن آنکھیں کھول کر سینے سے لگی اپنی متاعِ جاں کو دیکھا۔ جو اپنے دلکش چہرے پر اسکی قربت کے رنگ سجائے ہمیشہ کی طرح ہلکا سا منہ کھولے سو رہی تھی۔

وہ مشعل کو صبح پانچ بجے ہوٹل لے کر آیا تھا۔۔ پورا آدھا گھنٹہ تو وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ نازک جان مشکل سے ایک گھنٹہ بھی اسے جھیل نہیں پائی تھی۔ کیونکہ نہ اسکا رونا بند ہوا تھا۔ اور نہ درد ہو رہا ہے کی گردان رکی تھی۔

اسی لئے عیس نے اس پر رحم کرتے اسے جلد بخش دیا تھا۔اس نے خود کو کس طرح کنڑول کیا تھا۔۔یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔۔ورنہ محبوب کی آدھی ادھوری قربت کا زہر اسے ہوش گنوانے پر مجبور کر رہا تھا۔لیکن عیس نے خود پر ضبط کرتے مشعل کو سنبھالا تھا۔

ان کی عمر میں آٹھ سال کا فرق تھا۔اور اب مشعل بھی اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی۔

لیکن اس سب کے باوجود عیس سمجھ نہیں پا رہا تھا۔کہ مشعل رات کو حد سے زیادہ پینک کیوں ہوئی تھی۔شائد وہ مینٹلی طور پر تیار نہیں تھی۔اور تیار بھی کیسے ہوتی۔کیونکہ مشعل کی خراب حالت کو دیکھتے ہی تو عیس کو یہ قدم اٹھانا پڑا تھا۔یہاں آنے سے پہلے وہ صرف سنی کو چڑانے کی خاطر سنا کر آیا تھا کہ وہ ہنی مون منانے جا رہا ہے۔

پر تب وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکی دعایوں قبول ہو جائے گی۔

اپنے باپ کی کبھی نہ کرنے والی رخصتی تو وہ کر ہی چکا تھا۔۔اب اس رخصتی کو اسے برقرار رکھنا تھا۔وہ سچ ہی کہتا تھا۔کہ قربت کے معاملے میں وہ بد قسمت ثابت ہوا ہے۔کیونکہ اسکی بیوی دہائیاں دیتی رات جتنا اسے تڑپا چکی ہے۔اسے اب لگ رہا تھا۔کہ یہ سفر آسان نہیں ہونے والا۔

رات آدھے سے زیادہ وقت توعیس نے اپنی چھوٹی سی بیوی کو سمجھانے میں گزار دیا تھا۔۔پر اسکا معصوم چوزہ اس معاملے میں ہر گز بھی معصوم ثابت نہیں ہوا تھا۔۔کیونکہ عیس اسے سو طریقوں سے بھی پچکارنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔تو پھر بھی اسکی مسلسل نہ ہاں میں بدلی تھی۔بلکہ وہ الٹا غراتے ہوئے اسے دور کرنے کے طریقوں پر عمل کرتی رہی تھی۔

رات کو مشعل نے اچھا خاصا اسے اپنی انگلیوں پر نچایا تھا۔۔کبھی ہنس کر، کبھی رو کر تو کبھی غصے میں وہ اسے پیچھے ہٹا دیتی تھی۔۔اور جب ان میں سے

کوئی بھی طریقہ کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ تو وہ لاڈ کرتی عیس کو پھانس لیتی تھی۔

سب کو نچانے والا اب خود ناچنے والا تھا۔ انے والے وقت کو سوچتے ہی عیس کو اپنے آپ پر رحم آرہا تھا۔۔ کہ اسکا کیا بننے والا ہے۔

عیس نے سر جھکاتے اپنے چھوٹے پیکٹ کو دیکھا۔۔ جو اسکی ہوڈی پہنے اپنے چہرے پر دنیا جہاں کی معصومیت سجائے عیس کے ارمانوں پر پانی پھیرے سکون سے سو رہی تھی۔

عیس نے جھکتے ہوئے اسکی چھوٹی تیکھی ناک کو چوما تو وہ نیند میں منہ بسور گئی۔

مشعل کے منہ بسورنے پر عیس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا۔ اسکی چھٹی حس کہہ رہی تھی۔ کہ رات اسکی بیوی نے بلاوجہ کا شور ڈال کر اسے الو بنایا ہے۔

ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہا تھا۔۔کہ اسکی موبائل کی پھر بیل ہوئی۔جہاں ضرار کالنگ لکھا نظر آرہا تھا۔

کان کٹ کرتے عیس نے اسے میسج کیا۔اور مشعل کا ماتھا چومتے وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

واش روم میں فریش ہو کر عیس نے اپنی شرٹ پہنی اور آخری نظر مشعل کو دیکھ کر کمرے سے باہر نکلا۔

کیا کہہ رہا ہے وہ۔۔

سلطان نے ضرار کو پوچھا جو عیس کو کال کر رہا تھا۔۔

دو منٹ میں آرہا ہے۔۔ضرار نے اسے جواب دے کر موبائل سائیڈ پر رکھا۔

سنی اپنا میڈیکل باکس کھولے منہ ٹیڑھا کیے عیس کا انتظار کر رہا تھا۔۔ کیونکہ اسے عیس کے سر کی بینڈیج چینج کرنی تھی۔

تیرا منہ کیوں گرنے والا ہے۔۔

سلطان نے سنی کو چھیڑا۔ تو سنی ناک چڑاتا باہر دیکھنے لگا۔۔ جہاں زوروں کی بارش ہو رہی تھی۔۔ اور یہ بارش اسکے دل کے ارمانوں پر آگ کی طرح برس رہی تھی۔۔ کیونکہ اس وقت اسے شدت سے اپنی منکوحہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

یہ جانے بنا کہ اسکی منکوحہ اس سے ناراض ہے۔ ایرہ کو یاد کرتے سنی نے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں بند کیں۔ اگر اس وقت وہ اسلام آباد میں ہوتا۔ تو یقیناً ایرہ کی خیر نہیں ہونی تھی۔ اسکی منکوحہ تو پہلے ہی اسکے لمس پر مدہوش ہوتے خود کو اسکے حوالے کر دیتی تھی۔

لیکن اب وہ اس سے بہت دور تھا۔ سنی اپنے خیالوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ کہ عیس انکے کمرے میں داخل ہوا۔۔

بلو فل ہائی نیک شرٹ پر ڈارک لمبے بالوں کی پونی کیے وہ مغرور بھری چال چلتا انکے قریب آیا تھا۔ گندمی رنگت آج بلا کی چمکتے ہوئے پر کشش لگ رہی تھی۔ آج عیس علی ہمدانی کی رت ہی نرالی تھی۔

وہ تینوں اسے دیکھتے جہاں امپریس ہوئے تھے۔ وہیں سنی کا مزید منہ بگڑا تھا۔۔

عیس شان سے چلتے ہوئے آکر سنی کے آگے بیٹھتے اپنی ہیزل براؤن آنکھیں پٹپٹا گیا۔۔ جس پر سلطان اور ضرار کا چھت پھاڑ قہقہہ کمرے میں گونجا تھا۔ جبکہ سنی کا غصے سے برا حال ہوا تھا۔

کیا تکلیف ہے ادھر کیوں بیٹھے ہو۔۔۔

سنی عیس کو اپنے سامنے دیکھتے بھڑکا۔ تو عیس نے دل جلی مسکراہٹ اسکی جانب اچھالی۔ لیکن دوسرے ہی سیکنڈ وہ معصومیت سے گویا ہوا تھا۔

ڈاکٹر صاحب مریض اپنا زخم دیکھانے آیا ہے۔۔

عیس کے معصومیت سے جواب دینے پر سنی دانت پیس گیا۔

کل تک وہ سر کے زخم کا معائنہ کروانے پر راضی نہیں تھا۔ وہ تو ان تینوں نے زبردستی اسکے زخم پر بینڈیج کی تھی۔ کیونکہ زخم کافی گہرا تھا۔ اور آج وہ خود شرافت سے پٹی چینج کروانے کے لیے اسکے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ سنی کو پھاہے کٹنے کی اچھے سے سمجھ آرہی تھی۔ کہ وہ اپنے زخم پر مرحم نہیں بلکہ سنی کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لئے اسکے سامنے بیٹھا ہے۔

لیکن سنی خود پر ضبط کرتے اس پر خونخوار نظر ڈال کر سامان نکالنے لگا۔۔ کیونکہ اگر بھڑاس میں وہ کچھ الٹا سیدھا بول دیتا تو اس پونی والی عورت کو تیلیاں لگانے کا مزید موقعہ مل جانا تھا۔

سنی سر نیچے کیے باکس سے سامان نکالنے میں لگا تھا۔ تو عیس بھی سر نیچے کرتے اسے دیکھ کر مزید آنکھیں ٹمٹمانے لگا۔

سلطان اور ضرار مزے سے ان دنوں کی فلم دیکھ رہے تھے۔۔ کل کا پورا دن انکا سٹریس فل رہا تھا۔اسی لیے آج ان دونوں کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ کہ وہ انہیں روکیں۔۔

سنی اگر کسی چیز کے لئے رخ موڑتا تھا۔ تو عیس بھی رخ موڑتے اسکو آنکھیں ٹمٹماتے دیکھنے لگ جاتا تھا۔ عیس کے مسلسل آنکھیں ٹمٹمانے پر سنی نے سر جھکاتے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ لیکن عیس اسے دیکھ چکا تھا۔

پر وہ تو اسے جلانے کے لئے یہاں بیٹھا تھا۔۔ تو وہ سالا ہنس کیسے سکتا ہے۔

عیس نے بے اختیار سوچا۔۔

سنی نے اسکی پٹی اتاری۔ وہ اب عیس کا زخم کا صاف کر رہا تھا۔۔ کہ عیس کے دماغ میں شیطانی گندا خیال اڈا۔

رات کو میرے کمرے سے چیخ کی آواز تو نہیں سنائی دی نہ۔۔۔

عیس نے لاپرواہی سے ان تینوں کو دیکھتے استفسار کیا۔۔اسکا انداز بلکل ویسا تھا۔۔ جیسے وہ صفائی دیتے پردہ ڈالنا چاہ رہا ہو۔ جبکہ اسکی بات پر جہاں سنی کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔وہیں ضرار اور سلطان کا قہقہہ پھر گونج اٹھا۔۔

سالے میں تیرا خون کر دوں گا۔۔

سنی چیزیں نیچے پھینکتے اسکے بال ہاتھوں میں لیتے غرا اٹھا۔

سنی کا سرخ چہرہ دیکھتے عیس ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوتے سلطان کی گود میں سر رکھ گیا۔ جس پر سلطان نے اسکے بال سنوارتے اسے گھورا تھا۔ جبکہ دوسری طرف ضرار نے بے قابو سنی کو کنٹرول کیا۔ جو عیس کو پیٹنے کے چکروں میں بپھرا پڑا تھا۔

اچھا بس کر دے غصہ نہ کر یہ ایویں بکواس کرتا رہتا ہے۔۔۔

ضرار نے ہنستے ہوئے سنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا تو وہ غصے سے جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔۔ جبکہ عیس نے اٹھتے ہوئے اسے آنکھ ونک کی تھی۔ جس پر سنی نے غصے سے اسکی جانب کشن پھینکا۔

چلو بس کرو اب اٹھ کر کھانا کھالو کیونکہ آج واپسی ناممکن ہے۔۔

سلطان نے سنی کو عیس کی بینڈیج کا اشارہ کرتے کھانا آڈر کیا۔ وہ کل پورا دن اس رونق کے لئے تڑپے تھے لیکن آج انکا دل انکے سامنے پھر موجود تھا۔۔اس سے بھر کر انکے لئے سکون کیا ہو سکتا تھا بھلا۔۔

سنی نے عیس کے زخم کو انگلی سے دباتے اپنا بدلا اتارا۔ جس پر عیس سی کرتا رہ گیا۔۔ جبکہ سلطان اور ضرار دونوں نے سنی کو گھورا تھا۔ انکے گھورنے پر سنی اپنی بیتسی دیکھاتے اسکی پٹی باندھنے لگا۔

بیس منٹ بعد انکے کمرے میں کھانا سرو ہوا تو وہ سب کھانا کھانے لگے۔

عیس کے پیچھے آنے بڑے والی دوسری گاڑی میں جو آدمی تھے۔ وہ نتاشہ کے بھیجے ہوئے نہیں تھے۔

سلطان نے بائٹ لیتے بات شروع کی۔ تو وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

وہ آدمی منہاج کے بھیجے ہوئے تھے۔۔۔

سلطان نے انکے سوال کا جواب دیا۔ تو وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

اس مینڈک کی اتنی اوقات ہے کیا۔۔ سنی استہزایہ تاثرات سے بول پڑا

منہاج ہماری جاسوسی کروا رہا ہے۔ ہم چاروں کے اک ساتھ ہونے کی صورت میں وہ ہمارا پیچھا کروا کے اپنی شامت نہیں بلا سکتا۔ اسی لئے موقع دیکھتے اس نے عیس کے پیچھے آدمی بھیجے تھے۔ کیونکہ عیس اکیلا تھا۔

سلطان نے مزید تفصیل انکے گوش گزاری۔ جسے وہ تینوں کھانا کھاتے بہت غور سے سن رہے تھے۔

چلو تکہ بوٹی بنتے شریف آدمی کا پیچھے کرنے کی سزا تو پالی انہوں نے اب جہنم میں جلتے ہوئے اپنے بوس کے آنے کا انتظار کریں۔

عیس نے لاپرواہی سے مذاق اڑاتے کہا۔ تو اسکی تکہ بوٹی والی بات وہ تینوں ہنس دیے۔ کیونکہ عیس کی یہ بات تو سچ تھی۔ کہ منہاج کے بھیجے آدمی دھماکے میں اچھے خاصے جل گئے تھے۔

گڑیا کی طبیعت کیسی ہے اب۔۔۔

سنی نے بائٹ لیتے عام سے انداز میں پوچھا تو عیس کی آنکھوں میں پھر شیطانی چمک ابھری۔ جبکہ سلطان اور ضرار نے حیران کن نظروں سے سنان کو دیکھا۔ لیکن سنان مصطفیٰ رغب سے کھانا کھا رہا تھا۔ شائد وہ صرف مشعل کی کنڈیشن کے بارے جاننا چاہتا تھا۔

ٹھیک ہے اب لیکن اسے درد بہت ہوتا رہا ہے۔۔۔

عیس نے غور سے سنی کو دیکھتے معنی خیزی سے جواب دیا تھا تو سنی نظریں اٹھاتے اسے نا سمجھی سے پوچھ بیٹھا کہ۔۔

کہاں درد ہوتا رہا ہے۔۔۔

ان تینوں کی نظروں کو لمحے کے گیارہویں حصے میں سمجھتے وہ سرخ پڑا۔ اور انہیں گالیوں سے نوازتے چلا گیا

جو آج جان بوجھ کر اسکی بینڈ بجانے پر تلے ہوئے تھے۔

ہنستے ہوئے انہوں نے کھانا ختم کیا۔ توعیس مشعل کے لئے کھانے کی ٹرے لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔ جہاں اسکی بیوی گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی تھی۔

وہ روم میں داخل ہوا تو وہ اٹھی ہوئی تھی۔ عیس کو کمرے میں آتے دیکھ کر مشعل نظریں جھکا گئی۔

تم کب اٹھی ہو۔۔

عیس نے محبت پاش نظروں سے اسکا جائزہ لیتے اسکے آگے کھانے کی ٹرے رکھی۔ وہ شاید اسکے آنے سے پہلے فریش ہو چکی تھی۔

کھانا کھالو پہلے۔۔۔

عیس نے بغور دیکھا۔جو سرخ پڑتی نظروں کو جھکائے اپنی انگلیاں مروڑنے لگی تھی۔عیس اسکی شرم کو دیکھتے ہونٹ کا کونہ دبا گیا۔

مشعل کو ہنوز سٹل بیٹھے دیکھ کر عیس نے چھوٹا سا نوالہ بنا کر اسکے منہ کے آگے کیا تو اس نے جھجھکتے ہوئے منہ کھولا۔

عیس مشعل کو نروس دیکھ کر نفی میں سر ہلا گیا۔کچھ کرنے دیا نہیں مفت میں میڈم شرمائے جا رہیں ہیں۔۔عیس نے جلے کٹے انداز میں دماغ میں سوچا۔۔

مشعل کو کھانا کھلا کر عیس نے اسے میڈیسین دی تو وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

یہ کونسی میڈیسن ہے اور میرے کپڑے کہاں ہیں۔۔مشعل نے نظریں اٹھاتے عیس سے پوچھا۔۔

عیس نے مشعل کو جواب دیے بنا ہاتھ سے اسکا منہ کھولتے اس کے منہ میں میڈیسن رکھتے اسے پانی پلایا۔ تو وہ آنکھیں پھاڑتے اسے دیکھنے لگی۔ جس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

مشعل کی نظروں کو نظر انداز کرتے عیس چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس ایا۔ جہاں باہر تیز بارش ہو رہی تھی۔ موسم بھی مزید سرد ہوتا جا رہا تھا۔

پردہ ٹھیک کرتے عیس نے کمرے میں پھر ہلکی روشنی کی اور شوز اتار کر اپنی شرٹ نکال کر صوفے پر اچھالتے وہ بیڈ پر مشعل کے پاس آیا تو مشعل ڈرتے ہوئے پیچھے کو کھسک گئی۔۔ جبکہ وہ مشعل کو کھینچ کر اپنے پاس لٹاتے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔

مشعل اس اچانک افتاد پر گھوم کر رہ گئی۔۔ قطرہ قطرہ مشعل کی سانسوں کو پیتے عیس آنکھیں موندے ہوئے تھا۔۔ جبکہ مشعل اسکے انداز پر تھوک نگلنے لگی گئی۔۔

اسکارات والا جنونی انداز یاد کرتے وہ کانپ اٹھی۔۔ لیکن عیس نہیں رکا تھا۔۔ وہ شدت سے اسکے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ ملائے اسے محسوس کر رہا تھا۔۔ مشعل کے نچلے ہونٹ کو سک کرتے عیس نے ہاتھ بڑھاتے اسکی ہوڈی کی زپ کھولی تو مشعل شرم سے لال انگارہ ہوتے مزاحمت کرنے لگی۔۔ جبکہ عیس اسکے دونوں ہاتھ کو اک دفعہ پھر قابو کرتا بیڈ کے ساتھ پن کر گیا۔

رات میں عیس علی ہمدانی تم پر رحم کھاتے خود کے ساتھ ظلم کر چکا ہے۔"
اب اس وقت میرے اندر تمہیں پانے کی طلب زور پکڑ چکی ہے۔ کہ اگر میں اپنی طلب کو پورا نہ کیا تو پاگل ہو جاؤں گا۔ اسی لئے جی کڑا کے مجھے جھیلنے کے لئے تیار رہو"۔۔۔

عیس نے اسکے لبوں پر پھونک مارتے اپنے لفظوں سے اسکی اچھی جان نکالی تو مشعل کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ڈور گئی۔۔

عیس، نہیں مجھے درد ہوتا ہے۔۔۔

ڈرتے ہوئے وہ پھر اسے بتانے لگی تو عیس اسے گھور گیا۔

میں سافٹلی پیار کروں گا پھر درد نہیں ہو گا۔۔۔

عیس اسکے ماتھے کو چومتے اسکے ڈر کو کم کرتے بولا۔ تو اسکے الفاظ پر مشعل کے پورے وجود میں سپارک ہوا تھا۔

پرررر۔۔۔

وہ مزید بول پاتی کہ عیس اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ گیا۔

مجھ پر یقین ہے نہ۔۔۔

عیس اسکی آنکھوں میں جھانکتے پوچھنے لگا۔ تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ جس پر عیس کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔۔

بس پھر یقین قائم رکھو، رات تمہاری حالت کے پیش نظر میں مجھے وہ قدم اٹھانا پڑا۔ پر اب تھوڑی سی ہمت کرو یار اپنے شوہر پر بھی رحم کر لو۔

عیس اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے ساتھ بیچارگی سے بولا۔ تو مشعل کے ہونٹوں کو شرمیلی مسکراہٹ نے چھوا۔

ہنسو نہیں پڑی، رات بھی تمہارے رونے کی وجہ سے میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ کیونکہ میں تمہاری ان خوبصورت آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ پر اگر میری شدتوں پر تمہیں رونا آئے تو رونے کی بجائے مجھے سینے پر کاٹ لینا، لیکن مجھے پیچھے کرنے کا سوچنا بھی نہ اب۔۔

عیس اسکی گال کو چومتے اسے ریلیکس کر رہا تھا۔ تو اسکے الفاظ پر مشعل کے جسم میں خون کی گردش تیز ہوئی۔ کیونکہ اسکا شوہر حد سے زیادہ بے باک باتیں کرتا اسے پاگل کر رہا تھا۔

میں تمہاری ہوڈی اتار رہا ہوں زیادہ گہری سانسیں بھرنا مت شروع کر دینا۔ ورنہ میں اپنے اصلی روپ میں آجاؤں گا پھر۔

عیس آہستہ آہستہ اسکی ہوڈی اسکے جسم سے الگ کرتے اسے بتانے لگا۔۔ کہ جب وہ گہری سانسیں کھینچتی ہے تو وہ خود پر کنٹرول کھوتے اسے خود میں سمانے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔

عیس کی بے باک باتیں سنتے مشعل آنکھیں بند کیے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش میں بیڈ شیٹ کو مٹھی میں جکڑ گئی۔

کمرے میں ہلکی سی روشنی اور معنی خیزی خاموشی تھی۔اور یہ خاموشی ہی مشعل کو پاگل کر رہی تھی۔سانسوں کے رقص میں وہ دنوں پاگل ہو رہے تھے۔ مشعل کی مٹھیوں کو کھولتے عیس نے اپنے ہاتھ میں اسکی انگلیوں کو پھنساتے ہونٹوں سے لگایا۔کیونکہ اسکی چھوٹی چھوٹی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہیں تھیں۔

وہ اسکی ہوڈی اسکے جسم سے الگ کر چکا تھا۔ مشعل کے ہاتھ اپنے گلے میں رکھتے عیس نے اسکی آنکھوں کو چوما تو وہ اپنی سانس روک گئی۔وہ آج بھر پور نرمی برتنے کی کوشش کر رہا تھا۔تاکہ اپنی نازک بیوی کو ہرٹ نہ کرے۔کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ اسے آہستہ آہستہ اپنی بیوی کو قربت کا عادی بنانا ہے۔کیونکہ وہ ذہنی طور پر ڈرپوک تھی۔شائد اسی لئے وہ حد سے پینک کرنے لگتی تھی۔

مشعل کے پورے چہرے کو ہونٹوں سے چومتے وہ اسکے ہونٹوں پر پھونک مار کر غور سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ چھوٹا سا وجود اسکے نیچے کہیں گم سا ہو جاتا تھا۔ عیس کو بے اختیار ہنسی آئی۔

کیونکہ وہ اس وقت فل ڈری ہوئی تھی۔ لیکن عیس کے حوصلہ دینے کی وجہ سے ہمت کر کے لیٹی تھی۔ ورنہ شاید وہ رو رو کر کمرہ سر پر اٹھا لیتی۔ جیسے رات وہ غراتی رہی تھی۔۔

عیس نے اسکے ہونٹوں کو کھولتے ان پر اپنے ہونٹ رکھے تو مشعل اندر تک لرز اٹھی۔ مشعل کو کانپتے دیکھ کر عیس نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے شانت کرتے آہستہ آہستہ اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دبایا۔ وہ نرمی سے اسکے ہونٹوں کو محسوس کر رہا تھا۔ جس پر مشعل آنکھیں موندے اسکے کندھوں کو تھام گئی۔

عیس نے اسکے ہونٹوں کو چھوڑتے اسکی گردن کو چھوا تو سسکی بھر گئی۔
لیکن عیس رکا نہیں تھا۔ وہ ایسے ہی نرمی سے اسکے پورے کو وجود اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔
عیس نے مشعل پر اپنا بوجھ منتقل کیا تو اسکی آنکھیں پھیلتی چلی گئی۔۔
اج نہیں ڈرنا میرے چوزے نے۔۔۔ مشعل کے کان میں اپنے بھاری گھمبیر لہجے میں سرگوشی کرتے وہ نرمی سے اس میں اترا تھا۔۔ کہ مشعل اسکے کندھوں پر ناخن گاڑتے سر اوپر اٹھا گئی۔
جس پر عیس نے اسکے بالوں کی جڑوں کو سہلاتے ہوئے اسکو ہونٹوں کو بار بار چومتے اسے شانت کرنا چاہا۔ تو مشعل بھیگی شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
ایسے نہیں دیکھو جان کیونکہ اگر ایسے دیکھو گی تو مجھے تم ہر ترس آجائے گا۔ اور اگر ترس آگیا تو پھر میں تمہارے جیسے کیوٹ چوزے کیسے پیدا کر پاؤں گا۔۔

عیس اسکی آنکھوں کو چومتے ہنستے ہوئے بولا۔تو مشعل شرم کے مارے آنکھیں ہی بند کر گئی۔۔

جس پر عیس اسکے ہونٹوں پر جھکتے اسے روح تک چھوتا چلا گیا۔۔۔

آج وہ رونے کے ساتھ ساتھ سچ میں عیس کے سینے اور کندھوں کو زخمی کر رہی تھی۔اپنے چوزے کے ناخنوں کے بڑھتے وار کو دیکھتے عیس نے زرا سی شدت دیکھائی تو مشعل سر پٹکنے لگی۔۔

اتنی سی جان ہے تم میں اور پنگے بڑے بڑے لے رہی ہو۔۔

عیس اسکا مزاق اڑاتے بولا۔تو مشعل اوپر اٹھتے غصے سے اسکے ہونٹوں پر دانت گاڑ گئی۔۔اب حیران ہونے کی باری عیس کی تھی۔

مشعل کی اس پیش قدمی پر عیس بے خود ہوتے اسکی کمر میں بازو لپیٹتے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اپنی شدتوں کا آغاز کر گیا۔اور اب کی بار مشعل اسکی گرفت میں ہل بھی نہیں پائی تھی۔

باہر اگر بارش زوروں سے برس رہی تھی۔۔تو اندر عیس مشعل پر ٹوٹ کر برس رہا تھا۔ جس پر وہ نازک سی جان ہلکان ہو چکی تھی۔ لیکن اسے ابھی مزید برداشت کرنا تھا۔۔اور وہ کر رہی تھی۔۔۔

(دو دن بعد)

سلطان لاونج میں بیٹھے کام کر رہا تھا۔ کیونکہ علیزے کمرے میں سو رہی تھی۔۔ملازمہ کام ختم کر کے جا چکیں تھیں۔۔

مشعل کی گمشدگی اور پھر ان سب کے اچانک چلے جانے پر علیزے کو بخار ہو گیا تھا۔ جس پر سلطان کی جان لبوں پر آ گئی تھی۔ کیونکہ اسکی خانم بیمار ہوتی سلطان احمد خان کو تڑپا گئی تھی۔اور پھر اسکی بیماری میں وہ یہاں موجود بھی نہیں رہا تھا۔ جس کی وجہ سے علیزے پہلے مشعل اور پھر سلطان کے اچانک جانے پر روتے رہی تھی۔

شام میں سلطان نے اسے سر درد کے لئے پین کلر کھلا کر سلا دیا تھا۔ وہ ٹھیک ہو چکی تھی۔۔ کیونکہ وہ دن سے گھر میں رکے اسکی کیئر کر رہا تھا۔ سلطان کی غیر موجودگی میں وہ دونوں رات جاگتی رہی تھی۔۔ سلطان کو سوات سے واپس ائے بھی دو دن گزر چکے تھے۔۔ ایسے میں علیزے نے مشعل سے ملنے کے لئے اسکی منتیں کر ڈالیں تھیں۔

لیکن سلطان اسکی بات نہیں مان سکتا تھا۔ کیونکہ مشعل پر ابھی بھی کولڈ شاک کے اٹیک ہو رہے تھے۔ لیکن کام کی زیادتی کی وجہ سے عیس مشعل کو مکمل طور پر وقت نہیں دے پا رہا تھا۔ علیزے کی اپنی طبیعت کی وجہ سے بھی سلطان اسے نہیں لے کر جانے ارادہ رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اسکی خانم وہاں جاتے ہی رو رو کر مزید اپنی طبیعت خراب کر لے گی۔ اسی لئے سلطان نے ان سب کے لئے کل ڈنر پلین کیا تھا۔ جس پر وہ سب اکھٹے ہونے والے تھے۔

وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر پہنے نیلی آنکھوں میں سنجیدگی سجائے وہ تیزی سے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ سفید رنگت میں سرخیاں گھلی ہوئیں تھیں۔ سلطان نے ہاتھ بڑھاتے اپنی بیرڈ کو چھوا تھا۔ وہ کچھ ٹائم سے بیرڈ رکھنا چھوڑ چکا تھا۔ لیکن اب اپنی خانم کی خواہش پر پھر بیرڈ بڑھا رہا تھا۔ گولڈن بیرڈ پر تضاد اسکی نیلی آنکھیں دیکھتی "علیزے سلطان" اس پر واری جاتی تھی۔

علیزے نے اسکی سلطان کی پرانی بیرڈ والی تصویر دیکھ کر سلطان نے یہ فرمائش کی تھی۔۔ جس کو سلطان پورا بھی کر رہا تھا۔

اپنی خانم کی پوزیسونیس دیکھتے سلطان مسکرا دیتا تھا۔ کیونکہ بیرڈ رکھنے سے پہلے وہ صاف صاف سلطان کو کہہ چکی تھی۔۔ کہ اگر علیزے کے علاوہ کسی نے اسکی تعریف کی تو وہ اپنے ہاتھوں سے اسکی شیو کر دے گی۔

علیزے اک سنجیدہ اور چپ رہنے والی لڑکی تھی۔ لیکن سلطان احمد کی محبت نے اسے مکمل طور پر بدل دیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بدل رہی تھی۔۔ چپ

سادھنے والے ہونٹ سلطان کے آگے بولتے نہیں تھکتے تھے۔لاڈ و نخرے دیکھاتی وہ اب باقاعدہ ناراض بھی ہونے لگی تھی۔

لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے سلطان نے سرسری نظر کمرے کی طرف اچھالی تو سامنے کا منظر دیکھتے ہی وہ فریز ہو گیا۔

کیونکہ سامنے ہی اسکی خانم پیروں کو چھوتی میرون کلر کی خوبصورت نائٹی پہنے اسکی طرف آرہی تھی۔

جہاں تک سلطان احمد خان کو یاد تھا۔۔سلطان نے اسے اپنی ٹی شرٹ میں سلایا تھا۔تو پھر یہ نائٹی کہاں سے آئی تھی۔شاید علیزے نے اٹھ کر چینج کیا تھا۔لیکن کیوں۔۔۔۔

وہ علیزے کو دیکھتے جہاں سٹل ہوا تھا۔۔وہیں علیزے کو اپنی طرف آتے دیکھ کر سلطان کی ڈھرکنوں میں اشتعال برپا ہونے لگا۔

علیزے مغرور بھری چال چلتے ہوئے بالوں کو اک ادا سے جھٹکتے اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔

سلطان کو پل بھر میں احساس ہوا تھا کہ گرمی کا موسم خطرناک ہے۔۔ میرون سلیولیس نائٹی پہنے لمبے میرون گھنگریالے بالوں کو کھلا چھوڑے ہونٹوں کو ریڈ لپ اسٹک سے سجائے وہ جوالہ مکھی بنی چہرے پر میٹھی مسکراہٹ بنائے سلطان کو دیکھ رہی تھی۔ کالے نین آج شرارتی چمک سے جگمگا رہے تھے۔

وہ اک لفظ نہیں بولا تھا۔ بلکہ اپنی نیلی آنکھوں سے اسے مسلسل دیوانہ وار دیکھ رہا تھا۔ اور حیران بھی ہو رہا تھا۔۔ کہ آج اسکی بیوی اسکی نظر کی بے باکیوں پر شرماتے نظریں نہیں جھکا رہی۔

ہاتھ سے لیپ ٹاپ پیچھے کرتے وہ سلطان کی گود میں بیٹھی تو سلطان اسکی جان لیوا پیش قدمی پر آنکھیں بند کرتے گہرے سانس خارج کر گیا۔

سلطان کی خراب حالت پر علیزے کی کھلکھلاہٹ پورے لاونج میں گونجی تھی۔ وہ اس وقت فلیٹ میں دونوں اکیلے تھے۔اپنی پرائویسی کا خیال کرتے سلطان ملازموں کو رات آٹھ بجے چھٹی کر دیتا تھا۔۔اور آج اپنی بیوی کا یہ آگ جیسا روپ دیکھ کر اسے لگ رہا تھا۔۔کہ اسکا یہ فیصلہ ٹھیک ہی ہے۔ آپ مجھے چھو نہیں سکتے۔۔۔۔

علیزے سلطان کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی میں اسے بتانے لگی۔کہ وہ اسکے خوبصورت سراپے کو صرف دیکھ سکتا ہے

سلطان جو سوچ رہا تھا۔۔کہ آج اپنی خانم پر ٹوٹ کر برسے گا۔اسکی سرگوشی سنتے حیران ہوتے آنکھیں کھول گیا۔

میں آپ کو کیوں نہیں چھو سکتا۔۔۔۔

سلطان نے بھاری گھمبیر لہجے میں اسے نہ چھونے کی وجہ جاننا چاہی۔تو علیزے اسکی بھاری آواز سنتے سرخ سی پڑ گئی۔کچھ منٹوں میں ہی وہ اپنے شوہر کو مکمل طور پر تڑپا چکی تھی۔

کیونکہ اپ نے میری اک بھی بات نہیں مانی اس لئے۔۔۔

علیزے اسکی شرٹ کا گریبان پکڑے دبے دبے غصے میں بولی۔ تو سلطان جہاں اسکی بہادری پر حیران ہوا تھا۔۔ وہیں اسکے انداز پر اپنا ہونٹ کاکو نادبا گیا۔۔۔

ویسے بھی مجھے دو دن اکیلا چھوڑ کر آپ چلے گئے تھے۔۔ تو آپکی سزا ہے یہ۔۔

علیزے ناک سکوڑتے شکوہ کرتے سلطان کو اسکا قصور بتانے لگی۔ تو سلطان سر پیچھے گراتے ہنستہ ہی چلا گیا۔۔

دل میں جہاں جذبات انگڑائیاں لیتے بیدار ہو رہے تھے۔۔ وہیں اپنی معصوم خانم کی جان لیوا سزا سنتے اسکا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔۔ کیونکہ اسکی معصوم خانم اسکی طلب جگاتے اسکے ضبط کا امتحان لینا چاہ رہی تھی۔

کچھ معافی وافی نہیں مل سکتی کیا۔۔۔

چیئر پر ریلکس انداز میں ٹیک لگاتے سلطان نے سزا معاف کرنے کی التجا کی۔۔ کیونکہ وہ اب فرصت سے اپنی بیوی کو بے باک نظروں سے چھو رہا تھا۔اور صد شکر کہ سلطان نے اسکے اتنے قریب آنے پر ابھی اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔وہ اسکی گود میں ریلیکس انداز میں بیٹھی تھی۔اور سلطان نے اپنے دونوں ہاتھ ٹیبل پر ٹکائے ہوئے تھے۔

نہیں۔۔ بلکل نہیں۔۔اگر آپ مجھے مشو سے ملوانے لے چلتے تو شاید میں کچھ سوچتی پر آپ نے میری اک بھی نہیں سنی، وہ تو شکر ہے مجھے ابھی کچھ دیر پہلے منیزے نے کال کرتے مشو کی خیریت بتادی۔اور ساتھ شوہر کو سزا دینے کا طریقہ بھی اچھے سے سمجھایا۔۔۔

سلطان کے معافی مانگنے پر علیزے مغرور بھری ناک سے اسے ٹک سے نہ کرتی اسکی گردن پر انگلی سے لکیریں کھینچنے لگی۔۔تو سلطان اسکی معصوم شرارتوں پر خود کو کنٹرول کرنے لگا

اب میں چلتی ہوں۔۔۔

علیزے آنکھیں ٹمٹماتے اسکی گود سے اٹھنے لگی۔ تو سلطان اک جھٹکے میں اسے کمر سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اسکی ٹانگیں دائیں بائیں کرتے گود میں بٹھاتے اسے لاک کر گیا۔ جس پر علیزے اسکی بے باک حرکت پر شرم سے سرخ پڑی تھی۔۔

آپ میرے ساتھ اتنے ظلم نہیں کر سکتیں خانم،

علیزے کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کرتے وہ اسکے کالے نینوں میں اپنی سرخ نیلی آنکھیں گاڑتے بتانے لگا۔ کہ وہ اسکے ساتھ زیادتی کر رہی ہے۔

تو علیزے اسکے انداز پر جہاں سٹپٹائی تھی وہیں اسے سلطان کی اس قدر نزدیکی پر اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہونے لگی تھی۔

علیزے کو کمر سے تھامتے سلطان نے اپنے قریب ترین کیا تو وہ اسکی اس حرکت پر لال انگارہ ہو گئی۔ جبکہ اسکی چلتی زبان اب تالو سے لگ گئی تھی۔

سلطان نے ہاتھ بڑھاتے لیپ ٹاپ کے پاس پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور ضرار کا نمبر ملایا۔

موبائل کان سے لگاتے ہی سلطان کے کانوں میں ضرار کی جھنجھلاتی آواز سنائی دی۔

کیا ہے خان۔۔۔

ضرار کی جھنجھلاہٹ سنتے ہی سلطان کو سمجھ آگئی تھی۔ کہ ظلم وہاں بھی ہو رہا ہے۔۔

لگتا ہے تمہارے ساتھ بھی ظلم ہو رہا ہے وہاں۔۔۔

علیزے کے سرخ چہرے کو دیکھتے سلطان زو معنی اس سے پوچھنے لگا تو ضرار اسکی بات پر ٹھٹکا۔

اور اک نظر سامنے منیزے کو دیکھا۔۔ جو شارٹ سلک کی بلیک نائٹی پہنے اپنی سفید پنڈلیوں پر لوشن لگا رہی تھی۔ اور ضرار کو قریب بھی آنے نہیں

دے رہی تھی۔ کیونکہ ضرار بھی اسے مشعل سے ملوانے نہیں لے کر گیا تھا۔

وہ تو ایرہ جا کر مشعل سے مل کر آئی تھی۔ تو منیزے کو اسکی خیریت معلوم ہو سکی تھی۔

خود تو منیزے ضرار کو سلگانے کا پورا ارادہ کیے تھی۔ لیکن ساتھ اس نے علیزے کو بھی ملا لیا تھا۔

ہاں ایسا ہی سمجھ لے، ہم سے اچھا تو وہ گنڈارہ گیا ہے یار۔۔

ضرار کی ترسی آواز سنتے سلطان نے قہقہہ لگاتے اپنی گود میں اپنی ظالم بیوی کو دیکھا۔ جو نظریں جھکائے ہونٹوں پر دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔

یار تو بھابھی کو سمجھا نہ کہ شوہر کو تنگ کرنے کے لیے ایسی ٹپ نہیں دیتے۔۔۔

سلطان نے ہنستے ہوئے ضرار سے التجا کی اور ساتھ علیزے کی کمر پر بے باکی سے ہاتھ پھیرا۔ جس پر وہ خود میں سمٹنے لگی۔۔ پتہ نہیں علیزے کو کیوں لگ رہا تھا۔ کہ منیزے کے مشورے پر عمل کرتے اس نے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔۔

کمینے تو چاہتا ہے کہ میں اکیلا یہ ظلم برداشت کروں۔ پہلے تو اپنی بیوی کے خرافاتی دماغ کو میں اکیلے جھیل رہا تھا۔ اچھا ہے تم لوگ بھی اس میں پھنسے والے ہو۔ کم از کم یہ دیکھ کر میں سکون میں ہوں اب کہ میں اکیلا نہیں ترس رہا۔۔

ضرار منیزے کے سراپے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے دانت کچکچاتے بول اٹھا۔۔

بیٹا تو کیوں بھول رہا ہے میں خان ہوں۔ اور خان تو بہت پہلے کی رخصتی لے چکا ہے۔ یہ خان تیری طرح بلکل ترسا نہیں ہے۔۔ ہاں یہ الگ بات ہے

کہ اس وقت یہ خان بہت سلگ رہا ہے۔پر کوئی نہیں اسی گرمی میں تو مزا ہے۔۔

سلطان ضرار کو بے باک سا جواب دیتے ٹھک سے فون بند کر گیا۔ جبکہ دوسری طرف رخصتی کا سنتے ضرار کا منہ کھولا تھا۔۔ مطلب وہ ہی پیچھے رہ گیا تھا۔یہ سوچ آتے ہی وہ خونخوار تیوروں سے شعلہ بنی منیزے کی جانب بڑھا۔جو نائٹی میں بیڈ پر بیٹھی موبائل استعمال کر رہی تھی۔

فون بند کرتے سلطان نے علیزے کو دیکھا جو منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

کیا ہوا جاناں۔۔

علیزے کے ہونٹ پر انگوٹھا پھیرتے سلطان نے گھمبیر لہجے میں پوچھا تو علیزے کو محسوس ہوا جیسے اسکے بدن میں کرنٹ دوڑ گیا ہے۔تو وہ مزاحمت کرنے لگی۔۔

مجھے روم میں جانا ہے۔۔۔

علیزے مزاحمت کرتی اسکی گود سے اٹھنے کی کوشش کرتے بولی تو سلطان اسے کھینچ کر پھر بٹھاتے کمر سے تھامتے شدت سے خود میں جکڑ گیا۔

اپکو نہیں لگتا کہ آپ اپنے دیوانے شوہر پر حد سے زیادہ ظلم کر رہیں ہیں۔۔

سلطان علیزے کو خود پر جھکاتے جذبات سے چور ہوتے پوچھنے لگا تو علیزے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔

سلطان کی آگ جیسے قربت میں وہ یہ بات بھی بھول گئی تھی۔۔کہ ابھی اس نے ضرار کے سامنے اپنی رخصتی کا بھانڈہ پھوڑا ہے۔جبکہ علیزے نے ابھی تک یہ بات چھپائی تھی۔کیونکہ منیزے نے خاص کر سب کو تاکید کی تھی۔وہ پر اپر شادی کروا کے ہی رخصتی کروائیں گئیں۔

کیا چاہتیں ہیں۔۔

سلطان علیزے کو خود میں جکڑتے جا رہا تھا۔جس پر علیزے روہانسی ہونے لگی تھی۔سلطان نے اپنی بیوی سے اسکی چاہ پوچھی۔تاکہ وہ پورا کرتے اسے اپنی شدتوں سے بے حال کر سکے۔۔۔

کچھ بھی نہیں چاہتی۔۔۔

علیزے کھکھلاتے اسے بتا گئی۔ کہ وہ کچھ نہیں چاہتی۔۔ مطلب وہ اسے کوئی راستہ نہیں دینا چاہ رہی تھی۔ جس پر سلطان اسے گھورنے لگا۔۔ کیونکہ وہ اتنی چالاک نہیں تھی جتنا بن رہی تھی۔

اپ کو کچھ چاہیئے ہو یا نہ لیکن اس وقت مجھے آپ سے آپ چاہیئے ہیں۔ اور اگر آپ نے میری چاہ پوری نہ کی تو میں کل کا پلین کینسل کر دوں گا۔۔

سلطان اسکی آنکھوں کو ہونٹوں سے چومتے پیار سے اسے دھمکی دیتے بولا۔

تو علیزے آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورنے لگی۔

آپ ایسا نہیں کریں گئے ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔۔

علیزے اسکی گردن پر ناخن گاڑتے چباتے ہوئے بولی۔ تو سلطان بے پرواہی سے کندھے اچکاتے اسے گرفت سے آزاد کرتے کرسی سے ٹیک لگا گیا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ میں ایسا ہی کروں گا۔۔ اب خود دیکھ لو کیا کرنا ہے

۔

خان ننن میں آغا جان سے شکایت کروں گی۔۔

علیزے روہانسی ہوتے اسے دھمکی لگا گئی۔۔ لیکن سلطان پر اس وقت کسی چیز کا اثر نہیں تھا۔اور ہوتا بھی کیوں اخر کو اسکی بیوی اس پر کونسا اچھا ظلم کر رہی تھی۔

میں بھی آغا جان کو کہوں گا۔۔ کہ آپکی بہو اپکے پر پوتے کو دنیا میں لانے کی کوشش نہیں کرنے دے رہیں۔۔

خان ننن۔۔۔

علیزے اسکی بے باک بات سنتے چلائی تھی۔۔ جس پر سلطان نے اپنی آنکھیں کھولتے اس پر ٹکائیں۔۔اسکی نیلی آنکھوں میں بڑھتی سرخی پر علیزے شرم سے نظریں چرا گئی۔

وہ صرف اسے تنگ کر رہی تھی۔۔ کیونکہ اسے لگ رہا تھا۔کہ اسکا بے باک شوہر اسے اس حلیے میں دیکھتے کبھی بھی نہیں رکے گا۔پر وہ حیران ہوئی

تھی۔۔کہ سلطان اسکی اجازت کا انتظار کر رہا تھا۔۔اسی لئے تو اس نے ابھی تک اسکی آنکھوں کو چومنے کے سوا کہیں اور اسے ہونٹوں سے چھوا نہیں تھا ورنہ وہ اسکے ہونٹوں سے لپٹتے پیچھا ہونا بھول جاتا تھا۔۔وہ علیزے کی بات مانتے اسے متعبر کر چکا تھا۔۔

علیزے نم آنکھوں سے مسکراتی شرم کو پرے رکھتی اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ گئی۔

سلطان جو علیزے کے نظریں چرانے پر چیئر کی بیک سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کر گیا تھا۔

اپنے ہونٹوں پر نرم لمس محسوس کرتے ہی اسکی آنکھیں کھلی تھیں۔۔جہاں وہ آنکھیں بند کئے اسکے ہونٹوں پر جھکی ہوئی تھی۔

علیزے نے اپنی آنکھیں وا کرتے سلطان کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا تو سلطان کو نیلی آنکھوں سمیت خود کی طرف دیکھ کر وہ پھر آنکھیں بند کر گئی۔۔جس پر سلطان کے ہونٹ مسکراہٹ ڈھلے تھے۔

علیزے کی ٹانگوں کو اپنی کمر کے گرد لاک کرتے سلطان اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے چیئر سے کھڑا ہوا۔ جس پر ڈر کے مارے علیزے اسے سلطان کو کندھوں سے تھام گئی۔

سلطان نے علیزے کو کمر سے پکڑتے دوسرے ہاتھ سے لیپ ٹاپ پیچھے کرتے علیزے کو ٹیبل پر لٹایا تھا۔ علیزے کو ٹیبل پر لٹاتے ہی وہ اسکی سٹریپ کو نیچے کرتے کندھے پر دانت گاڑتے علیزے سسکی بھرنے پر مجبور کر گیا۔

علیزے کی گردن کو چومتے وہ پل بھر میں اسے پاگل کر گیا تھا۔

ٹیبل پر لیٹے وہ مسلسل اسکے سخت لمس کو برداشت کر رہی تھی۔ علیزے سے اوپر اٹھتے سلطان نے اپنی وائٹ ٹی شرٹ اتار کر نیچے پھینکی تو علیزے کی آنکھیں پھیلیں۔ شرٹ اتارتے ہی وہ علیزے پر جھکنے لگا تھا۔ کہ علیزے اسکے ہونٹوں پر اپنی ہتھیلی رکھ گئی۔

روم میں چلے۔۔۔

کہنیوں کے بل اٹھتے علیزے نے اس احساس دلانا چاہا کہ وہ لاونج میں ہیں۔

مجھے سلگانے کے لیے آپ لاونج میں ہی اپسرا بن کر آئیں تھیں۔اسی لئے میں آپکے حسن کو خراج تحسین یہاں ہی پیش کروں گا۔۔تاکہ یہاں کی اک اک چیز گواہ رہے۔۔کہ میں نے اپکو مایوس نہیں کیا۔۔۔

علیزے کی ہتھیلی کو چومتے سلطان نے اپنا اک اک لفظ اسکے گوش گزار اتو علیزے اسکے انداز پر جہاں سٹپٹائی تھی۔وہیں لاونج کو دیکھتے روہانسی ہو گئی۔

خان پلیز۔۔۔

سلطان کو اک دفعہ پھر خود پر جھکتے دیکھ کہ وہ التجائیہ انداز میں بولی۔تو سلطان اسکی شرم دیکھتے اٹھتے جا کر سوئچ بورڈ سے لائٹ آف کر آیا۔لاونج میں اب مکمل اندھیرا ہونے کے ساتھ ساتھ ہلکی ہلکی روشنی تھی۔جو انکے بیڈ روم میں جلتی لائٹ کے باعث تھی۔اس روشنی کی وجہ سے وہ دونوں اک دوسرے کے سائیڈ فیس کو دیکھ پا رہے تھے۔

اب ٹھیک ہے نہ۔۔

علیزے کی نائٹی کی ڈوریوں کو کھولتے سلطان نے اس پوچھا تو علیزے کچھ ریلکس ہو گئی۔۔بے شک وہ اسے کمرے میں نہیں لے کر گیا تھا۔۔ لیکن کم از کم اندھیرا تو ہو ہی گیا تھا۔

علیزے جو لاونج کے چاروں اطراف نظریں دہرا رہی تھی۔۔ایک دم دھڑکنوں پر سلطان کا شدت بھرا لمس محسوس کرتے ہی اسکے جسم میں کھلبلی مچ گئی۔اسکا شوہر اسکی نائٹی اتار چکا تھا۔

سلطان شدت سے اسکی ڈھرکنوں کو اپنے ہونٹوں سے چھو رہا تھا۔۔ جس پر علیزے مچلتے ہوئے سر اوپر اٹھا گئی۔

۔علیزے کے مچلنے پر سلطان نے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو علیزے سسکی۔ کالے نین سرخی مائل ہوتے جا رہے تھے۔

سلطان اسکے انگ انگ پر اپنے ہونٹ رکھتا علیزے کو روح تک چھیڑ رہا تھا۔۔ جس پر وہ مچلتے ہوئے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے اپنے مقابل لائی۔

سلطان کے ہونٹوں کو قابو کرنے کی غرض سے وہ اسکے ہونٹوں پر قبضہ جما گئی تھی۔۔ جس پر سلطان شدت سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے اسکی روح میں اترتے علیزے کی جان نکال گیا۔

وہ لاونج میں ٹیبل پر لیٹے اک دوسرے کی سانسوں سے کھیل رہے تھے۔ پورے لاونج پر قربت نے اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔

وہ آج کتنے دنوں بعد اسکے قریب آیا تھا۔اسی لئے شدت سے اس پر برستے اسکی جان ہلکان کر رہا تھا۔ جس پر علیزے دہائیاں دیتے اسے ہوش دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن سلطان احمد خان ہوش میں نہیں تھا۔

خان آپ نے بس کرنا ہے کہ نہیں۔۔

علیزے تپتے ہوئے سلطان سے پوچھ رہی تھی۔۔

نہیں۔۔۔

علیزے کو یک لفظی جواب دے کر وہ اسے دوبارہ گردن پر چومنے لگا۔

علیزے نے منہ کھولتے خود پر جھکے سلطان کے سر کو دیکھا۔رات کے تین بج رہے تھے۔۔ لیکن سلطان نے اسکو رہائی نہیں دی تھی۔۔وہ اسے لاونج سے اٹھا کر کمرے میں لے آیا تھا۔۔اس وقت کمرے میں بس نائٹ بلب کی روشنی تھی۔

خان میں ناراض ہو جاؤں گی۔۔

علیزے سلطان کے کان پر کاٹتے ہوئے غصے سے اسے دھمکی دیتے بولی۔۔ لیکن مقابل پر اسکی دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

میں اپکو منالوں گا خانم۔۔

بھرپور اعتماد سے جواب دیتے وہ اسکی دھڑکنوں کو ہونٹوں سے چھونے لگا۔

توعلیزے اسکی جان لیوا بے باکیوں پر پھر مچلنے لگی۔۔

خان آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔۔۔ گہرے سانس لیتے علیزے نے بے وقوفانہ سوال پوچھا۔ تو سلطان جو اسکی ڈھرکنوں کو چوم رہا تھا۔۔ اپنی خانم کے سوال پر مسکرایا۔۔

کیونکہ آپ بہت گوری ہیں اس لئے ایسا کر رہا ہوں۔۔

سلطان نے اسکی ڈھرکنوں کے درمیان لو بائٹ بناتے ویسے ہی جواب دیا۔۔ تو علیزے حیرانی سے اسے دیکھتے سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

گورے تو آپ بھی ہیں۔۔

سلطان کا چہرہ اٹھاتے وہ تیکھے چتون لہجے میں بولی۔ کیونکہ اسے سلطان کا جواب پسند نہیں آیا تھا۔

آپ جتنا نہیں ہوں نہ خانم۔۔۔

سلطان نے اسکی تیکھی ناک چومتے بیچارگی سے جواب دیا۔۔ جس پر علیزے آنکھیں چھوٹی کر گئی۔۔

آپ خان ننن ہیں شاید۔۔

علیزے نے خان پر زور دیتے جتاتے ہوئے اسے یاد کروانا چاہا کہ وہ پٹھان ہے۔اور پٹھان بہت گورے ہوتے ہیں۔

میں خان ہوں اور آپ میری خانم ہیں۔۔۔

سلطان نے اسکے سرخ ہونٹوں کو چومتے پیار سے جواب دیا۔تو علیزے شرم سے آنکھیں جھکا گئی۔وہ اسے سیدھا جواب دینے کی بجائے اپنی بے باکیوں میں مصروف تھا بس۔۔

مجھے سونا ہے اب۔۔۔

منہ لٹکائے التجا کی گئی۔شاید اسکے خان کو اس پر ترس آجائے۔۔نائٹی پہن کر تو وہ بری طرح پھنس گئی تھی۔

مجھے پیار کرنا ہے۔۔۔

سلطان نے اسکی گردن کو شدت سے چومتے اپنا مسلہ بیان کیا۔تو علیزے پاگل ہونے کو ہوئی۔وہ مسلسل اپنے لمس سے اسے تارے دیکھا رہا تھا۔

خان میں بائٹ کر دوں گی۔۔۔

علیزے اپنی دھڑکنوں کے شور سے پاگل ہوتے چینخی۔ جس پر سلطان مزید بے خود ہوتا اک دفعہ پھر اسکے دل کے مقام پر جھک گیا۔ جس پر علیزے انکھیں بند کرتے سلطان کے گولڈن بالوں میں اپنا ہاتھ الجھا گئی۔

"جب آپ میرے لمس پر مچلتے اپنی طلب ظاہر کرتیں ہیں۔تب میرا دل چاہتا ہے کہ چوبیس گھنٹے اپکو خود سے لپٹائے رکھوں۔اور پہلے آپکی دھڑکنوں کو چھوتے انکا شور بلند کرواور پھر جب آپ مجھے پانے کے لیے بے چین ہو جائیں۔۔تو اپنی روح میں اترتے اپکی اور اپنی جان اک کر دوں"

سلطان اسکی کان کی لوح کو چومتے بے باک میٹھی سرگوشیاں کر رہا تھا۔۔ جس پر علیزے بند آنکھوں سے شرماتے ہوئے مسکرائے جا رہی تھی۔

سلطان اچانک اٹھتے اسکے ہونٹوں پر جھکا۔ تو علیزے کی پٹ سے آنکھیں کھلیں تھیں۔ کہ وہ بری طرح مزاحمت کرتے سلطان کو پیچھے کر گئی۔

کیا ہوا۔۔

سلطان نے سوالیہ نظروں سے اسکی مزاحمت کی وجہ جاننا چاہی۔۔ جس پر علیزے نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

درد ہو رہا ہے۔۔

علیزے نچلے ہونٹ کو چھوتے بولی تو سلطان نے انگھوٹے سے اس کے ہونٹ کو پکڑتے دیکھنا چاہا۔۔ جس پر سلطان کی شدتوں کی وجہ سے گہرا کٹ نظر آرہا تھا۔۔

سوری۔۔۔

علیزے کے ماتھے کو چومتے وہ معذرت کرتے فکر مندی سے بولا۔

توعلیزے یہ سوچ کر گہری سانس خارج کر گئی۔۔کہ وہ اب اسے رہائی دے دے گا۔ لیکن سلطان کو اپنے پیٹ پر جھکتے دیکھ کر وہ بری طرح اچھلی تھی۔

خان ننن۔۔۔

سٹپٹاتے ہوئے وہ اسے پکار گئی۔۔ جس پر سلطان اسکے پیٹ کو ہونٹوں سے سک کرتے ہاتھ اوپر کرتے اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ گیا۔۔تاکہ علیزے خاموش رہے۔

علیزے اسکی بے شرمی پر سسکتے ہونٹوں کو کاٹنے لگی تھی۔۔وہ اک دفعہ پھر علیزے کو بے چین کرتا اس میں اپنی طلب بڑھا رہا تھا۔۔

علیزے گلابی پڑتی آنکھیں موندے اسکی شدتوں کو سہنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ جس پر سلطان اوپر اٹھتے اسکی ٹانگوں کو کمر سے لگاتے اسکی روح میں اترتے علیزے کو بوکھلا گیا۔علیزے اسکی شدتوں پر بے حال ہوتے اسکی کمر پر ناخن گاڑنے لگی تھی۔۔ جہاں پہلے ہی ان گنت خراشوں کے نشان تھے۔

مشو میری جان کیسے جاؤ گی، تمہیں بہت تیز بخار ہے۔۔۔
شاہدہ بیگم پریشانی سے اسے دیکھ رہیں تھیں۔جو جب سے واپس آئی تھی۔۔انہیں بہت بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔دو دن سے اسکا بخار نہیں اتر رہا تھا۔اس کے علاوہ وہ انہیں بہت چپ چپ سی لگی تھی۔

مشعل کی گردن پر گہرے نشان انہیں بہت کچھ سمجھنے پر مجبور کر رہے تھے۔۔لیکن مشعل کی طبیعت خرابی کی وجہ سے وہ اس سے کچھ بھی پوچھنے سے گریز کر رہیں تھیں۔

لیکن کہیں نہ کہیں انکے دل میں ڈر بھی پیدا ہو رہا تھا۔کہ اگر انکے بیٹے نے رخصتی والی غلطی کر دی تھی۔تو اس گھر میں بہت بڑا طوفان آنے والا تھا۔

کیونکہ حسن صاحب نے کچھ دن پہلے ہی اپنی بیگم کو واضح کیا تھا۔۔ کہ وہ مشعل کی رخصتی بیس سال کی عمر میں ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور یہ فیصلہ انہوں نے مشعل اور عیس کی عمر میں فرق دیکھتے اور مشعل کے بچپنے کی وجہ سے کیا ہے۔ لیکن اب اس بدلی ہوئی صورتحال پر شاہدہ بیگم فکر سے ہلکان پڑ رہیں تھیں۔ اور کچھ مشعل کی بیماری انہیں بری طرح پریشان کر گئی تھی۔

دو دن سے اکثر رات میں وہ بری طرح کانپتے ہوئے رونے لگتی تھی۔ عیس دو دن پہلے ہی مشعل کو گھر چھوڑ کر خود غائب ہو گیا تھا۔

اس دفعہ عیس کی اس لاپرواہی پر انہیں شدید غصہ آ رہا تھا۔ آخر کیونکر وہ اپنی بیوی کی حالت سے بے خبر ہے۔

پہلے ہی مشعل کے دو دن گھر نہ آنے کی وجہ سے حسن صاحب نے بری طرح عیس کو سنایا تھا۔ کیونکہ حسن صاحب کو یہ ہی لگ رہا تھا۔ کہ عیس

جان بوجھ کر مشعل کو کسی جگہ لے کر گیا ہوا تھا۔تاکہ وہ مشعل کو ان سے دور کرتے انہیں تپا سکے۔

حسن صاحب کے سنانے پر عیس پہلی دفعہ بنا جواب دیے مسکراتے بالوں میں جہاں ہاتھ پھیرتے انہیں سنتا رہا تھا۔وہیں مشعل شرم سے لال ہوتے شاہدہ بیگم کے سینے میں منہ چھپا گئی تھی۔عیس کی مسکراہٹ اور مشعل کی حد سے زیادہ گھبراہٹ ان کے شک پر مہر لگا رہی تھی۔

ماما آپ پریشان نہ ہوں۔مجھے لینے کے لیے میری دوستیں آ رہیں ہیں۔اور پھر میں اب کچھ بہتر بھی ہوں۔

مشعل نے بالوں کو سیٹ کرتے شاہدہ بیگم کی فکر دور کرتے کہا۔لیکن شاہدہ بیگم کو تسلی نہیں ہوئی تھی۔

پر بیٹا روزرات میں تم بخار سے کانپنے لگتی ہو۔۔

وہ پریشان ہوتے اسے بتا رہیں تھیں۔۔جس پر مشعل شیشے کے سامنے سے اٹھ کر انکے پاس آ کر بیٹھی۔۔

ماما آپ فکر نہیں کریں نہ میری دوستیں میرا خیال رکھیں گی۔۔

مشعل انکے کندھے پر سر رکھتے مطمئن انداز میں بولی۔ تو وہ سر اثبات میں ہلاتے اسکا ماتھا چوم گئیں۔

باہر گاڑی کا ہارن سنتے مشعل سینڈلز پہن کر شاہدہ بیگم کو خدا حافظ بول کر دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

یہ ہماری میچنگ قدرتی طور پر ہوئی ہے۔ یا کروائی گئی ہے۔۔

ایرہ سب کو سفید گاؤن میں دیکھ کر حیرانی سے پوچھنے لگی۔

مجھے تو لگتا ہے۔۔ کہ کروائی گئی ہے۔۔

منیزے ببل چباتے ہنستے ہوئے بولی۔ تو وہ سب اسکی بات پر متفق نظر آنے لگیں۔

آج دوپہر میں ہی ان سب کو اس ڈریس کے پارسل ملے تھے۔ جس میں اک خوبصورت وائٹ شیفون ویسٹرن گاون تھی۔

وہ سب اس وقت اپنے اپنے سائز کی گاون پہنے تھیں۔ جو ان سب کے پیروں سے تھوڑا اوپر تک تھی۔ کانوں میں اک جیسے ڈائمنڈ کے ٹاپس پہنے پیروں میں سفید ہیلز پہنی گئی تھی۔ یہ دونوں چیزیں بھی انہیں پارسل کے ساتھ آئیں تھیں۔ غرض کہ انکی ساری تیاری بلکل اک جیسی ہی تھی۔

ان سب کے علاوہ ان چاروں کو اپنے اپنے شوہر کی جانب سے اک کارڈ بھی ملا تھا۔ جس میں انہیں خوبصورت انداز میں ڈیٹ پر جانے کی پیشکش کرتے ساتھ جگہ کا ایڈریس لکھ گیا تھا۔

یہ سب پڑھتے منیزے نے ناک منہ چڑاتے، اپنے شوہر ڈھکن کو سنانے کی خاطر فون ملایا تھا۔ بھلا ایسی ڈیٹ ہوتی ہے۔

ڈیٹ پر تو لڑکا خود لڑکی کو پک کرنے آتا ہے۔ ساتھ اسکے لئے گاڑی کا دروازہ بھی خود کھول کر رکھتا ہے۔۔اور پھول بھی تحفے کے طور پر دیتا ہے۔۔پر انکو پیشکش کی جانے والی ڈیٹ کی یہ قسم کونسی ہے۔

کیونکہ اس ڈیٹ پر انہیں خود ہی تیار ہو کر گاڑی ڈرائیو کرتے ڈیٹ والی جگہ پر پہنچنا ہے۔

ضرار کے فون ریسیو نہ کرنے پر منیزے نے اسے ڈیٹ کے رولز گنواتے ہوئے ساتھ غصے والے ایموجیز بھیجے تھے۔ منیزے کے میسج پر اسے تھوڑی دیر بعد کچھ ایسا جواب موصول ہوا تھا۔

بھابھی سائیں یہ ڈیٹ تھوڑی دیسی اور پاکستانی سٹائل کی ہے۔ لہذا اپکو ایسے ہی آنا پڑے گا۔ آپکا دیور سنان مصطفیٰ۔۔

میسج پڑھتے منیزے ہنستی چلی گئی تھی۔ اگر یہ پیغام اسے اپنے شوہر ڈھکن کی جانب سے ملتا تو اب تک وہ اسے بجا چکی ہوتی۔۔پر یہ میسج تو اسکے پیارے

دیور نے کیا تھا۔۔اس لئے وہ ہنس سکتی تھی۔۔ضرار کا خیال آتے ہی وہ ناک منہ چڑاتی تیاری کرنے اٹھ گئی۔

ایرہ ہنس ہنس کر مشعل سے باتیں کرتی اسکا دھیان بھٹکا رہی تھی۔کیونکہ اپنی طبیعت خرابی پر مشعل اداس تھی۔

ایرہ کے موبائل پر پچھلے آدھے گھنٹے سے میسج آرہے تھے۔۔جسے وہ نظر انداز کر رہی تھی۔وہ سب راستے میں تھیں۔ضرار کے بتائے گئے ہوٹل پر پہنچنے کے لیے انہیں مزید آدھا گھنٹہ لگ جانا تھا۔۔رات کے آٹھ بج چکے تھے۔

بھیا میسج کر رہے ہوں گئے دیکھو لو۔۔۔

مشعل نے ہنستے ہوئے اسکا دھیان موبائل کی طرف کرنا چاہا جس پر وہ منہ چڑاتی موبائل سوئچ آف کرتے پرس میں ڈال گئی۔

جس پر مشعل کا منہ کھلا تھا۔۔ہاتھ سے مشعل کا منہ بند کرتے ایرہ بتیسی دیکھاتے اسے چڑا گئی۔۔یہ ان دونوں کا خاص انداز تھا۔۔جب ان دنوں نے اک دوسرے کو چرانا ہوتا تھا۔تو وہ ایسے ہی کرتی تھیں۔

گاڑی پارک کرتی وہ ہوٹل میں داخل ہوئیں تو ہوٹل میں صرف سٹاف تھا۔
جوان چاروں کو اندر آتے دیکھ کر انہیں طرف بڑھا تھا۔
سٹاف نے انہیں سب کو گلاب کے پھول پیش کرنے کے ساتھ ساتھ پھولوں سے بنے کراؤن پہنائے تھے۔۔جس پر وہ حیرانگی سے اک دوسرے کو دیکھ گئیں۔
جو کام ہمارے شوہروں کو کرنے چاہیئے وہ کام یہ بیچاری لڑکیاں کر رہیں ہیں۔
لڑکیوں کی جانب زبردستی کی مسکراہٹ اچھالتے منیزے دانت پیس گئی۔
فی میلز سٹاف نے ہی انہیں کراؤن پہنائے تھے۔کھلے گھنگریالے بالوں پر

کراؤن پہنے وہ سب حسین ترلگ رہیں تھیں۔ جبکہ علیزے اپنے حجاب پر کراؤن لگائے تھی۔

سٹاف کے پیچھے کی جانب اشارہ کرتے وہ سب انکی طرف مسکراہٹ اچھالتے اپنے قدم اٹھاتے پیچھے کی جانب بڑھ گئیں۔۔

جہاں شاید انکے شوہروں کے ہونے کا گمان تھا۔ وہ جہاں جہاں سے گزر رہیں تھیں۔ ان پر پھولوں کی برسات ہو رہی تھی۔۔ جسے دیکھتے وہ کھلکھلاتے جا رہیں تھیں۔۔ لیکن منیزے خاص راضی نظر نہیں آ رہی تھی۔

یہ اسلام آباد کا ایک مشہور ہوٹل تھا۔ جو کہ قدرے شہر سے باہر بنایا گیا تھا۔ ہوٹل کے ارد گرد پہاڑ تھے۔ یہ ہوٹل قدرتی خوبصورتی میں گرا اک خوبصورت ترین ہوٹل تھا۔ شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے لوگ یہاں پر سکون ویک اینڈ منانے کے لیے آتے تھے۔۔ لیکن آج ڈیٹ کی روایت کو پورا کرنے کی خاطر سلطان احمد خان نے پورے ہوٹل کو بک کر لیا

تھا۔۔ کیونکہ اسے پرائویسی چاہیئے تھے۔۔ جہاں انکی عورتیں بنا کسی ڈر کے انجوائے کر سکتیں تھیں۔

پھولوں سے بنے راستے پر چلتے ہوئے وہ ہوٹل کی بیک سائیڈ پر آئیں جہاں بڑی بڑی لائٹس لگاتے روشنی کی گئی تھی۔اور اک سائیڈ پر سفید پردے لگاتے بڑے سے ٹیبل کو ڈیکور کیا گیا تھا۔ جہاں شاید انکے ڈنر کا اہتمام تھا۔ پورے ایرے کو پھولوں سے سجاتے جگہ جگہ ان سب کے نام لکھے گئے تھے۔ وہ سب اپنا اپنا نام پڑھتے خوش ہو رہیں تھیں۔

وہ دیکھو۔۔۔

علیزے کی خوشی سے بھرپور آواز پر سب نے سامنے دیکھا۔۔ جہاں خوبصورت انداز میں "خان کی خانم" لکھا تھا۔۔اسی طرح دوسرے کونے میں "سائیں کی بیگم "اور تیسرے کونے میں "عیس کی مشو" کے الفاظ پڑھتے ان سب کے دلوں میں تتلیاں ہھڑ پھرائیں۔

ایرہ کو اپنا نام کہیں بھی نظر نہیں آرہا تھا۔۔ جس پر اسکا دل ڈوبا تھا۔

ایرہ کا نام کدھر ہے۔۔۔ مشعل نے منیزے کو دیکھا۔ تو وہ بھی حیران ہوتے سب جگہ دیکھنے لگی۔ لیکن اسے اسکا کہیں نہیں ملا تھا۔

لگتا ہے میرا نام شادی کے بعد لکھا جائے گا۔۔

ایرہ زبردستی مسکراتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولی تاکہ وہ اداس نہ ہوں۔ لیکن منیزے کو شدید غصے نے آن گھیرا تھا۔

ایسے کیسے بعد میں لکھا جائے گا۔۔ میں ابھی سنی بھائی سے پوچھتی ہوں۔۔

منیزے تن فن کرتی آگے بڑھی تھی۔

منیزے ہیل کی ٹک ٹک کرتی غصے سے آگے بڑھ رہی تھی۔

لیکن ہوٹل کی بیک سائیڈ پر اسے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ اسکے پیچھے ہی وہ تینوں بھی قدم اٹھا رہیں تھیں۔

یہ سب کہاں ہیں۔۔

علیزے نے چاروں اطراف نظریں گھماتے پوچھا۔۔

جہاں سب تیاری تو نظر آ رہی تھی۔ لیکن تیاری کرنے والے غائب تھے۔
وہ متلاشی نظروں سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے آگے بڑھنے لگیں۔۔
لیکن ہر طرف خاموشی محسوس کر کے انہیں الجھن ہوئی۔۔

یہ کیسی ڈیٹ ہے۔۔

منیزے غصے سے جھنجھلاتے پھر بول پڑی۔ کیونکہ اسکے مطابق یہ پرفیکٹ ڈیٹ تو دور کی بات ہے۔۔اس ڈیٹ میں اک بھی رومینٹک ڈیٹ والی بات نہیں تھی۔

وہ چاروں سوئمنگ پول کے قریب بیک سائیڈ کیے کھڑی تھیں۔
جب اک دم کسی نے ایرہ کو جکڑتے پانی کے اندر چھلانگ لگائی۔اس اچانک

حملے پر ایرہ کی خوف کے مارے چینخ بلند ہوئی تھی۔ایرہ کی چینخ پر وہ سب تیزی سے مڑیں تھیں۔

سنی ایرہ کو لیے پانی میں کوداتو پانی میں زوردار ارتعاش پیدا ہوا تھا۔پانی کے چھینٹے ان سب پر گرے تھے۔جس پر وہ سب چہرے کے آگے ہاتھ کرتی خود کو بچا گئیں۔۔لیکن انکے ڈریس کچھ گیلے ہو گئے تھے۔

ڈوبنے کے ڈر سے ائرہ پانی میں ہاتھ پاؤں چلانے لگی تھی۔سنی اسے کنڑول کرنے کی کوشش میں تھا۔لیکن وہ پانی میں رک نہیں رہی تھی۔۔

ایرہ کے پانی میں گرتے ہی سوئمنگ پول میں عیس کا فلک شگاف قہقہ گونجا تھا۔اور ساتھ ہی ضرار اور سلطان نے بھی چہرہ باہر نکال لیا۔

ایرہ کا چہرہ پانی سے باہر نکالتے سنی نے پیچھے سے اسے ہگ کرتے اسکے کندھے پر چہرہ ٹکاتے اسے قابو کیا۔ تو سب سمجھتے ایرہ کے وجود میں غصے کا لاوا پھٹنے لگا۔

وہ سب اک گھنٹے پہلے ہی ہوٹل میں پہنچے تھے۔ یہاں پہنچ کر ہی انہوں نے چینج کرنا تھا۔ سلطان ان سب کے ڈریس یہاں پہلے ہی پہنچا چکا تھا۔۔ لیکن اک ایمرجنسی کی وجہ سے وہ لیٹ ہو گئے تھے۔

یہاں پر پہنچتے ہی سوئمنگ پول کو دیکھتے عیس اور سنی کی آنکھیں چمکیں تھیں۔ وہ اپنے ساتھ ساتھ سلطان اور ضرار کو بھی پانی میں کھینچ چکے تھے۔

پانی میں اک دوسرے کا حشر بگاڑتے انہیں وقت گزرنے کا پتہ نہیں چلا تھا۔ اور وہ سب یہاں پہنچ بھی گئیں تھیں۔

وہ سوئمنگ پول میں کب سے ان سب کو ڈیکوریشن دیکھ کر خوشی سے چہکتے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب خوش ہوتے اک دوسرے کو اپنا اپنا نام دیکھا رہی تھی۔ لیکن ایرہ کا نام نظر نہ آنے پر ان سب کی غصے سے ناک پھولی تھی۔ اور سب سے زیادہ غصہ تو منیزے کو چڑھا تھا۔

انہیں خود کو تلاش کرتے دیکھ کر سنی نے انہیں پانی میں چھپنے کا کہا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنی تیکھی مرچ کی خبر لینی تھی۔ جو پتہ نہیں کس وجہ سے اسے نظر انداز کر رہی تھی۔

انکے سوئمنگ پول کے قریب آنے پر سنی پانی سے باہر نکل کر چپکے سے ایرہ کی کمر میں ہاتھ لپیٹتے اسے لیے پانی میں کود اتھا۔ وہ سب بیک کیے کھڑے تھیں۔۔ انکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔۔ کہ وہ سب پانی میں چھپے ہوئے ہیں۔

غصے سے ناک کی نتھنوں کو پھلائے ایرہ اک جھٹکے میں مڑتے سنی کے بال ہاتھوں میں جکڑ گئی۔

بدتمیز انسان میں مر جاتی ایسے کون کرتا ہے، تم پاگل انسان ہو کیا۔۔۔
سنان کے گولڈن بالوں کو زور سے ہاتھوں میں دبوچے، وہ ڈھاڑی تھی۔

ایرہ کے غصے پر سب کے منہ کھل گئے تھے۔ ضرار اور سلطان ہاتھ پر ہاتھ مار گئے۔ کیونکہ انہوں نے پہلے ہی اسے یہ سب کرنے سے باز کیا تھا۔ لیکن وہ مانا نہیں تھا۔

کیا کر رہی ہو پاگل عورت شوہر پر تشدد کرنے سے گناہ ملتا ہے۔۔
اپنے بالوں پر زور لگنے سے وہ منمناتے ہوئے اسے ڈرانے لگا۔

لیکن پول میں کھڑے عیس کے قہقہے سنی کے دل کو مزید جلا رہے تھے۔
سنی نے تو رومینس کرنے ک سوچا تھا۔پر یہاں اسکی منکوحہ سکی عزت کا
فالودہ بنانے پر تلی تھی۔

وہ سب مزے سے سنی کی بنتی دُرگت کو انجوائے کر رہے تھے۔

آری بھابی اور زور لگائیں یہ آج آتے ہوئے اک لڑکی کو اپنی زلفیں سنوار
سنوار کر دیکھا رہا تھا۔
عیس نے ہمیشہ کی طرح تیلی لگائی۔تو ایرہ جو سنی کے بالوں کو کھینچ رہی
تھی۔عیس کی بات سنتے سنی کی طرف چہرہ موڑتے اسکے بال چھوڑ کر سنی
کی شرٹ کا گریبان پکڑ گئی۔۔۔

کس لڑکی کو دیکھنے کی جرات کی ہے تم نے۔۔۔

سرخ آنکھوں میں جنون لئے وہ غرا اٹھی۔ایرہ کا خونخوار انداز دیکھ کر سنی کی آنکھیں پھیلیں تھیں۔وہ سب کے سامنے اسکا گریبان پکڑے جنونی انداز میں سوال کر رہی تھی۔

ایرہ کو جنونی بنتے دیکھ کر عیس نے سنی کی جانب دل جلی مسکراہٹ اچھالی تو سنان کا دل کیا اس فتنہ پٹے کو دھو ڈالے۔

بے بی وہ بکواس کر رہا ہے سالا یار میں تمہارے سوا بھلا کسی کو دیکھ سکتا ہوں کیا۔۔۔

سنی نے ایرہ کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے پیار سے اسے یقین دلانا چاہا لیکن ایرہ کے غصے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔وہ تو پہلے ہی اس پر بھری بیٹھی تھی۔اب اسے مزید موقع مل گیا تھا۔

سچ میں جھوٹ بول رہا ہے یہ۔۔۔

عیس مزید پیٹرول چھڑکتے جا کر کنارے پر بیٹھ گیا۔ وہ سنان کی وضاحت کو جھوٹا قرار دے چکا تھا۔۔ سلطان نے اسے آنکھوں سے باز آنے کا اشارہ کیا۔ لیکن عیس کو کہاں اثر ہونا تھا۔

سالے میں تیری یہ دونوں ٹانگیں ہی کاٹ دوں گا۔ جو تو لوگوں کے مسلوں میں اٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔

سنی خونخوار تاثرات سے چیخا تھا۔ کیونکہ عیس کے پھر آگ لگانے پر ایرہ اسکی گردن پر ناخن گاڑ گئی تھی۔ اگر وہ اکیلے ہوتے تو وہ اسے پل میں شانت کر لیتا۔ پر سب کی موجودگی میں وہ صرف برداشت کر سکتا تھا۔

سنی کی ضبط بھری آواز سنتے عیس کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔ بیوی کے سامنے اسکا بس نہ چلتا دیکھ کر عیس کی روح راضی ہو گئی تھی۔ شکر اسکی

بیوی معصوم تھی۔

سلطان اور ضرار نفی میں سر ہلاتے باہر نکل آئے۔آپ سب وہاں جا کر بیٹھے ہم چینج کر کے آرہے ہیں۔۔

حجاب کے حالے میں سلطان نے محبت پاش نظروں سے اپنی خانم کا گلابی چہرا دیکھا۔جس پر وہ شرماتے ہوئے آنکھیں جھکا گئی۔

منیزے تو ضرار کو دیکھ کر ہی ناک چڑھاتے اپنے قدم بڑھا گئی تھی۔جس پر ضرار نے دانتوں تلے لب دبایا تھا۔

سلطان کے کہنے پر وہ سب ٹیبل کی جانب بڑھ گئیں۔۔۔

تم دفع کیوں نہیں ہو رہے۔۔۔

سنی نے تپتے ہوئے عیس کو دیکھا۔جو آنکھوں کو بڑا بڑا کیے ان پر نظریں

جمائے تھا۔

میرے سامنے تھوڑا سا رومانس ہی کر لو پلیز۔۔
عیس نے آنکھیں ٹمٹماتے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ تو سنی غصے سے ضرار کو آواز دے گا۔۔ جسے سنتے عیس جھٹ پٹ پول سے باہر سے نکلا تھا۔

وہ تو ویسے ہی سے تپانے کو رک گیا تھا۔ اسے خود اپنی بیوی کے پاس پہنچنے کی جلدی تھی۔۔ جو مسلسل اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

جا رہوں میسنے انسان۔۔۔
سنی کو انکھ ونک کرتے وہ سیٹی کی دھن بجاتے وہاں سے غائب ہوا۔ تو سنان نے لاکھ شکر ادا کرتے اپنی منکوحہ کو دیکھا۔۔ جو خطرناک ترین حد تک غصے سے اسے گھور رہی تھی۔

وہ اب تک صرف اس لئے چپ تھی کیونکہ سنی پانی کے نیچے سے اسے بے باک طریقے سے چھو رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ایرہ کی زبان تالو سے چپکی ہوئی تھی۔۔اس وقت وہ دونوں پول میں اکیلے رہ گئے تھے۔

غصہ کس بات کا ہے۔۔۔

سنی نے محبت بھری نظروں سے اسے نہارتے پوچھا۔ تو ایرہ غصے سے منہ موڑ گئی۔اس کے منہ موڑنے پر سنی کو غصہ چڑھا۔ وہ نہیں سمجھ پارہ تھا کہ کیونکر وہ اتنے غصے میں تھی۔اور اتنے دنوں سے اسے نظر انداز بھی کر رہی تھی۔

وہ سنی کے سہارے پانی میں کھڑی تھی۔ایرہ کی عقل ٹھکانے لگانے کا سوچتے سنی اسے اپنی گرفت سے آزاد کر گیا۔ تو وہ پانی میں گری تھی۔اسکی

آنکھیں خوف سے باہر نکلنے کو ہوئیں۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گی پاگل انسان۔۔
پانی میں غوطے کھاتے وہ بامشکل بولی۔تو سنی اسے دیکھتے ایبرو آچکا گیا۔

ایرہ کی بری حالت دیکھتے سنی نے جھٹکے سے اسے پکڑتے دوبارہ اپنی طرف کھینچا۔تو ایرہ کی سانس میں سانس ائی۔اسکی سنہری آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں۔ بالوں پر لگا کراؤن پانی میں بہہ چکا تھا۔اور سفید فراک اسکے جسم سے چپک چکی تھی۔ جس کی وجہ سے اسے جسم کے خوبصورت خدوخال واضح ہو رہے تھے۔ جنہیں دیکھتے سنان کی آنکھوں میں خماری اتری تھی۔

کیوں نہ آج تم میرا منہ چومتے ہوئے توڑ دو۔۔۔
ایرہ کی کمر پر ہاتھ پھیرتے وہ زومعنی بولا۔تو ایرہ اسکے انداز پر خود میں سمٹ

گئی۔

جانے دو مجھے۔۔۔

وہ چباتے ہوئے کہنے لگی۔۔کیونکہ جانتی تھی۔کہ ابھی اسکا رومینٹک موڈ شروع ہو جائے گا۔اور اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا۔اس بے وفا انسان کے منہ لگنے کا۔۔۔

جب تک وجہ نہیں بتاؤں گی اس ناراضگی کی تب تک میں نہیں ملنے والا یہاں سے۔۔۔

سنان نے دھمکی آمیز انداز میں اسے کہا۔توایرہ کی آنکھوں میں آنسو چمکے۔۔۔

مجھے کچھ نہیں بتانا تمہیں بس جانے دو۔۔۔

سر نفی میں ہلاتے وہ بھرائی آواز میں ضدی لہجے میں بولی۔ تو سنان کو تشویش میں مبتلا کر گئی۔ آخر ایسا کیا ہوا تھا۔

میری جان کیوں ایسے کر رہی ہو یار کچھ بتاؤ تو سہی کہ آخر بات کیا ہے۔۔۔ سنی نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے پھر استفسار کیا۔ تو ایرہ اپنی آنکھوں کو میچ گئی۔

تم بتا رہی ہو کہ میں اپنے طریقے سے اگلوانے کی کوشش کروں۔۔۔

ایرہ کی فراک کی زپ کھولتے وہ وارننگ دیتے پوچھنے لگا۔ تو ایرہ اسے شکوہِ کناں نظروں سے دیکھ گئی۔۔۔

تم نے مجھے جاتے ہوئے ماتھے پر نہیں چوما تھا۔۔
نچلے ہونٹ کو لٹکائے وہ بھرائی آواز میں آہستہ بولی تھی۔ لیکن سنان کے پلے کچھ بھی نہیں پڑا تھا۔

کب نہیں چوما تھا۔۔

سنان نے الجھن سے دوبارہ پوچھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کب کی بات کر رہی ہے۔

سنان کو لاعلم دیکھ کر ایرہ کی آنکھوں سے آنسو گالوں پر بہتے چلے گئے۔

مطلب وہ اتنے دن تکلیف میں رہی اور وہ کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔

ایرہ میرے ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گی اب، بناوقفہ لئے مجھے پوری بات بتاؤ

۔۔۔

ایرہ کو بلاوجہ روتے دیکھ کر سنی کو تپ چڑھی۔وہ بنا بتائے ہی روئے جا رہی تھی۔

سنی کی ڈانٹ پر ایرہ کو غصہ آیا تھا۔ تو وہ اسکی گرفت میں مزاحمت کرتے اسے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

ایرہ کی فضول کی مزاحمت دیکھ کر سنی اک جھٹکے میں اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔

ایرہ کو خود میں جکڑتے وہ شدت سے اسکے ہونٹوں پر جھکا ہوا تھا۔ سنی کی سخت گرفت پر اسکی آنکھیں بڑی ہوئیں لیکن سنی رکا نہیں تھا۔۔ وہ قطرہ قطرہ اسکی سانسیں چراتے اپنے ساتھ اسے بھی دیوانہ کر رہا تھا۔

سنی کے لمس پر آنکھیں موندتے ایرہ نے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہنایا تو سنی سرشاری سے مسکرا دیا۔۔ کیونکہ وہ اپنا غصہ بھلائے مدہوش ہوتے اسکے لبوں پر کاٹ رہی تھی۔

سنی بے خود ہوتے ایرہ کو لئے کنارے تک لایا۔ایرہ کو دیوار سے لگاتے وہ مکمل طور پر اس پر جھک گیا۔ جس پر ایرہ نے پیچھے اپنا سر گرا دیا تھا۔

ایرہ کے ہونٹوں کو چومتے وہ اسکے نچلے ہونٹ کو کاٹ گیا۔۔پانی کے اندر سے وہ اسکی فراک کی زپ پہلے ہی کھول چکا تھا۔۔فراک کے اندر سے سنان نے اسکے جسم کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی۔تو ایرہ کو اپنے جسم میں سپارک ہوتا محسوس ہوا تھا۔

اپنی سانس رکنے پر وہ سنی کو پیچھے ہٹاتے بند آنکھوں سے سر پیچھے گرا گئی۔اسکے گولڈن ویوی بال پانی میں لہرا رہے تھے۔ایرہ کے پیچھے سر گرانے پر سنی اسکی گردن پر جھک گیا۔ جگہ جگہ اسے چومتے وہ اتنے دنوں کی دوری کا حساب پورا کرنے میں لگا تھا۔

ائرہ بند آنکھوں سے اسکا لمس محسوس کرتے سکون سے آنکھیں بند کیے

تھی۔

ایرہ کے سر کے نچے ہاتھ گزارتے سنان نے اسکا سر بلند کرتے اسکی سرخ گولڈن انکھوں میں جھانکا۔ جس پر ایرہ شرماتے ہوئے اسکے سینے میں سر چھپا گئی۔

فقط وہ دونوں تھے۔ جو پہلے ٹام اینڈ جیری کی طرح لڑتے تھے۔۔اور پھر اک دوسرے کی قربت میں سب بھلا دیتے تھے۔ قربت کی مدہوشی میں کھوئے انہیں لڑنے کی وجہ بھی یاد نہیں ہوتی تھی۔ سنی کو تو اب لڑنے میں مزا آنے لگا تھا۔ اگر کوئی کہتا کہ لڑائی بری چیز ہے۔ تع سنان مصطفیٰ اسکی بات کی نفی کر سکتا تھا۔

اب بتاؤ کیوں ناراض ہو۔۔

سنی نے اسکا چہرہ باہر نکالتے پھر پیار سے پوچھا۔ تو ایرہ اپنی انگلی سے اسے سینے پر اپنا نام لکھنے لگی۔

مشعل کے گمشدگی والے دن ضرار بھائی اور سلطان بھائی نے علیزے اور منیزے کے ماتھے کو چوما تھا۔ لیکن تم نے مجھے نظر انداز کر دیا تھا۔۔
ایرہ رونے والے انداز میں پھر بولی تو سنی کو حیرت میں ڈال گئی۔

علیزے کے بے ہوش ہونے پر جب سنان ایرہ کو بنا مخاطب کیے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ اس دن ہرٹ ہوی تھی۔ کیونکہ اسے بھی اپنے شوہر کی توجہ محسوس چاہیئے تھی۔ جو اسے نظر انداز کرتے چلا گیا تھا۔

ائم سوری میری جان میں تمہیں نظر انداز نہیں کیا تھا بس اس دن پریشانی میں میرا دماغ ٹھکانے پر نہیں تھا۔

ایرہ کے معصوم شکوے پر سنی نے شدت سے اسکے ماتھے کو بار بار چومنے لگا۔ تو ایرہ کو اپنے اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔

تم پریشانی میں مجھے بھلا دیا کرو گئے کیا، پر بھائی لوگوں نے تو نہیں بھلایا تھا اپنی بیویوں کو۔۔۔

ایرہ نے اگلا سوال پوچھنے کے ساتھ ساتھ حوالہ دیا تو سنی اسکے تیھکے انداز پر مسکراتا چلا گیا۔

تم میری محبوب بیوی ہو، میری پسندیدہ عورت ہو۔۔ تمہیں بھلا بھول سکتا ہوں۔۔ میں اس دن بھی تمہیں نہیں بھلایا تھا۔۔ پر اگر تمہیں ایسا محسوس ہوا تو بندہ ناچیز معافی چاہتا ہے۔

تم نہیں جانتی ہم چاروں کبھی دور نہیں ہوئے نہ اکیلے۔ یہ سالوں کا تعلق روح سے جڑ چکا ہے۔ اس لئے دو منٹ کی دوری بھی سانسوں کی رفتار کم کر

دیتی ہے۔اگر میری بیوی میرے جسم کے ادھورے پن کو مکمل کرتی ہے۔تو میرے یار اس جسم کے قلب ہیں۔اور ایسا میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہم سب کے ساتھ ہے۔ ہمیں ہمیشہ ڈر رہتا تھا۔۔کہ ہماری زندگیوں میں آنے والی لڑکیاں جو ہماری بیویاں ہونگی نجانے یہ سب قبول کریں گئیں کہ نہیں۔کیونکہ کوئی بھی بیوی یہ برداشت نہیں کرتی کہ اسکا شوہر زیادہ وقت غائب رہے۔۔پر خدا کا شکر ہے۔۔کہ ہم سب کو تم جیسی لڑکیاں ملیں۔جو ہماری طاقت بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔جو عام لڑکیوں کی طرح دلوں میں نفرت نہیں پالتیں۔

ہمارے اس پاگل پن کو ہمارے گھر والے قبول کر چکے ہیں۔اس لئے تو خان شہر میں رہتا ہے۔حالانکہ وہ گاؤں میں سردار ہے۔ لیکن سارے رتبے بھاڑ میں جھونکتے وہ یہاں اک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتا ہے۔تاکہ ہم قریب رہ سکے۔

سنان اسکے ماتھے کے ساتھ ماتگاڑکاتے مدھم آواز میں بتارہا تھا۔تاکہ ایرہ اسے سمجھ سکے۔اور ایرہ بھی دم سادھے اسے سن رہی تھی۔

تمہیں پتہ ہے۔ضرار پاشا حیدر اپنے قبیلے کا سردار ہے۔لیکن اسکے باوجود وہ بھی یہاں ہے۔وہ دونوں آپ اصل بھلائے یہاں رہتے ہیں۔کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفیٰ کاظمی ادھر انکے گاؤں میں آ کر نہیں رہ سکتے۔اس لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہ دونوں یہاں آ گئے ہیں۔اور سالوں سے ہمارے ساتھ عام زندگی گزار رہے ہیں۔۔

پارٹی والی رات میں نے اس لئے تمہیں بھابھی سائیں کا نام لینے سے روکا تھا۔کیونکہ ہم سب نہیں چاہتے کہ ہمارے درمیان تیرا میرا ہو۔ہمارے درمیان کچھ بھی کسی اک کا نہیں ہے۔بلکہ ہم سب کا ہی ہے۔۔ہماری

غلطیاں غرض خوبیاں بھی اک دوسرے سے جڑیں ہیں۔ کیونکہ ہم اک دوسرے کے بنا ادھورے ہیں جاناں۔۔۔

اس دن عیس کے اکیلے جانے پر ہم سب پریشان تھے۔ اور پھر خانم بھا بھی کو بے ہوش دیکھ کر میں مزید پریشان ہو گیا تھا۔ بس اس لئے شاید یہ کوتاہی کر گیا۔ اس لئے مجھے معاف کر دو۔۔

سنی نے اپنی بات مکمل کرتے پھر اسکے ماتھے کو چوما تھا۔ کیونکہ ایرہ بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ ایرہ اسکے منیزے اور علیزے کو احترام سے پکارنے پر حیران ہوئی تھی۔

کیا ہوا۔۔۔ سنان نے اسے بلکل خاموش دیکھ کر پھر پوچھا۔ تو وہ ہوش میں آتی پھر منہ بنا گئی۔ اپنی وضاحت سے وہ اسکی ناراضگی تو دور کر ہی چکا تھا۔ لیکن نخرے دیکھانا تو ایرہ کا پیدائشی حق تھا۔

میرا نام بھی نہیں لکھوایا۔۔۔

ایرہ نے منہ بناتے دوسرا شکوہ کیا۔تو سنی نفی میں سر ہلاتے اسکا رخ موڑ گیا۔جہاں سامنے بڑے بڑے حروف میں گولڈ کپل کے ساتھ "سنی کی سنہری پری" کے الفاظ لکھے گئے تھے۔

دیوار پر سب پڑھتے وہ جگمگاتی نظروں سے مڑتے سنی کو دیکھ گئی۔۔جس نے سر اثبات میں ہلاتے تصدیق کی تھی۔۔کہ اسی کا نام ہے۔

تمہیں سچ میں لگا تھا کیا کہ تمہارا نام نہیں ہو گا۔۔۔

سنی نے ایرہ کو پیچھے سے ہگ کرتے اسکے کندھے پر چہرہ رکھتے پوچھا۔تو وہ اسکی طرف دیکھ کر سر ہاں میں ہلا گئی۔

بے وقوف لڑکی ہر عمارت کی چار دیواریں ہوتیں ہیں۔ تین دیواریں تم لوگوں کے سامنے تھیں۔ لیکن اک تو پیچھے تھی نہ جس کو مڑ کو دیکھنے کی زحمت نہیں ہوئی تم لوگوں سے۔۔۔

ویسے بھی یہ ساری تیاری خان نے کروائی ہے۔ تو کیسے ممکن ہے وہ اپنی چھوٹی سی بہن کو بھول جاتا۔ ہم دونوں کی گولڈن آنکھیں اور بالوں کی وجہ سے اس نے یہ گولڈ کپل لکھوایا ہے۔ یہ سب اسی نے کیا ہے۔۔

سنی نے اسکی عقل پر ماتم کرتے ساتھ تفصیل بتائی۔ تو خوشی کے مارے ایرہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ساتھ دل میں سلطان کے لئے مزید عزت بڑھ گئی۔ بلکہ اسکا دل چاہ رہا تھا۔ جا کر سب کو زور سے گلے لگا لے۔۔

تھینک یو سو مچ۔۔ جذبات سے چور وہ نم آنکھوں سے مڑتے اسے سینے سے

لگ گئی۔ تو سنی مسکراتے ہوئے اسے خود میں زور سے بھینچ گیا۔۔

!....ڈیٹ ایسی نہیں ہوتی

ضرار کے ساتھ بیٹھی منیزے ٹیبل پر ہاتھ مارتے دبے دبے انداز میں بولی، انداز صاف جتانے والا تھا۔

تو کیسی ہوتی ہے؟ عیس نے معصومیت سے استفسار کیا۔

!ایسی تو بلکل نہیں ہوتی۔۔۔

جواب میں منیزے مزید سلگتے ہوئے بولی۔ انگلی سے آس پاس اشارہ بھی کیا گیا تھا۔ مطلب وہ ان کی تیاری کا حوالہ بھی دے رہی تھی۔

وہ سب ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ سب لڑکوں نے وائٹ ڈریس شرٹ کے ساتھ بلیک کلر کی پینٹ پہنی تھی۔
سب کی شرٹ کے اگلے بٹن کھلے تھے۔ جس سے ان کا سینہ نظر آرہا تھا۔

اور یہ بٹن کھولنے کا فیصلہ عیس کا تھا۔ جس نے اپنی شرٹ کے ساتھ ساتھ ضرار اور سلطان کی شرٹس کے بٹن کھولتے خالصتا انہیں فیشن کا بتایا تھا۔
اگر لڑکیوں کا ڈریس کوڈ وائٹ تھا تو لڑکوں کا بھی سیم تھا۔
اس ڈیٹ میں صرف یہی ایک بات ملتی جلتی تھی۔ وہ سب بیٹھے سنی اور ایرہ کا انتظار کر رہے تھے۔ جو کہ تیار ہو کہ ابھی آتے نظر آرہے تھے۔

بڑی جلدی کر دی مہربان آتے آتے۔۔۔! عیس، سنی کو میسنے پن سے دیکھتے بولا۔۔ تو سنی اپنی گولڈن آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورنے لگا۔ عیس کے زو معنی جملے پر ایرہ بے ساختہ شرمائی تھی۔

ایرہ کا ڈریس چونکہ گیلا ہو گیا تھا۔اس لئے سنی اسے اپنے ساتھ روم میں لے گیا تھا۔

جہاں سنی نے اسکا ڈریس ڈرائ کلین کروانے کے ساتھ ساتھ اسکے گیلے بال خود ڈرائی کیے تھے۔

سنان مصطفیٰ نے سٹاف سے کراؤن منگوا کر ایرہ کے بالوں میں خود لگایا تو وہ خوشی سے جھوم گئ۔۔کیونکہ اسکا پہلا کراون تو پانی میں خراب ہو گیا تھا۔وہ اپنی بیوی کی ادھوری تیاری نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ پھر پہلے کے سے انداز میں ویوی گولڈن بالوں کے ساتھ چہرے پر سنان مصطفیٰ کی قربت کے رنگ سجائے خوبصورت لگ رہی تھی۔سنان اسے

دیکھتے نہیں تھک رہا تھا۔۔

!بھائی انہوں نے مجھے مارا ہے۔۔۔۔۔

ایرہ، سنی سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر رونے والا منہ بناتے ہوئے علیزے کے پاس آئی تھی۔ایرہ کی بات پر سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ سنی کا تو شقک سے منہ کھل گیا تھا۔ بھلا اس نے کب اسے مارا تھا۔اب شدّت سے چومنے کو وہ مارنے کا نام دے گی کیا۔۔۔؟ سنی نے بے اختیار ذہن میں !سوچا۔۔۔

ایرہ علیزے کے بازوؤں میں سما گئی تھی۔ ضرار اور سلطان غور سے دیکھ رہے تھے۔ وہ ایرہ کی شرارت سمجھ گئے تھے، مگر خاموش رہے۔ جبکہ عیس کے پاس بیٹھی مشعل حیران کن نظروں سے ایرہ کو دیکھ رہی تھی۔

آپ سب پاگل ہو گئے ہیں کیا؟ بھائی آپ نے اسے کیوں مارا ہے اسے۔۔؟

آپ اسے مار رہے ہیں! ور وہاں عیس بھائی مشعل کو رلا دیتے ہیں۔
یہ سب کیا ہے؟علیزے سنی کو گھورتے ہوئے بولنے لگی تھی۔۔۔ منیزے کے سیم علیزے والے تاثرات تھے۔

سلطان نے اپنی خانم کے غصے پر دانتوں تلے لب دبالیا تھا۔
وہ آج پہلی بار اسکا غضّے والا روپ دیکھ رہا تھا۔ورنہ وہ ہر وقت خود پر سنجیدگی اوڑھے رکھتی تھی۔

اپنی خانم بھابھی کے غصے پر سنی کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔عیس کمینگی سے سنی کو دیکھتے ہوئے سٹی بجانا شروع کر دی تھی۔انداز سیم ویسا تھا کہ آج بار بار تیری بیوی سے بینڈ بج رہی ہے۔

خانم بھابھی خدا کا خوف کریں۔۔! یہ سنڈی جھوٹ بول رہی ہے۔۔! میں

نے اسے مارا ہوتا تو یہ شرماتے ہوئے یہاں بیٹھی ہوئی ہوتی۔۔؟ میں بس شدّت سے چوم رہا تھا۔

سنی بوکھلاہٹ سے میں جو منہ میں آیا اپنی صفائی میں بولتا چلا گیا تھا جہاں اپنے لئے سنڈی کا لفظ سنتے ہی ایرہ کا دماغ گھوما تھا۔ وہیں مشعل اس کے نئے نام پر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔

مشعل کی ہنسی نے ایرہ کے غصہ پر پیٹرول چھڑکا تھا۔

اپنی بیوی کی معصوم ہنسی پر عیس بے خود سا ہونے لگا تھا جو سب بھلائے خوبصورت انداز میں کھلکھلاتے جا رہی تھی۔ مشعل کی ہنسی پر سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔۔

کیونکہ وہ ایرہ کی جانب انگلی سے اشارہ کرتے اسے چڑاتے ہوئے ہنسی جا رہی تھی۔۔۔۔۔

تم بد تمیز انسان میں تمہارا قتل کر دوں گی۔۔! ایرہ بھڑکتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھنے لگی تو منیزے نے اسے روک گئی۔

ایرہ علیزے اور منیزے کے درمیان بیٹھی تھی۔۔۔۔

پہلے پنگا کیوں لیتی ہو۔۔۔؟ منیزے نے اسکا بازو پکڑتے شرم دلانا چاہی۔۔۔ کیونکہ جھوٹ بول کر پہلے ایرہ نے ہی اسے چھیڑا تھا۔۔۔

منیزے کی بات پر ایرہ کا منہ بن گیا تھا۔

ایرہ کے منہ بنانے پر سنی نے اتراتے ہئے اسے دیکھا! آخر کو اسکی ایک بڑی بھابھی نے تو اس کی سائیڈ لی تھی۔

جس کی وجہ اے ایرہ ناراضگی سے منہ موڑ گئی۔۔

ائرہ کے منہ موڑنے پر وہ ہنستے ہوئے اپنی روٹھی بیوی کی جانب بڑھا۔۔

بھابھی یہ سچ کہ رہی تھی۔ایرہ کو کھڑا کرتے اسکا ماتھا چومتے ہوئے سنی نے محبت سے اسکا لگایا گیا الزام مان قبول کر لیا تھا۔۔سب کے سامنے ایرہ شرم سے لال ہو گئی تھی۔ جبکہ منیزے نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

سنی کے حامی بھرنے پر عیس نے اٹھتے ہوئے اسکی کمر میں مکا جھڑ دیا۔یہ اچانک اور شدید حملہ تھا۔

ایرہ کو اپنی جگہ واپس بیٹھاتے سنی عیس کی طرف واپس پلٹا۔

اب بتا اک ہی دفعہ کہ تجھے کیا تکلیف ہے ؟

عیس کی پونی ہاتھ میں لیتے ہوئے خونخوار تاثرات سے اس نے پوچھا۔۔تو عیس اپنی کمزوری کو اسکے ہاتھ میں دیکھ کر شفقت بھری مسکراہٹ اچھالنے لگا تھا۔

تم خود مانے تھے، کہ ائرہ بھابھی کو تم نے مارا ہے۔ تو میں بس اپنی بہن پر ہاتھ اٹھانے کا بدلہ لیا ہے۔

عیس نے معصومیت سے اپنے حملے کا جواب دیا، تو سب اسکے انداز پر زور سے ہنس دیے۔ کیونکہ اسکی نظریں سنی کے ہاتھ میں اپنی پونی پر گڑھیں تھیں۔

عیس کی زور سے پونی کھینچ کر سنی ایرہ کے ساتھ جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

میں نے کچھ کہا تھا۔۔! منیزے نے دانت پیستے اپنی بات یاد دلانا چاہی۔ تو سب بھرپور متوجہ ہو گئے۔

پہلی بات یہ ڈیٹ تو بلکل نہیں تھی۔ بس سرپرائز پارٹی تھی۔ کیونکہ نہ تو آپ لوگ ہمیں لینے آئے تھے۔ نہ کوئی گفٹ دیا۔ الٹا ہمارے یہاں پہنچنے پر

ہمارا ویلکم کرنے کی بجاے آپ لوگ سوئمنگ کرتے رہے۔تو یہ کون سی ڈیٹ تھی بھلا۔۔۔۔۔!

منیزے ضرار کی جانب گھومتے بھونیں سکیڑتے چباتے ہوئے پوچھ گئی۔

ضرار اپنی شیرنی کی اس ادا پر مر مٹا تھا۔

بھابھی میں نے آپکے سائیں کو کہا تھا کہ جیسے بھابھی کہہ رہی ہیں ویسے ہی کر لیتے ہیں مگر آپکے سائیں نے میری بات ہی نہیں مانی۔۔!

عیس افسوس بھرے لہجے میں بولتے پل بھر میں ضرار کو گناہ گار بنا گیا۔

جس پر منیزے نے اپنے شوہر کو دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلاتے نفی کرنے لگا کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔

یہ کمینہ بکواس کر رہا ہے۔۔! بیگم ہم کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے جلدی نہیں آپائے تھے۔۔!

ضرار نے منیزے کا ہاتھ تھامتے مکمل سچ بتانا چاہا۔۔۔تو منیزے نروٹھے پن سے اپنا ہاتھ چھڑا گئی۔

بھابھی آپ اداس نہ ہوں، آپ جیسا چاہیں گی ویسی ڈیٹ بھی ارینج کرلی جائے گی۔

علیزے کی کمر میں ہاتھ ڈالتے سلطان نے اپنی سنجیدہ بھاری آواز میں کہا تو منیزے کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

جسے ضرار نے بغور دیکھا تھا۔

پتہ نہیں اسکی بیگم کو اتنی رومنٹک ڈیٹ کا شوق کیوں چڑھا تھا۔

بھیا میں آپکے پاس بیٹھ جاؤں کیا؟ مشعل نے معصوم آواز میں سلطان سے اچانک پوچھا۔تو عیس نے مشعل کو غور سے گھورا۔وہ ٹیبل کے نیچے سے

کب سے مشعل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ مشعل پہلے ہی اسکی طرف دیکھنے کی ہمّت نہیں جتا پا رہی تھی۔
اوپر سے وہ مزید چھیڑ خانیوں پر روہانسی ہونے کو آئی تھی۔

آجاؤ بچے۔۔۔۔۔! سلطان نے لاڈ سے اپنی گڑیا کو بلایا۔ تو عیس نے سلطان کو زہر بھری نظروں سے گھورا تھا

سلطان کی اجازت ملنے پر مشعل اٹیٹیوڈ سے اٹھتے جا کر سلطان کے پاس بیٹھ گئی۔ مشعل کی نظر اندازی پر عیس کا منہ کھل گیا تھا۔ جسے سنی نے ہنستے ہوئے بند کر دیا۔

مشعل کے نظریں چرانے پر اور جھجھک کی وجہ سے عیس کچھ نہیں کہ رہا تھا۔ تاکہ وہ کمفرٹیبل رہے۔

وہ اسے روم میں قابو کرنے کا سوچ کے بیٹھا تھا۔جواب اسے نظر انداز کرتے اپنے بھیا کے پاس پہنچ گئی تھی۔

سنی کے ہنسنے پر عیس نے شیطانی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوے کھڑے ہو کر ایک جھٹکے میں سنی کو اٹھاتے اپنے پاس بیٹھایا۔تو سنی اس اچانک افتاد پر سمجھ نہیں پایا تھا۔باقی سب بھی نا سمجھی سے دیکھنے لگے۔

کیا تکلیف ہے تجھے کمینے انسان؟ سنی ضبط سے چیخ اٹھا۔

!بیوی کے پاس نہیں بیٹھتے، گناہ ہوتا ہے۔
عیس نے سنی کی گردن پر بازو لپیٹتے معصومیت سے بتایا۔
تو سنی کو شدید تپ چڑھ گئی تھی۔ایرہ ٹکر ٹکر سب سمجھنے میں لگی تھی۔اس ڈیٹ میں لڑائی زیادہ تھی بس۔

وہ سب اب تک یہ ہی اخز کر پائیں تھیں۔

سالے نامحرم کے پاس بیٹھنے سے گناہ ہوتا ہے۔ سنی نے غصے سے اسکی عقل پر ماتم کیا۔ تو عیس بے نیازی سے کندھے اچکا دیے۔

بیوی کی مرضی کے خلاف بھی اس کے پاس بیٹھنے سے گناہ ہوتا ہے۔۔!
عیس نے آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے مزید گوہر افشانی کی تو مشعل اسے دیکھتی رہ گئی۔ جو سب کی جان ہلکان کیے ہوئے تھا

۔

اس کے بابا سچ ہی کہتے تھے کہ عیس علی ہمدانی اک کمینی بلا کا نام ہے۔ شوہر کو باپ کے مخاطب کردہ الفاظ سے سوچنے پر مشعل خود کو کوس گئی۔ بھلا وہ شوہر کے لیے ایسا لفظ کیسے استعمال کر سکتی تھی۔

تو بس اتنا چاہتا ہے کہ تجھے تیری بیوی نے منہ نہیں لگایا, تو میری بیوی بھی مجھے نہ لگائے۔اور تیرا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔

سنی نے دوٹوک الفاظ میں عیس کو اسکی تکلیف بتائی۔تو وہ اچھے بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلاتے اسکی بات کی حامی بھر گیا۔جس پر ضرار اور سلطان کا قہقہ گونج اٹھا۔اسی مستی میں کھانا سرد ہونا شروع ہوا تھا۔تو وہ سب ہنستے ہوئے کھانا کھانے لگے۔

کھانا کھا کر وہ سب باتوں میں مصروف تھے۔

کہ میرال اور بیہ وہاں پر داخل ہوتے ہوتیں سب کو حیران کر گئیں تھیں۔

تم لوگ یہاں کیا کر رہی ہو؟

سلطان اور ضرار اٹھتے ہی انکی طرف بڑھے۔۔میرال کو اپنے سامنے دیکھ کر

منیزے کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ پارٹی والی رات سے ہی میرال اسے زہر لگنے لگی تھی۔

کیا بکواس کر رہی ہو تم لوگ۔۔
عیس اپنی جگہ سے اٹھتے دھاڑا تھا۔

اس کے برعکس لڑکیوں کے دل کسی انہونی کے خوف سے ڈھڑک اٹھے تھے۔۔پل بھر میں انکے چہرے سفید لٹھے کی مانند ہو گئے تھے۔

میرال اور بیہ اک دوسرے کو دیکھ گئیں۔۔وہ جانتیں تھیں کہ یہ طوفان تو اٹھے گا ہی۔

سر ٹائم بہت کم ہے میں ابھی اپکو ساری ڈیٹیلز نہیں بتا سکتی۔اپ پلیز سمجھنے

کی کوشش کریں ابھی۔۔

میرال نے سنجیدگی سے بتاتے ان سب کو دیکھا۔۔جو سرد تاثرات سے ان دونوں کو آنکھوں سے نگلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

میرال میں جان لے لوں گا تمہاری۔۔۔

ضرار بالوں میں ہاتھ پھیرتے غرا اٹھا تھا۔۔میرال اور بیہ ضرار کی غراہٹ سے ڈر سے اچھل پڑی تھیں۔

سنی لڑکیوں کے ساتھ ٹیبل پر ہی کھڑا تھا۔وہ آہستہ آواز میں بات چیت کر رہے تھے۔تاکہ لڑکیاں ڈر نہ جائیں۔سنان بھی اسی وجہ سے انکے پاس کھڑا انکو روکے ہوئے تھا۔ورنہ اب تک وہ سب بھاگ کر اپنے شوہروں کے پاس پہنچی ہوئی ہوتیں۔

خان کیا کرنا ہے۔۔۔

عیس نے سلطان کو دیکھا۔جو اضطرابی کیفیت سے شیو کو چھونے لگا تھا۔انکی کمزوری اس وقت انکے ساتھ تھی۔اور اسی کمزوری کو دشمن استعمال کرنے کا سوچ رہا تھا۔

گارڈز کدھر ہیں۔۔۔

سلطان نے سرد لہجے سے میرال سے سوال کیا۔۔

سر وہ سب زخمی ہیں۔۔۔میرال نے مدھم آواز میں انکے سر پر اک اور دھماکہ کیا۔جسے سنتے وہ سب چونک گئے تھے۔۔مطلب مکمل خطرہ انکے سر پر پہنچ چکا تھا۔

میرال اور بیہ میری بات غور سے سنو، لڑکیوں کی زمہ داری تم دونوں پر ہے۔اگر چاروں لڑکیوں میں سے کسی اک پر بھی زرا سی خراش آئی۔تو آئی

سوئیر وہ دن تم لوگوں کا اس دنیا میں آخری دن ہو گا۔ انکو اس کریٹیکل سیچوئشن میں کیسے ہینڈل کرنا ہے۔ وہ سب تم لوگوں کو اب دیکھنا ہو گا۔ لیکن انکی حفاظت میں مجھے زرا سی بھی کوتاہی نہیں چاہیے۔

سلطان نیلی سرخ انکھوں سمیت برفیلے لہجے میں بولا۔۔ تو وہ دونوں اثبات میں سر ہلا گئیں۔

میرال اور بیہ جلدی سے لڑکیوں کی جانب آئیں تھیں۔ تو سنان ان دونوں کی طرف سر ہلاتے ضرار لوگوں کی جانب بڑھ گیا۔

میرال اور بیہ ان سب کو لے کر ہوٹل کی بیک سائیڈ پر بنے کمروں کی جانب لے کر بڑھنے لگیں تھیں۔۔

کہ اک دم سے فضا میں گولیوں کا شور بلند ہوا تھا۔ جسے سنتے وہاں لڑکیوں کی چینخیں گونجنے لگیں تھیں۔

سلطان میرال کو جلدی سے وہاں سے غائب ہونا کا اشارہ کرتے گنز نکالتے آگے بڑھا تھا۔ تو سلطان کے ہاتھ میں گن دیکھ کر علیزے کی آنکھیں ڈر سے مزید پھیل گئیں۔

میم چلیں پلیز یہاں سے جلدی سے۔۔۔

بیہ نے علیزے کو اک جگہ ہی جمے دیکھ کر منت کی تو وہ ہوش میں آتی قدم اٹھانے لگی۔ اس سب کے باوجود علیزے کی نظریں سلطان سے نہیں ہٹیں تھیں۔ مشعل کانوں میں پڑتی گولیوں کے شور سے خوف سے رونا شروع کر چکی تھی۔ جسے ایرہ خود ڈرنے کے باوجود بہت مشکل سے سنبھال رہی تھی۔ لیکن منیزے وہاں سے ہٹنے سے انکاری ہوئی تھی۔

میم بات کو سمجھنے کی کوشش کریں پلیز یہاں خطرہ ہے۔ چلیں یہاں

سے۔۔۔

میرال نے منیزے کو ڈھیٹ بنے دیکھ کر پھر منت بھرے انداز میں درخواست کی تھی۔۔ لیکن وہ ماننے کو ہی نہیں آ رہی تھی۔۔

اس سے پہلے کہ مینزے کچھ کہہ پاتی۔ یک دم سے کچھ نقاب پوش لوگ وہاں داخل ہوتے فائرنگ کرنا شروع ہو گئے تھے۔ جسے دیکھتے ان سب کے دل خوف وڈر کی شدت سے سکڑ کر پھیلے تھے۔۔ کیونکہ انکے شوہر چھپتے ہوئے جوابی کارروائی میں فائرنگ کرتے آنے والوں کو زخمی کرتے جا رہے تھے۔

منیزے گو۔۔۔

منیزے کو سٹل اک ہی جگہ جمے دیکھ کر ضرار نے چہرہ موڑتے اونچی آواز میں دھاڑا تھا۔ جس پر منیزے ہوش میں آتی اسے دیکھ کر نفی میں سر

ہلانے لگی تھی۔ مطلب وہ اسے کسی صورت اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔

ضرار کے منیزے کو پکارنے پر اک نقاب پوش نے نگاہیں گھما کر دیکھا تھا۔ جہاں اک اپسرا چہرے پر تڑپ کے آثار لئے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔

وائٹ گاؤن میں منیزے کو دیکھ کر منہاج کی آنکھوں کے رنگ سیکنڈز میں بدلے تھے۔اس دن بھی تو وہ وائٹ ڈریس میں اس سے ٹکراتی اسکے دل کی دنیا اتھل پتھل کر گئی تھی۔۔اور پھر منیزے کو مکمل سفید لباس میں دیکھ کر وہ ہوش بھلاتے آہستہ آہستہ اپنے قدم اسکی جانب اٹھانے لگا۔

منیزے کو میرا ل کھینچتے ہوئے زبردستی لے جانے کی کوشش کر رہی

تھی۔۔ لیکن منیزے کی نظریں ضرار پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔

نقاب پوش آدمی کو حاوی ہوتے دیکھ کر سلطان کا دل بری طرح دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔۔ انکا ایسے اچانک حملہ مکمل طور پر غیر متوقع تھا۔ یقیناً انکی اس ہوٹل میں موجودگی کی مخبری کی گئی تھی۔۔ ورنہ کوئی بھی انکے بارے میں کبھی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ بلیک گینگ اس وقت کہاں ہو گی۔

سلطان نے اک آدمی کو منیزے کی جانب بڑھتے دیکھا تو تیزی سے وہ بھاگتے اسکی طرف آیا تھا۔ سلطان نے پیچھے سے آتے تیزی سے منہاج کی ٹانگ پر فائر کیا تھا۔ سلطان کو اپنے قریب آدمی پر فائر کرتے دیکھ کر منیزے کی چیخ بے ساختہ تھی۔ سلطان نہیں جانتا تھا۔۔ کہ اس نے ابھی جس پر فائر کیا ہے۔ وہ منہاج علی ہے۔ کیونکہ اک تو وہ سب چہرہ چھپائے آئے تھے۔۔ اور دوسرا بلیک گینگ کی ہی طرح کالے لباس میں تھے۔۔ جو

کہ حیران کن بات تھی۔

میرال اب منیزے کو لے کر جلدی سے وہاں سے بھاگی تھی۔۔کیونکہ مخالف لوگ حاوی ہونا شروع ہو گئے تھے۔۔

فضا میں اک اور گولی کی آواز گونجی تھی۔جو سلطان کا بازو چیر گئی تھی۔ سلطان کے بازو پر گولی لگتے دیکھ کر علیزے تڑپتے ہوئے چینخی تھی۔ منیزے کو آتے نہ دیکھ کر بیہ کو بنا بتائے وہ منیزے کو دیکھنے کے لیے باہر نکلی۔جہاں پہلے سلطان کو منیزے کے پاس کھڑے آدمی پر فائر کرتے دیکھ کر وہ وحشت کا شکار ہوئی تھی۔وہیں اپنے خان کو گولی لگتے دیکھ کر اسکا دل مٹھی میں جکڑا تھا۔وہ بھاگتے ہوئے سلطان کے پاس پہنچنے کی کوشش میں تھی۔لیکن بیہ نے اسے روک لیا تھا۔جس پر وہ روتے ہوئے چینخنے لگی تھی۔۔وہ۔ مسلسل خود کو اسکی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہی

تھی۔

اپنی خانم کے چینخ پر جہاں سلطان سٹل ہوا تھا۔۔ وہیں سلطان کے پیچھے کھڑا وہاج علی صدیقی اپنے سامنے مکمل حسن کو دیکھ کر دنیا جہاں بھلا گیا۔ سفید لباس میں حجاب کیے سفید و گلابی چمکتی رنگت میں وہ وہاج علی کو حور معلوم ہوئی تھی۔ اس نے ایسا دہمکتا پاکیزہ حسن پہلی بار دیکھا تھا۔ وہاج علی کو آج معلوم ہو رہا تھا۔۔ کہ لوگ جس پہلی نظر کی محبت کے بارے میں کہتے ہیں۔ وہ محبت اسی جذبے کا نام ہے۔۔ جو وہاج جو اپنے دل میں اس وقت محسوس ہو رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے بھائی کی حالت بھی بھلا گیا تھا۔۔ جب تک علیزے کا چہرہ اسکی نظروں کے سامنے سے غائب نہیں ہوا تھا۔۔ وہ ہوش میں نہیں لوٹ پایا تھا۔ ورنہ اسکا دل کر رہا تھا۔ کہ اس جنگ کے سماں میں بھڑکتی ہوئی محبت کی شمع میں اس حسین چہرے کو بس دیکھتا رہے۔ اس کے ارد گرد اسکے آدمی شدید زخمی ہوتے گرتے جا رہے تھے۔۔ لیکن

محبت اسے اسکی ہار بھی محسوس نہیں ہونے دے رہی تھی۔

سلطان نے اگر منہاج علی پر فائر کیا تھا تو بدلہ لیتے وہاج علی نے سلطان کے بازو کو نشانہ بنالیا تھا۔۔ لیکن یہاں کھڑے رہتے دونوں بھائیوں نے ساتھ اپنے دل کی دنیا بھی لٹائی تھی۔ وہ دونوں بلیک گینگ کے دونوں بڑے بادشاہ سے ذاتی طور پر دشمنی لے گئے تھے۔ عیس اور سنان نے دور سے جہ۔ منظر صاف دیکھا تھا۔۔ اپنی عزتوں پر ان دونوں کی گندی نظروں کو دیکھ کر انکے جسم میں شعلے بھڑکے تھے۔۔ کہ وہ تیش میں آتے سب کو مارے لگے۔

سلطان نے مڑتے ہوئے یک دم سے فائرنگ سٹارٹ کی تھی۔ عیس اور سنان مسلسل انکا مقابلہ کر رہے تھے۔۔ جبکہ ضرار پاشا سلطان کی طرف کھڑے دونوں آدمیوں پر فائرنگ کرنے لگا تھا۔ تاکہ سلطان کو وہ مزید

نقصان نہ پہنچا سکے۔

سلطان کی سفید شرٹ سرخ پڑتی ان سب کو وحشت میں مبتلا کر رہی تھی۔ اسی وقت وہاں آرمی کے جوان داخل ہوئے تھے۔۔ جنہوں نے پل بھر میں وہاں قابو پاتے وہاں گرے زخمی آدمیوں کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ آرمی کو وہاں دیکھ کر وہ چاروں جہاں چونکے تھے۔۔ وہیں انہوں نے سرد سانس خارج کی تھی۔ وہ تینوں تیزی سے سلطان کی جانب آئے۔ جس کے بازو سے بہتا خون اسکی سفید شرٹ کو بھگوتا جا رہا تھا۔ وہاج علی اپنے بھائی کو لئے وہاں سے جا چکا تھا۔

خان تم ٹھیک ہو۔۔

وہ تینوں اس کی طرف آئے جو بے تاثر چہرے سے ہر طرف دیکھنے لگا تھا۔۔ شاید کچھ منٹوں کا کھیل تھا۔ جو کچھ دیر پہلے گونجتے قہقہوں کو آگ میں بدل

دیا گیا تھا۔ سلطان اس وقت مختلف کیفیات کا شکار ہو رہا تھا۔

خان ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔۔۔

ضرار نے اسے گلے سے لگاتے شانت کرنا چاہا۔۔ کیونکہ وہ اچھے سے سمجھ گیا تھا۔۔ کہ سلطان اس وقت کیا سوچ رہا ہے۔

میری غلطی ہے ساری جو تم سب کو اس صورتحال سے گزرنا پڑا۔۔۔

وہ غیر مرئی نقطے کو دیکھتے بولا۔ تو ان تینوں کو تڑپا گیا۔ کیونکہ وہ تینوں ہی جانتے تھے۔۔ سلطان احمد خان اپنوں کی حفاظت میں کس قدر جنونی ہے۔ اور یہ اس جنون کا واضح ثبوت تھا۔۔ جو ایسی خطرناک سیچوئشن میں بھی اسکی ہر طرف نظر تھی۔ اسی لئے منیزے کی طرف اٹھتے قدموں کو اس نے وہیں مار گراتے خود پر بھی گولی کھائی تھی۔ لیکن اب اسے لگ رہا تھا کہ یہ حملہ شاید اسکی غیر ذمہ داری کی وجہ سے ہوا ہے۔

خان ہوش میں آؤاس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔اور جس کسی بھی غداری کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے۔وہ کل تک تمہارے سامنے ہو گا۔

عیس نے سلطان کا چہرہ تھامتے مضبوط لہجے میں کہتے سلطان کو سینے سے لگایا تھا۔اور ساتھ ہی سنی اور ضرار بھی انکے گلے لگ گئے تھے۔

آج انکی بیویاں انکے ساتھ تھیں۔وہ سب تو اپنی پریوں کو ان سب سے دور رکھنا چاہتے تھے۔جہاں دور بہاروں میں وہ ہر وقت کھکھلاتے ہوئے انکے دلوں کو رونق بخشے رکھتیں۔لیکن آج نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس وحشت کا شکار ہو گئیں تھیں۔یہ وحشت آنے والے دنوں میں ان سب کے لئے ہی کتنے سوالوں کو جنم دینے والی تھی۔وہ سب ہی بے خبر تھے۔

سر۔۔

اک آفیسر نے ان چاروں کی طرف آتے سیلوٹ کیا۔تو وہ سب متوجہ

ہوتے الگ ہوئے۔

یس افیسر۔۔۔

سلطان نے سر ہلاتے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔۔۔

سر کرنلز نے اپکو فارم ہاؤس میں پیش ہونے کا آڈر بھجوایا ہے۔

آفیسر نے کرنلز کا پیغام دیا۔ تو وہ سب چونکتے اک دوسرے کو دیکھ گئے۔ مطلب کرنلز ہمیشہ انکی بیک پر رہتے سب دیکھ رہے تھے۔ اور آج آرمی کو بھی انہوں نے ہی یہاں بھجوایا تھا۔ جو کہ مکمل طور پر اک غیر متوقع کام تھا۔

ضرار نے اثبات میں سر ہلاتے آفیسر کو وہاں سے بھیجا تو وہ سب پھر سلطان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

خان پہلے ہاسپٹل چلو پھر اسکے بعد کوئی دوسری بات ہو گی۔

سنی نے سلطان کا بازو تھامتے فکر مندی سے کہا تو عیس بنا سلطان کا جواب سنے سنی کو اشارہ کرتے سلطان کا ہاتھ تھامے وہاں سے ہاسپٹل جانے کے لئے نکلا تھا۔

ضرار وہاں سے ضروری کام نبٹا کر ہوٹل کو بند کروا کے فلیٹ کے لئے نکل آیا۔ کیونکہ میرال لڑکیوں کے ساتھ وہیں تھی۔ان سب کاموں سے فارغ ہوتے دو گھنٹے لگ گئے تھے۔

گرے آنکھوں کے سامنے بار بار خوف میں جکڑی سبز آنکھیں آ رہیں تھیں۔۔جو ضرار کو مزید بے چینی میں مبتلا کر رہیں تھیں۔۔اسی لئے ضرار نے گاڑی کو تیز بھگاتے فلیٹ کی جانب موڑا تھا۔

ضرار فلیٹ میں داخل ہوا تو وہ سب لاونج میں روتی ہوئیں نظر
ائیں۔۔میرال اور بیہ انہیں دلاسے دیتے ہوئے تھکنے لگیں تھیں۔۔لیکن
انکے رونے میں زرا فرق نہیں آرہا تھا۔

ضرار کو دیکھتے جہاں منیزے کو دھاڑس ملی تھی۔۔وہیں باقی سب بھی
تیزی سے کھڑے ہوتے اسکی طرف چلی آئیں۔

بھائی خان کدھر ہیں وہ کیسے ہیں۔۔۔
علیزے اسکے سامنے کھڑے ہوتے روتے ہوئے تڑپتے ہوئے اک ساتھ
کئی سوال کر ڈالے تھے۔۔علیزے کے سوالوں پر ضرار کا دل انتہائی برا ہوا
تھا۔۔جو چہرے کچھ گھنٹے پہلے شاداب تھے۔ان چہروں پر اس وقت صرف

تڑپ وہ تکلیف نظر آ رہی تھی۔

ضرار اک نظر علیزے کے روئے ہوئے چہرے کو دیکھ کر جہاں خاموش تھا۔ وہیں سرد سانس خارج کرتے علیزے کو لے کر صوفے کی جانب آیا۔ علیزے کو صوفے پر بٹھاتے ضرار اسکے سامنے بیٹھا۔ تو علیزے اسے اپنے سامنے نیچے بیٹھے دیکھ کر ساکت ہو گئی۔ وہ رونا بھلائے ساکت نظروں سے ضرار پاشا حیدر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے برعکس منیزے ضرار کو علیزے کے سامنے بیٹھا دیکھ کر شاکڈ کیفیت میں چلی گئی تھی۔

آپ روئے نہیں خانم بھابھی پلیز ورنہ خان ہم سب سے بہت ناراض ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ آپکی آنکھوں میں کسی صورت بھی آنسو برداشت نہیں کر سکتا

آپ پریشان نہیں ہوں وہ ٹھیک ہے۔ بس تھوڑی دیر میں آپکے پاس آ

جائے گا۔

علیزے کو تسلی بھری نظروں سے دیکھتے وہ اسے حوصلہ دے کر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔ پیچھے علیزے اپنا رونا بھلا گئی تھی۔۔ کیونکہ ضرار کے لہجے میں ایسا کچھ تھا۔۔ کہ وہ سچ میں مزید رو نہیں پائی تھی۔

میرال اور بیہ نے رحم بھری نظروں سے ان لڑکیوں کو دیکھا۔۔ جو سب حسن میں تو بے مثال تھیں۔ وہیں ان سب کی زندگی آسان بھی نہیں ہونے والی تھی۔ کیونکہ وہ دشمنوں کی لسٹ میں شامل ہو گئیں تھیں۔

ضرار کے روم میں جاتے ہی منیزے تیزی سے اسکے پیچھے ہوئی۔ دروازہ زور سے بند ہونے پر جہاں ضرار نے آنکھیں کھولتے ہوئے آنے والے کو دیکھا تھا۔۔ وہیں منیزے اس پر لیٹتے اسکے ہونٹوں پر تیزی سے جھک گئی تھی۔۔ جس پر ضرار کا دل تھم سا گیا تھا۔

وہ بیڈ پر آڑا ترچھا آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔ کہ منیزے اک دم سے دروازہ کھول کر ضرار کے اوپر لیٹتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر قابض ہو گئی تھی۔

ضرار نے اپنی تیز ہوتی ڈھرکنوں سے سرمئی آنکھوں سے سبز نینوں کو دیکھنا چاہا تو وہ اسے بند ملے۔ وہ آنکھیں بند کیے اسے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے تھی۔ لیکن اسکی بند آنکھوں سے آنسو نکلتے دیکھ کر ضرار نے منیزے کے سر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے اسکے نرم ہونٹوں پر شدت دیکھائی تھی۔۔ وہ اک دم سے اٹھتے ہوئے اسے اپنے نیچے لٹاتے خود اسکے اوپر آ گیا تھا۔۔ منیزے نے ضرار کا لمس محسوس کرتے بند آنکھوں سے اسکے کالے گھنے بالوں میں اپنا ہاتھ الجھایا تھا۔

ضرار شدت سے منیزے کے ہونٹوں سے لپٹا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے کی ساری کیفیت وہ اکسے ہونٹوں پر اتارنا چاہ رہا تھا۔ اسی لئے منیزے کے ہونٹوں پر کاٹتے وہ اسے تڑپا گیا۔

وہ کب سے اسکے اوپر اپنا وزن ڈالے اسکی سانسوں کو تنگ کر رہا تھا۔ اب منیزے بری طرح مزاحمت کرنے لگی تھی۔ لیکن ضرار پیچھے ہونے کی بجائے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے منیزے کو شرم سے دوچار کر گیا۔ منیزے کے لبوں کو شدت سے چومتے وہ پیچھے ہٹا تو دونوں کی سانسیں بری طرح پھول چکی تھیں۔

جب میں نے کہا تھا کہ میرال کے ساتھ اندر جاؤ، تو تم کیوں نہیں گئی اسکے ساتھ؟ ضرار منیزے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پھولی سانسوں سمیت بھرپور غصے سے غرایا تھا۔ کیونکہ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ جب مہناج

نے اسکی طرف قدم اٹھائے تھے۔تب ضرار پر کیا گزری تھی۔ لیکن وہ منیزے کی طرف نہیں بڑھ پایا تھا۔ کیونکہ عین اسی وقت اک آدمی نے سنان کے دل پر فائر کرنا چاہا تھا۔ جس کی وجہ سے ضرار نے وہیں پر رکتے پہلے اس آدمی کو ٹھکانے لگایا تھا۔ کیونکہ اگر وہ منیزے کی طرف چلا جاتا تو وہ آدمی سنی پر فائر کر دیتا۔

وہ تو شکر تھا۔ کہ خان نے بروقت منیزے کو بچا لیا تھا۔ ورنہ آج منیزے بھی زخمی ہوتی۔ ضرار ابھی تک یہ ہی سوچ رہا تھا۔ کہ منیزے کی جانب قدم بڑھانے والا منیزے کو مارنے کی نیت سے گیا تھا۔ بلکہ ایسا نہیں تھا۔ منہاج بس اس وقت منیزے کو دیکھ کر بے خودی میں اسکی جانب بڑھ چکا تھا۔

منیزے اسکی غراہٹ پر اہم سی گئی تھی۔ وہ سہمی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ بھلا پہلے کب اس کے ساتھ اس طریقے سے پیش آیا تھا۔

میں اپکو کیسے اکیلا چھوڑ دیتی. ؟ منیزے سہمتے ہوئے ڈر کے مارے اپنے رکنے کی وجہ بتانے لگی تو ضرار کا خون کھول اٹھا تھا

رئیل منیزے پاشا۔۔؟آپ اتنی گریٹ ہیں کیا؟ کہ اتنے خطرے میں مجھے بچانے کے ساتھ ساتھ خود کو بچا سکیں۔؟ڈیم اٹ کہاں ہے تمہاری عقل جو تمہیں سمجھ نہیں آرہی تھی۔ کہ خان نے پہلے ہی سب لڑکیوں کو میرال کی زمہ داری بناتے وہاں سے بھیج دیا تھا۔تاکہ تم لوگ سیور رہو۔ کیونکہ اگر تم لوگ محفوظ ہوتیں، تو ہم بھی بھرپور طریقے سے اس حملے کا جواب چٹکیوں میں دینے والے بنتے۔ لیکن صرف تمہاری بے وجہ ضد کی وجہ سے ہم سب کا دھیان تم میں اٹکا۔اور اسی وجہ سے ہم کمزور بھی پڑ گئے تھے، ورنہ آج تک ایسا نہیں ہوا ہے۔

ضرار اسکے چہرے کے پاس چہرہ کرتا تیش سے پھنکارتے منیزے کو اسکی غلطی بتانے کی کوشش کر رہا تھا جس پر منیزے کی سب آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں تھیں۔

منیزے کے آنسو دیکھتے ہوئے ضرار کو مزید غصے سے آن گھیرا۔ بھلا اتنی بڑی غلطی کر کے وہ معصوم کیسے بن سکتی تھی۔

بات پتہ کیا ہے منیزے پاشا؟ کہ تم مجھے کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔ تم میری کسی بات کو ویلیو نہیں دینا جانتی، تمہارے لئے تمہاری ضد اور من سب سے اہم ہے۔ کیونکہ اگر اسکے برعکس کچھ ہوتا، تو آج تم نے جو کیا ہے، وہ نہیں کرتی! تمہارے لئے اتنا کافی ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ضرار پاشا تُمہیں وہاں غیر محفوظ دیکھ کر تڑپ رہا تھا۔

ور صرف ضرار پاشا ہی نہیں بلکہ اسکے تین یار بھی اپنی بھابھی کو مڑ مڑ کر

دیکھ رہے تھے۔انکے بار بار مرنے کا مقصد صرف اپنی بھابھی کی حفاظت کو یقینی بنانا تھا۔تاکہ وہ پھر کھل کر دشمن کے وار کا جواب دے سکیں، لیکن ہم چاروں کو آج ایسا موقع نہیں مل پایا۔۔

کیا تم جانتی ہو؟ کہ تمہارے اتنے قریب دشمن کو دیکھ کر کتنی جانیں تڑپ رہیں تھیں۔ نہیں! تم بھلا کیسے جان سکو گی۔ کیونکہ تمہیں تو وہ ہی صحیح لگتا ہے، جو تم سوچتی ہو۔

ضرار اسکے اوپر سے اٹھتے بالوں کو نوچتے چیخ پڑ تھا۔

ضرار کے پیچھے ہٹنے پر روتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔ضرار کو ایسے دیکھ کر اسکے آنسوؤں میں مزید روانی آرہی تھی۔

سائیں میں بس خوف زدہ ہو گئی تھی،اس لئے میں اپکو اکیلا نہیں چھوڑ پائی بس۔۔! منیزے نے ہچکیاں لیتے ضرار جو یقین دلانا چاہا کہ وہ اسے غلط نہ سمجھے۔

منیزے کی بات سنتے ضرار نے ایک جھٹکے سے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی چیزوں کو زمین بوس کیا تو منیزے ڈر کے مارے اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔

منیزے پاشامیر اضبط نہ آزماؤ تو بہتر ہے۔ڈیم اٹ تمہیں سمجھ میں کیوں نہیں آرہا۔ کہ تم اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اپنے ساتھ سب کو خطرے میں ڈال رہی تھی۔ جسے تمہاری ذمہ دری سونپی گئی تھی۔اسے بھی تم نے غیر ذمہ دار بنادیا،اور خود کو بھی خطرے میں ڈال گئی۔اک منٹ کے لئے سوچو! کہ اگر بروقت خان اس آدمی پر فائر نہ کرتا تو کیا ہوتا. ؟

منیزے کا بازو دبوچتے ضرار نے اسے حقیقت دیکھانے کی کوشش میں تکلیف سے دھاڑ اٹھا تھا۔

منیزے سب بھیگے نین اٹھاتے خوف سے کانپ گئی تھی۔اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ غلطی کر چکی ہے۔

ضرار ابھی اسے مزید کچھ کہہ پاتا کہ اچانک باہر سے عیس کی سنائی دینے والی آواز پر اس نے خود کو روک لیا۔

دو منٹ میں حلیہ درست کرتے باہر آؤ۔ ضرار ایک تیکھی نظر منیزے پر ڈال کر دروازے کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ پیچھے وہ بری طرح رونا شروع ہو گئی تھی۔

ضرار لاونج میں آیا تو عیس علیزے کو ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا۔
علیزے بھی اسکی آؤٹ پٹانگ باتوں پر نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔

تم اندر کیا کر رہے تھے؟ عیس نے ضرار کو معنی نظروں سے دیکھا تو بدلے

میں ضرار نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔اسی وقت سلطان اور سنی ایک ساتھ فلیٹ میں داخل ہوئے تو سلطان کو آتے دیکھ کر علیزے بھاگ کر اسکے سینے سے جا لگی تھی۔
سلطان کے سینے سے لگتے ہی وہ سسکیوں سمیت پھر رونا شروع ہو گئی تھی۔

اتنی مشکل سے بھابھی کو ہنسایا تھا۔یہ باسی شکلوں نے پھر انکو رولا دیا ہے۔ عیس نے سنی کے خوبصورت چہرے کو ٹارگٹ کیا تو سنی کا بس نہ چلا اسے گنجا کر دے۔

میرال اور بیہ ابھی تک وہیں پر موجود تھیں۔ مشعل کو پھر بخار ہو چکا تھا۔ اس لئے میرال نے ڈاکٹر کو بلا کر اسکا چیک اپ کروا دیا تھا۔ایرہ بھی مشعل کے ساتھ ہی تھی۔ وہ دونوں اس وقت کمرے میں سو رہیں تھیں۔ کیونکہ ایرہ مشعل کو سلاتے خود بھی سو گئی تھی۔اس وقت صبح کے چار بج رہے

تھے۔

علیزے کے رونے پر سلطان اسے بازو کے گھیرے میں لیتے صوفے کی جانب آیا۔وہ ابھی تک اسی سفید شرٹ میں تھا۔اسکی شرٹ پر خون کے دھبے دیکھ کر علیزے پھر شدت سے رو دی تھی۔اک دفعہ دوبارہ آنکھوں کے سامنے وہ منظر لہرانے لگا تھا۔جب سلطان کے بازو میں گولی لگی تھی۔

صوفے پر بیٹھتے سلطان نے علیزے کا چہرہ باہر نکال کر اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو وہ آنکھیں بند کر کے اپنی ہچکی روکنے کی ناکام کوشش کرنے لگی تھی۔رونے کی وجہ سے اسکا وجود لرز رہا تھا۔

!خانم بس بھی کریں میں ٹھیک ہوں میری جان۔۔

سلطان اسے رونے سے باز کرتا نفی میں سر ہلا رہا تھا۔تاکہ وہ اپنا رونا روک

دے۔

سب فرصت سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ منیزے بھی اپنے روئے چہرے کے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔ ضرار نے مکمل طور پر منیزے کو نظرانداز کر دیا تھا۔

ضرار کی نظرانداز ی کی وجہ سے منیزے کا دل بری طرح کٹ رہا تھا۔ لیکن وہ خود پر کنٹرول کیے رہی۔

اپکو گولی لگ گئی خان، مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔۔! علیزے سلطان کے بازو کی طرف دیکھتے تکلیف سے بولی۔ توسب اسکی معصوم محبت پر مسکرا دیے تھے۔ جو معصومیت سے خان کو بتانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ بے شک گولی سلطان کو لگی ہے۔ لیکن تکلیف علیزے سلطان کو ہو رہی ہے۔ سلطان مسکراتے ہوئے اسے گلے لگا گیا تھا۔ سفید حجاب میں اپنے بے پناہ حسن سے وہ اسے پاگل کر رہی تھی۔ سلطان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ

اسے بوکھلا کر رکھ دیتا خیر کمرے میں جا کر وہ اسے نہیں بخشنے والا تھا۔

ہم بھی یہاں پر موجود ہیں۔۔! عیس نے ارد گرد نظریں دہراتے اونچی آواز میں جتاتے کہا تو علیزے رونا بھلا کر ہنس پڑی تھی۔ کیونکہ ان سب کے سامنے وہ جب بھی دونوں قریب آتے تھے۔ عیس ایسے ہی جان بوجھ کر اونچی آواز میں بولنا شروع کر دیتا تھا۔ تاکہ انہیں ڈسٹرب کر سکے۔

اسی بات کا تو غم ہے! سلطان نے عیس کو دیکھتے افسوس سے جواب دیا روپ ایبر واچکاتے اسے دیکھ گیا تھا۔ سلطان نے شکر کیا تھا کہ عیس کی بونگی پر علیزے ہنسی تھی۔ ورنہ کتنے گھنٹوں سے روتے ہوئے وہ اسے اتنا بے چین کر رہی تھی۔

سلطان کے کندھے پر سر رکھے وہ روئے چہرے کے ساتھ مسکراتے ہوئے سلطان احمد خان کو بھرپور طریقے سے اٹریکٹ کر رہی تھی۔ وہ دیوانوں کی

طرح اسکے سرخ وہ سفید چہرے کا طواف کرنے لگا تھا۔

سنی نے اچانک سلطان کو وہاں سے اٹھاتے کھڑا کیا اور اسکی جگہ سائیڈ پر کھڑی منیزے کو بٹھا دیا تھا۔

میرال اور بیہ پہلی بار انکے فیملی سینز دیکھ رہیں تھیں۔اس لیے بھر طریقے سے انجوائے کرنے میں لگیں تھیں۔سلطان کی سافٹ سائیڈ دیکھ کر تو وہ بے ہوش ہونے کو تھیں۔انہوں نے اچھے سے سلطان احمد خان کی نیلی آنکھوں میں کالے نینوں کے لئے عشق دیکھا تھا۔وہ سب حیران تھیں کہ کیا سچ میں اتنا سنجیدہ بندہ کسی لڑکی سے اتنی محبت کر سکتا ہے۔سچ میں علیزے خان بہت خوش قسمت ثابت ہوئی تھی۔جس کی تمام محرومیوں کا ازالہ اک شخص میں رکھ دیا گیا تھا۔

منیزے حیران سوالیہ نظروں سے سنان کو دیکھ گئی جس نے اسے اچانک

یہاں پر بٹھایا تھا۔

عیس اور سنی انکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے تو ضرار اور سلطان حیران ہو گئے تھے۔

آپ روئیں ہیں کیا بھابھی سائیں۔۔؟ سنان نے منیزے کی لال سبز آنکھوں کو دیکھ کر فکر مندی سے استفسار کیا۔ تو منیزے کی آنکھوں میں پھر آنسو چمکنے لگے۔ ضرار بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

نہیں بھائی ویسے ہی بس۔۔! منیزے نے انکار کرتے مصنوعی مسکراہٹ سے جواب دیا۔ تو عیس اور سنان تیکھی نظروں سے ضرار کی جانب منہ موڑ کر گھورنے لگے تھے۔ جوان دونوں کی نظروں کو خود پر محسوس کرتے سٹپٹا گیا تھا۔

سالے کسی دن تیری یہ آگ اگلتی زبان میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گی۔ اگر اب تو نے اس زبان سے میری بھابھی کو کچھ الٹا سیدھا کہا تو۔۔

عیس دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔ جیسے دانتوں کے بیچ ضرار کو چبانا چاہتا ہو۔

میں نے کچھ نہیں کہا اسے۔۔! ضرار نے سنجیدگی سے جواب دیا تو سنان منہ ٹیڑھ گیا تھا۔

ہاں جیسے ہم تو تیری فطرت سے واقف ہیں ہی نہیں۔۔! سنی استہزایہ انداز میں بولا تو ضرار کی شامت آتے دیکھ کر سلطان نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

بھائی آپ سچ سچ بتائیں کہ روئی کیوں ہیں۔۔؟ عیس نے منیزے سے پھر سوال کیا تھا۔ کیونکہ وہ جب کمرے سے نکلی تھیں تو اسکا رویا ہوا چہرہ اور آنکھیں دیکھ کر دو چونک گیا تھا۔۔ کیونکہ جہاں تک وہ جانتا تھا۔ اسکی یہ والی بھابھی ایک مضبوط لڑکی تھی۔ جس کو کوئی بھی آسانی سے نہیں رولا سکتا تھا۔ کیونکہ کوئی بھی مضبوط عورت اسانی سے تب تک نہیں روتی ہے۔

جب تک اسکا محبوب شخص اسے رونے کی وجہ نہ دے۔ تو صاف ظاہر تھا۔
کہ اس دفعہ لگی ضرار پاشا اپنی بہادر بیوی کو رولانے کا سبب بنے تھے۔
سنی کے آتے ہی عیس نے اسکے کان میں ضرار کی کرتوت بتائی تھی۔ اس
لئے وہ دونوں اپنی بڑی بھابیوں کو اک ساتھ بٹھا کر خود انکے سامنے آبیٹھے
تھے۔ تاکہ معاملہ کلئیر کو سکے۔

ان سب کا ایک دوسرے سے روح کا تعلق تھا۔ اور وہ تعلق انہیں کسی بھی
صورت ایک دوسرے سے غافل نہیں کر سکتا تھا۔۔

مسٹر گرے آنکھوں والے آدمی بھابی کو سوری کریں۔۔! عیس نے ضرار
کو آنکھوں سے وارننگ دیتے حکم دیا تو ضرار کا دل کیا اسکی گردن مروڑ کر
رکھ دے۔

اپنی بھابی سے اسکا کارنامہ تو پوچھ لو پہلے تم۔۔! ضرار دانت پیستے ہوئے بول

گیا تھا۔ منیزے سب آنکھیں کھولتی ٹکر ٹکر اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو کب سے اس پر آگ کے گولے برسا رہا تھا۔

بھائی میں نے کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کیا، بس میں انکو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔۔! منیزے نے پھر سب یاد کرتے ضرار کے مزید بولنے سے پہلے ہی ہچکی بھرتے اپنی صفائی دیتے بتایا تھا۔ ہاتھ کی ہتھیلیوں کی مدد سے بے دردی کے ساتھ آنسو صاف کیے گئے تھے۔

منیزے کو بری طرح روتے دیکھ کر عیس اور سنان نے ضرار کو افسوس بھری نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔۔

ضرار نے گہری سانس بھرتے اک قدم اٹھاتے اچانک منیزے کو کھڑا کرتے اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگا لیا تھا۔ منیزے اسکا نرم لمس محسوس کرتے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔

اسے بری طرح روتے دیکھ کر ضرار کو بھی اپنے لہجے کی سختی کا اندازہ ہوا تھا۔ کہ وہ غصے میں کچھ زیادہ ہی برا بھلا بول چکا ہے۔

سوری۔۔! ضرار نے اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسکی پیٹھ سہلانا شروع کی منیزے اپنی سوں سوں روکنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

بھیا انہوں نے روم میں مجھے بہت ڈانٹا ہے۔۔! منیزے ضرار کے سینے سے چہرہ اٹھاتے عیس کو شکایت کرتی مزید پر ظلم بتانے لگی تھی۔

جس پر ضرار کا تو منہ کھل گیا تھا۔ ابھی اک منٹ پہلے وہ ہچکیوں سمیت رو رہی تھی۔ اور اب اسکی شکایت لگانے میں مصروف ہو گئی تھی۔ مطلب کچھ بھی ہو جائے، وہ ضرار پاشا کی شکایت کیے بنا نہیں رہ سکتی تھی۔ منیزے موقع ملتے ہی اپنی شکایتوں کا ٹوکرا کھول کر بیٹھ جاتی تھی۔

دفع کریں سے بھا بھی یہ تو ہی منحوس انسان ہے۔ ہم خود آپکی وجہ سے اسے منہ لگاتے ہیں۔ ورنہ ہمارا کہاں دل چاہتا ہے، اس سرمے والی آنکھوں کو دیکھنے کا بھی۔۔۔

سنی کسی پھاپے کٹنی عورت کی طرح ہاتھ نچانچا کر ضرار کی بے عزتی کر رہا تھا۔ ضرار کی بے عزتی پر سلطان کا لاونج میں قہقہ گونجا تھا۔ علیزے بھی کھلکھلاتے سب دیکھ رہی تھی۔ لیکن اپنی عزت افزائی پر ضرار کا غصے سے برحال ہونے لگا تھا۔

آپ کا جیسے دل چاہتا ہے ویسے رہا کریں۔! خدا نے ہمیں اسی لئے قابل بنایا ہے۔ کہ ہم خود سے جڑے لوگوں کی حفاظت کر سکیں۔ اور پھر آپکی طرف اٹھنے والی آنکھ کو ہم بھلا سلامت کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ آپ دونوں ہماری بڑی بھابیاں ہیں۔ اس لئے آپ لوگ خوش رہا کریں باقی ہم آپنے والیوں کو خود ہی خوش رکھ لیں گئے۔ کیونکہ ہم آپ سب کی آنکھوں میں

آنسو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔

عیس سیریس لہجے میں انہیں مان بھری نظروں سے دیکھتے بول رہا تھا۔ جس پر منیزے اور علیزے دم سادھے پہلی بار اسکا یہ روپ دیکھ رہیں تھیں۔اتنا پیار اور مان ملنے پر وہ جتنا شکر ادا کرتیں کم تھا۔

میرا چوزہ کہاں ہے۔۔؟ بات ختم کرتے ہی عیس نے کھڑے ہوتے مشعل کا پوچھا تو میرال روم کی طرف اشارہ کر گئ

سر میم کو بہت تیز بخار تھا۔تو میں انکا چیک اپ کروا کے میڈیسن کھلا کر سلا دیا ہے۔۔! میم ائرہ بھی روم میں ہیں م

میرال نے عیس کو روم میں جاتے دیکھ کر اسے پوری تفصیل بتائی تو عیس اپنے قدموں کو روک کر سنی کو دیکھ کر گیا۔

مسٹر سنان مصطفیٰ آکر اپنا سامان اٹھالیں۔۔! عیس نے ایرہ کو سامان سے

تشبیہ دیتے کہا تو سنی اسے گھوری ڈال کر روم میں داخل ہو گیا۔تاکہ ائرہ کو اٹھا کر اپنے روم میں لا سکے۔

علیزے سلطان کے ساتھ اپنے روم میں جا چکی تھی۔ضرار نے بیہ اور میرال کو بھی جانے کا کہا تھا۔کیونکہ اس وقت صبح تو ہو ہی چکی تھی۔

سب ہے غائب ہونے پر ضرار منیزے کو گھورتے ہوئے اٹھا کر ساتھ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔تاکہ اپنی بیوی کو کچھ عقل دے سکے۔

سنی کے نکلنے کے بعد عیس دروازہ بند کر کے بیڈ کی جانب آیا تو مشعل کو اسی سفید گاؤن میں سوتے دیکھ کر مسکرا دیا۔

صبح تو ہو ہی چکی تھی۔ڈیٹ نائٹ کا کچھ حصہ تو خوبصورت گزرا ہی تھا۔پر بے شک اس رات کا اختتام اچھا نہیں ہوا تھا۔عیس نے بے اختیار سوچا تھا۔اک انسان جتنی بھی کوشش کر لے مگر اسکی زندگی میں اگر کچھ خراب

ہونا ہے۔ تو وہ ہو کر ہی رہنا ہے۔ جیسے آج ان چاروں کی ہر کوشش ناکام ہوئی تھی۔۔اور دشمن انکی کمزوری کو استعمال کر کے چلا بھی گیا تھا۔

لمبے بالوں میں ہاتھ پھیرتے عیس نے اپنی سوچوں کا رخ اپنے چوزے کی طرف کرنا چاہا۔ جو معصومیت اوڑھے بیڈ پر سو رہی تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ اسکی چھوٹی سی بیوی اس سے ناراض ہے۔ وہ اسے جب بھی منانے آتا تھا۔ وہ اسے ایسے ہی سوتی ہوئی ملتی تھی۔ کیونکہ وہ نارمل کپلز کی طرح کہاں بھلا دن رات اکھٹے گزار رہے تھے۔ کئی کئی دن بعد تو انہیں اک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملتا تھا۔

سوات سے واپسی پر وہ مشن کے کاموں میں ایسا پھنسا تھا۔ کہ چاہتے ہوئے بھی مشعل کو ملنے نہیں جا سکا تھا۔ عیس کو مکمل خبر تھی۔۔ کہ وہ دو دن بری طرح بخار میں مبتلا رہی ہے۔ پر عیس علی ہمدانی حد سے زیادہ مجبور رہا

تھا۔اسی لئے تواس دفعہ مشعل بھی اس سے بہت بری طرح ناراض ہو گئی تھی۔

ہوٹل میں بھی وہ اسکی آنکھوں میں لکھے شکوے اچھے سے پڑھ رہا تھا۔۔پر سب کے سامنے وہ اسے منا نہیں سکتا تھا۔اسی لئے جبر کیے بیٹھا رہا۔

عیس نے گہری سانس خارج کرتے اپنے چوڑے مضبوط جسم پر پہنی شرٹ اتار کر اک جھٹکے میں نیچے پھینکی۔شرٹ اسے کافی ٹائٹ تھی۔اور اب شرٹ اتارتے ہی اسے ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا تھا۔

لڑکیاں اسکی باڈی اور گال کے ڈمپل پر دل و جان سے فدا تھیں۔لیکن اسکی معصوم بیوی کو اپنے شوہر کی خوبصورتی کا اندازہ ہی نہیں تھا۔عیس نے سر جھٹکے سوچا تھا۔جیسے مشعل کے غور نہ کرنے پر بہت افسوس ہوا ہو۔

وصل کے لمحات میں تو وہ اتنی شرمیلی ثابت ہوئی تھی۔ کہ عیس کو شرٹ لیس دیکھ کر اس نے دوبارہ آنکھیں کھولنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ تو اسکے برہنہ سینے کو بھی نہیں چھوڑ رہی تھی۔ یہ کام بھی زبردستی عیس نے خود کروایا تھا۔ انکار شتہ مکمل ہوئے اتنے دن گزر گئے تھے۔ لیکن مشعل کی شرم سے جھکیں پلکیں نہیں اٹھ پائیں تھیں۔

عیس جو اپنی سوچوں میں گم تھا۔ مشعل کی آواز سنتے جلدی سے اسکے قریب ہوا تھا۔

جو بخار کے باعث نیند میں پتہ نہیں بڑبڑا رہی تھی۔ اور بری طرح کانپنے بھی لگی تھی۔ شاید اس پر پھر ٹھنڈ کا اٹیک ہو رہا تھا۔ عیس کو یاد تھا۔ کہ وہ اس حالت میں بری طرح پینک کرنے لگتی تھی۔ کیونکہ اسے اپنا اپ برف میں دھنسا ہوا محسوس ہونے لگتا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ چیختی عیس جلدی سے اسکے قریب ہوا تھا۔ مشعل کے پہلو میں بیٹھتے عیس نے اسکے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھتے اسے شانت کرنا چاہا۔ لیکن مشعل پھر بھی بے چین نظر آ رہی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ کانپتے ہوئے عیس کو تشویش میں مبتلا کر گئی۔

عیس نے پاکٹ سے موبائل نکال کر سنی کو میسج کیا۔ اور اسکے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

اک منٹ بعد عیس کو سنان کی طرف سے جواب موصول ہوا تو جواب پڑھ کر وہ زبان کو منہ میں رول کر گیا۔

اسکے چوزے نے تو پہلے ہی بہت مشکل سے اسے جھیلا تھا۔ وہ مزید اک بار پھر اسکے قریب ہونے کی کوشش کرتا تو شاید تو مزید ناراض ہو جاتی۔ لیکن

وہ اسے اس حال میں بھی نہیں سمجھوڑ سکتا تھا۔

بیک وقت کتنے ہی ارمان اسکے دل میں انگڑائی لیتے بیدار ہو رہے تھے۔

موبائل کا کونہ دانتوں پر رکھے وہ پر سوچ نظروں سے مشعل کو دیکھ رہا تھا۔

جو کہ ابھی بھی کانپ رہی تھی۔

حتمی فیصلے پر پہنچتے عیس بیڈ سے کھڑا ہوتا ڈریسنگ ایریا میں گیا۔

یہ ڈریسنگ روم شاید انکے پورے فلیٹ سے بڑا تھا۔ کیونکہ ڈریسنگ روم میں ان چاروں کے کپڑے تھے۔ ڈریسنگ روم کا کوئی بھی مین ڈور نہیں تھا۔ بلکہ ان سب کے رومز اور ڈریسنگ ایریا کو اس طرح ڈیزائن کروایا گیا تھا۔ کہ یہاں داخل ہونے کا رستہ ان چاروں کے رومز میں الگ سے رستہ تھا۔ دیکھنے والے کو وہ اک ہی روم کا ڈریسنگ ایریا لگتا تھا۔ لیکن اندر سے وہ کمبائنڈ تھا۔ جہاں بڑے بڑے شیلفس میں انکا سامان سیٹ کیا گیا تھا۔ ہر اک کی الگ واڈروب تھی۔۔

ابھی بھی عیس ڈریسنگ روم میں اپنی واڈروب کے سامنے کھڑا مشعل کے لئے اپنی بلیک ٹی شرٹ اور اپنے لئے نائٹ سوٹ نکال کر دوبارا روم میں آیا۔

کپڑوں کو سائیڈ پر رکھ کر وہ دوبارا بیڈ پر آیا۔ عیس نے گہری سانس خارج کرتے مشعل کے اوپر سے کمبل ہٹایا تھا۔ محبوب بیوی کی آدھی ادھوری قربت محسوس کرنا آسان نہیں تھا۔۔ لیکن عیس کو یہ کام کرنا تھا۔۔تاکہ وہ مزید اپنے چوزے کو ناراض نہ کر سکے۔

روم کی لائٹ آف کر کے عیس نے سائیڈ لیمپ آن کر دیے تھے۔۔تاکہ مکمل اندھیرے میں مشعل بیدار ہو کر ڈر نہ جائے۔

پوری رات جاگنے کے باعث اس وقت سب اپنے کمروں میں آرام کر

رہے تھے۔ خوش قسمتی سے وہ چاروں پہلی دفعہ اپنی اپنی بیوی کے ساتھ روم میں تھے۔

مشعل کے چھوٹے چھوٹے گلابی ہاتھوں کی پوروں کو عیس محبت سے چھونے لگا۔ اسکے چھوٹے چھوٹے ملائم ہاتھ ہاتھوں کا لمس عیس کو انتہائی میٹھا لگ رہا تھا۔۔

اسی لئے وہ مشعل کی ہتھیلی کھول کر اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر دیکھنے لگا۔

لیکن اپنے ہاتھ کے نیچے مشعل کے ہاتھ کو چھپا دیکھ کر عیس کو بے اختیار ہنسی آئی تھی۔ کیونکہ مشعل کا ہاتھ اسکے مضبوط چوڑے ہاتھ کے آگے انتہائی چھوٹا لگ رہا تھا۔

مسکراتے ہوئے سر جھٹک کر وہ اسکی چھوٹی چھوٹی انگلیوں کو لبوں سے لگا گیا تھا۔

عیس علی ہمدانی کے لئے مشعل ہمدانی اک ملائم و سفید گڑیا تھی۔۔ جس کے حسن کے راز وہ روز تلاش کر سکتا تھا۔

مشعل کی کروٹ بدلتے عیس نے اسکی گاؤن کی ذپ نیچے کھسکائی تو اسکی سفید و ملائم کمر دیکھ کر اسکا حلق خشک ہو گیا۔

کنڑول عیس علی ہمدانی کنڑول، بیوی تو تیری پہلے ہی تجھ سے ناراض ہے، اب تو پٹ بھی سکتا ہے اس سے۔۔۔
عیس نے نفی میں سر ہلاتے خود کو سرزنش کی۔۔ لیکن اسکی ہیزل براؤن آنکھیں اس سفید کمر سے ہٹنے سے انکاری ہو گئیں تھیں۔

عیس کی آنکھوں میں خماری اتر رہی تھی۔ وہ بھول رہا تھا کہ اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کیا ارادہ کیا ہے۔ پل میں اسکے دل پر جذبات غالب آئے

تھے۔کہ وہ نیچے جھکتے ہوئے مشعل کی کمر کے بیچ وبیچ ہونٹ رکھ گیا۔اتنے دنوں بعد قربت کی گرمی کا احساس ہونے پر وہ اپنی آنکھیں بند کر کے اسکو محسوس کرنے لگا۔

اسے لگ رہا تھا کہ وہ خود سے کیا فیصلہ بھلا دے گا۔اگر مشعل ٹھیک ہوتی تو سکینڈز میں وہ اسے پٹک کر رکھ دیتا۔پر وہ ابھی ٹھیک نہیں تھی۔عیس آہستہ آہستہ اسے ہونٹوں سے چھوتے اوپر کی جانب بڑھنے لگا تھا۔

نرمی سے مشعل کی کمر کو چومتے عیس نے اسکی پچھلی گردن پر ہونٹ رکھے۔اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھاتے عیس نے اسکے پیٹ پر ہاتھ رکھا تھا۔ مشعل اسکے لمس پر بیدار ہوتے کسمانے لگی تھی۔۔عیس نے اسکی گردن پر ہلکے سے دانت گاڑے تو وہ سسکی بھر گئی۔۔

پچھلے کتنے دنوں سے وہ اس لمس کے لیے تڑپ رہی تھی۔ لیکن وہ ستمگر اسے بھلا کر پتہ نہیں کہاں غائب ہو گیا تھا۔

پچھلے دنوں کی تڑپ یاد آنے پر مشعل کی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے گئے۔

مشعل کی سسکیاں سنتے پل بھر میں ہوش میں آکر عیس نے آنکھیں کھولیں تھیں۔اور ساتھ مشعل کی کروٹ بدلتے اسکا چہرہ اپنی جانب کرنا چاہا۔تو وہ اسکا ہاتھ جھٹک گئی۔وہ نہیں جانتا تھا۔۔کہ وہ ہوش میں آگئی۔

مشو میری جان۔۔۔

عیس نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے محبت سے پکارا تو مشعل زور سے ہچکیاں لیتے رونے لگی۔آج کتنے دنوں بعد وہ اسے ایسے پیار سے پکار رہا تھا۔

عیس کے ہوش تواب ٹھکانے لگے تھے۔ کیونکہ وہ اتنی بری طرح پہلے کبھی نہیں روئی تھی۔ اسکے رونے کے انداز سے صاف ظاہر ہورہا تھا۔۔ کہ وہ بری طرح ہرٹ ہو چکی ہے۔

عیس نے اک جھکٹے میں اسے اٹھاتے اپنے اوپر بٹھایا تھا۔ اور خود سر کے نیچے بازو رکھ کر وہ فرصت سے اپنی نظریں مشعل پر گاڑ گیا۔۔ جو پھر بچوں کے انداز میں ہونٹ مڑور مڑور کر رورہی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے آنکھوں پر رکھی گئیں تھیں۔۔ مشعل کے رونے کے انداز کو دیکھتے عیس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔ پر ابھی اسے اپنی روٹھی بیوی کو منانا تھا۔ ہنس کر وہ اسے مزید رونے کا موقعہ نہیں دے سکتا تھا۔

مشو۔۔

عیس نے پھر محبت سے اسے پکارتے اسکے ہاتھ آنکھوں سے ہٹانے چاہے۔۔تو وہ دوبارہ اسکا ہاتھ جھٹکتے اپنی اپنی بڑی سرخ آنکھیں غراتی عیس کو گھورنے لگی۔بنا بولے بھی اسکا انداز صاف ظاہر کر رہا تھا۔۔کہ مجھے ہاتھ لگانے کا سوچنا بھی مت۔۔

مشعل کو غراتے دیکھ کر عیس نے دانتوں تلے لب دبایا تھا۔

کیا چاہ رہی ہو کہ ، ہمیشہ کی طرح تمہیں چومتے ہوئے چپ کرواؤں۔۔ عیس نے ابرو اچکاتے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔تو مشعل کے جسم میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔

عیس نے جو ہاتھ اسکی جانب بڑھایا ہوا تھا۔ مشعل نے جلدی سے اس کے ہاتھ کو پکڑ پر اس پر دانت گاڑے تھے۔۔

اں کھیں بند کیے وہ اپنا پورا زور دانتوں پر لگانے لگی تھی۔۔

مشعل کے ظلم پر عیس نے ہونٹ بھینچے تھے۔۔وہ کب سے اسے دانت پر دانت جمائے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

اپنی بیوی کے ہر انداز سے وہ اچھے سے واقف تھا۔ مشعل جب بھی غصے میں ہوتی تھی۔۔وہ ایسے ہی دانتوں کو جماتے اگلے ہی منٹ اس پر حملہ کر دیتی تھی۔۔جو اس نے ابھی بھی کیا تھا۔

پانچ منٹ تک عیس کے ہاتھ پر ظلم کرنے کے بعد مشعل نے اسکے ہاتھ کو چھوڑا تو عیس لیمپ کی روشنی میں اپنا ہاتھ دیکھنے لگا۔۔جہاں اسکے چھوٹے چھوٹے دانت اندر تک نشان بنا گئے تھے۔

سکون مل گیا کیا اب۔۔۔

عیس نے دوبارہ اسکی طرف دیکھتے استفسار کیا۔تو مشعل منہ موڑ گئی۔اپنی فریسٹریشن تو وہ نکال ہی چکی تھی۔لیکن شکوے باقی تھے۔

عیس نے ٹانگوں کو اٹھاتے مشعل کو قریب کیا۔۔تو اسکی بے باک حرکت پر مشعل کی بھوری کانچ سی آنکھیں کھل گئیں۔

کالے کھلے بالوں میں روئے سرخ چہرے پر سفید لباس پہنے وہ عیس کا دل بری طرح دھڑکا رہی تھی۔

مشعل کی کمر پر انگلی سے لکیر کھینچتے عیس نے اپنی بے باک نظریں اس پر گاڑیں تو مشعل کے ریڑھ کی ہڈی میں بری طرح سنسناہٹ ہونے لگی تھی۔۔

اسے یہ لمس سکون دے رہا تھا۔۔ یہ وہ ہی سکون تھا۔۔ جس کی کمی اسے پچھلے دو راتوں میں محسوس ہوئی تھی۔۔ تو کیا اسکے جسم کو عیس علی ہمدانی کی طلب ہونے لگی تھی۔

مشعل بے اختیار سوچتے جلدی سے آنکھیں کھولتے اسکے اوپر سے اٹھ کر سائیڈ پر لیٹ تھی

عیس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔ کہ اچانک اسے کیا ہوا ہے اب بھلا۔

کروٹ بدلے وہ چہرہ مکمل طور پر تکیے میں چھپائے ہوئے تھی۔ عیس نے اسکی جانب کروٹ بدلتے اسکا سر اپنے بازو پر رکھا۔ اور اسکی برہنہ پشت اپنے سینے سے لگائی۔۔ تو مشعل بری طرح کانپتے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔

ناراض ہو کیا جان۔۔ عیس نے اسکے بال ہٹاتے کان میں سرگوشی کرتے

پوچھا۔تو مشعل گہرے سانس لینے لگی۔اسکا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا تھا۔

عیس اسکی گردن میں سانس لیتے ساتھ اپنے ہاتھوں کی چھیڑ چھاڑ سے مسلسل اسے تڑپانے لگا تھا۔ مشعل بند انکھوں سے اسکی نزدیکی محسوس کرتی بے چین ہونے رہی تھی۔۔

اک جھکٹے میں آنکھیں کھولتے وہ عیس کی جانب مڑی تھی۔تاکہ اسے روک سکے۔

مشعل کی آنکھوں میں شکوے دیکھتے عیس نے اسکی بھوری آنکھوں کو چوما تو مشعل کی آنکھوں میں پھر آنسو چمکے۔

میری جان میں کام میں بری طرح مصروف رہا ہوں۔اس لئے تمہارے

پاس نہیں آپایا۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تمہارے پاس چلا جاؤں پر کامیاب نہیں ہوا۔

کیا میری مشو جان نے مجھے مس کیا تھا۔۔۔

عیس نے اپنی صفائی دیتے ساتھ اس سے سوال پوچھا۔ تو وہ نچلے ہونٹ کو مڑوڑتے ہاں میں سر ہلاتے پھر نفی میں تیزی سے سر ہلانے لگی۔۔ مشعل کے معصوم انداز کو دیکھ کر عیس مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا۔ کیونکہ وہ تیزی سے نفی کرتی اسے یقین دلانا چاہ رہی تھی کہ اسکا پہلا جواب غلط ہے۔اس نے بلکل بھی اپنے شوہر کو مس نہیں کیا۔

اس نے جھکتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو ہلکا سا چوما تو مشعل اپنا سانس روک گئی۔

پتہ ہے میں نے اپنے چوزے کو بہت مس کیا ہے۔اور خاص کر یہ پچھلی دو راتیں بہت مشکل گزریں ہیں۔۔ کیونکہ ان دو راتوں میں مجھے تمہارے

اس چھوٹے سے وجود کی اتنی طلب محسوس ہونے لگتی تھی۔ کہ مجھے محسوس ہونے لگا تھا۔۔ اگر تمہاری قربت نہ ملی تو جان سے چلا جاؤں گا۔۔۔

عیس نے بھاری گھمبیر لہجے میں اسکے کان میں سرگوشیاں کرتے اپنی حالت بتائی۔ تو مشعل بے اختیار ہوتے اسکے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ گئی۔۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہو کچھ بھی برا نہیں بولو۔۔

عیس نے اسکے ہاتھ کو چوما تو مشعل آنکھیں بند کرتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔ عیس کے سینے میں چھپتے ہی اسے دنیا جہاں کا سکون محسوس ہونے لگا تھا۔۔ عیس کے جسم کی گرمائش اسکی ٹھنڈ بھی بھگا گئی تھی۔۔ وہ اب پر سکون سی اسکی بانہوں میں لیٹی ہوئی تھی۔ عیس نے شدت سے اسے خود میں بھینچتے پر سکون ہوتے آنکھیں بند کیں۔۔ بے شک ہر بالغ مرد اور عورت کا سکون اسکے محرم میں رکھا گیا ہے۔

اپنی ناراضگی جتانے کے لئے مشعل ہمدانی نے ابھی تک اک لفظ بھی زبان سے ادا نہیں کیا تھا۔اور یہ عیس علی ہمدانی کی بے پناہ محبت کا ثبوت ہی تھا۔۔جو وہ اسکے بنا کہے اسکی آنکھوں کے شکوے پڑھتا اسے صفائیاں دیتا منا رہا تھا۔اور وہ مان بھی رہی تھی۔کیونکہ اگر وہ بنا کہے اسکو سمجھ سکتا تھا۔تو پھر مشعل کیوں اسے منانے میں زیادہ ہلکان کرتی۔ویسے بھی اس وقت انہیں اک دوسرے سے سکون کی ضرورت کی تھی۔

میں اپکو رات میں اٹھ کر پکارتی رہی تھی،پر آپ نہیں آتے تھے۔
مشعل اسکے سینے سے چہرہ نکالتے معصومیت سے شکوہ کرتے بتا گئی۔تو عیس محبت سے اسکی آنکھوں پر لب رکھ گیا۔

سوری میرا بچہ میں خود تمہارے لئے بہت تڑپا ہوں۔۔عیس نے اس سے

معافی مانگتے ہوئے ساتھ اسے اپنی تڑپ کا بتایا۔۔تاکہ وہ جان سکے کہ عیس علی ہمدانی بھی اسکے لئے اتنا ہی تڑپا ہے۔۔ جتنا وہ اسے پکارتی رہی ہے۔

مجھے اتنی ٹھنڈ کیوں لگتی ہے۔میں جتنی بھی کوشش کرلوں پر یہ ٹھنڈ نہیں دور ہوتی۔ لیکن آپ جب پاس آتے ہیں پھر میں ٹھیک ہو جاتی ہوں۔۔اپ ٹچ کرتے ہیں تو مجھے اچھا لگتا ہے۔۔اب رات کو آپ پاس نہ ہوں تو میرا دل کرتا ہے کہ میں اونچی اونچی رونا شروع کردوں۔۔

مشعل معصومیت سے اسے اپنی دل کی کیفیت بتاتے ہوئے ساتھ سوال کر رہی تھی۔۔ جبکہ عیس کی حیرت انگیزی کی انتہا نہیں رہی تھی۔
کیونکہ اسکی بیوی کو بخار نے نہیں بلکہ اسکی قربت کی طلب نے پاگل اور بیمار کیا ہوا تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی۔کہ اسکے جسم کو اس وقت مصنوعی گرمائش کی نہیں بلکہ

عیس علی کے جسم کی گرمائش کی ضرورت ہے۔اپنی حالت سمجھ نہ آنے پر اور پھر عیس کی دوری نے اسے مزید چڑچڑااور بیمار کر دیا تھا۔۔

عیس کو خود پر افسوس ہونے لگا تھا۔۔وہ کیسے بھول گیا تھا۔۔کہ اگر اسے پچھلی دوراتوں میں قربت کی طلب نے پاگل کیا تھا۔۔تو اسکی بیوی کو کیوں نہیں کیا ہو گا۔

پہلے ہی اسکی بیوی انکے ملن کو کوئی اور رنگ دے کر بیٹھی تھی۔۔ حقیقت کا سامنا ہونے پر عیس نے مشکل سے اسے قابو کرتے اپنی قربت بخشی تھی۔

اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولتے وہ اسکے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔۔عیس نے جھکتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسے بے باک جواب دیا۔تو مشعل کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔وہ تیزی سے اسکے سینے میں پھر چھپی تھی۔بے خودی میں وہ اسے کیا کیا بتا چکی تھی۔۔اسکا بے باک جواب سننے کے بعد وہ ہوش میں آتے پھر ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔

اب تم مجھے نہیں روک سکتی مشو جان کیونکہ ہم دونوں کے جسموں کو اک دوسرے کی ضرورت ہے۔اور اگر محبت کی یہ طلب پوری نہ ہوئی۔تو ہم دونوں پاگل ہو جائیں گئے۔۔

عیس نے اسکی برہنہ پشت پر ہاتھ پھیرتے اسکی کان کی لوح کو ہونٹوں میں دبایا۔تو مشعل مچلتے ہوئے لال انگارہ ہو گئی۔

عیس نے اسے سیدھا لٹاتے غور سے دیکھا۔لیمپ کی روشنی میں اسکے خوبصورت چہرے پر اس وقت شرم وحیا کے کئی رنگ نمایاں ابھرے تھے۔

محرم کی قربت و سکون مبارک ہو بیگم مشو جان۔۔۔عیس نے اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسکے ماتھے کو چومتے اسے اک جھٹکے میں الٹا کیا تھا۔

اک دفعہ پھر اسکی برہنہ کمر عیس کے سامنے تھی۔۔ عیس نے جھکتے ہوئے اسکی کمر پر زبان پھیرتے اوپر کا سفر کیا۔ تو اسکی اس بے باک حرکت پر مشعل کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔۔ بیڈ شیٹ کو مشعل نے مٹھیوں میں دبالیا تھا۔

وہ جگہ جگہ اسکی کمر پر ہونٹ رکھتے کندھوں سے اسکی گاؤن اتار کر نیچے پھینک گیا تھا۔۔

مشعل کو اک جھٹکے میں اپنی جانب موڑتے عیس نے اسے اٹھا کر سینے پر لٹاتے اسکے ہونٹوں کو قید کیا تھا۔

مشعل اسکی شدت پر لرزی تھی۔ لیکن اب عیس کو ہوش دلانا ناممکنات

میں سے تھا۔ شدت سے مشعل کے نرم ہونٹوں کو سک کرتے وہ مسلسل اسکے جسم پر بے باکی سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔ مشعل اسکی بے باکیوں کو روکنے کے لئے مزاحمت کرنے لگی تھی۔

مشعل کی مزاحمت کو روکنے کے لیے ہمیشہ کی طرح عیس اسکے بازو بیڈ سے پن کرتے اسے بیڈ پر لٹاتے اسکے اوپر آ گیا۔

مشعل کو اپنا سانس روکتا ہوا محسوس ہونے ہو رہا تھا۔ اسی لئے وہ سر کو ہلاتے اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرنے لگی۔۔

عیس اسکے اشارے کو سمجھتے اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کر ڈائرکٹ اسکی ڈھرکنوں پر آیا تھا۔ مشعل کو آخری پردے سے آزاد کرتے وہ اسکی ڈھرکنوں پر جھکا تو مشعل کو لگا جیسے کوئی آگ کا انگارہ اسکے جسم پر رکھ دیا

ہو۔۔وہ سر اوپر اٹھاتے مچل سی گئی۔

لیکن عیس اسکی ڈھرکنوں کو شدت سے چومتے اسے پاگل کر رہا تھا۔وہ اسکے ہاتھ آزاد کر چکا تھا۔عیس کے ہونٹوں کے لمس کو اپنی ڈھرکنوں پر پھسلتے محسوس کر کے مشعل نے ہاتھ میں بیڈ شیٹ کو جکڑا تھا۔

عیس نے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھتے اسکی ناف کو زبان سے چھوا تو مشعل تکیے پر سر پٹکتے اسے پکار گئی۔

عیسسسس۔۔۔۔۔

مشعل کی پکار پر عیس نے آنکھیں اٹھاتے اسکے مچلتے وجود کو دیکھا۔وہ اٹھتے ہوئے اسکے مقابل ہوا تھا۔

سکون محسوس ہوا کیا اب۔۔

عیس نے سرخ خمار زدہ آنکھوں سے مشعل کے پسینے میں شرابور چہرے کو دیکھ کر سوال کیا۔ تو مشعل ہولے سے اپنی بھوری آنکھیں کھول گئیں۔ اسکی آنکھوں میں عیس کی قربت کا لال رنگ واضح نظر آرہا تھا۔

عیس کے سوال پر وہ تکیے میں اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔۔ مشعل کے چہرہ چھپانے پر عیس نے اسکے کندھے پر ہونٹ رکھے تھے۔

تم جب مچلتے ہوئے اپنے جوان جسم کو اٹھاتے مجھے پکارتی ہو، تو دل کرتا ہے۔۔ شدت سے تمہاری روح کی گہرائیوں میں اترتے تمہارے اندر سماتا دنیا جہاں بھلا دوں۔۔ پر تم ابھی میری شدتیں نہیں برداشت کر سکتی جاناں۔ اس لئے میں تمہیں آہستہ آہستہ ذہنی طور پر تیار کر رہا ہوں۔ تاکہ آئندہ آنے والے دنوں میں تم مکمل طور پر مجھے جھیل سکوں۔۔۔

عیس اسکی ڈھرکنوں کو ہونٹوں سے چومتے ساتھ ساتھ میٹھی میٹھی
سرگوشیاں کر رہا تھا۔۔اسکی سرگوشیاں مشعل کے کانوں سے دھواں نکال
رہیں تھیں۔پر وہ خاموش اسکی آغوش میں پڑی تھی۔

میں تمہاری ٹانگوں پر جھکنے لگا ہوں جاناں زیادہ زور سے سسکیاں نہ لینا
کیونکہ ہم یہاں اکیلے نہیں ہیں۔عیس اسکے ہونٹوں کو گہرا بوسہ لیتا اسکی
ٹانگوں کی طرف ایا۔تو مشعل اپنی ٹانگیں اک دوسرے سے الجھا گئی۔جسے
دیکھ کر عیس گہرا مسکرایا تھا۔

عیس نے اسکی سفید تھائی پر ہونٹ رکھے تو وہ سسک اٹھی تھی۔مشعل کی
ٹانگوں پر ہونٹ رکھتے ساتھ وہ نظریں اٹھاتے اسے دیکھ بھی رہا تھا۔۔جو
اوپر اٹھتی عیس کو مزید مدہوش کر رہی تھی۔۔کیونکہ اوپر اٹھنے کے باعث
اسکے جسم کے خدوخال بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

عیس مسلسل اسکی ٹانگوں کو چھو رہا تھا۔ جس پر وہ اپنی ٹانگیں اک دوسرے سے الجھاتے پاگل ہونے کو تھی۔

عیس نے تیزی سے اٹھتے اس پر اپنا بوجھ منتقل کیا۔ تو مشعل اسکے ہونٹوں پر جھکتی اسکی پشت پر ناخن گاڑنے لگی تھی۔ وہ بے شرمی کی حد پار کرتے اسے پاگل کر چکا تھا۔

مشعل کے تڑپنے پر عیس کے مونچھوں تلوں ہونٹ مسکرائے تھے۔۔ عیس اسکے بازو اوپر بیڈ سے پن کرتے اسکے ہونٹوں کو شدت سے چومتے مشعل کی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لگاتے اسکی روح میں اترا۔۔ تو مشعل کی سسکی اسکے ہونٹوں میں دب سی گئی۔ وہ آہستہ آہستہ اسے محسوس کر رہا تھا۔۔ جس پر مشعل اپنے ہونٹ آزاد کرواتی نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی

تھی۔۔وہ پسینے میں مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔۔

درد ہو رہا ہے کیا۔۔
عیس نے اسکی نم آنکھوں کو دیکھتے استفسار کیا۔تو مشعل حیا سے دوچار ہوتے سر ہاں میں ہلا گئی۔۔جس پر عیس نے اسکے بالوں کی جڑوں میں ہاتھ چلاتے اسے ریلکس کرنا چاہا تھا تو وہ اسکی کئیر پر بھیگی آنکھوں سے مسکراتے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ گئی۔

مشعل کے پیار بھرے انداز پر عیس کا دل زوروں سے دھڑکتے پاگل ہوا تھا۔وہ اپنی شدت بڑھاتے اپنی اسکی جان اک کرنے لگا۔
مشعل کا چھوٹا سا وجود اسکے نیچے گم سا گیا تھا۔وہ مسلسل عیس کو پکارتی اسکے سینے اور پشت کو نوچ رہی تھی۔
جس پر عیس اسکے بالوں کو سہلاتے تو کبھی اسکی گردن کو نرمی سے چومتے

اسے ریلیکس کرتا خود میں الجھا دیتا تھا۔
وہ پر سکون ہوتے مکمل طور اپنا آپ اس کے حوالے کر گئی تھی۔ جس سے عیس کی شدتوں میں بھی مزید اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

اب زرا بتاؤ نہ کیا مسلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔
ضرار نے کمرے میں آتے ہی منیزے کا ہاتھ چھوڑا تو وہ گھومتے ہوئے جا کر بیڈ پر گر گئی۔

ضرار تو اسکے سٹار پلس ڈرامے کے گرنے والے سٹائل کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ حالانکہ اس نے نرمی سے ہی اسکا ہاتھ چھوڑا تھا۔ پھر بھی وہ لٹو کی طرح گھومتے ہوئے جا کر بیڈ پر ہی گری تھی۔ شاید بیڈ کی گریویٹی کا اثر تھا جس نے منیزے پاشا کو اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔

سائیں اگر اب آپ مجھ پر چلائے نہ تو میں بابا سائیں کو کال کر دوں گی۔
منیزے بیڈ۔پر سیدھے لیٹتے ہوئے زرا سا چہرہ اٹھاتے دھمکی آمیز لہجے میں بولی تو ضرار اسے دیکھ کر ایبرو اچکا گیا۔

میری چغلی کرنے کے سوا آتا ہی کیا ہے تمہیں بیگم چغلیییی۔۔۔
ضرار نے بیڈ کے قریب آ کر اس کے اوپر جھکتے ہوئے چغلی پر زور دیتے کہا۔
تو منیزے اپنی آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھنے لگی۔جو اسکا نیا نام بیگم چغلی رکھ گیا تھا۔۔۔

مجھے آپ سے محبت ہے زیادہ تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ مجھے جب مرضی جو مرضی سنا دیں گئے۔
منیزے اپنی محبت جتاتے ہوئے ایٹیٹیوڈ سے بولی تو ضرار اسے تمسخرانہ

نظروں سے دیکھنے لگا۔

اگر مجھ سے اتنی محبت ہوتی نہ تو اب تک ہماری رخصتی ہو گئی ہوتی، پر رخصتی کا نام لیتے ہی بیگم سائیں کی ہوا ٹائیٹ ہو جاتی ہے۔اور میڈم آئیں ہیں ہیر بننے یہاں۔۔۔

ضرار بیڈ پر اسکے اوپر جھکے ہوئے میٹھے میٹھے طنز کی بارش کر رہا تھا۔جو منیزے کو بلکل اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

سائیں میں ابھی چھوٹی ہوں اور مجھے اپنی دھوم دھام سے رخصتی کرنی ہے نہ۔ایسے سادہ شادی کون کرتا ہے بھلا۔۔۔
منیزے ضرار کو پھر رخصتی کی بات شروع کرتے دیکھ کر اسے ریزن دینے لگی تھی۔کہ کیونکر وہ رخصتی کے لئے ابھی مان نہیں رہی ہے۔لیکن ضرار

کو اسکے ریزن اک آنکھ بھی نہیں بھائے تھے۔

تم رخصتی کے لئے مان جاؤ پھر ہم دھوم دھام سے شادی بھی کر لیں گئے۔
ضرار نے اپنے غصے کو پرے رکھ کر اسکے ہونٹوں کے قریب اپنے ہونٹ کرتے بھاری لہجے میں پھر اک دفعہ منانے کی کوشش کی۔وہ کتنے دنوں سے منیزے کو رخصتی کے لئے منا رہا تھا۔۔جب سے اسے پتہ چلا تھا۔کہ عیس کے ساتھ ساتھ سلطان بھی اپنی رخصتی کر چکا ہے۔تو وہ اب سنی سے پیچھے نہیں رہ سکتا تھا۔اسی لئے خفیہ طور پر منیزے کو منانے کی کوشش جاری رکھے تھا۔

سائیں میں چھوٹی ہوں نہ۔۔۔
منیزے نے اسکی آنکھوں میں جلتے دیپ نظر انداز کرتے پھر اپنی بات دہرائی۔۔تو ضرار کا دل کیا اس کاکی کے منہ میں فیڈر دے کر کہیں چھوڑ

آئے اسے۔۔۔

مشعل تم سے زیادہ چھوٹی ہے کھسکی بیگممم۔۔
ضرار نے تیکھے چتون سے زور دیتے جتایا۔تو منیزے شرارت سے اسے آنکھ ونک کر گئی۔

ہاں تو اسی لئے اس کی بھی رخصتی نہیں ہوئی اور نہ ہی میری۔۔۔
منیزے آنکھوں میں چمک لیے پھر بولی۔۔تو ضرار اسے افسوس بھری نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔وہ اب اسے کیا بتاتا کہ عیس نے اپنی رخصتی کیسے اور کن کن طریقوں سے کرلی ہے۔

پیچھے ہو جاؤ جب تک تم رخصتی کے لئے نہیں مان جاؤ گی تب تک میں تمہیں منہ نہیں لگانے والا تمہیں اب۔۔۔

منیزے اسے مسکے لگانے کے چکروں میں اسکی گردن پر کس کرنے والی تھی۔جب ضرار اسے پیچھے ہٹا کر کھڑا ہو گیا۔
تو منیزے اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

ضرار غصے سے دوچار ہوتے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔اپنے لئے آرام دہ ڈریس نکال کر وہ دوبارہ کمرے میں آیا تو اسکی بیوی ابھی تک اسی پوزیشن میں لیٹی اسے گھورنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

دیکھنا اک وقت وہ آئے گا جب تم میرے قریب آنے کے لیے تڑپو گی۔
تب میں بھی تمہیں ایسے ہی بھاؤ دیا کروں گا۔۔

ضرار پاشا خطرناک ارادے کرتا اک جھٹکے میں شرٹ اتار کر منیزے کے

چہرے پر پھینک گیا۔ منیزے کا تو منہ کھل گیا تھا۔اسکے شوہر کو کونسی بیماری ہوتی جارہی تھی۔جو وہ ایسے پیش آرہا تھا۔

اچار ڈال لو اپنی اس جوانی کا۔۔

ضرار اک دم اس پر جھکتے غصے سے غرایا تو منیزے ڈر کے مارے بیڈ پر پیچھے گرتے ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی۔جبکہ ضرار کی سرمئی آنکھیں تڑپ کے باعث سرخ ہوتی جارہی تھیں۔

اپکو کیا ہو گیا ہے سائیں۔۔۔

منیزے نے فکر مندی سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پوچھا۔تو ضرار کا دل کیا اسے پٹک کر رکھ دے۔آج بس اسے بار بار منیزے کو پٹکنے کے خیالات ہی آرہے تھے۔۔۔۔

کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آرہا کہ میں دن بدن تمہاری طلب میں باؤلا ہوتا جارہا ہوں۔۔جان کر بھی اتنی انجان کیسے بن سکتی ہو تم۔۔

ضرار نے اسکی گردن پر جھکتے اسکے بدن کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے بے بسی سے کہا۔تو ضرار کی گھمبیر آواز پر منیزے کے جسم میں سپارک ہونے لگا تھا۔

دو تین سال کی تو بات ہے سائیں پھر شادی کر لیں گئے نہ۔۔۔

منیزے نے خود کو سنبھالتے ضرار کو حوصلہ دینا چاہا تھا۔

منیزے کے لارے پر ضرار کا پھر غصے سے برا ترین حال ہو گیا تھا۔۔وہ اک دم سے جھکتے ہوئے اسکی گاؤن کے گہرے گلے پر دانت گاڑ گیا۔جس پر منیزے کی ہلکی سی چیخ بلند ہوئی تھی۔ضرار نے اسکے گلے کی سکن کو اچھے

سے دانتوں میں دباتے منیزے کو کپکپانے پر مجبور کیا تھا۔

سائیں مجھے درد ہو رہا ہے۔۔
منیزے نے ہونٹوں کو بھینچے ضرار کو احساس دلانے کی کوشش میں
بامشکل الفاظ ادا کیے۔پر وہ پیچھے نہیں ہٹا تھا۔

میں تمہیں درد ہی دینا چاہتا ہوں لیکن وہ درد گہری رات کا میٹھا درد ہو
گا۔۔کچھ درد تم مجھے دینا تو کچھ درد میں تمہارے وجود میں انڈھیل دوں
گا۔۔۔۔

ضرار نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے معنی خیز سرگوشی کی۔تو منیزے
لال ہوتے اپنے سبز نین پھیلاتے خود پر جھکے ضرار کو دیکھ گئی۔

میں اماں سائیں سے بات کرتی ہوں کہ آپ پاگل ہوتے جارہے ہیں۔

منیزے شرم وغصے کی کیفیت سے دوچار ہوتے ضرار کو خود سے پرے دھکیلتے چینخی تھی۔تو ضرار کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی۔کیونکہ وہ کب سے انجان بنتے اسکے دل کو جلا رہی تھی۔اب خود کچھ سننا پڑا تھا۔تو محترمہ پھر شکایت کرنے پہنچنے لگی تھی۔

حاؤ کہو۔۔۔

ضرار شرٹ لیس کندھے اچکاتے ہوئے واشروم کی جانب بڑھ گیا تاکہ شاور لے سکے۔ منیزے کہنی کے بل اٹھتے ہوئے بل کھا کر رہ گئی۔

وہ سچ میں بیڈ سے اٹھتے بالکنی میں جا کر اماں سائیں کو فون کرنے لگی تھی۔۔ لیکن منیزے نہیں جانتی تھی کہ وہ بری طرح پھنسنے والی ہے۔

آپ اسے کچھ کہتے کیوں نہیں ہیں اخر۔۔۔
کلثوم بیگم غصے سے کہتے ہوئے صوفے پر بیٹھیں تھیں۔

مصطفیٰ صاحب ناشتہ کر کے اخبار پڑھ رہے تھے۔۔ کیونکہ آج اتوار کا دن تھا۔اسی لئے وہ ریلیکس ہو کر تسلی سے اخبار پڑھنے کا شوق پورا کرنے میں لگے تھے۔

بیگم میں اسے کیا ہی کہہ سکتا ہوں۔ ویسے بھی جوان اولاد ہے۔۔اپ بھی اسکے ساتھ زبردستی کرنا بند کریں۔اچھے سے جانتیں ہیں کہ وہ اپکی دوست کی بیٹی کے سات منگنی کرنے کے لیے راضی نہیں ہے۔اور اسی چیز سے بچنے کے لیے وہ چار دنوں سے گھر بھی نہیں آیا ہے۔۔

کچھ دنوں سے کلثوم بیگم سنان کو فورس کرنے لگیں تھیں۔۔کہ وہ وقت نکال کرانکے ساتھ شاپنگ پر چلے۔۔کیونکہ وہ منگنی کرنے کا سوچ رہیں تھیں۔۔اورانکے اس پلین کو سنتے سنی کے کانوں سے دھواں نکلنے لگ گیا تھا۔اسی وجہ سے وہ چار دن سے گھر ہی نہیں آرہا تھا۔

مصطفیٰ صاحب زرا سختی سے بولے تو کلثوم بیگم انہیں حیرت سے دیکھنے لگیں۔

آپ میرے ساتھ اس لہجے میں کیوں بات کر رہے ہیں۔وہ برا مناتی پوچھنے لگیں۔

کیونکہ اک پڑھی لکھی ڈاکٹر ماں ہونے کے باوجود آپ نائنٹیز کی ماؤں کی طرح اپنی پسند کی بہولانے کے چکر میں آپ بیٹے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ

گئیں ہیں۔ جب بچپن سے لے کر اب تک آپ نے بیٹے پر کسی کام کے لئے سختی نہیں کی اور نہ ہی اسے فورس کیا ہے۔۔ تو پھر زندگی کے اتنے اہم اور بڑے فیصلے میں آپ اس کے ساتھ کیسے زیادتی کر سکتی ہیں۔

مصطفیٰ صاحب نے اخبار فولڈ کرتے انہیں اچھی خاصی جھاڑ پلائی تھی۔ کیونکہ وہ سچ میں سنی کے ساتھ زیادتی کر رہی تھیں۔ اور سونے پر سہاگا سنان کو رشتے کے لئے راضی کرنے کے چکروں میں اپنی قسم بھی دے چکی تھیں۔

مصطفیٰ صاحب اس دن سے خاموش رہتے سب دیکھ رہے تھے۔ لیکن بیٹے کی آنکھوں کے بجھتے دیپ آج انہیں بولنے پر مجبور کر گئے تھے۔ کیونکہ انکے پاس اڑتی اڑتی بہت سی خبریں پہنچی تھیں۔

آپ تو مجھے اس طرح سنا رہے ہیں۔ جیسے میں اسکی سوتیلی ماں ہوں نہ۔۔

کلثوم بیگم اچھا خاصہ برا مناتے گویا ہوئیں تو مصطفیٰ صاحب اثبات میں سر ہلا گئے۔ وہ صاف صاف کہنا چاہ رہے تھے۔ کہ آپ اس وقت سوتیلی ماں ہی لگ رہیں ہیں۔

کاظمی صاحب وہ لڑکی بہت خوبصورت ہے۔۔

کلثوم بیگم نے اپنی دوست کی بیٹی کی تعریف کرتے انہیں سنایا تھا۔ انکا مقصد صرف جتانا تھا۔ تاکہ وہ امپریس ہو سکے۔۔

اگر وہ اتنی لیڈی ڈیانا ہے تو اپکی دوست اپنی بیٹی کے لئے ہمارے ہی پیچھے کیوں پڑی ہے۔ اتنی خوبصورت لڑکی کے تو راتوں رات رشتے ہو جاتے ہیں۔ اسکا ابھی تک کیوں نہیں ہوا اور ہماری جان کیوں نہیں چھوٹ رہی

۔۔

مصطفیٰ صاحب مذاق اڑاتے ہوئے جلے کٹے انداز میں گویا ہوئے تھے۔ کتنے مہینوں سے وہ یہ قصہ سن رہے تھے۔

جبکہ کلثوم بیگم تو انکے انداز پر منہ کھول گئیں تھیں۔
منہ کھولنے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی بیگم اور خبردار اب آپ میرے حسین بیٹے کے پیچھے پڑیں تو۔
نہیں تو اپکی دوست کی بیٹی لیڈی ڈیانا کو میں نے کنواں میں پھینک آنا ہے۔
ابھی اس گھر میں آئی نہیں ہے اور میرے بیٹے کی جان پہلے عذاب کر دی ہے۔۔

وہ سر جھٹکتے نخوت سے بولتے جا رہے تھے۔۔ مصطفیٰ صاحب ان انسانوں میں سے تھے۔ جو اگلے پیچھلے حساب اک دفعہ ہی چکتا کرتے تھے۔ آج وہ یہ کام ہی کر رہے تھے۔

تو جو آپکا بیٹا لڑکی لائے گا وہ اسکی جان عذاب نہیں کرے گی کیا۔۔۔
کلثوم بیگم نے تیکھے لہجے میں استفسار کیا تھا۔

میرا بیٹا جس لڑکی کو لائے گا۔۔وہ اسکی من پسند عورت ہو گی۔۔اور مرد
اپنی من پسند عورت کے ہر عذاب کو خوشی خوشی برداشت کر لیتا
ہے۔۔جیسے میں آپکا کر رہا ہوں
مصطفیٰ صاحب نے انہیں لاجیکل جواب دیتے ساتھ اپنی مثال دی۔تو کلثوم
پہلو بدل کر رہ گئیں

آخری غصے بھری نظر کلثوم بیگم پر ڈال کر لیڈی ڈیانا کو یاد کرتے وہ نخوت
سے سر جھٹکتے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔پیچھے کلثوم بیگم اپنا سا منہ لے کر رہ

گئیں تھیں۔اگر سنی اور عیس آج مصطفیٰ صاحب کی باتیں سن لیتے تو وہ دونوں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے۔

خان صاحب آپ میرے موبائل کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔۔
بی جان نے عینک سے گھورتے ہوئے آغا جان سے پوچھا۔جو آنکھیں چندھیا کرتے موبائل کا لاک کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

خانم میں اسکا لاک کھول رہی ہوں۔۔
آغا جان نے چشمہ ٹھیک کرتے موبائل پر انگلی پھیرتے مصروفیت سے جواب دیا۔تو بی جان انکے زنانہ پن کر تلملا کر رہ گئیں۔

وہ دونوں حویلی کے لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ باقی سب اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ پر ان دونوں کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر انکے پاس کوئی نہ کوئی آکر بیٹھ جاتا تھا۔ انہی دونوں کے باعث تو حویلی میں رونق لگی رہتی تھی۔ ملازمین آتے جاتے دونوں میاں بیوی کی تکرار کو انجوائے کرتے تھے۔

خان صاحب اپ تھوڑا پڑھے لکھے ہوتے تو اپکو پتہ ہوتا نہ کہ موبائل کیسے استعمال کرنا ہے۔

بی جان نے صاف صاف انکا مذاق اڑانا چاہا تھا۔

آپ جتنا یو کے سے گریجویشن پاس ہیں نہ میر خان اچھے سے جانتی ہے۔۔

آغا جان نے بی جان کے مذاق میں تڑکتے بھڑکتے جواب دیا تھا۔ جو بی جان کو بلکل بھی کرارا جواب محسوس نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ ہمیشہ کی طرح آغا جان مذکر مؤنث کا کچومر بنا کر بی جان کو سر جھٹکنے پر مجبور کر گئے تھے۔

آپ میرے فون کے ساتھ محاز لڑ ہی کیوں رہے ہیں۔۔
بی جان نے آغا جان کو مسلسل لاک کھولنے کی کوشش کرتے دیکھ کر بادام کھاتے لاک کھونے کی وجہ جاننا چاہی۔

ہم کو چھوٹی بہو سے بات کرنی ہے اس لئے۔۔۔
آغا جان کی طرف سے پھر مصروف جواب موصول ہوا تھا۔

ادھر لائیں موبائل میں اپکو کھول کر دوں۔ جدید دنیا کا کچھ اتہ پتہ ہو تو اپکو معلوم ہو نہ کہ موبائل کیسے استعمال کرتے ہیں۔ اور خبر دار آپ نے میری سیو کی ہوئی کوئی بھی وڈیو ڈیلیٹ کی تو۔ پچھلی بار بھی آپ نے میری ساری ضروری چیزی اڑا دیں تھیں۔

بی جان نے موبائل کا فیس لاک کھولتے ہوئے آغا جان کو سنانے کے ساتھ ساتھ پکا کیا تھا۔ کہ وہ انکی یوٹیوب میں سیو کی ہوئیں ویڈیوز ڈیلیٹ نہ کریں۔ کیونکہ آغا جان سے اک بار غلطی میں یہ گستاخی ہو چکی تھی۔ اسی لئے اب بی جان انہیں اپنا موبائل کم ہی پکڑنے دیتیں تھیں۔

آپ جتنا جدید ہیں میر خان کو اچھے سے معلوم ہے خانم، یہ تو وہ کلموہی عیس اپکو ساری فسادی چیزیں سیکھا کر جاتی ہے۔ اور کونسی آپ نے وڈیوز جمع کی ہوئیں ہیں۔

آغا جان نے عیس کو مونث کرتے ہوئے ساتھ تجسس سے پوچھا تھا۔۔ تاکہ جان سکے کہ انکی بیوی اس مواد کو لے کر کیوں اتنی فکر مند ہیں۔

میری بہت قیمتی ویڈیوز ہیں۔۔ جن میں بتایا گیا ہے۔۔ کہ بڑھاپے میں

جوان کیسے رہتے ہیں۔

بی جان نے پر جوش انداز میں انہیں اپنی سرچنگ بتائی تو آغا صدمے میں چلے گئے۔

خانم آپ پاگل ہو گیا ہے کیا۔اگر جوان رہنا ہی ہے تو بڑھاپا کیوں اتا ہے۔ اور بڑھاپے میں ہم جوان کیسے رہ سکتی ہیں۔۔

آغا جان نے اچھنبے سے اپنے دماغ میں آتے سوال پوچھے تو بی جان کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لیں۔

خان صاحب بڑھاپے میں جوانی کا یہ مطلب نہیں ہے۔کہ بندہ دس سال پیچھے عمر لے جا سکتا ہے۔اس میں بس تندرست رہنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔

بی جان نے انہیں تفصیل بتائی تو آغا جان کچھ مطمئن انداز میں سر ہلانے

لگے۔

پر خانم اپ کے بال تو پھر بھی سفید ہیں اور تندرستی بھی کہیں نہیں نظر آ رہی ہم کو۔۔

آغا جان نے انکا معائنہ کرتے پھر سوال کیا۔ تو بی جان خود کو س گئیں۔

جنہوں نے اپنی ویڈیوز کا ذکر کیا تھا۔

خان صاحب میں نے تو اس بات کا نتیجہ نکالا ہے۔ کہ آپ کے ساتھ شادی کر کے بلکل مزا نہیں آیا مجھے۔۔۔

بی جان باداموں کی پلیٹ میں نظریں دہراتے ہاتھ نچاتے بولیں تو آغا جان کو غصہ چڑھ گیا۔

ٹھیک ہے اگر آپ کو ہم سے شادی کر کے مزا نہیں آیا نہ تو میں اس سڑی

کریلی دلاور خان کو جا کر بتاتی ہیں۔ کہ آپ چھپ چھپ کر مٹھا کھاتا رہتا ہو۔۔۔

آغا جان دلاور خان کے نام کی دھمکی لگاتے اٹھتے لگے۔ تو بی جان ہڑ بڑا گئیں۔

کیا کرتے ہیں آپ خان صاحب اتنی اچھی اردو بول کر کون اپنی پیاری زوجہ کو دھمکی لگاتا ہے بھلا، لائیں میں اپکو کال ملا کر دوں آپ اپنی لاڈلی بہو سے بات کر لیں۔۔

بی جان نے ڈرتے ہوئے آغا جان کی اردو کو جہاں سراہا تھا۔ وہیں لگے ہاتھ بھرپور مکھن لگاتے علیزے کے نمبر پر کال ملا کر فون آغا جان کے حوالے کر دیا۔

کیونکہ اگر انکا چھپ چھپ کر میٹھا کھانے کا راز دلاور خان کے پاس پہنچ

جاتا۔ تو اس حویلی میں طوفان آجانا تھا۔ اسی لئے بی جان احتیاطی تدابیر کرتے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں تھیں۔

تاکہ آغا انکو دوبارد دھمکی نہ لگا سکیں۔ کیونکہ بی جان سچ بولے بنا نہیں رہ سکتیں تھیں۔ اب انہیں شادی کر کے مزا نہیں آیا تھا۔ تو بس نہیں آیا تھا۔ اس میں کیا زبردستی تھی۔

خان اپکے کپڑے کہاں ہیں۔۔۔

علیزے نے ڈرتے ہوئے سلطان کی خون سے بھری سفید شرٹ اتار کر پوچھا تھا۔ وہ علیزے کے سامنے شرٹ لیس بیٹھا ہوا تھا۔ اور دائیں بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ گولی چھو کر گزری تھی۔ اسی لئے بچت ہو گئی تھی۔ سنی نے تو باقاعدہ شکر ادا کیا تھا۔۔ کہ گولی بس چھو کر گزری ہے۔

وہاں ڈریسنگ ایریا ہے خانم۔۔۔

سلطان نے محبت سے اسے دیکھتے سامنے اشارہ کیا۔ توعلیزے ہاں میں سر ہلاتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کمرے میں آتے ہی اس نے اپنا سفید حجاب اتار کر رکھ دیا تھا۔ اسکا کراؤن سائیڈ ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔

کمرے میں آتے ہی سلطان اسکے ساتھ سو گیا تھا۔۔ کیونکہ علیزے رات سے جاگ رہی تھی۔ اسی لئے کمرے میں آتے ہی سلطان نے بنا چینج کیے اسے سلایا تھا۔ اسکا ارادہ توعلیزے کو سلا کر چینج کرنے کا تھا۔۔ پر اسکی خود بھی ساتھ آنکھ لگ گئی تھی۔

اوراب دوپہر میں وہ دونوں بیدار ہوئے تھے۔ توعلیزے نے سب سے پہلے آنسو بہاتے ہوئے سلطان کی شرٹ اتاری تھی۔۔تاکہ وہ کپڑے بدل سکے۔۔

ڈریسنگ ایریا میں علیزے داخل ہوئی توعلیزے کو لگا کہ وہ منی مال میں گھس آئی ہے۔۔جہاں ہر طرف ضرورت کا سامان سجایا گیا تھا۔اور بڑے بڑے چار واڈروب تھے۔

علیزے مسمرائز ہوتے سب دیکھتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔وہ مکمل طور پر کنفیوز ہو گئی تھی۔کہ اتنے سارے کپڑوں میں سے کونسے کپڑے نکالے۔ کچھ سوچتے ہوئے علیزے سلطان کے لئے آرام دہ بلوٹراؤزر شرٹ اور اپنے لئے ریڈ ٹی شرٹ نکال کر مڑی تو سامنے کا منظر دیکھ کر اسکی چیخ گونج

گئی تھی۔

علیزے کی چیخ پر ڈریسنگ ایریا میں ایرہ اور منیزے بھی چونکتے ہوئے سامنے دیکھنے لگیں تھیں۔ وہ سب اک ساتھ یہاں اندر داخل ہوئیں تھیں۔ لیکن اپنے دھیان میں وہ اک دوسرے کو دیکھ نہیں پائیں تھیں۔ بلکہ اپنے اپنے شوہر کی وارڈروب سے اپنے اپنے لئے کپڑے نکالنے لگیں تھیں۔

سب نے حیران کن نظروں سے سامنے دیکھا تھا۔ جہاں مشعل عیس کی ٹی شرٹ میں اپنے بکھرے بالوں کے ساتھ پہنے کے لیے کوئی کپڑے تلاش کر رہی تھی۔ علیزے کی چیخ کی وجہ مشعل کا حلیہ تھا۔ نیند کے باعث آدھ کھلی آنکھوں میں گھٹنوں تک ٹی شرٹ میں اپنے کالے بکھرے بالوں میں

وہ کوئی بھٹکی ہوئی چڑیل لگ رہی تھی۔ وہ صرف عیس کی ٹی شرٹ میں ملبوس تھی۔

مشعل کی ہاٹ اور ڈراؤنی لک دیکھ کر جہاں ان تینوں کے منہ کھلے تھے۔ وہیں مشعل ہوش میں آتی واپس کمرے میں بھاگی تھی۔ پیچھے وہ سب بھی اک دوسرے سے نظریں چراتی اپنے اپنے کمرے میں بھاگیں نکلیں تھیں۔

عیس کی شدتیں سہتے وہ دونوں سو گئے تھے۔ اب مشعل کی آنکھ کھلی تو وہ فریش ہونے کی نیت سے اپنے لئے کوئی مناسب ڈریس دیکھنے آئی تھی۔ جو اسے فٹ آسکے۔ وہ ہر گز نہیں جانتی تھی کہ انکا ڈریسنگ ایریا کمبائنڈ ہے۔۔ اور اسے اس حالت میں اسکی دوستیں دیکھ لیں گی۔

کیاہوا خانم۔۔۔

علیزے کے چیخنے کے باعث سلطان جو علیزے کو دیکھنے آرہا تھا۔علیزے کو تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کر اس نے پوچھا۔تو علیزے کو سمجھ نہ آیا اسے کیا جواب دے۔

کچھ نہیں بس ڈر گئی تھی خان۔۔۔

علیزے سرخ رنگت سمیت مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے بولی۔تو سلطان اسکا لال رنگ دیکھ کر اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھ گیا۔

آپ اتنی لال کیوں ہو رہیں ہیں۔۔۔

سلطان نے فکر مندی سے پوچھا۔تو علیزے شرم کے مارے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔اور پھر مشعل کا حلیہ یاد آتے وہ اک دم سے ہنسنا شروع ہو گئی۔تو ہنستے ہی چلی گئی۔

سلطان نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو پہلے ڈر رہی تھی۔ اور اب ہنستے جا رہی تھی۔

کچھ نہیں اپکو نہیں سمجھ آئے گا۔۔ زیادہ ہنسنے کے باعث علیزے نے اپنی سیاہ آنکھوں سے نکلتا پانی صاف کیا۔ تو سلطان نفی میں سر ہلاتے اسکا ماتھا چوم کر واشروم میں چلا گیا۔۔۔۔

علیزے پھر اک دفعہ یاد آنے پر ہنستے ہوئے کپڑے رکھ کر اپنی گاؤن کی ذپ کھولنے لگی تھی۔ سلطان کے آنے سے پہلے پہلے اسے چینج کرنا تھا۔

علیزے نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ابھی ذپ کھولی ہی تھی۔۔ کہ واشروم سے سلطان کی اونچی کراہ سنتے وہ تیزی سے واشروم کے دروازے پر ائی۔۔

خان کیاہوا۔۔۔

ڈور کے پاس چہرہ کرتے علیزے نے فکر مندی سے پوچھا۔تو سلطان نے دروازہ کھولتے اک جھٹکے میں علیزے کو اندر کھینچا تھا۔

علیزے اس اچانک افتاد پر گھوم کر رہ گئی۔سلطان نے اندر کھینچتے ہی اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا۔تو وہ اپنے کالے نینوں میں پریشانی لیے اسے دیکھنے لگی۔سلطان دیوار پر ہاتھ ٹکاتے اپنی نیلی آنکھیں اسکے کالے نینوں میں گاڑ گیا۔اسے یہ کالے نین ہمیشہ پراسرا لگتے تھے۔

اپکو درد ہوا تھا کیا۔۔۔

علیزے نے اسکے تھوڑی دیر پہلے کراہنے کا پوچھا تو سلطان نے اسکا ہاتھ اپنے تیزی سے دھڑکتے دل پر رکھ دیا۔۔

یہاں درد ہو رہا ہے۔۔

سلطان نے اپنا چہرہ جھکا کر اسکے مقابل کرتے جواب دیا۔ تو علیزے اسکے لہجے کے گھمبیر پن پر تھوگ نگل گئی۔

اپکو چوٹ بازو میں لگی ہے۔۔۔

علیزے نے اسکے سینے سے ہاتھ ہٹاتے اسے یاد کروانا چاہا کہ اسے کہاں چوٹ لگی ہے۔ جبکہ سلطان اسکے نظریں جھکانے پر مسکرایا تھا۔

پیار کریں کیا خانم۔۔۔

سلطان نے اسکے کندھے پر ہونٹ رکھتے ہمیشہ کی طرح سوال کیا تو علیزے کو اپنے گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دینے لگیں۔

خان آپکا بازو ٹھیک نہیں ہے۔۔ اپکا زخم خراب ہو جائے گا۔

علیزے نے اسکا دھیان بازو پر کروانا چاہا تو سلطان اسے گھور گیا۔۔

بھاڑ میں گیا یہ زخم میرا دل آپکے لئے سلگ رہا ہے۔اور آپ دل کو چھوڑ کر بازو کی فکر میں ہلکان ہو رہیں ہیں۔۔۔

سلطان نے غصے سے علیزے کو جواب دیتے اک دم سے شاور آن کیا تو خود پر پانی پڑتے ہی علیزے کے ہوش اڑے تھے۔وہ پہلے ہی اپنی گاؤن کو مشکل سے سنبھالے ہوئے تھی۔کیونکہ زپ کھولنے کی وجہ سے اسکا گاؤن کندھوں سے مسلسل ڈھلک رہا تھا۔

خاننن۔۔۔

علیزے نے بامشکل آنکھیں کھولتے اسے پکارنا چاہا تو سلطان اسے کمر سے تھام کر اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ گیا۔

وہ کمر سے علیزے کو تھوڑا اوپر اٹھائے ہوا تھا۔ علیزے کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے الجھاتے سلطان نے اسکا گاؤن اتارنا چاہا۔ تو وہ خود ہی آرام سے نیچے گر گیا۔۔ جس پر پر سکون ہوتے سلطان نے اسکی کمر کو تھامتے شدت سے اسکے ہونٹوں پر دانت گاڑے تھے۔ علیزے پانی میں اسکا آگ جیسا لمس محسوس کرتے کپکپا اٹھی تھی۔۔

علیزے کے ہونٹوں کو آزادی بخشتے سلطان اسے گود میں اٹھاتے باتھ ٹب میں لے کر آیا۔ تو علیزے شرم وحیا سے مچل گئی۔

خانن۔۔۔

علیزے نے روہانسے ہوتے اسے پھر پکارا تھا۔ سلطان اسکی پکار نظر انداز کرتے اسے پانی والے ٹب میں بٹھاتے اس کے اوپر جھکا تھا۔

علیزے کو آخری پردے سے آزاد کرتے سلطان نے نیلی سرخ خمار زدہ

آنکھیں اسکی سیاہ آنکھوں میں گاڑتے اسکی ڈھرکنوں کو ہاتھ سے سہلایا۔ تو علیزے کانوں کی لوح تک سرخ پڑنے لگی۔ اسے اپنے جسم میں بجلی سی ڈورتے ہوئے محسوس ہو رہی تھی۔

وہ شرم سے گلنار ہوتے آنکھیں بند کرتے سر پیچھے گرا گئی۔۔ کیونکہ وہ جانتی تھی اب رہائی نا مکمل ہے۔۔ اسکا عضیلہ خان اپنی شدتیں لٹائے بنا اسے نہیں بخشنے والا اسی لئے وہ خود کو اسکے سپرد گئی تھی۔

سلطان نے اسے آنکھیں موندتے دیکھا تو علیزے کو اپنی گود میں منتقل کرتے اسکی گردن کو پیچھے گراتے کمر سے اٹھاتے اسکی ڈھرکنوں کو ہونٹوں سے چھوا تو علیزے یک دم سے لرزی تھی۔۔

جس پر سلطان گہری بے باک نظروں سے اسکے دودھیا بدن کو دیکھ کر مزید مدہوش ہونے لگا۔

علیزے کی دھڑکنوں کو ہونٹوں سے چھوتے سلطان نے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے تو وہ اسکے کندھوں پر ناخن گاڑ گئی۔۔

آج میرا ساتھ دیں گئیں کیا، میری گود میں بیٹھ کر مجھے اپنی روح کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے دیں گی کیا۔۔۔

سلطان نے بے باک سرگوشی کرتے اسے پوچھا تو علیزے کی آنکھیں جو پہلے ہی نہیں کھل رہیں تھیں۔ سلطان کی بے باک فرمائش پر اسکی پلکیں بھاری ہوتی چلی گئیں۔

وہ چیختے ہوئے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔

سلطان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ وہ کچھ نہیں کرنے والی۔۔۔

اسی لئے سلطان نے اسے اپنے نیچے شفٹ کرتے خود اسکے اوپر آتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے اسکی ملائم کمر پر ہاتھ پھیرا تو علیزے کانپتے ہوئے سلطان کے ہونٹوں پر دانت گاڑنے لگی۔

اپنی خانم کو مزید تڑپانے کے سلطان نے اسکی ٹانگوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو علیزے کی پٹ سے آنکھیں کھلیں تھیں۔۔علیزے کو آنکھیں پھیلاتے دیکھ کر سلطان نے اسکی آنکھوں کو چوما تھا۔وہ اسکی بے باک چھیڑ خانیوں پر سسکنے لگی تھی۔

سلطان دونوں ہاتھوں سے اسکی پتلی کمر کو اوپر اٹھاتے اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لگاتے اسے اندر داخل ہوا تو علیزے اسکی شدت پر اسکے کندھے پر ناخن گاڑنے لگی۔

وہ اپنا سر پیچھے گراتی چلی گئی تھی۔۔اسکی گردن پر ہاتھ رکھتے سلطان جھکتے ہوئے نرمی سے اسکی گردن کو کندھوں کو چومنے رہا تھا۔علیزے نفی میں سر ہلاتے تڑپنے۔لگی تھی۔

کیونکہ سلطان اپنی شدتوں کو بڑھا چکا تھا۔۔جس پر اسکی جان جا رہی تھی۔

خان میں رو دوں گی۔۔۔

علیزے نے نم آنکھیں کھولتے اس سے التجا کی تو سلطان کو بے اختیار اپنی خانم پر ٹوٹ کر پیار آنے لگا۔

تھوڑی سی ہمت کریں انہیں شدتوں میں ہم دونوں کا سکون ہے۔۔۔

سلطان اسکے کان میں بے باک سرگوشی کرتے اپنی شدت بڑھاتے اسکے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتا چلا گیا۔واشروم میں شاور ابھی تک چل رہا تھا۔

لیکن وہ دونوں باتھ ٹب میں اک دوسرے میں گم تھے۔

تین دن بعد

تم سب جانتے ہو نہ کہ ہمیں فارم ہاؤس جانا تھا۔۔۔

سنی نے دانتوں تلے لب کچلتے سوال کیا تو وہ تینوں اسے دیکھنے لگے۔

ہاں یاد تھا۔۔۔

عیس مختصر جواب دے کر خاموش ہو گیا۔۔

تو سالے پھر یاد کیوں نہیں کروایا ہمیں۔۔

ضرار دانت پیستے ہوئے گویا ہوا۔۔پر حقیقت میں کرنلز کا آڈر سب کو یاد تھا۔۔ جس میں ان سب کو فارم ہاؤس آنے کا حکم ملا تھا۔ لیکن ہمیشہ کی طرح وہ اس بات کو آئیں بائیں شائیں کر رہے تھے۔

سلطان اس دوران بلکل خاموش بیٹھا انکی باتیں سنتا کافی پی رہا تھا۔

وہ تین دنوں سے ہوٹل میں حملہ کرنے والوں کے متعلق انفارمیشن ڈھونڈ رہے تھے۔اور اس کام میں کامیاب بھی ہو گئے تھے۔اب اس کام کو اختتام تک پہنچانے کے بعد ہی وہ فارم ہاؤس جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

اس وقت وہ سب اک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے۔جو کہ یونیورسٹی کے قریب ہی تھا۔ضروری چیزوں کو ڈسکس کرنے کے لیے وہ سب یہاں آئے تھے۔

اس کے بعد عیس اور سنان کو ضروری کام کے لئے اک ساتھ نکلنا تھا۔۔اور ضرار اور عیس کو یونیورسٹی جانا تھا۔

سالوں یونیورسٹی میں داخلہ کروادیا۔۔کم از کم اتنا تو بتا کہ میں یہاں کیا پڑھ کر کونسی ڈگری لے رہا ہوں۔۔۔

سنان نے منہ بناتے سوال کیا تو وہ تینوں اپنا قہقہ روکنے کی کوشش کرنے لگے۔

تو تم بتا دیتے نہ کہ تم گاینا کالوجسٹ بن رہے ہو۔۔

عیس نے معصومیت سے سنی کو حل بتایا تو غصے سے سنی کا چہرہ لال ہو گیا۔۔

تیری ڈالیوری نہ کر دوں میں پھر۔۔۔

سنی جواباً تیش سے بولا تو سلطان اور ضرار قہقہہ لگا گئے۔

تو میرے ساتھ بد تمیزی کر رہا ہے نہ دیکھنا ایسے ہی آری بھابی کو پٹیاں پڑھاتے تیرے پیچھے لگاؤں گا میں، پھر تجھے مجھ سے پنگے بازی لینے کا سبق ملے گا۔۔۔

عیس سنی کی فضول بات پر بھڑکا اٹھا تھا۔اسی لئے اسے ایرہ کی دھمکیاں لگانے لگا۔۔جو جیلس ہوتے اک پل میں خونخوار بن کر اسکے گریبان کو آنے لگتی تھی۔

چچ چچ۔۔۔

میرے بے بی کو غصہ آرہا ہے کیا۔۔۔

سنی ہونٹوں کو گول کر کر پچکارتے ہوئے عیس کو مزید تپانے لگا۔۔

بکواس بند کر کے کام پر دھیان دو اب تم دونوں۔۔

سلطان نے ان دونوں کو ڈپٹا تھا جو اک دوسرے کو چڑانے کے چکر میں ساری حدیں پار کرنے والے تھے۔

چلو اٹھو لڑکیوں کو گھر ڈراپ کر جلدی واپس آؤ پھر کلب بھی جانا ہے۔۔

ضرار ٹیبل سے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے بولا۔۔تو وہ اثبات میں سر ہلاتے اٹھ گئے۔

بل کون دے گا۔۔

عیس نے انجان بنتے سوال کیا تو وہ تینوں اسکے پوچھنے پر خونخوار تاثرات سے اسے دیکھنے لگے۔۔

اس دفعہ بل دینے کی باری تیری ہے۔۔

سنی انگلی سے اشارہ کرتے دبے دبے انداز میں گویا ہوتے اسے یاد کروانے لگا۔ سنی کے یاد کروانے پر عیس آنکھیں گھماتے ہوا بولا تو لہجے میں حد سے زیادہ معصومیت رقم تھی۔

میرے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں۔۔۔

دانتوں میں انگلی دباتے وہ انتہا کا غریب بنتے انہیں بتا کر خاموش ہو گیا۔۔۔ اور عیس کی خاموشی ایسی تھی۔ کہ اگر ان تینوں میں سے کوئی کچھ بولا تو وہ غریب انسان شرمندہ ہو جائے گا۔۔

عیس کے مفلسی والے تاثرات دیکھ کر ان تینوں کو دل کیا اسے ریسٹورنٹ سے باہر پھینک آئے۔ پر ابھی فلحال وہ اسے ریسٹورنٹ سے باہر نہیں

پھینک سکتے تھے۔۔کیونکہ پھر اس صورت میں بل ان سب کو دینا پڑتا۔جو وہ ہر گز نہیں دینے والے تھے۔

کہاں ہیں تیرے سارے پیسے، کدھر جاتا ہے تیرا سارا پیسہ کس گرلفرینڈ پر اڑاتا ہے تو۔کیونکہ بیوی تو تجھے معصوم سی مل گئی ہے۔۔جو بیچاری تیری دولت کے بارے میں جانتی بھی نہیں ہو گی۔کہ تو کس طرح دولتِ اسلامیہ پر ناگ بن کر بیٹھا ہوا ہے۔۔

ضرار پھر سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے شدید غصے سے سوال کر رہا تھا۔۔وہ سب کو اس لئے بیٹھا گیا تھا۔کیونکہ عیس علی ہمدانی سے پیسے نکلوانے کے لیے ابھی انہیں مزید آدھا گھنٹہ لگ جانا تھا۔۔

ان سب نے مل کر اک رول بنایا تھا۔جس رول میں سب باری باری ریسٹورنٹ میں ہونے والی میٹنگ کا خرچہ برداشت کرتے تھے۔اس میٹنگ میں انکا کھانا پینا سب شامل ہوتا تھا۔۔وہ چاروں امیر ترین ہونے

کے باوجود آپس میں حساب کتاب کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔اور انہی چھوٹی موٹی چیزوں میں زندگی کا مزا چھپا تھا۔

لیکن عیس علی ہمدانی ہمیشہ اپنی باری پر کنجوسی کا ریکارڈ قائم کرتا تھا۔وہ جان بوجھ کر اپنی باری والے دن اپنا والٹ فلیٹ میں چھوڑ آتا تھا۔تاکہ مصیبت کو جڑ سے ہی ختم کر دیا جائے۔۔نہ والٹ پاس ہو گا اور نہ اس میں سے پیسے دینے پڑے گئے۔۔

اسکی ان حرکتوں پر تنگ آتے کئی دفعہ انکو خود بل دینا پڑتا تھا۔اور اک بار غصے میں وہ اسے ریسٹورنٹ کے اندر ہی چھوڑ کر آ گئے تھے۔۔تاکہ وہ شرم کھاتے بل ادا کر کے وہاں سے نکلے۔۔

لیکن اگلی بار جب وہ اس ریسٹورنٹ میں واپس گئے۔۔تو پتہ چلا کہ عیس علی ہمدانی نے انکے ہاں سلطان احمد خان کے نام کا کھاتہ کھلوا دیا ہے۔جس میں عیس نے پچھلی بار کا بل ادھار میں لکھوایا تھا۔

عیس کی کرتوت پر جہاں سلطان کے ہوش اڑے تھے۔۔وہیں سلطان کے فیس کے ایکسپریشنز دیکھ کر ضرار اور سنان ہنس ہنس کر پاگل ہو گئے۔

ادھار کروا آتا ہوں۔۔

عیس چٹکیوں میں مسئلہ ختم کرتے اٹھنے لگا۔تو سلطان اسے نیچے کھینچتے ہوئے نیچے بٹھا گیا۔

بے غیرت انسان یہ شہر کا مشہور و معروف ریسٹورنٹ ہے۔کیوں عزت کا فالودہ بنانے پر تلا ہے۔اور اک تو مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگ تیری باتوں میں آ کیسے جاتے ہیں۔

سلطان دانت پیستے ہوئے آہستہ آواز میں بول رہا تھا۔۔تاکہ آس پاس بیٹھے لوگ انکی گفتگو سن نہ سکے۔۔

کیونکہ وہ سچ میں پچھلے ریسٹورنٹ کے سٹاف پر حیران ہوا تھا۔جنہوں نے عیس کے کہنے پر اسکا ادھار کھاتہ کھول دیا تھا۔اور بنا پیمینٹ کئے اسے باہر بھی نکلنے دیا تھا۔

اب میں اس بارے میں کیا ہی اپنی تعریف کروں۔۔

عیس شرمانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔توان تینوں کو شدید تیش دلا گیا۔۔

کمینے انسان کیا کرے گا اتنے بڑے بزنس کی کمائی کا۔۔

ضرار نے غصے سے دوچار ہوتے اس سے اسکی دولت کا پوچھا تھا۔۔کیونکہ بزنس کی دنیا میں اسکا اک نام تھا۔اور اس نام کی وہ کسی کو بھی ہوا نہیں لگنے دیتا تھا۔اپنے ظاہری حلیے سے وہ جہاں گنڈا نظر آتا تھا۔وہیں اتنا ہی چھپا رستم امیر ترین بھی تھا۔

یہ بے غیرت انسان اس عمر میں انکل سے نوکری کروانے سے باز نہیں آرہا تم لوگوں کو کیا ہی حساب دے گا۔۔

سلطان تاسف سے سر ہلاتے بولا تھا۔۔جبکہ عیس کے تاثرات ایسے تھے۔جیسے یہاں اسکی نہیں کسی اور کی بات ہو رہی ہو۔۔

دیکھا ہمارا خان کتنا سمجھ دار ہے۔۔۔

عیس امپریس ہوتے ہوئے بولا۔ تو وہ تینوں گہری سانسیں خارج کرتے خود کو پر سکون کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔

توبل دے گا کہ نہیں۔۔۔

سنی نے آخری بار پھر پوچھا تو عیس اپنی ہیزل براؤن اکھیوں سے اسے دیکھ گیا۔ سنی تو اسکی ایکٹنگ پر جتنا بھی حیران ہوتا کم تھا۔۔۔

میں کہاں سے پیسے دوں میرے پاس تو پیسے ہیں ہی نہیں یار۔۔۔

عیس نے پھر معصومیت سے لبریز بوتے جواب دیا تھا۔ اگر کوئی بھی اجنبی انسان عیس کو ایسے دیکھ لیتا تو اسکے دوستوں کو سنانے سے باز نہ آتا جو اپنے غریب دوست سے اتنا مہنگا بل ادا کروانے کے لئے زبردستی کر رہے تھے۔

سنی گاڑی میں جاؤ اور ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے بلیک کلر کا والٹ پڑا ہے وہ لے کر آؤ۔۔۔

سلطان نے اپنی نیلی آنکھیں عیس پر گاڑتے اسکا پول کھولا تو اسکی بات سنتے جہاں عیس ٹھٹکا تھا۔ وہیں آنکھوں میں چمک لیے سنی جلدی سے باہر کی جانب بھاگ نکلا

عیس اپنی جگہ سے اٹھتے سنی کے پیچھے جانے لگا تو ضرار اسے پیچھے کھینچ کر بازو کے شکنجے میں قید کر گیا۔

عیس ان سب سے آخر میں گاڑی سے نکلا تھا۔ ضرار اور سنان ان کے آگے ریسٹورنٹ میں پہلے داخل ہوئے تھے۔۔ لیکن سلطان نے مڑتے ہوئے اپنے نمونے کی کرتوت کو ملاحظہ کر لیا تھا۔ جو شیطانی مسکراہٹ سے اپنی پینٹ کی پاکٹ سے والٹ نکال کر ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے چھپا کر باہر نکلا تھا۔

سنی ہاتھ میں والٹ گھماتے ہوئے سیٹی کی دھن بجاتے ہوئے عیس کے سامنے آیا تو عیس اسکے ہاتھ میں اپنا والٹ دیکھ کر تڑپ گیا۔۔

دیکھ سنی دشمنی اپنی جگہ پر یہ کمینہ پن تجھ پر بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ تو سفید گولڈن بوائے ہے ویسے ہی رہ۔ پر اگر یہ کمینہ پن کرے گا تو میری نظر میں تو اندھیرا بن جائے گا۔۔

سنی کو اپنے والٹ سے پیسے نکالتے دیکھ کر عیس ضرار کی گرفت میں دہائیاں دیتے جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا تھا۔۔تاکہ کسی طریقے بھی اپنے پیسے بچا سکے۔۔

پر اسکی دہائیوں پر کوئی بھی کان نہیں دھر رہا تھا۔

سنی زرا پچھلے بل کے پیسے نکال کر مجھے دینا۔۔۔

سلطان نے سنی کو مخاطب کرتے کہا۔ ویٹر کو بل دینے کے ساتھ ساتھ سنان نے فراغ دل سے اچھی خاصی ٹپ بھی دی تو وہ خوش ہوتے چلا گیا تھا۔

وائے ناٹ خان۔۔

سلطان کی بات پر سنی نے پرجوش کرتے اسے پیسے نکال کر دیے تھے۔

اس نے مجھ سے بھی دس ہزار ادھار لے رکھے ہیں۔ جو پچھلے تین مہینوں سے واپس نہیں کر رہا۔ جب بھی مانگو تو سالا مہنگائی کے رونے رونے لگ جاتا ہے۔۔

ضرار نے لگے ہاتھ اپنا حساب بھی کلیئر کروانا چاہا تھا۔ اور ساتھ عیس پر اک خطرناک گھوری بھی ڈالی تھی۔۔

جس کے اس وقت دل پر چھڑیاں چل رہیں تھیں۔ اپنے والٹ کو خالی ہوتے دیکھ کر وہ تکلیف سے آنکھیں ہی بند کر گیا تھا۔۔۔

لو تم پکڑو اپنے دس ہزار ادھار والے اور پانچ ہزار سود کے جو اتنی مدت کے ادھار کے پیسوں پر بنتا ہے۔۔

سنی نے گنتی کرتے ہوئے ضرار کو پندرہ ہزار پکڑائے تو عیس چیخ پڑا تھا۔

سالوں سود حرام ہوتا ہے۔۔

ہاں بس سارے حرام کام تیری دفعہ حلال ہو جاتے ہیں۔ تیرا یہ ایمان اس وقت کہاں ہوتا ہے جب تو ہم سے ٹھگنے میں لگا ہوتا ہے۔۔

سلطان عیس کے سر پر تھپڑ رسید کرتے اسکی پونی کھینچتے ہوئے بولا۔ توعیس نے بیچارہ سا منہ بنالیا۔۔

یہ میں اپنے پیسے رکھ رہا ہوں جو تو نے پچھلے سال کے مجھے دینے ہیں۔۔اور کل ملا کر سود بھی اس میں شامل ہوا تو یہ سارے باقی بچے پیسے میرے ہی ہوئے اب۔۔

اوپس آپکا والٹ تو خالی ہو گیا ہے۔۔اب خالی والٹ دینا تو اچھی بات نہ ہوئی نہ۔۔ چلو تم یہ رکھ لو۔۔

باقی بچی پوری موٹی رقم سنی نے والٹ سے نکال کر اپنی پاکٹ میں رکھتے عیس کے والٹ میں سو کا نوٹ رکھ کر والٹ اسکے آگے پیش کیا۔ توعیس کا دل کیا دھاڑے مار مار کر رونا شروع کر دے۔ جو منٹوں میں اسکا والٹ خالی کرتے شان بے نیازی سے چلے گئے تھے۔۔

عرصے بعد توعیس علی ہمدانی انکے قابو آیا تھا۔۔ جسے وہ سستے میں تھوڑی بخش سکتے تھے۔

سالوں تم لوگوں کا پیٹ خراب ہو جائے۔۔ کمینوں میری ساری حق حلال کی کمائی کھا گئے ہو۔۔

عیس انکو گالیاں سے نوازتے ریسٹورنٹ سے باہر نکلا تھا۔۔

میں سوچ رہی ہوں کہ کیوں نہ ہم آئرہ کی منگنی کر دیں۔۔

سلطانہ بیگم نے بیڈ سے ٹیک لگاتے کہا۔ تو داؤد صاحب انہیں دیکھنے لگے۔

اپکو کس بات کی جلدی ہے بیگم ابھی تو میری ایرہ گڑیا انیس سال کی ہوئی ہے۔۔اور آپ کو اسکی شادی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔۔

داؤد صاحب نے بک سے نظریں اٹھاتے انہیں دیکھا۔

میں تو بس ایسے ہی سوچ رہی تھی کہ رشتہ پکا تو ہو ہی گیا ہے۔ تو بس چھوٹی سی رسم کر لیتے ہیں اب۔۔۔

سلطانہ بیگم نے عام سے انداز میں جواب دیتے اپنی آنکھیں کھول کر انکو دیکھا۔ تو داؤد صاحب ہنکارہ بھر گئے۔

ویسے بھی وہ اپنی دوستوں کے ساتھ آئے دن آؤٹنگ پر جا رہی ہوتی ہے۔ اور اسکی ساری دوستیں شادی شدہ ہیں۔۔ایسے میں یہ اکیلی ان میں غیر شادی شدہ ہوتی ہے۔ تو مجھے فکر لگی رہتی ہے۔ وہ تو اپنے شوہروں کے ساتھ ہوتیں ہونگی یہ اکیلی ان میں کیا کرتی ہوگی بھلا۔۔۔۔

سلطانہ بیگم اپنے دل کی بات بتاتی مزید گویا ہوئیں۔ تو داؤد صاحب پھر خاموشی سے ہنکارہ بھر گئے۔ داؤد صاحب کی مسلسل خاموشی پر سلطانہ بیگم اپنی نیند کے باعث آنکھیں بند کر گئیں تھیں۔

رات کے اس وقت بیٹھے بٹھائے اپنی بیگم کی بات پر وہ جتنا حیران ہوتے کم تھے۔ سچ میں عورت کسی وقت بھی کوئی بھی بات کر سکتی ہے۔۔وہ بس یہ ہی اخذ کر پائے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ ایرہ کی پڑھائی کے بارے میں فکر مند ہو رہی تھیں تو اگلے ہی پل انہیں منگنی کا بھی خیال آگیا تھا۔

وہ نفی میں سر ہلاتے لیمپ آف کر کے سونے کے لئے لیٹ گئے۔۔ کیونکہ صبح انہیں جلدی آفس کے لئے نکلنا تھا۔

کتنے دنوں سے تمہاری طبیعت خراب تھی۔ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں تھا۔۔

حسن صاحب خفگی سے بولے تھے۔ آج انکی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ اسی لئے وہ گھر پر ہی رکے ہوئے تھے۔ اور انہیں پتہ چلا تھا۔ کہ مشعل کو کافی دن بخار رہا ہے۔ لیکن وہ انکے اٹھنے سے پہلے سوئی ہوئی ملتی تھی۔ تو وہ اسکی نیند خراب ہونے کا سوچ کر اسے جگاتے نہیں تھے۔ کچھ مشعل کی ظاہری حالت دیکھ کر شاہدہ بیگم انہیں خود ہی مطمئن کر دیتیں تھیں۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں۔ کہ مشعل کی حالت دیکھ کر وہ تشویش میں مبتلا ہو جائیں۔ پر آج اتنے دونوں بعد انہوں نے مشعل سے شکوہ کیا تھا۔

جبکہ مشعل ابھی یونیورسٹی سے جو واپس آئی تھی۔ شاہدہ بیگم سے انکی طبیعت خرابی کا پتہ چلتے ہی سیدھا انکے کمرے میں چلی آئی۔ اور اسکے پیچھے عیس بھی انکے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اور اب عیس ان دونوں باپ بیٹی سے الگ تھلگ صوفے پر بیٹھے انکے راز و نیاز سن رہا تھا۔

بابا آپ نے بتایا کیوں نہیں صبح کہ آپکی طبیعت خراب ہے۔

مشعل نے چہرے پر پریشانی لیے انہیں دیکھا تو وہ اسکی فکر پر مسکرا دیے۔۔

ہاں اس پدی کو بتاتے جیسے میڈم ڈاکٹر بن رہی ہیں نہ۔۔

مشعل کی بات سنتے عیس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا۔ لیکن بڑبڑاہٹ کی آواز اتنی ضرور تھی جو مشعل اور حسن صاحب آسانی سے سن پاتے۔۔

عیس کی بڑبڑاہٹ پر مشعل نے چہرہ موڑتے گھور کر دیکھا تھا۔

برخوردار آپ یہاں سے دفع کیوں نہیں ہو جاتے اگر یہ سب بکواس ہی کرنی ہے تو۔۔

حسن صاحب نے میٹھے انداز میں عیس کو دفع ہونے کا کہا تو مشعل کی ہنسی نکل گئی۔ عیس نے خونخوار تاثرات سے پدی چڑیل کو دیکھا تھا۔ جو اسکی بے عزتی پر خوش ہو رہی تھی۔

تو اپکو کس نے کہا تھا بیمار ہو کمرے میں بیٹھ جائیں میں ٹھہرا نرم انسان آ گیا بس یہاں آپکی عیادت کرنے۔۔

عیس نے جوابی کارروائی کرتے عیادت پر خاصا زور دیا تھا۔ تاکہ کلیر کر سکے وہ یہاں کسی وجہ سے بیٹھا ہے۔۔

مشعل عیس کو آنکھیں دیکھا رہی تھی۔۔ تاکہ وہ جواب نہ دے۔۔ پر عیس علی ہمدانی کہاں اسکے قابو آ سکتا تھا۔۔

مجھے آپکا یہ احسان عظیم نہیں چاہیئے آپ یہاں سے جا سکتے ہیں مجھے اپنی بیٹی کے ساتھ وقت گزارنا ہے۔۔

حسن صاحب دروازے کی جانب اشارہ کرتے غصے سے پھر بولے تھے۔۔

ٹھیک ہے جارہاہوں، ویسے بھی کچھ دنوں بعد اپکو میری ضرورت پڑنے والی ہے۔امید ہے کہ جلدی ریزلٹ آنے والا ہو گا۔۔

عیس مشعل کو معنی خیزی نظروں سے دیکھتے سیٹی کی شوخ دھن بجاتے کمرے سے نکلا تھا۔۔ پیچھے حسن صاحب جان چھوٹنے پر شکر ادا کرتے مشعل کی طرف متوجہ ہو گئے۔جو اک دم سے گلابی ہو گئی تھی۔

چھی چھی کتنی بکواس پوزیشن ہے یہ۔۔

سنی موبائل پر نظر آنے والے منظر کو دیکھ کر بول اٹھا تھا۔۔

رات دس بجے وہ کلب میں بیٹھے تھے۔۔ موبائل کی سکرین پر نظر آنے والے منظر میں کوئی اور نہیں بلکہ نتاشہ فاخر تھی۔

جو کلب کے پرائیویٹ روم میں اک مرد کے بستر پر انتہائی نازیبا حالت میں موجود تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ کلب میں آئے تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ نتاشہ کس روم میں ہے۔

کیونکہ وہ مکمل تیاری کے ساتھ ہی کوئی قدم اٹھاتے تھے۔۔

نتاشہ کس وقت کس سے ملنے والی ہے۔ اور یہ ملاقات کس کمرے میں ہو گی۔ ضرار انکو آگاہ کر چکا تھا۔

جبکہ سلطان نے آگے کا لائحہ عمل تیار کرتے عیس اور سنی کو آگے کا کام سونپا تھا۔۔ جنہوں نے نتاشہ کی گندی میٹنگ شروع ہونے سے پہلے اسکے کمرے میں ہیڈن کیمرہ لگا دیا۔۔ تاکہ سب ثبوت اکھٹے کیے جا سکیں۔

ابے یہ نتاشہ کافر تو کسی سستی ہالی ووڈ موووی کی طرح اسے نوچنے میں لگی ہے۔

عیس سکرین پر نتاشہ کو دیکھ کر منہ بناتے بولا۔ تو سلطان اور ضرار متجسس ہوتے سکرین کے آگے ہو گئے۔

جہاں نتاشہ بیڈ پر لیٹے آدمی کے اوپر بیٹھتے اپنی شرٹ اتار کر اسکے ہونٹوں پر جھک گئی تھی۔

یہ سب دیکھ کر سنی کا چہرہ لال ہوا تھا۔ جبکہ عیس اسکی حالت پر قہقہہ لگا گیا۔ پر سلطان اور ضرار نے دانتوں تلے لب دباتے مسکراہٹ روکی تھی۔

او تیری یار یہ نتاشہ کافر تو بہت پہنچی ہوئی چیز ہے۔۔۔

عیس آنکھیں پھیلاتے گویا ہوا تھا۔ وہ مسلسل نتاشہ فاخر کو نتاشہ کافر بلا رہا تھا۔ بیچارہ اسکا باپ بھی نہیں جانتا ہو گا کہ اسے کوئی کافر بنا چکا ہے۔

یہ نیچے لیٹی لاش کو کچھ نہیں آتا کیا۔۔۔

نتاشہ کو مکمل طور پر بیڈ پر لیٹتے آدمی کی عزت سے کھیلتے دیکھ کر سنی کا دل کیا بیڈ پر لیٹے آدمی کو مکمل گنجا کر دے۔۔ نتاشہ کے ساتھ کمرے میں موجود آدمی درمیانی عمر کا تھا۔ جس کے آگے سے سر کے بال مکمل طور پر غائب تھے۔

سالہ گنجو نامرد کہیں کا۔۔۔

سنی اسکا مزید اک نیا نام رکھ گیا تھا۔۔

سکرین پر نتاشہ کو اپنے وجود سے آخری پردہ ہٹاتے دیکھ کر سلطان اور ضرار جلدی سے پیچھے ہوئے تھے۔

سالوں پوری فلم دیکھنی ہے کیا اب۔۔۔

ضرار انکو مسلسل سکرین پر آنکھیں پھاڑے دیکھ کر تلملاتے پوچھ بیٹھا۔

تو وہ دونوں بے شرمی سے سر ہاں میں ہلاتے پھر سکرین کی جانب متوجہ ہو گئے۔

آپس کی بات ہے یہ نتاشہ مجھے بہت ٹرینڈ لگ رہی ہے۔اور اگر غلطی سے ہمارے عیس کو اس نتاشہ کافر سے محبت ہو جاتی تو کیا اسکی عزت بھی وہ ایسے ہی لوٹتی۔۔۔

سنی نے سلطان اور ضرار کی جانب چہرہ موڑتے مسخرے پن سے پوچھا تو جہاں وہ دونوں ہنستے چلے گئے تھے۔ وہیں عیس نے زور سے اپنی کہنی اسکے پیٹ میں ماری تھی۔

بے غیرت انسان۔۔۔

سنی کے چھیڑنے پر عیس اسے گالیوں سے نوازنے لگا تھا۔ جبکہ سنی مسلسل نتاشہ کو عیس کی عزت لوٹتے ہوئے امیجن کر کے چٹکلے چھوڑتے ہوئے اپنے ساتھ ساتھ سلطان اور ضرار کو بھی ہنسائے جا رہا تھا۔ عیس اسے گھورنے کی ناکام کوشش میں تھا بس۔۔

کلب کے اندرونی حصے میں بیٹھ کر وہ سب نتاشہ کے نکلنے کا ویٹ کر رہے

تھے۔

جو دو گھنٹے بعد اپنے پرائیوٹ کمرے سے باہر نکلی تو سیدھی باہر نکلتے اپنی گاڑی میں بیٹھتے گاڑی زن سے بھگا کر لے گئی۔

نتاشہ کی گاڑی کے پیچھے وہاں سے اک بلیک گاڑی بھی نکلی تھی۔
کمرے سے تھوڑی دیر بعد وہ آدمی بھی نکل آیا تھا۔جو کچھ دیر پہلے نتاشہ کے ساتھ بیڈ پر موجود تھا۔

کلب سے باہر نکلتے ہی وہ آدمی بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔
آدھا گھنٹہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس آدمی نے اک ہوٹل کے سامنے آکر اپنی گاڑی روکی تھی۔یہ وہ ہی ہوٹل تھا جہاں کچھ دن پہلے بلیک گینگ پر حملہ ہوا تھا۔

گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے وہ ہوٹل میں داخل ہوا۔۔ لیکن ہوٹل مکمل طور پر خالی نظر آرہا تھا۔ جبکہ رات کے اس وقت بھی اس ہوٹل میں یہاں لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔۔

اج اس وقت ہوٹل کو سنسان دیکھ کر وہ حیرت میں چلا تھا۔ ابھی تین گھنٹے پہلے ہی تو وہ ہوٹل سے نکل کر کلب کی طرف گیا تھا۔۔ تو پھر ابھی کہاں سب غائب ہو گئے۔

ہوٹل کا سٹاف بھی کہیں نہیں نظر آرہا تھا۔ لیکن ہوٹل ویسے ہی روشن تھا۔۔ جیسے وہ تین گھنٹے پہلے چھوڑ کر گیا تھا۔

متجسس ہوتے وہ آگے بڑھتے ہوئے ہوٹل کی بیک سائیڈ پر چلا آیا تو دیکھا یہاں بھی سب ویران پڑا تھا۔

ٹیبلز پر کھانے کی اشیاء ویسے کی ویسے پڑیں تھیں۔ لیکن ان کو کھانے والے لوگ غائب تھے۔

وہ حیرت میں گرتا جارہا تھا۔ منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے اسسٹنٹ مینیجر کو فون کرنے ہی والا تھا۔۔ کہ اسے ہوٹل کے داخلی حصے سے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی تھی۔۔

وہ متجسس ہو کر وہاں سے پلٹ کر ریسپشن پر آیا تو اسے وہاں دو انسان بیٹھے نظر آئے تھے جو کچھ دن پہلے انکے ہوٹل میں رات گزارنے کے لئے رکے تھے۔

آیئے مینجر کیف صاحب۔۔۔

عیس دلکشی سے مسکراتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔تو وہ آنکھوں میں حیرت و سوال لیے اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھنے لگا۔۔۔وہ اس وقت یہاں کیا کر رہے تھے۔

ویسے کافی اچھے سے نتاشہ فاخر نے آپکی عزت لوٹی ہے۔۔
عیس اسکے کان پر جھکتے سرگوشی میں بتایا تو اچانک مینجر کا چہرہ متغیر ہوا تھا۔ جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔
عیس کی بات پر وہ اپنے حواس پر قابو پاتے چیخ اٹھا تو پیچھے کھڑے سنان مصطفیٰ کا دل کیا اس گنجے کو بجا کر دے۔۔جو نوٹنکی کرنے لگا تھا۔

ویسے کافی ڈھیلے ثابت ہوئے ہیں ڈئیر مینجر صاحب اپ، سب کچھ تو لڑکی ہی

کر رہی تھی۔آپکی ٹانگوں میں پانی پڑ گیا تھا کیا، یا پھر اپکو سب کچھ لڑکیوں سے کروانے کا شوق ہے۔۔

سنی نے افسوس زدہ لہجے میں استفسار کیا تو میجر کا رنگ مزید زرد کتا چلا گیا تھا۔۔

کیا بولے جا رہے ہو تم لوگ پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔۔

مینجر کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا تھا۔۔اسی لئے وہ اپنی چوری پر چیخنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

ویسے پوزیشن اچھی تھی۔۔۔

عیس معنی خیزی سے مزید گویا ہوا۔تو مینجر جو انہیں تھوڑا بہت ہینڈل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔عیس کی بات سنتے وہ سر تا پیر ہل گیا تھا۔کچھ بولنے کو پاس بچا ہی نہیں تھا۔۔

تم لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہو۔ مینجر نے ہکلاتے ہوئے انکے انکا مقصد پوچھا۔ تو سنی اسکے سوال پر متاثر ہوتے سر لانے لگا۔۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ بہت اچھا سوال کیا ہے تم نے۔۔

کچھ دن پہلے اس ہوٹل میں حملہ ہوا تھا۔ اور حیرت ہے کہ ہوٹل کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا، اسکا کیا راز ہے مینیجر صاحب۔۔

عیس نے زرا سا جھکتے ہوئے سوال کیا تو مینجر انکے سوال پر ان دونوں کو سہمی ہوئی چڑیا کی مانند دیکھنے لگا تھا۔

میں نے حملہ نہیں کروایا تھا۔

مینجر نے جلدی سے انہیں وضاحت دی تو وہ دونوں اک دوسرے کو دیکھ کر آنکھیں مٹکانے لگے۔۔ یہ انکا خاص انداز تھا۔ جو ظاہر کرتا تھا۔ کہ انہیں

سامنے والی بات پر یقین کرنا چاہئے۔

ابے گنجو ہم نے کب کہا تھا کہ وہ حملہ تم نے کروایا تھا۔۔
سنی نے تڑکتے بھڑکتے ہوئے اسے گنجو مخاطب کیا تو وہ شرمندگی کی انتہا پر
پہنچتے بے اختیار اپنے سر کے بالوں کو چھونے لگا۔
مینجر کے اپنے بالوں کو چھونے پر ان دونوں کا قہقہہ گونجا تھا۔

چل تیرے گنج پن کے واسطے ہم تجھے بتاتے ہیں کہ ہم کون ہیں۔۔
سنی ہنستے ہوئے اسے قریب آیا تو وہ پسینے سے شرابور ہوتے ان دونوں کو
دیکھنے لگا۔وہ جس طرح ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہے تھے۔دور سے
کھڑا کوئی بھی آدمی کہہ سکتا تھا۔کہ وہ اپنے یار سے باتیں کر رہے ہیں۔

اب سیدھی طرح بتا نتاشہ تیری کیا لگتی ہے۔اور آج کلب کے کمرے

میں تم دونوں کیا کر رہے تھے۔
سنی نے اسکے چہرے پر نظریں جماتے قریب آکر سوال کیے تھے

ہم کمرے میں کچھ نہیں کر رہے تھے اور میں کسی نتاشہ کو نہیں جانتا۔۔۔
مینجر نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے انہیں جواب دیا۔
جبکہ میجر کے جواب پر عیس نے گھور کر سنی کو دیکھا تھا۔ تو وہ سوری کہتے اپنی گولڈن آنکھیں ٹمٹمانے لگا۔ عیس کی گھوری کا مطلب وہ اچھے سے سمجھ گیا تھا۔

کمینے سوال تو صحیح سے پوچھ کم از کم پھر یہ گنجو بے غیرت بعد میں کہتا پھرے گا۔۔ کہ یہ سوال تو سیلبس میں ہیں ہی نہیں تھے۔۔
عیس نے چہرہ موڑتے سنی کو جھاڑ پلائی تو وہ متفق ہوتے سر ہلا گیا۔۔ کیونکہ وہ کمرے میں کیا کر کے آیا تھا یہ سب کچھ تو سنی نے خود دیکھا تھا۔۔ کمرے

کا منظر یاد آنے پر اسکا دل خراب ہوا تھا۔
مینجر ٹکر ٹکر ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

کمینے گنجو بیڈ پر اگر نتاشہ کا فر تیرے ساتھ نہیں تھی تو تو کیا پلاسٹک کی گڑیا کے ساتھ مزے لے رہا تھا۔ تو بولا کہ تو کمرے میں کچھ نہیں کر رہا تھا۔ تو دو گھنٹے کیا کسی چڑیل کے ساتھ جھگ مار کے آیا ہے تو۔۔
عیس نے ہیزل براؤن آنکھیں دیکھاتے مینجر کو گھورا تو مینجر جہاں پھر متغیر ہوا تھا۔ وہیں عیس کے پلاسٹک گڑیا کہنے پر سنی دانتوں تلے لب دبا گیا تھا۔

اگر ان دنوں کے بگ بوس انکی ایسی واحیات بکواس سن لیتے تو یقیناً انکی بینڈ بجا دیتے۔۔

دیکھو تم لوگ کیا چاہتے ہو مجھ سے وہ بتاؤ بس۔۔

مینجر انکی باتوں سنتے جہاں زمین میں دھنستا جارہا تھا وہیں وہ ان سے انکا مقصد پوچھ گیا۔ کیونکہ وہ انکی ایسی باتیں سننے کی مزید ہمت نہیں رکھتا تھا۔ اسکے ذہن میں بیڈ پر لڑکی کے ساتھ گزارا ہوا اک اک لمحہ گردش کرنے لگا تھا۔

دیکھا اب۔۔

عیس نے اتراتے ہوئے سنی کو دیکھا تھا۔ جیسے بتانا چاہ رہا ہو کہ دیکھو ایسے سوال پوچھتے ہیں۔۔

علی جلدی کرو طوفان ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔۔

سنان نے اپنی واچ کی آواز پر عیس کو کوڈ ورڈ میں کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔

تم نے آج کی رات رنگین کرنے اور پیسے کے لالچ میں غداری کرتے

ہوئے چار دن پہلے ہماری مخبری کی تھی۔ حلانکہ اس ہوٹل کو بک کرتے وقت یہ بات یقینی بنائی گئی تھی۔ کہ ہماری موجودگی کی خبر باہر نہیں نکلے گی۔ مزید احتیاط کرتے ہوئے ہم نے تمہارے سٹاف کی چھٹی کر کے اک رات کے لئے یہاں اپنا ہائیر کیا ہوا سٹاف رکھا تھا۔ ہوٹل کے سٹاف میں صرف اک فقط تم یہاں موجود تھے کیونکہ تم ہوٹل کے مینجر تھے۔۔

یار علی کیوں وقت برباد کر رہا ہے اس گنجو پر ٹھوک بھی دے اب۔۔

سنی نے کوفت سے اپنی گن نکال کر مینجر کی ٹانگ پر فائر کیا تو خالی ہوٹل میں مینجر کی چیخ گونج گئی۔

عیس نے گھور کر اپنے نمونے کا دیکھا جو کبھی بھی صبر سے کام نہیں لیتا تھا۔ عیس کے گھورنے پر سنی نے کندھے اچکاتے اپنی گن پر پھونک ماری تھی۔

سالے سوال جواب تو کرنے دیتا۔۔

عیس نے گھورتے ہوئے اسے جھاڑ پلانا چاہی تو سنی منہ ٹیڑھ کر گیا۔

ہاں یہ گنجو نامرد ہمارا رشتہ دار لگتا ہے نہ جو تجھے اس سے مذاکرات کرتے ہوئے معاملہ سنبھالنا ہے۔۔۔

سنی نے چباتے ہوئے الفاظ ادا کیے تھے۔اور ساتھ کان میں انگلی رکھی تھی۔۔کیونکہ مینجر کی چینخیں بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

گنجو تجھ کس نے کہا تھا غداری کرنے کو یہ جس نے تجھ پر گولی چلائی ہے نہ اس نے بدلہ لیا ہے۔ تیری وجہ سے ہمارے خان کو گولی لگی تھی اسکا علاج اس ڈاکٹر کو کرنا پڑا تھا۔ تو اسے نے غصے میں تجھے ٹھوک دیا۔۔ کیونکہ یہ جس کا علاج کرتا ہے اسکو زخم دینے والے کو پھر بدلے میں ٹھوک دیتا ہے۔

عیس نے گھٹنے کے بل بیٹھتے ہوئے افسوسناک انداز میں سنی کے فائر کی

وجہ مینجر کو بتا رہا تھا۔ تو مینجر اپنا رونا بھلا کر سنی کو دیکھنے لگا تھا۔ جو عیس کی فضول بکواس پر اسے گھور رہا تھا۔

مجھے معاف کر دو میں لالچ میں آ گیا تھا۔۔

مینجر تکلیف سے بلبلاتے ہوئے معافی مانگنے لگا تو عیس نے اپنی گن نکالتے اسکے بازو کا نشانہ لے لیا۔۔

عیس ہری اپ۔۔

سنی گھڑی میں وقت دیکھتے اچانک زور سے بولا تھا۔۔

اگر اپنی جان بچانا چاہتا ہے نہ تو دس منٹ میں اس ہوٹل سے باہر بھاگ جا کیونکہ یہاں بلاسٹ ہونے والا ہے۔ تیری جان بخشی صرف تیرے بچوں اور بیوی کی وجہ سے کی گئی ہے۔ اسی لئے فائر صرف ٹانگ اور بازو میں لگے

ہیں۔ورنہ یہ دماغ اور دل پر بھی لگ سکتے تھے۔۔اب یہاں سے رینگ کر نکل یا بھاگ کر یہ تجھ پر ڈیپنڈ ڈ ہے۔۔

عیس اپنی بات مکمل کرتا سنی کا ہاتھ پکڑے وہاں سے باہر کی جانب بھاگا تھا۔ جبکہ زمین پر گرا مینجر بھی ہوش میں آتے اٹھتے گرتے باہر بھاگنے لگا تھا۔

سنی اور عیس اپنی تیز رفتار سے ابھی بھاگ کر گاڑی کے پاس پہنچے ہی تھے۔ کہ اس عالیشان عمارت میں اک زوردار دھماکہ ہوا تھا۔اور اسی وقت سلطان اور ضرار کی گاڑی وہاں رکی تھی۔جو ہوٹل کو آگ میں لپٹے دیکھ کر جلدی سے باہر نکل کر بھاگنے لگے تھے۔ابھی وہ دو چار قدم کی اٹھا پائے تھے کہ انکے نمونے اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے انکولیز کھاتے ہوئے نظر آرہے تھے۔۔جیسے حقیقت میں ہوٹل کو آگ نہیں لگی تھی بلکہ سینما میں موووی کا سین چل رہا تھا۔

سالوں یہ کیا کر دیا ہے تم لوگوں نے۔۔۔
سلطان بھڑکتے ہوئے انکے سر پر پہنچا تھا۔اور ضرار کا بھی کچھ ایس ہی حال تھا۔

لیکن ان دونوں کے لیز کھانے کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔بنا کوئی اثر لئے وہ منہ چلاتے ہوئے مسلسل لیز کھائے جا رہے تھے۔

اپنی کھانہ وہ کس سہیلی کے لئے بچا کر رکھی ہے تو نے۔۔
عیس کو اپنے لیز کے پیک میں ہاتھ ڈالتے دیکھ کر سنی نے غصے سے کہا تھا۔

وہ میں اکیلا بعد میں کھاؤں گا جب تیری ختم ہو جائے گی۔۔
عیس نے مطمئن انداز میں منہ میں لیز رکھتے جواب دیا تو سنی اسے خونخوار

تاثرات سے دیکھتے اسکا ہاتھ جھٹک گیا۔اور جلدی سے ساری لیز ہاتھ پر نکال کر منہ میں ڈالی تھی۔اب گھورنے کی باری عیس کی تھی۔۔پر سنان کو دلی خوشی محسوس ہونے لگی تھی۔ جس نے اپنی ساری لیز خود ہی کھائی تھی۔

کمینوں کچھ بکواس پوچھی ہے ہم نے۔۔۔

ضرار دونوں کو خود میں گم دیکھ کر گرجا۔تو وہ دونوں دانتوں تلے لب دباتے انکی طرف دیکھنے لگے۔۔

مینجر کہاں ہے۔۔

انکے کچھ بھی بولنے سے پہلے سلطان نے استفسار کیا تھا۔۔

وہ گنجو سیب وہاں اڑتا ہوا گرا ہے۔۔۔

سنی نے معصومیت سے دائیں جانب اشارہ کرتے بتایا تو وہاں وہ سچ میں بے

ہوش پڑا تھا۔ وہ باہر نکلنے میں کامیاب تو ہو گیا تھا۔۔ لیکن آپنے پیچھے ہوتے دھماکے کی وہ سے وہ اڑتے ہوئے جہاں آ گرا تھا۔ اسکے اڑنے کے منظر کو بغور سنان نے دیکھا تھا اسی لئے اسے سیب کا لقب دے گیا۔۔

کچھ کیا تو نہیں تم لوگوں نے اسکے ساتھ۔۔۔

سلطان نے مشکوک نظروں سے دوسرا سوال کیا تو وہ دونوں پھاہے کٹنی عورتوں کی طرح کانوں کو ہاتھ لگاتے توبہ توبہ کرنے لگے۔

خدا بچائے ایسے منحوس گنجو سے، نتاشہ کافر اسکی عزت پہلے ہی لوٹ چکی ہے۔۔ بھلا ہم نے اس باسی دہی کے ساتھ کیا کر لینا تھا۔

عیس نے برے مناتے جواب دیا تو ضرار اور سلطان انکے ڈرامے پر گہری سانس خارج کرتے اپنی اپنی شیو پر ہاتھ پھیر گئے۔۔ سلطان کے اشارے پر ضرار مینجر کو دیکھنے کے لئے اسکی جانب گیا تھا۔۔

خان اسے گولیاں لگیں ہیں۔۔۔

ضرار نے واپس آتے ان بے غیرتوں کو دیکھ کر چباتے ہوئے بتایا۔۔اس سے پہلے کہ سلطان انکو کچھ کہہ پاتا۔ ہوٹل میں اک آخری زوردار دھماکہ ہوا تھا۔ جس سے ہوٹل کی عمارت مکمل طور پر زمین بوس ہو گئی۔

دھماکے پر ضرار اور سلطان کی توجہ ہوٹل پر دیکھ کر سنی اور عیس نے شکر ادا کیا تھا۔

یہ کیوں کیا ہے۔۔۔

ضرار نے چبتی نظروں سے ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے استفسار کیا۔۔

کیونکہ یہاں پر اب ہمارا پرنسز لینڈ بنے گا۔۔

عیس نے جلتی ہوئی آگ کی طرف دیکھتے ریلیکس انداز میں بتایا تو وہ دونوں

اسے دیکھ گئے۔

یہ جتنے کام تم لوگوں نے آرڈرز کے خلاف جا کر کئے ہیں نہ ان سب کو اب بھگتنا خود تم دونوں۔۔۔

سلطان نے سلگتے ہوئے کہا تو عیس اور سنان اپنی اپنی بتیسی دیکھا گئے تھے۔

جس پر ضرار اور سلطان دونوں کا خون کھولنے لگا تھا۔

سلطان اور ضرار اچانک آگے بڑھتے ان دونوں کی گردن مڑوڑ گئے تھے۔

تو انکے کب کے رکے ہوئے قہقہے اس ویرانے میں گونجنے لگے۔ جس پر آخر ضرار اور سلطان بھی ہنس پڑے تھے۔

ضرار اور سلطان کو پیچھے ہٹا کر عیس اور سنان اچانک سے انکے گلے لگے

تھے۔ جس پر وہ دونوں ساکت ہو گئے تھے۔۔ کیونکہ ان دونوں کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

تجھے گولی صرف بازو پر لگی تھی۔۔ لیکن تکلیف یہاں اندر تک پہنچی تھی ہمیں۔ میں اسی وقت سوچ لیا تھا۔ کہ جس جگہ پر ہمارے جگر کا خون بہا ہو وہاں ہم غیر لوگوں کو قدم بھی نہیں رکھنے دیں گئے۔ اسی لئے راتوں رات ہم نے یہ ہوٹل خرید لیا ہے۔ اور آج اسے ایسے تباہ کرنے کا اک ہی مقصد تھا۔

تاکہ دیکھنے والے سبق حاصل کر لیں۔ کہ بلیک گینگ کے کسی اک ستون کو بھی اگر کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو ہم اسے اسی آگ میں بھون کر رکھ دیں گئے۔۔

عیس نے سلطان کے گلے لگے ہوئے مضبوط لہجے میں اک اک لفظ کہا۔ تو سلطان اور ضرار کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔

کیونکہ وہ بہت کم انکے سامنے اپنا یہ روپ ظاہر کرتا تھا۔اور جب بھی کرتا تھا۔انکو حیران کر دیتا تھا۔

یہاں پر بناؤ گئے کیا اب۔۔
ضرار نے نم آنکھوں سے مسکراتے سوال کیا تھا۔۔

یہاں پر ہماری پریوں کے لئے پرستان بنے گا۔
سنی نے رازدارنہ لہجے میں جواب دیتے انکشاف کیا تو ضرار اور سلطان الجھ گئے۔

ابھی سمجھ نہیں آئے گا تم لوگوں کو تھوڑا ویٹ کر لو پھر اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔
عیس نے انکے الجھنے پر کہا تو وہ دونوں سر ہلا گئے تھے۔۔

تم لوگ اب یہاں سے نکلو میں زرا گرمی میں گرماہٹ محسوس کر کے آتا ہوں۔۔

عیس نے اپنے پرانے روپ میں آتے ہوئے سنی کو دیکھ کر کمینے پن سے کہا تو عیس قہقہ لگاتا جلدی سے گاڑی میں بیٹھتے وہاں سے دھول اڑاتے ہوئے گاڑی بھگا نکلا تگا۔۔ جبکہ پیچھے سنی سلگتا رہ گیا تھا۔

ضرار نے اپنے آدمیوں کو بلا کر زمین پر پڑے بے ہوش پڑے مینجر کو ہوسپٹل پہنچانے کا کہا تھا۔۔اور خود بھی وہ تینوں وہاں سے نکل گئے تھے۔

نیند میں مشعل کو اپنی ٹانگوں پر جلتا ہوا لمس محسوس ہوا تو وہ مشکل سے نیند سے بھاری ہوتی آنکھیں کھول کر سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ لیکن اندھیرے میں وہ کچھ بھی دیکھ نہیں پائی تھی۔۔

لیکن ٹانگوں پر رینگنے والا لمس جب اوپر کی جانب بڑھنے لگا تو مشعل بے چین ہوتے بیڈ شیٹ کو پکڑ گئی۔

عیس بارہ بجے گھر پہنچ کر کھڑکی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی جل رہی تھی۔۔ اور اسکا چھوٹا چوزہ اسکی براؤن ٹی شرٹ پہنے سکون سے گہری سانسیں کھینچتے سو رہا تھا۔۔

ابھی چار دن پہلے مشعل نے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی بھی اسکی ٹی شرٹ نہیں پہنے گی۔ جب سے ڈریسنگ ایریا میں اسکی دوستوں نے اسکی ہاٹ لک

دیکھی تھی۔۔وہ اسے میسج کرتے ہوئے چھیڑ رہیں تھیں۔۔

اس دن مشعل نے واپس کمرے میں آکر سوئے ہوئے عیس کے بالوں کو کھینچتے ہوئے اپنا غصہ نکالا تھا۔ نیند میں ایسے حملے پر عیس کے ہوش ٹھکانے لگے تھے۔ کیونکہ حملہ اسکے جان سے پیارے بالوں پر کیا گیا تھا۔

جاگنے پر جب اس نے مشعل کے غصے کی وجہ جاننا چاہی تو مشعل چیختے ہوئے اسے بتا گئی تھی۔ جس پر عیس دانتوں تلے لب دباتے مسکراہٹ روک گیا تھا۔ وہ ہنس کر اسے مزید غصہ نہیں دلانا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ وہ شرمیلی چوزی ہے۔۔دوستوں سے شرم آنے پر وہ غصے میں ہے۔ عیس نے تب مشکل سے اسے قابو کر کے پھر اپنے ساتھ سلا دیا تھا۔

لیکن آج پھر اسے اپنی ٹی شرٹ میں دیکھ کر اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلے

تھے۔

عیس۔۔۔

مشعل نے اپنی ٹانگوں پر جھکے ہوئے عیس کو پکارنا چاہا۔۔وہ ابھی تک اسکا چہرہ نہیں دیکھ پائی تھی۔کیونکہ وہ چہرہ جھکائے ہوئے اسکی ٹانگ پر ہونٹوں کا لمس چھوڑ رہا تھا۔

مشعل کے بیدار ہونے پر تضاد اسکے نرم ہونٹوں سے اپنا نام سنتے عیس نے اک جھٹکے میں اسکا ٹراؤزر کھینچ کر اتارا تو وہ چیخ اٹھی۔۔

جبکہ عیس اسکی چیخ کو نظر انداز کرتے اسکی شرٹ اوپر کرتے اسکی ناف پر ہونٹ رکھ گیا تھا۔۔ مشعل کو اپنے جسم میں کرکٹ ڈورتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔وہ اسے یونیورسٹی سے گھر چھوڑ کر تب سے غائب اب اچانک

ایسے آیا تھا۔

عیس نے بے خود ہوتے اسکی ٹانگوں پر ہونٹ رکھے تو مشعل کی اچانک سسکی نکلی تھی۔

وہ ٹانگوں کو الجھاتے اسے دور ہٹانے لگی۔۔جو اک دم سے پھر اسکے اوپر آ کر اسکے ہونٹوں سے لپٹ گیا تھا۔

مشعل کے ہونٹوں کو زرا سی رہائی بخشتے عیس نے اپنی شرٹ اتار کر نیچے پھینک دی تھی۔اور ساتھ ہی مشعل کو بھی ہر پردے سے آزاد کرتے خود کے ساتھ جلدی سے لپٹایا تھا۔ مشعل اسکے جنونی روپ پر سہمنے لگی تھی۔ اس کے برعکس مشعل کے نرم و ملائم بدن کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹاتے ہی عیس کے انگ انگ میں سکون ڈور گیا تھا۔

کیاہو گیاہے اپکو۔۔۔

خود کو چھپاتے ہوئے مشعل نے ڈرتے ہوئے پوچھاتو عیس اپنی سرخ ہیزل براؤن آنکھوں سے اسے بے باک نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

وہ اسکے دیکھنے کے انداز پر لرزنے لگی تھی۔۔

آدھی رات کو تمہاری قربت کسی زہریلے نشے کی طرح میرے جسم کو تڑپانے لگتی ہے۔ کہ میرا جسم اس چھوٹے نرم وملایم بدن کو خود کے ساتھ لپٹانے کے لیے مچلتے ہوئے مجھے پاگل کرنے لگتا ہے۔ تمہاری قربت و محبت میرے لئے نشے کی مانند ہو گئی ہے۔اور میں یہاں اپنا نشہ پورا کرتے سکون حاصل کرنے آیا ہوں۔۔

عیس نے اسکی گردن کو مسلسل چومتے ہوئے اپنا اک ایک لفظ اسکے گوش

گزارا تو مشعل کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں تڑپ اٹھتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ گہرے سانس لیتی آنکھیں بند کر گئی۔۔ عیس کے بے باک لفظوں کے بعد کچھ کہنے کو بچا نہیں تھا۔۔اسی لئے وہ اسکے بالوں میں اپنا ہاتھ الجھا گئی۔۔

مشعل کو گہرے سانس لیتے دیکھ کر عیس نے مبہوت ہو کر اسکے سفید خوبصورت بدن کو دیکھا تھا۔آنکھوں میں خماری لیے وہ اسکی ڈھرکنوں پر جھکنے کے ساتھ ساتھ اسکی ٹانگوں کو کمر پر سیٹ کیے اسکے اندر داخل ہوتے مشعل کو آخری حد تک تڑپا گیا۔کہ وہ سسکتے ہوئے عیس کے کندھوں پر دانت گاڑنے لگی تھی۔

جبکہ عیس ہمشیہ کی طرح اسے ریلکس کرتے اپنی شدتوں پر پاگل کرنے کے شوق میں مگن ہو گیا۔

سنی کے بچے تم خود بھی مر و گئے اور ساتھ مجھے بھی مروا گئے کسی دن۔۔

شزا اسے شرم دلاتے دبے دبے انداز میں بول پڑی تھی۔ جس نے آدھی رات کو ہزاروں کالز کر کے اسے اٹھنے پر مجبور کیا تھا۔۔

ڈئیر بھابھی کیوں ڈرتی ہیں میں اس گھر کا اکلوتا داماد ہوں۔ اپکی اکلوتی نند کا سہاگ ہوں۔ بھلا مجھے کوئی کچھ کہہ سکتا ہے کیا۔۔

سنی نے دروازے سے اندر داخل ہو کر ڈرامائی انداز میں کہا تو شزا اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے لگی۔ اس گھر کا داماد بہت بڑی فلم تھی۔۔ اسے اتنا تو

اندازہ ہو ہی گیا تھا۔

شوکھے انسان میں بھی اس گھر کی بہو ہوں اور میرا عہدہ تمہاری نسبت سینسیٹو ہے۔ تمہاری سیٹ تو پھر اونچی ہے۔۔ تمہاری بچت ہو جائے گی۔۔ پر میری نہیں ہو گی۔۔

شزا اسے حقیقت دیکھائی تو وہ اپنی گولڈن آنکھیں مٹکاتے ہوئے شزا کو شرارت سے آنکھ ونک کر گیا۔ تو شزا اسکی شوخی پر ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔ وہ سیریس نہیں ہونے والا تھا۔

جاؤ اب یہاں نہ کھڑے رہو کوئی آ جائے گا۔۔

شزا نے اسے جلدی سے وہاں سے غائب ہونے کا کہا تھا۔ رات کے ایک بجے وہ پچھلے دروازے پر کھڑے تھے۔ جہاں سے سنان اینٹر ہو کر اب ایرہ

کو ملنے آتا تھا۔

آج بھی سلطان اور ضرار کو اپنے اپنے فلیٹ پر ڈراپ کر کے خود ایرہ سے ملنے آگیا تھا۔ صبح ان سب کو فارم ہاؤس پر حاضری دینا تھی۔ اور کرنلز کب تک انکی جان چھوڑنے والے تھے۔ کیونکہ اس دفعہ انکا کوئی اک کانٹ نہیں تھا جو انہوں نے حکم کے خلاف کیا ہو۔ تو اسی لحاظ سے سزا کتنی لمبی ہوتی وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

سنان مصطفیٰ جب پہلے دن ایرہ کو ملنے آیا تھا۔ تب وہ ایرہ کے کمرے میں دیوار پھلانگ کر اندر گیا تھا۔ سنان کو دیوار پھلانگتے ہوئے شزا نے دیکھ لیا تھا۔ کسی غیر مرد کو ایرہ کے کمرے میں جاتے دیکھ کر وہ شاکڈ ہوئی تھی۔ وہ کسی کی آہٹ سن کر باہر نکل آئی تھی۔ کیونکہ انکے کمرے سے بیک سائیڈ منظر صاف نظر آتا تھا۔ اور انکے کمرے کا اک دروازہ بیک سائیڈ پر کھلتا تھا.

وہیں عیس نے بھی شزا کو ایرہ کے کمرے پر نظریں جمائے ہوئے دیکھا تھا۔ کیونکہ سنان اسکے کندھوں پر پاؤں رکھ کر ہی اوپر چڑھا تھا۔ چونکہ عیس اندھیرے میں کھڑا تھا۔ اسی شزا اسے وہاں کھڑا ہوا نہیں دیکھ پائی تھی۔

اندھیرے سے نکل کر عیس جب اچانک شزا کے سامنے آیا تو اک اور غیر مرد کو اپنے گھر میں دیکھ کر وہ ڈر گئی۔ تب عیس نے شزا کو ریلکس کرتے اپنا کارڈ دیا تھا۔ تاکہ شزا ان سے مل کر اپنے سوالات کے جواب لے سکے۔۔

عیس کے لہجے کی سنجیدگی اور پھر ایرہ کے کمرے میں کسی غیر مرد کو سوچ کر شزا اگلے دن عیس سے ملنے چلی گئی تھی۔

عیس کے بتائے گئے ایڈریس پر جب شزا پہنچی تو وہ کسی کمپنی کا ایڈریس تھا۔

بلیک کمپنی کا نام پڑھتے شزا مزید تشویش میں مبتلا ہو گئی۔۔کیونکہ جس کمپنی کے سامنے وہ کھڑی تھی۔وہ ملک کی معروف و مشہور کمپنی تھی۔

اس کمپنی کے بارے میں شزا آئے دن ٹی میں بہت کچھ دیکھتی رہتی تھی۔ اسکے دماغ میں مزید سوال پیدا ہوئے تھے۔جن کا جواب لینے کے لیے وہ اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

لیکن اندر جانے پر شزا اپنی جگہ حیران ہوئی تھی۔۔کیونکہ اسکے سامنے اک نہیں بلکہ چار مرد موجود تھے۔
اپنے سامنے چار خوبصورت مرد دیکھ کر شزا جہاں سٹل تھی۔۔وہیں انکی رعب دار اور سحر انگیز شخصیت اسے کنفیوز کر رہی تھی۔

لیکن عیس نے اسے ریلکس کرتے سیٹ پر بٹھایا تھا۔۔شزا انکے ساتھ اک

بڑے سے لکژری آفس میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔ جس کی گلاس وال سے سامنے کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ جہاں آفس کے لوگ کام کرتے نظر آ رہے تھے۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اچانک کسی الگ دنیا میں آگئی ہے۔

سنان کی واپسی پر جب عیس نے سب کو شزا کا بتایا تو سلطان نے شزا کے ساتھ ہونے والی میٹنگ کے لئے عیس کو آفس کا ایڈریس بتانے کے لیے کہا تھا۔

کیونکہ یہاں سنان کے سسرال کا معاملہ تھا۔ اسی لئے سلطان کو یہ ہی بہتر لگا تھا۔۔ کہ انکی کمپنی کے آفس میں ہی شزا کے ساتھ ملاقات کی جائے۔۔ تاکہ شزا سنان کے بیک گراؤنڈ کو اچھے سے سمجھ سکے۔۔ اور آئندہ آنے والے حالات میں ایرہ کو گھر والوں کے سامنے سپورٹ بھی کر سکے۔

شزا سے ملاقات میں سلطان نے اپنے ازلی سنجیدہ لہجے میں شائستگی سے ایرہ اور سنان کے نکاح کی ساری بات بتائی۔ تو شزا جہاں ایرہ کے نکاح کا سن کر بے یقین ہوئی تھی۔ وہیں سنان نے اسے یقین دلایا تھا۔۔ کہ وہ کبھی بھی ایرہ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ اسے عزت سے رخصت کروا کے لے کر جائے گا۔

انکی ملاقات اتنی لمبی نہیں ہوئی تھی۔۔ لیکن شروع کے کچھ منٹوں میں ہی وہ شزا کو ہر لحاظ سے مطمئن کر چکے تھے۔۔ جس پر شزا نے بھی گہری سانس خارج کرتی بہتری کی دعا مانگ کر سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ نکاح تو انکا ہو ہی چکا تھا۔

شزا کو ریلکس کرنے اور خود کے ساتھ فرینک کرنے میں سراسر عیس علی

ہمدانی کا ہاتھ تھا۔ شزا کے استفسار کرنے پر عیس نے اسے بتایا تھا۔ کہ وہ کمپنی ان چاروں کی ہے۔ اور وہ اس وقت کمپنی کے تمام بوس کے ساتھ بورڈ میٹنگ میں ہے۔۔

عیس نے آخر میں اسے شرارت سے بتایا تھا۔۔ تو عیس کی بات سن کر شزا یہ سوچ کر صدمے میں چلی گئی تھی۔ کہ وہ اس وقت کمپنی کے تمام بوس کے ساتھ بیٹھی ہے۔۔ اور وہ اتنی آسانی سے ان سے ملاقات کر پائی ہے۔۔ جن سے ملاقات کرنے کے لیے لوگ ترستے ہیں۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ کہ بلیک کمپنی کا بوس سنان مصطفیٰ کاظمی ایرہ جیسی اک عام گھرانے کی لڑکی سے اتنی محبت کر سکتا ہے۔۔ وہ اک گھنٹے میں اچھے سے ان چاروں کو جان گئی تھی۔ اور ساتھ میں اسکی معلومات میں یہ بھی اضافہ ہوا تھا۔۔ کہ ایرہ کی دوستیں ان تینوں کی بیویاں

ہیں۔

عیس کو مشعل جیسی ڈرپوک اور موم سی گڑیا والی لڑکی کے شوہر کے روپ میں سوچتے وہ حیرت زدہ تھی۔ بلیک تھری پیس میں لمبے بالوں کی پیچھے چھوٹی سی پونی بنائے وہ ہیزل براؤن آنکھوں والا انسان شزا کو دلکش گینگسٹر لگ رہا تھا۔ وہ سب غیر معمولی نقوش اور شخصیت کے مالک تھے۔ اسی لئے شزا مکمل طور پر مطمئن ہو گئی تھی۔۔ ویسے بھی ایرہ اسکے لئے چھوٹی بہنوں جیسی تھی۔

اس اک گھنٹے کی مکمل ملاقات میں انہوں نے شزا کو ہر لحاظ سے ایرہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ کہ ایرہ کسی غلط انسان کے نکاح میں نہیں ائی۔

بلکہ سیکورٹی کے طور پر ایرہ کے نام پر تیار ہونے والے گھر کے پیپرز بھی

سنان مصطفیٰ کاظمی نے شزا کو دیکھا دیے تھے۔ بس اب شزا کو کچھ وقت تک خاموش رہتے انکا ساتھ دینا تھا۔ سنان کی اس بات کو شزا نے مانتے ہوئے اسے یقین دلایا تھا۔ کہ وہ اسکا راز اپنے تک ہی رکھے گی۔۔

اس ملاقات کے بارے میں تو ایرہ بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔
اور جب سے شزا سب جان چکی تھی۔ تب سے وہ ایرہ کو ملنے کے لیے اسکی مدد لے لیتا تھا۔ کیونکہ عیس تو اسے صاف طور پر ٹھینگا دیکھا چکا تھا۔ کہ وہ اسکی دیواروں کو پھلانگنے والی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

جس پر مجبوری میں اسے شزا کی مدد لینی پڑی تھی۔ شزا نے بھی فرینکلی اسکی مدد کی تھی۔ کیونکہ وہ دونوں اک دوسرے کے نکاح میں تھے۔۔ تو اس لحاظ سے کچھ بھی غلط نہیں تھا۔ ویسے بھی شزا کو پورا یقین تھا کہ آنے والے

حالات میں سنان مصطفیٰ کاظمی سب کچھ ٹھیک کرلے گا۔

سنان دیوار پر چڑھتے ہوئے اپنی منکوحہ کی بالکنی میں کودا۔ تو بیڈ پر بیٹھی ایرہ ٹھٹکی تھی۔ اسے وہم ہونے لگا تھا۔ کہ یہ قدم اسکے بے وفا منکوح کے ہی ہیں۔

وہ اس وقت تک پڑھائی کر رہی تھی۔۔ کیونکہ انکے فائنلز کے پیپرز ہونے والے تھے۔ اسی لئے اج کل وہ پڑھائی میں مصروف تھی۔

بالکنی کا پردہ ہٹاتے سنان کمرے میں داخل ہوا تو اپنی منکوحہ کو بیڈ پر کتابیں پھیلائے دیکھ کر مسکرا دیا۔ جبکہ ایرہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔ وہ سائیڈ لیمپ کی روشنی میں پڑھ رہی تھی

کیاہوا ہے جان من۔۔۔

سنی نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے قریب آتے استفسار کیا تھا۔
کیونکہ وہ اسے پیار سے نہیں دیکھ رہی تھی۔

وہیں رک جاو۔۔۔

ایرہ نے انگلی اٹھاتے سنان کو وہیں ٹھہرنے کا کہا تو سنی نے آنکھوں میں حیرانی لیے اسے دیکھا۔ جبکہ اسکے کہے کے مطابق وہ اپنے قدم وہیں روک گیا تھا۔

ایرہ غصے میں بیڈ سے اترتے ننگے پاؤں لئے اسکی طرف آئی تو۔ بلیک سلک کے نائٹ سوٹ میں ایرہ کی سفید چمکدار رنگتے دیکھ کر سنی کا دل دھڑک اٹھا۔۔

بلیک شرٹ کے آگے سے دو بٹن کھلے ہوئے تھے تو ٹراؤزر کافی اونچا تھا۔۔جو سفید پنڈلیوں کو واضح کر رہا تھا۔۔ جبکہ گولڈن ویوی بال اس وقت رف جوڑے میں قید تھے۔

۔سنان کو اندازہ ہوا تھا۔ کہ اسکی گولڈن پری کے بال کافی، ہیلتھی اور کمر تک لمبے ہیں۔ جبکہ اسکا منہ درمیان سائز کا تھا۔ جس کے تیکھے نقوش اسکے دل پر وار کرتے تھے۔اور سب سے پیاری تو اسکی ناک تھی۔ جس کو دیکھ کر سنان کا دل کرتا تھا کہ اسے چبا جائے۔ وہ اگر جان جاتی کہ وہ اسکے منہ کو درمیانے سائز کا کہہ رہا ہے تو یقیناً وہ اس پر جھپٹ پڑتی۔

کہاں سے آرہے ہو اس وقت۔۔۔
ایرہ نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے پوچھا تو سنی کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے یا پوچھنا چاہ رہی ہے۔

کام سے فری ہوتے ہی تمہارے پاس آیا ہوں بے بی۔۔۔
سنی نے اسکی بیوی والی تیکھی نظروں کو دیکھ کر آرام سے سچ بتایا تھا۔ وہ اپنی تیکھی نظروں سے جیسے سنان مصطفیٰ کا اندر تک معائنہ کرنا چاہ رہی تھی۔

کام پر ایسے کون جاتا ہے۔۔
ریڈ ٹی شرٹ کے ساتھ بلیک ٹراؤزر پہنے اپنے الجھے گولڈن بالوں کے ساتھ سفید و سرخ رنگت کے لیے ایرہ کو وہ بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ اور اگر وہ اپنی بیوی کو اتنا پیارا لگ رہا تھا۔ تو پھر باقی کتنی لڑکیوں کو لگتا ہو گا۔۔ ایرہ نے اپنے دماغ میں بے اختیار سوچا تھا۔۔

میں فلیٹ سے چینج کر کے تمہارے پاس آیا ہوں جان من۔۔
سنی نے چہرہ جھکاتے ہوئے اسے بتایا تھا۔۔ کہ وہ چینج کر کے اسکے پاس آیا

ہے۔وہ اسکے مقابل قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ چھوٹی ہائیٹ کی وجہ سے سنان ہمشیہ چہرہ جھکا کر اس سے بات کرتا تھا۔

جبکہ سنی کے جواب کو نظر انداز کرتے ایرہ اسکے مزید قریب ہو کر اسکی خوشبو سونگھنے لگی تھی۔وہ سچ میں آج اسکے خلاف کوئی نہ کوئی ثبوت اکھٹا کرنا چاہ رہی تھی۔۔تاکہ اس سے لڑ سکے۔

ایرہ کے قریب ہونے پر سنی کی بے اختیار دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ آنکھیں بند کیے اسکے سینے سے اسکے پرفیوم کی خوشبو محسوس کرنے لگی تھی۔

سنی کے کلون کی تیز خوشبو ایرہ کو اپنے حواسوں پر چھاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

لیکن وہ آنکھیں کھول کر اسکے گرد گھوم کر چکر لگاتے اسے ہر اینگل سے غور سے دیکھ رہی تھی۔ سنی تو حیرت و پریشانی سے اسکا تفتیشی انداز دیکھ رہا تھا۔ جو تھانے دارنی کی طرح اس کے گرد چکر لگانے میں مصروف تھی۔

آج بخش رہی ہوں۔ پر اگر آئندہ تم مجھے اتنے بن سنور کر باہر نکلتے نظر آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔

وہ اسکے سامنے رک کر تیکھے چتون سے اسے باور کروا رہی تھی۔

سنی نے اپنے سامنے ڈیڑھ فٹ کی سنڈی کو دیکھا تھا۔ جو اسکے کندھوں تک آتی تھی۔ لیکن اسے ایسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ جیسے چھ فٹ کے سنان مصطفی کو نگل لے گی۔

آج خیر ہے نہ میری سنڈی اتنی جوش میں کیوں ہے۔۔۔

سنی نے آگے بڑھتے اسے بازوؤں میں اٹھایا تو ایرہ نے چہرہ ترچھا کرتے جھکتے ہوئے اسکی گردن پر دانت گاڑے تھے۔

کیا کر رہی ہو یار۔۔

وہ عیس پھاہے کٹنا یہ نشان دیکھ لے گا۔اور اگر اس نے دیکھ لیا نہ جیو نیوز پر تمہارے شوہر کو ہر طرف مشہور کر دے گا۔۔

سنی نے اپنی جنگلی بلی کو احساس دلانا چاہا تھا۔پر اس کے باوجود ایرہ اسے بھرپور نشان دے کر ہی پیچھے ہٹی تھی۔

ایرہ کو بیڈ پر بٹھانے کے بعد سنی نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتے تاسف سے اسے دیکھا تو وہ ناک چڑھا گئی۔

تمہارا یہ چھوٹا سا منہ زیادہ نہیں تیز ہوتا جا رہا کیا۔۔۔

سنی نے اپنی گولڈن آنکھیں سکیڑتے ہوئے اسے کہا تو ایرہ اسے منہ چڑا کر بیڈ پر پیچھے گر گئی۔

تم نہ مجھے الٹے پلٹے ناموں سے پکارا کرو اور نہ یہ منہ چلے۔۔

ایرہ نے سر کے نیچے بازو رکھتے بے پرواہی سے کہا۔ تو اسکا لاپرواہ انداز سنی کے دل میں گدگدی سا کر گیا۔۔

کس سائز کے کپڑے پہنتی ہو تم۔۔۔

سنی نے اسکے نائٹ سوٹ کا معائنہ کرتے پوچھا تو ایرہ اسکے سوال پر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔۔

سمال سائز پہنتی ہوں، تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔

ایرہ نے اسے بتاتے ہوئے اسکے سوال کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔۔

اس لئے کہ تمہارا یہ نائٹ سوٹ تمہاری باڈی کے حساب سے چھوٹا ہے۔

مجھے لگتا ہے کہ تم نے غلط سائز لے لیا ہے۔۔۔

سنان نے بغور اسکے سلک کے ٹراؤزر اور شرٹ کو دیکھا تھا۔اسکا ٹراؤزر پیروں سے کافی اونچا تھا اور شرٹ بھی کافی چھوٹی لگ رہی تھی۔کیونکہ اسکے لیٹنے پر اسکی شرٹ اوپر ہوتی اسکا پیٹ واضح کر رہی تھی۔۔

ایرہ نے شرم سے لال ہوتے جلدی سے اپنی شرٹ نیچے کی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

تم کل میرے ساتھ شاپنگ پر چلنا، میں خود تمہیں شاپنگ کرواؤ گا۔۔

سنی نے بیڈ پر بیٹھتے اس سے کہا تو سنان کے انداز پر ایرہ کا دل اسکے کانوں میں سیٹیاں بجانے لگا تھا۔

یہ ڈریس ایسا ہی ہے۔۔۔

ائرہ نے اپنی شرٹ پر ہاتھ پھیرتے اسے بتانا چاہا تو سنی اسے الجھن سے دیکھنے لگا۔۔

ایسے ہی مطلب کیسا ہے۔۔۔

سنی نے کتابوں کو پیچھے کرتے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا۔ تو ایرہ پزل ہوتی نظریں جھکا گئی۔۔

بولو بھی اب۔۔۔

سنی نے پھر پوچھا تو وہ تیز ہوتی ڈھڑکنوں کے درمیان بامشکل بولی۔۔

یہ ٹھیک سائز ہے بس فیشن کی وجہ سے یہ شارٹ ہے۔۔ مطلب اس ڈریس کو خود ایسے بنایا گیا ہے۔۔

ایرہ نے اسکی گولڈن بیر ڈپر نظریں جماتے اسنا لفظوں میں اسے بتایا تو سنی اسکو حیرت سے دیکھ گیا۔۔۔

مطلب تم جان بوجھ کر ایسے شارٹ ڈریس پہنتی ہو۔۔۔
سنی نے جلتے کڑھتے پوچھا تو ایرہ مشکل سے سر ہاں میں ہلا پائی تھی۔

ایسی کی تیسی تمہارے اس گندے فیشن کی۔۔
سنی جلال میں آتے اسے بیڈ پر پیچھے پھینک کر اسکے اوپر جھکا تھا۔۔ جبکہ ایرہ اس اچانک افتاد پر اسے نا سمجھی سے دیکھنے لگی تھی۔۔اپنی گولڈن آنکھوں

کو پھیلاتے وہ اسکے غصے والے تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔

تم جب میرے کمرے میں شفٹ ہو گی۔تب جتنے مرضی شارٹ کپڑے پہننا یا پھر چاہے کچھ بھی نہ پہننا پر اب میں تمہیں یہاں ایسے کپڑے نہ پہنے دیکھوں۔۔

سنی غصے سے اسکی آنکھوں میں جھانکتے کہہ رہا تھا۔۔اسے پورا یقین تھا کہ وہ اسی شارٹ سلیپنگ ڈریس میں گھر میں لاپرواہی سے گھومتی ہو گی۔۔

تم پھر مجھ پر غصہ کر رہے ہو اس رات کی طرح۔۔۔
ایرہ رکتے ہوئے اسے یونیورسٹی کی پارٹی والی رات یاد کروانے لگی۔۔جب سنان نے بلاوجہ اس پر غصہ کیا تھا۔
تم بس اس بات کا اقرار کرو کہ تم آئندہ ایسے شارٹ کپڑے نہیں پہنو

گی۔۔

سنی نے اپنی بات پر زور دیتے پھر اپنے الفاظ دہرائے۔ تو ایرہ کا پارہ ہائی ہو گیا۔۔۔جو آدھی رات کو اک فضول بات پر اس پر غصہ کرنے لگا تھا۔ وہ کونسا اس حلیے میں باہر گئی تھی۔

میں پہنو گی۔۔

ایرہ اپنی پوری آنکھیں کھول کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے غرائی۔۔تو سنی کو مزید بھڑکا گئی۔

تو تم میری بات نہیں مانو گی۔۔

سنی نے دھمکی آمیز لہجے میں پھر اک دفعہ استفسار کرنا چاہا تھا۔۔

نہیں، نو۔۔

ایرہ جواب میں اپنے لفظوں پر مزید زور دیتے پورے دھڑلے سے اسے انکار گئی تھی۔

تو سنی اک دم سے اسکے اوپر سے اٹھ کر کھڑے ہوتے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا

جبکہ ایرہ اسکے اٹھنے پر پریشان ہوئی تھی۔
سنی کمرے میں ہر طرف دیکھتے کچھ سوچتے ہوئے واڈروب کی طرف بڑھا تھا۔۔

ائرہ کی وارڈروب کھول کر سنی نے اس میں ہینگ کیا اک سکارف نکالا۔اور دوبارہ ایرہ کی طرف ایا۔جو کہنوں کے بل اٹھتے سنان کو ہی دیکھ رہی تھی۔

سنان اپنے پاؤں چپل سے آزاد کرتے بیڈ آیا اور ایرہ کے آدھا کلو کے سر اپنے کو اٹھاتے تکیے پر لٹاتے اسکے بازو بیڈ سے پن کرتے سکارف کے ساتھ باندھ گیا

اپنے ہاتھ بندھے دیکھ کر ایرہ کو ہوش آئی تو وہ ڈر سے اپنی سنہری آنکھوں کو بڑا کر گئی۔اور ساتھ مزاحمت کرنے لگی۔۔

سنی اگر میرے ساتھ کوئی بد تمیزی کی تو میں سچ میں بہت برا ناراض ہو جاؤں گی۔

وہ دھمکی آمیز لہجے میں دبی دبی چینخی تھی۔۔ جبکہ سنان اسکی چینخوں پر کان دھرے بنا اسکی کتابوں کو اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اسکی طرف مڑا تھا۔

پہلے میں جو تم سے ناراض ہوا ہوں نہ اسکی فکر کرو پھر تمہاری اس ناراضگی کا کچھ سوچا جائے گا۔۔

سنان اسکے اوپر آتا سرد لہجے میں بولا تو ایرہ اسکے سنجیدہ انداز پر اندر تک کانپ گئی۔

دیکھو سنان مصطفیٰ تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔

وہ گہرے سانس لیتی پر یقین لہجے میں بولی تھی۔۔ جبکہ اپنی منکوحہ کی ابھی سے پتلی حالت پر سنان مصطفیٰ استہزایہ انداز میں مسکراتے ہاتھ بڑھا کر اسکی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔۔

جس پر ایرہ کی شاکڈ کیفیت میں آنکھیں پھیلتی جا رہیں تھیں۔ وہ مزاحمت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

سنان نے اسکی شرٹ کے سارے بٹن کھولے تو اسکی شرٹ مکمل طور پر ایرہ کا نازک سراپا واضح کر گئی۔۔ جس کو دیکھ کر سنی کو اپنے جسم میں سرور سا محسوس ہونے لگا تھا۔اس کے برعکس ایرہ لال انگارہ ہوتے آنکھیں میچ گئی تھی۔

اگر تم نے اپنی آنکھیں نہ کھولیں تو آئی سوئیر ایرہ سنان مصطفیٰ کہ میں ابھی ہر حد بھلا تار خصتی کے تقاضے پورے کر دوں گا۔ کیونکہ مجھے تمہاری یہ آنکھیں دوبارہ دیکھنی ہیں۔ جو کچھ دیر پہلے غراتی ہوئیں مجھے گھور رہیں تھیں۔۔۔

سنی نے اسکے اوپر سایہ فگن ہوتے اسکے کان میں پر اسرار سرگوشی انڈھیلی تو ائرہ نے پٹ سے اپنی آنکھیں واہ کرتے اسے دیکھا۔ جو اسکے اوپر سایہ فگن

ہوتے ہوئے لیٹا تھا۔

سنی کی دھمکی پر ایرہ نے مجبور ہو کر اپنی آنکھیں کھول لی تھیں۔۔اسے لگ رہا تھا کہ وہ غلطی سے غلط پنگا لے گئی ہے۔بنا خود کو دیکھے وہ آنکھوں میں معصومیت پیدا کرتے اسے دیکھنے لگی۔

تمہیں اپنی کمزور بیوی کو دھمکاتے ہوئے شرم نہیں آتی کیا۔خود تو بلڈوزر ہو اسی لئے فائدہ اٹھاتے مجھ معصوم کو دھمکا رہے ہو نہ۔۔

ایرہ نے اسکے چوڑے مضبوط وجود کو دیکھ کر اسے احساس دلانا چاہا کہ وہ اسے ڈرا رہا ہے۔جبکہ سنی تو اسکے بدلے لہجے پر ابرو اچکاتے اسے دیکھ گیا۔

یہ تمہیں اپنے بلڈوزر شوہر سے پنگا لینے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا معصوم

سنڈی۔۔

سنی اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے بھاری گھمبیر لہجے میں بولا تو اسکی سانسوں کی تپش سے ایرہ کو اپنے جسم میں خون گرم ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔

اچھا ٹھیک ہے میں نہیں پہنوں گی اب ایسے ڈریس اب پیچھے ہٹو تم۔۔

ایرہ نے خود میں سمٹتے اقرار کرتے سنی کو پیچھے ہٹانا چاہا تھا۔۔اسے اب ڈر لگنے لگا تھا۔کہ کہیں سچ میں وہ ہر حد پار نہ کر دے۔۔

ایرہ کے اقرار پر سنی اپنی گولڈن سرخ آنکھوں سمیت اسکی گردن سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھنے لگا۔۔جو گہرے سانس لیتی خشک ہونٹوں سے اب اقرار کر گئی تھی۔جو کچھ دیر پہلے دھڑلے سے منع کر رہی تھی۔

ایرہ کے خشک ہونٹوں کو دیکھ کر سنی نے دانتوں تلے لب دبایا تھا۔

تم مان گئی ہو تو بہت اچھی بات ہے پر ابھی میں تمہیں محسوس کیے بنا پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔۔اس لئے خاموشی سے مجھے محسوس کرو،ور کرنے دو۔۔

سنی نے جھکتے ہوئے اسکے خشک آدھ کھلے ہونٹوں پر پھونک مارتے کہا تو ایرہ نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

جبکہ سنی اسکی نہ نہ کو اگنور کرتا اسکے سلم سفید پیٹ کو دیکھنے لگا۔

سنی نے اپنا کھردرا ہاتھ اسکے پیٹ پر پھیرا تو وہ مچلتے ہوئے مزاحمت کرنے لگی۔

سنی پلیز نہیں کرو۔۔۔وہ منت کرنے والے انداز میں بولی تھی۔۔
تمہارا پیٹ اتنا سلم اور سافٹ ہے۔دل کر رہا ہے کہ سینڈوچ سمجھ کر کھا جاؤں اسے۔۔۔

سنی نے اسکے کان میں سرگوشی کرتے کہا تو ایرہ کا دل کیا کہیں چھپ جائے۔

اوپر اٹھتے ہوئے سنی نے اپنی ٹی شرٹ اتار کر سائیڈ پر رکھی۔تو ایرہ اسکے چوڑے سینے کو دیکھ کر تھوگ نگل گئی تھی۔۔

سنی نے اک دم جنونی ہوتے جھک کر اسکے پیٹ پر دانت گاڑے تو وہ مچلتے ہوئے اپنے ہاتھ کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔۔لیکن سنی نے کافی مضبوطی سے اسکے ہاتھ باندھے تھے۔۔جو کھول پانا مشکل تھا۔

ایرہ کی شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔۔ سنی اسکے سفید چھوٹے سے پیٹ پر کبھی ہونٹوں اور دانتوں سے نشان بنا رہا تھا۔اسکے پیٹ کو چھوتے وہ اوپر بڑھنے لگا تھا۔ سنی نے ہاتھ پیچھے لے جاتے اسکی ہک کو کھولا تھا۔ جس پر ایرہ کو اپنے جسم میں سنسناہٹ ڈورتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔اسکا انگ انگ جلنے لگا تھا۔

سنی نے ہاتھ بڑھاتے سائیڈ لیمپ آف کر دیے تھے۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ روشنی میں کمفرٹیبل نہیں ہو گی۔۔ حلانکہ اسکا دل کر رہا تھا۔کہ اسکے خوبصورت سراپے کو نظروں میں بسالے۔۔پر اسکے باوجود اپنے دل کی نفی کرتا وہ لائٹ بند کر کے اسکے ڈھرکنوں کو ہونٹوں سے چومنے لگا۔

ہاتھ اوپر لے جاتے ہوئے سنی نے اسکے ہاتھ آزاد کیے تھے۔اک ہاتھ ایرہ

کی کمر میں لپیٹتے سنان نے اسے اوپر اٹھایا ہوا تھا۔ جبکہ دوسرا ہاتھ اس ٹانگوں پر گردش کر رہا تھا۔ ایرہ ہمیشہ کی طرح مدہوش ہوتے لمبے لمبے سانس کھینچتے جا رہی تھی۔

سنان مصطفیٰ نے اسکے ہاتھ اپنی کمر پر رکھے۔ کیونکہ وہ جب اپنے نرم و نازک ملائم ہتھیلیاں اسکی کمر پر پھیرتی تھی۔ تو سنان کا انگ انگ اسکا طلبگار بن جاتا تھا۔

وہ مسلسل اسکی دھڑکنوں چومتے بھگوئے جا رہا تھا۔

جب اچانک ایرہ نے اسکے بال کھینچتے اسکے چہرہ اٹھاتے سنان کو اپنے ہونٹوں پر جھکایا تھا۔ سنان مصطفیٰ کے لئے اپنی منکوحہ سے لڑنا بھی فائدہ مند تھا۔ اور یہ بات وہ وثوک سے کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ دونوں میاں بیوی لڑنے کے بعد بھی سکون میں رہتے تھے۔ فقط وہ دونوں واحد تھے۔ جو لڑنے کے بعد اک

دوسرے کے تڑپتے اک دوسرے کو پاگل کر دیتے تھے۔ جیسے ابھی وہ دونوں سب کچھ بھلا کر اک دوسرے سے اپنا اپنا سکون حاصل کر رہے تھے۔

سنی نے شدت سے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں لیتے سک کیا۔ تو سنی کی سختی پر آئرہ کی سسکی، اسکے ہونٹوں میں دب گئی۔

وہ ایک بجے اسکے پاس آیا تھا۔ اور اب صبح کے پانچ بج رہے تھے۔۔ لیکن سنی نے اسکی جان بخشی نہیں کی تھی۔

وہ ایرہ کے ہونٹوں کو آزادی دے کر پھر اسکے دل کے مقام پر ہونٹوں کو رکھ گیا تھا۔ اتنے گھنٹوں سے سنی کو جھیل کر ایرہ کی مکمل طور پر اب بس ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی سنان مصطفیٰ اس پر رحم نہیں کھا رہا تھا۔۔

سنی بس کرو پلیز میں تھک گئی ہوں۔۔

ایرہ نے کانپتے ہوئے لبوں سے بامشکل الفاظ دہرائے تھے۔۔جو وہ پچھلے کتنے وقت سے دہرا رہی تھی۔

وہ مسلسل کتنے کتنے منٹ اسکے ہونٹوں پر جھک کر اسے بار بار ڈیپ کس کر رہا تھا۔کئی دفعہ تو کس کا دورانیہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتا تھا۔۔جس کی وجہ سے ایرہ کو اپنی سانس رکنے پر اسکی سانسیں کھینچنی پڑ تیں تھیں۔

تم تھکی ہو جان من، میں تو نہیں تھکا نہ ابھی۔۔

سنی نے اپنی خمار زدہ آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑتے جواب دیا تو ایرہ اندر تک سلگ گئی۔اتنے گھنٹوں سے وہ اسکی جان کو چمٹا ہوا تھا۔کیا وہ جن تھا جو تھک نہیں رہا تھا۔

پھر ایسے کرو بھون کر کھالو مجھے تاکہ ایسے تمہیں سکون آجائے۔۔
ایرہ نے بھڑکتے ہوئے اسے مشورہ دیا تھا۔۔

بھوننے کی کیا ضرورت ہے جان من، بس الٹی لیٹنے کی کرم نوازی کر دو۔۔تاکہ میں تمہاری دودھیا نازک کمر کا بھی کچومر بنا سکوں۔ جیسے تمہارے پیٹ اور دھڑکنوں کا بنا دیا ہے۔

سنی نے اسکے پیٹ اور دل کے مقام پر اپنی بنائی گئی لو بائٹس کو شان سے دیکھ کر مزید فرمائش کی تھی۔

ایرہ اسکی فرمائش سنتے کانوں کی لوح تک سرخ پڑ گئی تھی۔اپنا بس نہ چلتا دیکھ کر وہ اسکے کندھوں پر مکے مارنا شروع ہو گئی تھی۔

جس پر سنی نے ہنستے ہوئے اسکے ہاتھوں کو قابو کرتے ہوئے اسکے گال کو شدت سے چوم لیا۔

دفع ہو جاؤ ورنہ مار دو گی میں تمہیں۔۔۔
آنکھوں میں بے پناہ غصہ لیے وہ چیخ پڑی تھی۔

جا رہا ہوں، بے بی، میں ویسے بھی تمہیں تین چار دنوں کے لیے نظر نہیں آنے والا اب تو اسی لئے میں نے سوچا کہ آنے والے دنوں کا کوٹا بھی ابھی پورا کر لوں۔ یہ اتنے گھنٹوں کی محبت دراصل میں آنے والے دنوں کے لئے کی ہے۔ تاکہ میں وہاں تمہیں یاد کرتا بے چین نہ ہوں۔
اور میری غیر موجودگی میں تم بھی کچھ دن سکون سے گزارو گی۔۔

سنی نے آخری بار اسکے زخمی ہونٹ کا گہرا بوسہ لیتے اسے اٹھا کر بٹھایا تھا۔۔ جس پر ایرہ نے شرم سے اپنے آگے ہاتھ رکھتے خود کو چھالیا۔۔

اگر ایسے چھپاؤ گی انکو تو میں پھر لپٹ جاؤں گا ان سے۔

سنی اسکے لال چہرے کو دیکھ کر پھر گھمبیر لہجے میں بولا تو ایرہ غصے سے اسکے قریب ہو کر اسکی گال پر زور سے بائٹ کر گئی۔

جس پر سنی پھر اچانک اسے پیچھے تکیے پر گراتے اسکے ہونٹوں پر جھکا تھا ایرہ کی زبان کو اپنے ہونٹوں میں دباتے وہ اک دم جنونی ہوا۔ تو ایرہ خود کو کوس گئی۔

سنی رف کس کرتے پیچھے ہٹا اور نرمی سے اسکے دل کے مقام پر ہونٹ رکھنے لگا۔

کونسی ترسی روح ہے تمہارے اندر جو تمہیں سکون نہیں لینے دے رہی۔۔۔

اسے پھر نیچے جھکتے دیکھ کر وہ بھڑک اٹھی تھی۔ جس پر سنی نے دانتوں تلے لب دباتے چہرہ اٹھاتے اپنی منکوحہ کو غور سے دیکھا تھا۔۔

تمہیں نہیں لگتا بے بی کہ مجھے قصوروار ٹھہرانے کی بجائے تمہیں اپنے فگر کو الزام ٹھہرانا چاہئے۔۔اب اگر اتنا ہاٹ سلم فگر رکھو گی۔ تو شوہر تو جنونی ہو گا نہ بیچارہ۔۔

سنی نے اسکی نائٹ شرٹ پکڑتے اسے دوبارہ پہنانا شروع کی۔ تو وہ ناک چڑھا گئی۔ اس بار سنی نے اسے اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ اٹھ کر بیٹھی تو وہ اسکے نازک سراپے کو دیکھ کر پھر بہک جائے گا۔

تم کہاں جانے والے ہو۔۔۔

سنی کو اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے ایرہ نے اسے تھوڑی دیر پہلے کے بارے میں پوچھا۔۔جب وہ کہیں جانے کا کہہ رہا تھا۔

کام کے سلسلے میں جارہے ہیں سب تو کچھ دن وہیں مصروف رہیں گئے ہم۔۔

اسکی شرٹ کے سارے بٹن بند کرتے سنی نے اسکے ماتھے کو محبت سے چھوا تو وہ ابھی اداس بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔وہ شرٹ لیس اسکے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

کیا ہوا۔۔

سنی نے اسکے اتری ہوئی شکل کو دیکھ کر استفسار کیا۔۔

میں اتنے دن کیا کروں گی اکیلی۔۔۔

وہ اسکے قریب ہو کر اسکے کندھے پر سر رکھتے اداس لہجے میں پوچھنے لگی تھی۔۔

ابھی تو تم مجھ سے تنگ پڑ رہی تھی۔۔

اک ہاتھ اسکی کمر میں لپیٹ کر دوسرے ہاتھ سے ٹانگوں کو اٹھاتے سنی نے اسے گود میں شفٹ کیا تو وہ اسکے شرٹ لیس سینے پر سر رکھ گئی۔

فضول نہیں بولو، اور تم مجھے اپنے کام کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے، نہ ہی اس دن یونیورسٹی کی ڈگری کے بارے میں بتایا تھا۔ مجھے تمہارے ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہے۔ ویسے سنی تمہاری اتج کیا ہو گی۔ کیونکہ اپنی اتج سے تم میچور لگتے ہو یونیورسٹی کے سٹوڈینٹ تو بلکل نہیں لگتے۔۔

ایرہ نے اسکے سینے سے سر اٹھا کر اسکی ٹھوڑی کی بیرڈ پر نظریں جماتے ہوئے اپنے دماغ میں آئے سب سوال پوچھے تو سنان اسکے اتنے سوالوں کو سن کر چکرا گیا۔

اسکے یاروں کی بیویوں میں سے ابھی تک کسی نے اپنے اپنے شوہر سے یہ سوال نہیں پوچھے تھے۔ پتہ نہیں اسکی بیوی ہی کیوں اتنی جاسوس سنڈی بن رہی تھی۔ دماغ میں عیس کا گائناکالوجسٹ والا جواب بھی گونجا تھا۔ جسے یاد کرتے وہ توبہ کر گیا۔

جان تم مجھے اتنا سوچتی ہو پر آج تک اک چھینک بھی نہیں آئی مجھے۔ سچ بتاؤ دل سے نہیں یاد کرتی نہ۔۔
سنان نے اسکے سوالوں کو اپنے سوال میں گھماتے ہوئے پوچھا تو ایرہ اسکے

شک پر آنکھیں چھوٹی کر گئی۔

میں صرف اتنا نتیجہ نکالا ہے کہ تم اک بے وفا، بد تمیز انسان ہو بس۔۔
ایرہ دانت پیستے ہوئے گویا ہوئی تو سنی زور سے ہنس پڑا۔

اب میں جا رہا ہوں میرے آنے تک انکا خاص خیال رکھنا اور میرے دیے گئے زخموں پر مرہم تو بلکل نہ لگانا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان زخموں کی جلن تمہارے اندر میرے لمس کی بے چینی پیدا کرتی رہے۔۔

سنی نے شرٹ کے اوپر سے اسکی دھڑکنوں کو چومتے آنکھ ونک کرتے کہا۔
تو ایرہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔
سنی نے اسکی حیا پر واری ہوتے اسکے ماتھے اور گالوں ہو اپنا آخری لمس چھوڑ کر اٹھتے شرٹ پہنی اور ایرہ پر آخری نظر ڈال کر بالکونی سے نکلتا چلا گیا۔

صبح نو بجے وہ چاروں فارم ہاؤس کے دروازے پر کھڑے تھے۔ آج انہیں ہر حال میں یہاں حاضری دینا تھی۔ مزید دیری کی صورت میں انکی خیر نہیں ہونی تھی۔ خیر تو انکی اب بھی ممکن نہیں تھی۔ اور اگر آج وہ یہاں نہ پہنچتے تو وہ یقیناً وہ اٹھا لیے جاتے۔

یہ کوئی عام فارم ہاؤس نہیں تھا۔ بلکہ اس فارم ہاؤس کی عمارت آرمی کے یونیفارم کے رنگ کے مطابق پینٹ کی گئی تھی۔ یہ اک خطرناک اڈا تھا۔

وہ لوگ دروازے کے سامنے کھڑے تھے اک منٹ بعد ان پر دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

دروازہ کھولنے پر وہ اندر داخل ہوئے تو دائیں جانب نظر پڑتے ہی سنی نے استغفار پڑھا تھا۔

کیونکہ دائیں جانب بنے ہوئے چھوٹے سے آفس میں اک سیاہ فارم آدمی بیٹھا ان چاروں کو دیکھ کر پراسرا مسکرایا تھا۔

توبہ ہے یار بندہ دھوپ میں تو سن بلاک لگا لے۔تاکہ دوسروں کو نظر آ سکے۔۔

سنی اسکے سفید دانتوں دیکھ کر ڈرتے ہوئے بولا تو عیس زور سے قہقہہ لگا گیا تھا۔ جبکہ ضرار اور سلطان نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے اپنی اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ وہ اس سیاہ فام انسان کے سامنے ہنس نہیں سکتے تھے۔پر انکے ڈھیٹ نمونوں کو کونسا اثر ہونا تھا۔

سالا چمکیلا گنجو کہیں کا۔۔

عیس اسکے زبان نکال کر چڑانے پر بھڑک کر بولا تھا۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا ان سب کو اپنی لمبی زبان نکال کر تپا رہا تھا۔

ناگ بول یار اسے۔۔۔

سنی نے عیس کی درستگی کرتے اسکی لمبی زبان دیکھ کر کہا تھا۔ کہ وہ ناگ لگ رہا ہے۔۔

سنی کی درستگی پر ان تینوں کا فلک شگاف قہقہ گونجا تھا وہاں۔ انکے قہقے پر سیاہ فارم آدمی کے چہرے کے تاثرات بگڑ گئے تھے۔

سالے ناگ کی اپنی دفعہ کتنی جلتی ہے۔۔

عیس اسکے بگڑے تاثرات دیکھ کر مزید بولا تھا۔

وہ چاروں اس وقت آرمی کے یونیفارم میں سر پر کیپ پہنے ہوئے بے حد ہینڈسم لگ رہے تھے۔ اگر انکی بیویاں انکو آرمی یونیفارم میں دیکھ لیتیں تو ضرور ان پر پھر بری طرح فدا ہو جاتیں۔

وہ چاروں رہداری سے گزر کر فارم ہاؤس کے بڑے سے ہال میں داخل ہوئے۔ تو وہاں اک سیاہ فارم عورت اور اک انگریز عورت انہیں کام کرتیں نظر آئیں تھیں۔

یہ دھوپ اور سیاہ آج بھی اکھٹے رہتے ہیں کیا۔۔
سنی ان دونوں عورتوں کی رنگت کو دیکھ کر انہیں انکے پرانے نام سے پکارتے بول پڑا تھا۔ اک لمبے عرصے بعد وہ یہاں آئے تھے۔

دونوں عورتوں نے انکو دیکھ کر استقبالی مسکراہٹ اچھالی تو وہ چاروں اک

دوسرے کو دیکھ گئے۔

خان مجھے لگ رہا ہے کہ اس دفعہ بہت بینڈ بجنے والی ہے۔۔
ضرار نے سلطان کی جانب گردن گھومتے پیش گوئی کی۔ تو وہ متفق ہوتے ہنکارہ بھر گیا۔

ہال میں پڑے صوفوں پر وہ آ کر بیٹھ گئے تھے۔ سب کچھ ویسے کا ویسے ہی تھا۔ اس جگہ میں کچھ بھی بدلاؤ نہیں آیا تھا۔

سنی جاؤ کرنلز کے بارے میں پوچھ کر آؤ۔۔
خان نے صوفے کی بیک پر ہاتھ رکھتے سنی کو کہا تھا۔

میں اس دھوپ چھاؤں سے جا کر بلکل نہیں مخاطب ہونے والا کاٹ

کھانے کوڈورتے ہیں یہاں کے سب لوگ

سنی ہاتھ کھڑا کرتا صاف منکر ہوا تھا۔ سنی کے انکار پر ضرار اور سلطان کی نظروں کا رخ عیس پر ٹھہر گیا تھا۔۔جوان کو اپنی طرف دیکھتے پا کر بدک کر پیچھے ہوا تھا۔۔

میری طرف کوئی نہ دیکھے۔۔۔عیس نے بے مروتی کی انتہا کرتے مسلسل سر نفی میں ہلاتے نہ کی تھی۔

ہمیں اس دھوپ چھاؤں کے پاس بھیجنے کی بجائے اس نقطے والی آنکھوں کے آدمی کو ڈھونڈو۔۔

سنی نے اس پاس نظروں کو دہراتے سلطان سے کہا۔تو وہ سب متفق نظر آنے لگے۔۔

سالوں اگران لوگوں نے اپنے بارے میں یہ الٹے نام سن لیے نہ تو کرنلز سے زیادہ وہ بینڈ بجادیں گئے ہماری۔۔۔

ضرار نے انہیں باز کرنا چاہا تھا۔ لیکن عیس اور اور سنان باز آنے والی بلائیں نہیں تھیں۔

لو آگیا وہ نقطے والا۔۔
سنی دائیں جانب اشارہ کرتے زور سے بولا تھا۔ جہاں کمرے سے اک چینی (چائنہ) آدمی نکل رہا تھا۔
ان چاروں کو ہال میں بیٹھے دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے انکی طرف بڑھنے لگا۔

اس سے چہ چہ کرتے پوچھو کہ کرنلز کب تک آئے گئے۔۔
عیس نے سنی کو ہاتھ سے اشارہ کرتے چھپانے کہا تو وہ اسے گھور گیا۔

ضرار اور سلطان مسلسل اپنی مسکراہٹ روک رہے تھے۔ کیونکہ اس جگہ پر آکر ان دونوں نمونون کی ویکبلری مکمل طور پر بدل جاتی تھی۔ اپنی ڈکشنری سے وہ نئے سے نئے الفاظ نکالتے تھے۔ چائنہ کی زبان میں جیسے کہ چ لفظ زیادہ سنائی دیتا ہے۔ اسی لئے عیس نے اسے چھپانے کا کہا تھا۔

مجھے کیوں کہہ رہے ہو خان کو کہو نہ کیونکہ اسکی چھپاہٹ مجھ سے زیادہ اچھی ہے۔۔

سنی اپنی جانب آئی گوٹی کو خان کی طرف موڑ گیا تھا۔

آپس کی بات ہے میں آج تک اس انسان کے نام کو نہیں سمجھ سکا۔۔۔

عیس نے پر سوچ انداز میں اپنے سامنے کھڑے چائنی آدمی کو دیکھ کر کہا تھا۔

"Boo" صحیح کہہ رہے ہو یار بھلا یہ بھی کوئی نام ہوا" کو لمبا کھینچتے ہوئے بولا۔ تو بوا سکی Boo سنی مزاق اڑانے والے انداز میں جانب سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ جس پر سنی نے گڑ بڑا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔ وہ سنی کے بو کہنے پر اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔

سلطان گوگل ٹرانسلیٹر کی مدد سے اس سے کرنلز کی آمد کا پوچھ رہا تھا۔ لیکن سگنلز پر اپر نہ ہونے کی وجہ سے گوگل ٹرانسلیٹر صحیح سے کام نہیں کر رہا تھا۔ جسکی وجہ سے بو کو اسکے سوال کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

سلطان اور بو مسلسل آدھے سے اک دوسرے کی بات سمجھنے کی کوشش

میں عیس غصے سے چی چا کر تا بول اٹھا۔اسکے اچانک چہچہانے پر ضرار اور سنی کا چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔ جبکہ سلطان نے بامشکل اپنی امڈتی مسکراہٹ کو ہاتھ کی مدد سے چھایا تھا۔

سالا گلا سوکھ گیا ہے ہمارا چی چا کرتے ہوئے اور اس نقطے والے کو سمجھ نہیں آرہی کہ ہم کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں۔

عیس بھڑکنے والے انداز میں صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یار مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ یہ چوہے کھانے والا بندہ جان بوجھ کر میسنا بن رہا ہے۔۔اتنے سال یہاں رہتے ہوئے بھی
اسکو اردو نہیں آتی میں مان ہی نہیں سکتا اس بات کو۔۔۔

ضرار نے بو کو بغور دیکھ کر اپنا اندیشہ ظاہر کیا تو وہ دونوں بھی سر ہلا گئے۔

بو کو بھیج کر سلطان گرنے والے انداز میں صوفے پر بیٹھا تھا۔

اسے سچ میں اردو نہیں آتی یہ تم لوگ کیوں بھول گئے ہو کہ ہماری حرکتوں کی وجہ سے ہی یہ لوگ یہاں موجود ہیں۔

سلطان نے گہرا سانس خارج کرتے بتایا تو وہ تینوں بھی یاد آنے پر چونکتے ہنسے تھے۔

ان سب کی ابتدائی ٹریننگ کے دنوں میں فارم ہاؤس پر یہاں کے لوگ ہی مقیم تھے۔ جو فارم ہاؤس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ چونکہ تب یہ لوگ انتہائی ینگ ایج میں تھے۔ تو ٹف ٹریننگ کرتے ہوئے روز رات کو انکے جسم ٹوٹ جاتے تھے۔ لیکن رات ہونے پر بھی انکی جان بخشی نہیں ہوتی تھی۔

بلکہ فارم ہاؤس کی صفائی اور پھر اپنے لئے کھانا بنانے کے بعد تو وہ لوگ

رونے والے ہو جاتے تھے۔

چونکہ فارم ہاؤس پر یہاں کی دیکھ بھال کرنے والے ملازمین بھی رہتے تھے۔ تو وہ سب انکو بھلا پھسلا کر اپنا اپنا کام کروا لیتے تھے۔ اور خود گھوڑے بیچ کر سو جاتے تھے۔

اک مہینے تک تو وہ سب عیاشی کرتے رہے تھے۔ لیکن جس دن دلاور خان اور شیر از پاشا نے اپنی آنکھوں سے انکو سوتے اور ملازمین کو انکے حصے کا کام کرتے دیکھا۔ تو اگلا دن انکے لئے قیامت کا دن تھا۔

کیونکہ اگلا پورا دن ان چاروں کو بھوکا رکھتے مشکل ترین مشق کروائی گئ تھی۔ اور ساتھ مستقبل کا حل سوچتے ہوئے دونوں کرنلز نے یہاں کے لوگوں کو کہیں اور شفٹ کرتے غیر ملکی لوگوں کو یہاں ملازمت پر رکھ لیا

تھا۔اور وہ غیر ملکی لوگ بھی کسی اک ملک سے نہیں بلکہ الگ الگ ملک کے لوگ تھے۔

مختلف ممالک کے لوگوں کو یہاں لانے کا اک ہی مقصد تھا۔تا کہ وہ چاروں کسی اک سے بھی فرینک نہ ہو سکیں۔اور اگر وہ کسی اک ملک کے باشندے کی زبان سیکھ بھی لیتے تو دوسرے شخص سے بات کرنے کے لیے انکو دوسری زبان کی ضرورت پڑتی۔اسی لئے عیسیٰ سمیت وہ تینوں بھی ان رنگ برنگے لوگوں پر فٹے منہ بھیج کر ٹرینگ کی مشکلوں کو برداشت کرتے رہے تھے۔

ٹرینگ ختم ہونے کے بعد بھی وہ سب دو دفعہ یہاں آئے تھے۔اور ان دو دفعہ میں بھی ان چاروں کو سزا کے لئے ہی یاد کیا گیا تھا۔
کوئی بھی آفیسر آفیشل کام میں اتنی من مرضی نہیں کرتا تھا۔جتنی وہ

چاروں کرتے تھے۔

اگرانکے گروپ میں ضرار اور سلطان کی شخصیت سنجیدہ تھی۔تواس سنجیدہ شخصیت کا آرمی سمیت ان کرنلز کو کوئی فائدہ نہیں تھا۔کیونکہ وہ چاروں اک دوسرے میں گم ہو کر کون سی شکل اختیار کر لیتے تھے کوئی بھی نہیں جان پاتا تھا۔

وہ چاروں آفیشل آفیسرز کی نسبت زیادہ تر سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔

آج تک وہ کسی مشن میں ناکام نہیں ہوئے تھے۔۔پر ان چاروں کی من مرضیوں کی وجہ سے کرنلز بے حد تنگ پڑ چکے تھے۔

وہ کسی اک کو بھی سدھار نہیں سکتے تھے۔جس کسی اک کی طرف وہ اسے

سدھارنے کی نیت سے بڑھنے لگتے تھے۔اسی اک نمونے میں باقی تینوں کی روح بھی سماجاتی تھی۔ جس پر کرنلز دانت کچکچا کر رہ جاتے تھے۔

چار پانچ دن پہلے ملنے والے آرڈر کو وہ لوگ ہوا بنا کر اڑاتے آج اپنی مرضی سے یہاں آئے تھے۔ جبکہ کرنلز کی موجودگی میں وہ صرف بہانے بناتے رہ جاتے تھے. عیس سے بڑا تو کوئی بہانے باز پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

وہ کہہ رہا ہے کہ کرنلز رات تک تک آجائے گئے۔ سلطان نے ان سب کو بتایا تھا۔

تو وہ سب آنکھوں سے اشارے میں باتیں کرتے دھوپ چھاؤں کو ہاتھ ہلاتے اٹھ کر جم روم کی طرف بڑھے تھے۔ لیکن وہ ان دونوں کو چکما دے کر اپنے ماسٹر بیڈ رُوم میں بھاگ نکلے تھے۔ کرنلز کے آنے سے پہلے پہلے

نیند پوری کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ آنے والے دنوں میں تو وہ نیند کو ہی ترسنے والے تھے۔

گڑیا کیا بات ہے، تمہاری آنکھیں کیوں اتنی لال ہیں۔۔
ٹیبل پر نیند میں جھولتی ناشتہ کرتی ہوئی ایرہ کو دیکھ کر اسد فکر مندی سے پوچھا تھا۔

تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ۔۔
سلطانہ بیگم نے بھی فکر مندی سے ایرہ کی طرف دیکھا تھا۔ پوری رات جاگنے کے باعث اسکی سنہری انکھوں میں اس وقت نیند کے لال ڈورے واضح نظر آرہے تھے۔ داؤد صاحب اپنی میٹنگ کے لئے جلدی چلے گئے

تھے۔اس لئے وہ ٹیبل پر موجود نہیں تھے۔

بلو فراک کے ساتھ جینز پہنے گلے میں سکارف سے گردن کو کور کیے اپنی سنہری رنگت میں ایرہ سنان مصطفی کی سنہری پری بیٹھی نیند میں جھول رہی تھی۔ وہ اگر اسے ایسے نیند میں دیکھ لیتا تو اسکے صدقے واری جاتے اسے اپنی گود میں سلا دیتا۔ لیکن وہ ابھی بے خبر کرنلز کے ہتھے چڑھا ہوا تھا۔

گولڈن بالوں کی رف سی پونی بنائی گئی تھی۔۔ جس کی آوارہ لٹیں اسکے چہرے پر احاطہ کیے ہوئے تھی۔ سلطانہ بیگم نے اپنی حسین بیٹی کو دیکھتے دل میں بے ساختہ ماشاءاللہ کہا تھا۔

جو آج بلو ڈریس میں اپنے لاپرواحسن کے ساتھ اپسر الگ رہی تھی۔

شزا معنی خیزی سے اپنی چھوٹی سی نند کو دیکھ رہی تھی۔جو اس وقت ہوش میں نہیں تھی۔

شزا نے چپکے سے اسکی تصویر لیتے سنان کو بھیجی تھی۔اور ساتھ میسج بھی کیا تھا کہ دیکھ لو بچی کو جگانے کا انجام۔۔

ماما میں ٹھیک ہوں مجھے بس کافی بنا دیں۔۔

ایرہ نے انہیں مطمئن کرتے کافی مانگی تھی شاید وہ پی کر تھوڑا بہتر محسوس کر پاتی اور نیند اسکی جان چھوڑ دیتی۔

ایرہ نے بے دھیانی میں اپنے سکارف کو زرا کھسکایا تو اسکی گردن پر گہرا نیلا نشان دیکھ کر شزا سٹپٹا گئی تھی۔اس نے جلدی سے پھر ایرہ کا سکارف ٹھیک

کیا تھا۔تاکہ اسکانشان کوئی اور نہ دیکھ لے۔

ایسے زیادہ ٹھیک لگ رہا ہے۔۔شزا نے مسکراتے ہوئے اسکو سکارف
ٹھیک کرنے کی وجہ بتائی۔تو وہ مسکرادی۔
کافی پی کر وہ اسد کے ساتھ یونیورسٹی چلی گئی تھی۔

علیزے اداسی سے بستر سے اٹھتے تیار ہو کر ڈرائیور کے ساتھ یونیورسٹی آگئی
تھی۔سلطان نے اسے بتایا تھا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے کہیں جارہا ہے۔
جس کی وجہ سے علیزے کا دل انتہائی اداس تھا۔۔لیکن وہ ابھی یہ نہیں
جانتی تھی۔کہ اسکی تمام دوستوں کے دل بھی اداس ہیں۔

سب باری باری اتری ہوئیں شکلوں کے ساتھ کیفے میں داخل ہوتیں اپنی

اپنی سیٹ پر بیٹھتی چلی گئیں تھیں۔

کیا بکواس ہے یار، آئے دن انکو کہیں نہ کہیں جانا ہوتا ہے۔

گرین ویسٹرن ڈریس میں منیزے غصے سے بیگ ٹیبل پر پھینک گئی۔

گردن ڈریس اسکی سبز آنکھوں سے میچ ہونے کی وجہ سے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

پتہ نہیں کہاں جاتے ہیں یہ سب، کچھ بتاتے بھی نہیں ہیں۔۔

مشعل جو کہ براؤن ڈریس میں اپنے بالوں کی پونی بنائے ہوئی تھی۔ وہ بھی اداسی سے بول گئی تھی۔ جبکہ ایرہ ٹیبل پر چہرہ رکھے آتے ہی سو گئی تھی۔

اسے کیا ہوا ہے، یہ کیوں سستانشہ کر کے پڑی ہے۔

منیزے نے ایرہ کو سوتے دیکھ کر استفسار کیا تھا۔ تو وہ دونوں لاعلمی سے

کندھے آچکا گئیں۔

ایرہ۔۔

علیزے نے اسکا کندھے ہلاتے اسے پکارا تھا۔۔وہ علیزے کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

سنی نہیں تنگ کرو نہ پہلے ہی پوری رات سونے نہیں دیا مجھے۔۔۔

وہ نیند میں بڑبڑاتے ہوئے ان تینوں کی آنکھیں پھیلا گئی۔

مشعل نے ان دونوں کو اشارہ کرتے شرارت سے اسکے گلے کا سکارف کھولنا شروع کیا۔تو ایرہ کی پچھلی دودھیا گردن پر دانتوں کے نشان واضح تھے۔۔اسکے علاؤہ لو بائٹس کے نشانات نیلے پر چکے تھے۔اور وہ نشان گنے چنے بھی نہیں تھے۔۔بلکہ ان گنت سرخ نیلے نشانوں سے اسکی سفید پتلی

گردن سجی ہوئی تھی۔

ایرہ کی گردن پر بے شمار نشانات دیکھ کر وہ تینوں منہ کھولتے منہ پر ہاتھ رکھ گئیں۔

تو جاگنے کی یہ وجوہات ہیں۔۔

منیزے معنی خیزی سے بولی۔ تو علیزے اور مشعل اپنی مسکراہٹ روک گئیں تھیں۔ مشعل نے اسے اٹھانا چاہا تو علیزے نے اسے اشارے سے منع کر دیا۔

سونے دو بیچاری کو یار پہلے ہی رات میں فرض پورا کرتی رہی ہے وہ۔۔

علیزے نے مشعل کا ہاتھ روکتے اسکا ٹیبل پر رکھا سر اپنی گود میں شفٹ کیا

توایرہ ریلیکس ہوتی مزید گہری نیند میں چلی گئی۔۔ائرہ کو پھیل کر سوتے دیکھ کر وہ تینوں اسکے معصوم انداز پر زور سے ہنس گئیں۔

منیزے اپنا فون نکال کر ایرہ کی گردن کی تصویریں بنانا شروع ہو گئی۔۔اور پھر ساتھ ہی اس نے مشعل اور علیزے کی تصویریں بنائی۔ مختلف پوز میں وہ سیلفیاں لیتے منٹوں میں ڈھیروں تصاویر بناتی چلی گئیں تھیں۔

علیزے بلیک عبائے میں اپنی سیاہ آنکھوں کے ساتھ مسکرا رہی تھی۔۔کہ سامنے نظر پڑتے اسکی مسکراہٹ سمٹی تھی۔اس نے جلدی سے چہرے پر اپنا نقاب کیا تھا۔

کیا ہوا لیز و۔۔۔

منیزے اور مشعل نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سامنے منہاج علی کسی اجنبی انسان کے ساتھ کھڑا ان پر نظریں جمائے تھا۔

سامنے اک انجان شخص کو اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

آج منہاج علی اکیلا نہیں تھا۔۔اسکے ساتھ اسکا بڑا بھائی وہاج علی صدیقی بھی کھڑا تھا۔اور اسکا آنا کوئی عام نہیں تھا۔ڈارک ورلڈ کا وہ اک خطرناک انسان تھا۔اور اس ڈارک ورلڈ میں اس جیسے خطرناک انسان سے ہر کوئی ڈرتا تھا۔

وہ پراسرار شخصیت والا انسان نقاب میں چھپی دو سیاہ آنکھوں پر ایسا دل ہارا تھا۔کہ دنیا کے اجالے میں جہاں وہ خود کو غائب کر دیتا تھا۔آج اس روشنی میں وہ اس حسینا کو دیکھنے کے لیے یہاں قدم رکھ چکا تھا۔

سامنے بیٹھی اپسرا نے اسکے دل کی دنیا تباہ کر دی تھی۔

سب کو تباہ کرنے والا آج خود کو تباہ کرنے والی کا دیدار کرنے آیا تھا۔

یہ دنیا کا اجالہ اسکے لئے نہیں تھا۔ کیونکہ رات کی سیاہی میں وہ اپنے لئے خود اجالہ کرتا تھا۔ اس نے اپنے لئے خود اک دنیا تخلیق کی ہوئی تھی۔ جس دنیا کا وہ بے تاج بادشاہ تھا۔

لیکن وہ بادشاہ بھی اج اک عورت کے لئے مجبور ہوتے اپنے ہی بنائے قوانین بھول چکا تھا۔ دنیا کا آدھا حسن عورت میں رکھا گیا ہے۔ لیکن وہاج علی صدیقی کو لگ رہا تھا۔ کہ اس دنیا کا مکمل حسن سامنے بیٹھی کالے پردے میں چھپی ہوئی لڑکی میں سما گیا ہے۔

اسکی ڈارک بلو آنکھوں میں علیزے کو ڈرے سہمے دیکھ کر گہرا تاثر چھاتا جا

رہا تھا۔اور سچ میں ڈر بھی رہی تھی۔ منیزے اور مشعل حیرانگی سے اپنے سامنے منہاج کے ساتھ اس انجان شخص کو دیکھ رہیں تھیں۔جوارد گرد کا ہوش بھلائے علیزے پر نظریں جمائے ہوا تھا۔

علیزے نے ڈرتے ہوئے منیزے کا ہاتھ تھاما تھا۔ جبکہ منہاجُ اپنے سامنے منیزے کو دیکھ کر بے تاب ہو گیا تھا۔

جس دن انہوں نے ہوٹل میں بلیک گینگ پر حملہ کیا تھا۔اس دن اگر منہاج علی نے منیزے کو سامنے دیکھ کر ہوش بھلائے تھے۔ تو اسی دن اسکے بڑے بھائی نے بھی علیزے سلطان کو دیکھ کر اپنے دل کی دنیا لوٹائی تھی۔

ان دونوں بھائیوں کو اس دن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن وہ اپنے بھائی کے دیوانہ پن پر حیران کن تھا۔

اسکا بڑا بھائی کوئی عام انسان نہیں تھا۔۔ جبکہ انڈر ورلڈ کا ڈون اور بزنس ٹائیکون تھا۔ ہر رات کو اسکے بستر پر اک نئ لڑکی موجود ہوتی تھی۔ شاید ہی کوئی ایسی رات گزری ہو جب وہاج علی کے بیڈ روم میں کوئی لڑکی موجود نہ ہو۔

پر یہ معجزہ گزرے پانچ دن میں ہو چکا تھا۔ اسکا بھائی پچھلے پانچ دن سے اپنی سد بدھ بھلائے کمرے میں بند رہا تھا۔ منہاج جس کو گولی لگنے کی وجہ اسکا علاج چل رہا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے اس رویے پر شاکڈ ہوا تھا۔ جو اپنا کاروبار بھلائے اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھا سوچوں میں گم رہا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اسے اتنا لاپرواد یکھ رہا تھا۔ تو اسکا حیران کن ہونا بنتا تھا۔

منہاج علی کل اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ کہ اپنے بڑے بھائی کو اپنے

کمرے میں دیکھ کر وہ شاکڈ ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ آج تک اسکے کمرے میں نہیں آیا تھا۔ ضرورت کے وقت ہمیشہ منہاج ہی اسکے کمرے میں جاتا تھا۔

وہاج علی صدیقی نے سیدھا سیدھا اس سے علیزے سلطان کے بارے میں پوچھا تو منہاج علی صدمے سے دوچار ہو گیا تھا۔ لمحے کے گیارویں حصے میں وہ بات کی تہہ تک پہنچ چکا تھا۔ اور اپنے بھائی کے حال کے پیچھے وجہ بھی جان گیا تھا۔

اسی لئے وہ کل وہاج علی کو علیزے سلطان کے بارے میں سب کچھ بتاتے ہوئے آج یونیورسٹی لے کر آیا تھا۔

منہاج علی جانتا تھا کہ وہ سب ہمشیہ کیفے ٹیریا میں بیٹھی ہوتیں ہیں۔ اسی لئے وہ سیدھا یہی آیا تھا۔ وہ اتفاقاً آج ان سب نے اپنے دل اداس ہونے کی

وجہ سے کلاس بھی بنک تھی۔اسی لئے وہ سب یہاں بیٹھ کر گپیں لگاتے ہوئے کھلکھلا رہیں تھیں۔

وہاج علی علیزے سلطان کی اتنی خوبصورت کھلکھلاہٹ سنتے ہوئے مبہوت ہو کر اسے دیکھے جا رہا تھا۔جب اسکی خود پر نظر پڑتے ہی علیزے کی ہنسی سمٹی تھی۔اور وہ چہرے کو نقاب میں چھپا گئی تھی۔

ڈارک براؤن بالوں کے ساتھ ڈارک بلو آنکھوں میں بلیک فورپیس سوٹ پہنے وہ اپنی بھرپور وجاہت کے ساتھ علیزے پر نگاہیں جمائے تھا۔ڈارک بلو آنکھوں میں اس وقت اک خاص چمک واضح تھی۔۔

اس سے پہلے کہ وہ انکے گروپ کی طرف قدم بڑھا پاتا۔میرال اور بیہ جلدی سے اسکے سامنے آ کھڑی ہوئیں تھیں۔

اپنے سامنے دو لڑکیوں کو دیکھتے وہاج علی نے ابرو چکاتے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔۔

خیریت ہے بزنس ٹائیکون وہاج علی صدیقی آج عام یونیورسٹی کے کیفے میں کھڑے ہیں۔

وہاج کی سوالیہ نظروں کو دیکھ کر میرال نے ہاتھ باندھتے انکھوں میں سنجیدگی لئے بھرپور اعتماد سے استفسار کیا تھا۔

جبکہ وہاج علی صدیقی اک نظر سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھتے پیچھے بیٹھی اس حسینا کو دیکھ گیا۔جو اپنے سفید ہاتھ میں ساتھ بیٹھی لڑکی کا ہاتھ جکڑے ہوئے تھی۔

اسکا کایہ خوفزدہ روپ وہاج علی صدیقی کو بہت بھا رہا تھا۔آخر کو وہ اسکی

آنکھوں میں لکھی محبت کی تحریر جو سمجھ پا رہی تھی۔

کیونکہ وہاج علی صدیقی کو اتنا تو اندازہ تھا۔ کہ عورت اپنی طرف اٹھتی ہر نگاہ کو پہچان لیتی ہے۔ اسی لئے اس نے بھی علیزے سلطان پر نظریں جمائے رکھیں تھیں۔ تاکہ وہ اسکے دل میں جلتی ہوئی شمع کو محسوس کر سکے۔ اور وہ محسوس کر چکی تھی۔

وہ سب اک دم میرال اور بیہ کو ادھر دیکھ کر حیران ہوئیں تھیں۔ ایرہ بھی ہوش میں آتی سب نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

وہاج علی صدیقی ہر عام جگہ کو اپنی موجودگی سے خاص بنانا جانتا ہے۔ لہذا آپ بتایئے کہ آپ نے وہاج علی صدیقی کے رستے میں آنے کی ہمت کیسے پیدا کر لی۔

پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے وہاج علی صدیقی نے سرد لہجے میں میرال کو جواب دیا تھا۔ پیچھے کھڑا منہاج بھی اپنے بھائی کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

آپکی موجودگی کتنی خاص ہے یا عام اس بات میں ہمیں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے مسٹر صدیقی۔ بہر حال آپکے اٹھتے قدم ہمیں بتا رہے ہیں کہ آپ کی موجودگی یہاں کس وجہ سے ہے۔ تو ہم اپکو بتاتے چلیں۔ کہ خود کو کسی بھی خوش فہمی کا شکار مت کیجیے گا۔ کیونکہ یہاں بیٹھی یہ چاروں لڑکیاں جن کی ملکیت ہیں۔ آپ ان بادشاہوں سے بے خبر ہیں۔ لہذا اپنے بڑھتے قدم موڑ لیں۔

بیہ اسکی جانب استہزاء مسکراہٹ اچھالتے ہوئے اک اک لفظ پر زور دیتے بولی تھی۔

وہاج علی اپنے سامنے اک عام لڑکی کو یوں بولتے دیکھ تیزی سے مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔ جبکہ منہاجُ علی نے آگے بڑھ کر اپنے بھائی کو یہاں سے نکلنے کا کہا تھا۔ کیونکہ وہ چاروں اطراف گارڈز کو دیکھ چکا تھا۔

وہاج علی نے منہاج کے اشارے کو دیکھتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔اور اک آخری نظر علیزے کو دیکھ کر وہ کیفے سے نکلتا چلا گیا۔ جس کے پیچھے منہاج بھی منیزے پر آخری نظر ڈال کر نکلا تھا۔۔

ان دنوں کے وہاں سے دفع ہونے پر میرال اور بیہ نے تشکر بھری سانس خارج کی تھی۔ سلطان جانے سے پہلے لڑکیوں کی زمہ داری ان دونوں کو سونپ کر گیا تھا۔ وہ اس کام کو مکمل زمہ داری سے نبھا بھی رہیں تھیں۔ پر آج یوں اچانک وہاج علی صدیقی جیسے انسان کو وہ یہاں دیکھ کر چونکی

تھیں۔ وہیں اسے علیزے کی طرف قدم بڑھاتے دیکھ کر وہ جلدی سے آگے بڑھ گئیں۔

کیونکہ اگر وہ علیزے کے سامنے پہنچ جاتا تو کوئی بعید نہیں تھا سلطان احمد خان آج ہی اسکی جان لینے پہنچ جاتا۔۔

گارڈز ان کو چاروں اطراف سے سیکورٹی میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ انکی پل پل کی خبر بھی نعمان خان جو پہنچا رہے تھے۔

خیریت ہے تم دونوں یہاں کیا کر رہی ہو۔۔
منیزے اپنے دراز قد سمیت آنے پیچھے کھڑے ہوتے انکو مخاطب کر گئی۔

میرال اور بیہ اسکے سوال پر مڑی تھیں۔ میرال اچھے جانتی تھی۔ کہ پارٹی

والی رات سے منیزے اس پر بھری پڑی ہے۔پر اس میں میرال کا کوئی قصور نہیں تھا۔اسے جیسا حکم ملا تھا۔اس نے ویسے ہی کیا تھا۔

جی میم کام تھا کچھ اس لئے۔۔

بیہ نے منیزے کی سبز کانچ سی آنکھوں کو دیکھ کر آہستگی سے جواب دیا۔تو منیزے ہنکارہ بھر گئی۔البتہ اسکی سبز گھورتی آنکھیں میرال پر ہی ٹکیں تھیں۔جیسے وہ موقع ملتے ہی اس پر جھپٹ پڑے گی۔

وہ کون تھا۔۔

منیزے نے وہاج علی کے بارے میں پوچھا۔تو وہ دونوں لاعلمی سے کندھے آچکا گئیں۔

اگر تم دونوں اسے نہیں جانتی تو کھسر پھسر کرتے اسے کونسے گیت سنا رہیں

تھیں۔

منیزے انکے جھوٹ بولنے پر بھڑک اٹھی تھی۔

سوری میم اپکو غلط فہمی ہوئی ہے کوئی۔ ہم غلطی سے ان کے ساتھ ٹکرا گئے تھے بس ورنہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

میرال اسے جلد جواب دیتے بیہ کا ہاتھ پکڑے وہاں سے نکلی تھی۔ جبکہ منیزے غصے سے مٹھیاں بھینچ گئی تھی۔ وہ خود انکو بات کرتے ہوئی دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ اسکے منہ پر جھوٹ کیسے بول سکتی تھی۔

نخوت سے سر جھٹکتے وہ جا کر دوبارہ ٹیبل پر بیٹھ گئی۔

جبکہ میرال اور بیہ نے باہر نکلتے ہی سکھ کا سانس لیا تھا۔

توبہ ہے یار جس طرح سے یہ ہمیں دیکھتی ہیں نہ کسی دن کچا چبا جائیں گی۔
میرال نے جھرجھری لیتے کہا تھا۔وہ منیزے کی سب آنکھوں میں اپنے لئے غصے کو اچھی سے محسوس کر چکی تھی۔

ہمیں نہیں بے بی صرف تمہیں دیکھتی ہیں۔۔
بیہ نے اسکی درستگی کرتے اسے بتایا تھا کہ وہ اکیلی ہی اس غصے کی وجہ ہے۔
جس میں بیہ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

میرال اسے گھور کر رہ گئی تھی۔
ویسے یار جتنی یہ سب خوبصورت ہیں نہ سر لوگوں کو چاہیئے کہ انکو پنجرے میں قید کر کے جائیں۔دیکھا نہیں وہ منحوس صدیقی جیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر علیزے میم کو دیکھ رہا تھا۔

بیہ نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔۔

بے وقوف یہ چاروں لڑکیاں انکی محبت ہیں، باندیاں نہیں ہیں۔ جنہیں سر لوگ قید کر کے رکھیں۔۔

میرال اسکی عقل پر ماتم کرتے بولی تھی۔اور گارڈر کی طرف قدم بڑھا گئی۔ جس کی پیروی میں بیہ بھی اسکے ہم قدم ہوئی تھی۔

شان تک وہ چاروں لمبی تان کر سوتے رہے تھے۔۔اور سنی تو سوتے ہوئے یہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہا تھا۔ کہ اسکی نیند پوری ہو رہی ہے۔۔اس نے پہلے ہی پوری رات خود کے ساتھ ایرہ کو بھی جگائے رکھا تھا۔۔اور اگر یہاں اسے سونے کا موقع نہ ملتا تو نیند سے پتہ نہیں اسکا کیا حال ہو جاتا۔۔

اپنے ماسٹر بیڈ رُوم میں وہ سب لائٹ آن کیے سو رہے تھے۔۔ کیونکہ یہاں وہ لائٹ آف کرنے کا رسک نہیں لے سکتے تھے۔۔ بڑے سے کمرے میں ان سب کے بیڈ اک سائیڈ پر لگائے گئے تھے۔اور کمرے میں بیڈ کے سوا دوسرا اور کوئی فرنیچر نہیں تھا۔

اگر انہوں نے کمرے کی لائٹ آف کی ہوتی تو اب تک یہاں کے رنگے برنگے لوگ انکی جان کو آ گئے ہوتے۔اسی لئے وہ لوگ جم کی بھی لائٹ آن کر آئے تھے۔۔تاکہ باہر دیکھنے والوں پر یہ ہی تاثر پڑے کہ وہ لوگ جم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا کمرہ صاف کر رہے ہیں۔

جو کہ انکے آنے کی خبر سن کر دو دن سے صاف کرنا چھوڑا ہوا تھا۔

ان لوگوں نے جب بھی یہاں آنا ہوتا تھا۔۔ کرنکز کے اڈرز پر انکے کمرے

کو صاف نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ سب خود آ کر صفائی کرتے تھے۔ اور یہ ہی انکی پہلی ڈیوٹی تھی۔ پر یہاں وہ ایسے ہی ہوش و حواس سے بے گانہ پڑے تھے۔

عیس اور سنی کا کہنا تھا۔

کمرے کی صفائی کا بس بہانا ہے۔

اصل مقصد تو ہماری نیند کو بھگانا ہے۔

سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے وہ سب نیند میں اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ رومینس میں مصروف تھے۔۔ کہ جان نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ان پر خونخوار نظر ڈالی تھی۔

جان وہ ہی افریکن آدمی تھا۔۔ جو باہر گیٹ پر ان چاروں کو چیلنجنگ بھری

نظروں سے دیکھ کر چڑا رہا تھا۔

روم میں آتے ہی جان نے اپنے ساتھ لائی پانی کی بالٹی ان سب پر ترتیب سے انڈھیلی تھی۔ کہ وہ سب ہڑ بڑاتے ہوئے آنکھیں کھول گئے تھے۔

سیلاب آسیلاب۔ سنی نیند میں ہڑ بڑاتے ہوئے بولتے اٹھ بیٹھا تھا۔

سیلاب نہیں آیا یہ گنجو چمکیلا آگیا ہے۔۔

عیس اپنے سامنے جان کو دیکھ کر دانت کچکچا گیا تھا۔ جبکہ سنی نے بھی عیس کی طرح غصے بھری نظر اس پر ڈالی تھی۔ جو پہلے ہی خطرناک تیوروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

سلطان اور ضرار نے بالوں اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے تیش بھری نظروں

سے اپنے سامنے کھڑی بلا کو دیکھا تھا۔ جو اپنی زبان میں پتہ نہیں غصے میں کیا کیا بولتا جا رہا تھا۔

یار اس سالے ناگ کو بول کہ گوگل ٹرانسلیٹر کی مدد سے ہمیں اپنی بکواس سمجھائے جو بھی کہنا ہے۔۔

سنی بے زاری سے کہتے پھر پیچھے بستر پر گرا تھا۔ جبکہ جان جو آنکھوں میں غصہ لیے انہیں باہر آنے کو کہہ رہا تھا۔ بالٹی میں بچا پانی سنی پر پھر اک دفعہ انڈھیل گیا۔ جس پر سنی چیختے پھر اٹھ بیٹھا تھا۔

سمجھالو اسے گنجو ناگ پان کو میں میجر ہوں اسکا یہ کالا تشدد نہیں برداشت کروں گا اس دفعہ۔۔

سنان اپنی نیند خراب ہونے پر غصے میں اسے سارے الٹے ناموں سے

پکارتے ڈھارا تھا۔ جس پر جان اس سے بھی زیادہ اونچی آواز میں غرانے لگا تھا۔ جس پر سنان اک لمحے کو بوکھلا گیا تھا۔

جان ان پر چینختے ہوئے باہر چلا گیا۔ تو پیچھے وہ تینوں سنی کی حالت پر قہقہہ لگا گئے۔

کیا ہوا ڈر گیا تھا کیا۔۔۔
عیس نے اسے چھیڑا تو سنی منہ بنا گیا۔۔

سالا مگرمچھ اتنا بڑا منہ کھولتا ہے۔ کہ میرے جیسے نازک دل والا کوئی بھی ڈر جائے۔

سنی نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو وہ تینوں ہنستے ہوئے فریش ہونے کی

غرض سے بیڈ سے کھڑے ہو گئے۔

کیا ہے یار میرا نہیں موڈا بھی باہر جانے کا مجھے نیند آرہی ہے۔
سنی انکو اٹھتے دیکھ کر بے زاری سے بولا تھا۔اسے ابھی بھی نیند آرہی تھی۔

تو نہ اٹھ گنجو جب خود تجھے آکر اٹھائے گا نہ پھر تجھے سمجھ لگے گی۔۔
ضرار نے اسکی بے زاری پر آرام سے اسے مشورہ دیا۔تو سنان گنجو کو یاد
کرتے ناک چڑھا گیا۔

تجھے کس نے کہا تھا۔پوری رات جاگ کر بیوی کے ساتھ محنت اور انرجی
لگا۔سالے ابھی رخصتی ہوئی نہیں اور پوری رات پھر بھی جاگتا ہے

عیس نے اسکی گردن پر دانتوں کے نشانات دیکھ کر سلگتے ہوئے لہجے میں کہا

تھا۔ وہ یہ سوچ کر اس پر بھڑ کتا تھا۔ کہ وہ اپنی بیوی کو ملنے کے لئے ترستا تھا۔ تو اس میسنے انسان کے لئے رخصتی سے پہلے ملنا کیوں اتنا آسان تھا۔

عیس کے کڑھنے پر سنان نے چوڑے ہوتے اپنی کالر کھسکا کر اسکی جناب اپنی دلکش مسکراہٹ اچھالی تو ضرار اسکی ایکٹنگ پر ہنستے ہوئے اسکے منہ پر شرٹ پھینک گیا۔

ان لوگوں کو تیار ہو کر اب باہر نکلنا تھا۔۔ تقریبا آدھے گھنٹے میں وہ سب فریش ہو کر ٹرینگ یونیفارم پہنے باہر نکلے تو باہر سے مخصوص آواز سنتے ان چاروں کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔۔۔

اس گنجو کو نہیں چھوڑوں گا میں۔۔

عیس جان کو دیکھ کر غرا اٹھا تھا۔۔

جان بڑی سی لوڈڈ گاڑی میں بوریاں لادے گاڑی کے اک طرف لٹکا ہوا تھا۔ جبکہ گاڑی آہستہ آہستہ فارم ہاؤس کے اندر داخل ہو رہی تھی۔

جان نے ان چاروں کو گراؤنڈ میں کھڑے دیکھ کر شیطانی مسکراہٹ پاس کی تھی۔

جس پر ان سب کا خون کھولنے لگا تھا۔

اس جیسے کوئی دس گنجے مرے ہونگے تب جا کر یہ گنجو چمکیلا پیدا ہوا ہو گا شاید۔۔

ضرار بھڑک کر بولنے لگا تھا۔ جبکہ سنی ضبط سے اپنی گولڈن ڈاڑھی کو انگلی کی مدد سے چھو رہا تھا۔ اور سلطان ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے لاپرواہی

سے کھڑا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ تیش سے جان کی طرف بڑھ پاتے جان کی گاڑی کے پیچھے اک آرمی کی گاڑی فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوئی تھی۔
آرمی کی گاڑی دیکھ کر وہ چاروں چوکنا ہو کر پوزیشن میں کھڑے ہو گئے تھے۔

جان اچانک گاڑی سے چھلانگ لگاتے ہوئے نیچے اتر کر انکے سامنے آ کھڑا ہو گیا تھا۔

جان نے ان چاروں کو چوکنا کھڑے دیکھ کر انکی طرف جلی کٹی مسکراہٹ پھر اچھالی۔ تو وہ چاروں ضبط سے مٹھیاں بھینچنے لگے۔۔

مانا کہ اسکے دانت ایکسٹرا وائٹ ہیں پر اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اب یہ

ہر وقت کو لگیٹ کی کمرشل دینا شروع کر دے۔

سنی پوزیشن میں کھڑا تھا۔اپنے سامنے جان کو منہ پھاڑ کر کر ہنستے دیکھ کر وہ دبے دبے انداز میں بولا تو وہ تینوں اپنے اپنے ہونٹ اک دوسرے کے ساتھ زور سے پیوست کر گئے۔تاکہ اپنی اپنی ہنسی کو کنڑول کر سکیں۔

دیکھ سالا ہنستا ہے تو ایسے لگتا ہے۔جیسے منہ کھولتے ہی ساری دھرتی نگل جائے گا۔سالا اجرک کہیں کا۔۔۔

اجرک سب سے بڑے سانپ ک نام ہے۔جو جانوروں کو پورا نگل لیتا) (ہے۔

جان کو مسلسل چڑاتے دیکھ کر عیس بھی چپ نہیں رہا تھا۔اور اب کی باران تینوں کے چہرے ہنسی کے زور سے سرخ پڑ گئے تھے۔

دلاور خان اور شیر از پاشا اپنی رعب دار شخصیتوں کے ساتھ ان چاروں کے سامنے آئے تھے۔ جہاں وہ چاروں مؤدب ہو کر ایسے کھڑے تھے۔ جیسے ان سے اچھا اس دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔
کرنلز ان سب کو اشارہ کرتے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

پیچھے وہ سب بھی انکے پیچھے ہوئے تھے۔ جبکہ عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفی کاظمی جان کو چڑانا نہیں بھولے تھے۔
لیکن جان لاپرواہی سے آپنے کام میں مصروف تھا۔ کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں انکی بینڈ بجانے والا تھا۔

ہمیں اک اک چیز کی وضاحت چاہیئے تو شروع ہو جاؤ۔۔۔

دلاور خان نے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔ شیر از پاشااور دلاور خان اس وقت اپنے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔اور انکے سامنے وہ چاروں سیدھے اپنی بیک پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

یہ اک بلیک سپاٹ آفس تھا۔ بلیک سپاٹ اس وجہ سے کیونکہ اس آفس میں فرنیچر سے لے کر پینٹ تک ہر چیز کالے رنگ کی تھی۔اس آفس کو ضرار پاشانے ڈیزائن کیا تھا۔ کیونکہ پچھلے سال انکے فارم ہاؤس پر کچھ لوگ چوری چھپے داخل ہو گئے تھے۔

جن کا مقصد آفس میں پڑے پیپر زچرانا تھا۔ لیکن خوشی قسمتی سے وہ لوگ ناکام ہوتے جان کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔اور پھر انکی جو خاطر تواضع جان نے کی تھی۔ وہ قابل تعریف تھی۔ یہ اسکی قابلیت کا ثبوت تھا۔ کہ اس نے اک بڑے نقصان سے بچالیا تھا۔

لیکن اس چیز کا صرف اک نقصان ہوا تھا۔ کہ جان انکو پہلے سے بھی زیادہ چڑانے لگا تھا۔ کیونکہ اس رات وہ پہنچنے میں لیٹ ہو گئے تھے۔ اور انکی اسی دیری کی وجہ سے پھر جان کے طعنے تھے اور ان چاروں کے کان۔۔

وہ اپنی زبان میں انکو جتنا سنا سکتا تھا اس نے سنایا تھا۔ عیس اور سنی یہ سوچ کر خوش ہوتے رہے تھے۔۔ کہ جان کونسا اردو بول رہا ہے۔ جو وہ جلتے ہوئے اپنا خون جلائے۔ لیکن بونے جان کی کہی ہوئی ساری باتوں کو ریکارڈ کر کے بعد میں لاؤڈ سپیکر پر ٹرانسلیٹ کر کے ان چاروں کے کانوں سے خون نکال دیا تھا۔

کیونکہ جان کی باتیں ہی اتنی خطرناک تھیں۔

اسی وجہ سے اس آفس کو دوبارہ ڈیزائن کرنے کا خیال ضرار پاشا کو آیا تھا۔

جس نے اپنی ذہانت کی وجہ سے اس آفس کو ایسے ڈیزائن کیا تھا۔ کہ اگر کوئی بھی انسان اس آفس میں پہلی بار داخل ہو گا۔ تو اسے خالی جگہ کا ہی گمان ہو گا۔

کچھ سپیشل لائٹس صرف ان سب کی موجودگی میں ہی آن ہوتیں تھیں۔ ورنہ یہاں کسی انجان شخص کی آمد پر یہ آفس خود باخود بلیک روشنی پھیلاتے خود میں گم ہو جاتا تھا۔

اس وقت بھی ان چاروں کے اوپر اک اک سپاٹ لائٹ آن تھی۔ جو ان چاروں کو مکمل طور پر واضح کی ہوئی تھی۔

کرنلز کے سیدھا سیدھا سوال پوچھنے پر وہ اپنی بیک پر بندھے ہاتھوں کی مٹھیوں بنا گئے تھے۔

ان چاروں نے بیک وقت یہ اکٹھا کیا تھا۔ جو کرنلز اپنے سامنے لگے کیمرے

میں دیکھتے اک دوسرے کو دیکھ گئے تھے۔ آج تک انکو لگتا تھا۔ کہ وہ چاروں جان بوجھ کر اک دوسرے کی طرح بنتے ہیں۔

پر انکی حرکتوں سے تنگ آتے جب سے کرنلز نے ان سے چوری خفیہ کیمرے لگوائے تھے، تاکہ انکی ہر حرکت پر نظر رکھ سکیں۔ تب سے انکو پتہ چلنے لگا تھا۔ کہ اکٹھا ہونے کی صورت میں فطری طور پر وہ سب اک ہی امیج شو کرتے تھے۔ جیسے وہ چار نہیں بلکہ اک ہی انسان ہو۔۔

جبکہ الگ الگ ہونے کی صورت میں بھی وہ اپنے روپ میں نہیں بلکہ اک دوسرے کے روپ میں ملتے تھے۔ دشمن آج تک اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ کہ بلیک گینگ میں حقیقی طور پر کونسا انسان کیسا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی اپنا رئیل امیج کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ انکے اصلی چہرے تو صرف انکی بیویوں کو ہی پتہ تھے۔

کچھ پوچھا ہے ہم نے۔۔

شیر از پاشا نے انکو ہنوز چپ دیکھ کر غصے میں پھر پوچھا تھا۔

سر ہم نے تو کچھ کیا ہی نہیں ہے۔۔

سنی نے سامنے دیکھتے بھولے پن سے جواب دیا۔ تو وہ تینوں اک سکینڈ کے لئے انکھیں بند کر کے کھول گئے۔ یہ ریکشن انہوں نے اپنے نمونے کے بھولے پن پر دیا تھا۔

دلاور خان اور شیر از پاشا ضبط سے اپنے اپنے ماتھے کو ہاتھ سے مسلنے لگے تھے۔ وہ جانتے تھے۔ کہ سامنے کھڑے نمونوں سے کوئی بی سیدھی بات نکلوانا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہ برداشت کی آزمائش کا اک مشکل مرحلہ تھا۔

آپ لوگوں نے اپنا حلیہ دیکھا ہے۔ کہاں سے آپ آرمی کے نوجوان لگتے ہیں۔ یہ کونسے فیشنوں کو آپ نے اپنایا ہوا ہے۔۔

دلاور خان ان سب کے حلیے دیکھتے گرجے تھے۔ بس نہیں چل رہا تھا۔ سامنے کھڑے چاروں انسانوں کا کچھ کر دیں۔

سر ہم سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔۔

عیس بلند آواز میں انکی تصحیح کرتا بولا تھا۔ وہ چاروں آپنے چہروں کو سپاٹ بنائے کھڑے تھے۔ لیکن انکے جواب انکے چہروں سے میل نہیں کھا رہے تھے۔

تو سیکرٹ ایجنٹ کیا فیشن کرتے ہیں۔۔

کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے شیر از پاشا نے تحمل سے پوچھا تھا۔ کیونکہ ان دونوں کرنلز کا اس وقت غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

سر فیشن ضروری ہے۔ کیس حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ کبھی کبھار انفار میشن لڑکیوں سے بھی نکلوانے کی ضرورت پڑتی ہے نہ۔۔اور میں کئی لوگوں کو اپنے آس پاس اسی وجہ سے فیشن کرتے دیکھا ہے۔تاکہ وہ کامیاب ہو سکیں۔

سنان مصطفی نے سامنے دیوار پر دیکھتے انکو فیشن کی وجہ سمجھانا چاہی تھی۔

روز آپ کتنے ایسے سیکرٹ ایجنٹس سے ملتے ہیں میجر سنان جو فیشن میں ڈوبے ہوتے ہیں۔

دلاور خان نے طنزیہ انداز میں اس سے پوچھا تو سنان منہ میں زبان کو رول کرنے لگا، پر چپ رہا تھا۔

اور میجر عیس علی ہمدانی آپ یہ اپنی لمبی زلفیں کب کٹوانا پسند کریں

گئے۔۔۔

شیر اپاشا نے اپنی تیکھی نظریں عیس کی طرف موڑیں تو وہ اچانک بوکھلا گیا تھا۔

دونوں کرنلز باری باری سوال کرتے انکو ہوش دلا رہے تھے۔ کہ وہ ان سب بے خبر نہیں ہیں۔۔

اک سال پہلے کسی مشن کی وجہ سے عیس علی ہمدانی کو یہ لک اپنانا پڑی تھی۔۔ لیکن وہ دن اور یہ آج کا دن تھا۔ عیس نے اس لک کو بدلنے کا سوچا نہیں تھا۔ اور ایسا سوچنے والے کو بھی وہ منع کر دیتا تھا۔ جیسے ابھی کرنے والا تھا۔

سر آرمی چھوڑ دوں گا۔ پر بال نہیں کٹے گئے میرے۔

عیس نے بلند آواز میں شان سے جواب دیا۔ تو ان تینوں کے چہرے ہنسی کی

وجہ سے سرخ پڑ گئے۔ سالا کتنے دھڑلے سے بول رہا تھا۔۔ حالانکہ اسکی اک بھی چلنے والی نہیں تھی۔ سنی نے اپنے دل میں بے اختیار سوچا تھا۔۔ ضرار اور سلطان مکمل خاموشی اختیار کیے ان سب کے مذاکرات سن رہے تھے۔

برخوردار آپ کیوں بھول رہے ہیں۔۔ کہ آپ پہلے ہی آرمی سے نکلے ہوئے ہیں۔۔

دلاور خان نے اسے حقیقت دیکھائی۔ تو عیس منہ بسور گیا۔ عیس کے چیف کو ہٹ دھرمی جواب دینے کی وجہ سے ان چاروں کو آفیشل کک آؤٹ کیا گیا تھا۔ کیونکہ سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہوئے وہ چاروں ہی اپنی لکس سٹائل بدل نہیں رہے تھے۔

جبکہ آرمی کی اپنی ایک امیج ہے۔اور اسی امیج کو ان چاروں نے بھاڑ میں جھونکا ہوا تھا۔انکی اسی ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے وہ سب آئے دن ذلیل ہوتے تھے۔پر اثر کسی کو بھی نہیں تھا۔سب کا ہی ماننا تھا۔۔کہ وہ آرمی کے ہیر کٹ میں اچھے نہیں لگتے۔

تم لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے ہی یہاں بلایا گیا ہے۔
دلاور خان نے استہزاء مسکراہٹ سے انکو بتانا چاہا تھا۔لیکن وہ ڈھیٹ پھر بھی ریلیکس نظر آرہے تھے۔

سراپکی ساری سزائیں سر آنکھوں پر ہیں۔پر جان والا ٹارچر ہمیں قابل قبول نہیں ہے۔۔۔
سنی نے انتہائی معصوم انداز میں ڈیمانڈ کی تو وہ دونوں اسے گھور کر رہ گئے۔

جیسی تم لوگوں کی حرکتیں ہیں۔ تم لوگوں کو لٹکانا چاہیے بس۔۔

وہ گھور کر بولے تھے۔

مسٹر سلطان احمد خان مجھے سارے معاملے کی بریفننگ چاہیئے۔۔

دلاور خان نے سنجیدگی سے اپنا رخ سلطان کی طرف موڑا تو گہری سانس خارج کر گیا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ آخر پر اسکی باری آنے والی ہے۔

سرسوات جانے کی وجہ سے آپ سب اگاہ ہی ہیں۔ اصولی طور پر ہم نے آپکے اڈرز مانتے ہوئے میجر عیس کو اکیلے ہی بھیجا تھا۔ پر پھر ایمرجنسی کی وجہ سے ہمیں اڈرز کے خلاف ایکشن لینا پڑا تھا۔ کیونکہ بات صرف میجر عیس کی نہیں تھی۔ بلکہ گڑیا کی سفیٹی کی بھی تھی۔

باقی تفصیل اپکو میجر ضرار آگاہ کر سکتے ہیں۔۔

سلطان نے مختصر تفصیل بتاتے ہوئے انکی توجہ ضرار کی طرف موڑی۔ تو

ضرار سر کو جنبش دیتے بولنا شروع ہو گیا۔

سر ہوٹل پر حملے والی بات سے بھی آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ حملہ بلکل اچانک تھا۔ اس حملے میں ہماری غفلت کی وجہ منیزے ضرار پاشا ہیں۔ ابھی ضرار مزید بول پاتا پر شیراز پاشا ہاتھ کھڑا کرتے اسے وہیں روک گئے۔

اک اچھا فوجی کسی وجہ سے غفلت نہیں برت سکتا۔ عام انسان کے پاس دو آنکھیں اور اک عام انسانی دماغ ہوتا ہے۔ جبکہ اک فوجی کے پاس چار آنکھیں اور اک غیر معمولی دماغ ہوتا ہے۔

اسکی آنکھیں ہر طرف کا جائزہ لیتے اسکے غیر معمولی دماغ کو سگنلز اسی لئے بھیجتی ہیں۔ تاکہ وہ دماغ کا استعمال کرتے ہوئے موجودہ صورت پر حاوی ہو

سکے۔نہ صورت حال کو خود پر حاوی ہونے دے۔

اور میری بیٹی کو قصوروار ٹھہرانا بند کریں میجر ضرار پاشا، وہ اک محبت کرنے والی عورت ہے۔اسکے محبت کے جذبے نے ہی اسکو اپ کے پاس رکنے پر مجبور کیا تھا۔آپ اک مرد ہونے کے ساتھ ساتھ فوجی بھی ہیں۔ منیزے پاشا کی ذمہ داری آپکا فرض تھی، نہ کہ انکا اپنا۔۔

اس لئے آئندہ دوسروں کو الزام ٹھہرانے کی بجائے اپنی قابلیت پر دھیان دینے کی کوشش کریں۔

کیا ہماری ٹریننگ میں کسی چیز کی کمی رہ گئی تھی۔جو آپ سب ہمیں نفسیات کا کھیل سمجھنے میں ناکام دیکھائی دے رہے ہیں۔

ہم دونوں نے اپنی جمع پونجی آپ چاروں پر لوٹائی ہے۔

ہم نے ہمیشہ آپ سب کو جسمانی طور پر مضبوط بنانے کی بجائے اپکو ذہنی طور پر مضبوط بنانے کی کوشش کی ہے۔ پھر آپ سب کو کب سے کمزورں کو ٹارگٹ کرنا آگیا ہے۔

شیر از پاشا ٹھہر ٹھہر کر بولتے ہوئے انکی زبان تالو سے چپکا چکے تھے۔ وہ چاروں سپاٹ ایکسپریشن سے انہیں سن رہے تھے۔

کیا آپ سب کے پاس کوئی جواب ہے اس سب کے بارے میں۔۔

دلاور خان نے گرجتے ہوئے پوچھا تھا۔

آپ سب کو کیا لگتا ہے کہ ہم آپ سے بے خبر رہتے ہیں۔ حالانکہ ہم اک قدم بھی آپ سے پیچھے نہیں رہتے۔ آپکی بے خبری میں بھی اپکو پروٹیکٹ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور یہ سب کرنے کے لیے بھی مجبور ہیں۔

کیونکہ آپکی ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے ہماری بہوئیں دشمنوں کی لسٹ میں پہلے نمبر پر آگئیں ہیں۔

ہوٹل میں بمب لگا کر اسے تباہ کیوں کیا گیا۔۔

دلاور خان نے شدید غصے کے عالم میں پوچھا تھا۔

وہ چاروں اب حقیقت میں سنجیدگی سے کھڑے تھے۔ لیکن کرنلز کو انکی سنجیدگی پر پھر بھی یقین نہیں تھا۔ وہ ان سے ایکٹنگ کی امید بھی رکھتے تھے۔

سر وہ جگہ خرید لی گئی ہے۔ وہاں نئی عمارت بنانے کے لیے پہلی عمارت کو گرانا ضروری تھا۔

عیس نے ہیزل براؤن آنکھوں میں سنجیدگی لئے انہیں بتانا چاہا تھا۔ کہ وہ اس جگہ کو خرید چکا ہے۔ پھر چاہے وہ بمب لگائے یا آگ بھلا کیا فرق پڑتا ہے۔

کونسی نئی عمارت بننے والی ہے وہاں۔۔

شیر از پاشا نے استہزایہ انداز میں استفسار کیا۔۔

سر وہاں جو بھی بنے گا وہ ہماری بیویوں کے لئے ہو گا۔

سنی نے بھی گولڈن آنکھیں سامنے ٹکاتے انہیں بتایا تو دونوں کرنلز ہنکارہ بھر گئے۔اپنی بہوؤں کی دفعہ انہوں نے مزید کوئی سوال نہیں پوچھا تھا۔

ہوٹل کے مینجر کو کیوں زخمی کیا گیا تھا۔۔

شیر از پاشا نے یاد آنے پر پھر سوال کیا۔تو وہ چاروں مٹھیاں بھینچنے پر مجبور ہو گئے۔آج کوئی انوکھی عدالت لگائی گئی تھی۔جس میں وہ کا کروچ کا بھی حساب دینے پر مجبور تھے۔

سر صرف اک گولی لگی تھی اسے۔۔

سنی نے عام سے لہجے میں انکو بتایا تھا۔انداز بلکل ویسے تھا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔کہ اک ٹھوکر ہی تو لگی ہے۔ کونسا پہاڑ سے دھکا دیا گیا ہے۔

کرنلز دانت کچکچا اٹھے تھے۔۔

بے شرموں اسے دو گولیاں لگیں تھیں۔اور ہسپتال میں ہوش میں آتے ہی وہ پاگل ہو گیا تھا۔

مینجر کو جب ہسپتال میں ہوش آیا تھا۔تو وہ چیختے ہوئے خود کو چادر میں چھپانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ڈاکٹرز اسکے رد عمل کو سمجھنے سے قاصر تھے۔کیونکہ اسے صرف دو گولیاں لگیں تھیں۔اور گولیاں بھی ٹانگ اور بازو پر تھی۔دماغ پر کسی چوٹ کا نشان نہیں تھا۔پھر اسکا پاگل پن انکی سمجھ سے باہر تھا۔

لیکن کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ عیس علی ہمدانی وہاں نکلنے سے پہلے اسکے کان میں ایسا سور پھونک کر آیا تھا۔ کہ مینجر پاگلوں کی طرح خود کو چادر تلے چھپاتے ہوئے بس کچھ مخصوص الفاظ دہراتا جارہا تھا۔

"کہ اسکو اس نے دیکھ لیا ہے"

ڈاکٹرز اسکے ان الفاظ کو سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔ کہ کس نے کس کو دیکھ لیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفی کاظمی اسے کس حد تک ٹارچر کرتے رہے تھے۔ کوئی بھی انسان اپنی نازیبا حالت کسی کے سامنے عیاں ہوتا برداشت نہیں کرتا ہے۔

پھر وہ دونوں تو باقاعدہ طور پر اسے بتاتے ہوئے آئے تھے کہ وہ بیڈ پر کس کس حالت میں رہا ہے۔ مینجر کو یہ سوچ ہی پاگل کر گئی تھی۔ کہ اسے نازیبا حالت میں دیکھا گیا ہے۔

انکے گرجنے پر وہ اپنی مسکراہٹ دبا گئے۔
سر اک فائر تو میں نے کیا تھا۔اور دوسرا شائد غلطی سے لگ گیا ہو گا۔سنان نے پر سوچ انداز میں انکو بتایا تو وہ دونوں ایسر وآ چکا گئے۔

جی میجر سنان سارے کام تو آپ سے ایسے ہی ہو جاتے ہیں۔اور اپکو پتہ بھی نہیں چلتا۔مینجر کو پہلے ٹارچر کرتے اسے گولیاں ماری گئیں۔پھر ہوٹل میں بمب لگا کر اسے زخمی حالت میں بھاگنے پر مجبور کیا گیا۔

یہ سب کچھ خود ہی تو ہو گیا۔آپ لوگوں کا تھوڑی اس میں کوئی قصور ہے۔۔
شیر از پاشا طنزیہ انداز میں بولنا شروع ہوئے تو بولتے ہی چلے گئے۔

انہوں نے ان پر سخت گھوری ڈالتے جان کو اندر بلایا تھا۔ جو اگلے ہی منٹ مؤدب انداز میں انکے سامنے کھڑا تھا۔ جس کو دیکھ کر ان چاروں کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

جان سے اسکی زبان میں بات کرتے ہوئے دونوں کرنلز اسے ہدایات دینے لگے۔

جان انکی ساری باتے سن کر ان سے اجازت لے کر روم سے نکل گیا۔

جایئے آپ لوگ بھی اس دفعہ آپکی ٹرینگ جان کرے گا۔۔

دلاور خان نے سنجیدہ انداز میں انکو کہا تو وہ چاروں انکو شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگے۔

سر یہ غلط بات ہے۔ آپ سزا دیں لیکن مینٹلی ٹارچر تو نہ کریں پلیز۔۔

عیس نے بیچارے پن کی انتہا کرتے دہائی دی تھی۔

کیوں مینٹلی ٹارچر کرنے کی اجازت صرف تم لوگوں کو ہے کیا۔ اگر اک سکینڈ میں آپ لوگ یہاں سے غائب نہ ہوئے تو میں اس ٹرینگ میں جان کے ساتھ بو بھی شامل کر دوں گا۔

دلاور خان نے انکو طنزیہ انداز میں کہنے کے ساتھ ساتھ دھمکی آمیز پیغام دیا۔ تو وہ چاروں پل میں وہاں سے غائب ہوئے تھے۔

کیونکہ بو کے ٹارچر کا بھی الگ لیول تھا۔ وہ گندی چیزے کھانے والا انسان انکے سامنے بیٹھ کر جب سانپ اور مینڈک کھاتا تھا۔ تو اگلے کئی کئی دن وہ لوگ کھانا بھول جاتے تھے۔ بو کا ٹارچر تو وہ لوگ اک بار بھی برداشت نہیں کر پائے تھے

آفس سے نکل کر وہ چاروں ہال میں آ کھڑے ہوئے۔ گول دائرے میں کھڑے ہوتے وہ چاروں اپنے رائٹ ہینڈ کی مٹھی بنا کر اک دوسرے کی مٹھی کے ساتھ جوڑ کر شیطانی مسکراہٹ دبانے لگے۔

انکے کرنلز کو لگتا تھا۔۔کہ وہ نفسیات کا کھیل نہیں سمجھ سکتے۔ جبکہ ابھی وہ انکی نفسیات سے ہی کھیل کر آ رہے تھے۔ ہوٹل میں حملہ اچانک ضرور تھا۔۔پر اتنا شدید نہیں تھا۔ کہ وہ لوگ اس کو ہینڈل نہ کر پاتے۔ بلیک گینگ نے خود کمزور پڑتے ہوئے دشمن کو موقع دیا تھا۔تاکہ وہ دشمن کے ارادوں کو جان سکے۔

کیونکہ انہیں اک تیر سے دو شکار کرنے تھے۔اور وہ دو شکار کر بھی چکے تھے۔

باقی رہی فارم ہاؤس میں سزا تو وہ بھی اک رات کی بات تھی۔ وہ لوگ یہاں

سے بھی رفو چکر ہونے والے تھے۔ کیونکہ گنجو چمکیلے کو برداشت کرنا دشمن سے گولی کھانے سے بھی زیادہ مشکل تھا۔

سلطان نے مختصر بریفنگ بتاتے ہوئے ضرار کو بولنے کا اس لئے کہا تھا۔۔تاکہ کرنلز اس بات پر بھڑک نہ اٹھیں کہ وہ اکیلا ٹیم کو آرڈرز کے خلاف چلانے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔

ضرار نے بھی موقع دیکھ کر کرنلز کی کمزوری پر وار کیا تھا۔ منیزے پاشا کا نام لینے کا مقصد کرنلز کو اصل بات سے بھٹکانہ تھا۔۔اور ایسا ہوا بھی تھا۔ منیزے کا نام سنتے ہی شیراز پاشا اسکو سناتے ہوئے اصل بات بھول گئے تھے۔

اس وقت وہ چاروں شیطان لگ رہے تھے۔۔جو اپنی بیوی کو بھی اپنے بچاؤ

کے لیے استعمال کر گیا تھا۔

آجاؤ باہر دیکھیں کہ وہ گنجو ناگ ہمارے لئے کونسی قیامت لگا کر بیٹھا ہے۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ چاروں گراؤنڈ میں آئے جہاں دو بڑی لوڈڈ گاڑیاں کھڑی تھیں۔اک گاڑی میں ریت سے بھری بوریاں تھیں تو دوسری گاڑی خالی تھی۔

چاروں کو گراؤنڈ میں آتے دیکھ کر جان کرسی پر شان سے بیٹھ کر جوس کے چھوٹے چھوٹے سیپ لینے لگا۔اور ساتھ انگلی سے گاڑیوں کی طرف اشارہ بھی کر رہا تھا۔۔کہ آکر لگ جاؤ کام پر۔۔

سو بوریاں ہیں۔۔

ضرار نے گاڑی میں پڑی بوریوں کو دیکھ کر انکو بتایا تھا۔

بڑی جلدی حساب لگالیا ہے تو نے۔۔۔

عیس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔۔

وہ اس لئے کیونکہ پانچ لائنیں ہیں۔اور ہر لائن میں دس بوریاں ہیں۔

.سلطان نے صحیح حساب کتاب کرتے انکو مزید بتایا

ٹھیک ہے پھر پندرہ پندرہ بوریاں اٹھالیتے ہیں۔باقی جو بچیں گئیں۔اس گنجو کو ان بچی ہوئی بوریوں کے نیچے دبا کر مار دیں گئے۔

سنی نے جوس پیتے ہوئے جان کو زہریلی نظروں سے دیکھتے غصے سے کہا تو وہ تینوں آہستہ سے ہنس گئے۔۔کیونکہ زور سے ہنس کر اپنی شامت نہیں بلا سکتے تھے۔

اس گنجو کو چھوڑو اور میری بات سنو غور سے۔۔ پچیس پچیس بوریاں ہم سب کے حصے میں آرہیں ہیں۔ اور اس دفعہ اس سزا کو سزا نہیں بلکہ چیلینج مان کر پورا کرنا ہے۔ اور پینتالیس منٹوں میں اس چیلینج کو پورا کر اس کالے گنجو کا جوس اس کے لئے زہر بنانا ہے۔

سلطان نے انکو الفاظ سے موٹیویشن دیتے وارم اپ کیا تھا۔ کسی نے صحیح ہی کہا ہے۔ کہ انسان کے الفاظ ہی ہار اور جیت بن سکتے ہیں۔ انسان جس چیز کو بوجھ مان کر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کام کبھی بھی وہ مکمل یا صحیح نہیں کر پاتا۔ اس وجہ سے سلطان نے انکے سامنے چیلنج رکھتے انکو اور خود کو ہار جیت کے کانسیپٹ میں ڈالا تھا۔

کیونکہ اگر وہ اس کام کو سزا سمجھ کر کرنے کی کوشش کرتے تو رات تک پورا نہ کر پاتے۔

سلطان کے کہنے پر وہ سر کو جنبش دیتے اپنی اپنی شرٹ کے بازو فولڈ کر کے پوری شان سے لوڈڈ گاڑی کی طرف بڑھے تھے۔

جوس پیتے ہوئے جان اک لمحے کے لیے انکے ایٹیٹیوڈ پر حیران ہوا تھا۔ پھر سر جھٹک کر مزے سے انکو دیکھنے لگا۔

ریت کی بوریاں ترتیب سے اٹھاتے ہوئے انکو دوسری خالی گاڑی میں رکھنا تھا۔ کچھ سال پہلے اس کام سے انکی جان جاتی تھی۔ پر تب اور اب کے وقت میں بہت فرق تھا۔ وہ وقت انکی ٹریننگ کا ابتدائی دور تھا۔ جس میں انکو ہر کام مشکل ترین لگتا تھا۔ پر اب وقت بدل گیا تھا۔ اب تو وہ چاروں کتنے ہی ایسے چالاک گنجو فرائی کر کے کھا جائیں لیکن پھر بھی ہار نہ مانیں۔

ضرار نے سب کی پوزیشن سیٹ کرتے ٹارگٹ شروع کیا تو جان حیران

ہوتے منہ کھول گیا۔

گاڑی کے اندر ضرار کھڑا تھا۔اور گاڑی کے باہر عیس اس سے بوری لے کر دوسری گاڑی کے سامنے کھڑا سنی کو دے رہا تھا۔ سنی خالی گاڑی میں کھڑے سلطان کو بوریاں پکڑاتے جا رہا تھا۔جو کہ سنی سے بوری لے کر ترتیب سے سیٹ کرتا جا رہا تھا۔

کچھ سال پہلے وہ لوگ غلطی کرتے تھے۔جب ہر کوئی گاڑی کے اندر داخل ہو کر بوری اٹھا کر نیچے اترتے دوسری گاڑی میں لے کر جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے ہر کسی کو تھکن زیادہ ہوتی اور کام بھی دیر سے مکمل ہوتا تھا۔پر اس دفعہ انہوں نے اس غلطی کو رپیٹ نہیں کیا تھا۔

بیس منٹوں میں وہ لوگ چالیس بوریاں لگا چکے تھے۔مزید پچیس منٹوں میں انکو چیلنج مکمل کرنا تھا۔اسی لئے پوزیشن چینج کرتے وہ تیزی سے کام

کرنے لگے۔اب عیس اور سنان گاڑی کے اندر کھڑے تھے۔ جبکہ ضرار اور سلطان باہر کھڑے انکو پکڑاتے جارہے تھے۔

جان تو صدمے سے فوت ہوتا جارہا تھا۔ کہاں وہ انکو روتے بلکتے ہوئے دیکھنے کی تیاری میں تھا۔اور کہاں وہ بازی ہی الٹ گئے تھے۔

جان بس یہ بات بھول گیا تھا۔ کہ اس وقت وہ ابتدائی جوانی میں تھے۔ جبکہ آج بھرپور میچور مضبوط مرد کے روپ میں کھڑے تھے۔

ٹھیک بتالیس منٹوں میں وہ چیلینج پورا کر چکے تھے۔۔ تین منٹ پھر بھی باقی رہ گئے تھے۔ پسینے سے شرابور ہوتے وہ جان کے سامنے چاروں کھڑے ہوئے تو وہ انکو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔اسی وقت میری ٹرے میں جوس کے گلاس اٹھائے ادھر آئی تھی۔

میری وہ ہی انگریز عورت تھی۔۔ جس کو صبح سنی دھوپ پکار رہا تھا۔ میری جان کی بیوی تھی۔ جبکہ لیزا جو کہ اک افریکن عورت ہے۔ وہ بو کی بیوی تھی۔ انکی یہ کراس شادیاں یہاں رہتے ہوئے ہی ہوئی تھیں۔

میری سے جوس کے گلاس لیتے وہ جان کو جلاتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ایٹیوڈ سے جوس کے چھوٹے چھوٹے سیپ لے کر پینے لگے۔۔ جیسے تھوڑی دیر پہلے وہ پی رہا تھا۔

رات کے دس بجے وہ کچن میں اپنے لیے کھانا بنانے کا محاز لڑ رہے تھے۔

یہ بھی انکی سزا کا اک حصہ تھا۔ کہ یہاں آکر انہیں خود کھانا بنانا پڑتا تھا۔

حالانکہ کہ آج میری اور لیزا نے انہیں کھانا بنانے کی آفر کی تھی۔ پر جان انہیں روک دیا تھا۔ وہ انکے آرام سے چیلنج پورا کرنے کے بعد سے غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اور اب اگر انہیں کھانا بھی بنا بنایا مل جاتا تو جان پر خود کشی حلال ہو جانی تھی۔

کھانا تو ہم بنا ہی لیں گئے پر کچن صاف نہیں رہنا چاہئے۔۔

سنی نے سبزیاں کاٹتے ہوئے جان کو تیش دلانے کا اک اور طریقہ بتایا جو ان سب پسند کافی آیا تھا۔ اس لئے عیس جو کہ انڈے فرائے کر رہا تھا۔ وہ انڈوں کے چھلکے ادھر ادھر پھینکنے لگا۔

جبکہ ضرار اور سلطان برتنوں کی تباہی میں مصروف ہوتے تھے۔ جان کو دیکھ کر ضرار پاشا اور سلطان احمد خان بھی اپنے اپنے خول سے باہر آجاتے تھے۔ اسی لئے وہ بھی اس وقت عیس اور سنان کا برابر کا ساتھ دے رہے تھے۔

تاکہ جان کا خون جلا سکیں۔

اک گھنٹے کی محنت لگا کر وہ دس سینڈوچ تیار کر چکے تھے۔اور ان سینڈوچز کو انہوں نے ٹوسٹ، انڈوں ٹماٹر اور کیچپ اور بند گوبھی جیسے اجزا ملا کر تیار کیے تھے۔ساتھ میں فرائز بھی بنائی گئیں تھیں۔۔۔

یہاں آنے سے پہلے وہ ساری تیاری کر کے آئے تھے۔

کھانا بنانا اک مشکل کام تھا۔اور یہ کام وہ لوگ نہیں کر سکتے تھے۔اسی لئے بھوک مٹانے کے لیے انھوں نے کوئک ریسپی تیار کی تھی۔کیونکہ وہ صبح سے بھوکے تھے۔

سینڈوچز کی ٹرے، جوس اور ساتھ کوک اٹھا کر وہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے۔ جان کو مختلف القابات سے نوازتے ہوئے وہ ہنسی مزاق میں کھانے میں مصروف تھے۔کہ اسی وقت وہاں جان نمودار ہوا تھا۔

لو آگیا دجال۔۔

جان کو اندر آتے دیکھ کر عیس نے سینڈوچ کی بائٹ لیتے اطلاع دی۔

وہ سب مستی کرتے ہوئے جان کو زہر سے بھی برے لگ رہے تھے۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ ان چاروں کو مزا چکھادے۔انہیں مزے سے سینڈوچز کھاتے دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔ کیونکہ وہ تو سوچ رہا تھا۔ کہ ہمیشہ کی طرح وہ لوگ کھانا بنا نہیں پائے ہوں گئے۔اور ایسے ہی بھوکے پیٹ سونے بھی جا چکے ہونگے۔

جان کو خود کی طرف گھورتا پا کر عیس نے سنان کو اشارہ کیا۔ تو وہ دونوں اٹھ کر اسکے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ جان کے بگڑے تاثرات کا مزا لیتے ہوئے وہ لوگ جان بوجھ کر اسکو چڑانے کی خاطر اسکے سامنے منہ کھول کھول کر

مزے سے سینڈوچ کھانے لگے تھے۔

تو جان شدید غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔ بنا انہیں کوئی جواب دیے وہ واپس مڑتا چلا گیا تھا۔ تو پیچھے وہ چاروں فلک شگاف قہقہ لگاتے پھر کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کرنلز اپنے اپنے روم میں تھے۔ انکے کمرے ساؤنڈ پروف ہونے کی وجہ سے وہ باہر ہوتی جنگ سے بے خبر تھے۔

وہ چاروں رات کے اندھیرے میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے مین گیٹ کی طرف آئے تو وہاں جان کو پہرہ دیتے دیکھ کر ضبط سے مٹھیوں کو بھینچ گئے۔

دیکھ سالے کو کیسے کتے کی طرح ادھر اُدھر چکر لگا رہا ہے۔۔
سنی جان کو دروازے کے بلکل قریب چکر لگاتے دیکھ کر تلملا گیا تھا۔

کمینوں تم دونوں کا قصور ہے یہ۔ کس نے کہا تھا منہ پھاڑ پھاڑ کر اسکے سامنے سینڈوچ کھاؤ اور قہقہے لگا کر اسکے گنج پن کو گرم کر دو۔۔
ضرار ماسک کو نیچے کرتے سنی اور عیس کی طرف چہرہ گھما کر دانت پیس کر بولا۔۔ تو وہ دونوں انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگے۔

سالے کی کتاب دیکھو جیسے آدھی رات کو پی ایچ ڈی کرنے والا ہو۔۔۔
سلطان بھی کرسی پر کتاب پڑی دیکھ کر غصے سے بول اٹھا تھا۔۔

جان اس وقت گیٹ کے بلکل قریب چکر لگا رہا تھا۔ اور اک سائیڈ پر اسکی چیئر پڑی ہوئی تھی۔ وہ چاروں اس وقت یہاں سے رفو چکر ہوتے اپنی اپنی

بیویوں کو ملنے کے لئے جانے والے تھے۔۔پر بھلا ہو جان کا جو اس وقت پہرہ دیتے ان سب کے پلین پر پانی پھیر چکا تھا۔

اب کیا کرنا ہے۔اس سالے ناگ کی بیٹری لو ہوتی نظر نہیں آرہی مجھے۔۔۔

عیس جان کو بلکل چوکس انداز میں چلتے دیکھ کر فکر مندی سے پوچھنے لگا۔

پچھلے گیٹ کی طرف چلو۔۔

ضرار نے انکو دوسرا حل بتایا۔تو ان سب کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

وہ لوگ چوری چھپے پچھلے گیٹ کی طرف آئے۔پر وہاں آتے ہی انکے منہ کے ساتھ ساتھ انکی آنکھیں بھی کھل گئیں تھیں۔

کیونکہ سامنے ہی بوا اپنی بیوی لیزا کے ساتھ رومینس میں مصروف تھا۔

استغفار یار کیا کیا دیکھنا پڑ رہا ہے مجھے۔اس سے اچھا تھا۔میں اندھا ہی رہتا

۔۔

سنی نے کھلے منہ کے ساتھ اک مشہور میم کا ڈائلاگ کہا۔تو وہ سب ہنستے ہوئے اسکے سر پر تھپڑ رسید کر گئے۔۔

رک ابھی بتاتا ہوں تجھے۔۔

عیس نے بلکل سنان والے انداز میں جواب دیا تھا۔تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔اگلے ہی منٹ عیس نے موبائل نکال کر بو کی تصویریں اور وڈیو بنانا شروع کر دی۔

آپس کی بات ہے یار یہ اسکی بیوی کو اپنے شوہر کے منہ سے مینڈک کی بو

نہیں آتی کیا۔۔
بوکولیزا کو کس کرتے دیکھ کر سنی نے گنداسا منہ بنالیا تھا۔

تو تو ایسے بول رہا ہے۔۔ جیسے تیرے منہ میں مینڈک ہو۔۔
عیس نے چہرہ گھما کر اسے تپایا تو سنی کو الٹی والی فیلنگ آنے لگی۔

آدھی رات کو میرے ہاتھوں پٹ نہ جائی سالے۔۔
سنی نے دانت کچکچاتے ہوئے اسکی کمر میں مکہ جھڑا تھا۔

چل آجا چلیں لگتا ہے آج ملنا قسمت میں نہیں ہے۔۔
عیس نے موبائل بند کر کے پاکٹ میں ڈالا تو وہ لوگ بھی متفق ہوتے
واپس قدم اٹھاتے ہوتے پھر مین گیٹ کی طرف آگئے۔

سالوں یہ ہو کیا رہا ہے ادھر۔۔

سامنے کا منظر دیکھ کر سنی کو تو گویا دوہرا صدمہ لگا تھا۔۔ جہاں جان کرسی پر بیٹھ کر اپنی بیوی میری کے ساتھ سے رومینس کرنے میں مصروف تھا۔۔

خدا معاف کرے دیکھ کیسے منہ کھول کھول کر اسے نگلنے کی کوشش کر رہا ہے۔

جان کو اپنی بیوی میری کو رف کس کرتے دیکھ کر عیس نے منہ ٹیڑھا کرتے ان سب کو بتایا تھا۔

چپ کرو یار نہیں تو وہ کالا بلا ہماری آواز سن لے گا۔۔

سلطان نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے انہیں چپ ہونے کا اشارہ کیا تھا۔ اور ساتھ وہ بھی عیس کی طرح کیمرہ آن کر کے جان کی وڈیو ریکارڈ کرنے لگ گیا

تھا۔

یار میری سمجھ سے باہر ہے۔یہ دھوپ اس اجرک کے ساتھ لگی ہے۔وہاں وہ اندھیرا اس نقطے والی آنکھوں کے ساتھ لگی ہے۔یہ ہو کیا رہا ہے یار انکے یہ کراس کنیکشن کچھ سمجھ میں نہیں آئے۔۔

حالانکہ انکو اپنی اپنی ذات برادری والے سے بیاہ کرنا چاہیے تھا۔۔

سنی نے پر سوچ انداز میں جان کو دیکھتے ہوئے اپنے دل کے سوالات زبان پر لائے تھا۔۔

کیمسٹری میٹر کرتی ہے یار۔۔

عیس نے جھنجھلاہٹ سے جواب دیا تھا۔اسے سنی کی آواز سے ڈسٹربنس ہو

رہی تھی۔ کیونکہ اس وقت اسکے غور و فکر کا مرکز تو جان اور میری کا رومینس تھا۔۔

ڈن، چلو اب سونے چلتے ہیں کل یہ گنجو چمکیلا خود گیٹ کھول کر ہمیں عزت سے باہر جانے دے گا۔۔

سلطان نے موبائل پاکٹ میں رکھتے کہا تو ضرار اسے کہنی مارتے دوسری جانب اشارہ کر گیا۔ جہاں اسکے نمونے آنکھیں منہ سب کھولے سامنے کا منظر انجوائے کر رہے تھے۔

سالوں کچھ شرم کر لیا کرو۔۔۔
ضرار دونوں کو تھپڑ رسید زبردستی کھینچتے ہوئے کمرے کی جانب لے کر بڑھ گیا تھا۔ وہ دونوں ارے ارے کرتے رہ گئے تھے۔

صبح سات بجے وہ فریش ہو کر اک بار پھر گراؤنڈ میں کھڑے تھے۔آج انکی شوٹنگ پریکٹس تھی۔آج کی پریکٹس کرنلز خود کروانے والے تھے۔۔

دیکھ یہ بھی نہا کر آیا ہے۔۔۔

سنی نے عیس کو کہنی مارتے ہوئے اسکی توجہ جان کی طرف کروانا چاہی تھی۔جو وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک پینٹ میں فریش لگ رہا تھا۔ سنی کے شوشے پر ان چاروں کا قہقہ روکنا محال ہو گیا تھا۔

شیراز پاشا اور دلاور خان آرمی یونیفارم میں اپنی اپنی رعب دار شخصیت کے ساتھ وہاں آئے تو اک دم سے وہاں گہرا سکوت چھا گیا۔

ٹیبل پر انکی گنز سیٹ کی گئیں تھیں اور سامنے پوائنٹس تھے۔ جس پر انہیں شوٹ کرنا تھا۔ یہ مسلسل اک گھنٹے کی شوٹنگ تھی۔ جس میں سامنے سیٹ کی ہوئی سب چیزوں پر شوٹ کرنا تھا۔

کرنلز نے انہیں اشارہ کیا تو وہ چاروں ٹیبل کے قریب آ کھڑے ہوئے۔

سامنے گول دائرے پر نشانہ لیتے ان سب نے اپنا اپنا پہلا فائر کیا تھا۔ سب کا نشانہ بلکل پوائنٹ پر لگا تو کرنلز سر کو جنبش دیتے انہیں اگلا فائر کرنے کا حکم دے گئے۔

آہستہ آہستہ وہ سب چیزوں کو ٹارگٹ کرتے فائر کرنے لگے تھے۔ کہ فائرنگ میں اچانک سنی نے گن گھماتے ہوئے جان کے پیروں میں

اچانک فائر کیا تو وہ ڈر کے مارے اچھل پڑا تھا۔

جان کے اچھلنے پر سنی نے بتیسی دیکھاتے اپنی گن پر پھونک ماری تھی۔ اسکے یاروں نے اپنی اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے اور تیزی سے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ سنان مصطفیٰ کاظمی نے جان سے خود پر پانی گرانے کا بدلہ لیا ہے۔

کرنلز کی گھورتی نظروں کو دیکھ کر سنی نے اپنے ہونٹوں پر بکھری مسکراہٹ کو سمیٹ کر جیب میں ڈالتے ہوئے اپنی توجہ جلدی سے دوبارہ فائرنگ کی طرف کی تھی۔

انکا پورا دن ایسی ہی مختلف سرگرمیوں میں گزر گیا تھا۔ کرنلز نے اپنی کبھی نگرانی میں ان سے سب مشقیں کروائی تھیں۔

شام کے وقت وہ سب چوکس انداز میں لاؤنج میں بیٹھے تھے۔آس پاس نظریں گھما کر تسلی کر کے انہوں نے پلین پر کام کرتے ہوئے جان کو اسکی وڈیو سینڈ کر دی تھی۔جبکہ بو کو تو وہ پہلے ہی گھیر چکے تھے۔اپنے پرائیوٹ موومنٹ انکے موبائل میں دیکھ کر بو کے پسینے چھوٹے تھے۔

وہ غصے و تاسف سے ان چاروں کمینوں کو دیکھتا رہ گیا تھا۔ناچارہ اسے انکی بات میں حامی بڑھنی پڑی تھی۔

جان کو وڈیو بھیجنے کے بعد وہ کاؤنٹنگ کرنے لگے تو دس تک جان لال چہرے سمیت انکے سر پر کھڑا تھا۔

کوئی فائدہ نہیں لال پیلے ہونے کا کونسا کوئی رنگ نظر آجانا ہے۔۔

سنی نے اسکا مذاق اڑایا تو وہ اپنی زبان میں انکو گالیاں بکنے لگا۔

سلطان اور ضرار شان سے چلتے ہوئے اسکے سامنے موبائل کی سکرین کر گئے۔ جہاں افریکی زبان میں آج رات باہر جانے کی پوری ڈیٹیل لکھی ہوئی تھی۔۔

سکرین پر لکھے الفاظ کو پڑھتے ہوئے جان نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ تو یہ چاروں نمونے شادی شدہ ہو گے تھے۔ جان نے اپنے دماغ میں بے اختیار سوچا تو اسے یاد آیا کہ آج صبح ہی تو شیر از پاشا نے اسے انکی شادی کا انوٹیشن دیا تھا۔ تو مطلب وہ چاروں اپنی بیویوں کو ملنے کے لئے جانا چاہتے تھے۔ اس لئے اسے بلیک میل کر رہے تھے۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ حامی بھرتے پل بھر میں وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔

یہ تو بہت جلدی مان گیا یار۔۔۔

جان کے اتنی جلدی ماننے پر عیس کو حیرت ہوئی تھی۔

ماننا تو تھا ہی اپنی عزت جو اسکی داؤ پر لگی ہے۔۔

سلطان موبائل پاکٹ میں ڈال کر ایٹیٹیوڈ سے بولا تھا۔۔

چلو کھانا بنانے چلیں پھر نکلنا بھی ہے۔۔

ضرار انکو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔

فرائے چکن اور نوڈلز بنا کر وہ سب لاونج میں کھانے آ کر بیٹھ گئے۔۔ تو جان ان پر سلگتی ہوئی نظر ڈال کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔۔ وہ پانی پینے کے لئے اندر آیا تھا۔

فریج کھول کر پانی کی بوتل نکال کر وہ ابھی مڑا ہی تھا۔۔ کہ اسے سامنے کاؤنٹر پر موبائل پڑا نظر آیا تھا۔ جس پر کسی کی کال آ رہی تھی۔

جان نے قریب ہو کر دیکھا تو پروفائل پر کسی لڑکی کی نقاب میں چھپی سیاہ آنکھوں والی اک خوبصورت تصویر لگی ہوئی تھی۔

اسی وقت میری بھی کچن میں داخل ہوئی تو جان جلدی سے کال ریسیو کر کے موبائل میری کو پکڑا گیا۔

میری اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ موبائل سے کسی لڑکی کے ہیلو ہیلو کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ جان نے اسے ہیلو بولنے کا کہا تو میری حیران ہوتی موبائل کان سے لگا کر ہیلو بول گئی۔

جبکہ دوسری طرف اپنے خان کے نمبر سے کسی لڑکی کی آواز سن کر علیزے بے یقین ہوئی تھی۔ وہ موبائل ہٹا کر دیکھنے لگی کہ شاید اس نے غلطی سے کسی اور کا نمبر نہ ملا لیا ہو۔ پر وہ سلطان کا ہی نمبر تھا۔ وہ جب سے گیا تھا۔ اس نے اک دفعہ بھی علیزے کو کال نہیں کی تھی۔ اسی لئے علیزے نے اسے خود کال کرنے کا سوچا تھا۔ لیکن کسی لڑکی کی آواز سن کر اسکا دل انجان خدشوں کا شکار ہونے لگا تھا۔

کیا سلطان احمد خان کسی لڑکی کے ساتھ تھا۔ کیا وہ لڑکی بہت خاص تھی۔ جس کو سلطان احمد خان نے اپنا موبائل تھمایا ہوا تھا۔ علیزے کو یاد تھا۔ کہ آج تک اس نے بھی سلطان کے موبائل کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

میری مسلسل ہیلو ہیلو کرتی فون بند کر گئی تھی۔ جبکہ علیزے کا پورا وجود

تکلیف میں جلنے لگا تھا۔ منفی سوچوں کا شکار ہوتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی تھی۔اسی لئے تو وہ اسے یاد نہیں آئی تھی۔اونچی اونچی روتے ہوئے وہ منیزے کو کال ملا گئی۔

جبکہ دوسری طرف جان نے خوش ہوتے میری کے گال پر کس کی تھی۔ میری نہیں جانتی تھی کہ جان نے اس سے یہ سب کیوں کروایا ہے۔البتہ اپنے شوہر کو خوش کو دیکھ کر وہ بھی مسکرادی تھی۔جان پانی پی کر چلا گیا تو میری بھی اپنا کام کر کے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر بعد سلطان اپنا موبائل لینے آیا تو اسے کچھ غیر معمولی سا محسوس ہوا تھا۔موبائل پاکٹ میں ڈال کر وہ باہر نکلتا چلا گیا۔اس سے بے خبر کے اسکی خانم رو رو کر اپنی حالت بگاڑ چکی ہے۔۔۔

وہ سب مقررہ وقت پر گیٹ پر آئے تو ان سب کو دیکھ کر جان کی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ چاروں تھوڑی دیر ریسٹ کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور اب رات کے بارہ بجے نک سک سے تیار ہو کر کرنلز کے سونے کی یقین دہانی کر کے وہ جلدی سے نکلے تھے۔

یہ سالا اتنی لائٹیں کیوں مار رہا ہے۔۔
عیس نے جان کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر بڑابڑاتے ہوئے آہستہ آواز میں پوچھا تو وہ نا سمجھی سے کندھے اچکا گئے۔

اس سے پہلے کہ وہ گیٹ سے باہر نکل پاتے انہیں پیچھے سے اپنے نام کی پکار سنائی دی تھی۔اس پکار کو سنتے ہی ان چاروں کے قدم زمین پر جکڑے گئے تھے۔

میجر کی ٹیم اس وقت کہاں جا رہی ہے۔

دلاور خان نے رات کے اندھیرے میں غراتے ہوئے اونچی آواز میں پوچھا تو وہ سب انکے سوال پر آنکھوں کو میچ گئے۔

انکے دل کہنے لگے تھے کہ انکے ساتھ غداری کی گئی ہے۔وہ ابھی تک ویسے ہی رخ موڑ کر کھڑے تھے۔جان انکو تمسخر بھری نظروں سے دیکھتے آہستہ آواز میں سیٹی کی دھن بجانے لگا تھا۔۔

اگلے اک منٹ میں مجھے سب آفس میں چاہیئے۔۔۔

دلاور خان انکو ہنوز ویسے ہی کھڑا دیکھ کر زوردار آواز میں حکم دے کر پلٹ گئے تھے۔۔

میں اس گنجو کو نہیں چھوڑوں گا۔۔

دلاور خان کے جاتے ہی سنان مصطفیٰ کے وجود میں غصے بھری لہر دوڑی تھی۔

جان کے جلدی ماننے کی وجہ انہیں اب سمجھ میں آرہی تھی۔غصے سے حال توان تینوں کا بھی برا ہو رہا تھا۔پر ضبط کرتے وہ سنی کو زبردستی کھینچتے ہوئے آفس کی جانب لے کر بڑھ گئے۔۔۔۔

کسی چیز کو آپ سب نے سیریس لینا بھی ہے کہ نہیں۔۔۔

شیر از پاشا نے شدید تیش سے استفسار کیا تھا۔۔

وہ سب اک دفعہ پھر آج آفس میں کھڑے تھے۔ سفید روشنی کے گول دائروں میں ان سب کے چہرے بے حد سپاٹ نظر آرہے تھے۔ دلاور خان غصے و غضب سے آفس میں چکر لگاتے اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش میں تھے۔

جان نے اسی وقت کرنلز کو انکی ویڈیو ریکارڈنگ والی حرکت کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ اور یہ بھی بتایا تھا۔ کہ اسکے ساتھ ساتھ بو کو بھی بلیک میل کیا گیا ہے۔

کرنلز آج خود ان سب کو واپس بھیجنے والے تھے۔ کیونکہ انہیں نعمان خان کی طرف سے وقفے وقفے سے اطلاع مل رہی تھی۔ کہ یونیورسٹی میں

لڑکیوں پر کچھ مخالفت لوگ نظر رکھے ہوئے ہیں۔اور ان میں پہلے نمبر پر علیزے سلطان خان تھی۔ جس کے ہر مومنٹ پر نظر رکھتے فالو کیا جارہا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ اک ہفتے میں ضرار کی رخصتی بھی طے پائی گئی تھی۔ کیونکہ جس دن سے منیزے نے گل جہاں بیگم کو کال کر کے ضرار کی رخصتی کی رٹ کے بارے میں بتایا تھا۔

اسی دن سے گل جہاں بیگم کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ گل جہاں بیگم نے صاف طور پر شیر از پاشا کو کہہ دیا تھا۔ کہ وہ جلد از جلد اپنے بیٹے کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنا چاہتی ہے۔

لیکن شیر از پاشا انہیں یہ نہیں سمجھا پائے تھے۔ کہ انکا بیٹا صرف رخصتی چاہتا ہے۔ شادی کے فنکشنز تو وہ اپنے یاروں کے بنا نہیں کرنے والا تھا۔ اسی لئے شیر از پاشا نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ گاؤں میں بڑی تقریب کرتے ان دونوں کی رخصتی کر دی جائے۔اور پھر حالات نارمل ہوتے ہی ان چاروں

کے ولیمہ کی تقریب ادا کر دی جائے گی۔اب جب ان سب کے نکاح ہی عام حالات میں اک ساتھ نہیں ہوئے تھے۔تو پھر شادی اک ساتھ کیسے ممکن ہوتی۔

شیراز پاشا نے اج اس حوالے سے بھی ضرار سے بات کرنی تھی۔۔پر ان سب کی فضول کی پلینگ سب خراب کر چکی تھی۔

کچھ کرنے سے پہلے انسان تھوڑی تو شرم محسوس کر لے۔۔
شیراز پاشا نفی میں سر ہلاتے تاسف سے انہیں دیکھنے لگے۔۔جو چاروں اس وقت بت بنے کھڑے تھے۔

میرے خیال سے ہم انکے ساتھ صرف الفاظ کا ضائع کر رہے ہیں کرنل اس لئے انکو جانے دیں۔اور اپ سب واپس مشن پر جا سکتے ہیں۔

دلاور خان شیر از پاشا کی طرف مڑ کر بولتے ان سب کو یہاں سے جانے کا کہہ چکے تھے۔ جس پر وہ سب سیلوٹ کرتے وہاں سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد دلاور خان کرسی پر تھکے انداز میں بیٹھے تھے۔

اتنا غصہ نہ کرو یار خان سدھر جائیں گئے۔۔
شیر از پاشا نے انہیں پانی کا گلاس تھماتے ہوئے تسلی دینا چاہی تو وہ اپنی نیلی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگے۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں کہ تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ یہ نمونے سدھر جائیں گئے۔

ایسے نہ دیکھو اب ویسے بھی جان نے جو خان کے ساتھ کیا ہے نہ سلطان احمد خان کبھی نہیں بھولنے والا۔۔۔
شیر از پاشا نے مسکراتے ہوئے انہیں یاد دلایا تو دلاور خان بھی ہنس دیے۔

جان انکو یہ بھی بتا چکا تھا۔ کہ اس نے سلطان احمد خان کے موبائل پر آنے والی کال کو کیسے ٹریپ کیا ہے۔ کرنلز نے جان کو اس بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ کیونکہ جب وہ چاروں بے شرم بنتے انکی پرائویسی کو ریکارڈ کر سکتے ہیں۔ تو پھر اتنا حق تو جان کو بھی تھا۔

اور جو ہماری بہو نے رو رو کر اپنا حال برا کر لیا ہے اسکا کیا پاشا۔۔

دلاور خان کو اچانک علیزے خان کی فکر ہوئی تھی۔ اک گھنٹے پہلے ہی تو منیزے نے شیراز پاشا کو کال کر کے ضرار کا پوچھا تھا۔ اور ساتھ علیزے کے رونے کی تفصیلی وجہ بھی بتائی تھی۔ جس پر وہ مشکل سے انہیں تسلی دے پائے تھے۔ منیزے نے شیراز پاشا کو علیزے کے بارے میں اس لئے بتایا تھا۔ تاکہ وہ ان سے دلاور خان کا نمبر لے کر انہیں سلطان احمد خان کی کرتوت بتا سکے۔۔

کل صبح ان دونوں کو بھی اپنے اپنے گاؤں واپس جانا تھا۔
کیونکہ گاؤں میں سرداری کے معاملات الجھے پڑے تھے۔اور اک ہفتے کے بعد ضرار کی رخصتی کی تقریب بھی تھی۔

گرین نائٹی میں بیڈ کراؤن کے ساتھ تکیے لگائے منیزے بے خبر بیٹھی ہوئی سوئی رہی تھی۔اور کان کے ساتھ موبائل لگا تھا۔ گردن اک طرف ڈھلکنے لگی تھی۔

ضرار کمرے کا منظر دیکھ کر سٹل ہوا تھا۔ گرین رنگ میں قیامت خیز حسن لیے بے پرواوہ سو رہی تھی۔ابھی رات دو بجے وہ سب یہاں پہنچے تھے۔
ضرار فلیٹ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے منیزے کے کمرے کی

طرف آیا تھا۔

اک تو رخصتی پہلے نہیں ہو رہی اوپر سے یہ میرے ساتھ پتہ نہیں کیا کرنا چاہتی ہے۔
ضرار نے اپنی تھوڑی پر ہاتھ پھیرتے سلگتے ہوئے سوچا۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی مبہوت ہو کر منیزے کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ہاف سلیوز کی شرٹ کے ساتھ شارٹس پہنے وہ کمرے میں آگ لگائے سو رہی تھی۔اسکی تھائیز سے لے کر باقی پوری ٹانگیں برہنہ تھیں۔پہلے تو وہ گھٹنوں تک نائٹی پہنے اسکا خون پیتی رہتی تھی۔آج تو شاید اس سے بھی خطرناک ارادے تھے۔جو یوں لاپرواہ بنی ہوئی تھی۔

اگر وہ یوں اچانک واپس نہ آتا تو یقیناً اتنا خوبصورت منظر نہ دیکھ پاتا۔ضرار

بے اختیار اپنے دماغ میں سوچ رہا تھا۔ تو اسکا مطلب تھا۔ کہ اسکی بیوی اسکی غیر موجودگی میں مکمل ویسٹرن بنی ہوتی تھی۔

انہی سوچوں میں اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے وہ بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔

ضرار کو اپنے وجود سمیت ارگرد کی ہر چیز جلتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ بیڈ کنارے منیزے کے قریب بیٹھا۔ تو ضرار کا دل نہ کیا کہ اس حسین مورت کو جگائے۔ وہ لاپرواہ بنی اتنے خوبصورت پوسچر میں سو رہی تھی کہ ضرار اسے باقی رات یوں ہی دیکھتے گزار سکتا تھا۔

کالی زلفیں اک کندھے پر سمیٹ کر رکھی گئیں تھیں۔ جس کی وجہ سے دائیں طرف کی گردن شفاف روشن نظر آ رہی تھی۔ ٹانگیں سیدھی کیے وہ اک ہاتھ میں فون پکڑے جبکہ دوسرا ہاتھ پیٹ پر رکھے چھوٹی چھوٹی

سانسیں بھر رہی تھی۔

منیزے کو اپسرا بنے دیکھ کر ضرار کا دل مسلسل گدگدا رہا تھا۔ وہ مچلتے دل کے ساتھ اسکے بالوں پر جھک کر انکی خوشبو اپنے اندر اتار گیا۔ کہ اسی وقت منیزے کا سر زور سے نیچے ڈھلکتے اسے بیدار کر گیا۔

نیند سے بھری سبز آنکھیں کھول کر اس نے سمجھنا چاہا تو ضرار کا چہرہ نظر آتے ہی منیزے کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ مچلی تھی۔

وہ بازو واں کرتی اسے لٹاتے خود اسکے اوپر لیٹ کر سو گئی۔ وہ خواب میں اسے اپنے پاس تصور کرتے یہ حرکت انجام دے گئی تھی۔ جبکہ منیزے کے نیچے لیٹا ضرار تو پاگل ہوتے سمجھنے کی کوشش میں تھا۔۔ کہ اسکی بیگم اسکے ساتھ کرنا کیا چاہتی ہے۔

اپنے بھڑکتے جذباتے اور پھر منیزے کے لاپرواظلم پر وہ دانت کچکچا اٹھا۔ وہ مزے سے اسے بیڈ سمجھتے اسکے اوپر پھر سو گئی تھی۔ جبکہ نیچے ضرار پاشا کی

حالت خراب ہونے کے قریب تھی۔ لیٹ رخصتی کا غصہ بھی یاد آیا تھا۔

منیزے کے بالوں میں ہاتھ پھنساتے ضرار نے اک جھٹکے میں اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے نرم ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف منیزے جو اپنے خواب میں ضرار کے سینے پر سر رکھ کر سو رہی تھی۔ حقیقت میں اپنا سانس رکنے پر وہ پٹ سے آنکھیں کھول گئی۔ منیزے کے آنکھیں کھولنے پر ضرار نے اسکی نیند کے باعث سرخ سبز آنکھوں میں اپنی سرد سرمئی آنکھیں گاڑی تو وہ ہوش میں آتی اسکے کندھے پر مکے مارنے لگی۔

جبکہ منیزے کو ہوش آنے پر ضرار نے اور شدت سے اسکے نرم ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے الجھاتے اسکا سانس خشک کیا تھا۔۔ منیزے کی زبان پر بائٹ کرتے وہ اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر گیا تھا۔ منیزے کو

کمر سے تھامتے ضرار نے اک دم سے کروٹ بدلتے اسکو اپنے نیچے شفٹ کیا۔

ہونٹوں کو نرم رکھو اب اگر تم نے ہونٹوں میں سختی پیدا کی نہ تو یاد رکھنا بیگم کہیں سارے تقاضے آج ہی نہ پورے ہو جائیں۔۔
منیزے کے ہونٹوں کو زرا سی رہائی بخشتے ضرار نے سرد لہجے میں اسکے کان میں دھمکی آمیز سرگوشی کی تو اپنی تیز ہوتی سانسوں میں منیزے کو اپنے جسم میں سپارک ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ اگلے ہی لمحے پھر اسکے ہونٹوں کو قید کر گیا تھا۔

سرمئی آنکھوں نے سبز آنکھوں میں گھورتے وارننگ دی تو منیزے شرافت سے ہونٹوں کو ڈھیلا چھوڑتے نرم بنا گئی۔ جس پر ضرار مسرور ہوتے اور بے باکی سے اسکے ہونٹوں سے لپٹنے لگا تھا۔ وہ بار بار اسکے نرم

رسیلے ہونٹوں کو کھینچتے ہوئے چوم رہا تھا۔ ضرار کے بے رحمی سے دانتوں سے کھینچنے پر منیزے کی سسکیاں دم توڑتی جا رہیں تھیں۔

ضرار نے تھوڑا سا اوپر اٹھتے اک جھٹکے میں اپنی شرٹ اتار کر نیچے پھینکی۔ تو منیزے کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ اب تو وہ اس ڈھکن سائیں کی بات بھی مان چکی تھی۔ پھر وہ کن چکروں میں تھا۔

ضرار نے منیزے کے نچلے ہونٹ پر دانت گاڑے تو منیزے درد سے مزاحمت کرتے ہوش دلانے لگی۔ وہ کب سے اسکی سانسوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔ اب تو منیزے کو لگ رہا تھا۔ کہ دم گھٹنے پر وہ بے ہوش ہو جائے گی۔

منیزے کے مزاحمت کرنے پر ضرار نے پھر اسکی کمر کو جکڑتے کروٹ بدلتے اچانک اسے اپنے اوپر شفٹ کرتے اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لگاتے وہ

اٹھ کر بیٹھا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اسے اپنی فیورٹ پوزیشن میں لے آیا تھا۔

منیزے کے مزاحمت کرنے کی وجہ سے ضرار نے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشی تو وہ اسکے کندھے پر سر ٹکا کر اپنی سانس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ جبکہ ضرار کا دھیان تو اسکی سفید ملائم ٹانگوں کی طرف ہو گیا تھا۔ جو اسکی کمر پر وہ لگائے بیٹھی تھی۔ ضرار نے اسکی تھائیز پر ہاتھ پھیرتے انکی نرماہٹ محسوس کرنا چاہی تو منیزے ہوش میں آتی اسکی گود سے اٹھنے لگی۔

جس پر ضرار نے شدت سے اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو لاک کر لیا تھا۔

منیزے اپنی سبز آنکھوں میں حیران و شرم لیے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔ جو اچانک ٹپکتے اس پر حاوی ہو گیا تھا۔۔

آپ نے تو کہا تھا کہ آپ میرے منہ نہیں لگیں گئے اب جب تک رخصتی نہیں ہو جاتی۔۔۔

منیزے نے چباتے ہوئے ضرار کو اسکے الفاظ یاد کروانے چاہے تو ضرار اسکو کمر سے کھینچتے ہوئے قریب کر گیا۔ منیزے کو اپنے بدن میں کرنٹ سا محسوس ہونے لگا تھا۔۔

.....

بے فکر رہو نیند میں منہ لگایا ہے تمہیں۔۔۔

ضرار نے منیزے کے یاد کروانے پر بلکل الٹ جواب دیا تو منیزے اسے گھورنے لگی۔۔

اگر آپ نیند میں ہوتے تو یوں بیٹھے نہ ہوتے۔۔

منیزے نے طنزیہ لہجے میں کہتے اسے مسلسل گھورا تھا۔

جبکہ ضرار تو ہوش و حواس بھلائے بس اسکی حسین سبز آنکھوں کو دیکھے جا

رہا تھا۔

لو پھر لیٹ جاتا ہوں۔۔۔

منیزے کی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لگائے وہ پیچھے گرنے والے انداز میں لیٹ گیا تھا۔تاکہ منیزے کو بتا سکے کہ اس نے سچ میں منیزے کو نیند میں منہ لگایا ہے۔

سائیں تنگ نہیں کریں مجھے سونا ہے۔۔

منیزے نے اسکی گرے آنکھوں سے چھلکتے جذبات سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

توضرار نے اس چالاک لومڑی کو تاسف سے دیکھا جو سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی بس۔۔

پھر یہ سوغات کیوں پہنی ہے اگر سونا ہی تھا۔۔

ضرار نے تیکھے لہجے میں اسکے نائٹ سوٹ کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو منیزے اک نظر خود کو دیکھ کر خود میں سمٹ سی گئی۔

مجھے کیا پتہ تھا کہ آپ ایسے اچانک آجائیں گئے۔۔

منیزے نے منہ بناتے اسے جواب دیا تو ضرار اسے دیکھتا رہ گیا۔۔

مطلب میں جب گھر نہیں ہوتا تو تم ایسی آفتیں پہن کر گھومتی ہو۔۔

ضرار آنکھیں چھوٹی کرتے اسے بولا تو منیزے جلدی سے سر نفی میں ہلا گئی۔

ضرار نے اسکا ہاتھ کھینچتے اسے خود پر گرایا تو منیزے ڈر سے آنکھیں بند کر گئی۔ جبکہ ضرار اسکی بند آنکھوں اور خوبصورت چہرے کو دیکھ کر اپنے دھڑکتے دل کو سکون پہنچانے لگا تھا۔۔

ضرار نے آہستہ سے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں پھر الجھایا تو منیزے اسکے دہکتے لمس پر آنکھیں میچ گئی۔

ایک ہفتے کے بعد پکار خصتی۔۔۔

منیزے جلدی سے پیچھے ہوتے بند آنکھوں سے بولی تو ضرار جو اسکے پیچھے ہٹنے پر بدمزا ہوا تھا۔اسکے ہونٹوں سے ادا ہوتے لفظوں کو سن کر حیرت میں غوطہ زن ہوا۔۔۔

ضرار کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر منیزے نے اپنی انکھیں کھول کر اسے دیکھا تو وہ آنکھوں میں بے یقینی لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

سچ کہہ رہی ہو۔۔

ضرار نے بے یقینی سے پوچھا تو منیزے ہولے سے سر ہاں میں ہلا کر اسکے

تاثرات دیکھنے لگی۔

منیزے کے کنفرم کرنے پر ضرار نے اسے دوبارہ کھینچتے ہوئے خود پر پھر سے جھکایا تھا۔ منیزے کے ہونٹوں کو سک کرتے وہ اسکے الفاظ یاد کرتے پاگل ہونے کے در پر ہو گیا۔

جبکہ منیزے کو اپنے سائیکو سائیں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اس نے تو اپنی جان خلاصی کروانے کے لیے اسے بتایا تھا۔پر وہ الٹا شدت سے اسکی سانسوں کا دشمن بن گیا تھا۔

منیزے کی زبان کو اپنے ہونٹوں میں لیتے ضرار نے بے باکی سے اسکی ٹانگ پر ہاتھ پھیرا تو منیزے لرزتے ہوئے اس کے کندھوں کو تھام گئی۔ اسکی سانس رکنے والی ہو گئی تھی۔جب ضرار نے اسے آزادی بخشتے اپنے سینے پر لٹا لیا۔

سو جاؤاب رخصتی تک موج کر لو۔۔

ضرار نے اسکے سلکی ملائم بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے ریلیکس کرنا چاہا تو منیزے اسے گھور بھی نہ سکی۔

میں بیڈ پر سو جاتی ہوں نہ۔۔

منیزے نے اسکے شرٹ لیس سینے کو دیکھتے تھوگ نگلتے کہا تو ضرار آنکھیں کھول کر اسے گھور گیا۔

میں پھر رخصتی ختم کر لیتا ہوں۔۔۔

ضرار نے اسی کے انداز میں آرام سے جواب دیا تھا۔

نہیں تو میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔بیڈ پر تو نیند بھی اچھی نہیں اتی۔۔۔

منیزے اس کے سینے پر سر رکھتے جلدی سے بولی تو ضرار اسکی ایکٹنگ پر سر نفی میں ہلاتے مسکرا دیا۔۔۔

ضرار اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بامشکل لیٹا ہوا تھا۔ منیزے کا آج کا روپ دیکھتے وہ ضبط نہیں کر پا رہا تھا۔

کیا کوئی چھوٹی موٹی رخصتی والی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جسے پورا کر کے ضرار پاشا ابھی اپنے سلگتے ارمانوں کو سکون پہنچا پاتا۔

آج پہلی بار وہ سنی اور عیس جیسے انداز میں سوچ رہا تھا۔ ضرار نے سر اٹھاتے اپنے اوپر لیٹی منیزے کو دیکھا تو وہ پھر سو گئی تھی۔ منیزے کو پھر سوتا دیکھ کر پتہ نہیں کیوں ضرار کو تپ چڑھنے لگی تھی۔ جب وہ تڑپ رہا تھا تو پھر وہ کیوں سکون سے سو گئی تھی۔ وہ یہ بات بھول رہا تھا کہ اس نے خود اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے سلایا ہے۔

منیزے کو اٹھاتے ہوئے ضرار نے اسے بیڈ پر سیدھا لٹایا۔اور غور سے اسکا چہرہ دیکھنے لگا۔ جہاں اسکے بھرے بھرے گلابی ہونٹ اسکی شدتوں کی وجہ سے سرخ ہو گئے تھے۔اور لمبی پلکیں مڑیں ہوئیں تھیں۔ حسین آنکھیں اس وقت بند تھیں۔

ضرار نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود کو شانت کرنا چاہا پر اسے مسلسل ناکامی ہو رہی تھی۔اوپر سے وہ اسے رخصتی کا بھی سگنل دے چکی تھی۔

سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے وہ اسکی سفید ملائم تھائی پر ہونٹ رکھ گیا تھا۔ منیزے کی تھائی پر ہونٹ رکھتے ہی ضرار کا دل کیا ابھی اسکی روح میں داخل ہوتے اسکی اپنی جان اک کر دے۔پر لگ رہا تھا کہ ابھی اسے مزید صبر کرنا ہے۔اسی لئے اسکی تھائی پر زور سے بائٹ کرتے وہ وہاں سرخ

نشان بناتا اوپر اٹھتے منیزے پر سایہ فگن ہوتے اسکے ہونٹوں کو اک بار پھر جکڑ گیا۔

منیزے نیند میں پھر اچانک افتاد پر ہڑ بڑا گئی تھی۔

سلطان اپنے کمرے میں داخل ہوا تو سامنے بیڈ پر علیزے کو نہ پا کر پریشان ہو گیا۔اس نے نظریں گھماتے ہوئے اپنی خانم کو تلاش کرنا چاہا تو وہ اسے صوفے پر سکڑی سمٹی نظر آئی۔

سلطان نے فکر مندی سے اسکی طرف قدم بڑھائے۔اس نے صوفے پر بیٹھ کر علیزے کو سیدھا کرتے دیکھنا چاہا تھا۔کہ وہ کیوں ایسے لیٹی سو رہی ہے۔

علیزے کو سیدھا کرنے پر وہ اسکے چہرے پر آنسوؤں کے نشان دیکھ کر مزید پریشانی میں گرفتار ہوا تھا۔ بکھرے بال اور بلیک شلوار قمیض میں وہ کہیں سے بھی وہ علیزے خان نہیں لگ رہی تھی۔۔ جسے دو دن پہلے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

گالوں پر آنسوں کے مٹے مٹے نشان اور چہرہ بھی سرخ ہوا پڑا تھا۔ شاید وہ بہت دیر تک روتی رہی تھی۔ پر وہ آخر کس بات پر اتنی شدت سے روئی تھی۔ سلطان نے لب بھینچے سوچا۔۔

اسے علیزے کا رونا کسی صورت بھی پسند نہیں تھا۔ وہ بارہا اسے رونے سے منع کر چکا تھا۔۔ پر اسکے باوجود وہ آج بری طرح روتی خود کا حشر بگاڑ گئی تھی۔ سلطان احمد خان کو اس وقت شدید غصے نے آن گھیرا تھا۔ جب اس نے علیزے کو حکم دیا تھا کہ وہ کبھی نہیں روئے گی۔ تو پھر وہ کون ہوتی تھی

اسکی خوبصورت آنکھوں کا حشر بگاڑنے والی۔۔

سلطان نے منہ پر ہاتھ پھیرتے خود کو کنڑول کرنا چاہا پر اسکا ضبط جواب دے رہا تھا۔اسی لئے اگلے ہی پل وہ علیزے کو جگانے لگا۔۔

خانم اٹھیں۔۔۔

سلطان نے سرد لہجے میں اسے جگایا تو وہ نیند کے باعث سرخ کالے نیند بامشکل کھول گئی۔علیزے کے آنکھیں کھولنے پر سلطان کو مزید تیش نے آن گھیرا۔کیونکہ زیادہ دیر رونے کے باعث علیزے کی خوبصورت آنکھوں پر سویلینگ ہو گئی تھی۔اور اسی وجہ سے وہ آنکھیں کھول بھی نہیں پا رہی تھی۔

علیزے نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سلطان کو خود پر جھکے دیکھ کر اسکی نیند

بھک سے اڑی۔ وہ جلدی سے اٹھتے سلطان کو غور سے دیکھنے لگی۔ کہ سچ میں وہ موجود ہے یا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔۔

روئی کیوں ہیں آپ اتنا۔۔۔

سلطان نے اسکی سرخ کالی آنکھوں کو دیکھ کر چباتے ہوئے پوچھا۔ تو علیزے اسکے انداز پر ڈر گئی۔ دماغ نے اسے یاد دلایا کہ وہ کیوں رہ رہی تھی۔ تو اک بار پھر اسے رونا آنے لگا۔۔

کیوں آئے ہیں آپ یہاں جایئے اسی کے پاس جس کے پاس دو دن سے گئے ہوئے تھے۔۔

علیزے اسکی شرٹ کے کالر کو پکڑتے جنونی انداز میں روتے ہوئے بولی۔ تو سلطان اسکے انداز پر الجھا۔

کیا بول رہیں ہیں آپ کس کے پاس جاؤں میں۔۔۔

بنا اسکے ہاتھ ہٹائے سلطان نے سنجیدگی سے اس سے اسکے الفاظ کا مطلب پوچھا۔ اپنا غصہ تو اسے سائیڈ پر ہوتا نظر آرہا تھا۔ کیونکہ اپنی خانم کے انداز اسے گڑبڑ کا اشارہ دے رہے تھے۔

وہ ہی بول رہی ہوں جو میں اپنے کانوں سے سن چکی ہوں۔

علیزے اپنی آنکھیں اسکی نیلی آنکھوں میں گاڑتی چینخی تو سلطان اسے غور سے دیکھ گیا۔ پارٹی والی رات وہ پاگل ہوتے اسکے گریبان پکڑے اپنی صفائی دینے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ تو آج کونسی ایسی بڑی وجہ اسے مل گئی تھی۔ جو وہ پھر اسکے گریبان تک پہنچ گئی تھی۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا خانم کہ آپ کیا بول رہیں ہیں۔۔

سلطان نے اسکے بال سنوارنے کی کوشش کرتے پھر کہا۔ تو علیزے اپنا سر

جھٹکتے اسکی کوشش ناکام کرتے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔

علیزے کو پھر بری طرح روتے دیکھ کر سلطان نے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے اسکے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔

علیزے اسکے اچانک حملے پر سٹل ہوتی بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ گئی۔ جو اپنی آنکھیں بند کیے اسکے ہونٹوں پر اپنی جنون خیزی دیکھانے لگا تھا۔

سلطان نے اسکی پتلی خم دار کمر سے تھامتے اسے اٹھاتے اپنی گود میں شفٹ کیا تو وہ بری طرح مزاحمت کرتی اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ تو سلطان نے چہرہ ترچھا کرتے اسکی گردن پر سختی سے ہاتھ لپیٹتے اک ہاتھ پیچھے لے جاتے اسکی شرٹ کی ذپ کھول دی۔ جس پر علیزے اپنی مزاحمت ترک کرتی اسکو شکوہ بھری نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔۔

جبکہ سلطان تو اسے سیاہ لباس میں دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ بے شک وہ اس سیاہ لباس میں چاندنی کی طرح دہمکتی تھی۔ اسکی آنکھیں اس لباس میں گہرا راز بنتی اسے مزید خود میں الجھا دیتیں تھیں۔ پر اس کے باوجود بھی اسے یہ رنگ اپنی محبوب بیوی کے تن پر گوارہ نہیں تھا۔

جو رنگ اسکی بیوی کے چہرے کے رنگوں کو چھین لے وہ ایسے رنگ اسکی زندگی سے ہی ختم کر دے گا۔ علیزے کی شکوے بری نظروں کو دیکھتے سلطان نے اسکے ہونٹوں کو آزاد کیا تو وہ بھیگے ہونٹوں سے گہرے سانس لیتی اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

یہ لباس کیوں پہنا ہے۔ کیا میں مر گیا ہوں۔۔

سلطان نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے علیزے کے جبڑے کو ہاتھ میں دبوچتے

اپنے مقابل کیا۔ توعلیزے نے اسکے الفاظ پر دہل کر اسے دیکھا۔

میں نے مان اور محبت سے آپ سے وعدہ لیا تھا۔ کہ آپ نہ تو اب کبھی روئیں گی اور نہ ہی کبھی یہ رنگ پہنے گی۔ پھر میں اس سب کو کیا سمجھوں کہ میرے کسی الفاظ کی کوئی ویلیو نہیں ہے آپکی نظر میں۔۔۔

سلطان بھڑکتے ہوئے زور سے بولا۔ توعلیزے اسکے غصے والے انداز پر آنکھیں بند کرتے خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔

خود وہ کسی لڑکی کے ساتھ تھا۔ اور اسکے رونے اور یہ رنگ پہنے پر اسے سنا رہا تھا۔ علیزے نے بھرائے دل سے سوچتے ہچکی بھری۔ تو سلطان کا دل کیا اپنا سر دیوار میں مار لے۔ کیونکہ وہ آدھی رات کو اپنی بیوی کے سوگ منانے کے پیچھے کی وجہ نہیں جان پا رہا تھا۔

علیزے خان میں میں آپ سے مخاطب ہوں۔اگر آپ نے جواب نہیں دیناتو میں واپس چلا جاتا ہوں۔آپ اپنا سوگ منالیں۔کیونکہ مجھے لگ رہا ہے کہ میں نے واپس آکر اپکو اس ماتم میں ڈسٹرب کر دیا ہے۔

سلطان نے پھر اسکے رونے پر ضبط بھرے الفاظ ادا کیے تو علیزے کے جسم میں غصے بھری لہر دوڑ گئی تھی۔وہ شدید غصے سے پاگل ہوتے پھر اسکے گریبان کو پکڑ گئی۔اسکے جانے کا سن کر اسکا دل پھر کٹنے لگا تھا۔

کہاں جائیں گئے آپ پھر اسی لڑکی کے پاس جائیں گئے نہ۔جس کو آپ نے اپنا موبائل تھمایا ہوا تھا۔۔۔

وہ غراتے ہوئے اسکے کالر پر آپنی پکڑ مضبوط کرتے تکلیف سے پوچھنے لگی۔

یہ اسکی کیفیت کا عالم تھا۔کہ اسکا دل کر رہا تھا۔ہر چیز کو آگ لگادے۔

شوہر کی محبت اسک دماغ کو مفلوج کرتی جا رہی تھی۔

علیزے کے الفاظ پر سلطان کا دماغ ہلا تھا۔ وہ کیوں ایسا کہہ رہی تھی۔ سلطان اپنے دماغ میں تانے بانے بننے لگا تھا۔

اب یہ تو مت کہیے گا کہ آپ اس بارے میں کچھ نہیں جانتے اور آپ کو نہیں پتہ کہ آپ کا موبائل کس کے پاس تھا۔ ویٹ میں ابھی دیکھاتی ہوں۔۔

علیزے اک ہاتھ سے سلطان کا گریبان پکڑے ادھر ادھر نظریں دوہراتے صوفے پر اپنا موبائل ڈھونڈنے لگی۔ تاکہ سلطان کو اپنی بات کا ثبوت دے سکے۔ اسے سلطان احمد خان کے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

منیزے سے بات کرتے کرتے وہ روتے ہوئے یہاں ہی سو گئی تھی۔

سلطان نے اک نظر اپنے گریبان پر تو دوسری نظر اپنی بیوی کے ہاتھ میں

موبائل پر ڈالی۔ جہاں وہ کال ہسٹری نکال رہی تھی۔

یہ کیا ہے۔ میں نے جب اپکو کال کی تو کال کس نے نہیں بلکہ کس لڑکی نے اٹھائی تھی۔ مجھے اسکا نام جاننا ہے۔

علیزے نے سلطان کی آنکھوں کے سامنے موبائل لہراتے اسے دیکھایا تو سلطان دیکھ کر پھر بھی چپ رہا۔ وہ مزید جاننے کا ارادہ رکھتا تھا۔

آپکا موبائل کدھر ہے۔

سلطان کی آنکھوں میں رعب سے آنکھیں ڈالتے علیزے نے استفسار کیا۔

تو سلطان نے آنکھیں جھکاتے اپنی پاکٹ کی طرف دیکھا۔

سلطان کے اپنی پاکٹ کی طرف دیکھنے پر علیزے نے پورے حق سے اسکی پاکٹ میں ہاتھ ڈالتے اسکا موبائل نکالا تو اسکے یوں حق سے لڑنے پر سلطان کا دل زوروں شور سے پاگل ہونے لگا۔ وہ صرف غصے میں اسکے ساتھ ایسی

حرکتیں انجام دیتی تھی۔

ورنہ نارمل انداز میں وہ شرمائی سی یا میٹھی میٹھی باتیں کرنے میں لگی رہتی تھی۔

علیزے نے موبائل کو نفرت بھری نظروں سے دیکھا تو سلطان اسکے انداز پر اپنی مسکراہٹ ضبط کر گیا۔ کیونکہ وہ موبائل کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ابھی تک اسکا اک ہاتھ سلطان کے گریبان پر ہی تھا۔۔ جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ موبائل یوز کر رہی تھی۔

یہ کال کس نے اٹھائی تھی۔ کس نے نہیں سوری کس لڑکی نے اٹھائی تھی۔ کس کے ساتھ تھے اپ۔۔ وہ پھر لڑکی پر لفظ پر زور دے گئی

علیزے نے سلطان کی آنکھوں کے سامنے اسکا آئی فون کرتے اپنی کال کا پھر پوچھا۔ تو سلطان سرد سانس خارج کر گیا۔

آپ شانت ہو جائیں پھر اپکو ساری بات بتاتا ہوں۔۔

علیزے کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے سلطان نے نرم لہجے میں کہا تو وہ اسکے ہاتھ ہٹاتی نفی میں سر ہلانے لگی۔ سلطان اسکے ہاتھ جھٹکنے پر لب بھینچ کر ضبط کرنے لگا تھا۔۔

مجھے ابھی جاننا ہے بس دو دن آپ گھر سے غائب ہوں میں ادھر اکیلی بدروحوں کی طرح بھٹکتی رہوں۔ اپکو اک بار بھی مجھے فون کرنے کا مجھ سے بات کرنے کا خیال نہیں آیا۔ اور جب میں نے فون کیا تو کسی لڑکی کی آواز سناتے میرا دل بند کر دیا۔ میں روں گی اور زور زور سے رو کر دکھاؤ گی۔ اور یہ کالا رنگ بھی پہنوں گی۔

علیزے سلطان کا موبائل زمین پر مارتے زور سے چیختے اپنے بال نوچ گئی۔

میرون لمبے گھنگریالے بال اسکے چہرے پر بکھر سے گئے تھے۔ سلطان کا موبائل توڑ کر بھی جب اسے سکون محسوس نہ ہوا تو اپنا موبائل اٹھا کر دیوار کے ساتھ مار گئی۔

یہ ہی موبائل پکڑایا تھا نہ آپ نے اس لڑکی کو کیوں دیا تھا جب آج تک میں اسے ہاتھ نہیں لگایا تو کوئی اور کیوں لگائے۔

آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے سلطان کو گھورتے ہوئے وہ سلطان کو دیوانی لگ رہی تھی۔ علیزے کے پاگل پن پر سلطان کو غصے کی بجائے اس پر پیار آرہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اسے لے کر اتنی پوزیسو ہو گئی ہے۔ کیونکہ وہ بہت کم اپنے جذبات کا اظہار کرتی تھی۔

روئیں گی اپ۔۔

سلطان نے علیزے کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے اس سے سرد لہجے میں استفسار کیا۔ تو وہ ضدی بنتی ہاں میں سر ہلا گئی۔

یہ رنگ بھی پہنے گی اپ۔۔

سلطان نے اسکی کمر پر اپنی گرفت سخت کرتے دوبارہ پوچھا تو وہ پھر جنونی بنتی ہاں کر گئی۔ جس پر سلطان نے اپنے ہاتھ پیچھے لے جاتے اک جھٹکے میں اسکی شرٹ کو پھاڑا تھا۔ سلطان کے اس اچانک عمل پر علیزے کی بھیگی آنکھیں بڑی ہوئیں۔

تو آپ یہ رنگ پھر پہنے گی۔

سلطان نے اسکی آنکھوں میں وارننگ دیتے آگے سے اسکی شرٹ کو چیرا تو وہ اختیار سہمتے ہوئے پیچھے ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ جو ہاتھ تب سے سلطان کے گریبان پر تھے۔ وہ ہاتھ اب کراس میں وہ اپنے آگے رکھ کر خود کو چھپا رہی تھی۔

اب مجھے یہ رنگ پہن کر دیکھادیں اپ زرا۔۔

سلطان نے اسکی پھٹی ہوئی شرٹ کو اک آخری جھٹکے میں اتار کر نیچے فرش پر پھینکتے کہا تو وہ شرم وحیا سے آنکھیں بھی نہ اٹھا پائی۔

میں ہمیشہ اپکو پیار سے ڈیل کرنے کی کوشش کرتا ہوں پر آج آپکے اس ضدی انداز نے مجھے جنونی بننے پر مجبور کیا ہے۔آپکا ہر انداز سر آنکھوں پر یہ دونوں چیزیں ناقابل فراموش ہیں۔جو آپ نے ضدی بنتے کی ہیں۔

سلطان اسکے رونے اور بلیک ڈریس پہنے کی طرف اشارہ کرتے اسے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ کی جانب بڑھا۔تو وہ مزید ضدی بنتی ٹانگوں کو ہلاتے مزاحمت کرنے لگی۔

میں اپکو اپنے قریب نہیں آنے دوں گی خان۔۔

علیزے چیختے ہوئے بولی تو سلطان اسکے انداز پر ہونٹ کا کونہ دبا گیا۔

علیزے کو زور سے بیڈ پر پھینکتے سلطان نے اک جھٹکے میں اپنی شرٹ اتار کر سائیڈ پر پھینکی اور اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی علیزے کو ٹانگ سے پکڑ کر اپنے نیچے شفٹ کیا تھا۔

آپ نے رخصتی ختم کرتے مجھے صفائی دی تھی۔ بلکل اسی طرح آج میں بھی اپکی روح میں شدت سے اترتے اپکے ہر سوال کا جواب دوں گا۔

سلطان نے اسکے سینے پر پھیلے بازوؤں کو اوپر اٹھاتے سائیڈ پر پڑے علیزے کا دوبٹہ اٹھاتے اسکے ہاتھ بیڈ کراؤن سے باندھے تو علیزے ہوش میں آتی نفی کرنے لگی۔

خان میں چینخوں گی اگر آپ نے ایسا کچھ کیا تو۔۔

علیزے اسکے روکنے کی کوشش کرتے دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔تو سلطان نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے اپنی ویسٹ اتار کر نیچے پھینکی۔

ریموٹ سے کمرے میں اندھیرا کرتے اس نے چادر اٹھاتے خود کو اور علیزے کو ہر پرزے سے آزاد کرتے کور کیا تو علیزے زور سے آنکھیں میچ گئی۔

آج میں اپکو بتاؤں گا کہ جنون کیا ہوتا ہے۔۔

علیزے کے کان کی لوح کو زور سے کاٹتے سلطان نے گھمبیر لہجے میں اسکے کان میں سرگوشی کی تو وہ آنے والے وقت کا سوچتی اندر تک کانپ گئی۔

سلطان نے جھکتے ہوئے اسکے نرم پیٹ پر ہونٹ رکھے تو علیزے آنکھیں بند

کر گئی۔۔ جبکہ سلطان جذبات سے چور ہوتے اسکے پیٹ کو زور سے چومتے ہوئے کاٹنے لگا تھا۔۔

اسکے ہاتھ اوپر اسکی ڈھرکنوں کو محسوس کرنے میں لگے تھے۔علیزے اس وقت مکمل طور پر بے بس تھی۔ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے وہ سسکنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی۔سلطان نے اسکی ٹانگوں کے درمیان ہونٹ رکھے تو علیزے آنکھیں کھولتے چہرہ اوپر اٹھا گئی تھی۔سلطان آج ساری حدیں پار کرتے اسے تڑپا رہا تھا۔علیزے مچلتے ہوئے اپنا سر پٹکنے لگی تھی۔

خان نہیں پلیز۔۔۔

سسکیاں بھرتے وہ ہلتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔جب علیزے کی بھرپور مزاحمت دیکھتے سلطان اوپر اٹھتے اسکی ٹانگوں

کو کھول کر اسکے اندر شدت سے داخل ہوا۔ تو علیزے کی چیخ بے ساختہ تھی۔

آپکی یہ ہی سزا ہے۔۔ کہ آج میں آپکے ہونٹوں کر جھک کر نہ اپکو اپنے لمس کا احساس دلاؤں گا نہ آپ تڑپتے ہوئے مجھے تھام سکیں گی۔

سلطان نے اسکے ہونٹوں پر پھونک مارتے کہا تو علیزے شرم سے لال انگارہ ہوتے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگی

علیزے کے شکوے پر سلطان نے اپنی شدت میں اضافہ کیا تو علیزے چیختے ہوئے رو دی۔ وہ ہمیشہ اسے نرمی سے چھوتا تھا۔ پر آج بے رحم بنتے اسکی جان لبوں پر لا رہا تھا۔

رو لیں اپکو ویسے بھی رونے کا بہت شوق ہے نہ۔ آج یہ شوق ایسا پورا کروں

گا۔کہ کل صبح خود سے نظریں ملاتے ہوئے بھی شرمائے گی اپ۔۔

سلطان نے اسکے کندھے پر زور سے بائٹ کرتے اسکے کان میں بے باک سرگوشیاں کیں۔تو علیزے نہ کرتی اپنے آنسو روکنے لگی۔

میں نہیں روگی خان پکا پر پلیز ایسا نہ کریں نہ۔۔

وہ روتے ہوئے التجائیہ انداز میں کہنے لگی تھی تو سلطان اسکی آنکھوں میں دیکھتے اپنے عمل میں تیزی لا گیا۔جس پر علیزے کی آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب ہوئیں تھیں۔ستم تو یہ تھا کہ اسکے ہاتھ اوپر بندھے ہوئے تھے۔

خان۔۔

کمرے میں علیزے کی چیخ پھر گونجی تو سلطان اس پر رحم کرتا اسکے ہاتھ کھول کر اپنا عمل روک گیا۔جس پر علیزے جلدی سے اسکے سینے میں چھپ گئی تھی۔

علیزے کو کانپتے دیکھ کر وہ خود کو کوس گیا۔آج پہلی بار وہ اسکے زرا سے غصے کا شکار ہوئی تھی۔اور اسکی یہ حالت ہو گئی تھی۔

ریلیکس کچھ نہیں کر رہا۔۔

سلطان نے اسکی برہنہ پشت پر ہاتھ پھیرتے اسے شانت کرنا چاہا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

سلطان اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسکے باوجود علیزے کا کانپنا کم نہیں ہوا تھا۔

بلیک ڈریس پہنا ہے اب۔۔۔

سلطان نے اپنے سینے سے اسکا چہرہ باہر نکالتے زو معنی انداز میں پوچھا۔تو سلطان کے سوال پر جہاں علیزے کی آنکھوں میں ڈرا بھرا تھا۔وہیں وہ نچلے ہونٹ کو مڑوڑتے رونے کی تیاری پکڑنے لگی۔

پھر رونا ہے کیا۔۔۔

سلطان نے اسے پھر رونے کی تیاری کرتے دیکھ کر آنکھیں سکیڑتے دوسرا سوال پوچھا تو وہ خوف کے مارے اپنے خوبصورت ہونٹوں کو مسکراہٹ میں زبردستی ڈھال گئی۔

علیزے کی معصوم حرکت پر سلطان کا دلکش قہقہہ کمرے میں گونجا تھا۔ سلطان کو ہنستے دیکھ کر آنکھوں میں معصومیت لیے وہ اسے دیکھنے لگی۔

سلطان نے اوپر اٹھتے اسکی بھیگی سرخ آنکھوں کو شدت سے چوما تو علیزے نخرے سے منہ ٹیڑھا کر گئی۔البتہ منہ پھیرنے والی غلطی اب دوبارہ نہیں کی تھی۔

پیار کریں۔۔۔

سلطان نے اسکی آنکھوں اور گالوں پر اپنا لمس بکھیرتے جذبات سے چور ہوتے اپنا ہمیشہ والا فقرہ کہا۔ تو اسکے الفاظ پر علیزے کی آنکھیں لرزیں تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ اسکی شدت پر چیخ رہی تھی۔اب پھر چھوئی موئی بنی اسکی آغوش میں سکون سے لیٹی تھی۔

وہ لڑکی کون تھی۔۔۔

سلطان جو اسے ماتھے اور آنکھوں کو چومنے میں مصروف تھا۔علیزے کے سوال پر رکتے گہری سانس خارج کر گیا۔

علیزے کے اوپر سے اٹھتے سلطان نے اسکے نازک بکھرے سراپے کو اٹھاتے خود پر شفٹ کیا اور خود وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

علیزے اسکی بے باک پوزیشن پر سٹپٹا گئی تھی۔اس نے چادر کو پکڑتے خود کو چھپانا چاہا تو سلطان نفی میں سر ہلاتے اسے گود میں بٹھاتے سیٹ کر گیا۔

سینے تک چادر اوڑھے وہ اسکی گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔

جبکہ سلطان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اپنی خانم کو اب فرصت سے دیکھ رہا تھا۔علیزے نے اسکی نظروں سے گھبراتے سائیڈ پر پڑے کپڑوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔

وہ میرا ڈریس پڑا ہے خانم آپکا ادھر کوئی ڈریس نہیں ہے۔۔۔

سلطان نے اسے ڈریس کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر بتانا چاہا تھا۔کہ اسکے ادھر دیکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مم۔۔می۔۔میں ایسے کمفرٹیبل نہیں ہوں۔۔

علیزے نے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے بامشکل اپنے الفاظ ادا کیے تو سلطان

لاپرواہی سے کندھے اچکا گیا۔

آپکا لباس میں ہوں اور میرا لباس آپ ہیں۔اور ہم دونوں نے اس وقت اک دوسرے کو اوڑھا ہوا ہے۔کافی ہے۔۔

سلطان نے چادر کے اندر سے اسکے دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرتے اسے بتایا۔تو علیزے اسکی بے باکیوں پر خود میں سمٹنے لگی۔

خان نہیں کریں نہ پلیز۔۔۔
علیزے روہانسی ہونے کو ہوئی تھی۔چادر کے اندر سے وہ اسکے بدن پر اپنا کھردرا ہاتھ پھیرتے مسلسل چھیڑ خانی کر رہا تھا۔

اپکو اپنے سوالوں کے جواب چاہیئے اور مجھے اس وقت آپ چاہیئے۔ویسے

بھی اس حالت میں کون کافر باتوں میں وقت ضائع کرنا پسند کرتا ہے۔۔پر اسکے باوجود میں پھر بھی اپکو سن رہا ہوں اور بولنے کا ارادہ بھی کر رہا ہوں۔ تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میرے ہونٹ آپکے بدن پر سرکتے جائیں اور اپکو آپکے سوالوں کے جواب بھی ملتے جائیں۔

چادر کے اندر سے علیزے کو کمر سے پکڑتے سلطان نے اپنی طرف کھینچا تو وہ لہرا کر اسکے سینے سے لگی تھی۔

علیزے کے بدن کو اپنے جسم کے ساتھ ٹچ کرتے ہی سلطان پر پھر خماری سوار ہونے لگی تھی۔ لیکن ابھی اسے پہلے جواب دینے تھے۔اور پھر جنون خیزی کی بارش میں خود کو اور اپنی خانم کو بھگونا تھا۔اسی لئے وہ اسکی کمر اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے بولنا شروع ہوا۔

میں ڈیوٹی پر تھا۔ وہاں ساتھ کام کرنے والے سے جھگڑا ہوا۔ تو جس وقت آپکی کال آئی اس وقت آفس میں میرا موبائل پڑا تھا۔ اور میں باہر کام میں مصروف تھا۔

آفس میں میرا موبائل پڑا دیکھ کر اس نے بدلے میں اپنی بیوی کو موبائل پکڑاتے شرارت کی۔ تاکہ میری بیوی کسی غیر لڑکی کی آواز سن کر مجھ پر شک کرنا شروع کر دے۔ اور ہماری لڑائی ہو جائے۔

پر یہاں میری بیوی لڑنے کے ساتھ ساتھ بے اعتباری دیکھاتی میرا دل توڑ چکی ہے۔

سلطان کو سمجھ نہ آئی کہ اسے کن مناسب الفاظ میں بیان کریے۔ تو وہ مختصر الفاظ ملاتا اسے ملتی جلتی بات بتا گیا۔ کیونکہ اگر وہ تفصیل بتانے بیٹھتا تو اسکے

سوال بڑھتے جاتے۔جوابھی وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

سلطان کی مختصر سی بات سن کر علیزے کو سمجھ نہ آیا کہ اسے کیا کہے۔ تھوڑی دیر پہلے کے اپنے الفاظ اور عمل یاد آیا تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

کیا آپ نے کبھی مجھے کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر دیکھتے نوٹ کیا ہے۔

سلطان نے اسکے چہرے سے لے کر گردن تک لیکر کھینچتے سنجیدگی سے سوال کیا۔تو علیزے نہ میں سر ہلا گئی۔

پھر اتنی بے اعتباری کیوں خانم، میری زندگی میں آپکے آنے سے پہلے لڑکی نام کوئی کانسیپٹ نہیں تھا۔لیکن اپکو دیکھ کر جب پہلی نظر کی محبت دل میں پیدا ہوئی۔تو میرے دل سمیت میرا جسم اور آنکھیں بھی اپکی پابند ہو

گئیں۔

ہوسٹل میں پوری پوری رات میں اپکو بیٹھ کر دیکھتے گزار دیتا تھا۔اور جب آپ مکمل طور پر حاصل ہو گئیں ہیں۔تو میرا دل مزید آپکا دیوانہ ہوتا چلا گیا۔تو پھر کیسے ممکن ہے کہ کی کسی لڑکی کو دیکھوں گا یا بات بھی کروں گا۔ آپکی ناراضگی یا لڑائی سر آنکھوں پر ہے۔پر جاناں اگر ایسے بے اعتباری دیکھایا کریں گی تو معاملہ بگڑ سکتا ہے۔

سلطان نے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے محبت سے اک اک لفظ کہا۔تو علیزے شرمندگی کی انتہا گہرائیوں میں گرتی چلی گئی۔اسکی آنکھوں میں پھر آنسو چمکنے لگے تھے۔

رونا نہیں ہے نہ خانم مجھے آپکا لڑنا یا حق جتانا برا نہیں لگا۔پر اس کے ساتھ

ساتھ مجھ پر اعتبار بھی رکھیں۔ یہ بات اپکو سمجھانا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہمارے رشتے میں کوئی کمزوری نہ رہے۔۔ کیونکہ جب رشتوں میں بے اعتباری جیسی چیز پیدا ہو جائے تو رشتے خراب ہونے لگتے ہیں۔ ایسے کل کو کوئی اپکو میرے بارے میں آکر کبھی بھی غلط کہے گا۔ تو کیا آپ یقین کر لیں گی۔۔

سلطان نے نرم لہجے میں اسکو سمجھانے کے ساتھ ساتھ سوال کیا تو وہ جلدی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔ کہ وہ کبھی بھی یقین نہیں کرے گی۔

اسکے جلدی سے نفی کرنے پر سلطان ہنس پڑا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ اتنی چھوٹی سی بات پر اس نے اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔ تو پھر وہ کیا ہی اسکے حق میں بولتی۔۔

آپ نے مجھے فون نہیں کیا تھا۔ میں ادھر اکیلی کیا کرتی۔ اپکو فون کیا تو اس

لڑکی کی آواز سن کر میرا دماغ خراب ہو گیا۔ مجھے لگا کہ آپ کا مجھے سے دل بھر گیا ہے۔ بس یہ ہی سوچ سوچ کر مجھے رونا آنا شروع ہو گیا۔ اور پھر میں بلیک ڈریس پہن کر روتی چلی گئی .

علیزے سوں سوں کرتے اسے بتانا چاہ رہی تھی کہ اس نے جو بھی کیا وہ خود ہی ہو گیا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

سلطان بس اپنی خانم کی اداؤں پر فدا ہوتا جا رہا تھا۔۔ جو ہونٹوں کو مروڑتے ہوئے کیوٹ بنتی اسے گھائل کرنا چاہ رہی تھی۔ اور ساتھ اپنے رونے کی مکمل تفصیل بھی بتا رہی تھی۔ کہ وہ بلیک ڈریس پہن کر مکمل تیاری کرتے روتی رہی ہے۔

باقی باتیں ہم صبح کریں گئے ابھی پیار کا وقت ہے۔ سلطان نے بے قرار

ہوتے اسکی سفید لمبی گردن پر زور سے دانت گاڑے تو علیزے کی بے
ساختہ سسکی نکلی تھی۔
خان کیا کر رہے ہیں۔۔

سلطان کے کندھوں کو تھامتے وہ پوچھنے لگی تھی۔۔ جبکہ سلطان کی شدت پر
اسکے ہاتھوں سے چادر بھی چھوٹ گئی تھی۔ اسکی چادر نیچے گرتے ہی
سلطان مبہوت ہو کر اسکے خوبصورت سراپے کو دیکھنے لگا۔ سفید کندن سا
حسین بدن خوبصورت سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔

سلطان کی بے خود نیلی آنکھوں کو خود پر محسوس کرتے علیزے کو چھپنے کی
جگہ نہیں ملی تھی۔
علیزے کو چھپنے کی کوشش کرتے دیکھ کر سلطان نے اسے اپنی جانب
جھکاتے اسکے ہونٹوں پر قفل لگایا تو علیزے اسکی شدت سے آنکھیں بند

کرتی اسکے کندھوں کو تھام گئی۔

علیزے کے ہونٹوں کو بے دردی سے سک کرتے وہ اسے اک جھٹکے میں پیچھے گراتے اس کے پیٹ پر جھکا تھا۔ جھک کر علیزے کے پیٹ پر دانت گاڑتے وہ اسکی جان اک بار پھر لبوں پر لے ایا۔

خان ننن۔۔۔

بیڈ پر پیچھے گری وہ بے اختیار اسے پکار گئی۔ جس پر سلطان نے اسکے بیڈ شیٹ کو جکڑے ہوئے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لے کر اس پر اپنا بوجھ منتقل کرتے اک جھٹکے میں اسکے اندر داخل ہوتے پھر اسے بری طرح تڑپایا تھا۔

علیزے کے ہاتھوں کو اک ہاتھ میں جکڑے اسکی گردن کو چومتے ہوئے

سلطان نے اپنی شدت میں اضافہ کیا تو وہ مچلتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھاتے گہرے سانس لینے لگی۔ جس پر سلطان نے اسکے دل کے مقام پر زور سے دانت گاڑتے تھے۔۔

اب مجھے آپکی صرف میٹھی سسکیاں سنی ہیں۔ میرے کانوں کو اپنی بے چین آواز سے سکون پہنچانے کی کوشش کریں شاید میں آپ پر رحم کر سکوں پھر۔۔

سلطان اپنے عمل میں تیزی لاتا علیزے کے پسینے میں شرابور چہرے کو دیکھتا شدت پسندی سے بولا تو وہ ہونٹوں کو پیوست کرتی آنکھیں بند کرتے اسکی پشت پر ناخن گاڑ گئی۔

کمرے میں ان دونوں کی سانسوں کو رقص چلنے لگا تھا۔ علیزے کے سوکھے

ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر وہ اسکی سانسوں ہموار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مشعل اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔پر اسکا سر بری طرح سے چکرا رہا تھا۔آج صبح سے اسکی طبیعت کچھ بوجھل سی تھی۔پر اس نے اس بارے میں ابھی تک کسی کو بھی نہیں بتایا تھا۔

عیس تین دنوں سے پھر غائب تھا۔عیس کا خیال آتے اور پھر اپنی طبیعت کے پیش نظر اچانک اسکا دل انتہائی برا ہونے لگا۔

ڈارک براؤن آنکھوں میں آنسو چمکے تو وہ بے دردی سے آنکھیں صاف کرتی کتابوں کو پرے کر گئی۔

وہ صبح سے عیس علی ہمدانی کو کال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔پر وہ کال نہیں اٹھا رہا تھا۔ مسلسل بیل ہونے کے بعد کال بند ہو جاتی تھی۔

مشعل اپنی آنکھوں میں آئے آنسوں کو صاف کرتی کتابوں کو اٹھانے کی غرض سے اٹھی۔تو چکرا کر رہ گئی۔اسکا سر بری طرح چکراتا اسکی آنکھوں کے آگے زمین آسمان گھما گیا تھا۔

وہ اپنے سر کو پکڑتے وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی۔کچھ منٹ بعد اسکے ہوش بحال ہوئے تو وہ پھر اٹھنے کی کوشش کرتی کھڑی ہوئی ہی تھی۔۔کہ منہ پر ہاتھ رکھتے واش روم کی طرف بھاگی۔

بیسن پر جھکے جب اسے زوردار ابکائی ائی۔تو اسے لگا تکلیف سے اسکا سب کچھ باہر آجائے گا۔اتنی سی دیر میں اسکا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔سانسوں کی

روانی بھی متاثر ہونے لگی تھی۔

الٹی کر کے اس نے منہ پر پانی کے چھینٹیں مار کر شیشے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ تو چہرے پر زرد رنگ کے سوا کچھ بھی تھا۔ ڈارک براؤن آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں۔

اس نے کچھ الٹا سیدھا بھی نہیں کھایا تھا۔ پھر اسے وومٹنگ کیوں ہو رہی تھی۔ مشعل نے چہرے کو خشک کرتے دل میں سوچا اور سست روی سے واشروم سے باہر نکل آئی۔

اک دم سے اسے بے حد ڈاؤن محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ کتابوں کو اٹھائے بنا انہیں پرے کرتی بیڈ پر سیدھی لیٹ گئی تھی۔

مشعل نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو آنکھوں کے سامنے چھت پر لگا پنکھا

نظر آیا۔ یہ مڈل کلاس کی طرز کا بنا ہوا گھر تھا۔ اسکے روم میں ضرورت کا سارا فرنیچر تھا۔۔ پر جدید زمانے کے طرزِ زندگی کے مطابق کچھ بھی نہیں تھا۔

پر عیس علی ہمدانی کے پاس ہر طرح کی گاڑی تھی۔ اور پھر ہیوی بائیک بھی تو تھی۔ وہ عیس کے ساتھ بائیک پر دو تین مرتبہ ہی یونیورسٹی گئی تھی۔ کیونکہ اسے بائیک پر بیٹھتے ڈر محسوس ہوتا تھا۔ اسکے ڈر کی وجہ سے ہی عیس گاڑی استعمال کرنے لگا تھا۔

اسکی اماں کو لگتا تھا۔ کہ انکے بیٹا اپنے دوست کی گاڑی چلاتا ہے۔ پر پتہ نہیں کیوں مشعل کو ایسا نہیں لگتا تھا۔ وہ فلیٹ میں بھی تو اسکا لائف سٹائل دیکھ کر آئی تھی۔ پھر وہ یہ بھی تو نہیں جانتی تھی نہ کہ وہ اتنے دن کہاں غائب رہتا ہے۔ کیا وہ کسی لڑکی کے ساتھ ہوتا ہو گا۔۔

مشعل نے لرزتے دل کے ساتھ سوچا تو اگلے ہی پل اپنے خیال کی نفی کرنے لگی۔ ایرہ فضول کی چیزیں اسکے دماغ میں ڈالتی رہتی تھی۔

پر وہ آخر کہاں جاتا ہو گا۔ حسن صاحب کا ماننا تھا۔ کہ وہ صرف آوارہ گردی اور مار کٹائی کرتا ہے۔ تو پھر وہ اپنا خرچہ کیسے پورا کرتا ہے۔

مشعل نے چھت کو گھورتے ہوئے اپنے دل و دماغ میں اپنے شوہر کے متعلق کئی باتیں سوچیں تھیں۔ جن پر آج سے پہلے اسے کبھی غور کرنے کا خیال نہیں آیا تھا۔ عیس سے اپنے سوالوں کے جواب لینے کا سوچتی وہ وہیں لیٹے آنکھیں موندے گئی۔ اسے اپنے دماغ پر غنودگی طاری ہوتی محسوس ہونے رہی تھی۔ اسی لئے آنکھیں بند کرتی وہ سوتی چلی گئی۔

سائیں یہ کیا بات ہوئی کہ بس برات کی تقریب ہو گی۔۔

گل جہاں بیگم نے نروٹھے پن سے شیر از پاشا کو دیکھا۔جو دو دن سے کہیں گئے ہوئے آج صبح گیارہ بجے حویلی واپس آئے تھے۔اور اب ان سے کہہ رہے تھے کہ ضرار کی بس رخصتی والی تقریب ادا کی جائے گی۔

میری خوبصورت بیگم آپکا لاڈلا بیٹا اپنے یاروں کے ساتھ اپنی دھوم دھام سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ابھی اسے صرف رخصتی چاہیئے۔۔

شیر از پاشا نے انکے ہاتھ کو تھامتے محبت سے بتایا۔وائٹ کلر کے خوبصورت سے سوٹ میں وہ شیر از پاشا کو آج بھی اتنی ہی اٹریکٹ کرتی تھیں۔جتنی کہ کچھ سال پہلے۔۔۔

تو ہم انکی بھی ساتھ شادی کر لیتے ہیں نہ۔۔

گل جہاں بیگم نے انکے کندھے پر سر رکھتے فٹ سے حل بتایا تو وہ ہنس

دیے۔

بیگم سائیں آپکا بیٹا ابھی کچھ کاموں میں الجھا ہوا ہے۔ان سے فری ہوتے ہی وہ شادی کرے گا۔

شیر از پاشا نے انکو کندھے سے تھامتے آگاہ کیا تو وہ خفا نظر آنے لگیں۔

سائیں مجھے کچھ نہیں پتہ میں اپنے بیٹے کی دھوم دھام سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ورنہ میں آپ دونوں سے ناراض ہو جاؤں گی۔اور میں ہی نہیں میری بہو بھی ناراض ہو جائے گی۔کیونکہ وہ بھی کہہ رہیں تھیں۔وہ اپنی دوستوں کے ساتھ ہی دولہن بنے گی ورنہ نہیں۔۔

گل جہاں بیگم نے چہرہ اوپر اٹھا کر منیزے کے الفاظ یاد کرتے انہیں بتایا تو شیر از پاشا سرد سانس خارج کر گئے۔

لوگوں کو بھائی چارہ نقصان دیتا ہے ادھر یہاں انکو دوستی چارہ نبھانا پڑ رہا تھا۔

ٹھیک ہے جیسے آپ چاہتی ہیں ویسے ہی ہو گا۔ وہ انکا ماتھا چوم کر محبت سے بولے تو وہ مطمئن نظر آنے لگیں۔

وہ دلاور خان سے پہلے ہی بات کر چکے تھے۔ کہ اب آفیشلی ان چاروں کی رخصتی کر دی جائے۔ جس پر دلاور خان بھی متفق دکھائی دیے تھے۔ اب اک ہفتے بعد ان چاروں کی رخصتی ہونی تھی۔

خانم اٹھ جائیں یونیورسٹی نہیں جانا کیا۔۔

سلطان نے اپنے سینے پر سوئی ہوئی علیزے کو اٹھانا چاہا تو وہ مزید اس کے اندر گھسنے کی کوشش کرتی سونے لگی۔

خانمم۔۔۔

سلطان نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے اسے پیار سے دو بار اپکارا تو وہ نیند کے باعث اپنی سرخ کالی آنکھیں کھول کر اسے دیکھ گئی۔۔جو اپنی نیلی آنکھوں میں محبت کا جہاں لیے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

علیزے نے آنکھیں کھول کر سلطان کو دیکھا اور اگلے پل پھر وہ آنکھیں موندے سو گئی۔ ساری رات تو وہ اسکی شدتوں کو سہتے جاگتی رہی تھی۔اور اب پھر وہ اسے جگا رہا تھا۔ کچھ سکینڈ کے لئے آنکھیں کھول کر وہ پھر گہری نیند میں چلی گئی تھی۔

علیزے کو پھر سوتے دیکھ کر سلطان نفی میں سر ہلاتے اسے چادر سمیت گود میں اٹھا کر بیڈ سے اترتے باتھروم کی طرف بڑھا۔ لیکن پھر بھی علیزے ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ پتہ نہیں آج اس پر نیند کیوں اتنی حاوی ہو

رہی تھی۔ ورنہ وہ جلدی اٹھ جاتی تھی۔

سلطان نے باتھروم میں اسے پیروں پر کھڑا کرتے سہارا دیا تو وہ نیند میں جھولتے اسے سینے پر سر ٹکا گئی۔ علیزے کو نیند کے مزے میں دیکھ کر سلطان کا دل پھر بے ایمان ہونے لگا تھا۔ اسی لئے وہ دانتوں تلے لب دباتے شاور کھول گیا۔

پانی کی ٹھنڈی پھوار جب علیزے کے چہرے پر پڑی تو وہ ہڑ بڑا کر آنکھیں کھول گئی تھی۔

خان ننن۔۔۔

باتھروم میں علیزے کی چیخ بلند ہوئی تو سلطان کا فلک شگاف قہقہ وہاں گونج اٹھا۔ ٹھنڈے پانی کی پھوار اس کے چہرے پر پڑتی اسے بھگوتی جا رہی

تھی۔

خان کی حسین خانم۔۔

سلطان نے شاور میں بھیگتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کی تو وہ ہوش میں آتی زور سے چادر کو پکڑ گئی۔

آپ نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ۔۔۔

چہرے کو پانی کی پہنچ سے دور کرتی وہ پھر چلائی تو سلطان اسکا چہرہ زبردستی شاور کے نیچے کرتے اسکی چادر کو کھول کر اسکے ہونٹوں پر جھکا تھا۔

چادر کھلنے پر علیزے کانوں کی لوح تک سرخ پڑی تھی۔اس نے بھیگی آنکھوں سے اسے التجائیہ انداز میں دیکھا تو سلطان نفی میں سر ہلاتے اسے کمر سے کھینچتے مزید قریب کر گیا۔سلطان کو پھر رات والے انداز میں آتے

دیکھ کر علیزے کا سانس حلق میں اٹکنے لگا تھا۔

خان میں بات نہیں کروں گی اگر آپ نے اب کوئی بد تمیزی کی تو۔۔۔
علیزے زبردستی اپنا ہونٹ چھڑا کر جلدی سے بولی تو سلطان ایبرو اچکاتے اسے دیکھ گیا۔
ٹھیک ہے میرا بچہ میں کچھ نہیں کرتا پر شاور تو ہم اک ساتھ ہی لیں گئے۔ ورنہ پھر وہ سب ہی ہو گا۔ جس کی وجہ سے آپ رات بھر بیڈ پر چیختی رہیں ہیں۔۔

سلطان نے اسکا رخ موڑتے اسکی برہنہ پشت کو اپنے سینے سے لگاتے گھمبیر لہجے میں کہا تو علیزے خود میں سمٹنے لگی۔ اپنے پیٹ پر سلطان کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو وہ بے اختیار تھام گئی تھی۔

میں خود شاور لے لوں گی نہ۔۔۔

وہ روہانسی ہوتی بولی تو سلطان اسکا چہرہ اپنی طرف اٹھاتے آنکھیں دیکھا گیا۔

سلطان علیزے کو بازوؤں میں اٹھائے باتھ ٹب میں بیٹھا تو علیزے کا دل کیا اسی پانی میں ڈوب کر کہیں چھپ جائے۔۔ پتہ نہیں رات سے اسکا شوہر کیوں اتنا وائلڈ ہو رہا تھا۔

سلطان اسکا شیمو اور باڈی واش لے کر اسکی طرف آیا تو علیزے اس سے نظریں چرا گئی۔

ایسے شرمائیں گی تو اس دن کی طرح ٹب رو مینس شروع کر دوں گا۔اور پھر یہاں بھی اپکی ہائے ہائے شروع ہو جائے گی۔

علیزے کو شرماتے دیکھ کر سلطان شرارت سے کہنے لگا تو وہ خفگی سے اسے

دیکھ گئی۔ وہ بلکل چپ تھی۔۔ کیونکہ جانتی تھی۔ مقابل اپنی مرضی کر کے ہی پیچھے ہٹے گا اس لئے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

سلطان نے اسکے بھیگے لمبے میرون گھنگریالے بالوں میں شیمو کرنا شروع کیا تو علیزے اپنی مسکراہٹ دبا گئی۔ باتھروم کے ٹب میں وہ اس اپنے آگے بٹھائے اسکے بال شیمپو کر رہا تھا۔ سلطان نے اسکے بال واش کر کے اسکی جسم پر باڈی واش لگانا چاہا تو علیزے اسے روک گئی۔

کیا ہوا۔۔ سلطان نے اسکو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو علیزے نے انگلی سے کنڈیشنر کی طرف اشارہ کیا۔

بالوں میں وہ لگانا ہے اب۔۔

علیزے نے شرم سے دوچار ہوتے آہستہ آواز میں بتایا تو سلطان سر کو

جنبش دیتے کنڈیشنر لے کرایا۔

رات کوئی میرا گریبان پکڑ کر چیخ رہا تھا۔اور اب انکی آواز بھی نہیں نکل رہی یہاں۔۔۔

سلطان نے سیریس انداز میں علیزے کو چھیڑا تو وہ اسکے سینے پر چٹکی کاٹتے سینے پر ہی سر ٹکا گئی۔

سلطان ہنستے ہوئے اسکے بال واش کرنے کے بعد اسکے جسم پر باڈی واش لگانے لگا۔تو علیزے کو اپنے سینے پر سر رکھے سوتے دیکھ کر حیرت کا شکار ہو گیا۔

وہ باتھروم میں شاور لیتے ہوئے پھر سو گئی تھی۔سلطان نے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے بے باک شرارت کی تو علیزے نے پٹ سے اپنی آنکھیں

کھولیں تھیں

میرے بچے کو اتنی نیند کیوں آرہی ہے آج۔۔
علیزے کی آنکھوں کو چومتے سلطان نے استفسار کیا تو وہ منہ بناتے دوبارہ اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔

کیونکہ آپ مجھے سونے ہی نہیں دیتے ہیں۔۔
علیزے نے اسکے گرد بازو لپیٹتے معصومیت سے جواب دیا تو وہ اپنی ہنسی ضبط کر گیا۔

آب آپ خود میرے قریب آرہیں ہیں خانم۔۔
علیزے کے بدن کو اپنے جسم کے ساتھ ٹچ ہوتے ہی وہ خمار زدہ لہجے میں کہنے لگا تو علیزے چہرہ اٹھاتے اپنی سرخ آنکھوں سے اس خوبصورت مرد کو

دیکھنے لگی۔ جس نے اسکی زندگی کو خوبصورت بنادیا تھا۔

علیزے کو مبہوت ہو کر اپنی طرف دیکھتا پا کر سلطان نرمی سے اسکے ہونٹوں پر جھک کر اسکی سانسوں کو قید کر گیا تھا۔ سلطان کے پر حدت لمس پر علیزے پر سکون ہوتے آنکھیں بند کر کے اسکے لمس کو محسوس کرنے لگی تھی۔

قطرہ قطرہ اسکی سانسوں کو پیتے جب سلطان نے بے خود ہوتے شدت سے اسے خود میں قید کیا۔ تو علیزے اسکے کندھوں پر مکے مارتی اسے ہوش دلانے لگی۔ اسکا سانس رکنے والا تھا ہر اسکا شوہر پیچھے ہٹنا بھول گیا تھا۔

سلطان شدت بھرا بوسہ لیتے پیچھے ہٹا تو علیزے کو لمبے لمبے سانس لیتے دیکھ کر اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے اسے ریلیکس کرنے لگا۔

چلیں آئے اپکو تیار کروں۔ پھر باقی کارو مینس یہاں سے وآپس آکر شروع کریں گئے۔ سلطان اسکا چہرہ واش کر کے علیزے کے سر اپے کو ٹاول میں لپیٹا۔اور اک بار پھر اسے گود میں اٹھا کر باہر لے کر آیا تو وہ کسی بچی کی طرح اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔

علیزے کو ڈریسنگ روم میں صوفے پر بٹھاتے سلطان واڈروب سے اسکے لئے پنک کلر کا ڈریس نکال کر اسکی مڑا۔

ٹاول سے اسکے بال خشک کرنے کے بعد سلطان نے علیزے کو اسکے انرز پہنائے تو وہ لال انگارہ ہوتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

یہ سب کچھ میں ہی لے کر آیا ہوں۔ سلطان نے ہنستے ہوئے اسے بتانا چاہا تو

وہ ہونٹ کاٹتی نفی کرنے لگی۔ وہ خود کو یقین دلانا چاہ رہی تھی۔ کہ خود وہ یہ سب نہیں لے کرایا۔۔

ٹھیک ہے میں نہیں لایا اب چہرہ تو باہر نکالیں۔
سلطان نے مسکراتے ہوئے اسکی بات مان لی۔ تو وہ اپنا چہرہ باہر نکال گئی۔
اسکا چہرہ نکالنے پر سلطان نے اسکے گال پر زور سے بائٹ کی۔ تو علیزے سی کرتی رہ گئی۔

سلطان اسے ڈریس پہنا کر پھر بازوؤں میں اٹھائے ڈریسنگ مرر کے سامنے لایا تو شیشیے میں دونوں کا عکس دیکھ کر وہ نظریں جھکا گئی۔

میرے شاور لینے تک بال ڈرائے کریں پھر آکر اپکو آپکا گاؤن پہناتا ہوں۔
سلطان اسکا ماتھا چومتے اپنا ڈریس پکڑتے جلدی سے باتھروم کی طرف بڑھا

تھا۔ پیچھے علیزے شرمیلی مسکراہٹ سے تیار ہونے لگ گئی۔

یونیورسٹی میں انکا پورا دن بھرپور بزی رہا تھا۔ کیونکہ اج انکا لاسٹ پیپر تھا۔ آج کے دن اس یونیورسٹی میں انکا پورا اک سال مکمل ہو گیا تھا۔ پیپر ختم کرتے ہی منیزے ان سب کو ساتھ لیے شاپنگ کے لیے نکل ائی تھی۔

کیونکہ چھ دن بعد تو سب کی شادی کے فنکشنز شروع ہونے والے تھے۔ اور وہ سب ہی اپنی شادی سے بے خبر تھی سوائے منیزے کے۔

یار کونسے کلر کے لہنگے لیں۔۔
منیزے نے الجھن سے ان سب کو پوچھا جو خود بوتیک میں ادھر ادھر

نظریں دوہراتے ہر چیز دیکھ رہیں تھیں۔

کوئی دس دفعہ یہ سوال پوچھ چکی ہو۔ کیا جواب ملا تمہیں نہیں نہ تو پھر ڈھونڈو خود۔۔۔

ایرہ نے بار بار اک ہی سوال پر تپ کر اسے تیکھے چتون لہجے میں جواب دیا تو منیزے اسے گھور کر رہ گئی۔

تم لوگوں کو ہیلپ کرنے کے لیے ہی لے کر آئی ہوں نہ تو بتاؤ مجھے۔۔۔

منیزے نے چباتے ہوئے اسے روعب سے کہا تو ایرہ اسے زبان نکال کر چڑا گئی۔

کیوں بدتمیزی کر رہی ہوں تم دونوں اک دوسرے سے۔۔۔

علیزے نے ان دونوں کو بلیوں کی طرح لڑتے دیکھ کر گھور کر دیکھا۔ تو وہ

دونوں شرافت سے منہ سیدھے کر گئیں۔

مشعل چہرے پر معصومیت سجائے ان تینوں کو دیکھنے لگی تھی۔

ادھر آؤ۔۔

علیزے ان تینوں کو ساتھ لے کر اک کونے میں آئی جہاں ڈسپلے پر اک بہت ہی خوبصورت سا لہنگا موجود تھا۔

علیزے کے اشارہ کرنے پر وہ مبہوت ہو کر لہنگے کو دیکھنے لگیں۔۔ منیزے اور ایرہ تو خوشی سے اک دوسرے کے گلے لگ گئیں تھیں۔ آخر کار انکی مشکل جو حل ہو گئی تھی۔

پچھلے دو گھنٹوں سے وہ ذلیل ہو رہیں تھیں۔ اب جا کر انہیں انکی پسند کا کچھ ملا تھا۔

یار لیز و یہ تو بہت خوبصورت ہے۔۔
مشعل نے آنکھوں میں چمک لیے کہا تو علیزے ہنستے ہوئے اسکے بال بگاڑ گئی۔

چلو اسکو ڈن کرتے ہیں۔آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔باقی کا بعد میں کریں گئے۔تم لوگ ویٹ کرو میں زرا چار لہنگوں کا آڈر دے کر آتی ہوں۔۔

منیزے جلدی سے کہتے سٹاف کی طرف بڑھی تو چار لہنگوں کا سن کر وہ سب حیرانی سے اک دوسرے کو دیکھ گئی۔
کچھ سمجھ نہ آنے پر وہ نا سمجھی سے کندھے اچکاتے آگے بڑھ گئیں تھیں۔

فوڈ کارنر میں وہ سب بیٹھی برگر کھا رہیں تھیں۔پر جنک فوڈ کو دیکھ کر مشعل کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ مشعل خود پر کنڑول کیے بیٹھی تھی۔اسکی

طبیعت ٹھیک ہونے کی بجائے مزید خراب ہو گئی تھی۔ صبح اٹھتے ہی اسے دوبارہ وومٹنگ ہوئی تھی۔اور اسکے ساتھ جو اسکا دل بھر رہا تھا۔

وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ بلکہ بار بار آنکھوں میں جو آنسو آ رہے تھے۔۔اسے ان سے بھی چڑ ہونے لگی تھی۔ وہ اپنی حالت کی وجہ سے بے خبر تھی۔

وہ تینوں جانتی تھی۔۔کہ مشعل کی طبیعت ٹھیک نہیں اسی لئے اسکا دل بہلانے کی خاطر اسے چھیڑنے لگیں۔ تو وہ اداسی سے مسکرا دی۔

جبکہ دور کھڑا وہاج علی صدیقی تو سامنے کا منظر دیکھ کر ساکت ہوا تھا۔ بے بی پنک کلر کے خوبصورت گاؤن میں خوبصورت چہرے کو حجاب کے حالے میں قید کیے وہ وہاج علی صدیقی کی دنیا ہی تو ہلا گئی تھی۔

اتنے دنوں بعد علیزے کو اپنے سامنے دیکھ کر اسے اپنے دل کی دنیا اتھل پتھل ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔وہ تیزی سے اسکی طرف قدم بڑھانے ہی لگا تھا۔کہ وہ سب اٹھ کر دوسری طرف سے نیچے کی طرف بڑھ گئیں۔

اتنے رش میں وہاج علی لوگوں کو پیچھے کرتا انکی طرف بڑھنے کی پوری کر رہا تھا۔پر وہیں سے باہر نکلتے ہوئے پارکنگ میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئیں تھیں۔اور دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی اسکی نظروں سے نکلتی چلی بھی گئی وہاں پہنچنے پر وہاج علی صدیقی ہاتھ ملتا رہ گیا تھا۔

جبکہ گارڈز وہاج علی صدیقی کے پیچھے بھاگ کر آئے تھے۔جو اچانک ایسے جلدی میں پارکنگ کی طرف آگیا تھا۔

شٹٹ۔۔۔

زمین پر پاؤں مارتے وہ غرا اٹھا۔ بلو کلر کے فور پیس میں وہ اپنی ڈارک بلو آنکھوں سے ہر آنے جانے والے کی توجہ کھینچ رہا تھا۔ وہ یہاں اک میٹنگ کے سلسلے میں آیا تھا۔ میٹنگ سے فارغ ہوتے ہی اسکی نظر علیزے کی جانب پڑی تو وہ سب کچھ چھوڑ کر اسکی طرف کھینچا چلا آیا۔۔ پر وہ آج بھی اسکے روبرو نہیں ہو پایا تھا۔ اسکو قریب سے دیکھنے کی خواہش آج بھی پوری نہیں ہو سکی تھی۔

آنکھوں پر گلاسز لگاتے وہ گاڑی کی طرف بڑھا تو گارڈز بھی اسکی پیروی میں گاڑیوں میں بیٹھے تھے۔

شادی کے فنکشنز کہاں ہونے ہیں۔۔

علیزے نے آئس کریم کھاتے منیزے سے پوچھا تھا۔

مال سے واپسی پر وہ ان سب کو اپنے ساتھ فلیٹ پر لے آئی تھی۔ وہ اس وقت سب لاونج میں بیٹھیں تھیں۔۔ شبوانکو آئس کریم دے کر گئی تھی جسے انجوائے کرتی وہ سب ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ اور شادی کے بارے میں پلینگ کرنے میں لگیں تھیں۔

رکو میں ہینڈ واش کر آؤ۔۔

آئس کریم ٹیبل پر رکھتے علیزے اٹھ کر واش کی طرف بڑھی۔

منیزے کے کمرے میں داخل ہوتے علیزے واش روم میں ہینڈ واش کرنے آئی تو اسے اچانک اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ دیوار کا سہارا

لیتے وہ ہاتھ دھو کر باہر نکلی۔

تو اسے پھر اپنے گرد زمین گھومتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ لیکن اس بار وہ چاہ کر بھی خود کو سنبھال نہیں پائی تھی اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے وہ نیچے گرتی چلی گئی۔

یہ ابھی تک واپس کیوں نہیں آئی

ایرہ نے کمرے کی طرف دیکھتے پھر پوچھا تھا۔ پچھلے دس منٹ سے وہ سب علیزے کے لوٹنے کا انتظار کر رہیں تھیں۔

رکو میں دیکھ کر آتی ہوں۔۔

منیزے اسے تسلی دیتی کمرے کی طرف آئی تو علیزے کو زمین پر گرا دیکھ

کر وہ چینخ پڑی۔اسکی چینخ پر ایرہ اور مشعل بھی تیزی سے کمرے کی جانب بھاگی تھیں۔

لیز ووو۔۔۔

منیزے اسکا چہرہ گود میں رکھتے اسے پکارنے لگی۔ایرہ اور مشعل جب کمرے میں آئیں تو علیزے کو اسکی گود میں دیکھ کر جلدی سے منیزے کی طرف بڑھیں۔۔

کیا ہوا اسے۔۔

مشعل نے پریشانی سے منیزے سے پوچھا جو علیزے کے گال تھپتھپا رہی تھی۔

مجھے نہیں پتہ میں جب کمرے میں آئی تو یہ نیچے گری ہوئی تھی۔

منیزے فکر مندی سے جواب دیتے علیزے کی ہتھیلیوں کو رب کرنے لگی

۔

اسکو اٹھا کر بیڈ پر لٹاو میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں۔

انہوں نے علیزے کو اٹھاتے بیڈ پر لٹایا تو ایرہ اسکے پاس بیٹھ کر اسکے ہاتھوں کو رب کرنے لگی۔ جبکہ منیزے نے سب سے پہلے سلطان کو کال کی تھی۔۔

مشو جاؤ کچن سے پانی سے لے کر آؤ۔۔

ایرہ نے مشعل کو پانی لانے کا کہا تو وہ سر کو جنبش دیتے اٹھ کر باہر کی جانب بھاگی۔۔

شبواس وقت فلیٹ پر موجود نہیں تھی۔ وہ ان سب کو آئس کریم سرو کر

کے مارکیٹ چلی گئی تھی۔اسی لئے کچن اس وقت خالی تھا۔ مشعل پانی لے کر مڑی تھی۔کہ لڑکھڑا کر وہ بھی نیچے گرتے چلی گئی۔

پانی کا گلاس اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر زور سے نیچے گرا تھا۔
گلاس کے گرنے کی آواز پر ایرہ نے ڈر کے مارے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔
کیونکہ پورے فلیٹ میں گلاس کے گرنے کی آواز گونجی تھی۔

ایرہ پریشان ہوتے مشعل کو دیکھنے باہر نکل کر کچن میں آئی تو مشعل کو فرش پر بے پوش پڑے دیکھ کر وہ چلا اٹھی تھی۔
یاوحشتت۔۔۔۔کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔۔۔
منیزے ےےےے۔۔۔۔

ایرہ نے منیزے کو پکارا تو منیزے فون چھوڑ کر دھڑکتے دل کے ساتھ کچن

میں ائی تھی۔ جہاں مشعل کو بھی بے ہوش دیکھ کر اپنے دل پر ہاتھ رکھتی چلی گئی۔

وہ سب اس وقت لاونج میں بیٹھے ڈاکٹر کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔ منیزے نے جب سلطان کو علیزے کے بے ہوش ہونے کا بتایا تو اس نے دس منٹ میں پہنچنے کا کہا تھا۔ پر جب منیزے نے کال پر عیس کو بھی مشعل کے بے ہوش ہونے کا سنایا تو اگلے پانچ منٹ میں ڈاکٹر سمیت ضرار کے فلیٹ پر سب موجود تھے۔

سنی ایرہ کا ہاتھ تھامے اسے حوصلہ دے رہا تھا۔ جو اک ساتھ اپنی سہیلیوں کو بے ہوش دیکھ کر فکر مندی سے ہونٹ کاٹنے میں لگی تھی۔

آں۔ں۔ں ہاں نہیں کروبھا بھی لوگ ٹھیک ہیں۔۔

سنی نے انگوٹھے سے ایرہ کا ہونٹ اسے دانتوں سے چھڑاتے اسے اپنے خوبصورت لبوں پر ظلم ڈھانے سے منع کیا تو ائرہ زور سے اسکا ہاتھ تھام کر اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔

منیزے کمرے کے باہر ضرار کا بازو تھامے کھڑی تھی۔تاکہ جیسے ہی ڈاکٹرز باہر نکلے اور وہ اپنی دوستوں کی حالت کے بارے میں جان سکے۔ ضرار مسلسل اسے کام ڈاؤن کرنے کی کوشش کر رہا تھا پر اسکے باوجود منیزے خود پر کنٹرول نہیں کر پا رہی تھی۔

روم میں اس وقت دو ڈاکٹر موجود تھیں۔ باقی سب باہر بیٹھے انکا انتظار کر رہے تھے۔ سلطان احمد خان اور عیس علی ہمدانی کی آنکھیں تو بس کمرے

کے دروازے پر ٹکیں تھیں۔

عیس جب سے فارم ہاؤس سے واپس آیا تھا۔ وہ ابھی تک مشعل کو ملا نہیں تھا۔ پر ایسے اچانک اسکی طبیعت خرابی کا سنتے وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سنی کو ساتھ لیے بھاگا چلا آیا۔ جہاں اسکی چھوٹی سی بیوی زرد چہرے کے ساتھ ہوش و حواس سے بیگانہ بیڈ پر پڑی تھی۔ ڈاکٹرز نے چیک اپ کرنے کی غرض سے ان سب کو روم سے باہر نکال دیا تھا۔

بیس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھولا۔ تو وہ سب جلدی سے ڈاکٹرز کی طرف بڑھے۔ سب کی سوالیہ نظریں ڈاکٹرز پر ٹکیں تھیں۔ جو انتہائی سیرس تاثرات سے سب کو دیکھنے لگیں تھیں۔

یہ ڈاکٹر ایسے کیوں دیکھ رہی ہے جیسے اسکا اپنا گلو کوز کسی نے پی لیا ہو۔

ڈاکٹر کے گھورنے پر سنی نے جھکتے ہوئے ایرہ کے کان میں سرگوشی کرتے پوچھا تو وہ اسکے ہاتھ پر ناخن گاڑ گئی۔ یہ اسکو منہ بند رکھنے کا اشارہ کیا گیا تھا۔

میری وائف کیسی ہیں۔۔۔

سلطان نے سنجیدگی سے ڈاکٹر سے استفسار کیا۔ تو ڈاکٹر اک نظر کمرے میں دیکھ کر بولیں۔۔۔

مبارک ہو مسٹر خان آپ باپ بننے والے ہیں۔

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے اسے خوش خبری سنائی تو سب کو سمجھنے میں چند سیکنڈز لگے تھے۔ اور پھر اگلے ہی پل فلیٹ شور سے گونج اٹھا تھا۔

انکے اس قدر زور سے چلانے پر ڈاکٹرز اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ گئیں تھیں۔ جبکہ سلطان کو تو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کن لفظوں میں اپنی کیفیت بیان

کرے۔

سنی اور ضرار نے آگے بڑھتے زور سے اسے گلے لگاتے مبارک باد دی تو وہ نم آنکھوں سے انہیں شدت سے خود میں بھینچ گیا۔

ڈاکٹر میری وائف کیسی ہیں۔۔

عیس نے اپنے یار کی خوشی میں خوش ہوتے پوچھا تو دوسری ڈاکٹر اسے گھورنے لگی۔

ڈاکٹر کے گھورنے پر عیس پریشان سا اپنے دوستوں کو دیکھنے لگا۔

خوش قسمتی سے آپ بھی باپ بننے والے ہیں پر کم از کم اپنی بیوی کو تو پہلے بڑا ہونے لینے دیتے زرا۔۔۔

دوسری ڈاکٹر نے جب اپنی پوری بات بتائی پہلے تو عیس کو سمجھ نہ ائی۔پر

جب عیس کے ساتھ سب کو سمجھ میں آیا تو فلیٹ ان سب کے قہقہوں سے گونجنے لگا تھا۔

جبکہ عیس علی ہمدانی اتنی بڑی خوشخبری ملنے پر پاگل ہوا تھا۔آج انہیں اک ساتھ دو بڑی گڈ نیوز مل گئیں تھیں جس پر وہ سب اک دوسرے کے گلے لگتے فلیٹ کو سر پر اٹھا گئے تھے۔

ایرہ اور منیزے تو صدمے سے اک دوسرے کو دیکھ رہیں تھیں۔اندر بیٹھی عورتوں کے دھوکہ دینے پر وہ کچھ بولنے کے قابل بھی نہیں رہیں تھیں۔

ڈاکٹرز تو انکے پاگل پن پر حیران ہو رہیں تھیں۔
پوری بات سن لیں اب۔۔۔ڈاکٹر کے مخاطب کرنے پر وہ سب اپنا شور

بھول کر ڈاکٹر کی طرف پھر متوجہ ہوئے تھے۔

آپ دونوں ہی کی بیویاں بے حد ویک ہیں اور چونکہ یہ انکی ارلی پریگنینسی ہے۔ تو انہیں بہت سی مشکلوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ پر آپ سب کو انکا بے حد خیال رکھتے انکے مکمل چیک اپ کے لئے انکو ہسپتال لے کر آنا ہے۔

ڈاکٹرز انہیں مختصر تفصیل بتا کر انکی طرف پر فیشنلی مسکراہٹ اچھال کر باہر کی جانب بڑھ گئیں تھیں۔

ڈاکٹرز کے جانے کے بعد سب نے کمرے میں دھاوا بولا تو سنی ایرہ کو اپنی طرف کھینچ کر اسکے ہونٹوں پر جھکتے اسے کمر سے اوپر اٹھاتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔

ایرہ کے ہونٹوں کے شدت سے کاٹتے سنی نے جب اسکی زبان کو سک کیا تو ایرہ کو اپنا خون گرم ہوتا محسوس ہوا تھا۔ایسے اچانک وہ اس ٹھرکی کی حرکت پر ہلن بھی نہیں پا رہی تھی۔سب کچھ بھلائے وہ ہونٹوں کو قید کیے ہوئے تھا۔

کسی کے دیکھ لینے کے خوف سے وہ اسکے کندھوں پر مکے مارتے اسے ہوش دلانے لگی۔جب وہ اک ہاتھ سے اسکی کلائیوں کو اوپر لگاتے دوسرے ہاتھ میں اسکی کمر کو جکڑ گیا تھا۔

ایرہ کے ہونٹوں پر اپنی من مانیاں پوری کرے کے بعد وہ پیچھے ہٹا تو ایرہ سر گراتے گہرے سانس لینے لگی۔

چچی بننے کی مبارک ہو میری جان،اتنی بڑی خوشخبری ملی۔تو کچھ میٹھا کھانے کو دل کر رہا تھا۔سنان نے اسکے بھیگے ہونٹوں پر انگوٹھا پھیرتے گھمبیر لہجے

میں اسے مبارک دی تو ایرہ کا دل کیا اسکا سر پھاڑ دے۔

اپنے ہاتھ چھڑاتے وہ اسے ہاتھ پر زور سے بائٹ کرتے کمرے میں بھاگی تھی۔اسکے چکمادے کر بھاگنے پر سنی اسکی پشت کو گھورتا رہا گیا۔

وہ سب کمرے میں داخل ہوئے جہاں وہ دونوں اب ہوش میں آگئی تھیں۔

علیزے صبح والے پنک کلر کے خوبصورت ڈریس میں سر پر ڈوپٹہ لیے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر شرمائی سی بیٹھی تھی۔اسکے بے ہوش ہونے کے بعد میں منیزے اور ایرہ نے اسکا گاؤن اتار دیا تھا۔

کمرے میں سلطان سمیت سب کو اندر آتے دیکھ کر اسکا چہرہ خون چھلکانے

لگا تھا۔البتہ مشعل کا حال اس سے مختلف تھا۔

سلطان نے بیڈ پر بیٹھی اپنی عورت کو اک نظر دیکھا تو اس محسوس ہوا کہ جیسے سلطان احمد خان کی کل کائنات اس اک وجود میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔ صبح کے اس کے پہنائے ہوئے گلابی ڈریس میں وہ اس وقت سرخ گلاب بنی اس سے نظرے چرا رہی تھی۔

سلطان محبت سے سرشار ہوتے آکر اسکے سامنے بیڈ پر بیٹھا تو علیزے بے اختیار اپنے پاؤں پیچھے کر گئی۔علیزے کے پاؤں سمیٹنے پر سلطان نے ہاتھ بڑھا کر اسکے سفید پاؤں پھر اپنی طرف کھینچے تو علیزے سب کے سامنے اسکی اس حرکت پر سٹپٹا گئی۔۔

باقی سب دلچسپی سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔جبکہ سب کی نظروں کو

خودپر محسوس کر کے علیزے خائف سی ہونے لگی۔

سلطان نے اپنی نیلی آنکھیں علیزے کے چہرے پر ٹکاتے دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے جھک کر علیزے کے پاؤں پر اپنے ہونٹ رکھے۔ تو علیزے کی کالی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ سلطان کے اس قدر دلکش محبت بھرے انداز پر کمرے میں سب کی ہوٹنگ کا شور بلند ہوا تھا۔

سب کی معنی خیز نظروں اور شور کو سنتے علیزے شرم سے دوچار ہوتے سلطان کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ جس پر سلطان نے بھرپور دل سے مسکراتے ہوئے علیزے کو سینے میں چھپاتے اسکے سر پر ہونٹ رکھے۔ علیزے دھڑکتے دل کے ساتھ اسکی بلیک شرٹ کو مٹھی میں جکڑ گئی تھی۔

آنے والے بچے اپنی جنت کے پاؤں چومے یا نہ چومے پر انکا باپ تو ضرور چومے گا وائی۔۔

سنان نے سلطان کے علیزے کے پاؤں چومنے پر بلند آواز میں پھلجڑی چھوڑی تو سلطان اسے مصنوعی غصے سے آنکھیں دیکھانے لگا۔ جبکہ علیزے مزید شرم میں گرتے سلطان کے سینے پر کاٹ گئی۔ جس کی وجہ سے سلطان نے ہنستے ہوئے پھر اسکے سر کو پھر چوم لیا۔

عیس جو کب سے سلطان اور علیزے کے پیار کے مظاہرے دیکھتا شور مچا رہا تھا۔۔اپنی چھوٹی سی بیوی کی خود پر خطرناک نظروں کو دیکھ کر وہ الجھ بھی رہا تھا۔ لیکن پھر اپنا وہم سمجھ کر وہ مشعل کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ عیس کے اپنے سامنے بیٹھنے پر مشعل کی گھورتی نظروں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ البتہ اضافہ ضرور ہوا تھا۔

عیس مشعل کی طرف مسکراہٹ اچھال کر اسکے مزید قریب ہو گیا اور اس

نے مشعل کے قریب ہونے والی ہی سب سے بڑی غلطی کر دی تھی۔

عیس کی پیار بھری مسکراہٹ کو دیکھ کر مشعل عیس علی ہمدانی کے اندر غصے بھری لہر پیدا ہوئی تھی۔اور وہ اگلے ہی پل عیس عیس علی ہمدانی پر حملہ کرتے اسکے لمبے بالوں کو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

میں چھوڑوں گی نہیں اپکو۔۔۔

مشعل عیس کے بال کھینچتے ہوئے ڈھاڑی تو عیس بوکھلا گیا۔ مشعل کے دھاڑنے اور عیس کے بالوں کو اسکے ہاتھوں کی گرفت میں دیکھ کر سب نے آنکھیں پھاڑ کر مشعل کو دیکھا تھا۔جو دانت پیستے ہوئے عیس کے بال زور سے کھینچتے جا رہی تھی۔ جبکہ سنی تو جلدی سے اپنے موبائل کا کیمرہ آن کر گیا تھا۔

مشو میرے بال چھوڑ ویار، کیا کر رہی ہو پدی چڑیل خراب ہو جائیں گئے۔۔

عیس نے اپنے بالوں میں اٹھتی ٹھیس پر دہائی دینے والے انداز میں اپنے بال چھڑانے چاہے تو مشعل جھکتے ہوئے اسکے کان پر ہی دانت گاڑ گئی۔
عیس کی اب حقیقی معنوں میں جان نکلی تھی۔ بالوں اور کان میں اٹھتے درد پر اسکی ہیزل آنکھیں بند ہو کر کھلیں تھیں۔ وہ تو جیسے چھوٹی سی اینا بیل کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔

مشو کچھ خدا کا خوف کرو آج کے دن اتنی بڑی خوشخبری ملی ہے۔ کیوں اپنے آنے والے بچے کو یتیم کرنے پر تلی ہو۔
عیس نے مشکل سے اپنے بال چھڑاتے اسکے ہاتھوں کو قابو کرنے کی کوشش کی۔ پر مشعل اپنی کلائیاں جھٹپٹاتے ہوئے اس وقت ہوش میں

نہیں تھی۔ وہ بس کسی بھی طرح عیس کے بالوں تک پھر پہنچنا چاہ رہی تھی۔

میں مار دو گی اپکو اتنی چھوٹی سی عمر میں مجھے اماں بنا دیا ہے۔ مجھے پہلے خود تو بڑا ہو لینے دیتے۔ کس بات کی جلدی تھی۔ کونسا آپکی بیٹی کے جہیز کا ڈیزائن پرانا ہو جانا تھا۔

مشعل روتے ہوئے جہاں چینخی تھی۔ وہیں اسکے الفاظ پر باقی سب کا چھت پھاڑ قہقہہ وہاں گونجا تھا۔ سب سے زیادہ مزا تو ضرار اور سنان کو آرہا تھا۔

مشعل کے حملے کی وجہ انہیں اب سمجھ میں آئی تھی۔

عیس اسکے الفاظ سن کر پہلے تو سٹل ہوا پھر جب اپنی بیوی کے الفاظ کی سمجھ آئی تو ناچاہتے ہوئے اسکا بھی چھٹ پھاڑ قہقہ گونج اٹھا۔ عیس کو ہنستے دیکھ کر

مشعل کا دل کیا اسکا سر پھاڑ دے۔

وہ اپنے ناخنوں سے اسکا چہرہ بگاڑنے کے لئے آگے بڑھی تو پیچھے کھڑی منیزے اور ایرہ کو خود کی طرف گھورتے پا کر وہ یک دم سٹپچو بنی تھی۔اسکے ہاتھوں کی حرکت اور تاثرات اک دم ٹھنڈے پڑے تھے۔۔جیسے اس نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو

گڑیارک کیوں گئی ہو نوچ لو اسکا منہ کیونکہ یہ منہ باپ بننے کے قابل ہی نہیں ہے۔۔۔

سنی نے ویڈیو میں مشعل کو رکتے دیکھ کر پھر اسے اکسانا چاہا تو عیس چہرہ گھما کر اسے گھوری ڈال گیا۔

علیزے نے بھی جب مشعل کی نظروں کی زد میں سامنے دیکھا جہاں ایرہ اور منیزے ان دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہیں تھیں۔

ایرہ اور منیزے کے تاثرات کو دیکھتے علیزے اور مشعل کی آنکھیں چار ہوئیں تو اگلے ہی پل وہ اپنی جگہ سے اٹھتے اپنے اپنے شوہر کی گود میں بیٹھ کر خود کو چھپا گئیں۔

اس وقت انہیں یہ بھی پروا نہیں تھی۔ کہ سب انہیں دیکھ رہے ہیں۔ جبکہ عیسیٰ اور سلطان تو اپنی اپنی بیوی کی اس پیش قدمی پر حیرت کا شکار ہوئے تھے۔۔ کہاں مشعل اک منٹ پہلے اس پر حملے کر رہی تھی۔ اور اب سہمی چڑیا کی طرح اسکی گود میں پوری طرف چھپتے چہرہ چھپا گئی تھی۔ سنی اور ضرار نے بھی نا سمجھی سے انہیں دیکھا تھا۔

کیا ہوا خانم۔۔

سلطان نے اسکے گرد بازو لپیٹتے فکر مندی سے پوچھا لیکن علیزے اسے

جواب دینے کی بجائے مزید اسکے اندر گھسنے لگی۔

مشو جان تم ٹھیک ہو۔۔
عیس نے مشعل کی تیز ہوتی ڈھرکن پر اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کر پوچھا تو وہ ہراساں نظروں سے انگلی سے پیچھے کھڑی دونوں عورتوں کی طرف اشارہ کرتی پھر چھپ گئی۔

سلطان اور عیس نے چہرہ موڑتے پیچھے کھڑی ایرہ اور منیزے کو نا سمجھی سے دیکھا جو کمر پر ہاتھ ٹکاتے اک جست میں بیڈ پر آئیں تھیں۔

سلطان اور عیس دونوں اپنی اپنی بیویوں کو لے کر بیڈ کے اک اک کنارے پر بیٹھے تھے۔ جبکہ درمیان میں اب منیزے اور ایرہ آ بیٹھیں تھیں۔

ضرار اور سنان بھی متجسس ہوتے بیڈ کے قریب آئے۔سنان کا کیمرہ ہنوز اک اک منظر ریکارڈ کر رہا تھا۔

چہرے باہر نکالو دھوکے باز عورتوں۔۔

منیزے نے ان دونوں کی طرف غراتے ہوئے کہا۔تو علیزے اور مشعل اسکی غراہٹ سن کر اپنے اپنے شوہر پر پکڑ مضبوط کر گئی تھیں۔

کمینی عورتوں تم لوگوں نے ہم سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔

ایرہ بھی مشعل کے کان کے قریب ہو کر اونچی آواز میں پوچھنے لگی۔تو مشعل ڈرتے ہوئے معصومیت سے عیس کا چوڑا ہاتھ اٹھا کر اپنے کان پر رکھ گئی۔مطلب اسے ان سوالوں سے بھی پناہ چاہیئے تھی۔

جبکہ ضرار کو کچھ کچھ معاملہ سمجھ میں آرہا تھا۔اسی لئے وہ ہنستے ہوئے اپنے نچلے ہونٹ کا کونہ دانتوں تلے دبا گیا۔

ہوا کیا ہے بھابھی سائیں۔۔۔
عیس نے الجھن کا شکار ہوتے منیزے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

یہ آپ دونوں اپنی اپنی بیوی سے پوچھیں جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ اور جھوٹ بھی بولا ہے۔ یہاں میں لہنگے ڈھونڈ رہی ہوں اور ادھر یہ دونوں اماں بن کر بیٹھ گئیں ہیں۔ اگر مجھے پتہ ہوتا نہ کہ تم دونوں اس وجہ سے بے ہوش ہوئی ہو تو تم دونوں کی بے ہوشی میں ہی کٹ لگا دیتی.

منیزے غصے میں جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی تھی۔ جس کی سلطان اور عیس کو بلکل سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ جبکہ منیزے کا کٹ لگانے کا سن کر علیزے اور مشعل نے زور سے اپنے اپنے شوہر کو تھاما تھا۔ جیسے وہ سچ میں انہیں مارنے لگی ہو۔

مشعل نے اپنی آدھی آنکھ کھول کر منیزے کی طرف دیکھنا چاہا تھا۔ وہ عیس کی گود میں سکڑی سمٹی پوری طرح محفوظ ہوئی بیٹھی تھی۔ جبکہ علیزے کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ سلطان کو زور سے ہگ کیے وہ اسکا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھے ہوئے تھی۔

بیڈ کا منظر دیکھنے کے لیے وہ بھی مشعل کی طرح سلطان کے ہاتھ کو تھوڑا سا کھول گئی۔ علیزے نے سلطان کا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔

سلطان نے علیزے کو دیکھنے کی کوشش کرتے دیکھ کر اپنا ہاتھ ہٹایا تاکہ وہ صحیح طرح سے دیکھ سکے۔۔ جس پر علیزے نے ہڑبڑا کر پھر اسکا ہاتھ دوبارہ اپنی آنکھوں پر رکھ دیا تھا۔ سلطان اسکی معصوم حرکتوں کو دیکھ کر دھڑکتے دل کے ساتھ مسکرا دیا۔

بھابھی پوری بات بتائیں نہ۔۔

سنان نے منیزے کو ساری بات بتانے کا کہا تو منیزے تیش سے آنکھیں بند کر کے خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

روکو میں بتاتا ہوں پر پہلے تو اپنی والی اندر سے اٹھاؤ یں یہ دونوں بچیوں کو ڈرا رہیں ہیں۔

علیزے اور مشعل کو ان دونوں سے ڈرتا دیکھ کر ضرار نے ہنستے ہوئے سنان کو اشارہ کیا تو وہ موبائل سامنے کی طرف سیٹ کرتا سر کو خم دیتا بیڈ پر بیٹھی ایرہ کو کندھے پر اٹھا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی منیزے بھی ضرار کی قید میں گرفتار ہوئی تو علیزے اور مشعل تشکر بھری سانس خارج کرتے اپنے چہرے باہر نکال گئیں۔ وہ دونوں ضرار اور سنان کو تشکر بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

اب وہ دونوں کھل کر سانس لے سکتیں تھیں۔ کیونکہ منیزے اور آئرہ دونوں اپنے شوہروں کے پاس قید ہو گئیں تھیں۔

ایرہ اور منیزے کو انکی گرفت میں جھٹپٹاتے دیکھ کر وہ دونوں اپنی اپنی ہنسی دبا گئیں۔

ان چاروں میڈمز نے آپس میں فیصلہ کیا تھا۔۔ کہ چاروں اک ساتھ شادی کروا کے ہی رخصتی کروائیں گی۔ اور پھر اک ساتھ ہی ماں بننے کے رتبے پر فائز بھی ہونگی۔ پر تم دونوں انکی پلینگ فیل کر چکے ہو۔ اس لئے یہ ان پریگننٹ عورتیں تلملا رہیں ہیں۔

منیزے کو پوری طرح خود میں کنٹرول کرتے ضرار نے ہنستے ہوئے بتایا تو سلطان اور عیس سمیت سنان پھر قہقہہ لگا گئے تھے۔ عیس اور سلطان نے

اپنی اپنی بیوی کی طرف دیکھا جو منیزے اور ایرہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں منانے کی کوشش کر رہیں تھیں۔

خبردار تم جھوٹی عورتوں نے ہمیں کوئی بھی اشارہ کیا تو۔۔جب ہم کل پوچھ رہیں تھیں۔تو دھڑلے سے یہ دونوں میڈم کہتی ہیں کہ نہیں منیزے ہم اک ساتھ ہی سب کریں گی۔اور ہم میں ابھی ایسا ویسا کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔

منیزے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی مسلسل کوشش کرتی غصے سے بولنے لگی۔۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔کہ علیزے اور مشعل کے پھولے گالوں کو کھینچ کھینچ کر لال کر دے۔

ہاں تو مجھے کیوں سنا رہی ہو تم نے ہی مجھے ریڈ ساڑھی پہنا کر پھنسایا تھا۔اور پھر اسی وجہ سے میری رخصتی ختم ہو گئی۔

منیزے کے غصہ کرنے پر علیزے نے منہ بناتے اسے الزام دیا تو منیزے کا منہ کھل گیا۔ جبکہ سب کے سامنے اپنی رخصتی کا بھانڈہ پھوڑنے پر سلطان نے علیزے کو گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

تو علیزے دانتوں تلے زبان دباتی پھر اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔ لڑکوں نے اپنی اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔ عورتیں جزباتی ہو کر کچھ بھی کر سکتیں ہیں۔ انہیں اندازہ ہو رہا تھا۔

کیونکہ علیزے اپنے جلدی ماں بننے کا پورا پورا الزام منیزے پر لگا چکی تھی۔

دیکھو اب کیسے میسنی بن رہی ہے۔ تب منہ سے پھوٹا کیوں نہیں کہ ہم یہ کانٹ کر چکی ہیں۔۔

ایرہ سنی سے خود کو زبردستی چھڑا کر اٹھ کر علیزے کی طرف بڑھنے لگی تو

سنان نے پیچھے سے اسے پھر اپنی کھنچتے ہوئے گود میں بٹھا کر قابو کیا تھا۔

ارے میری چھمک چھلو اتنی چھوٹی سی بات پر کیوں لال پیلی ہو رہی ہوں۔ ضرا اٹھو چلو دوسرے روم میں ہم ان دونوں کو بھی پریگننٹ کر کے انکی دوستوں کی لائن میں کھڑا کرتے ہیں۔تب ہی یہ جنگ ختم ہو گی۔۔

سنی نے ایرہ کی کمر میں بازو لپیٹتے بے شرمی سے لڑائی ختم کرنے کا حل بتایا تو لڑکیاں جہاں شرم سے لال ہوئیں تھیں۔۔وہیں مرد حضرات ہنستے ہوئے متفق نظر آنے لگے۔۔کہ ایسا ہونا چاہیئے۔ایرہ شرم وغصے سے سنی کے بازو پر چٹکیاں کاٹنے لگی تو وہ اسے بے شرمی سے آنکھ ونک کر گیا۔

تم نے بھی مجھے کوئی الزام دینا ہے تو دے لو۔۔
منیزے مشعل کی طرف دیکھتے بلند آواز میں آفر کرتے بولی تو مشعل جو

اپنے شوہر کی گود میں بیٹھی معصومیت سے اپنے ناخن چبا رہی تھی۔
منیزے کے مخاطب کرنے پر ہوش میں آتی سر ہلا گئی۔ مطلب وہ بھی اسے قصوروار بنانے پر راضی ہو گئی تھی۔

میں تم دونوں کی وجہ سے ہی کڈنیپ ہوئی تھی۔ تم دونوں نے یقین دلایا تھا کہ مجھے ڈھونڈ لو گی۔۔ پر آئی ہی نہیں الٹا وہ کمینی تماشہ (نتاشہ) عورت مجھے آغوا کر کے لے گئی۔ اور پھر یہ میرے پیچھے مجھے بچانے ائے۔ اور بہانے سے رخصتی ختم کر دی۔

مشعل ہاتھ ناچتے ہوئے معصومیت سے لبریز آواز میں ایرہ اور منیزے کو قصوروار ٹھہراتے آخر میں علیزے کی کاپی کرتے بولی۔ تو اسکی حد درجہ معصوم حرکت پر لڑکے پیٹ پکڑے ہنستے ہوئے پاگل ہونے لگے۔۔ جبکہ علیزے شرم سے لال ہوتے اپنی ہنسی ضبط کر رہی تھی۔

عیس نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے محبت ولاڈ سے مشعل کے گال زور سے چومے تو وہ اسے گھورنے لگی۔زیادہ ہنسنے کی وجہ سے سب کی آنکھوں سے پانی نکلنے لگا تھا۔

منیزے اور ایرہ بھی اپنی ہنسی ضبط کرتے مصنوعی تاسف سے ان دونوں کو دیکھنے لگیں۔

چھوٹی سی ہوں میں اور مجھے اماں بنا دیا ہے کیسے سنبھالو گی میں خود کو۔۔۔

عیس کو گھورتے دیکھ کر مشعل پھر ڈرتے ہوئے غصے سے بولی۔تو مشعل کی بات پر سب دلچسپی سے پھر ان دونوں کی نوک جھوک سننے لگے۔

میری جان بھابھی بھی تو چھوٹی ہیں نہ اور پھر یہ سب بھی اک دو مہینے تک تمہاری لائن میں ہی آنے والی ہیں۔بے فکر رہو۔۔

عیس نے اسکی ناک سے ناک ملاتے اسکا غصہ کم کرنا چاہا تھا۔

لیز وہائیٹ میں مجھ سے بڑی ہے۔۔
مشعل نے آنکھیں چھوٹی کرتے عیس کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا تھا
جس پر عیس بیچارگی سے سلطان کی طرف دیکھ گیا جس نے بدلے میں اپنی
نیلی آنکھوں میں چمک لیے اسے آنکھ ونک کی۔

تو تمہارا مسئلہ صرف ہائیٹ میں چھوٹے ہونے کا ہے۔۔
عیس نے مشعل کی طرف دیکھتے اسکا اصل خدشہ جاننا چاہا۔
نہیں میرے بہت سے مسئلے ہیں۔۔میں خود چھوٹی سی ہوں، مجھ سے
یونیورسٹی کا بیگ نہیں اٹھایا جاتا تو میں اپنے بچے کو کیسے اٹھاؤں گی۔
مشعل نے ڈرتے ہوئے اپنے دل کی بات بتائی وہیں آخر میں وہ پھر غصے
سے عیس کو دیکھنے لگی تھی۔

تمہارے یہ مسئلے میں روم میں اکیلے سولو کروں گا۔ابھی مجھے اپنی ان معصوم حرکتوں میں نہ الجھاؤ ورنہ میں پھر اسی کام میں مشغول ہو جاؤں گا۔۔جس کی وجہ سے تم آج فکر مند ہو رہی ہو۔

عیس اسکے کان میں بھاری لہجے میں سرگوشی کرتے بولا تو مشعل دھڑکتے دل کے ساتھ اس سے دور ہونے لگی۔تو عیس جلدی سے اسے اپنے بازوؤں میں قید کر گیا تھا۔

چلو اب صلح کر لو بھابھی سے آخر کو ڈبل رشتے داری نکلتی ہے۔

سنی نے ایرہ کے بال سنوارتے ان سب کی صلح کروانا چاہی تو وہ منیزے کو دیکھ گئی۔جو اسے اٹھنے کا اشارہ کرتی ضرار کے بازوؤں سے نکلی تھی۔

وہ دونوں اپنے اپنے بازو کھول کر بیڈ پر آئیں تو سلطان اور عیس اپنی بیویوں کو آزاد کرتے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔تاکہ وہ چاروں اک دوسرے سے پیار بٹور سکیں۔

منیزے اور ایرہ نے ان دونوں کو اک ساتھ گلے لگایا۔تو ان چاروں کو اپنے جیسے سٹائل میں گلے لگتے دیکھ کر وہ حیران ہو گئے۔وہ چاروں اک ساتھ گلے لگی ہوئی تھیں۔

بہت بہت مبارک ہو میری جان کی ٹوٹیوں۔۔
منیزے نے ان کو زور سے گلے لگاتے دیکھ کر دل سے مبارک دی تو وہ دونوں کچھ پر سکون ہو گئیں۔۔کہ آخر ان کا غصہ تو اتر گیا ہے۔

منیزے اور ایرہ نے ان دونوں کے ماتھے چومے اور اک دوسرے کو آنکھ

ونک کرتی علیزے اور مشعل کی گال پر دونوں زور سے دانت گاڑتے بیڈ سے نیچے اترتے اپنے اپنے شوہر کی طرف بھاگی تھیں۔

علیزے اور مشعل کی اک ساتھ چیخ گونجی تو سلطان اور عیس جلدی سے اپنی اپنی بیویوں کی طرف بڑھے۔

جبکہ منیزے اور ایرہ اب پر سکون ہوتے آنکھوں میں چمک لیے اپنے شوہروں کے پاس چھپ کر بیٹھ گئیں تھیں۔۔ تھوڑی دیر پہلے علیزے اور مشعل چھپ رہیں تھیں۔اور اب ان دونوں کی باری تھی۔

ضرار اور سنان ن افسوس بھری نظر سے خود میں چھپی اپنی بیویوں کو دیکھا تو وہ دونوں شرارت سے انہیں آنکھ ونک کرتے انکی طرف مسکراہٹ اچھال گئیں۔

بھابھی یہ غلط بات ہے ویسے۔۔۔

مشعل کی گال پر دانتوں کے نشان دیکھ کر عیس نے شکایت بھری نظروں سے صوفے پر دیکھا۔ جہاں وہ واردات کر کے چھپی ہوئیں تھیں۔

کچھ نہیں ہوا خانم بس ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔۔

علیزے کے سفید پھولے گال پر بائٹ کے نشان پر سلطان ہولے ہولے سے پھونک مار رہا تھا۔ تاکہ اسکی جلن کم کر سکے

علیزے اور مشعل نے اپنی بے رحم دوستوں کو بھیگی آنکھوں میں شکوہ لیے دیکھا تو منیزے اور ایرہ کان پکڑتے سر گوشی میں سوری بول گئیں۔۔

انکے سوری بولنے پر علیزے اور مشعل نے تپ کر ان دونوں کو زبان نکال کر چڑایا تو وہ سب اپنی بیویوں کے بچپنے پر حیران کن نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔

جو منہ بگاڑ بگاڑ کر اک دوسرے کو چڑا رہیں تھیں۔ جیسے منہ کے ڈیزائن ایجاد کرنے میں مقابلہ بازی ہو رہی ہو۔

سب سے گندے منہ تو ایرہ اور مشعل اک دوسرے کے ساتھ بنا رہیں تھیں۔

اگر تمہاری خوبصورت شکل پر اس ڈیزائننگ کا کوئی اثر ہوا نہ تو دیکھنا میں کہاں کہاں سے تمہاری جان نکالتا ہوں۔

ایرہ کو آنکھیں الٹی کرتے وہ زبان لٹکاتے دیکھ کر سنی نے اسے دھمکی دی۔ تو وہ اپنے منہ کا ڈیزائن سمیٹ کر شکل کو اصلی حالت میں لے آئی۔ سنی کی حیرت کی کوئی حد نہیں رہی تھی۔ اتنے خطرناک ڈیزائن وہ تو جھرجھری لے گیا تھا۔

کیوں اپنے بچے کو سٹیل کی ٹوٹی بنانے پر تلی ہو۔۔ مشعل کو مسلسل منہ بگاڑتے دیکھ کر عیس نے تپ کر اسے منع کرنا چاہا تو وہ بھی آخری دفعہ منہ ٹیڑھا کر کے منہ پھولا کر بیٹھ گئی۔

چلو آج کی خوشی میں ڈنر اک ساتھ کرتے ہیں۔ سلطان نے ان سب کو خاموش دیکھ کر کہا تو سب اثبات میں سر ہلا گئے۔

تم لوگ بیٹھ کر باتیں کرو ہم آتے ہیں۔

مشعل کا ماتھا چوم کر عیس نے انہیں اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سب سر ہلاتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جانے سے پہلے وہ اپنی بیویوں کے گال اور ماتھا چومنا نہیں بھولے تھے۔ جبکہ سنی نے تو شدت سے ایرہ کے گال اور ماتھے کو چوما تھا۔۔ کیونکہ اسکی بیوی اک دفعہ پہلے ہی اس بات پر ناراض ہو چکی تھی۔

وہ تینوں ضرار کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں عیس چہرے پر پریشانی کا ٹیگ لگائے ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے نہ۔۔

سلطان نے فکر مندی سے اندر آتے اس سے پوچھا جس نے انہیں ادھر علیحدہ اکٹھا کیا تھا۔

میں باپ بن گیا ہوں اور حسن ہمدانی میرا باپ ہے۔۔

عیس نے اپنے لمبے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا تو اسکی بات سمجھ آنے پر سنان قہقہہ لگا گیا۔۔ جبکہ ضرار اور سلطان نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

یہ دنیا کا پہلا شخص ہے۔۔ جسے باپ بنا کر اسکی اپنی بیوی بھی راضی نہیں ہے اور نہ اسکا باپ بھی راضی ہو گا۔

سنی نے ہنستے ہوئے عیس کو تپایا تو عیس سلگتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا
۔جو غلط ٹائم پر اسکے مزے لینے پر تلا ہوا تھا۔

بکواس نہ کر ورنہ تیری رخصتی قیامت تک رکوادوں گا۔۔
عیس نے اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھتے دھمکی دی۔تو عیس کی دھمکی پر
سنان ہونٹوں پر ذپ لگاتے خاموش بیٹھ گیا۔

تو کیا چاہتا ہے اب۔۔۔
سلطان نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو عیس اپنی داڑھی کھجانے لگا۔۔

مجھے خان بابا اور بابا سائیں کی ضرورت ہے۔۔
عیس نے اک نظر ضرار اور سلطان کو دیکھ کر بتایا تو وہ اک دوسرے کو دیکھ

کر سرد سانس خارج کر گئے۔

دیکھ لوا سکی شکل باپ بننے والی نہیں ہے۔اسی لئے یہ اپنے دونوں روحانی باپ کو ساتھ لے کر اپنے اصلی باپ کو ثبوت دینا چاہتا ہے۔کہ یہ باپ بن گیا ہے۔

سنان کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی تو سلطان اور ضرار اپنی مسکراہٹ دبا گئے۔

اسکی زبان بند کروالو ورنہ ضائع ہو جائے گا یہ مجھ سے۔

عیس نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں سنان کو باز رہنے کا اشارہ کر گئے۔

تو اکیلا کیوں نہیں بات کرتا انکل سے۔۔۔

ضرار نے صوفے پر بیٹھتے اسے مشورہ دیتے پوچھا۔۔

وہ یقین نہیں کریں گئے میرا۔۔

چھت پر نظریں جمائے عیس نے پھنسی ہوئی آواز میں جواب دیا تو کمرے میں سنان کا دلکش قہقہ گونج گیا۔ سلطان اور ضرار کا حال بھی ویسا ہی ہوا تھا۔

چاہے جیسے بھی عیس علی ہمدانی نے آخر سچ تو بولا تھا۔

دیکھا میں نے کہا تھا۔۔اسکی شکل کا قصور ہے۔یہ آرمی میں میجر کی پوسٹ پر ہے۔ باپ بننے والا ہے۔اک بزنس مین ہے۔اسے ان ساری باتوں پر یقین دلانے کے لئے گواہ چاہیے۔

سنی ہنستے ہوئے کہنے لگا تو عیس نروٹھی نظروں سے ان تینوں کو دیکھ گیا۔

اب اگر اسکا باپ اسکا یقین نہیں کرتا تھا تو اس میں عیس علی ہمدانی کا کیا قصور تھا۔اتنے سالوں سے وہ سچ بھی تو اسی لئے نہیں بتا پایا تھا۔کیونکہ جانتا

تھا کہ حسن صاحب نے اسے سیریس نہیں لینا۔اسی وجہ سے وہ انکی ڈانٹ پھٹکار چپ کر کے سنتا رہتا تھا۔

چل تو منہ نہ لٹکا تیرے باپ بننے کی خوشی تیرے دونوں روحانی باپ کو تیرے حقیقی باپ سے زیادہ ہونی ہے۔۔دیکھنا رات تک کیسے وہ اڑتے ہوئے یہاں آتے ہیں۔بلکہ ایسا کرانکو وڈیو کال ملا اک ساتھ انہیں دو گڈ نیوز سناتے ہیں۔

ضرار نے عیس کو ریلکس کرتے ساتھ کال کرنے کا کہا تو وہ جلدی سے کرنلز کو کال ملانے لگا۔۔

آج حقیقی معنوں میں وہ سب خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔سنی نے ضرار کو اشارہ کیا تو وہ دونوں کھڑے ہوتے دونوں میں فادر ٹوبی کو کھینچ کر کھڑا کرتے اچانک بغلگیر ہوئے تھے۔

بہت مبارک ہو تم دونوں کو میری دعا ہے کہ ہماری دوستی کے رشتے کی وفا ہماری آنے والی نسل میں بھی منتقل ہو۔اور ہر آنے والا نیا فرد اپنی جگہ پر اتنا مضبوط بنے۔ کہ وہ سب مل کر اک دوسرے کے لئے مضبوط سہارا بن جائے۔ بلکل ویسے ہی جیسے ہم اک دوسرے کے لئے چھاؤں ہیں۔

ضرار نے جذبات سے چور ہوتے اپنے الفاظ ادا کیے تو سلطان اور عیس مضبوطی سے ان دونوں کو خود میں بھینچ گئے۔آج کے دن ملنے والا سکون انکی روح کو سرشار کر رہا تھا۔

ہم اپنے اپنے بچوں کی شادیاں آپس میں کریں گئے۔۔

سنی نے ماحول کو پھلکا پھلکا کرتے شرارت سے کہا تو وہ سب ہنستے ہوئے اس

کے گولڈن بال بگاڑ گئے۔

ضرار کے اندازے کے مطابق سچ میں شیر از پاشااور دلاور خان رات تک انکے پاس پہنچ گئے تھے۔ جبکہ اتنی بڑی خوشخبری ملنے کے بعد بی جان، آغا جان اور زلیخا بیگم بھی انکے ساتھ آئیں تھیں۔

وہ سب اس وقت ضرار کے فلیٹ پر ہی موجود تھے۔ڈنر کرنے کے بعد سنان ایرہ کو گھر واپس چھوڑ آیا تھا۔ کیونکہ ٹائم بہت ہوتا جارہا تھا۔

اس وقت وہ سب کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔بی جان اور زلیخا بیگم نے آتے ہی علیزے اور مشعل کی نظر اتاری تھی۔ جو شرمائی شرمائی سی بیٹھی ہوئی تھیں۔

تیار ہو کر آجانا ہم اپنی بہوؤں کو لے کر جارہے ہیں۔۔

دلاور خان نے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہا تو وہ چاروں انکو دیکھنے لگے۔

بابا ہم ساتھ ہی چلتے ہیں نہ۔۔
عیس نے دلاور خان کی طرف دیکھتے کہا تو وہ اسکی معصومیت بھری آواز پر ایبرو آچکا گئے۔

برخوردار اتنے معصوم آپ ہیں نہیں جتنی ناکام کوشش آپ بننے کی کر رہے رہے ہیں۔۔

دلاور خان نے سنجیدگی سے عیس پر میٹھا طنز کیا تو اس نے جہاں منہ بسورا تھا۔ وہیں وہ تینوں اپنی ہنسی دبا گئے۔ کیونکہ آج وہ اصل معنوں میں قابو آیا ہوا تھا۔

دلاور خان اور شیر از پاشا سب کو ساتھ لیے گاڑیوں میں بیٹھے تھے۔آج انہیں عیس کے حصے کا محاز لڑنا تھا۔

آرمی کی گاڑیوں میں وہ سب عیس کے چھوٹے سے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔انکے ساتھ منیزے، مشعل اور علیزے بھی آئیں تھیں۔

مشعل کہاں ہے۔۔

حسن صاحب جو شام سے گھر میں مشعل کی غیر موجودگی دیکھ رہے تھے۔ بلا آخر انہوں نے شاہدہ بیگم سے پوچھ ہی لیا۔کیونکہ وہ اب تک یہ ہی سمجھ رہے تھے کہ وہ یونیورسٹی سے واپس نہیں لوٹی۔پر اب اتنا وقت ہوتے دیکھ کر انہیں تشویش ہونے لگی تھی۔

عیس کے ساتھ ہی ہے، آجائے گی تھوڑی دیر میں۔۔

شاہدہ بیگم نے ٹی وی دیکھتے مصروف انداز میں انکو بتایا تو حسن صاحب بل کھا گئے۔ وہ جب جب سنتے تھے۔ کہ

انکی چھوٹی سی معصوم بہوانکے گدھے بیٹے کے ساتھ ہے۔

انہیں تب تب اچھی فیلنگ نہیں آتی تھی۔۔ کہیں وہ گدھا انکی دشمنی میں خود ہی رخصتی نہ کر لے۔ یہ وہم آتے ہی وہ بے چین ہو گئے اور موبائل اٹھا کر عیس کا کال ملائی۔ پر اگلی جانب سے کال ریسیو نہیں ہوئی تھی۔

اس گدھے کا دماغ خراب ہے جو بچی کو اتنی دیر تک لیے گھر سے باہر ہے۔۔ حسن صاحب نے غصے سے دوچار ہوتے تڑخ کر کہا۔ تو شاہدہ بیگم نفی میں سر ہلا گئیں۔

آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے وہ دونوں میاں بیوی نہیں بلکہ اک دوسرے کے لئے غیر محرم ہوں۔۔

شاہدہ بیگم نے ٹی وی دیکھتے انہیں یاد دلانا چاہا تھا۔۔کہ جس بچی کے بارے میں وہ اتنا فکر مند ہو رہے ہیں۔۔وہ کسی غیر نہیں بلکہ اپنے شوہر کے ساتھ ہے۔

اسی بات کی تو فکر ہے کہ وہ معصوم اس اپنے گدھے شوہر کے ساتھ ہے۔۔

حسن صاحب نے سر جھٹک کر کہا تو شاہدہ بیگم اپنے شوہر کو دیکھتی رہ گئیں۔۔اس سے پہلے کہ وہ انہیں کوئی جواب دے پاتی انہیں باہر کے دروازے پر دستک ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

عیس اور مشعل کا سوچتے شاہدہ بیگم دروازہ کھولنے کے لئے اٹھیں تو حسن صاحب انہیں منع کرتے خود کھڑے ہو کر باہر کی جانب بڑھے۔انکے منع

کرنے کے باوجود شاہدہ بیگم بھی انکے پیچھے ائیں تھیں۔تاکہ وہ عیس کو ڈانٹ نہ سکیں۔

لعنت ہو تیرے بزنس مین ہونے پر جب تو انکل آنٹی کو ابھی تک اس کباڑ خانے سے نکال کر نہیں لے کر جا سکا۔۔

دروازے کے باہر کھڑے سنی نے عیس کے کان میں دبی دبی آواز میں غصے سے سرگوشی کی تو عیس انجان بنتے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جبکہ ضرار اور سلطان نے بھی اس کمینے گنڈے کو شعلہ بار نظروں سے دیکھا تھا۔

وہ دنیا کا پہلا بزنس ٹائیکون تھا۔۔ جس نے ماں باپ کو صرف اس لئے اپنی ترقی کا نہیں بتایا تھا۔۔ کیونکہ اسکا باپ اس پر یقین نہیں کرتا تھا۔

ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔۔۔

مشعل نے اپنے گھر کو دیکھتے پوچھا۔ وہ تینوں اس وقت گاڑی میں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ بی جان نے انہیں گھر کا دروازہ کھلنے تک گاڑی سے نکلنے سے منع کر دیا تھا۔ انکا ماننا تھا کہ اس حالت میں انکا زیادہ دیر تک کھڑا رہنا ٹھیک نہیں ہے۔

حسن صاحب نے دروازہ کھولا تو اپنے گھر کے سامنے اک بڑی تعداد میں گاڑیوں کو کھڑا دیکھ کر وہ حیران ہو گے۔

اور زیادہ حیرت کی بات تو انکو آرمی کی گاڑیاں اور آرمی کے نوجوانوں کو دیکھ کر ہوئی تھی۔ یونیفارم میں گنز اٹھائے وہ بلکل الرٹ انداز میں تین گاڑیوں کا احاطہ کیے کھڑے تھے۔

اگر عیس نے کوئی بڑا جرم کر دیا ہے۔ جیسے کوئی بڑی لوٹ مار یا قتل تو میں

اپکو پہلے بتادوں کہ وہ گنڈامیر ابیٹا نہیں ہے بہت سال پہلے ہی ہمارے اس سے تعلقات ختم ہو گئے ہیں۔۔

حسن صاحب نے آرمی اور پولیس کی گاڑیوں کو دیکھ کر جو خود سے اخذ کیا بلا جھجک وہ سامنے کھڑے دلاور خان اور شیر از پاشا کے گوش بھی گزار دیا۔

انکے الفاظ پر شیر از پاشا اور دلاور خان نے اک دوسرے کو دیکھتے اپنی آنکھوں کا رخ اندھیرے میں کھڑے نفوس کی طرف کیا۔ جیسے کہنا چاہ رہے ہوں کہ برخوردار تمہاری اتنی عزت افزائی کی امید نہ تھی ہمیں۔۔

حسن صاحب کے الفاظ پر ان تینوں کا اپنا قہقہہ روکنا محال ہو گیا۔ جبکہ عیس بالوں میں ہاتھ پھیرتے منہ ہی پھیر گیا۔ آخر کو اسکا باپ اس سے تعلقات ختم کرنے پر جو آگیا تھا۔ بے یقینی کی بھی حد تھی کوئی وہ اسے لٹیرا ہی بنا گئے

تھے۔

ہائے ہائے کیسی باتیں کرتے ہو تم میاں میر اعیس کیوں کرے گا لوٹ مار یا کسی کا قتل۔۔

بی جان نے حسن صاحب کے الفاظ پر دہل کر سینے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ تو حسن صاحب اپنے سامنے کھڑی بزرگ خاتون کو دیکھ کر الجھ گئے۔ اپنے نقوش و رنگت سے وہ کوئی پٹھانی ہی لگ رہیں تھیں۔ عیس کی سائیڈ لینے پر وہ انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

ماں جی آپ کون ہیں۔۔

حسن صاحب نے احترام سے بی جان سے پوچھا تو وہ انہیں پرے کرتی گھر میں داخل ہو گئیں۔

ارے پیچھے ہٹو میاں دیوار کی طرح دروازے پر کھڑے ہو اب کیا یہاں کھڑے ہو کر ہی تمہارے سارے سوالوں کے جواب دے دیں ہم۔۔

بی جان حسن صاحب کو گھورتے ہوئے بول کر اندر آئیں جہاں شاہدہ بیگم حیران و پریشان معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔بی جان کے اندر جانے پر حسن صاحب نے سب کو اندر آنے کہا تو وہ سب انکی تقلید میں گھر میں داخل ہوئے۔

حسن صاحب ان سب کو بیٹھک میں بیٹھا کر مڑے۔تو مشعل کو دو لڑکیوں کے ساتھ اندر گھر آتے دیکھ کر وہ فکر مندی سے اسکی جانب بڑھ گئے۔

بیٹا تم ٹھیک ہو۔۔ حسن صاحب نے اسکے بال سنوارتے پوچھا تو وہ شرم سے اپنی نظریں جھکا گئی۔

انکل یہ بلکل ٹھیک ہے آپ پریشان نہ ہوں۔۔
منیزے نے مشعل کو کندھوں سے تھام کر انہیں تسلی دی تو وہ سر کو جنبش دیتے جا کر دلاور خان اور شیراز پاشا کے ساتھ بیٹھ گئے۔ منیزے دونوں ماما ٹوبی لڑکیوں کو لے کر شاہدہ بیگم کی طرف آئی تو مشعل شاہدہ بیگم کو دیکھتے انکے گلے جا لگی تھی۔

سب ٹھیک ہے نہ۔ شاہدہ بیگم نے اسے گلے لگاتے اس سب کے بارے میں پوچھا تو وہ انہیں کوئی جواب نہ دے پائی۔
اس سے پہلے کہ حسن صاحب ان سے انکی امد کا مقصد پوچھ پاتے اسی وقت وہ چاروں اپنے آرمی یونیفارم میں گھر کے اندر داخل ہوئے تھے۔ چونکہ گھر کی بیٹھک بیرونی دروازے کے بلکل سامنے تھی۔ اسی لئے گھر میں داخل ہونے والا بیٹھک میں موجود انسان کو آسانی سے نظر آسکتا تھا۔

ان چاروں کو آرمی یونیفارم میں دیکھ کر وہاں کھڑے کئی لوگ ساکت ہوئے تھے۔ جن میں انکی بیویاں بھی سر فہرست شامل تھیں۔

اپنی اپنی سٹل کھڑی بیوی کو آنکھ ونک کرتے وہ بیٹھک میں داخل ہو گئے تو اندر بیٹھے سارے نفوس انکی طرف سب متوجہ ہو گئے۔

ان چاروں کو پوری شان سے آرمی یونیفارم میں دیکھ کر بی جان اور آغا جان کا سر فخر سے بلند ہوا تھا۔ پوری خان فیملی انکی ٹریننگ کے وقت سے ان چاروں کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ اسی لئے انکا فخر بنتا تھا۔

لڑکیاں سب بھی ہونق صورت لئے انکے پیچھے اندر آئیں تھیں۔

حسن صاحب جو کچھ پوچھنے والے تھے۔ عیس کو یونیفارم میں دیکھ کر انکے الفاظ منہ میں ہی دن توڑ گئے۔۔۔۔

ی یہ یہ۔۔۔

حسن صاحب نے عیس کی جانب حیرت سے انگلی کرتے کانپتے ہوئے لبوں کہا۔ توانکے چہرے پر حیرت انگیز تاثرات دیکھ کر دلاور خان اور شیر از پاشا مسکرا دیے۔

یہ آپکا بیٹا میجر عیس علی ہمدانی ہے۔ یہ حسن ہمدانی کا ہونہار بیٹا ہے۔ یہ مضبوط نوجوان جس نے دشمن کو ہمیشہ شکست دی ہے۔ یہ نوجوان آپکا اکلوتا سپوت ہے۔ یہ آپکا نڈر بیٹا ہے جس نے سالوں پہلے آپ پر چوری کا الزام لگوانے والے کو گھر میں گھس کر مارا تھا۔

شیر از پاشا اور دلاور خان باری باری جملے ادا کرتے حسن صاحب کے دل کی دھڑکن تیز کر رہے تھے۔ اور انہیں ایسا کرتے ہوئے مزا بھی آ رہا تھا۔ کسی

انجان شخص کو بلکل الٹ حقیقت بتانے کا بھی اپنا ہی مزا ہے۔

یہ چاروں نوجوان بلیک گینگ کے مضبوط ستون بلیک کمپنی کے مالک بزنس ٹائیکون ہیں۔ یہ چاروں ہم دونوں کا فخر اور ہماری جمع پونجی ہیں۔
شیراز پاشا ان چاروں کے مضبوط وجود کو آرمی یونیفارم میں دیکھ کر فخر سے مزید گویا ہوا تھے۔ اس وقت دونوں کرنلز کو اپنے اندر اک الگ ہی جذبہ محسوس ہو رہا تھا۔

وہ چاروں یونیفارم میں سر پر کیپ پہنے پیچھے بازو باندھے پوزیشن میں بلکل الرٹ کھڑے تھے۔

آج کے وقت میں انکو یونیفارم پہنے کا حکم کرنلز نے دیا تھا۔ تاکہ وہ یونیفارم میں حسن صاحب کے ساتھ ساتھ انکی بہوؤں کو بھی سرپرائز کر سکیں۔

حسن صاحب بلکل خاموش عیس کے چہرے کی طرف دیکھے جارہے تھے۔جو بلکل الرٹ کسی بہادر فوجی کی طرح سینہ چوڑا کیے کھڑا تھا۔

حسن صاحب کسی خواب کی سی کیفیت میں اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے عیس کے سامنے آئے اور اسے غور سے دیکھنے لگے۔

آج پہلی بار انہیں احساس ہو رہا تھا کہ وہ قد میں ان سے کافی اونچا ہے۔اج پہلی بار انکا دل کہہ رہا تھا کہ انہوں نے بیٹا پیدا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

حسن صاحب کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔کہ وہ کن الفاظ میں اپنی کیفیت بیان کریں اسی لئے عیس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے وہ یک دم آنکھوں میں آنسو لیے اسکے سینے سے لگ گئے۔ حسن صاحب کے اچانک رد عمل پر عیس اپنی جگہ سے سرتاپیر لرز گیا تھا۔

اس نے شاکڈ کیفیت میں اپنے سینے سے لگے باپ کو دیکھا تھا۔ جو آج ہوش کی دنیا میں پہلی بار خود سے اسکے سینے سے لگے تھے۔

عیس نے شاکڈ کیفیت میں سینے سے لگے اپنے باپ کو دیکھتے پیچھے بیٹھے اپنے دونوں روحانی باپ کو دیکھا تو وہ اسے اشارہ کرتے مسکرا دیے۔

عیس نے نم آنکھوں سے حسن صاحب کے گرد بازو لپیٹے تو حسن صاحب ہچکی بھر گئے۔ وہ بے آواز رونے لگے۔

عیس نے مضبوطی سے انہیں خود میں بھینچتے اپنے آنسوؤں پر کنٹرول کیا۔ اس لگ رہا تھا کہ جیسے اسکی زندگی کا مقصد پورا ہو گیا ہو۔

اسکو اپنی محنت کا پہلا صلا مل گیا ہو۔ سب کہتے تھے کہ بزنس مین ہوتے ہوئے عیس علی ہمدانی نے اپنے ماں باپ کو عالیشان گھر میں کیوں نہیں رکھا۔ پر کوئی یہ کیوں نہیں سوچتا تھا کہ اگر اس نے اپنے ماں باپ کو

عالیشان گھر میں نہیں رکھا تھا تو خود بھی تو نہیں رہا۔

وہ بھی اتنے سالوں سے اسی گھر میں رہ رہا تھا۔ اپنے یاروں کے لائے گئے برینڈڈ کپڑوں کو چھوڑ کو وہ کپڑے پہنتا تھا۔ جو اسکی ماں اسکے لئے خرید کر لاتی تھی۔ خوشی سے صرف وہ پیسے خرچ کرتا تھا۔ جو اسکی ماں اسکے والٹ میں چپکے سے رکھ دیتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو بے روزگار سمجھتی تھی۔

اپنی ماں کا خیال آنے پر عیس نے آنکھیں کھول کر پیچھے دیکھا تو شاہدہ بیگم کو روتے دیکھ کر اشارے سے پاس بلا گیا۔ وہ بھیگی آنکھوں سے اسکی طرف آئیں تو انہیں قریب کرتا سینے سے لگا گیا۔ شاہدہ بیگم اپنے جوان بیٹے کے سینے سے لگی آج شدت سے رو پڑی تھیں۔ سب لڑکیوں کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں تھیں۔

ڈارلنگ کیا کر رہیں ہیں یار ایسے کون روتا ہے۔۔

شاہدہ بیگم کو زور سے روتے دیکھ کر ضرار نے انہیں عیس سے الگ کرتے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ جس پر وہ اسکے سینے پر سر رکھ کر اسے نروٹھی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ سفید میدے جیسی رنگت میں وہ بہت کیوٹ لگتیں تھیں۔ سلطان اور سنی بھی انکو منانے کے لیے قریب ہو گئے۔

سوری کاموں میں پھنسے رہے ہیں ڈارلنگ۔۔

شاہدہ بیگم کی خفا نظروں کو دیکھ کر ضرار نے کان پکڑتے انہیں منانا چاہا تو وہ سر جھٹک کر مسکرا دیں۔ انکے اتنے عرصہ نہ ملنے پر وہ ناراض تھیں۔

میاں اب بیٹے کے گلے ہی لگے رہو گئے یق گھر آئے مہمانوں کو بھی پوچھو گئے۔۔

بی جان نے حسن صاحب کو مخاطب کرتے کہا تو وہ جلدی سے عیس سے

الگ ہوتے اسکا ماتھا چوم گئے۔ جس پر عیس سمیت سب شاکڈ ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تھوڑی دیر بعد یہی ماتھا وہ پھوڑنے پر آجائیں گئے۔

معاف کیجیے گا اتنی بڑی خوشی پہلی بار ملی ہے تو بس اس لئے۔۔
حسن صاحب نے انکے سامنے بیٹھتے صفائی دینا چاہی تو وہ اسے روک گئیں۔

لڑکیوں کو روتے دیکھ کر وہ تینوں اپنی اپنی بیوی کی طرف بڑھے تھے۔ جبکہ سنی اپنی لال مرچ کاری ایکشن سوچ کر دانتوں تلے لب دبا گیا۔

شیراز پاشا نے حسن صاحب اور شاہدہ بیگم سے سب کا تعارف کروایا تو شاہدہ بیگم سلطان کی مورے کی شکر گزار ہو گئیں۔ جنہوں نے انکے بیٹے کو اپنے بیٹے جیسا سمجھ کر اسکا خیال رکھا تھا۔

ارے تم سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا جو لڑکیوں کو اتنی دیر کھڑا کر رکھا ہے۔ارے اس چھوٹی سی چڑیا کو تو دیکھ لو کیسے اسکا رنگ پیلا پڑنے لگا ہے۔ لڑکوں کچھ خدا کا خوف کرو وہ ماں بننے والی ہے۔انکو بٹھا کر کچھ کھلاؤ۔۔

بی جان نے علیزے اور مشعل کو دیکھ کر غصے انکے شوہروں کی توجہ اس طرف کروائی۔جو کب سے کھڑی تھیں۔

بی جان کی بات سن کر حسن صاحب اور شاہدہ بیگم نے الجھن سے مشعل کو دیکھا۔۔

اماں جی کون ماں بننے والا ہے۔۔

شاہدہ بیگم نے شگفتگی سے بی جان سے پوچھا تھا۔

کچھ خدا کا خوف کرو بیٹی کیوں مجھ جوان کو اماں بنانے پر تلی ہو۔مجھے مورے کہو یا بی جان اور یہ تمہاری چھوٹی سی بہو اور میری بہو ہے نہ۔اللہ

کے کرم سے ان دونوں کو آج کے دن ماں بننے کی خوش خبری ملی ہے۔

بی جان نے خوشی سے مسرور ہوتے شاہدہ بیگم کو بتایا تو حسن صاحب اور شاہدہ بیگم نے اچھنبے سے مشعل کی طرف دیکھا تھا۔ جو انکے دیکھنے پر نظریں چرا گئی۔ جبکہ عیس تو پھر چھت کو دیکھنے لگا تھا۔ اسے جب سے باپ بننے کی خوش خبری ملی تھی۔۔ مجال ہوا گر اس نے کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات بھی کی ہو۔

عیسسسسسسس میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔

حسن صاحب پورے جلال سے ہاتھ میں جوتا لیے اسکی طرف بڑھے تو عیس گڑ بڑا کر سلطان اور ضرار کے پیچھے چھپ گیا۔ جبکہ سنی چپکے سے حسن صاحب کو اشارہ کرنے لگا کہ یہاں سے حملہ کریں۔

بے غیرت انسان تمہں شرم نہ آئی وہ پورے غضب سے اسکی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے جس پر عیس موقع دیکھتے ہی جا کر دلاور خان اور شیراز پاشا کے پیچھے چھپ گیا۔

دیکھ لیں خان بابا اور بابا سائیں ایسا سلوک کرتے ہیں میرے ساتھ یہ۔۔ عیس نے انکے پیچھے پناہ لیتے دہائی دینے والے انداز کہا تو وہ مسکراہٹ دبا گئے۔۔ جبکہ حسن صاحب کا غصے سے برا حال ہونے لگا تھا۔ رہ رہ کر انہیں اپنی معصوم بہو پر ترس آ رہا تھا۔

غضب خدا کا میاں کیا کر رہے ہو تم، بیٹے باپ بننے والے ہوں تو لوگ ڈھول بجاتے ہیں اور ادھر تم بیٹے کا سر بجانے پر تل گئے ہو۔

بی جان نے حسن صاحب کے ری ایکشن پر تڑخ کر کہا تو حسن صاحب جوتا

نیچے رکھ کر تھکے انداز میں اپنی جگہ پر پھر بیٹھ گئے۔

شاہدہ بیگم اٹھ کر مشعل کے پاس آئیں اور اسے اشارے سے پوچھا تو وہ شرم سے ہاں میں سر ہلاتے تصدیق کر گئی۔ جس پر شاہدہ بیگم نے خوشی سے پھولے نہ سماتے اسکا ماتھا چوتے ہوئے اسے سینے سے لگا لیا تھا۔

انہیں تو پہلے ہی شک تھا۔ جس کی تصدیق آج انکو دادی بننے کی خبر سن کر ہو گئی تھی۔

اماں ابھی وہ بہت چھوٹی ہے۔۔
حسن صاحب جھنجھلا کر مشعل کی طرف اشارہ کرتے بولے تو بی جان کو اک دم سے غصہ چڑھا۔

ارے اگر وہ اتنی چھوٹی ہے تو بچپن میں اسکا نکاح کیوں کروایا تھا۔ جب نکاح ہو گیا ہے تو یہ چھوٹے اور بڑے ہونے کا کیا تک رہتا ہے اب۔۔

بی جان نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے غصے سے انہیں دیکھا تو حسن صاحب چپ کر گئے۔ کرنلز اسی لئے بی جان کو ساتھ لائے تھے۔ کیونکہ ان سے بہتر حسن صاحب کو کوئی نہیں سمجھا سکتا تھا۔ بے شک بزرگوں کا ہونا بھی اک بہت بڑی نعمت ہوتا ہے۔

اور تم اٹھو وہاں سے ادھر میرے پاس آکر بیٹھو میں دیکھتی ہوں کون تمہیں ہاتھ لگاتا ہے۔

بی جان نے عیس کو اپنے پاس بلاتے کہا تو عیس کالر جھاڑتے ہوئے اٹھ کر انکے پاس آکر بیٹھ گیا۔ جس پر بی جان نے اسکا سر اپنے کندھے پر رکھ دیا۔ وہ بی جان ے کندھے پر سر رکھتے انہیں ہگ کیے بیٹھا تھا اب۔۔

وہ تینوں اپنے نمونے کی سستی ایکٹنگ اور ایٹیٹیوڈ دیکھ کر ہنسی ضبط کر رہے تھے۔

دیکھو میاں میرے پوتے نے نکاح کا فرض پورا کرتے تمہیں داداتو بنا ہی دیا ہے۔اب بتاؤ اسکی شادی دھوم دھام سے کرنے کا ارادہ ہے یا میں اپنے پوتے اور بہو کو لے کر چلی جاؤں۔

بی جان نے حسن صاحب سے سیدھے سیدھے سوال کیے تو عیس جتاتی نظروں سے اپنے باپ کو دیکھ کر آنکھ کا کونہ دبا گیا۔جو کرنلز نے بخوبی دیکھا تھا۔

اماں آپکا یہ فضول بیٹا مجھے آنکھ مار کر تیش دلانے کی کوشش کر رہا ہے۔یہ نہ ہو کہ میں اسکی دھوم دھام سے رخصتی کرنے کی بجائے اسکو دنیا سے ہی

رخصت کردوں۔۔

عیس کے آنکھ مارنے پر حسن صاحب نے جلتے دل سے بی جان کو اسکی شکایت لگائی تھی۔

توبی جان نے اپنی آنکھوں کا رخ عیس کی طرف کیا۔جو اپنے گلے پر ہاتھ رکھتے قسم اٹھانے والے انداز میں انکو بتانے لگا کہ اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔۔

آنکھ ہی ماری ہے اس نے کونسا تمہیں بمب مار دیا ہے جو تو ایسے جلے توے پر بیٹھ گئے ہو۔ہو سکتا ہے کہ آنکھ مار کر تمہیں مبارک باد دینا چاہ رہا ہو۔کیونکہ شرافت سے مبارک باد وصول کرنے والے انداز تمہارے لگ نہیں رہے مجھے۔۔

بی جان نے ہاتھ نچاتے ہوئے عیس کے آنکھ مارنے کی وجہ کو پازیٹو رنگ

دیا تو وہاں بیٹھے سب افراد کا قہقہہ روکنا محال ہو گیا۔۔

جبکہ حسن صاحب عیس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے۔۔ جس نے اتنی بڑی سپورٹ حاصل کی ہوئی تھی۔

آپ ہماری بڑے بزرگ ہیں اماں جیسے آپ چاہتی ہیں۔ ویسے ہی ہو گا۔

حسن صاحب بی جان کا ہاتھ تھام کر عقیدت سے بولے تو سب نے رکی ہوئی سانس بحال کی۔ اور سب سے زیادہ شکر تو عیس کے اعصاب نے کیا تھا۔ جو کم از کم باپ بننے پر اب فخر سے سر اٹھا کر تو چل سکتا تھا۔

ٹھیک ہے میاں اگے کی تفصیل یہ لوگ تمہیں بتا دیں گئے۔ ابھی میں اپنے بیٹے اور بہو کو ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔ کیونکہ اس حالت میں مجھے اپنی بہوؤں کا خود خیال رکھنا ہے۔ اور اس اچھے خیال کی امید مجھے یہاں کسی سے

نہیں ہے۔

بی جان کھڑی ہوتے دلاور خان اور شیر از پاشا کو اشارہ کرتے بولیں تو وہ انکے حکم پر اثبات میں سر ہلا گئے۔

بی جان کے کھڑے ہونے پر عیس بھی انکے بازو میں بازو ڈال کر شان سے کھڑا ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ سب مزید کچھ کہہ پاتے۔ سلطان اور ضرار فکر مندی سے کرنلز کی طرف آئے تھے۔ انکے کان میں جھکتے ہوئے وہ سرگوشی میں انہیں کچھ بتانے لگے۔ جس سن کر وہ دونوں سرد سانس خارج کر گئے تھے۔

اور پیچھے مڑ کر سنان مصطفیٰ کاظمی کے چہرے کو دیکھا تھا۔ جو عیس کی طرح

اب انجان بنتا نظر آرہا تھا۔

ضرار اور سلطان کوہاں میں سر ہلاتے وہ حسن صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اک ہفتے بعد ہونے والی شادی کے بارے میں آگاہ کرنے لگے۔

ہاں بتاؤ کون ہے ادھر جو میرے پوتے کو باتیں سنا رہا تھا۔

بی جان اس درمیانے طرز کے بنے ہوئے خوبصورت گھر میں داخل ہوتی گرجتے ہوئے پوچھنے لگی تھیں۔ جس پر ساتھ آئے نفوس نے شرافت سے دائیں طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ وہ ہیں باتیں سنانے والی۔۔

تو تم ساس ہو میرے پوتے کی۔۔

بی جان نے سامنے کھڑی عورت کو دیکھ کر پوچھا تھا۔جواک انجان بزرگ عورت کواپنے گھر میں دیکھ کر پریشان ہورہیں تھیں۔ سفید خوبصورت غرارہ پہنے ہاتھوں میں موٹی موٹی سونے کی چوڑیاں پہنے وہ اپنی سفید رنگت میں خوبصورت پٹھانی بی جان تھیں۔جو ہاتھ میں چھڑی لیے جنگ لڑنے کی پوری تیاری کیے نظر آرہیں تھیں

آپ کون ہیں۔۔

بی جان کے پیچھے دلاور خان اور شیراز پاشا کو دیکھ کر مقابل نے پوچھا تھا۔ باہر فوج کو کھڑا دیکھ کر وہ مزید پریشان ہورہے تھے۔آخر کون اتنی اونچی ہستیاں انکے گھر میں تشریف لائیں تھیں۔جن کی سکیورٹی میں اتنی بھاری تعداد میں پولیس اور آرمی بھی ساتھ تھی۔وہ بے اختیار سوچ گئے۔

میاں یہ باہر کیوں ٹکر ٹکر کیوں دیکھے رہے ہو۔ہم انسان ہی ہیں۔۔

بی جان نے گرجتے ہوئے کہا تو وہ گڑ بڑاتے ہوئے ان سب کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے

نہیں مجھے تو یہ بتا کہ تجھے کون سی اتنی آگ لگی ہوئی ہے۔ جو تجھے چین نہیں لینے دے رہی۔

عیس نے ساتھ چلتے ہوئے شخص سے تڑخ کر پوچھا تھا۔

وہ ہی جس کی وجہ سے تو آج باپ بنا بیٹھا ہے۔۔

مقابل نے دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ عیس کی طرف اچھالتے ہوئے جواب دیا تو عیس کیا دل کیا کہ اسکا خوبصورت چہرہ بگاڑ دے۔

سالے اس معاملے میں تیری قسمت زیادہ اچھی ہے یا میری قسمت ٹھنڈی تھی۔۔

عیس نے دانت پیستے ہوئے ہمشیہ والا سوال کیا تو وہ مسرور دل سے کندھے اچکا کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔۔ عیس کا تو اسکے ایٹیٹیوڈ پر دل جل کر خاک ہوا تھا۔

کہاں وہ اسے ایڑھیاں رگڑتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔۔ کہاں اسکی کشتی اتنی جلدی پار لگ رہی تھی۔ سرد سانس خارج کرتے وہ بھی اسکی تقلید میں بڑھ گیا۔

ساری رات فسوں خیز سسکیاں لیتی میری آغوش میں پڑی رہتی تھی۔

اور باپ بننے کا قصوروار میں اکیلا ہو گیا۔۔۔

عیس نے مشعل کی شرٹ کی ذپ نیچے کھسکاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا تو

وہ اسکے انداز پر اپنا سانس روک گئی۔

نہ۔۔ نہی۔۔ نہیں تو ایسا کب کہا میں نے۔۔

مشعل نے اٹکتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی تو عیس اسکے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروا گیا۔

تو باہر سب سے کہا کیوں نہیں۔ کہ میں نے اپنے اس پر کشش بدن اور اداؤں سے عیس علی ہمدانی کو بہکایا تھا۔ انہیں بتایا کیوں نہیں کہ میں نے اسے اپنے مومی سراپے میں اسے قید کر کے پاگل کیا تھا۔ انکے سامنے اپنی جان لیوا سسکیوں کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ انکو بتایا کیوں نہیں کہ اب ہر رات تمہیں میری طلب پاگل کرتی ہے۔ اس لئے تم ماں بننے کے رتبے پر فائز ہوئی ہو۔۔

عیس نے اسکی گردن میں گہرا سانس بھرتے بھاری گھمبیر لہجے میں سرگوشیاں کیں تو مشعل کا چھوٹا سا وجود لرز گیا۔ عیس علی ہمدانی کی سرگوشیاں گھمبیر ہونے کے ساتھ ساتھ پر سرار بھی تھیں۔ بہت دیر بعد وہ اپنے پرانے روپ سے اسکے ملوا رہا تھا۔

عیسس۔۔۔

مشعل نے اسکے نیچے مچلتے ہوئے اسے پکارا تو عیس مخمور آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ جو خشک ہونٹوں سے اسے پکار رہی تھی۔

میرے قریب آتے ہی تمہارے یہ نرم ہونٹ میری طلب میں خشک پڑنے لگتے ہیں۔ اب بھی باپ بننے کا قصوروار میں اکیلا ہوں۔۔

عیس نے اسکے خشک ہونٹوں پر انگوٹھا پھیرتے بھاری لہجے میں کہا تو مشعل

جلدی سے ہونٹوں پر زبان پھیرتے انہیں نم کرنے لگی۔ جس پر عیس نے جھکتے ہوئے جلدی سے اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں میں قید کیا تھا۔

ہاں بتاؤ کون ہے ادھر جو میرے پوتے کو باتیں سنا رہا تھا۔
بی جان اس درمیانے طرز کے بنے ہوئے خوبصورت گھر میں داخل ہوتی گرجتے ہوئے پوچھنے لگی تھیں۔ جس پر ساتھ آئے عیس نے شرافت سے دائیں طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ وہ ہیں باتیں سنانے والی۔۔وہ بی جان کو سہارا دیے انکے ساتھ چل رہا تھا۔

تو تم ساس ہو میرے پوتے کی۔۔
بی جان نے سلطانہ بیگم کے سامنے کھڑے ہوتے پورے رعب و جلال سے پوچھا تھا۔
سلطانہ بیگم رات کے اس وقت اک انجان بزرگ عورت کو اپنے گھر میں

دیکھ کر پریشان ہو رہیں تھیں۔ سفید خوبصورت غرارہ پہنے ہاتھوں میں موٹی موٹی سونے کی چوڑیاں پہنے وہ اپنی سفید رنگت میں خوبصورت پٹھانی بی جان تھیں۔ جو ہاتھ میں چھڑی لیے جنگ لڑنے کی پوری تیاری کیے نظر آ رہیں تھیں۔

آپ کون ہیں۔۔

بی جان کے پیچھے دلاور خان اور شیراز پاشا کو دیکھ کر داؤد صاحب نے پوچھا تھا۔ باہر فوج کو کھڑا دیکھ کر وہ مزید پریشان ہو رہے تھے۔ آخر کون اتنی اونچی ہستیاں انکے گھر میں تشریف لائیں تھیں۔ جن کی سکیورٹی میں اتنی بھاری تعداد میں پولیس اور آرمی بھی ساتھ تھی۔ وہ بے اختیار سوچ گئے۔

میاں یہ باہر کیوں ٹکر ٹکر کیوں دیکھے رہے ہو۔ ہم انسان ہی ہیں۔۔

بی جان نے گرجتے ہوئے داؤد صاحب سے کہا تو وہ گڑبڑاتے ہوئے ان

سب کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے۔

معذرت خواہ ہیں رات کے اس پہر اپکو تکلیف دے رہے ہیں پر معاملہ کچھ ایسا تھا۔ کہ ہمیں ایسے اچانک آنا پڑا۔

شیراز پاشا نے صوفے پر بیٹھتے سنجیدہ لہجے میں داؤد صاحب سے کہا تو داؤد صاحب انکو دیکھ کر مسکرا دیے۔۔
اسد نے بے اختیار سب کو دیکھتے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ وہ اسے آنکھوں سے تسلی دیتے بیٹھنے کا اشارہ کر گئے۔

عیس کے گھر سے نکلتے ہی وہ سیدھا سب کو ساتھ لیے ایرہ کے گھر کی طرف نکل آئے تھے۔ بی جان تو مشعل اور عیس کو ساتھ لے کر جانا چاہ رہی تھیں۔ پر اس اچانک صورت حال میں وہ خود ادھر اپنے دوسرے پوتے

کے لئے آ گئیں تھیں۔ جبکہ اس میٹنگ میں لڑکیاں واپس فلیٹ پر چلی گئیں تھیں۔

شزا اور سلطانہ بیگم بھی پریشانی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔ جبکہ شزا جوان سب کے آنے کا مقصد پہلے سے ہی جانتی تھی۔ وہ چپ کر کر کچن میں ان سب کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنے چلی گئی۔

میں کرنلز دلاور خان ہوں اور یہ کرنل شیراز پاشا ہیں۔ دلاور خان نے داود صاحب سے اپنا مختصر سا تعارف کروایا تو ان دونوں کے نام کے ساتھ کرنل کا تعارف داؤد صاحب اور اسد کو باہر کی سیکورٹی کی وجہ سمجھا گیا تھا۔

خان یہ اتنا چھوٹا سا تعارف تو ہمارے سب سے چھوٹے پرپوتے کا بھی نہیں ہو گا۔ جتنا تم ہم دس لوگوں کا اک لائن میں دے رہے ہو۔ میاں تم اسکو

چھوڑو میری سنو۔

یہ دونوں کرنلز ہیں یہ تو تمہیں پتہ چل ہی گیا ہو گا۔اب باقی سنو میں میں میر پور اور باقی بیس گاؤں کے سردار میر خان کی زوجہ سفیہ خانم ہوں۔ اپنے گاؤں کی سردارنی اور کئی سو مربعے زمینوں کی مالکن ہوں۔ میرے چار پوتے جو ساتھ آئے ہیں وہ بزنس ٹائیکون ہیں۔

میاں تمہیں بزنس ٹائیکون کا مطلب تو پتہ ہے نہ۔۔
بی جان نے اپنی عینک کے شیشوں سے دیکھتے داؤد صاحب سے کڑے تیوروں سے پوچھا تو وہ ہڑ بڑا کر جلدی سے ہاں کر گئے۔ جبکہ باقی سب نے بی جان کے سوال پر اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

یہ عیس کا پڑھایا سبق تھا جو بی جان پڑھتے سب کا امتحان لینا چاہ رہی تھیں۔

کہ آیا جوانکو پتہ ہے باقی سب اسے بے خبر تو نہیں۔
ملازمہ کے ساتھ اندر داخل ہوتی شیزا نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔وہ
ملازمہ کو ٹیبل پر لوازمات سجانے کی ہدایت دینے لگی تو بی جان پھر بولنا
شروع ہوئیں۔

تو میاں بات یہ ہے کہ ہم یہاں تمہاری اکلوتی بیٹی کا رشتہ لینے آئے ہیں۔
حسب و نسب تو ہم تمہیں بتا ہی چکے ہیں۔لو لڑکے کے ماں باپ بھی آ گئے
ہیں۔یہ ہم سے زرا پیچھے رہ گئے تھے۔انکی گاڑی میں کچھ مسلہ ہو گیا تھا نہ۔

۔

کلثوم بیگم اور مصطفیٰ صاحب کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر بی جان جلدی سے
بولیں تھیں۔تاکہ لڑکی والوں کو شک نہ ہو م کہ لڑکے کے حقیقی ماں باپ
اب آ رہے ہیں اور آپ رشتہ لینے کے لئے پہلے سے پہنچے ہوئے ہیں۔اب
بی جان انہیں کیا بتاتیں ہیں ایمرجنسی میں لڑکے کے ماں باپ کو گھر سے

اٹھوایا گیا ہے۔

کلثوم بیگم اور مصطفیٰ صاحب ان سب کی طرف مسکراہٹ اچھال کر صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔انکے سامنے اگر وہ دلاور خان یا شیر از پاشا سے ملنے لگتے تو گھر کے مکینوں کو شک ہونے لگتا اسی لئے وہ آکر چپ کر کے بیٹھ گئے تھے جیسے سچ میں گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے لیٹ ہو گئے ہوں۔

نہیں مجھے تو یہ بتا کہ تجھے کون سی اتنی آگ لگی ہوئی ہے۔جو تجھے چین نہیں لینے دے رہی۔

عیس نے ساتھ چلتے ہوئے سنان مصطفیٰ سے تڑخ کر پوچھا تھا۔

وہ ہی جس کی وجہ سے تو آج باپ بنا بیٹھا ہے۔۔

مقابل نے دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ عیس کی طرف اچھالتے ہوئے جواب

دیاتوعیس کیادل کیا کہ اسکاخوبصورت چہرہ بگاڑدے۔

سالے اس معاملے میں تیری قسمت زیادہ اچھی ہے یامیری قسمت ٹھنڈی تھی۔۔

عیس نے دانت پیستے ہوئے ہمشیہ والا سوال کیاتووہ مسرور دل سے کندھے اچکا کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔عیس کا تواسکے ایٹیٹیوڈپر دل جل کر خاک ہوا تھا۔

کہاں وہ اسے رخصتی کے لئے ایڑھیاں رگڑتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔اور کہاں اب اسکی کشتی اتنی جلدی پار لگ رہی تھی۔سرد سانس خارج کرتے وہ بھی اسکی تقلید میں بڑھا۔۔

ضرار اور سلطان بھی ضروری چیزوں کو ڈسکس کرتے ہوئے ڈرائیونگ

روم میں آئے تو وہاں پہلے سے لگے رش کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

اسد اور داؤد صاحب نے اک ساتھ چار لڑکوں کو آرمی یونیفارم میں اندر داخل ہوتا دیکھا۔ تو وہ مزید الجھ گئے۔

سلطان اور ضرار اسد کی طرف بڑھے تو وہ کھڑا ہوتا ان سے گلے ملنے لگا۔

عیس اور سنان بھی اسد سے ملنے کے بعد سامنے صوفے پر جا کر بیٹھ گئے۔ تو سلطانہ بیگم چاروں لڑکوں میں وہ لڑکا ڈھونڈنے لگیں جس کے لئے یہ ساری برات آدھی رات کو رشتہ لینے پہنچ گئی تھی۔

سنی پترا اٹھ کر میرے پاس آ۔۔

بی جان نے سنان کو اپنے پاس بٹھایا تو سلطانہ بیگم سنان کو دیکھ کر اک لمحے میں پہچان گئیں تھیں۔ آخر آج ہی تو اسکی تصویر دیکھی تھی انہوں نے۔۔۔

اب بولو میرے پوتے کو رشتہ کب دے رہے ہو۔۔

بی جان نے سنان کا ہاتھ تھامتے رعب سے پوچھا تھا۔

ماں جی ایسے اچانک رشتہ کیسے دے دیں ہم۔۔

داؤد صاحب نے نرمی سے کہا تو بی جان اپنی نظروں کا رخ انکی طرف موڑ گئیں۔

تو میاں کیا آدھا پاکستان اور لے کر آؤں گی تو پھر رشتہ دو گئے کیا۔۔

بی جان نے ڈرائنگ روم میں بیٹھے سارے نفوس کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تھا۔ کہ یہ اتنے لوگ بھی تمہیں کم لگ رہے ہیں۔ جو رشتے دینے میں تمہیں مزید سوچ بچار کرنی ہے۔

نہیں ماں جی آپ غلط سمجھ رہیں ہیں۔۔

داؤد صاحب نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی تو بی جان ہاتھ اٹھاتے انہیں روک گئیں۔ شزا جلدی سے ایرہ کی کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔تاکہ اسے نیچے ہوئی صورتحال کا بتا سکے۔وہ شام سے کمرے میں بند بس روئے جا رہی تھی۔

دیکھو میاں لڑکے اور لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے۔ جس کا علم تم لوگوں کو آج ہو ہی گیا ہے۔اب تم لوگ میرے پوتے کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ نکاح اسکی وجہ سے ہوا ہے۔اگر تم لوگوں کی بیٹی ان سب کے ساتھ نہ جاتی تو نکاح نہ ہوتا۔اگر تو تم لوگ یہ سب سوچ رہے ہو تو سراسر یہ تم لوگوں کی بے وقوفی ہے بس۔۔۔

کیونکہ جو قسمت میں لکھا تھا۔وہ تم لوگ ادھر آکر بھی نہیں روک سکتے تھے۔ تمہاری بیٹی نے میرے پوتے کے نکاح میں ہی آنا تھا۔اور اللہ کے

کرم سے وہ آ بھی چکی ہے۔

باقی اک اچھے رشتے کے لئے لڑکے کا اچھا حسب و نسب اور دولت مند ہونا دیکھا جاتا ہے۔ تو ماشاءاللہ سے ان سب چیزوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ کاظمی ذات اک اعلی ذات ہے۔ اور میرے پوتے کا حسن بھی تم لوگوں کے سامنے ہے۔ باقی رہی دولت کی بات تو یہ آرمی میں میجر کی پوسٹ پر ہوتے ہوئے بھی بزنس ٹائیکون ہے۔

بی جان نے مکمل تفصیلات سے آگاہ کرتے ان سب کو غور دیکھتے بزنس ٹائیکون پر پھر زور دیا۔ تو لڑکے اپنی مسکراہٹ دبا گئے۔

بی جان کے ساتھ ہونے کی وجہ سے کسی باقی کو کچھ بھی بولنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ وہ سارے نقطوں پر خود ہی بحث کرتی مسلہ حل کر لیتیں تھیں۔ اسی

لئے تو آغا جان انکے ساتھ نہیں آئے تھے۔۔ کیونکہ انکا ماننا تھا کہ انکا خانم اکیلا چینگز خان بن جاتا ہے۔ اور باقی سب خاموش دیواروں کو تکتے رہتے ہیں۔ جیسے اس وقت دونوں کرنلز بھی خاموش تھے۔

بی جان کی مکمل تفصیل پر داؤد صاحب سرد سانس خارج کر گئے تھے۔
انہیں آج ہی ایرہ کے نکاح کا پتہ چلا تھا۔ پر ایسا سب کو لگتا تھا۔ حقیقت میں تو شزا انہیں پہلے ہی اعتماد میں لے چکی تھی۔ آخر کو ایرہ انکی لاڈلی بیٹی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ داؤد صاحب اپنی بیٹی کے بارے میں سب سے ضروری بات سے بے خبر رہیں۔

کلثوم بیگم نے مصطفیٰ صاحب کی طرف دیکھا تو وہ انہیں انکھوں سے اشارہ کرتے خاموش رہنے کا کہہ گئے۔
کیا گارنٹی ہے کہ یہ شادی کے بعد میری بہن کو عزت دے گا۔ کیونکہ ایسے

اچانک ہونے والے نکاح کے بعد لڑکے بدل جاتے ہیں۔

اسد نے سنجیدگی سے بی جان استفسار کیا تو بی جان سنان کی طرف چہرہ موڑ گئیں۔

لو اس سالے کو تم خود جواب دے لو اب۔۔

بی جان نے سنان کی طرف سرگوشی کرتے کہا تو وہ انکے انداز پر اپنے اندر اٹھتے قہقہے کو مشکل سے روک پایا تھا۔ جبکہ دروزے کے باہر کھڑی چپکے سے سب دیکھتی ایرہ کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔

دھوم دھام سے ہونے والے نکاح بھی بعض اوقات ناکام ہو جاتے ہیں۔ نکاح کی کامیابی اور ناکامی نبھانے والے پر منحصر ہے۔اور میں دل و جاں سے آپکی بہن کے عشق میں مبتلا ہوں۔اسی لئے آج پوری عزت سے اسکا ہاتھ مانگنے آیا ہوں۔اگر میری نیت میں کھوٹ ہوتا تو اتنے مہینوں سے یہ

نکاح بچانہ رہتا بلکہ کسی کے بھی علم میں لائے بنا میں اپکی بہن کو آزاد کر چکا ہوتا۔۔

پر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ میرے لئے وہ پہلے ہی معتبر تھی۔ اور میرے نکاح میں آنے کے بعد تو وہ میرے سر کا تاج بن گئی ہے۔ آپ اپنی بہن کو یہاں کھڑا کر کے سب کے سامنے پوچھ سکتے ہیں۔ کہ کیا سنان مصطفیٰ کاظمی نے کبھی اسکی عزت واحترام میں کمی ہونے دی ہے۔

سنان نے ٹھہر ٹھہر کر سنجیدہ انداز میں اپنا اک اک لفظ کہا تو سلطانہ بیگم اور اسد دونوں لاجواب ہو گئے۔

میں اپکے گھر رشتہ لانے میں تھوڑا لیٹ ضرور ہوا ہوں۔ اور ایسا بھی میری پوسٹ اور بزنس کی وجہ ہوا ہے۔ پر جیسے ہی آپ لوگوں کو آج پتہ چلا میں

اسی وقت اپنی فیملی سمیت اپکے دروازے پر کھڑا تھا۔

یہ میری نیت اور عزت کا ثبوت ہی تھا۔ کہ میں اپکے گھر میں اپنی امانت کو لینے اسی وقت آن پہنچا جب آپ اس سے سوال وجواب کر رہے تھے۔ کیونکہ مجھے کبھی بھی گوارا نہیں ہے کہ کوئی بھی ہمارے حلال رشتے پر سوال اٹھائے۔

سنان مصطفیٰ کاظمی، اسد داؤد کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے بولا تو اسد بے اختیار اسے دیکھتا چلا گیا۔ سب کی موجودگی میں سنان مصطفیٰ کاظمی نے دھڑلے سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ مصطفیٰ صاحب تو اپنے بیٹے کے دبنگ انداز پر سینہ چوڑا کر کے بیٹھ گئے تھے۔۔ جس نے مرد ہونے کا حق ادا کرتے اپنے نکاح میں موجود عورت کو عزت دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

سالہ دیکھ کتنے بڑے بڑے ڈائلاگ مار رہا ہے سسرال والوں کے سامنے۔
عیس نے ان دونوں کی طرف جھکتے ہوئے کہا تو وہ دونوں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر گئے۔ کیونکہ اسد کی نظریں ان چاروں کی طرف ہی گھوم رہیں تھیں۔

مزید کسی کا کوئی سوال ہے۔۔

بی جان نے اپنے چشمے کو ناک پر ٹکاتے تڑخ کر پوچھا تو داؤد صاحب مسکراتے ہوئے ناں میں سر ہلا دیے۔ سنان مصطفیٰ کاظمی کے الفاظ کی خوبصورتی نے انکا دل جیت لیا تھا۔

وہ اس خوبصورت مرد کی آنکھوں میں اپنی بیٹی کے بے تحاشہ محبت صاف صاف دیکھ سکتے تھے۔ اور پھر جس دن سے شزا نے انہیں ساری بات سے

آگاہ کیا تھا۔ وہ اپنے طور پر بھی سنان مصطفیٰ کی اچھی طرح چھان بین کروا چکے تھے۔

ہم اپکو کل صبح اس بارے میں جواب دیں گئے۔ سلطانہ بیگم نے بھرپور سنجیدگی سے کہا تو بی جان انکو گھورنے لگیں۔ کیونکہ انہیں اپنے پوتے کی ساس کچھ ٹیڑھی کھیر لگ رہی تھی۔

نہیں بی بی ہم نے کونسا ادھر پرچہ دیا ہے۔۔ جس کا تم ہمیں کل صبح جواب دو گی۔ خیر سے ہم اپنی بہو کو لینے آئے ہیں۔ کونسا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔

بی جان نے گرجتے ہوئے سلطانہ بیگم کو دیکھتے ہوئے صاف صاف بتانا چاہا تھا۔ کہ وہ اپنی چیز یہاں سے اٹھانے آئیں ہیں۔ ادھار مانگنے نہیں آئیں۔

اماں جی آپ پریشان نہ ہو ہم اپکو صبح تسلی بخش ہی جواب ملے گا۔

داؤد صاحب نے شائستہ الفاظ میں نیم رضامندی سے کہا تو بی جان کچھ مطمئن ہوتی نظر آئیں تھیں۔۔

چلو پھر خیر سے ہم چلتے ہیں۔۔بہت وقت ہو گیا ہے۔اور یاد رکھنا کہ میرے پوتے کے پیچھے اسکی ماں کی سہیلی کی بیٹی کسی چڑیل کی طرح لگی ہے۔وہ میرے خوبصورت پوتے کے پیچھے چھت سے چھلانگیں لگانے کو بھی تیار ہے۔

پر میرے بزنس ٹائیکون پوتے کو آپکی بیٹی سے محبت ہے۔تو اس محبت میں کیدو(ہیر رانجھا کی محبت میں ولن کا نام) بننے کی بجائے بیٹی کو خوبصورت دعاؤں سے رخصت کریں۔

بی جان سنی کے سہارے کھڑی ہوتیں اپنے پوتے کی تعریف کے مزید پل باندھتے ہوئے سلطانہ بیگم کو جتاتی نظروں سے دیکھ گئیں تھیں۔ جس پر سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

بی جان سب سے دعا سلام کرتی اپنے چاروں بوڈی گارڈز کے ساتھ پوری شان سے وہاں سے نکلی تھیں۔۔ جبکہ پیچھے شیراز پاشا اور دلاور خان داؤد صاحب کے ساتھ مزید بات چیت کرتے انہیں مطمئن کرنے لگے۔

بی جان کے جاتے ہی شزا نے ایرہ کو معنی خیز نظروں سے دیکھ تو وہ شرماتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

آج کی اصلی کرنل تو بی جان تھیں۔ اور ہم دونوں میجر تھے۔ جبکہ وہ چاروں

نمونے نکھٹو لگ رہے تھے۔

شیر ازپاشا نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دلاور خان سے شرارتی انداز میں کہا تو وہ فلک شگاف قہقہ لگا گئے۔۔بے شک انکی بات میں سو فیصد سچائی تھی۔ کیونکہ بی جان نے کسی کو بھی بولنے کا موقع نہیں دیا تھا۔وہ چاروں بھی چپ چاپ انہیں سنتے رہے تھے۔اسی لئے شیر ازپاشا انہیں نکھٹو بنا گئے تھے۔

شیر ازی وہ نکھٹو نہیں ہیں بلکہ وہ کھیل کے وہ کھلاڑی ہیں۔جو خاموش رہ کر وار کرتے ہیں۔اور آج کے کھیل میں وہ چاروں اپنے لیڈر سے ساری سپیچ تیار کروا کے آئے تھے۔اور بی جان نے اپنا رول بلکل ویسے ہی پلے کیا ہے۔جیسا ان چاروں نے امیجن کیا تھا۔

دلاور خان نے اپنے نمونوں کی چالاکی سے پردہ اٹھایا تو شیر از پاشا بھی متفق ہوتے سر ہلا گئے۔ کیونکہ اپنے نمونوں کی شیطانی فطرت سے تو وہ سب بخوبی واقف ہی تھے۔

بی جان کے جانے بعد وہ مزید اک گھنٹہ ایرہ کے گھر والوں
کو مطمئن کرتے مصطفیٰ صاحب سے بھی ملے تھے۔اور اب وہ رات کے دو بجے واپسی کے لیے یہاں سے نکلنے لگے تو آج کے سب کی چیزیں یاد کرتے وہ ہنستے ہی چلے گئے۔

ساری رات فسوں خیز سسکیاں لیتی میری آغوش میں پڑی رہتی تھی۔
اور باپ بننے کا قصوروار میں اکیلا ہو گیا۔۔۔

عیس نے مشعل کی شرٹ کی ذپ نیچے کھسکاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا تو وہ اسکے انداز پر اپنا سانس روک گئی۔

نہ۔۔ نہی۔۔ نہیں تو ایسا کب کہا میں نے۔۔
مشعل نے اٹکتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی تو عیس اسکے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروا گیا۔

تو باہر سب سے کہا کیوں نہیں۔ کہ میں نے اپنے اس پر کشش بدن اور اداؤں سے عیس علی ہمدانی کو بہکایا تھا۔ انہیں بتایا کیوں نہیں کہ میں نے اسے اپنے مومی سراپے میں اسے قید کر کے پاگل کیا تھا۔ انکے سامنے اپنی جان لیوا سسکیوں کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ انکو بتایا کیوں نہیں کہ اب ہر رات تمہیں میری طلب پاگل کرتی ہے۔ اس لئے تم ماں بننے کے رتبے پر فائز ہوئی ہو۔۔

عیس نے اسکی گردن میں گہرا سانس بھرتے بھاری گھمبیر لہجے میں سرگوشیاں کیں تو مشعل کا چھوٹا سا وجود لرز گیا۔ عیس علی ہمدانی کی سرگوشیاں گھمبیر ہونے کے ساتھ ساتھ پر سرار بھی تھیں۔ بہت دیر بعد وہ اپنے پرانے روپ سے اسکے ملوار ہا تھا۔

عیسس۔۔۔

مشعل نے اسکے نیچے مچلتے ہوئے اسے پکارا تو عیس مخمور آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ جو خشک ہونٹوں سے اسے پکار رہی تھی۔

میرے قریب آتے ہی تمہارے یہ نرم ہونٹ میری طلب میں خشک پڑنے لگتے ہیں۔ اب بھی باپ بننے کا قصوروار میں اکیلا ہوں۔۔

عیس نے اسکے خشک ہونٹوں پر انگوٹھا پھیرتے بھاری لہجے میں کہا تو مشعل جلدی سے ہونٹوں پر زبان پھیرتے انہیں نم کرنے لگی۔ جس پر عیس نے جھکتے ہوئے جلدی سے اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں میں قید کیا تھا۔

واپسی پر انہیں تین بج چکے تھے۔ وہ دونوں اس وقت اپنے مشترکہ فلیٹ میں تھے۔ جبکہ شیراز پاشا اور دلاور خان ضرار کے فلیٹ پر رکے تھے۔ اور بی جان اور زلیخا بیگم سلطان کے فلیٹ پر تھیں۔ اور آغا جان عیس کے ساتھ یہاں پر ہی آ گئے تھے۔

بی جان چونکہ عیس اور مشعل کو اپنے ساتھ لے آئیں تھیں۔ اسی لئے عیس مشعل کو ساتھ لیے اس فلیٹ میں آ گیا۔ کیونکہ ضرار اور سلطان کے فلیٹ آج مکمل طور پر بک تھے۔

یہاں آتے ہی عیس نے مشعل کو اپنے شکنجے میں قید کیا تھا۔ مشعل کی سانسوں کو اپنی سانسوں میں الجھاتے عیس اک دم جنونی ہوا تو مشعل اسکی شدت پر بے اختیار آنکھیں کھولتے اسکے کندھوں کو تھام گئی۔

جبکہ عیس جس نے اسکی شرٹ کی ذپ کھولی ہوئی تھی۔ عیس نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکی ہک کو کھولا تو مشعل کی آنکھیں پھیلتی ہی چلی گئیں۔

جبکہ عیس قطرہ قطرہ اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے اسکا سانس مکمل طور پر روک چکا تھا۔۔ جس پر مشعل نے زور سے اسکے کندھوں پر مکے مارتے ہوئے اسے ہوش دلانا چاہی تو وہ اپنے ہونٹوں میں اسکا نچلہ ہونٹ کھینچتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔۔

عیس کے پیچھے ہٹتے ہی مشعل نے لمبا گہرا سانس لیتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو بے اختیار چھوا تھا۔ عیس نے اسکے لال انگارہ چہرے کو دیکھتے اسکی پشت کو سہلاتے اسے ریلیکس کرنا چاہا تو وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

ایسے نہیں دیکھو نہیں تو ابھی تمہاری جان نکال دوں گا۔۔
عیس نے اسکی ڈارک براؤن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شیر کی طرح دانتوں سے بائٹ کرتے اسے کہا۔ تو مشعل اسکے انداز پر کانپ گئی۔

آپ ایسے کیوں پیش آرہے ہیں میرے ساتھ۔۔
مشعل نے اپنے نچلے ہونٹ کو مڑوڑ کر رونے کی تیاری پکڑتے پوچھا تو عیس اسکا مڑا ہوا نچلہ ہونٹ سیدھا کر گیا۔
مجھے باہر سب کے سامنے پھنسا کر خود معصوم کیوں بنی کھڑی تھی۔

عیس نے دانت پیستے ہوئے اس سے پوچھا تو مشعل اپنی ڈبڈبائی انکھیں اسکے خوبرو چہرے پر ٹکا گئی۔

مجھے شرم آرہی تھی۔۔اب کیا بے شرم بنتے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیتی۔اور آپ نے تو ابھی تک مجھے مبارک بھی نہیں دی۔۔نہ کوئی تحفہ دیا ہے۔الٹا مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔

مشعل نے عیس کے گلے کی ہڈی پر اپنی انگلی کے ناخن سے خراش ڈالتے معصومیت سے کہا تو عیس بے اختیار اپنے چھوٹے چوزے کو دیکھ گیا۔جو دن میں اتنی جلدی ماں بننے پر شور مچا رہی تھی۔اور اب اسے تحفہ بھی چاہیئے تھا۔

کیا تحفہ چاہیئے میرے چوزے کو۔۔۔

عیس نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے اسے اپنے اوپر شفٹ کرتے محبت سے پوچھا تھا۔

جس پر مشعل ناک سکیڑ گئی۔

عیس اسکے ناک سکیڑنے پر ہنسا تھا۔
منہ دیکھائی بھی نہیں دی، دلہن بھی نہیں بنایا مجھے تیار بھی نہیں کروایا اور چھوٹی سی لڑکی کو ڈائریکٹ اماں بنا دیا۔ تو کیا خوش ہوتی۔۔

مشعل نے عیس کے سینے پر انگلی سے اپنا نام لکھتے بھیگے لہجے میں اک اک لفظ کہا۔ تو عیس کو اپنے چھوٹے سے چوزے پر جی بھر کر پیار ایا۔ جو اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کا اظہار کرتی دنیا جہاں کی معصومیت خود پر سجائے ہوئے تھی۔

ملکہ عیس آپکی ساری خواہشیں سر آنکھوں پر ہیں خادم کے۔ بس اتنا یاد رکھنا کہ آنے والے چند دنوں میں تمہاری بتائی گئی ہر خواہش پوری کر دوں

گا۔پر جس دن تمہاری یہ ساری خواہشیں پوری ہوئیں۔اس دن تم مجھے باپ بننے کا تحفہ اور مبارک دونوں اک ساتھ دو گی۔

عیس نے اسکے ماتھے کے بالوں کو سنوارتے محبت سے کہا تو مشعل سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

کونسا تحفہ۔۔۔

اپنی بڑی بڑی ڈارک براؤن آنکھوں کو پھیلاتے مشعل نے متجسس ہوتے پوچھا تھا۔

آج سے ٹھیک چھ دن بعد تم بنا کسی مزاحمت کے پوری رات مجھے جھیلوں گی۔میری شدتیں برداشت کرو گی۔مجھے پکارو گی پر تمہاری پکار میں طلب ہونی چاہیئے التجا نہیں۔تمہاری طلب بھری پکار میں اتنا خمار ہونا چاہیئے کہ میں پوری رات تمہارے اندر سماتا تمہاری اور اپنی جان اک کرتا رہوں۔

عیس نے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی بیوٹی بون پر ہونٹ رکھے تو مشعل شرم سے لال انگارہ ہو گئی۔اسکی بے شرم فرمائشوں پر اسکے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔

ببب۔۔۔بے۔۔شرر بے شرمی کے سوال کے کچھ نہیں آتا اپکو کیا۔۔
مشعل شرم سے خود میں سمٹتے ہوئے اٹکتے ہوئے پوچھنے لگی تھی۔

بے بی یہ اج بے شرم بننے کا ہی آج اتنا خوبصورت نتیجہ ملا ہے۔اور ویسے بھی آنے والے مہینوں میں تمہیں میں تنگ نہیں کر پاؤں گا۔تو کیا کہتی ہو تب تک پیار کر کر کے بیڈ نہ توڑ دیں۔

عیس اسکی گردن کو چومتے ہوئے مزید بے شرمی سے اسے چھیڑتے ہوئے

گویا ہوا تو مشعل چیخ پڑی تھی۔۔

عیسیٰ ں ں ں۔۔۔

اسکے لمبے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے وہ شرم سے چلا اٹھی۔ جس پر عیس کا خوبصورت قہقہ کمرے میں گونجا تھا۔

عیس کے قہقہ لگانے پر وہ غصے سے اسکے گال پر دانت گاڑ گئی تھی۔ جس پر عیس نے مسرور ہوتے ہوئے اسکی شرٹ کے اندر ہاتھ پھیرا تو وہ گھبراہٹ سے اک دم پیچھے ہو گئی۔۔

مجھے نیند آئی ہے۔۔۔ مشعل نے اسکی بے باک حرکتوں پر اسکے اوپر سے اٹھنا چاہا تھا۔

چلو آؤ پھر تھک کر سکون بھری نیند حاصل کرتے ہیں۔

عیس نے اپنی مخمور ہیزل براؤن آنکھوں سے اسے دیکھا تو مشعل اسکی

بات پر الجھ گئی۔وہ کس تھکن کی بات کر رہا تھا۔

کونسی تھکن۔۔

مشعل نے معصومیت سے استفسار کیا تو عیس مسکراتے ہوئے اسکے خوبصورت ہونٹوں کو قید کرتا ہاتھ پیچھے لے جاتے اسکی شرٹ کو پھاڑتے ہوئے دو حصوں میں تقسیم کر گیا تھا۔

مشعل چڑڑ کی آواز پر اچھلتے ہوئے اسے سے دور ہونے لگی۔تو عیس مضبوطی سے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹتے اسے روک گیا۔دوسرے ہاتھ کی مدد سے اس نے مشعل کی شرٹ اتار کر نیچے پھینکی اور اسے ہر مصنوعی پردے سے آزاد کرتا پاؤں سے چادر اٹھاتے دونوں پر اوڑھا گیا۔۔

وہ ابھی تک اسکے اوپر لیٹی ہوئی تھی۔عیس نے اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے

ہوئے اسے بیڈ پر شفٹ کرتے خود اوپر اٹھتے اپنی شرٹ نکالی تھی۔

عیس پلیز۔۔۔

عیس کے خطرناک ارادوں کو دیکھتی وہ روہانسی ہونے لگی۔۔۔

آج نو پلیز میرے چوزے آج تو باپ بنا ہوں۔آج تو سیلیبریشن بنتی ہے۔۔

عیس خود کو ہر پردے سے آزاد کرتے مشعل کے اوپر سایہ فگن ہوا تو مشعل ڈر کے مارے تھوگ نگل گئی۔

میں تھکی ہوں نہ۔۔

مشعل نے مزید اک کوشش کرنا چاہی تو وہ اسے گھور گیا۔

اگر تمہیں لگتا ہے کہ میرا جسم تمہارے بدن کے ساتھ ٹچ ہونے کے بعد پیچھے ہٹے گا تو تمہیں غلط فہمی ہے بے بی۔۔

عیس نے اسکی کلائیوں کو ہاتھ میں جکڑتے بیڈ پر لگایا تھا۔

جس پر مشعل کی سانس اٹک گئی۔آنے والے وقت کو سوچ کر ہی اسکی جان ہلکان ہونے لگی تھی۔۔

عیس۔۔۔

مشعل اس سے پہلے کہ اسے پکار پاتی عیس نرمی سے اسکے دل کے مقام پر ہونٹ رکھتا مشعل کے انگ انگ میں بجلی ڈورا گیا۔

عیس کے ہاتھوں میں قید اپنی کلائیوں کو موڑتے مشعل نے اسکے ہاتھ کی پشت پر ناخن گاڑتے اپنا سر اٹھایا۔

تو وہ ایسے مچلتے ہوئے بدن کو دیکھتے اپنی خمار زدہ آنکھیں اسکے چہرے کے رنگوں پر ٹکا گیا۔

عیس نرمی سے اسکی دھڑکنوں پر جگہ جگہ اپنے ہونٹ رکھتا چلا گیا تھا۔نیچے جھکتے ہوئے وہ اسکے پیٹ کو چومنے لگا تھا۔۔ جبکہ اک ہاتھ اسکی ڈھرکنوں پر رقص کر رہا تھا۔

عیس نے اسکی کلائیوں کو ازدی بخش دی تھی۔
اس نے نے مشعل کی ٹانگوں کو چومنا شروع کیا تو مشعل اسکو کندھوں سے اوپر کھنچتے سرخ آنکھوں سے نفی کرنے لگی۔ جس پر عیس گہرا مسکراتے ہوئے اچانک سے بھرپور نرماہٹ سے اسکے اندر داخل ہوا تو مشعل کے ہونٹوں سے بلند سسکی نکلی تھی۔

علی۔۔۔۔
مشعل نے اپنی نم آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑتے عیس کو اسکے دوسرے نام سے پکارا تو وہ دھڑکتے دل سے اسکے سرخ چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔دل

میں جذبات کے طوفان نے ہنگامہ برپا کیا ہوا تھا۔اور وہ اتنے فسوں خیز لمحات میں اسے چھیڑ رہی تھی

عیس کے حیرانی سے دیکھنے پر مشعل ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ سجاتے ہوئے سرگوشی میں اسے پھر علی پکارنے لگی۔

عیس اسکی زبان سے اتنے خوبصورت انداز میں علی سنتے پاگل ہونے کو ہوا تھا۔وصل کے لمحات میں وہ پگلی اسے الگ انداز میں پکارتی اپنے لئے مشکل پیدا کر رہی تھی۔

عیس نے بے چین ہوتے اپنے عمل میں اک دم شدت لائی تو وہ ہلکی سی چیخ مارتے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی تھی۔
اب کہو علی۔۔!عیس نے اسکے خشک ہونٹوں پر پھونک مارتے اسے اکسانا

چاہاتو مشعل ضبط سے مسکراتے ہوئے اسکے کان میں پھر علی کی سرگوشی کر گئی۔ وہ اسے بتانا چاہ رہی تھی۔ کہ جو بھی کرو میں نہیں باز آؤں گی۔

مشعل کے پھر پکارنے پر عیس مزید جنونی ہوتے اس پر اپنی شدتیں نچھاور کرنے لگا تھا۔

مشعل کے ہونٹوں کو بے رحمی سے اپنے ہونٹوں میں قید کرتے وہ اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کرتے بھرپور دیوانگی سے اس پر برسنے لگا۔ تو مشعل نے اسکی شدتوں پر اپنی نم آنکھیں بند کرتے اسکے بالوں ہاتھ الجھا دیا تھا۔

ہمیشہ کی طرح وہ اسے خود میں گم کر چکا تھا۔ جبکہ مشعل اس سے اسکے میجر ہونے کے بارے میں ڈھیروں باتیں کرنا چاہتی تھی۔ جس کا عیس نے اسے بلکل موقع نہیں دیا تھا۔

بلکہ کمرے میں گونجتی مشعل کی سسکیاں عیس علی ہمدانی کے کانوں کو سکون پہنچانے کا سبب بن رہیں تھیں۔

داؤد ولا میں طلوع ہونے والی صبح بہت روشن تھی۔ناشتے کی ٹیبل پر سب موجود تھے۔۔اگر کوئی نہیں موجود تھا۔تو وہ ائرہ داؤد تھی۔۔جو کل سے اپنے کمرے میں چھپی، بیٹھی تھی۔اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔

گڑیا کہاں ہے۔۔

داؤد صاحب کی نظروں نے ٹیبل پر ایرہ کو تلاشنا چاہا تھا۔۔

اپنے کمرے میں ہے۔۔

سلطانہ بیگم سیریس انداز میں جواب دے کر اپنے ناشتے میں مشغول ہو گئیں۔۔

شزا بیٹا جاؤ گڑیا کو نیچے لے کر آؤ۔۔

داؤد صاحب نے شزا کو مخاطب کرتے کہا تو سر ہلاتے ہوئے ناشتہ چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔۔

کوئی ضرورت نہیں ہے اسے بلانے کی وہ اپنے کمرے میں ہی ٹھیک ہے۔۔ اس سے پہلے کے شزا آگے بڑھ پاتی سلطانہ بیگم نے اسے روک دیا۔اور جس کاٹ دار انداز میں انہوں نے کہا تھا۔۔ شزا بے اختیار اپنے سسر کو دیکھنے لگی۔

اس سے پہلے کہ کوئی مزید کچھ کہہ پاتا۔ملازمہ دوڑتی ہوئی انکی طرف آئی تھی۔۔

باجی وہ باہر کچھ لوگ آئے ہیں۔۔

ملازمہ نے آکر پیغام دیا تو داؤد صاحب کر باہر کی جانب بڑھے۔تا کہ دیکھ سکیں کون لوگ آئے ہیں۔انکے پیچھے اسد بھی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

وہ لوگ باہر آئے جہاں دس بارہ لوگ بڑی بڑی ٹوکریاں اٹھائے کھڑے تھے۔

جی آپ لوگ کون ہیں۔۔۔داود صاحب نے اک نظر سب کو دیکھ کر استفسار کیا۔

ہم سنان مصطفیٰ کاظمی کی طرف سے آئے ہیں۔۔اور یہ سب سامان سفیہ خانم نے اپنی بہو کے لئے بھیجا ہے۔

اک آدمی نے آگے بڑھتے ہوئے داود صاحب کو بتایا تو اسد اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر چکرا کر رہ گیا۔۔

اندر آجائیں آپ لوگ۔۔۔

داؤد صاحب نے انکو خوش دلی سے اندر آنے کی اجازت دی تو وہ باری باری لاونج میں آکر سامان کی ٹوکریاں رکھ کر باہر نکلتے چلے گئے۔ جبکہ سلطانہ بیگم اور شزا نے حیرانی سے سب دیکھا تھا۔

یہ سب کیا ہے۔۔۔

سُلطانہ بیگم نے حیرت سے داؤد صاحب کو دیکھا تھا۔

تمہاری بیٹی کے سسرال سے اسکا سامان آیا ہے۔۔امید ہے کہ تمہیں لوگوں کی پہچان ہو جائے گی اب۔۔

داؤد صاحب نے سامان کی طرف اشارہ کرتے جتاتی نظروں سے جواب دیا تو سلطانہ بیگم ان پر تیکھی نظر ڈال گئیں۔

شزا اور سلطانہ بیگم نے آگے بڑھ کر ٹوکریوں سے کپڑا ہٹاتے سامان دیکھنا

چاہاتو وہ دیکھ کر چکرا گئیں۔انکا پورا لاونج سفیہ خانم نے اپنے بھیجے گئے سامان سے بھر دیا تھا۔

جوتے, کپڑے پھل, مٹھایاں, زیور میک اپ اور پتہ نہیں کیا کیا سوغات انہوں نے بھیجی تھی۔ جبکہ کچھ ٹوکریوں پر
میر پور کی خاص "سوغات کی تحریر بھی درج تھی۔۔ جن میں میر پور کی " خاص مٹھیاں اور ڈرائے فروٹ بھیجے گئے تھے۔

ماما یہ دیکھیں۔۔۔
شزا نے اک ٹوکری کی طرف سلطانہ بیگم کی توجہ دلائی۔ جس میں سونے کے زیورات تھے۔اور اک نوٹ بھی لکھ کر بھیجا گیا تھا۔

یہ سامان کوئی دکھاوا نہیں ہے بلکہ یہ باور کروانے کی کوشش کی گئ "

ہے۔۔کہ خان اور کاظمی اپنی امانت سے غافل نہیں ہیں اور نہ کبھی ہوئے ہیں۔اس بات کا اندازہ اپکو وقت کے ساتھ ہو جائے گا"(سفیہ خانم)

شزانوٹ پر لکھے گئے الفاظ کو پڑھ کر اپنی مسکراہٹ دبا گئی تھی۔بے شک سفیہ خانم کسی چینگیز خان سے کم نہیں لگ رہیں تھیں۔سنان مصطفیٰ اپنی بی جان کے ذریعے اپنے بگڑے کام اچھی طرح سنوارنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

سلطانہ بیگم بی جان کے الفاظ پڑھ کر تھکے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئیں تھیں۔داؤد صاحب غور سے اپنی بیوی کو دیکھ رہے تھے۔جو بلاوجہ کی ضد میں اپنی بیٹی کی محبت اور نصیب کی دشمن بن رہیں تھیں۔

انکی ضد یہ ہی تھی۔۔کہ وہ ایرہ کی شادی اپنی دوست کی بیٹے سے ہی کریں

گیں۔ یہاں تک کے کل نکاح کا پتہ چلنے کے بعد بھی وہ اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹیں تھیں۔اسد اور داؤد صاحب انکو سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے۔ الٹا وہ انکو نکاح ختم کرنے کا کہہ رہیں تھیں۔

ماما آپ مان کیوں نہیں جاتیں کہ گڑیا کا نصیب یہاں ہی لکھا گیا ہے۔۔ اسد صوفے کے نزدیک انکے گھٹنوں پر اپنا چہرہ ٹکاتے کہنے تو سلطانہ بیگم نم آنکھوں سے اپنے بیٹے کو دیکھ گئیں۔وہ انکے پاس نیچے بیٹھا تھا۔

ماما سنان بھائی بہت اچھے ہیں۔آپ اک دفعہ ان پر یقین کر کے تو دیکھیں نہ۔۔

شزا بھی اسد کے ساتھ نیچے بیٹھتے ہوئے نرمی سے کوشش کرتے بولی۔

داؤد صاحب بچوں کو پھر کوشش کرتے دیکھ کر جا کر سامنے بیٹھ گئے۔وہ آج یہ معاملہ ختم کرنا چاہتے تھے۔کیونکہ انہیں بیٹی کے سسرال میں تسلی

بخش جواب بھی دینا تھا۔

کیا گڑیا کی ماما نے جو گڑیا کے لئے سوچا تھا وہ ٹھیک نہیں تھا۔۔
سلطانہ بیگم نے آسودہ مسکراہٹ سے ان دونوں سے پوچھا تو وہ دونوں جلدی سے نفی کر گئے۔

نہیں ماما ایسا نہیں ہے۔ حیدر بھی بہت اچھا لڑکا ہے۔ پر اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں سوچا تھا۔

کہ گڑیا کی زندگی میں کچھ ایسا ہو گا۔ اور پھر میں نے گڑیا سے خود بات کی ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے۔ کہ سنان مصطفیٰ کاظمی نے اسے بچانے کے لئے آخری دم تک کوشش کی تھی۔ بس وہ خود ڈرتے ہوئے اسے نکاح کے لئے بول گئی تھی۔

جس پر سنان مصطفیٰ کاظمی نے اسکے الفاظ کو پتھر پر لکیر سمجھتے ہوئے اسے اپنے نکاح میں قبول کر لیا۔ کیونکہ وہ لوگوں کے سامنے اسے انکار کر کے غیر اہم ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔اسی لئے ہر مصلحت کو پرے ڈالتے اس نے نکاح کر لیا تھا۔

ایسں نہیں تھا کہ وہ گڑیا سے نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا۔بس وہ گڑیا کو دھوم دھام سے رخصت کروانے کے لیے آنا چاہتا تھا پر کسی کو بھی آنے والے حالات کا نہیں پتہ تھا۔ کہ وہ دونوں ایسے اچانک اک مضبوط رشتے میں بندھ جائیں گئے۔

اسد نے سلطانہ بیگم کے آنسو صاف کرتے ہوئے انہیں اک اک لفظ بتایا تو وہ دم سادھے اسے سنتی چلی گئیں۔ کل سنان مصطفیٰ کاظمی کے جانے کے

بعد اسد نے خود ایرہ سے بات کرتے اس سے ساری حقیقت جاننا چاہی تھی۔ جس پر ایرہ بنا کچھ چھپائے اسے سب بتاتی چلی گئی۔

کیونکہ وہ مزید کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتی تھی۔اور اسد کے دل میں سنان مصطفیٰ کاظمی کے لئے مزید عزت بڑھ گئی تھی۔ جس نے دو دن بن کسی رشتے کے بھی اسکی عزت کے حفاظت کرتے ہوئے اس پر اک نگاہِ گناہ نہیں ڈالی تھی۔اور نکاح کے بعد تو وہ اسے ویسے ہی اپنے سر تاج بنا چکا تھا۔

ماما اپکو پتہ ہے کہ سنان بھائی نے گڑیا سے ہونے کے بعد کی اسکے نام کا گھر بنوانا شروع کر دیا تھا۔ور یہ سب انہوں نے گڑیا کی سیفٹی کے لئے کیا تھا۔

شزا نے مزید سلطانہ بیگم کو بتایا تو اسد سمیت سلطانہ بیگم اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

میں ان سے ذاتی طور پر انکی کمپنی میں ملاقات کر چکی ہوں۔اور یہ سب میں نے ایرہ کے لئے کیا تھا۔ بابا اس بارے میں جانتے ہیں۔

شزا نے انکی نظروں کے جواب میں کہا تو اسد اسے بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ اسے اب سمجھ میں آرہا تھا۔۔کہ اسکی بیوی کی نئ نئ بنی سہیلی کون سی تھی۔اصل میں وہ سہیلی نہیں بلکہ سہیلا تھا۔یعنی اسکا جیجا اس گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسکی بیوی اور باپ کو اپنی طرف کر چکا تھا۔

میں اپنی دوست کو کیا جواب دوں گی۔۔

سلطانہ بیگم نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایرہ کا رشتہ انکے بیٹے کے ساتھ فکس کر چکیں تھیں۔

اپکو کسی سے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حیدر خود ہی اس رشتے کے لئے راضی نہیں ہے۔ وہ اپنی کسی کلاس فیلو کو پسند کرتا ہے۔

داؤد صاحب نے کھڑے ہوتے بلند آواز میں دھماکہ کیا۔ تو سب انکو دیکھنے لگے۔

مجھے ایسے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لڑکا میرے آفس میں خود ہی آیا تھا۔

داؤد صاحب نے انکی نظروں کے جواب میں مزید کہا تو وہ سرد سانس خارج کر گئے۔

تو میں اب سفیہ خانم کو تسلی بخش جواب دے دوں نہ۔۔

داؤد صاحب نے اپنی زوجہ کے قریب آتے شرارت سے پوچھا تو وہ نروٹھی نظروں سے دیکھنے لگیں۔

آپ سب کچھ نہ کچھ جانتے تھے اک میں بے وقوف بس انجان بنی رہی ہوں۔۔

سلطانہ بیگم نے نروٹھے پن کہا تھا۔ جس پر اسد جلدی سے انکے ہاتھ تھام گیا۔

قسم لے لیں ماما مجھے کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ یہ اس چڑیل اور بابا کی آؤ ملی بھگت تھی۔۔مجھے خود آپکے ساتھ کل معلوم ہوا ہے۔۔

اسد نے شزا کو گھورتے ہوئے جلدی سے اپنی صفائی دی تو شزا گڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر داؤد صاحب کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

مجھے بابا نے منع کیا تھا، ہے نہ بابا۔۔

شزا نے داود صاحب کے بازو میں بازو ڈالتے جلدی سے پوچھا تو وہ مسکراہٹ دباتے اسکی بات میں حامی بھر گئے۔

میری بہو کو اتنی خطرناک آنکھوں سے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر ساری چھان بین کروا کے ساری بات کھولنا چاہتا تھا۔ پر آپ نے کل ہی رولا ڈال دیا تھا۔

داؤد صاحب نے اپنی بہو کی سائیڈ لیتے مزید تفصیل بتائی تو شزا اسد کو دیکھ کر ناک چڑھا گئی۔۔ جو اسے کمرے میں ملنے کی دھمکی دے رہا تھا۔

آپس کی بات ہے ویسے سفیہ خانم بہت دبنگ خاتون ہیں۔۔
اسد نے کل بی جان کا انداز یاد کرتے ہنستے ہوئے تبصرا کیا تو سب مسکراتے ہوئے اسکی بات کی تائید کر گئے۔

ویسے جیسے کل آپ انکے پوتے اور اپنے داماد کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہیں تھیں۔بی جان نے باتوں ہی باتوں میں اچھے سے باور کر وادیا تھا۔ کہ انکی نظر آپ پر ہی ہے۔۔

داؤد صاحب نے مٹھائی کا ڈبہ کھولتے ہوئے اک پیس اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے شریر لہجے میں کہا تو سلطانہ بیگم کانوں کو ہاتھ لگا گئیں۔

کیا وہ چاروں لڑکے انکے سگے پوتے ہیں بابا۔۔

اسد نے مٹھائی کھاتے ہوئے تجسس سے پوچھا تو داؤد صاحب نفی کر گئے۔

کل جب شیر از پاشا اور دلاور خان مزید اک گھنٹہ داؤد صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔تو اسد اٹھ کر ایرہ سے بات کرنے چلا گیا تھا۔اب چونکہ سلطانہ بیگم کو وہ منا چکے تھے۔اسی لئے خوشی میں مٹھائی کھانے لگے تھے۔آخر کو

گھر کی اکلوتی بیٹی کی شادی تھی۔

نہیں وہ چاروں بہت گہرے دوست ہیں۔کافی سالوں سے اک ساتھ ہیں۔ شیر از پاشااور دلاور خان نے جب انہیں آرمی ٹریننگ دی تھی۔تب وہ ٹرینگ کے لیے دلاور خان کی حویلی میں ہی رہتے تھے۔تقریبا دو سال انکی ٹریننگ ہوئی ہے۔

جس میں شیر از پاشااور دلاور خان مل کر ان چاروں کی
سکلز کے مطابق انکو فیزیکلی اور مینٹلی تیار کر رہے تھے۔
خان حویلی میں رہنے کی وجہ سے وہ چاروں خان فیملی کے بیٹے ہی سمجھے جاتے ہیں۔ایسے سمجھ لو کہ وہ چاروں اک دوسرے کہ فیملی کے لئے چار ہی بیٹے ہیں۔

داؤد صاحب نے انکو کل ملی تفصیلات کو مختصر کرتے انہیں بتایا تو وہ امپریس ہوتے واہ کر گئے۔۔

اسد سلطانہ بیگم کو اپنے بازو کے گھیرے میں لئے وقفے وقفے سے انہیں مٹھائی کھلا رہا تھا۔ یہ اسکا پیار جتانے کا اک طریقہ تھا۔اور ساتھ شزا پر بھی گھورتی نظریں تھیں۔

جبکہ شزا اسے اگنور کرتی میک اپ کے سامان کو دیکھنے میں محو ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ میک اپ کی شوقین لڑکی تھی۔اور اپنے سامنے اپنی کمزوری کو دیکھتے وہ اپنے شوہر پر وقت برباد نہیں کر سکتی تھی۔

پر بابا میجر کی پوسٹ پر ہوتے ہوئے بزنس ٹائیکون ہونے کا مطلب نہیں سمجھ میں ایا۔ مطلب اک ساتھ وہ دونوں کام کیسے کر رہے ہیں۔

اسد نے کل بی جان کا بزنس ٹائیکون یاد کرتے ہوئے ہنستے ہوئے مزید پوچھا تو داؤد صاحب بھی یاد کرتے ہنس پڑے۔

ان چاروں نے جب ٹریننگ مکمل کر کے آفیشلی آرمی کو جوائن کرنا تھا۔ تب اسی وقت عیس علی ہمدانی کے بابا کے ساتھ اک حادثہ پیش آگیا تھا۔ وہ کسی فیکٹری میں کام کرتے تھے۔۔ جہاں ان پر چوری کا الزام لگاتے انکو گرفتار کرواتے تشدد بھی کیا گیا تھا۔

اور ایسا انکے مخلاف نے کیا تھا۔ کیونکہ فیکٹری کے مالک نے حسن ہمدانی کی محنت کو دیکھتے انہیں فیکٹری کا منیجر بنانا چاہا تھا۔ جو انکے مخالف کمپیٹر کو برداشت نہیں ہوا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے حسن صاحب پر چوری کا الزام لگاتے انہیں فیکٹری سے نکلوا دیا۔

اوراسی دن دو سال بعد عیس علی ہمدانی کی اپنے گھر میں واپسی ہوئی تھی۔
جب اسے اس واقعے کے بارے میں پتہ چلا تو وہ بپھرے شیر کی طرح بدلا لینے کے لیے چلا گیا تھا۔ لیکن وقت کی نزاکت دیکھتے سلطان اور ضرار نے اسے بروقت روک لیا تھا۔

کیونکہ وہ سب اک ساتھ ہی واپس آئے تھے۔ تاکہ عیس کے گھر میں اسکے آرمی میں جانے کی خوش خبری سنا سکیں۔ پر الٹا انہیں اک بری خبر سننے کو مل گئی تھی۔

سلطان اور ضرار نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے شیر از پاشا اور دلاور خان کو اس بارے میں آگاہ کیا تھا۔ جس پر انہوں نے ان چاروں کو لیگلی ایکشن لینے کا حکم دیا تھا۔ در حقیقت وہ ان چاروں کو آزمانہ چاہتے تھے۔

اور وہ چاروں انکی امیدوں پر پورا اترتے تمام ثبوت اکھٹے کرتے اصلی مجرم کو چوبیس گھنٹوں میں گرفتار کروا چکے تھے۔

پر اس وقت میں جہاں ان چاروں کو اپنے اپنے پہلے کیس میں کامیابی ملی تھی۔ وہیں عیس اپنے بابا کا برا حال دیکھ کر ہوش بھلا بیٹھا تھا۔
وہ جب انہیں تھانے سے لینے گیا تو اپنے بابا کی بری حالت دیکھ کر وہ صدمے میں چلا گیا تھا۔ الٹا وہاں پولیس سٹیشن کے سٹاف کے کچھ یوں الفاظ اسکے کان میں پڑے تھے۔ کہ حسن ہمدانی اک غریب انسان ہے۔ اسی لئے پیسوں کو دیکھ کر وہ اپنا ایمان بھول کر چوری کر بیٹھا۔ وہ چپ چاپ حسن صاحب کو لے کر گھر آ گیا تھا۔

لیکن اسکا دماغ اور دل دونوں الجھ گئے تھے۔ اسی وقت اس نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ اب جب تک پیسے کی دنیا میں اپنا نام نہیں بنا لے گا۔ تب تک وہ

سکون سے نہیں بیٹھے گا۔اور یہ فیصلہ اسکا جنون تھا۔ جس نے اسے آرمی کی لائن سے ہٹا کر اک الگ رستے میں لا کھڑا کر دیا تھا۔

کیا مزید سننا چاہتے ہو تم سب۔۔

داؤد صاحب نے ان سب کو غور سے سنتے دیکھ کر اپنی بات درمیان میں چھوڑ کر پوچھا تو وہ سب اچھے بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلا گئے۔آخر کو انہیں بزنس ٹائیکون کا بیک گراؤنڈ جاننا تھا۔ شزا بھی اپنا میک اپ بھلائے مشعل کے ڈیشنگ شوہر کا بیک گراؤنڈ سننے میں لگ گئی تھی۔۔

ان سب کو سٹوڈنٹس کی طرح سر ہلاتے دیکھ کر وہ سر جھٹکتے ہوئے ہنس دیے۔

پھر یہ ہوا تھا۔۔کہ عیس علی ہمدانی نے اپنے تینوں یاروں کو صاف صاف کہا تھا۔۔کہ وہ دولت کما کر آرمی میں آنا چاہتا ہے۔آرمی اسکا جنون تھا۔پر

تب باپ کی عزت پر لگا داغ اسے اپنے خواب کی طرف بڑھنے سے روک گیا تھا۔

عیس کی بات پر اسکے یاروں نے صاف کہہ دیا تھا۔ کہ وہ آرمی میں اگر جائیں گئے تو اک ساتھ جائیں گئے ورنہ نہیں جائیں گئے۔

انہوں نے اپنا فیصلہ جب دونوں کرنلز کے سامنے رکھا۔ تو دونوں کرنلز نے انہیں سپورٹ کرتے اک سال کا وقت دیا تھا۔ اور اس سال میں انہیں محنت کر کے اپنا نام بنانا تھا۔ اور اک سال میں اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو اک سال کے بعد وہ آرمی کے آفیشل جوان ہونگے اور اگر کامیاب نہ ہوئے تو تب بھی آرمی انہیں لے جائے گی۔

کیونکہ کرنلز نے اپنی پوری زندگی کی سیکھ ان چاروں پر لوٹائی تھی۔ اور وہ

ملک کا اتنا قیمتی سرمایہ ایسے ہی نہیں جانے دے سکتے تھے۔

کرنلز نے انکی مدد کرتے انہیں سرمائے کی آفر کی تھی۔ جسے ان چاروں نے ٹھکرا دیا تھا۔ کہنے کو سلطان احمد خان میر پور گاؤں کے سردار کے لاڈلہ پوتا اور ضرار پاشا حیدر اپنے گاؤں کا سردار تھا۔ دونوں ہی نام و مرتبے اور دولت میں کم نہیں تھے۔ پر اس کے باوجود وہ دونوں اپنا اصل بھلائے اپنے یاروں کے ساتھ اسلام آباد کے عام سے ایریے میں اک عام انسان کی طرح زندگی گزارتے ہوئے اک سال کے اندر اندر اپنی کمپنی کھڑی کر گئے تھے۔

پر بابا انہوں نے کام کیا کیا تھا ایسا۔۔
شزا نے متجسس ہوتے سوال کیا۔۔۔

ان چاروں نے فری لانسنگ کرتے سرمایہ اکٹھا کیا تھا۔ ہمارے ارد گرد ایسے بہت سے لوگ ہیں جو فری لانسر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا بزنس چلا کر کڑوڑ پتی بن گئے ہیں۔

پر بابا جب وہ اتنے کامیاب ہو گئے تھے پھر بھی انہوں نے آرمی کیوں جوائن کی۔۔

اسد نے الجھن سے اپنے دماغ میں آیا سوال پوچھا۔۔

وہ اس لئے بیٹا جی کیونکہ آرمی انکا پہلا جنون تھی۔ اور پھر ان چاروں نے کرنلز سے وعدہ کیا تھا۔ اک سال کے بعد کامیابی ملنے کے بعد وہ وعدے کے مطابق آرمی جوائن کر چکے تھے۔ مضبوط بیک گراؤنڈ ہوتے ہوئے بھی وہ چاروں آج اپنے اپنے بل بوتے پر بزنس ٹائیکون ہیں۔۔

داؤد صاحب نے گہرا سانس خارج کرتے بی جان کا بزنس ٹائیکون یاد کرتے

اسکی الجھن دور کی۔

پھر انکا بزنس کون سنبھالتا ہے اب۔۔

سلطانہ بیگم نے اپنا سوال پوچھا تھا۔

انکے سیکٹری ہیں نہ وہ سنبھال رہے ہیں۔اور خود وہ چاروں سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں۔اپنی من مانیوں کی وجہ سے کرنلزان سے خائف رہتے ہیں۔پر اپنی قابلیت کی وجہ سے وہ چاروں کسی کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔

داؤد صاحب نے انکے گوش پوری تفصیل گزار دی تھی۔جو انہوں نے کل شیر از پاشا اور دلاور خان سے لی تھی۔دونوں کرنلز نے ان سے کوئی بات بھی نہیں چھپائی تھی۔آخر کو وہ بیٹی دینے والے تھے۔اور اپنے داماد کے بارے میں جاننے کا انکا پورا پورا حق تھا۔داؤد صاحب نے خاص کر جب

بزنس ٹائیکون کے بارے میں پوچھا تو وہ دونوں ہنس کر قہقہے لگاتے انہیں اسکے پیچھے کی کہانی بتا گئے تھے۔
پوری تفصیل جاننے کے بعد وہ متاثر کن تاثرات سے داؤد صاحب کو دیکھنے لگے تھے۔

میں بی جان کو تسلی بخش جواب دے لوں صبح سے انکے کتنے ہی فون آ چکے ہیں۔۔

داؤد صاحب فون کان سے لگاتے کمرے کی جانب چلے گئے۔اور اسد بھی کسی ضروری کام کا کہتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔

ماما میں گڑیا کو بتا کر آتی ہوں۔۔
شزا پر جوش ہوتے کھڑی ہوئی تو سلطانہ بیگم اسکا بازو پکڑتے اسے پھر نیچے بٹھا گئیں۔

تمہاری گڑیا نے جتنا بڑا ہمیں سرپرائز دیا ہے نہ اب کچھ سرپرائز وصول کرنا اسکا حق بنتا ہے۔

سلطانہ بیگم نے تیکھے چتون لہجے میں کہا تو شزا دانتوں تلے لب دباتے چلی گئی۔

ایسے کرو یہ سامان کچن میں رکھوادو اور جو زیورات ہیں وہ میرے کمرے میں رکھ او۔ باقی کپڑے جوتے جو کچھ بھی ہے وہ اپنے کمرے میں چھپادو۔

سلطانہ بیگم شزا کو ہدایت دیتی اٹھیں تو شزا میک اپ کے سامان کو اپنے کمرے میں جاتے دیکھ کر خوشی سے اچھلنے لگی۔

سفید کرتے اور کیپری میں ایرہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں اداس چہرہ لئے بیٹھی تھی۔ کھڑکی کے پاس اسکا یہ پسندیدہ پوائنٹ تھا۔ وہ جب بھی اداس ہوتی تھی۔ یہاں بیٹھ کر آسمان کو تکنے لگتی تھی۔

اپنی ماں کے کل کے الفاظ یاد کرتے اسکے گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔

"تم نے ہمارا بھروسہ توڑا ہے۔ ایرہ داؤد تم نے ثابت کیا ہے کہ لڑکیوں کو کبھی بھی آزادی نہیں دینی چاہئے"

سلطانہ بیگم کے الفاظ یاد کرتی وہ سسک پڑی۔ ٹیبل پر کھانا ویسے کا ویسے ہی پڑا تھا۔۔ کل سے اسکی دوستوں اور سنی نے اسے سو فون کر ڈالے تھے۔ پر اس نے کسی کا جواب نہیں دیا تھا۔

رات کے بارہ بج رہے تھے۔وہ آج بھی پورا دن کمرے سے نہیں نکلی تھی۔۔نہ ہی اسکے کمرے میں کوئی آیا تھا۔۔بس شزا اسے کھانا دے کر چپ کر کے چلی گئی تھی۔

گولڈن آنکھیں آنسو بہا بہا کر لال ہوتے سوجھ چکیں تھیں۔جبکہ اسکے باوجود بھی وہ روئے جا رہی تھی۔

سنان جو دیوار پر چڑھ کر اندر آ رہا تھا۔اپنی منکوحہ کی رونے کی آواز سنتے وہ بے چین ہوتے جلدی سے بالکنی میں کودا تھا۔اسکے کودنے کی آواز پر ایرہ اپنا رونا بھلائے اسکی دیکھنے لگی۔

جو ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہوتا اسے دیکھنے لگا تھا۔آرمی یونیفارم میں سر پر کیپ پہنے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ سجائے اس نے اپنے بازو کھول کر ایرہ کو

اپنی جانب بلایا تو وہ مبہوت ہو کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔

وہ سٹل ہو کر سنان مصطفیٰ کاظمی کو دیکھے جا رہی تھی۔ جو اپنے دلکش انداز میں اسکے دل کے تار ہلا گیا تھا۔ یونیفارم میں وہ اسے اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کہ وہ بے اختیار ہوتے قدم اٹھاتے اسکے سامنے کھڑے ہو کر اسکے یونیفارم پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ جبکہ سنان اسکے مبہوت ہو کر دیکھنے پر مسکراہٹ دبا گیا۔ وہ اپنی بیوی کے سوالوں کے جواب دینے کے لیے ہی یونیفارم پہن کر آیا تھا

سنان اسکے مبہوت ہو کر دیکھنے پر مسکراہٹ دبانے لگا۔ وہ اپنی بیوی کے سوالوں کے جواب دینے کے لیے ہی یونیفارم پہن کر آیا تھا۔

وہ ابھی تک بازو کھولے کھڑا تھا۔ جب ایرہ اسکے خوبرو چہرے کو دیکھتی

تیزی سے اسکے بازوؤں میں سمائی تھی۔ جس پر سنان نے شدت سے اسے خود بھینچتے ہوئے اسکے نازک سے وجود کو اوپر اٹھالیا۔

سنان نے اسے اوپر اٹھائے ہوئے گول چکر لیا تو اسی وقت زوردار بادل گرجنے لگے تھے۔ جن کے گرجنے پر ایرہ ڈر کے مارے سنی کی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔

وہ دونوں رات کے اس وقت بالکونی میں کھڑے تھے۔۔ موسم اچانک ابر آلود ہوا تھا۔۔ اج شام کے وقت سے ہی موسم ٹھنڈا سا تھا۔ پر اس وقت پورے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ان دونوں کے وجود سے ٹکرانے لگے تھے۔۔ پر وہ دونوں ہر چیز سے بے خبر بس اک دوسرے میں گم تھے۔

ایرہ اسکا لمس محسوس کرتے سسک اٹھی تھی۔وہ اپنے نازک بازوؤں سے اسے گلے لگائے ہوئے تھی۔۔

ائرہ۔۔ہ۔۔

سنی نے اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے لبریز لہجے میں اسے پکارا تو وہ اک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔ایرہ کے ایسے ہچکیوں سمیت رونے پر سنان مصطفیٰ کاظمی کی جان پر بن آئی تھی۔کیونکہ اسکی بیوی آسانی سے رونے والوں میں سے نہیں تھی۔اس وقت وہ اپنے دل میں پتہ نہیں کتنی تکلیف محسوس کر رہی تھی جو اسے ایسے رونے پر مجبور کر رہی تھی۔۔

سنان اسکے نازک سے سراپے کو بازوؤں میں اٹھائے سائیڈ پر پڑے جھولے کی طرف لے کر بڑھا۔ایرہ کو گود میں لئے وہ جھولے میں بیٹھ گیا تھا۔جس پر وہ اسکے کندھے سے سر ٹکا کر اپنی ہچکیوں کو روکنے کی کوشش

کرنے لگی۔۔۔

کیاہواہے میری سنہری پری کو۔۔

سنان نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے محبت سے پوچھاتو وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھتے اپنی ہچکی روکنے لگی۔

اسکی ماں کی باتیں اور گھر والوں کی لاتعلقی اسکے دل کو ٹھیس لگارہی تھی۔ کل سے کسی نے بھی اسکے کمرے میں آکر اس سے بات نہیں کی تھی۔ رات کو بس اسد اسے ضروری باتیں پوچھنے آیا تھا۔اور پھر اسکے بعد کسی نے بھی اسکے کمرے میں جھانک کر نہیں دیکھا تھا۔

اپنے گھر والوں کی یہ لاتعلقی اسکا دل بری طرح خراب کررہی تھی۔اسی لئے تو وہ صبح سے وقفے وقفے سے روئے جارہی تھی۔

میرا بچہ ایسے نہیں روتے نہ، دیکھو کیا حال کر لیا ہے اپنی ان خوبصورت آنکھوں کا۔۔

سنی نے اسکی لال سنہری آنکھوں پر ہونٹ رکھتے کہا تو وہ اسکا محبت بھرا لمس پا کر اسکی کالر کو مٹھیوں میں جکڑ گئی۔اس وقت اسے شدت سے اسکی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔اور وہ اسکے پاس آ کر اسے سمیٹنے بھی لگا تھا

کیا ہوا ہے میری جان کو جو ایسے گندے بچوں کی طرح روئے جا رہی ہے۔ اور میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی۔۔پتہ ہے کچھ کہ مجھے کتنی فکر ہو رہی تھی تمہاری۔۔

سنی نے اسکے پورے چہرے کو اپنے لمس سے بھگوتے پیار و فکر مندی سے کہا تو وہ گہرے سانس لیتی اسکے سینے پر سر رکھ کر اسکا ہاتھ تھام گئی۔اس وقت وہ بہت اکیلا محسوس کر رہی تھی۔سنان کے آنے پر اسے کچھ بہتر

محسوس ہونے لگا تھا۔

ایرہ کو بلکل خاموش دیکھ کر سنی نے اسکے سنہرے بالوں پر ہونٹ رکھتے اسے شدت سے خود میں بھینچ لیا۔

کچھ بولنا نہیں کیا اج۔۔۔

سنی نے اسکے بالوں کو سہلاتے لاڈ سے پوچھا ایرہ نفی میں سر ہلا کر اسکے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔

ایرہ کے خود میں گھسنے کی کوشش پر سنی ہولے سے ہنس دیا تھا۔

سنی اسکے بالوں کو سہلا رہا تھا۔۔جب اچانک زوردار بجلی چمکی تھی۔ بالکونی میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔جو کہ کمرے سے آ رہی تھی۔۔بالکونی کی اپنی لائٹ اس وقت بند تھی۔

بجلی کو زوردار چمکتے دیکھ کر ایرہ ڈر کے مارے چہرہ اٹھاتے سنان کو دیکھنے لگی۔
جس پر سنان نے بھی چہرہ جھکاتے ہوئے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھا۔
نم سرخی مائل سنہری آنکھوں پر تیکھے نقوش سنان مصطفیٰ کے دل پر بری طرح چھا رہے تھے۔ سفید ڈریس میں وہ مومی گڑیا بنی اسکی گود میں ٹانگوں کو سمیٹے ہوئے بیٹھی تھی۔

کیا ہوا۔۔
سنی نے اسکی آنکھوں میں ڈر کو دیکھتے بھاری لہجے میں پوچھا۔۔

وہ بب۔۔ با۔۔ بارش آنے لگی ہے۔۔۔
ایرہ اسکی گولڈن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اٹکتے ہوئے اسے بتانے لگی۔۔

تو آنے دو اچھا ہے نہ۔ تمہارے سنگ یہ یہ بارش اور رات مزید خوبصورت ہو جائے گی۔۔

سنی نے محبت سے جواب دیا تو وہ اپنی آنکھوں کو جھکاتے ہوئے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔

سنان مصطفیٰ کاظمی نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے گولڈن ویوی بالوں میں لگا کیچر نکالا تھا۔اسکے گولڈن بال لہرا کر اسکے چہرے پر بکھرے تو وہ اسکے دیکھے گئی۔

تم مجھے کھلے بالوں میں زیادہ خوبصورت لگتی ہو۔۔

سنان نے کہتے ہاتھ بڑھا کر اسکے گلے سے ڈوپٹہ بھی نکال کر دور اچھالا تھا۔

سفید سوٹ میں اسکا نازک سا سراپہ سنان کے دل میں ہلچل مچا گیا تھا۔

بارش ان دونوں پر پر پھیلاتے ہوئے ہلکا ہلکا برسنا شروع ہوئی تو ایرہ ہڑ بڑا کر آسمان کو دیکھنے لگی۔۔ جہاں سے برستی بارش ان دونوں کو بھگونا شروع ہو گئی تھی۔

بارش کی بوندیں چہرے پر پڑنے کی وجہ سے وہ زور سے آنکھیں میچ گئی تو سنی نے ہنستے ہوئے اپنے سر سے کیپ اتار کر اسے پہنا دی۔ تاکہ وہ آسانی سے آنکھیں کھول سکے۔

ائرہ نے آنکھیں کھول کر نظریں اوپر اٹھاتے ہوئے اپنے سر پر کیپ کو دیکھا تو زندگی سے بھرپور مسکراہٹ اسکے چہرے پر مچل گئی۔

اچھی لگی کیا۔۔

سنی نے اسے مسکراتے دیکھ کر پیار بھرے لہجے میں استفسار کیا تو وہ خوشی سے سر کو ہاں میں ہلانے لگی۔ جبکہ اک ہاتھ سے وہ اپنی کیپ پکڑے تھی۔

بارش نے آہستہ آہستہ ان دونوں کو مکمل طور پر بھگونا شروع کیا تو سنی کے ماتھے پر اسکے گھنے گولڈن بال بکھرتے چلے گئے۔ جن کو ایرہ مبہوت ہو کر دیکھنے لگی تھی۔

بہت پیار الگ رہا ہوں کیا۔۔

سنی نے ایرہ کے پھر نظر بھر کر دیکھنے پر شریر لہجے میں پوچھا تو وہ گڑ بڑا کر نظریں چرا گئی۔

بارش نے اک دم زور پکڑا تو ایرہ ٹھنڈی پھوار کو برستے دیکھ سنان کے سینے میں چھپنے لگی تھی۔

سنان نے چہرہ اٹھاتے ہوئے بارش کو محسوس کرنا چاہا تو اسکی رگ رگ میں سکون دوڑتا چلا گیا۔ اسے لگ رہا تھا کہ یہ زندگی کی سب سے حسین بارش

ہے۔ جس میں اسکی نازک سی بیوی کا گداز وجود اسکے اتنے قریب تھا۔

سنان اسے بازوؤں میں اٹھائے جھولے سے کھڑا ہوا تو ایرہ گھبراتے ہوئے اسکی گردن میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی۔

سنی کیا کرنے لگے ہو۔۔

ایرہ نے گھبراہٹ کے مارے بے اختیار پوچھا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے شوہر کی تاثرات سے لگ رہا تھا۔ کہ وہ ضرور کچھ کرنے والا ہے۔

سنی نے ایرہ کی آنکھوں کو چومتے اک دم سے اسے گول گول گھمانا شروع کیا تو ایرہ خوف سے چیختے ہوئے اسے زور سے جکڑ گئی۔

سنییی۔۔۔ کیا کر رہے ہو میں گر جاؤں گی۔

وہ اسکے کان کے پاس چینخی تھی تاکہ وہ سن سکے۔۔

جب تک تم کھکھلاتے ہوئے ہنسو گی نہیں میں نہیں رکنے والا۔۔

سنی نے جواب میں زور سے اسے کہا تو وہ اسے گھورنے کی کوشش کرنے لگی۔

سنی پلیز سچ میں گر جاؤں گی نہ۔۔

وہ التجایہ انداز میں پھر بولی تو سنی اسے اور تیز گھمانے لگا۔

جس پر وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے اسکی گردن پر دانت گاڑ گئی۔

لیکن سنی پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

سنی کو مزید سپیڈ تیز کرتے دیکھ کرنا چاہتے ہوئے بھی ایرہ کی ہنسی چھوٹی تھی۔ جس پر وہ کھلکھلاتے ہوئے ہنستی چلی گئی۔

سنی چکر آجائے گئے نہیں کرونہ۔

وہ کھکھلاتے ہوئے اسے رکنے کا کہہ رہی تھی۔پر سنان اسکی پکار نظر انداز کرتا کسی شہزادی کی طرح اسے بازوؤں میں اٹھائے بس گھما رہا تھا۔

سنان کو رکتے نہ دیکھ کر ایرہ اپنے بازو کھول کو چاروں سو اپنی ہنسی کی جھل تھل بکھیر گئی تھی۔اسے بارش کبھی اتنی خوبصورت نہیں لگی تھی جتنی آج اپنے خوبصورت شوہر کے سنگ لگ رہی تھی۔

سنی کو رکتے نہ دیکھ کر وہ اک دم اوپر اٹھتے دونوں ہاتھوں سے اسکا چہرہ تھامتے اسکے ہونٹوں پر جھکی تھی۔۔جس پر سنان مصطفیٰ سٹل ہوتے رکا تھا۔

سر پر کیپ پہنے آنکھوں کو زور سے میچے وہ اسکے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتی اس ٹھنڈی برستی بارش میں گرمی کا ساماں پیدا کر گئی تھی۔

سنی کی کاروائی کو رکتے محسوس کر کے ایرہ گہری سانس بھرتے پیچھے ہو گئی۔
وہ صرف اسے روکنے کے لیے اسکے جذبات کو سلگا گئی تھی۔ کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ پھسل کر دونوں گر نہ جائیں۔

سنی اسکے پیچھے ہٹنے پر سخت بدمزہ ہوتے اسے گھورنے لگا۔

کیا۔۔۔
آئرہ نے اسکی گھورتی نظروں پر معصومیت سے پوچھا۔
جس پر سنی اک جھٹکے میں اسے ہونٹوں پر جھکتے اسکے نازک سراپے کو بالوکنی کے فرش پر لٹاتا چلا گیا۔

ایرہ نے کانپتے ہوئے اسے کندھوں سے تھاما تھا۔اسکے گولڈن بال فرش بکھر گئے تھے۔

سن۔۔ سنییی۔۔۔نیچے پانی ہے۔۔

ایرہ اپنے ہونٹ چھڑا کر بامشکل بولی۔ جبکہ سنی اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے اسے گھما کر اپنے اوپر لٹا گیا۔۔

اب مجھے ڈسٹرکٹ نہ کرنا ورنہ تمہاری جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔۔

سنی غراتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر شدت سے جھک گیا تھا۔ہاتھ پیچھے لے جاتے سنان نے اسکی ذپ کھولی تو وہ اسکی گرفت میں مچل سی گئی۔۔ جبکہ وہ آنکھیں بند کیے اسکے بھیگے ہونٹوں سے پانی کی بوندیں چننے میں مصروف ہو گیا تھا۔

سنی نے دل میں اٹھتے جذبات پر سے قابو کھوتے ایرہ کو شدت سے خود میں

بھینچا تو اسی بے باکی پر ایرہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ڈورنے لگی تھی۔

جبکہ وہ آہستہ آہستہ اسکے ہونٹوں سے لپٹا برستی بارش میں پاگل سا ہونے لگا تھا۔ایرہ کی زبان کو اپنے ہونٹوں میں دباتے اس نے اسکی قمیض کے اندر اسکے بھیگے بدن پر ہاتھ پھیرا تو وہ مزاحمت کرتے اسکے کندھوں پر مکے مارنے لگی۔

جس پر سنی اپنی مخمور آنکھوں سے اسے آزادی بخش گیا تھا۔

ایرہ نے گہرے سانس لیتے اسکے سینے پر چہرہ ٹکایا تو سنان اسے اوپر اٹھاتے اسکی گردن کو چومنے لگا۔ جبکہ اس ٹھنڈے موسم میں ایرہ کو اپنا بدن جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے کسی گرم انگارے نے اسے چھو لیا ہو۔۔

سنیبی۔۔۔وہ کانپتے ہوئے ہونٹوں سے اسے پکارنے لگی تھی۔۔لیکن سنان مصطفیٰ جذبات کے سمندر میں بہتے اس کے بدن کی نازکی محسوس کرنے میں لگا تھا۔ذپ کھلی ہونے کی وجہ سے شرٹ اسکے کندھوں سے کھسکنے لگی تھی۔

سنان نے اسکی شرٹ نیچے کرتے اسکے دل کے مقام پر ہونٹ رکھے تو وہ سسکی بھرتے اسے زور سے تھام گئی۔

نہیں کرو نہ پلیز۔۔

وہ سسکتے ہوئے التجا کرنے لگی تھی۔جس پر سنی اپنی سرخ مائل آنکھوں سے اسکے سفید مومی سراپے کو دیکھنے لگا تھا۔سفید سوٹ بھیگتے ہوئے اسکے جسم کے ساتھ چپک چکا تھا۔جس کی وجہ سے اسکے جسم کے خدوخال بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

میں سوچ رہا ہوں کہ اپنی گولڈن نائٹ اس روم میں مناؤ جس کا دروازہ ہی نہ ہو۔تاکہ ہمیں کوئی ڈسٹرب نہ کریں۔

سنی اسکی گردن پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے زو معنی بولا تو ایرہ اسے شرم سے گھور گئی۔

اس وقت میرا دل تمہارے اندر سمانے کے لیے بہت مچل رہا ہے۔اوپر سے تم اس سفید سوٹ میں قیامت بنی میری آغوش میں لیٹی ہو۔میں کیا کروں۔۔

سنی ضبط سے غراتے ہوئے شرٹ کے اوپر سے اسکی دھڑکنوں پر دانت گاڑتے ضبط کے مارے اسے بتانا چاہ رہا تھا۔کہ وہ اس وقت اسکے لئے کتنا تڑپ رہا ہے۔

اس وقت وہ اپنے دل میں اٹھتے جذبات سے پاگل سا ہونے لگا تھا۔
سنی کے دانت گاڑنے پر وہ بے اختیار سسکی تھی۔ جبکہ سنی اک دم سے اٹھتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لگاتے بیٹھ گیا

کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔
ایرہ اسکے انداز پر گھبراہٹ سے پوچھنے لگی تھی۔
تمہیں کھانے لگا ہوں۔۔
سنی معنی خیزی سے کہتے ایرہ کو پیچھے کہ طرف لٹا گیا تھا۔ایرہ کی شرٹ کو اوپر اٹھاتے ہوئے سنان نے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے تو ایرہ لال انگارہ ہوتے فرش پر ہاتھ جماتے ہوئے چلی گئی۔

جبکہ سنی ہوش بھلائے اسکے پیٹ پر پڑتی بارش کی بوندوں کو چنتے ایرہ کو شرم سے دوچار کرنے لگا۔

سنی تم اگر پیچھے نہ ہٹے نہ تو میں رونا شروع کر دوں گی۔۔
سنی کو ہنوز اپنے پیٹ پر جھکے دیکھ کر وہ کانپتے لہجے میں دھمکی دے گئی۔

بارش پورے زوروں شور سے ان دونوں پر برس رہی تھی۔نیچے فرش پر ایرہ کی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کئے وہ اسے پیچھے کی جانب لٹائے اسکی شرٹ اوپر کیے اسکے پیٹ کو مسلسل چوم رہا تھا۔ سنی نے اپنی بیوی کے سلم پیٹ سے اچھا خاصا بیر پال لیا تھا۔وہ جتنا بھی اسے چوم لیتا اسکا دل نہیں بھرتا تھا۔اسی لئے اب بھی اسکے پیٹ پر۔

اپنے ہونٹوں کو لمس بکھیرتے جا رہا تھا۔

ایرہ کے دھمکی آمیز الفاظ پر اس نے اپنی مخمور آنکھیں اٹھائے اسے دیکھا تو وہ اسکی گرفت ڈھیلی ہونے پر اٹھتے ہوئے اسکے مقابل بیٹھ گئی۔۔

تمہیں اپنے شوہر پر ظلم ڈھاتے زرا رحم نہیں آتا کیا۔۔

ایرہ کو کمر سے تھام کر سنی نے اپنے قریب کیا تو وہ اسکے کندھوں کو تھامتی چلی گئی۔

یہاں میرے گھر والے مجھے منہ نہیں لگا رہے اور تمہیں اپنے رومینس کی پڑی ہے بے شرم انسان۔۔

سنی کی گردن پر ناخن مارتے وہ غصے سے چیخ پڑی تھی۔۔

کون منہ نہیں لگا رہا میری بیوی کو۔۔

سنی نے اسکے تشدد پر سی کرتے بے اختیار پوچھا تھا۔۔۔

ماما بات نہیں کر رہیں مجھ سے کہتیں ہیں کہ میں انکا بھروسہ توڑ دیا ہے۔۔

ایرہ پھر سب یاد کرتے اداس لہجے میں اسے بتانے لگی تو سنی اسے اپنے سینے سے لگا گیا.

اور کیا کہتی ہیں ساسوماں۔۔

ایرہ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے سنی نے مزید سلطانہ بیگم کے بارے میں جاننا چاہا تھا۔

وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے مجھے آزادی دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں نے انکی آزادی کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اتنا بڑا قدم اٹھا کر انکا مان توڑ دیا ہے۔

ایرہ سب باتیں یاد کرتے ہوئے بھیگے لہجے میں اسے بتانے لگی۔ جبکہ اسکی باتیں سنتے سنی کو اپنی ساسوماں پر غصہ سا آنے لگا تھا۔ آخر وہ اسکی بیوی کو ایسی باتیں کیسے کہہ سکتیں ہیں۔

تم پریشان نہیں ہو میں سب ٹھیک کر دوں گا۔۔

ایرہ کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے سنان نے محبت سے کہا تو وہ برستی بارش میں اسے نم آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

جس پر سنی اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے روم کی جانب لے کر بڑھا۔

کافی دیر سے وہ بارش میں بھیگ رہے تھے۔ بارش کا پانی چونکہ کفی ٹھنڈا تھا۔اس لئے اسکی بیوی کے بیمار ہونے کے چانس ہو سکتے تھے۔جوان دنوں میں وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

روکو میری کیپ پکڑنے دو۔۔

سنی اسے گود میں اٹھاتے ہوئے کھڑا ہوا۔ تو وہ اسے نیچے جھکنے کا اشارہ کر گئی۔۔ جہاں اسکی کیپ پڑی ہوئی تھی۔اسکا شوہر رومینس کے دوران اسکی کیپ اتار گیا تھا۔

ایرہ کے اشارے پر سنی نیچے جھکا تو ایرہ کیپ پکڑ کر خوش ہوتے پھر اپنے سر پر پہن گئی۔ آخر کو اک میجر کی کیپ پہننا کوئی چھوٹی بات تھوڑی تھی۔ اپنی بیوی کو کیپ سے خوش ہوتے دیکھ سنی اسکے بچپنے پر مسکرا دیا۔

سنی اسے روم میں لے کر آیا تو روشنی میں آتے ہی ایرہ اپنے حلیے کو دیکھ کر سٹپٹائی تھی۔

سنی تمہیں میری قسم ہے اگر تم نے میری طرف دیکھا تو۔۔

سنان کی گہری نظروں کو خود پر محسوس کرتے وہ اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے جلدی سے بولنے لگی تھی۔

جبکہ سنی اسکی بات پر قہقہہ لگا گیا تھا۔

بے بی تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی۔۔

سنی نے ہنستے ہوئے پر اسرار لہجے میں کہا تو ایرہ دھڑکتے دل کے ساتھ

روہانسی ہونے لگی۔

روم کے اندر آتے ہی سنی نے اسے نیچے فرش پر کھڑا کیا اور آپ پاؤں سے جوتے اتار کر سائیڈ پر رکھے۔ جبکہ ایرہ پہلے ہی ننگے پاؤں کھڑی تھی۔

سنان نے ایرہ کو اوپر اٹھاتے اسکے پاؤں اپنے پاؤں پر رکھے تو ایرہ کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ بارش کے اتنے رومینٹک موسم میں پہلے ہی وہ دونوں ساتھ بھیگتے اک دوسرے کے جذبات بھڑکا چکے تھے اور اب رہی کسر سنی کی بے باکی پوری کرنا چاہ رہی تھی۔

سنی پلیز ایسے نہیں کرو نہ۔۔

ایرہ اسکے وجود کے ساتھ لپٹتے ہوئے التجا کرنے لگی تھی۔ جبکہ سنی تو اسکے انداز پر ایبر وآ چکا گیا تھا۔ وہ صرف اس لئے اسکے ساتھ لپٹنا چاہ رہی تھی۔

تاکہ سنی اسے دیکھ نہ سکے۔

نہ تم مجھے کچھ کرنے دیتی ہو اور نہ اب خود کو دیکھنے دے رہی ہو، مجھے بتاؤ کہ میں اپنے جواں سلگتے جذبات لے کر کہاں جاؤں پھر بے بی۔۔
سنی اسکے چہرے پر انگلی ٹریس کرتے گھمبیر لہجے میں پوچھنے لگا۔

پہلے گھر والوں کو رخصتی کے لئے مناو پھر نہیں روکوں گی میں۔۔
ایرہ اسکے بھاری لہجے پر خود میں سمٹتے جلدی سے شرط رکھتے بولی تھی۔۔ کیونکہ سنی کا ہاتھ اسکی کمر پر مسلسل گردش کر رہا تھا۔

ایرہ کی شرط سنتے سنان مصطفیٰ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ پہلے جو سوچ رہا تھا۔ کہ اپنی بیوی کو رخصتی ڈن ہونے کی خوشخبری بتادے گا۔۔ تاکہ اسکی بیوی ٹینشن فری ہو سکے۔ حالانکہ اسکی ساس نے خاص طور سنان کو فون کر

کے منع کیا تھا۔پر ایرہ کی حالت دیکھتے وہ سوچ چکا تھا۔ کہ وہ اپنی بیوی سے یہ بات نہیں چھپائے گا۔ کیونکہ وہ اپنی بیوی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

پر اب ایرہ کی شرط سنتے اسے احساس ہو رہا تھا۔ کہ خوشخبری استعمال کرنے کا صحیح وقت آگیا ہے۔

پکا پھر مجھے نہیں روکو گی تم۔۔
سنی نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کنفرم کرنا چاہا تو ایرہ جلدی سے سر ہاں میں ہلاتے اقرار کر گئی۔۔ کم از کم اس وقت تو اسکی جان بخشی ہو جائے گی۔ کونسا وہ ابھی اسکی ماں کو منا سکتا تھا۔ وہ یہ سوچ کر خوش ہو گئی۔

تو پھر یہ سنو تم بے بی۔۔

سنی نے پینٹ کی جیب سے موبائل نکال کر ریکارڈنگ ان کرتے اسکے کان کے پاس موبائل کیا۔تاکہ وہ آسانی سے سارے الفاظ سن سکے۔
ایرہ جیسے جیسے ریکاڈنگ سنتی جارہی تھی۔اسکی سنہری آنکھیں ویسے ہی پھیلتی چلی گئیں۔

یہ جھوٹ ہے نہ۔۔
وہ بے یقین ہوتے پوچھنے لگی تو سنی ہنستے ہوئے اسکی آنکھوں کو چوم گیا۔
نہیں میری جان یہ بلکل سچ ہے۔ویسے ساسوماں نے تم سے چھپانے کو کہا تھا۔۔پر دیکھو میں تمہیں پھر بھی بتا چکا ہوں تاکہ تم پریشان نہ ہو۔۔

سنی نے مسکراتے ہوئے موبائل اپنی پاکٹ میں رکھا تھا۔پر ایرہ ابھی بھی بے یقین تھی۔اپنے بابا کے الفاظ یاد کرتے اسکی ڈھرکن تیز ہونے لگی تھی۔جہاں اسکے بابی جان سے رخصتی کی ڈیٹ ڈیسائیڈ کر رہے تھے۔

چلواب شاباش تیار ہو جاؤاپنی شرط پوری کرنے کے لیے۔۔
سنی نے اسکی کمر پر اپنی گرفت مضبوط کرتے اسے ہوش دلایا تو وہ ہوش آنے پر ڈرنے لگی۔

سنییی۔۔ نہیں۔۔۔
شششش۔۔ بلکل چپ میں نے تمہاری شرط پوری کی نہ اب اصولاً تمہاری باری ہے میری جان۔۔
سنی نے اسکے احتجاج کرتے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے خاموش کروایا تو وہ تپتے چہرے سے اسے دیکھنے لگی۔
مجھے تھام کر رکھنا اوکے۔۔

سنی نے اسکے بازو اپنے گلے میں رکھتے اسکے کان میں گھمبیر لہجے میں

سر گوشی کی تو وہ گہرے سانس لیتی اسے تھام گئی۔

سنان نے اسکی کمر پر بازو لپیٹتے آہستہ آہستہ پیچھے کی جانب قدم اٹھانا شروع کیے ایرہ ہنوز اسکے پاؤں پر پاؤں رکھے کھڑی تھی۔
سنی اسکے جھکے چہرے اور نظروں کو دل میں بساتے ہوئے اسے لے کر اسکی وارڈروب کے پاس آیا۔وہ آنکھیں بند کیے اسکے سہارے کھڑی تھی۔

سنی نے اسکی واڈروب سے اسکا پنک نائٹ ڈریس نکالا اور اسے پھر اک دفعہ گود میں اٹھا کر صوفے کی طرف لے کر بڑھا۔

کیا کرنے لگے ہو۔۔
ایرہ اسے خود پر جھکے دیکھ کر گھبراہٹ کے آثار سے پوچھنے لگی۔۔اسکا سفید چہرہ اس وقت بھاپ چھوڑ رہا تھا۔

تمہیں چینج کروانے لگا ہوں۔۔

سنی نے بھاری لہجے میں جواب دیتے اسکی شرٹ اتارنا چاہی تو وہ چینخ پڑی۔

تم پاگل ہو گئے ہو کیا میں خود کر لوں گی ہٹو پیچھے۔۔

شرم وحیا سے وہ چینختے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش بولی تو سنی اسے تیکھی نظروں سے دیکھنے لگا۔

اگر تم چاہتی ہو نہ کہ میں کوئی حد بھلاؤ تو چپ کر کے پڑی رہو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔۔

سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایرہ کو فریز کر گیا تھا۔

سنی اسے صوفے پر لٹا کر کھڑا ہوا۔۔تاکہ کمرے کی لائٹ آف کر سکے۔

لائٹ آف کرنے کے بعد سنی بیڈ کے سائیڈ لیمپ آن کر کے دوبارہ صوفے پر آیا۔۔ جہاں اسکی بیوی بھیگے ڈریس میں اپنا بھیگا بدن لیے آتش فشاں بنی لیٹی ہوئی تھی۔

آنکھیں زور سے بند کی ہوئیں تھیں۔اور ہونٹ اک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔

سنی نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے کندھوں سے شرٹ کھسکائی تو ایرہ کو اپنے جسم میں سپارک ہوتا محسوس ہونے لگا۔وہ بے اختیار صوفے کو مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

چونکہ اس کی شرٹ کی ذپ وہ پہلے ہی کھول چکا تھا۔اسی لئے کندھوں سے شرٹ کھسکاتے ہی شرٹ اترتے چلی گئی۔

ایرہ کے سفید بدن پر پانی کی بوندوں کو ٹھہرے دیکھ کر سنی نے تھوک نگلا

تھا۔اچانک اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہونے لگا۔اسکے نازک سراپے پر نظر پڑتے ہی وہ سٹل ہو گیا تھا۔

اسکی بند مٹھیوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے سنان نے اسکے دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرا تو ایرہ لرزتے ہوئے اسکے ہاتھوں کی پشت پر ناخن گاڑنے لگی

سنی نے گہری سانس خارج کرتے خود کو کمپوز کیا تھا۔ایرہ سے اپنے ہاتھ چھڑاتے اس نے جلدی سے اسکے انرز پہنا کر شرٹ پہنائی تھی۔

ائرہ کی لرزتی پلکوں پر پھونک مارتے سنی نے اسکا ٹراؤزر چینج کیا تو وہ بے دردی سے اپنے ہونٹوں کو کاٹتے چلی گئی۔جبکہ سنی نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتے جلدی سے اسے چینج کروا کے اپنے مقابل بٹھایا تھا۔وہ ہلکا ہلکا کانپ رہی تھی۔

ایرہ کی غیر ہوتی حالت کو دیکھ کر سنی نے دانتوں تلے لب دباتے، اسے اٹھا کر بیڈ پر منتقل کیا۔

وہ اپنی شرٹ اتارنے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اسے ٹیبل پر کھانا پڑا نظر ایا۔

تم نے کھانا نہیں کھایا کیا آج۔۔

کھانے کی ٹرے کو ویسے ہی پڑا دیکھ کر سنی نے پوچھا تو وہ جھکے سر سے نفی کر گئی۔ایرہ کے انکار پر اسے افسوس بھری نظروں سے دیکھتے سنی نے کھانے کی ٹرے کو اٹھا کر اسکے سامنے رکھا۔اور اپنی جیکٹ اتار کر سائیڈ پر رکھتے اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانا شروع کیا۔ جسے وہ بنا چوں چرا کیے جھکی نظروں سے کھانے لگی تھی۔

ابھی میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا زوجہ محترمہ جو آپ ایسے سجدے کیے جا

رہی ہیں۔

سنی اسکے جھکے سر کو دیکھ کر شرارت سے گویا ہوا تو ایرہ کے تاثرات رونے والے ہوئے تھے۔ وہ پہلے ہی شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔ اور وہ اسے مزید چھیڑ رہا تھا

اچھا نہیں کہتا کچھ یہ بتاؤ میں یونیفارم میں کیسا لگ رہا ہوں۔۔

سنی نے اسکو رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر جلدی سے دوسری بات شروع کی تو ایرہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

جب میں پوچھتی تھی کہ کیا کام کرتے ہو تب منہ سے پھوٹا کیوں نہیں جاتا تھا۔ کہ میں میجر ہوں۔۔

یاد آنے پر وہ غصے سے اس پر جھپٹی تو سنی ڈرتے ہوئے اپنا چہرہ پیچھے کر گیا۔

کیونکہ وہ اپنے ناخنوں سے اسکے چہرے کو نوچنا چاہ رہی تھی۔

بے بی اب تو بتا دیا ہے نہ تو اب کیوں غصہ کر رہی ہو۔۔
سنی نے اس کے منہ میں نوالہ ڈالتے معصومیت سے جواب دیا تو وہ اسکی انگلیوں پر دانت گاڑ گئی۔

دیکھو سنڈی اگر ایسے تشدد کرو گی نہ تو قسم سے ابھی تمہاری ڈھرکنوں پر جھک کر تمہاری سانسوں کو تنگ کر دوں گا۔اور باقی کی پوری رات تمہارے پیٹ کی جان بھی نہیں چھوڑوں گا۔۔

سنی نے اپنی انگلیوں پر اسکی تیز ہوتی پکڑ کو محسوس کرتے دھمکی دی تو وہ جلدی سے اسکی انگلیوں کو رہائی بخش گئی۔
گڈ چوائس بے بی۔۔۔

ایرہ کے پیچھے ہٹنے پر سنی نے اسے سراہا تو وہ مزید اسے گھورنے لگی۔

تمہیں میں کچا کھا جاؤں گی اگر تم مجھے اس یونیفارم میں اپنے سوا کسی اور کے سامنے نظر آئے تو۔۔

سنی کی سفید و سرخ رنگت کو دیکھتے وہ پوزیسو انداز میں غرائی تو سنی اسکے انداز پر اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اسے لے کر کتنی جنونی ہے۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے جواب دے پاتا اسکی واچ میں مخصوص بیل ہوئی تو وہ چوکنا ہوتا اک دم سے کھڑا ہو گیا۔ واچ پر آئی میل کو دیکھتے اس نے جلدی سے جیکٹ اٹھا کر پہنی تھی۔

کیا ہوا۔۔ایرہ اسکے اچانک کھڑے ہونے پر پریشان ہوتے پوچھ گئی۔

کچھ نہیں میری جان تم کھانا ختم کر کے سو جانا اور پریشان بلکل نہیں ہونا۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ اور اب رونا بلکل بھی نہیں ورنہ تمہاری جان نکال دوں گا۔۔

ایرہ کی آنکھوں اور ماتھے کو چومتے اس نے ہدایت دی تو وہ اسے بے اختیار دیکھتے چلی گئی۔

ضروری کام سے جا رہا ہوں یار پریشان نہیں ہو۔

ایرہ کی آنکھوں میں پریشانی دیکھتے سنی نے اسے ریلیکس کرنا چاہا تو وہ سر ہلاتے اسکی گال پر لب رکھ گئی۔۔ جس پر سنی نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ لیکن پھر بیل کی آواز پر وہ جھک کر اسکے ہونٹوں کو زور سے چومتے بالکونی کی طرف بڑھ گیا۔ اسے جلد از جلد فلیٹ پہنچنا تھا۔

آپ نے پرسوں رات مجھے بتایا کیوں نہیں کہ ہم اپنے بیٹے کا رشتہ دیکھنے جا رہے ہیں۔۔

کلثوم بیگم نے مصطفیٰ کو اپنی طرف متوجہ کرتے سلگتے ہوئے پوچھا تو وہ اپنا موبائل چھوڑ کر انکی طرف دیکھنے لگے۔

بے شک انکے بیٹے کی محبت کی ولن اس وقت دو عورتیں بن رہیں تھیں۔ اک انکے بیٹے کی ساس اور دوسری انکی معصوم سی بہو کی ساس، مصطفیٰ صاحب نے اپنے دماغ میں سوچ رہے تھے

مجھے خود بھی ادھر جا کر معلوم ہوا۔بی جان نے آنے کا حکم دیا تھا بس تو میں اپکو لے کر چلا گیا۔

مصطفیٰ کاظمی نے معصومیت سے سفید جھوٹ بولا تو کلثوم بیگم حیران ہو

گئیں۔

پراب میں سلمہ کا کیا کروں۔۔
وہ جھنجھلاہٹ سے بول اٹھیں تھیں۔ سلمہ وہی انکی دوست کی بیٹی تھی۔۔ جس نے اپنی بیٹی کے لئے سنان کا رشتہ نہ صرف مانگا تھا۔ بلکہ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑتے حاصل کیا تھا۔

آپ اپنی سلمہ کو کلمہ پڑھا کر کسی دوسرے گھر میں رخصت کروادیں۔ اسکا جہیز بھی میں دے دوں گا بس اس سے کسی طرح جان چھڑوادیں ہماری۔۔
مصطفیٰ کاظمی اس بدتمیز سی لڑکی کو یاد کرتے بھڑکتے ہوئے پھر بولے تو کلثوم بیگم ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔

آپ اس بچی کے ذکر پر اتنا بھڑک کیوں جاتے ہیں مصطفیٰ۔۔

کلثوم بیگم نے الجھن سے ان سے پوچھا تو وہ گہری سانس خارج کرتے پوری طرح انکی طرف متوجہ ہو گئے۔

اپکو اپنی بہو سے کیا مسلہ ہے۔جو لڑکی ہمارے بیٹے کے نکاح میں آچکی ہے۔ کیا وہ اتنی غیر اہم ہے۔۔کہ ہم اسکے مقابلے میں اس لڑکی کو سوچیں جو دور دور تک کہیں بھی نہیں ہے۔

مصطفیٰ صاحب نے انکا ہاتھ تھامتے نرم لہجے میں سوال کیے تو وہ سر نفی میں ہلا گئیں۔

پھر آپ کیوں سوچ رہیں ہیں اس لڑکی کے بارے میں کیونکہ اب تو اس رشتے کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں نکلتی۔ہمارے خاندان کی بہو ہمیں مل چکی ہے۔جو اک اعلی خاندان سے ہے۔اور پھر سب سے بڑھ کر ہمارے بیٹے کی محبت ہے۔اور مت بھولیں کہ وہ بی جان کی بہو ہے۔

مصطفیٰ صاحب نے شائستہ انداز میں انکو سمجھاتے ہوئے آخر میں بی جان کا ضرور یاد دلانا چاہا تھا۔

بی جان کا ڈراوانہ ڈالیں مجھے۔۔
کلثوم بیگم نروٹھے پن سے بولیں تو وہ ہنسی دبا گئے۔
مصطفیٰ پھر سوچیں نہ یار وہ بن باپ کی بچی ہے۔ایسے نہیں اچھا لگے گا نہ۔۔
کلثوم بیگم پھر بولیں تو وہ ضبط سے ماتھے کو مسل گئے۔

انکی بیگم کا انداز بلکل ویسے تھا۔ جیسے انکا کوئی دوسرا بیٹا ہے جس سے وہ سلمہ بلملا کو بیاہ کر نیکیاں اکٹھی کر لیں گیں۔۔

ایسے کریں کہ آپ اٹھیں میں اپکو بی جان کے پاس لے کر چلتا ہوں۔مجھے امید ہے کہ وہ آپکے ارگیو ضرور ختم کر دیں گئیں۔

مصطفیٰ صاحب نے انکو بازو سے کھینچتے ہوئے کھڑا کرنا چاہا تو وہ آنکھیں دیکھانے لگیں۔

مصطفیٰ میرے ساتھ مزاق نہیں کریں نہ۔۔

وہ تیکھے چتون سے اپنا بازو چھڑاتے بولیں تھیں۔

بیگم مذاق تو آپ کر رہیں ہیں۔حالانکہ آپ جانتیں ہیں کہ بی جان ہمارے بنا بھی سنان مصطفیٰ کی شادی کر سکتیں ہیں۔تو بہتر ہے اپنے دماغ سے فضول سوچیں نکال کر بیٹے کی خوشی میں خوش ہو جائیں۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے کلثوم بیگم کو بتا گئے۔تو وہ حیرت سے انہیں دیکھ گئی۔

ماں باپ کے بناوہ کیسے شادی کر سکتیں ہیں اسکی۔۔

کلثوم بیگم نے حیرانی سے سوال کیا تھا۔

آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ وہ کیا کیا کر سکتیں ہیں۔
وہ ہولے سے ہنستے ہوئے مزید بتانے لگے۔

کیا کیا کر سکتیں ہیں وہ۔۔
کلثوم بیگم نے متجسس ہوتے پوچھا تھا۔ جس پر وہ اپنی معصوم بیگم کو دیکھ گئے۔ جو اپنی چالاک دوست کے ہاتھوں بے وقوف بن ہوئیں تھیں۔

اگر آپ ان سے جا کر کہہ دیں گئیں نہ کہ آپ کا میرے بیٹے پر کوئی حق نہیں ہے۔ اور آپ اپنے بیٹے کی شادی اپنی مرضی سے کرنا چاہتی ہیں۔

پھر۔۔
کلثوم بیگم نے انکو مزید بولنے کا کہا کیونکہ وہ جاننا چاہتی تھیں کہ اگر وہ سچ

میں ایسا کہتیں ہیں تو بی جان کا کیا رہی ایکشن ہو گا۔

تو وہ آپ پر اک نگاہِ گناہ ڈالے بناڈیسائیڈ ہوئی ڈیٹ پر سنان مصطفیٰ کی شادی پھر بھی کروادیں گیں۔ کیونکہ وہ ڈائلا گزمیں وقت تب بلکل ضائع نہیں کرتیں جب انہیں یقین ہو کہ وہ کوئی کام کر سکتیں ہیں۔۔

اور پھر اپکو پتہ ہے کہ وہ سنان سمیت باقی تینوں کے لیے کتنی پوزیسو ہیں۔ انہیں ان چاروں نمونوں سے حقیقی معنوں میں اتنا پیار ہے۔۔ کہ وہ اپنی محبت سے زیادہ سے توانکے ماں باپ کی محبت بھی برداشت نہیں کرتیں۔ اپکو کب سمجھ آئے گی بیگم کہ وہ سفیہ خانم ان چار گنڈوں کی لیڈی ڈون ہیں۔

آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ چاروں کس طرح اپنے الٹے الوان سے

سیدھے کروالیتے ہیں۔اب عیس کی ہی مثال لے لیں۔اس نے حسن بھائی کو کیسے منٹوں میں سیدھا کروایا ہے۔
اور آپکے بیٹے کی ساس پر بھی انکی خاص نظر ہے۔ باقی آپ دیکھ لیں کیا کرنا ہے۔

مصطفیٰ صاحب نے بی جان کی پراک لمبی تعریف کرتے ساتھ دلیلیں اور ثبوت بھی پیش کیے تھے۔تاکہ اپنی بیگم کو ہوش دلا سکیں۔

کلثوم بیگم سیج میں جھرجھری سی لے گئیں۔اوراپنا موبائل اٹھاتے جلدی سے باہر نکل گئیں۔انکے جانے کے بعد وہ شکر کرنے لگے تھے۔

یہ لو یہ پھر سو گئی ہے۔۔

بی جان کرسی پر بیٹھتے بلند آواز میں بولیں تو زلیخا بیگم اپنی ہنسی ضبط کر گئیں۔ صبح انہوں نے علیزے کو بہت مشکلوں سے اٹھایا تھا۔ کیونکہ اسکی نیند پوری ہی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ حیران تھیں کہ وہ کیوں اتنا سو رہی ہے۔ بی جان کے حکم پر عیس صبح شرافت سے مشعل کو فلیٹ پر چھوڑ گیا تھا۔ اور خود وہ چاروں اپنے ضروری کام سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ جبکہ کرنلز انکے فارم ہاؤس پر تیاریاں کروا رہے تھے۔ آغا جان بھی وہیں تھے۔

چونکہ ضرار اور سلطان دونوں کے فلیٹ اک جیسے تھے۔ جگہ کم ہونے کی وجہ سے وہ سب لوگ یہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی لئے وہ لوگ رات تک فارم ہاؤس میں شفٹ ہونے والے تھے۔ میر پور سے بھی سب آ رہے تھے۔ جبکہ شیراز پاشا کی متاع جان گل جہاں بیگم بھی رات تک پہنچنے والی تھیں۔

بی جان علیزے اور مشعل کو اپنی نگرانی میں ناشتہ کروانے کے لیے لے کر بیٹھیں تھیں۔ لیکن اتنا ہیوی ناشتہ دیکھ کر مشعل تو تب سے واشروم میں الٹیاں کر رہی تھی۔ جس کو دیکھنے کے لیے بی جان اسکے پیچھے گئی تھیں۔ واپس آنے پر علیزے ٹیبل پر سر رکھے نیند پوری کر رہی تھی۔

کیا کروں میں ان نازک کلیوں کا، اگر یہ ہی حال رہا تو یہ بچے نہیں چوزے پیدا کریں گئیں۔

بی جان پریشان ہوتے بولیں تھیں۔

مورے آپ فکر نہیں کریں ابھی شروع کے دن ہیں نہ تو اس لئے بچیوں کا ایسا حال آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گئیں۔

زلیخا بیگم نے انہیں تسلی دینا چاہی تو وہ مطمئن انداز میں سر ہلا گئیں۔

اسی وقت سلطان لاونج میں داخل ہوا تو بی جان اسے آواز لگا گئیں۔

چھوٹے خان بات سنو ہماری۔۔

بی جان کی آواز پر سلطان نے موبائل سے نظریں اٹھاتے انکی طرف قدم بڑھائے تو وہ سامنے اشارہ کر گئیں۔

جبکہ سامنے کا منظر دیکھ کر سلطان نے جاں نثار ہوتے موبائل پاکٹ میں رکھا تھا۔اپنے میرون گھنگریالے بالوں سے بے خبر ریڈ سوٹ میں ٹیبل پر سر رکھے وہ معصومیت سے سو رہی تھی۔

سلطان مچلتے دل کے ساتھ علیزے کی طرف آیا تو بی جان اسکو قربان ہوتے ماتھا پیٹ گئیں۔

چھوٹے خان ہم نے اپکو یہاں قربان ہونے کے لئے نہیں بلایا تھا۔
بی جان چباتے ہوئے بولیں تو سلطان نچلے لب کا کونہ دباتے اپنی متاعِ جاں کا سر اٹھا کر خود کے ساتھ لگا گیا۔

یہ ایسے کیوں سو رہیں ہیں مورے۔۔
سلطان نے محبت پاش نظروں سے علیزے کی طرف دیکھ کر استفسار کیا تو بی جان کا دل کیا ان دونوں کو اک اک لگا دیں۔

ہمیں یہ بیڈ پر سوئی اچھی نہیں لگ رہی تھیں۔اس لئے سوچا کہ تھوڑا سا ظلم کرتے انکو ٹیبل پر سلا دیتے ہیں۔

بی جان طنزیہ انداز میں بولیں تو سلطان مسکراہٹ دبا گیا۔
جبکہ علیزے نیند میں سلطان کے گرد بازوؤں کا ہار پہناتے سو گئی تھی۔وہ

اسکا سر کندھے پر رکھے اب ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

بی جان کیوں میری خوبصورت خانم پر غصہ کر رہیں ہیں۔۔
سلطان نے علیزے کے بال سنوارتے بی جان سے پیار سے پوچھا تھا۔

بی جان میں مشعل کو دیکھ کر آتی ہوں ابھی تک بچی واپس نہیں آئی۔
زلیخا بیگم انہیں بتا کر کمرے کی جانب بڑھیں تو بی جان پھر سلطان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

آپکی یہ خوبصورت خانم صبح سے بھوکی بس نیند پوری کر رہیں ہیں۔ نہیں مجھے تم لوگ یہ بتاؤ کہ کونسے نشے کر کر کے بچہ پیدا کرنے لگے ہو جو انکی نیند پوری نہیں ہو رہیں اور ادھر وہ الٹیاں کر رہی رہے۔

بی جان تڑخ کر بولنا شروع ہوئیں تو بولتیں چلی گئیں۔
کیونکہ انہیں سچ میں ان کی لاپرواہی پر تپ چڑھ رہی تھی۔اس حال میں زیادہ دیر تک بھوکا رہنا اچھی بات نہیں تھی۔

علیزے بی جان کی گرج و پکار پر آنکھیں کھولتی معصومیت سے سلطان میں چھپی تو سلطان پھر اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔

نہ کریں بی جان دیکھیں میری خانم اپ سے خوفزدہ ہو رہیں ہیں۔
سلطان نے علیزے کو خود سے لگاتے لاڈ سے کہا تو بی جان اسے گھورنے لگیں۔

خان مجھ سے آپ سمیت نئے نئے بننے والے ماں باپ پٹ جائیں گئے۔
بہتر ہے اپنی اپنی خانم کو ٹھیک کر لیں۔ عیس کہاں ہے۔

بی جان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہتے عیس کا پوچھا تھا۔ تو سلطان کو بے اختیار یاد آیا کہ وہ نمونہ باہر گاڑی میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا ہے

وہ باہر گاڑی میں ہے بی جان۔۔

علیزے کی گال سہلاتے سلطان نے انکو جواب دیا تھا۔

عیس کو اندر بلائیں اور ان دونوں کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں ابھی باقی اپنے کام بعد میں کیجیے گا۔ وہ ننھی چڑیا الٹیاں کر کر کے ہلکان ہو رہی ہے۔

بی جان نے سلطان کو حکمیہ انداز میں کہا تو سلطان اثبات میں سر ہلاتے عیس کو اندر بلانے کے لئے کال کرنے لگا۔

سلطان نے علیزے کے سر پر ڈوپٹہ اوڑھتے ہوئے اسکے بال کور کیے تھے۔ جو کھلے ہونے کی وجہ سے نیچے لٹک رہے تھے۔

عیس اک منٹ میں اندر موجود تھا۔

کیا ہوا بی جان۔۔

بی جان کے گلے میں بازو ڈالتے اس نے لاڈ سے پوچھا تو وہ اسکے ہاتھ پر تھپڑ رسید کر گئیں۔

اندر جاؤ تمہاری وہ ننھی منی بیوی ہلکان ہو رہی ہے۔ابھی کے ابھی تک تم دونوں ان کو لے کر ڈاکٹر کے پاس جاؤ بس۔۔

بی جان نے کڑھتے ہوئے اسے کہا تو مشعل کی طبیعت خرابی کا سنتے بنا کوئی جواب دیے وہ جلدی سے اندر کی طرف بڑھا تھا جبکہ بی جان منہ کھول کر اسے دیکھتے رہ گئیں۔

سارے ہے سارے ہی عشق میں اندھے ہوئے پڑے ہیں۔

عیس کو عجلت میں بھاگتے دیکھ کر وہ سلگتے ہوئے بولیں تو سلطان دلکش

قہقہہ لگاتے علیزے کو بازوؤں میں اٹھائے کمرے کی جانب لے کر بڑھ گیا۔

مشو۔۔۔

عیس مشعل کو روتے دیکھ کر جلدی سے اسکی طرف آیا تھا۔جو زلیخا بیگم کی گود میں سر رکھے آنکھوں کو مسلتے ہوئے روئے جا رہی تھی۔

عیس کو اچانک دیکھ کر وہ زلیخا بیگم کی گود میں چھپنے لگی تھی۔

کیا ہوا اسے خانم ڈارلنگ۔۔۔

مشعل کو چھپتے دیکھ کر عیس نے زلیخا بیگم سے فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔

وومٹنگ کی وجہ سے پریشان ہو گئیں ہیں بس آپ ان کا چیک اپ کروا کے لائیں۔۔

زلیخا بیگم نے مشعل کے کالے گھنے بالوں کو سہلاتے عیس کو بتایا تو وہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔ جو کانپتے ہوئے روئے جا رہی تھی بس۔۔

مشوا ٹھو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔۔

عیس نے اسکا ہاتھ تھام کر پیار سے کہا تو وہ بری طرح اسکا ہاتھ جھٹکتے اپنا ہاتھ چھڑا گئی۔

مورے انکو کہیں کہ چلیں جائیں یہاں سے مجھے ان سے بات نہیں کرنی یہ سب انکی وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔۔

مشعل اپنی ہچکیاں روکتے روتے ہوئے چینخی تو زلیخا بیگم عیس کو معنی خیزی نظروں سے دیکھتی مسکراہٹ دبا گئیں۔ جبکہ عیس اپنے چوزے

کے الفاظ پر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

عیس کو انجان بننے کی کوشش کرتے دیکھ کر زلیخا بیگم کا خوبصورت قہقہ کمرے میں گونجا تھا۔

میں جا رہی ہوں اپنے چوزے کو اب خود سنبھال لیں۔۔
زلیخا بیگم کھڑی ہوتے کمرے سے نکل گئیں تھیں۔تاکہ وہ دونوں اک ساتھ وقت گزار سکیں۔

میرا چوزہ کیوں اتنا رو رہا ہے۔۔
عیس نے مشعل کو اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا تو وہ اسکی گردن میں منہ چھپاتے بری طرح رو پڑی۔ مشعل کو ایسے روتے دیکھ کر وہ بے چین ہوا تھا۔

کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو میری جان۔۔

عیس نے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے محبت سے کہا تو وہ غصے سے اسکی گردن پر کاٹنے لگی۔اسکے اچانک حملے پر عیس نے اسے بلکل بھی نہیں روکا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔کہ جب تک اسکی بیوی اسے دانتوں سے اچھی طرح کاٹ نہیں لے گی۔وہ ٹھنڈی نہیں ہونے والی۔۔

میرے بال بھی بڑے ہو گئے ہیں مجھے پارلر بھی نہیں لے کر جاتے اوپر سے مجھے اتنی وومٹنگ ہو رہی ہے۔میں کیا کروں،کسے بتاؤں۔۔

مشعل اپنے بڑھے ہوئے بالوں کو ماتھے سے پیچھے کرتے ہچکیوں سمیت بتانے لگی تو عیس اسکے معصوم شکووں پر اپنا ہونٹ کاٹنے لگا۔جبکہ اسکے معصومیت سے کسے بتانے پر تو دل دھک دھک کرنے لگا تھا

ائم سوری میرا بچہ میری غلطی ہے چلو اٹھو پہلے ہم چیک اپ کرواتے ہیں۔
پھر ہم سیلون جا کر اچھی سی کٹنگ بھی کروائیں گئے۔

عیس نے اپنے سینے سے اسکا چہرہ باہر نکال کر اپنے سامنے کیا۔ تو اسکی ڈارک براؤن آنکھوں کو سرخ ہوتے دیکھ کر وہ لب بھینچ گیا۔ رونا اسکی بیوی کا فیورٹ مشغلہ تھا۔ جسے وہ پوری تیاری کے ساتھ پورا کرتی تھی۔ لوگ اپنے ہاتھوں سے آنسو صاف کرتے ہیں۔ اور اک اسکی بیوی تھی۔۔ جو ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر ان سے آنکھوں کو مسل مسل کر لال کر دیتی تھی۔ اور آج بھی وہ ایسے ہی کر رہی تھی۔ وہ تو عیس نے اسکے ہاتھوں کو قابو میں کیا ہوا تھا۔

عیس اسے گود میں اٹھائے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے لایا۔ اسے نیچے بٹھا کر عیس نے ٹیبل پر نظریں دہرائیں تو اسے سکرنچی پڑی نظر آئی جسے اٹھا کر

عیس نے اسکے بالوں کو سمیٹنا شروع کیا۔۔

کیا کر رہے ہیں اپ۔۔
عیس کو اپنے بالوں کو اکٹھا کرتے دیکھ کر مشعل نے پوچھا تھا۔۔
تمہارے لمبے بال سمیٹ رہا ہوں۔۔جب یہ سیٹ ہو جائیں گئے تو پھر کھول لینا۔۔
عیس نے اسکے بالوں کی پونی کرتے اسے سکرنچی پہنائی تو مشعل حیرت سے اسے شیشے میں دیکھنے لگی۔ جہاں وہ اسکے بالوں کی پونی کر رہا تھا۔

اب ٹھیک ہے نہ۔۔
عیس نے اسکے ماتھے سے بال پرے کرتے پوچھا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔
ہمہ وقت ماتھے پر بکھرے ہوئے بال بڑے ہو جانے کی وجہ سے اسکی آنکھوں کو ڈسٹرب کر رہے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ مزید چڑ رہی تھی۔

اب عیس نے اسکے بالوں کی پونی بنائی تو اسے کچھ بہتر محسوس ہونے لگا تھا۔ مشعل کے بال کالے گھنے شولڈر کٹ تھے۔ لیکن دو مہینوں سے اس نے اپنے بالوں کی ٹرمنگ نہیں کروائی تھی۔ ورنہ ہر مہینے منیزے اپنے ساتھ انکو تینوں کو بھی سیلون لے جاتی تھی۔ جہاں وہ خود کے ساتھ ساتھ ان تینوں کی بھی گرومنگ کرواتی تھی۔ پر اب ایگزامز میں مصروف ہونے کی وجہ سے ان سب کو ٹائم نہیں مل پایا تھا۔

کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنی آنکھوں اور چہرے کا ایسے بھی کوئی روتا ہے کیا۔۔

عیس نے اسکی نم پلکوں کو چومتے افسوس سے کہا تو وہ اسے غور سے دیکھنے لگی۔

روں نہ تواور کیا کروں، اتنی بری طرح وومٹنگ ہوتی ہے۔ جیسے میرا دل باہر نکل آئے گا۔اور پھر مجھے اکیلا چھوڑ کر آپ خود پتہ نہیں کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔

مشعل معصومیت سے بھیگے لہجے میں اسکی بات کا جواب دیتے بولی توعیس کو اپنے چھوٹے سے چوزے پر بے ساختہ جی بھر پر پیار ایا۔

میرا بچہ مجھے مس کرتا ہے کیا۔۔
عیس نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے استفسار کیا تو وہ ہولے سے سر اقرار میں ہلانے لگی۔وہ نہیں جانتی تھی۔کہ جب سے اسے پریگنینسی کا پتہ چلا ہے تب سے وہ اسکی اتنی کمی کیوں محسوس کرنے لگی ہے۔

اگر میں پاس رہا نہ بے بی تو پھر تمہاری ننھی سی جان پر شدتیں نچھاور کرتا

رہوں گا۔ کل رات بھی تم رونے لگی تھی۔ یاد ہے نہ۔۔

عیس اسے گود میں اٹھائے بیڈ کی طرف پھر آیا تھا۔ مشعل کو بیڈ پر کھڑا کر کے اسکے دوبٹے کو تلاشنا چاہا تھا۔
جبکہ مشعل اسکی بے باک باتوں پر نظریں جھکا گئی تھی۔

اب پھر نیچے دیکھنا شروع ہو گئی ہو بتاؤ مجھے قریب رکھنا ہے تو پھر مجھے روکو گی تو نہیں نہ۔۔

عیس نے زو معنی انداز میں کہتے اسے دوبٹہ اوڑھایا تو مشعل غصے سے اسکا ہاتھ جھٹک گئی۔ وہ اسے کیا کہنا چاہ رہی تھی اور اسے اپنی پڑی ہوئی تھی۔

جائیں آپ یہاں سے مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔ کوئی ضرورت نہیں اپکو میرے ساتھ اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی۔ اور نہ ہی مجھے کوئی چیک ویک کروانا

ہے۔جائیں آپ بس یہاں سے۔۔

مشعل غصے سے چیختے ہوئے اسکا ہاتھ جھٹک کر بیڈ سے نیچے اتری تو بے دھیانی میں اسکا پاؤں مڑا تھا۔ تبھی عیس نے بروقت آگے ہوتے اسے گرنے سے بچایا تھا۔عیس نے اسے بیڈ پر کھڑا کیا ہوا تھا۔جب وہ غصے سے نیچے اتر آئی تھی۔

دماغ ٹھیک ہے ابھی چوٹ لگوالیتی تو عیس غصے سے اسکے بازو کو جھٹکا دیتے بولا تھا۔

مشعل کی لاپرواہی پر اسکا غصے سے میٹر شارٹ ہوا تھا۔ابھی وہ بری طرح گر کر خود کو چوٹ لگوالیتی اوپر سے اس حال میں بھی تھی۔عیس کا سوچ سوچ کر غصے سے برا حال ہونے لگا تھا۔

جبکہ مشعل تو اسکی دھاڑ پر سہم سی گئی تھی۔اک دم سے گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا تھا۔عیس کو ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھتے وہ روتے ہوئے کمرے سے نکلتی چلی گئی۔

عیس نے اسکی آنکھوں میں پھر آنسو دیکھتے زور سے بیڈ کو ہٹ کیا تھا۔وہ ہمیشہ طبیعت کے خلاف اسے پیار سے ڈیل کرتا تھا۔پر آج اسکی لاپرواہی پر نا چاہتے ہوئے بھی وہ ہارش ہو گیا تھا۔۔

وہ جانتا تھا کہ وہ اسے اس حالت میں اسے مس کرتی ہے۔پر جاب کے ساتھ ساتھ بزنس کی وجہ سے وہ چاروں فیملی کے لئے بلکل بھی وقت نہیں نکال پاتے تھے۔وہ لوگ تو پھر بھی اپنی فیملی کے منہ دیکھ لیتے تھے۔جبکہ اک سنان مصطفیٰ تھا۔جو پچھلے کتنے ہفتوں سے گھر نہیں گیا تھا۔

تاکہ اس یار اپنی اپنی بیوی کو وقت دے سکیں۔

ضبط سے بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ کمرے سے باہر نکلا تو اسکی بیوی علیزے کے گلے لگی ہچکیاں لے رہی تھی۔ جبکہ سب اسے پریشان نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

کیا کہا ہے اب تو نے گڑیا کو۔۔۔ سلطان نے مشعل کو بری طرح روتے دیکھ کر کڑھے تیوروں سے عیس کو پوچھا تو وہ اسکے لرزتے وجود کو دیکھ کر گہری سانس بھر گیا۔

کچھ نہیں بس زرا سا ڈانٹ دیا ہے تو میڈم نہریں بہانے لگ گئی ہے۔

عیس نے مشعل پر نظریں جماتے ہوئے بے پرواہی سے جواب دیا تھا۔

علی تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا بچی پہلے اس حال میں ہے اور تم اسے ڈانٹ کر مزید ہلکان کر رہے ہو۔۔

عیس کے آرام سے بتانے پر بی جان نے سخت تیوروں سے کہا تو وہ وہ بالوں

میں ہاتھ پھیرتے سلطان کو دیکھنے لگا جو پہلے ہی اسے گھور رہا تھا۔

بے غیرت انسان جب تجھے پتہ ہے کہ وہ تیری زرا سی ڈانٹ برداشت نہیں کرتی تو کیوں ڈانٹتا ہے اسے۔۔
سلطان نے گھورتے ہوئے اسے شرم دلانا چاہی تھی۔ جبکہ عیس پھر بھی خاموش رہا۔
مشعل مزید اونچی ہچکیاں لیتی رونے لگی تھی۔ جس پر عیس تڑپتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تو مشعل تیش سے اسکا ہاتھ جھٹکتے ہوئے علیزے کے اندر چھپنے لگی۔ علیزے فکر مندی سے اسکا رونا دیکھ رہی تھی بس۔

سلطان اسے ریڈی کروا کے باہر لایا تھا۔ تاکہ وہ دونوں اک ساتھ انکا چیک اپ کروالائیں۔ اور اب مشعل باہر نکل کر بری طرح رونا شروع ہو گئی تھی۔

مشعل ایسے نہیں روتے نہ چندا۔۔

علیزے اسکے آنسو صاف کرتے بولی تو وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ جس پر علیزے کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ مشعل کے آنسو صاف کرتے وہ اسے گلے سے لگاتے عیس کو گھورنے لگی۔ جواب ترسی نگاہوں سے مشعل کو دیکھ رہا تھا۔

مشو چلو آؤ نہ پھر چیک اپ کے لئے بھی نکلنا ہے۔۔

عیس پھر اک دفعہ اسکے قریب آتے بولا تو مشعل خونخوار تاثرات سے اسے گھورنے لگی۔ سب نے اسکے دیکھنے کے انداز پر اپنی اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ وہ علیزے کے گلے لگی بیٹھی تھی۔

مجھے آپکے ساتھ کہیں بھی نہیں جانا تو آپ چلے جائیں یہاں سے بہتر یہی

ہے۔۔

مشعل نے سپاٹ چہرے سے عیس کو کہا تو وہ بیچارگی سے سب کو دیکھنے لگا۔

اک تو غلطی بھی میڈم کی اپنی تھی۔اوپر سے چڑھائی بھی وہ خود کر رہی تھی۔

عیس کی بے بسی پر سب نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے تھے۔۔کہ اپنا کیا خود بھگتو اب۔

میرا بچہ میرے ساتھ تو چلے گا نہ چیک اپ کے لئے۔۔۔

سلطان نے مشعل کے پاس بیٹھتے ہوئے اسکے آنسو صاف کرتے لاڈ سے پوچھا تو وہ جلدی سے ہاں کر گئی۔۔جس پر عیس کو صحیح معنوں میں تپ چڑھی تھی۔

اپنے بھائیوں کے سامنے تو وہ اسے کسی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔

بی جان نے محبت سے اتنا خوبصورت منظر دیکھا تھا۔انکا خاندان انکے قریب تھا۔تو وہ بہت خوش تھیں۔سب کو اک ساتھ دیکھ کر تو وہ خوشی سے مسرور ہوتی رہتیں تھیں۔

بھیا میں بس آپکے ساتھ جاؤں گا انکو ساتھ نہیں لے کر جانا ہم نے۔۔
مشعل نے لاڈ بھرے انداز میں سلطان سے شرط رکھی تو سب اسکے انداز پر مسکرا دیے۔۔وہ ایسے لاڈ اپنے بھائیوں سے ہی کرتی تھی۔۔

سنان مصطفیٰ کے ساتھ تو وہ چھم چھم کھیلتی رہتی تھی۔اور سلطان کے لئے اسکا لاڈلہ بچہ بن جاتی تھی۔۔جبکہ ضرار اسکے لئے سب سے بڑی سپورٹ تھا۔

اپنی اتج، لک، دل غرض ہر انداز سے وہ معصوم تھی۔اسی لئے سب کو بہت پیاری تھی۔

سلطان نے ہنستے ہوئے اسکے بال سنوارتے ہوئے اسکا حکم
مانا تھا۔۔ بھلا وہ اپنے بچے کا حکم کیسے ٹال سکتا تھا۔
اتنی چھوٹی سی عمر میں وہ ماں بننے کے رتبے پر فائز ہونے لگی تھی۔۔اسی لئے
سب کی کوشش تھی۔۔ کہ وہ اسے جتنا ہو سکے خوش رکھیں۔۔ کیونکہ
وومٹنگ سے وہ بے حال ہو کر بری طرح رونے لگتی تھی۔

علیزے نے ہنستے ہوئے اسکا ماتھا چوما تھا۔وہ ننھی سی چڑیا تھی۔
دونوں ہتھیلیوں سے انسو صاف کرتی وہ ناک چڑھا کر عیس کو زبان سے
چڑاتے ہوئے ایٹیٹیوڈ سے اسکے پاس سے گزر کر روم میں گئی تھی۔۔تاکہ
جوتا پہن سکے۔
جبکہ عیس کی اتنی عزت افزائی پر سب کا قہقہ گونج اٹھا تھا۔ جس پر عیس بھی
دلکش مسکراہٹ سے اپنی داڑھی کھجانے لگا۔

اپنی ناراضگی میں وہ عیس علی کو کسی کھاتے میں نہیں رکھتی تھی۔رات کمرے میں اسے سیٹ کرنے کا سوچ کر وہ اپنے دھڑکتے دل کو سنبھالنے لگا۔

مشعل جوتا پہن کر آئی تو علیزے اسکا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ سلطان بی جان کو کمرے میں میں چھوڑ کر باہر آیا تو عیس گاڑی میں بیٹھنے لگا تھا۔

کدھر۔۔

سلطان نے اسے اشارے سے پوچھا تو عیس سلگ اٹھا۔

خان میرے ساتھ انسان بنی ورنہ پٹ جائے گا۔۔

بیوی کی اگنورنس پر عیس کو پہلے ہی تپ چڑھ رہی تھی۔۔اور رہی کسر سلطان کے سوال نے پوری کی تھی۔

سوری مسٹر ہمدانی میرا بچہ آپکی موجودگی برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں ہے تو آپ کسی اور گاڑی میں آ سکتے ہیں۔

سلطان نے اسے مزید آگ لگاتے ہوئے مزے سے کہا تو عیس غصے سے مٹھیاں بھینچ گیا۔ گاڑی میں بیٹھی مشعل کو دیکھا تو وہ نظریں موڑ گئی تھی۔

جبکہ سلطان نے گاڑی سٹارٹ کرتے پورچ سے گاڑی باہر نکالی تو عیس غصے سے دوسری گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

بس نہیں چل رہا تھا۔ بہن کے چمچوں کا کچھ کر دیتا۔۔

عیس نے اپنی گاڑی سلطان کی گاڑی کے پیچھے لگاتے جلے دل کے ساتھ سوچا تھا۔

سلطان کو کلثوم ڈارلنگ کے کلینک کی طرف جاتے دیکھ کر عیس سپیڈ تیز کرتے اسکی گاڑی کو کراس کرتے آگے نکلا تھا۔ مشعل نے اپنے ڈائنوسار شوہر کو آگے جاتے دیکھ کر چڑتے ہوئے زبان چڑائی، تو علیزے ہنستے ہوئے اسے ٹوک گئی۔

پینتالیس منٹ بعد وہ لوگ کلثوم بیگم کے کلینک پر موجود تھے۔ جبکہ عیس ان سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا۔

کلینک کے اندر زیادہ رش نہیں تھا۔ عیس پہلے ہی کلثوم بیگم کے روم میں بیٹھ کر ان سے گپے لگانے لگا تھا۔
سلطان علیزے اور مشعل کو ساتھ لیے کلثوم بیگم کے روم میں داخل ہوا تو کلثوم بیگم انکو اندر آتے دیکھ کر خوشی سے مسکرا دیں۔

بڑی دیر کر دی ظالم یہاں آتے آتے۔۔

کلثوم بیگم نے سلطان کو دیکھتے نروٹھی نظروں سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا گیا۔

سوری ڈارلنگ آپ تو ہماری مصروفیات کے بارے میں سب جانتی ہیں نہ۔۔

سلطان نے انکا سر چومتے صفائی پیش کی تو وہ اسکے بازو پر تھپڑ رسید کر گئیں۔

مصروفیات کو چھوڑ کر یہ بتاؤ تم لوگ کہ کیا تم لوگوں پر فرض نہیں کہ ماؤں کو نکاح میں شامل کر لو۔۔

کلثوم بیگم نے گھورتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا تو عیسیٰ انجان بنتے چھت کو گھورنے لگا تھا۔ جبکہ سلطان انکے شکوے پر ہونٹ کاٹنے لگا۔

علیزے اور مشعل مسکراتے ہوئے پہلی بار کلثوم بیگم کو دیکھ رہیں تھیں۔ سلطان نے انہیں بتایا تھا۔۔ کہ یہ انکے سنان بھیا کی مام اور انکی تیسری ساس ہیں۔۔ جبکہ چوتھی ساس گل جہاں بیگم رات کو آنے والی تھیں۔

ڈارلنگ ہمیں چھوڑیں اپنی بہوؤں پر بھی نظر کرم کر لیں۔۔

سلطان نے انکا دھیان خود سے ہٹا کر پیچھے کھڑیں علیزے اور مشعل کی طرف کروایا تو وہ خوشی سے انکی طرف بڑھ گئیں۔

بچیاں تو بڑی خوبصورت ڈھونڈیں ہیں تم لوگوں نے۔۔

علیزے اور مشعل کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے وہ چل انداز میں عیس اور سلطان سے بولیں تو وہ انکے انداز پر قہقہ لگا گئے۔

انکی یہ ماں ایسی ہی تھی۔ شوخ و چنچل انکی معصوم سی دوست۔ وہ ان چاروں کے لئے انکی دوست جیسی تھیں۔

کلثوم بیگم کے تعریف کرنے پر وہ جھینپ سی گئیں۔ جبکہ کلثوم بیگم کے سفید و نازک وجود کو دیکھ کر وہ حیران ہو رہیں تھیں۔ کہ وہ جتنی ینگ لگ رہیں تھیں۔ کہیں سے بھی وہ اک جوان بیٹے کی ماں نہیں معلوم ہوتی تھیں۔

علیزے اور مشعل کو گلے ملتے ہوئے وہ بے اختیار ان دونوں کا ماتھا چوم گئیں۔

باہر نکلو مجھے انکا چیک اپ کرنے دو پھر بلاتی ہوں تم لوگوں کو۔۔

کلثوم بیگم نے ان دونوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ سر کو خم دیتے باہر چلے

گئے۔

انکے جانے پر کلثوم بیگم شائستگی سے ان دونوں سے تفصیلات اور انکی کنڈیشن معلوم کرنے لگیں۔

علیزے اور مشعل باری باری انکو اپنی اپنی حالت کے بارے میں بتانا شروع ہوئیں تو وہ غور سے سنتے انکا بی پی چیک کرنے لگیں۔

مکمل اطمینان کرتے کلثوم بیگم نے باہر انتظار کرتے اپنے بیٹوں کو اندر بلایا تھا۔

جس پر وہ دونوں پھر اک دفعہ انکے سامنے بیٹھے تھے۔اور علیزے اور مشعل بھی انکے ساتھ بیٹھ گئیں تھیں۔

پہلے تم سنو ہینڈسم لڑکے۔۔۔چونکہ آپکی بیوی ابھی بہت چھوٹی ہیں۔اور

پھر کمزور بھی بہت ہیں۔۔ارلی پریگننسی میں ہارمونز چینجز کی وجہ سے اکثر اوقات بعض لڑکیوں کو بہت وومٹنگ اشو ہوتا ہے۔اور ایسا اس لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ پہلی اور جلدی پریگننسی میں شوگر لیول بہت لو رہتا ہے۔اور ہماری نازک سی بہو نے صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا۔اور ٹائم دیکھو کیا ہو گیا ہے۔ایسی حالت میں شوگر لیول سلامت کہاں رہے گا۔

کلثوم بیگم نے مشعل کی وومٹنگ کی وجہ بتانے کے ساتھ یہ بھی بتایا تھا۔کہ آدھا دن گزر جانے کے بعد بھی وہ بھوکی ہے۔

کلثوم بیگم کے کہنے پر عیس نے اک جتاتی نظر مشعل اور سلطان پر ڈالی تو مشعل شرمندہ ہوتے چہرہ جھکا گئی۔

تمہیں میں گھورنے کے لیے نہیں کہا بس اس لئے بتا رہی ہوں کہ آئندہ یا twins اس بات کا دھیان تم رکھو گئے۔کیونکہ وومٹنگ اکثر

بے بیز کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ triplets

کلثوم بیگم گہرا مسکراتے ہوئے بولیں تو وہ حیرت زدہ آنکھوں سے مشعل کی طرف مڑے۔

کیا سچ میں ایسا ہے کلثوم ڈارلنگ۔۔

عیس پر جوش ہوتے انکا ہاتھ پکڑتے پوچھنے لگا تو وہ قہقہ لگا گئیں۔۔ جبکہ مشعل تو لال انگارہ ہو گئی تھی۔ علیزے تو خوشی سے اچھلتے مشعل کو گلے لگا گئی تھی۔ سلطان بے حد خوش ہوا تھا۔

یہ میں دو مہینوں بعد کلئیر کروں گی۔۔ ابھی تم بس اسکو سرپرائز رہنے دو۔ اور ہاں بچی کی وومٹنگ روکنے کے لئے اسکو تھوڑا کھلانا ہے اور ہلکا پھلکا کھانا کھلانا ہے۔ جو لوفیٹ ہو۔

اسکے علاوہ اسکو موڈ سوئنگز ہونگے تو انکو پیار سے ہینڈل کرنا ہے۔ کیونکہ ابھی اس پیریڈ کے لئے وہ بہت نازک ہے۔۔پر پھر بی اللہ ہر بھروسہ رکھ کر ہر لحاظ سے کیئر کرنی ہے۔

کلثوم بیگم نے سرپرائز رکھتے مزید تفصیل سے آگاہ کیا تو عیس تیز ہوتی ڈھرکنوں سے سر اثبات میں ہلا گیا۔۔جبکہ مشعل تو اپنی انگلیاں مروڑنے لگی تھی۔

اور آپکی یہ خوبصورت خانم بھی سیم کنڈیشن میں ہیں۔

کلثوم بیگم نے پین گھماتے ہوئے مسکراتے ہوئے سلطان کی طرف نظریں کیں۔تو سلطان اور علیزے متجسس ہوتے الجھ گئے۔

سیم کیسے ڈارلنگ۔۔۔

سلطان نے اپنی خانم کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ٹھہرے انداز پوچھا

تھا۔

سیم ایسے میرے پیارے بچو کہ ادھر بھی ٹوئنز ہو سکتے ہیں۔
کلثوم بیگم بھرپور قہقہ لگاتے بولیں تو اک ساتھ سب کی آنکھیں پھیلیں تھیں۔ جبکہ علیزے تو اپنی تیز ہوتی ڈھرکنوں کو سنبھالنے لگی تھی۔

نہ کریں یار ان دونوں کو آگ لگ جانی ہے۔
عیس سنی اور ضرار کاری ایکشن یاد کرتے سر پیچھے گراتے بولا تو سلطان بھی قہقہ لگا گیا۔ اس وقت ان دونوں کے چہرے اتنی بڑی خوشی پر چمکنے لگے تھے۔ جبکہ دل اپنے خدا کا شکر ادا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

کلثوم بیگم ہنستے ہوئے کندھے اچکا گئیں۔ جیسے کہنا چاہ رہی ہوں کہ تم لوگوں کو کیا دھرا ہے سب۔۔
باقی اک ضروری بات علیزے کو جواوور سلیپنگ کا اشو ہو رہا ہے۔ وہ اکثر

اوقات بے بی کی گروتھ میں برا بلمز کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تو اس سلسلے میں علیزے کا چیک ریگولر ہونا بہت ضروری ہے۔ اسکے علاوہ انکی ڈائٹ کا بہت خیال رکھنا ہو گا۔ کیونکہ یہ دو نہیں بلکہ چھ لوگ ہیں اب۔۔

کلثوم بیگم نے ہاتھ کی انگلیوں سے کنفرم چھ بتاتے کہا تو عیس اور سلطان خوشی سے جھوم اٹھے۔

سلطان اور عیس اچانک اپنی جگہ جگہ سے کھڑے ہوتے کلثوم بیگم کو خوشی سے گلے لگاتے اٹھا گئے تو وہ چیخ اٹھیں۔

بدتمیز و مجھے نیچے اتارو اپنی بیویوں کو اٹھاؤ جنہوں نے اتنی بڑی خوشخبری دی ہے۔

ان دونوں کے کاندھوں پر تھپڑ مارتے وہ کہنے لگیں۔ تو علیزے اور مشعل شرم سے گلابی ہو گئیں۔۔

خوش خبری تو آپ نے بتائی ہے نہ اس لئے پہلے اپکو اٹھانا بنتا ہے۔ عیس نے کلثوم بیگم کو گول گول گھماتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تو وہ چینخیں مارنے لگیں۔ جبکہ سلطان نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے سر سے پیسے وارتے انکا صدقہ اتارا تھا۔ جو سر جھکائے بیٹھیں تھیں۔

باہر کلینک کا سٹاف ہنستے ہوئے باتیں کر رہا تھا۔ سارا اسٹاف جانتا تھا۔ کہ انکی میم کے بیٹے جب بھی کلینک پر آتے ہیں۔ تو کلینک پر ایسے ہی چینخیں بلند ہوتیں ہیں۔

عیس جو انکو گول گول گھما رہا تھا مصطفیٰ کاظمی کو اندر آتے دیکھ کر بے اختیار رک گیا۔
مصطفیٰ کاظمی اپنی بیوی کو لینے آئے تھے کیونکہ انہیں آج اپنی بہو کے لئے

شاپنگ کرنی تھی۔۔پر یہاں سلطان اور عیس کو پہلے سے دیکھ کر وہ حیران ہو گئے۔۔اور پھر عیس کی گود میں اپنی بیوی کو دیکھ کر وہ سلگ اٹھے تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر مشعل اور علیزے کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

اچھا ہوا آپ آگئے ہیں یہ میری جان لے لیں گئے مصطفیٰ۔۔
اپنے شوہر کو دیکھ کر کلثوم بیگم مدد طلب نظروں سے بولیں تو عیس مصطفیٰ کاظمی کی گھورتی نظروں پر کلثوم بیگم کو جلدی سے نیچے اتار گیا۔

ڈارلنگ ہم جا رہے ہیں انکو چکر لینے کی خوشخبری خود سنایئے گا۔میں سنانے بیٹھا نہ تو وہ مجھے نظروں سے ہی نگل جائیں گئے۔

عیس انکو کرسی پر بٹھا کر جلدی سے مشعل کو گود میں اٹھا کر باہر نکلا تھا۔اگر دو منٹ مزید رکتا تو مصطفیٰ کاظمی سے بے عزتی پکی تھی۔اتنی عمر ہو جانے

کے باوجود بھی یہ جلاد جیلس ہوتے تھے۔

عیس کے بھاگنے پر سلطان انکو ملتے ہوئے علیزے کا ہاتھ تھام کر اسکے پیچھے نکل گیا۔ کیونکہ اسکی بے عزتی کے چانس بھی ممکن تھے۔ کمرے سے باہر آتے ہی سلطان نے علیزے کو بازوؤں میں اٹھایا تو سب کے سامنے وہ بوکھلا گئی۔۔

جبکہ وہ اسکا ماتھا چومتے قدم اٹھاتے باہر نکل گیا۔ سارا اسٹاف انکو معنی خیزی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

انکے فٹ سے غائب ہونے پر مصطفیٰ کاظمی نے اپنی بیگم کو پانی پلاتے ہوئے اس ہلے گلے کی وجہ پوچھی تو وہ خوشی سے انہیں خوشخبری بتانے لگیں۔

اتنی بڑی بات سن کر وہ دانت پیستے رہ گئے۔۔ بدتمیزوں نے انکی بہوؤں سے

بات کرنے اور مبارک باد دینے کا موقعہ بھی نہیں دیا تھا۔اور بھاگ نکلے تھے۔

شام کے وقت وہ سب واپس آئے۔توبی جان اور زلیخا بیگم لاؤنج میں بیٹھی انکاانتظار کر رہیں تھیں۔کیونکہ حویلی سے سب فارم ہاؤس پہنچ چکے تھے۔۔اب بس انکاانتظار کیا جارہا تھا۔۔جبکہ آغا جان توخود کوئی دس دفعہ فون کرواچکے تھے۔۔کیونکہ وہ اپنی بہو کے بنااداس ہورہے تھے۔

خیریت ہے نہ کیا ہوا انکو جو یوا ٹھایا ہوا ہے۔

بی جان نے عیس اور سلطان کے بازوؤں میں علیزے اور مشعل کو دیکھ کر فکر مندی سے پوچھا۔وہ دونوں ہی بی جان کے سوال پر شرمیلی مسکراہٹ سے چہرہ چھپا گئیں تھیں۔

کلینک سے واپسی پر عیس مشعل کو سیلون لے گیا تھا۔ مشعل نے ضد کرتے جب علیزے کو بھی ساتھ چلنے کو کہا تو پھر سب اک ساتھ سیلون چلے گئے۔ جہاں عیس نے مشعل کے بالوں کو سیٹ کروادیا تھا۔ جو بال پہلے بڑے ہو جانے کی وجہ سے مشعل کو پریشان کر رہے تھے۔

کی فریش لک اسے خوشی میں مبتلا bangs اب مشعل کے ماتھے پر اسکے کر رہی تھی۔ جبکہ علیزے نے بھی سلطان کی منتیں کر کر کے اپنے بالوں کو نیچے سے سیٹ کروایا تھا۔

سلطان نے بہت مشکل سے اسے اس چیز کی اجازت دی تھی۔۔ ورنہ اسے اپنی خانم کے لمبے میرون گھنگریالے بال بے حد پسند تھے۔ سیلون سے فری ہوتے ہی عیس اور سلطان نے انکو شاپنگ کروائی تھی۔ اتنی بڑی خوشخبری حاصل ہونے کے بعد وہ ڈھیروں مٹھائیاں خرید چکے تھے۔

اب تین تین لوگ اک ساتھ کیسے چل سکتے ہیں بی ڈارلنگ۔۔۔
عیس نے مشعل کو صوفے پر بٹھاتے کہا تو بی جان اسے نا سمجھی سے دیکھنے لگیں۔

علیزے بھی سلطان کو آنکھیں دیکھاتی زمین پر تشریف لا چکی تھی۔ان دونوں کو جب سے ٹوئنز کی خبر ملی تھی۔وہ انہیں ایسے ہی گود میں اٹھائے پھر رہے تھے۔ جس پر وہ دونوں شرم کے مارے سر ہی نہیں اٹھا رہیں تھیں۔۔

علی باؤلے ہو گئے ہو کیا بولے جا رہے ہو۔۔
بی جان نے عیس سے کہا تو وہ خوشی سے بی جان کو اٹھا گیا۔آج وہ کسی نہ کسی کو گود میں اٹھا ہی رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں ڈارلنگ ہم سب باؤلے ہونے والے ہیں۔عیس نے بی جان کو گول گول گھماتے ہوئے کہاتوبی جان چکرا کر رہ گئیں۔

علییی۔۔۔پٹ جاؤ گئے مجھ سے بد تمیز لڑکے نیچے اتارو مجھے۔۔
بی جان چلاتے ہوئے بولنے لگیں تھیں۔۔لیکن عیس پر کسی پکار کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

چھوٹے خان کیا بات ہے۔۔اپ دونوں اتنا خوش کیوں ہیں۔۔
زلیخا بیگم نے سلطان کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔جو عیس کی حرکتیں دیکھ کر ہنسے جا رہا تھا۔علیزے اور مشعل تو شرم کے مارے روم میں جا کر بند ہو گئیں تھیں۔۔انکے شوہر تو سچ میں پاگل ہو گئے تھے۔

مورے ہم خان بابا بننے والے ہیں۔۔

سلطان نے زلیخا بیگم کے ہاتھ تھماتے خوشی سے لبریز آواز میں کہا تو وہ مسکراتے ہوئے الجھ گئیں۔

بی جان نے عیس کے بازوؤں پر تھپڑ مارتے اسے روکنا چاہا تھا۔تاکہ وہ سلطان اور زلیخا بیگم کی بات سن سکیں۔بی جان کے روکنے پر عیس لب کا کونہ دباتے ہوئے انکو گھمانا روک گیا۔۔البتہ بی جان کو نیچے نہیں اتارا تھا۔

یہ بات تو ہم پہلے سے ہی جانتے ہیں چھوٹے خان پر ابھی کی خوشی کی کیا وجہ ہے۔۔

زلیخا بیگم نے سلطان کے گولڈن بالوں کو ماتھے سے پیچھے کرتے محبت سے پھر پوچھا لیکن خوشی سے پاگل ہوتے سلطان کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔کہ کن الفاظ میں اپنی خوشی کی وجہ بتائے۔

مورے ہمارے ٹوئنز بچے ہونے والے ہیں۔۔
سلطان نے نیلی چمکتی آنکھوں سے اپنی خوشی کی وجہ سنائی تو زلیخا بیگم کی بے یقینی سے انکھیں پھیل گئیں۔۔

خان آپ سچ کہہ رہے ہیں کیا۔۔زلیخا بیگم نے آنکھوں میں بے یقینی کے تاثرات لیے پھر پوچھا تو سلطان دلکشی سے مسکراتے اقرار کر گیا۔ جس پر زلیخا بیگم نے خوشی سے اپنے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔

ہیں یہ ٹوئن کیا ہوتا ہے۔۔
بی جان نے الجھن سے سلطان کے ٹوئنز لفظ کو توڑتے ہوئے عیس کی طرف چہرہ گھما کر پوچھا تو عیس سر پیچھے گراتے ہنس دیا۔۔

بی جان ہمارے خان کے گھر میں اک ساتھ دو بچے آنے والے ہیں۔۔
زلیخا بیگم نے خوشی سے پھولے نہ سماتے انہیں بتایا۔ تو بی جان کی لائٹ سبز آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ بی جان نے عیس کی طرف دیکھا تو وہ ہاں میں سر ہلا کر انکی بات کو کنفرم کر گیا۔

مورے صرف میرے ہی نہیں بلکہ اس نمونے کے بھی ٹوئنز بے بی ہونے ہیں۔۔

سلطان نے ہنستے ہوئے عیس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ تو زلیخا بیگم حیرت سے عیس کی طرف مڑ گئیں۔۔ جس نے شرمانے کی ناکام کوشش کرتے پھر اس بات کو پکا کیا۔

بی جان علی کے گھر میں بھی اک ساتھ دو بچے ہونگے۔ مطلب ہمارے خاندان میں اک ساتھ چار بچے پیدا آنے والے ہیں۔ یا خدا تیری اتنی بڑی

عنایت کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔۔

زلیخا بیگم کی آنکھیں خوشی کے مارے نم ہو گئیں تھیں۔ جبکہ بی جان کو تو سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کہ وہ خوشی سے ایسا کیا کریں کہ پوری دنیا کو پتہ چل سکے۔

علی مجھے پھر گھماؤ میں آج خوشی سے جھوموں گی۔۔

بی جان نے عیس کو پھر گول گول گھمانے کا کہا۔ تو عیس اور سلطان کا فلک شگاف قہقہ گونج اٹھا۔ جبکہ زلیخا بیگم بھی بی جان کی فرمائش پر ہنس پڑیں تھیں۔

عیس بی جان کے حکم کے مطابق انکو گول گول گھمانے لگا تو وہ اس بار چیخنے کی بجائے خوشی سے جھومنے لگیں۔

اسی خوشی کو دوبالا کرنے کے لیے بی جان سب کو لئے جلدی جلدی فارم

ہاؤس جانے کے لئے نکلیں تھیں۔۔تاکہ وہاں جاکر سب کو اس بارے میں بتا سکیں۔

مصطفیٰ صاحب اور کلثوم بیگم ایرہ کے لئے شاپنگ کرنے کے لیے مال آئے تھے۔

وہ لوگ ایرہ کے لئے جیولری پیک کروا کے شاپ سے نکل رہے تھے۔۔کہ سامنے کا منظر دیکھ کر کلثوم بیگم کے قدموں کو یک دم بریک لگ گئی

مصطفیٰ یہ تو سلمہ ہے نہ۔۔

سامنے کی جانب اشارہ کرتے وہ بولیں تو مصطفیٰ کاظمی انکی نظروں کی زد میں دیکھ کر نفی میں سر ہلا گئے۔جہاں سلمہ کسی لڑکے کی بانہوں میں بانہیں

ڈالے انتہائی فیشن زدہ لک میں چلی آ رہی تھی۔

جی آپکی سلمہ بلمہ ہی ہے۔جی بھر کر دیکھ لیں اس سیمپل کو کہیں اسکو بہو بنانے کی کوئی حسرت اپکے دل میں رہ نہ جائے۔
مصطفیٰ صاحب جلے کٹے انداز میں بولنے لگے۔۔ جبکہ کلثوم بیگم تو حیرت میں غرق ہو چکیں تھیں۔

اپ میرے ساتھ آئے زرا۔۔ مصطفیٰ کاظمی کا ہاتھ تھامے وہ سلمہ کے پیچھے بڑھیں۔ جہاں وہ فوڈ کارنر میں آکر اک ٹیبل پر اس لڑکے کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

بیگم آپ مجھے یہ سب دیکھا کر کیوں بیزار کرنا چاہ رہیں ہیں۔
کلثوم بیگم کو سلمہ کا پیچھا کرتے دیکھ کر وہ بے زار لہجے میں کہنے لگے تو وہ

انہیں آنکھیں دیکھا گئیں۔

مصطفیٰ چپ تو کریں مجھے دیکھنے تو دیں کہ وہ اس لڑکے کے ساتھ کیا کرنے آئی ہے یہاں۔۔۔
کلثوم بیگم انکو آنکھیں دیکھاتے ہوئے ٹیبل پر بیٹھ گئیں تھیں۔

کیا کرنے آئی ہو گی، ظاہر ہے ساتھ لائے بکرے کو لوٹنے کے لئے ہی ادھر آئی ہے نہ۔۔
مصطفیٰ صاحب لاپرواہ انداز میں بڑبڑا گئے تو وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

کیا مطلب لوٹنے آئی ہے۔۔
کلثوم بیگم نے ان سے انکی بات کا مطلب جاننا چاہا تو وہ انجان بنتے ویٹر کو اس

طرف آنے کا اشارہ کرنے لگے۔

اب اپنی بیگم کو کیا بتاتے کہ انکی ناہونے والی بہو لڑکوں کو پھانس کر انہیں لوٹتی ہے۔اور یہ ساری باتیں وہ اس لئے جانتے تھے۔۔کیونکہ جس یونیورسٹی میں وہ پروفیسر ہیں۔یہ سلمہ بھی وہیں کی سٹوڈینٹ تھی۔ اک دن جب وہ کسی پروفیسر کی ریپلیسمنٹ پر کلاس لینے گئے تھے۔۔تو اس کلاس میں انہیں اس سلمہ نامی بلا کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ مصطفیٰ کاظمی نے اسکو اس لئے پہچان لیا تھا۔کیونکہ اسکی فلٹر زدہ تصاویر کلثوم بیگم انکو پچاس دفعہ دیکھا چکیں تھیں۔تاکہ انہیں اپنی بہو کا حسن دیکھاتے امپریس کر سکیں۔

اپنی لاڈلی بیگم کا بے انتہا انٹرست دیکھتے انہوں نے سوچا کہ اپنی ہونے والی بہو کے بارے میں انفارمیشن اکھٹی کر لیتے ہیں۔تاکہ لڑکی کا بیک گراؤنڈ

معلوم ہو سکے۔

پرانفارمیشن اکھٹی کرنے کے بعد جب انہیں پتہ چلا کہ انکی ہونے والی بہو اک عظیم ہستی ہے۔ تو انکا دل کیا کہ دیوار میں سر مار لیں۔

سلمہ اک امیر گھرانے کی لڑکی تھی۔ جس کا باپ کچھ سال پہلے کسی بیماری کی وجہ سے چل بسا تھا۔ شوہر کے کھڑے کیے بزنس کو سنبھالنے کے لیے مسسز عائشہ جب آفیشلی آفس جانے لگیں۔

تو پھر وہ اپنے مرحوم شوہر داؤد بالاج کی وفادار نہ رہ سکیں۔ کمپنی کے مینیجر کے ساتھ وہ ریلیشنز میں بہت آگے نکلنے لگیں تھیں۔

اور مرحوم شوہر کا بزنس انکا منہ تکتا رہ گیا۔۔ جس بیچارے کے لئے وہ خاص کر گھر سے نکلیں تھیں۔

انہی سب صورتحال سے دوچار ہوتے مسسز عائشہ نے گھر میں رہنے والی اکلوتی بیٹی کو جب بھلا دیا۔ تو پھر بیٹی بھی ماں کی پرچھائی بنتی انکی کاموں میں ملوث ہو گئی۔

آئے دن نئے سے نئے بوائے فرینڈز بنانا۔۔ان سے پیسے اور قیمتی چیزیں اکھٹی کرنا سلمہ کا فیورٹ مشغلہ بن گیا۔ اور یہ سب کر کے وہ خود کو حسین ترین لڑکی سمجھتی تھی۔ جو اپنے حسن کے جادو سے کسی کو بھی بے وقوف بنا سکتی تھی۔

جب تک معاملہ لین دین تک رہا تب تک مسسز عائشہ بھی بے خبر رہیں۔ پر جب اک دن انہیں اپنی اکلوتی بیٹی کے پریگننٹ ہونے کی خبر ملی تو نہ چاہتے ہوئے بھی آفس کی آدھی چھت ان پر آن گری۔ آدھی چھت اس لئے بچ گئی تھی۔ کیونکہ انہیں پھر بھی احساس نہیں ہو پایا تھا۔۔ کہ وہ اپنی لاپرواہی

کی وجہ سے اپنی بیٹی کو کس دلدل میں دھکیل چکیں ہیں۔

سلمہ کا ابرشن کروانے کے بعد مسسز عائشہ کی اک ہی فکر تھی۔ کہ کسی بھی طرح وہ سلمہ کی جلد از جلد شادی کر دیں۔۔تا کہ کسی نئ مصیبت میں نہ پھنسے۔انہی دنوں انکا چکر مصطفیٰ کاظمی کے گھر میں لگا تھا۔

مسسز عائشہ اپنے کچھ ضروری چیک اپ کے لئے کلثوم بیگم کو پرسنلی ملنے آئیں تھیں۔۔وہ کلثوم بیگم کو اس وقت بلکل نہیں جانتیں تھیں۔۔پر ان کے کلینک سے اپائنٹمنٹ نہ ملنے کی وجہ سے انہیں انکے گھر آنا پڑا تھا۔انکی کسی دوست نے انہیں ڈاکٹر کلثوم کو ریفر کیا تھا۔جو کہ ایک مشہور اور قابل ڈاکٹر تھیں۔

اسی ملاقات میں وہ سنان مصطفیٰ سے ملیں تھیں۔۔جب سنان مصطفیٰ کاظمی

نے اپنی طبیعت کے خلاف انکو کمپنی دینے کی گستاخی کر دی تھی۔

سنان مصطفیٰ کی شخصیت پر وہ اتنی فدا ہوئیں کہ اگلے ہی دن ڈاکٹر کلثوم سے اپنی بیٹی کے لئے رشتہ مانگ لیا۔

کلثوم بیگم اپنی فطرت میں جتنی سادہ تھیں۔۔ مسسز عائشہ اتنا ہی اسکا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں رشتے کے لئے منا چکیں تھیں۔اور انہوں نے ڈاکٹر کلثوم کو ایموشنل بلیک میل کر کے اس رشتے کی حامی بھرنے پر مجبور کیا تھا۔

مصطفیٰ کا ظمی اک فیملی پروٹیکٹر قسم کے انسان تھے۔سنان کی صورت میں انکا ہی بیٹا تھا۔ جس کو وہ کرنلز کی اطاعت میں دے کر بے فکر ہو گئے تھے۔ پر اس سے پہلے ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

مصطفیٰ کاظمی چھوٹی سی چھوٹی چیز کا خیال رکھتے تھے۔ کہ سنان کے کتنے دوست ہیں۔۔اور وہ دوست کیسے کہاں سے تعلق رکھنے والے ہیں۔۔ مصطفی صاحب اک اک چیز کا دھیان رکھتے تھے۔

اور یہ ہی چیز وہ اپنی معصوم سادہ سی بیگم کے لئے بھی رکھتے تھے۔ مصطفیٰ کاظمی اپنی بیوی کی فطرت سے اگاہ تھے۔اسی لئے انکی بیوی کی زندگی میں آنے والی کوئی بھی عورت چاہے وہ اجنبی ہو یا کلثوم بیگم کی دوست۔۔

مصطفی کاظمی اک اک چیز کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتے تھے۔۔تاکہ کوئی بھی انکی فیملی کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

ہماری عام زندگی میں آس پاس کئی ایسے مرد ہوتے ہیں۔۔جو صرف کمانے کی حد تک اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ایسے مردوں کو نیگیٹو نہیں کہا جا سکتا۔

پر زمانے سے پیچھے ضرور کہہ سکتے ہیں۔

مرد اپنے گھر کا سائبان ہوتا ہے۔ جو خود دھوپ برداشت کر کے اپنے گھر کو چھاؤں فراہم کرتا ہے۔ اور اگر یہ درخت گھنا نہ ہو تو آسمان سے پڑنے والی دھوپ اس درخت کی زمین کو متاثر کرنے لگتی ہے۔ ہماری عام زندگی کے مردوں کو صرف روزگار کے پیچھے بھاگ کر زمہ داری کو محدود نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنی فیملی کو پروٹیکٹ کرنا چاہئے۔ کیونکہ آج کے زمانے کی یہ خاص ضرورت ہے۔ انہیں اپنے گھر میں آنے والے ہر انسان کو پرکھنا آنا چاہیے تاکہ کوئی بھی انکی فیملی کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

سلمہ کی مکمل انفارمیشن اکھٹی کرنے کے بعد مصطفیٰ کاظمی سرد سانس خارج کر رہ گئے تھے۔ سنی کے نکاح کی خبر انہیں عیسیٰ، ضرار اور سلطان تینوں دینے آئے تھے۔ انہوں نے ساری صورتحال سے مصطفیٰ کاظمی کو آگاہ

کرتے ساتھ سنان کی پسند کا بھی بتایا تھا۔اس سیکرٹ میٹنگ سے سنان بے خبر تھا۔

نکاح اور سلمہ کی ساری حقیقت جاننے کے بعد مصطفیٰ کاظمی کو اپنی بیگم سے سلمہ کو بہو بنانے کا بھوت اتارنے کا موقع ملا تھا۔۔جس پر وہ کام کرتے ہوئے کامیاب بھی ہوئے تھے۔

مصطفیٰ سلمہ اس لڑکے کو کس کر رہی ہے۔۔
کلثوم بیگم نے حیرانی سے منہ کھولتے ہوئے انکی توجہ سامنے کروائی تھی۔

قسم لے لیں بیگم میں نے اسے ایسا کرنے کے لیے بلکل بھی نہیں کہا۔۔
مصطفیٰ صاحب آئس کریم کھاتے ہوئے جلدی سے بولے تو وہ تیکھی نظروں سے انہیں دیکھ گئیں۔۔۔

آپکی باتوں اور ری ایکشن پر مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنے شوہر کے ساتھ نہیں بلکہ بیٹے کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہوں۔سنان بلکل آپ پر گیا ہے۔۔

وہ جلے کٹے انداز میں کہنے لگیں تو وہ مسکراہٹ دبا گئے۔

جی اور سلمہ بھی بلکل اپنی ماں پر گئی ہے۔۔

سلمہ کو پھر کس کرتے دیکھ کر مصطفیٰ کاظمی طنزیہ انداز میں گندہ سا منہ بنا کر بولے تھے۔

جبکہ کلثوم بیگم تو صدمے میں چلی گئیں تھیں۔

اٹھیں بیگم گندی چیزیں نہیں دیکھتے گولی ماریں اس بلمہ کو آئیں ہم اپنی گولڈن بہو کے لئے شاپنگ کرتے ہیں۔۔

وہ انہیں کھڑا کرتے بولے تو وہ انکے ساتھ کھنچی چلی گئیں۔

یار اس پر کٹی کبوتری کا کیا کرنا ہے۔۔
سنی نے پانی کی بوتل منہ سے لگاتے ضرار سے پوچھا۔
وہ دونوں آرہے ہیں پھر مل کر ڈیسائیڈ کرتے ہیں کچھ۔۔
ضرار نے پسینے سے شرابور ہوتے جواب دیا تو سنی تھک کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

سر کچھ خدا کا خوف کریں اب بس کر دیں۔۔
میرال منمناتے ہوئے بولی تو ضرار نے اس پر گھوری ڈالی۔ ضرار کی
خطرناک گھوری کو دیکھتے وہ چپ کر کے پھر کام کرنا شروع ہو گئی تھی۔
جبکہ بیہ تو اچھے بچوں کی طرح اپنا کام کر رہی تھی۔

وہ سب اس وقت فلیٹ کی بیسمنٹ میں تھے۔ جہاں اک سائیڈ پر نتاشہ کرسی پر بندھی ہوئی تھی۔اور اس وقت وہ سچ میں پر کٹی کبوتری ہی لگ رہی تھی۔

کیونکہ میرال اسکے بال کینچی سے کاٹ چکی تھی۔ جو بال پہلے کسی کٹنگ میں ڈھلے ہوئے تھے۔اس وقت اسکے بال جگہ جگہ سے کاٹ دیے گئے تھے۔ نتاشہ اسی دن انکی بیسمنٹ پر پہنچ گئی تھی۔ جس دن ان لوگوں نے ہوٹل اور مینجر کا انکاؤنٹر کیا تھا۔ سلطان اور ضرار اسکا پیچھا کرتے اسے اٹھوا چکے تھے۔ کیونکہ اب اسکا اینڈ ہوا چاہتا تھا۔

سر یہ ہوش میں آرہی ہے۔۔
میرال نے خون صاف کرتے پر جوش ہوتے بتایا تھا۔اچھی بات ہے

میزبانوں کو خدمت کا موقع دے گی۔۔

ضرار نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔جو آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر کے ارد گرد دیکھنے لگی تھی۔

اس وقت عیس اور سلطان بیسمنٹ میں داخل ہوئے تھے۔

تم لوگ کیوں اتنا نہائے ہوئے ہو۔۔

سنی اور ضرار کو پسینے میں بھیگے ہوئے دیکھ کر عیس نے حیرت سے پوچھا تو سنی بے نیازی سے سامنے کی طرف اشارہ کر گیا۔جہاں اک آدمی مرا پڑا تھا۔

سارا مواد خراب کر دیا اتنی اچھی گڈ نیوز سن کے آرہے ہیں اور یہ مینڈک دیکھا دیا ہے۔۔

سامنے پڑی لاش کو دیکھ کر عیس نے منہ بناتے کہا تو سلطان نے جلدی سے

اسے آنکھوں سے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ان دونوں کا خون جلانے کی عیس کو بہت جلدی تھی۔

عیس۔۔۔

نتاشہ نے عیس کو سامنے دیکھ کر اسکے خوبرو چہرے پر آنکھیں ٹکاتے پکارا تو سب اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔جو عیس کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

ڈارک براؤن ڈریس کے ساتھ سکن پینٹ پہنے لمبے بالوں کی پیچھے چھوٹی سی پونی بنائے عیس علی ہمدانی اسے سرد تاثرات سے دیکھنے لگا تھا۔

میں تم سے محبت کرتی ہوں عیس۔۔۔

نتاشہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے الفاظ ادا کیے تو عیس کا دماغ گھوم

گیا۔۔

تم لوگ جانتے ہو نہ کہ میں عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کا قائل نہیں ہوں بشرطیکہ کہ عورت ڈیزرو بھی کرتی ہو۔ تو پھر کیوں مجھے اسکی آواز سنا کر مجبور کر رہے ہو۔ کہ میں اپنی بات سے منکر ہو جاؤں۔

عیس نے نتاشہ کے چہرے کو نفرت بھری نظروں سے دیکھتے غراتے ہوئے کہا تو وہ تینوں اک دوسرے کو دیکھ گئے۔

ڈونٹ وری سر میں ہوں نہ ہاتھ اٹھانے کے لیے آپ بس حکم کریں کس گال پر ہاتھ اٹھانا ہے۔ ابھی اٹھ جائے گا۔

بیہ نے کھڑے ہو کر چہکتے ہوئے کہا تو سنان اسکی بات پر اپنی ہنسی ضبط کر گیا۔

پہلے جو گند صاف کر رہی ہو نہ وہ کرو پھر جو مرضی بجالینا۔۔

سنی نے نیچے پڑے خون کی طرف اشارہ کیا تو بیہ منہ بنا کر پھر بیٹھ گئی۔

سر آپ لوگ عورتوں کو ہاتھ نہیں لگاتے تو پھر ہم عورتیں کیوں اس مرد کا گندہ خون صاف کر رہیں ہیں۔۔

میرال نے عیس کی بات پر پر سوچ انداز میں سوال کیا تو ضرار نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔۔۔

لیڈیز کو سب معاف ہوتا ہے اس لئے چپ کر کے کام کرو۔۔

سنی نے میرال کو اسکی بات کا جواب دیا تو وہ غصے سے نیچے پڑی لاش کو کندھے پر لاد کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

میرال اور بیہ کو خون صاف کرنا انتہائی گندہ کام لگتا تھا۔۔اور یہ کام ہی وہ چاروں ان سے جی بھر کر کرواتے تھے۔

آج بھی نتاشہ کے خاص آدمی کو وہ لوگ انکاؤنٹر کرتے مار چکے تھے۔
لیکن مارنے سے پہلے اسکی دھلائی کرنا نہیں بھولے تھے۔اسی لئے تو ضرار
اور سنان پسینے سے بھیگے ہوئے تھے۔

نتاشہ کے حکم پر لڑکیاں سمگل کرنا اسکا فیورٹ کام تھا۔اس کے علاوہ بھی وہ
بہت غیر قانونی کاموں میں ملوث تھا۔ غریب گھرانے لڑکیوں کو محبت کے
جال میں پھانس کر بیچنا تو انکے گرو کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔۔

اس سے ساری انفارمیشن لینے کے بعد ضرار اور سنان نے اسکا کام تمام کر دیا
تھا۔۔ کیونکہ ایسے لوگوں کا زندہ رہنا باقی لوگوں کے لئے فائدہ مند نہیں
ہوتا۔۔اور نہ ہی ایسے لوگوں سے سدھرنے کی امید کی جاسکتی ہے۔ بلکہ
ایسی امید رکھنے والے لوگ سب سے بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ اگر یہ
ہی آدمی پولیس کے ہاتھ لگتا تو پولیس رشوت لینے کے بعد اسے چھوڑ دیتی یا

غائب کروادیتی۔ جس سے مزید معصوم لڑکیوں کو نقصان پہنچنا تھا۔

کیونکہ جیل سے نکل کے ایسے لوگ مزید خطرناک ہو جاتے ہیں۔انکے دلوں سے ڈر ختم ہو جاتا ہے۔اور انہیں یقین ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ کتنا ہی بڑا جرم کرلیں آخر میں چھوٹ ہی جائیں گئے

پر بلیک گینگ کا اک ہی رول تھا۔ کہ مجرم کو اٹھاؤ بات چیت کرو اور اسے اوپر پہنچادو۔

تاکہ مزید بانس کی بانسری بجنے کے چانس ہی نہ رہے۔

میرا ل لاش کو کندھے پر اٹھائے سیڑھیاں چڑھتے اوپر گئی تو سنی طنزیہ انداز میں گویا ہوا۔۔

ابھی یہ کہہ رہی تھی کہ میں اک کمزور اور نازک عورت ہوں۔لاش کو اٹھا کر ایسے نکلی ہے جیسے بلی کبوتر اٹھا کر بھاگتی ہے۔ سنی کی بات پر بیہ نے

مسکراہٹ دبائی۔

عیس تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو۔۔
نتاشہ نے نقاہت زدہ لہجے میں استفسار کیا تو بیہ اسے نخوت سے دیکھنے لگی۔
تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں اس باجی کے سوالوں کے جواب دے کر کام تمام کر دینا چاہیے۔۔۔
سلطان نے عیس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے سنجیدہ لہجے میں مشورہ دیا تو وہ سر ہلا گیا۔۔

یار یہ گڑیا کے دوبٹے کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہی ہے۔۔
سنی نے پریشانی سے عیس کو بتانا چاہا تھا۔ جس دن نتاشہ نے مشعل کو کڈنیپ کروایا تھا۔اس دن اسکا دوبٹہ اسکے وجود سے اتر کر وہیں گر گیا تھا۔ مشعل کے سراپے کو بنا دوبٹے کے دیکھ کر جب عیس نے اس سے دوبٹے کا

پوچھاتو وہ معصومیت سے نتاشہ پر الزام دھر گئی تھی۔۔کہ نتاشہ نے اسکا دوبٹہ لیا ہے۔

عیس نے اس بات کا ذکر جب ان سے کیا تو یہ بات سنی کے ذہن سے چپکی رہ گئی۔نتاشہ جس دن سے یہاں قید تھی۔۔وہ وقفے وقفے سے اس سے اپنی گڑیا کے دوبٹے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔۔جس کا کوئی خاطر خواہ جواب نہیں مل پایا تھا۔۔کیونکہ نتاشہ بیچاری خود اس بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔کہ مشعل کا دوبٹہ کہاں ہے۔صرف اک دوبٹے کی وجہ سے اسے دوہر اٹارچر سہنا پڑ رہا تھا۔

کونسی محبت کی تم نے مجھ سے بی بی زرا بتانا۔۔۔
عیس نے کرسی اٹھا کر نتاشہ کے سامنے رکھتے پوچھا تو وہ اسے دیکھتے چلی گئی۔

اب بولو بھی تمہاری محبت کی قسم کون سی ہے۔جو تمہیں دوسرے مردوں کا بستر بنانے کی اجازت دیتی ہے۔اس کے علاوہ تم یونیورسٹی سے لڑکیاں اغوا کروا کے بیچنے کا کاروبار بھی دھڑلے سے کر رہی ہو۔اور تو اور تم بلیک گینگ پر حملہ بھی کروا چکی ہو۔اسی لئے تم مینجر کو خوش کرنے کے لیے ہوٹل روم میں گئی تھی نا۔۔۔

چلو تمہارے سب گناہ معاف بس یہ بتاؤ کس جرات سے تم نے میری بیوی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔۔۔

عیس نے یک دم دھاڑتے ہوئے اسکو گردن سے پکڑا تو وہ سانس گھٹنے کے باعث مچلنے لگی۔ جبکہ وہ تینوں پیچھے بیٹھے آرام سے سب دیکھ رہے تھے۔

کیونکہ اب اتنا تو حساب کتاب بنتا ہی تھا۔

می۔میری بات سنو۔۔وہ تمہاری بیوی ککیسے ہہو سکتتیی ہے ہے۔۔۔
گلے پر عیس کی سخت ہوتی گرفت پر وہ پھنسی ہوئی آواز میں بولی تو عیس اسکی گردن سے ہاتھ ہٹا گیا۔
تم اس لڑکی سے کیسے شادی کر سکتے ہو، میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تم صرف میرے ہو۔۔
گلے کو آزادی ملنے پر وہ بے یقین ہوتے چینخی تو عیس بے زاری سے مڑ کر ان تینوں کو دیکھنے لگا۔ وہ بے پرواہی سے کندھے اچکا گئے تھے۔

بیہ۔۔۔۔

عیس نے سپاٹ لہجے میں اک سائیڈ پر کھڑی بیہ کو آواز لگائی تو بیہ نے جلدی سے قریب آکر نتاشہ کے منہ پر تھپڑ رسید کیا تھا۔ جس سے اسکے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

اسکا ہونٹ اک دم سے پھٹا تھا۔ بیہ اک فٹ لڑکی تھی۔ پھر اسکے ہاتھ کا تھپڑ ہلکا کیسے ہو سکتا تھا۔ نتاشہ کے جسم پر پہلے ہی چوٹوں کے نشان تھے۔۔ جو اسے درد میں مبتلا کر رہے تھے۔ اب رہی کسر اس تھپڑ نے پوری کر دی تھی۔ اسکا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔۔

میرال تھوڑی دیر بعد پھر بیسمنٹ میں آئی تو عیس کو نتاشہ کے قریب دیکھ کر اسکا منہ لٹک گیا۔

خان سر پلیز اس لال بیگ کا کام بھی تمام کریں آج ہی پھر ہم نے شادی بھی تو دیکھنی ہے۔

میرال سلطان کو ریکوسٹ کرتے بولی تو بیہ نے بھی جلدی سے سر ہلایا تھا۔ جبکہ نتاشہ تھپڑ کھانے کے بعد چپ ہو گئی تھی۔

وہ ابھی تک اس صدمے سے نہیں نکل پا رہی تھی۔ کہ عیس شادی کر چکا تھا۔اسے عیس علی ہمدانی سے جنون کی حد تک محبت ہوئی تھی۔ کیونکہ اپنے بے پرواہ دلکش انداز میں عیس نے اسکے دل میں ایسا گھر کیا۔ کہ نتاشہ کو اس سے محبت ہوتی چلی گئی۔اسی محبت کی وجہ سے وہ مشعل کو مارنے چلی تھی۔ کیونکہ اسکی چھٹی حس اسے اشارہ دے گئی تھی۔ کہ مشعل اک عام لڑکی نہیں ہے. اور اب عیس کے بیوی کہنے پر اسکا دل کٹ رہا تھا۔

تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔نتاشہ تکلیف سے اچانک حلق کے بل مارے چلائی۔۔۔

ابھی تو اس نے اظہار بھی نہیں کیا تھا اور وہ ناکام ہو گئی تھی۔ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ وہ چیخ پڑی تو وہ چاروں کان میں انگلی رکھتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

میرال کو مخصوص اشارہ کرتے وہ بیسمنٹ سے نکلتے چلے گئے۔
انکے سب کے جانے کے بعد میرال اپنی جینز کے ساتھ لگی گن نکال کر نتاشہ کا نشانہ لینے لگی۔۔نتاشہ کے دماغ میں فائر کرنے سے پہلے وہ بیہ کو آنکھ ونک کرنا نہیں بھولی تھی۔۔

فارم ہاؤس میں اس وقت آدھی بارات جیسا سماں تھا۔وہ سب اس وقت سلطان کے پورشن میں ٹھہرے میں ہوئے تھے۔کیونکہ یہ بھی بی جان کا ہی حکم تھا۔حسن صاحب اور شاہدہ بیگم بھی آگئے تھے۔شادی کے بعد عیس ویسے بھی انہیں نئے گھر میں شفٹ کرنے والا تھا۔

میر پور سے سب لوگ آگئے تھے۔جب سے سب کو ٹوئنز بے بی کی خبر ملی تھی۔تب سے سارے مشعل اور علیزے کے صدقے واری ہو رہے

تھے۔ مشعل اس وقت شاہدہ بیگم کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔اور علیزے آغا جان کے پاس بیٹی ہوئی تھی۔ جبکہ منیزے شیراز پاشا کے ساتھ تھی۔

گل جہاں بیگم بھی آگئیں تھیں۔دلاور خان اور شیراز پاشا جو کہ بیک سائیڈ پر کام کروا رہے تھے۔۔وہ بھی آکر سب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ منیزے بھی علیزے کے ساتھ آ بیٹھی۔۔

ضرار کے پورشن میں حویلی سے اسکے چچاؤں کی فیملیز رکنے والی تھیں۔جو کہ کل تک آنے والے تھے۔سنان اور ضرار کے پورشن میں سب مہمانوں کے لئے انتظامات کئے گئے تھے۔

اماں یہ غلط ہے نہ آپ سب نے مجھ سے اتنا کچھ کیوں چھپایا۔۔

گل جہاں بیگم شکوہ کناں لہجے میں بولیں تو بی جان انکے بچوں کے سے انداز پر مسکرادیں۔

بیٹا سائیں مجھ بوڑھی سے شکوے کرنے کی بجائے نہ اپنے سر کے سائیں کو پوچھ جس نے تجھے حقیقت نہیں بتائی۔

بی جان نے شیر از پاشا کی طرف اشارہ کیا تو گل جہاں انکی جانب مڑیں جو ابھی آکر بیٹھے تھے۔

گل جہاں کا شکوہ سنتے وہ جلدی سے اٹھ کر انکے پاس آئے۔

بیگم جاں مجھے بھی ایسے نہ دیکھیں کیونکہ آپ سے چھپانے کا مجھے آپکے بیٹے نے ہی کہا تھا۔۔

شیر از پاشا نے محبت پاش نظروں سے دیکھتے انکو بتایا تو وہ منہ موڑ گئیں۔

جس پر سب نے جتاتی نظروں سے شیر از پاشا کو دیکھا۔۔

گل جہاں بیگم کو یہاں آکر ساری حقیقت پتہ چلی تھی۔ ضرار کے آرمی اور بزنس ٹائیکون سے لے کر انکی دوستی کی کہانی جب انکو بتائی گئی تو سچ میں انکو برا محسوس ہونے لگا۔ کیونکہ سب ساری حقیقت سے جانتے ہوئے ان چاروں کے ساتھ رہے تھے۔ اک وہ اتنے سال ہی بے خبر تھیں۔

ضرار کے نکاح پر وہ ان تینوں پہلی بار سے ملی تھیں۔

مام آپ ڈیڈ سے ناراض نہ ہوں نہ دیکھیں جیسے وہ پریشان ہو گئے ہیں۔۔

منیزے نے گل جہاں بیگم کے پاس آکر شیراز پاشا کی سفارش کرتے کہا تو گل جہاں انکو دیکھنے لگیں۔ جو سچ میں پریشان نظر آرہے تھے۔ وہ اپنی لاڈلی بیگم کی ناراضگی کہاں برداشت کر سکتے تھے۔

گل جہاں بیگم آگے بڑھتے انکے سینے سے لگیں تو وہ تشکر بھری نظروں

سے منیزے کو دیکھ گئے۔۔ جس نے شرارت سے انہیں آنکھ ونک کی تھی۔ تو وہ مسکرا دیے۔

میں ضرار سے ناراض ہوں سائیں۔۔

گل جہاں بیگم برائے لہجے میں اپنی بات بدلتی کہنے لگیں تو وہ انکی بات میں حامی بھر گئے۔

وہ سب انکو دیکھ رہے تھے۔۔ جب وہ چاروں اپنی سحر انگیز شخصیت سے اندر اتے دیکھائی دیے تھے۔

کسی بات پر ہنستے ہوئے وہ لوگ اندر آئے تو سب کو اک ساتھ دیکھ کر خوشی سے سلام کر گئے۔

کہاں گئے ہوئے تھے تم لوگ۔۔ بی جان نے ان سب سے استفسار کیا تھا۔

اک کیس پر کام کر رہے تھے ڈارلنگ بس۔۔

سنی انکے پاس آتے تھکے انداز میں بتایا تو وہ سر ہلاتے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر گئیں۔

وہ تینوں بھی بی جان کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔سلطان نے اک نظر اپنی خانم کو دیکھا جو آغا جان کے ساتھ موبائل میں غرق پتہ نہیں کیا کر رہی تھی۔

میاں تم کیوں میرے پوتے کو گھور کر دیکھ رہے ہو اتنا۔۔

بی جان نے حسن صاحب کو تڑخ کر پوچھا جو عیس کو خطرناک انداز سے گھور رہے تھے۔بی جان کے کہنے پر سب انکی طرف متوجہ ہوئے۔

کچھ نہیں اماں میں بس دیکھ رہا تھا کہ اپکے پوتے کے بال کافی لمبے ہو گئے ہیں۔

حسن صاحب نے بوکھلاہٹ میں جلدی سے صفائی دی۔

تو میاں میرے بچے کے بال تمہیں کیا کہہ رہے ہیں۔جو ایسے آنکھیں بڑی بڑی کر کے دیکھ رہے ہو۔۔بی جان نے کڑے لہجے میں پھر پوچھا۔۔

اماں میں تو ایسے ہی دیکھ رہا تھا بس کہ اسکو بال کٹوا لینے چاہیئے اب۔۔ حسن صاحب نہ چاہتے ہوئے بھی دل کی بات بولے تو بی جان کو غصہ چڑھ گیا۔

خبردار اگر تم نے میرے پوتے کے بالوں کو نظر لگانے کا سوچا بھی تو۔۔ اتنے پیارے بال ہیں میرے بچے کے۔۔ ترکش ہیروز کے بال ایسے ہوتے ہیں اور تم میرے بچے کے بال کٹوانے کا کہہ رہے ہو۔

بی جان حسن صاحب کی بات سن کر غصے سے بولیں تو سب بی جان کی بات سن کر ہنسنے لگے۔جبکہ مشعل نے اپنے شوہر کے لمبے بالوں کو دیکھ کر سر

جھٹکا تھا۔ حسن صاحب تو بی جان کی تعریف پر صدمے میں چلے گئے۔۔

کر نلز نے اک دوسرے کو دیکھا انہیں اب سمجھ میں آرہی تھی۔۔ کہ اس گنڈے کے اس ہیر سٹائل کی اصل سپورٹر کون ہے۔بی جان کی شہ پر ہی وہ بال نہیں کٹوا رہا تھا۔

عیس نے دل جلی مسکراہٹ حسن صاحب کی جانب اچھالی تو انکا خون کھول گیا

ضرار جو بی جان کی بات پر ہنس رہا تھا۔اپنی اماں سائیں کو دیکھ کر خوشگوار حیرت سے انکی طرف بڑھا۔تو گل جہاں ناراضگی سے منہ موڑ گئیں۔بی جان کے اشارے پر مشعل اور علیزے اٹھ کر اندر چلی گئیں تھیں۔

گل جہاں بیگم کے منہ موڑنے پر ضرار کو حیرت ہوئی۔

اماں کیا ہوا میری طرف دیکھ کیوں نہیں رہیں اپ۔۔

ضرار نے انکے قدموں میں بیٹھ کر بے چینی سے پوچھا۔ لیکن وہ چپ رہیں تھیں۔ ضرار نے شیراز پاشا کی دیکھتے آنکھوں ہی آنکھوں میں وجہ پوچھی تو وہ اشارہ کرتے اسے بتا گئے۔

انکی ناراضگی کی وجہ جان کر ضرار نے سرد سانس خارج کی تھی۔

ضرار نے مڑ کر ان تینوں کو دیکھا تو وہ سب بھی اٹھ کر اسکے پاس چلے ائے۔

ہٹو پیچھے تمہیں تو خوبصورت لڑکی کو منانا ہی نہیں آتا اسی لئے تو ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تمہاری۔۔

سنی نے ضرار کو پیچھے کرتے کہا تو عیس نے اسے دیکھا۔

چلو پیچھے ہو جاؤ پھر اس کام میں تم بھی فیل ہو کیونکہ رخصتی تو تمہاری بھی

نہیں ہوئی۔۔

عیس نے اسے پرے کرتے ترکی باتر کی کہاتو سب مسکراہٹ دبا گئے۔

سلطان نے ان دونوں کو گھور کر دیکھاتو وہ گل جہاں بیگم کی طرف متوجہ ہوئے۔۔

خبر دار کسی نے اتنی پیاری لڑکی کواماں کہاآج سے یہ میری گرلفرینڈ ہیں۔۔

عیس نے گل جہاں بیگم کے گھٹنوں پر چہرہ ٹکاتے پیار سے کہاتو وہ مسکراہٹ دبا گئیں۔

مجھے لگتاہے یہاں کوئی اپنے سینے پر گولی کھاناچاہتاہے۔

عیس کی بونگی پر شیر از پاشا جیلس ہوتے بولے تھے۔اسکے کمینے کاالگ ہی لیول تھا۔عورتوں کواپنی میٹھی میٹھی باتوں میں پھانسنااسکے لئے بلکل عام بات تھی۔

شیر از پاشا کے جیلس ہونے پر گل جہاں نے انکی طرف دیکھا تو عیس انکا چہرہ اپنی طرف موڑ گیا۔

چھوڑیں انکو کیا دیکھ رہیں ہیں وہ تو بڈھے ہو گئے ہیں اب۔ نوجوان حسین مرد تو یہاں بیٹھے ہیں۔

چینل سبسکراب کر دیں۔ اتنا زور تو نون لیگ نے جیتنے میں نہیں لگایا جتنی سبسکراب سبسکراب بول بول کے میں اپنا ٹارگٹ پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آپ پھر بھی وہ ہی کچھوے کی سپیڈ ہے

دلاور خان مجھے کیوں لگ رہا ہے۔ کہ یہاں کوئی شہید ہونا چاہتا ہی۔

عیس کے خود کو بوڑھے کہنے پر شیر از پاشا جلے کٹے انداز میں دلاور خان کو مخاطب کرتے پوچھنے لگے۔ تو دلاور خان اثبات میں ہلا گئے۔

باقی سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

آپ ہم سے کیوں ناراض ہیں۔۔

عیس نے گل جہاں بیگم کے گھٹنوں پر چہرہ ٹکاتے پیار سے استفسار کیا تو وہ سب اسکے ٹھرک پن کر نفی میں سر ہلانے لگے۔

تم لوگوں نے بس مجھ سے ہی کیوں چھپایا سب۔۔

وہ نروٹھے پن سے گویا ہوئیں تو عیس ضرار کو گھوری ڈال گیا۔

ڈارلنگ ہم نے نہیں آپکے اس نمونے نے اس لئے چھپایا تھا۔ تاکہ آپ اکلوتے بیٹے کے آرمی میں جانے کا سن کر پریشان نہ ہوں جائیں۔ اور پھر مجھے بھی تو دیکھیں کہ اس نے تو صرف آپ سے چھپایا تھا اور میں نے تو

اپنے باپ تک کو بھی بھنک نہیں لگنے دی تھی۔ کہ انکا بیٹا اتنا قابل ہے۔
اب شرمندہ ہوتے مجھے نظروں ہی نظروں میں یہ سوری کہتے ہیں۔ پر میں
بلکل رسپانس نہیں کرتا۔ اخر کو اتنے سال مجھے انہوں نے نکما جو سمجھا ہے۔

عیس نرمی سے انہیں ضرار کے حق میں صفائی دیتے ہوئے ساتھ حسن
صاحب کو شرارتی نظروں سے دیکھ کر بولا تو وہ اسے آنکھیں دیکھاتے
ہوئے اپنے جوتے کی طرف اشارہ کر گئے۔۔ کہ زبان بند کرو ورنہ یہ اٹھا
لوں گا۔

گل جہاں اسکی شرارت پر مسکرا دیں۔ اور ضرار کی جانب دیکھا جو فکر مندی
سے انہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ بھلا کہاں ناراض رہ سکتیں تھیں۔۔ اس
لئے اسکے کالے گھنے بال سنوارتے ہوئے اسا ماتھا چوم گئیں۔۔ جس پر
ضرار نے اپنے اندر سکون اترتا محسوس کیا تھا۔ اسکی جنت اس سے روٹھ گئی

تھی تو اسے اپنے دل میں بے چینی سی محسوس ہونے لگی تھی۔

ڈارلنگ ہم بھی ہیں۔۔۔

سنی نے گل جہاں کو ضرار کا ماتھا چومتے دیکھ کر معصومیت سے اپنے ماتھے کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہنستے ہوئے اسکا ماتھا بھی چوم گئیں۔اس منظر کو دیکھ کر عیس نے کہاں پیچھے رہنا تھا۔اس نے بھی اپنا ماتھا آگے کیا تو شیراز پاشا انکی ٹھرکیوں کو دیکھ کر ضبط سے مٹھیوں کو بھینچنے لگے۔

سلطان اک سائیڈ پر بیٹھا تھا۔۔گل جہاں نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا تو وہ جھجکتے ہوئے قریب ہوا۔۔

اپکو اپنی یہ ماں اچھی نہیں لگیں کیا جو آپ ہمارے قریب نہیں آرہے ہیں۔۔

گل جہاں نے سلطان کے دور بیٹھنے پر پوچھا تو وہ انکی بات سنتے مُسکراتے ہوئے نفی کرنے لگا۔

آپ اتنی کیوٹ اور ینگ ہیں۔ لگتا ہی نہیں کہ آپ ہماری ماں ہیں۔ مجھے سچ میں فیل ہو رہا تھا۔ کہ آپ ہماری گرلفرینڈ ہیں۔ اس لئے بس پاس نہیں آ رہا تھا۔۔

سلطان نے مسکراتے ہوئے سنجیدہ انداز میں انکے ہاتھ چومے تو وہ شرم سے جھنیپ گئیں۔ گل جہاں کو شرماتے دیکھ کر سب قہقہ لگا گئے تھے۔

جبکہ شیراز پاشا کی اب بس ہوئی تھی۔ انہوں نے جلدی سے اٹھتے انکے قریب آ کر ان چاروں کو اٹھا کر پیچھے کیا تھا۔ اور خود گل جہاں بیگم کو بازو کے گھیرے میں لے کر انکے پاس بیٹھ گئے۔ گل جہاں اس عمر میں بھی انکی

جیلسی اور پوزیسو نیس پر نفی میں سر ہلا گئیں تھیں۔

شرافت سے جا کر بی جان کے پاس بیٹھ جاؤ ورنہ جان کو بلا کر تم چاروں کی پریڈ کروانا شروع کر دوں گا۔ پھر کرتے رہنا شادی وادی۔۔

شیراز پاشا نے ان سب کو دھمکی آمیز انداز میں کہا تو وہ چاروں جان کا نام سن کر برا منہ بناتے ہوئے جا کر پھر بی جان کے پاس بیٹھ گئے۔ جبکہ ضرار نے اداسی سے گل جہاں کو دیکھا تھا۔ جن سے ظالموں نے ٹھیک سے ملنے بھی نہیں دیا تھا۔

یہ زرا مصطفیٰ کو فون کرو وہ ابھی پہنچا کیوں نہیں یہاں پر اسکے انتظار میں سب بھوکے بیٹھے ہیں۔

بی جان نے گیارہ بجتے دیکھ کر دلاور خان سے کہا تو وہ سر کو جنبش دیتے موبائل نکال کر مصطفیٰ کاظمی کو کال کرنے لگے۔

پہنچ گئے ہیں بی جان گاڑی پارک کر رہے ہیں بس۔۔
دلاور خان نے کال بند کرتے انہیں بتایا تو وہ سر ہلا گئیں۔
پانچ منٹ بعد مصطفیٰ کاظمی کلثوم بیگم کے ساتھ ہال میں داخل ہوئے تو سنان اتنے دنوں بعد ماں باپ کو سامنے دیکھ کر ہونٹ کا کونہ دبانے لگا تھا۔

زیادہ جلدی نہیں آ گئے تم لوگ۔۔
بی جان نے طنزیہ انداز میں پوچھا تو کلثوم بیگم گڑبڑا جلدی سے انکی طرف بڑھیں۔ کہاں دو گھنٹے پہلے کا پہنچنے کا کہہ کر وہ لوگ اب آ رہے تھے۔

سوری بی جان انکی غلطی ہے۔ میں تو کب سے تیار تھی۔ بس انہوں نے ہی دیر کر دی۔۔
بی جان کو گلے لگاتے ہوئے کلثوم بیگم نے اپنے شوہر پر الزام لگایا۔ تو مصطفیٰ

کاظمی اپنی بیوی کے جھوٹ پر انکو دیکھنے لگے۔ بہو کی شاپنگ میں وہ خود ہی مصروف رہیں تھیں۔ اسی لئے اتنی دیر ہوتی چلی گئی۔ یہاں آتے ہی بی جان کے ڈر سر وہ وہ سارا قصور ان پر ڈال گئیں تھیں۔

بیوی کے جھوٹ پر سر جھٹک کر وہ بی جان سے ملنے لگے۔ تو بی جان نے انکو گلے لگاتے ہوئے انکے ماتھے کو چوما لیا۔۔

اس دنیا میں انکے خون کے رشتوں سے زیادہ دل کے رشتہ دار زیادہ بن گئے تھے۔ اور پھر دل کے رشتے دار بھی ایسے جو قلب کے دھڑکنے کا سبب ہوں۔

بی جان کے حویلی کے لوگوں کے علاوہ باقی سب یہاں انکے دل کے رشتہ دار تھے۔

بی جان اور آغا جان نے کبھی ان میں فرق نہیں کیا تھا۔ اگر انکا حقیقی بیٹا

دلاور خان اکلوتا تھا۔ تو خدا نے انکو مزید تین بیٹوں سے نواز دیا تھا۔ حسن ہمدانی، مصطفیٰ کاظمی اور شیراز پاشا ان دونوں بزرگوں کو اپنے حقیقی ماں باپ کی جگہ پر تصور کرتے انکا ہر حکم مان رہے تھے۔

کیونکہ ان سب کے اپنے حقیقی ماں باپ تو اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ لیکن اب انکے پاس بی جان اور اغا جان کی صورت میں یہ قیمتی سرمایہ موجود تھا۔

حسن ہمدانی تو ان سب سے ابھی واقف ہوئے تھے۔ پر وہ سب تو بہت پہلے سے انکو جانتے تھے۔ حسن صاحب ہمیشہ خود کو اکیلا سمجھتے تھے۔ اکلوتے ہونے کی صورت میں انکی کوئی بہن بھی نہیں تھی۔ اور نہ ہی خاندان لمبا چوڑا تھا۔۔ بس کچھ دور دور کے رشتہ دار تھے۔ جو کبھی کسی تہوار کے موقع پر ہی نظر آجاتے تھے۔

اور پھر اولاد کی صورت میں بھی جب انکو اک ہی بیٹا ملا تو وہ مزید خود کو اکیلا سمجھنے لگے۔

کی جو (90s) کیونکہ بہت کم لوگ شائد یہ بات جانتے ہیں۔ کہ نائنٹیز آخری جنریشن چل رہی ہے۔

یہ آخری معصومیت سے گوندے لوگ ہیں۔ جو نئے زمانے سے ہزاروں قدم پیچھے ہیں۔ اور نہ ہی خود پیچھے ہیں بلکہ انکے دل بھی اس نئے زمانے سے کوسوں سے دور ہیں۔

یہ لوگ کسی چیز کے ترسے نہیں ہیں سوائے انسانوں کے۔۔

یہ آخری جنریشن جو ہمارے گھروں میں ماں باپ، دادا یا دادی کی صورت میں موجود ہیں۔ یہ لوگ انسانوں کی پیاس رکھتے ہیں۔ انکو بس رشتوں کی مٹھاس چاہیئے۔

پچھلے دور میں گھر لوگوں سے بھرے ہوئے رہتے تھے۔ گھر کے ہر فرد کے

پانچ یا چھ بچے تو لازمی ہوتے تھے۔اور یہ بچے وہ لوگ صرف اس لئے پیدا کرتے تھے۔تاکہ گھر میں رونق ہو۔

اس وقت میں ان لوگوں کو رزق کی فکر نہیں کرنی پڑتی تھی۔رزق کے معاملے میں انکے ایمان اتنے پکے تھے۔کہ ساری چالاکیوں سے پرے یہ لوگ دو وقت کا کما کر خوشی خوشی گھر کی طرف چل پڑتے تھے۔تاکہ گھر کے لوگوں کے ساتھ وقت گزار سکیں۔

اسی لئے یہ اج کے لوگ جب گھروں کو خالی دیکھتے ہیں تو ڈپریشن کا شکار ہوتے ان کیں زندگی کو جینے کی امید کم ہونے لگتی ہے۔وقت نے جتنی ترقی کی ہے۔اتنا ہی ہر چیز کے خالص پن کو کھو دیا ہے۔اسی لئے کوشش کریں کہ اپکے گھروں میں جو پرانے معصوم لوگ زندہ ہیں۔چاہے وہ اپکے ماں باپ ہیں یا جو بھی ہیں۔انکے ساتھ وقت گزارنے کی کوشش کریں۔ اپکا انکے ساتھ بیٹھنا ہی انکے لئے سب سے بڑی خوشی اور نعمت ہو گی۔جو

انکو آپ کسی دوسری چیز سے نہیں دے سکتے۔

شرم تو نہیں آتی ہو گی ماں سے اتنے دن دور رہتے ہوئے۔۔
کلثوم بیگم نم آنکھوں سے سنی کے چہرے کو دیکھتے بولیں تو وہ جلدی سے کھڑے ہوتے انکو سینے سے لگا گیا۔
بیٹے کے سینے سے لگتے ہی وہ مزید رونے لگیں تو مصطفیٰ کاظمی اپنی کمینی اولاد پر لعنت بھیج گئے۔ جبکہ سنی نے سر جھکاتے ہوئے انکے سر پر ہونٹ رکھے تھے۔

سوری ڈارلنگ کام میں مصروف تھا بس۔۔ سنی نے انکو منانے کی کوشش کرتے صفائی دی تو وہ نروٹھے پن سے آنسو صاف کرنے لگیں۔ اتنے مضبوط لمبے چوڑے بیٹے کے وہ سینے تک آ رہیں تھیں۔

کلثوم بیگم کے چہرے پر دکھ کے آثار دیکھتے سلطان کھڑے ہوتے انکو بازو

کے گھیرے میں لے گیا تھا۔

دفع کریں اسے ڈارلنگ یہ ہے ہی بے غیرت انسان آپ میرے ساتھ آئیں۔ ہم ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔۔

سلطان نے سنی کو تیکھی نظروں سے دیکھتے محبت سے انکی خوبصورت آنکھوں سے آنسو صاف کیے تو وہ اسکے سینے پر سر رکھتے آگے بڑھ گئیں۔

باقی سب بھی اٹھ کر انکے پیچھے ہوئے تھے۔ جبکہ عیس تو جلدی سے بھاگ کر گل جہاں بیگم کا ہاتھ تھام گیا تھا۔

میں تو اپنی خوبصورت ڈارلنگ کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گا۔۔

عیس نے شیراز پاشا کی جانب دل جلی مسکراہٹ اچھالتے شریں لہجے میں کہا تو وہ بل کھا کر رہ گئے۔

عیس نے یہاں پر ہی بس نہیں کیا تھا۔ اس نے سنی اور ضرار کو اشارہ کیا تو وہ

آگے بڑھتے شاہدہ بیگم اور زلیخا بیگم کو بازو کے گھیرے میں لے گئے۔
سلطان تو پہلے ہی اپنی والی لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

جبکہ انکے ساتھ چلتے ہوئے انکے شوہروں نے غصے سے ان چاروں کو دیکھا
جو انجان بنتے ٹیبل پر انکے ساتھ کرسی سنبھال گئے تھے۔
کلثوم بیگم اور گل جہاں بیگم کھکھلا پڑیں تھیں۔ جبکہ شاہدہ بیگم اور زلیخا بیگم
بھی اپنے شوہروں کے تاثرات سے انجان بنی ہوئیں تھیں۔

ساری عمر بیویوں کے ساتھ گزاری ہے اتنے عرصے بعد اگر بچے اپنی ماؤں
کے ساتھ بیٹھ گئے ہیں۔ تو تم لوگ انہیں کاٹ کھانے کو ہی آنے لگے ہو۔
خبردار اگر میرے پوتوں کو کسی نے سخت نظروں سے دیکھا تو۔۔

بی جان نے مرد حضرات سے تڑخ کر کہا تو ناچاہتے ہوئے مرد حضرات اک

ساتھ بیٹھ گئے۔

جبکہ ان چاروں کے دل میں ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔آج کل انکے کافی اچھے دن چل رہے تھے۔جوانکو بدلے لینے کا موقع بار بار مل رہا تھا۔

ملازموں نے ٹیبل پر کھانا رکھنا شروع کیا تو ساری مائیں اپنے اپنے بیٹوں کو کھانا سرو کرنے لگیں۔جبکہ مرد حضرات کا یہاں بھی منہ کھلا تھا۔کیونکہ انکی بیویاں ان نمونوں کے ساتھ اک ہی پلیٹ میں کھانا شروع ہو گئیں تھیں۔

دانیال خان اور دریاب خان نے بیچارگی سے انکو دیکھ کر اپنی اپنی مسکراہٹ دبائی۔

اب کیا انکے کھانے کو نظر لگائے گی تم لوگ۔۔

آغا جان نے اپنی اردو کا استعمال کرتے مرد حضرات کو ان چاروں کی طرف گھورتا پا کر ایبر واچ کاتے پوچھا تو وہ سب دل پر جبر کرتے کھانا شروع ہو

گئے۔

بی جان منیزے کدھر ہے اور بھابھی بھی نظر نہیں آرہیں۔ گڑیا بھی غائب ہے۔

ضرار نے ٹیبل سے لڑکیوں کو غائب دیکھ کر نوالہ منہ میں ڈالتے پوچھا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ جب آئے تھے۔ تب علیزے اور مشعل باہر ہی بیٹھیں تھیں۔ بعد میں وہ اچانک غائب ہو گئیں تھیں۔

ضرار کے سوال پر مرد حضرات اک دوسرے کو دیکھ کر اب چوڑے ہو کر کھانا کھانے لگے تھے۔ کیونکہ اونٹ خود ہی پہاڑ تلے آگیا تھا۔ انکو کوئی محنت بھی نہیں کرنی پڑی تھی۔

ہاں انکا کھانا کمرے میں پہنچا دیا ہے۔۔

بی جان نے کھانا کھاتے ہوئے مصروفیت سے جواب دیا تو وہ وہ چاروں چونک گئے۔

کمرے میں کھانا کیوں بھجوادیا ڈارلنگ وہ لوگ ٹیبل پر کیوں نہیں ائے۔۔

عیس نے الجھن سے بی جان سے استفسار کیا تھا۔

شادی تک لڑکیوں کا تم لوگوں سے پردہ کروایا ہے۔اس لئے تین دنوں تک وہ لوگ کمرے میں ہی رہیں گئیں۔

بی جان نے آرام سے ان سب کے سروں پر بمب پھوڑا تو وہ چاروں اک جھٹکے میں اک دوسرے کی طرف پلٹے تھے۔

نظروں کو زرا سا ترچھا کرنے پر جو منظر سامنے ایا۔اسے دیکھ کر وہ چاروں اندر تک جل گئے۔

کیونکہ انکے دشمن چہرے پر دلفریب مسکراہٹ سجائے اب وہ ہی کھانا

پورے رغبت سے کھانے لگے تھے۔جو کچھ منٹ پہلے انکے حلق سے نہیں اتر رہا تھا۔

بی جان ان دونوں کا پردہ تو بنتا ہے۔کیونکہ رخصتی نہیں ہوئی یہ ہمارا کونسا پردہ اب جبکہ ہم باپ بننے والے ہیں۔ہماری بیویوں کو ہماری ضرورت ہو گی۔

عیس نے احتجاج کرتے ضرار اور سنان کی طرف اشارہ کرتے کہا تو وہ دونوں اسے خشمگیں نظروں سے دیکھنے لگے۔

تم دونوں کا بھی پردہ کروایا ہوتا تو آج اک ساتھ دو دو بچوں کے باپ نہ بن رہے ہوتے۔اپنی اپنی بیوی کی عمر اور صحت دیکھی ہے تم لوگوں نے۔جو بچیوں کو وقت سے پہلے ہی اس قصے میں الجھا دیا ہے۔وہ تمہارے والی چڑی تو الٹیاں کر کر کے ہلکان ہو رہی ہے۔۔اور جو تمہاری خانم ہے نہ اسے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا۔بس جہاں زرا سا سہارا دیکھتی ہے۔۔وہیں سر

ٹکا کر سونے نکل پڑتی ہے۔
ان دونوں سے زیادہ تم دونوں کو پردا کرنے کی ضرورت ہے۔

۔کیونکہ مجھے پورا یقین ہے اگر تم لوگ شادی تک ان کے پاس رہے تو ان دونوں کا پہلا بچہ آنے تک تم دونوں کا تیسرا بچہ بھی آجانا ہے۔
بی جان کھانا روکتی تفصیل سے عیس کو جواب دینا شروع ہوئیں تو اگلی پچھلی ساری کسر نکال گئیں۔ جبکہ بی جان کی باتیں سنتے عورتوں نے جہاں کانوں کو ہاتھ لگایا تھا۔ وہیں دراب خان اور دانیال خان کا دلکش قہقہہ ٹیبل پر گونج اٹھا۔

اپنی اتنی عزت افزائی پر عیس اور سلطان اپنی اپنی مسکراہٹ دبا گئے تھے۔ جبکہ سنان اور ضرار دو دو بچوں کا سن کر الجھ گئے۔۔ وہیں مرد حضرات نے انکو افسوس سے دیکھنا شروع کر دیا۔

ڈارلنگ یہ دو دو بچے کس کے آرہے ہیں۔۔
سنان نے الجھن سے بی کو دیکھا تو بی جان سر پر ہاتھ مار گئیں۔ کیونکہ ان دونوں کو تو اتنی بڑی خوشخبری خبری سنانا ہی بھول گئیں تھیں۔

ارے ان دونوں کے وہ کیا تھا۔ہاں ٹوئن بچے ہونے والے ہیں۔
بی جان سر پر ہاتھ رکھ کر یاد کرتے بولیں تو سنی اور ضرار کی آنکھیں پھیلتی چلیں گئیں۔ جبکہ وہ دونوں انجان بن گئے تھے۔

ان دونوں کے ٹوئنز بچے ہونے والے ہیں۔۔۔
ضرار نے ابرو اچکاتے انکو پوچھا تو عیس اس بار بامشکل سر ہلا پایا تھا۔
ضرار نے سنی کو اشارہ کرتے جلدی سے کھانا ختم کیا اور ان دونوں کو کھینچتے ہوئے لے گئے۔

اور پھر کمرے میں وہ چاروں تھے اور طوفان بد تمیزی تھا بس۔۔

سائیں کیا کر رہے ہیں کوئی دیکھ لے گا۔۔
منیزے نے بوکھلاہٹ سے کہا تھا۔
ایسی کی تیسی تمہارے کسی کے دیکھنے کی اور تمہاری بھی سائیں کی جان اللہ اللہ کر کے رخصتی ہونے لگی ہے۔۔تو یہ پردے کا ڈرامہ شروع کر دیا ہے۔ چھوٹی موٹی کس کر کے جو گزارا ہو رہا تھا۔۔ظالموں نے وہ بھی بند کر دیا ہے۔

ضرار اسکی کمر میں سختی سے بازو لپیٹتے پہلے جہاں غصے سے بولا تھا۔وہیں اسکے بدن کی نرماہٹ محسوس کرتے اسکا لہجہ خود بخود بھاری ہوتا چلا گیا۔
منیزے اسکی تڑپ پر اپنی کھلکھلاہٹ روک گئی تھی۔

سائیں روم میں اگر کوئی آگیا تو سچ میں پھنس جائیں گئے۔۔

منیزے نے چہرہ اٹھاتے اسکی منت کرتے پھر کہا تو ضرار اسکی بات اگنور کرتا اسے سختی سے خود میں بھینچنے لگا۔ ضرار کی بے باک حرکت پر منیزے کے چہرے پر سارا خون سمیٹ آیا تھا۔

سائیں۔۔۔

منیزے شرم سے کانپتے ہوئے اسے پکار گئی۔

سائیں کی جان اتنا نہ تڑپاو کہ میں اپنی گولڈن نائٹ پر تمہارے اس حسین بدن کو کھاتا چلا جاؤں اور تم سسکتے ہوئے تھک جاو۔۔۔

ضرار نے منیزے کی شرٹ کے اندر سے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے گھمبیر لہجے میں کہا تو منیزے زو معنی لفظوں پر خود میں سمٹتے چلی گئی۔۔

منیزے ے ے۔۔۔اندر تم ہو کیا۔۔

علیزے نے دروازے کو دیکھتے بلند آواز میں پوچھا تو منیزے اچھلتے ہوئے ضرار سے دور ہو گئی۔جو اسے سختی سے جکڑے کھڑا تھا۔منیزے کے دور پر ضرار نے اسے پھر اپنی جانب کھینچا تو وہ اسکے سینے سے ٹکرائی تھی۔

علیزے کی آواز پر اسکے چہرے سے رنگ اڑنے لگا تھا۔۔

وہ۔۔و۔۔وہ لیز وو۔۔۔

ضرار کو دیکھتے منیزے نے ڈرتے ہوئے سرگوشی میں بتاتے دروازے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ضرار سب بھلائے اسکے دلکش سبز نینوں میں کھو گیا تھا۔اسکی خوبصورت سبز آنکھیں علیزے کی آواز پر بڑی ہونے لگی تھیں۔آنکھوں میں ابھرتا پکڑے جانے کا خوف ضرار کو بہت دلفریب لگ رہا تھا۔

ضرار نے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے اسکی آنکھوں کو چوما تو منیزے اسکی چھیڑ خانیوں پر لرزنے لگی تھی۔ جبکہ گلابی ہونٹ خشک پڑنے ہونے لگے تھے۔

منیزے ے۔۔بولو تو سہی کہ اندر ہو۔۔۔

واش روم میں خاموشی محسوس کرتے علیزے نے پھر پوچھا تو منیزے روہانسے ہو کر اپنے شوہر کو دیکھنے لگی۔ جس کو کسی کی کوئی فکر نہیں تھی۔

لیز ومی۔۔یں س شاور لے رہی ہوں۔۔۔

منیزے نے علیزے کے دوبارہ بولنے سے پہلے جلدی سے جواب دیا۔

ہیں۔۔۔یہ شاور لے رہی ہے تو پانی کی آواز کیوں نہیں آ رہی۔۔

علیزے خود سے بڑبڑاہٹ کرتے کہنے لگی تو ضرار اپنی بھابھی کی بڑبڑاہٹ سنتے مسکرا دیا۔ واشروم میں اس وقت فسوں خیز خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہ ان دونوں کو اک دوسرے کے سانس لینے کی آواز بھی بخوبی سنائی دے

رہی تھی۔

ضرار نے ہاتھ پیچھے لے جاتے اک دم سے شاور آن کیا تو منیزے اچانک خود پر پانی پڑتے دیکھ کر بوکھلا کر ضرار کو تھام گئی۔ جس نے پہلے ہی سختی سے اسے جکڑ رکھا تھا۔

پانی کی آواز سنتے علیزے مطمئن ہوتے واپس چلی گئی تھی۔

اپنی بھابھی کے جانے پر ضرار پر سکون ہو کر منیزے کو سختی سے چھونے لگا۔

منیزے کی گردن میں ہاتھ لپیٹتے ضرار نے اسکے سر کو پیچھے گراتے ہوئے شاور کے نیچے کیا تو منیزے اسکے عمل پر مچل سی گئی۔ پانی تی رفتار سے اسکے چہرے پر گر رہا تھا۔

بلیک کلر کے خوبصورت کرتے میں ملبوس اس نے پہلے ہی ضرار کا ایمان خراب کر دیا تھا۔اب مزید کسر پانی نے پوری کی تھی۔ کیونکہ اسکا ڈریس بھیگتے ہوئے اسکے بدن سے چپکتا اسکے جسم کے خوبصورت خدوخال واضح کر گیا تھا۔

ضرار منیزے کو مزید پیچھے کی جانب سرکاتا خود شاور تلے آیا تو منیزے شکر کرتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔جو اپنی سرخ سرمئی آنکھوں سے اسکا انگ انگ دیکھ رہا تھا۔

سائیں پلیز۔۔۔
ضرار کی نظروں کی گہرائیوں کو دیکھ کر وہ منمناتے ہوئے بولی تو ضرار اسکی سفید گردن پر اپنی پیاسی نظریں جما گیا۔
منیزے کی بے داغ سفید گردن پر پانی کی بوندیں ٹھہر گئیں تھیں۔وہ

آنکھیں بند کرتا اسکی گردن پر جھکا تو منیزے کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ڈورتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔

اپنے ہاتھوں کے لمس سے وہ اسے کب سے بے چین کر رہا تھا۔اور اب ہونٹوں سے چھوتے ہوئے اسے مکمل طور تڑپانے کی کوشش کرنے لگ گیا تھا۔

ضرار نے اسکی گردن پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے اسکی بیوٹی بون پر ٹھہری پانی کی بوندوں کو اپنے عنابی ہونٹوں سے چنا تو منیزے نے گہرے سانس لیتے اسکی سفید شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔

ضرار نے اپنے اندر اٹھتے جذبات سے بے چین ہوتے اسکی اچانک اسکی گردن پر زور سے دانت گاڑے تو وہ سسک اٹھی۔

کیا کر رہے ہیں آپ سائیں۔۔

ضرار کے کندھوں پر مکے مارتے کانپتے ہوئے بولی تو ضرار اک جھٹکے میں اسے اوپر اٹھاتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔ منیزے کو اپنی گردن پر جلن محسوس ہونے لگی تھی۔

ضرار کی اس قدر نزدیکی پر منیزے کا چہرہ بھاپ چھوڑنے رہا تھا۔

دل کرتا ہے کہ ابھی تمہارے ان نرم ہونٹوں کو کھا جاؤں اور پھر کبھی دل کرتا ہے کہ تمہاری ان دھڑکنوں کا حشر بگاڑ دوں جو مسلسل مجھے اپنی طرف کھینچ رہیں ہیں۔

پر میں آج تمہارے ہونٹوں پر ہونٹ نہیں رکھوں گا۔اور نہ ہی تمہارے بدن کے کسی دوسرے حصے کو ہونٹوں سے چھوگا۔بلکہ میں شادی کی رات تک تمہارے اندر اتنی تڑپ پیدا کرنے والا ہوں۔کہ تم اس رات خود مجھ میں سمٹنے کے لیے بے قرار نظر آؤ گی۔

ضرار نے اسکے چہرے کے بھیگے نقوش کو دیکھتے بھاری لہجے میں اک اک لفظ کہا تو وہ گہرے سانس لیتی اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

ضرار اسکی ٹانگوں کو کمر پر لاک کیے دیوار کے ساتھ لگائے کھڑا تھا۔ منیزے اسکی گود کے قرب پر پہلے ہی شرم سے دوہری ہو رہی تھی۔اور اب وہ معنی خیز سرگوشیاں کرتا اسکی حالت مزید خراب کرنے پر تلا تھا۔

ضرار اسکی خراب حالت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔اسی لئے ہونٹ کا کونہ دباتے ضرار نے اسے سختی سے خود میں بھینچا تو شرم و حیا سے منیزے کے چہرے پر گلال بکھر گیا.

ضرار نے اسے خود میں سختی سے بھینچا تو حیا سے منیزے کی پلکیں عارضوں پر گریں۔

کوئی آجائے گا آپ جائیں یہاں سے۔۔

منیزے کانپتے ہوئے اسے جانے کا کہنے لگی۔ جبکہ ضرار تو سب بھلائے اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اگر میں نہ جاؤں تو۔۔

ضرار نے اسکے بھیگے چہرے پر انگلی سے لکیر کھینچتے ہوئے لا کر اسکے دل کے مقام پر روکی تو منیزے اسے روہانسی نظروں سے دیکھنے لگی

وہ سچ میں اسے ہونٹوں سے نہیں چھو رہا تھا۔ لیکن اسکے جسم میں بے چینی ضرور بھرتا جا رہا تھا۔

منیزے نے سلگتے ہوئے اک دم سے اسکی گردن میں بازو ڈال کر چہرہ ترچھا کرتے ہوئے اسکی گردن پر دانت گاڑے تو ضرار نے اسکے میٹھے ظلم پر آنکھیں بند کر لیں۔۔

جبکہ منیزے بھرپور زور اپنے دانتوں پر لگا رہی تھی۔۔ضرار اسکی شدت کو بھرتے دیکھ کر گھوم کر شاور کے نیچے آیا تو منیزے خود پر پھر پانی گرتے دیکھ کر مچلنے لگی۔
شاور کے پانی سے اسکی سبز آنکھیں سرخ مائل ہو گئیں تھیں۔

منیزے کے پیچھے ہٹتے ہی ضرار نے اسکا چہرہ اوپر اٹھا کر اسکے ہونٹوں کے نزدیک اپنے ہونٹ کیے۔ضرار کے اپنے ہونٹوں پر جھکنے کی وجہ سے منیزے کو اپنے جسم میں سپارک ہوتا محسوس ہوا تو وہ آنکھیں بند کر گئی۔

لیکن اپنے ہونٹوں پر کوئی لمس محسوس نہ کرتے دیکھ کر منیزے نے آنکھیں کھول اسے دیکھا تو وہ اپنی سرمئی آنکھوں میں جذبات کا سمندر لیے اسے ہی نہار رہا تھا۔ضرار نے اسکے لبوں کو چھوا نہیں تھا

بلکہ اپنے ہونٹ صرف قریب کئے تھے۔ منیزے کی میٹھی سانسیں اسکے چہرے پر اپنا اثر چھوڑ رہیں تھیں۔ لیکن وہ جان بوجھ کر اسکے جذباتوں کو بھڑکا رہا تھا۔

منیزے نے آنکھوں میں غضب لیے اسے دیکھا۔۔اپنی طلب پوری نہ ہونے پر اسکے وجود میں چونٹیاں سی رینگنے لگیں تھیں۔

اسی لئے وہ جھٹپٹاتے ہوئے اسکی گود سے نیچے اتری۔۔

اگر میرے ساتھ کوئی گیم کھیلنے کی کوشش کی نہ میجر ضرار پاشا تو جان سے مار ڈالوں گی۔۔

ضرار کو گریبان سے پکڑ کر خود پر جھکاتے ہوئے وہ آنکھوں میں شدید غصہ لیے غراتے اک جھٹکے میں باتھروم کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

جبکہ ضرار اسکے آگ بگولہ ہونے پر مسرور ہوتے آنکھیں بند کر کے شاور کے پانی کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

اچھا تھا اگر وہ اسکی طلب میں پاگل ہوتے یہاں سے نکلی تھی۔ یہ ہی تو وہ چاہتا تھا۔

سرشاری سے سوچتے ہوئے وہ باتھروم سے نکل کر آس پاس نظریں دوڑاتا کھڑکی سے نکلتا چلا گیا۔

سلطان احمد خان اور عیس علی ہمدانی کو ٹوئنز بچوں کی اچھی طرح مبارک باد دے کر وہ اپنی شیرنی کے پیچھے آیا تھا۔۔ کیونکہ ضرار نے اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

کھانے سے فری ہو کر سب ہال میں بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ منیزے کو قید کرنے کا یہ سب سے بہترین موقع تھا۔

اسی لئے وہ بہانے سے نکلتا ہوا کھڑکی سے اسکے روم میں داخل ہوا تھا۔
جہاں وہ شاور لینے کے لیے واشروم میں جانے لگی تھی۔
جب ضرار نے اک جھٹکے میں اسے اندر کھینچ کر دروازہ بند کر لیا۔
اپنی بیوی کو اچھی طرح سلگا کر وہ روح تک سرشار ہوتے اپنے روم میں داخل ہوا۔

روم کو خالی دیکھ کر وہ جلدی سے اپنے گیلے کپڑے بدلنے کے لیے واشروم کی جانب بھاگا تھا۔اسے اپنے نمونوں کے آنے سے پہلے پہلے چینج کرنا تھا۔

رات کے دو بجے وہ چاروں بیڈ پر آڑے ترچھے لیٹے چھت کو گھور رہے تھے۔ چھت کا ڈیزائن آج کافی برا لگ رہا تھا۔
یہ پردے کی پہلی رات اتنی مشکل ہے تو آگے کیا ہونے والا ہے۔۔

عیس نے چھت پر لگے پنکھے کو گھورتے ہوئے کہا توسب چہرہ ترچھا کرتے اسے دیکھنے لگے۔

میں اپنی خانم کے پاس جارہاہوں انہیں میرے بنا نیند نہیں اتی۔اب توسب سوچکے ہونگے

دل میں مچلتے ہوئے جذبات سے تھک کر سلطان اک دم سے کھڑا ہوتے بولا تھا۔

کدھر مجنوں خان۔۔

عیس جلدی سے کھڑا ہو کر اسکے سامنے آیا تھا۔سلطان نے اسے وارننگ دیتی نظروں سے دیکھا۔تاکہ وہ سامنے سے ہٹ جائے۔

پر عیس اسکی نظروں کو نظرانداز کرتا اسے بیڈ پر پیچھے دھکا دیتا لٹا گیا۔۔

چپ کر کے لیٹے رہو بڑے آئے تم۔۔

ضرار نے طنزیہ انداز میں سلطان کو بولتے اپنی بھاری ٹانگ اسکے اوپر رکھی تو سلطان سر پیچھے گرا کر اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔یقیناً آج وہ ان گدھوں کے ساتھ ہی رہنے والا تھا۔اسکے علاؤہ اسے کوئی امید کی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔

ویسے میں نے حساب لگایا ہے کہ اتنے سال جو تم لوگوں کے ساتھ راتیں گزریں ہیں وہ سب بکواس تھیں یار۔۔

عیس نے کروٹ لیتے سر کے نیچے ہاتھ رکھتے اٹھتے ہوئے ان تینوں کو دیکھ کر پر سوچ انداز میں کہا تو وہ تینوں اسے آگے بڑھ کر دبوچ گئے۔

عیس کی حالت بگاڑنے کے بعد وہ تھک ہار کے لیٹے تو سنی اک دم سے کھڑا ہوا تھا۔۔

اب تجھے کیا تکلیف ہو گئی ہے۔
سنی کو کھڑے ہوتے دیکھ کر سلطان نے تیکھے چتون سے پوچھا تھا۔اک کے بعد اک جھٹکے سے کھڑا ہو رہا تھا۔

سالوں پردے تو تم لوگوں کے ہوئے ہیں۔۔میرا تھوڑی ہوا ہے۔۔میرے والی تو اپنے گھر بیٹھی ہے۔جسے جا کر میں آسانی سے بانہوں میں بھر سکتا ہوں۔

سنی نے جوتا پہنتے جلدی سے کہا تو وہ تینوں کھڑے ہو کر اسے جکڑ گئے۔۔جو باہر بھاگنے کی تیاری میں تھا۔
میں تم تینوں کا خون کر دوں گا اگر کسی نے میرے ساتھ بے غیرتی کی تو۔۔

سنی ان تینوں کی گرفت میں جھٹپٹاتے ہوئے چیخنے لگا۔لیکن ان تینوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی تھی۔

تو چینخ چلا چاہے شور کر کر کے فارم ہاؤس سر پر اٹھالے۔پر میں تجھے چوبارے (چھت کو کہتے) پر نہیں چڑھنے دوں گا۔ عیس آرام سے کہتے اسکے اوپر بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ سنی بیڈ پر الٹا لیٹا اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔پر عیس کے اپنے اوپر بیٹھے ہونے کی وجہ سے وہ ہل بھی نہیں پا رہا تھا۔اسکے علاوا اسکا اک اک ہاتھ دائیں بائیں لیٹے ضرار اور سلطان نے پکڑ رکھا تھا۔ تاکہ وہ مزید اٹھنے کی کوشش نہ کرے۔

کمینے ہمدانی تجھے کیا تکلیف ہے۔

سنی نے سرخ چہرے کے ساتھ چینختے ہوئے پوچھا تو عیس اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔

میرے گولڈن بے غیرت کا ظمی جو تکلیف اس وقت تجھے سکون نہیں لینے دے رہی مجھے بھی وہ ہی ہے۔بلکہ ہم سب کو اس وقت اک ہی تکلیف

ہے۔بس فرق اس بات کا ہے۔کہ آج اس تکلیف کا سکون کسی کو نہیں ملے گا۔سارے ہی تڑپے گئے۔تو تو بھی ہمارے ساتھ تڑپے گا۔

عیس نے دل ہر ہاتھ رکھتے دلکش انداز میں زو معنی اسے تکلیف کا جواب دیا۔تو ضرار اور سلطان اسکی بے شرمی پر اپنی اپنی مسکراہٹ دبا گئے۔

سالے سانڈ کہیں کے پیچھے ہٹ مجھے سانس نہیں آرہا۔پتہ نہیں تیرے جیسے ریچھ کو گڑیا کیسے جھیل لیتی ہے۔

عیس کے لمبے چوڑے وجود کو پیچھے دھکیل کر سنی غصے سے بولنے لگا تھا۔

ان تینوں کے تشدد کی وجہ سے اسکے سفید چہرے میں اس وقت سرخیاں گھل گئیں تھیں۔۔جبکہ گولڈن بال بھی بکھر سے گئے تھے۔

اسکی فکر نہ کر میں اس پر اپنا پورا بوجھ ڈالتا ہی نہیں۔جب وہ سسکیاں لیتی

مدہوش ہوتی ہے تو میں اسے اپنے اوپر شفٹ کر لیتا ہوں۔ ویسے بھی اسکے چھوٹے قد کا یہ ہی تو بڑا فائدہ ہے مجھے۔۔

عیس نے مشعل کے نازک سراپے کو یاد کرتے پیچھے گرتے ٹھنڈی آہ بھرتے جواب دیا تو اسکی بے شرمی پر وہ تینوں اسے گھور گئے۔

سالے شرم کر لے بے غیرت انسان۔۔

ضرار نے اسکی کمر پر مکہ مارتے اسے شرم دلانا چاہا تھی۔

کتنی شرم کروں اب تو باپ بننے والا ہوں یار۔۔۔

عیس نے شیطانی مسکراہٹ سے جواب دیا تو سنی اور ضرار اسے پھر دبوچ گئے۔ آخر کو انکے ٹوئن بچوں کا غم جو پھر یاد آگیا تھا۔

سلطان نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ اسکا کوئی موڈ نہیں تھا اس جنگ عظیم میں ہاتھ ڈالنے کا۔۔

دیکھنا کمینوں تم لوگوں کو پہلی ہی بار میں تین، تین بچے پیدا کر کے
دیکھائے گئے ہم۔۔۔
سنی نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پھولی ہوئی سانسوں سے جوشیلے انداز میں
بھڑک ماری تو عیس اور سلطان دلفریب قہقہ لگا گئے۔
ضرار نے ان دونوں بے غیرت کو گھور کر دیکھا تھا۔
جو بھی کرواول تو ہم لوگ آ گئے ہیں نہ۔۔
سلطان نے نیلی آنکھوں میں چمک لیے انہیں مزید تیلی لگانا چاہی۔۔۔

رات کے اک بجے وہ سارے بے شرمی کی حد پار کرتے اک دوسرے کو
پیچھے چھوڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔
اپنی اپنی زہریلی زبان بند کر کے اب سو جاؤ صبح جلدی اٹھنا ہے۔۔
ضرار نے ان تینوں پر تیکھی نظر ڈال کر سونے کی تلقین کی تو وہ سرد سانس
خارج کرتے جہازی سائز بیڈ پر آڑھے ترچھے پھر لیٹ گئے تھے۔

کیا ہی ہوتا اگر میں اپنی بیوی کے سینے پر سر رکھ کر سوتا آج تو۔۔
عیس نے آنکھیں بند کرتے بلند آواز میں پھر پھلجڑی چھوڑی۔۔

سلطان سمیت وہ دونوں بھی غصے سے اس گنڈے کو دیکھنے لگے۔جو جان بوجھ کر انکے جذبات کو سلگا رہا تھا۔

اب مجھے یہ تیری منحوس آواز سنائی دی نہ تو تجھے قبر میں لٹا آؤں گا۔

سلطان شدید تیش سے بول گیا۔پہلے ہی اپنی خانم کو یاد کرتے اسے اپنے پورے جسم میں بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔رہی کسر یہ کمینہ پوری کرنے پر تلا تھا۔

سلطان کے گرجنے پر عیس نے شیطانیت سے بھرپور قہقہ لگایا تھا۔

سالے کی ہنسی ہی آگ لگانے والی ہے۔۔ جیسے پھوپو شادی والے گھر میں بکھیڑا ڈال کر ہنستی ہے نہ یہ کمینہ بھی بلکل ویسے ہی ہے۔۔

عیس کے قہقہے پر سنی جلے کٹے انداز میں بولا تو وہ تینوں قہقہ لگا گئے۔

ویسے تم لوگ ہم سے ٹوئنز بچے پیدا کرنے کی ٹپ لے سکتے ہو۔ بلکل آسان پوزیشن بتائیں گئے ہم۔۔

عیس بند آنکھوں سے پھر بولا تو سنی اٹھتے اسکے منہ پر تکیہ رکھتے زور لگانے لگا۔

اب تو بتا مجھے پوزیشن۔۔

سنی تکیے پر زور لگانے غصے سے بولا تھا۔ سلطان اور ضرار قہقہ لگاتے اسے دور کر گئے۔

پر مجال ہے جو نیچے لیٹی بلا کو زرا برابر بھی اثر ہوا ہو۔ وہ سنی کے جلنے کڑھنے

پر مسلسل ہنسے جارہا تھا۔۔ عیس کو اسے سلگانے کا بہت مزا آرہا تھا۔

اسکی بتیسی اندر کروالو ورنہ رات کے اس پہر یہ کمرہ تیسری جنگ عظیم بنتے دیر نہیں لگائے گا۔۔

سنی نے سلطان اور ضرار کو تنبیہ کرتے کہا تو وہ دونوں عیس کو باز کرتی نظروں سے دیکھنے لگے۔

جس پر اس نے مشکل سے اپنی ہنسی کو کنڑول کر کے آنکھیں بند کیں تھیں تو وہ دونوں سنی کو بھی پیچھے لٹا گئے تھے۔

ہزاروں کوششوں کے بعد وہ رات میں اپنے جاگتے جذبات کو سلا کر آنکھیں موندے میں کامیاب ہو پائے تھے۔

دو دن بعد

آج ابٹن کی رات تھی۔ فارم ہاؤس میں ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی۔ گل جہاں، شاہدہ بیگم اور زلیخا بیگم دونوں مل کر چاروں دلہنوں کے لیے شاپنگ اور تیاریوں میں مصروف تھیں۔ جبکہ کلثوم بیگم اپنے کلینک ہی الجھ کر رہ گئیں تھیں۔

ان دو دنوں میں وہ جب بھی سب کے ساتھ رک کر تیاریوں میں ہاتھ بٹانے کا سوچتی تھیں۔ اسی دن انہیں کلینک سے کال آجاتی تھی۔ جس کی وجہ سے مجبوراً انہیں جانا پڑتا تھا۔

باقی سب نے انہیں بے فکر ہو کر کلینک کو دیکھنے کا کہا تھا۔ اسی لئے آج بھی وہ کلینک پر موجود تھیں۔ جبکہ فارم ہاؤس پر مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔

گل جہاں بیگم کی حویلی سے بھی سب لوگ آ گئے تھے۔ جن کو ضرار کے پورشن پر ٹھیرایا گیا تھا۔

بی جان اپنی نگرانی میں سب تیاریاں کروا رہیں تھیں۔اور مرد حضرات بیک سائیڈ کی ڈیکوریشن میں لگے تھے۔

ایرہ نروس سی کلینک کے اندر داخل ہوئی تو ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا۔

آج پہلی بار وہ اپنی ساس کے کلینک پر آئی تھی۔اسی لئے اسے نروئیس سی ہو رہی تھی۔ گہری سانس خارج کرتے وہ ہمت کرتے ریسپشن پر ائی۔

ڈاکٹر کلثوم کا روم کس طرف ہے۔۔

ایرہ نے ریسپشن پر موجود لڑکی کو مخاطب کرتے پوچھا جو ٹائپنگ میں

مصروف تھی۔

جی ڈاکٹر کلثوم کا روم وہ سامنے ہے۔
نرس نے پر فیشنل مسکراہٹ سے ایرہ کو سامنے اشارہ کرتے بتایا تو آئرہ اسکا شکریہ ادا کرتے روم کی طرف بڑھ گئی۔
دروازہ کھول کر ایرہ اندر داخل ہوئی تو سامنے نظر آتے منظر کو دیکھ کر یک دم ساکت ہوئی تھی۔

جبکہ سنان تو اسکی یہاں اچانک آمد کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ایرہ کی آنکھوں میں تیزی سے ابھرتی بے یقینی کو دیکھ کر وہ ضبط سے آنکھیں بند کر گیا۔

ایرہ تم یہاں اندر او۔۔
سنی نے چیئر سے کھڑے ہو کر سنجیدگی سے اسے اندر آنے کا کہا۔۔ لیکن ایرہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ بس اس لڑکی کی طرف دیکھ رہی

تھی۔۔جو پہلے سنی پر جھکی ہوئی تھی

اور اب ایرہ کی موجودگی کی وجہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی تھی۔
سنی نے ایرہ کو سلمہ پر نظریں جمائے دیکھا تو وہ خود اٹھ کر اسکے قریب آیا۔۔
جبکہ سنی کے پاس آنے پر ایرہ سر نفی میں ہلاتے بے اختیار ہوتے قدم پیچھے
لے گئی تھی۔

نم گولڈن آنکھوں سے سنان مصطفیٰ کو دیکھتے وہ تیزی سے الٹے پاؤں مڑی
تھی۔ایرہ کے دور ہونے پر سنی ضبط سے ماتھے کو مسلنے لگا۔لیکن پھر سیکنڈز
میں خود کو کمپوز کرتے وہ دوبارہ سلمہ کی طرف آیا تھا۔اس وقت وہ اسکے
پیچھے نہیں جا سکتا تھا۔

ایرہ جو کلینک سے نکل رہی تھی۔اپنی کلائی پر پکڑ محسوس کرتے وہ مڑی تو

کلثوم بیگم اسکی کلائی تھامے سنجیدگی سے اسے دیکھ رہیں تھیں۔

اپنی ساس سے بنا ملے ہی چلے جاؤ گی کیا۔۔۔
کلثوم بیگم نے اسکا ہاتھ تھام کر سیریس لہجے میں استفسار کیا تو ایرہ اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے بامشکل مسکرائی۔ جبکہ اندر ہی اندر اسے لگ رہا تھا۔ کہ اسکا دل تکلیف سے پھٹ جائے گا۔
ایرہ کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر کلثوم بیگم سرد سانس خارج کر گئیں۔ وہ اچھے سے دیکھ رہیں تھیں۔ کہ انکی بہو اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔

ڈاکٹر کلثوم نے نرس کو بلا کر اسے ضروری ہدایات دیں۔ اور ساتھ اپنا بیگ بھی لانے کو کہا۔
جبکہ وہ خود اپنا کوٹ اتار کر ایرہ کا ہاتھ تھامے پارکنگ کی طرف بڑھ گئیں

تھیں۔

ایرہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ انکے ساتھ کھینچی چلی گئی۔وہ ہوش وحواس میں نہیں تھی۔۔اسکی آنکھوں کے سامنے بار بار کمرے کے اندر والا منظر آرہا تھا۔

بی جان میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔

منیزے بی جان کے سامنے آتے غصے سے پھٹ پڑی تھی۔

کیوں کیا ہوا۔۔۔

بی جان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جو پتہ نہیں کس وجہ سے اتنے غصے میں تھی۔

آپکا لاڈلا کہہ رہا ہے کہ مجھے بارات پر پنک لہنگا پہننا ہے۔اب بھلا بارات پر پنک کون پہنتا ہے۔اس خاص دن پر تو ریڈ پہنا جاتا ہے نہ۔۔

منیزے دھپ سے انکے پاس بیٹھتے تیش سے بولی۔اور ساتھ موبائل کی سکرین بھی انکے سامنے کی تھی۔۔جہاں اک خوبصورت پنک لہنگے کی تصویر نظر آرہی تھی۔

پچھلے دو تین دن سے منیزے اور ضرار کی اس بات پر بحث چل رہی تھی۔ کہ بارات پر پنک لہنگا پہننا ہے یا ریڈ۔ضرار اور منیزے دونوں ہی اپنی اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹ رہے تھے۔

ہیں یہ کون سی نئی ریت (رواج) ہے اب۔۔

شاہدہ بیگم نے منیزے کی بات سنتے حیرانی کا اظہار کیا۔

ماما آپ کیوں حیران ہو رہی ہیں آپکے لاڈلے نے پرپل کلر کی فرمائش کی

ہے۔پریشان نہ ہوں۔۔

مشعل نے منہ بگاڑتے ہوئے عیس کا بھی بتایا تو خواتین اک دوسرے کو دیکھ گئیں۔

تیرے والے نے بھی کچھ بتایا ہے کیا۔۔

بی جان نے علیزے کو پوچھا تو زلیخا بیگم کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

جی بی جان انہوں نے وائٹ کلر کرلہنگا لیا ہے۔

بی جان کے پوچھنے پر علیزے نے ناک سکوڑتے بتایا تو وہ سب اپنا سر پکڑ گئیں۔

دماغ خراب ہو گیا ہے کیا ان سب کا برات کے دن فنکشن میں آنے والی عام سہاگن عورت لال رنگ پہننا پسند کرتی ہے۔اور تم چاروں کا تو وہ خاص دن ہے۔جب تم سب ہی لال جوڑا نہیں پہنو گی تو لوگ کیا سوچیں گئے۔۔

شاہدہ بیگم نے فکر مندی سے کہا تو لڑکیاں لاپرواہی سے کندھے اچکا گئیں۔
اب بھلا وہ ان سر پھروں کے بارے میں کیا کہتیں۔ وہ سب ہی ریڈ لہنگا
پہننا چاہتیں تھیں۔۔ لیکن انکے شوہر تو کہیں اور ہی الجھے ہوئے تھے۔

بی جان آپ کیوں چپ ہیں۔۔
گل جہاں بیگم نے بی جان کو خاموش دیکھ کر پوچھا۔ جو کسی غیر مرئی نقطے پر
غور کرنے لگیں تھیں۔
میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ چوتھی جو ابھی اپنے گھر بیٹھی ہے۔ پتہ نہیں اسکو
کونسے رنگ کی فرمائش پہنچی ہے۔۔
بی جان نے حیرت زدہ انداز میں کہا تو سب انکے انداز پر قہقہ لگا گئیں۔
وہ سب اسی بحث میں لگیں تھیں کہ ملازمہ نے ان چاروں کے آنے کی
اطلاع دی تھی۔

جس پر لڑکیاں جلدی سے کھڑے ہوتے گھونگھٹ اوڑھ گئیں۔اس سے پہلے وہ وہاں سے غائب ہو پاتیں سب اپنی دلکش شخصیتوں کے ساتھ وہاں داخل ہوئے تھے۔

لڑکیاں جو انکی آواز قریب سے سنتے جلدی سے غائب ہونے لگیں تھیں۔۔کہ وہ چاروں اچانک انکے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ جس پر وہ اچھل کر پیچھے ہو گئیں۔

یہ سب کیا ہے۔۔

عیس نے جھکتے ہوئے گھونگھٹ کے نیچے سے دیکھنے کی کوشش کرتے پوچھا تھا۔

علی بدتمیزی نہیں کرو بچیاں پردے میں ہے۔۔

بی جان نے اسے غصے سے ٹوکا تو وہ منہ بسور گیا۔

جبکہ سنی نے ان سب کو کہنی مارتے دائیں طرف اشارہ کیا۔ جہاں مشعل اپنے چھوٹے سے وجود پر ڈوپٹہ لیے گھونگھٹ اوڑھے کھڑی تھی۔

مشعل کے چھوٹے سے وجود کو پردے میں چھپے دیکھ کر وہ سب اپنی امڈتی مسکراہٹ کو ضبط کرنے لگے۔

بی جان جس کو مرضی پردہ کروائیں پر پلیز ہمارے بچے پر رحم کریں یار۔۔

ضرار نے مشعل کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہنستے ہو کہا تو سب اسکی بات پر ہنسی روک گئے۔ جبکہ مشعل نے اپنا نچلہ ہونٹ کاٹا تھا۔ شکر تھا کوئی تو اسکے حق میں بول رہا تھا نہ۔۔

ضرار جانے دو انکو بچیوں کو تنگ نہیں کرو۔۔

بی جان نے مصنوعی غصے سے ڈپٹا تھا۔ لیکن وہاں کسی کو اثر نہیں ہوا تھا۔

عیس تو خمار زدہ آنکھوں سے اپنے چوزے کو دیکھنے لگا تھا۔

گڑیا چھم چھم کھیلیں کیا۔۔

سنی نے مشعل کے سامنے بیٹھے ہنستے ہوئے پوچھا تو مشعل جلدی سے ہاں میں سر ہلا گئی تھی

مشووووو۔۔۔

بی جان نے مشعل کو پکارا تو وہ گھونگھٹ کے نیچے سے منہ لٹکا گئی۔

کیا ہے ڈارلنگ گڑیا کا پردہ تو اس گنڈے سے ہے نہ میرے سے تھوڑی ہے۔۔

سنی نے بی جان کو نروٹھے پن سے کہا تو مشعل خوشی سے اچھلی تھی۔اسکے اچھلنے کا مطلب تھا کہ وہ اپنے بھیا کی بات سے اتفاق کرتی ہے۔

اسی لئے وہ جلدی جلدی دوبٹے کے نیچے سے اپنے چھوٹے چھوٹے سفید

ہاتھ باہر نکال گئی۔تاکہ اپنے بھیا کے ساتھ چھم چھم کھیل سکے

اسکہ اس قدر کیوٹ حرکت پر سب قہقہ لگا گئے تھے۔جبکہ سنی نے ہنستے ہوئے اسکے ساتھ چھم چھم کھیلنا شروع کیا تھا۔وہ اپنی گڑیا کو ناراض تھوڑی کر سکتا تھا۔

سنی کے نیچے بیٹھ کر چھم چھم کھیلنے پر ضرار مشعل کا گھونگھٹ میں چمکتا چہرہ دیکھ کر قہقہ لگا گیا۔

علیزے اور منیزے تو کب کی وہاں سے رفو چکر ہو گئیں تھیں۔

اپنے چوزے کو سنی کے ساتھ پھر وہ منحوس چھم چھم کھیلتے دیکھ کر عیس اندر تک آگ میں جھلسنے لگا تھا۔

اس چھم چھم سے تو وہ اس قدر تنگ تھا کہ جس کا کوئی جواب نہیں تھا۔وہ منحوس آدمی جب مرضی اسکی بیوی کے ساتھ یہ بکواس کھیل کھیلنا شروع

ہو جاتا تھا۔اور اسکی بیوی بھی خوشی خوشی اسکے ساتھ شروع ہو جاتی تھی۔
آخر اسکی بیوی اسکے ساتھ کیوں نہیں کھیلتی تھی۔عیس نے غصے سے دماغ
میں سوچا۔۔

رک تو میں تجھے چھم چھم کھیلاتا ہوں آج سالے،تجھے میری ہی بیوی ملتی ہے
اس باسی گیم کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ جا کر کھیل نا،دیکھنا پھر کیسے وہ تیرا
چھم چھم بناتی ہے۔۔

عیس غضب ناک تیوروں سے سنی کی طرف بڑھنے لگا تو سلطان اسے پیچھے
سے ہگ کرتے جکڑ گیا۔۔
عیس کے غصے پر سارے اسکی طرف متوجہ ہوئے جو بپھرے شیر کی طرح
سنی پر جھپٹنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔
عیس کو جلتے دیکھ کر سنی نے ٹھنڈے کلیجے کے ساتھ اسے ٹپٹپا کر دیکھا۔

لیکن اپنی گڑیا کے ساتھ کھیلنا بند نہیں کیا تھا۔

مشوا گر تم نے مزید اس بے غیرت کے ساتھ تالیاں بجائیں نہ تو میں
تمہارے ساتھ بہت برا پیش آؤں گا۔۔
ان دونوں کو ہی رکتے نہ دیکھ کر عیس گرجتے ہوئے بولا تو مشعل گھونگھٹ
میں سے اسے گھورنے لگی۔

بھیا اک منٹ رکیں۔۔
سنی کو انگلی سے اک منٹ رکنے کا اشارہ کرتے وہ اپنے سر پھرے شوہر کے
سامنے آ کھڑی ہوئی جس کو سلطان نے مشکل سے قابو کیا ہوا تھا۔ مشعل کو
غصے سے عیس کی طرف آتے دیکھ کر سب متجسس ہو گئے۔

اپکو مسلہ کیا ہے، بھیا کے ساتھ چھم چھم نہ کھیلوں تو کیا آپ کے ساتھ

کھیلوں اب میں۔۔۔

مشعل نے کمر پر بازو ٹکاتے ہاتھ سے اشارہ کرتے تیکھے لہجے میں پوچھا تھا۔

لہجے میں اسکا معصوم غصہ دیکھ کر سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔۔۔

جبکہ عیس تو اپنے چوزے کے تیور پر حیران ہوا تھا۔جو دیدہ دلیری سے اسکے سامنے کھڑے ہو کر استفسار کر رہی تھی۔ مشعل کے دبنگ انداز میں پیش آنے پر سنان تو روح تک راضی ہو رہا تھا۔اسکی گڑیارات والا اسکا حساب اچھے سے چکتا کر رہی تھی۔

ہاں تو میں کھیلتا ہوں نہ پر تم اس کمینے کے ساتھ اب یہ تالیاں نہیں بجاوں گی۔۔

عیس نے بے تابیِ سے اسکے ساتھ کھیلنے کی حامی بھری۔

وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ساری عمر اسکے ساتھ چھم چھم کھیل سکتا تھا۔

لیکن اپنی بیوی کا اس کمینے کے ساتھ کھلکھلانا کسی صورت بھی برداشت نہیں تھا۔

کتنے مہینوں سے یہ چھم چھم قہر بن کر اسکے دل پر لگ رہا تھا۔۔
عیس کا جواب سن کر مشعل کے تو گویا تن بدن میں آگ ہی لگ گئی تھی۔
اسے پکا یقین ہو گیا تھا۔ کہ اسکا شوہر اسکے سارے کھیلوں کا دشمن ہے۔ وہ ابھی تک لمبا سا گھونگھٹ اوڑھے اسکے سامنے کھڑی تھی۔ بی جان اشتیاق سے اس چھوٹے پیکٹ کو دیکھ رہی تھیں۔ جو سب کے سامنے اپنے شوہر کو ناکوں چنے چبوانے پر تلی ہوئی تھی۔

آپ نے کبھی اپنے بڑے بڑے اور سخت ہاتھ دیکھے ہیں
اگر ان ہاتھوں کی تالی میرے ہاتھوں سے بجیں تو میرے ہاتھ تو اسی لمحے فوت ہو جائیں گئے۔

مشعل نے دانت کچکچاتے ہوئے دوبٹے کے نیچے سے اپنا ہاتھ باہر نکال کر اسکے سامنے کیا۔ جبکہ ہاتھ کے فوت ہونے کی تشبیہ دینے کے لئے ہاتھ کو کھڑا کر کے نیچے گراتے اس نے دیکھانا چاہا تھا۔ کہ ایسے اسکا ہاتھ فوت ہو گا۔

مشعل کے اس قدر کیوٹ انداز میں ہاتھ کو مردہ دیکھانے پر سب کا وہاں قہقہ گونجنے لگا۔۔۔

جبکہ عیس خونخوار تاثرات سے اپنی چھوٹی بیوی کو دیکھنے لگا۔ جو ہمیشہ اسکی بے عزتی کروادیتی تھی۔

مشو بدتمیزی نہیں کرو ورنہ مار کھاؤ گی۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ دانت پیستے ہوئے کہنے لگا۔

جائیں جائیں میں نہیں ڈرتی آپ سے، ابھی اس دن کی ڈانٹ کے لیے بھی میں نے اپکو معاف نہیں کیا۔ اور اگر آج مجھے ڈانٹا نہ تو اپنے بھائیوں سے اپکو پٹوادوں گی۔

مشعل عیس کی بات کو ہوا میں اڑا کر پوری شان سے سنی کے بازو میں بازو ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

مشعل کی دھمکی پر عیس نے نظر گھما کر اسکے تین بھائیوں کو دیکھا جو کندھے اچکاتے ہوئے صاف صاف کہہ رہے تھے۔ کہ اپنی گڑیا کی بات پر پورا پورا اترے گئے۔ جبکہ سنی نے تو باقاعدہ گردن پر ناخن پھیرتے انتہائی خطرناک حد میں دھمکی دی تھی۔ کہ وہ اسکی گردن اڑا دے گا۔

ضرار بھی عیس کی جانب دل جلاتی ہوئی مسکراہٹ اچھال کر مشعل کے پاس آتے اسکے بازو اپنے بازو میں ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ اب مشعل کے اک

طرف سنی تو دوسری طرف ضرار کھڑا تھا۔

عیس کو بائے بائے کر کے وہ مشعل کو لیے آگے بڑھنے لگے۔ تو عیس منہ ہاتھ پھیرتے خونخوار تاثرات سے انکے پیچھے جانے لگا تھا۔ جس کو بی جان کی آواز نے بریک لگوائی تھی۔

علی اگر بچی کا پردہ خراب ہوا تو میں ادھر تمہارا پردہ بنا کر ٹانگ دوں گی۔

بی جان کی تنبیہ کرتی آواز پر اسے ضبط سے رکنا پڑا۔ مٹھیاں بھینچتے وہ تینوں کو گھور رہا تھا۔ جبکہ ضرار اور سنی روح تک سرشار ہوتے مشعل کو اک اک بازو سے اوپر اٹھا گئے۔

خود کو ہوا میں محسوس کرتے ہی پورے کاریڈور میں مشعل کی کھلکھلاہٹ گونجنے لگی۔ وہ فرمائش کرتی ان سے بار بار جھولے لینے لگی۔ تو وہ دونوں سر

کو خم دیتے اسکی خواہش پوری کرنے لگے تھے۔

اسکے روئی جیسے وجود کو وہ دونوں اک اک بازو میں آسانی سے اٹھائے گھوم پھر رہے تھے۔

فارم ہاؤس پر اس وقت آدھی دنیا کا گماں ہو رہا تھا۔ کیونکہ ہر طرف انسانوں کی افراتفری نظر آ رہی تھی۔ ابٹن کے فنکشن کے لئے بیک سائیڈ پر ڈیکوریشن کروائی گئی

تھی۔ ایرہ کی فیملی بھی انہیں جوائن کر چکی تھی۔ چونکہ نکاح انکا ہو چکا تھا۔ اسی لئے بی جان کے کہنے پر داؤد صاحب کو اک ساتھ رسمیں کرنے میں

کوئی برائی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

سلطان اور ضرار کے پورشن کے بیک سائیڈ پر عورتوں کا سیکشن تھا۔۔ جبکہ عیس اور سنی کے پورشن کی بیک سائیڈ پر مردوں کے لیے انتظام کیا گیا تھا۔

ابٹن کی رسم تو ویسے خاص لڑکیوں کے لئے ہی تھی۔ چاروں لڑکوں نے اس رسم کو نبھانے سے صاف صاف انکار کر دیا تھا۔۔ جس کی وجہ سے مردوں کی طرح قوالی نائٹ سا ہی سماں لگ رہا تھا۔۔ اور یہ سب عین وقت پر کرنلز کو انتظامات کرنے پڑے تھے۔ کیونکہ ان چاروں نمونوں کے انکار پر فنکشن پر آئے لوگ بور ہو جاتے۔ جب وہ رسم نبھانے پر انکار کر چکے تھے۔ تو پھر فنکشن میں کیا سب دیواروں کو تکتے۔۔

جبکہ لڑکیوں کی طرف اسکے برعکس معاملہ تھا۔ ہر طرف موتیے کے

پھولوں اور گیندے کے پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔اس کے علاوہ چاروں دلہنوں کے لئے علیحدہ علیحدہ جھولے بھی تیار کروائے گئے تھے۔ چاروں اطراف سفید پردے لگائے گئے تھے۔ جبکہ مختلف رنگوں کی لائٹس سے ساری سجاوٹ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

فنکشن شروع ہو چکا تھا۔چاروں دلہنوں کو لا کر انکے جھولوں پر بٹھایا گیا۔تو وہ چاروں مبہوت ہو کر ساری سجاوٹ دیکھنے لگیں۔
اتنی خوبصورت تیاریاں دیکھ کر انکے چہرے دمک اٹھے تھے۔

وہ چاروں سیم اک جیسا ڈریس پہنے ہوئے تھیں۔جو منیزے نے خود خاص طور پر کروائے تھے۔جب شادی سیم دن اور سیم جگہ پر تھی۔تو پھر دلہنوں کے ڈریس کیوں الگ ہوتے اسی لئے اس نے سب کے لئے سیم ڈریس

بنوائے تھے۔

گولڈن کلر کے شرارے پر شارٹ شرٹ اور موتیے کے پھولوں کے جیولری پہنے وہ سب اک سے بھر کر اک لگ رہیں تھیں۔ چونکہ آج ابٹن کا فنکشن تھا۔ تو چاروں دلہنوں کی شرٹ کے بازو سلیو لیس تھے۔ تاکہ انکے بازوؤں پر بھی اچھے سے ابٹن لگائی جا سکے۔ میک کے نام پر آج صرف ہونٹوں پر لپ گلوز لگایا گیا تھا۔

دلہنوں کے بیٹھنے کے لئے جھولے تیار کروائے گئے تھے۔ اسی لئے وہ اپنے اپنے نام والے جھولے پر بیٹھ گئیں۔

انکے بیٹھتے ہی بی جان انکو ابٹن لگانے کے لئے آئیں تھیں۔

بی جان نے سب سے پہلے علیزے کو ابٹن لگانا شروع کی تھی۔ اور پھر منیزے، ایرہ اور مشعل کی باری آئی۔

سب باری باری انکو ابٹن لگانا شروع ہو گئے تھے۔

بلیک گینگ کیا ارادہ ہے پھر، ادھر بیٹھ کر ان گنجے پنجے مردوں کی شکلیں دیکھنی ہیں یا پھر اپنے اپنے پٹاخے کے پاس پہنچنا ہے۔

وائٹ کاٹن کے سوٹ میں عیس نے چاروں اطراف نظریں گھماتے ہوئے دبی دبی آواز میں پوچھا تو وہ تینوں سب سے ملتے ہوئے مصنوعی مسکرانے لگے۔ آج کے فنکشن میں انکے بزنس پارٹنر سے لے کر دوست اور آرمی کے لوگ بھی شامل تھے۔ عیس کے پرانے محلے والے اور رشتہ دار بھی مدعو کیے گئے تھے۔۔

کیا کر رہے ہو تم لوگ یہاں بیٹھ کر۔۔

بلیک سوٹ میں گولڈن بالوں کو سیٹ کئے اسدان چاروں کی طرف آیا جو سٹیج پر بیٹھنے کی بجائے اک سائیڈ پر بیٹھے تھے۔

وہاں بیٹھ کر ہم کیا کریں کونسا وہاں ہماری بیویاں بیٹھیں ہیں۔۔جو ہم خوشی خوشی اس اونچی منزل پر جا کر بیٹھ جائیں۔۔

عیس نے خالی سٹیج کو دیکھ کر منہ بناتے ہوئے اسد کو جواب دیا۔تو اسدان چاروں کو افسوس بھری نظروں سے دیکھ گیا۔۔۔ہیزل براؤن بے تابیِ سے کسی کا دیدار کرنا چاہ رہیں تھیں۔آج شلوار قمیض میں وہ سب ماحول پر چھائے ہوئے لگ رہے تھے۔

ڈارمے بازیاں نہیں کرو جا کر اوپر بیٹھو سب لوگ دلہوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔اب انہیں کیا بتاؤں کہ دلہے آج کے فنکشن میں آئے

ہی نہیں ہیں۔۔۔

اسد نے بڑے ہونے کا رعب جھاڑتے ہوئے ایبر واچکاتے پوچھا تو وہ چاروں اس پر تیکھی نظر ڈال کر سٹیج کی طرف بڑھ گئے۔ان کے سڑے ہوئے چہرے دیکھ کر اسد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلی تھی۔

عدالت شروع کی جائے۔۔

سنی نے اپنی چیئر پر بیٹھتے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا تو سب نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگے۔

ایسے کیوں دیکھ رہے ہو ہمارے باپ دادا نے جیسا بورنگ سٹیج بنایا ہے نہ ایسے مجھے یہ ہی فیلنگ آرہی ہے۔کہ جسے کمرہ عدالت میں ہم سب بیٹھے ہوں۔

وہ دیکھو ہمسایوں کی طرف سے کتنی پیاری روشنی آرہی ہے۔کیسی کیسی

رنگ برنگی لائٹس لگائی گئیں ہیں۔۔کہ سوچ کر ہی دل مچلنے لگا ہے۔اور اک نظر یہاں پر دیکھو اک تو یہ بورنگ شکلیں دیکھنی پڑی رہیں ہیں۔اور اوپر سے ایسا سویا ہوا ماحول بنایا ہوا ہے۔

سنی نے پردے کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کرتے مچلتے ہوئے دل سے کہا تو وہ تینوں اسکی نظروں کی زد میں دیکھنے لگے۔جہاں سفید پردے کے دوسری جانب بہت رونق محسوس ہو رہی تھی۔جبکہ مردوں کی طرف قوال صرف انکو قوالی پرٹرخانے کا سوچ رہا تھا۔

ایسے لگ رہا ہے جیسے ملی نغمے سن رہے ہیں ہم۔۔۔۔
قوالی کی دو تین لائنز سن کر عیس نے بڑا بڑاتے ہوئے بے زاری سے کہا۔۔۔

ان چاروں کو سٹیج پر بیٹھ کر عورتوں والی سائیڈ پر نظریں جمائے دیکھ کر سب بڑے دانت کچکچا گئے۔

سنی نے سب کو مخصوص اشارہ کیا تو وہ سنجیدگی سے سر ہلا کر حامی بھر گئے۔

وہ باری باری سٹیج سے اٹھ کر غائب ہونے لگے تو ان چاروں کو گھیر کر دوبارہ سٹیج کی طرف موڑ دیا گیا۔

کچھ شرم کر لو آج کے دن تو۔۔

حسن صاحب نے چاروں کو گھور کر کہا تو وہ انجان بنتے ادھر ادھر دیکھنے لگے تھے۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔۔ لیکن ہر طرف شور وغل ایسے تھا۔ جیسے دن کا سماں ہو۔

سب دلہنوں کو ابٹن میں صحیح رنگا گیا تھا۔ جبکہ مشعل اب ابٹن کی سمیل سے ڈسٹرب ہونے لگی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ جبر کیے بیٹھی رہی۔۔
وہ سب اک دوسرے کو ابٹن سے بھرے دیکھ کر کھکھلانے لگیں۔ کہ اک دم شور بلند ہوا تو بی جان نے مڑ کر داخلی رستے کی جانب دیکھا تھا۔

جہاں وہ چاروں بے شرم چہروں پر دلفریب مسکراہٹ سجائے ادھر ہی آ رہے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ انکی بیویاں پردے میں ہیں۔ بی جان نے گل جہاں بیگم کو اشارہ کرتے ساری دلہنوں پر گھونگھٹ اوڑھانے کا کہا اور خود اٹھ کر انکی طرف بڑھیں۔ انکے پیچھے شاہدہ بیگم اور زلیخا بیگم بھی ہوئیں۔۔

خان آپ سب اس طرف خیر ہے نہ۔۔

بی جان نے ایبر واچکاتے سیریس لہجے میں استفسار کیا تو وہ چاروں آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں التجا کرنے لگے۔ جبکہ اپنی دوسری ماؤں کے سامنے وہ زبان سے کچھ بول بھی نہیں سکتے تھے۔ جو پہلے ہی انہیں تیکھی نظروں سے دیکھنے لگیں تھیں۔

ڈارلنگ ہم رسم کرنے آئے ہیں۔۔

گولڈن ڈارھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سنان مصطفیٰ نے دلکش انداز میں اپنی آمد کا مقصد بتایا تو خواتین امپریس ہوئے بنا نہ رہ سکیں

آپ لوگوں نے تو رسم کرنے سے منع کر دیا تھا نا۔۔

زلیخا بیگم نے تیکھی نظروں سے دیکھتے انکو یاد کروانا چاہا تھا۔۔

مورے وہ تو ہم نے اکیلے رسم کرنے سے منع کیا تھا۔اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ ہم یہاں آکر رسم کرنا چاہتے ہیں۔

عیس نے انکے پیچھے نظریں دہراتے ہوئے جواب دیا تو وہ انہیں گھور کر رہ گئیں۔۔

بیٹا جی ادھر کیا دیکھا جا رہا ہے۔۔

عیس کو پیچھے متلاشی نظریں دہراتے دیکھ کر زلیخا خانم نے عیس کی طرف دیکھا تو وہ آنکھیں گھما کر پھیکا سا مسکرا دیا۔

کچھ نہیں مورے میں بس دیکھ رہا تھا کہ کافی اچھی سجاوٹ ہوئی ہے یہاں پر۔۔

عیس نے جلدی سے جواب دیا تو وہ سر ہلاتے ہوئے ہنکارہ بھ گئیں۔۔ جیسے وہ اسکی بات ماننا چاہ رہیں ہوں۔

اب ادھر کیا کرنے آئے ہو بس یہ بتاو۔۔
بی جان نے آخری دفعہ پھر انکو پوچھا تھا۔

بی جان، سر لوگ اپنی ابٹن کی رسم کرنے آئے ہیں یہاں پر۔۔
بی جان کے سوال پر پیچھے سے نعمان خان نے شرارتی لہجے میں جواب دیا تو وہ سب مڑ کر اسکو دیکھنے لگے۔

جو بلیک سوٹ میں اپنے پٹھانی نقوش کے ساتھ کافی جاذب نظر آرہا تھا۔ لیکن ادھر کیوں نظر آرہا تھا۔ وہ یہ بات سمجھ کر اسے گھورنے لگے۔۔

دیکھا بی جان وہ کتنا سمجھ دار ہے پھر بھی آپ ہم سے اک ہی سوال بار بار کیے جا رہیں ہیں۔۔
نعمان خان کے جواب میں حامی بھرتے سنی نے منہ بسور کر بی جان کو دیکھا

توبی جان ایبر واچکاتے انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر گئیں۔ جس پر سنی اور عیس جلدی سے انکے پیچھے قدم اٹھا گئے تھے

خان آپ لوگ بھی انکے ساتھ مل جاتے ہیں۔۔
زلیخا بیگم نے سلطان اور ضرار کو دیکھا تو وہ بے نیازی سے کندھے اچکا گئے۔

جب آپ لوگ ہماری بیویوں کو اتنے دن ہم سے دور رکھے گئے تو یہ سب ہی ہو گا نا مورے۔۔
سلطان زلیخا خانم کو بازو کے گھیرے میں لے کر گھمبیر لہجے میں بولا تو وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔اس وقت وہ انہیں بلکل بھی سنجیدہ سا سلطان نہیں لگ رہا تھا۔

وہ چاروں دلہنوں کے پاس آئے تو سامنے کا منظر دیکھ کر انکا منہ کھل گیا تھا۔

کیونکہ بی جان الگ الگ بیٹھیں دلہنوں کو اٹھا کر اک جھولے پر بٹھا چکیں تھیں۔تاکہ ان چاروں میں سے کوئی بھی اپنی بیوی کے ساتھ نہ بیٹھ سکے۔۔

فنکشن میں آئیں ساری عورتیں ان حسین مردوں کو معنی خیزی سے دیکھ رہیں تھیں۔جو اوتاولے پن سے اپنی اپنی بیوی کو دیکھنے لگے تھے۔لیکن اپنی بیویوں کو دیکھ کر انکو شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔
کیونکہ بی جان نے نہ صرف انکو گھونگھٹ اوڑھا دیے تھے۔بلکہ انکے برہنہ بازوؤں اور پنڈلیوں کو بھی کور کر دیا تھا۔تاکہ ان کے شوہروں کی نظر بھی نہ پڑے۔اس وقت وہ چاروں مکمل طور پر کور ہو کر بیٹھیں ہوئیں تھیں۔

ڈارلنگ اس سے اچھا تھا کہ آپ انکو بوریوں میں پیک کر دیتیں اور ہم انکو انکے گھر واپس چھوڑ آتے۔

سنی نے ائرہ کو مکمل طور پر چھپے دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا توسب کی دبی دبی ہنسی گونجنے لگی۔ جبکہ بی جان نے اسے ایٹیٹیوڈ سے دیکھا تھا۔

رسم کرنی ہے کہ واپس اپنی جگہ پر جانا ہے۔۔
بی جان نے اتراتے ہوئے پوچھا تو وہ منہ بناتے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔۔

کہاں بیٹھنا ہے ہمیں۔۔۔

عیس نے انکو سوالیہ نظروں سے پوچھا تو بی جان مسکراہٹ دبا گئیں۔ یہ ہی اگر انکی بیویاں الگ الگ بیٹھیں ہوتیں تو وہ کبھی بھی ان سے بیٹھنے کی جگہ نہ پوچھتا بلکہ بھاگ کر اپنی بیوی کے پاس تشریف بھی رکھ چکا ہوتا۔ پر بی جان نے سہی طور پر انکے ارمانوں پر پانی پھیرا تھا۔

بیٹا جی یہاں بیٹھنا ہے۔۔

کلثوم بیگم نے ہنستے ہوئے اسے اشارہ کیا تو عیس نے انکا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔
جس پر وہ انہوں نے اسکے کندھے پر تھپڑ رسید کیا تھا۔۔

اب جبکہ تک بیوی نہیں ملے گی یہ ہی کر سکتا ہے بندہ بیچارہ۔۔
عیس نے چہرے پر اداسی طاری کرتے بے شرمی سے ساتھ کھڑی گل
جہاں بیگم کا بھی ہاتھ چوما تو سب عورتیں ہنسنے لگیں۔

لگتا ہے سب دولہے میاں اپنی بیویوں کے لئے کافی بے چین ہو رہے
ہیں۔۔
اک عورت نے سب کو اپنی دلہنوں پر نظریں جمائے دیکھ کر فقرہ کسا تو
ماحول زعفران بن گیا۔۔

بی جان نے ان چاروں کو بھی اک ہی جھولے پر بٹھا دیا تھا۔تاکہ وہ چاروں

بے ایمانی نہ کر سکیں۔ نعمان خان کیمرہ آن کیے اک اک منظر ریکارڈ کر رہا تھا۔

سالوں ادھر آکر بھی اک ساتھ ہی بیٹھنا تھا۔ تو ادھر موت پڑ رہی تھی۔ اس سے اچھا تھا کہ ادھر ہی بیٹھ کر وہ جلے کٹے چہرے دیکھ لیتے۔۔

ضرار انکے ساتھ بیٹھتے ہوئے تلملا گیا تھا۔ اسکو تلملاتے سن کر بی جان نے اسے گھورا۔۔ دلہنیں بیچاری تو شرم سے دوہری ہو رہیں تھیں۔

شرم تو نہیں آتی یہاں عورتوں میں منہ پھاڑ کر بیٹھتے ہوئے۔ اور اوپر سے بے شرموں کی طرح دلہنوں کے ساتھ بیٹھنے کا غم بھی کھائے جا رہا ہے تم لوگوں کو۔۔۔

بی جان نے گھورتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔ جس پر نعمان خان نے مسکراہٹ دبائی۔ لیکن ان چاروں پر ایسی کسی ڈانٹ ڈپٹ کا کوئی اثر نہیں

تھا۔

کونسی عورتیں، ڈارلنگ کچھ خدا کا خوف کریں مجھے یہاں آپکے سوا کوئی حسین لڑکی نظر نہیں آرہی ہے۔ قسم لے لیں اگر میری نظر اپکے سوا کسی اور پر گئی ہو۔۔۔

عیس نے بی جان کے طنز پر تعریفوں کے پل باندھے تو وہ تینوں اسکے مسکے بازی پر اپنی اپنی مسکراہٹ چھپانے لگے۔

ہم تو یہاں کسی مقصد کے تحت آئے تھے۔ تو بتا کہ تو ہمارا پیچھا کرتا یہاں کیا لینے آیا ہے۔۔

سنی نے نعمان خان کی طرف گھوم کر اچانک پوچھا تو نعمان خان گڑبڑا گیا۔ وہ جو بڑے والہانہ پن سے اپنی بیوی کے حسین چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اک سیکنڈ سے پہلے اس علینہ کے اوپر سے اپنی نظریں ہٹائیں تھیں۔

سر میں اپکی سکیورٹی کے لئے آیا ہوں یہاں پر۔۔
نعمان خان نے جلدی سے جواب دیا تو سنی اسکی سکیورٹی کو دیکھ کر واہ کرتا رہ گیا۔

بی جان یہ رسم کرنے آئے ہیں نہ تو انکو پھر ابٹن لگانا چاہئے ہمیں۔۔
عورتوں میں سے کسی نے لقمہ دیا تو انکی ماؤں کو یہ بات کافی پسند ائی۔
جبکہ وہ چاروں اک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔کیونکہ اب اپنی بات سے مکر بھی نہیں سکتے تھے۔ورنہ یہاں سے نکال دیے جاتے۔بیویاں چاہے چھپی ہوئیں نظر آرہیں تھیں۔۔لیکن سامنے تو تھیں نہ ورنہ انکی سائیڈ پر تو اندھیرے کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔
حالانکہ وہاں اندھیرے جیسے کچھ بھی نہیں تھا۔اچھا خاصا پر رونق ماحول تھا۔لیکن وہ اپنے دل کے اندھیرے سے مجبور ہو کر یہاں آگئے تھے۔

انکی ماؤں نے پر جوش ہوتے انکے حسین چہروں پر ابٹن لگانا شروع کی تو وہ چاروں منہ بناتے رہ گئے۔پر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔
وہ باری باری سب انکے چہروں اور گردن پر ابٹن لگا چکیں تھیں۔اور یہ نیک کام ان چاروں نے صرف اپنی ماؤں اور بی جان کو کرنے کی اجازت دی تھی۔

حسن صاحب نے سٹیج کی طرف دیکھا تو دیکھ کر چونک گئے کیونکہ سٹیج تو خالی تھا۔

یہ سب کہاں گئے ہیں۔۔
حسن صاحب نے حیرانی سے کہا تھا۔خوش قسمتی سے وہ اس وقت سب اک

ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

وہ سب تو پڑوس میں چلی گئی ہیں۔۔
آغا نے جوس پیتے ہوئے آرام سے بتایا تو اسد انکی اردو سن کر اپنی ہنسی دبا گیا۔

دماغ خراب ہو گیا ہے کیا ان کا یا پھر یہ لڑکے ہمیں شرمندہ کرنے کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ یہاں سب دلہوں کا بار بار پوچھ رہے ہیں اور وہ سب نکمے ادھر جا کر بیٹھ گئے ہیں۔۔
شیراز پاشا نے انکے قریب آتے شدید تپش سے کہا تھا۔ وہ کچھ مہمانوں سے مل کر ابھی انکی طرف ہی آ رہے تھے۔

تم لوگ کتنا ہی چیخ چلا لو کونسا ان سب کے پیدا ہونے پر کسی اک کو

قصور وار بنا سکتی ہو۔ مت بھولو کہ یہاں چار بڑوں نے ان چار نکموں کو پیدا کیا ہوا ہے۔۔

آغا جان نے پر سکون انداز میں شیر از پاشا کو جواب دیا تو اسد اس بار اپنی ہنسی پر کنٹرول نہیں کر پایا تھا۔ داؤد صاحب بھی مسکرانے لگے تھے۔

جبکہ جن چار لوگوں نے ان چار نکموں کو پیدا کیا تھا۔ وہ سب ضبط سے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ کیونکہ اس سچ کو تو وہ بھی جھٹلا نہیں سکتے تھے۔

آغا جان یہاں بیٹھ کر آپ ہمیں باتیں سنانے کی بجائے جا کر ان چاروں کو لے کر آئیں سب مہمان بار بار انکا پوچھ رہے ہیں۔۔

دلاور خان نے ضبط کرتے میر خان کو کہا تو آغا جان ایبرو اچکاتے دلاور خان کو دیکھنے لگے۔

میں اسکے کہنے پر کبھی بھی انکو لینے نہیں جاؤں گی۔۔

آغا جان نے دلاور خان کی طرف اشارہ کرتے صاف صاف انکار کیا تو انکی نازک اردو سن کر سب کے پیٹ میں ہنسی کے مڑوڑ اٹھے تھے۔ جبکہ دلاور خان نے اپنے باپ کو تاسف بھری نظروں سے دیکھا تھا۔ان باپ بیٹے کا بھی عجیب بیر تھا۔جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

آغا جان آپ ہمارے کہنے پر انکو لے آئیں پلیز، کیونکہ ہم سے کوئی بھی جا کر انکو نہیں بلا سکتا۔۔

مصطفیٰ کاظمی نے پیار سے انکی منت کرتے کہا تو آغا جان سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

آغا جان اپنی رعب دار شخصیت کے ساتھ عورتوں والی سائیڈ پر آئے تو ان چاروں کو وہاں مزے سے ابٹن لگواتے دیکھ کر حیران ہو گئے۔

تم لوگوں نے تو رسم کرنے سے منع کر دیا تھا نا۔ تو پھر ادھر بیٹھ کر آب حیات لگوا رہی ہو کیا۔۔

آغا جان نے انکے چہروں پر ابٹن لگے دیکھ کر تیکھے چتون لہجے میں پوچھا تو وہ سب بے شرمی سے مسکرانے لگے۔

اسی ہلے گلے میں اب صبح کے چار بجنے والے تھے۔ کئی رشتہ دار تو واپس چلے گئے تھے۔ جبکہ جو قریبی رشتے دار فارم ہاؤس پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ اب وہ ہی نظر آ رہے تھے۔۔

اتنی دیر گھونگھٹ میں رہنے کی وجہ سے مشعل کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔اور کچھ ابٹن کی سمیل سے اسے وومٹنگ سی محسوس ہونے ہو رہی تھی۔

چکراتے ہوئے سر کے ساتھ اس سے پہلے کہ وہ سائیڈ پر گر پاتی عیس جلدی سے اٹھ کر اسکے قریب آیا تھا۔وہ کب سے اسے سر پر ہاتھ رکھے دیکھ رہا تھا۔

مشو جان۔۔۔۔

مشعل کو تھام کر عیس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے محبت سے لبریز لہجے میں پکارا تو عیس کا سہارا پا کر وہ اسکے ساتھ اپنا سر ٹکا گئی۔

سب فکر مندی سے اسکی طرف آئے تھے۔خوش گپیوں میں تو وہ اسکی حالت بھلا ہی گئے تھے۔

مجھے چکر آرہے ہیں اور دل بھی خراب ہورہا ہے بہت زیادہ۔۔

مشعل نے کانپتی آواز میں اسے بتایا تو عیس نے پریشان ہوتے اک دم سے اسے بازوؤں میں اٹھا یا لیا تھا۔ جبکہ سب کے سامنے عیس کی اس حرکت پر خواتین بوکھلا گئیں۔

علی، مشو کو نیچے اتارو۔ ہم اسے کمرے میں لے جاتے ہیں۔۔

بی جان نے عیس کو مخاطب کرتے کہا تو وہ انکار میں سر ہلاتے آگے بڑھنے لگا۔۔پر اس کے اک دو قدم اٹھاتے ہی آغا جان اسکے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔

آغا جان آپکی بہو کی طبیعت اس وقت خراب ہے وہ چل نہیں سکتی۔۔میں اسے بس کمرے میں لٹا کر واپس آرہا ہوں۔۔

عیس نے آغا جان کے بولنے سے پہلے ہی جلدی سے کہا تو وہ گھڑی میں

وقت دیکھنے کا اشارہ کرتے اسے جانے کی جازت دیے گئے۔
جبکہ خواتین اسکی بے شرمی پر سر پکڑ کر رہ گئیں تھیں۔۔

جو کسی کی بھی سنے بنا مشعل کو لے جا چکا تھا۔
عیس کے جاتے ہی لڑکوں کے چہروں پر مسکراہٹ مچلی تھی۔
دیر سے ہی سہی آخر وہ کامیاب تو ہو ہی گیا تھا۔

منیزے جو علیزے کا سر اپنے کندھے پر رکھ کر بیٹھی تھی۔ گل جہاں کے بلانے پر وہ اٹھ کر انکی طرف بڑھی تو ایرہ کو بھی سلطانہ بیگم نے آواز دے کر بلا لیا۔ اب جھولے پر صرف علیزے اکیلی رہ گئی تھی۔

علیزے جو منیزے کے کندھے پر سر رکھ کر مزے سے اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔ منیزے کے جانے پر گھونگھٹ میں منہ بنانے لگی۔ اتنی دیر

بیٹھنے کی وجہ سے وہ نیند سے بے حال ہو گئی تھی۔ منیزے کے واپس انے کے انتظار میں وہ مشکل سے آنکھیں کھول کر اسکا انتظار کرنے لگی۔

لیکن کافی دیر گزر جانے کے بعد بھی جب منیزے واپس نہ آئی تو علیزے کو نیند کی جھپکی آنے لگی۔ جس کی وجہ سے اسکا سر بار بار ڈھلکنے لگا تھا۔

سنان جو ایرہ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ بے اختیار اسکی نظر اپنی خانم بھابھی پر پڑی تو سلطان کو کہنی مار کر اسکی توجہ جھولے کی طرف کروا گیا۔ جہاں علیزے خود کو سنبھالے مشکل سے بیٹھی تھی۔

سلطان جو آغا جان سے کوئی بات کر رہا تھا۔ اپنی خانم کی حالت دیکھتے ہی جلدی سے اٹھ کر اسکی طرف بڑھنے لگا تو آغا جان اسکا مقصد سمجھتے اسکے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

آغا جان میں جلدی آجاؤں گا۔۔

سلطان نے علیزے کے گھونگھٹ میں چھپے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر بے تابیِ سے کہا۔۔ مقصد کسی بھی طرح بس علیزے کو کمرے میں لے کر جانا تھا۔۔

نہ چھوٹے خان ہمیں تمہارے پر کوئی یقین نہیں ہے۔وہ دوسری نمونی بھی ایسے ہی کہہ کر گئی تھی کہ جلد واپس آجائے گی۔پر اک گھنٹے سے اوپر ہو گیا مشو بیٹے کو چھور کر وہ واپس نہیں آئی ہے۔۔۔

آغا جان نے اپنی خاص ارود میں چٹا انکار کرتے گھڑی میں وقت دیکھا تھا۔ سفید کاٹن کے سوٹ میں اپنے پٹھانی حسن کے ساتھ آج آغا جان کی رت ہی نرالی تھی۔

آغا جان میں اسکے جیسے تھوڑی ہوں دیکھے نہ خانم یہاں بار بار سور ہیں ہیں۔۔

سلطان نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے آغا جان کو پھر منانا چاہا جو اسکی محبت کی راہ میں کسی ولن کی طرح کھڑے ہو گئے تھے۔

پکا خان تم واپس آ جاؤ گی نہ۔۔

آغا جان نے ایبرو اچکاتے کنفرم پوچھا تو سلطان نے جلدی سے سر ہلایا تھا۔

سلطان کے سنجیدہ تاثرات پر یقین کرتے آغا جان نے اسے علیزے خان کے پاس جانے کی اجازت دی تھی۔ جس پر سلطان اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ علیزے کے قریب آیا۔۔

علیزے کے قریب پہنچتے ہی سلطان احمد خان وہاں بیٹھی ہر عورت کی نگاہوں کا مرکز بنا تھا۔ سفید کاٹن کے سوٹ میں گولڈن بالوں کو جیل سے سیٹ کیے پیروں میں پشاوری چپل پہنے وہ نیلی آنکھوں میں چمک لیے علیزے کے جھولے کے پاس آیا۔

تو علیزے گھونگھٹ کی اور سے اپنے سامنے سلطان کو دیکھتی دلکشی سے مسکرادی۔ پچھلے کتنے گھنٹوں سے وہ یہاں بیٹھی تھی۔ اور اب نیند نے اسکا حشر بگاڑ دیا تھا۔ وہ تو منیزے کا شکر تھا جو اسکے پاس آتی اسے تھوڑی دیر سلا چکی تھی۔

لیکن اب منیزے کے بھی اٹھ کر چلے جانے کی وجہ سے وہ نیند سے گرنے والی ہو گئی تھی۔

سلطان کو اپنے سامنے دیکھ کر جہاں وہ بھرپور خوشی سے مسکرائی تھی۔ وہیں سلطان اسکی اس قدر خوبصورت مسکراہٹ پر دل و جاں سے مر مٹا تھا۔

علیزے کے گداز وجود کو پھولوں سے سجے دیکھ کر سلطان کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا تھا۔ علیزے کے وجود سے اٹھتی ابٹن اور پھولوں کی خوشبو اسکی ناک سے ٹکرائی تو وہ دم سادھے اس دلفریب خوشبو کو اپنے اندر اتارنے لگا۔

سلطان اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تو منیزے اور ایرہ خوشی سے ہوٹنگ کرنا شروع ہو گئی۔ اس وقت سب کی نظروں کا مرکز وہ دونوں بن گئے تھے۔

منیزے اور ایرہ کو ہوٹنگ کرتے دیکھ کر سنی نے انتہائی رومینٹک سونگ پلے کیا تو علیزے سب کی نظریں خود پر محسوس کرتے شرم سے لال ہو گئی۔

ضرار نے ہائر کئے گئے لڑکیوں کے سٹاف کو سلطان اور علیزے پر پھول پھینکنے کا اشارہ کیا تھا۔

ضرار کے اشارے پر وہ سب مختلف پھولوں کی ان دونوں پر برسات کرنے لگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

علیزے خود پر پھولوں کو گرتے دیکھ کر اک دم سے کھکھلانا شروع ہوئی تو ہنستی ہی چلی گئی۔

سلطان نے اسکی ہنسی کے صدقے واری جاتے اسکے سر پر پیسے وار کر پھینکے تو علیزے خوشی سے مزید پاگل ہوتے اپنی چمکتی کالی آنکھیں اس پر ٹکائے

دیکھے گئ۔۔

علیزے کے کالے نینوں میں ڈوبتے ہوئے سلطان نے اچانک اسے
بازوؤں میں اٹھایا تو علیزے زندگی سے بھرپور ہنستے ہوئے اسکی گردن میں
بانہیں ڈال گئ تھی۔
جبکہ خواتین کا اک دوسرے کے ساتھ سر ٹکرانے کی کسر رہ گئ تھی۔ وہ
بے شرم کسی کی سن ہی کہار ہے تھے۔

سلطان اسکے خوشبوؤں میں بسے سراپے کو گود میں اٹھائے مغرور ہوتے
کمرے کی جانب بڑھا تو اسکے پیچھے اک دفعہ پھر شور بلند ہوا تھا۔ جس کو سنتے
وہ دانتوں تلے لب دبا گیا تھا۔

میرے بچے کو نیند آرہی ہے کیا۔۔

کمرے میں داخل ہو کر سلطان نے لاڈ سے پوچھا تو علیزے زور زور سے ہاں میں سر ہلاتے اقرار کرنے لگی۔ علیزے کے معصومیت بھرے جواب پر سلطان کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ کہ مچلتے دل کے ساتھ سلطان نے اسے بیڈ پر لٹاتے ہی اک جھٹکے میں اسکا گھونگھٹ اتار پھینکا تھا۔

گھونگھٹ اترنے پر جہاں علیزے سٹپٹائی تھی۔ وہیں علیزے کے حسن کو دیکھ کر وہ اک دم سے سٹل ہوا۔۔۔ گولڈن کلر کے سلیولیس شارٹ شرٹ کے ساتھ شرارے میں وہ کوئی حور ہی لگ رہی تھی۔ بازوؤں اور گالوں پر لگی ابٹن کو دیکھ سلطان کا دل کیا کہ اسے خود میں چھپا لے۔

علیزے کے تاثرات کو اگنور کرتے وہ جلدی سے اسکے پنک لپ گلوز سے سجے ہونٹوں پر اپنے عنابی ہونٹ رکھتا جھکا۔ جس پر علیزے کے کالے میں پھیلتے چلے گئے تھے۔

لیکن سلطان اپنی نیلی آنکھیں بند کیے اسکے ہونٹوں پر گرفت بڑھاتے چلے جارہا تھا۔اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں سک کرتے سلطان نے اسکی کمر پر بے باکی سے ہاتھ پھیرا تو علیزے کو اپنے وجود میں سپارک ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔وہ اسکی آغوش میں کانپ سی گئی تھی۔

ہاتھوں اور بازوؤں پر لگی ابٹن کی وجہ سے وہ اسے تھام بھی نہیں سکتی تھی۔۔

وہ بے رحم بنا اسکے ہونٹوں کو مسلسل چومنے اور زخمی کرنے پر لگا تھا۔

علیزے نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے التجا کرنی چاہی تو سلطان اک جھٹکے میں اسے اٹھا کر گود میں کراس بٹھا گیا تھا۔علیزے کو تھائیز سے پکڑ کر سلطان نے اپنے نزدیک ترین کیا تو علیزے کا چہرہ لال انگارہ ہونے لگا۔

جبکہ سلطان اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں میں لیتے مسلسل اسکی تھائیز پر ہاتھ

پھیر رہا تھا۔

سلطان جو علیزے کو ابھی مزید محسوس کرنا چاہ رہا تھا۔ کہ اپنی کلائی پر پہنی واچ کی وابریشن محسوس کرتے وہ علیزے کی سانسوں کو رہائی بخش گیا۔۔ اس بے وقت کی مداخلت پر وہ سخت بدمزا ہوا تھا۔ جبکہ علیزے تو رہائی ملنے پر شکر کرتی گہرے سانس لینے لگی تھی۔۔ سلطان جھک کر اسکے ہونٹوں کو شدت سے اک بار پھر چومتے ہوئے اسے بیڈ پر لٹا کر وہ کھڑکی سے نکلتا چلا گیا تھا۔

ضرار نے اسے جلدی سے کمرے سے باہر نکلنے کا میسج کیا تھا۔۔ کیونکہ بی جان اسکے کمرے کے قریب آ گئیں تھیں۔ عیس کو مشعل کے کمرے سے نکال کر وہ غضب ناک تیوروں سے اسی طرف آ رہیں تھیں۔ انکے

کروائے گئے پردے کو تو ان لڑکوں نے مذاق سمجھ لیا تھا۔

اسی لئے انکے کمرے میں آنے سے پہلے پہلے سلطان غائب ہو گیا تھا۔

پوری رات جاگنے کے باعث لڑکیاں تو شام تک سوتی رہیں تھیں۔ تمام بڑوں نے بھی انکو ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ تاکہ وہ رات کے فنکشن کے لیے فریش رہیں۔ علیزے اور مشعل کی طبیعت آج کل ویسے بھی ناساز رہتی تھی۔ تو وہ دونوں خاص طور پر ہر کسی کی توجہ کا مرکز بنی ہوئیں تھیں۔

جبکہ وہ چاروں اپنی نیند پوری کر کے کب کے نکلے ہوئے تھے۔ اور شام ہونے کو آئی تھی لیکن انکا نام و نشان کہیں نہیں تھا۔ پتہ نہیں وہ کن کاموں میں مصروف تھے۔

منیزے کو اتنا پروٹوکول ملتے دیکھ کر رانیہ کا دل جل جل کر خاک ہو رہا تھا۔ اس نے ضرار کے ساتھ شادی کے جتنے خواب سجائے تھے۔ منیزے کو اپنی

جگہ پر دیکھ کر اسکے ٹوٹے خواب اسے اتنی ہی زیادہ تکلیف دے رہے تھے۔

کل رات ابٹن کی رسم ختم ہونے کے بعد منیزے شیراز پاشا کے ساتھ مل کر فائرنگ کرتی رہی تھی۔ سب لڑکوں کو گن چلاتے دیکھ کر اسکے دل میں بھی شوق پیدا ہوا تو اسکے شوق کو شیراز پاشا نے ضائع نہیں ہونے دیا تھا۔

بلکہ اپنی بہو کو وہ گن چلانا سیکھا کر اسکا فائرنگ کا شوق پورا کروا چکے تھے۔

لیکن رانیہ اتنی جلدی سے ہار نہیں ماننے والی تھی۔ منیزے کے انوکھے حسن کو دیکھتے کہیں نہ کہیں اسکا دل گواہی دے رہا تھا۔۔ کہ وہ خوبصورتی میں بھی منیزے سے پیچھے رہ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ آخری حد تک ضرار کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ اسی سوچ کے ساتھ منیزے کے بند کمرے کو دیکھتے وہ مٹھیاں بھینچ کر آگے بڑھ گئی۔

لہنگے کتنے پیارے ہیں نہ۔۔

مشعل نے بیڈ پر پڑے لہنگوں کو دیکھ کر خوشی سے کہا۔ توعلیزے اسکی خوشی پر مسکرادی۔

یہ لو تم لوگوں کی جیولری بھی آگئی ہے۔

منیزے ڈبوں کو چیک کرتی مصروف سی اندر داخل ہوئی۔ ایرہ تھوڑی دیر میں ہی انکو جوائن کرنے والی تھی۔

کیا ہوا کیوں مسکرا رہی ہو۔۔

منیزے نے سر اٹھا کر علیزے کو دیکھا جو مسکرائے جا رہی تھی۔

کچھ نہیں چندا کو لہنگے بہت پسند آئے ہیں تو بس اسکی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر

خوش ہو رہی ہوں۔۔

علیزے نے مشعل کے چمکتے چہرے کو دیکھ کر بتایا تو منیزے بھی ہنس دی۔

ویسے منیزے تم نے یہ سب کب تیار کروایا تھا۔

علیزے نے بیڈ پر پڑے لہنگوں اور جیولری کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھا تھا۔ بامشکل اک ہفتہ تو انکو ملا تھا۔

یہ جتنے دن تم دونوں اماں بننے کے عہدے پر فائز ہو کر آرام کرتی رہی ہو نا اسی وقت میں ساتھ ساتھ ہم سب کے لئے تیاریاں بھی کر رہی تھی۔

ویسے بھی سارے فنکشنز کے ہمارے ڈریس سے لے کر جوتے تک سیم ہیں تو اس لحاظ سے مشکل نہیں ہوئی۔۔ بس اک ڈیزائن چوز کرو اور چار میں بنوالو۔

منیزے نے مشعل اور علیزے کو شرارتی نظروں سے دیکھتے تفصیلی جواب

دیا تو مشعل اسکے اماں کہنے پر منہ بسور گئی۔

تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تم تو اماں بنو گی ہی نہیں نا۔۔
مشعل نے منہ ٹیڑھا کرتے منیزے کو دیکھا تو منیزے اسکے چڑنے پر اپنی مسکراہٹ چھپا گئی۔ جس دن سے وہ پریگننٹ ہوئیں تھیں۔ ایرہ اور منیزے ان دونوں کو ایسے ہی تنگ کرنے میں لگیں تھیں۔ علیزے اور مشعل اس بات پر فکر مند تھیں کہ وہ جلد ماں بننے والی ہیں۔ جبکہ انکے شوہروں کے ساتھ معاملہ الٹ تھا۔
عیس اور سلطان تو سئنیر ہونے پر رعب جھاڑنے سے نہیں تھک رہے تھے۔

کتنی پیاری جیولری ہے نہ۔۔۔
علیزے نے باکس کھول کر جیولری دیکھی تو تعریف کیے بنا نہ رہ سکی۔

پیاری تو ہو گی ہی نا کیونکہ میں نے ہم سب کے لئے جیولری خود کسٹمائیز کروائی ہے۔۔

منیزے نے میک اپ کا سامان نکالتے ہوئے اسے بتایا تو مشعل اور علیزے حیران ہو گئیں۔

تمہیں یہ اتنے پیارے ڈیزائن کہاں سے مل گئے تھے۔اور لوگ تو مہندی پر گرین یا کوئی دوسرا اک ڈارک کلر کا ڈریس پہنتے ہیں نہ پھر تم نے ملٹی کلر کے لہنگے کیوں بنوا لیے۔۔

علیزے نے ملٹی کلر کے خوبصورت لہنگوں کو دیکھ کر پوچھا تو منیزے اسکی طرف مڑی جو سب کے لیے چیزیں نکال کر سیٹ کر رہی تھی۔تاکہ بیوٹیشن کے آنے پر کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

میری جان گرین، اورنج پرپل یلو تو ہر کوئی پہنتا ہے۔ مجھے تھوڑی مختلف لک چاہیئے تھی۔ اسی لئے کل ابٹن پر میں نے یلو کی بجائے گولڈن کلر رکھا تھا۔ اور پھر کیا یہ ضروری ہے۔۔ کہ آج کے دن ہم بس گرین یا کوئی اک ہی رنگ پہنے۔ مجھے کوئی اک کلر سمجھ بھی نہیں آرہا تھا۔ تو میں سب کلرز کو ملا کر ملٹی لہنگے بنوا لئے۔ اور دیکھو یہ زیادہ پیارے لگ رہے ہیں۔

مختلف کلرز کو جوڑ کر کلیوں والے لہنگے تیار کیے گئے تھے۔۔ جبکہ لہنگوں کی کلیوں میں لگے رنگ لائٹ تھے۔ سب کلرز کے لائٹ شیڈز کو استعمال کرتے انتہائی خوبصورتی سے یہ لہنگے ڈیزائن کیے گئے تھے۔ لہنگے کا دوبٹہ لائٹ گرین کلر میں نیٹ کا تھا۔ اور دوبٹے کے چاروں اطراف گوٹا لگایا تھا۔

اور لہنگے کا بلاؤز بھی بالکل لہنگے کے جیسے ملٹی شیڈز کی لک دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ لہنگے کے گھیر پر چاروں طرف گوٹا لگایا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ

مزید خوبصورت لگ رہے تھے۔ جیولری میں صرف آرٹیفیشل پھولوں کی مدد سے جھمکے تیار کیے گئے تھے۔اور جھمکوں سے میچ گجرے بھی تھے۔

آج کے فنکشن میں وہ بس جھمکے اور گجرے ہی پہننے والی تھیں۔اور ساتھ آرام دے جوتیاں تھیں۔

بیوٹیشن کے آنے کی خبر ملی تو وہ سب تیار ہونا شروع ہو گئیں۔ جبکہ منیزے نے بیوٹیشن کو پہلے علیزے اور مشعل کو تیار کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ اور خود وہ ایرہ کو کال ملانے لگی تاکہ اسے پوچھ سکے کہ وہ کتنی دیر میں پہنچ رہی ہے۔

رات گیارہ بجے فنکشن شروع ہوا تو وہ چاروں تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلے کیونکہ انہیں اپنے کچھ خاص دوستوں کو ریسیو کرنا تھا۔

وہ چاروں ڈیزائنر شلوار قمیض پہنے ہوئے تھے۔ جن کے اوپر انکی دلہنوں کے لہنگے سے میچنگ ویسٹ کوٹ تھی۔ انکے ویسٹ کوٹ پر ملٹی کلرز میں کڑھائی کی گئی تھی۔ جبکہ پیروں میں پشاوری چپل پہنی تھی۔

وہ سب تیار ہو کر فارم ہاؤس کے مین گیٹ کی طرف آئے تھے۔ لیکن دس منٹ انتظار کرنے کے باوجود بھی جب کوئی نہ آیا تو سلطان نے سنی کو کال کرنے کا اشارہ کیا۔

سنی نے سر کو جنبش دیتے پاکٹ سے موبائل نکال کر کال کرنا چاہی تو پہلے سے آئے میسیجز کو پڑھ کر وہ دانت پیس گیا۔۔

چلو وہ بے غیرت شاہ آج نہیں کل آئے گئے۔۔

سنی نے انکو میسج دیکھایا تو ان تینوں کو صحیح معنوں میں غصہ آگیا تھا۔

ان سالوں کو کل پہنچنے دو پھر انکی بینڈ بجاتا ہوں۔۔

عیس انکے نہ کا سن کر بھڑ کتے ہوئے بولا۔ وہ خاص طور پر انکو ریسیو کرنے کے لیے اتنی دور آئے تھے۔ پر وہ کمینے آئے ہی نہیں تھے۔

انکو کل دیکھ لیں گئے فلحال چلو بابا سائیں کال کر رہے ہیں۔ پہلے ہی پورا دن ہم غائب رہے ہیں۔۔

ضرار نے شیراز پاشا کی بار بار آتی کال کو دیکھ کر انکو واپس چلنے کا کہا تو وہ واپسی کے لیے مڑ گئے۔

آج کی سجاوٹ کا تھیم بھی چونکہ منیزے نے ڈیسائیڈ کیا تھا۔ اسی لئے ہر طرف کلر فل آرٹیفیشل پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔

لیکن آج کی ڈیکوریشن میں اک چیز مختلف تھی تو وہ تھا۔ سب برائیڈ اور

گرومز کے بیٹھنے کی جگہ۔۔

کل کے ہوئے واقعے کو مد نظر رکھتے اس بار سب بڑوں نے اک ساتھ ہی ان سب کے لیے سٹیج تیار کروایا تھا۔ جبکہ درمیان میں لگے پردے ویسے کے ویسے ہی رکھے گئے تھے۔ جو عورتوں اور مردوں کے سیکشن کو الگ کر رہے تھے۔

بس فرنٹ سے کچھ پردے ہٹا کر گرومز کا سٹیج برائیڈ کے سامنے بنا دیا گیا تھا۔ جہاں سے وہ صرف اپنی بیویوں کو دیکھ سکتے تھے۔ اور کوئی غیر مرد عورتوں والی سائیڈ پر جھانک نہیں سکتا تھا۔

کل تمام برائیڈ چونکہ الگ الگ بیٹھی تھیں۔ آج انکو اک ساتھ ہی بٹھایا گیا تھا۔ اسی طرح گرومز بھی انکے سامنے اک ساتھ بیٹھنے والے تھے۔ بی جان

انکی کل والی بے شرمیوں کی وجہ سے انکو آمنے سامنے تو لے آئیں تھیں۔ لیکین ساتھ بیٹھنے پھر بھی نہیں دیا تھا۔

آج اپنے سٹیج کو الگ جگہ پر دیکھ کر انکے دل کو کچھ کچھ اطمینان ہوا تھا۔ بے شک دور سے ہی سہی کن از کم وہ سامنے تو رہنے والی تھیں۔

دلہنوں کو مہندی لگ چکی تھی۔ بی جان انکو وقت پر تیار کرواکے دو گھنٹوں سے مہندی لگوا رہی تھیں۔۔ کیونکہ بعد میں وہ انکو گھونگھٹ اوڑھانا ضروری تھا۔

ان چاروں کے آتے ہی بی جان نے انکو نیٹ کے دوبٹوں سے گھونگھٹ اوڑھادیا تھا۔ مشعل کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے آج نیٹ کے دوبٹوں کا استعمال کیا گیا تھا۔

سب انکو باری باری مہندی لگانا شروع ہوئے۔ لیکن لڑکوں کی گردن دائیں جانب ہی مڑی ہوئی تھی۔ جہاں سامنے انکی بیویاں سٹیج پر بیٹھ کر کھکھلا رہیں تھیں۔

یار اپن کو سمجھ نہیں آتی آخر یہ لیڈیز والی سائیڈ پر اتنے رنگ کیوں محسوس ہوتے ہیں۔ ایسے کیوں لگتا ہے کہ دنیا جہاں کی خوبصورتی بس وہاں سما گئی ہے۔ اور ادھر بس آم کے پیڑ لگے ہیں۔۔

عیس نے سامنے دیکھتے ہوئے مصنوعی حیرت سے پوچھا تو سب اسے گھورنے لگے۔ جبکہ نعمان خان نے اپنے سر کی بات پر مسکراہٹ دبائی تھی۔ انکی شادی میں انکے آفس کے تمام لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔

بیٹا جی اس حیرت کا جواب اپکو ابھی چاہیئے یا پھر بعد میں بھی چلے گا۔۔

مصطفیٰ کاظمی نے جوتے کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو عیس انکی نظروں کی زد میں جلدی سے انکار میں ہاتھ لگانے لگا تھا۔ کہ وہ بنا جواب کے ہی اچھا ہے۔

نکمے انسانوں وہاں سے نظریں ہٹالو کیوں ہمیں شرمندہ کروانے پر تلے ہو۔ یا پھر اپنی شادی پر ہم سے جوتے کھانے کا موڈ بنایا ہوا ہے۔۔

ان چاروں کو مسلسل لڑکیوں کی جانب آنکھیں جمائے دیکھ کر دلاور خان نے تپ کر کہا تو وہ سب جلدی سے چہرے انکی طرف موڑ گئے۔ جہاں وہ غصے سے لال چہرہ لیے انکو گھور رہے تھے۔

اسد تو انکی درگت پر کل سے مزے لے رہا تھا۔ اسد کو ہنستے دیکھ کر وہ اسے گھورنے لگے۔ انکی اپنے اکلوتے سالے کے ساتھ کافی اچھی کلوزنیس ہو گئی

تھی۔اسی لئے وہ اسے نظروں سے وارننگ دیتے ہنسنے سے باز کرنے لگے۔

سلطانی میری بات مانو تو تم چاروں اس تلسمی صوفے پر نہ بیٹھو۔کیونکہ جب بھی تم چاروں یہاں بیٹھتے ہو تو یہ بڑی نمونیاں تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتیں ہیں۔

آغا جان نے رس گلہ کھاتے ہوئے ان چاروں کے باپ کو اپنی بات سے دھوڈالا تھا۔اپنی اردو کے ساتھ ساتھ وہ بڑوں کو بھی بھاڑ میں جھونک گئے تھے۔

آغا جان کی بات پر ان چاروں کو زور کی ہنسی آئی۔جبکہ تمام بڑے بس تاسف سے آغا جان کو دیکھنے لگے تھے۔جو کبھی بھی انہیں ٹوک نہیں سکتے تھے۔بلکہ الٹا انکو کمینگی دیکھانے کے لیے شہ دیتے رہتے تھے۔

دیکھنا ابھی کوئی رشتہ دار انکو مہندی لگانے آئے گا نہ تو ان سب نے سڑا ہوا بو تھا بنا لینا ہے۔ جیسے زندہ لاشیں ہوں۔ حسن صاحب نے انکی طرف اشارہ کرتے شدید تیش سے کہا تھا۔

وہ سچ کہہ رہے تھے۔ کیونکہ سٹیج پر جب بھی کوئی رسم کرنے کے لیے آتا تھا۔ تو وہ سب انتہائی سنجیدہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ کہ مہندی لگوانے والا بیچارہ انکے سرد تاثرات دیکھ کر سٹیج سے اتر کر بھاگنے کی کرتا تھا۔

سب بڑے آج خاص طور پر انکے پاس کھڑے تھے۔ تاکہ کل کی طرح وہ انکو چکما دے کر بھاگ نہ سکیں۔ انہیں ڈر تھا۔ کہ انکے نظریں گھماتے کی وہ چاروں انکو پڑوس میں بیٹھے نظر آئیں گئے۔

بی جان مجھے میٹھا نہیں کھانا اب مزید، ورنہ وومٹنگ ہو جائے گی نہ۔۔
مشعل نے بی جان کو آواز لگاتے کہا تو بی جان لاڈ سے اسکا سر چوم گئیں۔
انہوں نے سب کو مشعل کو میٹھا کھلانے سے منع کر دیا۔۔

ایرہ نے بی جان کو بازو سے ہلاتے بائیں جانب اشارہ کیا تو بی جان وہاں دیکھ کر اپنا سر پکڑ گئیں۔
کیونکہ علیزے پھر منیزے کے کندھے پر سر رکھ کر سو گئی تھی۔
خواتین بھی علیزے کو دیکھ کر ہنس پڑیں۔جو سلیپنگ بیوٹی بنی ہوئی تھی۔

بی جان نے علیزے کے پاس آکر زور سے کھنکارہ لیا تو علیزے ہڑ بڑا کر آنکھیں کھول گئی۔بی جان کو اپنی جانب دیکھتے ہوئے دیکھ کر وہ نچلے ہونٹ کو لٹکا گئی تھی۔۔۔

بی جان میں بس سر رکھا تھا۔ سچی میں سو نہیں رہی تھی۔۔

علیزے نے گلے کو پکڑ کر قسم کھانے والے انداز میں معصومیت سے کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی بی جان کو ہنسی آگئی۔ جتنی وہ معصوم شکل بنا کر انکو کہہ رہی تھی۔ وہ ناچاہتے ہوئے بھی یقین کرنا چاہ رہیں تھیں۔ کہ وہ سچ میں نہیں سو رہی تھی۔

علیزے کا گال کھینچتے ہوئے وہ سٹیج سے اتر گئیں کیونکہ انکو کوئی رشتہ دار بلا رہا تھا۔ بی جان کے جاتے ہی علیزے نے تشکر بھری سانس خارج کی تو منیزے اسکی حالت دیکھ کر ہنس پڑی تھی۔

خانم بھابھی کیا ہوا۔۔۔

سنی جو اپنے روم کی طرف جانے لگا تھا۔علیزے کو پریشانی سے باہر کھڑے دیکھ کر جلدی سے انکی طرف بڑھا۔۔

بھیا ضرار بھائی کہاں ہیں۔۔

علیزے نے سنی کو اپنے سامنے دیکھ جہاں شکر کیا تھا وہیں ساتھ ضرار کے بارے میں بھی پوچھا۔۔

بھا بھی وہ تو سب اپنے کمرے میں ہیں پر آپ اتنی پریشان کیوں نظر آرہیں ہیں۔۔

سنی نے اسے جواب دے کر ساتھ جلدی سے چیئر پر بٹھایا تھا۔کیونکہ پریگننسی میں اسکا اتنی دیر کھڑے رہنا ٹھیک نہیں تھا۔اور پھر اسکے چہرے کا رنگ بھی اڑا ہوا تھا۔

بھیاوہ رانیہ کچن میں۔۔۔

علیزے نے سنان کو ساری بات بتانا شروع کی جو ابھی وہ سن کر آرہی تھی۔ ساری بات جاننے کے بعد شدید غصے نے سنان کو آن گھیرا تھا۔ لیکن وہ جلدی سے خود کو کمپوز کرتے علیزے کو بے فکر کر کے اندر بھیج کر خود ضرار کی طرف بڑھ گیا۔

وہ چاروں ابھی مہندی والے ہی لہنگوں میں موجود تھیں۔ انہوں نے صرف جیولری نکال کر رکھی تھی۔ جبکہ منیزے ایرہ کو یہاں ہی روک چکی تھی۔ کیونکہ صبح بارات کا فنکشن ہال میں تھا۔ اسی لئے انہیں اک ساتھ ہی سیلون جانا تھا۔

ابھی اس وقت وہ سب اک ساتھ سیلفیاں لے رہی تھیں۔۔ کہ رانیہ کو اپنے کمرے میں دیکھ کر منیزے چونک گئی تھی۔

وہ اماں سائیں تمہیں بلا رہیں ہیں۔۔

منیزے کی سوالیہ نظروں پر رانیہ نے اسے کہا تو منیزے سر کو جنبش دیتے موبائل علیزے کو پکڑا کر رانیہ کے ساتھ کمرے سے نکلی۔

کیا یہاں پر کچھ ہو رہا ہے۔۔۔

ضرار نے کمرے میں داخل ہوتے سنجیدہ بھاری آواز میں پوچھا تو ضرار کو دیکھ کر جہاں رانیہ کا رنگ اڑا تھا۔ وہیں منیزے اس وقت اسکو یہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

سائیں آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔

منیزے نے حیرانی سے ضرار سے پوچھا لیکن ضرار اسکا سوال نظر انداز کر کے آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ سے جوس کا گلاس تھام گیا تھا۔

جوس کا گلاس تھماتے ہی ضرار نے دوسرے ہاتھ سے منیزے کی کمر میں ہاتھ لپٹتے اسے اپنی جانب کھینچا تو وہ لہرا کر اسکے سینے سے آ لگی۔ جبکہ رانیہ کے سامنے ضرار کی اس بے شرمی پر منیزے شرم و نا سمجھی سے لال ہو گئ تھی۔

ضرار کی اس حرکت پر رانیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ وہ منیزے کو کمر سے تھامے سینے سے لگائے کھڑا تھا۔

تمہیں نہیں لگتا ڈارلنگ کے تمہیں میرے بنا یہ جوس نہیں پینا چاہیئے۔۔ ضرار نے سرخ سرمئی آنکھوں سے بھاری لہجے میں پوچھا تو منیزے اسکے لہجے و انداز پر الجھ گئ۔ جبکہ اسی وقت وہ تینوں بھی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ اور انکے ساتھ ہی میرال اور بیہ بھی تھیں۔

اٹھالواس رانیہ فانیہ کواور صبح تک انکی اچھی والی مرمت ہو جانی چاہیئے۔

سنی نے فق چہرہ لیے رانیہ کی طرف اشارہ کیاتو میرال اور بیہ جلدی سے آگے بڑھ کر لمحے میں اسے بے ہوش کر کے اٹھا گئیں تھیں۔

یہ ہو کیا رہا ہے یہاں پر۔۔۔

منیزے ان سب کو یہاں دیکھ کر جھنجھلاہٹ سے بولی تھی۔

خان سامنے والے کمرے سے اپنے اپنے پیس اٹھالو مجھے زرا اپنے پٹاخے سے تفصیلی ملاقات کرنی ہے۔

ضرار نے سامنے کمرے کی جانب اشارہ کرتے بتایا تو وہ تینوں انکو پرائویسی دیتے کمرے سے نکل گئے۔

انکے جاتے ہی ضرار نے اس خوبصورت لہنگے میں اسکے کندن جیسے سراپے کو دیکھا تو لمحے میں اسکی گرے آنکھوں میں خماری اتری تھی۔

منیزے کی آنکھوں کے سوالات کو نظر انداز کرتے ضرار شدت سے اسکے گلابی ہونٹوں کو گرفت میں لے گیا تھا۔اس اچانک افتاد پر منیزے لرزتے ہوئے اسے کاندھوں سے تھام گئی۔

ضرار نے اسکے سر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے ہوئے سختی سے اسکے چہرے کو قریب کیا۔ جبکہ دوسرا ہاتھ اسکی کمر پر لپٹا ہوا تھا۔اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ضرار نے اسکے بلاؤز کے پچھلے گہرے گلے پر ہاتھ پھیرا تو منیزے شرم سے پاگل ہوتے مزاحمت کرنے لگی۔۔

جس پر ضرار اچانک اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کر اسے پیچھے لے جاتے زور سے دیوار کے ساتھ لگا گیا تھا۔
منیزے نے گہرے سانس لیتے اپنے سبز نینوں سے اسکی گرے آنکھوں میں دیکھا۔ منیزے کی آنکھوں میں لال ڈورے واضح نظر آنے لگے

تھے۔

جبکہ ضرار نے اک جھٹکے میں اس کا رخ بدلتے اسکا چہرہ دیوار کے ساتھ لگایا تھا۔ جس پر منیزے تڑپ سی گئی۔

منیزے کے دونوں مزاحمت کرتے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں قید کرتے ضرار نے اوپر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

اسکے بالوں کو اک کندھے پر شفٹ کرتے ضرار نے اسکی پچھلی گردن پر ہونٹ رکھے تو منیزے کانپتے ہوئے اسکے ہاتھ پر ناخن گاڑنے لگی۔

جبکہ ضرار اسکے ہر رد عمل کو نظر انداز کرتا اسکے بلاؤز کی ڈوریوں کو کھول کر وہاں اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرنے لگا تھا۔ نرمی سے جھکتے ہوئے ضرار نے اسکی پشت کے بیچ و بیچ ہونٹ رکھے تو منیزے زور سے آنکھیں بند گئی۔

اسکے بیک کو اچھی طرح چومتے ہوئے ضرار نے اسکی بیک سے اسکی تھائی پر ہاتھ رکھا تو منیزے اک جھٹکے میں مڑتے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے ملا گئی۔ جس پر ضرار اسکے ہونٹوں کو نرم کرتے شدت سے کاٹنے لگا تھا۔۔

چونکہ بارات کا فنکشن بھی نائٹ میں تھا۔۔اسی لئے شام کے وقت وہ سب اس وقت سیلون میں تھیں۔

کل رات کیا ہوا تھا۔

ایرہ نے اچانک یاد آنے پر مڑتے ہوئے پوچھا تو وہ تینوں چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگیں۔

کس بارے میں پوچھ رہی ہو۔۔

مشعل نے جوتا اتارتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

اسی بارے میں پوچھ رہی ہوں جب وہ سب اچانک ہمارے کمرے میں آ ٹپکے تھے۔

ایرہ نے کل رات کا ذکر کرتے انہیں یاد دلانا چاہا تو منیزے بھی انکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔اسے بے اختیار یاد آیا تھا۔جب ضرار اچانک اپنی آمد سے اسکی حالت بگاڑ کر بنا کچھ بتائے غائب ہو گیا تھا۔اسکے بعد منیزے کی تھکن کے مارے اتنی حالت بری ہوئی۔کہ وہ اس بارے میں پوچھنا ہی بھول گئی اور سو گئی تھی۔

علیزے انکے چہروں کو تذبذب کا شکار دیکھ کر بولنا شروع ہوئی۔۔۔

کل رات مہندی کے فنکشن ختم ہونے کے بعد جب وہ چاروں اپنے کمرے میں سیلفیاں لے رہیں تھیں۔ایسے میں علیزے کو بھوک کا احساس ہوا تو

وہ اپنے لہنگے سمیت ہی کچن کی جانب چل پڑی۔ چونکہ فارم ہاؤس میں اوپن کچن تھا۔ تو ہال میں ہی ڈائٹنگ ٹیبل بھی سیٹ تھا۔

علیزے جب ہال میں داخل ہونے لگی تھی۔ تو ڈائنگ ٹیبل کے پاس کھڑی رانیہ کسی سے بات کر رہی تھی۔ جس کا چہرہ تو علیزے نہیں دیکھ پائی تھی۔ لیکن منیزے کے نام پر علیزے ٹھٹک کر ناچاہتے ہوئے بھی انکی بات سننے کے لئے رک گئی تھی۔

رات کے اس پہر رانیہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو کہہ رہی تھی۔ کہ وہ وقت پر منیزے کو اٹھانے کے لیے آجائے۔ کیونکہ وہ آج رات منیزے کو نشہ آور دوائی پلا کر اسے یہاں سے اغوا کروانے والی تھی۔ تاکہ صبح منیزے کی گمشدگی پر منیزے کی وجہ دلہن بن کر ضرار سے شادی کر سکے۔

رانیہ کو اپنے پلین پر اتنا یقین تھا۔ کہ وہ سچ میں سمجھ رہی تھی۔۔ کہ منیزے کے غائب ہونے پر ضرار مجبور ہو کر ہی سہی لیکن اس سے شادی کر لے گا۔۔

اور رانیہ سے شادی کرنے کا فائدہ ضرار کو ہی ہو گا۔ آخر اپنی دلہن کے غائب ہونے پر ضرار پاشا اپنی عزت بچانے کے لئے کچھ تو کرے گا نہ۔۔ ایسے میں رانیہ اسے شادی کی آفر کر کے مہان سنگھ بن جائے گی۔

علیزے تو اسکی پلینگ سن کر شاکڈ ہو گئی تھی۔ اسی لئے بنا وقت ضائع کیے وہ الٹے قدموں باہر کی جانب بھاگی تھی۔۔ تاکہ کسی طرح ضرار کو یہ بات بتا سکے۔ تاکہ رانیہ اپنے پلین میں کامیاب نہ ہو پائے۔

خوش قسمتی سے علیزے کا سامنا جب سنان مصطفیٰ سے ہوا تو علیزے بنا دیر کیے اسے سب بتاتی چلی گئی تھی۔ ساری بات جان کر سنان کا غصہ ساتویں

آسمان پر پہنچا تھا۔علیزے کو ریلیکس کر کے سنان نے جب ان تینوں کی اس گھٹیا پلینگ کے بارے میں بتایا تو ضرار کا دل کیا کہ اس منحوس لڑکی کا حشر بگاڑ دے۔آخر اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی کہ وہ اسکی بیوی کو نقصان پہنچانے کا سوچ بھی سکے۔

ضرار کو ٹھنڈا کرتے سلطان نے بنا دیر کیے میرال اور بیہ کو طلب کیا تھا۔جو کہ شادی کی وجہ سے آج کل انکے ساتھ فارم ہاؤس میں کی رکی ہوئیں تھیں۔

عیس نے میرال اور بیہ کو رانیہ کا دماغ اچھے سے ٹھکانے لگانے کی تلقین کی تھی۔

اور اک ساتھ وہاں جا کر وہ رانیہ کو اٹھوا چکے تھے۔جواب انکے فلیٹ کی بیسمنٹ میں اپنی اچھی خاصی خدمت کروا رہی تھی۔

علیزے نے گہری سانس خارج کرتے انکو ساری بات بتائی تو ایرہ اور مشعل کے منہ کھل گئے۔ جبکہ منیزے تو سب سن کر شاکڈ کیفیت میں چلی گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ رانیہ اس حد تک گر سکتی ہے۔۔

بے شک وہ کل رات اپنے منصوبے میں ناکام ہو گئی تھی۔ لیکن اگر وہ کامیاب ہو جاتی تو منیزے کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہ کرتی۔۔

ہم انسان ہمیشہ نقصان کو چھوٹے اور بڑے پیمانے پر تقسیم کر دیتے ہیں کہ اس کام سے تھوڑا نقصان ہوا ہے چلو خیر ہے۔ اور اگر بڑا نقصان ہو جائے تو ہم رونا شروع کر دیتے ہیں۔

پر حقیقت میں ہمیں ہر طرح کے نقصان سے پناہ مانگنی چاہئے۔ کیونکہ آپکا مخالف جب اپکو نقصان پہنچانے کا سوچ لیتا ہے تو اسکا مطلب ہے وہ اپنی سوچ میں اپکو آدھا مار چکا ہے۔۔ اور حقیقی زندگی میں موقع ملتے پر وہ اپکو

جان سے مارنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

تم مجھے رات کو بتاتی اس موٹی بھینس کا میں رات کو ہی کچومر بنادینا تھا۔۔اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی میری دوست کے بارے میں ایسا سوچنے کی بھی۔۔

ایرہ دانت کچکچاتے ہوئے شدید نفرت سے کہنے لگی۔تو منیزے نم آنکھوں سے ہنستے ہوئے اسے گلے لگا گئی۔۔جب مشعل اور علیزے بھی انکے گلے لگتی منیزے کو اپنا احساس دلانے لگیں تھیں۔۔

ہم بلیک شیر وانی ہی پہنے گئے۔۔

سنی نے ہاتھ کھڑے کرتے حتمی فیصلہ سنایا تھا۔

اس وقت کمرے میں جنگ عظیم جیسا ماحول بنا ہوا تھا۔۔ان سب نے آج بارات کے فنکشن کے لئے بلیک شیر وانیاں بنوائی تھیں۔۔ان بلیک شیر وانی کو مرر ورک سے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ انتہائی ایلیگنٹ سی لگ رہیں تھیں۔

جبکہ تمام بڑے انکو گولڈن کلر کی شیر وانی پہنانا چاہتے تھے۔۔اور اس بات پر وہ چاروں ہی نہیں مان رہے تھے۔

خبر دار آج کے دن تم لوگوں نے وہ کوئلہ رنگ پہنا تو ورنہ جوتا ہو گا اور تم سب لوگ ہو گئے۔۔

حسن صاحب دبے دبے غصے میں بولے تھے۔وہ سب ہی انکی بلیک کلر کی دیوانگی سے بے حد تنگ تھے۔ہفتے کے سات دن میں وہ سب پانچ دن تو بلیک کلر پہنتے تھے۔

یار کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو، ہم سے نہیں بنا جاتا یہ روایتی دلہا دلہا ساری پرسنیلٹی خراب ہو جانی ہے ہماری۔۔

عیس نے اک نظر انکے لائے ہوئے ڈریس کو دیکھ کر منہ بناتے کہا تو مصطفیٰ کاظمی جھک کر اس دفعہ سچ میں جوتا اٹھا گئے تھے۔

بے غیرتوں شادی کی ساری رسمیں اور انتظامات روایتی کروائے ہیں۔ تم لوگوں کو تب نہیں خیال آیا اس بکواس شخصیت کا جواب ہمیں انگریز بن کر دیکھا رہے ہو۔۔

مصطفیٰ کاظمی بھرپور تپش سے بولے تو عیس چپ کر کے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ سب بڑوں کا اس وقت انکی ہٹ دھرمی پر بلڈ پریشر ہائی ہو رہا تھا۔۔

اتنے سال ان نمونوں کو ہم دونوں جھیلتے رہے ہیں اب کچھ دن تم لوگ یہ

ڈیوٹی دے کر ہمارے ضبط کو دعائیں دو۔ ہم باہر جا رہے ہیں۔اس مقصد میں کامیاب ہو کر باہر آجانا۔۔

دلاور خان کمرے میں چھڑی جنگ کو دیکھ کر بولتے ہوئے شیر از پاشا کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گئے۔ جبکہ مصطفیٰ کاظمی اور حسن ہمدانی اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے انکی منگوائی گئیں بلیک شیروانیاں ہی اٹھا گئے تھے۔

تاکہ نہ رہے بانس اور نہ ان چاروں کی بجے بانسری۔۔

دلاور خان اور شیر از پاشا باہر نکلتے ہوئے اندر آتے آغا جان کو زبردستی اپنے ساتھ پھر باہر لے گئے تھے۔

جوان چاروں کے کمرے میں آرہے تھے۔اگر آغا جان کمرے میں آکر انکی حمایت میں کچھ بھی بول دیتے تو ان چاروں نے شوخے ہو جانا تھا۔اسی وجہ سے کرنلز نے انکو کمرے میں داخل ہی نہیں ہونے دیا تھا۔

مصطفیٰ کاظمی اور حسن صاحب بھی انکی بلیک شیر وانیاں اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔اب انکے پاس آخری آپشن صرف انکے لائے گئے ڈریسز ہی بچے تھے۔ جن کو منہ ٹیڑھا کرتے وہ اٹھا کر چینج کرنے کے لیے آگے پیچھے ہو گئے۔

ہال میں اس وقت لوگوں کا banquet شہر کے سب سے بڑے سیلاب آیا ہوا تھا۔ کیونکہ آج بلیک کمپنی کے چاروں ڈائریکٹرز کی بارات تھی۔

گولڈن شیر وانی پر سر پر کلا پہنے گلے میں گولڈن سٹون والی ہی مالا پہنے وہ

اس وقت بلکل روایتی دلہے بنے سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔۔ جہاں وہ چاروں سب حسین مرد لگ رہے تھے۔ وہیں کتنی ہی لڑکیاں انکو دیکھ دیکھ کر آہیں بھر رہیں تھیں۔

ساری دنیا سے بے نیاز مغرور انداز میں بیٹھے وہ چاروں اک دوسرے سے باتیں کرنے مصروف تھے۔ جب ہال میں اک دم دلہنوں کی امد کا شور بلند ہوا تو وہ چاروں بھی داخلی رستے کی جانب نظریں موڑ گئے۔۔

اسد ان چاروں کے درمیان چلتا ہوا آرہا تھا۔ ان سب کو سیلون سے ریسیو کرنے کے لیے اسد ہی گیا تھا۔ ایرہ کے نکاح کی حقیقت سے پہلے بھی وہ ان تینوں کو بہنوں جیسا ہی مان دینے لگا تھا۔ تو پھر آج کے خاص دن میں بھلا وہ ان سب کو کیسے اکیلا رہنے دیتا۔

اسی لئے سب کو منع کرتے وہ خود ان کو سیلون سے لینے چلا گیا۔ان چاروں کے اتنا حسین لگنے پر وہ انکی کئی بار نظر اتار چکا تھا۔ جس پر وہ چاروں نم آنکھوں سے اسکے دیکھتی رہ گئیں تھیں۔

آج کے دن کو اور خاص بنانے کے لیے اسد نے ان سب کو واپسی پر گول گپے کھلائے تھے۔ دلہنوں کے روپ میں گول گپے کھاتے ہوئے انکی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔اچھی طرح گھوم پھر کر اسد ان سب کو لے کر ہال میں داخل ہوا تو ہر طرف شور بلند ہونے لگا۔

یہاں پر پہنچتے ہی اسد نے ان سب کو بڑی سے بلیک چادروں سے گھونگھٹ اوڑھا دیے تھے۔ کیونکہ یہ بی جان کا حکم تھا
اتنی ہائی ہیلز میں بھاری لہنگوں کے ساتھ انکا اک قدم بھی اٹھانا محال ہو رہا تھا۔

اسد کے لئے ان چاروں کو اک ساتھ سہارا دینا کافی مشکل بن رہا تھا۔ ابھی وہ اسی کشمکش میں تھے۔ کہ اپنی طرف بڑھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر وہ سب چونک گئیں۔

جب تم لوگوں کے باپ زندہ ہیں تو پھر تم لوگوں کے قدم کیسے رک سکتے ہیں۔۔

دلاور خان نے علیزے کے ہاتھ کو تھام کر کہا تو خوشی سے اسکی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ خدا نے اسکو حقیقی رشتوں سے زیادہ پیار کرنے والے لوگ دیے تھے کہ وہ جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔

دلاور خان نے علیزے کو تھام لیا تھا۔ جبکہ شیراز پاشا تو اپنی بہادر بہو کا بازو اپنے بازو میں ڈال کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی طرف مشعل حسن صاحب

اور ایرہ اب داؤد صاحب کے ساتھ کھڑی تھی۔

دیکھ کر اسد ہنستے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ Collabان سب کا اتنا اچھا جبکہ وہ چاروں جو بے صبری سے انکا اپنی طرف آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انکے رکنے پر جہاں پریشان ہوئے تھے۔ وہیں اب انکو مغرور بھری چال سے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ گہری سانس خارج کر گئے۔

سٹیج پر وہ چاروں اک ساتھ کھڑے تھے۔

وہ سب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے انکے نزدیک آئیں تو اک دم سے ہال میں اندھیرا چھا گیا۔ جس پر وہ چاروں چونکتے ہوئے دیکھنے لگے تھے۔

لیکن ٹھیک اک منٹ بعد جب لائٹس دوبارہ روشن ہوئیں تو منظر کچھ یوں تھا۔ کہ دلہنیں بلکل سٹیج کے سامنے کھڑی تھیں۔ لیکن انکے باپ اب وہاں

سے غائب تھے۔دلہنوں کے آگے اب بی جان کھڑی ہو گئیں تھیں۔جو لائٹ پنک کلر کے خوبصورت سے شرارے میں سونے کے زیور پہنے خالص پٹھانی لگ رہیں تھیں۔

اپنی اپنی دلہن پہچانو اور لے جاؤ۔۔۔

بی جان نے دلہنوں کی طرف اشارہ کرتے انکو چیلنج کرتے کہا تو وہ چاروں دلفریب انداز میں مسکرا دیے۔یقیناً یہ گیم کافی مزے دار ہونے والی تھی۔

پورے ہال میں اس وقت خاموشی چھائی گئی تھی۔سب آنکھوں میں تجسس لیے انکو دیکھنے لگے تھے۔

بی جان نے بلکل ٹھیک کہا ہے۔اگر تو تم لوگوں نے ہماری بھابیوں کو بلکل ٹھیک پہنچان لیا تو ہماری طرف سے اپنی سلامی پکی سمجھو۔۔۔

پیچھے کھڑے حابیل شاہ نے چہرہ ترچھا کرتے اپنی بھاری آواز میں کہا تو اک

انجانی آواز پر سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

جہاں حابیل شاہ پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے انکو شرارت سے دیکھ رہا تھا۔ حابیل شاہ کے ساتھ ہی ارمان شاہ اور عالم شاہ بھی لبوں پر دلکش مسکراہٹ سجائے سٹیج پر کھڑے دلہوں کو دیکھ رہے تھے۔ جن کے چہروں پر ان تینوں کو ایسے اچانک یہاں دیکھ کر خوشی کے آثار واضح نظر آنے لگے تھے۔

(شاہ برادرز کمننگ ناول کے ہیروز ہیں)

وہ چاروں دانت پیستے ہوئے سٹیج سے نیچے اتر کر انکی طرف آئے۔

جلدی نہیں کر دی بے غیرت شاہوں نے آنے میں۔۔۔

عیس نے انکو گھورتے ہوئے کہا تو وہ تینوں بے نیازی کندھے اچکا گئے۔

اب تم لوگ ہمارے قیمتی وقت کے جتنے حق دار تھے۔ تو اسی حساب سے ہم

آ گئے۔

عالم شاہ نے اپنی گھمبیر آواز میں لاپرواہی جواب دیا تو وہ چاروں اسکے بکواس جواب پر ایبرو اچکاتے انکو دیکھنے لگے۔ جبکہ سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے وہ انکو گلے ملنے لگے تھے۔

عیس اور سنی نے گلے ملتے ہوئے انکی پسلیاں توڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

سالوں بس کرو یہ زوررات کو لگانا ہم پر اس ہمت کو نچھاور کرنے کوئی فائدہ نہیں ہونے والا۔۔

ارمان شاہ نے سنی کے زور سے دبانے پر آہستہ آواز میں معنی خیزی سے کہا تو وہ سب اسکی بے شرمی پر اپنی اپنی ہنسی دبا گئے۔

بی جان بھی خوشی سے انکی طرف آکر انکو ملنے لگیں تھیں۔ کیونکہ وہ ان

تینوں سے واقف تھیں۔ آخر ان چاروں کی لیڈی باس انکے قریبی لوگوں سے کیسے ناواقف رہ سکتیں تھیں۔

ان کو ملنے کے بعد عیس نے مڑتے ہوئے اک جھٹکے میں مشعل کے وجود کو بازوؤں میں اٹھالیا تھا۔ جس پر گھونگھٹ میں مشعل کی ہلکی سے چیخ گونجی تھی۔ سب اس گنڈے کو تاسف سے دیکھنے لگے۔

میں تو اپنی والی ڈھونڈ لی اب تم لوگ اپنا سامان اٹھا کر اوپر آجاؤ۔۔
عیس نے مشعل کی ہائیٹ سے اسکی پہچان کی تھی۔
عیس مشعل کو بازوؤں میں اٹھا کر سٹیج پر لایا تو پورا ہال شور سے گونج اٹھا تھا۔

سنی جو اپنی والی کو دیکھ رہا تھا۔ ضرار نے اسے ہاتھ سے پیچھے ہٹاتے جب

منیزے کو اک دم سے اٹھایا تو منیزے اسکے کندھے پر تھپڑ رسید کر گئی تھی۔ جبکہ ضرار اپنے بوجھ کو اٹھا کر مغرور بنتے سٹیج پر بیٹھ گیا تھا۔۔ منیزے کی پہچان تو وہ اسکی لمبی ہائیٹ اور بل کھاتی کمر سے ہی لگا چکا تھا۔

چھوٹے والی میری اور بڑے والی تیری۔۔

باقی ایرہ اور علیزے کی ہائیٹ میں بھی چونکہ واضح فرق تھا۔اسی لئے انکو آسانی سے پہچان ہو گئی تھی۔ سلطان ہنستے ہوئے اپنی خانم کی طرف بڑھ گیا۔۔

پورا ہال ہوٹنگ کے شور سے بلند ہونے لگا تھا۔ جبکہ ڈی جے نے رومینٹک سونگ پلے کر کے ماحول کو الگ سے فسوں خیز بنا دیا ہوا تھا۔

بڑی کوئی کتی چیزیں ہو تم لوگ۔۔

عالم شاہ نے عیس کو افسوس کرتی نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔ عیس نے اسکے کمپلینٹ کو تعریف سمجھ کر وصول کیا تھا۔اس وقت کھانے کا دور چل رہا تھا۔

وہ چاروں سٹیج سے اتر کر ان تینوں کو کمپنی دینے کی غرض سے انکے ٹیبل پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ جبکہ ابھی ابھی حسن صاحب عیس کی عزت افزائی کر کے گئے تھے۔ لیکن اس ڈھیٹ انسان کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

جانی آپ کن کے خیالوں میں گم ہیں۔۔

حابیل شاہ جوار بیلا شاہ کے خیالوں میں گم تھا۔سنان کے مخاطب کرنے پر وہ چونک سا گیا۔۔

یہ جناب آج کل ونی ہو گئے ہیں اسی لئے مخالفین کی حویلی میں گھومتے رہتے ہیں۔۔

ارمان شاہ نے پُر لطف انداز میں قہقہ لگاتے بتایا تو وہ چاروں ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگے۔ جبکہ عالم شاہ نے ہاتھ کی مدد سے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔ قابیل شاہ نے ارمان شاہ کو گھوری ڈالی تھی۔

کیا مطلب ہے اسکا۔۔

سلطان نے الجھن سے حابیل شاہ کو دیکھتے پوچھا تو ارمان شاہ اسکی نظروں کو نظر انداز کرتے انکو بتانا شروع ہوا۔۔

کہ کیسے اسکا اچانک نکاح ہوا ہے اور وہ دن رات اپنی بیوی سے یہ طعنے سنتا ہے۔ کہ ونی کے نکاح میں حابیل شاہ اسے ملا ہے جبکہ وہ ونی میں نہیں

آئی۔۔۔

ارمان شاہ نے مختصر کرتے انکو ڈیٹیلز بتائی تو انکے ٹیبل پر اک ساتھ سب کے قہقہے گونجے تھے۔ قابیل شاہ انکو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

انہی مسخرے پن میں رخصتی کا وقت قریب آن پہنچا تھا۔

آج بھی پورا دن وہ گھونگھٹ میں رہیں تھیں۔انکے شوہروں نے انکے گھونگھٹ ہٹانے سے منع کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی بیویوں کے حسین چہرے کسی کو بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

رخصتی کے وقت جب ایرہ داؤد صاحب اور سلطانہ بیگم کے گلے لگ کر رونا

شروع ہوئی تو باقیوں کو بھی رلا گئی۔۔

اسکی ایسے اچانک شادی پر اسکے خاندان والوں نے بہت سی باتیں بنائیں تھیں۔ لیکن جب انہوں نے سنان مصطفیٰ کے رتبے اور اتنی بڑی فیملی کو دیکھا تو انکی زبانیں تالو سے چپک گئیں تھیں۔

سلطانہ بیگم نے بغور خان فیملی سمیت سب کو اپنی بیٹی پر جان چھڑکتے دیکھا تو وہ دل ہی دل میں لاکھ شکر ادا کرنے لگیں تھیں۔ کہ بروقت انہوں نے صحیح فیصلہ لے لیا تھا۔

شادی کے سارے فنکشنز پر ایرہ اور منیزے ڈھیروں شرارتیں کرتیں رہیں تھیں۔ لیکن اسکے سسرالی رشتے داروں میں سے کسی نے برا نہیں منایا تھا۔ بلکہ وہ تو مصطفیٰ کاظمی کا ایرہ کے ساتھ پیار دیکھ کر حیران ہوتیں رہیں تھیں۔

ایرہ کو بری طرح روتے دیکھ کر سنان نے سب کو پیچھے کر کے اپنی بیوی کو بازوؤں میں اٹھا کر گاڑی میں بٹھایا تو سب بوکھلا گئے۔ جبکہ وہ کندھے اچکاتے ہوئے صاف صاف کہہ چکا تھا۔ کہ وہ اپنی بیوی کو رونے نہیں دے سکتا وائی۔۔

کرنلز نے افسوس سے ان نالائقوں کو دیکھا تھا۔ جو سب کا لحاظ بھلائے جب مرضی اپنی بیویوں کو گود میں بے شرمی سے اٹھا لیتے تھے۔

سنان کی دیدہ دلیری پر شاہ برادرز نے قہقہے لگاتے ہوئے فائرنگ کیرنا شروع کی تھی۔ وہ سب اپنی اپنی بیویوں کو گاڑی میں بٹھائے نکلتے چلے گئے تھے۔

کہاں کی رخصتی اور کہاں کا رونا وہ سارے ایموشنز کی بینڈ بجاتے نکل چکے

تھے۔

پیچھے سب ضبط کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

چونکہ بارات کا فنکشن بھی نائٹ میں تھا۔۔اسی لئے شام کے وقت وہ سب اس وقت سیلون میں تھیں۔

کل رات کیا ہوا تھا۔

ایرہ نے اچانک یاد آنے پر مڑتے ہوئے پوچھا تو وہ تینوں چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگیں۔

کس بارے میں پوچھ رہی ہو۔۔

مشعل نے جوتا اتارتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

اسی بارے میں پوچھ رہی ہوں جب وہ سب اچانک ہمارے کمرے میں آ ٹپکے تھے۔

ایرہ نے کل رات کا ذکر کرتے انہیں یاد دلانا چاہا تو منیزے بھی انکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔اسے بے اختیار یاد آیا تھا۔جب ضرار اچانک اپنی آمد سے اسکی حالت بگاڑ کر بنا کچھ بتائے غائب ہو گیا تھا۔اسکے بعد منیزے کی تھکن کے مارے اتنی حالت بری ہوئی۔کہ وہ اس بارے میں پوچھنا ہی بھول گئی اور سو گئی تھی۔

علیزے انکے چہروں کو تذبذب کا شکار دیکھ کر بولنا شروع ہوئی۔۔۔

کل رات مہندی کے فنکشن ختم ہونے کے بعد جب وہ چاروں اپنے کمرے میں سیلفیاں لے رہیں تھیں۔ایسے میں علیزے کو بھوک کا احساس ہوا تو وہ اپنے لہنگے سمیت ہی کچن کی جانب چل پڑی۔چونکہ فارم ہاؤس میں اوپن

کچن تھا۔ تو ہال میں ہی ڈائٹنگ ٹیبل بھی سیٹ تھا۔

علیزے جب ہال میں داخل ہونے لگی تھی۔ تو ڈائنگ ٹیبل کے پاس کھڑی رانیہ کسی سے بات کر رہی تھی۔ جس کا چہرہ تو علیزے نہیں دیکھ پائی تھی۔ لیکن منیزے کے نام پر علیزے ٹھٹک کر ناچاہتے ہوئے بھی انکی بات سننے کے لئے رک گئی تھی۔

رات کے اس پہر رانیہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو کہہ رہی تھی۔ کہ وہ وقت پر منیزے کو اٹھانے کے لیے آجائے۔ کیونکہ وہ آج رات منیزے کو نشہ آور دوائی پلا کر اسے یہاں سے اغوا کروانے والی تھی۔ تاکہ صبح منیزے کی گمشدگی پر منیزے کی وجہ دلہن بن کر ضرار سے شادی کر سکے۔

رانیہ کو اپنے پلین پر اتنا یقین تھا۔ کہ وہ سچ میں سمجھ رہی تھی۔۔ کہ منیزے کے غائب ہونے پر ضرار مجبور ہو کر ہی سہی لیکن اس سے شادی کر لے گا۔۔

اور رانیہ سے شادی کرنے کا فائدہ ضرار کو ہی ہو گا۔ آخر اپنی دلہن کے غائب ہونے پر ضرار پاشا اپنی عزت بچانے کے لئے کچھ تو کرے گا نہ۔۔ ایسے میں رانیہ اسے شادی کی آفر کر کے مہان سنگھ بن جائے گی۔

علیزے تو اسکی پلینگ سن کر شاکڈ ہو گئی تھی۔ اسی لئے بنا وقت ضائع کیے وہ الٹے قدموں باہر کی جانب بھاگی تھی۔۔ تاکہ کسی طرح ضرار کو یہ بات بتا سکے۔ تاکہ رانیہ اپنے پلین میں کامیاب نہ ہو پائے۔

خوش قسمتی سے علیزے کا سامنا جب سنان مصطفیٰ سے ہوا تو علیزے بنا دیر کیے اسے سب بتاتی چلی گئی تھی۔ ساری بات جان کر سنان کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچا تھا۔ علیزے کو ریلیکس کر کے سنان نے جب ان تینوں کی اس

گھٹیا پلینگ کے بارے میں بتایا تو ضرار کا دل کیا کہ اس منحوس لڑکی کا حشر بگاڑ دے۔ آخر اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی کہ وہ اسکی بیوی کو نقصان پہنچانے کا سوچ بھی سکے۔۔

ضرار کو ٹھنڈا کرتے سلطان نے بنا دیر کیے میرال اور بیہ کو طلب کیا تھا۔ جو کہ شادی کی وجہ سے آج کل انکے ساتھ فارم ہاؤس میں کی رکی ہوئیں تھیں۔

عیس نے میرال اور بیہ کو رانیہ کا دماغ اچھے سے ٹھکانے لگانے کی تلقین کی تھی۔

اور اک ساتھ وہاں جا کر وہ رانیہ کو اٹھوا چکے تھے۔ جواب انکے فلیٹ کی بیسمنٹ میں اپنی اچھی خاصی خدمت کروا رہی تھی۔

علیزے نے گہری سانس خارج کرتے انکو ساری بات بتائی تو ایرہ اور مشعل کے منہ کھل گئے۔ جبکہ منیزے تو سب سن کر شاکڈ کیفیت میں چلی گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ رانیہ اس حد تک گر سکتی ہے۔

بے شک وہ کل رات اپنے منصوبے میں ناکام ہو گئی تھی۔ لیکن اگر وہ کامیاب ہو جاتی تو منیزے کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہ کرتی۔۔

ہم انسان ہمیشہ نقصان کو چھوٹے اور بڑے پیمانے پر تقسیم کر دیتے ہیں کہ اس کام سے تھوڑا نقصان ہوا ہے چلو خیر ہے۔ اور اگر بڑا نقصان ہو جائے تو ہم رونا شروع کر دیتے ہیں۔

پر حقیقت میں ہمیں ہر طرح کے نقصان سے پناہ مانگنی چاہئے۔ کیونکہ آپکا مخالف جب اپکو نقصان پہنچانے کا سوچ لیتا ہے تو اسکا مطلب ہے وہ اپنی سوچ میں اپکو آدھا مار چکا ہے۔۔ اور حقیقی زندگی میں موقع ملتے پر وہ اپکو

جان سے مارنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

تم مجھے رات کو بتاتی اس موٹی بھینس کا میں رات کو ہی کچومر بنادینا تھا۔۔اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی میری دوست کے بارے میں ایسا سوچنے کی بھی۔۔

ایرہ دانت کچکچاتے ہوئے شدید نفرت سے کہنے لگی۔تو منیزے نم آنکھوں سے ہنستے ہوئے اسے گلے لگا گئی۔۔جب مشعل اور علیزے بھی انکے گلے لگتی منیزے کو اپنا احساس دلانے لگیں تھیں۔

ہم بلیک شیر وانی ہی پہنے گئے۔۔

سنی نے ہاتھ کھڑے کرتے حتمی فیصلہ سنایا تھا۔

اس وقت کمرے میں جنگ عظیم جیسا ماحول بنا ہوا تھا۔۔ان سب نے آج بارات کے فنکشن کے لئے بلیک شیر وانیاں بنوائی تھیں۔۔ان بلیک شیر وانی کو مرر ورک سے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ انتہائی ایلیگنٹ سی لگ رہیں تھیں۔

جبکہ تمام بڑے انکو گولڈن کلر کی شیر وانی پہنانا چاہتے تھے۔۔اور اس بات پر وہ چاروں ہی نہیں مان رہے تھے۔

خبر دار آج کے دن تم لوگوں نے وہ کوئلہ رنگ پہنا تو ورنہ جوتا ہو گا اور تم سب لوگ ہو گئے۔۔

حسن صاحب دبے دبے غصے میں بولے تھے۔وہ سب ہی انکی بلیک کلر کی دیوانگی سے بے حد تنگ تھے۔ہفتے کے سات دن میں وہ سب پانچ دن تو بلیک کلر پہنتے تھے۔

یار کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو، ہم سے نہیں بنا جاتا یہ روایتی دلہا دلہا سا ری پرسنیلٹی خراب ہو جانی ہے ہماری۔۔

عیس نے اک نظر انکے لائے ہوئے ڈریس کو دیکھ کر منہ بناتے کہا تو مصطفیٰ کاظمی جھک کر اس دفعہ سچ میں جوتا اٹھا گئے تھے۔

بے غیرتوں شادی کی ساری رسمیں اور انتظامات روایتی کروائے ہیں۔ تم لوگوں کو تب نہیں خیال آیا اس بکواس شخصیت کا جواب ہمیں انگریز بن کر دیکھا رہے ہو۔۔

مصطفیٰ کاظمی بھرپور تپش سے بولے تو عیس چپ کر کے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ جبکہ سب بڑوں کا اس وقت انکی ہٹ دھرمی پر بلڈ پریشر ہائی ہو رہا تھا۔۔

اتنے سال ان نمونوں کو ہم دونوں جھیلتے رہے ہیں اب کچھ دن تم لوگ یہ

ڈیوٹی دے کر ہمارے ضبط کو دعائیں دو۔ ہم جا رہے ہیں مقصد میں کامیاب ہو کر باہر آجانا۔۔

دلاور خان کمرے میں چھڑی جنگ کو دیکھ کر بولتے ہوئے شیر از پاشا کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گئے۔ جبکہ مصطفیٰ کاظمی اور حسن ہمدانی اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے انکی منگوائی گئیں بلیک شیروانیاں ہی اٹھا گئے تھے۔

تاکہ نہ رہے بانس اور نہ ان چاروں کی بجے بانسری۔۔

دلاور خان اور شیر از پاشا باہر نکلتے ہوئے اندر آتے آغا جان کو زبردستی اپنے ساتھ پھر باہر لے گئے تھے۔

جوان چاروں کے کمرے میں آرہے تھے۔ اگر آغا جان کمرے میں آکر انکی حمایت میں کچھ بھی بول دیتے تو ان چاروں نے شوخے ہو جانا تھا۔ اسی وجہ

سے کرنلز نے انکو کمرے میں داخل ہی نہیں ہونے دیا تھا۔

جبکہ مصطفیٰ کاظمی اور حسن صاحب بھی انکی بلیک شیروانیاں اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔اب انکے پاس آخری آپشن صرف انکے لائے گئے ڈریسز ہی بچے تھے۔ جن کو منہ ٹیڑھا کرتے وہ اٹھا کر چینج کرنے کے لیے آگے پیچھے ہو گئے۔

بی جان نے دلہنوں کو انکے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔انکے چاروں کے کمرے آمنے سامنے تیار ہوئے تھے۔اور یہ سارے کمرے سنان کے پورشن میں تیار کیے گئے تھے۔ کیونکہ فارم ہاؤس میں صرف سنان کا پورشن ہی ایسا تھا۔۔جو مکمل طور پر خالی تھا۔ورنہ باقی سب پورشن میں مہمان ٹھہرے

ہوئے تھے۔جو تھوڑے بہت لوگ یہاں رکے ہوئے تھے۔انہیں عیس کے پورشن میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔

رات کے اک بجے مغرور بھری چال چلتے ہوئے سنان اپنے کمرے کی طرف آیا جہاں اسکے کمرے کے سامنے دو دلہنیں کھڑی اسکا ہی انتظار کر رہیں تھیں۔سنان منیزے اور علیزے کو اپنے دروازے کے سامنے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

انکی بلیک چادر اتار دی گئی تھی۔اپنے لہنگوں کے دو بٹوں سے وہ اب گھونگھٹ اوڑھے ہوئیں تھیں۔آخر کو منہ دیکھائی کا گفٹ ملنا تھا۔۔تو اس سے پہلے وہ گھونگھٹ گرانے کا رسک نہیں لے سکتیں تھیں۔منیزے نے سب کو منہ دیکھائی کے گفٹ کا لالچ ہی ایسا دیا تھا۔

بھابھی اپ لوگ یہاں۔۔۔

سنان نے انکے قریب آتے حیرت سے پوچھا تھا۔اور ساتھ انکے کمروں کی طرف نظر بھی دہرائی تھی۔یہ دیکھنے کے لیے کہ انکے جلاد شوہر کہاں ہیں جوانکے پٹاخے اس نازک وقت میں یوں کمرے سے باہر کھڑے ہیں۔

بھیا پیسے نکالیں۔۔

علیزے نے اپنا مہندی سے سجا ہاتھ آگے کرتے کہا تو سنان کو خوش گوار حیرت نے آن گھیرا۔۔

کونسے سے پیسے مانگ رہیں ہیں خانم بھابھی۔۔

سنان نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

دیور جی ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں اپکو اچھے سے معلوم ہے۔کہ ہم

کونسے پیسے مانگ رہیں ہیں۔۔

منیزے نے سنان کے معصومیت سے پوچھنے پر تیکھے لہجے میں واضح کیا کہ وہ معصوم بننے کی کوشش نہ کرے۔۔

وہ سب تو ٹھیک ہے پر بھابھی اپکے شوہر کہاں ہیں۔۔جو آپ ایسے سرے عام باہر گھوم رہیں ہیں۔۔

سنی نے ان دونوں کے شوہروں کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں گھماتے پھر پوچھا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ منیزے اسے جواب دے پاتی پیچھے سے انہیں مشعل کی چینخوں کی آواز سنائی دی تھی۔

لیزو، منیزے ےےے رک جاؤ میں بھی آرہی ہوں۔۔میرے بنانیگ

نہیں لینا۔۔

عیس کی گود میں ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے وہ چینخی تو عیس تاسف سے اسکے چھپے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگا۔

ٹانگوں کو وہ اس لئے ہلانے لگی تھی تاکہ عیس اسے جلدی سے انکے ساتھ کھڑا کر دے۔۔

عیس نے انکے قریب آکر مشعل کو زمین پر کھڑا کیا تو مشعل اپنا لہنگا اٹھا کر جلدی سے ان دونوں کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

اب سنی کے آگے دو کی بجائے تین ہتھیلیاں پھیل گئیں تھیں۔

مشعل کے جلدی سے اپنی جگہ سنبھالنے پر سنان کا قہقہ کاریڈور میں گونجا تھا۔ جبکہ سلطان اور ضرار بھی وہاں آکر ضبط سے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے اپنے کمرے میں بیویوں کے لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔ جو نیگ لینے

کے چکروں میں یہاں آ کھڑی ہوئیں تھیں۔اور مشعل کی چینخوں پر وہ باہر نکل آئے تھے۔

سالے منہ کیا دیکھ رہا ہے جلدی انکو دے دلا، جو بھی دینا ہے۔ ہمیں کمرے میں جانے کی تجھ سے زیادہ جلدی ہے۔

عیس نے سنان کو بت بنے دیکھ کر تلملاتے ہوئے جلدی کرنے کا کہا جو فضول میں انکے ساتھ بحث کیے جا رہا تھا۔

عیس کی غراہٹ پر سنان نے مڑتے ہوئے اسے مزید چڑایا تو سلطان اور ضرار بھی اسے گھورنے لگے۔ کیونکہ ان دونوں کا وقت بھی ضائع ہو رہا تھا۔

کتنے پیسے چاہیئے اپکو۔۔۔

سنان نے آخری بار پھر ان سے پوچھا۔۔

بھیا دو لاکھ میرے، دو منیزے کے اور دو لیزو کے تو ٹوٹل چھ لاکھ دے دیں بس۔۔

مشعل نے جلدی سے انگلیوں پر حساب کرتے سنان کو رقم بتائی تو عیس اپنے چوزے کے حساب پر امپریس ہوتے اسے دیکھنے لگا۔

پاگل ایرہ کے بھی مانگنے تھے۔۔

علیزے نے مشعل کو کہنی مارتے یاد دلایا تو ضرار اور سلطان کے چہرے ہنسی کی وجہ سے سرخ پڑ گئے۔

اوپسسس سوری بھیا آپ اٹھ لاکھ دیں بلکہ ایسا کریں پورا دس لاکھ دے دیں۔ نفع و نقصان ہم آپس میں طے کر لیں گئیں۔۔

مشعل نے سنان کو پھر حساب لگاتے کہا تو سنان کا دل کیا زور سے قہقہے

لگائے۔

اس سے پہلے کہ وہ انکو کوئی جواب دے پاتا دروازے کے اس پار غصے سے چکر لگاتی ایرہ کی بس ہوئی تھی۔غصے سے پاگل ہوتے وہ جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکلی تو دروازہ کھلنے کی آواز پر سب اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔۔ جس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑتا جارہا تھا۔

سنان اسکو ایسے باہر دیکھ کر سٹل ہوا تھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے سنان سمیت سب کی آنکھیں حیرت و صدمے سے پھٹ گئیں جب ائرہ، سنان کو گریبان سے پکڑ کر کمرے میں کھینچ کر دروازہ بند کر گئی تھی۔

ایرہ تو کمرے میں گم ہو گئی تھی۔ لیکن کاریڈور میں کھڑے سب کو اچھا خاصا جھٹکا لگا گئی تھی۔

سب سے پہلے وہاں عیس کا قہقہ گونجا تو ضرار اور سلطان بھی زور سے ہنس دیے۔

آج اسکی سچ میں خیر نہیں ہے۔اسکی سہاگ رات تو گئی پانی میں چھپاک۔۔۔

عیس نے ہنستے ہوئے کہا تو ضرار اور سلطان اسے دیکھنے لگے۔۔انہیں اک سکینڈ میں سمجھ لگ گئی تھی۔۔کہ اس بے غیرت نے کوئی کالی کرتوت گھولی ہے۔اسی لئے ایرہ گڑیا اتنے غصے سے باہر نکلی تھی۔

عیس پر لعنت بھیج کر وہ اپنی بیویوں کی طرف آئے جہاں مشعل معصومیت سے منہ بنا کر کھڑی تھی۔

میرے پیسے۔۔۔

مشعل نے معصومیت سے ابھی اپنے دس لاکھ کو یاد کیا ہی تھا۔ کہ سنان کا دروازہ اک جھٹکے میں پھر کھلا تھا۔ جہاں ائرہ نے باہر آکر ان تینوں کو انکے گفٹ اور چیک پکڑا کر بنا کچھ بولے پھر دروازہ بند کر دیا تھا۔

اس بار عیس کے ساتھ ساتھ ضرار اور سلطان کا قہقہہ بھی نکلا تھا۔ جبکہ وہ تینوں تو اپنے گفٹس اور پیسے ملنے پر ہی خوشی سے اچھلنے لگیں تھیں۔

اک سیکنڈ میں انکے شوہر انکو اٹھا کر اپنے اپنے کمرے میں بند ہوئے تھے۔

تم بے شرم انسان دھوکے باز تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ رخصتی کی ساری پلینگ کروا کے ماما سے مجھ اکیلی کی بے عزتی کروائی اور خود سلمان خان بنتے رہے۔۔

ایرہ اسکا گریبان پکڑے شدید تیش سے بولتے جا رہی تھی۔
جبکہ سنان تو ہر چیز سے بے خبر بس اسکے ہوش ربا حسن میں کھویا ہوا تھا۔

بلڈ ریڈ کلر کے لہنگے کے ساتھ وائٹ ڈائمنڈ کی جیولری پہنے وہ سنان مصطفیٰ کاظمی کی جان ہی تو لے گئی تھی۔

ہونٹوں پر لگی ڈارک ریڈ لپسٹک کے ساتھ اسکی نوز پن کا موتی ٹکراتے ہوئے مقابل کے جسم میں خون کی گردش تیز کرتا جا رہا تھا۔ لیکن وہ اپسرا ہر چیز سے بے خبر بس اسے الزام دینے میں مصروف تھی۔ آخر کو اسکے ساتھ دھوکا ہوا تھا۔۔ اسکا چیخنا چلانا تو بنتا تھا نا۔۔۔

سنان کو بلکل چپ دیکھ کر ایرہ کا دل کیا کہ اسکا سر پھاڑ دے۔ اس وقت

اسکے دماغ کا پارہ انتہائی ہائی ہو رہا تھا۔ کہ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔۔ کہ وہ کیا کرے۔۔

بی جان کو بتانے کی نیت سے وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی تو سنان ہوش میں آتا اسکے پیچھے ہوا۔۔ لیکن تب تک وہ کاریڈور سے بھاگتی چلی گئی تھی۔۔

پڑوسیوں کی لڑائی سننا غلط بات ہے وائی۔۔

سلطان اور ضرار کو اپنے کمرے کے دروازہ کھول کر کھڑے دیکھ کر عیس نے اپنے کمرے کے دروازہ سے چہرہ باہر نکال کر معصوم انداز میں انکو سمجھانا چاہا تو وہ دونوی ہنسی ضبط کرتے ہوئے جھک کر اپنا جوتا اٹھا گئے۔۔ لیکن تب تک وہ اپنے کمرے میں چھپ چکا تھا۔

شور کی آواز پر وہ فکر مندی سے باہر نکلے تھے۔

سب بڑے چائے پیتے ہوئے آج کے فنکشن کے بارے گپ شب لگا رہے تھے۔اور ساتھ ساتھ کل کے فنکشن کی تیاریوں کے بارے میں ڈسکشن بھی جاری تھی۔کہ تبھی ایرہ بھاگتے ہوئے لاونج میں داخل ہوئی۔وہ سب اس وقت اسکو یہاں دیکھ کر حیران ہو گئے۔

بچے کیا ہوا اس وقت ایسے کیوں آئیں ہیں۔۔۔

مصطفیٰ کاظمی جلدی سے کھڑے ہو کر اسکی طرف آئے جبکہ اسی لمحے سنان بھی وہیں داخل ہوا تھا۔

بی جان اپکے پوتے نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ایسے تو نہیں ہوتا نہ مجھے عیس بھائی نے سب بتا دیا ہے۔۔

ایرہ بھرائے لہجے میں کہنے لگی تو وہ سب پریشان ہو گئے تھے۔جبکہ عیس کی

بے غیرتی پر سنان ضبط کرتے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

بی جان نے سنان کو اشارے میں معاملے کے بارے میں پوچھا تو وہ انکو اشاروں میں بتانے لگا۔ باقی سب انکے اشارے بازی پر حیرت کا شکار ہوئے تھے۔

مصطفیٰ وہ دیکھو۔۔

بی جان نے مصطفیٰ کاظمی کی توجہ دوسری جانب کروائی جو کہ ایرہ کو سینے سے لگائے تسلی دے رہے تھے۔

مصطفیٰ کاظمی کی توجہ دوسری طرف ہوتے ہی، بی جان نے سنان کو اٹھانے کا اشارہ کیا تھا۔ جس پر وہ اگے بڑھ کر جلدی سے ایرہ کو بازوؤں میں اٹھا کر واپس پلٹ گیا تھا۔ تاکہ اسکا باپ بہو کی ہمدردی میں اسے روک نہ لے۔۔

مصطفیٰ اسے جانے دو۔۔۔

مصطفیٰ کاظمی جو سنان کو روکنے لگے تھے۔بی جان کے منع کرنے پر چپ ہو گئے۔

بی جان مجھے بچی سے مسلہ تو پوچھ لینے دیتا وہ۔۔

بچے نہیں بنو مصطفیٰ، آج کی رات وہ دونوں اک دوسرے کی مسلے سلجھا لیں گئے۔تم تیاریوں کے مسائل پر دھیان دو۔۔

بی جان نے دوٹوک انداز میں کہا تو وہ سٹپٹاتے ہوئے پھر ڈسکشن میں مصروف ہو گئے۔

جو سچ ایرہ ابھی بی جان کو بتانے آئی تھی وہ سچ تو انکا پوتا انکو پہلے ہی بتا چکا تھا۔۔پوری پلینگ سے ہی تو ایرہ کی رخصتی کروائی گئی تھی۔

سنی نے اسکے مچلتے ہوئے وجود کو کمرے کے فرش پر اتارتے ہی اسکے ہونٹوں پر جلدی سے قبضہ جمایا تھا۔اسکے مزاحمت کرتے بازوؤں کو پیچھے کی جانب موڑتے ہوئے سنان نے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر اپنی جانب کھینچا تو ایرہ آوازیں نکالتے ہوئے اسے پیچھے ہٹنے کا کہنے لگی۔

پر سنی آنکھیں بند کر اسکے ہونٹوں پر تسلسل جما چکا تھا۔

ایرہ کے ہونٹوں پر گرفت مضبوط کرتے سنی نے اسے پیچھے بیڈ پر گرایا تو وہ آنکھیں نکال کر اسے دیکھنے لگی۔ایرہ کو ہنوز اپنی ضد پر اڑے دیکھ کر سنان گہرے سانس لیتے پیچھے ہٹا۔۔

مجھ پر یقین ہے نہ تو پھر بنا کچھ بولے بس مجھے محسوس کرو جاناں۔۔ہر چیز کی

وضاحت میں تمہیں خود دوں گا۔۔پر تم مجھ سے ایسے ناراض نہیں ہو گی۔۔میں نے بس سچے دل سے تم سے محبت کی ہے۔اور اسی محبت کی بے قراری میں تمہیں تن، من سے حاصل کیا ہے۔ جس میں کچھ بھی غلط نہیں ہے۔۔وہ بے غیرت بس ویسے تمہیں بھڑکانے کے لئے چول مار کر گیا ہے۔۔

سنی نے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے محبت سے لبریز لہجے میں التجا کی تو ایرہ مزاحمت چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

سنی کی اتنی سی وضاحت پر جب اسے کچھ تسلی محسوس ہوئی لیکن ساتھ ہی نخرے دیکھاتے ہوئے اس نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔ جس پر سنی نے شکر کیا۔ کہ کم از کم وہ شانت تو ہو گئی ہے۔

میری منہ دیکھائی کا گفٹ دو۔۔

ائرہ نے روعب سے کہا تو سنی نثار ہوتی نظروں سے اسکے دلکش وجود کو دیکھنے لگا۔ جو آج مکمل طور پر اسکے لئے سجایا گیا تھا۔ اسکے جان لیوا سراپے سے اٹھتی منہدی کی خوشبو اور اسکے بدن کی مہک سنان کے حواسوں پر چھانے لگی تھی۔

گفٹ تو تمہیں ملے گا پر کچھ الگ انداز میں جان، منہ دیکھائی کا گفٹ تھوڑی دیر میں آپکی خدمت میں پیش کیا جائے گا ابھی۔۔

سنی نے اسکے کان میں گھمبیر لہجے میں سرگوشی کی تو ایرہ کو اچانک اپنے حواس جھنجھوڑتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

سوچا تھا کہ کمرے میں جا کر کچھ دیر تم سے باتیں کروں گا۔ تمہارا گھونگھٹ اٹھاؤں گا۔۔ تمہارے اس حسین چہرے کو دیکھوں گا۔ پھر سہاگ رات مناؤں گا۔۔ لیکن تم نے مجھ پر حملہ کر کے سب برباد کر دیا۔۔

اب میں نہ تو تمہارا چہرہ دیکھنے میں ٹائم ویسٹ کروں گا اور نہ ہی باتیں کرنے میں۔آج میں اور بہت کچھ دیکھوں گا اور پھر تمہیں بھرپور چوموں گا۔۔

زیادہ کچھ نہیں ہو گا بس ہماری سہاگ رات تھوڑے الگ انداز میں شروع ہو گی۔۔

سنی نے اسکی گولڈن آنکھوں میں دیکھتے خمار زدہ لہجے میں بے شرمی سے کہا تو ایرہ کانوں کی لوح تک سرخ پڑ گئی۔ جبکہ سنان نے اسکے اوپر سے کھڑے ہوتے اک جھٹکے میں اسے کھڑا کیا تو وہ لڑکھڑا سی گئی۔

جس پر سنی نے جھکتے ہوئے سب سے پہلے اسکے پاؤں ہیلز سے آزاد کیے تھے۔اسکے سفید گلابی پیروں کو مہندی سے سجے دیکھ کر سنی نے محبت سے اسکے پاؤں پر ہونٹ رکھے تو ایرہ مچلتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے لگی۔

جس پر سنی نے اسے آنکھیں دیکھائیں تھیں۔

ایرہ کے مقابل کھڑے ہو کر سنی نے اسکا سر تا پیر جائزہ لیا تھا۔ڈارک ریڈ

کلر کے لہنگے کے ساتھ وہ گولڈن دوبٹہ لیے ہوئے تھی۔۔جو اسکی آنکھوں اور بالوں کے ساتھ کافی میچ ہو رہا تھا۔۔اسکا یہ کنٹراسٹ کافی خوبصورت لگ رہا تھا۔

سنان مبہوت ہو کر اسے دیکھنے لگا تھا۔اسکی نظروں سے پزل ہوتے ایرہ نے بے اختیار نظریں جھکائیں تو سنان دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے اسکے قریب ہو گیا۔۔

آگے بڑھتے ہوئے سنی نے اسکی پنز نکال کر دوبٹہ الگ کیا تھا۔میسی بن بنا کر آگے دو لٹیں نکالیں گئیں تھیں۔ سنی نے اسکے حسن کو دیکھ کر بے اختیار ماشاءاللہ کہا تو وہ شرم کے مارے جھینپ سی گئی۔

سنان نے اسکے سینے پر سیٹ کیے دوبٹے کو الگ کیا تو اسکا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔کیونکہ بلاؤز شارٹ اور سلیولیس تھا۔جبکہ سامنے کے پیٹ اور کمر کو ڈھکنے کے لیے یہ اک اضافی دوبٹہ سٹائل کیا گیا تھا۔بل کھاتی کمر کو دیکھ کر اک دم سے سنان کے اندر جذبات انگڑائیاں لے کر بیدار ہوئے

تھے۔

سنان کی گہری نظروں پر ایرہ شرم کے مارے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ گئی تھی۔ وہ اسکی نظروں کی تاب نہیں سہہ پا رہی تھی۔

سنان نے اپنی اوپری اپر نکال کر صوفے پر پھینکی اور ایرہ کے گداز وجود کو اٹھا کر بیڈ پر لٹایا تھا۔ بیڈ پر لیٹتے ہی وہ اپنا رخ موڑ گئی۔

سنان نے جھکتے ہوئے اسکے گہرے گلے پر اپنے دہکتے ہونٹ رکھے تو ایرہ نے اک دم گہرا سانس اپنے اندر کھینچ لیا۔۔

سنان نے ہاتھ بڑھا کر گلے کی ڈوڑیاں کھول کر اسکی پچھلی گردن پر ہلکے سے دانت گاڑے تو آنے والے لمحات کو سوچتے ہوئے وہ لرزنے لگی۔

اگر آج میں شدت سے تم پر برسا تو اسکی قصوروار سراسر تم ہو گی۔

سنی نے پیچھے سے اسکے کان کی لوح کو ہونٹوں میں دباتے سرگوشی کی تو وہ

شرمیلی مسکراہٹ سے اپنے ہونٹ کو کاٹنے لگی۔

جبکہ سنی اسکی کمر سے لے کر اوپر تک مکمل ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے نرم و ملائم بدن کی نازکی کو محسوس کرنے لگا تھا۔

سنی نے ایرہ کا اپنی جانب رخ موڑا تو اسکا لال چہرہ دیکھ کر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔

اسکا ٹیکا اتار کر سنان نے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے اسے معتبر کیا تو ایرہ کو اسکے عقیدت بھرے لمس پر اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔

ایرہ نے اپنی مسکار اسے سجی لمبی پلکیں واہ کرتے اسے دیکھنا چاہا تو سنان اپنی خماری میں ڈوبی آنکھیں اسکے چہرے پر ٹکا گیا۔ وہ اسکے ہر تیکھے نقش کو اذبر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ایرہ نے مدہوش ہوتے اٹھتے ہوئے سنان کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھے تو سنان مصطفیٰ کاظمی کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔

وہ تو بھول ہی گیا تھا۔ کہ اسکی بیوی اسکے لمس پر مدہوش ہوتے ہی اسکے ہونٹوں کی پیاسی بن جاتی ہے۔اسی لئے تو وہ خود پیش قدمی کر گئی تھی۔

سنان نے اسکی گردن میں ہاتھ گزارتے ہوئے اسے سہارا دیتے اوپر اٹھائے رکھا۔ جبکہ ابھی وہ اپنے ہونٹوں کو بلکل حرکت نہیں دے رہا تھا۔۔ائرہ خود ہی نرمی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتی سنان کی حالت خراب کرتی جا رہی تھی۔

سنان نے ہاتھ نیچے لے جاتے اسکے لہنگے کی ذپ کھول کر اسکے لہنگے کو نیچے کھسکایا تو ایرہ مچلتے ہوئے پیچھے ہونے لگی۔

جس پر سنی نے اسے آنکھوں سے ہی باز کرتے اپنے ہونٹوں کو چومنے کا اشارہ کیا تھا۔ایرہ اسکے اشارے پر آنکھیں میچتے ہوئے اسے ہونٹوں کو پھر اپنے ہونٹوں میں الجھا گئی۔

لیکن سنی کے ہاتھوں کی بے باکیوں کی وجہ سے اس بار وہ کچھ نہیں کر رہی

تھی۔دونوں کے ہونٹ اک دوسرے کے ساتھ بس جڑے ہوئے تھے۔۔

ایرہ کو ہونٹوں کو حرکت نہ کرتے دیکھ کر سنی نے اسکی ٹانگ پر ہاتھ پھیرا تو ایک جھٹکے میں اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ جس پر سنی نے اسے پھر ہونٹوں کو چومنے کا اشارہ کیا تھا۔

سنی کی وارننگ دیتی نظروں کو دیکھ کر وہ اسکی گردن میں بازوؤں کا ہار پہنا کر پھر مشکل سے اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چومنے لگی تو سنی نے اسے زرا سے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے نیکلس کو نکال کر سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔اک اک کر وہ اسکی ساری جیولری نکالتا جا رہا تھا۔

سنی نے زرا اوپر اٹھتے ہوئے اپنی قمیض نکال کر سائیڈ پر پھینکی تو اسکے مضبوط چوڑے سینے کو دیکھ کر ایرہ کی پلکیں لرزنے لگیں۔

جبکہ قمیض اتار کر وہ پھر اپنے ہونٹوں کو اسکے ہونٹوں پر رکھ گیا تھا۔

سنی نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکے بلاؤز کی ہک کھولتے ہوئے بلاؤز کو آخری سہارے سے بھی آزاد کیا۔ توایرہ اسکے کندھوں پر ناخن گاڑنے لگی تھی۔ اسکی ابھی سے حالت خراب ہونے پر سنان کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھو لیا۔۔

سنی نے پاؤں کی مدد سے چادر اٹھاتے دونوں کو کور کرتے ائرہ کو اٹھا کر اپنے اوپر لٹایا توایرہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ڈور گئی۔

سنی نے اسے اور خود کو ہر مصنوعی پردے سے آزاد کیا توایرہ گردن تک سرخ پڑ گئی تھی۔

سنی پلیز۔۔۔

ہمیشہ کی طرح سنی کی بے باکیوں پر وہ منت کرتے اسے پکار گئی۔۔

کیا ہوا، پہلی بار مکمل طور پر بے لباس ہوئے ہیں اس لئے کانپ رہی ہوں کیا۔۔

سنی نے بھاری لہجے میں اپنی گولڈن سرخ آنکھوں سے اسے پوچھا توایرہ

اسکے سوال پر چہرہ چھپا گئی تھی۔ جبکہ وہ اسے خود پر لٹائے اسکی بیک پر مسلسل ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

اہہہ۔۔۔

ایرہ کی اچانک اہ نکلی تھی کیونکہ سنان مصطفیٰ کاظمی کے ہاتھ اسکی تھائیز پر آ کر رک گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ڈرتے ہوئے سسک پڑی تھی۔

جاناں ابھی تمہارے کومل وجود کو بس اپنے جسم سے لپٹایا ہے تو تمہاری اتنے میں بس ہونے لگی ہے۔

سنی نے اسکی کان میں معنی خیزی سے کہا تو وہ اسکے سینے میں پھر چھپ گئی۔ جس پر سنی نے اسے اپنے نیچے شفٹ کرتے اسکے چہرے کو دیکھا۔۔اسکے کانوں سے آخری زیور نکال کر سنی نے اسکی گردن کو ہونٹوں سے چھوا تو وہ خود میں سمٹنے لگی تھی۔

ہمیشہ کی طرح اپنی جان لیوا سسکیوں سے بس ان کانوں کو راحت پہنچانا

اب۔۔۔

سنی نے اسکے کان میں آخری سرگوشی کرتے اسکے نرم و ملائم بدن پر بوسوں کی برسات کرنا شروع کی۔ابھی تک وہ خود سے دوبارہ اسکے ہونٹوں پر نہیں جھکا تھا۔

نرمی سے سنی نے اسکی دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرا تو ایرہ گہری سانس لیتے سسکی بھر گئی۔۔جبکہ سنی نے جھکتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں پر زبان پھیری تو ایرہ اسکے بال کھینچ کر اسے روکنے لگی تھی۔۔

جس پر سنی اسکے ہاتھوں کو کنڑول کر کے مسلسل اسکی ڈھرکنوں کو اپنے لمس سے بھگونے لگا تھا۔نیچے جھکتے ہوئے سنان نے اسکے پیٹ پر اچانک دانت گاڑے۔اس سلم سمارٹ پیٹ پر وہ ہمیشہ جنون خیزی سے جھکتا تھا۔ آج بھی اسکے پیٹ پر جگہ جگہ دانت گاڑتے وہ اسکی ٹانگوں کی طرف آیا تھا۔

سفید نرم و ملائم ٹانگوں پر اس نے ہونٹ رکھے تو ائرہ تکیے پر سر پٹکنے لگی۔
جبکہ اسکی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سنان نے شدت سے انہیں چوما تو
ایرہ بے اختیار اسے پکار گئی۔
ایرہ کی پکار پر سنان اوپر اٹھتے ہوئے اسکے مقابل ہو گیا۔

Now Just be ready baby...

ایرہ کی کمر میں بازو لپیٹ کر سنان نے اک جھٹکے میں اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی
ٹانگوں کو اپنی کمر کے گرد لپیٹا تو ایرہ کی آنکھوں میں ڈر ابھرا۔۔

جسٹ ریلیکس میری جان۔۔
جہاں لگے کہ میری شدت برداشت نہیں ہو رہی مجھے بتانا میں رک جاؤں
گا او کے۔۔پر آج ہر حال میں ان دو جسموں کو اک کرنا ہے۔۔

ایرہ کو پینک کرتے دیکھ کر سنان نے پیار سے اسے پر سکون کرنا چاہا تھا جس پر وہ گہرے سانس لیتی خود میں ہمت پیدا کرنے لگی سنی اسکی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ خود کے قریب کرتے اسکے اندر داخل ہوا تو ایرہ نے شدت بھری کراہ بھری تھی۔

سنییی۔۔۔۔

ہونٹوں کو بھینچے ایرہ نے اسے بے اختیار پکارا تو وہ قربان ہوتے اسکے نزدیک ہو گیا۔۔

میں حاضر ہوں جاناں۔۔

سنان نے آنکھوں میں محبت کا جہاں لیے اسے دیکھا جہاں وہ ہلکا ہلکا کانپنا شروع ہو گئی تھی۔ابھی وہ صرف اسکی روح میں داخل ہوا تھا۔۔

کاظمی خاندان کی بہو ہو تھوڑی ہمت رکھو جاناں کہ یہ میٹھا درد تھوڑی دیر"

"میں انتہا کا سکون دینے والا ہے۔۔

ایرہ کے سائیڈ ہونٹوں کو چومتے ہوئے سنان نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا تو وہ اپنی نم آنکھیں بند کر گئی۔اسکی اتنے شدت بھرے لمس پر اسکے آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر تکیے پر گرے تھے۔

سنان بلکل نرمی سے اسے چھو رہا تھا۔لیکن اسکے باوجود وہ نازک سی لڑکی بے حال ہو گئی تھی۔سنان نے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں لیتے اپنے عمل کو نرمی سے شروع کیا تو ایرہ اسکی پشت پر ناخن گاڑنے لگی۔۔۔۔

ناچاہتے ہوئے بھی وہ پینک ہو رہی تھی۔سنان نے مسرور ہوتے شدت سے اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں میں سک کیا اور ساتھ ہی بھرپور مکمل طریقے سے وہ اس میں سرائیت کرنے لگا تو ایرہ کی آنکھیں ابل کر باہر نکلنے

کو بے تاب ہو گئیں۔

اسکے نچلے ہونٹ پر دانت گاڑتے ہوئے سنان نے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اپنی گود میں بٹھایا تو ایرہ کو اپنے خون کی گردش تیز ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔اسکے لمبے گولڈن ویوی بال لہرا کر اسکی برہنہ کمر کو ڈھانپتے چلے گئے۔۔۔

تھوڑا سا ساتھ دو جاناں مجھے تمہاری ڈھرکنوں کو چومنا ہے۔۔

ایرہ کی دونوں تھائیز کو تھامتے ہوئے سنان نے اپنے عمل میں شدت پیدا کی اور ساتھ ہی اسکی ڈھرکنوں پر زبان پھیرنے لگا تھا۔ایرہ اسکی اس حد درجہ بے باکی پر مرنے والی ہو گئی تھی۔چادر کو دونوں اطراف سے پکڑے وہ اسے گود میں بٹھائے اسکی ڈھرکنوں کو چوم رہا تھا۔

لیکن اک دم سے بے خود ہو کر سنان نے اک جھٹکے میں اسے پیچھے بیڈ پر گرایا اور اسے ٹانگوں سے پکڑ کر نیچے کھینچتے ہوئے اسکے اندر داخل ہوا تو ایرہ بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔ائرہ کے ہاتھوں میں ہاتھ الجھاتے ہوئے سنی نے اپنی شدتوں میں اضافہ کیا تو ایرہ پسینے سے شرابور ہونے لگی تھی۔ اسکی کانپتی ٹانگوں کو وہ سختی سے اپنی کمر پر لاک کیے ہوئے تھا۔دونوں کے جسم اک دوسرے سے ٹکرانے لگے تھے۔۔

پورے کمرے میں ان دونوں کی سانسیں دھونکی کی مانند چلتی ارتعاش پیدا کر رہیں تھیں۔

سنانن۔۔۔میں مر جاؤ گی پلیز۔۔۔

سنان مصطفیٰ کی جنون بھری شدتوں پر وہ کانپتے ہوئے بول اٹھی۔ جس پر سنان نے اسکے لمس پر پاگل ہوتے اسکے ہونٹوں پر اپنے ہونٹوں سے قفل لگا

دیا تھا۔

کمرے میں ایرہ کی گھٹی گھٹی ہوئی سسکیوں کا شور اور سنان مصطفیٰ کی شدتوں کا ارتعاش اک الگ ہی فسوں خیز سی پیدا کر رہے تھے۔

تم نے مجھے شائد کوئی سچ بتانا تھا۔۔۔

ایرہ نے چہرہ موڑتے ہوئے کہا تو سنان جو پر سکون سا آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔اسکی آواز پر آنکھیں واہ کرتا اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھنے لگا۔

صبح کے پانچ بج رہے تھے۔۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ اپنی جان خلاصی کروا کے لیٹی تھی۔ایرہ کی پشت کو سینے سے لگائے اسکا سر اپنے بازو پر رکھے وہ سکون سے اسکے ملائم بدن پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔لیکن اپنی بیوی کی سوئی اسی

بات پر اٹکے دیکھ کر وہ تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

پوچھو کیا پوچھنا ہے۔۔
ایرہ کے برہنہ کندھے پر سافٹ کسسز کرتے ہوئے سنان نے اسکے کان میں گھمبیر لہجے میں کہا تو ایرہ اسکے لمس پر خود میں سمٹتے ہوئے بولی۔۔

تم نے مجھ سے رخصتی کے بارے میں جھوٹ کیوں کہا۔۔
ایرہ نے آنکھوں میں شکوہ لیے اسے دیکھا تو سنی بند آنکھوں سے پکا ارادہ کر گیا۔کہ صبح وہ عیس بے غیرت کو کسی صورت نہیں چھوڑنے والا۔۔۔

میں نے کیا جھوٹ بولا ہے تم سے۔۔
سنی اسکی سرخی مائل آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو ایرہ اک لمحے کے لیے سوچ میں پڑتے یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔پر یاد کرنے پر بھی اسے سنی کا

کوئی جھوٹ یاد نہیں آرہا تھا۔

جتنا مرضی یاد کرنے کی کوشش کرلو بے بی پر کچھ نہیں یاد آئے گا۔ کیونکہ میں نے حقیقت میں تم سے کوئی جھوٹ بولا ہی نہیں ہے۔۔
سنی نے اسے سوچوں میں گم دیکھ کر میٹھے طنزیہ انداز میں کہا تو ایرہ کو غصہ چڑھ گیا۔۔

زیادہ ہیرو بننے کی ضرورت نہیں جو پلینگ کی تھی۔اسکا جواب دو مجھے پہلے

۔۔۔

سنی کے طنز پر ایرہ غصے سے مکمل طور پر اسکی جانب پلٹی تو سنی اسکے غصے کو دیکھ کر دانتوں تلے لب دبا گیا۔

ایرہ کی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر سنی نے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اپنے قریب کیا

اور اسکی نازک ٹانگوں پر اپنی بھاری ٹانگوں کا بوجھ ڈالا تو ایرہ شرم کے مارے
لال انگارہ ہونے لگی وہ بیڈ پر کم جبکہ زیادہ اسکے اوپر لیٹی ہوئی تھی۔
سنی کے خود کو قریب کرنے پر وہ بے اختیار چادر کو زور سے پکڑ گئی۔

میرے قریب رہتے ہوئے جتنے سوال پوچھو گی۔ سب کے جواب دوں گا۔
ایرہ کے آدھ کھلے ہونٹوں کو چوم کر سنی نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا تو وہ
آنکھیں چرا گئی۔

اپپ۔۔اپنی بے شرمی چھوڑ کر مجھے جواب دو بس۔۔
سنان کے گلے کی ہڈی کو انگلی سے چھو کر کانپتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔
تم کس بارے میں بات کر رہی ہو جانو۔۔۔
سنان سب جانتے بوجھتے بھی اک لمحے کے لئے انجان بنا تو ایرہ غصے سے
اسکے سینے پر ناخن مارنے لگی۔

میں اسی چیز کے بارے میں بات کر رہی ہوں جو مجھے عیس بھائی بتا چکے ہیں۔۔

سنی کے انجان بننے پر ایرہ گھورتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔۔

اچھا۔۔! کیا کیا بتایا ہے تمہیں اس گدھے نے۔۔۔

سنی نے مصنوعی حیرت سے اسے پوچھنا چاہا تاکہ پتہ لگا سکے کہ وہ کمینا اسکا کتنا بھانڈہ پھوڑ چکا ہے۔

بھیا نے مجھے سب بتایا کہ کیسے تم نے بھابھی کے ساتھ مل کر اس اچانک رخصتی کا پلین بنایا تھا۔۔

ایرہ چباتے ہوئے بولنا شروع ہوئی تو بولتی چلی گئی۔۔

جس روز وہ سب عیس کے گھر اسکی رخصتی اور حسن صاحب کو سرپرائز دینے گئے تھے۔اس روز بی جان کو دھڑلے سے عیس کا کیس لڑتے دیکھ کر سیکنڈز میں سنان مصطفیٰ کا دماغ کام کرنے لگا تھا۔

اس نے منٹوں میں شزا سے بات کر کے اپنے پلین پر عمل کروایا تھا۔سنان اور ایرہ کا جب جنگل میں نکاح ہوا تھا۔تو عیس نے چپکے سے انکے نکاح کی تصویریں اور وڈیو بنائی تھی۔۔

تصویریں تو سنان مصطفیٰ کی تھیں۔جب وہ نکاح نامے پر سائن کر رہا تھا۔ جبکہ عیس جب مولوی کے ساتھ ایرہ کے نکاح کے لئے اسکے پاس گیا تھا۔ تب وہ ایرہ کے نکاح قبول کرنے کی وڈیو بنا چکا تھا۔

اور یہ سب عیس نے سنی کا دل جلانے کے لئے کیا تھا۔پر اصل مقصد اسکا

صرف ان یادوں کو تازہ رکھنا تھا۔ عیس جانتا تھا۔ کہ سنی جب بھی ایرہ کی وڈیو اسکے موبائل میں دیکھے گا تو ضرور مانگے گا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی ایرہ کی چپکے سے تصویریں بناتا رہتا تھا۔ اور اب تو جب وہ اسکی بیوی بن گئی تھی۔ اور ایرہ کو اپنے نکاح میں خود کو قبول کرنے کے اس خوبصورت مناظر کو بھلا کیسے سنان مصطفیٰ چھوڑ سکتا تھا۔

سنان کی ہزار منتوں اور بھاری بھر کم رشوت دینے کے بعد اس نے سنان مصطفیٰ کو وڈیو اور تصاویریں دیں تھیں۔

سنان مصطفیٰ نے شزا کے ساتھ بلکل سادہ سی پلینگ کی تھی۔ اور وہ پلینگ بس یہ تھی۔ کہ کسی بھی طرح سلطانہ بیگم کے کان میں ایرہ کے نکاح کی بات ڈالنی ہے۔

اس بات کا حل بھی سنی نے شزا کو دے دیا تھا۔ اس نے شزا کو نکاح کی وڈیو

سینڈ کرتے بس یہ ہدایت کی۔ کہ کسی طرح یہ ساسوماں کے سامنے کر دے۔

شزا نے اسکی بات پر پورا پورا عمل کیا تھا۔ کہ اسی رات جب سلطانہ بیگم کچن میں کام کر رہیں تھیں۔

شزا نے بہانے سے پہلے ائرہ سے اسکا موبائل لیا۔ اور اس میں نکاح کی وڈیو پلے کر کے کچن میں سلیب کے اوپر موبائل رکھ دیا۔ اور خود وہ باہر نکل ائی تھی۔

اور ٹھیک پانچ منٹ بعد سلطانہ بیگم کی کچن میں گرج و پکار گونجی تو شزا سنی کو تھمز آپ کا میسج سینڈ کر گئی۔

سلطانہ بیگم تو وڈیو دیکھ کر شاکڈ ہو گئیں تھیں۔ اور اس سے زیادہ شاکڈ تو ایرہ خود ہوئی تھی۔۔ کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی۔۔ کہ اسکے موبائل میں یہ وڈیو کہاں سے آئی تھی۔

اس سب کے بارے میں جہاں ایرہ سے سوال وجواب ہوئے وہیں سلطانہ بیگم نے ساتھ ساتھ پاکستانی ماں ہونے کا پورا پورا ثبوت دیتے اسے کوسنا شروع کر دیا تھا۔اور صرف یہاں پر ہی بس نہیں کی تھی۔بلکہ اسے تھپڑ جھڑنے کی بھی کوشش کی گئی۔ لیکن ان کی اس کوشش کو داؤد صاحب نے ناکام بنادیا تھا۔ جنہوں نے بروقت آگے ہو کر سلطانہ بیگم کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

اسد بھی ساری بات جان کر گہرے صدمے میں چلا گیا تھا۔اسکی اکلوتی بہن نکاح کر چکی تھی۔یہ بات چھوٹی نہیں تھی۔ لیکن وقت رہتے شزا نے اک کام بہت سمجھداری کا کیا تھا۔جو اس نے اس معاملے سے داؤد صاحب کو وقت پر آگاہ کر کے یقین میں لے لیا تھا۔ورنہ اس روز سلطانہ بیگم کا تھپڑ یقیناً ایرہ کو لگ چکا ہوتا۔۔۔

داؤد ولا میں اس معاملے نے آگ پکڑی تو سنان بی جان سمیت سب کو لے کر اس آگ پر پانی ڈالنے ان پہنچ گیا تھا۔اس نے صبح تک کا انتظار کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔کیونکہ جو دلائل اس نے اسد اور سلطانہ بیگم کو دینے کا سوچا تھا۔ان پر پورا اترنا بھی ضروری تھا۔

سنان کی پلینگ سے اسکے یار اچھی طرح واقف تھے۔پر اسے اپنی کشتی پار لگانے کی کوشش میں وہ ہنسنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔کیونکہ انہیں اسکی مدد کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔اسکی ساری مدد تو سفیہ خانم نے کر دی تھی۔

اور پھر سفیہ خانم نے سنان مصطفیٰ کا کیس کس طرح لڑا تھا۔وہ سب تو اب تک قابلِ تعریف ہے۔لیکن سنان نے اگلے دن بی جان کو اپنی پلینگ سے آگاہ کر دیا تھا۔کیونکہ ڈاکٹر اور وکیل کو ساری کمزوریوں کا پتہ ہونا چاہیئے۔

اسی لئے آج جب ایرہ بی جان کو بتانے کے لیے انکے پاس گئی تھی۔ تو بی جان نے کوئی خاص ری ایکشن دینے کی بجائے الٹا سنان کو اسے اٹھا کر کمرے میں لے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

کیونکہ انکی لیڈی باس جانتیں تھیں۔۔ کہ اب سب سوالوں کے جواب سنان کو دینے ہیں۔ وہ عیس کی شرارت بھی جان گئیں تھیں۔۔ لیکن اس گنڈے نے جو کرنا تھا وہ تو وہ کر ہی چکا تھا۔

عیس نے زیادہ کچھ نہیں کیا تھا۔ بس ہال سے واپسی پر جب بی جان نے سب دلہنوں کو سنان کے پورشن میں انکے کمروں میں بٹھایا تو اس وقت وہ چاروں باہر موجود تھے۔

جب عیس انکو کسی کام کا کہتے اچانک غائب ہو گیا تھا۔

پاکٹ سے کارنیٹو نکال کر وہ سنان کے کمرے میں آیا جہاں اس وقت ایرہ

اکیلی بیٹھی سنی کا انتظار کر رہی تھی۔ عیس کو کمرے میں آتے دیکھ کر جہاں وہ چونک گئی تھی۔ وہیں عیس کے آئس کریم دینے پر خوش بھی ہو گئی۔ دلہن کے روپ میں وہ مزے سے عیس کے ساتھ بیٹھ کر آئس کریم کھانے لگی تھی۔

باتوں ہی باتوں میں جب عیس نے ایرہ کو پوچھا کہ اسکی ماما کو نکاح کے بارے میں کیسے پتہ چلا تو ایرہ وڈیو کا ذکر کرتی نا سمجھی کا اظہار کر گئی۔ ایرہ کے انجان ہونے پر عیس کی ہیزل براؤن آنکھوں میں شیطانیت چمکی تھی۔

وہ بنا وقت ضائع کیے ایرہ کو سنان اور شزا کی نکاح کی پلینگ بتاتا چلا گیا۔

آج ہال میں سنان اچھا خاصا اسے چڑا چکا تھا۔ کہ اس اکیلے نے ساری پلینگ کرتے اپنی نا ممکن رخصتی کو ممکن کروالیا ہے۔۔ جبکہ میجر عیس کو تو

کرنلز کی مدد لیناپڑی تھی۔سنان کی شوخیوں کا بدلہ عیس نے اپنی بہن کو بہنوئی کے خلاف کر کے اتار لیا تھا۔

ایرہ کو سنی کے خلاف بھڑکاتے وقت وہ سنی کو اپنا بہنوئی اور ایرہ کو پکی بہن مان چکا تھا۔ساری بات جاننے کے بعد جہاں ایرہ کے جسم میں غصے کے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔وہیں عیس علی ہمدانی آئس کریم سے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتے کمرے سے باہر نکل کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔آج کی رات اسکا پٹنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

ایرہ نے اسکے سینے پر مکے مارتے ہوئے سنان کو اسکی ساری پلینگ یاد کروائی تو سنان دلکشی سے قہقہ لگانے لگا۔
اس پھوپھو نما عورت نے تمہیں بس اس لئے تیلی لگائی تھی۔تاکہ میں اپنی سہاگ رات نہ منا سکوں اور وہ اکیلا جن دو دو بچوں کا باپ بن کر سینئر

ہونے کا رعب جھاڑتا رہے۔پر بے بی میں بھی میجر سنان مصطفیٰ کا ظمی ہوں۔آخر کار سہاگ رات منا کر ہی تمہیں بولنے کا موقع دیا ہے۔

سنی نے ایرہ کو معنی خیزی سے دیکھتے شرارت سے کہا تو وہ افسوس سے بس سر جھٹک سکتی تھی۔

کیا کہتی ہو اک راؤنڈ اور ہو جائے۔۔ سنی نے اسکی کان کی لوح کو کاٹتے پوچھا تو ایرہ گھبرا کر اسے پیچھے دھکیل گئی۔

خبر دار اگر اب میرے قریب آئے تو، میں پہلے ہی بہت تھک گئی ہوں۔۔

ایرہ نے اسکے بازو سے سر ہٹانا چاہا تو سنی اک جھٹکے میں اسے اٹھا کر اپنے اوپر پھر لٹا گیا۔ تھوڑی دیر پہلے والے منظر کو یاد کرتے ایرہ کے گلے میں گھٹلی بھر کر معدوم ہوئی تھی۔

ابھی میں نے تمہارے بدن پر بس ہاتھ پھیرنا ہے۔اور تم نے سیکنڈز سے

پہلے مدہوش ہو کر میرے ہونٹوں سے لپٹ جانا ہے۔ پھر ڈارمے کیوں کر رہی ہوں۔۔

سنی نے اسکے بال پکڑ کر اک کندھے پر شفٹ کیے تو ایرہ منہ بنا گئی۔ وہ اسکی ساری کمزوریوں کے بارے میں جانتا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے وہ اسکے سینے پر کاٹ گئی۔

میں زرا سا کاٹ لوں تو میڈم واویلا شروع کر دیتی ہے۔

سنی نے اسے اپنے سینے پر کاٹتے دیکھ کر جلے کٹے انداز میں کہا تو وہ اپنی مسکراہٹ دبانے لگی۔

زیادہ معصوم نہ بنو پہلے ہی دیکھو کیسے کیسے نشان بنا دیے ہیں۔۔

ایرہ نے اپنے کندھے اور گردن کے نشانوں پر نظر دہراتے کہا تھا۔

میڈم کو اپنے نشان نظر آرہے ہیں لیکن کچھ دیر پہلے سسکیاں بھرتے مجھے جو ناخن مار رہی تھی۔۔وہ نہیں یاد تو یہ دیکھ لو۔

سنی نے اپنے چوڑے سینے اور کندھوں پر ناخنوں کے نشان دیکھ کر کہا تو ایرہ اسکے سینے پر اور پشت پر خراشوں کے نشان دیکھ کر سچ میں شرمندہ ہو گئی۔
لیکن پھر جب اسکی شدتوں کو یاد کیا تو ناک چڑھا گئی۔

سنی نے پھر مزے سے اسکی تھائیز پر ہاتھ رکھا تو ایرہ لرزتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ جس پر سنان نے اسے بے شرمی سے آنکھ ونک کی تھی۔

قسم سے جاناں جتنی تم سمارٹ سی ہو اتنی مزے کی ہو۔۔وہ کیا سونگ تھا۔ کمر جتنی پتلی ہو مزا اتنا۔۔۔۔۔
سنی نے اسے زرا سا اوپر اٹھا کر اسکے دل کے مقام پر ہونٹ رکھے تو ایرہ کو

پھر اپنے جسم میں سپارک ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔

سنی میں تمہیں جان سے مار دینا ہے اگر تم نے پھر کوئی بے شرمی کی تو۔۔
ایرہ اسکی بے باکیوں پر خود میں سمٹتے ہوئے گلنار ہونے لگی تھی۔

تو جاناں ایسا کرتے ہیں نہ کہ میں تمہاری روح میں پھرا ترتا ہوں۔ایسے تمہارے اس جوان بدن کے لمس پر کچھ میں جان سے جاؤں گا اور کچھ تم گہرے سانس لیتے اپنی جان کو ازاد کروانے کی کوشش کرنا۔۔۔

سنی نے اسکی ڈھرکنوں کو نرمی سے ہاتھ میں مسلتے ہوئے خمار زدہ لہجے میں کہا تو ایرہ شرم کے مارے اسے گھور بھی نہ سکی۔۔۔

کلینک میں تم اس لڑکی کے قریب کیوں ہوئے تھے۔۔

ائرہ کے ذہن میں دھماکہ ہوا تو وہ اس منظر کو یاد کرتی خونخوار ہو گئی۔
جبکہ اسکی جیلسی دیکھ کر سنان کے دل میں گدگدی ہونے لگی تھی۔

میری گولڈن پرل بیوی نام تمہیں وہ ساری حقیقت بتا چکیں ہیں لہذا مجھے روکنے کے لیے ڈرامے نہ کرو۔۔
سنی اسکی ڈھرکنوں میں چہرہ چھپاتے کہا تو ایرہ شدید تپش سے اسکے بالوں کو کھنچتے ہوئے اسکا چہرہ اوپر اٹھا گئی۔

شکر کرو مام اور ڈیڈ نے تمہیں بچا لیا۔ ورنہ اس منظر کو دیکھنے کے بعد تمہارا قتل مجھ پر واجب ہو چکا تھا۔
ایرہ نے اسکی آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا تو وہ فدا ہونے والا تاثرات سے اسے دیکھنے لگا۔
نتاشہ کو مارنے کے بعد بلیک گینگ کو نتاشہ کی ٹیم کے بارے میں مزید

حقائق معلوم ہوئے تھے۔ تو انہیں پتہ چلا کہ وہ صرف لڑکیاں ہی سمگل نہیں کر رہے۔ بلکہ لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھانس کر انکو پریگننٹ کر کے پیدا ہونے والے بچوں کو بیچ بھی رہے ہیں۔

خفیہ طور پر یہ کام بہت بڑے پیمانے پر ہو رہا تھا۔ پاکستان میں بہت سے لوگ اس کام میں ملوث بھی ہیں۔ جو نومولود بچوں کو ڈارک ویب سائٹ پر بیچ رہے ہیں۔ نتاشہ کا کام چونکہ وہ تمام کر چکے تھے۔ پر معلومات اکٹھی کرتے وقت جب انکا سر اسلمہ پر پہنچا تو حیران ہو گئے۔ سلمہ آج کل جس لڑکے کے ساتھ ریلیشن میں تھی۔ وہ لڑکا بھی اسی گینگ کا حصہ تھا۔ بلیک گینگ کو ان لوگوں تک پہنچنے کے لیے کوئی سراغ چاہیئے تھا۔

جو سراغ انہیں سلمہ کے ساتھ مل رہا تھا۔ اسی دن سنان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ سلمہ کے ساتھ ہوا تو سنان معذرت کرتے اسے اپنے ساتھ

کلینک لے گیا۔تاکہ اسکی بینڈ تج کر سکے۔سنان نے اپنا تعارف ڈاکٹر کے طور پر ہی کروایا تھا۔اور سنان کی گاڑی کا ایکسیڈینٹ بھی پلینگ کا حصہ تھا۔

لیکن سلمہ اک سکینڈ میں سنان پر فدا ہو گئی تھی۔کلثوم بیگم کے روم میں سنان جب اسکی مرہم پٹی کر رہا تھا۔تو سلمہ نے اسکے نزدیک ہونے کی کوشش کی یہ وہ ہی لمحہ تھا۔جب ایرہ نے ان دونوں کو قریب دیکھا تھا۔

ایرہ جب واپس چلی گئی۔تو سنان نے سلمہ کی مزید حوصلہ افزائی کرتے اسکے ساتھ نمبرز ایکسچینج کر لیے تھے۔اس سارے معاملے کے بارے میں کلثوم بیگم آگاہ تھیں۔

کیونکہ اگر وہ آگاہ نہ ہوتیں تو اپنے کلینک پر سنان کی ایسی نزدیکی پر اسے الٹا لٹکا دیتیں۔

کلثوم بیگم نے ایرہ کو ریسٹورنٹ میں لے جا کر سارے معاملے سے آگاہ کر

دیا تھا۔ مصطفی کاظمی نے بھی وہاں کر جب ایرہ کو یقین دلایا تو وہ ریلیکس ہو گئی تھی۔اس دن ایرہ کو ریلیکس کرنے بعد وہ اپنے ساس سسر کے ساتھ مل شاپنگ کرتی رہی تھی۔ جبکہ سلمہ تو بذات خود بھی نہیں جانتی تھی۔۔کہ جس کلینک میں وہ بیٹھی ہے۔اس کلینک کی اونر سے اسکی ماں نے اسکا رشتہ مانگا ہے۔

لیکن تم دور رہ کر بھی تو اپنا کام کر سکتے تھے نہ اس کے لئے ضروری تو نہیں تھا۔۔کہ تم اسکے ساتھ نزدیکیاں بڑھاو۔۔

ایرہ اسکے سینے کے بالوں کو نوچتے ہوئے چینخی تو سنی اسے شانت کرنے کے لیے اسکے پیٹ کو چھونے لگا۔

بے بی اگر تم اب مجھ پر فضول چلائی نہ تو یقین مانو میں تمہارا کچومر بنادوں گا۔۔پھر جتنی مرضی التجائیں کر لینا لیکن میں نے کسی صورت تمہاری جان

خلاصی نہیں کرنی۔

سنان نے اسکے پیٹ کو مٹھی میں بھرتے دانت پیستے ہوئے کہا۔تو ایرہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔

ہلو نہیں چپ کر کے میرے اوپر لیٹی رہو۔۔

سنان نے اسکی مچلتی ہوئی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے قید کرتے گھور کر کہا تو وہ اک دم سے شانت ہوتے اسے ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔

ویری گڈ بلکل ایسے ہی اچھی بیویوں کی طرح میرا ہر حکم مانو گی تو جلد ہی ماں بن جاؤ گی۔۔

سنان نے اسے شرارتی نظروں سے دیکھ کر کہا تو اک دم سے ایرہ کو اپنا چہرہ تپتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

ایرہ کے گداز اور بکھرے سراپے کو دیکھتے ہوئے پل بھر میں سنان کے

سارے جذبات اٹڈے تھے۔

ایرہ کو اک دم سے نیچے شفٹ کرتے سنان اسکے اوپر آیا تو وہ بوکھلا گئی۔

کیا کرنے لگے ہو۔۔

سنی کو اپنے ہاتھوں کو قید کرتے دیکھ کر اس نے روہانسی اواز میں پوچھا تھا۔

جبکہ سنان نے بنا اسے جواب دیے اک دم سے اسکی نائیٹی کو اتار کو پھینک کر اسکی الجھی ٹانگوں کو کھولتے ہوئے پوزیشن سیٹ کی۔

اب صبح کی روشنی ہونے تک تم میری آغوش میں صرف سسکیاں لو گی جاناں۔۔

بھاری لہجے میں بولتے سنان نے اچانک اسکی روح میں سرائیت کی تو ایرہ آنکھوں کو زور سے میچتے ہوئے سر اوپر اٹھا گئی۔

سہمیییی۔۔۔

بھینچے ہوئے لبوں سے وی نے اسے پکار گئی تو سنان نیچے جھکتے ہوئے اسکے بالوں کی جڑوں میں انگلیاں سہلانے لگا۔تاکہ وہ پر سکون رہے۔۔

صرف تھوڑا سا درد ہو گا، بعد میں ٹھیک ہو جائے گا جاناں۔۔

سنی نے اسے ریلکس کرتے کہا تو وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

جس پر سنی نے اسکی کمر میں ہاتھ گزار کر اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔اور ساتھ ہی اپنے عمل کو شروع کیا۔تو ایرہ اسے کندھوں سے زور سے تھام گئی۔

مجھے درد ہو رہا ہے نہ۔۔

بھیگے ہوئے لہجے میں وہ تکلیف سے پھر کہنے لگی تھی۔ سنی اسکی بھیگی آواز سنتے اٹھتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوم گیا۔۔

پہلے پہلے ایسے ہی درد ہوتا ہے جاناں، بعد میں ٹھیک ہو جائے گا۔۔
سنی نے اسکے کان میں معنی خیزی سے سرگوشی کی تو سنی کے بے باک جواب پر ایرہ کو اپنا جسم آگ میں جلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بول کر اسکے کانوں سے دھواں نکالنے کی کوشش کرتا ایرہ اوپر اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ گئی تھی۔ جس پر سنی نے روح تک سرشار ہوتے اپنی شدتوں میں تیزی لائی تھی۔۔

گلاب کے پھولوں سے سجے ہوئے بیڈ پر سانسوں کا متبادل پھر ہونے لگا تھا۔ کمرے میں ایرہ کی گونجتی سسکیاں سنان کو اپنی شدتوں کو بڑھانے پر مجبور کر رہیں تھیں۔

ضرار جو کوئی کال سننے کے لیے باہر گیا تھا۔ واپس اپنے کمرے کی طرف آیا تو عیس اور سلطان کو اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

کیا ہوا یہاں کیوں کھڑے ہو۔۔۔

ضرار نے موبائل اپنی پاکٹ میں ڈال کر انکو دیکھا۔۔

بھیا آپکا نیگ رہتا ہے۔۔۔

مشعل ضرار کی آواز سن کر جلدی سے باہر نکلی تھی۔ علیزے اور وہ دونوں ضرار کے کمرے میں منیزے کے پاس بیٹھی تھیں۔

سالوں تم لوگ اک ہی دفعہ سب لین دین ختم کیوں نہیں کر دیتے۔ جب وہ کمینہ انکو نیگ دے رہا تھا۔ تو تب تو نے بھی کیوں نہیں یہ رولا ختم کیا۔

عیس نے تلملا کر ضرار کو دیکھا۔ تو ضرار انکے غصے پر مسکرا دیا۔ کیونکہ علیزے اور مشعل کو کمرے میں جا کر یاد آیا تھا۔ کہ ضرار سے نیگ لینا تو رہ گیا ہے۔ اسی لئے وہ دونوں پھر ضد کرتی کمرے سے نکل کر ضرار کے کمرے کی طرف آئی تھیں۔

پاشا اگر میرے ہاتھوں آج تم تینوں نے ضائع نہیں ہونا نہ تو یہ سب جلدی نمٹالوں۔۔

سلطان آنکھوں میں غصے کی سرخی لیے بولا تو علیزے اسکا غصہ محسوس کرتے جہاں سٹپٹائی تھی۔ وہیں عیس اور ضرار مسکراہٹ دبا گئے تھے۔ جبکہ سلطان اب کی بار ضبط سے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

ضرار نے عیس کی گھوری دیکھتے جلدی سے اپنی قمیض کی جیب سے گفٹ نکال کر انکو دیے تھے۔ مشعل اور علیزے نے ڈبیوں کو کھول کر دیکھا تو

اپنے نام کے لاکٹ دیکھ کر دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔
جبکہ سنی نے انکو بریسلٹ گفٹ کیے تھے۔

بھیا ہمارے پیسے۔۔۔
مشعل نے خوشی سے دمکتے چہرے کے ساتھ ضرار سے پیسوں کا حساب پوچھا تو وہ ہنستے ہوئے چیک نکال کر اسکی ہتھیلی پر رکھ گیا۔

یہ بلینک چیک ہے گڑیا اور یہ میری گڑیا کے ساتھ ساتھ باقی اسکی سہیلیوں کا بھی ہے۔۔
ضرار نے مشعل کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو مشعل بلینک چیک کا نام سن کر سوچ میں پڑ گئی۔

بھیا اگر یہ بلینک چیک ہے تو اسکا مطلب ہے آپ ہمیں خالی چیک دے

رہیں ہیں۔ لیکن خالی چیک سے تو پیسے نکلتے ہی نہیں۔۔۔

مشعل نے چیک کو الٹ پلٹ کرتے دیکھ کر پریشانی سے پوچھا تو ضرار عیس اچھنبے سے اک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ جبکہ اگلے ہی پل انکے چھت پھاڑ قہقہے گونجے تھے۔

مشعل چیک کو الٹ پلٹ کرنے لگی تھی کہ شاید اس میں سے پیسے باہر گر جائیں اور وہ پکڑ لے۔۔

تو کمرے میں جا میں اسکو جا کر اچھے سے بلینک چیک کا مطلب سمجھاتا ہوں۔۔

عیس نے ضرار کو کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تو وہ ہنستے ہوئے مشعل کے سر پر ہولگ سے تھپڑ رسید کر کے کمرے میں چلا گیا۔ علیزے تو گفٹ لے کر ہی اپنے کمرے میں بھاگ گئی تھی۔ کیونکہ اسکے خان کے ضبط کی اب بس ہو گئی تھی۔

----------..

ضرار کمرے میں داخل ہوا تو اسکی نظریں سیدھی بیڈ کی جانب گئیں تھیں۔
رات کے دو تو بج ہی چکے تھے۔بیڈ کو خالی دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔

کلائی سے گھڑی نکال کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے اس نے کمرے کے چاروں
اطراف نظریں گھمائیں تو پردے کے پیچھے اک وجود کو چھپے دیکھ کر دلکشی
سے مسکرا دیا۔

یہ بات تو طے تھی کہ اسکی سردارنی آسانی سے اسکے ہاتھ آنا پسند نہیں کرتی
تھی۔
کالے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ضرار نے قمیض کے بٹن کھول کر اک

نظر کمرے کی سجاوٹ کو دیکھا۔۔

سرخ گلابوں سے سجا کمرہ انتہائی خوبصورت لگ رہا تھا۔پورے کمرے میں گلاب کے پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

کمرے میں جلتی کینڈلز کمرے کو فسوں خیز بنا رہیں تھیں۔جبکہ کمرے میں ہلکا ہلکا بجتا میوزک ضرار کے دھڑکن تیز کر رہا تھا۔

منیزے جو پردے کے پیچھے سانس روکے کھڑی تھی۔۔ضرار کو اک جگہ پر جمے دیکھ کر اسے غصہ آنے لگا۔اخر وہ اسے ڈھونڈ کیوں نہیں رہا تھا۔

دانتوں تلے لب دباتے وہ تشویش کا شکار ہونے لگی تھی۔

مسسز منیزے اگر آپکا چھپن چھپائی کا شوق پورا ہو گیا ہو تو پلیز پردے کے پیچھے سے باہر نکل ائیں۔۔

ضرار نے بازوؤں کے بٹن کھول کر سلیوز کو فلوڈ کرتے بھاری لہجے میں کہا

تھا

ضرار کی گھمبیر آواز سن کر منیزے کا دل زوروں سے دھڑکا تو وہ بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ گئی۔ جبکہ ماتھے پر چمکتا پسینہ اسکی گھبراہٹ کو واضح ظاہر کر رہا تھا۔

ابھی وہ اسی سوچ بچار میں تھی کہ خود اسکے سامنے باہر نکل کر جائے یا نہ جائے۔ کہ اسی وقت اک جھکڑ میں ضرار نے پردہ کھینچ کر پیچھے ہٹایا تو منیزے زور سے آنکھیں میچ گئی۔

اسکا حال بلکل کبوتر جیسا تھا۔ جو بلی کو سامنے دیکھ کر آنکھیں بند کر دیتا ہے۔۔ تاکہ بلی اسے نہ دیکھ پائے اور وہ زندہ بھی بچ جائے۔ لیکن اسکی غلط فہمی کون دور کرے کہ آنکھیں اس نے بند کیں ہیں بلی نے نہیں۔۔۔ ضرار اسکے آنکھیں بند کرنے پر جہاں مسکرایا تھا۔ وہیں اسکے مکمل سراپے

کو دیکھ کر سر تا پیر ہل گیا۔

روز ریڈ کلر کے خوبصورت لہنگے میں ڈارک گرین کلر کی جیولری پہنے وہ اسے جھنجھوڑ ہی تو گئی تھی۔

ضرار آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں اٹھا کر کمرے کے بیچ و بیچ لایا تو منیزے زور سے اسکی قمیض کو تھام گئی تھی۔تاکہ ضرار پیچھے ہٹ کر اسے دیکھ نہ سکے۔۔

ایسے کروں گی تو جان سے جاؤ گی میری شیرنی اگر ہاٹ بننے کی ہمت کر ہی لی ہے تو مجھے غور بھی کرنے دو تاکہ تمہارے حسن کو میں خراجِ تحسین پیش کرتے وقت کوئی کمی نہ چھوڑوں۔۔

ضرار نے اپنی قمیض چھڑاتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کی تو منیزے

خود کو کمپوز کرتی گہری سانسیں کھینچنے لگی۔اتنی لو کونفیڈینٹ تو نہیں تھی وہ جتنا اس انسان کے سامنے وہ بن جاتی تھی۔

منیزے کے ہمت کرنے پر ضرار ہونٹ کا کونہ دبا کر اس سے دو قدم پیچھے ہو کر کھڑا گیا۔تاکہ تفصیلی اسکا جائزہ لے سکے۔

ان چاروں کے لہنگے بی جان نے منگوائے تھے۔کلر بے شک ان چاروں لہنگوں کا سیم تھا۔لیکن انکے ڈیزائن اور جیولری سب اک دوسرے سے مختلف تھا۔

ایرہ نے اگر ڈائمنڈ کی وائٹ جیولری پہنی تھی۔تو منیزے نے گرین کلر کے بڑے سٹون والی جیولری کیری کی تھی۔گلے میں بڑی سی مالا پہنے بالوں کا سائیڈ جوڑا بنائے وہ آج مکمل طور پر ضرار کو گھائل کرنے کے لیے تیار تھی۔

منیزے کی ساری تیاری میں اگر کوئی سب سے خطرناک چیز تھی۔ تو وہ اسکی خم دار کمر پر بندھا کمر بند تھا۔ گرین سٹون سے بنا کمر بند پوری شان سے اسکی دودھیا کمر پر چمک رہا تھا۔

ضرار جو گرمی کے احساس بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ منیزے کو اپنی سبز آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ مکمل طور پر ضبط کھو گیا۔ منیزے کے سبز نینوں میں چھائی ہلکی ہلکی سرخی ضرار کو خماری میں مبتلا کر رہی تھی۔ اسکی آنکھوں کا رنگ جیولری سے میچ کرتا اسے اتنا حسین بنا رہا تھا۔۔ کہ ضرار کا دل کیا کہ بس اسکا دیدار کرتا جائے۔ لیکن اگلے ہی پل اسے اپنے گلے میں کانٹے بنتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔

ضرار نے اک جست میں اس تک پہنچتے اسکی کمر کو تھاما، جس پر منیزے

اچانک اس افتاد پر ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی تھی۔
لیکن ضرار اپنے سارے الفاظ بھاڑ میں جھونکتے اسکے نیوڈ لپسٹک سے سجے ہونٹوں پر جھک گیا تھا۔ منیزے جو سوچ رہی تھی کہ وہ اسکی تعریف میں زمین و آسمان اک کرے گا۔ ضرار کو اپنے ہونٹوں سے لپٹتے دیکھ کر وہ اسے گھورنے لگی۔

لیکن ضرار ہر چیز سے بے خبر اسکی سانسوں کو تنگ کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ منیزے کے نچلے ہونٹ کو سک کرتے ضرار نے اسکی بیک کے گہرے گلے پر ہاتھ پھیرا تو منیزے آنکھیں بند کرتے لرز سی گئی۔
اسکا اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہنا محال ہونے لگا تھا۔ جبکہ ضرار سکی زبان کو سک کرتے آہستہ آہستہ اسکی سانسوں کو تنگ کیے جا رہا تھا.

سائیں ں ں ں۔۔۔ سائیں۔۔

ضرار سے زبردستی اپنا چہرہ چھڑا کر وہ پیچھے ہوتی بولی تو ضرار بدمزہ ہوتا اسے دیکھنے لگا۔

میری تعریف کیوں نہیں کی۔۔

منیزے پھولی ہوئی سانسوں سے بھولی تو ضرار ضبط سے اپنی تھوڑی پر ہاتھ پھیرتے اسے گھورنے لگا۔ جس نے اتنی فضول بات کے لئے اسکا تسلسل خراب کیا تھا۔

جبکہ ضرار نے آگے بڑھ کر اک جھٹکے میں اسے پھر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اسے پھر جکڑ لیا۔ اسکے اتنے خوبصورت سراپے کو دیکھ کر ضرار کا دل انتہا کا مچل رہا تھا۔۔ کہ اسکا دل بس یہ ہی خواہش کرنے لگا تھا وہ اپنے ہاتھوں سے اسکے بدن کو چھوتا جائے۔

مجھے اس وقت جتنی گرمی کا احساس ہو رہا ہے نہ دل کر رہا ہے کہ تمہیں جھنجھوڑ کر رکھ دوں۔۔

ضرار نے اسکے چہرے پر اپنی گرم سانسیں چھوڑتے ہوئے بے چین دل کے ساتھ کہا تو منیزے اسکی چینی پر اپنی مسکراہٹ دبا گئی۔

اپنے حسن سے وہ جتنا اسے تڑپانا چاہتی تھی۔اسے لگ رہا تھا کہ وہ کامیاب ہو گئی ہے۔

اگر میرے سائیں کو اتنی گرمی لگ رہی ہے۔تو پھر کیا کہتے ہیں اک ساتھ شاور لیا جائے۔۔۔

منیزے نے سرخ چہرے سمیت اک ادا سے اسکے چہرے پر انگلی ٹریس کرتے پوچھا تو ضرار اسکی بے باک افر پر ابرو اچکاتے اسے دیکھنے لگا۔

میرا منہ دیکھائی کا گفٹ۔۔۔

منیزے نے اچانک یاد آنے پر اسکی گردن میں بانہیں ڈال کر پورے رعب سے اپنا گفٹ مانگا تو ضرار مسکراتے ہوئے اسے گود میں اٹھا گیا۔۔

بیڈ پر بیٹھ کر ضرار نے اسے اپنی گود میں بٹھایا اور ساتھ ہی بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کو کھول کر منیزے کی جانب اک باکس بڑھایا۔ منیزے نے اشتیاق سے باکس کو دیکھتے جب اسے کھولا تو اس میں سونے کی خوبصورت پائلیں دیکھ کر اسکی آنکھوں میں حیرت ابھری۔۔

منیزے نے ضرار کو حیرت انگیزی سے دیکھا تو ضرار اسکے دماغ میں آئے سوالوں کو سوچ کر مسکرا دیا۔۔

جس طرح اچانک میری زندگی میں تم نے داخل ہو کر میری زندگی میں پٹاخے پھوڑنے شروع کیے تھے۔ تو مجھے لگا کہ اس سے بہتر اور اچھا گفٹ

تمہارے لیے کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔اب جب جب تمہیں میرے قریب آؤں گی میرے گھر کو اپنے اس خوبصورت وجود سے سجاؤں گی۔ تمہارے پیروں کی جھنکار مجھے احساس دلائیں گئیں کہ میری زندگی میں اچانک داخل ہونے والی لڑکی اب میری پسندیدہ عورت ہے۔اور یہ اچانک نہیں بلکہ اب چھن چھن کرتی بتا کر آرہی ہے۔

ضرار نے اسی ٹکر ٹکر کرتی سبز آنکھوں کو ہنستے ہوئے چوما تو منیزے نروٹھے پن سے اسے دیکھنے لگی۔

کیا ہوا گفٹ پسند نہیں آیا کیا۔۔

ضرار نے اسکی کمر کو مٹھی میں بھرتے جانچتے ہوئے اسے پوچھا تو منیزے نے جلدی سے اپنا لہنگا اٹھا کر اسکے آگے اپنے پاؤں کر دیے۔۔۔

مجھے پائلیں پہنی ہیں۔۔۔

منیزے نے لاڈ سے اپنے مہندی سے سجے پاؤں اسکے آگے کیے تو وہ ہنستے ہوئے اسے بیڈ پر بٹھا گیا تھا۔

باکس سے پائل نکال کر ضرار اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تو منیزے اسے دم سادھے دیکھنے لگی۔ وہ انتہائی خوبصورت مرد تھا۔ گہری سرمئی آنکھوں پر تضاد اسکے کالے گھنے بال جو اسکے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔۔ منیزے نے شدت سے دل میں اسکے بالوں کو سنوارنے کی خواہش کی تھی۔ پر ابھی وہ کوئی بھی پیش قدمی کر کے اپنی جان عذاب میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

ہوش و حواس بھلائے وہ اسے یک ٹک دیکھنے میں مصروف تھی۔ ضرار کے پاؤں چومنے پر ہوش میں آتی وہ چونک گئی۔ وہ اسے پائلیں پہنا کر اپنے گھٹنے پر اسکے دونوں پاؤں رکھے تصویریں بنانے لگا تھا۔

جبکہ منیزے اپنے پاؤں میں پائلیں دیکھ کر بے انتہا خوش ہو گئی تھی۔
ضرار سے اپنے پاؤں چھڑا کر وہ زمین پر چلنے لگی تو پائلوں میں لگے گھنگروں کی آواز پر کھکھلاتے ہوئے ضرار کو دیکھنے لگی۔ جبکہ گھنگروں کی اتنی خوبصورت آواز پر وہ گول گول گھومنے لگی تھی۔

ضرار اسے بچوں کی طرح خوش ہوتے دیکھ کر روح تک سرشار ہوا تھا۔
سائیں یہ کتنی پیاری لگ رہیں ہیں نہ۔۔
منیزے نے اپنے پاؤں کی جانب دیکھتے ہوئے چہک کر کہا تو ضرار ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچ گیا تھا۔

انکو دیکھ کر صبح خوش ہو لینا فلحال پہلے اپنے شوہر کو خوش کرو، جو تمہارے ملن کے لئے پاگل ہوتا جا رہا ہے۔

ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خماری سے کہا تو منیزے کا دل اچانک سے دھڑکا تھا۔

منیزے کے آدھ کھلے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے ضرار نے اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا تو منیزے اسے تھامتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔
جبکہ ضرار نے شدت سے اسکے ہونٹوں کو چوم کر اسے اٹھا کر بٹھایا تھا۔۔

پہلے تمہارے زیور اتار لیں تاکہ میرے ہونٹوں کو پھسلتے ہوئے پریشانی کا سامنا نہ ہو۔۔

ضرار اسکے گال کو چومتے ہوئے بولا تو منیزے شرم سے دوہری ہو گئی۔
سب سے پہلے ضرار نے اسکا بھاری دوبٹہ الگ کر کے سائیڈ پر رکھا۔ تو منیزے پھر اسے دیکھنے لگی۔۔

بہت پیار الگ رہا ہوں کیا جو آج بنا شرمائے مجھے دیکھا جا رہا ہے۔۔

منیزے کی نظروں کو کب سے خود پر محسوس کرتے وہ شرارت سے پوچھنے لگا تو منیزے کے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ مچل گئی۔ وہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے کالے گھنے بالوں کو بکھیر گئی تھی۔

ضرار نے جھکتے ہوئے اسکے بالوں کی خوشبو محسوس کرتے گہرا سانس بھرا تھا۔ ضرار کی آگ جیسی سانسوں کو گردن پر محسوس کرتے منیزے ہلکا سا کانپ گئی تھی۔۔اسے اپنے پورے جسم میں سپارک ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ ہمت کیے وہ اپنے جسم پر اسکے رینگتے ہوئے ہاتھوں کو محسوس کرنے لگی۔

ضرار اسکی ساری جیولری نکال کر الگ کر چکا تھا۔

میں حیران ہوں کہ اتنے ولگر لہنگے تمہیں بنا کر کون دیتا ہے۔۔

منیزے کے بلاؤز کے گہرے گلے پر آنکھیں جماتے ہوئے ضرار نے پوچھا تو منیزے اپنی مسکراہٹ چھپانے لگی۔

بلاؤز کا گلا چوڑائی میں انتہائی فٹنگ میں اسکے وجود کو تھامے ہوئے تھا۔ جبکہ بیک پر صرف ڈوریاں لگی ہوئیں تھیں۔

ضرار نے منیزے کے وجود کو بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ سے نیچے اترا تو منیزے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔۔

تمہاری شاور والی آفر پر عمل کرنے لگا ہوں بس۔۔ ضرار نے اسکی سبز آنکھوں میں دیکھ کر سیریس انداز میں بتایا تو منیزے کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

سائیں نہیں میرا لہنگا خراب ہو جائے اور میک اپ بھی۔۔ باتھروم کے پاس پہنچتے ہی وہ زور سے ٹانگوں کو ہلا کر احتجاج کرنے لگی تو ضرار نے اسے ابرو اچکاتے دیکھا۔

جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ آج کی رات تمہارا لہنگا اور میک اپ بچے گا سہی

کیا۔۔۔

جبکہ اسکی آہ و پکار کو نظر انداز کرتے وہ باتھ روم میں داخل ہو گیا تھا۔

منیزے کو فرش پر اتراتے ہی وہ باہر کی جانب ڈور لگانے لگی تھی۔۔ جس پر ضرار نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف دوبارہ کھینچا تو منیزے لہرا کا اسکے سینے سے جا لگی تھی۔

سائیں پلیز نہ۔۔

منیزے منت کرنے والے انداز میں پھر بولی تھی۔ جبکہ ضرار نے اسکی منتوں پر کان دھرے بنا ہاتھ بڑھا کر شاور آن کیا تو منیزے اک دم سے بوکھلا کر اسکی قمیض کو مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

شاور سے گرتے پانی کو ضرار نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے محسوس کیا تو اسے اپنی رگ رگ میں سکون اترتا محسوس ہونے لگا۔۔ اسکے برعکس

منیزے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔

ہمارا اس دن والا شاور رو مینس کافی ادھورا رہتا ہے آج وہیں سے کانٹینو کریں گئے جان۔۔۔

ضرار نے اسکی کان کی لوح کو چومتے ہوئے اسکے کان کی سرگوشی کی تو وہ کانپ گئی۔

جبکہ ضرار نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اک دم سے اسکے گلے کی ڈوریوں کو کھینچ کر توڑا تو منیزے ہراساں ہوتے اپنے سینے پر ہاتھ جما گئی تھی۔

جس پر ضرار نے آنکھوں میں غضب لیے اسکی حفاظت بندی کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تو وہ گھبرا گئی۔

آگر آج مجھے روکنے کی کوشش بھی کی نہ سردارنی تو بہت برا پیش آؤں گا، پہلے بتا رہا ہوں۔۔

ضرار نے اسکے ہاتھوں کو سینے سے ہٹاتے ہوئے شدت پسندی سے اسکے بلاؤز کو اتار کر پھینکا تو منیزے یک دم سٹپٹاتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی تھی۔

جبکہ ضرار نے اک جھٹکے میں اپنی گیلی قمیض بھی اتار کر سائیڈ پر پھینکی اور اپنی ویسٹ اتار کر منیزے کے ہاتھوں کو اوپر شاور کے ساتھ باندھ گیا۔ جس پر منیزے نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

سائیں مجھے پہلے ڈر لگ ہے یہ انتہائی واحیات بد تمیزی نہیں کریں میرے ساتھ۔۔۔

منیزے آنے والے وقت کو سوچتی کانپتے ہوئے ہلکا سا چیخ پڑی تھی۔

ضرار نے اسکا جوڑا کھول کر اسکے بال بکھیرے دیے تھے۔ منیزے کے گیلے بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے ضرار نے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا تو اسکی

آنکھوں میں ڈر دیکھ کر ناچاہتے ہوئے بھی وہ نرم پڑ گیا۔

اگر بناچوں چرا کیے میرا لمس برداشت کرو گی تو یقیناً میں نرمی سے تمہارے اندر سماتا جاؤں گا۔ میرے اس انداز کی وجہ بھی تم ہو۔ گزرے اک سال میں تم نے اپنے حسن کے جلوے دیکھا دیکھا کر میرے جذبات میں ایسی طغیانی مچائی ہوئی ہے کہ آج میں چاہ کر بھی تمہارے ساتھ نرم نہیں ہو پا رہا۔ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کل صبح تمہیں مجھے نرم پاؤ کیونکہ تب میں تمہارے وجود کو فتح کر چکا ہوں گا۔

ضرار نے اسکی گردن سے پانی کی بوندوں کو چنتے ہوئے چباتے ہوئے اک اک لفظ ادا کیا تو منیزے کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔
باتھروم میں اس وقت ہلکی ہلکی روشنی آ رہی جو کمرے میں جلتی ہوئی لائٹس کے سبب ہی تھی۔ پورے باتھروم کو بھی کمرے کی طرح گلاب

کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

ضرار نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں کو آخری پردے سے آزاد کیا تھا۔ جبکہ منیزے آخر حد تک کانپتے ہوئے مچل گئی۔ شاور کا پانی ضرار ہلکا کر چکا تھا۔

ضرار نے اسکی ڈھرکنوں کو ہاتھ میں مسلتے ہوئے نیچے بیٹھ کر اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے۔ جس پر ابھی بھی کمر بند بندھا ہوا تھا۔ منیزے کی ناف کو چومتے ہوئے ضرار نے اسکی نازک کمر کو کمر بند کے بوجھ سے آزاد کیا تھا۔ منیزے کی سسکیاں ضرار کو مزید جنونی بننے پر مجبور کر رہیں تھیں۔ منیزے کے پیٹ پر کاٹتے ہوئے ضرار نے منیزے کے لہنگے کے سائیڈ پر لگی ہوئی ذپ کو کھولا تو منیزے نے بے اختیار اسے پکارا تھا۔

سائیں س۔۔۔۔

جبکہ ضرار اسکے سسکنے پر کھڑے ہو کر اسکے مقابل ہوا۔ منیزے کے سسکتے ہوئے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر ضرار نے لہنگے کی ڈوریاں کھولیں تو اسکا لہنگا نیچے فرش پر گرتا چلا گیا۔ جس کو ضرار نے پاؤں کی مدد سے سائیڈ پر کیا تھا۔۔

قطرہ قطرہ اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے ضرار نے اسکے وجود کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹایا تو منیزے لال انگارہ ہو گئی۔

ضرار نے اسے اور خود کو ہر مصنوعی پردے سے آزاد کرتے اسکے ہاتھ کھولے تو شرم وحیاء کی گہرائی سے منیزے کی پلکیں بھاری ہوتی چلی گئیں تھیں۔

جبکہ ضرار نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے ہاتھ اسکے پیٹ پر پھیرا تو منیزے بے اختیار اسے تھامتی چلی گئی۔

بیڈ پر چلیں پلیز۔۔۔۔

ہونٹوں کو زرا سی رہائی ملنے پر منیزے نے اس سے پھر درخواست کی تو ضرار اک جھٹکے میں اسے اوپر اٹھا کر دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

ضرار نے منیزے کو بیڈ پر لٹایا تو وہ خود کو چادر تلے چھپا گئی۔ جس پر ضرار نے ریموٹ سے لائٹس آف کرتے اسکی چادر اک جھٹکے میں اتار کھینچی تھی۔

منیزے کے گیلے بدن کی وجہ سے بیڈ پر بکھری گلاب کی پتیاں اسکے جسم کے ساتھ چپک چکیں تھیں۔ جن کو دیکھ کر ضرار ساکت ہوا تھا۔ کندن جیسے تراشے بندن کو دیکھ کر اسے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کہ اصل گلاب کونسا ہے۔

ضرار اسکے اوپر سایہ فگن ہوتے اسکی گردن پر جھکا تھا۔

گلاب کے کلیوں کے بیچ آج اک کھلے ہوئے گلاب کا رس پیا جائے گا۔۔

ضرار نے اسکے کان میں معنی خیزی سرگوشی کی تو وہ شرم سے دوہری پڑتی اسکے سینے پر مکے برسا گئی۔ جس پر ضرار کو بے اختیار ہنسی آئی تھی۔ آخر وہ اسکی ڈبل مینگ بات کو جو سمجھ گئی تھی۔

منیزے کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے ضرار نے ہمیشہ کی طرح اسکے پیٹ پر پھیرا تو منیزے گہرا سانس بھرنے لگی۔

ضرار کا ہاتھ جب اسکے پیٹ کے نچلے حصے کی طرف بڑھا تو منیزے کی آنکھیں بڑی ہو گئیں تھیں۔ لیکن ضرار آنکھوں میں جذبات کا سمندر لیے اسکے چہرے پر بکھرے تاثرات کو دیکھ رہا تھا۔

منیزے کی سسکیوں کو سنتے ضرار نے اسکی ٹانگوں میں اپنی ٹانگیں الجھاتے ہوئے اسے کھینچ کر قریب کیا تو منیزے ڈر کے مارے اسے تھام گئی۔ اسکی سبز آنکھوں میں قربت کی سرخی واضح نظر آنے لگی تھی۔

ضرار نے اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے جب اسکی روح میں سرائیت کی تو کمرے میں منیزے کی چیخ بے ساختہ تھی۔

جس پر ضرار نے جھکتے ہوئے جلدی سے اسے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے تھے۔

ریلیس۔۔کچھ نہیں ہوا جان۔۔۔

منیزے کے سر کو چومتے ہوئے وہ اسے ریلکس کرنے والے انداز میں بولا تو منیزے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

ایسے کاموں میں پھر ایسا تو ہو گا نہ جان۔۔۔

ضرار نے اسکی بھیگی آنکھوں کو دیکھ کر شرارتی انداز میں کہا تو وہ روتے ہوئے اچانک ہنس پڑی جس پر ضرار نے جانثار نظروں سے اسے دیکھتے شکر ادا کیا۔کہ وہ نارمل ہوئی تھی۔

منیزے کی کمر کے نیچے سے بازو گزارتے ہوئے ضرار نے اسے اوپر اٹھایا اور آہستہ سے اپنا بوجھ اس کے اوپر منتقل کیا تو منیزے اسکے کندھوں تھام

کر گہرے سانس لینے لگی تھی۔ جبکہ ضرار نے دل میں اٹھتے جذبات سے بے چین ہوتے اپنا عمل شروع کیا تو منیزے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے اسے پکارنے لگی۔۔۔

ضر۔۔ا۔۔ر۔۔۔۔

منیزے نے خشک ہونٹوں سے اسے پھر پکارا تو وہ اک ہاتھ سے اسکے چہرے کو تھامتے اپنے نزدیک کر گیا۔۔

مجھ سے باتیں کرو۔۔۔

ضرار نے اسکی ٹانگوں کو کمر پر مضبوطی سے لاک کرتے فرمائش کی تو منیزے اسکی فرمائش پر جل بھن گئی تھی۔ جو اسکی جان نکال کر اسے باتیں کرنے کی فرمائش کر رہا تھا۔

اپنا سائز دیکھیں اور میرا شرم تو نہیں آتی ہو گی مجھے ہرٹ کرتے ہوئے۔۔۔

منیزے جلے کٹے انداز میں اسکے چوڑے مضبوط سینے کو دیکھتی بولی تو ضرار مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر کاٹ گیا۔اور ساتھ ہی بھرپور طریقے سے اسکے وجود میں سرائیت کرتے چھیڑ خانی پیدا کی تو منیزے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیزی ہونے لگی تھی۔

منیزے کو مزید بولنے کا موقع دیے بنا وہ اسکے بدن پر لگی گلاب کی پتیوں کو ہونٹوں سے چننے لگا تھا۔اسکی ڈھرکنوں کو ہونٹوں میں سک کرتے ضرار نے اپنی شدتوں میں تیزی لائی تو منیزے کی سسکیاں بھی تیز ہوتی چلی گئیں۔

ضرار نے بے باکی سے اسکے پورے بدن پر ہاتھ پھیرتے اسے اپنا لمس کا احساس دلایا تو منیزے مدہوش ہوتے اسکے ہونٹوں کو پیاسی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

جبکہ ضرار اسکی ڈھرکنوں کو بھرپور طریقے سے چومتے ہوئے اسے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ گیا تھا۔ منیزے نے جلدی سے اسے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دبایا تھا۔

جس پر ضرار نے کروٹ بدلتے ہوئے منیزے کی ٹانگوں کو کراس کرتے اپنی گود میں بٹھایا تو وہ لرزتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

یہ ہماری فیورٹ پوزیشن ہے میری جان اسکو ٹرائے کیے بنا ہماری گولڈن نائٹ کیسے گولڈن ہو سکتی ہے بھلا۔ ضرار نے اسکی تھائیز کو اپنے قریب کرتے شدتوں میں اضافہ کیا تو منیزے مسرور ہوتی پیچھے گرتے چلی گئی تھی۔۔

جس پر ضرار نے اسکی گردن سے لے کر پیٹ تک ہاتھ پھیرا تھا۔

منیزے کے سر کے نیچے ہاتھ رکھتے اسے اوپر اٹھا کر ضرار نے پھر کروٹ بدلتے جنون خیزی سے عمل میں آخری حد تک تیزی لائی تو منیزے پاگل

ہوتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی تھی۔
کمرے میں چلتی سانسوں کے رقص سے چاند بھی شرما کر بادلوں میں چھپ گیا تھا۔

ضرار جو کوئی کال سننے کے لیے باہر گیا تھا۔ واپس اپنے کمرے کی طرف آیا تو عیس اور سلطان کو اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

کیا ہوا یہاں کیوں کھڑے ہو۔۔۔
ضرار نے موبائل اپنی پاکٹ میں ڈال کر انکو دیکھا۔۔

بھیا آپکا نیگ رہتا ہے۔۔۔

مشعل ضرار کی آواز سن کر جلدی سے باہر نکلی تھی۔علیزے اور وہ دونوں ضرار کے کمرے میں منیزے کے پاس بیٹھی تھیں۔

سالوں تم لوگ اک ہی دفعہ سب لین دین ختم کیوں نہیں کر دیتے۔جب وہ کمینہ انکو نیگ دے رہا تھا۔تو تب تو نے بھی کیوں نہیں یہ رولا ختم کیا۔

عیس نے تلملا کر ضرار کو دیکھا۔تو ضرار انکے غصے پر مسکرا دیا۔کیونکہ علیزے اور مشعل کو کمرے میں جا کر یاد آیا تھا۔کہ ضرار سے نیگ لینا تو رہ گیا ہے۔اسی لئے وہ دونوں پھر ضد کرتی کمرے سے نکل کر ضرار کے کمرے کی طرف آئی تھیں۔

پاشا اگر میرے ہاتھوں آج تم تینوں نے ضائع نہیں ہونا نہ تو یہ سب جلدی

نمٹالوں۔۔

سلطان آنکھوں میں غصے کی سرخی لیے بولا تو علیزے اسکا غصہ محسوس کرتے جہاں سٹپٹائی تھی۔ وہیں عیس اور ضرار مسکراہٹ دبا گئے تھے۔ جبکہ سلطان اب کی بار ضبط سے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

ضرار نے عیس کی گھوری دیکھتے جلدی سے اپنی قمیض کی جیب سے گفٹ نکال کر انکو دیے تھے۔ مشعل اور علیزے نے ڈبیوں کو کھول کر دیکھا تو اپنے نام کے لاکٹ دیکھ کر دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔ جبکہ سنی نے انکو بریسلٹ گفٹ کیے تھے۔

بھیا ہمارے پیسے۔۔۔

مشعل نے خوشی سے دمکتے چہرے کے ساتھ

علیزے کمرے میں داخل ہوئی تو کمرے کی سجاوٹ دیکھ کر اسکا دل دھڑک اٹھا تھا۔ سلطان کی تلاش میں نظریں دہرائیں تو باتھروم سے پانی گرنے کی آواز سنتی مطمئن انداز میں آکر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

نیند سے اسکا حال بے حال تھا۔ لیکن نیگ لینے کے چکروں میں اتنے بھاری لہنگے میں وہ گھومے جا رہی تھی۔

ابھی تک وہ نیٹ کے دوپٹے سے گھونگھٹ اوڑھے ہوئی تھی۔ اتنے دن گھونگھٹ اوڑھنے کی وجہ سے اب انہیں عادت سی ہو گئی تھی۔ کہ وہ گھونگھٹ گرانا ہی بھول جاتیں تھیں۔

کمرے کے فسوں خیز ماحول کو سوچتی وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر گئی۔

کیونکہ نیند کا غلبہ حاوی ہونے لگا تھا۔اسی لئے وہ آنکھیں بند کر کے سوتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد سلطان تولیے سے گیلے بالوں کو رگڑتے ہوئے باہر نکلا تو اپنی جان عزیز خانم کو بیڈ سے ٹیک لگائے سوتے دیکھ کر مسکرا دیا۔وہ اس وقت صرف ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔سفید چوڑے سینے پر پانی کی بوندیں ٹھہری ہوئیں خوبصورت منظر پیش کر رہیں تھیں۔

وہ کب سے ان لڑکیوں کے چکر بازی دیکھ رہا تھا۔۔اور کچھ اپنی خانم کی پھرتیاں دیکھ کر وہ حیرت میں تھا۔جو نیگ لینے کے شوق میں نیند قربان کیے اپنے حصے کے نیگ اکھٹے کر رہیں تھیں۔اسی لئے وہ کمرے میں آکر شاور لینے لگا تھا۔

تاکہ اپنے سلگتے دماغ اور جذبات کو سکون پہنچا سکے۔

ٹاول صوفے پر پھینک کر وہ بیڈ کی جانب آیا تو علیزے کے ہاتھ میں ڈبی دیکھ کر مسکرا دیا۔

سلطان نے اسکے ہاتھ سے ڈبی لے کر کھول کر دیکھا تو ڈائمنڈ نیکلس دیکھ کر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔ علیزے کے نام کا خوبصورت سا نیکلس تھا۔ جو وہ ابھی حق سے ضرار سے لے کر آتے ہی سو گئی تھی۔

گفٹ اور نیگ لینے کا بھوت تو ایسے سوار تھا۔۔ جیسے ساری رات پیسے گنتے اور گفٹ دیکھتے ہوئے گزرا دینی ہو۔ جبکہ کمرے میں آتے ہی وہ اپنے فیورٹ کام میں مشغول ہو گئی تھی۔ آج کل اسکا ہی شوق تھا۔ اور وہ تھا نیند پوری کرنا۔۔

اسکا نیکلس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے سلطان نے اسکا گولڈن نیٹ کا گھونگھٹ ہٹایا تو اک دم ساکت ہوا تھا۔ ڈارک ریڈ کلر کے لہنگے میں سونے کے

زیورات پہنے ہونٹوں پر گہرا لال رنگ سجائے وہ لاپرواہ بنی سو گئی تھی۔

جبکہ اک لمحے کے لیے اسکی اس لاپرواہی پر سلطان کا دل کچکچا اٹھا تھا۔ دل کر رہا تھا کہ آگے بڑھ کر اس حسن کی دیوی کو جھنجوڑ کر رکھ دے جو آج کی خاص رات میں پورا پورا اسکے لئے سجی بے پرواہ بنی سو رہی تھی۔

سلطان نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے سرد سانس خارج کی تھی۔ اک لمحے کے لئے اسکا دل کیا کہ اپنی حالت پر قہقہ لگا لے۔ یا پھر اپنی بیوی کی اس سونے کی معصوم ادا کے صدقے واری ہو جائے۔ جو اسکے دل کا حشر نشر کرتی سو رہی تھی۔

سلطان احمد خان کو یہ غم ہی تو کھائے جا رہا تھا۔ کہ وہ سو رہی ہے۔
خیر بخشنے والا تو وہ بھی بلکل نہیں تھا۔ پہلے وہ لہنگے میں گھوم گھوم کر اسکے

جذبات میں آگ لگاتی اب سو گئی تھی۔

سلطان نے اٹھتے ہوئے اسکے سر پر لگی پنز اتار کر اسکا گھونگھٹ نکال کر الگ کیا اور ساتھ ہی اسکا لہنگے کا دوبٹہ بھی اتار دیا تھا۔ وہ اس وقت پور پور سونے کے زیورات پہنے ہوئی تھی۔ انکے لہنگوں سے میچنگ جیولری انکے سسرال والوں نے ہی ڈیسائیڈ کی تھی۔ بی جان یہ کام بھی خود سر انجام دینے لگیں تھیں۔۔ لیکن پھر انکی ساسوں کے ارمان سوچتے یہ اک کام انکے ذمے کر گئیں۔ جس پر سب نے اپنی اپنی پسند سے اپنی بہوئوں کے لیے جیولری تیار کروالی تھی۔

علیزے کے بدن سے اٹھتی مہندی اور گلاب کی خوشبو سلطان کے حواس جھنجوڑ رہی تھی۔ سلطان کا بال بال اسکی طلب میں پاگل ہونے لگا تھا۔

علیزے کے لہنگے کے فل سیلیوز دیکھ کر وہ دانتوں تلے لب کچلنے لگا۔ وہ پہلے ہی اتنا سونا پہنے ہوئی تھی وہ اسے منہ دیکھائی کا گفٹ بھلا کہاں پہناتا۔۔

سلطان اپنے دماغ میں سوچ کر بلا اختیار ہنس دیا۔ علیزے کو آرام دہ پوزیشن میں لیٹا کر وہ اک اک کر کے اسکے زیور نکالنے لگا۔ اسکی کلائیوں سے کڑے نکال کر وہ ان پر لب رکھ گیا تھا۔ سفید لمبی انگلیاں مہندی سے چھپی ہوئیں تھیں۔ مہندی کے بیچ وبیچ اپنا نام دیکھ کر وہ مسرور ہوتے اسکی ہتھیلی پر بار بار لب رکھنے لگا
جبکہ علیزے اسکے لمس پر کسمسا گئی تھی۔

سلطان نے سائیڈ ٹیبل سے اسکی منہ دیکھائی کا گفٹ نکال کر اسکی کلائیوں میں سجایا تو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔
اسکی پانچوں انگلیوں میں سجی انگوٹھیاں اسکے بریسلٹ کے ساتھ اٹیچ تھیں۔
سلطان نے اسکے لئے انتہائی خوبصورت ہینڈ پیس جیولری بنوائی تھی۔

کیونکہ خان کو اپنی خانم کے ہاتھ بہت پسند تھے۔اسی لئے اس نے منہ دیکھائی میں اسے اسکے ہاتھوں کے لئے کوئی چیز دینے کا سوچا تھا۔

علیزے کے ہاتھوں کو بار بار چومتے ہوئے اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ علیزے کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دے۔

سلطان اٹھ کر واڈروب سے اسکے لئے ریڈ نائٹی نکال کر واپس اسکے پاس آیا جواب زیورات اترنے کے بعد سکون سے نیند پوری کرنے لگی تھی۔

کمرے میں اس وقت ڈم لائٹس ان تھیں۔سلطان نے سائیڈ لیمپ آف کر کے علیزے کو زرا سا اٹھا کر اسکے لہنگے کے بلاؤز کی ہک کھول دیں۔
سلطان نے اسکے سفید دودھیا بدن کی گہرائی کو دیکھتے ہوئے اسکا لہنگا اتار کر اسے نائٹی پہنائی تو اتنی ولگر نائٹی دیکھ کر مسکراہٹ دبا گیا۔کیونکہ اسکی خانم

نے اس نائٹی کو دیکھ کر ہی حواس باختہ ہو جانا تھا۔

سلطان نے علیزے کے لہنگے کو اٹھا کر سائیڈ پر رکھنا چاہا تو لہنگے کے وزن کو محسوس کرتا حیران ہو گیا۔۔ پتہ نہیں اسکی نازک سی خانم نے اتنے وزنی لہنگے کو کیسے کیری کیا ہوا تھا۔

سلطان لہنگے کو صوفے پر رکھ کر واپس مڑا تو علیزے سے پہلے خود حواس باختہ ہو گیا تھا۔۔ سامنے ہی علیزے کروٹ بدل کر دونوں ٹانگوں کو آپس میں جوڑنے اکھٹی کیے گہری سانسیں لے رہی تھی۔

پتہ نہیں آج یہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہ رہیں ہیں۔۔
شیو کو سہلاتے ہوئے سلطان نے کلس کر سوچا۔۔

ڈارک میرون کلر کی شارٹ سی نائٹی میں ہونٹوں پر ہنوز قائم لپسٹک کے ساتھ ہاتھوں پر منہ دیکھائی کا تحفہ پہنے وہ آدھی دلہن اب بھی لگ رہی تھی۔

سلطان بیڈ پر چڑھتے ہوئے اک دم سے اسکے اوپر سایہ فگن ہو گیا۔اور غور سے اسکے نقوش کو دیکھنے لگا۔

سلطان نے علیزے کو سیدھا کیا تو اسکی گہری نیند اور گلے کی گہرائی دیکھ کر امپریس ہونے والے انداز میں سر ہلا گیا تھا۔

اس نے علیزے کی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور ساتھ اسکی کے چہرے کے تاثرات پر بھی نظر رکھی۔ لیکن کوئی فرق نہیں تھا۔اسی لئے سلطان نے چادر اٹھا کر دونوں کو کور کرتے خود کو ہر پرزے سے آزاد کرتے اپنا بوجھ علیزے کی برہنہ ٹانگوں پر منتقل کیا اور ساتھ ہی اسکے گلے کو

نیچے کھینچ کر اسکی ڈھرکنوں پر ہونٹ رکھے تھے۔۔

شدت سے علیزے کی دھڑکنوں کو ہونٹوں کے لمس سے بھگوتے ہوئے سلطان نے اس پر دانت گاڑے تو علیزے نیند میں سسکتے ہوئے آنکھیں کھولتے سلطان کو پکار گئی تھی۔

خان۔نن۔نن۔۔

نیند کے باعث سرخ ڈوروں سے سجی کالی آنکھیں کھول کر علیزے نے دیکھنا چاہا تو سلطان کو خود پر جھکے دیکھ کر بھک سے اسکی نیند اڑی تھی۔

خان قربان جائے اس پکار کے۔۔۔

سلطان نے محبت سے لبریز میٹھے لہجے میں جواب دیتے اسکے کان میں رس گھولا تو علیزے خود میں سمٹ گئی۔

کیا کر رہے ہیں اپ۔۔۔
علیزے نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے گھبرا کر پوچھا تھا۔

اپکو نہیں پتہ تھا کہ آج ہماری سہاگ رات ہے۔تو پھر سونے کا مقصد۔۔۔
سلطان نے اسکی سائیڈ گردن کو چومتے ہوئے الٹا پوچھا تو علیزے سٹپٹا گئی تھی۔

جبکہ سلطان کے سینے پر ہاتھ جماتے ہوئے علیزے نے اسے پیچھے ہٹانا چاہا تو اسکے برہنہ سینے کو دیکھ کر اک دم سے وہ ہوش میں آئی تھی۔

میرا لہنگا کہاں ہے۔۔سب کہاں ہے۔۔۔علیزے نے اپنے وجود پر شارٹ سی نائٹی کو دیکھ کر اک ساتھ سوال کیے تو سلطان اسکے سرخ ہونٹوں کو دیکھ

کر ہنسی ضبط کرنے لگا

میں نے ساری تیاری اتار کر ہی اپکو اٹھایا ہے۔تاکہ مزید وقت برباد نہ ہو سکے۔۔۔

علیزے کے کان کے قریب جھک کر سلطان نے معنی خیزی سے کہا اور ساتھ ہی اسکی دونوں کلائیوں کو ہاتھ میں جکڑ کر اوپر بیڈ کے ساتھ پن کر دیا تھا۔سلطان کے الفاظ پر علیزے کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں تھیں۔

سہاگ رات مبارک ہو خانم۔۔۔

آگ سی دہکتی ہوئی سانسوں میں سرگوشی کرتے سلطان اسکی ٹانگوں کو کھول کر شدت پسندی سے اسکے اندر داخل ہوا تو علیزے کے لبوں سے بلند سسکی برآمد ہوئی تھی۔جبکہ اگلے ہی پل اسکی نائیٹی اتر کر بیڈ کے نیچے گری پڑی تھی۔

اب کمرے میں سلطان احمد خان تھا اور اسکی آگ سی قربت کو جھیلتی ہوئی علیزے خان تھی۔۔جو اسکی شدتوں پر آدھ موئی ہونے والی ہو گئی تھی۔ دن بدن سلطان کی شدتیں بڑھتیں جا رہیں تھیں۔

ہماری سہاگ رات ہو گئی تھی نہ تو پھر آج کیوں۔۔۔

علیزے نے سسکتے ہوئے جھنجھلاہٹ سے کہا تو سلطان اسکی حالت پر قہقہہ ضبط کرنے لگا۔

آج کے دن آپ دلہن بنی تھیں اور دلہن بننے کے بعد سہاگ رات واجب ہو جاتی ہے مائے کوئین۔۔

سلطان نے اسکی ڈھرکنوں کو ہاتھ میں مسلتے ہوئے اسے جواب دیا تو وہ اس اصول پر منہ بسور کر اٹھتے ہوئے سلطان کو کاٹ گئی۔

جس پر سلطان نے بھرپور طریقے سے عمل میں شدت پیدا کی تو وہ چیختے ہوئے اسے چومنے لگی تھی۔۔تاکہ وہ نرمی سے اسے اپنے لمس سے مہکائے۔۔

علیزے کو مکھن لگاتے دیکھ کر ناچتے ہوئے بھی وہ ہنستے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا۔تاکہ انکی سرخی چن سکے۔
جو جب سے اسے بے چین کر رہی تھی۔

علیزے نے اسکی نرم قربت پر پر سکون ہوتے اپنی بانہیں اسکے گلے میں ڈالیں اور ساتھ ہی سلطان کے ہونٹوں پر میٹھی سی بائٹ کی تھی۔

جس پر سلطان کا دل زوروں سے دھڑکتے اسے پاگل کر گیا۔سلطان نے

اسکی کمر میں بازو لپیٹتے ہوئے اسے اوپر اٹھایا تھا۔اور ساتھ ہی علیزے کی ٹانگوں کو سختی سے پکڑتے اسکی روح کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تو وہ آہیں بھرتی سلطان کے سینے میں منہ چھپانے لگی تھی۔

جبکہ سلطان ریموٹ سے آخری لائٹس بھی آف کرتے علیزے کے وجود پر چھاتا چلا گیا تھا۔

عیس مشعل کو بازوؤں میں اٹھائے کمرے میں آیا تو مشعل اسے گھور رہی تھی۔

کیا ہوا۔۔

مشعل کی گھوریوں کو نوٹ کرتے عیس نے اسے بیڈ پر بیٹھاتے ہوئے پوچھا

تھا۔

جب مجھے بھیا سے بلینک چیک میں پیسے ابھی ڈلوانے تھے۔۔تو اپ مجھے اتنی جلدی اٹھا کیوں لائے۔۔

مشعل نے تیکھے چتون لہجے میں پوچھا تو عیس اسکی سوئی بلینک چیک پر اٹکے دیکھ کر نفی میں سر ہلا گیا تھا۔وہ اسے کیا بتاتا کہ اسکے بھیا کو ہی کمرے میں جانے کی جلدی تھی۔

پدی چڑیل صبح تمہیں میں بلینک چیک کا مطلب اچھے سے سمجھاؤ گا اب تم اسکو چھوڑ دو۔۔

عیس نے اسکے ہاتھ سے چیک لے کر سائیڈ پر رکھا تو مشعل چیک کو دیکھ کر منہ بنا گئی۔

علی میں تھک گئی ہوں نہ بہت۔۔۔

مشعل نے بازو کھول کر عیس کو شرارتی انداز میں پکارا تو وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھنے لگا تھا۔

بیڈ پر بیٹھ کر عیس نے اسے گلے لگاتے ہوئے کمر پر تھپڑ رسید کیا تو وہ بھونیں سکیڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔

شرم نہیں آتی شوہر کو اسکے نام سے بلاتے ہوئے۔۔۔

عیس نے مصنوعی غصے سے اسے کہا تو وہ معصومیت سے انکار کرنے لگی۔۔وہ صاف صاف کہنا چاہتی تھی۔کہ اسے اپنے شوہر کو علی بلانے پر بلکل شرم نہیں اتی۔۔

سوری بولو نہیں تو بہت بری طرح سے گدگدی کروں گا۔۔

مشعل کے انکار پر عیس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے خود پر سنجیدگی طاری کرتے اسے ڈرایا تو وہ جلدی سے اسکے گلے لگتی کان میں سوری بول گئی۔

جس پر عیس نے فتح مندی کے احساس سے اسے خود میں زور سے بھینچا تو وہ چیخ مار گئی۔

کیا کر رہے ہیں اتنا کیوں زور سے لگا رہے ہیں۔۔

مشعل اسکی گردن سے چہرہ باہر نکال کر بولی تو عیس نے اک جھٹکے میں اسکا گھونگھٹ پلٹا تھا۔

ڈیپ ریڈ کلر کے لہنگے میں اپنے معصوم نقوش کو رنگوں سے سجائے لہنگے سے میچنگ ریڈ کلر کی جیولری پہنے وہ عیس کو سرتاپیر ہلا گئی تھی۔

مشو جان اتنی سندر کیوں ہو۔۔

عیس نے پیار میں سموئے میٹھے لہجے میں تیز ہوتی ڈھڑکنوں سے پوچھا تو

مشعل اک ادا سے اسکی گود سے اتری نیچے کھڑی ہو گئی۔ جبکہ عیس تو کب سے اسکی ہیلز اتار کر اسے گود میں اٹھائے باہر گھوم رہا تھا۔اسی لئے وہ اب ننگے پاؤں ہی کھڑی تھی۔

عیس نے مشعل کو اپنے سامنے مبہوت ہو کر دیکھا تھا۔۔جو دونوں ہاتھوں میں سائیڈ سے لہنگے کو اٹھائے گھومنا شروع ہو گئی تھی۔

عیس کو اپنی جانب محبت سے تکتے پا کر وہ کھلکھلانا شروع ہوئی تو عیس نے موبائل نکال کر اسکی اداؤں کو کیپچر کرنا شروع کر دیا۔۔

دس منٹ تک اپنی مرضی کا فوٹو شوٹ کروا کے وہ پھر اسکی گود میں تھک ہار کر بیٹھی تو عیس محبت سے اسکا سر چوم گیا تھا۔

یہ سب اتار دیں نہ میں بہت تھک گئی ہوں اب۔۔

مشعل نے اپنے بھاری زیورات کی جانب اشارہ کرتے کہا تو عیس سر ہلاتے ہوئے اسکا زیور اتارنے لگا تھا۔

اسکی نوزپن کو اتار کر عیس نے شدت سے اسکی چھوٹی سی ناک کو چوما تو مشعل سکون سے آنکھیں موندتے اسے محسوس کرنے لگی

جبکہ وہ باری باری اسکا زیور نکالنا شروع ہو گیا تھا۔

اتنا وزن تو تمہارا خود کا نہیں جتنے کلو کا یہ زیور پہن کر گھوم رہی تھی تم تب سے۔۔۔

عیس نے اسکے گلے سے گلوبند نکال کر حیران ہوتے کہا تو مشعل اسکی حیرانی پر ہنس پڑی۔۔

مشعل کا گلوبند نکال کر عیس نے شدت سے اسکی گردن کو ہونٹوں میں

دباتے سک کیا تو مشعل اسے کندھوں سے تھام گئی تھی۔

می۔میں۔تھ۔تھک۔۔گئی ہوں۔ن۔۔نا۔۔

مشعل نے اٹکتے ہوئے پھر کہا تو عیس اسکی گردن سے چہرہ نکال کر گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

چلو آؤ پہلے تمہارا لباس بدلتے ہیں پھر تمہیں سلاتا ہوں۔۔کیونکہ میرا بچہ تھک گیا ہے اج۔۔

عیس نے اسکے ماتھے کو پیار سے چومتے ہوئے کہا تو مشعل نے لاڈ سے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہنایا۔

عیس اسکے سر کو چومتے ہوئے اسے اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس لایا اسے ٹیبل پر بٹھا کر خود اسکے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

لاو چوڑیاں اتاروں تمہاری۔۔

مشعل کی کلائیوں کو لال چوڑیوں سے سجے دیکھ کر عیس نے اک اک کر اسکی چوڑیاں اور سونے کے کنگن اتارے تو اسکی کلائیوں کو سرخ دیکھ کر فکر مندی سے انہیں چومنے لگا۔

تم انکو کہہ نہیں سکتی تھی کہ یہ سب مت پہنائے تمہیں دیکھو کیا حال کر دیا ہے انکا۔۔

عیس نے اسکی کلائیوں کو سہلاتے ہوئے کہا تو وہ اسکی فکر مندی پر کھلکھلا پڑی۔

جبکہ اسکی کھلکھلاہٹ کی آواز پر عیس نے نظریں اٹھاتے ہوئے اسکے معصوم خوبصورت چہرے کو دیکھا تھا۔

یہ کیا ہے۔۔

عیس نے اسکے ہونٹوں کی جانب اشارہ کرتے نا سمجھی سے ٹھٹک کر پوچھا تو مشعل اسکے سوال پر شیشے میں دیکھنے لگی۔

کہاں پر۔۔۔۔ مشعل نے اسکو دیکھ کر پوچھا تو عیس نے اسکا چہرہ مرر کی جانب موڑ کر اسکے ہونٹوں کی طرف اشارہ کیا۔

مشو تمہارے یہ ہونٹ کیوں چمک رہے ہیں اتنے۔۔

عیس نے اسکے لپ گلوز سے سجے ہونٹوں کو دیکھ کر پوچھا تو مشعل اپنا ماتھا پیٹ گئی۔

کوئی حال نہیں آپکا فضول میں مجھے ڈرا دیا یہ لپسٹک ہے وائی۔۔

مشعل نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے بتایا تو عیس اچانک سے اسکا چہرہ اوپر اٹھا کر اسکے ہونٹوں پر جھکا تھا۔ جس پر مشعل نے اسکی سفید قمیض کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔۔

مشعل کی نیوڈ لپسٹک اور اسکا لپگلوز اپنے ہونٹوں سے چنتے ہوئے عیس اسکی ننھی سی جان ہلکان کرنے لگا تو مشعل اسکے سینے پر چٹکیاں کاٹتی ہوئی اسے پیچھے کر گئی۔

مجھے چینج کرنا ہے۔۔

بنا عیس کی جانب دیکھے وہ ڈریسنگ ٹیبل سے نیچے اتری تو عیس اسے پھر گود میں اٹھا کر وارڈروب سے اسکی بلونائٹی نکال کر بیڈ پر لایا۔۔یہ خاص نائٹیز کی شاپنگ ان چاروں بے شرموں نے اک ساتھ کی تھی۔جن میں پہلے نمبر پر ضرار پاشا پیش پیش تھا۔

سائیڈ لیمپ کو بجھاتے ہوئے عیس نے اسکا ہاف سلیوز بلاؤز اور لہنگا اتار کر سائیڈ پر کیا تو مشعل گھبراہٹ سے اسے تھام گئی۔

ریلیکس کچھ نہیں کر میں جان من۔۔

مشعل کے کان میں سرگوشی کرتے عیس نے اپنی دہکتی سانسوں میں اسے ریلیکس کیا تو مشعل گہرے سانس لینے لگی۔

مشعل کو بلونائٹی پہنا کر عیس نے پھر سائیڈ لیمپ آن کیا تو اسکا لال بھبوکا چہرہ دیکھ کر ہونٹ کا کونہ دبا گیا۔

جبکہ لیمپ کے پاس رکھا اسکی منہ دیکھائی کا گفٹ نکال کر عیس نے اسے تھمایا تو وہ اشتیاق سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

مشعل کو اب اپنی حالت بھی بھول گئی تھی۔ جس پر عیس نے اپنی قمیض اتار کر نیچے پھینکتے ہوئے اسے پھر لٹا کر اسکی پشت کو سینے سے لگایا تو دونوں کے جسموں میں طلب کی چنگاری پھڑ پھڑانے لگی تھی۔

گفٹ کو کھولتے ہوئے مشعل کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ کو دیکھ کر عیس نے ہنستے ہوئے اسے خود گفٹ کھول کر دیا۔

جس میں ڈائمنڈ کی چوڑیاں اور نوز پن دیکھ کر وہ حیران ہو گئی تھی۔۔ جبکہ اتنی خوبصورت نوز پن دیکھ کر وہ خوشی سے اسکی طرف مڑی۔۔

یہ میرے لئے ہے کیا۔۔۔

مشعل نے چمکتے ہوئے چہرے سے پوچھا تو عیس اثبات میں سر ہلا کر اسکے ہونٹوں کو چوم گیا۔

تمہارے دلہن بننے کی خواہش بھی پوری ہو گئی۔ منہ دیکھائی کا گفٹ بھی مل گیا۔اب تمہیں ماں بننے کا گفٹ دینا رہ گیا ہے۔۔ جو کہ سرپرائز کے طور پر صبح تمہیں مل جائے گا۔۔

عیس نے اسکی گردن پر گرم سانسیں چھوڑتے ہوئے کہا تو اسکے آگ جیسے

لمس پر اسکے ہاتھ سے گفٹ چھوڑ کر گرا تھا۔

مجھے سونا ہے۔۔
مشعل نے منمناتے ہوئے کہا تو عیس اپنی سرخ ہیزل براؤن آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔

ٹھیک ہے سو جاؤ پھر۔۔۔

مشعل کی حالت اور تھکن کو سوچتے ہوئے عیس نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتے ہوئے اسے سینے پر لٹا لیا تھا۔ جبکہ پاؤں کی مدد سے چادر اوڑھتے ہوئے اس نے اے سی کی سپیڈ کو مزید تیز کر دیا۔۔

مشعل نے پر سکون ہوتے آنکھیں بند کیں تو عیس بھی اسے بازوؤں میں بھر کر دوسرا بازو آنکھوں پر رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا

جبکہ مشعل نے بے چینی سے کروٹ بدلی تو عیس نے اسکی پشت کو سینے سے لگا کر کمر سے اٹھا کر نزدیک کرتے اسکے برہنہ کندھے پر ہونٹ رکھے تو مشعل کو اک دم سے سکون محسوس ہوا تھا۔

تو کیا اسے پھر اپنے شوہر کی قربت کی طلب بے چین کر رہی تھی۔ مشعل نے آنکھیں کھول کر بے اختیار سوچا تو اسکا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا تھا لیکن پھر خود کو ڈپٹ کر وہ آنکھیں بند کر کے سونے لگی۔ عیس مکمل طور پر اسے قید کیے اسکی ٹانگوں پر اپنی بھاری ٹانگ رکھے سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

ٹھیک دو منٹ بعد مشعل نے پھر بے سکونی سے عیس کی طرف کروٹ بدلی تھی۔ عیس بند آنکھوں سے اسکی بے چینی اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔ لیکن پھر بھی بے خبر بنا رہا۔۔

مشعل نے اپنے وجود کی بے چینی سے تنگ آکر آنکھیں کھول کر عیس کو دیکھا جو مطمئن انداز میں سو رہا تھا۔ وہ اتنے سکون میں کیسے سو سکتا تھا اخر۔۔

مشعل نے غصے سے سوچ کر زور سے پھر آنکھیں بند کر لیں۔

لیکن پھر آخر وہ ہی بے سکونی محسوس ہوئی تو عیس کے بازو سے سر اٹھا کر اسکی گرفت ڈھیلی کر کے اسکے اوپر لیٹ کر اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے سوئے ہوئے عیس کو لرزا گئی۔

عیس نے حیرت سے اپنی ہیزل براؤن آنکھیں کھول کر اسکو دیکھا جو اپنی ڈارک براؤن آنکھیں بند کیے اسکے ہونٹوں اچانک سے لپٹ گئی تھی۔

مشعل نے اسکے ہونٹوں کو حرکت نہ کرتے دیکھ کر آنکھیں کھول کر عیس

کی جانب دیکھا تو اسکی آنکھوں میں طلب پڑھ کر عیس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا تھا۔

مشعل پیچھے ہونے لگی تو عیس نے اسکے سر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے ہوئے اسے اپنے ہونٹوں پھر جھکایا تھا۔اور ساتھ ہی اسکی نائیٹی کی کمزور بندھی ہوئی ڈوریوں کو کھول کر اک طرف پھینک دیا۔ مشعل اور خود کو ہر طرح کے پردے سے آزاد کرتے عیس نے اسکے جسم پر ہونٹ رکھے تو مشعل مدہوش ہوتے گہرے سانس لینے لگی۔

اسکے گہرے سانس لینے پر عیس نے اسے نظریں اٹھا کر اسکو دیکھا جہاں اسکی ڈھرکنوں کو دیکھ کر وہ پیاس محسوس کرتا انہیں چومنے لگا تھا۔

جبکہ مشعل نے شرم سے آنکھیں کیں ہوئیں تھیں۔

اگر میرے لمس کیا اتنی طلب ہو رہی تھی تو پہلے بتا دیتی مشو جان کون کافر

تمہیں نائٹی پہنانے میں وقت ضائع کرتا۔۔

عیس نے اسکے کان میں بے باک سرگوشی کرتے کہا تو مشعل خود میں سمٹتے ہوئے اسکے سینے میں چھپ گئی۔ جس پر عیس نے اسکے ہاتھوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے اسکی الجھی ٹانگوں کو کھول کر پوزیشن سیٹ کی تو مشعل لال انگارہ ہوتے اپنی سرخی مائل آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

جس پر عیس اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر نرمی سے اسکے اندر داخل ہوا تو مشعل سسکی بھرتے اسے تھام گئی۔

تمہاری حالت اور نازک پن کو دیکھ کر کوشش کروں گا آج شدت پسند نہ ہوں پر اگر میں جذبات میں بہتے شدت پسندی پر اتر آؤں، تو تم بھی مجھے شدتوں سے کاٹ لینا۔۔

عیس نے اسکے کانوں میں بے باک سرگوشی کی تو مشعل تڑپتے ہوئے اس میں چھپنے لگی تھی۔

جس پر عیس نے دونوں پر اوڑھی ہوئی چادر اتار کر اک جھٹکے میں نیچے پھینک دی تو مشعل گردن تک سرخ پڑتے ہوتے اسے دیکھنے لگی۔

مجھے آج تمہارے اس خوبصورت بدن کے انگ انگ کو دیکھنا ہے۔اس لئے ہمارے بیچ آج کوئی پردہ نہیں رہے گا۔۔

عیس نے اسکی سوالیہ نظروں میں دیکھ کر بتایا تو مشعل چہرہ موڑ کر خود کو چھپانے لگی۔

عیس نے اسکی ڈھرکنوں پر ہونٹ رکھتے نرمی سے اپنے عمل کو شروع کیا تھا۔

مشعل اسکی قربت میں سکون پاتی اوپر اٹھتی اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ گئی۔
وہ آج بار بار پیش قدمی کرتی عیس علی ہمدانی کو حیران کرتی جا رہی تھی۔نا
چاہتے ہوئے بھی اسکی ان گستاخیوں پر عیس تیزی سے اسکے اندر سمونے لگا
تھا۔جس پر مشعل کی آہیں اسکے ہونٹوں میں دم توڑنے لگیں

اپنی سسکیوں سے میرے کانوں میں رس گھولتی رہو۔۔
عیس نے سرخ ہیزل براؤن آنکھیں اسکی انکھوں میں گاڑتے ہوئے
شدتوں میں اضافہ کیا تو مشعل سسکیاں لیتی اسے تھامتی چلی گئی۔

سائیں میری جان چھوڑنی ہے کہ نہیں۔۔
منیزے اپنے چہرے پر گرتے ہوئے پانی کی وجہ سے بامشکل بول پائی

تھی۔

سوری ایسی کوئی سہولت یہاں میسر نہیں ہے۔۔

منیزے کے پیٹ کو چومتے ہوئے ضرار نے مصروف انداز جواب دیا تو منیزے سلگ ہی اٹھی۔۔

کچھ خدا کا خوف کر لیں سائیں صبح کے نو بج رہے ہیں یار۔۔

منیزے اسکے پر شدت لمس کو محسوس کرتے کپکپاتے ہوئے بول پائی تھی۔ پوری رات سے وہ اسکی قربت جھیل رہی تھی۔ فجر کے وقت نماز پڑھ کر کے وہ کچھ دیر سو پائی تھی۔ اور ابھی آدھے گھنٹے سے وہ اسے نیند میں اٹھائے باتھروم میں رومینس کرنے میں لگا تھا۔

میں تھک گئی ہوں سائیں۔۔

اپنے پیٹ سے زبردستی ضرار کا چہرہ پیچھے کرتے وہ اسکے مقابل گھٹنوں کے

بل بیٹھی تھی۔ بلیک کلر کی نائیٹی میں اپنی حالت سے بے پرواہ وہ اسکے سامنے خوبصورت سراپے میں چہرے پر رنگوں کو سجائے معصوم شکل بنائے ہوئے تھی۔

شاور سے بہتا پانی ان دونوں کو بھگوتا جا رہا تھا۔ منیزے کے بیٹھنے پر ضرار کی اچانک نظر اسکے خوبصورت پیروں میں پڑی جہاں پائلیں انتہائی خوبصورت لگ رہیں تھیں۔ ضرار انکو دیکھ کر مبہوت ہوا تھا۔

اتنی دیر سوئی تو ہو پھر کیوں تھکی ہوئی ہو۔۔

ضرار نے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر اسے اپنی طرف کھینچ کر گود میں شفٹ کرتے پوچھا تو منیزے کا دل کیا کہ اس سر تاج ڈھکن کا سر پھاڑ دے۔

پوری رات وہ اسکے نازک وجود پر ٹوٹ کر برسا تھا۔ کہ منیزے کو اپنا بدن ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اوپر سے معصومیت بھرے سوال دیکھو۔۔

باتھروم کی دیوار سے ٹیک لگائے نیچے بیٹھ کر ٹراؤزر میں منیزے کو اپنی گود میں کراس بٹھائے ہوئے وہ دونوں بھیگ رہے تھے۔

منیزے کی نائٹی کو چبتی نظروں سے دیکھتے ہوئے ضرار نے کھینچ کر اسکی نائیٹی کو اسکے جسم سے الگ کیا تو وہ گھبرا کر اسکے سینے سے لگ گئی تھی۔

میں تمہارا انگ انگ دیکھ چکا ہوں سائیں کی جان، رات کو تمہارے سفید بدن پر ریڈ کلر کے تل انتہائی پسند آئے ہیں مجھے۔۔۔

منیزے کے خود کو چھپانے پر ضرار نے اسکے کان میں بے باک سرگوشی کی تو منیزے شرم سے دوہری ہوتی ایسے سینے پر کاٹنے لگی۔ ضرار نے زرا سے اوپر اٹھتے ہوئے اپنا ٹراؤزر اتار کر سائیڈ پر پھینکا تو منیزے کی پلکیں گرتے چلی گئی۔

ضرار پاشا نے اچانک رک بدلتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ لگایا تو
منیزے نے سہمتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا۔ منیزے کی سائیڈ
گردن کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے ضرار نے اسکی روح میں سرائیت کی تو
منیزے کے لبوں سے گہری آہ نکلی تھی۔ جس کو سن کر ضرار اور شدت
پسند ہوا تھا اسکی سخت شدت پد منیزے ڈرتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

تمہیں جب آہیں لیتی ہو دل کرتا ہے کہ تمہیں کچا چبا جاؤں جاناں، تمہاری
سسکیاں مجھے جنونی ہونے پر مجبور کرتی ہیں۔۔
ضرار نے بڑھتی ہوئی طلب سے بے چین ہو کر غراتے ہوئے کہا تو
منیزے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔
کیونکہ وہ رات سے زرا بھی رحم نہیں کھا رہا تھا۔

منیزے کی اک ٹانگ کو ہاتھ میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے ضرار نے اپنی

شدتوں کا آغاز کیا تو منیزے اسکے لمس پر پاگل ہوتے اسکی کندھوں پر
خراشیں ڈالنے لگی۔

بہت ظالم ہیں اپ۔۔
اسکی شدتوں پر بے حال ہوتے وہ سسکیوں کے درمیان بولی تھی۔
جس پر ضرار اسکی ڈھرکنوں پر کاٹتے ہوئے اسکی کمر کو مٹھی میں جکڑ کر مزید
جنونی ہوتے اپنی شدتوں پر اسے پاگل کر گیا تھا۔

صبح صبح علیزے کو شاور دلا کر سلطان کسی کام سے باہر چلا گیا تھا۔ابھی روم
میں آیا تو علیزے بکھرے بالوں میں پھر سو گئی تھی۔
علیزے کو پھر سوتے دیکھ کر وہ نفی میں سر ہلا گیا۔آج کل تو وہ جگانے پر

جاگتی بھی نہیں تھی۔

سلطان قریب آکر اسکے چہرے پر پانی چھڑکتے ہوئے گاؤن میں چھپے سراپے کو اٹھا کر وہ ڈریسنگ روم میں آیا تاکہ اسے چینج کروا سکے۔۔۔

علیزے نے اپنی سرخ ڈوروں والے کالے نین کھول کر سلطان کو دیکھا تو لاڈ سے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔

میرے بچے کی نیند پوری کیوں نہیں ہو رہی ابھی تک

سلطان نے صوفے پر بیٹھ کر اسے گود میں بٹھاتے ہوئے پوچھا۔۔

آپ نے رات بھر جگا کر رکھا ہے مجھے اور اب معصوم بن کر میری نیند کا پوچھ رہے ہیں۔۔

سلطان کے پوچھنے پر علیزے نے جلے کٹے انداز میں جواب دیا تو اسکے انداز پر

سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔

علیزے کے ہونٹوں کو چوم کر سلطان اسے صوفے پر بیٹھا کر واڈروب سے اسکے لئے گرین کلر کا خوبصورت سا ڈریس نکال کر اسکی جانب واپس آیا جو پھر صوفے پر لیٹ چکی تھی۔

علیزے کی نیند کو بناڈسٹرب کیے سلطان نے اسکا اوپر والا گاؤن الگ کیا تو علیزے چیختے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔

جس پر ڈریسنگ روم میں سلطان کا دلفریب قہقہ گونجا تھا۔اتنی ولگر نائٹی میں پل بھر میں اسکے گال شرم سے تپنے لگے تھے۔

خان میں ناراض ہو جاؤں گی۔۔

سلطان کی گہری نظروں کو خود پر محسوس کرتے علیزے گاؤن سے خود کو

چھپاتے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں بولی تو سلطان ہنستے ہوئے لائٹس آف کر کے ڈم لائٹس ان کر کے پھر اسکے قریب آیا تھا۔

لیجیے مسسز خانم کوئین ہو گیا آپکا فیورٹ اندھیرا۔۔
سلطان نے اسکو بازو سے پکڑتے قریب کھینچ کر بھاری آواز میں کہا تو علیزے گہری سانس خارج کر گئی تھی۔

سلطان نے اسکے ہاتھ سے گاؤن پکڑ دور اچھالا تھا۔اسکی نائیٹی کو اتارتے ہوئے خان نے اسکی پشت پر اپنا کھردرا ہاتھ پھیرا تو علیزے کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہونے لگی تھی۔

خان نہیں کریں نہ پلیز۔۔علیزے خود میں سمٹتے ہوئے کپکپا گئی۔سلطان نے اسکے کندھے پر بوسہ دیتے ہوئے اسکو انرز پہنا کر غور سے اسکے چہرے

کی طرف دیکھا جو خون چھلکا رہا تھا

علیزے کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کی جانب لٹاتے ہوئے سلطان نے اسکی سٹریپ کو لوز کرتے اسکی ڈھرکنوں پر ہونٹ رکھے تو علیزے اپنے اندر گہرا سانس کھینچ گئی۔

نرمی سے اسکی ڈھرکنوں کو اچھے سے چومتے ہوئے اپنے لمس سے بھگو کر سلطان نے اسے ڈریس پہنایا تھا۔

باقی کا کانٹینو ہم رات میں کریں گئے۔۔

علیزے کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے سلطان نے کہا تو علیزے منہ بسور گئی۔

جب اک بر پھر سلطان اسے گود میں اٹھا کر کمرے میں لاتے اسکے بال

سنوار کر اسکو ہلکی پھلکی جیولری پہناتے ہوئے تیار کرنے لگا تھا۔ کیونکہ ناشتے پر سب انکا انتظار کر رہے تھے۔

میں نے منع کیا تھا نہ کہ صبح صبح فرائز نہیں کھاؤ مشو۔۔۔
عیس نے چہرے پر فکر مندی کے آثار لیے بیسن پر جھکی ہوئی مشعل کو دیکھا جو وومٹنگ کر کے اسکے سینے کے ساتھ سر ٹکا گئی تھی۔

آپ نے رات کو مجھے کہا تھا کہ مشو صبح اٹھ کر فرائز کھا لینا۔۔
مشعل چہرے پر کیٹو نیس سجاتے ہوئے بولی تو عیس جو اسکی پیٹھ سہلا رہا تھا۔ مشعل کے الفاظ پر ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

میں نے کب تمہیں کھانے کا کہا تھا۔۔

عیس نے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے سوچنے کی کوشش کی کہ بھلا اس نے کب اپنی بیوی کو اتنا نیک کرنے کا مشورہ دیا تھا جو وہ صبح صبح ملازمہ سے فرائز بنوا کر کھانے کے بعد وومٹنگ کر رہی تھی۔

عیس کو یاد کرنے کی کوشش کرتے دیکھ کر مشعل نے اپنی امڈتی مسکراہٹ پر مشکل سے قابو کیا جو عیس کی نظروں سے چھپ نہیں سکا تھا۔ سیکنڈ میں وہ اسکی شرارت جان گیا تھا۔

عیس نے اسکے بازوؤں سے اٹھاتے بیسن پر بٹھایا تو مشعل نے چیختے ہوئے جلدی سے اسکو سینے سے تھاما تھا۔ مشعل اس وقت عیس کی شرٹ میں ملبوس تھی اسی لئے عیس شرٹ لیس کھڑا تھا۔

آپ نے رات کو سوتے وقت میرے کان میں کہا تھا۔ مشعل نے اسکو

تھامتے ہوئے پھر معصومیت سے جواب دیا تو عیس اپنی چھوٹی سی بیوی کے چالاکی پر امپریس ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

اگر میں تمہیں رات کو کچھ کھانے کا مشورہ دیتا تو وہ میرے ہونٹ ہوتے پدی چڑیل نہ کہ یہ گندے فرائز
عیس اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بتایا تو مشعل سٹپٹا کر آنکھیں جھکا گئی۔

دیکھا اصلی بات پر تم کانپنے لگتی ہو اور اپنی اس گندی فرائز کا الزام مجھے دے رہی تھی۔
عیس اسکو نیچے اتارتے ہوئے شاور کے نیچے لایا تاکہ وہ شاور لے کر فریش ہو سکیں۔

آپ منانے یانہ مانے پر آپ نے ہی مجھے فرائز کھلائے ہیں اور یہ بات میں اپنے بھائیوں اور بابا کو ضرور بتاؤں گی۔۔

مشعل نے آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے اپنے قصور کا ٹوکرا عیس کے سر پر رکھا تو عیس ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

جو اسے پٹوانے کے چکروں میں تھی۔ کیونکہ اگر ان سب کو پتہ لگ جاتا کہ مشعل کو صبح صبح وومٹنگ ہوئی ہے تو سب نے ہی بوکھلا جانا تھا۔ کیونکہ شادی کے دنوں میں سب اسکا بے حد خیال رکھتے آئے تھے۔ تاکہ اسکی طبیعت خراب نہ ہو۔۔

عیس نے اسے مصنوعی گھورتے ہوئے اسکو تھائیز سے پکڑتے ہوئے اوپر اٹھایا تو مشعل ڈرنے کے خوف سے اسکو پکڑ گئی۔

تمہاری چھوٹی سی ہائیٹ کا یہ بہت فائدہ ہے۔ چاہے جیسے مرضی اٹھا کر

رو مینس کرو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔۔۔

عیس شاور کو کھولتے ہوئے شرارتی انداز میں بولا تو مشعل اسے گھور بھی نہ سکی۔ جو اسکی چھوٹی ہائیٹ پر چوٹ کر رہا تھا۔

میری کمر پر زور سے ٹانگوں کو لاک کرو اور مجھے پکڑ کر رکھو۔۔

مشعل کو نیچے پھسلتے دیکھ کر عیس نے بھاری لہجے میں اسے ہدایت کی تو مشعل اسے مضبوطی سے تھام گئی تھی۔۔ جس پر عیس نے اسے دیوار سے لگاتے ہوئے اک جھٹکے میں اسکی شرٹ اتار کر نیچے پھینک دی تو مشعل کی ہلکی سی چیخ بلند ہو گئی۔

انتہائی بے شرم ہیں اپ۔۔

مشعل اسکے کندھے پر زور سے کاٹتے ہوئے غصے سے بولی تو عیس قہقہ لگاتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا تھا۔ جبکہ وہ نرمی سے اچانک اسکی

روح میں اترتے اسے بوکھلا گیا
تھا۔ مشعل کو اپنے وجود میں سرد لہریں اٹھتی ہوئی محسوس ہونے لگی تو وہ
عیس کو ناخنوں سے نوچنے لگی تھی۔

کے ہال Banquet رسپشن کی جھل تھل ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔
میں دنیا بھر کی روشنیاں سما گئیں تھیں۔۔ہر کوئی ریشم کے خوبصورت
کپڑے پہنے رنگوں سے خود کو سجائے قہقے لگاتے ہوئے ادھر ادھر بھاگ
ڈور رہا تھا۔

سٹیج پر چاروں دلہنوں اک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف
تھیں۔ جبکہ علیزے اور مشعل دونوں ایرہ اور منیزے کی ٹانگ کھینچنے میں

لگیں تھیں۔انکی سہاگ رات کا بول بول کر وہ اچھا خاصا ان دونوں کو لال کر رہیں تھیں۔

ان دونوں کی چھیڑنے پر صاف ظاہر ہو رہا تھا۔۔کہ اس معاملے میں دونوں ہی سئنیر ہو گئیں ہیں۔ جبکہ منیزے اور ایرہ تو نئ نویلی دلہنوں کی طرح بس شرماتے ہوئے انہیں گھورنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ تاکہ وہ باز آجائیں۔

منیزے لائٹ پنک کلر کی پرلز سے بنی میکسی میں خوبصورت سا ہئیر سٹائل بنائے بیٹھی تھی۔ جبکہ ایرہ نے لائٹ پرپل کلر کی میکسی پہنی ہوئی تھی۔اس کے برعکس علیزے ڈارک گرے کلر کی خوبصورت میکسی میں تھی۔ گرے کلی کی شیڈ اسکی آنکھوں کے ساتھ کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔ جبکہ مشعل آج سکائے بلو کلر کی میکسی میں پرنسز بنی ہوئی تھی۔آج ان سب کے ڈریس اور لک اک دوسرے سے مکمل طور پر مختلف تھی۔

وہ سب کھکھلاتے ہوئے اک دوسرے کو چھیڑ رہی تھیں۔۔جب وہ چاروں اک ساتھ بلیک کلر کے فورپیس سوٹ میں اپنی اپنی سحر انگیز پرسنیلٹی کے ساتھ سٹیج پر آئے تھے۔ان چاروں کے ہاتھ میں کچھ پیپرز تھے۔

وہ سب چونکہ بیٹھی ہوئیں تھیں ان چاروں کے سٹیج پر آنے سے وہ انکی طرف متوجہ ہو گئیں۔جو سٹیج پر آتے ہی اچانک انکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے تھے۔

یہ سب اچانک ہوا تھا۔ہال میں اک دم سے سناٹا چھا گیا تھا۔

وہ سب تو دم سادھے اپنے شوہروں کو دیکھنے لگیں تھیں۔انکے گھر والے بھی حیران ہوئے تھے۔

ان چاروں نے سحر انگیز انداز میں اپنی اپنی بیویوں کو انگوٹھیاں پہنا کر فولڈ کیے پیپر انکی گود میں رکھے تو وہ سب حیرانگی سے ان پیپرز کو دیکھنے لگیں۔

خان یہ سب کیا ہے۔۔

بی جان نے سٹیج پر آتے ہوئے انکو پوچھا تو وہ سب کھڑے ہو کر انکا ہاتھ تھام کر انکو بھی اپنے ساتھ کھڑا کر گئے۔

بی جان ہم سب نے جو نئے گھر بنوائے ہیں وہ اپنی اپنی بیویوں کے نام کر دیے ہیں۔ جو کہ شادی کے تحفے کے علاوہ انکا حق بھی ہے۔ بس وہ ہی انکو دیا ہے۔۔

سلطان نے علیزے کو بازو کے گھیرے میں لیتے گھمبیر آواز میں انکو بتایا تو ساری بات جان کر لڑکیوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

شکر ہے کچھ کام تو تم لوگوں نے ڈھنگ کا کیا ہے۔
حسن صاحب نے طنزیہ انداز میں کہا تو باقی سب اپنی مسکراہٹ دبا گئے۔۔

یہ تمہارے ماں بننے کا تحفہ ہے مشو جان۔۔۔
عیس نے جھکتے ہوئے مشعل کے کان میں سرگوشی کی تو مشعل تشکر بھری نظروں سے اسکو دیکھ کر محبت سے اسکے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔وہ سب اس وقت کافی ایموشنل نظر آرہیں تھیں۔

یہ چار الگ گھر بنوائے ہیں کیا۔۔
شیراز پاشا نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا تو وہ سب انکے سوال اپنی ہنسی دبا گئے۔

نہیں گھر تو الگ نہیں ہے بس پورشن الگ ہیں۔
ضرار نے ادھر ادھر جھانکتے ہوئے جواب دیا تو دلاور خان اور شیراز پاشا اک دوسرے کو دیکھ گئے۔

ہاں ہم بھی یہ ہی سمجھ رہے تھے۔ کہ آخر اک تھالی میں کھانے والے الگ الگ زمین پر گھر کیسے بنوا سکتے ہیں۔
دلاور خان جلے کٹے انداز میں سر جھٹکتے ہوئے کہنے لگے تو سب انکو نا سمجھی سے دیکھنے لگے تھے۔

آپ لوگ پریشان نہ ہوں ان سب جناب نے اک ہی گھر بنوایا ہے۔ بس جناب کا پورشن الگ الگ ہے۔۔ جیسے فارم ہاؤس بنوایا ہوا ہے۔
دلاور خان نے تیکھے لہجے میں سب کو بتایا تو لڑکیاں اکھٹے رہنے کا سن کر خوشی سے اچھل پڑی تھیں۔ انکے اچھلنے پر سنان نے جتاتی نظروں سے اپنے

بڑوں کو دیکھا تھا۔

داؤد صاحب اور سلطانہ بیگم تو اپنی بیٹی کی خوش قسمتی پر شکر ادا کرتے نہیں تھک رہیں تھیں۔

آپ ہمیں قصور وار ٹھرانے کی بجائے اپنی بہوؤں کو بھی دیکھ لیں۔

لڑکیوں کو خوش دیکھ کر سارے بڑے پل میں مطمئن ہوتے انکے سر پر ہاتھ رکھتے انہیں مبارک باد دینے لگے تو عیس نے سلگتی نظروں سے انکا سیاسی رویہ ملاحظہ کیا تھا۔ جو اپنی بہوؤں کی دفعہ ہمیشہ بدل جاتا تھا۔ اور ان چاروں کو کاٹ کھانے کو آتا تھا۔

بلا آخر یہ حسین شادی اختتام پذیر ہوئی تھی۔۔

ولیمے کے بعد رسم کے طور پر داؤد صاحب سب کی اجازت لے کر چاروں کپلز کو اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ کیونکہ انکا ماننا تھا۔ کہ آج سے انکا گھر انکی چاروں بیٹیوں کا مائکے کا گھر ہے۔

رات اک بجے وہ لوگ واپس گھر آئے تو چینج کر کے سب لڑکیاں کو لے کر لاؤنج میں بیٹھ گئیں۔ تاکہ لڈو کھیلی جا سکے۔

جبکہ سلطانہ بیگم اور داؤد صاحب سونے کے لئے چلے گئے تھے۔

اس وقت ہال میں لڑکیوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔ جو نائٹ کٹی پارٹی انجوائے کر رہیں تھیں۔

اسدان چاروں کے ساتھ باہر لان میں بیٹھا ہوا تھا۔ لاؤنج سے بیویوں کے قہقہوں کی آواز پر وہ اٹھ کر اندر آئے جہاں وہ دلہنوں کے روپ سے نکل کر بال کھولے بس ہنسے جا رہیں تھیں۔

ان چاروں کو اندر آتے دیکھ کر علیزے نے جلدی سے سر کو ڈھانپا تو سلطان اسکی ادا پر جاں نثار ہوتے اسے دیکھنے لگا۔

خیر ہے نہ کس بات کے اتنے قہقہے لگا کر گھر کی دیواروں کو ہلایا جا رہا ہے۔

عیس نے مشعل کے پاس بیٹھتے ہوئے تجسس سے پوچھا تھا۔

عیس بھائی ہم لڈو کھیل رہے ہیں۔

شزا نے اشتیاق سے اسے بتایا تو وہ امپریس ہوتے ایبرو آچکا گیا۔

چلو پھر ہم بھی لڈو کھیلیں گئے۔

سنی نے سب کو بٹھاتے ہوئے کہا تو لڑکیاں حیرانی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

پر ہم اتنے سارے لوگ اک لڈو پر کیسے کھیلیں گئے۔۔

منیزے نے سب کو دیکھتے ہوئے اک نظر لڈو کو دیکھا تھا۔

ڈونٹ وری بھابھی ہم پارٹنر بن کر کھیلتے ہیں نہ۔۔

عیس نے مشعل کو بازو کے گھیرے میں لیتے دیکھ کر کہا تو مشعل اسکا بازو ہٹا کر خوشی سے چلائی تھی۔

میں سنی بھیا کی پارٹنر بنوں گی۔۔

مشعل کے چلانے پر عیس نے اسے گھور کر جہاں دیکھا تھا۔

وہیں سب عیس کو چڑانے والی نظروں سے دیکھ گئے۔۔لو تم بنا پارٹنر۔۔

ہاں جاؤ تم اپنے سنی بھیا کے پاس میں عیس بھائی کے ساتھ ہوں۔۔

ایرہ نے مشعل کو اٹھا کر سنی کے پاس بٹھاتے ہوئے ہاتھ جھلاتے ہوئے بے نیازی سے کہا تو سنی اسے ابرو اچکاتے دیکھنے لگا تھا۔ جبکہ ایرہ کچن سے کار نیٹو لا کر سب کی جانب اچھال گئی سوائے سنی کے۔۔

عیس اور سنی دونوں ہی اپنی اپنی بیویوں سے میٹھے میٹھے ذلیل ہو رہے تھے۔

ضرار اور سلطان انکو دل جلاتی نظروں سے دیکھ کر اپنی اپنی والی کو بازو کے گھیرے میں لے گئے تھے۔

گڑیا سنی کو آئس کریم کیوں نہیں دی۔۔

اسد نے سنان کے ہاتھ میں کار نیٹو ناپا کر ایرہ سے پوچھا جو اپنی آئس کریم کھانا بھی شروع ہو گئی تھی۔

بھیا میرے شوہر ایسی چیزیں نہیں کھاتے۔۔

ایرہ نے اسد کا لحاظ کرتے سنی کو آپ کر کے پکارا تو سنی کی حیرت سے آنکھیں بڑی کو گئیں۔

جی سالے صاحب میں ایسی چیزیں نہیں کھاتا میں تو بس آپکی بہن کو کھاتا ہوں۔۔

سنی نے مشعل کی شیئر کردہ ائس کریم پکڑ کر کھانا چاہی جو عیس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے منہ میں ڈال لی تھی۔

جب تجھے تیری اپنی بیوی نے ائس کریم دینا نہیں ضروری سمجھا تو جانی میری بیوی کی دی ہوئی آئس کریم تو کیسے کھا سکتا ہے۔۔

عیس نے آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے کہا تو شزا اور اسد اپنی اپنی مسکراہٹ ضبط کر گئے۔

سنی کے خونخوار تاثرات دیکھتے ہوئے سلطان نے ہنستے ہوئے اسے اپنی کار نیٹو کیچ کروائی تھی۔تاکہ جنگ بربادی کو روکا جا سکے۔۔علیزے نے جلدی سے اپنی کار نیٹو سلطان کے ساتھ شئیر کی تو وہ محبت سے اسکا سر چوم گیا۔بجہ وہ دونوں اب شئیر کر کے کھانے لگے تھے۔

اب کھیلنا بھی ہے کہ بس لڑتے رہنا ہے۔۔

منیزے نے سب پر نظریں دہراتے ہوئے پوچھا تو سب ایکٹیو ہو کر بیٹھ گئے۔

سنی اور عیس کے پارٹنر تو پہلے ہی بن گئے تھے۔ ضرار اور سلطان کا اپنی اپنی بیوی کو ہی پارٹنر بنانے کا موڈ تھا۔ لیکن منیزے نہیں مانی تو انکی پارٹنر شپ بھی کراس میں ہو گئی۔

جبکہ اسد اور شزا ان پر نظریں رکھنے کے لیے چنے گئے تھے۔۔
لڈو کی گیم شروع ہوئی تو سب سے پہلے عیس کی گوٹی باہر نکلی تھی۔ جس پر وہ مغرور ہوتے اپنی ریڈ گوٹی کو میدان میں لے آیا۔ عیس کی گوٹی دیکھ کر سنی بھی چوکنا ہو گیا تھا۔
سالا پہلے ہی پھوپو کے کردار والا ہے اوپر سے اسکو لال رنگ تھما دیا ہے۔

سنی نے عیس کی لال گوٹی کو دیکھ کر سلگتے ہوئے کہا تو شزا اور اسد کا لاونج میں قہقہ گونجا تھا۔۔ جبکہ عیس نے چہ چہ کی آواز نکالتے ہوئے سنی کو مزید جلایا تو ایرہ ہنستے ہوئے عیس کے ہاتھ پر تالی مار گئی۔۔

کمرے میں جا کر اپنی گولڈن پرل کو قابو کرنے کا دل میں سنی نے خونخوار پلین بنالیا تھا۔

آہستہ آہستہ سب کی گوٹیاں کھل گئیں تھیں۔۔ جبکہ اک علیزے ہی تھی جس کی ابھی تک اک بھی گوٹی نہیں نکلی تھی تو وہ پریشان سی نظر آنے لگی تھی۔

بھیا میری گوٹی کیوں نہیں نکل رہی میں چپکے سے ایسے ہی رکھ دوں کیا۔۔

علیزے نے ضرار کی جانب جھکتے ہوئے سرگوشی میں پوچھا تو ضرار نے اپنی معصوم بھابھی کی بات پر مسکراہٹ دبائی وہیں اس نے سلطان کو اشارہ کیا تو سلطان کا دل اپنی خانم کی معصوم ادا پر مچل اٹھا

آپ پریشان نہیں ہوں بھابھی میں آپکے ساتھ ہوں ہم نہیں ہاریں گئے۔۔

ضرار نے علیزے کو سرگوشی میں ہی جواب دیا تو علیزے مطمئن ہوتی اپنی باری کرنے لگی تھی۔

میرا چار آیا ہے روکو مجھے دیکھنے دو کوئی مر تو نہیں رہا ادھر۔۔۔

سنی نے ہاتھ کھڑے کرتے سب کو رکنے کا کہا تو ایرہ کا دل بے چین ہوا تھا۔ کیونکہ اسکی گوٹی سنی کے گوٹی کے آگے ہی تھی۔ایرہ نے عیس کو اشارہ کیا تو عیس نے نیچے دیکھ کر لب دبا لیا۔

آہاں۔۔یار ادھر تو کوئی کومہ میں جانے والا ہے۔۔

ایرہ کی گوٹی کو دیکھتے سنی نے مصنوعی افسوس کا اظہار کرتے ایرہ کی گوٹی کو انگلی مارتے ہوئے اسے اسکی مالکن تک پہنچایا تو ایرہ شدید غصے سے اسے گھورنے لگی تھی۔

تجھے شرم نہیں آتی بیوی کی گوٹی مارتے ہوئے سالے، تیری جیون ساتھی ہے وہ تو اسکے ساتھ ایسے کیسے کر سکتا ہے۔۔

عیس نے سنی کو شرم دلانے کی کوشش کی تو مشعل اسے گھور گئی تھی۔

اپکو زیادہ مدد ٹیریسا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔
مشعل نے عیس کو تیکھے لہجے میں کہا تو سنی کے دل پر ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔ جبکہ عیس نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں وارننگ دینے کی کوشش کی تو مشعل سر جھٹک کر کھیل کی جانب متوجہ ہو گئی۔۔
خان بھیا لیزو کی گوٹی اپکے آگے ہے یاد رکھیے گا۔۔

منیزے نے سلطان کو اشارہ کیا تو سلطان نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ سلطان نے علیزے کی گوٹی کو مارنے سے منع کیا تو منیزے سلطان کو افسوس سے دیکھ گئی۔

“Khan, In game no love ka fnda..”

اسد نے سلطان کو تنبیہہ کرتے ہوئے جتایا تو سلطان اسے نظر انداز کر گیا۔

میری گوٹی ہے میں نے اسکے ساتھ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں، یہ میری مرضی ہے۔

سلطان نے بھاری آواز میں سنجیدگی سے جواب دیا تو سب اسے خونخوار تاثرات سے گھورنے لگے تھے۔۔جو جان بوجھ کر رانجھا بنتا لڈو میں عشق کی داستان قائم کرنے پر تلا تھا۔اگر سلطان علیزے کی گوٹی نہ مارتا تو وہ سب بھی اپنی بیویوں کی گوٹیاں نہیں مار سکیں گئے۔پہلے ہی انکی بیویاں انکو سلطان کے عشق کی مثالیں دیتی نہیں تھکتی تھیں۔اوپر سے وہ سالا مزید فلیکس مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

چل تو عشق کر کے دیکھا پھر ہمیں۔۔۔

عیس نے وارننگ دیتی نظروں سے اسے دیکھا تو سلطان ان تینوں کی گھوریاں دیکھ کر سرد سانس خارج کر گیا تھا۔ناچاہتے ہوئے بھی اس نے علیزے کی گوٹی مار دی تو سلطان کا اتنا ظلم دیکھ کر علیزے کی آنکھوں میں

آنسو چمک اٹھے تھے۔

بھلا وہ اپنے خان سے اس سب کی کب امید رکھتی تھی۔علیزے کے کالے نینوں میں ڈوبتے ہوئے سلطان کو بے چینی ہونے لگی تو ضرار اسے آنکھوں سے ہی تسلی دیتے علیزے کا دھیان اپنی طرف کر گیا۔

جبکہ علیزے ناراضگی سے سلطان کی طرف سے رخ موڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ علیزے کی اس حرکت پر سب سلطان کی حالت پر اپنی کھی کھی ضبط کرنے لگے تھے۔سلطان نے سب کمینوں کو آگ برساتی نظروں سے دیکھا تھا۔ بھیا اپکو نہیں لگتا کہ لال رنگ کے آدمی کو اپنے گھر چلے جانا چاہیئے۔۔

مشعل نے لڈو کو غور سے دیکھتے ہوئے سنی کو مخاطب کرتے اونچی آواز میں پوچھا تو سنی اسکی نظروں کی تاکید میں دیکھتے اسکے ہاتھ پر تالی مار گیا تھا۔ مشعل نے بڑے دھڑلے سے عیس کی گوٹی کو زیر کیا۔تو عیس نے انتہائی

سرد تاثرات سے مشعل کو دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ جس پر مشعل گڑ بڑا کر سنی اور ضرار کے درمیان جا بیٹھی تھی۔

ضرار نے ابرو اچکاتے ہوئے عیس کو دیکھا تو وہ اپنی نظروں کا رخ بدل گیا۔

سب کو تیلی لگاتے رہتے ہیں، اور اپنی دفعہ برداشت ہی نہیں ہوتا کچھ ہنہ۔۔ مشعل بڑبڑاتے ہوئے بولی تو سنی اور ضرار زور سے ہنس دیے۔

ضرار نے آنکھوں میں محبت کا جہاں لیے منیزے کو دیکھا تو منیزے اسکے انداز پر جہاں الجھن کا شکار ہوئی وہیں اگلے ہی پل غصے سے اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کیونکہ اسکا سر کا سائیں اسکی گوٹی مار چکا تھا۔

منیزے کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ضرار نے اسے آنکھ ونک کی تھی ساتھ ہی علیزے کو بھی تسلی دی کہ وہ مخالف پارٹی سے اپنی بھابھی کا معصوم بدلہ

لے چکا ہے۔
اسد اور شزا تو انکی کیمسٹری پر ہنس ہنس کر پاگل ہوتے جا رہے تھے۔

سنی جس نے پھر ایرہ کی گوٹی کو اپنے نشانے پر دیکھا تو دھڑکتے دل کے ساتھ باری کی تھی۔ جبکہ مطلوبہ نمبر ملتے ہی اسکی آنکھیں چمکیں اٹھیں۔
ایرہ کو اشارہ کرتے سنی نے اسکی گوٹی کو پھر مار گرایا تو

.اس بار ایرہ کے اندر غصے کا لاوا پھٹ گیا

بے حس انسان میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔۔
ایرہ غصے سے لڈو پر ہاتھ مارتے ہوئے چیختے ہوئے سنی پر جھپٹی تو سنی نے قہقہ لگاتے ہوئے تیزی سے اسکے نازک ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔ایرہ کے ہاتھ سنی کا منہ نوچنے کے لئے بے قرار ہوئے تھے۔

جہاں باقی سب گیم الٹنے پر اور ایرہ کے حملے پر قہقہ لگا رہے تھے۔ وہیں اسد اور شزا حیرانی سے اپنی گڑیا کو دیکھنے لگے جو بھرپور تپش سے اپنے شوہر پر جھپٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

گڑیا یہ کیا بد تمیزی ہے پیچھے ہٹو۔۔۔

اسد نے سنجیدگی سے ایرہ کو ٹوکا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں سنان اسکی بد تمیزی پر برا نہ منا لے۔۔ پر وہ کہاں جانتا تھا۔ کہ وہ پہلے کتنی بار اپنے شوہر پر جھپٹ چکی ہے۔

اپنی بار کیوں تمہیں آگ لگ رہی ہے سنڈی۔۔

سنی اسے مزید تیلی لگاتے ہوئے پیچھے صوفے پر گرا تو غصے سے ایرہ کی ناک پھول گئی تھی۔

میں تمہارا خون کر دوں گی بے وفا انسان تم میری گوٹی کیسے مار سکتے ہو اخرر۔۔۔

ایرہ خطرناک حد تک غصے سے بے قابو ہوتے چینخی تو شزا نے فکر مندی سے اسد کو دیکھا۔آخر سنان اس گھر کا داماد تھا۔اور ایرہ اسکے ساتھ کیسا برتاو کر رہی تھی۔

ائرہ۔۔۔

اسد نے سنجیدگی سے پھر ایرہ کو پیچھے ہٹنے کا کہا تو سنی نے انہیں اپنی بیوی کو ٹوکنے سے منع کرنے کا اشارہ کیا۔

اچھا سوری اب شانت ہو جاؤ میری گولڈن پرل۔۔

سنی نے اٹھ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے اسے شانت کرنا چاہا لیکن ایرہ کے تاثرات میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

عیس نے مشعل کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا تو مشعل منہ ٹھیڑا کرتے جا کر سائیڈ پر بیٹھ گئی۔۔اور کچھ ایسا ہی حال منیزے اور علیزے کا بھی تھا۔وہ

تینوں اٹھ کر اک ساتھ بیٹھ گئیں تھیں۔

جبکہ ایرہ نے غصے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر سنان کی ہتھیلی پر دانت گاڑ دیے تو اسد اور شزا کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں تھیں۔۔ سنی ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے آنکھوں میں محبت کا جہاں سجائے ایرہ کو دیکھنے لگا۔

اچھی خاصی اپنی فرسٹریشن نکال کر ایرہ ان تینوں کی جانب آئی۔

ہم سونے جا رہے ہیں۔۔

ایرہ ایٹیٹیوڈ سے بولتے ہوئے انکو لے کر سیڑھیوں کی طرف اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھی تو وہ سب بوکھلاہٹ سے کھڑے ہو گئے۔

آری بھابی یہ غلط بات ہے مجھے میری بیوی واپس کریں یار میں بلکل بھی ان نمونوں کے ساتھ رات نہیں گزارنی ہے۔۔

عیس نے ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے جلدی سے کہا تھا۔انداز بلکل ویسا تھا جیسے ایرہ وہاں سے مشعل کو اسے کیچ کروا دے گی۔

بلکل نہیں آج ہم اک ساتھ سوئیں گئیں سب، رات کیسے گزارنی ہے وہ سب آپکا سر درد ہے۔۔

منیزے نے ٹکا سا جواب دیتے انکو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا۔ شزا ابھی انکو جلی کٹی گڈ نائٹ بول کر انکے پیچھے ہوئی تھی۔ پیچھے اسد انکی خراب حالت پر زور سے ہنس دیا۔۔

سالے کمینے یہ منحوس گیم ہمیں کھیلا کر ہماری بیویاں ہم سے ناراض کر دیں ہیں۔۔

عیس سیلیوز کو فولڈ کرتے سنی کی جانب آیا تو سنی بے اختیار پیچھے کو کھسکا تھا۔ جبکہ ضرار اور سلطان بھی اسے قہر برساتی نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ اور اگلے کی پل لاونج جنگ عظیم کا میدان بن چکا تھا۔ اسد انکی وڈیو بناتے ہوئے ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہونے لگا تھا

انکی خراب حالت پر اسد ایرہ کے کمرے میں جا کر انکی بیویوں کو انکے پاس بھیج چکا تھا۔ کوئی بھید نہیں تھا۔ کہ صبح تک وہ چاروں اک دوسرے کو کھا جاتے۔ انکو کنڑول میں رکھنے کے لیے انکی بیویوں کا انکے پاس ہونا لازمی تھا۔

سنی خبردار اگر مجھے ہاتھ بھی لگایا تو۔۔

ایرہ نے اسے وارن کرتے کہا تو سنی اسکے غصے پر دانتوں تلے لب دبا گیا۔

صرف اک گوٹی مارنے پر اتنا بھڑک رہی ہو مجھ معصوم پر۔۔

سنی نے اسکی شرٹ کے بٹن کھول کر اسکی دھڑکنوں اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بھولے پن سے کہا تو ایرہ خود کے جذبات پر قابو پاتی اسکے گھورنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

اک نہیں دو گوٹیاں ماری تھیں۔۔

ایرہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے صحیح سے یاد دلایا تو سنی کروٹ بدلتے اسے اپنے اوپر لٹا گیا۔

ہمیشہ کی طرف اسکے اوپر لیٹتے ہوئے ایرہ نے تھوگ نگلا تھا۔

گوٹیوں کا حساب صبح کریں گئے جان جہاں، ابھی اس جلتے ہوئے جسم کو اپنے اس نازک وجود سے سکون پہنچاؤ ورنہ میں تمہاری طلب میں پاگل ہوتا سر پھرا ہو جاؤں گا۔ آج صبح بھی تم نے مجھے قریب نہیں آنے دیا تھا۔

سنی نے اسکی شرٹ اتار کر دور اچھالتے ہوئے بے تابیِ سے صبح کا حوالہ دیا۔

جب ایرہ نے سختی سے اسے دور رہنے کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ پوری رات تو اسے برداشت کرتی رہی تھی۔

ایرہ نے آنکھوں میں خمار لیے کمزور سی مزاحمت کرنا چاہی تو سنی نے ہاتھ

پیچھے لے جاتے اسکی ہک کو کھول کر اسکی شہ رگ پر ہونٹ رکھتے اسے کپکپاہٹ میں مبتلا کر دیا۔

سنی کے ہونٹوں اور ہاتھوں کی بے باکیوں پر اپنے وجود میں سرد لہریں محسوس کرتے ایرہ نے جھکتے ہوئے اسکی گردن پر دانت گاڑے تھے۔ایرہ کی اس پیش قدمی پر سنان مصطفیٰ کے جنون کو ہوا ملی تو وہ تیزی سے خود کو اور اسے ہر پردے سے آزاد کرتا چلا گیا۔

ایرہ سٹپٹاتے ہوئے اسکے سینے سے لگی تھی۔

سنیی۔۔۔ائرہ نے گہری سانسوں میں اسے پکارا تو سنی نے اسکی بے باکی سے اسکی تھائیز کو سہلانا شروع کیا۔ جس پر ایرہ تڑپتے ہوئے اسکے سینے پر ناخن گاڑی گئی تھی۔

سنی نے کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے نیچے شفٹ کیا ساتھ ہی ایرہ کی شرٹ پکڑتے ہوئے اسکے بازوؤں کو اوپر باندھ دیا تھا۔

میرے لمس پر تم مجھے تڑپتے ہوئے اتنی پسند آتی ہو کہ دل کرتا ہے کہ تمہیں اپنی طلب میں پاگل کر دوں۔اسی لئے آج تم تڑپو گی۔اور جب تک زبان سے خود میں سمانے کا نہیں کہوں گی۔سنان مصطفیٰ کوئی پیش قدمی نہیں کرے گا۔

سنان نے اسکی گولڈن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بے شرمی سے اک اک لفظ کہا تو ایرہ کو اپنا جسم آگ میں جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔پورا چہرا بھاپ چھوڑتے ہوئے لال انگارہ ہونے لگا تھا۔

سنی نہیں پلیز۔۔

ہمیشہ کی طرح ایرہ نے اسکی منت کرنا چاہی لیکن سنان مصطفیٰ اسکی پکار پر مدہوش ہوتے اسکی ڈھرکنوں پر جھک چکا تھا۔اسکی ڈھرکنوں پر زبان پھیرتے ہوئے سنان نے اسکی گہرائیوں پر ہاتھ رکھا تو ایرہ کرنٹ کھاتے مچلی تھی

اسکے مچلنے پر سنان نے اسے گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

دھڑکنوں سے نیچے جھکتے ہوئے سنان نے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے جس پر ایرہ تڑپتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن تھک ہار کر وہ تکیے پر سر پٹک گئی تھی۔

جبکہ سنی کو مزید نیچے کی جانب جھکتے ہوئے محسوس کر کے ایرہ کے پورے وجود میں طلب کا سپارک ہوا تھا۔

Sunny I Need You...

سنی کی بے شرمیوں پر بے حال ہوتے ایرہ نے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے بامشکل الفاظ ادا کیے تو سنی روح تک سرشار ہوتے اپنا بوجھ اس پر منتقل کر گیا۔ جس پر ایرہ نے اپنی ٹانگوں میں فاصلہ قائم کیا تھا۔

It's Very Attractive Sign Janna...

ایرہ کے ٹانگوں کے بیچ فاصلہ بنانے پر سنی نے اسے گھمبیر نظروں سے دیکھتے

کہاتو وہ شرم وحیا سے آنکھیں زور سے میچ گئی تھی۔

سنی اسکے ہاتھ کھولتے ہوئے اسکے اندر داخل ہوا تو ایرہ زور سے آہ بھری اسے کندھوں سے تھام گئی تھی۔

ریلیکس جاناں پیار سے کروں گا بس مجھے فیل کرو۔۔

سنی نے اسکے کان کی لوح پر کاٹتے ہوئے سرگوشی کی تو ایرہ اسکے پر شدت لمس پر اسکی پشت پر ناخن گاڑ گئی تھی۔

جبکہ وہ اسکے ہونٹوں پر جھکتے نرمی سے اسے اپنا بنانے لگا۔

سرکتی رات ان دونوں کو اک دوسرے میں گم کرتی جا رہی تھی۔

(ایک مہینے بعد)

ان سب کو اپنی نارمل روٹین کی زندگی میں آئے اک مہینہ گزر چکا تھا۔

جس میں بی جان سمیت سب حویلی "میر پور" واپس لوٹ چکے تھے۔

شیراز پاشا بھی گل جہاں بیگم کو ساتھ لیے گاؤں جا چلے تھے۔

ایسے میں وہ چاروں ہی اپنی نئی نویلی بیویوں کے ساتھ اپنے نئے مینشن میں شفٹ ہو گئے تھے۔

بلیک گینگ کا یہ مینشن عالیشان تھا۔ چار حصوں میں بٹا یہ مینشن وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا۔ جہاں سوئمنگ پول سے لے کر تھیٹر تک بنایا گیا تھا۔۔اس مینشن کو صرف اک چیز یکجا کرتی تھی۔ اور وہ اس مینشن کا لاؤنج اور کچن ایریا تھا۔ بلیک کلر کے کنٹراسٹ سے مینشن کی دیواروں کو خوبصورتی سے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ مینشن کے آگے پھیلا ہو وسیع لان ایریا تھا۔ جہاں ہر طرح کے خوبصورت پھول اور پودے لگائے گئے تھے۔

عیس حسن صاحب اور شاہدہ بیگم کو بھی یہاں لے آیا تھا۔ جبکہ مصطفیٰ کاظمی اور کلثوم بیگم بھی پرانے گھر سے مینشن تک کا سفر آسانی سے طے کر گئے تھے۔ بڑوں میں صرف یہ لوگ ہی انکے ساتھ مینشن میں رہ رہے

تھے۔ سلطان اور ضرار کے مینشن میں صرف وہ دونوں ہی تھے۔

عیس نے آخر کار حسن صاحب کی نوکری چھڑوا ہی دی تھی۔ مصطفیٰ کاظمی اپنی ٹیچنگ کے شوق کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اسی طرح کلثوم بیگم بھی ابھی تک ڈاکٹری کے شعبے سے جڑی ہوئیں تھیں۔ ان دونوں ہی میاں بیوی کو اپنے اپنے شعبوں سے کافی پیار تھا۔

شادی اختتام پذیر ہوئی تو یونیورسٹی کی زندگی بھی اپنی ڈور پر واپس چل پڑی۔

ایسے میں نئی نویلی دلہنوں کا کافی برا حال تھا۔ ہر لڑکی کی طرح شادی کے ابتدائی دنوں میں وہ کافی حسین خواب سجائے بیٹھیں تھیں۔ لیکن زندگی کی بوریت اور شوہر کی مصروفیت انہیں کافی تیش میں مبتلا کر چکی تھی۔

بلیک گینگ آج کل مشن پر کافی مصروف ہونے کی وجہ سے وہ سب ہی انہیں وقت نہیں دے پا رہے تھے۔

ہر طرف "بلو بوائے" کے نام کی پکار سنائی دے رہی تھی۔ رنگ میں کھڑے سلطان احمد خان نے بے زار سی نظر ان لڑکیوں پر ڈالی جو اسے دیکھ دیکھ کر آہیں بھر رہیں تھیں۔

اک دم سے آنکھوں کے سامنے وہ گلاب سا سراپا واضح ہوا تھا۔ گہرے سانس لیتا وہ شفاف و چمک دار بدن، آنکھوں میں قربت کی لالی سجائے، اسکے نیچے کسمسا کر راتوں میں اٹھتے جب وہ سسکیاں لیتی التجائیں کرتی تھی۔ بے اختیار سلطان کو اپنی خانم یاد آئی تو اسکے رگ و ریشہ میں بے چینی سی دوڑنے لگی تھی۔ پسینے سے شرابور جسم کے ساتھ جب سلطان نے سر کو جھکاتے ہوئے سر کو جھٹکا تو اسکے سامنے جو اسکے ساتھی بیٹھے تھے۔ خان کی

اس حرکت پر مسکراہٹ دبا گئے تھے۔

لگتا ہے مسٹر خان خیالوں میں کہیں دور نکل گئے تھے۔۔۔
سنی نے سلطان کو سر جھٹکتے ہوئے دیکھ کر شوخی سے کہا تو وہ دونوں بھی
بات کی گہرائی تک پہنچتے سر کو ہلا گئے تھے۔

میں "Living Room" اس وقت وہ سب شہر کے مشہور کلب
کافی لاپرواہ حلیے میں بیٹھے ہوئے تھے۔لوز شرٹس پہنے اوپری بٹن کھولے وہ
آج عیس علی ہمدانی کی لک سے میچ ہو رہے تھے۔
جبکہ سلطان رنگ میں کھڑا فائٹ کر رہا تھا۔اسکی آنکھوں کے رنگ کی وجہ
سے لڑکیاں اسے بلو بوائے پکار رہیں تھیں۔

محسوس ہو رہا ہے کہ خان صاحب کی طلب پوری نہیں ہوئی تو انکو کافی غصہ

آنے لگا ہے۔۔

عیس سلطان کو مخلاف پر بے دردی سے وار کرتے دیکھ کر معنی خیزی سے بولا تو وہ دونوں آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسے باز رہنے کا اشارہ کرنے لگے۔آج پورے اک ہفتے سے وہ مینشن نہیں گئے تھے۔اس پورا ہفتہ وہ چاروں بیویوں سے دور رہنے کی وجہ سے اک دوسرے کو تڑپانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے تھے۔

وہ سب پچھلے تین گھنٹوں سے یہاں موجود تھے۔اور ان تین گھنٹوں میں سلطان کی یہ دوسری فائٹ تھی۔ مطلوبہ شخص کو یہاں آتے دیکھ کر وہ تینوں سلطان کو اشارہ کرتے اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔

ان تینوں کی جانب سے سگنل ملتے دیکھ کر سلطان نے گھوم کر مخلاف کے گٹھنے پر ٹانگ مارتے اسے نیچے گرایا تھا۔اسکے گرتے ہی سلطان نے کہنی اسکے پیٹ پر مارتے ہوئے اسے شدید درد میں مبتلا کیا تو وہ اک دم سے بے

ہوش ہوتے بے جان ہو گیا تھا۔ جس پر سلطان نے اک آخری زوردار اسے ٹھوکر مارتے ہوئے اسے رنگ سے باہر پھینک دیا۔

سلطان کی دوسری بار پھر جیتنے پر لڑکیاں پاگل ہوتے چلانا شروع ہو گئیں تھیں۔ لڑکیوں کو چلاتے دیکھ کر سلطان اک ناگوار نظر ان پر ڈال کر اپنے ساتھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ جو اسے اپنی جانب آتے دیکھ کر کھڑے ہو حکے تھے۔

سنی نے سلطان کی طرف اسکی بلیک شرٹ اچھالی تو وہ اک ہاتھ سے کیچ کرتا شرٹ پہننے لگا تھا۔

اگر خانم بھابھی کو پتہ لگ جائے نہ کہ انکے خان نے اپنی حسین باڈی کا نظارہ یہاں کئی لڑکیوں کو کروایا ہے۔ تو سوچو ہمارے خان صاحب کا کیا ہو گا۔۔

عیس سلطان کے مضبوط کسرتی بدن کو دیکھ کر مسخرے پن سے بولا تو سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نے اپنی جھلک دیکھائی تھی۔

سالوں اپنا کیوں بھول رہے ہو۔۔۔

سلطان نے انکو گزشتہ پورے ہفتے کا یاد دلانا چاہا تو وہ سب ناک چڑھا گئے تھے۔اس پورے ہفتے میں وہ چاروں مختلف کلبز میں فائٹنگ کرتے رہے تھے۔

اک دوسرے کو چھیڑتے ہوئے وہ کلب سے باہر نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے تاکہ فلیٹ جا سکیں۔

لائٹ بلو کلر کے تھری پیس سوٹ میں وہاج علی صدیقی آنکھوں میں حد

درجہِ سنجیدگی لیے کسی غیر مرئی نقطے پر غور کر رہا تھا۔
اک مہینہ گزر جانے کے بعد بھی وہ اس پر رونق رات کے شور سے نہیں نکل پایا تھا۔
ڈارک ریڈ کلر کے لہنگے میں وہ مکمل طور پر چھپی ہوئی تھی۔ بے شک اسے چھپے ہوئے ہی ہونا چاہئے تھا۔

وہاج علی نے بے اختیار سوچا تو علیزے خان کا بے پناہ حسن یاد کرتے وہ اس بات میں حامی بھر گیا کہ اس خوبصورت مورت پر پردہ واجب ہے۔
لیکن اگلے ہی پل اسکا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ کیونکہ اپنے خیالوں کے پردے میں وہاج علی کو اس پری کے گرد اک سرد تاثرات لیے نیلی آنکھوں والا وہ حسین شہزادہ نظر آیا تھا۔

یہ منظر دیکھتے ہی وہاج علی صدیقی کو اپنے پورے جسم پر یک دم کپکپی طاری

ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔اور یہ کپکپاہٹ محبت کے چھن جانے کی تھی۔

بے اختیار اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے اندر گہری سانس کھینچی تو اسکی دائیں آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر اسکی بیرڈ میں جذب ہو گیا تھا۔

جس پر وہ ساکت ہوتا آنکھوں کھول کر چیئر سے کھڑا ہو گیا۔اپنے احساسات کی نفی کرتا اس نے جلدی سے گلے میں بندھی ٹائی کو نکال کر شرٹ کے اوپری بٹن کھولتے ہوئے گہرے سانس لینے کی کوشش کی تھی۔جبکہ اک ہاتھ مسلسل سینے پر رب کر رہا تھا۔

پر وہاج کو اپنے اندر لاوا پھٹتا محسوس ہونے لگا تھا۔اسکا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر پوری دنیا کو بتائے کہ وہ محبت کو پانے سے پہلے ہی ہار چکا ہے۔ وہ دنیا کو بتانا چاہتا تھا۔کہ ڈارک ورلڈ کا بے تاج بادشاہ بری طرح سے

شکست کھا چکا ہے۔

ڈارک بلو آنکھیں خون چھلکانے لگیں تو وہ تیزی سے کھڑا ہوتا آفس سے باہر نکل کر لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔ اسے اس سارے ماحول سے وحشت سی محسوس ہونے لگی تھی۔

آفس کے پورے سٹاف نے اس حسین مرد کو دیکھ کر سانس روک لیا تھا۔ لائٹ بلو کلر کا تھری پیس سوٹ اسکی ڈارک بلو آنکھوں کے ساتھ کافی جچ رہا تھا۔ سفید پیشانی اس وقت پسینے سے بھیگ چکی تھی۔ جبکہ آنکھوں میں اس وقت خون اترا ہوا تھا۔۔اپنی کیفیت پر قابو پاتے وہاج آنکھوں پر سن گلاسز لگاتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں اتر کر پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

گاڑی چلاتے ہوئے اسکی آنکھوں کے سامنے بار بار وہ منظر آرہا تھا۔جب علیزے خان کے مومی مجسمے کو سلطان احمد خان نے پورے حق سے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں گود میں اٹھا کر اپنی گاڑی میں بٹھایا تھا۔ اور یہ رات انکی برات کی رات تھی۔جب رخصتی کا ماحول خراب کرتے سب سے پہلے سنان مصطفیٰ کاظمی نے اپنی بیوی کو اٹھا کر گاڑی میں غائب کیا تو اسکی دیکھا دیکھی وہ تینوں بھی اپنی بیویوں کو اٹھا گئے تھے۔کیونکہ اپنی بیویوں کے بلاوجہ رونے کو وہ لوگ افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر اس رات وہاج علی صدیقی اپنے پورے وجود سمیت زمین بوس ہو گیا تھا۔

علیزے خان کی انفارمیشن جب وہاج علی صدیقی کو ملی تو علیزے خان کے شادی شدہ ہونے کا سن کر وہ بے یقین ہوا تھا۔جبکہ اسکے چھوٹے بھائی نے اس سے یہ بات چھپائی تھی۔کہ اسکی محبت پہلے سے ہی شادی شدہ ہے۔

گیا تو وہاں banquet اپنے بے چین دل کا قتل کرنے کے لیے جب وہ کی روشنیوں کو دیکھ کر اسکا دل اندر تک سیاہ پر گیا تھا۔ لیکن پھر بھی ناچاہتے ہوئے چہرے پر ماسک لگائے وہ گاڑی میں بیٹھا رہا تھا۔ اور یہ ہی اس نے سب سے بڑی غلطی کی تھی۔ وہ زندگی میں پہلی بار بنا کسی پروٹوکول کے ایسے گاڑی لے کر نکلا تھا۔

کے دروازے پر پہنچا Banquet اسد جب چاروں دلہنوں کو لے کر تھا۔ تو شدید گھبراہٹ کی وجہ سے اتنی اونچی ہیلز میں علیزے خان لڑکھڑانے لگی تھی۔ علیزے کو گرتے دیکھ کر اسد نے بروقت آگے ہوتے جلدی سے اس کو سہارا دیتے تھام لیا تھا۔

گرنے کے خوف سے جہاں علیزے کا سانس رکا تھا۔ وہیں اپنے بھیا کے

حوصلہ دینے پر جب اس نے لہنگا اٹھا کر قدم اٹھانے کی کوشش کی۔
تو وہاج علی صدیقی جہاں اسکے لڑکھڑانے پر مچلا تھا۔ وہیں اسکے سفید گلابی نازک پیروں کو مہندی کے رنگوں سے سجے دیکھ کر سٹل پڑا تھا۔ بے اختیار اسکے دل نے گواہی دی تھی۔ کہ اس نے اتنے خوبصورت پاؤں آج تک نہیں دیکھے۔

مزید اس کے دل پر یہ ظلم تب ہوا۔ جب علیزے کا بناؤ سنگھار دیکھ کر اسکا سانس رکنے لگا تھا۔ اسکے پیروں کی انگلیوں میں پہنی چھوٹی چھوٹی رنگز دیکھ (SK) کر وہ حیرت انگیزی میں غرق ہوتا چلا گیا تھا۔ وہ تو پورا پورا اس سلطان خان کے لئے سجی ہوئی تھی۔ تو پھر زبردستی بھی کیسے علیزے خان کو اس انسان سے چھین سکتا تھا۔

لیکن وہاج علی صدیقی یہ بات بھول رہا تھا۔ کہ جس علیزے کے عشق میں وہ گرفتار ہو رہا ہے۔ وہ علیزے تو "علیزے خان" سلطان احمد خان کو ملنے

کے بعد بنی ہے۔
یہ سلطان احمد خان کی غیر مشروط محبت ہی تھی۔ جس نے "علیزے ابراہیم" کو علیزے خان میں بدل دیا تھا۔

وہ خوبصورت ضرور تھی۔ لیکن سلطان احمد خان کی انگنت محبّتوں نے اس کے حسن کو چمک میں بدل دیا تھا۔
وہاج علی صدیقی اس بات سے بے خبر تھا۔ کہ علیزے خان کو وہ جس نام سے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ حوالہ کردہ نام بھی اسکا اپنا نہیں ہے۔ علیزے کو خانم کے رتبے پر سلطان احمد نے پہنچایا تھا۔ اپنے سر نیم کو سلطان نے پورے وثوق سے علیزے کے نام کے آگے جوڑ دیا تھا۔ آج جب کوئی علیزے کو علیزے خان کے نام سے مخاطب کرتا تھا۔ تو علیزے اک مغرور بھری نظر سے آنکھیں اٹھا کر سامنے والے کو دیکھتی تھی۔

وہ حسین مورت صرف سلطان احمد خان کا لازوال عشق تھی۔ وہ عشق جس کی وجہ سے وہ روز اپنے یاروں سے رسوا ہوتا رہتا ہے۔

وہاج علی صدیقی کتنا بھی حسین کیوں نہ ہوتا لیکن سلطان احمد خان کی چمک کے آگے وہ پھر بھی ماند پڑتا تھا۔

لڑکیوں کچھ خدا کا خوف کرو کب تک اس موئے ٹی وی کے آگے بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے۔ نئی نویلی دلہنیں ہو کم از کم تھوڑا سا تیار ہو کر رہا کرو۔۔

رات کے ایک بجے شاہدہ بیگم تھیٹر میں داخل ہوئیں تو ان سب کو کوئی پرنسس موووی دیکھنے میں غرق دیکھ کر وہ حیران ہو گئیں۔ وہ شام سے یہاں گھسی ہوئی تھیں۔

شاہدہ بیگم کو یہاں آتے دیکھ کر مشعل نے جلدی سے اپنا برگر چھپایا تھا۔ کلثوم بیگم اسے جتنا باہر کی چیزیں کھانے سے روکتی تھیں۔ مشعل کا اتنا ہی فاسٹ فوڈ کھانے کو جی للچانے لگتا تھا۔

اماں تیار ہو کر ہم کس کو دیکھائے۔ ہماری تیاری دیکھ کر صرف دیواریں ہی پگھل سکتیں ہیں، باقی مجھے تو یہاں پگھلنے والا کوئی اور نظر نہیں آرہا۔

منیزے نے سکرین پر نظریں جماتے ہوئے بے نیازی سے جواب دیا تھا۔

علیزے ایرہ کے کندھے پر سر رکھے اداس چہرے کے ساتھ مووی دیکھ رہی تھی۔ وہ سب ہی اداس تھیں۔ لیکن منیزے تو جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گئی تھی۔

لیز واور مشوا ٹھو تم دونوں کو کمرے میں پہنچا کر آؤں پھر میں شاور لے کر تم لوگوں کے پاس ہی آکر سو جاؤں گی۔

منیزے نے کھڑے ہوتے ان دونوں کو اشارہ کرتے اٹھایا تو مشعل نے چپکے سے اسے اپنا بر گر پکڑا دیا تاکہ شاہدہ بیگم کی اس پر نظر نہ پڑے۔
ایرہ شاہدہ بیگم کو انکا پسندیدہ ڈرامہ لگا کر دینے لگی تو منیزے ان دونوں کا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے وہ سب اک ساتھ ہی سو رہیں تھیں۔

ایرہ نے شاہدہ بیگم کا ڈرامہ پلے کیا تو وہ پر سکون سی لیٹ کر اشتیاق سے ڈرامہ دیکھنے لگیں تھیں۔ایرہ انکو دیکھ کر ہنستے ہوئے باہر نکل کر مشوا اور علیزے کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ ان سب کو ڈانٹ رہیں تھیں۔اور اب خود ہی مگن ہو کر دیکھنے لگیں تھیں۔

منیزے انکو کمرے میں لٹا کر اپنے کمرے میں آئی تاکہ شاور لے سکے۔
اسے اپنے اعصاب پر تھکن سی سوار ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

اپنا نائٹ سوٹ اتار کر باتھ ٹب میں بیٹھ کر دیوار کے ساتھ سر ٹکاتے ہوئے اسے بے اختیار ریسپشن کی صبح کا شاور رومینس یاد آیا تو دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اس ستمگر کو یاد کرنے لگی۔ جو پتہ نہیں کتنے دنوں سے کہاں چلا گیا تھا۔

اسے آنکھیں بند کیے ابھی کچھ سیکنڈز ہی گزرے تھے۔۔ جب باتھ روم کی لائٹ اچانک سے بند ہوئی تھی۔ منیزے نے چونکتے ہوئے آنکھیں کھول کر دیکھا تو کمرے میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنتے وہ خوفزدہ ہو گئی۔ باتھ روم کا ڈور لاک کرنا بھی اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی کو بلاپاتی مخصوص خوشبو اسکی ناک کی نتھنوں س سے ٹکرائی تو منیزے چونکتے ہوئے پانی کے اندر سے زور سے ہاتھوں کو مٹھیوں میں بھینچ گئی تھی۔

اندر داخل ہوتا ہیولا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اسکے قریب آیا تو منیزے کونے میں جا گھسی تھی۔

ضرار نے اندھیرے میں مسکراتے ہوئے اچانک اسکی گردن میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے منیزے کو اپنی جانب کھینچتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے تو منیزے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ڈور گئی تھی۔

جبکہ ضرار کی بے رحم گرفت پر منیزے نے پیچھے ہٹنے کے لیے مزاحمت کی تو ضرار شدت سے اسکے ہونٹوں پر دانت گاڑ گیا۔ منیزے کی کلائیوں کو اوپر اپنے ہاتھ میں قید کرتے ضرار اسکے پیچھے باتھ ٹب میں بیٹھا تو منیزے اسکے شرٹ لیس سینے کو اپنی پشت کے ساتھ لگتے محسوس کر کے مچلنے لگی۔ منیزے ضرار کے آگے بیٹھی ہوئی تھی۔۔

جبکہ ضرار اسکا چہرہ اپنی جانب موڑتے ہوئے اسکے ہونٹوں سے اسکی سانسیں کھینچتے جا رہا تھا۔اور دوسرا ہاتھ اسکی بھیگی ڈھرکنوں کو محسوس

کرنے میں لگا تھا۔

ابھی اتنی مزاحمت نہیں کروسائیں کی جان صرف کچھ دیر کے لئے تمہارے بدن سے سیراب ہونے آیا ہوں۔ یہ مزاحمتیں اور بندشیں آئندہ کے لیے بچا کر رکھ لو ابھی مجھے اپنے اس خوبصورت سراپے کو محسوس کرنے دو بس۔۔

ضرار نے اسکی کان کی لوح پر کاٹتے ہوئے سرد لہجے میں سرگوشی کی تو منیزے اسکا خمار زدہ کہنا محسوس کرتے کانپ گئی تھی۔ اسکا مزاحمت کرتا وجود بھی تھم گیا تھا۔

کمرے میں اور باتھروم میں اس وقت مکمل اندھیرا تھا۔ ضرار کھڑکی سے کمرے میں کود کر شرٹ اور بیلٹ نکال کر باتھروم میں داخل ہوا تھا۔ جہاں وہ حسین مجسمہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

ی۔یہ۔۔اندھیرا۔۔کک۔کیوں کیا ہے۔۔

منیزے نے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے کانپتے لہجے میں پوچھا تو وہ اندھیرے میں مسکرا دیا۔

ضرار نے اپنی پینٹ نکال کر فرش پر پھینکی تو منیزے بے قراری سے اسے تھام گئی تھی۔اتنے دنوں بعد اگر وہ آیا بھی تو صرف اسکی جان لبوں پر لانے کے لیے آیا تھا۔

نم آنکھوں سے وہ اسکے کندھے پر دانت گاڑ گئی جس پر ضرار نے اک جھٹکے میں اسکا رخ بدلتے ہوئے اسکا رخ اپنی جانب موڑا تھا۔ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے ضرار نے اسکے بالوں کو اک کندھے پر شفٹ کیا اور ساتھ ہی اسکو تھائیز سے پکڑ کر اپنے نزدیک ترین کیا تھا۔جس پر منیزے کانوں کی

لوح تک سرخ پڑتی آنکھیں پھیلا گئی۔

منیزے کی ٹانگوں کو کمر پر لاک کرتے ضرار اسے گود میں اٹھائے باتھ ٹب سے نکلتے شاور کے نیچے آیا۔

بہتے پانی کے نیچے اپنی طلب پوری کرنا ضرار کا پسندیدہ کام ہو گیا تھا۔ شرم سے بھاری ہوتی پلکیں بھی وہ اٹھا نہیں پا رہی تھی۔ جبکہ اس سیاہ اندھیرے میں اس خطرناک قربت پر وہ لرزنے لگی تھی۔

شاور کے پانی کو اپنے اوپر گرتے محسوس کر کے وہ سر کو ہلانے لگی تھی۔

جب اچانک ضرار رخ بدل کر اسکو دیوار کے ساتھ لگاتے اسکی دائیں تھائی کو زرا سا اوپر اٹھا کر اسکے اندر داخل ہوا تو منیزے کے ہونٹوں سے چیخ بلند ہوئی تھی۔

اک ہفتے بعد وہ اسکے قریب آیا تو منیزے کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو

رہی تھی۔ جبکہ ضرار مدہوش ہوتے اسکی ٹانگوں کو مضبوطی سے اپنی کمر پر لاک کرتے گود میں اٹھائے شاور تلے اپنی شدتوں کا آغاز کر گیا تھا۔

یہ اندھیرا اس لئے کیا تھا۔تاکہ تمہارے حسین بدن کے خوبصورت لال تل دیکھ کر میں تم پر شدتیں نچھاور کرتے صبح کا اجالہ نہ کر دوں۔
ضرار نے اسکی گردن پر کاٹتے ہوئے اندھیر کرنے کی وجہ بتائی تو بدلے میں منیزے اسکی گال پر کاٹنے لگی تھی۔

جبکہ ضرار اسکے ہونٹوں کو گرفت میں لیتا اسکی زبان کے ساتھ کھیلتے ہوئے اپنی شدتوں سے اسے بوکھلاتا چلا گیا تھا۔

وہ چاروں بائیک رائڈ نگ کر کے واپس فلیٹ میں داخل ہوئے تھے۔ جہاں ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

رات کے تین بج رہے تھے۔ لاونج میں وہ چاروں صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کہ اچانک سلطان کی واچ میں بیل ہوئی تو وہ چونکتے ہوئے آنکھیں کھول گیا۔

واچ پر نوٹیفکیشن کو دیکھتے ہوئے سلطان نے سامنے ٹیبل پڑے لیپ ٹاپ کو ان کیا تو وہاں پر آئی انفارمیشن کو پڑھ کر وہ ہونٹ بھینچ گیا تھا۔

کیا ہوا خان۔۔

ضرار نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ دونوں بھی انکی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

میرال نے وہاج صدیقی کے بارے میں انفارمیشن میل کی ہے۔ سلطان

نے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔اسکی بلو آنکھوں میں بے اختیار سرخی ابھری تو وہ تینوں بھرپور twilight توجہ سے اس پر نظریں جما گئے۔سلطان کی نیلی آنکھوں میں وحشت سی دیکھ کر وہ اک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔

کیا انفارمیشن آئی ہے۔۔

ضرار کی سبز سرمئی آنکھوں میں سوال ابھرا تو وہ پوچھ گیا۔

ضرار کے سوال پر سلطان نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے انکو دیکھا اور بولنا شروع ہوا۔

وہاج علی صدیقی صرف اسلحے کی سمگلنگ کے کام میں ملوث ہے۔اسکا سارا بزنس اسکی اپنی محنت کا پھل ہے۔باکسنگ کا اسے بچپن سے شوق ہے۔ صرف اسی لئے وہ غیر قانونی ہونے والی فائٹس میں بھی نظر آتا ہے۔۔یا

پھر کبھی کبھار اکثر فائٹرز پر انویسٹ کر کے گیم کھیل لیتا ہے۔اس کے علاوہ وہ کسی دوسرے غیر قانونی اور ذلت بھرے کام میں ملوث نہیں ہے۔۔

سلطان نے بھرپور ٹھہرے لہجے میں اک اک لفظ بتایا تو عیس سر ہلا گیا تھا۔ جیسے اسے یہ سن کر افسوس ہوا ہو۔۔

لیکن منہاج علی کی کنڈلی تو اسکے بڑے بھائی سے مکمل طور پر مختلف ہے۔۔

سنی نے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے سوال کیا تھا۔

وہ اس لئے مختلف ہے۔کیونکہ وہاج علی خود کچھ عرصہ بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر رہا ہے۔وہ جب تک یہاں پر تھا۔ منہاج علی اسکے کنٹرول میں تھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں نہ کہ کچھ کتوں کو باندھ کر رکھنا پڑتا ہے۔تاکہ وہ اپنی اوقات سے آگے نہ بھر جائیں۔ منہاج علی کی بھی مثال کچھ ایسی ہے۔وہ جب تک اپنے بڑے بھائی کی نظروں میں رہا ہے۔تب تک وہ پھر بھی

انسان بنارہاہے۔
لیکن وہاج علی صدیقی کے منظر سے غائب ہوتے ہی منہاج کی اصل فطرت کھلنے لگی تھی۔اور کچھ اسکوشہہ دینے والی وہ گنجی عورت تھی۔جو اک مینہہ پہلے اپنے انجام کو پہنچ گئی ہے۔
ضرار نے پانی پیتے ہوئے بے نیازی سے سنی کو اسکے سوال کا جواب دیا۔

کچھ معاملہ سمجھ میں نہیں میں آرہاخان، کیوں کہ ہم آج تک ان دونوں بھائیوں کواک ہی کیٹیگری میں رکھتے آئے ہیں۔تاکہ ہمارا کام آسان ہو جائے۔پراب یہاں رائتہ پھیلتا ہوا محسوس ہورہاہے۔
عیس نے الجھتے ہوئے کہاتو سلطان کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اور پھر وہاج علی صدیقی لڑکیوں میں بھی انوالورہاہے۔ہم اسکواچھا سمجھیں

کہ برا۔۔

سنی نے بھی الجھن سے دوسرا سوال کیا تھا۔۔

وہاج علی ریپیسٹ نہیں ہے۔ بلکہ آج تک اس نے جتنی بھی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارا ہے وہ لڑکیاں خود اسکی طرف بڑھیں ہیں۔ کسی اک کے ساتھ بھی زبردستی نہیں کی گئی۔

اب کچھ عرصے سے وہ اس کام سے بھی دور ہو گیا ہے۔

جبکہ اگر منہاج کے بارے میں بات کی جائے جو لڑکیاں سمگلنگ کے کام میں بری طرح ملوث ہوتا جا رہا ہے۔ نتاشہ کی گمشدگی کے بعد وہ اپنی گینگ کا بوس بن چکا ہے۔

لڑکیوں کو ہوسٹل سے اغوا کروا کے بیرون ممالک میں بیچنا اسکا پیشہ بن چکا

ہے۔اسکے علاؤہ وہ ریپیسٹ بھی ہے۔

لیکن مہناج علی اپنے چھوٹے بھائی کی اس ساری خصوصیات سے ابھی تک بے خبر ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو باپ بن کر پالا ہے۔اور اک باپ کی طرح ہی اسکی ضدیں پوری کرتے اسکو بس اچھی زندگی دینے کی کوشش کی ہے۔پر مہناج اسکے ہاتھوں سے اب نکل کر موت کی طرف جاچکا ہے۔

وہاج علی اپنے چھوٹے بھائی سے جنون کی حد تک محبت کرتا ہے۔۔

جس رات ہوٹل میں ہم پر حملہ ہوا تھا۔۔وہ سازش نتاشہ اور منہاج کی تھی۔وہاج علی کو جب اس بارے میں پتہ چلا تو وہ فوراً اپنے بھائی کو بچانے کے لیے آن پہنچا تھا۔کیونکہ بلیک گینگ کے نام سے وہ بھی اب واقف ہو چکا ہے۔۔

سلطان نے مزید ڈیٹیل بتاتے ہوئے سگریٹ سلگایا تھا۔

یہ تیری گردن پر لو بائٹ کا نشان کیسے آیا ہے۔۔ صبح تک تو یہ میدان بلکل صاف ستھرا تھا۔۔

سنی جو کہ اچانک کچھ بولنے لگا تھا۔اسکی نظر ضرار کی گردن کے سرخ نشان پر پڑی تو حیرانی سے پوچھنے لگا تھا۔

جبکہ عیس نے بھی آنکھیں سکیڑتے ہوئے اسکی گردن پر انکھیں جمائیں تو ضرار نا محسوس انداز میں شرٹ کے کالر سے گردن کور کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

سالے بے غیرت یہ جو تو تھوڑی دیر پہلے دو گھنٹوں کے لیے غائب ہوا تھا۔ تو اسکا مطلب ہے تو مینشن گیا ہوا تھا نہ۔۔

عیس دانت پیستے ہوئے ضرار کو گھورتے ہوئے بولا تو ضرار کی گرین گرے آنکھیں ("this color is shade of grey color) مسکرائیں تھیں۔ جبکہ ضرار نے چہرے کے تاثرات سنجیدہ ہی رکھے

تھے۔۔ سنی بھی اپنی تیکھی گولڈن آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

مجھے نہیں پتہ میں بھی بیوی کے پاس جانا ہے۔۔
عیس نے منہ بناتے ہوئے جھنجھلا کر اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہ افسوس سے اسے دیکھنے لگے۔

تجھے زرا شرم نہیں آتی ہو گی نہ اک اتنی چھوٹی لڑکی کو ماں بناتے ہوئے۔۔
سلطان نے مشعل کی خراب حالت یاد کرتے اسے شرم دلانا چاہی تو وہ ناک منہ چڑھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔

مجھے کیوں کوس رہے ہو شرم تو حسن صاحب کو آنی چاہیے تھی نہ جنہوں نے مجھے چھوٹی سی لڑکی تھمائی ہے۔دس سال کی عمر میں نکاح انہوں نے ہی کروایا تھا۔اب اگر اتنے سال گزرنے کے بعد بھی اگر وہ چھوٹی رہ گئی ہے تو

اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔

عیس ہاتھ جھلاتے ہوئے مشعل کے نازک وجود کو یاد کرتے معنی خیزی سے بولا تو نہ چاہتے ہوئے ان تینوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

سالہ ٹھرکی روح والا کمینہ عورت، لگتا ہے اسکو لمبی عورت چاہیئے تو پھر یاروں کیا خیال ہے اسکو اس گنجی عورت کی قبر کے پاس چھوڑ کر آئیں۔۔

سنان نے ہنستے ہوئے اسے ہمیشہ والے لقب سے نوازا اور ساتھ نتاشہ کا یاد دلانا چاہا تھا۔سنان کی بکواس پر عیس اسکی طرف کشن اچھال گیا۔ عورت اس لئے کہا گیا تھا۔ کیونکہ عیس کے لمبے بال پہلے سے بھی زیادہ لمبے ہو گئے تھے۔ جن کو اس نے ٹائیٹ پونی میں قید کیا ہوا تھا۔

ہاں سالوں اک میں ہی ٹھرکی روح والا ہوں تم لوگ تو سب کرنے سے

پہلے ہی غسل کر کے اپنی اپنی روح کو پاک کر لیتے ہو۔اسی لئے بعد میں غسل کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی۔۔

عیس جلے کٹے انداز میں واپس اسکی طرف کشن اچھالتے ہوئے بولا تو لاونج میں ان تینوں کا قہقہ گونج اٹھا تھا۔ان کو ہنستے دیکھ کر عیس خفگی سے منہ بنا گیا۔

کمینوں مجھے تم دونوں سناتے ہو زرا اسکو بھی دیکھو، آری بھابھی کونسا ایفا ٹاور جتنی لمبی ہیں۔۔عیس سنی کی طرف اشارہ کرتے بولا تو سنی ایرہ کی مدہوشی یاد کرتے مغرور ہوتے صوفے سے ٹیک لگا گیا تھا۔جبکہ خوبرو چہرے پر اک الگ ہی چمک پیدا نمودار ہو گئی تھی۔۔

میری فکر نہیں کرو میرے والی بہت مست ہے۔وہ آسانی سے مدہوش ہوتے مجھے جھیل لیتی ہے۔اسکا مطلب ہے اس میں ہمت کی نہیں بس قد

کی کمی ہے۔۔

سنی عیس کے اشارہ کرنے پر مسرور ہوتے معنی خیزی سے بولا تو عیس کا چہرہ دیکھ کر سلطان اور ضرار کا پھر چھت پھاڑ قہقہہ نکلا تھا۔ جبکہ عیس کا کھلا منہ دیکھنے والا تھا۔۔

سالے تو میرا اک کام نہیں کر سکتا کیا۔۔۔ یہ زرا آری بھابی سے انکی خوراک تو پوچھ کیونکہ تیری اور میرے والی میں بس انیس، بیس کا ہی فرق ہے۔ لیکن میرے والی پہلے خود پاس بلاتی ہے پھر چینخیں مارتے ہوئے دور بھی کر دیتی ہے۔اس سارے پروسس میں اپن سالے کی بینڈ بج جاتی ہے۔اب اپن جاگتے ہوئے جذبات دیکھائے یا پھر ہمدردی۔۔

عیس منت کرنے والے انداز میں سنی سے مخاطب ہوا تو اسکی بے شرمی پر جہاں ان تینوں کا منہ کھلا تھا۔ وہیں وہ اسکی حالت پر قہقہے لگاتے ہوئے اسے دبوچ گئے تھے۔۔ یہ سالہ اک الگ ہی قسم کا انسان تھا۔ جس میں شرم

بلکل ناپید ہو چکی تھی۔

منیزے چپکے سے ان تینوں کے کمرے میں داخل ہوئی جہاں وہ تینوں اک دوسرے پر بازو رکھتے سو گئیں تھیں۔ مشعل تو باقاعدہ علیزے کو ہگ کیے سو رہی تھی۔ منیزے گرین نائٹ سوٹ میں آہستہ سے بیڈ پر بیٹھی تو سب کو سوتے دیکھ کر شکر بھری سانس خارج کر گئی تھی۔ جبکہ ایرہ اسکی موجودگی محسوس کرتے آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی

جلدی واپس نہیں آگئی تم میڈم۔۔۔

ایرہ نے منیزے کو اچانک مخاطب کرتے طنزیہ انداز میں پوچھا تو منیزے جو ضرار کے آگ جیسے لمس کو محسوس کرتے کھوئی گئی تھی۔ایرہ کے اچانک بلانے پر ڈر کے مارے اپنی جگہ سے اچھلی۔

کیاہوا ایسے بوکھلائی ہوئی کیوں ہو۔۔

منیزے کے ڈرنے پر ایرہ ان دونوں پر نظر ڈال کر فکر مندی سے اٹھتے ہوئے پوچھنے لگی تھی کہ منیزے کی حالت دیکھ کر اسکے سارے الفاظ حلق میں ہی دم توڑتے چلے گئے تھے۔

منیزے کا چہرہ اس وقت انتہائی سرخ تھا۔وہیں گردن،بیوٹی بون اور کندھوں پر بے انتہا نشان تھے۔

ایرہ کے خود کو غور سے دیکھنے پر منیزے اپنی شرٹ ٹھیک کرتی ارد گرد نظریں دہرانے لگی تھی۔تاکہ وہ اسکے چہرے پر بکھرے ہوئے رنگ نہ دیکھ لے۔۔

زی۔۔یہ نشان۔۔۔کیا بھیا آئے تھے۔۔

ایرہ نے اسکے نشان دیکھتے ہوئے چھیڑتے ہوئے پوچھا تو منیزے شرم سے

سرخ پڑتی تکیہ اٹھا کر اسے مار گئی تھی۔

کمینی عورت پوچھ تو ایسے رہی ہو جیسے تیرے ساتھ یہ کبھی ہوا نہیں ہے نا۔۔

ایرہ کی معنی خیز نظروں کو دیکھتے وہ جھنجھلاہٹ سے بولی تو ایرہ کی بے اختیار ہنسی چھوٹی تھی۔

تو قسم لے لے پر اتنا وائلڈ رومینس نہیں کیا ابھی تک میں نے۔۔

ایرہ اسکی گردن کے گہرے نشان پر انگلی پھیرتے ہوئے جہاں معصومیت سے بولی تھی۔ وہیں منیزے باتھروم میں ضرار کی بے باکیوں کو یاد کرتے پھر لرز گئی تھی۔ ضرار پاشا نے اج اک سکینڈ کے لیے بھی اسے سانس نہیں لینے دی تھی۔ نہ ہی اسکے بدن کو اپنے جسم کے نیچے سے سرکنے دیا تھا۔

وہ شاور رو مینس کا اتنا دیوانہ ہوتا جا رہا تھا۔ کہ آج جب منیزے کھڑے رہتے رہتے تھک گئی۔ تو اسے باتھ روم کے فرش پر ہی وہ نیچے لٹا گیا تھا۔

اتنے گہرے اندھیرے میں ضرار کی شدتوں سمیت کمرے میں صرف منیزے کی سسکیوں میں التجائیں گونج رہیں تھیں۔ پر مجال ہوا گر ضرار پاشا نے اس پر زرا بھی رحم کیا ہو۔ بلکہ منیزے کی زبان سے بار بار اپنا نام سننے کے بعد وہ بھرپور طریقے سے اسکے وجود میں سرائیت کرنے لگتا تھا۔

بڑی حسرت ہو رہی ہے نہ تجھے اس وائلڈ رو مینس کی بھیا کو آنے دے تیری یہ خواہش ان تک پہنچاتی ہوں میں۔۔

منیزے اسے پیچھے دھکا دیتے ساتھ خود بھی لیٹ گئی تھی۔

کیونکہ علیزے اور مشعل اک ساتھ سو رہیں تھیں۔ اتنے بڑے بیڈ پر وہ چاروں آسانی سے سو جاتیں تھیں۔ یہ علیزے کا ہی بیڈ روم تھا۔ جہاں اج

کل وہ سو رہیں تھیں۔

منیزے نے ایرہ کے اوپر اپنی ٹانگ رکھی تو اسکی کپکپاہٹ محسوس کرتے ایرہ نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔

اتنا کیوں ڈر رہی ہو اب نہیں بھیا آئیں گئے سکون سے سو جاؤ۔۔

منیزے کے بدن کی کپکپاہٹ پر ایرہ نے اسکے کان پر جھکتے ہوئے جہاں فسوں خیز سرگوشی کی وہیں ایرہ کی اس حرکت پر منیزے نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں تھیں۔

منیزے کو آنکھیں بند کر کے گہرے سانس لیتے دیکھ کر ایرہ اسکی پتلی حالت پر پھر زور سے قہقہ لگا گئی۔ وہ جان بوجھ کر اسکے قریب آئی تھی تاکہ اسے چھیڑ سکے۔ اور کامیاب بھی ہوئی تھی۔

منیزے کی وارن کرتی آنکھوں کو دیکھتے ایرہ اچھے بچوں کی طرف ہونٹوں

پر انگلی رکھ کر آنکھیں بند کر گئی تھی۔

آج اتوار کا دن تھا۔ کچھ ضروری کام نبٹا کر وہ لوگ مینشن میں داخل ہوئے تو سب ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔۔اج لڑکیوں کو بھی یونیورسٹی سے چھٹی تھی۔

چھٹی ہونے کی وجہ سے سب لیٹ ہی ناشتہ کر رہے تھے۔ سب کو ناشتہ کرتے دیکھ کر اک ساتھ وہ سب ڈائنگ ٹیبل پر چلے آئے تو ان کو اچانک دیکھ کر جہاں انکی آنکھیں کھلیں تھیں وہیں مشعل کی آنکھیں تو پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔

بھیا میرے شوہر کو کہاں چھوڑ آئے ہیں۔۔

مشعل نے ٹوسٹ کی بائٹ لیتے ہوئے سلطان سے پھنسی ہوئی آواز میں پوچھا تو سب نے الجھن سے اسے دیکھا تھا۔ جبکہ عیس تو اپنے چوزے کے سوال پر اسکے قریب ہو گیا تھا۔۔تاکہ اسے اپنے شوہر کی نشان دہی ہو سکے۔ کہ وہ ادھر ہی موجود ہے۔ پھر وہ کیوں ایسا سوال کر رہی تھی۔

گڑیا یہ اونٹ تمہارے سامنے ہی تو کھڑا ہے۔۔

سنان نے ایرہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اسے بتایا لیکن مشعل کو کوئی تسلی نہیں ہوئی تھی۔

بھیا یہ تو کوئی ٹارزن ہیں میرے شوہر تھوڑی ہو سکتے ہیں ایسے۔۔

سرد سانس خارج کرتے مشعل عیس کے حلیے کو دیکھ کر جہاں آرام سے بول کر عیس کا چین و سکون برباد کر گئی تھی۔ وہیں اسکے اس جواب پر سب

سے زیادہ خوشی حسن صاحب اور مصطفیٰ کاظمی کو ہوئی تھی۔ مشعل کے جواب پر سب ہنس پڑے تھے۔

اب تو کچھ شرم کر لو اب تو بچی بھی تمہیں پہنچانے سے انکار کر رہی ہے۔ان بالوں کو کٹوا کر اپنی شیو کی ٹرمنگ کیوں نہیں کروا رہے۔۔

مصطفیٰ کاظمی نے عیس کے پہلے سے زیادہ بڑھے ہوئے بالوں کو دیکھ کر اسے لتاڑا تھا۔ جبکہ عیس تو مشعل کو نگلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ اسکی بے عزتی شروع کروا کے ریلیکس انداز میں ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

ضرار نے ٹیبل کے نیچے سے منیزے کا ہاتھ پکڑا تو ضرار کے ہاتھ کی گرمائش کو اپنے ہاتھ پر محسوس کرتے منیزے کو اپنے جسم میں کرنٹ دوڑتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ اسکا کل والا جنونی انداز ابھی تک بھول نہیں پائی تھی۔

جبکہ علیزے مسلسل سلطان کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایرہ کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھتے سنان کو فکر ہونے لگی تھی۔ لیکن سب کے سامنے وہ پوچھ نہیں پا رہا تھا۔

بچیوں کو گھورنے کی بجائے اب اگر تم لوگوں نے اپنی شکلیں دیکھانے کا شرف بخش ہی دیا ہے تو انسان بن کر سب ناشتہ کرو۔۔

حسن صاحب نے ان سب کو اک دوسرے کی جانب اشارے بازیاں کرتے دیکھ کر ٹوکتے ہوئے کہا تو سب شریف بنتے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کلثوم بیگم اور شاہدہ بیگم اپنی ہی باتوں میں مصروف تھیں۔

بابا ہمارہ ناشتہ ہو گیا ہے آج ہمارا مووی ڈے ہے تو ہم سب مل کر مووی دیکھنے لگیں ہیں۔۔اور پلیز ہمیں کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔

منیزے نے ان سب کو کھڑے ہونے کا اشارہ کرتے ضرار کو گھور کر چباتے ہوئے بتایا انداز خاصا جتاتا ہوا تھا۔

ٹھیک ہے میرے بچے آپ لوگ جاؤ اور اک بار دعا کر لینا شیطان سے پناہ کی پھر کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔۔

حسن صاحب نے پیار سے اسے جانے کی اجازت دیتے ہوئے ٹیبل پر نظر دہراتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا تو خود کو شیطان سنتے سنان اور عیس کے حلق میں جہاں لقمہ پھنسا تھا۔ وہیں ضرار اور سلطان ہاتھ کی مٹھی سے اپنی مسکراہٹ دبا گئے۔ اتنی اگنورنس انکو اک ہفتہ غائب رہنے کی وجہ سے مل رہی تھی۔

وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کر چلی گئیں جبکہ حسن صاحب کی بات پر مصطفیٰ کا ظمی زور سے ہنس دیے تو وہ سر جھٹک کر ناشتہ کرنے لگے تھے۔

مصطفیٰ میں نے کہا تھا نہ کہ شیطان کے شر سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہیے دیکھو ابھی ہم شاید پناہ مانگنا بھول گئے تھے اسی لئے بچیاں ٹھیک سے ناشتہ بھی نہیں کر پائیں اور اٹھ کر چلی گئیں ہیں۔

حسن نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے خاصی بے نیازی سے افسوسناک انداز میں کہا تو مصطفیٰ کاظمی لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے جواب میں گویا ہوئے تھے۔

جی بھائی صاحب آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میں آج ہی صدقے کے طور پر بکرہ قربان کرواتا ہوں۔۔

ان دونوں بزرگوں کی باتوں کے تیر گھوم پھر کر انکا سینہ، دماغ اور دل زخمی کر رہے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ چپ تھے۔ کیونکہ اتنی جلدی اٹھ کر جا بھی نہیں سکتے تھے۔ حسن صاحب چونکہ مصطفیٰ کاظمی سے عمر میں بڑے

تھے۔اسی لئے وہ سر براہی کرسی پر بیٹھے تھے۔۔اور انکے ساتھ ہی مصطفیٰ کاظمی براجمان تھے۔

ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو مصطفیٰ ایسا کرو جو بکرہ سب سے زیادہ کالا ہو گانہ اسکا صدقے کے طور پر دینا۔ہمارے گھر میں خاصی خطرناک بلائیں ہیں آسانی سے تھوڑی ٹلیں گئیں۔شدید کالا بکرا کھا کر ہی جان چھوڑ دیں۔۔
حسن صاحب مصنوعی سنجیدگی سے پھر ٹیبل پر نظر ڈال کر بولے تو اس بار مصطفیٰ کاظمی اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ پائے تھے۔جبکہ وہ چاروں کانٹے میں پھنسی مچھلیوں کی طرح بس اک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔نہ جان بچا کر بھاگ سکتے تھے اور نہ اتنے زہریلے تیر مزید سہنے کی سکت رہی تھی۔

کچھ خدا کا خوف کریں آپ لوگ کیوں بچوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے

ہیں اگر وہ آج گھر آ ہی گئے ہیں۔

شاہدہ بیگم اور کلثوم بیگم جو یہ سوچ کر انکی جانب متوجہ ہوئیں تھیں۔ کہ وہ لوگ کوئی ضروری بات کر رہے ہیں۔ انکی باتیں سن کر وہ دونوں نفی میں سر ہلا گئیں تھیں۔

اٹھو وہاں سے تم چاروں ادھر آ کر بیٹھو ہمارے پاس، غضب خدا کا بچوں کا ناشتہ ہی آپ لوگوں نے خراب کر دیا ہے۔

شاہدہ بیگم جہاں غصے سے انہیں پاس آنے کا بولا تھا وہیں اپنے شوہر کو گھوری سے بھی نواز دیا تھا۔

وہ چاروں معصوم شکلیں بنا کر اپنی ماؤں کی آغوش میں چلے آئے تو کلثوم بیگم اور شاہدہ بیگم انکو اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروانے لگیں۔

سلطان اور سنان شاہدہ بیگم کے پاس جبکہ ضرار اور عیس کلثوم بیگم کے پاس

بیٹھ گئے تھے۔

ڈارلنگ اتنے جلاد انسانوں کے ساتھ زندگی کیسے گزار رہیں ہیں۔
شاہدہ بیگم کے ہاتھ سے نوالہ کھاتے ہوئے سنی نے معصومیت سے آنکھیں ٹمٹما کر سوال پوچھا تھا۔

بلکل ویسے ہی گزار رہیں ہیں جیسے ہماری بچیاں تم گدھوں کے ساتھ رہ رہی ہیں۔
مصطفیٰ کاظمی نے گھورتے ہوئے اپنے گدھے کو جواب دیا تو سنی منہ بنا کر شاہدہ بیگم کو دیکھنے لگا۔ جو ہاتھ سے اسے یہ جلی کٹی باتیں نظر انداز کرنے کا اشارہ کر رہیں تھیں۔

آپ مرد حضرات ویسے بی جان کے ہی قابو آتے ہیں۔ مجال ہوا گر انکی

موجودگی میں آپ نے انکے پوتوں پر سخت نظر بھی ڈالی ہو کبھی۔

کلثوم بیگم نے ضرار کو کھلاتے ہوئے مصطفیٰ کاظمی کو جتاتے ہوئے انداز میں کہا تو وہ چاروں بی جان کے ذکر پر چوڑے ہو گئے تھے۔ بھلا انکی لیڈی باس ان پر کہاں کوئی اٹیک ہونے دیتی تھیں۔ان بڑوں کے ہر کڑوے تیر کو وہ انکی طرف ہی واپس موڑ دیتیں تھیں۔

مصطفیٰ یہ زرا پتہ تو کرو کہ شرم اور غیرت کی گولیاں کہاں ملتیں ہیں۔ کہیں سے لا کر انکی ماؤں کو دو تا کہ کل ان گدھوں کو ناشتہ کروانے کے ساتھ وہ کھلانا نہ بھولیں۔ شاید ایسے ہی کچھ سکون ہمیں بھی میسر ہو جائے۔۔

حسن صاحب اپنا آخری وار کرتے اپنی کرسی سے کھڑے ہوئے تو مصطفیٰ کاظمی فلک شگاف قہقہ لگا گئے تھے۔ جبکہ وہ نروٹھے پن سے اپنی ماؤں کو سچ میں دیکھنے لگے۔

کیا میں اتنا برا ہوں ماں۔۔انکے چہروں پر اس وقت بس یہ ہی لائن در جنظر آرہی تھی۔

خبر دار اگر تم لوگوں نے بچیوں کو تنگ کرنے کی کوشش کی تو پورا ہفتہ وہ تم لوگوں کی یہ منحوس شکلیں دیکھنے کے لیے اداس رہیں ہیں۔میں تو حیران ہوں ان کو تم جیسوں سے محبت ہو کیسے گئی ہے۔۔
مصطفیٰ صاحب بھی انکی عزت افزائی کرتے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے وارن کرتے چلے گئے تو پیچھے وہ سر جھٹک گئے تھے۔اب بھلا اپنی بیویوں کو ڈسٹرب نہ کرتے تو کیا ادھر بیٹھ کر چھم چھم کھیلتے۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ چاروں فریش ہونے چلے گئے تھے۔چونکہ اس

وقت سب ناشتہ کر رہے تھے۔۔اسی لئے وہ ڈائنگ ٹیبل پر آکر ساتھ بیٹھ گئے تھے۔

ناشتے سے فری ہونے کے بعد وہ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔انکے جانے بعد کلثوم بیگم اور شاہدہ بیگم ملازموں کے ساتھ مل برتن سمیٹ کر اپنے اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

موسم آج کافی اچھا تھا۔اسی لئے وہ دونوں مل کر باتیں کرتے ہوئے لاونج میں ہی ٹی وی کے آگے بیٹھ گئیں تھیں۔تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ایک کے بعد ایک کو لڑکیوں کے روم میں جاتے دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس پڑیں۔ وہ جانتیں تھیں کہ گھر میں رہتے ہوئے وہ اپنی بیویوں سے دور رہ ہی نہ لے۔۔

سنان تھیٹر روم میں داخل ہوا تو پہلے سے ان تینوں کو وہاں دیکھ کر مسکراہٹ دبا گیا تھا۔

وہ شاور لے کر چینج کر کے آرہا تھا۔اسی لئے اسکے گولڈن بال ابھی گیلے تھے۔۔یہاں پہنچنے کی جلدی میں اس نے بال ڈرائے کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

سنان گھوم کر ایرہ کی جانب آیا جو اک سائیڈ پر اکیلی بیٹھی تھی۔کیونکہ اسکی سہیلیوں کے ساتھ اب انکے شوہر براجمان ہو گئے تھے۔

ایرہ نے اک نظر سنی کو دیکھ کر محبت سے اپنا سر اسکے کندھے پر رکھا تو سنی اسکے اتنے شانت رویے پر الجھ گیا۔۔کیونکہ وہ بہت ڈل نظر آرہی تھی۔ اسے تو لگا تھا۔۔کہ اتنے دنوں بعد نظر آنے پر وہ اسے کچا چبا جائے گی۔

تم ٹھیک ہو نہ۔۔۔

سنی نے اسکے گولڈن بال سمیٹتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا تو وہ نم آنکھوں

سے ہاں میں سر ہلا گئی۔ جس پر وہ اسکو بازو کے گھیرے میں کر مزید کچھ کہہ پاتا جب عیس کی جھنجھلاہٹ بھری آواز اسے سکرین کی جانب متوجہ کر گئی۔

ابے یار یہ کیا موٹا سبز راکشس لگا کر دیکھ رہے ہو تم لوگ۔۔
عیس نے سکرین پر نظر آنے والے کارٹون کریکٹر کو دیکھ کر بے زاری سے کہا تو ضرار اور سلطان ضبط سے کندھے اچکا گئے تھے۔۔اپنی بیویوں کی وجہ سے وہ یہ فلم دیکھنے پر مجبور تھے۔

چپ کر کے فلم دیکھیں ویسے بھی آپ سے بڑا کوئی راکشس نہیں ہے یہاں پر۔۔یہ تو پھر بھی کیوٹ سا ہے۔۔
مشعل نے عیس کو غصے سے گھورتے ہوئے چپ رہنے کا اشارہ کیا تو عیس نے اچھنبے سے سکرین پر دیکھا۔ جہاں اسے وہ موٹا تازہ کارٹون کیوٹ لگ رہا

تھا۔۔ سبز رنگ کا وہ بدصورت کارٹون بھلا کہاں سے خوبصورت تھا۔
عیس نے بے اختیار اپنے دماغ میں سوچا تو اسکی شکل دیکھ کر وہ تینوں قہقہ لگا گئے۔

موی لگائی تھی۔ جو اک راکشس کی "sherk" منیزے نے آج سپیشل کہانی تھی۔ اس مووی کی خاص بات یہ تھی۔۔ کہ اس کہانی میں کسی شہزادی کے لئے شہزادہ نہیں بلکہ راکشس بنایا گیا تھا۔ جہاں وہ راکشس اس شہزادی کو اس اونچے ٹاور سے باہر نکالتا ہے۔ شہزادی جو کہ کسی جادو کا شکار ہونے کی وجہ سے شام ڈھلتے ہی بدصورت بن جاتی ہے۔ اس کہانی میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ کہانیوں میں جادو ہمیشہ بدصورتی کو خوبصورتی میں بدل دے۔ کبھی کبھار کچھ ظاہر بدصورتی آپکے حق میں اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بعد میں خوفزدہ کرنے والی خوبصورتی سے ہزار گنا بہتر ہوتی ہے۔

اسی طرح وہ شہزادی بھی راکشس سے محبت کر کے ہمیشہ کے لیے
بدصورت بننا منظور کرتی ہے۔۔ کیونکہ وہ جان چکی تھی۔ کہ اس راکشس
کی ظاہری بدصورتی کسی بھی شہزادے کی دلی بدصورتی سے ہزار گنا اچھی
ہے۔

لڑکیوں کو فلم میں گم دیکھ کر وہ چاروں اک دوسرے کو دیکھ گئے۔ وہ
چاروں اک ساتھ بیٹھے تھے۔ جبکہ انکی بیویاں انکی اپوزیٹ سائیڈ پر بیٹھ کر
غور سے مووی دیکھ رہیں تھیں۔ مووی روم میں اس وقت مکمل اندھیرا
چھایا ہوا تھا
سلطان نے علیزے کی سفید شرٹ کے اندر سے اسکے پیٹ پر چھیڑ خانی کی تو
علیزے اک دم سے ہڑبڑا کر اسے دیکھ گئی
لیکن سلطان بھرپور توجہ سے سکرین پر دیکھ رہا تھا۔ علیزے نے اسکا ہاتھ
پیچھے کرنے کی کوشش کی تو وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر سختی سے اسکی کمر پر

کاٹ گیا تھا۔ جس پر وہ ضبط کرتے اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں کو برداشت کرنے لگی۔

گولی مارو اس موٹے کو آؤ کمرے میں چل کر پیار کرتے ہیں۔

عیس نے مشعل کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا تو مشعل نے ناک چڑھا کر زرا سا اٹھتے ہوئے اچانک اسکے گال پر زور سے دانت گاڑ دیے تھے۔ جس پر عیس دھڑکتے دل کے ساتھ اسکی ڈھرکنوں کو مسل گیا۔

عیس کے ری ایکشن پر مشعل تیزی سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

تم کمرے میں چلو زرا پھر تمہیں بتاتا ہوں کہ کیسے کاٹتے ہیں اور کہاں کہاں پر کاٹتے ہیں۔۔

عیس اسکے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنے ہاتھ میں پھنساتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں بولا تو مشعل اسے زبان چڑا کر پاپ کارن کھانے لگی تھی۔

جبکہ ایرہ جسے اس وقت بے حد درد محسوس ہو رہا تھا وہ اچانک سنی کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے سسک پڑی تو سنان نے پریشان ہوتے اسکو دیکھا تھا۔

ائرہ۔۔ جاناں کیا ہوا کیوں رو رہی ہو میری پری۔۔

سنی نے اسکا چہرہ باہر نکالتے ہوئے بے چینی سے پوچھا تو بنا جواب دیے وہ اپنے آنسو صاف کر کے پھر اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ اسکے جواب نہ دینے پر سنان کو مزید پریشانی ہوئی تھی۔ ایرہ نے درد سے بے حال ہوتے جب سنان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیٹ پر رکھا۔

تو سنی ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ جو اسکے ہاتھ کو جکڑتے ہوئے ہونٹ بھینچتے ہوئے خود کو مشکل سے رونے سے باز کر رہی تھی۔

اک سکینڈ میں سنان کو سارا معاملہ سمجھ میں آیا تو وہ موبائل نکال کر کلثوم بیگم کو میسج کر گیا۔

ٹھیک دس منٹ بعد ملازمہ اسکی مطلوبہ چیزیں اسے دے کر گئی تو سنان بٹن پریس کرتے ایرہ کی سیٹ کو نیچے کر گیا۔ جس پر ایرہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

ایرہ کے پیٹ پر ہاتھ پیڈ رکھتے ہوئے سنی نے اسے کمبل اوڑھا کر اسکی بیک کمر کو کور کیا تو وہ حیرانی سے اسے دیکھ گئی۔ جو اسکے کمر اور ٹانگوں کو کمبل میں کور کر کے ہاٹ پیڈ اسکے پیٹ پر رکھ گیا تھا۔

ایرہ کی پھیلی نظروں کو دیکھتے ہوئے سنی نے اپنی سیٹ بھی اسکے برابر کر گیا تھا۔ ایرہ کو اپنے بازو پر لٹاتے ہوئے اس نے اسکا ماتھا اور بھیگی آنکھیں چومیں تو ایرہ نم آنکھوں سے اسکی شرٹ کو زور سے جکڑ گئی تھی۔ جبکہ اچانک ہی اسکو اپنی رگ رگ میں سکون اترتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

بے وقوف لڑکی جب ان دنوں اتنی تکلیف ہوتی ہے تو ایسے لاپرواہ بنی کیوں

بیٹھی تھی۔۔ماما کے پاس کیوں نہیں گئی۔انہیں بتایا کیوں نہیں، میں جب آیا تھا مجھے تب ہی کیوں نہیں بتایا کہ اتنا پین ہے تمہیں۔۔

سنی نے ایرہ کو سینے سے لگاتے ہوئے اسکی عقل پر ماتم کیا تو ایرہ شرم سے سرخ ہوئی تھی۔۔اج صبح ہی اسکے منتھ ڈے شروع ہوئے تھے۔اور اب درد سے وہ بے حال ہو گئی تھی۔

تمہیں کیسے پتہ چلا اسکا۔۔

ایرہ نے نظریں جھکاتے ہوئے شرم سے استفسار کیا تھا۔

تمہیں کیسے پتہ چلا اسکا۔۔

ایرہ نے نظریں جھکاتے ہوئے شرم سے استفسار کیا تھا۔

جب تم میرا ہاتھ اپنے اس چھوٹو سے پیٹ پر رکھ رہی تھی تبھی پتہ چل گیا

تھا مجھے۔۔۔

سنان نے اسکا ہاتھ چومتے ہوئے اسے جواب دیا تو ایرہ کے ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکان آگئی۔

ملازمہ ان سب کے لئے کافی لے کر آئی تھی۔ کافی کے مگ سنی نے اٹھا کر عیس کو پکڑائے تاکہ وہ آگے پاس کر دے۔۔ جبکہ عیس جو مگ پکڑنے کے لیے مڑا تھا۔ سنی کو سیٹ پر لیٹے دیکھ کر اسکے چہرے پر جہاں شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی وہیں ایرہ ہڑبڑا کر اٹھنے لگی تو سنی اسے پھر کھینچ کر بازو پر لٹا گیا اور ساتھ ہی عیس کو گھوری سے نوازا تھا۔ تو وہ ہنستے ہوئے پھر سامنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

سنی نے ریموٹ سے اے سی کی سپیڈ مزید تیز کرتے ڈور کا آٹو لاک کا بٹن پریس کر دیا تھا۔ تاکہ انہیں کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔

یہ سب اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔

تھیٹر روم میں اک دم سے کولنگ بڑھی تو وہ سب ناچاہتے ہوئے بھی اپنے شوہروں کے قریب کھسک گئیں۔اے سی کی اتنی سپیڈ پر وہ حیرانگی سے مڑ کر ریموٹ تلاش کرنے لگے تو سنی نے انکی جانب کمبل اچھال دیے تھے۔

جس پر سب نے مڑتے ہوئے اس شیطانی ٹوٹی کو دیکھا جو اچانک سے ڈیزنی مووی کا ماحول اتنار ومینٹک بنا گیا تھا۔۔

سنی کو اتنے ریلیکس انداز میں کمبل اوڑھ کر لیٹے دیکھ کر انہوں نے ایبرو اچکایا تو وہ بے شرمی سے آنکھیں آنکھ ونک کر کے کندھے اچکا گیا تھا۔

جس پر ان تینوں نے بھی کمبل اوڑھتے ہوئے سیٹ کو ریلیکس انداز میں سیٹ کر لیا۔

سنی نے عیس کو پاؤں مارتے ہوئے مخصوص اشارہ کیا تو عیس نے اسکا اشارہ سمجھ کر سکرین پر چلتی ہوئی مووی بٹن دباتے ہوئے اچانک بن کر دی۔

جس پر لڑکیوں کا تسلسل ٹوٹا تو وہ ہوش میں آتی ہڑ بڑا آس پاس دیکھنے لگیں۔

یہ بند کیوں ہو گئی ہے۔۔۔

منیزے نے ضرار کے سینے سے سر اٹھاتے ہوئے پوچھا تو وہ اسے پھر کھینچ کر سینے پر لٹا لیا۔۔

جبکہ سلطان تو اتنے اندھیرے میں علیزے کے ہونٹوں پر جھک گیا تھا۔

سب کی موجودگی میں خان کی اس حرکت پر علیزے کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں جبکہ وہ سب بھلائے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے سک کرتے مدہوش ہوا گیا تھا۔۔اس اچانک اندھیرے کا وہ بھرپور فائدہ اٹھانے لگا تھا۔

ڈونٹ وری بھابھی سائیں اب لگ جاتی ہے۔۔

عیس نے ریموٹ سے پھر سکرین ان کی تو سکرین پر انولیڈ لکھا دیکھ کر وہ اپنے اپنے شوہر کو دیکھنے لگیں۔

لگتا ہے آپ کی اس فیورٹ موٹے راکشس والی فلم میں کوئی مسلہ آگیا ہے اسی لئے یہ پلے نہیں ہو رہی۔۔جب تک یہ سیٹ ہوتی ہے ہم کوئی اور موووی دیکھ لیتے ہیں۔۔

عیس نے جان بوجھ کر موووی بدلتے ہوئے مصروفیت سے کہا تو وہ افسوس سے ہنکارہ بھر گئیں۔ جبکہ علیزے تو اپنی سانسوں کو رہائی ملنے پر گہرے سانس لینے لگی تھی۔

عیس نے جلدی سے مطلوبہ موووی پلے کرتے مڑتے ہوئے سنی کی جانب ریموٹ اچھالا تو سکرین پر موووی کا نام دیکھ کر وہ چونک گئے تھے۔ جس پر عیس نے شیطانی تاثرات سے انکو آنکھ ونک کی تو وہ مسکراہٹ دبا کر اپنی اپنی بیوی کا ہاتھ تھام گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے ابھی تھوڑی دیر میں یہاں چینخیں بلند ہونے والی ہیں۔۔

اس موٹے راکشس بھینسے کو اسکی بیوی کیوٹ بول رہی تھی نہ دیکھنا ابھی کیسے اچھلتے ہوئے چینخیں مار کر میرے اندر گھسے گی پھر پوچھو گا کہ کون اصل میں کیوٹ ہے۔۔

مشعل کے معصومیت بھرے نقوش دیکھتے عیس نے مچلتے دل کے ساتھ دماغ میں سوچا تھا۔۔

سائیں یہ کون سی فلم ہے۔۔

سکرین پر انگلش موووی پلے دیکھ کر منیزے نے ضرار کی جانب چہرہ موڑتے ہوئے پیار سے پوچھا تو ضرار اسکے چہرے کے خوبصورت نقش دیکھ کر مسکرا دیا۔۔۔

یہ بہت اچھی موووی ہے سائیں کی جان بشرطیکہ کہ تم میرے قریب رہو گی تو۔۔

ضرار نے اسکے کان میں گھمبیر لہجے میں سرگوشی کرتے جواب دیا تو منیزے اسکے دہکتی ہوئی سانسیں اپنے کان پر محسوس کر کے خود میں سمٹ گئی۔ ضرار کے جواب پر مطمئن ہوتے وہ پھر سکرین کی جانب متوجہ ہوئی تو ضرار نے اسکے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اچانک کمبل کے اندر سے اسکی شرٹ اوپر اٹھائی تو منیزے اک جھٹکے سے اسکی طرف موڑی تھی۔۔

کی۔۔ کیا۔۔ کرر۔ کرر۔۔ رہے ے۔۔ ہیں ں س۔ اپ سائیں۔۔

منیزے نے اسکی بے باکیوں پر خود میں سمٹتے ہوئے گہری سانس خارج کرتے پوچھا تو ضرار گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اسکی خم دار کمر میں ہاتھ لپیٹ کر دوسرا ہاتھ اسکی دل کے مقام پر رکھ گیا جس پر منیزے کا شرم سے برا حال ہوا تھا۔ وہ التجایہ انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔۔ منیزے کے تاثرات دیکھتے ہوئے ضرار نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھا کر ہاتھ ہٹا یا لیا تو منیزے تشکر سے سرد سانس خارج کر گئی تھی۔

یہ سارا قصور اس کمینے سنان مصطفیٰ کاظمی کا پھیلایا ہوا تھا۔ جس نے جان بوجھ کر اتنا رومینٹک ماحول بنادیا تھا۔ کہ وہ سب ہی تڑپنے لگے تھے۔۔

مووی کو چلتے ہوئے پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ فلم میں رات کا سماں اور ڈراؤنی چیزیں دیکھ کر مشعل کے ہاتھ سے اسکا پاپ کارن کا ڈبا نیچے گرا تو عیس اپنی مسکراہٹ دبا کر ریلکس ہو کر لیٹ گیا تھا۔

ایرہ بھی کھسک کر سنی کے مزید نزدیک ہوئی تو وہ مچلتے دل کے ساتھ اسکے کان میں سرگوشی کر گیا۔۔

اگر تم چاہو تو میرے اوپر آسکتی ہو جاناں۔۔۔۔

سنی کی سرگوشی پر ایرہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھ کر زبان چڑائی تو وہ ہنستے ہوئے اسکی کمر کو آہستہ آہستہ دبانے لگا تھا۔ تاکہ اسے درد کم محسوس ہو۔۔ جبکہ ایرہ اب پر سکون سی لیٹی ہوئی تھی۔ سنی کے ہاتھوں کی تپش

اسکی کمر کو سکون پہنچا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ اسکے بالوں میں بھی ہاتھ پھیر رہا تھا۔ جس سے اسکی رگ ورگ میں سکون اتر رہا تھا۔

مشعل نے فلم میں نظر آتی بلا کو دیکھ کر ڈر کے مارے عیس کا ہاتھ پکڑا تو وہ ایبرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا جو ہلکا سا منہ کھولے خوفزدہ تاثرات سے سکرین پر دیکھ رہی تھی۔ عیس نے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہوئے انگلیوں سے کاؤنٹنگ شروع کی تو سنی اسکی گنتی دیکھ کر سوالیہ نظروں سے اسے پوچھنے لگا۔۔

جس پر ٹھیک پانچ گننے پر تھیٹر روم میں اک ساتھ چار چینخیں بلند ہوئیں تھیں۔ کیونکہ فلم میں ایک خوفناک بلا اک لڑکی کے پیٹ میں چاکو مار کر کے اسی چھڑی کے ساتھ اسکے چھوٹے چھوٹے پیس کر رہی تھی۔
لڑکیوں کی چینخیں بلند ہوئیں تو وہ چاروں فلک شگاف قہقہ لگا کر انکے مچلتے

ہوئے وجود کو کنڑول کرنے لگے۔جو ہاتھ پیر مارتے ہوئے مسلسل چینختے جارہیں تھیں

خان۔۔۔وہ وہ۔۔۔

علیزے چینختے ہوئے سلطان کے سینے میں گھسی تو وہ اسے بازو کے گھیرے میں لیتے دلفریب انداز میں سر پیچھے گراتے ہوئے ہنسنے لگا۔۔

سنی، شنی پان کی دکان بن کر واسکو ورنہ میں مار دوں گی تمہیں۔۔۔

ایرہ چلاتے ہوئے بولی تو سنان بھی اسکی حالت پر مزے سے ہنستا ہی چلا گیا۔۔

آپ سائیں نہیں شوہر ڈھکن ہیں اک نمبر کے جھوٹے انسان

آں۔ں۔ں۔ں۔ں۔ں۔مجھے کہا کہ یہ مووی بہت اچھی ہے۔۔۔بابا کو

آپکا یہ جھوٹ بتاؤ گی۔ سب کو بتاؤں گی میں۔۔

ہمیشہ کی طرح منیزے نے چلاتے ہوئے اسکی شکایت لگانے کی دھمکی دی تو ضرار جو ہنسے جا رہا تھا اپنی بیوی کی دھمکی پر عیس کو اشارہ کر گیا جس نے سین کو رپیٹ پر لگا دیا تھا۔ وہ ہی بلا اب اس لڑکی کی لاش کے ٹکڑے اک اک کر چبانے رہی تھی ساتھ کی ہاتھوں پر لگا خون بھی چاٹنے لگی تو مشعل دل خراش چینخوں سمیت اٹھ کر عیس کی گود میں منتقل ہو گئی۔۔

اسکو بند کریں عیس پلیز میرا دل بند ہو جائے گا۔۔

مشعل چینخیں مارتے ہوئے بولی تو عیس نے شیطانیت سے بھرپور قہقہ لگایا تھا۔۔

اب بتاو کون کیوٹ ہے۔۔ صحیح سے بتاؤ کہ تمہارا شوہر کیوٹ ہے یا وہ موٹا راکشس۔۔

عیس نے وایلم بڑھاتے ہوئے مشعل کو پوچھا تو اسکے سوال پر وہ تینوں قہقہے

لگانے لگے۔ جبکہ وہ چیخ چیخ کر پاگل ہونے کے در پر تھیں۔

آپ کیوٹ ہیں پلیز اسکو بند کر دیں۔۔
مشعل نے آنسوں سے بھری آنکھوں سے اسے کیوٹ بولا تو ضرار اٹھتے ہوئے عیس کو مکہ جھڑ گیا۔۔ کیونکہ وہ اب رونے لگیں تھیں۔۔
ضرار سکرین بند کر کے اپنی جگہ پر واپس بیٹھا تو تھیٹر روم میں لڑکیوں کے رونے کی آواز سن کر وہ دانتوں تلے لب دبا گئے۔۔

جا رہی ہوں میں بابا کو بتانے۔۔
مشعل سوں سوں کرتے اپنی جگہ سے اٹھنے لگی تو عیس دانت کچکچاتے ہوئے اسے اٹھا کر گود میں پھر بٹھا گیا۔۔
ایسی کی تیسی تمہارے بابا کی، اگر یہاں سے اٹھی نہ تو اسی بلا کو اس تھیٹر روم میں بلا کر تمہیں اسکے ساتھ روم میں بند کر کے چلا جاؤں گا۔

عیس نے اسکے چھوٹے سے ضدی وجود کو قابو کرتے ڈرانا چاہا تو مشعل سہمتے ہوئے اپنی مزاحمت ترک کرتے اندھیرے میں اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

عیس انکو اسی موٹے راکشس کی فلم لگا کر دو ہم چلتے ہیں یہاں سے۔۔
سنی نے ایرہ کی مسلسل سوں سوں سنتے ہوئے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گیا تھا۔۔

جبکہ وہ چاروں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھے تو سنی نے مڑتے ہوئے جان بوجھ کر سکرین ان کر دی تو اسی بلا کو پھر دیکھتے وہ چینخیں مارتے ہوئے انکے پیچھے بھاگیں تھیں۔انکے الٹے پیر بھاگنے پر وہ چاروں شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے انہیں بازوؤں میں اٹھا کر اپنے اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئے تھے۔

مشعل اسکے سینے پر مسلسل مکے مار رہی تھی۔۔جب عیس ہنستے ہوئے اپنا بچاؤ کرتے کمرے میں داخل ہو کر اسے احتیاط سے بیڈ پر لٹا گیا۔

عیس نے مڑتے ہوئے دروازہ لاک کیا تھا۔ جبکہ باہر موسم کافی ابر آلود ہو رہا تھا۔

عیس روتی ہوئی مشعل کے اوپر آیا لیکن اپنا وزن اس پر منتقل نہیں کیا تھا۔۔

کیوں رو رہی ہو مشو جان۔۔

عیس نے شہد جیسے میٹھے لہجے میں استفسار کیا تو مشعل کی آنکھوں میں غصے کی کیفیت اتری تھی۔ وہ اٹھتے ہوئے اسکی گردن پر زور سے دانت گاڑ گئی۔ غصے میں وہ اسی طرح اسے کاٹنے پر آجاتی تھی۔ سارا فساد کر کے وہ

کتنے پیار سے رونے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔

مشعل کے دانتوں کے لمس کو محسوس کرتے عیس نے کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے اوپر شفٹ کیا تھا۔

اپکو شرم نہیں آتی اپنی چھوٹی سی بیوی کو تنگ کرتے ہوئے۔۔
مشعل پیچھے ہٹتے ہوئے چینخی تو عیس مسکراہٹ دباتے ہوئے چہرے پر سنجیدگی طاری کر گیا۔۔
اب چھوٹی سی بیوی ملی ہے تو ظاہر ہے اسے ہی تنگ کروں گا نہ، بڑی بیوی میں کہاں سے لاؤں۔۔اور اپنی دفعہ رونے کیوں لگتی ہو یاد نہیں کیا کہ صبح کیسے حملے کر رہی تھی مجھ پر۔۔
عیس نے اسکے آنسو صاف کرتے اسکی سب کے سامنے کی ہوئی باتیں یاد دلائیں تو مشعل یاد آنے پر ناک سکوڑ کر اسے دیکھنے لگی۔۔

جب جنگلی بن کر سامنے آئے گئے تو ٹارن ہی بولو گی نہ میں، ہیر و بولنے سے رہی۔۔

مشعل نے اسکے سینے پر چٹکی کاٹتے ہوئے غور سے اسے خوبرو چہرے کو دیکھا اپنی شیو کی وہ ٹرمنگ کر چکا تھا۔۔

جس کو دیکھ کر مشعل کو بے اختیار خوشی ہوئی تھی۔اسی خوشی میں وہ عیس کے اوپر لیٹتے ہوئے اسکی شیو کو انگلیوں سے سہلانے لگی تھی۔عیس نے حیرت سے اسکی خوشی دیکھی جو بچوں کے سے انداز میں خوش ہوتے اسکی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔

اتنی خوش کیوں ہو رہی ہو۔۔

عیس نے مشعل کے ماتھے پر بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے پوچھا تو وہ چہک کر بولی تھی۔۔

ایسے آپ بہت پیارے لگتے ہیں مجھے۔۔۔

مشعل نے اسکے گال پر ہونٹ رکھتے ہوئے اپنی خوشی کی وجہ بتائی تو عیس کی آنکھیں اچانک ساکت ہوئیں تھیں۔آج پہلی بار وہ اسکی تعریف کر رہی تھی۔

صبح تو میں تمہیں ٹارن لگ رہا تھا۔۔

عیس نے اپنی تیز ہوتی ڈھرکنوں کو سنبھالتے ہوئے اسے یاد دلایا تو وہ اسکے گلے کی ہڈی کو انگلی سے دباتے ہوئے ناک سکیڑ گئی۔۔

وہ تو میں نے آویں کہا تھا۔مجھے تو سب سے زیادہ پیارے آپ لگتے ہیں بس۔۔

ہیں خیر تو ہے نہ بخار وخار تو نہیں ہو گیا جو اپنے شوہر کی تعریف پر تعریف کیے جا رہی ہو۔۔

عیس مشعل کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے حیران کن تاثرات سے بولا تو مشعل منہ بگاڑ کر اسکے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں موند گئی تھی۔۔

مشعل کے اس انداز پر عیس کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دیں تو اسکے گلے میں گلٹی بھر کر معدوم ہوئی تھی۔

وہ دل میں تہیہ کر کے آیا تھا کہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا۔ کیونکہ اسکی بیوی اسے بیچ رستے میں پیاسا چھوڑ کر تڑپانے لگی تھی۔

عیس نے مشعل کی سانسوں کو اپنی گردن پر محسوس کیا تو اک اک کے اسکے سارے جذبات انگڑائی لیتے بیدار ہو کر اسکا دماغ خراب کرنے لگے۔ دل تو اسکا پہلے ہی مشعل کو اپنی آغوش میں لیتے بے ایمان ہو گیا تھا اب رہی کسر دماغ نے بھی بے ہوش ہو کر پوری کر دی تھی۔

جذبات سے پاگل ہوتے عیس، مشعل کا چہرہ اٹھا کر نرمی سے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں کی قید میں لے کر آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔ مشعل نے پہلے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے دیکھا تو پھر آنکھوں کو میچتے ہوئے اس پر سکون لمس کو محسوس کرنے لگی۔

مجھے تمہاری روح میں اترنا ہے ابھی، پر پہلے وعدہ کرو کہ چیختے ہوئے پیچھے نہیں ہٹاؤ گی۔۔

عیس نے سرخ ہیزل براؤن آنکھوں میں طلب لیے بیچارگی سے کہا تو مشعل آنکھیں جھکاتے ہوئے ہونٹ پیوست کر گئی۔۔

میں جانتا ہوں میری چھوٹی سی بیوی کو بھی میری طلب ہو رہی ہے، پر بعد میں تم مجھے پیاسا چھوڑ کر بھاگنے کیوں لگتی ہو۔۔

عیس نے اسکی کان کی لوح پر کاٹتے ہوئے معصومیت سے سوال پوچھا تو

مشعل اپنی ہنسی دبا گئی تھی۔۔

مشعل کی کھلکھلاہٹ سنتے عیس نے آنکھیں کھول کر اسے تیکھی نظروں سے دیکھا تھا۔جو اسکے جذبات کے مزے لے رہی تھی۔

کمرے میں اے سی کی سپیڈ تیز کرتے ہوئے عیس نے چادر اوڑھتے ہوئے اپنی شرٹ اتار کر سائیڈ پر پھینکی تو مشعل بیڈ پر لیٹتے ہوئے اس سے رخ موڑ کر لیٹ گئی۔

عیس نے اسکی گردن کو چومتے ہوئے اسکا یلو ڈریس اتار کر پرے اچھالا تو مشعل نے گہری سانس لیتے اسکے ہاتھ کو تھاما تھا۔

تمہیں اچھا لگتا ہے نہ جب میں تمہیں ایسے پیچھے سے ہگ کرتا ہوں۔۔

عیس نے اسکا سر اٹھا کر بازو پر رکھتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر اٹھاتے ہوئے اسے نزدیک کیا تو مشعل شرم کے مارے ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔

تمہیں سکون ملتا ہے نہ جب ایسے تمہارا ٹھنڈا بدن میرے گرم جسم کے ساتھ ٹچ ہوتا ہے۔۔

مشعل کے کانوں میں بے باک سرگوشیاں کرتے ہوئے عیس نے کالے گھنے بال اٹھا کر اسکی گردن میں گہرہ سانس بھرا تو مشعل اک دم سے مچلتے ہوئے تکیے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔

جبکہ عیس کا ہاتھ جذبات سے چور ہوتے اسکے پیٹ اور تھائیز پر گردش کرنے لگا تھا۔ عیس کا ہاتھ اسکی گہرائیوں پر الجھا تو وہ اک جھٹکے میں مڑتے ہوئے اسکے عنابی ہونٹوں پر اپنے کانپتے خشک ہونٹ رکھ کر کانپتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔ جس پر عیس نے بھی مسرور ہوتے آنکھیں بند کر کے اسکے ہونٹوں کو کھول کر اسکی سرخ زبان کو سک کرتے مشعل کو اٹھا کر اپنے نیچے شفٹ کیا تھا۔

مشعل کے ہونٹوں سے ہونٹوں کو الجھاتے ہوئے عیس نے اک ہاتھ میں اسکی کلائیوں کو جکڑتے ہوئے اوپر بیڈ سے پن کیا اور دوسرے ہاتھ سے اسکے چہرے سے لے کر نیچے تک لکیر کھینچتے ہوئے ہاتھ پھیرا تو مشعل کو اپنا بدن جلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا اپنے بدن میں سرد لہروں کو اٹھتے محسوس کر کے وہ کمر کو اوپر اٹھاتے اسے پکار گئی۔۔

علی۔۔۔

مشعل نے لرزتے ہوئے اسے پکارا تو عیس اسکی زبان سے اپنا نام سنتے ڈھرکتے دل کے ساتھ اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے اسکی روح میں اچانک داخل ہوا تو مشعل کے لبوں سے گہری آہ نکلی تھی۔۔

کیوں اس نام سے پکارتی ہو جاناں، میں جتنا تمہارے اس وجود کو نرمی سے چھونے کی کوشش رہا ہوں اس نام سے پکارتے ہوئے تمہیں مجھے جنونی

بننے پر کیوں مجبور کر رہی ہو۔۔

عیس نے اپنا عمل شروع کرتے ہوئے تڑپتے ہوئے اسکے چہرے پر جگہ جگہ محبت کے پھول کھلائے تو وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسکی قربت میں مسکرادی۔۔

جبکہ وہ بنا اسکے وجود پر اپنا وزن ڈالے اپنی شدتیں اس پر نچھاور کر رہا تھا۔ عیس نے اسکو تھائیز سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے بھرپور طریقے سے اسکی روح میں سرائیت کی تو مشعل مچلتے ہوئے اپنا سر تکیے پر ٹکنے لگی تھی۔۔

جبکہ وہ اسکی ڈھرکنوں کو ہاتھوں سے مسلتے ہوئے اپنی شدتوں کو تیز اور کم کرتے ہوئے مشعل کو مکمل طور پر کسی دوسرے جہاں میں کھینچتا لے گیا۔۔

رات کے ڈنر میں سب ٹیبل پر بیٹھے ڈنر کر رہے تھے۔۔جب منیزے نے مشعل کو بولنے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔

منیزے کے اشارے کو دیکھتی مشعل سر براہی کرسی پر بیٹھے حسن صاحب کو دیکھتی سر ہلا کر بولنا شروع ہوئی۔۔

بابا اپکو پتہ ہے کہ آج تھیٹر روم میں کیا ہوا۔۔۔

مشعل نے آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے معصومیت سے بات شروع کی تو سب اسکے بولنے پر اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔۔جبکہ ان چاروں کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔۔

کیا ہوا میرے بچے ادھر۔۔۔

حسن صاحب مشعل کے پیار سے مخاطب کرنے پر دل و جان سے متوجہ

ہوئے تو عیس کو جان کے لالے پڑتے نظر آنے لگے تھے۔
عیس نے بیچارے پن سے اپنی مشو کو دیکھا جو رات کو سونے سے پہلے اسے پھر بے عزت کروانا چار ہی تھی۔ابھی تو صبح والی عزت نہیں بھولی تھی۔

گڑیا گندی باتیں نہیں کرتے۔۔۔
ضرار نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مشعل سے التجا کرتے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تو مشعل جلدی سے اثبات میں سر ہلا گئی۔وہ اپنے بھیا کو بھلا کیسے انکار کر سکتی تھی۔ مشعل کو ضرار کی اتنی فرمابردار ہوتے دیکھ کر منیزے کو تپ چڑھی تھی۔

بابا آپ کو نہیں لگتا کہ تھیڑرررروم کچھ ہے۔۔۔
کباب کھاتے ہوئے منیزے نے ضرار کو آنکھ ونک کرتے مشعل کی شروع کی ہوئی بات کی ادھوری لائن پکڑی تو۔اب صحیح معنوں میں سب

کی ہارٹ بیٹ تیز ہوئی تھی۔ کیونکہ منیزے ہاتھ صاف کرنے والوں میں سے تھی۔اس سے رحم کی امید کرنا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں تھا۔۔

سائیں کی جان اگر تم نے اک بھی زہریلا لفظ اپنی زبان سے نکالا تو یاد رکھنا کمرے میں تمہاری زبان کا زہر میرے دانتوں میں نکلے گا۔۔اور پھر وہاں میں تمہاری ہر آہ کو نظر انداز کرتے کسی گھٹا کی طرح تم پر ایسا چھا جاؤ گا۔ کہ تمہاری کسی گرج و پکار کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔۔

اس لئے سوچ سمجھ کر اپنی اس گلابی زبان کو زحمت دینا۔۔۔

ضرار نے مصنوعی مسکراتے ہوئے منیزے کی جانب جھکتے ہوئے چباتے ہوئے اسے وارننگ دی تو اسکی بے باک سرگوشی پر منیزے کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ لیکن وہ اتنی آسانی سے اسے چھوڑ نہیں سکتی تھی۔اسی لئے اپنی سبز آنکھوں کو چھوٹی کرتے اسے گھورنا شروع ہو گئی۔ جس پر ضرار نے بے نیازی سے کندھے اچکاتے ٹیبل کے نیچے سے اسکی ٹانگ پر ہاتھ

رکھتے دبایا تو منیزے پہلو بدلتے علیزے کو اشارہ کر گئی۔۔

جبکہ ضرار کو میدان کے بیچ و بیچ کودتے دیکھ کر سنی اور عیس نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آنکھوں میں تشکر کی تحریر باقاعدہ رقم نظر آنے لگی تھی۔ کیونکہ اگر انکی بھابھی سائیں کچھ بول دیتیں تو ان دونوں کی شامت زیادہ آنی تھی۔

حسن صاحب اور مصطفیٰ کاظمی غور سے انکی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ جبکہ شاہدہ بیگم اور کلثوم بیگم بھی انکی طرف متوجہ تھیں۔ لیکن بات کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔

بابا تھیٹر روم میں اتنا اندھیرا کیوں ہوتا ہے۔۔

علیزے نے دانتوں تلے لب دباتے اچانک بات شروع کی تو عیس اور سنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے سر پیٹ گئے۔ آج انکی بے عزتی پکی تھی۔ ابھی تو

صبح والی بے عزتی کے زخم تازہ تھے۔

اپنی خانم بھابھی کو بھی میدان میں آتے دیکھ کر وہ سلطان کو آنکھوں سے اشارے بازیاں کرنے لگے۔

جبکہ سلطان تو دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی خانم کی اداؤں میں کھونے لگا تھا۔ ڈارک گرین کلر کے ڈریس میں اپنی سفید و گلابی رنگت میں وہ دانتوں تلے لب دبا کر مسکراہٹ روکتے ہوئے سلطان کو مکمل طور پر اپنی طرف متوجہ کر گئی تھی۔۔

اس سالے کا ہمیشہ غلط وقت پر عشق کیوں باہر نکلتا ہے۔۔

سلطان کو مبہوت ہو کر علیزے کی جانب تکتے دیکھ کر عیس غصے سے بڑبڑا گیا تھا۔ جبکہ سنی کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے سلطان کو ہوش دلانے کا کہا تھا۔۔ کیونکہ سنی سلطان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ضرار اور عیس ان کے سامنے بیٹھے تھے۔

بیٹا یہ تھیٹر روم سے بات آگے کیوں نہیں بڑھ رہی ہے، کیا کوئی بات ہے۔۔

مصطفیٰ کاظمی نے علیزے کو اب بات شروع کرتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا تو حسن صاحب بھی سر ہلا گئے۔

عیس کی گھوریاں اور سنی کے چٹکیاں کاٹنے پر سلطان ہوش میں آتا اپنی خانم کو دیکھنے لگا۔ تو علیزے اسکی گہری نظر پر بے ساختہ سرخ پڑی تھی۔۔

سالے تیری زبان پر کونسے چھالے پڑ گئے ہیں۔ بھابھی کو روک کیوں نہیں رہا۔۔

سنی نے دانت پیستے ہوئے سلطان کو غراتے ہوئے کہا تو سلطان مسکراہٹ دباتے ہوئے ٹیبل کے نیچے سے علیزے کے ہاتھ کو اپنے گرم ہاتھ میں لے کر ہولے سے دبانے لگا جبکہ علیزے کی نرم ہتھیلی پر سلطان نے انگلیوں

سے چھیڑ چھاڑ کی تو علیزے نروٹھے پن سے سرخ پڑتی ایرہ کو بولنے کا اشارہ کر گئی۔۔اک وہ ہی تھی جو سنی کی دھمکیوں کے قابو آنا پسند نہیں کرتی تھی۔

ڈیڈ اصل میں ناتھیٹر روم میں آج چھپکلی تھی۔۔

ایرہ سنی کے خود پر حملہ کرنے سے پہلے جلدی بولی تو سنی اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھے گیا۔جبکہ اب انکی تمام کی امیدوں کا مرکز واحد ایرہ کاظمی تھی۔

ہیں یہ چھپکلی کہاں سے آئی۔۔۔

حسن صاحب حیرت سے انہیں دیکھنے لگے تو سنی جلدی سے بول گیا۔

بابا چھپکلی کہیں بھی نہیں تھی بس ان لڑکیوں کو وہم ہوا تھا۔۔

سنی نے ایرہ کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے جلدی سے کہا تو ایرہ منہ ٹھیڑا کرتے خود بولی۔۔

ڈیڈا پکو پتہ ہے آج ان سب نے تھیٹر روم میں ہمارے ساتھ کیا کیا تھا۔۔
ایرہ، مصطفیٰ کاظمی کو مخاطب کرتے پھر بولی تو عیس زور سے آنکھیں میچ گیا تھا۔ کیونکہ بے عزتی کی ریسپی تیار ہو چکی تھی۔۔ لڑکیوں نے جتاتی نظروں سے اپنے شوہروں کو دیکھا تھا

کیا کیا تم لوگوں نے اب بچیوں کے ساتھ۔۔۔
حسن صاحب کھانا چھوڑ کر تڑخ کر بولے تو وہ چاروں منمنا کر اپنی بیویوں کو دیکھنے لگے تھے۔ جو آج گوٹی کی طرح انکو اک دوسرے کی طرف اچھال اچھال کر مزے لے رہیں تھیں۔۔

اہاں۔۔۔پہلے انکو بولنے تو دیں۔۔اپ فٹافٹ بس انکو سنانے کی کرتے ہیں۔۔

شاہدہ بیگم نے اپنے شوہر کو ڈانٹنے کی تیاری کرتے دیکھ کر کہا تو ایرہ انکی حالت پر مسکراہٹ دباتے ہوئے بولنا شروع ہوئی۔

بابا آج جب ہم صبح مووی دیکھ رہیں تھیں نا، تو یہ سب تھیٹر روم میں آئے تھے۔انہوں نے ہمیں نقلی چھپکلی سے ڈرایا اور بعد میں منانے کے آئس کریم کھلانے کا وعدہ کیا تھا۔پر اب یہ لوگ اپنے وعدے سے مکر رہے ہیں۔

آئرہ نے حسن صاحب کو دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تو وہ سب سرد سانس خارج کر گئے تھے۔جبکہ لڑکیاں تو انکی حالت پر اپنے قہقہے دبانے لگیں تھیں۔۔

شرم نہیں آتی تم لوگوں کو اتنی معصوم بچیوں کو ڈراتے ہوئے اور گدھوں

کی طرح اگر اب وعدہ کر لیا تھا۔ تو انسان بن کر کھانا کھانے کے بعد بچیوں کو آئس کریم کھلانے لے کر جاؤ۔۔۔ ویسے بھی نئ نئ شادی ہوئی ہے۔۔ بیچاریاں پڑھائی میں الجھ کر رہ گئیں ہیں یا پھر تم لوگوں کی ان سڑی ہوئی شکلوں میں۔۔ خود بھی خیال کر کے انکو کہیں گھومنے پھرانے باہر لے کر چلے جاؤ۔

مصطفیٰ کاظمی انکو گھورتے ہوئے سناتے چلے گئے تھے۔

مصطفیٰ کیوں اپنے الفاظ ضائع کر رہے ہو۔۔ انکو الفاظ کی نہیں سچ میں شرم کی گولیوں کی ضرورت ہے۔۔

حسن صاحب طنزیہ انداز میں سب کو دیکھ کر صبح کا حوالہ دیتے بولے تو لڑکیوں کو ہنسنے کا موقع مل گیا۔۔

شرم تو نہیں آتی ہو گی تمہیں شوہر کی بے عزتی پر کھی کھی کرتے

ہوئے۔۔۔

عیس نے آنکھیں چھوٹی کرتے مشعل کو گھور کر دیکھا تو وہ ناک چڑھا کر چہرہ موڑتے ہوئے بے نیازی سے بولی تھی۔۔

بابا اپکو شرم کی گولیاں کھلانے کی بات کر رہے ہیں مجھے نہیں وائی، تو میں کیوں شرم کروں۔۔

مجھے کل صبح گاؤں جانا ہے۔۔

کسی کے کچھ بولنے سے پہلے ضرار نے جلدی سے اپنی بات شروع کی تو سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔۔

خیریت ہے نا۔۔

سلطان نے بھاری لہجے میں سنجیدگی سے استفسار کیا تو ضرار ہاں میں سر ہلاتے ہوئے بولنا شروع ہوا۔۔

ہاں شادی کے بعد منیزے کی منہ دیکھائی کی رسم کرنی ہے۔اور سرداری کے لئے جرگہ بھی بیٹھنا ہے بس اسی لئے آج باباسائیں کی کال آئی تھی۔۔
ضرار نے مختصر سا بیاں کرتے سلطان کو بے فکر کرنا چاہا تھا۔۔

پر سائیں دو دن بعد تو میری پریزنٹیشن ہے۔میں وہ کیسے کروں گی پھر اور یہ پریزنٹیشن بہت ضروری ہے۔۔
منیزے اچانک جانے کا سن کر پریشانی سے بولی تھی۔

پھر صبح فجر کے وقت تیار رہنا جلدی نکلیں گئے اور پورا دن گزار کر رات میں واپسی کے لئے نکل آئے گئے۔۔
ضرار نے اسکی پریزنٹیشن کا سن کر اسے ہدایت کی تو وہ سر ہلا کر کھانا ختم کرنے لگی۔

ان سب کو آئس کریم کھلانے کے بعد وہ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

سنی جو فون کال پر میرال کو کچھ ہدایت کر رہا تھا۔کال بند کر کے واپس کمرے میں آیا تو ایرہ کو پھر درد سے بے حال ہوتے دیکھ کر جلدی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

جاناں کیا ہوا ایسے کیوں لیٹی ہو۔۔۔

سنان جلدی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

مجھے پین ہو رہی ہے۔۔۔

ایرہ نے سسکتے ہوئے تکیے میں اپنا چہرہ چھپایا تو سنی اسکی تکلیف پر ہونٹ بھینچ

گیا تھا۔

اتنا درد ہوتا ہے کیا اس حالت میں۔۔
سنی نے بے چینی سے اسکو سیدھا کرتے اسکے بال سنوارے تو وہ ہچکی بھرتی سر کو ہاں میں ہلا گئی۔۔

میرا معصوم بچہ۔۔
ایرہ کے سر ہلا کر بتانے پر سنی نے جھکتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوما تو وہ لاڈ سے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی تھی۔۔

میرے پاس رہو بس۔۔
سنی کی گردن میں چہرہ چھپاتے وہ لاڈ سے بولی تو وہ اسکی مضبوط گرفت پر مسکرا دیا۔۔

ادھر ہی ہوں جاناں بس تھوڑا سا وقت دو تا کہ تمہارے درد کا علاج کر سکو۔۔

ایرہ کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے سنی اس کو کمبل اوڑھا کر خود باہر کی جانب بڑھ گیا تو وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔۔

سنی کے واپس آنے تک وہ آنکھیں موند کر اسکا انتظار کرنے لگی۔۔

کہ تھوڑی دیر میں کلثوم بیگم ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئیں تھیں۔۔

ایرہ بچے۔۔۔

ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ اسکے پاس بیٹھ کر اسے پکار گئیں۔ جس پر ایرہ نے ہڑ بڑا کر آنکھیں کھولتے ہوئے اٹھنا چاہا تو وہ اسے منع کر گئیں۔۔

کب سے درد ہے تمہیں۔۔

کلثوم بیگم نے غور سے اسکے تکلیف سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا۔۔

صبح سے۔۔۔

ایرہ نے نظریں جھکاتے ہوئے آہستگی سے جواب دیا تو وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔

تمہیں صبح سے درد ہے بچے تو مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔

کلثوم بیگم نے پین کلر نکالتے ہوئے پوچھا تو ایرہ بے اختیار سرخ پڑی تھی۔۔

مام مجھے شرم آرہی تھی بس۔۔

ایرہ جھجھکتے ہوئے بولی تو کلثوم بیگم کو لگا کہ انہوں نے کچھ غلط سنا ہے۔

سچ میں اڑرو۔۔

کلثوم بیگم نے حیرت انگیزی سے ایرہ کو آڑو بنایا تو سنی جو کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔اپنی مام کی زبان سے آڑو سن کر قہقہ لگا گیا۔۔ جبکہ ایرہ نے نروٹھے پن سے سنی کو ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔۔

بری بات ہے سنی، میری بہو کے موڈ سونگز چل رہے لہذا احتیاط برتو، یہ نہ ہو کہ میری بہو تمہیں کٹ لگا دے۔۔

کلثوم بیگم مسکراہٹ دباتے ہوئے سنی کو منع کرتیں بولیں تو ایرہ نے منہ پھولا کر اسے دیکھا تھا۔۔

سچ میں آڑو تم نے مجھے اپنی شرم سے حیران کر دیا ہے۔۔ادھر میرا بیٹا مجھے کھلم کھلا جا کر بتا رہا ہے۔۔ کہ اسکی بیوی کو بہت درد ہو رہا ہے، جا کر اسکا

علاج کریں اور ادھر میری بہو مجھ سے شرماتے ہوئے صبح سے یہ درد برداشت کر رہی ہے۔۔

کلثوم بیگم نے ایرہ کو اٹھا کر بٹھاتے ہوئے چائے کا کپ پکڑایا تو ایرہ نے سوالیہ نظروں سے انکو دیکھا تھا۔۔

مجھے پتہ تھا کہ میرا آڑو دودھ نہیں پیے گا۔اسی لئے میں چائے بنا کر لے آئی ہوں۔اسکو ٹھنڈا ہونے سے پہلے پیو ورنہ ریلیف نہیں ملے گا۔تمہاری بیک پین میں کافی ہیلپ فل ہو گا۔

اور میری جان میں تمہاری ساس نہیں ماں ہوں اس لئے ماؤں سے شرماتے نہیں ہیں بلکہ ان سے اپنے مسلے حل کرواتے ہیں۔

کلثوم بیگم نے اسکے گولڈن بال سنوارتے ہوئے اسکا گال تھپتھپایا تو ایرہ لاڈ سے انکے گلے لگ گئی۔۔

سوری مام۔۔

سنی جو چینج کر کے واشروم سے نکل رہا تھا۔بیڈ پر اپنی ماں اور بیوی کے پیار کے مظاہرے کو دیکھ کر مسکرا دیا۔۔

تم میرا چھوٹو سا آڑو ہو اپنا خیال رکھا کرو میری جان شادی شدہ لڑکی کو اپنی ڈائیٹ کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔دیکھو اک دن میں کیسے تمہارا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ تمہیں ہارمونز کا مسلہ ہے۔اسی لئے اس حالت میں اتنی ناقابل برداشت درد ہو رہا ہے تمہیں۔میں صبح تمہیں ڈائیٹ پلین بنا کر دیتی ہوں۔۔اسکو ریگولری فالو کرو پھر نیکسٹ ٹائم یہ درد نہیں ہو گا۔۔

ایرہ کو سینے سے لگاتے ہوئے وہ اسے پیار سے جہاں سمجھا رہیں تھیں۔۔وہیں سنی شیشے کے سامنے اپنے بال سنوارتے ہوئے ہنسی دبا رہا تھا۔۔

چلواب تم آرام کرو میں چلتی ہوں۔۔اگر تمہارے ڈیڈ کو پتہ چل گیا نہ کہ انکا آڑو ٹھیک نہیں ہے۔تو بناوجہ جانے وہ اسکا کچومر بنادیں گئے۔۔

کلثوم بیگم بیڈ سے کھڑے ہوئے سنی کی طرف اشارہ کرتے بولیں تو سنی نے ایبرواچکاتے انہیں دیکھا تھا۔

آپ میری بیوی کو آڑو کیوں بلا رہیں وائی۔۔

سنی نے کلثوم بیگم کو دیکھتے رعب سے پوچھا تو ایرہ انکو دیکھنے لگی۔۔

بیٹا جی انکا یہ نام انکے ڈیڈ نے رکھا تو یہ سوال انہی سے جا کر پوچھو۔۔

کلثوم بیگم اسے تیکھے لہجے میں جواب دیتے کمرے سے نکلیں تو سنی ہنستے ہوئے دروازہ بند کر کے بیڈ پر آ گیا۔۔

ریموٹ سے لائٹس آف کرتے سنی نے اپنی ٹی شرٹ اتار کا سائیڈ پر رکھی تھی۔اور ساتھ ہی ایرہ کی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔۔

درد کیسا ہے اب۔۔

سنی نے اسکے بال ہٹا کر کان میں اپنی بھاری آواز میں سرگوشی کرتے پوچھا تو ایرہ اسکی سانسوں کی رفتار پر خود میں سمٹتے ہوئے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اسے جواب دینے لگی۔

شرم نہیں آتی تمہیں مام سے اس بارے میں بات کرتے ہوئے۔۔۔

ایرہ نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے اسے پوچھا تو سنی جھکتے ہوئے نرمی سے اسکے ہونٹ چوم گیا

میری جان یہ اکیسویں صدی ہے اس صدی میں بھلا شرم کا کیا کام ہو سکتا ہے۔۔اور پھر ویسے بھی وہ ڈاکٹر ہیں۔۔ تم اپنی زبان سے تو خود انہیں بتانے والی نہیں تھی اسی لئے مجھے بے شرم بننا پڑا۔۔

سنی نے بے چینی سے اسکی پشت کو سینے سے لگاتے ہوئے اسکے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے جواب دیا تو ایرہ اسکی بے شرمی پر سچ میں سرخ پڑ گئی تھی۔۔

کیا تمہیں اس وقت میری طلب نہیں ہو رہی جاناں۔۔
سنی نے اسکی شرٹ کی ذپ کھولتے ہوئے معصومیت سے پوچھا تو ایرہ اک جھٹکے میں اسکی طرف مڑی تھی۔۔

خبردار اگر میرے ساتھ کوئی بے شرمی کرنے کی کوشش کی تو۔۔
ایرہ نے اپنی شہادت والی انگلی اٹھاتے ہوئے اسے تڑخ کر کہا تو سنی نے بیچارے پن سے اسے دیکھا تھا۔۔

ایسے گھور کر نہیں دیکھو سنڈی میں ویسے بھی اس حالت میں تمہارے ساتھ

کچھ نہیں کر سکتا۔۔

سنان نے اسے پر سکون کرتے اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھا تو ایرہ آنکھیں بند کرتی گہری سانس لیتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔

ائرہ۔۔

سنی نے اپنی تیز ہوتی ڈھر کنوں سے بے چین ہوتے دو منٹ بعد اسے پورے نام سے پکارا تو ایرہ اسکی زبان سے اپنا پورا نام سن کر اک جھٹکے میں آنکھیں کھول گئی تھی۔ جبکہ دل زوروں شور سے دھڑکتے ہوئے سینے سے سر پٹکنے لگا تھا۔

ہمم۔۔

خود کو کمپوز کرتے ایرہ نے ہنکارہ بھرتے اسے جواب دیا تو سنی نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی سنہری کانچ سی آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔

میں تڑپ رہا ہوں یارا۔۔ائرہ کے ماتھے کے ساتھ ماتھا ٹکاتے وہ بے بسی سے گویا ہوا تو ایرہ اسکی بے چین حالت پر بے ساختہ کھکھلا پڑی۔۔جس پر سنی نے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا۔۔

سوچ رہا ہوں کہ تمہیں جلد از جلد پریگننٹ کر دوں تاکہ تم بھی نو مہینے سکون میں رہو اور مجھے بھی یہ دن تڑپتے ہوئے نہ گزرانے پڑے۔۔

سنی اسکے ہونٹوں پر نظریں جماتے ہوئے بے شرمی سے کہنے لگا تو وہ لال گلابی ہوتی اسکے شرٹ لیس سینے پر ناخن مارنے لگی تھی۔۔

کچھ تو شرم کر لو بے شرم انسان۔۔

شرم و غصے کی کیفیت سے دوچار ہوتے وہ بس اتنا کی اسے کہہ پائی تو سنی اسکی حالت پر مسکراتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ گیا۔۔

اسکی حالت کا خیال رکھتے وہ ہولے ہولے سے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے اسے کمر سے پکڑتے ہوئے اوپر اٹھا گیا۔اب ایرہ اس پر جھکی ہوئی تھی۔۔جبکہ ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکی شرٹ کی کھلی ذپ میں ہاتھ جاتے وہ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا تو ایرہ ہانپتے ہوئے اک جھکٹے میں پیچھے ہٹی تھی۔۔

اتنا ہاٹ سلم سمارٹ فگر رکھو گی تو یقیناً شوہر پاگل ہی ہو گا بے بی۔۔
اسکی گردن کو اپنے لمس سے مہکاتے ہوئے وہ جنون خیزی سے بولا تو ایرہ اسکے گولڈن بالوں میں ہاتھ الجھاتے ہوئے اسکا چہرہ خود سے دور کر گئی۔۔

میرے بے بی کو کچھ کچھ ہو رہا ہے کیا۔۔
سنی کے چہرے پر تڑپ کے آثار دیکھتے ہوئے وہ شرارتی لہجے میں بولی تو سنی

نے ایبر واچکاتے ہوئے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل وہ اسے اپنے نیچے شفٹ کرتے اسکی شرٹ اتار کر دور اچھال گیا تھا۔۔

سہمیییی۔۔

اس اچانک افتاد پر وہ چیختے ہوئے اسے دیکھنے لگی تو سنی بے شرمی سے اسے آنکھ ونک کرتے اسکا رخ بدلتے ہوئے اسکی پشت کو سینے سے لگا کر پیچھے سے زور سے ہگ کر کے لیٹ گیا۔

بے فکر کرو کچھ نہیں کر رہا بے بی کی بے بو، بس تمہیں تھوڑا تڑپانے لگا ہوں تاکہ تمہیں بھی تڑپ کا مزا آئے جیسے مجھے آرہا ہے۔۔ میرے بہکنے تمہیں شرارتیں سوجھ رہیں ہیں نہ۔۔

ایرہ کی کمر پر بے باکی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ معنی خیزی بولا تو ایرہ مچلتے ہوئے اسے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

نہ نہ بے بواب جب تک تم سسکیاں لیتے ہوئے مجھے پکارتی نہیں یہ بے بی تمارے جان نہیں چھوڑنے والا آج۔۔

سنی نے اسکے بال اٹھا کر اوپر تکیے پر بکھیرتے ہوئے جنونی انداز میں کہا تو ایرہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔وہ تو آویں اس بلا کو چھیڑ بیٹھی تھی۔۔

میں بے بو نہیں ہوں۔۔

ایرہ اسکے ہاتھ کی پشت پر ناخن مارتے ہوئے غصے سے بولی تو سنی اسکی برہنہ کمر کو اپنے شرٹ لیس سینے سے لگاتے ہوئے اک دم سے دونوں کے جسموں میں بے چینی کی لہر پیدا کر گیا تھا۔۔

میں تمہارا بے بی اور تم میری بے بو ہو۔۔

سنی نے اسکو جواب دینے کے ساتھ ساتھ بیک سے ہک کھولتے ہوئے اسکی

ڈھر کنوں پر ہاتھ رکھا تو ایرہ مچلتے ہوئے کمر کو اٹھا گئی تھی۔۔

سنی پلیز۔۔

ہمیشہ کی طرح وہ منت کرنے والے انداز میں بولی تھی۔ وہ جلاد اچھے سے جانتا تھا کہ وہ اسکے لمس پر بری طرح سے مچل اٹھتی ہے۔ اسی لئے جان بوجھ کر وہ اسے ہلکان کرنا چاہ رہا تھا۔۔

جبکہ سنی اسکی پکار کو نظر انداز کرتے اسکی ملائم و شفاف پشت پر ہونٹ رکھنے لگا تھا۔ ایرہ کی گردن کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے ہاتھوں سے اسکی ڈھر کنوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے وہ سچ میں ایرہ کو بوکھلا گیا تھا۔

سنی۔۔۔

سسکیاں لیتی وہ اسے پکارنے لگی تو سنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نے اپنی

جھلک دیکھائی تھی۔

حکم جاناں۔۔

ایرہ کے نازک کندھے پر چہرہ ٹکاتے وہ محبت سے بولا تو ایرہ رخ موڑتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھکتے غصے سے دانت گاڑ گئی۔ جبکہ ایرہ کی خراب حالت پر سنی کا دل کر رہا تھا۔۔ کہ وہ قہقہے لگائے۔۔

سنی کے ہونٹوں پر اپنی نازک شدتیں ڈھانے کے بعد وہ اسکی گردن پر دانت گاڑ گئی تھی۔۔

تم جیسا بد تمیز انسان میں نے آج نہیں دیکھا بے شرم انسان۔۔

دھڑکتے دل کے ساتھ وہ غرائی تو نہ چاہتے ہوئے بھی سنی دلکشی سے قہقہ لگا گیا تھا۔۔ جس پر وہ شرماتے ہوئے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔

ظالم لڑکی کیوں دیوانے کی جان لینے پر تلی ہو۔۔
ایرہ کی دھڑکنوں کے لمس کو اپنے سینے پر محسوس کرتے وہ مسرور ہوتے گھمبیر آواز میں کہنے لگا تو ایرہ ایک بار پھر اسکے سینے پر دانت گاڑنے لگی۔۔

درد کم ہوا تمہارا اب۔۔

سنی نے اسکا چہرہ باہر نکالتے ہوئے پوچھا تو وہ زوروں سے سر اثبات میں ہلاتے سنی کو بے حد پیاری لگی۔۔

گرم چائے پیتے ہی آرام آگیا تھا۔۔ایرہ نے پر سکون ہوتے اسے بتایا۔۔

تو پاگل لڑکی وقت پر یہ سب کر لیتی نہ تو نہ اتنی تکلیف اٹھانی پڑتی تمہیں۔۔
خود بھی تکلیف برداشت کی اور مجھے بھی بے سکون کیا ہوا تھا۔۔
سنی نے عقیدت سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو ایرہ کو اپنی رگ رگ میں سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔سنان مصطفیٰ کاظمی کی اس قدر محبت پر خود پر ناز

کرتے وہ محبت ومان سے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔۔

آج بنا شرٹ کے سو جاؤں تاکہ مجھے تھوڑا بہت سکون ملتا رہے۔۔

سنی نے جھکتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کی تو ایرہ کے لبوں پر شرمیلی سی مسکان چھا گئی تھی۔اس نے شرم سے دوچار ہوت اسکے سینے میں چہرہ چھپایا تو سنی شدت سے اسے ہگ کرتا آنکھیں بند کر گیا۔۔بے شک اسکے پاس دنیا جہاں سکون تھا۔

منیزے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے سنجیدگی سے اپنی پریزنٹیشن تیار کر رہی تھی۔ضرار گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وقفے وقفے سے اپنی بیوی پر نظر ڈال رہا تھا۔ صبح فجر کے وقت سے وہ مینشن سے نکلے ہوئے تھے۔اتنے گھنٹوں کے سفر کے بعد وہ تقریباً اب گاؤں پہنچنے ہی والے تھے۔

اس وقت دن کے دس بجے تھے۔ شاہدہ بیگم نے صبح سویرے اٹھ کر انہیں ناشتہ کروا کے بھیجا تھا، اور ساتھ رستے میں کھانے پینے کے لئے چیزیں بھی پیک کر دی، تو منیزے ان کی اتنی کیئر پر مسکرا دی تھی۔ دونوں کے سفر شروع کرنے سے پہلے شاہدہ بیگم نے ان کا صدقہ اتارا تھا، تاکہ وہ خیریت سے اپنی منزل پر پہنچ سکیں۔ ضرار اور منیزے کو گاڑی میں بٹھا کر جب تک ان کی گاڑی مینشن سے نکلی، شاہدہ بیگم وہیں کھڑی انہیں تکتی رہیں۔

ان چاروں کے پاس دیسی، ماڈرن، ہنس مکھ، سنجیدہ مائیں تھیں۔

اتنے گھنٹوں سے مسلسل کام کر کے منیزے نے تھک ہار کر لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

اپنی اکڑی ہوئی گردن کو ہاتھ سے سہلاتے ہوئے، پیچھے سے چپس کا پیک کھولتے ہوئے شان بے نیازی سے اپنے پاؤں اٹھا کر ضرار کی گود میں رکھ

دیے۔ ضرار چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ منیزے نے بے نیازی سے چپس کھاتے ہوئے کندھے اچکائے، تو ضرار اس کے گلابی پیروں کو ہاتھ سے چھونے لگا۔ منیزے اپنے پیروں پر اس کے تپش زدہ ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے کسمسانے لگی، تو ضرار مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کے پیر کے تلوے پر انگلی پھیرنے لگا۔

منیزے اس کی بے شرمی پر اس کے بازو پر مکہ مار کر پھر ونڈو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ "کیا ہوا؟" ضرار نے ہنستے ہوئے اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھا۔ وہ اسٹائلش یلو کلر کے ڈریس میں غضب ڈھا رہی تھی

۔ "تنگ نہیں کریں مجھے۔" منیزے نے اسے منع کرتے ہوئے چپس کھلائی، تو ضرار مسکراتے ہوئے کھانے کے ساتھ ساتھ پھر اس کے پیروں کو ہاتھ سے دبانے لگا۔ جبکہ منیزے چپس خود کھانے کے ساتھ ساتھ اب

ضرار کو بھی ساتھ کھلا رہی تھی۔

اسے اپنی زندگی کا یہ خوبصورت ترین سفر لگ رہا تھا۔ منیزے نے اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنے ہمسفر کو دیکھا، جو سفید سوٹ میں انتہا کا خوبصورت لگ رہا تھا۔ کالے گھنے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، جبکہ گہری سرمئی آنکھوں میں سنجیدگی کا تاثر واضح تھا۔ ضرار نے منیزے کا پاؤں اٹھا کر اس پر ہونٹ رکھے، تو منیزے ہوش میں آکر پاؤں پیچھے کرنے لگی۔

"سائیں، کیا کر رہے ہیں آپ؟" منیزے نے منہ کھول کر اسے دیکھا، جو مسلسل اس کے پاؤں چوم رہا تھا۔

"تم دیکھ تو رہی ہو، سائیں کی جان۔"

ضرار نے روڈ پر نظریں جماتے ہوئے اسے جواب دیا، تو منیزے بے اختیار

"بول اٹھی، "آپ کو برا نہیں لگ رہا کیا میرے پاؤں چومتے ہوئے؟
منیزے کے سوال پر ضرار نے گاڑی کی رفتار کم کی اور چہرہ موڑ کر اس کو دیکھا، جو غور سے اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔
مجھے کیوں برا لگے گا، میری جان؟ تم میری محبوب بیوی ہو۔ اور پھر مرد" جس عورت سے حقیقی محبت کرتا ہے، اس کے پاؤں چومنے سے بھی گریز نہیں کرتا، نہ ہی اسے برا تسلیم کرتا ہے۔ تم میرے دل کی ملکہ ہو، میری نسل کی امین ہو، تو پھر ضرار پاشا تمہارے پاؤں کیوں نہ چومے؟"
ضرار نے محبت بھرے انداز میں تفصیلی جواب دیا، تو منیزے بے اختیار اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کیا ہوا؟ شوہر پر پیار آ رہا ہے کیا؟"
منیزے کے مسلسل دیکھنے پر ضرار نے شرارتی انداز میں استفسار کیا، تو منیزے سچ میں سر کو ہاں میں ہلاتے ہوئے اس کے دل کے تار چھیڑ گئی۔ وہ

شاید ایسی ہی تھی۔ اگر اسے اپنے شوہر پر پیار آتا تو بغیر شرمائے اس کا اظہار بھی کر دیتی تھی۔ منیزے کی بولڈ نیس بس یہاں تک ہی محدود تھی۔ اس پر ضرار نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

پھر کیا کہتی ہو، سائیں کی جان؟"

اس ختم ہونے والے سفر کو مزید یادگار بنایا جائے؟" ضرار نے بھاری لہجے میں اس کے ہونٹوں پر پھونک مارتے ہوئے اپنی گود میں آنے کا اشارہ کیا، تو منیزے اس کی تڑپ پر کھکھلاتے ہوئے پیچھے ہو کر ٹیک لگا گئی۔

نو، اینڈ نیور، سر تاج سائیں! ویسے بھی آج کل آپ بہت وائلڈ ہوتے جا" رہے ہیں۔" منیزے نے ناک چڑھاتے ہوئے اسے ٹھینگا دکھایا، تو ضرار اسے گھور کر رہ گیا۔

تم یہ منہ دکھائی کی رسم ختم کر کے مجھے واپس آ لینے دو، پھر میں تمہیں "
باتھروم کے پنجرے میں قید کر کے پوچھوں گا کہ وائلڈ رومانس کیا ہوتا
"ہے۔

حویلی کے اندر گاڑی داخل کرتے ہوئے ضرار نے اسے تیکھے لہجے میں
وارننگ دی، تو منیزے لال ہوتی مسکراہٹ دبا گئی۔

دو بجے شروع ہونے والی منہ دکھائی کی تقریب گل جہاں بیگم نے ایک بجے
ہی شروع کروادی تھی، اور ایسا انہوں نے اس لیے کیا تھا تاکہ ضرار اور
منیزے وقت پر واپس نکل سکیں۔ گل جہاں بیگم منیزے کے لیے پہننے
کے لیے ریڈ اور بے بی پنک کلر کی دو ساڑھیاں دے کر گئی تھیں، جبکہ

خاص طور پر اس سے ریڈ ساڑھی پہننے کی تاکید بھی کر گئی تھیں۔

منیزے کے لیے شاپنگ کرتے وقت انہیں پنک کلر کی ساڑھی اتنی پسند آئی تھی کہ وہ اسے بھی خرید لائی تھیں، اور آج منیزے کے آنے پر انہوں نے یہ ساڑھی بھی اسے دے دی۔ ریڈ کلر کی ساڑھی میں سونے کے بھاری زیورات کے ساتھ نیوڈ کلر کے میک اپ میں منیزے نے اپنے کالے گھنے بالوں کا لوز سا بن بنا لیا تھا، جبکہ سائیڈ سے ایک لٹ نکال کر اسے کرلز کیا گیا تھا۔

منیزے نے اپنی فائنل لک شیشے میں دیکھی، تو ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے ہوئے سونے کے بھاری ٹیکے کو اٹھا کر ماتھے پر سیٹ کر لیا۔ منہ دکھائی کی پائلیں اس کے پیروں میں چھن چھن کر رہی تھیں۔ منیزے کے آتے ہی گل جہاں بیگم نے اسے سہاگن بناتے ہوئے اس کے ہاتھوں اور پیروں پر

مہندی لگوائی تھی۔

گورے گورے ہاتھوں اور پیروں پر ریڈ کلر کی مہندی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ کامدار بھاری بلاؤز کے ساتھ شمری بلاؤز سیٹ کیے، پیروں میں بلاکس ہیلز پہن کر منیزے نے خود کو دیکھتے ہوئے پرفیکٹ کا اشارہ کیا۔

گل جہاں بیگم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں تو منیزے کی دراز قد اور خوبصورت تیاری کو دیکھ کر ماشاءاللہ کہتے ہوئے خوشی سے چہک اٹھیں۔

"مام، کیسی لگ رہی ہوں؟"

منیزے نے گل جہاں بیگم کو دیکھ کر گھومتے ہوئے پوچھا۔

"! بالکل چاند لگ رہی ہو، میری جان۔ اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے"

منیزے کی نظر اتارتے ہوئے وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولیں تو

منیزے ان کی نظر اتارنے کے طریقے کو دلچسپی سے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ گل جہاں بیگم اس کے سر کے اوپر سے پیسے وار رہیں تھیں۔

"چلیں ماما، اب لیڈیز سے ملتے ہیں۔"

منیزے جو بغیر ڈوپٹے کے باہر جانے لگی تھی، گل جہاں بیگم ہنستے ہوئے اسے پکڑ گئیں۔

"!ایسے نہیں باہر جانا، بچے"

منیزے کو بناڈوپٹے کے باہر نکلتے دیکھ کر وہ پیار سے اسے ٹوک گئیں۔

منیزے نے سمجھداری سے انہیں دیکھا، جس پر گل جہاں بیگم نے سائیڈ پر پڑا ہوا ایک اضافی ڈوپٹہ اٹھا کر اسے گھونگھٹ اوڑھایا۔ منیزے گھونگھٹ اٹھا کر منہ بسور کر اپنی ماں کو دیکھنے لگی۔ منیزے کے کیوٹ سے فیس کے ایکسپریشنز پر گل جہاں بیگم کو پھر ہنسی آئی۔

گل جہاں بیگم نے اسے سونے کی چوڑیاں اور کڑے پہنائے اور اس کے ماتھے پر لب رکھے۔

"یہ گاؤں ہے، میری جان، یہاں بناڈوپٹے کے باہر جاؤ گی تو اپنے کھڑوس پاشا کو منٹوں میں مشہور کر دو گی کیونکہ یہاں کی عورتیں بناڈوپٹے کے باہر نہیں نکلتیں۔"

گل جہاں بیگم نے پیار سے سمجھایا تو منیزے بھی پیار سے سمجھتے ہوئے اچھے بچوں کی طرح ہاں میں سر ہلاتے گل جہاں بیگم کو اپنے پھولے ہوئے گال کھینچنے پر مجبور کر گئی۔

"ہاہاہا، میرا سمجھدار بچہ! چلو آجاؤ باہر۔"

گل جہاں بیگم نے اسے گھونگھٹ اوڑھا کر پکڑتے ہوئے باہر کی جانب لے کر بڑھ گئیں۔

منہ دکھائی کی رسم شروع ہوئے تین گھنٹے ہو چکے تھے۔اس رسم میں پورے گاؤں کی عورتوں نے شرکت کی تھی۔رسم کو جلدی ختم کرنے کی تاکید چونکہ سردارنی گل جہاں کی طرف سے پہلے ہی تھی،اسی لیے سب عورتیں منیزے کی منہ دکھائی کر چکیں تھیں اور جو رہتیں تھیں وہ اب منیزے کے سامنے بیٹھ کر اس کی خوبصورت سبز آنکھوں کی تعریف میں مشغول تھیں۔

گاؤں کی ساری عورتیں اپنی حیثیت کے مطابق منیزے کے لیے تحائف

لے کر آئیں تھیں، جن میں ہاتھ سے بنی ہوئی چیزیں سر فہرست تھیں۔ منیزے کو اس سارے پروسیس میں بہت مزا آرہا تھا۔ امریکہ جیسے ملک میں رہتے ہوئے اس کے لیے یہ سب بہت انٹرسٹنگ پروسیس تھا۔

گل جہاں اب منیزے کا گھونگھٹ پلٹا چکی تھیں۔ منیزے سب کے ساتھ ہی کھانا کھاتے ہوئے گاؤں کی عورتوں کی معصوم باتیں سن کر ہنس رہی تھی۔ گاؤں کی عورتوں کو اپنی انگریزنی سردارنی کافی پسند آئی تھی۔

رانیہ شعلہ بار نظروں سے منیزے کے چمکتے دمکتے حسن کو دیکھ رہی تھی۔ منیزے کو اس کی نظروں کی بالکل بھی پروا نہیں تھی۔ مندی کرر ات میرال اور بیہ نے کافی اچھی طرح رانیہ کی ٹیوننگ کی تھی۔ جسمانی تشدد کی بجائے وہ دونوں رانیہ کو ذہنی طور پر ٹارچر کرتے ہوئے برات کا فنکشن انجوائے کرتی رہیں تھیں۔

ٹارچر روم میں رانیہ کو کرسی پر باندھ کر انہوں نے کمرے میں دو موٹے چوہے اور کاکروچ چھوڑ دیے تھے، جس پر وہ چیختے ہوئے بے حال ہو گئی تھی۔ اگلے دن وہ کسی کو یہ بتا بھی نہیں پائی تھی کہ ضرار کی ٹیم نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا اور سردار کی بیوی کو مارنے کی سازش میں اسے بھاری نقصان اور سزا سے بھی گزرنا پڑتا۔

لیکن کتے کی دم کی طرح اس کی دم ابھی بھی ٹیڑھی ہی تھی۔ منیزے کو اتنی اہمیت اور پیار ملتے دیکھ کر وہ ہاتھوں کو مٹھیوں میں بھینچ کر اپنے اندر اٹھتے وبال کو دبانے کی کوشش کرنے لگی۔

منیزے جو اپنے پاس بیٹھی ہوئی چھوٹی بچیوں کے سوالوں کا پیار سے جواب

دے رہی تھی، بے اختیاری سے راہداری سے گزرتے ہوئے ضرار پر اس کی نظر پڑی، جو اس وقت بلیک شلوار قمیض میں اپنی لاپرواہی سے منیزے کا دل بری طرح دھڑکا گیا تھا۔

رانیہ نے منیزے کی نظروں کی ضد میں دیکھا تو وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے ضرار کی جانب بڑھی۔ دل میں منیزے کو جلانے کا خیال کمینگی سے آیا۔
منیزے نے حیرت سے اسے ضرار کے پیچھے جاتے دیکھا۔

رانیہ بھاگتے ہوئے اچانک ضرار سے ٹکرائی تو گرنے کے ڈر سے وہ ضرار کا بازو تھام گئی۔
جس پر منیزے کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔

ضرار، جو کہ عجلت میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا تاکہ ضروری چیزیں

لے سکے، خود سے کسی کو ٹکراتے دیکھ کر اس نے مڑ کر جب دیکھا تو رانیہ کو دیکھ کر اس کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا۔ جبکہ رانیہ تو اس کے تاثرات دیکھ کر ہی ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

ضرار نے سرد نظروں سے اپنی قمیض کے بازو کو دیکھا، جسے رانیہ نے پکڑ رکھا تھا۔ ضرار کی سرد سرمئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے رانیہ نے فوراً اس کا بازو چھوڑا تو ضرار نا محسوس انداز میں اپنے بازو سے گرد جھاڑ گیا، جس پر ذلت کے احساس سے رانیہ کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا۔

کوشش کرو کہ اپنے ان قدموں کو زنجیروں میں قید**
**رکھو ورنہ کسی کھائی میں دفن ملو گی۔

ضرار نے رانیہ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں کہا اور

یہ بات اس کے کانوں میں سور کی طرح پھونک کر مڑتے ہوئے تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

منیزے اتنی دور سے ضرار کے الفاظ تو نہیں سن پائی تھی، لیکن رانیہ کے آڑے ہوئے رنگ اسے بہت مزہ دے گئے تھے، اسی لیے وہ رانیہ کو چڑا کر، اسے آگ کی بھٹی میں جھونکتے ہوئے اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

جبکہ ضرار اس کے پاس سے گزرتے ہوئے جرگے کی طرف بڑھ گیا تھا، جہاں اسے اپنی شادی کی خوشی میں لوگوں میں اب تحفے تقسیم کرنے تھے۔

نہ چاہتے ہوئے بھی، انہیں واپسی کے لیے نکلتے نکلتے رات کا اندھیرا ہو **
**گیا تھا۔

منیزے اس وقت خود کو چادر میں چھپائے سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔

جیسے ہی گاڑی حویلی سے نکلی، منیزے ضرار پر جھپٹی۔ ضرار اس اچانک ردعمل پر گاڑی کو بریک لگا گیا۔

"اس چڑیل کو اپنا بازو کیوں پکڑنے دیا تھا؟"

ضرار کی قمیض کے گریبان کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے منیزے نے صفائی طلب کی۔ ضرار لمحے میں اس کی بات کی تہہ تک پہنچ کر بنا بحث کیے، ڈیش بورڈ سے پانی کی بوتل نکال کر اپنا بایاں بازو دھونے لگا۔

"اب خوش؟"

منیزے کے لب گلوز سے چمکتے ہوئے ہونٹوں کو دیکھ کر ضرار نے پیار سے پوچھا تو منیزے اچانک ٹھنڈی پڑی، لیکن اپنے چہرے کے تاثرات نہیں بدلے۔ وہ بنا بحث کیے اپنے اس بازو کے حصے کو دھو گیا، جہاں سے رانیہ نے اسے تھاما تھا، حالانکہ رانیہ کا ہاتھ ضرار کی جلد کے ساتھ نہیں چھوا تھا، اس نے صرف اس کے قمیض کے کپڑے کو کھینچا تھا۔

"نہیں، اگر وہ چڑیل گر رہی تھی تو اسے گرنے کیوں نہیں دیا؟"

منیزے مصنوعی غصے میں غرائی۔ اپنے پیارے عمل سے ضرار اسے منا چکا تھا، لیکن بیوی ہونے کی فطرت کے باعث منیزے کو کلیش کرنے سے باز کہاں آنا تھا۔ ضرار نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کی۔ وہ جانتا تھا کہ منیزے جان بوجھ کر ڈرامے کر رہی تھی۔

ضرار کی خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتے دیکھ کر منیزے کو تپ چڑھی، لیکن ضرار اسے فرصت سے منانے کا سوچ کر گاڑی تیزی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ اسے جلد از جلد اس ایریا سے نکلنا تھا۔ شیراز پاشا نے آج ہی اسے خبردار کیا تھا کہ ان کے کچھ مخالف آج کل ان کی تاک میں ہیں۔

ڈرائیو کرتے ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا، لیکن ابھی تک وہ گاؤں کی حدود سے نہیں نکلے تھے۔ ضرار نے منہ پھلا کر بیٹھی ہوئی منیزے کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی، تو وہ غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک گئی۔ جس پر ضرار نے بھرپور غصے سے اسے گھورا، کیونکہ وہ ناراض ہونے کے فضول ڈرامے کر رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہہ پاتا، اچانک ان کی گاڑی پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ منیزے اچانک چیختے ہوئے ضرار کے قریب ہو گئی۔

ضرار نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے ایک ہاتھ سے اسٹیر نگ سنبھالا اور گن اٹھا کر ونڈو سے باہر نکال کر جوابی فائر نگ کی۔ منیزے مزید خوف سے کانپتے ہوئے جھکتے ہوئے ضرار کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

ضرار نے پیچھا کرتی گاڑی کو دیکھ کر مسلسل فائر نگ کی، تاکہ مخالف سمجھیں کہ وہ اس حملے کے لیے تیار ہیں۔

پیچھا کرتی گاڑی سے فائر نگ بند ہوئی تو ضرار نے نیچے پڑی دوسری گن اٹھا لی، جس پر منیزے کی حالت مزید خراب ہو گئی۔

چند منٹ بعد، ضرار کی گاڑی کے ٹائرز پر فائر ہوا تو گاڑی اچانک ڈسیبلنس ہوتی لڑکھڑائی گئی۔

"!ضرارررر"

گاڑی میں پھر منیزے کی خوفزدہ چیخ گونجی کیونکہ گاڑی گھومنا شروع ہو گئی تھی۔ ضرار گاڑی کو قابو کرتے ہوئے سڑک کی ایک سائیڈ پر لگا کر تیش سے باہر نکلا اور فائرنگ کرنے لگا۔

اسی وقت بادل زور سے گرجنے لگے تو اس اچانک خطرناک صورتحال پر منیزے کا دل سکڑنے لگا۔ وہیں ضرار کے باہر نکلنے پر منیزے نے ہراساں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھ کر نیچے جھکتے ہوئے مزید چھپنے کی کوشش کی۔

مسلسل دس منٹ تک کان کے پردوں کو پھاڑنے والی فائرنگ رکی، تو ضرار نے نخوت سے سر جھٹک کر اپنی گاڑی کی طرف واپس آیا، جہاں اس کی جان سے پیاری منیزے سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔

ضرار نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے جھٹکے سے منیزے کو اپنی گود میں بٹھا لیا، تو وہ خوفزدہ ہو کر چیخ مار گئی۔

ضرار نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اسے ہوش دلایا۔

"شششش! میرا بچہ، چلے گئے ہیں کتے۔۔۔"

منیزے کی لٹیں سنوارتے ہوئے ضرار نے بھاری لہجے میں اسے پر سکون کرنے کی کوشش کی، لیکن منیزے کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"وہ۔۔وہ۔۔کو۔۔کون تھے۔۔سائیں؟"

ضرار کے گرد بازو لپیٹتے ہوئے منیزے نے کانپتے ہوئے پوچھا، تو ضرار نے اس کے کانپتے وجود کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"کتے تھے، اسی لیے بس بھونک کر چلے گئے ہیں۔۔۔"

منیزے کی کمر سہلاتے ہوئے ضرار نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ کیونکہ وہ

حملہ کرنے والوں کی سائیکی سمجھ چکا تھا۔ اگر ان کا ارادہ واقعی ضرار پاشا پر حملہ کرنے کا ہوتا، تو وہ پیچھے سے وار نہ کرتے، بلکہ سامنے سے کرتے۔

اب ضرار حویلی سے گاڑی منگوا نہیں سکتا تھا، اسی لیے اس نے منیزے کو اٹھایا اور وہاں سے کھیتوں میں بنے ہوئے گھر کی طرف بڑھ گیا۔ آج رات انہیں یہاں ہی رکنا تھا۔ حویلی سے گاڑی صبح ہی منگوائی جا سکتی تھی۔

موسم خراب ہونے کی وجہ سے سگنلز بھی نہیں آ رہے تھے۔
ضرار نے منیزے کا ہاتھ پکڑ کر کچھ زمینی راستے پر چلنا شروع کیا۔ اسی وقت بجلی چمکی اور بارش شروع ہو گئی۔ منیزے اور ضرار مکمل بھیگ گئے۔

اتنے اندھیرے میں منیزے کو بری طرح ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ ساڑھی اور ہیلز پہننے کی وجہ سے وہ مسلسل لڑکھڑا رہی تھی۔ اسی لیے ضرار نے جھٹکے

سے مڑ کر اسے بازوؤں میں اٹھالیا، تو منیزے بھیگے چہرے کے ساتھ اسے تھامتی چلی گئی۔

ضرار نے اسے گھر کے سامنے لا کر نیچے کھڑا کیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہ کھیتوں میں بنا ہوا ایک چھوٹا سا گھر تھا۔

اندر موجود آدمی نے دروازہ کھولا، اور اس کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔

لالٹین کی روشنی میں آدمی نے اپنے گاؤں کے چھوٹے سردار کو دروازے پر دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

منیزے کے بھیگے ہوئے سراپے کو اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے ضرار نے مختصر تفصیل بتائی، تو وہ خوشی سے پاگل ہوتے ہوئے انہیں اندر آنے کا کہہ گیا۔

وہ آدمی انہیں اک کمرے میں چھوڑ گیا تھا۔ جہاں اک طرف گندم کے ڈھیر اور کمرے کے بیچ وبیچ اک بوسیدہ سی چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ یہ کمرہ گھر کے باقی حصے سے زرا ہٹ کر تھا۔۔

دروازے کو کنڈی لگا کر ضرار چارپائی پر آ گرا تھا۔ صبح کی مسلسل ڈرائیونگ اور آج کی مصروفیت اسے مکمل طور پر تھکا چکی تھی۔ رہی کسر کچھ کتوں نے بھونک کر پوری کر دی تھی۔

منیزے کو ہنوز کھڑے دیکھ کر ضرار نے چہرہ اٹھاتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے پاس بلایا تو وہ جھجکتے ہوئے اسکے قریب ہو گئی۔ اس وقت اچانک سے زور سے بجلی چمکی تو وہ ڈرتے ہوئے ضرار کے پاس تیزی سے لیٹ کر

اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔ کمرے میں اس وقت مدھم بلب کی روشنی تھی۔
ضرار نے منیزے کے قریب ہونا چاہا تو منیزے نے پھر اسکا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ جس پر ضرار غصے کی کیفیت میں خود پر ضبط کرتے آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گیا۔۔

اس وقت ان گنت تھکن اس پر سوار ہو رہی تھی۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنے غصے سے اسے پھر ہرٹ کر دے۔ اسی لئے خاموشی اختیار کر گیا تھا۔

ضرار کی جانب سے خاموشی محسوس کرتے منیزے نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھنا چاہا۔ پانچ منٹ تک ایسے ہی خاموشی کی نظر ہوئے تو منیزے پر سکون ہوتے سیدھی ہو کر لیٹ گئی۔ کمرے میں آنکھیں گھماتے ہوئے جب اچانک چھت پر چلتی ہوئی موٹی چھپکلی پر اسکی نظر پڑی تھی۔

بادلوں کی دھاڑ پر اور چھپکلی کے خوف پر وہ سہم کر اسکے نزدیک ہو گئی۔۔
اک چارپائی پر وہ جہاں ڈر کے مارے کسمار ہی تھی۔ وہیں دوسری طرف
مقابل اس ریشم جیسے لباس میں اسکے ملائم و نازک بدن کے ریشوں سے
الجھنے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ لیکن اس وقت وہ ظالم بنی ہوئی تھی۔

اس ویران کمرے میں اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہہ پاتی کہ پھر اچانک
سامنے دیوار پر چلتی ہوئی اک اور بڑی سی موٹی چھپکلی پر منیزے کی نظر گئی
جسے دیکھ کر اسکا سانس سینے میں اٹکا تھا۔۔

کانپتے ہوئے اس نے نظریں گھما کر مقابل کی طرف دیکھا جہاں وہ آنکھوں
پر بازو رکھے سونے کی کوشش کر رہا تھا۔
اس سے پہلے کہ ضرار کو ہلا کر چھپکلی کی جانب متوجہ کرتی کہ سامنے کا منظر
دیکھ کر وہ چیختے ہوئے اپنی ساڑھی کے پلو سے الجھتے ہوئے اٹھ کر اسکے

اوپر لیٹ کر اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی تھی۔ جبکہ ضرار نے تو اسکی اس اچانک پیش قدمی پر ہڑ بڑا کر آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

سائیں وہ سامنے دیوار پر بہت سی چھپکلیاں ہیں۔۔

منیزے نے انگلی سے سامنے کی طرف اشارہ کرتے اسے بتایا تو ضرار سامنے دیکھنے لگا جہاں دیوار پر چھپکلیوں کی بارات آئی ہوئی تھی۔اسی منظر کو دیکھ کر تو وہ اسکے اوپر شفٹ ہوئی تھی۔

ہمم۔۔۔

منیزے کی چادر اتارتے ہوئے ضرار نے ہنکارہ بھرا تھا۔۔ جبکہ اسکا روم روم منیزے کی طلب میں خشک ہونے لگا تھا۔ کیونکہ وہ پوری کی پوری اسکے اوپر لیٹی ہوئی تھی۔۔اسکی چھوٹی چھوٹی سانسیں ضرار کی گردن پر اپنا اثر چھوڑ رہیں تھیں

تم مجھ سے ناراض تھی شاید۔۔

منیزے کے بلاؤز کے بیک ڈیپ گلے پر انگلی سے اپنا نام لکھتے ہوئے ضرار نے اسے یاد دلایا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ساڑھی پہنے ہوئے ہے۔۔

گھر جا کر ناراض ہو جاؤں گی ابھی نہیں ہونا مجھے۔۔۔

منیزے چہرہ اٹھا کر اسے جواب دے کر پھر چھپی تو ضرار ایبر واچ کاتے ہوئے اس چالاک لومڑی کو دیکھ گیا۔۔

ٹھیک ہے اپنی چھپکلیوں سے پھر خود ہی نبٹو، میں بھی گھر جا کر تمہارا ڈر دور کر دوں گا۔۔

منیزے کو اپنے اوپر سے اتار کر سائیڈ پر لٹاتے ہوئے ضرار جہاں لاپرواہی سے بولنے لگا تھا۔۔وہیں ٹی پنک کلر کی شیفون کی ساڑھی میں اسکا دمکتا حسن دیکھ کر ساکت ہوا تھا۔۔ منیزے نے یہ ساڑھی اسے رات میں

سرپرائز دینے کے لیے پہنی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ آج کی رات کھیتوں کی نظر ہونے والی ہے۔۔

ی۔ی۔۔یہ۔۔تم نے۔۔تم نے کیا پہن رکھا ہے۔۔
کان کھجاتے ہوئے ضرار نے بامشکل اپنی نظریں ہٹاتے ہوئے اسے پوچھا تھا۔ جبکہ اپنے اوپر سے اتارنے کی غلطی کا بھی شدت سے احساس ہوا۔اپنی بھیگی ہوئی گیلی قمیض کے بٹن کھولتے ہوئے ضرار نے اپنے دل میں بے ساختہ اور چھپکلیوں کے آنے کی دعا مانگی تھی۔

جبکہ ضرار کی دعا قبول ہوئی تھی لیکن چھپکلی کی بجائے اب دو چوہے منیزے کے سامنے مٹر گشت کرتے ہوئے اسے اپنا دیدار کروانے لگے تو منیزے خوف سے ان بلاؤں کو دیکھ کر چیختے ہوئے دوبارہ اسکے اوپر پھر لیٹ گئی تھی۔

کس جنگل میں لے آئے ہیں مجھے، یہاں چوہے بھی ہیں۔۔

منیزے گندم کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے چینخی تو ضرار وہاں دیکھ کر اپنی قبولیت پر مسکراہٹ دبا گیا۔ منیزے کی کمر پر اپنا چوڑا ہاتھ رکھتے ضرار نے اپنی گردن سے اسکا چہرہ باہر نکال کر دیکھا جہاں اسکے لب کپکپا رہے تھے۔۔

ڈر لگ رہا ہے کیا۔۔

منیزے کے بلاؤز کی ذپ کھولتے ہوئے ضرار نے اسکی سبز آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گھمبیر لہجے میں پوچھا تو وہ بے ساختہ سر ہاں میں ہلاتے اقرار کر گئی تھی۔

کتنا ڈر لگ رہا ہے میری بیوی کو۔۔

منیزے کے کندھے پر ہونٹ رکھتے دوسرا سوال پوچھا گیا۔۔۔

بہت۔۔تت۔۔۔

اس پر شدت لمس پر اس نے کانپتے ہوئے جواب دیا تو ضرار مزید خود پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔ باہر زوروں شور سے بارش جاری تھی۔

آنکھیں بند کرو پھر ڈر نہیں لگے گا۔۔

منیزے کو اپنے نیچے شفٹ کرتے ہوئے ضرار نے اسے آنکھیں بند کرنے کا کہا تو منیزے اپنے جلتے ہوئے بدن کو محسوس کرتے آنکھیں میچ گئی تھی۔

ضرار نے مبہوت ہو کر بلب کی مدھم روشنی میں اسکا بھیگا بدن دیکھا تھا۔۔

آگ لگانے کی ساری تیاری کر کے تم مجھ سے ناراض ہو رہی تھی واہ۔۔۔

فٹنگ والے بلاؤز میں منیزے کے خوبصورت تراشے ہوئے بدن کو دیکھ

کر ضرار جذبات سے پاگل ہوتے ہوئے کہہ کر اک دم سے منیزے کا پلو نکال کر سائیڈ پر اچھالا تو وہ اک دم سے آنکھیں کھول گئ تھی۔

سائیں س۔۔

سینے کو بازوؤں سے چھپاتے ہوئے وہ چینخی تو ضرار دائیں جانب اشارہ کر گیا۔ جس پر منیزے دائیں جانب دیکھ کر اچھلتے ہوئے اٹھ کر ضرار کے سینے میں چھپی تو ضرار مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکی پتلی کمر کو تھام گیا تھا۔

کیونکہ چوہے انکی چارپائی کے قریب آ گئے تھے۔

انکو دور کریں نہ پلیز۔۔۔

ضرار کی گردن پر ہونٹ رکھتے ہوئے مکھن لگانے کی کوشش کرتے منت کرنے والے انداز میں وہ کہنے لگی تو ضرار اسکو کمر سے اٹھاتے ہوئے بیٹھ کر اپنی گود میں شفٹ کر گیا۔۔

اک شرط پر تمہاری بات مانو گا میں۔۔۔

ضرار نے اسکو تھائیز سے پکڑتے ہوئے اپنے نزدیک کیا تو منیزے کے جسم کا سارا خون نچڑ کر اسکے چہرے کو لال رنگ میں رنگ گیا تھا۔۔

ساڑھی کے گرے ہوئے پلو میں فٹنگ والے بلاؤز میں اسکی گود میں کراس بیٹھی ہوئے تھی۔اوپر سے باہر بادلوں کی گرج و پکار اور زوروں کی بارش بھی برس رہی تھی۔اک دم سے زوردار بجلی چمکی تو کمرے میں جلتا اکلوتا بلب بھی بجھ کر منیزے کے اوسان خطا کر گیا۔۔اک ساتھ اتنے حادثات پر وہ چکرا کر رہ گئی تھی۔۔

سائیں لائٹ بھی چلی گئی۔۔

منیزے نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے معصومیت سے اسے بتایا

تھا۔۔

ہمم۔۔۔ضرار نے ہنکارہ بھرتے ہوئے بھاری لہجے میں جواب دیا۔۔

اسے جواب دینے کے ساتھ ساتھ قمیض اتارتے ہوئے ضرار نے ویسٹ بھی نکال کر سائیڈ پر رکھی۔اور ہاتھ بڑھا کر منیزے کا بلاؤز اسکے جسم سے الگ کرنا چاہا تو منیزے جو اندھیرے میں چوہوں اور چھپکلیوں کی تلاش میں گم تھی۔

رات کے تین بج رہے تھے۔باہر برستی تیز بارش اب ہلکی ہلکی بوندا باندی میں تبدیل ہو گئی تھی۔لیکن ابھی بھی بارش بند نہیں ہوئی تھی۔کمرے کی کھڑکی کے پٹ ابھی تک کھلے ہوئے تھے۔جن سے آتی تیز ٹھنڈی ہوا ضرار کو جاگنے پر مجبور کر گئی تھی۔

سرشاری سے ضرار نے آنکھیں کھول کر اپنے ارد گرد کا منظر دیکھنا چاہا تو

گزری رات کے مناظر یاد کر کے وہ روح تک سرشار ہوتے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

ضرار نے کلائی پر پہنی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تو رات کے تین بجے کا وقت ہوا تھا۔

ضرار نے نظریں گھما کر اپنے پہلو میں سوئے ہوئے وجود کو دیکھا جو اسکی بلیک قمیض پہنے ہلکا سا منہ کھولے سوئی ہوئی تھی۔ وہ رات کے آٹھ بجے یہاں پر آئے تھے۔۔ جبکہ ضرار نے اپنی تھکاوٹ منیزے کے وجود پر اتارتے ہوئے بارہ بجا دیے تھے۔

منیزے کو اپنی قمیض میں دیکھ کر ضرار کے دل میں گدگدی سی ہوئی۔ پورے حق سے وہ تکیے کو چھوڑ کر اسکے سینے پر سر رکھے ضرار کو ہگ کیے سو رہی تھی۔

سائیڈ پر پڑی ہوئی منیزے کی ساڑھی کو اک نظر دیکھ کر ضرار نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے شدت سے اسے خود میں بھینچا تھا۔۔
یہ رات اسکی زندگی کی خوبصورت ترین رات تھی۔زندگی کی ہر عیش و آرام سے پرے صرف اک وجود میں اس نے سکون پایا تھا۔

منیزے کی کمر میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے ضرار نے اسے اٹھا کر اپنے اوپر لٹایا تو منیزے کسمسا کر اسکی گردن میں منہ چھپا کر پھر سونے لگی۔۔۔
لیکن ضرار کو وہ سوتی ہوئی بلکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ منیزے کی قمیض کو کندھے سے کھسکا کر ضرار نے وہاں پر اپنے تپش زدہ لب رکھے تھے۔وہ دراز قد کی لڑکی تھی۔۔ضرار سے اسکی ہائیٹ کا بس تھوڑا ہی فرق تھا۔جو ہیلز پہن کر وہ پورا کر لیتی تھی۔

ضرار محبت سے جو اسکے بال سنوار رہا تھا۔۔کہ چوہوں کی آواز سن کر انکی

طرف متوجہ ہو گیا۔۔جو اسکی چارپائی کے بلکل قریب چکر لگا رہے تھے۔
ان چوہوں کا ضرار کو بہت فائدہ ہوا تھا۔ منیزے کا ڈر یاد کرتے ہوئے وہ دلکشی سے مسکرا دیا لیکن اسی پل اسکے ذہن میں اک شیطانی امڈا تھا۔
سائیں کی جان تمہارے پاؤں کے پاس چوہا ہے۔۔۔
ضرار نے اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے منیزے کو بار بار بتایا تو منیزے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولتے ہوئے پیروں کو جھٹکنے لگی تھی۔۔

سائیں مجھے بچائیں۔۔۔۔۔
منیزے کی چیخ و پکار پر اس ویران کمرے میں ضرار کا فلک شگاف قہقہ گونج اٹھا۔۔
جبکہ سچ میں چوہوں کو اپنی چارپائی کے بلکل پاس دیکھ کر منیزے کی آنکھیں ساکت ہوئیں تھیں۔
ضرار نے منیزے کی نظروں کی زد میں دیکھ کر اپنے ہونٹ کا کونا دبایا تھا۔

آپ بولیے گا نہیں، دیکھنا خود ہی چلیں جائیں گئے یہاں سے۔۔۔

منیزے نے ضرار کے کان میں فسوں خیز سرگوشی کرتے اسے بولنے سے منع کیا تو ضرار اسکی سانسوں کی تپش پر مبہوت ہو کر اسکے خوبصورت چہرے پر ڈر کے آثار دیکھنے لگا۔۔

گردن پر اسکی شدتوں کے نشان سجائے وہ اسے چوہوں کو بھگانے کی ترکیب بتا رہی تھی۔۔

خود کیسے جائیں گئے یہ۔۔۔

ضرار نے جواب میں سرگوشی کرتے ہوئے اسے پوچھا تو وہ جو چارپائی سے نیچے غور سے چوہے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لیکن اچانک سے وہاں اک اور چوہے کو آتے دیکھ کر آنکھیں پھیلاتے ہوئے ضرار کی جانب مڑی۔۔

ہم چپ رہیں گئے نہ توانکو لگے گا کہ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔۔اور جب کوئی ہو گا نہیں تو بھلا یہ کس کو ڈرائے گئے۔۔

منیزے نے زرا سا اوپر اٹھتے ہوئے ضرار کے کان میں سرگوشی کرتے جواب دیا تو ضرار کو اپنا قہقہ روکنا محال محسوس ہونے لگا۔۔

سائیں یہ دیکھیں لگتا ہے اسکی بیوی اسکو گھر لے جانے کے لیے آئی ہے۔۔

منیزے نے اشتیاق سے ضرار کو بتانا چاہا۔۔تو ضرار جاں نثار نظروں سے اپنی اکلوتی خوشی کو دیکھنے لگا۔۔جو ساری دنیا کی باتیں چھوڑ کر اس کے ساتھ چوہوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔

سائیں کی جان کو کیسے پتہ ہے، کہ وہ اس چوہے کی بیوی ہے۔۔

ضرار نے منیزے کا ہاتھ چومتے ہوئے تجسس سے پوچھا تو منیزے خود میں سوچ میں پڑ گئی۔کہ وہ اپنے سائیں کو کیسے بتائے کہ دوسرا آنے والا چوہا پہلے

چوہے کی بیوی ہے۔۔۔

سائیں وہ تھوڑی تھوڑی لڑکی لگ رہی ہے نہ اس لئے اسکی بیوی ہی ہو گی۔۔
منیزے کو جب کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ضرار پاشا کو کس بات سے کنفرم
کرے تو جو منہ میں آیا وہ بولتی چلی گئی۔

جبکہ اپنی بیوی کی ان انوکھی باتوں پر اس بار ضرار کا اپنا قہقہ روکنا مزید مشکل
ہوا تھا۔۔ لیکن وہ اتنی جلدی ہنس کر اس انوکھی انفارمیشن سے محروم نہیں
ہونا چاہتا تھا۔

کس اینگل سے وہ لڑکی لگ رہی ہے سائیں کی جان۔۔۔
سرخ چہرے سمیت اپنا قہقہ روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ضرار نے محبت
بھرے لہجے میں پھر پوچھا تھا۔۔۔

سر تاج سائیں غور سے دیکھیں وہ والا چوہا زرا موٹا ہے
جبکہ اس والے چوہے کا فگر دیکھیں نہ اپنے سلم سمارٹ فگر سے یہ فی میل چوہا لگ رہا ہے۔۔۔

اپنے امریکن ایکسنٹ میں تفصیل بیان کرتے وہ سچ میں ضرار پاشا کو پاگل کر گئی۔

ہاہاہاہاہاہا۔۔۔
تم بہت کیوٹ ہو سر تاج کی عزیز من۔۔۔ضرار اسکی تفصیل پر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تو منیزے شرماتے ہوئے اسکے سینے میں چھپ گئی۔۔

کیا سچ میں میرے بر گر بے بی کو لگتا ہے۔کہ فی میل چوہے کا بھی فگر ہوتا ہو گا۔۔

ضرار نے اسکا چہرہ باہر نکال کر شرارتی انداز میں پھر پوچھا تو منیزے شرم سے اسکے سینے پر مکے رسید کرنے لگی۔

میرا معصوم بچہ گھر جا کر تمہارے عیس، اور سنی بھیا کو تمہارے فگر والی بات بتاتا ہوں۔ دیکھنا وہ نمونے بھی یہ انفارمیشن سن کر حیران ہو جائیں گئے۔

ضرار نے اسے شدت سے خود میں بھینچتے ہوئے تنگ کرنے والے انداز میں بتایا تو منیزے نے اسکے شرٹ لیس سینے پر دانت گاڑ دیے تھے۔

جس پر ضرار نے مسرور ہوتے اسکے لمس کو برداشت کیا تھا۔۔

ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے ضرار نے اسکے بال سمیٹ کر اک کندھے پر رکھے اور ساتھ ہی اسکے بالوں کو جکڑ کر اسکے ہونٹوں کو قید کر لیا تھا۔ جس پر

منیزے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے بوکھلا سی گئی۔

قطرہ قطرہ منیزے کی سانسوں کو چراتے ہوئے ضرار نے قمیض کے بٹن کھول کر اسکی ڈھرکنوں پر ہاتھ رکھا تو منیزے کا دل سرتاپیر تیز رفتار میں بھاگتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔۔

منیزے کے دل کو تیزی سے دھڑکتے ہوئے محسوس کر کے ضرار نے آنکھیں بند کر کے نرمی سے ادھر ہاتھ سہلایا تو منیزے کے وجود میں پھر سرد لہریں اٹھنے لگیں تھیں۔اسی وقت کھلی ہوئی کھڑکی سے تیز ہوا کا جھونکا اندر آیا تو اتنی ٹھنڈی ہوا کو محسوس کر کے وہ کپکپا سی گئی۔

جبکہ زبردستی ضرار سے اپنے ہونٹ چھڑاتے ہوئے منیزے نے اسکے سینے پر سر ٹکایا تو ضرار نے اک جھٹکے میں اسے اپنے نیچے شفٹ کیا تھا۔

سر۔ سر۔۔ سرتاج۔۔۔

منیزے نے اک دفعہ پھر ضرار کو حاوی ہوتے دیکھ کر بے چینی سے پکارا تو ضرار نے سرخ سرمئی آنکھوں سے اسکی سرخ ڈورے والی سبز آنکھیں میں محبت سے جھانکا تھا۔۔

تمہاری دھڑکن مجھے بتا رہی ہے کہ سرتاج کی جان کو اسکی پھر ضرورت ہے۔۔

ضرار نے کان لگا کر اسکی تیز ہوتی ڈھڑکن کو سنتے ہوئے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو منیزے اک دم سے لال پڑتی مزاحمت کرنے لگی۔۔۔

خود سے مطلب نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اپکو۔۔۔

منیزے نے زبان نکال کر چڑتے ہوئے کہا تو ضرار اسکی زبان نکالنے والی

عادت کو دیکھ کر ایبر واچکا گیا۔۔

یہ تم جو میری پیٹھ پیچھے منہ کے ڈیزائن بنا کر چڑاتی رہی ہو نہ مجھے اس بارے میں سارا علم ہے۔۔

ضرار نے اسکے ہونٹوں کو پاوٹ بناتے ہوئے چبا کر کہا تو منیزے کی آنکھیں مسکرائیں تھیں۔

یہ تم کس کرتے وقت ہونٹوں کو نرم کیوں نہیں رکھتی۔۔

ضرار نے اسکے گلابی ہونٹوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے گھمبیر آواز میں پوچھا تو منیزے گھبراتے ہوئے اسکا ہاتھ پیچھے ہٹانے لگی۔۔ کمرے کی ہوا میں اس وقت ملن کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔۔ جبکہ یہ انتہائی فسوں خیز ماحول ایک بار پھر منیزے کے رونگٹے کھڑے کر رہا تھا۔۔۔

میں تمہیں کس کرنے لگا ہوں اور اس بار مجھے میری پسندیدہ کس چاہیئے۔نہ تم مزاحمت کرو گی نہ ہلو گی اور ان گلاب کی پنکھڑیوں کو نرم رکھتے ہوئے بس میرے حوالے کرو گی۔۔ گوٹ اٹ۔۔

ضرار نے اسکی نرم ہتھیلیوں کو ہاتھ میں قید کرتے ہوئے بھاری لہجے میں ہدایات کیں تو منیزے اسکی اتنی انسٹریکشنز پر منہ بنا گئی۔

ضرار نے اسکے ہونٹوں کو زرا سا کھولتے ہوئے ان پر اپنے عنابی ہونٹ رکھے تو منیزے کو اسکے اتنے نرم اور میٹھے لمس پر اپنے وجود میں سپارک ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

ضرار نے اسکے ہونٹوں کی نرماہٹ محسوس کرتے تیزی سے انہیں اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے منیزے کو کمر سے اوپر اٹھاتے ہوئے اپنے قریب کیا تھا۔ منیزے کے نچلے ہونٹ کو سک کرتے

ہوئے ضرار نے اسکے بدن پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو منیزے کا سانس اٹکنے لگا تھا۔ جبکہ اپنی پسندیدہ کس کو پاتے ہی ضرار کا رواں رواں طلبگار بن رہا تھا۔۔

منیزے کی زبان کو سک کر کے ضرار نے زرا سا اوپر اٹھتے ہوئے منیزے کی قمیض اسکے جسم سے الگ کی تو منیزے بوکھلاہٹ سے اسے تھام گئی۔

ریلکس میری جان، جب شوہر بیوی سے پیار کرتا ہے تو ہر طرف نور برسنے لگتا ہے اس لئے خاموشی سے بنا مزاحمت کیے اس نور میں مجھے اور خود کو گھلنے دو۔ تاکہ محبت کی داستان میں ہمارا نام بھی شامل ہو سکے۔۔

ضرار نے اسکی گردن پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے ہوئے سر تک چادر اوڑھا دی تو منیزے چادر کے اندھیرے میں اسے دیکھنے لگی تھی۔

منیزے کی دھڑکنوں کو چومتے ضرار نے اسکی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے اسکی روح میں اچانک سرائیت کی تھی۔ جس پر منیزے کا انگ انگ اسکے لمس پر مچل گیا۔

تمہاری خواہش کے مطابق اب سافٹ رومینس ہو گا۔۔

ضرار نے اسکی کان کی لوح پر کاٹتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا تو منیزے کانوں کی لوح تک سرخ ہو گئی تھی۔ جبکہ منیزے کے وجود پر اپنا بوجھ منتقل کرتے ہوئے ضرار نے اسکی ٹانگوں کو کمر پر لاک کرتے نرمی سے اپنی شدتوں کا آغاز کیا تھا۔

منیزے اسکے نرم لمس پر مچلتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھنے لگی تو ضرار اپنے ہونٹ پیچھے کر گیا۔ جس پر منیزے نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔۔

منیزے کے اک دم غصے سے آنکھیں سرخ کرنے پر ضرار ہنستے ہوئے خود اسکے ہونٹوں پر لب رکھ گیا۔تاکہ اسکی بے چین بیوی اپنی تڑپ مٹا سکے۔ ضرار پاشا اک دفعہ پھر منیزے کے وجود کو خود میں زیر کرنے کی کوشش میں پاگل ہو گیا تھا۔

شام کے وقت عیس مینشن میں آیا تو مشعل کو ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھ کر پکوڑے کھاتے دیکھ کر سیدھا اسی کی طرف چلا آیا۔بلیک سوٹ میں بالوں کی پونی بنائے ماتھے پر ہنوز بالوں کو بکھیرے وہ پوری توجہ سے پکوڑوں کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔بلیک سوٹ میں مشعل کے دمکتے ہوئے سراپے کو دیکھ کر عیس کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔
لیکن مشعل کو تیزی سے کھاتے دیکھ کر عیس اک دم حیران ہوا تھا۔

خیر ہے نہ کیا پورا ملک کھانے کا ارادہ ہے جو ہر چیز سے غافل ہو گئی ہو۔۔
عیس نے اسکے سامنے کھڑے ہو کر حیران کن لہجے میں پوچھا تھا۔ کیونکہ وہ پچھلے پانچ منٹ سے یہاں کھڑا تھا۔۔ لیکن اسکی بیوی نے اسکی موجودگی کو زرا بھی نوٹ نہیں کیا تھا۔

بابا، عیس میرے کھانے کو نظر لگا رہے ہیں۔۔
عیس کی بات سنتے ہوئے مشعل نے آواز لگاتے ہوئے حسن صاحب کو بلایا۔ کیونکہ وہ آج خود کچن میں کھڑے ہو کر اپنی بیٹی کے لئے پکوڑے بنا رہے تھے۔

مشعل کے چلانے پر حسن صاحب فور آ بیلن اٹھا کر تیش سے ڈائنگ ٹیبل حاضر ہوئے تھے۔ جہاں عیس انکے ہاتھ میں بیلن دیکھ کر سٹپٹا گیا تھا۔ وہیں اک نظر اپنی بیوی کو بھی دیکھا جو سکیورٹی گارڈ کو بلا پھر کیچپ کے ساتھ

پکوڑے کھانے میں مشغول ہو گئی تھی۔

کیا تکلیف ہے تمہیں کیوں میری بیٹی پر اپنی گندی نظریں رکھ کر یہاں کھڑے ہو۔

حسن صاحب نے عیس کو بیلن دیکھاتے ہوئے جہاں پوچھا تھا۔ وہیں انکے اس انداز میں پوچھنے پر عیس کہاں اپنی بات پر قائم رہ سکا تھا۔ اسی لئے زبردستی مسکراتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔۔

حسن صاحب آپکی بیٹی کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں تو بس یہ ان سے پوچھنے آیا تھا۔ کہ کیا یہ میرے ساتھ گول گپے کھانے کے لئے چلنا پسند کریں گئیں۔۔

عیس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنی جھوٹی آفر کا ذکر کیا تو

مشعل نے نظریں اٹھا کر اس بڑے فراڈیے کو دیکھا تھا۔ جبکہ حسن صاحب نے مشعل کو سوالیہ نظروں سے پوچھا کہ کیا وہ اس نمونے کی آفر میں انٹرست رکھتی ہے۔۔

حسن صاحب کے پوچھنے پر مشعل نے ناک سکیڑتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

نو مسٹر علی میں گول گپے کھانے کے لئے اپنے بابا کے ساتھ جاؤں گی۔۔

مشعل نے جان بوجھ کر آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے عیس کو اسکے دوسرے نام سے پکارا تو عیس اسکی زبان سے اپنے لئے پھر علی سنتے ہوئے اک دم سے بے خود ہوا تھا۔ مشعل کو آنکھوں ہی آنکھوں میں نگلنے کی دھمکی دیتے ہوئے عیس نے اسے باز کرنا چاہا۔ وہ جب بھی اسے اس نام سے پکارتی تھی۔ عیس کا دل کرتا تھا۔ کہ اسکے چھوٹے سے وجود کو اپنے نیچے دباتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر مسلسل بائٹ کرنا شروع کر دے۔ جن سے وہ اسے اتنے پیار سے علی پکارنے لگی تھی۔

برخوردار اپکو آپکا جواب مل گیا ہے اب آپ یہاں سے عزت سے دفع ہو جائیں۔۔

حسن صاحب نے میٹھے لہجے میں عزت سے عیس کو وہاں سے نکالا تو عیس دونوں باپ بیٹی پر خونخوار نظر ڈال کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

چلو آؤ بچے اب گول گپے کھانے کے لئے چلتے ہیں۔۔

حسن صاحب نے بیلن کو ٹیبل پر رکھ کر مشعل سے کہا تو وہ جوش و خروش سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

بابا میں دو منٹ میں بس چادر لے کر آتی ہوں۔آپ یہاں ہی میرا انتظار کریں۔۔

مشعل نے گول گپے کھانے کی خوشی میں چہکتے ہوئے کہا تو وہ اسے مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگے جو تیزی سے چادر لینے جا رہی تھی۔

ضرار نے کال پر شیر از پاشا کو مختصر تفصیل بتاتے ہوئے دوسری گاڑی بھیجنے کا کہا تو اس دفعہ شیر از پاشا گاڑی کے ساتھ ساتھ خود بھی وہاں پہنچے تھے۔

اس جوڑے کو شیر از پاشا نے ان گنت تحائف دیے تھے۔۔ جنہوں نے کل طوفانی رات میں ان کے بیٹے اور بہو کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔
صبح کے وقت اس آدمی کی بیوی نے ناشتے میں بھرپور انتظام کرتے ہوئے خالص دیسی ناشتہ انکی خدمت میں پیش کیا تھا۔

ایرہ کی طرح دیسی گھی میں بنے ہوئے پراٹھوں کو دیکھ کر منیزے حیران ہوئی تو ضرار اسکے تاثرات کو دیکھ کر اسے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروانے

لگا۔ کیونکہ وہ خود تو اس ناشتے کو ہاتھ لگاتی ہوئی نظر نہیں آ رہی تھی۔
ضرار کے ہاتھ سے وہ ناچاہتے ہوئے بھی ناشتہ کرنے لگی تھی۔
شیراز پاشا کے آنے پر ضرار منیزے کو ساتھ لیے وہاں سے نکلنے لگا تو
منیزے کو خود سے بے پرواہ دیکھ کر گہری سانس خارج کر گیا۔۔

سائیں کی جان کیوں بھول جاتی ہو کہ اس وقت تمہارے بدن کے ہر حصے پر
میری شدتوں کے نشان تازہ ہیں۔ تو پھر کیوں گزری رات کی کہانی ہر کسی پر
بیان کرنا چاہ رہی ہوں۔۔

ضرار نے گلابی ساڑھی میں اسکے نازک سے سراپے کو دیکھ کر بھاری لہجے
میں کہا تو منیزے شرم سے دوچار ہوتے منہ بنا گئی۔۔
میں نے اب کیا کر دیا ہے ایسا۔۔
منیزے نے ناک چڑھاتے ہوئے پوچھا تو ضرار اسکی چادر کو کھول کر اس پر

اوڑھاتے ہوئے اسکی کھلی ہوئی زلفوں کو ڈھک گیا۔۔

یہاں سے باہر نکلنے لگے ہیں تو چہرہ ایسے ہی چھپا کر رکھنا ہے اوکے۔۔۔
ضرار نے چادر سے اسکا چہرہ چھپاتے ہوئے ہدایت کی تو سمجھداری سے
ضرار کی بات مانتے ہوئے وہ اسے خوشی میں مبتلا کر گئی تھی۔

حویلی سے نکلتے ہوئے گل جہاں بیگم نے ضرار کو اسکی بیوی کی کیٹونیس اور
لیڈیز سے ملنے کی پرجوشی کے بارے میں بتایا تھا۔اور اب بھی اچھے بچوں
کی طرح اسکی بات مان کر وہ ضرار کو بے حد کیوٹ لگ رہی تھی۔
چادر میں نظر آتی منیزے کے سبز نشیلے نینوں کو دیکھ کر ضرار نے بے
اختیار انہیں چوم کر مضبوطی سے منیزے کا ہاتھ جکڑ کر باہر کی جانب قدم
بڑھائے تھے۔

شیر از پاشا سے ملنے کے بعد ان دونوں کو اپنی نگرانی میں شیر از پاشا نے گاڑی میں بٹھا کر ساتھ ڈرائیور اور اک گارڈز کی گاڑی کی سیکورٹی میں انہیں روانہ کیا تھا۔ انکی اتنی سیکیورٹی پر ضرار چڑا تو وہ اسے صاف سنا گئے تھے۔

کہ وہ خود سپر مین بنتا رہے۔ لیکن اپنی بہو کی زندگی پر وہ رسک نہیں لے سکتے۔۔ شیر از پاشا کے لتاڑنے پر وہ منہ ٹیڑھا کرتے گاڑی میں پیچھے منیزے کے ساتھ بیٹھا تو منیزے نے اسکی حالت پر مزہ لیتے ہوئے ونڈوز سے چہرہ باہر نکال کر شیر از پاشا کو آنکھ ونک کرتے تھمزاپ کیا تھا۔ شیر از پاشا مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کو سیلوٹ کر کے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔۔ ضرار نے تیکھی نظروں سے اپنی شرارتی بیگم کو دیکھا تھا۔۔

منیزے نے محبت سے اسکے کندھے پر سر رکھتے ہوئے آنکھیں بند کیں تو ضرور اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کر گیا۔۔

سائیں میں تھوڑی دیر سو جاؤں۔۔

منیزے نے ڈرائیور کی موجودگی میں سرگوشی ہوتے ضرار سے پوچھا تو مسکراہٹ دباتے ہوئے سر کو جنبش دیتے ہوئے ضرار نے اسے اجازت دینے کے ساتھ ساتھ چادر سے اسکے خوبصورت وجود کو اچھے سے چھپایا تھا۔ جبکہ اسکا چہرہ ابھی بھی وہ چادر سے چھپائے ہوئے تھا۔ رات بھر تو وہ دونوں اک دوسرے سے الجھتے رہے تھے۔ اسی لئے منیزے کو اب پھر نیند محسوس ہو رہی تھی۔

ضرار کے ہاں کرنے پر منیزے نے ریلکس ہو کر اسکا ہاتھ تھام لیا۔۔

منیزے کو سوتے دیکھ کر ضرار نے نامحسوس انداز میں اسکے سر کو چوم کر منیزے کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے اپنا موبائل نکال کر وہ سلطان کو میسج کرنے لگا تھا۔

دن کے بارہ بجے ضرار اور منیزے مینشن واپس آئے تو دونوں کمرے میں سونے کے لئے چلے گئے تھے۔ کیونکہ دونوں کی نیند پوری نہیں تھی۔ اور اب اس وقت رات کے کھانے کے بعد وہ سب لاونج میں بیٹھ کر کافی پیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ جبکہ لڑکیاں منیزے سے اسکی منہ دیکھائی کی ڈیٹیلز سن کر خوش ہو رہیں تھیں۔

وہ چاروں بھی خاموشی سے بیٹھ کر اپنی بیویوں کی باتیں سن رہے تھے۔ انکی بیویوں کو لگ رہا تھا۔ کہ انکی باتوں کی آواز انکے شوہروں تک نہیں پہنچ رہی۔ لیکن ایسا بلکل نہیں تھا۔ وہ بہت آرام سے انکا اک اک لفظ سن پا رہے تھے۔ کیونکہ وہ اپنی گفتگو میں اتنی مگن تھیں۔ کہ وہ محسوس بھی نہیں کر پا رہیں تھیں۔ کہ انکا والیم کب سلو اور کب لاؤڈ ہوتا جا رہا ہے۔

لڑکیوں کی کبھی چہکنے کی اور کبھی خوفزدہ آوازیں سنتے ہوئے وہ چاروں حیرانی سے اک دوسرے کو دیکھ کر آنکھوں سے پوچھ رہے تھے۔ کہ آخر یہ کون سی بلائیں ہیں۔۔

کیونکہ منیزے باتوں کے درمیان سے اک بات کو وہیں چھوڑ کر کہیں سے بھی دوسری بات نکال کر شروع کر لیتی تھی۔

اور اسی باتوں کے مطابق وہ سب ری ایکٹ بھی کر رہیں تھیں۔ وہ جب ان سے اپنی منہ دیکھائی کی تیاری اور گاؤں کی عورتوں سے ملنے والی تعریف کے بارے میں ذکر کرتی تھی تو وہ چاروں خوشی سے چیخ پڑتیں تھیں۔ لیکن جب وہ انہیں انکی گاڑی پر ہوئے حملے کے بارے میں بتاتی تھی تو وہ ڈر کے آہ اور ہائے کرتی اپنے شوہروں کو ہنسنے پر مجبور کر رہیں تھیں۔

بیک وقت وہ ملٹی ایموشنز کا اظہار کر رہیں تھیں تو وہ بیچارے حیران نہ ہوتے تو کیا کرتے۔۔۔

تمہیں پتہ ہم جس روم میں ٹھہرے تھے نہ وہ اک پرانا سا کمرہ تھا۔ وہاں اتنییی بڑی چھپکلیاں تھیں اور چوہے بھی۔۔۔

منیزے نے سسپنس پھیلاتے ہوئے اپنے کمرے کے بارے میں بتایا تو لڑکے آنکھوں میں حیرت و سوال لیے ضرار کو دیکھنے لگے۔ جیسے پوچھنا چاہ رہے ہوں کہ کیا اتنی بڑی چھپکلیاں ہوتیں ہیں۔ کیا تم لوگ ایمازون کے جنگل میں چلے گئے تھے۔ یا چھپکلی کی شکل میں ڈائنوسار نظر آگیا تھا۔ کیونکہ منیزے دونوں بازوؤں کو پھیلاتے ہوئے جتنا چھپکلی کا سائز بتا رہی تھی۔ اتنے سائیز سے یہ ہی اخذ کیا جا سکتا تھا۔

منیزے کے چوہے کا ذکر کرنے پر اسکی باتیں یاد آنے پر اک دم سے ضرار کا قہقہ چھوٹا تو سب اسکو دیکھنے لگے۔ ضرار کے ہنسنے پر لڑکیاں بھی اچانک اپنی باتیں چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہوئیں تھیں۔

کیا ہوا۔۔

سلطان نے مسکراتے ہوئے ضرار سے اسکے دل کھول کر ہنسنے کی وجہ پوچھی تو وہ مشکل سے ہنسی کنڑول کرتے منیزے پر نظریں جما کر بولنا شروع ہوا۔۔

تمہاری بھابھی سائیں کو لگتا ہے۔ کہ چوہوں کے جینڈر کا پتہ انکے فگر سے لگتا ہے۔ جس چوہے کا فگر سلم سمارٹ ہو گا وہ فی میل چوہا ہو گی۔ اور جو موٹا ہو گا وہ میل ہو گا۔۔

ضرار نے ہنسی کے زور سے پاگل ہوتے اپنی بات مکمل کی تو عیس اور سنی کا

بھی فلک شگاف قہقہ گونج اٹھا۔

اتنے اچھے لاجک پر سلطان نے ہاتھ کی مدد سے اپنی ہنسی کنڑول کرتے نفی میں سر ہلایا تھا۔
جبکہ منیزے نے ضرار کر گھور کر دیکھا۔جو اسکا مذاق بنوا رہا تھا۔

نہ کر میری بھابھی اتنی سائنسدان نہیں ہو سکتیں۔جو بائیو پڑھے بنا چوہوں کا جینڈر ایسے ہی دیکھ کر بتا دیں۔۔۔
سنی نے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے کہا تو ضرار ہنستے ہوئے ہاں میں سر ہلانے لگا کہ سچ میں وہ ایسا کر چکی ہے۔۔جبکہ عیس نے ہنستے ہوئے لڑکیوں کے غصے بھرے تاثرات دیکھے تھے۔
اور تجھے اک مزے کی بات بتاؤں یہ مجھے کہہ رہی تھی۔کہ چپ ہو جائیں، موٹے چوہے کو اسکی سلم سمارٹ فگر والی بیوی گھر لے جانے کے لیے آئی

ہے۔۔

ضرار نے اپنی سرمئی آنکھوں سے نکلتا پانی صاف کرتے ہوئے مزید بتایا تو ہنسی کے زور سے انکا پیٹ مزید خراب ہوا تھا۔

یار یہ لڑکیاں اتنی سمجھداری والی باتیں کیسے کر لیتی ہیں اخر۔۔۔

عیس نے ہنستے ہوئے صوفے کی بیک سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا تو اس بار غصے سے لڑکیوں کا برا حال ہوا تھا۔

لڑکیوں کی باتوں میں لاجک اور حقیقت کا دور دور تک کوئی لنک نہیں تھا۔ آپ لوگ اتنا کیوں ہنس رہے ہیں۔۔ جیسے مرد اور عورت کا پتہ اسکی باڈی سے چلتا ہے ویسے ہی چوہوں کا پتہ بھی انکے فگر سے لگ سکتا ہے۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں ہے۔۔

علیزے نے اپنی میٹھی آواز میں گرجنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنی

دوست کی سائیڈ لیناچاہی تھی۔علیزے ان لڑکیوں میں تھی۔جو مدھم آواز میں آپ، آپ کرتے لڑائی کرتیں ہیں۔

علیزے کے بولنے پر سلطان نے حیرانی سے اپنی خانم کو دیکھا جو چہرے پر تیکھے تاثرات سجائے ان سب کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔

سلطان نے آنکھوں سے اشارہ کرتے ان سب کو ہنسنے سے منع کیا تو ضرار ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔۔

خانم اگر کہہ رہیں ہیں کہ ایسے پتہ لگ سکتا ہے تو ہو سکتا ہے، کہ ایسا ہی ہو۔۔

سلطان نے گھمبیر لہجے میں اپنی خانم کی بات میں حامی بھری تو وہ تینوں آگ اگلتی نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

چلو اٹھو یہاں سے چلیں ائندہ ہم انکے پاس بیٹھے گئے ہی نہیں۔۔۔

علیزے سب کو اٹھاتے ہوئے تڑخ کر بولی تو سلطان دانتوں تلے لب دباتے انہیں جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔

لڑکیوں کے جاتے ہی وہ تینوں سلطان پر جھپٹ پڑے تھے۔۔۔

سالے رات کو اتنے نازک لمحات میں مجھے میری بیوی نے یہ سب کہا میں تب نہیں مانا تو تجھے کونسی عاشقی فور بنانی ہے۔جو ہمیں بدنام کروا کے اکیلا تو عشق کی داستان لکھنے چل پڑتا ہے۔۔۔

ضرار اسکے کندھے پر مکہ رسید کرتے ہوئے دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

ہمیشہ کی طرح سلطان اپنی خانم کی بات کی نفی نہیں کر پایا تھا۔جس کی وجہ سے انکی بیویاں شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے اٹھ کر چلی گئیں تھیں۔جبکہ سلطان ان تینوں کی گرفت میں بس دلکشی سے ہستے ہوئے اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔اب اسکی محبت ہی ایسی تھی تو وہ کیا کرتا پھر۔۔۔

رات کے ایک بجے شدید بھوک کے مارے علیزے کی آنکھ کھلی تو وہ پیٹ پر ہاتھ رکھتے اٹھ بیٹھی۔ جبکہ علیزے نے سائیڈ پر سوئے وہ سلطان کو اک نظر دیکھا جو اسکے پیٹ پر ہاتھ رکھے سو رہا تھا۔

سلطان نے بیڈ پر بے چینی محسوس کرتے ہوئے اپنی نیلی آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا تو علیزے کو اٹھ کر بیٹھے دیکھ کر وہ پریشانی سے اٹھ بیٹھا۔۔

خانم۔۔کیا ہوا سو کیوں نہیں رہیں اپ۔۔۔
سلطان نے بیٹھتے ہوئے اسے بازو کے گھیرے میں لے کر پوچھا تو علیزے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ علیزے کے رونے والے

تاثرات کو دیکھ کر سلطان تڑپ اٹھا تھا۔۔۔

کیا ہوا ہے مائے کوئین۔۔اپکا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔۔
سلطان نے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے پیار سے پھر پوچھا تھا۔۔
مجھے بھوک لگ رہی ہے بہت۔۔علیزے نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے معصومیت سے بتایا تو سلطان اسکے پیٹ ہر رکھے اسکے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔۔۔

کتنی بھوک لگی ہے میری خانم کو۔۔
سلطان نے اسکے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے محسوس کرنا چاہا تو علیزے پھر معصومیت سے بول گئی۔۔

بہتتت۔۔بہت لگ رہی ہے۔۔ایسے پہلے نہیں ہوتا تھا۔میں تو رات کو

کچھ کھاتی نہیں۔۔اب بار بار بھوک لگتی ہے۔۔ایسے تو میں موٹی ہو جاؤں گی بہت۔۔

علیزے نے ہچکی بھرتے ہوئے اپنی تمام پریشانیوں کا ذکر کیا تو سلطان کا دل کیا اپنی خانم کی انتہائی معصوم فکروں پر بیک وقت قہقہ لگائے یا پھر افسوس کرے۔کیونکہ وہ بھول رہی تھی کہ وہ اس وقت پریگننٹ ہے۔

کیا کھانا ہے میری کوئین کو۔۔

سلطان نے سفید شلوار قمیض میں اسکے خوبصورت سراپے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو علیزے فٹافٹ بول اٹھی تھی۔

گول گپے۔۔۔۔

علیزے کی گول گپے کی فرمائش پر سلطان بنا وقت دیکھے اسے اٹھاتے ہوئے

بیڈ سے نیچے اترا تو علیزے پھر چہکتے ہوئے بولی۔۔

خان میں چادر لے لوں آپ مشو کو بھی لے ائیں۔اسکا دل بھی آج کل گول گپے کھانے کو بہت کرتا ہے۔۔

علیزے ڈریسنگ روم میں جاتے ہوئے اونچی آواز میں بولی تو سلطان ہنستے ہوئے بال سنوار کر باہر نکلا۔تاکہ اپنی خانم کی دوسری خواہش پوری کر سکے۔

شارٹ کٹ رستے سے عیس کے پورشن میں آتے سلطان نے اسکے روم کے سامنے کھڑے ہو کر دروازہ ناک کرنا چاہا تو اندر سے عیس اور مشعل کی لڑنے کی آوازوں پر مسکراہٹ دبا گیا۔

دروازے ناک کرنے پر عیس نے دروازہ کھولا تو سلطان کو وہاں دیکھ کر حیرت سے ابرو اچکاتے پوچھ گیا۔کہ اس وقت یہاں نازل ہونے کا

مقصد۔۔۔

جبکہ سلطان اسکو پرے دھکیل کر اندر داخل ہوا جہاں مشعل بیڈ پر کتابیں پھیلا کر ان پر جھکی ہوئی تھی۔
گڑیا آجاؤ ہم باہر گول گپے کھانے جا رہے ہیں۔۔

سلطان نے اندر داخل ہو کر مشعل کو مخاطب کرتے کہا تو مشعل خوشی سے اچھلتے ہوئے بنا بولے چادر لینے ڈریسنگ روم کی طرف بھاگی تھی۔

یہ کونسا وقت ہے گول گپے کھانے کا، وہ اپنی ان خشک کتابوں سے میرا سر پہلے ہی کھا رہی تھی۔ یہ کیا کم تھا۔
عیس جلے کٹے انداز میں بولا تو سلطان اسکے کڑھنے پر کندھے اچکا گیا۔

چلیں بھیا۔۔

مشعل دو منٹ میں بڑی سی بلیک چادر لیے منہ پر ماسک لگائے وہاں حاضر ہوئی تو سلطان اسکی اتنی پھرتی پر قہقہ لگا گیا۔ مطلب اسکی خانم سچ کہہ رہی تھیں کہ آج کل مشعل بھی گول گپوں کی دیوانی ہوئی پڑی ہے۔

کہاں بھیا اور بھیا کی چمچی، خان تم جا کر خانم بھابھی کو لے کر نیچے آؤ میں اس پدی کو لے کر پہنچتا ہوں۔۔

عیس نے سلطان کو وہاں سے جانے کا کہا تو سلطان اسے جلدی پہنچنے کا کہہ کر نکل گیا۔۔

اگر آپ نے بھی ہمارے ساتھ جانا ہے جو جلدی سے تیار ہو کر آئیں ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔

مشعل نے کمر پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے کہا تو عیس اس چھوٹے پیکٹ کو دیکھ کر

دانت پیس گیا۔۔

اگر تم اس وقت گول گپے کھانے کے لئے جانا چاہتی ہو تو پہلے مجھے سوری بولو۔۔

عیس نے مشعل کو دیکھتے ہوئے آرام سے کہا تو مشعل اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ کہ کس بات کے لیے سوری کروں۔۔

اتنی بھولی نہیں بنو، یہ دن میں جو تم اپنے سیکورٹی گارڈ سے مجھے بیلن دیکھا رہی تھی اس کے لئے سوری کرو اچھے سے۔۔

عیس نے اسے یاد دلایا تو مشعل اپنی مسکراہٹ روکنے کے لیے ہونٹوں کو کاٹنے لگی۔

ٹھیک ہے آپ مجھے نہ لے کر جائیں میں بھیا کے ساتھ چلی جاؤں گی۔

مشعل اسکی سوری کو پانی میں بہاتے ہوئے وہاں سے نکلنے لگی تو عیس اک جھٹکے میں اسے پیچھے کھینچ کر بازوؤں میں اٹھا کر اپنے مقابل لایا۔۔

مشومت بھولو کہ ابھی تمہیں مجھ سے یہ خشک کتابیں بھی پڑھنی ہیں۔ کل تم لوگوں کی گروپ پریزنٹیشن ہے نہ۔ تو اگر میں تیاری نہ کروائی تو وہاں جا کر کیا کرو گی۔۔

عیس نے اپنی ٹیچنگ سکلز کا رعب جھاڑتے ہوئے مشعل سے کہا تو اس دفعہ مشعل بھی تھوڑی سے فکر مند نظر آنے لگی تھی۔

سوری فار بیلن۔۔

مشعل نے سنجیدہ لہجے میں اتنی غیر سنجیدگی سے سوری کہا کہ اگر کوئی دوسرا سن لیتا تو ضرور ہنس ہنس کر عیس کا مذاق بناتے ہوئے بھرتا بنا دیتا۔۔

جبکہ عیس دانت کچکچاتے ہوئے اسکے چھوٹے چھوٹے گول ہونٹوں پر
دانت گاڑتے ہوئے جوتا پہن کر اسے ہنوز اٹھائے کمرے سے باہر نکلا تھا۔

مشعل کے لبوں کو شدت سے چومتے ہوئے عیس نے اسکے چودہ طبق
روشن کیے تو وہ زبردستی پیچھے ہٹتے شرافت سے سوری بولنے لگی تھی۔ جس
پر عیس فتح مندی سے اسکے گال چوم کر اسے لیے پورچ میں اپنی گاڑی کی
طرف آیا تھا۔

تقریبا دو گھنٹوں بعد وہ لوگ گول گپے کھا کر واپس آئے تو مشعل روم میں
آتے ہی پھر کتابوں کو اٹھا گئی۔۔ جس پر عیس نے برا سا منہ بنایا تھا۔

رات جلدی وہ روم میں آکر سات بجے سو گئی تھی۔ایک بجے وہ پڑھائی

کرنے کے لیے خود تو اٹھی تھی۔ لیکن زبردستی اسے بھی اٹھا گئی تھی۔اور اب باہر کا چکر لگا کر وہ مزید فریش نظر آرہی تھی۔ مرغی کے چوزے کی طرح وہ کبھی ادھر جارہی تھی تو کبھی ادھر۔۔

عیس اپنی وائٹ شرٹ اتار کر پھینکتے ہوئے بیڈ پر اسکے قریب آیا تو مشعل جو غور سے کتاب پر دیکھ رہی تھی۔ عیس کے قریب آنے پر اسکی طرف مڑی تو اپنے شوہر کو شرٹ لیس دیکھ کر وہ چونک گئی تھی۔

عیس مجھے یہاں سے سمجھا دیں۔۔
مشعل نے اسکی نظروں کی تپش کو نظر انداز کرتے ہوئے اسکے آگے کتاب کی تاکہ بروقت اپنے شوہر کو بے قابو ہونے سے پہلے کام پر لگا سکے۔

جو بھی سمجھنا ہے یہاں آکر سمجھو میں اس کنارے پر نہیں آنے والا۔۔

عیس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اسے پاس بلایا تو مشعل تذبذب کا شکار ہو گئی۔ کہ اسکے پاس جائے یا نہ جائے۔ کچھ سمجھ نہ آنے پر وہ تھک ہار کر اسکے قریب ہوئی تو عیس اپنی سرخ ہیزل براؤن آنکھیں کھول اپنی ٹانگوں میں جگہ بناتے ہوئے اسے اپنے آگے بیٹھنے کا اشارہ کر گیا۔

مشعل نے اچھنبے سے اسکو دیکھا تھا۔

آپ مجھے ایسے ہی سمجھا دیں۔۔ مشعل اسکے اشارے کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر کہنے لگی تھی۔ جبکہ عیس نے آنکھیں نہیں کھولیں تھیں۔ دو منٹ تک عیس کی طرف سے جواب کا انتظار کرتے وہ شرم و غصے کی کیفیت میں اٹھ کر اسکے بیٹھ کر کتاب اٹھا گئی تھی۔

مشعل کے نزدیک آنے پر عیس نے روح تک سرشار ہوتے اسکی جان لیوا

خوشبو کو اپنے اندر تک اتارا تھا۔ مشعل کی گردن میں گہرا سانس لیتے ہوئے عیس نے اسکی شرٹ کی ذپ نیچھے کھسکائی تو مشعل جھٹپٹاتے ہوئے وہاں سے اٹھنے لگی۔ جب عیس نے اسکی ٹانگوں پر ٹانگیں رکھتے اسکی کمر کو جکڑ کر اسے قید کر کے پھر بٹھایا تھا۔

خاموش بیٹھی رہو، کہانہ پڑھاؤ گا بس اب تمہاری اپنی نیت نہ بدل جائے تو کچھ کہہ نہیں سکتا پھر۔۔

مشعل کے کندھے چہرہ رکھ کر عیس نے اسکی کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہاتو مشعل اسکی دہکتی سانسوں پر کسمسا کر کتاب پر اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔

مشعل کے پر سکون بیٹھنے پر عیس نے اسکی آدھی کھلی ہوئی ذپ کو مکمل کھول دیاتو اسکی شرٹ لوز پڑتی چکی گئی۔۔ کیونکہ مشعل کی اس شرٹ پر

پوری بیک پر ذپ لگا کر شرٹ کو سکیور کیا گیا تھا۔

شرٹ کے لوز پڑنے پر اپنا کام آسان ہوتے دیکھ کر عیس نے چمکتی آنکھوں سے شرٹ کو کندھوں سے نیچے کھسکاتے ہوئے اسکے برہنہ کندھے پر ہونٹ رکھے تو مشعل اک دم سے اچھلی تھی۔

کونساٹاپک سمجھنا ہے تمہیں۔۔۔

عیس نے بنا اسکے اچھلنے کو نوٹس کرتے مشعل کی پشت کو سینے سے لگا کر اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے اسے قریب کرتے پوچھا تو مشعل کانپتے ہاتھوں سے کتاب کے صفے پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹاپک کا بتانے لگی۔

کاٹاپک سمجھنا environmental psychology تو تمہیں ہے۔۔

عیس نے غور کرنے والے انداز میں کہا تو مشعل نے بامشکل ہاں میں سر ہلایا تھا۔رات کے اس پہر اتنی بے باک پوزیشن میں عیس علی ہمدانی اپنی بیوی کو پڑھانے بیٹھا تھا کہ بے وقوف بنانے۔۔یہ اب مشعل پر اس نے چھوڑ دیا تھا۔کہ وہ پڑھنا چاہتی ہے یا بے وقوف بننا۔۔

یہ بہت آسان ٹاپک ہے مشو جان اس ٹاپک میں انسانوں کی سائیکی کا اسکے ارد گرد کے ماحول سے موازنہ کیا جاتا ہے

عیس نے اسکی الجھی ہوئی شرٹ کے اندر سے مشعل کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سنجیدگی سے بتانا شروع کیا تو مشعل اسکے لمس پر ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے فوکس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اپنے چھونے پر مشعل کے زرا، زرا سے مچلنے پر عیس کی آنکھوں میں شیطانی

چمک واضح ہوئی تھی۔آج وہ اسے یہ خشک کتابیں بلکل اپنے سٹائل میں پڑھا رہا تھا۔عیس اسکی پشت کو شدت سے سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے آدھے گھنٹے سے مشعل کو ٹاپک سمجھا رہا تھا۔لیکن ٹاپک کا اک لفظ بھی مشعل کے پلے نہیں پڑا تھا۔وہ چاہ کر بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

عیس نے نامحسوس انداز میں مشعل کی اٹکی ہوئی شرٹ کو بلکل نیچے گرا کر مشعل کے بازوؤں سے نکالتے ہوئے شرٹ کو سائیڈ پڑی ہوئی اپنی ٹی شرٹ کے اوپر اچھال کر گھورا تھا۔وہ کب سے اسکے رومینس میں کباب کی ہڈی بن رہی تھی۔جبکہ مشعل تو اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں پر محسوس بھی نہیں کر پائی تھی۔کہ وہ اسکی شرٹ اتار چکا ہے۔

نرمی سے عیس نے مشعل کی دھڑکنوں کو سہلاتے ہوئے اسے مزید ٹاپک سمجھایا تھا۔اسکا انداز اس وقت بلکل نرمی اختیار کیے ہوئے تھا۔اور یہ نرمی

بھی اسی لئے تاکہ اسکی بیوی ہوش میں نہ ائے۔

عیس نے بے خود ہوتے ہوئے اپنے سلگتے ہونٹ مشعل کی گردن پر رکھے تواک دم سے مشعل کے ہاتھ سے اسکی کتاب چھوٹ کر نیچے گری تھی۔ خود پر سے بے اختیار ہوتے ہوئے مشعل نے عیس کے سینے کے ساتھ سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں بند کر دیں۔

تو عیس اسکی گردن پر گہرے بھیگے بوسے دینے کے ساتھ ساتھ کتاب کو چیلنج بھری نظروں سے دیکھ کر دور کر گیا۔ آخر کار اسکا مقصد پورا جو ہو گیا تھا۔ وہ اپنی بیوی کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

عیس نے اسکی گردن اور کندھے پر مسلسل اپنا لمس بکھیرنا شروع کیا تو مشعل کمر اٹھاتے ہوئے اسکے اپنے پیٹ پر رکھے ہوئے ہاتھ پر ناخن گاڑ گئی

تھی۔

جبکہ عیس نے اسکی کان کی لوح کو کاٹتے ہوئے اپنے ہاتھ اسکی تھائی کو سہلایا تو مشعل کی اب بس ہوئی تھی۔

علی۔۔۔۔

بے خودی میں وہ عیس پھر اسی نام سے پکارتی آخری حد تک بے چین کر گئی اک جھٹکے میں مشعل کا رخ بدل کر اسے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے عیس نے اسکے چہرے کو جکڑتے ہوئے آنکھوں میں انگنت طلب لیے تیکھی نظروں سے دیکھا تھا۔۔ جہاں وہ خشک ہونٹوں سے نظریں چرا رہی تھی۔

پھر پکارو اس نام سے۔۔۔

مشعل کے نچلے سائیڈ ہونٹ پر بائٹ کرتے ہوئے اس نے کہا تو عیس علی ہمدانی کے اسکے پاگل پن پر مشعل کے دل میں رنگ برنگ تتلیاں

پھڑ پھڑاتے ہوئے اسکے وجود کو کسی الگ ہی نگر پر لے جاتے تڑپانے لگیں تھیں۔

مشعل نے حیا سے گلنار ہوتے ہاتھ پیچھے لے جاتے اک ادا سے اپنے کالے گھنے بال اک کندھے پر رکھتے ہوئے دلفریب مسکراہٹ اسکی جانب اچھالی تو عیس سانس روکے اسے دیکھنے لگا۔

علی۔۔ علی۔۔۔

مشعل نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے عیس علی ہمدانی کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اپنی سانسوں کی مہک اسکے اندر انڈیلی۔۔

تو عیس تڑپتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اسکی شرارت کو برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔ جبکہ مشعل کی کمر کو اس نے مٹھیوں میں جکڑتے اپنی حالت بیان کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

کسی نے صحیح کہا تھا۔ کہ اگر عورت اپنے اصلی روپ میں اپنی اداؤں سے لبھانے پر آجائے تو اس وقت اسکے سامنے بیٹھا مرد دنیا جہاں کا قابل ترس ہوتا ہے۔ مرد جتنا بھی مضبوط سہی لیکن عورت کی ام ادا کا صرف ڈھیر ہے۔

وہ ہی حال اس وقت عیس کا ہو چکا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔۔ کہ سامنے بیٹھی عورت سے اپنے جسم کی طلب پوری کرے یا پھر آنکھوں کی۔۔۔ کیونکہ وہ مسلسل اسکے دل کے تاروں سے چھیڑ خانی کرتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشیاں کیے جارہی تھی۔ جبکہ چھوٹی چھوٹی پسینے سے بھیگی ہتھیلیاں آج اسکے سینے پر بھی جمائی ہوئیں تھیں۔

مشعل کی چھیڑ خانیوں پر پورے دل مسکراتے ہوئے عیس نے نرمی سے

اسے اپنے وجود کا حصہ بنانا شروع کیا تھا۔
اگر سب کہتے تھے کہ عیس علی ہمدانی جیسے دیو کو معصوم پری مل گئی ہے تو اس میں کوئی شک و شائبہ نہیں تھا۔ وہ جب مرضی اپنی چھوٹی سی بیوی کے دماغ سے کھیلتے ہوئے اسے اپنے اشاروں پر چلا سکتا تھا۔

لیکن اپنی اس طاقت کو وہ کم ہی استعمال کرتا تھا۔ کیونکہ زیادہ تر عیس علی ہمدانی کو اپنی بیوی اپنے معصوم روپ میں ہی پسند تھی۔ لیکن آج جہاں اس نے مشعل کو بے بس کرتے خود میں قید کر لیا تھا۔ وہیں مشعل نے اپنی اک مسکراہٹ سے سارا بدلہ چکا لیا تھا۔

اگر سب کہتے تھے کہ عیس علی ہمدانی جیسے دیو کو معصوم پری مل گئی ہے تو اس میں ہوئی شک و شائبہ نہیں تھا۔ وہ جب مرضی اپنی چھوٹی سی بیوی کے دماغ سے کھیلتے ہوئے اسے اپنے اشاروں پر چلا سکتا تھا۔ لیکن اپنی اس

طاقت کو وہ کم ہی استعمال کرتا تھا۔ کیونکہ زیادہ تر عیس علی ہمدانی کو اپنی بیوی اپنے معصوم روپ میں ہی پسند تھی۔ لیکن آج وہ اسے بے بس کرتے خود میں قید کر چکا تھا۔

(ایک مہینے بعد)

کل تم دونوں کی برتھڈے ہے نہ۔۔۔

مشعل اور ایرہ چہکتے ہوئے گاڑی سے نکل کر علیزے اور منیزے کے پاس آئیں تھیں۔

خوش قسمتی سے منیزے اور علیزے کی برتھڈے سیم ڈیٹ میں ہی تھی۔۔اور اس بات پر ان دونوں سے زیادہ پر جوش تو ایرہ اور مشعل تھیں۔

ہاں چنداکل برتھڈے ہے ہماری۔۔

علیزے نے اسکے بال بگاڑ کر پیار سے جواب دیا تھا۔وہ اس وقت یونیورسٹی سے واپس لوٹی تھیں۔تو اسی لئے لاونج میں ہی بیٹھ گئیں۔۔

آ گئے تم لوگ۔۔۔

شاہدہ بیگم انکی آوازیں سن کر کچن سے باہر نکل کر لاؤنج میں ہی چلی آئیں۔

ماما کچھ ٹھنڈا پلا دیں پلیز۔۔۔

منیزے نے گرمی سے بے حال ہوتے صوفے سے سر ٹکاتے ہوئے کہا تو شاہدہ بیگم ہاں میں سر ہلا کر انکے لئے جوس لینے چلی گئیں۔۔

تم لوگوں کا برتھڈے ہے پر تم دونوں اتنی ٹھنڈی کیوں ہو۔کیا تم لوگوں کو اسکی کوئی خوشی نہیں ہے۔۔

ایرہ نے علیزے اور منیزے کو بلکل نارمل دیکھ کر پوچھا تو علیزے اداسی

سے کندھے اچکا گئی۔۔

کیا کروں اس برتھڈے کا میں ویسے بھی آغا جان کو بہت مس کر رہی ہوں۔وہ سب یہاں نہیں ہیں تو پھر کیسی برتھڈے۔۔۔

علیزے نے شاہدہ بیگم سے جوس پکڑتے ہوئے اداسی سے جواب دیا۔

شاہدہ بیگم انکو جوس پکڑا کے انکے پاس بیٹھ کر غور سے انکی باتیں سننے لگیں تھیں۔

ہاں نہ مام اور ڈیڈ بھی تو گاؤں میں ہیں۔۔

منیزے نے بھی گل جہاں بیگم اور شیر از پاشا کو یاد کرتے اداس چہرے سے کہا۔۔۔

کیا بات چل رہی ہے۔۔

شاہدہ بیگم نے انکو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

ماما ان دونوں کا برتھڈے ہے کہ تو اسی لئے بس یہ اپنے اپنے فیورٹ انسان کو مس کر رہیں ہیں۔۔

مشعل نے جوس پیتے ہوئے شاہدہ بیگم کو بتایا تو وہ تاسف سے سر ہلا گئیں۔

کوئی حال نہیں تم لڑکیوں کا میں بھی کہو کہ آخر اس چڑیوں کے ٹولے میں آج اتنی غیر معمولی خاموشی کیوں چھائی ہوئی ہے۔

خیر سے اگر میری دونوں بڑی بہوؤں کی سالگرہ ہے۔تو ہم ابھی سب کو فون کر کے یہاں بلا لیتے ہیں۔

شاہدہ بیگم نے آرام سے حل پیش کیا تو منیزے اور علیزے کی آنکھوں کے بجھے دیپ کچھ روشن ہو گئے تھے۔

سچ میں ماما۔۔

علیزے نے تیزی سے شاہدہ بیگم کے پاس بیٹھ کر خوشی سے پوچھا تو وہ جلدی سے اسکا ہاتھ تھام گئیں۔

دھیان سے بچے اس حال میں اتنی بے احتیاطی نہیں کرتے کتنی دفعہ سمجھاؤں میں تم دونوں کو، اگر ابھی کلثوم تمہیں ایسے تیزی سے اٹھتے دیکھ لیتی نہ تو ڈانٹ کے ساتھ ساتھ پتہ ہے نہ اسکا پھر جب وہ اپنی ڈاکٹری جھاڑنے پر آتی ہے۔۔

شاہدہ بیگم نے مشعل اور علیزے کو دیکھتے ہوئے یاد دلانا چاہا تو وہ دونوں ہی منہ بسور گئیں۔ انکی کسی بھی بے احتیاطی کی وجہ سے کلثوم بیگم جہاں انکو ڈانٹ دیتیں تھیں۔ وہیں پھر آگے دو دن تک انکا کھانا پینا انکے انڈر چلا جاتا تھا۔ جس کا مطلب تھا فل پرہیزی کھانا۔۔

چلو تم لوگ اب جا کر فریش ہو میں زرا حویلی کال کرتی ہوں۔۔

شاہدہ بیگم نے پیار سے علیزے کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ چاروں خوشی سے جھومتے ہوئے فریش ہونے چلی گئیں۔

اگلی صبح ان چاروں کی بہت خوبصورت تھی۔اپنے اپنے فیورٹ نائٹ سوٹ میں وہ چاروں اک بار پھر اک ہی بیڈ پر سو رہیں تھیں۔

رات دیر تک علیزے اور منیزے کو برتھڈے وش کرنے کے بعد جا کر وہ سوئیں تھیں۔انکے کل ہی مڈٹرم کے ایگزامز ختم ہوئے تھے۔یونیورسٹی سے آج کل پھر چھٹیاں تھیں۔اسی لئے رات کو وہ خوب مستی کر کے سوئیں

تھیں۔

صبح کے دس بجے گل جہاں بیگم نے آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو کمرے میں ہلکی سی روشنی اور ان چاروں کو بیڈ پر سوئے دیکھ کر وہ زلیخا بیگم کو اندر آنے کا اشارہ کر گئیں۔

وہ دونوں خواتین اندر داخل ہوئیں تو ان چاروں کو اک دوسرے کے ساتھ لپٹ کر سوتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئیں۔ گل جہاں بیگم ڈارک بلو کے خوبصورت ڈریس میں تیار بلکل فریش نظر آ رہی تھیں۔ جبکہ زلیخا بیگم ریڈ کلر کے ڈریس میں سجی سنوری خوبصورت پٹھانی لگ رہیں تھیں۔

زلیخا بیگم اور گل جہاں بیگم نے اک دوسرے کو اشارہ کرتے اک دم سے

لڑکیوں پر دھاوا بولا کہ وہ بیچاریاں چینخیں مارتے ہوئے ڈر کے مارے اٹھ گئیں۔ جبکہ انکے پیچھے شاہدہ بیگم اور کلثوم نے کمرے میں داخل ہو کر کمرے میں روشنی کی۔ تو وہ چاروں زلیخا بیگم اور گل جہاں بیگم کو اچانک یہاں دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھیلا گئیں۔۔

ہپی برتھڈے ٹویو۔۔ہپی برتھڈے ٹویو۔۔۔
سالگرہ بہت بہت مبارک ہو لڑکیوں۔۔۔
زلیخا بیگم اور گل جہاں اک ساتھ اونچی آواز میں بول گئیں تو ایرہ اور مشعل پھر خوشی سے اچھلنے لگی تھیں۔
جبکہ مشعل کے اچھل کود تو اک گھوری میں سمٹ گئی تھی۔۔۔

کلثوم بیگم نے لاوڈ میوزک میں برتھڈے سونگ پلے کر دیا تھا۔علیزے اور منیزے خوشی سے اچھلتے ہوئے اپنی ماؤں کی طرف آئیں

تھیں۔ جنہوں نے صبح صبح یہاں آکر اتنا خوبصورت سرپرائز دیا تھا۔

مورے آپ کب آئیں یہاں۔۔۔

علیزے نے زلیخا بیگم کے گلے لگتے ہوئے نم آنکھوں سے پوچھا جو مسکراتے ہوئے اسکا ماتھا چوم کر اسے وش کر رہیں تھیں۔

جب ہمارا بچہ کل ہمیں یاد کر رہا تھا۔۔۔

زلیخا بیگم نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے پیار سے جواب دیا تھا۔

جبکہ منیزے بھی گل جہاں بیگم سے پیار بٹور رہی تھی۔

Dad, Mom I missed you so much...

منیزے زور سے گل جہاں بیگم کو گلے سے لگاتے ہوئے بولی تو وہ ہنس پڑیں تھیں۔

And I always miss you all the time meri jaan..

گل جہاں بیگم نے اسکا ماتھا چوم کر اسے جواب دیا تو منیزے لاڈ سے پھر انکے سینے پر سر رکھ گئی۔انکے یہاں آنے پر اک سکون اسے محسوس ہو رہا تھا۔۔

مشو ہماری ساس تو ہمیں پیار ہی نہیں کرتیں دیکھو لوگوں کی ساس کتنی اچھی ہوتی ہے نہ۔۔

ایرہ نے ارد گرد دیکھتے ہوئے مصنوعی اداسی سے مشعل کو مخاطب کرتے کہا۔وہ دونوں دیو داس بنتے ہوئے اک دوسرے کے گلے لگیں تو ان دونوں کی ساس ابرو اچکاتے انہیں دیکھنے لگیں تھیں۔

جبکہ انکے بازو کھول کر اپنی طرف بلانے پر وہ دونوں بھی اٹھ کر ہنستے ہوئے اپنی ساس کے گلے لگیں۔ جس پر انکی ساسوں نے انکی سستی ایکٹنگ پر ان دونوں کا کان کھینچا تھا۔

ہاں وائی بتاو کس کی بہو سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔۔
کلثوم بیگم نے سب لڑکیوں کو اپنی اپنی ساس کے گلے لگے دیکھ کر بلند آواز میں پوچھا تو وہ چاروں تجسس سے جواب کی منتظر نظر آنے لگیں۔۔

یہ چاروں ہی اپنے اپنے جوڑے میں خوبصورت ترین اور مکمل ہیں وائی کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔۔
زلیخا بیگم نے پیار سے علیزے کے بال سنوارتے ہوئے جواب دیا تو سب مسکرا دیے۔۔

شاہدہ بیگم کے کل فون کرنے پر وہ سب اسی وقت تیار ہونے نکل پڑے تھے۔انکی لاڈلی بہو کی شادی کے بعد پہلی سالگرہ تھی۔تو پھر وہ سب کیسے نہ آتے اس وقت مینشن میں اک دفعہ پھر شادی جیسا سماں ہوا پڑا تھا۔

شام کے وقت کرنلز کے حکم پر دانیال خان اور دریاب خان دونوں ہی ان چاروں کو لینے کے لئے مینشن سے نکلے تھے۔

کیونکہ بی جان کا خاص حکم تھا۔ کہ آج کوئی کام نہیں ہوگا اگر سارا خاندان اک ساتھ ہے۔ تو پھر سب کو اک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنا چاہئے۔

اسی لئے بڑوں نے دانیال خان اور دریاب خان کو بھیجا تھا۔ تاکہ وہ چاروں آنے میں کوئی بہانہ نہ کر سکیں۔

وہ دونوں ابھی فلیٹ کے قریب پہنچے ہی تھے۔ کہ انکی گاڑی کو وہاں سے نکلتے دیکھ کر وہ اک دوسرے کو دیکھ گئے.

یہ کہاں جارہے ہیں اب۔۔۔

دانیال خان نے انکی گاڑی کو دیکھ کر سوچا۔۔۔

لالا آپکی گاڑی انکے پیچھے لگائیں زرا دیکھیں کہ یہ لوگ کہاں جارہے ہیں۔۔

دریاب خان نے کہا تو دانیال خان نے انکی گاڑی کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد جب ان چاروں کی گاڑی جا کر اک کلب کے سامنے روکی تو وہ دونوں چونک گئے۔ جبکہ وہ چاروں تو گاڑی سے نکل کر کلب کے اندر بھی چلے گئے تھے۔

یہ کمینے اس مشہور زمانہ جگہ پر کیا کرنے آئے ہیں۔۔

دانیال خان نے کلب کے اندر لڑکیوں کو بھی جاتے دیکھ کر حیرت سے سوال اٹھایا تو دریاب خان لاعلمی سے کندھے اچکا گیا۔

لالا یہاں بیٹھ کر تھوڑی پتہ نہ چلے گا۔اب یہاں تک آ ہی گئے ہیں تو آئیں اندر جا کر بھی دیکھ ہی لیتے ہیں۔۔

دریاب خان کے کہنے پر وہ لوگ گاڑی کو سائیڈ پر پارک کر کے باہر نکل کر انکے پیچھے کلب کے اندر چلے گئے۔تا کہ ان سب کے آنے کا مقصد جان سکیں.

کلب کے اندر آتے ہی کلب کے مخصوص ماحول نے انکا استقبال کیا تھا۔ہر طرف ڈارک لائٹس کی مدد سے ماحول کو رومینٹک بنانے کی کوشش کی ہوئی تھی۔جبکہ لڑکے اور لڑکیاں اک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے تیز میوزک پر ڈانس کر رہے تھے۔

ان چاروں کی تلاش میں دانیال خان نے نظریں گھمائیں تو دریاب نے ساکت ہوتے دانیال کو سامنے سٹیج کی طرف اشارہ کیا تھا۔جبکہ دانیال خان

نے حیران ہوتے اسکے اشارے کی تقلید میں سامنے دیکھا تو سامنے کا منظر دیکھ کر اسکی گرین آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔

کیونکہ سامنے ہی وہ چاروں اپنی طلسمی شخصیات کے ساتھ سٹیج کیا بلکہ "wanted" پورے کلب پر چھائے ہوئے تھے۔کلب میں اس وقت پورے والیم کے "Le Le Maza Le" کا سونگ "movie" ساتھ گونج رہا تھا۔۔

ان چاروں کے گرد چھوٹے چھوٹے ڈریس میں لڑکیاں ڈانس کر رہیں تھیں۔جبکہ عیس علی ہمدانی وائٹ شرٹ کے ساتھ بلو جینز میں گلے میں "hookah shisha" پیتے سلور چین پہنے لڑکی کی کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے منہ سے دھواں کے بادل اڑانے کے ساتھ ساتھ ہنستے ہوئے اپنے ڈمپل سے لڑکیوں کا دل لوٹ رہا تھا۔دیوار سے ٹیک لگائے وہ واٹر پائپ پکڑے کھڑا تھا۔انداز کافی دلکش تھا۔۔

جبکہ اس کے برعکس سلطان انگلیوں میں سیگریٹ دبائے منہ سے سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے اپنی پراسرار نیلی آنکھوں میں سنجیدگی کے آثار لیے، اپنے سامنے ناچتی ہوئی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

نیلی بلو شرٹ اور بلکل جینز میں سلطان احمد خان سامنے کھڑی لڑکی کے ہوش اڑا رہا تھا۔ آنکھوں کا رنگ شرٹ سے میچ ہوتے بہت پرکشش لگ رہا تھا۔

وہ بہت وقت سے سلطان احمد خان کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور آخر کار سلطان نے نظر کرم کرتے ہوئے اس پر نظر ڈالی تو وہ خوشی سے مسرور ہوتے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے ڈانس کرنے کی دعوت دینے لگی۔

یہ مکمل منظر دیکھتے ہوئے دانیال خان اور دریاب خان کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جارہی تھی۔

اسکے ساتھ ہی سنان مصطفیٰ کاظمی بلیک شرٹ اور بلیک ہی جینز میں بے نیازی سے ببل چباتے ہوئے ضرار پاشا کی طرف آنکھ ونک تو ضرار پاشا دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے پانی کی بوتل کھول کر چہرے پر پانی گرا گیا تھا۔

اسکی اس حرکت پر لڑکیوں کی چینخیں بلند ہوئیں تھیں۔ کیونکہ پانی اسکے چہرے کو بھگونے کے ساتھ ساتھ اسکے کھلے گریبان کو بھی گیلا کر رہا تھا۔

سنان مصطفیٰ نے ببل چباتے ہوئے بے زاری سے لڑکیوں کو اک نظر دیکھ

hookah, کر،اسکے ساتھ ہی منہ سے باہر ببل پھینکتے ہوئے عیس سے
لے کر پیتے ہوئے ہوا میں دھواں نکالتے ہوئے سٹیج کے منظر shisha
کو دھندلا کرنا چاہا تھا

جبکہ ضرار پاشا حیدر کے سفید چٹانی سینے پر پانی کی بوندیں ٹھہرنے پر
لڑکیوں نے انکو دیکھ کر آہیں بھری تھیں۔

لڑکیوں نے انکو بازو سے کھینچ کر اپنے ساتھ ڈانس کرنے کا کہا تو وہ چاروں
ڈانس کرتی ہوئی لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیاں میں آ کھڑے ہوئے۔
کیونکہ پہلے وہ اک سائیڈ پر کھڑے تھے۔

گونجے۔۔۔۔ lyrics اچانک جب سانگ کے

Chandni chandi Raat ha...

Raat ky nashy mein koi bat ha...

Moqa ha masti ha tu lyy mazaa...

Aj ka waqt bus apny sath ha....

عیس علی ہمدانی اور سنان مصطفیٰ نے اچانک دلکش انداز میں اک ڈانس کا موو کرتے ہوئے لڑکیوں کے منہ پر دھواں اوڑھایا۔

تو وہ ان پر فدا ہوتے چلا اٹھیں تھیں۔اس وقت پورے کلب کی لڑکیاں ان چاروں پر اپنا دل ہارتے ہوئے نظر آرہیں تھیں۔

ان چاروں کے کھلے گریبان اور آنکھوں میں چھائی ہوئی سرخی سے کہیں سے بھی وہ چاروں "وہ" نہیں لگ رہے جن کو حویلی کے مکیں یا انکی بیویاں جانتیں تھیں۔

جبکہ دانیال خان تو صدمے سے انکو دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن دریاب خان نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے انکے اک اک موومنٹ کی وڈیو بنالی تھی۔ اور ساتھ ہی وہ اچھنبے سے انکو سٹیج پر لڑکیوں کے درمیان فلرٹ کرتے ہوئے دیکھ بھی رہے تھے۔

وہ چاروں اپنے اپنے دلفریب انداز پر لڑکیوں کے دلوں پر وار کرتے ہوئے مسلسل سامنے کھڑے اپنے دونوں بھائیوں کو بوکھلائے جا رہے تھے۔

کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے وہ دونوں انکی کالی کرتوتوں کو ریکارڈ کرتے ہوئے کلب سے باہر نکلتے چلے آئے تھے۔۔ جبکہ اندر اب انکے گروپ کے لئے لڑکیاں ہوٹنگ کرنے لگی تھیں۔۔۔

چھوٹے یہ سب کیا تھا۔۔۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر دانیال خان نے اپنا پسینہ صاف کرتے ہوئے صدمے سے پوچھا تو دریاب خان اپنے لالا کی حالت پر قہقہ لگا گیا۔ وہ دونوں اس وقت وائٹ سوٹ میں ملبوس تھے۔

لالا آپ پریشان نہ ہوں میں نے یہ وڈیو ان چاروں کی بیویوں کو بھیج دی ہے۔ اب ان کے سارے ڈھمکے انکی بیویاں خود سیٹ کر لیں گئیں۔

علیزے جو دلاور خان کے پاس بیٹھ کر ان سب کی باتیں سن رہی تھی۔ اچانک اپنے موبائل پر آئے نوٹیفکیشن پر اس نے موبائل ان کر کے لالا کی طرف سے آئی ہوئی وڈیو کو تجسس سے کھول کر دیکھنا چاہا تھا۔۔

وڈیو کو پلے کر کے وہ جیسے جیسے وڈیو دیکھتی گئی اسکی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔

اپنے خان کو کو کسی لڑکی کے اتنے قریب ایسی حالت میں دیکھ کر علیزے کی چیخ بے ساختہ تھی۔ جس پر سب اچانک ہڑ بڑا کر اسکو دیکھنے لگے۔

خانم بچے کیا ہوا۔۔۔

دلاور خان نے فکر مندی سے ابھی پوچھا ہی تھا کہ منیزے جو شیراز پاشا کے پاس بیٹھی تھی۔وہ بھی چیختے ہوئے موبائل کو دور اچھال گئی۔

کیا ہوا ہے تم لوگوں کو۔۔۔

وہ سب پریشانی سے انکی طرف متوجہ ہوتے قریب ہوئے تو۔دونوں کرنلز نے انکا موبائل اٹھا کر اس بلا کو دیکھنا چاہا جس کی وجہ سے انکی بہوؤں بت بن گئیں تھیں۔

موبائل پر پلے وڈیو کو دیکھ کر کرنلز نے اچھنبے سے اک دوسرے کو آنکھیں اٹھا کر دیکھا اور ساتھ ہی اپنی بہوؤں کی بھی دیکھا تھا جن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہونے لگے تھے۔۔۔اسی وقت دانیال خان اور دریاب خان مینشن میں داخل ہوئے تھے۔

کیا ہے ایسا موبائل میں جو تم لوگ بت بنتے جا رہے ہو۔۔

بی جان نے کرنلز کو مخاطب کرتے پوچھا تو وہ بیچارے سرد سانس خارج کرتے موبائل انکو تھما گئے۔۔

جس پر سب خواتین آگے ہو کر وڈیو دیکھنے لگیں تھیں۔۔جبکہ ایرہ اور مشعل جنہوں نے اپنے موبائل میں وڈیو ابھی نہیں دیکھی تھی وہ بھی دیکھنے لگیں تو اس بار انکی بھرائی چیخ کی آواز سنی گئی تھی۔

وہ دونوں مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے آکر کرنلز کے پاس بیٹھ گئے۔ کرنلز کے دیکھنے پر ان دونوں نے کندھے اچکاتے ہوئے ان چاروں کی مصروفیت دیکھانا چاہی۔۔۔

اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد لاونج کا منظر کچھ یوں تھا۔ وہ چاروں اک ساتھ بیٹھ کر ہچکیاں لیتی رو رہیں تھیں اور سب بڑے انکو چپ کروانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔۔

بچے چپ کر جاؤ وہ چاروں واپس آتے ہیں تو میں پوچھتی ہوں انکو اس بارے میں۔۔۔

بی جان نے پیار سے ان کو دلاسا دینا چاہا تھا۔ لیکن انکا دکھ بہت بڑا تھا۔۔اسی لئے کوئی دلاسا کام نہیں کر رہا تھا۔

خانم ہمارے کو آپ پر بلکل بھروسہ نہیں ہے۔ آپ ان چاروں کو بلکل کچھ

نہیں کہتا اسی لئے وہ چاروں نمونیاں، آئے روز ایسی کالی کرتوت گھولتی رہتیں ہیں۔۔

آغا جان نے بی جان کی بات پر انکو سنانا چاہا تو بی جان انکو گھور کر رہ گئیں۔
علیزے کے آنسو آغا جان سے بلکل برداشت نہیں ہو رہے تھے۔اسی لئے تو وہ بھی سلطان پر آج پہلی بار بھڑک رہے تھے۔

بابا ایسے نہیں ہوتا نہ۔۔۔

مشعل نے ہاتھ کی مٹھیوں سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے ہچکی بھرتے ہوئے کہنا چاہا تو حسن صاحب جی جان سے تڑپ اٹھے تھے۔۔

ہاں میرے بچے ایسا نہیں ہوتا تم شاباش چپ کر جاؤ وہ گدھا گھر واپس آتا ہے تو اسکی خبر لیتا ہوں میں۔۔۔

حسن صاحب نے اسکے منموہنے چہرے سے آنسو صاف کرتے کہا تو مشعل پھر ہچکی بھرتے ہوئے بولی تھی۔۔

بابا وہ دیکھیں نہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ عیس نشہ بھی کر رہے اور لڑکیوں کے ساتھ ڈانس بھی۔۔۔

مشعل موبائل کی طرف اشارہ کرتے اونچی آواز میں روتے ہوئے بولی تو اسکی نشہ کرنے والی بات پر دانیال خان اور دریاب خان نے اپنی ہنسی مشکل سے ضبط کی تھی۔۔

خواتین چہرے پر فکر مندی سجائے جہاں انکو روتا ہوا دیکھ رہیں تھیں۔ وہیں انکے باپ انکو چپ کروانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

منیزے میرے بچے ایسے نہیں روتے نہ ڈیڈ کا پیارا بچہ۔۔۔ شیراز پاشا نے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے پچکارا تو منیزے روتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔۔

ڈیڈ، سائیں نے مجھے کہا تھا کہ میں انکی زندگی کی پہلی اور آخری لڑکی ہوں تو

پھر یہ سب کہاں سے آ گئیں ہیں۔۔ منیزے نے روتے ہوئے اونچی آواز میں ضرار کے قول واقرار کا ذکر کیا تو سب بے بسی سے اک دوسرے کو دیکھ گئے۔اندر ہی اندر انکا غصہ بھرتا جا رہا تھا۔۔۔

خانم بچے آپ کم از کم پلیز چپ کر جائیں۔۔
دلاور خان علیزے کی سسکیوں پر ریکوسٹ کرتے بولے تو علیزے بھی بول پڑی تھی۔۔

بابا، خان مجھے کہتے تھے میں نے آج تک اپکے سوا کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا ہے۔اور یہاں دیکھیں کیسے شرٹ کے بٹن کھول کر اس لڑکی کو دیکھ بھی رہے ہیں اور ڈانس بھی کر رہے ہیں۔مجھے کبھی بتایا بھی نہیں کہ انکو ڈانس بھی آتا ہے۔۔۔

علیزے نے موبائل کی وڈیو کی طرف اشارہ کرتے روتے ہوئے
معصومیت سے بتایا تو سب ماتھا مسلنے لگے۔۔۔

آخر ان بے غیرتوں نے بچیوں سے کتنے جھوٹے وعدے کیے تھے۔۔
ایرہ کے گھر والے بھی آ گئے تھے۔ لیکن لاونج میں سب کو پریشان بیٹھے
دیکھ کر وہ سوالیہ نظروں سے سب کو دیکھنے لگے۔ جہاں وہ سب مل کر
لڑکیوں کو چپ کروانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

ڈیڈ مجھے ساڑھی پہنے پر اتنا ڈانٹا تھا۔۔ تو خود کیوں یہاں سینہ کھول کھول کر
لڑکیوں کو اپنا جسم دیکھا رہے ہیں۔۔ اور وہ اس لڑکی کے منہ پر دھواں بھی
پھینکا ایسا تو بس فلموں میں دیکھا تھا میں نے۔۔۔

ائرہ نے بھی مصطفیٰ کاظمی کے کندھے پر سر رکھ کر روتے ہوئے سنان
مصطفیٰ کا وہ دل دھڑکا دینے والا انداز یاد کرتے بتایا تو مصطفیٰ کاظمی بے بسی

سے اسے دیکھنے لگے۔۔

سلطانہ بیگم اور داؤد صاحب نے فکر مندی سے اپنی روتی ہوئی بیٹی کو دیکھا تھا۔انکو وہیں پر بٹھاتے ہوئے دانیال خان نے مختصر تفصیل بیان کرتے ہوئے اس روتی پنچایت کا بیک گراؤنڈ بتایا تو اسد سب جان کر اپنا قہقہ ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

ارڑو، ڈیڈ کی جان اپ اس کمینے کو جو سزا دینا چاہوں گی اسے وہی سزا ملے گی۔دیکھنا اسکی سات نسلیں بھی دھواں اڑانے سے توبہ کریں گئیں۔۔۔

مصطفیٰ کاظمی نے اسکی سنہری آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے پیار سے بہلایا تو ایرہ کے گھر والے اس پیار بھرے مظاہرے کو دیکھ کر خوشی سے اک دوسرے کو دیکھ گئے۔

انکی بیٹی توانکی موجودگی کو بھی بھلائے بس اپنے ڈیڈ کو شوہر کی شکائتیں لگانے میں مصروف تھی۔اور مصطفیٰ کاظمی اسے پیار سے ارڑو،ارڑو مخاطب کرتے بہلانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

مصطفیٰ کاظمی نے چپکے سے ایرہ کو دس ہزار پکڑاتے،ہوئے چپ ہونے کی فیس دی تو وہ سچ میں اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے پیسے گننے لگی۔انکو دیکھا دیکھی حسن صاحب نے مشعل کو بھی پیسے دیے تو وہ بھی راضی ہوتی چلی گئی۔

شزااور اسد تو حیرت سے دوچار ہوتے انہیں پیسے گنتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

ڈیڈ انکو معاف نہیں کرنا ہم نے۔۔۔

ایرہ نے پیسے مٹھی میں دباتے ہوئے مصطفیٰ کا ظمی سے پھر کہا تو وہ اسکی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اسکی گال پر جمے آنسو صاف کر گئے۔۔

جیسے میرا ارڑو کہے گا بلکل ویسے ہی ہو گا۔۔

ایرہ کو جواب دیتے ہوئے انہوں نے اسکے چپ کرنے پر تشکر بھری سانس خارج کرتے ارد گرد کا منظر دیکھنا چاہا تھا۔ جہاں سب انکی طرف ہی متوجہ تھے۔ علیزے اور منیزے سب سے زیادہ ہرٹ نظر آرہیں تھیں۔۔۔

وہ انکار و نا تو چپ کروا چکے تھے۔۔ پر منیزے اور علیزے اب بلکل خاموش سی بیٹھی تھیں۔ انکی یہ خاموشی ہر کسی کو بری طرح سے کھل رہی تھی۔ انکے شوہروں نے اک دفعہ بھی ابھی انکو وش نہیں کیا تھا۔ انکے کام کی نوعیت کو جان کر وہ دونوں اس بات کو نظر انداز کر گئیں تھیں۔

لیکن اب اس بات کی تکلیف بھی بڑھ گئی تھی۔ اسی لئے وہ خاموش نظروں

سے بس سب کو دیکھے جا رہیں تھیں۔

پورے لاؤنج میں پنک غباروں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ کیونکہ آج اک ساتھ دو لڑکیوں کا جنم دن تھا۔ اس لئے پارٹی کا تھیم بس پنک کلر رکھا گیا تھا۔

ان دونوں کو تیار ہونے کے لئے کہا گیا تو ان دونوں نے ہی منع کر دیا۔ کافی منتوں و سماجت اور سمجھانے کے بعد آخر وہ تیار ہونے گئیں تو سب نے سکھ کا سانس لیا۔۔

اک ساتھ بیٹھے وہ خوش گپیوں میں مصروف تھے جب وہ چاروں شان سے مینشن میں داخل ہوئے تو اتنے رش کو دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئے۔ اور پھر غور سے سب کو دیکھنے لگے آج بڑے بھی خاموش نظروں سے انکو دیکھ رہے تھے۔ وہ ابھی بھی اسی کلب والے حلیے میں تھے۔ سب کی شرٹس کے

بٹن کھلے ہوئے تھے۔

آپ سب اچانک یہاں۔۔۔

سنی نے سب کو دیکھ کر حیرت وخوشی سے پوچھا تو کسی نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ جواب میں سرد نظروں کی گھوریاں ملنے پر وہ چاروں تشویش کا شکار ہو گئے۔

کوئی بات ہوئی ہے کیا۔۔۔

عیس نے ابرو اچکاتے ہوئے سیریس لہجے میں پوچھا۔۔لاونج کے داخلی دروازے کے بیچ و بیچ وہ سب کھڑے تھے۔

عیس کو بھی جواب نہیں ملا تھا۔۔۔۔۔البتہ دس فٹ دور سے حسن صاحب کا اڑتا ہوا جوتا جہاز کی سپیڈ کی طرح اسکی طرف آیا تو بروقت جھکتے ہوئے عیس نے اپنا بچاؤ کیا۔۔

ورنہ اسکے خوبصورت چہرے کے ڈمپل کا تبلہ بن جانا تھا۔۔

بے غیرتوں میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا ہوا ہے۔۔
حسن صاحب پورے جلال سے اٹھ کر انکی طرف آنے لگے تو خطرہ بھانپ کر وہ چاروں واپس بھاگے تھے۔اور اسکے ساتھ ہی پورا خاندان بھی انکے پیچھے باہر نکلا تھا۔۔

ہوا کیا ہے یار اس بے وجہ تشدد کی اخر وجہ کیا ہے۔۔۔
ضرار نے تیز سانسوں کے درمیان پھر وہی سوال پوچھا تھا۔جبکہ کرنلز کے اشارہ کرنے پر دانیال خان اور دریاب خان نے آگے بڑھ کر دو کو قابو کر لیا تھا۔۔

بات کیا ہے وہ بتائیں پلیز۔۔

سلطان نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو اسکے ازلی سنجیدہ انداز پر آغا جان بھی تلملا اٹھے۔۔

سلطانی آج کے دن تو بس چپ ہی کر جاو تم۔۔اغا جان نے غصے سے کہا تو وہ چاروں ٹھٹک گئے۔کیونکہ یہ انسان تو کم از کم ان سے غصے سے بات نہیں کر سکتا تھا۔۔

عیس شرافت سے یہاں آ کر کھڑے ہو جاو۔۔۔
مصطفیٰ کاظمی نے دور کھڑے عیس کو سرینڈر کرنے کا کہا تو وہ اچھل ہی پڑا۔۔
یہ میجر شہید ہو جائے گا لیکن دہشت گردوں کے ہاتھ نہیں لگے گا۔۔۔
عیس نے دور سے ہی سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا وہ شہادت قبول کر سکتا تھا۔۔لیکن انکے شکنجے میں خود کو قید نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ایسی کی تیسی تیری شہادت کی بے غیرت انسان میں تجھے آج چھوڑوں گا
نہیں تیری وجہ سے میری بہو اپنے قیمتی آنسو بہاتی رہی ہے۔۔
فرنٹ لان ایریا میں تیسری جنگ عظیم جیسا سماں تھا۔

سب انکے پیچھے بھاگتے ہوئے انکو پکڑنا چاہ رہے تھے۔۔مزید آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد سب ان چاروں کو قابو کر کے اندر لے کر گئے۔تو عیس اور سنی کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

انہیں انکی بیویاں بھی کہیں نظر نہیں آرہی تھیں جن سے وہ مدد ہی لے لیتے۔۔۔
جس جگہ پر تھوڑی دیر پہلے بیٹھ کر وہ رہیں تھیں۔اسی جگہ پر اب وہ چاروں سب کے درمیان گرے مجرموں کی طرح بیٹھے تھے۔۔

دشمن غالب آگیا ہے اپنا اپنا زہر بھرا کیپسول نکال کر کھالو یاروں۔۔۔

سنی نے چاروں اطراف خونخوار تاثرات دیکھ کر سرگوشی کرتے ہوئے کہا تو ضرار اور سلطان ہنسی ضبط کرتے اسے گھور گئے۔۔

کہاں گئے ہوئے تھے تم لوگ۔۔

دلاور خان نے سرد لہجے میں پوچھا۔۔۔

ضروری کام میں مصروف تھے بس۔۔۔

جواب سلطان کی طرف سے آیا تھا۔۔

اور وہ ضروری کام کلب میں جا کر زنانیوں کے بیچ ناچنا تھا ہے نا۔۔۔

حسن صاحب شعلہ بار نظروں سے بولے تو وہ سب گڑ بڑا گئے وہیں اسد

سمیت ان دونوں بھائیوں نے اپنی مسکراہٹ دبائی جو انکی کرتوتیں ریکارڈ کر کے لائے تھے۔

اگر کلب کی لڑکیوں کو پتہ چل جائے نہ کہ وہ یہاں زنانیاں بن گئیں ہیں۔ تو ان سے پہلے وہ کڑیاں خودکشی کر لیں گئیں۔۔

اسد نے انکی جانب جھکتے ہوئے سرگوشی کی تو وہ دونوں مسکراہٹ چھپانے کی غرض سے چہرہ موڑ گئے۔۔

یہ سامنے کھڑی پھلجڑیاں مجھے مشکوک لگ رہیں ہیں۔۔
ضرار نے اسد کے ساتھ دانیال خان اور دریاب خان کو مشکوک قرارتے ہوئے کہا تو وہ تینوں بھی حامی بھر گئے۔۔وہ بھی کب سے انکے چال چلن نوٹ کر رہے تھے۔

ہم کام میں مصروف تھے بابا کیوں، ہم لوگوں پر ایسے گندے شک کر رہے ہیں۔۔

عیس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو وہ اسکے لمبے بالوں کی پونی کھینچ گئے۔۔

خبردار اگر تم نے مجھے بابا کہا تو ذلیل انسان۔۔

وہ تیش سے بولے تو عیس جلدی سے پیچھے ہٹتے ہوئے بال چھڑا گیا۔۔

حسن صاحب، ہاں حسن صاحب سوری یہ ہی کہنا تھا۔۔ عیس نے انکی بات مانتے ہوئے جلدی سے انکو نام سے بلایا تو خواتین تاسف سے انکو دیکھ گئیں۔۔ اسکے یاروں کا قہقہ گونج اٹھا تھا۔

یار بات آپ لوگ بتا نہیں رہے بس حملے پر حملہ کیے جا رہے ہیں۔۔

سنی نے منمناتے ہوئے پھر اس سب کی وجہ پوچھی تو شیراز پاشا موبائل میں وڈیو پلے کرا نکوانکے کالے کرتوت دیکھانے لگے۔۔

ویڈیو کو دیکھتے ہی ان چاروں نے لب کے کونے دبا کر اک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔

یہ جس کے موبائل میں بھی وڈیو ہے پلیز مجھے بھی سینڈ کر دے دیکھو کتنا ہینڈسم لگ رہا ہوں میں یہاں۔۔۔
عیس نے آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے وڈیو مانگنا چاہی تو سب کی خونخوار گھوریاں دیکھ کر وہ منہ پر زپ لگا کر بیٹھ گیا۔۔

کچھ شرم ہے تم لوگوں میں کہ تم لوگوں کی اس بے غیرتی کی وجہ سے تم چاروں کی بیویاں کتنی دیر روتی رہیں ہیں۔آج تم دونوں کی بیویوں کی

سالگرہ تھی۔۔کچھ ہوش ہے کہ تم لوگوں نے انہیں وش بھی کیا ہے کہ نہیں۔۔۔

شیراز پاشا اپنی بہوؤں کے آنسو یاد کرتے انکو لتاڑتے ہوئے بولے تو سنی پھر منمنا گیا۔۔

بابا سائیں یہ بے عزتی پھر کر لیجیے گا یار، میرے سسرال والے بھی آئے ہی۔کچھ تو خیال کریں۔۔

سنی نے اپنی ریپوٹیشن کا واسطہ دیتے ہوئے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنی ساس اور سسر کی طرف تھا۔

انکل کوئی مسلہ نہیں ہے ہم سب کوئی غیر نہیں ہے۔آپ نے اس پر جتنا ہاتھ صاف کرنا ہے آپ کر لیں۔۔

اسد نے مصنوعی سنجیدگی سے کھلی اجازت دی تو سنان اسے تیش بھری

نظروں سے دیکھنے لگا۔۔
سالا بننے کا کوئی موقع نہیں ہاتھ سے جانے دیتا یہ سالا۔۔۔ سنی غصے سے بڑبڑ گیا تھا۔۔

اسی وقت ایرہ اور مشعل برتھڈے گرلز کو تیار کر کے نیچے لائیں تو ان چاروں کو وہاں بیٹھے دیکھ کر بلکل سنجیدگی اختیار کر گئیں تھیں۔۔ جبکہ بے بی پنک کلر کے شیفون کی گاؤن میں ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ ضرار اور سلطان کا دل دھڑکا گئیں تھیں۔ لیکن مجال ہوا گر انہوں نے اک نظر بھی اپنے شوہروں کی طرف دیکھا ہو۔۔

ادھر دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس گند کو پھیلانے کی وجہ بتاو بس۔۔
دلاور خان نے انکا دھیان اپنی طرف کرواتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا تو

سلطان انکو مختصر تفصیل بیان کرنے لگا۔

وجہ جو مرضی ہو پر پھر بھی زنانیوں کے بیچ ناچنے کی کوئی تک نہیں بنتی۔۔
حسن صاحب آنکھوں نگلنے کی کوشش کرتے ہوئے پھر بول پڑے تھے۔۔

اور یہ جو سینا دیکھانے کا شوق چڑھا ہے نہ کسی دن اس سینے پر کسی نے گرم چمٹا رکھ دیا نہ تو لگ پتہ جائے گا تم لوگوں کو۔۔۔

مصطفیٰ کاظمی نے انکے کھلے گریبان سے نظر آتے انکے سینے کو دیکھ کر چباتے ہوئے کہا تو انکی چمٹے والی بات پر عیس اور سنی نے دہل کر جلدی سے بٹن بند کیے تھے۔۔ان چاروں نے بی جان کی طرف دیکھا تو وہ انہیں انکھوں سے چپ رہنے کا اشارہ کر گئیں۔۔

چلو چلو اب چھوڑ دو بچوں کی جان آ جاؤ, کیک کاٹیں۔۔

بی جان نے انکو وہاں سے ہٹاتے ہوئے کہا تو سب انہیں خشمگیں نظروں سے دیکھتے اٹھ کر ٹیبل کی جانب بڑھ گئے۔۔۔

خبردار اگر تم میں سے کوئی اپنا یہ ناپاک وجود لے کر ادھر ایا تو۔۔۔
حسن صاحب نے جاتے ہوئے پھر دھمکی دی تو وہ ڈر کے مارے نیچے وہیں بیٹھتے چلے گئے۔ کیونکہ وہ سچ میں وہیں جانے لگے تھے۔۔

سارا خاندان اس وقت بڑے سے ٹیبل کے گرد اکھٹا ہوا کھڑا تھا۔ سب کی موجودگی میں علیزے اور منیزے نے کیک کاٹا تو سب تالیاں بجاتے ہوئے پھر مبارک باد دینے لگے۔ جبکہ اصل چھڑیاں تو ضرار اور سلطان کے دل پر چل رہیں تھیں۔ جو اپنی بیویوں کا بر تھڈے سچ میں بھول گئے تھے۔

آج کل یہ امیر لوگ اپنی پارٹی میں بلا کر ہم غریبوں کو ایسے ہی ذلیل کرتے

ہیں۔

چونکہ وہ چاروں بلکل الگ تھلگ بیٹھے تھے۔اسی لئے انہیں بلکل وہی فیلنگ آرہی تھی۔کہ وہ کسی اپر کلاس فیملی کی پارٹی میں آگئے ہیں۔لیکن غریب ہونے کی وجہ سے سب انکو اچھوت سمجھ رہے ہیں۔

اپنے گھر والوں کی ناانصافی پر سلطان کے اشارہ کرنے وہ سب باہر لان میں نکلتے چلے گئے۔لیکن کسی نے بھی انکی غیر موجودگی کا نوٹس نہیں لیا تھا۔

کسی کو کیک کھانا ہے۔۔

دانیال خان نے شرارتی آواز میں کیک کھانے کی آفر کرتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

لالا ویسے یہ بہت غلط بات ہے جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے نا۔۔
سنی نے انکے ہاتھ سے کیک کی پلیٹ چھینتے ہوئے شکوہ کرتے ہوئے کہا تو
وہ ایبر واچکاتے اسے دیکھ گیا۔۔

ہاں جیسے تم لوگ وہاں جو حرکتیں کرتے پھر رہے تھے۔وہ بہت نیک تھیں
نا۔۔
دریاب خان نے طنزیہ انداز میں جواب دیا تو وہ منہ بسور کر کیک کھانے
لگے۔۔۔

بندہ تھوڑا سا ہی خیال کر لیتا ہے یار، کہ نئی نئی شادی ہوئی ہے۔رات کو
انسان کو بیوی کی ضرورت پڑتی ہے۔اب آپ لوگوں کی وجہ سے وہ منہ تو
کیا آنکھیں بھی نہیں لگا رہیں ہمیں۔۔

ضرار سر جھٹکتے ہوئے بولا تو اسکی زو معنی بات پر سب ہنسی دبا گئے۔۔ جبکہ انکے باپ جو اس طرف پھر انکو ذلیل کرنے آرہے تھے۔تاکہ وہ انکی بہوؤں کو منائے۔انکی ایسی باتیں سن کر انکے چہرے بے اختیار سرخ پڑے تھے۔

خود یہ بڈھے ہو گئے ہیں اسی لئے ہماری جوانی بھی انکو راس نہیں آرہی۔۔
سلطان نے بھی سنجیدہ انداز میں آنکھیں بند کرتے ہوئے حصہ ڈالا تھا۔

پہلے مشن کے کاموں میں مصروف ہو کر سسکو, اور اگر گھر آجاؤ تو آپ جیسے لوگ ہمارے ملن میں الگ سے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔۔۔
سنی نے بھی جلے دل کے ساتھ اپنے زخموں کا اظہار کیا تو اس دفعہ انکو صرف حسن صاحب نہیں بلکہ مصطفیٰ کاظمی کے بھی جوتے لگے تھے۔

بے غیرتوں روکو تم لوگوں کی تڑپ تو میں مٹاتا ہوں آج اچھے سے۔۔۔
مصطفیٰ صاحب نے دوسرا جوتا اٹھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا تو وہ سب انکی اچانک موجودگی پر آگے نکل کر قہقہے لگاتے ہوئے دوڑتے ہوئے غائب ہوتے چلے گئے۔۔

علیزے جو اداس چہرے کے ساتھ بیک ڈور سے لان میں آکر جھولے پر بیٹھی ہوئی تھی۔اندر سب خوش گپیوں اور کھانا کھانے میں مصروف تھے۔۔

اپنے خان کی بے وفائی پر اسکی خوبصورت آنکھوں سے آنسو موتی کی طرح

ٹوٹ کر نیچے گرا تھا۔

سلطان جو بھاگتے ہوئے اسی طرف آگیا تھا۔ سامنے روشنی میں جھولے پر علیزے کو بیٹھے دیکھ کر اسے اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آیا کہ قسمت ہوں بھی مہربان ہو سکتی ہے۔

چپکے سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ جھولے کے پیچھے کھڑا ہوا اور اک نظر اندر لاونج میں دیکھا جہاں گلاس وال سے اندر کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ سب کو خود میں مصروف دیکھ کر سلطان نے علیزے کے کے منہ پر ہاتھ جماتے ہوئے اگر بڑھ کر اک جھٹکے میں اسے کندھے پر اٹھایا تو علیزے خوف کے مارے جھٹپٹانے کی کوشش کرتے ہوئے چلانے کی کوشش کی۔ لیکن تب تک سلطان احمد خان اس مومی وجود کو اٹھا کر مینشن کے آخری کونے میں غائب ہوتا چلا گیا تھا۔

سوئمنگ پول کے پاس آکر سلطان نے علیزے کو اسکے پاؤں پر کھڑا کرتے کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے مقابل کیا تو علیزے اسکو دیکھ کر لمحے کے لیے ساکت ہوتی اگلے ہی پل چہرے کو سپاٹ بنا گئی تھی۔

سلطان نے غور سے اسکی اس حرکت کو دیکھا تھا۔ سلطان نے دوسرے ہاتھ سے پاکٹ سے موبائل نکال کر ضرار کو میسج کیا اور پھر بھرپور توجہ سے اپنی ناراض خانم کی طرف متوجہ ہوا تھا۔۔

ناراض ہیں۔۔۔

سلطان نے اسکا حسین روپ دیکھتے ہوئے محبت سے پوچھا تھا۔ لیکن علیزے کی نظریں تو اسکی شرٹ کے کھلے گریبان پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

بے اختیار نظروں کے سامنے اسکا سگریٹ پیتے ہوئے لڑکی کو دیکھنے کا منظر گھوما تو علیزے کا دل پھر سکڑ کر پھیلتے ہوئے اسے تکلیف سے دوچار کر گیا۔۔

علیزے کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے نچلے لب کو کاٹتے ہوئے اسے غور سے دیکھا۔۔۔جو اندر ہی اندر اپنی ہچکیاں دبانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔۔

I'm so sorry My Queen...

اندر میں نے وضاحت دی نہ کہ ہم مشن کے سلسلے میں صرف وہاں پر موجود تھے۔۔۔

سلطان نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے پھر کہا تو علیزے کو اپنا وجود غصے کی بھٹی میں جلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ کتنی آسانی سے وہ اسے سب بتا کر بات ختم کرنا چاہ رہا تھا۔

غصے کی شدت سے علیزے نے اسکی گرفت سے نکلتے ہوئے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سلطان کو پیچھے دھکیلا تو سلطان جو اس افتاد کے لیے تیار نہیں تھا۔ علیزے کے دور ہٹانے پر بے اختیار دو تین قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔۔

Just stay away from me...

بھیگی آنکھوں میں غصے کی سرخی سجائے وہ انگلی اٹھاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی تو سلطان پہلی بار اسکا اتنا شدید رد عمل دیکھ کر حیران ہو گیا۔ پچھلی بار تو وہ اور تھنک کرتے ہوئے روتی رہی تھی۔ لیکن آج سب اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد وہ بلکل نارمل نہیں لگ رہی تھی۔۔

خانم۔۔۔

سلطان نے خود پر ضبط کرتے ہوئے اسے پکارا تو علیزے آنکھیں بند کرتے مٹھیاں بھینچ کر وہاں سے نکلنے لگی۔ جب سلطان نے اسے بازو سے پکڑ کر اک جھٹکے میں اپنی طرف پھر کھینچا تو وہ لہرا کر اسکے سینے سی آ لگی۔۔۔

کہا تھا نہ کہ آپکی ناراضگی سر آنکھوں پر لیکن خود سے جھٹکنے والی حرکت مت کیا کریں۔۔۔

سلطان اسکے سرخ کالے نینوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑتے ہوئے سرد لہجے بولا تو علیزے کی رگ رگ میں پھر غصے کی لہر ڈور گئی۔

سو دفعہ جھٹکوں گی، خود سے دور بھی کروں گی ہر وہ کام کروں گی جو پسند نہیں اپکو۔۔۔

علیزے پھنکارتے ہوئے بولی تو سلطان اک نظر اسے دیکھ گیا۔۔۔وہ نہیں

سمجھ پا رہا تھا کہ وہ کس اک بات پر زیادہ بھڑکی ہوئی ہے۔۔۔

خانم مجھے مجبور نہیں کریں کہ میں آج پھر آپکے ساتھ سختی سے پیش آؤں اس لئے آرام سے مجھے اپنی ناراضگی کی وجہ بتائیں تاکہ میں اسے دور کر سکوں۔۔

سلطان نے پھر اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے اسکے ماتھے کے ساتھ ماتھا ٹکاتے ہوئے کہا تھا۔ فضا میں ہر طرف علیزے خان کے وجود کی میٹھی خوشبو بسنے لگی تھی۔ وہیں دوسری طرف سلطان احمد خان کی جان لیوا مہک اس میٹھی خوشبو کو اپنے اندر سمانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ لیکن علیزے خان کی مہک بھی روٹھی ہوئی لگ رہی تھی۔

نہ مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے اور نہ ہی کچھ سننا ہے۔ بہتر ہے جا کر آپ جو عیاشیاں کر رہے تھے وہ ہی جاری رکھیں۔۔

علیزے پوری قوت سے اسے دور ہٹانے کے ساتھ ساتھ چیخ پڑی۔ آخر کس حق سے وہ اس لڑکی کو دیکھ سکتا تھا۔

اچانک سلطان کو پیچھے ہٹانے کی کوشش میں علیزے کا پیر اسکے گاؤن میں اٹکا تو پیچھے کو گرتے ہوئے وہ اچانک سوئمنگ پول میں گری تھی۔ پانی میں اک دم سے زوردار دھماکہ پیدا ہوا تو سلطان جلدی سے اپنی شرٹ اتار کر پانی میں کودا تھا۔

علیزے کے ملچتے ہوئے وجود کو قابو کرتے ہوئے سلطان نے اسے سیدھا کھڑا کیا تو وہ ہراساں ہوتی پانی کو دیکھ گئی۔ جس نے اچانک اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ جبکہ سلطان کے شرٹ لیس سینے پر نظر پڑتے ہی پھر اسکے وجود میں چونٹیاں رینگنے لگیں تو وہ پورے حق سے جھکتے ہوئے اسکے سینے پر دانت گاڑ گئی۔

سلطان نے حیرت سے اسے دیکھا۔جو اسکے سینے کو دانتوں سے بری طرح نوچ رہی تھی۔

کس حق سے دیکھا تھا اس لڑکی کو۔۔۔

سلطان کے سینے پر مکے مارتے ہوئے روتے ہوئے چینخی تو سلطان مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔جو آج پھر لڑکی لڑکی کرتی شور مچا رہی تھی۔۔

علیزے کی کلائیوں کو پیچھے لگاتے ہوئے سلطان نے اسے کمر سے تھام کر قریب کر لیا۔۔۔۔

میں نے اپکے سوا کسی لڑکی کو نہیں دیکھا،نہ دیکھ سکتا ہوں خانم اور جس لڑکی کو سوچ سوچ کر آپ یوں چلا رہیں ہیں۔تو غور سے جا کر وڈیو کو

دیکھیں میں اس لڑکی کو نہیں بلکہ اس لڑکی کے پیچھے کھڑے آدمی کو دیکھ رہا تھا۔

دانیال خان اور دریاب خان نے ان سب کو انکی بیویوں کی بولی ہوئی لائنز سنائی تھیں۔اسی لئے علیزے کے پوچھنے پر سلطان کو اک لمحے میں ساری بات کی سمجھ آگئی تھی۔کیونکہ اسکی خانم پہلے بھی نامعلوم لڑکی کا روگ پال چکی تھیں۔

جھوٹ صرف جھوٹ مجھے کوئی بات سننی ہی نہیں ہے۔میں نے کہا تھا۔ کہ اپکو کوئی بھی نہیں دیکھے گا۔پھر بھی اتنی لڑکیوں کے بیچ جا کر سگریٹ پیتے ہوئے اپنے جلوے بکھیرے۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔۔
علیزے جو اسکی وضاحت سن کر اک لمحے کے لیے ٹھٹکی تھی۔اگلے ہی پل پھر ضدی بنتے روتے ہوئے چلانے لگی۔

جبکہ سلطان نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے خود کو قابو کرنے کی کوشش کی تھی۔اسے بیک وقت ہنسی بھی آرہی تھی اور خود سے ہمدردی بھی محسوس ہورہی تھی۔

کیونکہ اسکی بیوی اگر جذبات کا اظہار نہیں کرتی تھی تو جب کرتی تھی اسکے چھکے چھڑادیتی تھی۔

ہٹیں پیچھے میں جاکر بلیک ڈریس پہن رہی ہوں۔۔اور خبردار اگر میرے پاس آنے کی کوشش بھی کی تو۔۔

سلطان کو پھر پیچھے ہٹاتے ہوئے شہادت والی انگلی اٹھا کر وارننگ دیتے ہوئے بولی تو سلطان بے اختیار اسے دیکھتا چلا گیا۔جو آج پھر ضدی بنتے اسے سن نہیں رہی تھی۔

علیزے جو باہر نکلنے لگی تھی۔سلطان نے جھٹکے میں اسے اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکی سانسوں کے تسلسل پر قبضہ جمایا تو علیزے پانی میں

اسکی اتنی سخت گرفت پر اچانک لرز گئی تھی۔

جبکہ سلطان نے شدت سے اسکی سانسوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے اسکے بال کھول کر بکھیر دیے تو اسکی لمبے میرون گھنگریالے بال پانی میں لہرانے لگے تھے۔

علیزے کے چہرے کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے سلطان اسے لیے پانی کے اندر غائب ہوا تو علیزے کی آنکھیں پھیل سکڑتی چلی گئیں۔۔ جبکہ سلطان نے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے ذپ کھول کر اسکے گاؤن کو کندھوں سے نیچے کھسکایا۔۔

تو علیزے کے بدن سے گاؤن اتر کر پانی میں بہتا چلا گیا۔ جبکہ اس بار علیزے کی آنکھیں آخری حد تک بڑی ہوئیں تھیں۔اسے سانسوں کے

لئے مچلتے دیکھ کر سلطان نے اسکا چہرہ پانی سے باہر نکالتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو رہائی بخشی تو وہ لمبی سانس لیتے ہوئے گرنے لگی۔۔

سلطان نے اسے تھائیز سے پکڑ کر اپنے قریب کرتے سہارا دیا تو علیزے اسکی بے شرمی یاد کرتے لال انگارا ہوئی تھی۔۔

میں دو تین دن اپکے قریب نہ آؤں ناخانم تو اگلے دن آپ جنگلی بلی بنتے کاٹ کھانے کو آتیں ہیں۔علیزے کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے سلطان نے اسکی گردن پر جگہ جگہ سلگتے ہونٹ رکھتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا تو علیزے مزاحمت کرتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

خان دور ہو جائیں مجھ سے۔۔۔

علیزے نے اس سے نظریں چراتے ہوئے کانپتے لبوں سے الفاظ ادا کیے تو سلطان گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیر کر دلکشی سے مسکراتے ہوئے اسکے

مزید قریب ہو گیا۔۔۔۔

آنکھیں تیری، کتنی حسین۔۔۔۔
کہ ان کا عاشق میں بن گیا ہوں۔۔۔۔
مجھ کو بسا لے، ان میں تو۔۔۔۔۔
عشق ہے۔۔۔۔۔

علیزے کے بھیگے کالے نینوں میں ڈوبتے ہوئے سلطان نے گھمبیر آواز میں اپنے فیورٹ گانے کے بول گنگناتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کی تو علیزے کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا۔۔

رکھ لوں چھپا کے، کہیں میں تجھ کو۔۔۔۔
سایہ بھی میں نہ دوں۔۔۔
سلطان نے اپنی تیز ہوتی ڈھرکنوں میں اسکی ناک کے ساتھ ناک جوڑتے

ہوئے پھر گنگناتے ہوئے الفاظ ادا کیے تو علیزے دم سادھے اسکے لفظوں میں جکڑتے ہوئے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔۔۔وہ جانتی تھی کہ اسکی محبت کی اکلوتی حق دار ہے۔ پھر بھی کسی صورت اسکی نظروں کا رخ کسی اور پر برداشت نہیں تھا۔۔

جبکہ سلطان محبت سے چور ہوتے اسکے حسین وجود کو بانہوں کی شدت میں قید کر گیا تھا۔
علیزے سکون سے آنکھیں بند کرتے بس سلطان احمد خان کی تیز ہوتی ڈھڑکنوں کو سن رہی تھی۔ بے اختیار اسکے دل نے گواہی دی تھی یہ وہ ہی دھڑکنیں ہیں جو صرف اسکی موجودگی میں دھڑکتی ہیں۔۔

سلطان نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے ان پر ہونٹ رکھتے اسے مزید خود میں قید کرنا چاہا تاکہ وہ ہوش میں آتے پھر خونخوار نہ بن جائے۔ علیزے

کے ہونٹوں کو کھول کر نرمی سے اسکی زبان کو باہر کھینچتے ہوئے سلطان نے اسکے گیلے بدن پر ہاتھ پھیرا تو وہ کپکپا کر اسکی گردن میں بازو حائل کر گئی۔

جبکہ سلطان خود کو ہر پردے سے آزاد کرتے ہوئے سوئمنگ پول میں کھڑے ہو کر علیزے کو تھائیز سے نزدیک کرتے ہوئے کمر پر اسکی ٹانگوں کو لاک کر گیا۔ علیزے مدہوش ہوتے کسی اور ہی جہاں میں پہنچ گئی تھی۔

سلطان کے محبت بھرے الفاظ سنتے اک دم سے اس نے خود پر سے ہر اختیار کھو یا تھا۔۔

سلطان نے قطرہ قطرہ اسکے ہونٹ چومتے ہوئے اس جان لیوا ماحول میں خود کو بے حد مسرور پایا تھا۔ علیزے اسکی کمر پر ٹانگوں کو لاک کیے اسکے بے حد نزدیک تھی۔ سلطان نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکی ہک کو کھول کر وہاں ہونٹوں کا لمس چھوڑنا شروع کیا تو علیزے پانی میں سر گراتے چلی گئی

تھی۔

غصہ ٹھنڈا ہوا۔۔۔

علیزے کی گردن مں ہاتھ رکھتے ہوئے سلطان نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے معنی خیزی سے پوچھا تو وہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے چہرہ جھکا گئی۔ جبکہ سلطان نے پانی کے اندر سے اسکے بدن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے اسے بوکھلاہٹ میں مبتلا کیا تو وہ سسکتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

نرمی سے علیزے کی تھائی کو سہلاتے ہوئے سلطان نے اسکے وجود میں سرائیت کی تو وہ لرزتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام گئی۔

اب بتائیں اپکے کتنے شکوے ہیں۔۔اپکے شکوے سننے کے ساتھ ساتھ " اپنے وجود میں گھلتا بھی جاؤں گا۔اور اپکو جواب بھی دوں گا۔۔کیونکہ اسی

"اک طریقے سے آپ مجھے سنتی ہیں اور قابو بھی آتیں ہیں۔۔

شدت پسندی سے علیزے کے چہرے پر غراتے ہوئے وہ بولا تو علیزے زور سے انکھوں کو میچ گئی۔ جبکہ وہ اسکے وجود کا طلب گار بنتا جنون سے اسے پر برسنے لگا تھا۔

علیزے کو اک دم سے گھما کر اوپر اٹھاتے ہوئے سلطان نے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے تو علیزے چیختے ہوئے مزاحمت کرنے لگی۔ جس پر سلطان اسے سائیڈ پر پڑے باتھروب پہنا کر خود بھی پہن کر سوئمنگ پول سے نکلا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی سلطان بنا لائٹس ان کیے علیزے اور خود کے وجود سے باتھ روب اتارتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے پیچھے قدم اٹھاتے ہوئے وہ اسے لیے بیڈ پر گرا تھا۔

علیزے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اوپر تکیے پر منتقل کرتے ہوئے سلطان نے سائیڈ ٹیبل کھول کر اندر سے چاکلیٹ نکالی تو علیزے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

علیزے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے جب اگلے ہی پل دانتوں سے سلطان نے اسکے ریپر کو کھول کر چاکلیٹ اسکے پیٹ پر لگائی تو شرم سے علیزے کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔۔

خان نہیں۔۔۔

علیزے نے سسکتے ہوئے اسے منع کرنا چاہا تھا۔۔

شششش۔۔۔ بلکل خاموش۔۔۔ باہر آپ بہت تڑپا رہی تھیں مجھے اب میری باری ہے۔۔

سلطان نے گھمبیر لہجے میں اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے خاموش کروانے کے ساتھ ساتھ اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے تو علیزے سسکی بھرتے ہوئے کمر کو اوپر اٹھا گئی۔ جب اگلے ہی پل علیزے کے کندھوں پر دائیں بائیں ہاتھ رکھتے سلطان نے اسکے پیٹ پر زبان پھیرتے ہوئے چاکلیٹ چننا چاہی تو علیزے کے انگ انگ میں بجلی ڈورنے لگی۔

خاننن۔۔۔۔

اس نے بے چین ہوتے پھر سلطان کو پکارا تھا۔ لیکن اسی وقت سلطان نے چاکلیٹ اسکی تھائیز پر لگاتے ہوئے جب وہاں سے زبان سے چنی، تو علیزے تڑپتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔۔ اس وقت سلطان نے انگوٹھے سے ہونٹوں پر لگی چاکلیٹ صاف کرتے ہوئے اسے

ٹانگ سے پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچ کر اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے اک جھٹکے میں اسکے وجود میں پھر خود کو گھولا تو علیزے کے ہونٹوں سے گہری اہ نکلی تھی۔

ہونٹوں پر چاکلیٹ لگا کر سلطان نے چاکلیٹ کو ٹیبل پر اچھال کر اسکے لبوں پر جھکا تو علیزے تھوک نگل گئی تھی۔ بہت دنوں بعد وہ اپنے پرانے روپ میں آیا تھا۔ ورنہ پریگننسی کی وجہ سے وہ نرمی سے ہی اسے چھوتا تھا۔

اپنی شدتوں کا آغاز کرتے سلطان نے اسکے ہونٹوں کو سک کیا تو علیزے کو منہ میں چاکلیٹ کا ذائقہ محسوس ہو

سلطان نے اپنے پہلو میں ہاتھ مار کر علیزے کو محسوس کرنا چاہا تو نیند میں اسے کچھ محسوس نہ ہوا۔ اسی لئے وہ نیند کے باعث اپنی سرخ نیلی آنکھیں کھول کر دیکھنے پر مجبور ہوا تو علیزے اسے بیڈ کے کنارے پر کروٹ لیے

سوئی ہوئی نظر آئی۔

چادر کو سینے تک اوڑھے وہ سلطان کی طرف پشت کیے سو رہی تھی۔ علیزے کا سونے کا پوز دیکھ کر سلطان کی بھک سے نیند اڑ گئی تھی۔ تکیے پر بال بکھیرے اسکی جانب برہنہ پشت کیے سینے پر چادر کو سنبھالے وہ گہری نیند میں لگ رہی تھی۔

سلطان نے علیزے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچتے ہوئے اسے اپنے قریب کیا اور زرا سا اٹھتے ہوئے اسکے چہرے کو دیکھا جہاں وہ ہلکی ہلکی سانسیں کھینچتے ہوئے نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔

جبکہ گردن اور دھڑکنوں پر گزری رات کی شدتوں کے نشان بلکل تازہ تھے۔ سلطان نے چادر کے اندر سے علیزے کے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے

اپنے بچوں کے لمس کو محسوس کرنا چاہا تو اس خوبصورت احساس کو اپنے اندر اتارتے ہوئے سلطان احمد خان سرشاری سے مسکرا دیا تھا۔

جبکہ اک نظر اپنی متاعِ جاں کو پھر دیکھا جو آرام و سکون سے اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔ فجر ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔

سلطان نے علیزے کی کروٹ بدلتے ہوئے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا تو ہمیشہ کی طرح وہ نیند میں منہ بنا گئی۔ جس پر سلطان کو ہنسی آئی تھی۔۔

سلطان نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی چادر کو نیچے کھسکایا تو اسکی دھڑکنوں پر نیلے نشان دیکھ کر وہ دانتوں تلے لب دبا گیا۔۔ وہ نازک سی جان اسکی پر شدت قربت کو سہتے ہوئے ہلکان ہو جایا کرتی تھی۔ سلطان نے اندازہ لگایا تھا۔۔ کہ اسکی خانم پہلے جتنی نازک تو نہیں رہیں لیکن سینسیٹو ابھی بھی اتنی ہیں۔۔۔

سلطان کو شرارت سوجھی تو علیزے کا سر اپنے بازو پر اسے سیدھا لٹا کر وہ اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انگلی کی مدد سے لکیریں کھینچنے لگا۔اسکے بار بار ایسا کرنے پر علیزے کو نیند میں بے چینی سی محسوس ہونے لگی تھی۔

خان۔۔۔۔

سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے علیزے نے نیند میں اسے پکارنا چاہا تو سلطان جی جان سے متوجہ ہوتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔۔۔

خان حاضر ہے مائے کوئین۔۔۔

علیزے کی پکار پر سلطان نے گھمبیر لہجے میں اسکی سائیڈ گردن پر نرمی سے ہونٹ رکھتے جواب دیا تو علیزے نے نیند کے باعث بھاری ہوتی پلکیں بامشکل کھول کر اسے دیکھنا چاہا۔۔۔

مجھے تنگ کیوں کر رہے ہیں پھر۔۔۔

سلطان کے ہاتھ کی گردش پر علیزے نے نیند کے باعث بند ہوتی آنکھوں سے نروٹھی آواز میں پوچھا تو سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔۔

باخدا میں سو رہا تھا، آپ نے خود ہی اپنے حسن کا جلوا دیکھاتے ہوئے صبح صبح بندہ بشر کو بہکایا ہے۔۔تو پھر خان کیا کرے اگر اپنی خانم کو پیار نہ کرے تو۔۔۔

سلطان نے تھوڑی دیر پہلے اسکے سونے کا پوز یاد کرتے ہوئے اسکی تھائی پر ہاتھ رکھا تو علیزے مچلتے ہوئے اسکی پشت پر ناخن مار گئی۔۔کیونکہ وہ بہت بے باک طریقے سے اسکے انگ انگ کو اپنے لمس سے بیدار کرتے بے چین کرتا جا رہا تھا۔

اتنا مچل کیوں رہیں ہیں اپ۔۔۔

سلطان نے اسکی گردن سے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر پوچھا ساتھ ہی اک جھٹکے میں علیزے کی کروٹ بدل کر اسکا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے اسکی ٹانگ اٹھا کر اپنے اوپر رکھتے ہوئے اسے اپنے نزدیک کر لیا۔۔۔

جبکہ علیزے لال انگارہ ہوتے اپنا چہرہ جھکا گئی تھی۔۔

خان مجھے رات والا سانگ سنائیں۔۔۔علیزے نے اسکی بے باکیوں پر سمٹتے ہوئے اچانک فرمائش کی تو سلطان گہرا مسکرا دیا۔۔

اپکو پسند آیا تھا کیا وہ سانگ۔۔۔

سلطان نے جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر پھونک مارتے ہوئے محبت سے پوچھا تو علیزے تڑپتے ہوئے ہاں میں سر ہلانے لگی۔ کل رات پہلی دفعہ سلطان احمد خان مدہم سا بھاری آواز میں گنگنایا تھا تو علیزے کو سدھ بدھ بھلانے پر مجبور کر گیا تھا۔ سوئمنگ پول میں اسے خود سے لپٹائے جب وہ

اسکے کان میں اچانک سے گنگناتے ہوئے منانے کی کوشش کر رہا تھا تو علیزے اسکے سحر میں جکڑتے چلی گئی تھی۔

خادم، آپکی خدمت میں حاضر ہے خانم، میں آپکے کان میں گیت گنگناؤں گا۔ آپ میرے کانوں میں اپنی سسکیوں کا سر بکھیریے گا۔ اسی طرح گنگناتے ہوئے ہم دونوں اک دوسرے میں گم ہوتے چلے جائیں گئے۔۔

سلطان نے اسکی ڈھرکنوں کے بیچ و بیچ ہونٹ رکھتے اسکے پیٹ کے نچلے حصے پر ہاتھ رکھا تو علیزے گہری سانس کھنچتے ہوئے مخمور آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔۔ جو اپنے فسوں خیز لہجے میں اسے پھر قید کرتا جا رہا تھا۔

علیزے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سلطان گنگنانے سے پہلے پھر اک دفعہ سرگوشی کرنے کے لیے اسکے کان میں جھکا تھا۔

ابھی مچلتے ہیں اک دوسرے میں، پھر صبح ناشتے کی ٹیبل پر آپکے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے آپکی ناراضگی بھی دور کروں گا اور آپکی اس بے وجہ کی ناراضگی پر سوال بھی اٹھاؤں گا۔۔۔

سلطان اسکی اک ٹانگ اٹھاتے ہوئے اچانک اسکے اندر داخل ہوا تو علیزے گہری سانس کھینچتے ہوئے آنکھیں میچ گئی تھی۔

صبح صبح پھر سلطان کو موڈ میں آتے دیکھ کر علیزے روہانسی ہوتے اسے دیکھ گئی۔

ایسے نہ دیکھیں پھر اک ہفتہ غائب رہوں گا تو آپ ہی بے چین ہوتے لڑنا شروع کر دیں گیں۔۔اسی لئے ابھی میرے لمس پر صرف سکون محسوس کریں۔۔۔

علیزے کی تھائیز پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سلطان نے گنگناتے ہوئے شدتوں

کا آغاز کرتے بے چینی سے کہا تو علیزے سسکیاں بھرتے ہوئے اسے تھامتی چلی گئی۔ جبکہ کمرے میں قربت نے پھر پر پھیلائے تو وہ دونوں باہر کی دنیا سے بے خبر ہوتے چلے گئے تھے۔

صبح دس بجے سب ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ جبکہ وہ تینوں مسلسل اپنی بیویوں کو دیکھ رہے تھے۔ جنہوں نے اک نظر اٹھا کر بھی انکی طرف دیکھنا گوارا نہیں کیا تھا۔ ضرار نے رات کو منیزے کو منانے کی بہت کوشش کی تھی۔ لیکن ہر بار کی طرح منیزے خاموشی اختیار کر گئی تھی۔

جس پر ضرار بے چینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ایرہ اور مشعل تو آپنے شوہروں کے ہاتھ بھی نہیں آئیں تھیں تو وہ بیچارے صفائیاں دیتے انکو

مناتے کیسے۔۔۔

ریڈ کلر کے شیفون ڈریس میں علیزے سلطان کے ہمراہی سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو سب اسکا نکھرا نکھرا سا روپ دیکھ کر ماشاءاللہ بول گئے۔ جبکہ وہ جھنیپ کر جلدی سے اپنی جگہ پر بیٹھنے لگی تو سلطان اسے نفی کرتا پھر کھڑا کر گیا۔۔

سب لاونج میں آئیں کچھ دیکھانا ہے آپ سب کو۔۔۔

سب پر نظر ڈال کر سلطان نے سنجیدگی سے کہتے لاونج کی طرف قدم بڑھائے تو سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے لاونج میں چلے ائے۔

سلطان نے عیس کو موبائل کیچ کرواتے ہوئے ایل ڈی کے ساتھ کنیکٹیکٹ کرنے کا کہا اور ساتھ ہی سلطان نے سب لڑکیوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سب حیرانی سے سامنے بیٹھ گئیں۔

جبکہ سامنے سکرین پر انکی کل والی وڈیو پلے ہوئی تو سب سلطان کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔۔

صبر رکھیں کل تک یہ وڈیو آپ لوگ صرف شک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔۔اب زرا حقیقت پر دیکھ لیں۔۔اور ہماری بیویاں تو خیر میں کیا ہی کہوں اب۔۔۔

سلطان نے سب کو اشارہ کرتے کہا اور ساتھ اک نظر اپنی خانم پر بھی ڈالی جو منہ بنا گئی تھی۔۔

یہاں سٹیج پر ہم چاروں اپکو نظر آرہے ہیں۔عیس یہاں اک لڑکی کی کمر پر ہاتھ رکھے کھڑا ہے۔جبکہ اگر اسکو زوم کیا جائے۔تو کیا عیس نے اس لڑکی کی کمر پر ہاتھ رکھا ہے۔۔

سلطان نے زوم کرتے ہوئے سوال کیا۔

توسب یہ دیکھ کر چونک گئے کہ عیس نے لڑکی کی کمر پر ہاتھ نہیں رکھا تھا۔۔ جبکہ صرف دور سے دیکھنے پر ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ وہ لڑکی کو کمر سے تھامے کھڑا ہے۔

مشعل نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے اپنے شوہر کو دیکھا جواب اس سے روٹھا ہوا کھڑا تھا۔اب نظریں پھیرنے کی باری عیس کی تھی۔

آپ لوگ صاف صاف یہاں دیکھ سکتے ہیں کہ ہم چاروں بلکل سائیڈ پر کھڑے ہو کر سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے اک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں۔۔

یہ دیکھیں میں یہاں اس لڑکی کو نہیں بلکہ سامنے اس آدمی کو دیکھ رہا تھا۔۔جو کہ ہمارا مین ٹارگٹ تھا۔اور یہ جو لڑکیاں ہمارے پاس کھڑی ہیں نہ یہ میرال اور بیہ ہیں۔

جواپنی ڈیوٹی کر رہیں ہیں۔اور یہاں پر جب ہم سٹیج کے درمیان میں آ کھڑے ہوئے ہیں۔۔اسکے پیچھے بھی یہ وجہ تھی۔سلطان نے سکرین پر ہاتھ رکھتے پھر وڈیو پلے کی تو سامنے کا منظر دیکھ کر لڑکیاں ہونٹ کاٹنے لگیں تھیں۔

کیونکہ سامنے ہی انکے شوہر بہت ماہرانہ انداز میں سٹیج پر ڈانس کرتے لڑکوں کی پاکٹ میں کوئی چیز ڈالتے جارہے تھے۔

دیکھ لیا۔۔سلطان نے بھاری آواز میں سنجیدگی سے استفسار تو وہ ہولے سے سر ہلا گئیں۔

اک ضروری اور آخری بات میں کہنا چاہتا ہوں۔پہلے آپ سب ہمارے پروفیشن سے آگاہ نہیں تھے۔۔لیکن اب ایسا نہیں ہے۔اب آپ پروفیشن کے ساتھ ساتھ بزنس سے بھی آگاہی رکھتے ہیں۔اسکے علاوہ بھی ہم پر بہت سی اور ذمہ داریاں ہیں۔کیا محبت کا یہ پیمانہ ہے کہ کوئی کچھ بھی آکر کہے گا

اور آپ لوگ اسکی بات پر یقین کرتے ہوئے ہم پر شک کرنا شروع کر دیں گئے۔

شادی سے پہلے تک ہم لوگوں کی زندگیوں میں لڑکی نام کی جگہ بھی نہیں تھی۔اور اب ایسی کون سی آگ تھی جو شادی کر کے ہم ادھر منہ مارنے کے لیے چلے جاتے۔۔

ہم وہاں اپنی ڈیوٹی کر رہے تھے۔ سٹیج پر جتنی لڑکیاں اپکو نظر آ رہیں ہیں۔۔یہ ساری لڑکیاں کل رات غائب ہو جاتیں اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہونی تھی۔کہ یہ لڑکیاں کہاں گئیں ہیں۔بلکہ راتوں رات یہ لڑکیاں کسی دوسرے ملک بیچ بھی دی جاتیں۔اور کسی کو فرق بھی نہیں پڑنا تھا۔

لیکن جیسے ہی مجھے اور میری ٹیم کو اس چیز کا پتہ چلا ہم سب چھوڑ چھاڑ کر

ادھر جا پہنچے تھے۔ہاں جانتا ہوں کہ اس چیز میں فیملی اگنور ہو جاتی ہے۔پر ڈیوٹی اور ان لڑکیوں سے بڑھ کر کچھ اہم نہیں تھا۔کیونکہ ہم اپنی فیملی کو سکیور کر کے ہی کام کے لیے نکلتے ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے نہ کہ گھر بھی ریاستیں ہوتیں ہیں اور اگر گھر ٹھیک سے سنبھلنے لگے تو پھر انہی گھر سے ریاستوں کو سنبھالنے کے لئے مرد نکلتے ہیں۔کیا ادھر کسی کو ہماری قابلیت پر شک تھا۔

ٹھیک ہے مان لیا آپ لوگوں ہماری بیویاں ہیں۔۔اپ یہ چیز برداشت نہیں کر سکیں۔پر کم از کم ہم لوگوں کو صفائی کا موقع تو ملنا چاہیئے نہ یا پھر ہم لوگ صفائی دینے کے حق دار بھی نہیں ہیں۔۔اگر یہ لوگ سٹیج پر کھڑے ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے تو پھر سیدھا سیدھا سب کو معلوم پڑ جاتا کہ ہم چاروں عام انسان نہیں ہیں۔

سلطان نے بھگو بھگو کر طنزیہ انداز میں اک اک لفظ کہا تو وہ سب شرمندہ ہوتیں سر جھکاتی چلی گئیں تھیں۔۔

پر سلطانی، ہم لوگ تو عام انسان ٹھہرے ان بارگیوں میں نہیں جا سکے۔ لیکن تمہارے یہ کرنلز نے ہمیں یہ سب کیوں نہیں بتایا۔ یہ لوگ کیوں نہیں یہ سب دیکھ پائے .

آغا جان نے سنجیدگی سے سلطان کی طرف دیکھتے پوچھا تھا۔۔

آغا جان یہ سوال آپ ان لوگوں سے ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔ سلطان نے افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے کہا تو سب کرنلز کی جانب مڑ گئے۔۔ جن کے چہروں پر اس وقت انتہا کی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

ہمارا دل نہیں کیا بتانے کو بس۔۔۔

شیراز پاشا نے سب کے دیکھنے پر بے نیازی سے جواب دیا تو سب کی

آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔۔ جبکہ دلاور خان نے بے ساختہ امڈنے والی مسکراہٹ پر مشکل سے قابو پایا تھا۔ وہ کل ویڈو دیکھتے ہی اک لمحے میں بات کی تہہ تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن پھر جو مزے دار ڈرامہ کل رات ہوا وہ مس ہو جاتا۔۔ اور وہ چاروں کبھی کبھار ہی انکے ہتھے چڑھتے تھے۔

شیر از پاشا کے جواب دینے پر سلطان نے جتاتی نظر سب پر ڈالی تھی۔
ہماری طرف ایسے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ ویسے بھی یہ چاروں اپنی حرکتوں سے دوسرے آفیسرز اور سئنیر آفیسرز کے سامنے ہمیں جتنا ذچ کرتے رہے ہیں۔۔ اسکا آدھا حساب تو بنتا ہی تھا۔ انکو انکی بیویوں نے تھوڑا سا بھاؤ کیا دیا۔ انکو پورہ رات چین کی نیند نہیں ائی۔ اور اک ہماری برداشت کا لیول ہے۔۔ جو انکو اتنے سالوں سے برداشت کر رہے ہے۔۔

دلاور خان نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں آرام سے کہا تو وہ چاروں افسوس سے سب کو دیکھنے لگے۔۔۔

خیر آپ لوگ یہ ڈرامہ جاری رکھے۔ ہم چلتے ہیں اک ہفتے بعد اب ملاقات ہو گی۔

سلطان نے ان تینوں کو اشارہ کیا تو سب گلاسز لگاتے ہوئے سنجیدہ صورت لیے سلطان کے پیچھے لاونج سے نکلتے چلے گئے۔ جبکہ انکی بیویاں انکے پھر جانے پر تڑپتے ہوئے انکو دیکھنے لگیں تو انکے باپ انکو ریلیکس رہنے کا اشارہ کر گئے۔

ڈونٹ وری ان چاروں کو بس فلیکس مارنے کی عادت ہے۔ دیکھنا رات میں ہی کوئی کھڑکی سے منہ نکال کر اندر آرہا ہو گا تو کوئی زمین پھاڑ کر نکل آئے گا۔

مصطفیٰ کاظمی نے ایرہ کے روہانسے تاثرات کو دیکھ کر آرام سے کہا تو لاونج میں دانیال خان اور دریاب خان کا قہقہ گونج اٹھا۔ جبکہ انکی بیویاں تو انکو شرم دلانے کی پوری کوشش کر رہی تھیں۔ جو کل انکی وڈیو بنا کر لائے تھے۔ اور یہ فساد کھڑا ہو گیا تھا۔

پر ڈیڈ وہ دروازے سے کیوں نہیں آئے گئے۔۔
مصطفیٰ کاظمی کی بات پر مشو نے الجھن سے اپنے دماغ میں آیا سوال پوچھا۔۔

بچے اگر وہ سیدھی طرح دروازے سے آ گئے تو پھر یہ فلیکس کیسے مار سکیں گئے۔ کہ اپنے کہے کے مطابق اک ہفتے بعد ہی گھر واپس آئیں ہیں۔۔
مشو کے معصوم بھرے سوال پر مصطفیٰ کاظمی نے اسکو جواب دیا تو سب اپنی مسکراہٹ دبا گئے تھے۔

شرم تو نہیں آتی ہو گی تم لوگوں کو میرے پوتوں کو ناراض کر کے بھیج دیا ہے۔اب یہاں بیٹھ کر سب کھی کھی کیے جا رہے ہو۔ کل ایسے طوفان کھڑا کیا ہوا تھا۔ جیسے خدانخواستہ میرے پوتے لڑکیاں کے کر بھاگ گئے ہیں۔ وہ ہینڈسم ہی اتنے ہیں لڑکیاں خود مرتی ہیں ان پر۔۔

بی جان نے سب کے ہنسنے پر گرجتے ہوئے کہا تو سب کی ہنسی کو بریک لگا تھا۔

کاش وہ لڑکیاں مر ہی جائیں۔۔

منیزے نے ان پر فدا ہونے والی لڑکیوں کو بددعا دیتے دل میں بے اختیار سوچا تھا۔

ویسے خانم آپ کیوں اتنا چینخ رہا ہے اب۔۔ کل آپ نے بھی تو کہا تھا کہ انکے انے پر آپ بھی ان سے پوچھے گا۔۔

آغا جان نے آرام سے بی جان کو مخاطب کرتے پوچھا تو بی جان غصے سے

اسے گھور گئیں۔اغا جان صاف صاف کہنا چاہ رہے تھے۔کہ کل کی کاروائی میں وہ بھی شامل تھیں۔۔جو آج ان سب کو اپنے پوتوں کے روٹھنے کا سنا رہیں تھیں۔

وہ سب میں آپ سب کے دباؤ میں آکر کہا تھا۔ورنہ میں کیوں اپنے شہزادوں کو کچھ سخت الفاظ کہوں۔۔

بی جان نے ہاتھ نچاتے ہوئے سارا الزام ان پر ڈالا تو آغا جان امپریس ہوتے سر ہلانے لگے۔۔اخر کار وہ خود کو بری الزمہ کرنے میں کامیاب جو ہو گئیں تھیں۔باقی سب مزے سے انکی تکرار دیکھنے لگے تھے۔

ہمارا دباؤ تب تو آپ پر کبھی نہ چلی،جب ہم اپکو میٹھا کھانے سے منع کرتی ہیں۔یہ دباؤ کل ہی چلنا تھا کیا۔۔

آغا جان نے انکی بات کے جواب میں اپنی مخصوص اردو میں طنزیہ پوچھا تو بی

جان بل کھا کر رہ گئیں تھیں۔

آغا جان آپ تو ہمارے ساتھ بات ہی نہیں کیا کریں نہ بس۔۔
بی جان غصے سے انکو بولتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں تو سب دبی دبی ہنسی ہنستے ہوئے جا کر پھر ٹیبل پر بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگے۔ جبکہ ان چاروں کے حلق سے تو اب نوالہ اترنا ناممکن ہو گیا تھا۔۔

لڑکیوں منہ دیکھائی میں تم سب کو کیا ملا تھا۔

بی جان نے چائے پیتے ہوئے ان سے پوچھا اس وقت مینشن میں صرف خواتین ہی موجود تھیں۔۔ جبکہ تمام مرد حضرات باہر آپنے کاموں کی غرض سے نکلے ہوئے تھے۔ شادی کے ہنگاموں میں وہ یہ بات پوچھنا بھول گئیں تھیں۔۔ اسی کئے انکے ذہن میں اب یہ بات آئی تو وہ پوچھ گئیں

بی جان کے سوال پر منیزے نے اپنا ٹراؤزر اٹھاتے ہوئے دونوں پاؤں انکے سامنے کیے تو وہ اسکے پیروں میں حیرانی سے دیکھنے لگیں تھیں۔اسکے سفید گلابی پیروں میں جہاں سونے کی نفیس سی پائلیں بہت خوبصورت لگ رہیں تھیں۔ جبکہ عورتیں سب معنی خیزی سے اب بی جان کو دیکھنے لگیں جو منہ دیکھائی کا تحفہ دیکھ کر حیرت میں غرق ہو رہیں تھیں۔

خانم اپکو کیا ملا ہے۔۔۔بی جان نے منیزے کے پیروں کے دیکھتے ہوئے علیزے کو مخاطب کر کے پوچھا تو وہ دوبٹے کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکال کر انکے سامنے کر گئی۔۔ جہاں آج صبح ہی سلطان نے اسے خود اسکی منہ دیکھائی کا تحفہ پہنایا تھا۔ پانچوں انگلیوں میں پہنی ہوئی رنگز اسکی کلائی پر موجود بریسلٹ کے ساتھ جڑی ہوئیں تھیں۔بے شک یہ تحفہ اسکے خوبصورت ہاتھ کو مزید پیارا بنا رہا تھا۔۔

علیزے کا منہ دیکھائی کا تحفہ دیکھ کر بی جان کا تو دل کیا کہ اپنا ماتھا ہی پیٹ

لیں۔

ایرہ تمہیں کیا ملا تھا۔۔ کلثوم بیگم نے ایرہ سے پوچھا تو وہ ہونٹ کا کونہ دباتے ہوئے انہیں دیکھنے لگی۔اب ان خواتین کو وہ کیسے بتاتی کہ اس کے بے شرم شوہر نے اسے منہ دیکھائی پر دیا بھی تو کیا دیا جو وہ نارمل زندگی میں پہن بھی نہیں سکتی تھی۔۔

ماما میں لے کر آتی ہوں۔۔ سرد سانس خارج کرتے ہوئے اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھی تو سب اسکو حیرانی سے جاتا دیکھ گئے۔۔ایسی بھی کیا چیز تھی۔۔جو نام لے کے نہیں بتائی جاسکتی تھی اخر۔۔۔

ایرہ کے آنے تک سب نے مشعل کو دیکھا تو وہ گڑبڑاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

میں بھی لے کر آتی ہوں۔۔ مشعل بھی تیزی سے بولتے ہوئے کمرے کی

طرف بڑھ گئی تھی۔ کیونکہ وہ دونوں ہی اس وقت سادہ حلیے میں تھیں۔

ٹھیک دس منٹ بعد وہ دونوں ہاتھ میں باکس اٹھائے واپس آئیں تو سب اشتیاق سے انکو دیکھنے لگے۔
مشعل نے اپنے باکس سے ڈائمنڈ کی چوڑیاں اور نوز پن نکال کر انکے سامنے رکھی تو وہ ڈائمنڈ کی خوبصورت سی چوڑیوں کو دیکھ کر عیس کی پسند کو داد دینے لگے۔

جب شوہر نے نوز پن لے کر دی ہے تو پھر پہنتی کیوں نہیں اسے۔۔
بی جان نے ڈائمنڈ کی نوز پن کو دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا تو مشعل کنفیوز ہوتے انہیں دیکھ گئی۔

کیسے پہنو میرے ناک میں تو سوراخ ہی نہیں بنا ہوا۔۔

مشعل نے اٹکتے ہوئے اپنی ناک کو چھو کر بتایا تو سب کو یہ حقیقی مسلہ لگا۔
بھلا ایسے وہ کیسے پہن سکتی تھی۔

ہمم۔۔۔ایسے کرو ان چاروں کو تم میں سے کوئی دو ساتھ لے جائیں اور چاروں کے ناک میں سوراخ کروا کے انکو یہ پہنا کر لاؤ۔۔۔خیر سے اب یہ شادی شدہ لڑکیاں ہیں۔۔یہ زیور ابھی نہیں پہنیں گئیں تو پھر کب پہنا ہے۔۔

بی جان نے ان چاروں کی ساس کو حکم صادر کیا تو وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے حامی بھر گئیں۔۔جبکہ بی جان کی بات سن کر ان چاروں کا سانس حلق میں اٹکنے لگا تھا۔

ایرہ نے جھجھکتے ہوئے اپنا منہ دیکھائی کا تحفہ کھول کو علیزے کے کندھے میں چہرہ چھپا لیا تو سب اس باکس میں پڑی اس بلا کو دیکھ کر سمجھنے کی کوشش

کرنے لگے۔کہ آخر سنان مصطفیٰ کاظمی نے اپنی بیوی کو کیا تحفہ دیا ہے۔

یہ کیا ہے۔۔۔۔۔
بی جان نے حیرت وپریشانی سے پوچھا تھا۔۔کیونکہ کسی کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

ارڑو یہ کیا چیز ہے۔۔۔کلثوم بیگم نے اچھنبے سے اسے دیکھا تو ایرہ کا دل کیا وہ اونچی اونچی قہقہے لگائے۔آخر کو انکو اپنے بیٹے کی خرافات جو سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔وہ اسکے سلم پیٹ کا دیوانہ تھا۔تو اسی لحاظ سے تحفہ بھی دیا تھا۔

ماما یہ دونوں کمر بند ہیں۔یہ تھوڑا سٹائلش ہے۔۔جو کمر سے لے کر پیٹ تک آتا ہے۔۔یہ والا صرف پیٹ پر پہنتے ہیں۔
ایرہ نے باکس سے دونوں کمر بند نکال کر وضاحت دی تو لاونج میں اک

ساتھ کئی قہقہے گونجنے لگے تھے۔اک کمر بند ملٹی کلر شیڈز میں تھا۔ جبکہ دوسرے والا صرف وائٹ ڈائمنڈ سے بنا ہوا تھا۔۔

غضب خدا کا یہ کیا تحفے ہیں۔رونمائی کے تحفے تو اتنے قیمتی ہوتے ہیں۔۔یہ ان لڑکوں نے تم لوگوں کو کیا خرافات دے دیے ہیں۔ عورت کا پہنا ہوا رونمائی کا تحفہ تو خود نظروں میں آجاتا ہے۔۔یہ کونسا تحفہ ہے جو ہاتھوں اور پیروں کو اٹھا اٹھا کر دیکھانا پڑ رہا ہے۔۔اب مشعل کیا سب کو ناک دیکھاتی پھرے اور یہ اپنا پیٹ۔۔۔کہ یہ لیں دیکھ لیں یہاں منہ دیکھائی کا تحفہ لٹکا ہوا ہے۔۔

بی جان نے گرجتے ہوئے کہا تو وہ چاروں شرم کے مارے مصنوعی مسکراتے ہوئے کندھے اچکا گئیں۔اب بھلا اس بات کا جواب وہ کیا دیتیں۔ جبکہ بی جان کی بات پر انکی ماؤں کے نہ رکنے والے قہقے شروع ہو

گئے تھے۔

بی جان تحفے تو یہ بھی قیمتی ہیں۔۔بس تھوڑے سے رومینٹک ہیں۔۔
چھوٹی بھابھی (دریاب خان کی بیوی) نے ان چاروں کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ چاروں سرخ پڑتے نظریں چرا گئیں تھیں۔۔جبکہ باقی خواتین کا پھر قہقہ گونج اٹھا۔۔

آنے دو ان لڑکوں کو پوچھتی ہوں میں ان سے۔۔بی جان نے سر جھٹکتے ہوئے تڑخ کر کہا تھا۔۔اور ساتھ ہی انکی ساسوں کو انکو لے جانے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ ان چاروں کو نوز پن پہنا سکیں۔۔

ان چاروں نے روہانسے ہوتے دیکھنا چاہا تھا۔۔لیکن اس معاملے میں انکی اک بھی نہیں سنی گئی تھی۔۔بی جان اپنے کمرے میں آرام کرنے چلی گئیں تو لیڈیز کا وہ ٹولہ ان چاروں کو حلال کرنے کے لیے ساتھ لیے مینشن

سے نکل پڑا تھا۔

شام کے وقت وہ سب واپس مینشن لوٹیں اور آتے ہی ان سب نے مل کر ان چاروں کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا جو پہلے ہی ناک کے درد پر ہلکان ہوتی جا رہیں تھیں۔

ماما ہمیں تیار کیوں کر رہیں ہیں آپ سب۔۔۔
مشو نے شاہدہ بیگم کو دیکھا جو اسکے لیے جیولری اور چیزیں نکال کر رکھ رہیں تھیں۔

کیونکہ ہم سب اپنے روٹھے ہوئے بیٹوں کو منانا چاہتیں ہیں۔انکے باپ تو

ہر وقت انکے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہتے ہیں۔پر ہم اپنے بیٹوں کو ناراض نہیں رہنے دے سکتیں۔۔

اس سب کے چہروں پر سوال دیکھتے ہوئے گل جہاں بیگم نے اپنی میٹھی آواز میں تفصیلی جواب دیا تو وہ چاروں اک دوسرے کو دیکھ گئیں۔۔انکے گھر میں اچھی پارٹی بن گئی تھی۔۔ جس میں وہ چاروں ووٹ کے لئے استعمال ہو رہیں تھیں۔ منیزے نے ناک کے درد سے چڑتے ہوئے سوچا تھا۔

جبکہ نیٹ کی نفیس لانگ فراک کو دیکھ کر علیزے نے دانتوں تلے لب دباتے اشارہ کرتے انکی توجہ سامنے کروائی جہاں انکی مائیں جی جان سے انکی تیاری میں جٹی ہوئیں تھیں۔

افراتفری میں سب خواتین نے انکو تیار کر کے جلدی سے فارم ہاؤس کی طرف منتقل کیا تھا۔اور ساتھ ہی ان کے شوہروں کو میسجز بھی کر دیے

تھے۔ جس میں صرف یہ لکھا تھا۔ کہ انکی بیویاں روتی ہوئیں گاڑی لے کر مینشن سے نکل گئیں ہیں۔

وہ چاروں جو فلیٹ پر بیٹھ کر کام کر رہے تھے۔ اپنے موبائل پر موصول ہونے والے میسج کو دیکھ کر ان کا چاروں کا بیک وقت دل دھڑکا تھا۔۔

یہ کیا ہے کہاں گئیں ہیں یہ لوگ۔۔۔

ضرار نے میسج پڑھ کر فکر مندی سے پوچھا تو سلطان اسے شانت رہنے کا اشارہ کر گیا۔۔

سنی ان چاروں کی کولیکشن نکالو اور اپنی اپنی گاڑی میں سب بیٹھ کر کانٹیکٹ

میں رہو۔۔۔

کان پر بلوٹوتھ لگاتے ہوئے سلطان نے حکم دیا جبکہ سنی لیپ ٹاپ پکڑے سلطان کے ساتھ ہی اسکی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

وہ لوگ اپنی گاڑیوں میں فلیٹ سے نکل کر روڈ پر آئے تو سنی انکی لوکیشن دیکھ کر حیران ہو گیا۔۔

خان یہ سب فارم ہاؤس کی طرف کیوں جا رہیں ہیں۔۔

سنی نے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے کہا تو سلطان سمیت وہ دونوں بھی چونک گئے۔جو بلوٹوتھ پر سنان کو سن رہے تھے۔

یہاں سے فارم ہاؤس کا رستہ آدھے گھنٹے پر ہے۔۔ جبکہ ہمارے پاس صرف بیس منٹ ہیں ان سے پہلے وہاں پہنچنا ہے ہمیں۔۔۔ hurry up

boys

سلطان نے انکو حکم دیتے ہوئے بے اختیار اپنی گاڑی کی سپیڈ تیز کی تو عیس اور ضرار بھی اپنی اپنی گاڑی ہوا میں اڑاتے ہوئے اسکے پیچھے ہو گئے تھے۔

جبکہ انکے برعکس وہ سب جو ڈرائیور کے ساتھ جا رہیں تھیں۔۔انکی گاڑی بلکل نارمل رفتار میں ہی چل رہی تھی۔۔کیونکہ انکی ماؤں کو لگا تھا۔۔انکی بہوؤں کے فارم ہاؤس پر پہنچنے کے بعد ہی انکے بیٹے وہاں پہنچے گئے۔۔

جبکہ انکی یہ غلط فہمی تھی۔وہ چاروں انکے مینشن سے نکلتے ہی انکے پیچھے نکل ائے تھے۔کیونکہ بلاوجہ ان کے مینشن سے نکلنے پر ان چاروں کو الرٹس ملنا شروع ہو جاتے تھے۔اور پھر آج تو وہ سب رات شروع ہونے کے وقت نکلی تھیں۔تو وہ چاروں کیسے بے خبر رہ سکتے تھے۔

منیزے جو باہر کے مناظر میں کھوئی ہوئی تھی۔اور باقی تینوں باتیں کرتیں

ہوئی منیزے کے ساتھ ہی روڈ پر نظریں جمائے ہوئے بھی تھیں۔

عباس ہم کب فارم ہاؤس پر پہنچے گئے۔۔
منیزے نے سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیور کو مخاطب کرتے پوچھا تھا۔

میم دس منٹ میں بس پہنچنے والے ہیں۔۔
ڈرائیونے گاڑی کی سپیڈ تیز کرتے ہوئے جواب دیا تو منیزے سر کو جنبش دے گئی۔۔

ابھی ایک منٹ ہی گزرا تھا۔۔ کہ ہوا میں اڑتی ہوئیں تین گاڑیاں انکے پاس سے گزری تھیں۔ جس پر وہ سب چونکتے ہوئے سامنے دیکھنے لگیں۔۔
پھر دیکھتے ہی دیکھتے سڑک کے بیچ و بیچ سلطان نے گاڑی کو ریورس کرتے ہوئے اک جھکٹے میں گاڑی انکے آگے روکی اور ضرار نے انکی گاڑی کے پیچھے

گاڑی لا کھڑی کی تھی۔اور عیس انکے دائیں طرف اک جھٹکے میں گاڑی روک چکا تھا۔وہ تینوں روڈ پر انکی گاڑی کو گھیرے میں لے چکے تھے۔ ڈرائیور نے یک دم بریک لگاتے گاڑی روکی تو چاروں دھڑکتے دل کے ساتھ ان سب کو دیکھنے لگیں جو اچانک ٹپکتے ہوئے ان پر حملہ کر چکے تھے۔

منیزے نے اپنے سائیں کی گاڑی کو دیکھتے ہوئے ایبرو اچکاتے ہوئے مسکراہٹ دبائی تھی۔جبکہ علیزے سامنے سلطان کی گاڑی کو دیکھ کر اپنی تیز ہوتی ڈھڑکن کو سنبھالنے لگی تھی۔اور مشعل دائیں طرف عیس کو زبان نکال کر چڑا گئی۔۔جس نے اچانک آکر انکی اتنی مزے کی لانگ ڈرائیو خراب کر دی تھی۔۔

عباس تم اٹھ کر پیسنجر سیٹ پر بیٹھو جلدی۔۔۔منیزے نے ڈرائیور کو ڈرائیونگ سیٹ سے اٹھاتے ہوئے ساتھ والی پیسنجر سیٹ پر بیٹھنے کو کہا اور

خود دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے وہ تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ منیزے کی اس حرکت پر چاروں چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔

Girls be ready for a spicy drive..

منیزے نے مرر سے لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے پرجوش انداز میں کہتے ہوئے سامنے کھڑے سلطان اور پیچھے گاڑی میں بیٹھے اپنے سائیں کو آنکھ ونک کرتے اچانک گئیر لگاتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔۔۔

Muneezy noo...

منیزے کو گاڑی سٹارٹ کرتے دیکھ کر ضرار نے پیچھے سے چلا کر اسے منع کرنا چاہا تھا۔ لیکن تب تک وہ عیس کو بھی شیطانی انداز میں آنکھ ونک کرتے ہوئے گاڑی بائیں طرف سے نکال کر ہوا میں اڑتی ہوئی نکلتی چلی گئی تھی۔

اپنی بھابھی سائیں کے اتنے دبنگ انداز میں آنکھ ونک کرنے پر عیس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے تیزی سے گاڑی منیزے کے پیچھے لگائی تھی۔
اسکے ساتھ ہی ضرار اور سلطان نے بھی جلدی سے اسکے پیچھے ہوئے۔۔۔

مین روڈ پر اس وقت منیزے کی گاڑی کے پیچھے عیس کی گاڑی جبکہ اسکے پیچھے سلطان اور آخر میں ضرار تھا۔

منیزے نے اک دم سے گاڑی کی خطرناک حد تک سپیڈ تیز کی تو ڈرائیو ڈرتے ہوئے دلاور خان کو فون ملا گیا۔

بھابھی گاڑی روکیں پلیز۔۔۔
عیس نے گاڑی اسکے مقابل کرتے ہوئے چلا کر کہا تھا۔۔ جس پر منیزے پھر اسے آنکھ ونک کرتے کراس کر گئی۔ عیس پھر سپیڈ تیز کرتے ہوئے

اسکے مقابل ہوا گیا تھا۔۔

منیزے اور تیز چلاؤ ان کو بھی پتہ چلنا چاہیئے کہ بیوی کو منا کر گھر سے نکلنا چاہیے ورنہ بیویاں ایسے ہی خطرناک ہو جاتیں ہیں۔۔
مشعل نے اپنا مررینچے کرتے ہوئے عیس کو جواب دینے کے ساتھ ساتھ منیزے کو اور تیز چلانے کا کہا تو گاڑی میں منیزے کا قہقہ گونج اٹھا۔ جبکہ عیس تو رائل بلو کلر کی فراک میں مشعل کی ناک میں چمکتے ہوئے لونگ پر ہوش کھونے لگا تھا۔ خود کو مشکل سے باز کرتے ہوئے وہ اپنے چوزے کو گھور گیا۔۔ جس کو آج مستی چڑھی ہوئی لگ رہی تھی۔

جبکہ اس بار منیزے نے پھر سپیڈ تیز کرتے ہوئے عیس کو کراس کیا تو عیس اسٹیرنگ پر ہاتھ مار گیا تھا۔

خان یہ چاروں ہوش میں نہیں ہیں کیا کرنا ہے۔۔

عیس نے بلوٹوتھ پر ہاتھ رکھتے سلطان کو پوچھنے کے ساتھ منیزے کی گاڑی پر نظریں جمائیں تھیں۔اس وقت وہ چاروں گاڑیاں آگے پیچھے ہوا میں اڑ رہیں تھیں۔

پاشا کو آگے آنے دو۔۔یہ خود بھا بھی کو ڈیل کرتا ہے۔تب تک ہم گاڑی کو فوکس میں رکھتے ہیں۔۔

سلطان کا جواب سننے کے بعد عیس نے سر ہلاتے ہوئے راستہ دیتے ہوئے ضرار کو آگے آنے کا اشارہ کیا تو ضرار کی گاڑی ان دونوں کی گاڑیوں کو کراس کرتے ہوئے آگے نکل آئی۔

منیزے گاڑی روکو ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔۔

ضرار نے گاڑی اسکے مقابل کرتے ہوئے منیزے کو دیکھ کر چلاتے ہوئے

کہاتواپنے سائیں کی آواز سن کر منیزے نے دانتوں تلے لب دبایالیا تھا۔
لیکن سپیڈ پھر بھی کم نہیں کی تھی۔۔

پہلے کونسا آپ ہر وقت مجھے پھولوں کا ہار پہنا کر رکھتے ہیں۔۔جائیں جو کرنا ہے کرلیں۔۔میں نہیں ڈرتی سرتاج آپ سے۔۔۔
منیزے نے چلاتے ہوئے ضرار کو جواب دینے کے ساتھ پھر سپیڈ تیز کی تو گاڑی میں علیزے کی چیخ گونجی تھی
۔جو پیچھے آتے ہوئے سلطان کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔

علیزے کے چیخنے پر سلطان کو مزید فکر ہونے لگی کیونکہ وہ اپنی خانم کے ڈر کو اچھے سے جانتا تھا۔
علیزے کے برعکس ایرہ اور مشعل دونوں ہی مست بیٹھ کر یہ ریس انجوائے کر رہیں تھیں۔

گاڑی کے روف کو اوپن کرتے ہوئے ایرہ اٹھتے ہوئے کھڑی ہوئی تو سلطان کے ساتھ بیٹھے ہوئے سنان کو سر تا پیر ہلا گئی تھی۔

یلو کلر کی خوبصورت سی فراک میں اپنے گولڈن ویوی بالوں کو کھولے ہوئے وہ پوری آتش فشاں بنی ہوئی سر باہر نکالے گاڑی میں کھڑی تھی۔ بازوؤں کو مکمل طور پر کھولتے ہوئے ایرہ نے اس ٹھنڈی ہوا کو اپنے اندر تک اتارتے ہوئے سکون محسوس کیا۔۔۔

گڑیا پلیز نیچے بیٹھ جاؤ، آخر ہماری جانوں کے ساتھ تم سب کیا کرنا چاہ رہی ہو اج۔۔۔

ضرار نے اونچی چلاتے ہوئے فکر مندی سے ایرہ کو نیچے بیٹھنے کا کہا لیکن ایرہ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی تھی۔۔

اک دفعہ میرے ہاتھ لگ جاؤ تمہاری ساری فلمی گیری اچھے سے نکالوں گا۔
ایرہ کو ہنوز بازوؤں کو کھول کر پوز کرتے دیکھ کر سنان نے چباتے ہوئے
دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ الفاظ ادا کیے تھے۔

روڈ پر مسلسل انکی گاڑیاں آگے پیچھے بھاگ رہیں تھیں۔۔ منیزے دو دفعہ
چکر لگاتے ہوئے ان میجر کی ٹیم کو اپنے پیچھے اچھا خاصا ذلیل کر رہی تھی۔

ایرہ نے اندر ڈری ہوئی علیزے کو کھڑا کرنا چاہا تو علیزے بدک کر پیچھے ہو
تھی۔ جس پر مشعل اور ایرہ اسے زبردستی کھڑا کر گئی تھیں۔

گاڑی کے روف سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے جب تیز ہوا نے علیزے کا
استقبال کیا تو اسکے کھلے گھنگریالے بال اڑتے ہوئے ہوا میں لہرانے لگے
تھے۔ گرین کلر کی فراک میں آنکھوں میں ڈر سموئے علیزے نے اپنے

پیچھے آتی گاڑی میں اپنے خان کو دیکھا تو سلطان سر تا پیر اچانک ساکت ہوا تھا۔۔

جس طرح وہ ڈری سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سلطان کا دل کیا کہ بس آگے بڑھ کر جلدی سے اسے بانہوں میں چھپا لے۔

جبکہ اک اور وجود تھا جو علیزے خان کو آج اس طرح دیکھ کر دل پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

علیزے کا دوبٹہ ہوا کے زور سے پیچھے کی جانب اڑتا ہوا روڈ پر جا گرا تو علیزے سٹپٹا کر نیچے گاڑی میں بیٹھتی چلی گئی تھی۔۔

سلطان نے گاڑی کو بریک لگائی تو سنان تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر روڈ پر گرے اپنی خانم بھابھی کے دوبٹے کو اٹھا کر گاڑی میں واپس بیٹھا تو سلطان اس کے ہاتھ سے دوبٹہ پکڑ گود میں رکھتے پھر گاڑی تیز رفتار میں

چلانا شروع کر گیا۔۔

شٹ انکو یہ گاڑی دی کس نے تھی اج۔۔
مشعل کو بھی اٹھتے دیکھ کر عیس غصے سے چلا اٹھا تھا۔ جبکہ ڈرائیور جس نے پہلے ہی دلاور کو میسج کرتے ہوئے ساری ڈیٹیلز دے دیں تھیں۔

منیزے نے ضرار کی جانب شیطانی مسکراہٹ اچھالی تو ضرار اسکے انداز دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ جب منیزے نے آخری گئیر لگاتے ہوئے گاڑی کو اک دم سے آگے بڑھایا تو ایرہ اور مشعل ونڈو سے چہرہ باہر نکلا کر ہوٹنگ کرنے لگیں تھیں۔ اگر انکے شوہروں نے کلب میں اپنے جلوے بکھیرے تھے۔۔ تو انکی بیویاں پوری دنیا کے سامنے انکو ناکوں چنے چبوا رہیں تھیں۔

کرنلز کی گاڑی وہاں پر پہنچی تو ان سب گاڑیوں کو آگے پیچھے دیکھ کر وہ

تشویش کا شکار ہو گئے۔۔ جبکہ لڑکیوں میں سے کوئی بھی انکی کال نہیں اٹھا رہی تھی۔ وہ مسلسل انکو فون کر رہے تھے۔ تاکہ گاڑی رکوا سکیں۔۔

روڈ پر اب وہاج علی صدیقی کی گاڑی بھی انہیں جوائن کر چکی تھی۔ صد شکر تھا۔ کہ اس وقت روڈ پر گاڑیوں کا اتنا رش نہیں تھا۔ فارم ہاؤس کا رستہ تو بہت پیچھے نکل گیا تھا۔ لیکن روڈ پر ریس لگاتی ہوئی گاڑیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

لڑکیوں کو بھرپور مستی میں آتے دیکھ کر وہ مزید پریشان ہوتے جا رہے تھے۔ کیونکہ وہ نہ تو کسی کی سن رہیں تھیں اور نہ ہی گاڑی روکنا چاہ رہیں تھیں۔ منیزے کے ساتھ بیٹھے ہوئے ڈرائیو عباس کے الگ سے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ اسکی توبہ اگر کبھی مستقبل میں وہ ان لڑکیوں کی ڈرائیونگ کا حصہ دار بنا تو۔

سلطان نے عباس کو کال کی تو عباس کانپتے ہاتھوں سے کال اٹھا گیا۔۔
عباس کسی طرح میڈم سے رکوانے کی کوشش کرو۔۔۔ورنہ تمہاری سانسوں کو میں روک دوں گا اج۔۔
سلطان نے چنگھاڑتی ہوئی آواز میں کہا تو عباس کا خون خشک ہوا تھا۔

سر میم نہیں سن رہیں، میں بہت بار کہہ چکا ہوں کیا کروں اب میں۔۔وہ اپ لوگوں کی نہیں سن رہیں تو مجھ غریب کو تو گاڑی سے اٹھا کر باہر پھینک دیں گئیں۔۔اگر میں کچھ کہوں گا تو۔۔۔سر ایسے کریں، گاڑی سے نکال کر آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے شہید کر دیں۔ لیکن پلیز اس ریس میں مجھے رگڑنے سے بچا لیں۔۔۔

عباس نے کانپتی ہوئی آواز میں ڈر کے مارے جواب دیا تو سلطان ضبط سے

سانس کھینچ گیا۔ جبکہ پیچھے پھر علیزے کی چیخ سنتے ہوئے اسکی ڈھر کن تیز ہوئی تھی۔

عباس نے صاف صاف انکو یہ کہتے ہوئے بے عزت کر دیا تھا۔ کہ انکی بیویاں جب انکے کنڑول میں نہیں آ رہیں تو بھلا وہ کیا ہی کر سکتا تھا، سوائے آج شہید ہونے کے۔۔

اس سالے کو کہا کس نے تھا۔ کہ ہماری اجازت کے بنا ان افت کی پڑیوں کو مینشن سے لے کر نکلے۔۔ اچھی بات ہے اگر یہ سالا پہلے شہید ہو جائے گا تو۔۔۔

سنان غصے سے گرجتے ہوا بولا تھا۔ جبکہ پیچھے کر نلز کو آتے دیکھ کر وہ اک دوسرے کو دیکھ گئے۔۔

لو مجرم پکڑے نہیں گئے اور رشوت دے کر زمانت کروانے والے پہلے آ

گئے ہیں۔۔

کرنلز کی گاڑی کو دیکھ کر بلوٹوتھ میں عیس کی جلی کٹی آواز گونجی تو اتنی ٹف صورت حال میں ناچاہتے ہوئے بھی سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

آئی سوئیر، منیزے اگر تمہاری اس مستی کی وجہ سے تمہارے نازک وجود پر اک خراش بھی آئی تو دیکھنا میں تمہاری روح میں اترتے ہوئے اک اک چیز کا بدلہ کس انداز میں لوں گا پوری رات تم نے سسکتے ہوئے پناہ نہ مانگی تو میرا نام بھی پاشا نہیں ہے۔۔۔

ضرار نے گاڑی اسکے مقابل کرتے ہوئے پھر چلا کر کہا تو اسکی بے باک دھمکی پر جہاں گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے منیزے کے گال دہکے تھے۔ وہیں پیچھے شیطان کی ٹوٹیاں معنی خیزی سے ہوٹنگ کرتے ہوئے منیزے

کو تنگ کرنے لگیں۔۔

ضرار کی آواز پر قابو پانے کے لئے منیزے نے گاڑی میں اونچی آواز میں سانگ پلے کیا تو اس سانگ نے ان کو مزید "lat lag Gai" خمار میں مبتلا کر دیا تھا۔۔ کہ ایرہ اور مشعل جھومتے ہوئے اپنے اپنے شوہروں کو مسلسل چڑانے لگی تھیں۔۔ جبکہ علیزے تو بس ڈرتے ہوئے ساری صورتحال دیکھ رہی تھی۔۔

پدی چڑیل اک دفعہ ہاتھ لگوا س بار بس، تم دیکھنا تمہیں میں کہاں کہاں لگتا ہوں۔۔ اور کیسے ٹھاکر کے لگتا ہوں۔۔ تمہاری یہ مستی نچوڑ نچوڑ کر اندر سے نہ نکالی تو کہنا۔۔۔

عیس نے بائیں جانب ہوتے مشعل کو دھمکیاں لگاتے ہوئے کہا تو بلو ٹوتھ میں عیس کی بے باک دھمکی سن کر وہ سب مسکراہٹ دبا گئے تھے۔ آج کی

صورتحال میں سب کی بے باک دھمکیاں کھلے عام باہر آرہیں تھیں۔

ابے یار اس منحوس گاڑی کا پیٹرول بھی ختم نہیں ہو رہا اج۔۔۔ خبردار اگر آج کے بعد مینشن کی کسی گاڑی میں کسی نے اضافی پیٹرول بھرا کے رکھا تو۔۔۔ بلکہ پیٹرول رکھو ہی نہ۔۔۔ نہ گاڑیاں چلیں اور نہ ہماری جان عذاب ہو پھر کبھی۔۔ کوئی پوچھے گا تو کہہ دیں گئے کہ شومارنے کے لیے بس گاڑیاں کھڑی ہیں۔ انکا چلنے سے کوئی مقصد نہیں ہے۔۔

سنان نے بی چینی سے چلاتے ہوئے کہا تو سب بے بسی سے کندھے اچکاتے ہوئے ہنس پڑے۔۔

پچھلے اک گھنٹے سے وہ اپنی بیویوں کے اس کھیل میں دل و جان سے تڑپ رہے تھے۔ جبکہ کرنلز تو مسلسل ان سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اچانک سامنے سے ٹرک کو آتے دیکھ کر ان چاروں کا سانس خشک ہوا تھا۔۔عیس نے جلدی سے سپیڈ سلو کرتے ہوئے بائیں طرف سے ہٹتے ہوئے گاڑی پیچھے کر لی۔تاکہ منیزے ٹرک سے گاڑی سائیڈ پر رکھ سکے۔۔ جبکہ منیزے نے ٹرک کو پاس آتے دیکھ کر اک نظر ضرار کو دیکھ کر کٹ مارتے ہوئے جب گاڑی پھر آگے نکالی تو اسکے اتنے خطرناک سٹنٹ پر تو وہ بے اختیار تیز ہوتی ڈھرکنوں سے سانس روک گئے تھے۔

منیزے ٹرک کو کراس کرتے ہوئے آگے جا چکی تھی۔لڑکیوں کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔

اسکے ساتھ ہی وہاج علی صدیقی نے منیزے کی ڈرائیونگ سے امپریس ہوتے گاڑی اسکے پیچھے لگائی۔تو وہ سب وہاج کو وہاں دیکھ کر چونک گئے۔

روڈ کو خالی دیکھتے ہی وہاج علی نے ہاتھ باہر نکالتے ہوئے سائلنسر گن نکال کر منیزے کی گاڑی کے ٹائر کا نشانہ لیا تھا۔انکے پیچھے آتے ہوئے وہ سمجھ گیا تھا۔کہ وہ اپنے شوہروں کو تنگ کر رہیں ہیں۔

اسی لئے منیزے انکی مان کر کبھی گاڑی نہیں روکنے والی ہے۔۔۔جبکہ انکے شوہر جتنے بھی مضبوط سہی اس مشن میں انکی گاڑی پر وہ گن سے فائر کبھی نہیں کر سکتے تھے۔۔کیونکہ گاڑی میں بیٹھی لڑکیاں انکے دل و جان سے جڑی ہیں۔اس مہاز کو وہاج علی نے خود روکنا چاہا تھا۔کیونکہ انکے شوہر رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔اسی لئے بار بار منیزے کو خود ہی گاڑی روکنے کا کہہ رہے تھے۔

وہاج علی نے انکے اگلے ٹائر کا نشانہ لیتے ہوئے فائر کیا تو گاڑی اک دم سے ڈس بیلنس ہوتے لڑکھڑانے لگی تھی۔وہاج نے ضرار کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تو ضرار سر کو جنبش دیتے ہوئے گاڑی تیز کر کے گھوم کر منیزے کی

گاڑی کے آگے آگیا تھا۔تاکہ اسکی لڑکھڑاتی ہوئی گاڑی کواپنی گاڑی کی مدد سے سنبھال سکے۔

منیزے نے پھیلی آنکھوں سے ضرار کو دیکھا۔۔جس کی گاڑی انکی گاڑی کو کنڑول کرتے ہوئے پیچھے کی جانب چلی جارہی تھی۔

گاڑی کی سپیڈ سلو ہوتے ہوئے رکنے لگی توعیس آگے بڑھتے ہوئے گاڑی کی بیک پر گاڑی کولگا گیا۔۔تاکہ گاڑی پیچھے کی جانب بھی نہ بڑھ سکے۔جبکہ وہاج علی صدیقی انکے پیچھے آتے ہوئے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔اور کرنلز بھی پریشانی سے یہ سب دیکھنے لگے تھے۔

گاڑی کی سپیڈ چونکہ فائر کرتے انتہائی تیز تھی۔اسی لئے اسے رکنے میں وقت لگ رہا تھا۔ منیزے کی گاڑی اب چاروں اطراف سے گھیری ہوئی تھی۔۔سلطان بھی دائیں جانب انکے مقابل آگیا تھا۔

گاڑی آخری حد تک سلو پڑتی روک گئی توسب نے جہاں شکر کا سانس لیا تھا وہیں ان خونخوار شیروں کو دیکھ کر لڑکیوں کا سانس خشک ہو گیا تھا۔انکے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑنے لگے تھے۔

ضرار گاڑی روکتے ہوئے اک جھکٹے میں گاڑی سے باہر نکلا تو منیزے بھی اپنی گاڑی سے نکلتے ہوئے کرنلز کی گاڑی کی طرف دوڑ لگا گئی تھی۔جس پر وہ دانت پیستے ہوئے اسکے پیچھے بھاگا تھا۔اورنج شیڈ کی فراک کو ہاتھوں میں تھامے وہ اپنی جان بچانے کو بے تاب نظر آرہی تھی۔

جبکہ مشوا ورایرہ بھی منیزے کے پیچھے بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔سلطان جلدی سے گاڑی میں سر کو تھامے ہوئے بیٹھی علیزے کے پاس بھاگ کر آیا تھا۔

منیزے بھاگتے ہوئے شیراز پاشا کے پاس پہنچنا چاہ رہی تھی۔کہ تبھی ضرار پاشا نے اک جست میں اس تک پہنچتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی

طرف کھنچتے ہوئے کندھے پر اٹھالیا۔۔

منیزے جو کہ کرنلز کی گاڑی سے صرف دو قدم کے فاصلے پر تھی۔اس اچانک افتاد پر خوف سے اسکی چیخ بلند ہوئی تھی۔

ڈیڈ ڈڈ۔۔۔۔۔ منیزے ضرار کے کندھے پر مچلتے ہوئے چلا اٹھی۔۔کہ تبھی عیس اور سنی نے بھی پیچھے سے آتے ہوئے مشعل اور ایرہ کو اک دم سے جکڑ لیا تھا۔کہ وہ بیچاریاں بھی ڈر کے مارے چلانے لگیں تھیں۔۔۔

پاشا یہ کیا بد تمیزی ہے اتارو اسے نیچے۔۔

شیراز پاشا نے جلدی سے گاڑی سے باہر نکل کر ضرار کو ڈپٹتے ہوئے کہا تھا جو منیزے کے مچلتے وجود کو کندھے پر اٹھائے تھا۔

ڈیڈ۔۔

ایرہ نے مصطفیٰ کاظمی کو آواز لگائی تو وہ بیچارے بھی اپنے ارڑو کی آواز پر تڑپتے ہوئے گاڑی سے باہر نکل آئے۔

ڈرائیو نے جب دلاور خان کو کال کی تھی۔ تو وہ کال زلیخا بیگم نے اٹھائی تھی۔ کیونکہ دلاور خان تب باتھ روم میں تھے۔ عباس سے ساری ڈیٹیلز جاننے کے بعد زلیخا بیگم ٹینشن میں سب کو صورتحال کے بارے میں بتاتی چلی گئیں تھیں۔ اسکے بعد ہی کرنلز، حسن صاحب اور مصطفیٰ کاظمی کو لے کر نکل آئے تھے۔

خبردار اگر آپ میں سے کوئی بھی انکی طرف آیا تو۔۔

سنان نے ایرہ کو قابو کرتے ہوئے شدید غصے سے مصطفیٰ کاظمی کو وہیں رکنے کا کہا تھا۔۔۔

جبکہ وہ چاروں گہری سانس خارج کرتے اپنی بہوؤں کو دیکھنے لگے۔ جن کی مدد کرنا اس وقت ناممکن لگ رہا تھا۔

ڈیڈ یہ اتنا چلا کیوں رہے ہیں صرف ڈرائیونگ ہی تو کی ہے میں نے۔۔۔

منیزے نے چہرہ موڑتے ہوئے معصومیت سے صرف پر زور دیتے ہوئے بتانا چاہا تو ضرار تیش سے دانت پیس گیا۔۔

بیٹا جی آپ صرف ڈرائیونگ نہیں راکٹ چلا رہیں تھیں۔۔

حسن صاحب نے اسکا صرف سن کر مصنوعی سنجیدگی سے جواب دیا تو منیزے انکا جواب سن کر دانتوں تلے لب دباتے انہیں اپنی جان بخشی کروانے کا اشارہ کرنے لگی۔ لیکن اس وقت ضرار کے تاثرات انتہائی خطرناک تھے۔۔

بابا مجھے بھی ڈرائیونگ سیکھنی ہے نا۔۔

مشعل نے عیس سے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پرجوشی

سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو عیس کا دل کیا اسکو مڑوڑ کر رکھ دے۔۔

تمہارا اتنا قد ہے کہ تم بریک تک پہنچ سکو اور بھابھی نے تو گاڑی کو صرف راکٹ سمجھ کر چلایا ہے۔مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم گاڑی کو میزائل سمجھ کر چلانا نہ شروع کر دو۔۔ بڑی آئی ڈرائیونگ سیکھنے والی۔۔۔

عیس نے خونخوار تاثرات سے مشعل کو دیکھتے ہوئے طنز کے تیر برسائے تو مشعل منہ ٹیڑھا کرنے لگی۔۔

عیس گڑیا کو نہیں ڈانٹو ویسے بھی گاڑی تو یہ میڈم چلا رہی تھی نا۔۔۔

ضرار نے چباتے ہوئے عیس کو ڈانٹنے سے منع کرنا چاہا تو سنی اک دم سے بول اٹھا تھا۔۔۔

پاشا تم صرف بھابھی سائیں کو قصوروار نہ مانو،ان دونوں میڈم کو دیکھا نہیں

تھا کیا، کیسے اچھل اچھل کر ناچ رہیں تھیں۔ جیسے پھوپو کے ولیمے پر آئی ہوں۔۔

سنی نے ایرہ کو تیکھی نظروں سے دیکھ کر اپنی بھڑاس نکالنا چاہی تھی۔۔

وہاج علی صدیقی حیرت انگیزی سے ان تینوں کا یہ روپ دیکھ رہا تھا۔ جو بلکل ٹام اینڈ جیری کی طرح اپنی بیویوں کے ساتھ لڑ رہے تھے۔۔ بے اختیار وہاج کو کلب کی فائٹس یاد آنے لگیں۔۔ جب ان چاروں کے چہروں پر صرف سرد تاثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

خانم کہاں ہیں۔۔

دلاور خان نے علیزے کو وہاں نہ پا کر پوچھا تو مشعل کھکھلاتے ہوئے گاڑی کی طرف اشارہ کر گئی۔

جہاں گاڑی کا بیک ڈور کھولے سلطان اندر جھانکتے ہوئے علیزے کو

ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔اتنی خطرناک ڈرائیو کے بعد علیزے اس وقت فل کانپ رہی تھی۔ جبکہ علیزے کے پیروں کو کانپتے دیکھ کر سلطان محبت سے اسکے سامنے نیچے بیٹھ کر علیزے کے پیروں کو ہولے ہولے دبانے لگا تھا۔تاکہ اسکا کانپنا کم ہو سکے۔۔

بابا اپکو پتہ ہے لیز وفل ڈر رہی تھی تب۔۔
مشعل نے کھلکھلاتے ہوئے علیزے کی چینخیں یاد کرتے بتایا تو حسن صاحب نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑے تھے۔

قسم سے آج مجھے سمجھ میں آیا ہے کہ خان کیوں خانم بھابھی کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہے۔۔کیونکہ خانم بھابھی خان کو گوڈے گوڈے تنگ بھی نہیں کرتیں اور ایک یہ ہماری پھلجڑیاں ہیں۔انکے شششکے دیکھ لو زرا۔۔۔

سنی نے سلطان کو علیزے کے پیروں کو دباتے دیکھ کر جہاں محبت سے کہا تھا وہیں ایرہ پر نظر ڈال کر پھر کچکچا اٹھا تھا۔

وہاج علیزے کے گلابی پیروں کو ناچاہتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔ جبکہ دل اسکا تیزی سے دھڑکتے ہوئے سینے کی دیواروں سے سر پٹکنے لگا تھا۔۔اسکا دل کہہ رہا تھا۔۔ کہ اسے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ لیکن اسکے باوجود بھی وہ وہاں پر کھڑا رہا۔۔۔

اچھا بس کرو کہ ،اب بچیوں کو تم لوگ ڈانٹے ہی جا رہے ہو۔۔
مصطفیٰ کاظمی نے سنی کو جھاڑ پلانا چاہی تو ضرورا یبر واچکاتے ہوئے انہیں دیکھ گیا۔۔
آپکی بچیوں نے جتنا اچھا کارنامہ انجام دیا ہے نا۔انکی بخشش تو کسی صورت نہیں ہونے والی۔۔

ضرار اس سے پہلے کہ بات مکمل کرتا ڈرائیو بھی کانپتے پیروں سے اٹھ کر انکی طرف چلا آیا تو اسکی خراب حالت دیکھ کر ناچاہتے ہوئے سڑک پر کرنلز کا قہقہ گونج اٹھا تھا۔

عباس تم ان لوگوں کو مینشن سے لے کر نکلے ہی کیوں تھے۔

دلاور خان نے عباس سے پوچھا جو زمین پر ہی بیٹھنے لگا تھا۔

دلاور خان کے پوچھنے پر عباس نے اٹکتے ہوئے انکو فارم ہاؤس پر جانے کا بتایا تو اسکی بات سن کر ان تینوں کی آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔

اگر یہ لوگ گھر سے فارم ہاؤس جانے کے لیے نکلیں ہیں تو فارم ہاؤس پر جائے بنا نہیں واپسی ہو گی اب۔۔اپ لوگ گھر کے لئے نکلے اب ہم زرا ان سے روٹھنا منانا کر کے آتے ہیں۔۔

ضرار نے انکو آنکھ ونک کرتے ہوئے منیزے کو ہنوز کندھوں پر اٹھائے اپنی گاڑی کی طرف قدم اٹھائے تھے۔ عیس اور سنی بھی اپنی بیویوں کے مچلنے کو اگنور کرتے ہوئے انہیں کندھوں پر اٹھا کر گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے تھے۔

تھینکس جینٹل مین اگر آپ یہ ریس نہ رکواتے تو یقینا یہ ریس پاکستان سے باہر جا کر ہی ختم ہونی تھی۔۔

شیراز پاشا نے وہاج علی صدیقی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا تو وہ مسکراتے ہوئے ویلکم کر گیا۔۔۔

جبکہ وہ چاروں تو اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل بھی گئے تھے۔ جبکہ وہاج علی کو خدا حافظ بول کر عباس کو ساتھ لیے وہ سب بھی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

وہ سب کھانا کھا کر فارم پر ابھی پہنچے تھے۔رات کے گیارہ توانکی ہنگاموں میں بج گئے تھے۔

عیس مشعل کو گود میں اٹھائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ جبکہ مشعل عیس کی گود میں گول گپوں کا باکس اٹھائے ساتھ کھاتے جا رہی تھی۔ جبکہ اک ہاتھ میں کھٹے پانی کا گلاس بھی پکڑ رکھا تھا۔ گول گپے کھاتے ہوئے مشعل کے ذہن میں مسلسل عیس سے بچنے کی ترکیب گونج رہی تھی۔

عیس نے اسے سوچوں میں گم دیکھا تو مشعل پیار بھری مسکراہٹ اسکی جانب اچھال گئی۔۔ جس پر عیس اک دم سے ٹھٹکا تھا۔ لیکن پھر مشعل

کے تاثرات پڑھتے ہوئے وہ چہرے پر جان بوجھ کر سنجیدگی طاری کر گیا۔۔

مشعل نے زرا سا اٹھتے ہوئے عیس کی گال پر ہونٹ رکھتے فیس پر کیوٹ ایکسپریشن بنائے تو عیس ایمپریس ہوتے اسے دیکھنے لگا۔ جبکہ نظریں اسکی ناک میں چمکتے ہوئے لونگ پر بار بار اٹک رہیں تھیں۔

اک آخری گول گپا بچا تو مشعل اسے ہونٹوں میں دبا کر اوپر اٹھتے ہوئے عیس کے ہونٹوں کے قریب ہو گئی تو عیس دم سادھے اسکی اس حرکت کو دیکھنے لگا۔ جو اس سے بچنے کے لیے جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ اپنے چوزے سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتا تھا۔۔ لیکن پھر بھی مشعل کو منانے کی کوشش کرتے دیکھ کر عیس کو بہت خوشی ہو رہی تھی۔

عیس نے ہونٹ کھولتے ہوئے اسکی گول گپے کی پیشکش کو قبول کیا تو مشعل خوشی سے جھوم اٹھی۔ جبکہ عیس اسکے ہونٹوں سے آدھا گول کھا کر پیچھے ہٹا تو مشعل غصے سے اسے پھر دیکھنے لگی تھی۔۔

عیس نے کمرے میں داخل ہو کر اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے اشارے سے غصے کی وجہ پوچھی تو وہ اپنے ہونٹوں میں رکھے آدھے گول گپے کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

مشعل کے اشارہ کرنے پر عیس دلکشی سے اسکے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اسکے ہونٹوں سے گول گپے کو اپنے ہونٹوں سے چننے لگا تھا۔

مشعل نے اسکے آگ جیسے لمس پر کہنیوں کے بل پیچھے کو کھسکنا چاہا تو عیس اسکی کمر میں ہاتھ ڈال اسے گود میں بٹھاتے ہوئے خود پیچھے بیڈ پر گر گیا تھا۔

شدت سے مشعل کے ہونٹوں کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے عیس نے اپنی شرٹ اتار کر سائیڈ پر پھینکی تو مشعل آنکھیں بند کرتی چلی گئی۔ جبکہ مشعل کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے عیس نے اسکا دوبٹہ نکال کر پرے اچھالا تو مشعل کو اپنے وجود میں سپارک ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔ عیس نرمی سے اسکی فراک اتارتے ہوئے اسے کمر سے پکڑ کر اوپر اٹھا گیا تھا۔

علی۔۔اپنی سانسوں کو چھڑاتے ہوئے مشعل نے اسے پھولی سانس کے درمیان پکارا تو عیس خمار زدہ آنکھوں سے اسے دیکھ گیا۔۔۔۔

ابھی تم میں الجھنے کو دل تڑپ رہا ہے۔۔اسی لئے باتیں ہم بعد میں کریں گئے۔۔

عیس نے اسکی ڈھرکنوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے خماری سے کہا تو مشعل گہری سانس خارج کرتے اسے کندھوں سے تھام گئی۔

جبکہ عیس نے اسے بیڈ پر لٹا کر ہر پردے سے آزاد کرتے ہوئے جب اسکی ڈھرکنوں پر چہرہ رکھا تو مشعل شرم سے گلابی پڑتے آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔اسکے بدن پر ہونٹوں کا لمس چھوڑتے ہوئے وہ پل میں مشعل کو تڑپا گیا تھا۔

مشعل کی نیچے سے بازو گزارتے ہوئے عیس نے اسے اوپر اٹھایا اور ساتھ ہی اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے جب اسکی روح میں اچانک اترا تو مشعل سر پیچھے گراتے ہوئے اسے تھامنے لگی تھی۔

مشو جان۔۔۔ریلیکس۔۔۔

عیس نے اسکے تڑپنے پر اسکی ناک کو چومتے ہوئے اسے شانت کرنا چاہا تو وہ اسکے کندھوں پر ناخن مارنے لگی۔۔جبکہ عیس نے اسکی کلائیوں کو تکیے سے لگاتے ہوئے اپنا عمل شروع کیا تو مشعل آہ بھرتے ہوئے سانس روک گئی

تھی۔۔اسکی کھینچی کھینچی سانسوں کے اتار چڑھاؤ ہر عیس نے اسکی ڈھرکنوں پر زبان پھیرتے ہوئے مشعل کو تڑپانا چاہا تھا۔۔ جبکہ خود وہ اپنی شدتوں میں سرتا پیر اسے ڈوبتے ہوئے کمرے میں سانسوں کا رقص شروع کرتا چلا گیا تھا۔

سلطان شاور لے کر باہر نکلا تو علیزے اپنی چادر اور دوبٹہ اتار کر نیند میں اتر رہی تھی۔

خانم۔۔۔

سلطان نے پاس بیٹھ کر اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے لبریز لہجے میں اسے پکارا تو علیزے اپنی سرخ ڈوروں والی آنکھیں کھول کر بازو کھولتے ہوئے سلطان کو قریب آنے کا اشارہ کرنے لگی تھی۔۔ جس پر

سلطان مسکراتے ہوئے اسکے گلے لگا گیا تھا۔۔

ڈارک گرین کلر کی فراک میں وہ سلطان کے ہوش اڑا رہی تھی۔

یہ ناک میں آپ نے کیا پہنا ہوا ہے۔۔

سلطان نے اسکی ناک میں چمکتے ہوئے ہیرے کی لونگ دیکھ کر مبہوت ہو کر پوچھا۔ کیونکہ علیزے کی تیکھی ناک پر لونگ کافی جچ رہی تھی۔

اپکو اچھی نہیں لگی کیا۔۔

علیزے نے ناک کو چھوتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا تو سلطان بے قابو ہوتے اسکی ناک پر ہونٹ رکھ گیا تھا۔۔

آپکی ہر چیز سے مجھے عشق ہے خانم تو بھلا یہ کیوں نہیں اچھی لگے گی۔۔

سلطان نے اسکی مہک کو اپنے اندر اتارتے ہوئے گھمبیر لہجے میں جواب دیا تو

گھبراہٹ کے مارے علیزے کی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں۔

خان۔۔مجھے معاف کر دیں میں کل رات آپ سے لڑائی کی تھی نا۔۔۔ علیزے نے اٹکتے ہوئے اسے معافی مانگنا چاہی تو سلطان جو اسکی گردن پر ہونٹ رکھ رہا تھا۔۔علیزے کے معافی مانگنے پر بے اختیار پیچھے ہو کر اسے دیکھنے لگا جو شرمندہ سی نظر آ رہی تھی۔

میں آپ سے ناراض نہیں ہوں اور بھلا ہو بھی کیسے سکتا ہوں۔ کل رات اپکے وجود میں گم ہو کر سارے شکوے مٹتے چلے گئے تھے۔اور آپکے شکوے میں نے صبح ختم کر دیے تھے۔ لیکن اک بات پھر کہوں گا۔اپنے خان پر ہمیشہ یقین رکھیے گا خانم۔ سلطان نے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے پیار سے اک اک لفظ کہا تو علیزے نم آنکھوں سے اسکے سینے میں چھپ گئی تھی۔

ایم سوری میں اپکی برتھڈے بھول گیا تھا۔۔ لیکن جلد ہی کچھ دنوں میں خود اپنے انداز میں اپنی خانم کی سالگرہ مناؤں گا۔۔

سلطان اسے شدت سے خود میں بھینچتے ہوئے کہنے لگا تو علیزے اسکی اتنی محبت پر مزید اسے میں گھسنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ علیزے کی اس معصوم شدت پر سلطان نے مسکراتے ہوئے اسے خود میں بھینچتے ہوئے گہری سانس خارج کی۔

پیار کریں۔۔

سلطان نے ہمیشہ کی طرح شرارتی انداز میں اس سے استفسار کرنا چاہا تو علیزے شرم سے دوہری ہوتی اسکے سینے پر کاٹنے لگی۔۔ وہ اس وقت شرٹ لیس اسکے سامنے موجود تھا۔

سلطان نے ریموٹ سے کمرے کی لائٹس بند کرتے ہوئے علیزے کی گردن پر سلگتے ہونٹ رکھے تو علیزے خود میں سمٹتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔۔ جس پر سلطان نے نرمی سے اسکی فراک کو اتار کر جب دونوں پر چادر اوڑھائی تو علیزے ڈر کے مارے بیڈ کے دوسرے کنارے پر کھسکنے لگ گئی۔

سلطان نے اسکے ڈر پر ہنستے ہوئے سے کھینچ کر اسے پھر قریب کرتے پوچھا۔

کیا ہوا میری خانم بھاگ کیوں رہیں ہیں مجھ سے۔۔

سلطان نے اسکی تھائی کو سہلاتے ہوئے معنی خیزی سے اسکے کان میں سرگوشی کرتے پوچھا تو علیزے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے خاموش رہی۔

Let’s go in heaven...

سلطان اس کے اوپر سایہ فگن ہوتے شرارت سے بولا تو علیزے کے ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکان چھا گئی تھی۔۔

آپکی روح میں اتروں کہ نہیں۔۔۔

سلطان نے اسکے کان پر پھونک مارتے ہوئے بھاری لہجے میں پوچھا تو علیزے اسکے سوال پر شرم سے گلنار ہو گئی تھی۔۔

خانم مجھے کوئی اشارہ دیں تاکہ میں مسرور ہوتے آپکی طلب اور اپنی تڑپ مٹا سکوں۔۔۔

علیزے کی ٹانگوں کو کھول کر سلطان نے اسکی تھائی کو سہلاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں پھر کہا تو علیزے سسکتے ہوئے ہونٹوں کو کاٹنے لگی تھی۔۔

خانن۔۔۔۔ن۔۔۔

علیزے نے اسکی بے باکیوں پر سسکتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔

خان حاضر ہے مائے کوئین۔۔۔

ہمیشہ کی طرح سلطان نے اسکی پکار پر میٹھے لہجے میں جواب دیا۔۔

نہیں کریں نہ پلیز۔۔۔

علیزے نے اسکے ہاتھ کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے خشک لبوں سے بامشکل الفاظ ادا کرنے چاہے۔۔

مجھے کوئی اشارہ دیں خانم تاکہ میں اپکی تڑپ بھری پکار کو سکون میں بدل سکوں یار۔۔۔

علیزے کی دھڑکنوں کو نرمی سے سہلاتے ہوئے سلطان نے پیار بھری فرمائش کی تو علیزے حیا سے آنکھیں بند کرتی چلی گئی۔۔ لیکن جب سلطان کی بے باکیاں مزید بھرنے لگیں تو علیزے اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

سلطان نے اسکی تھائی پر اپنے سلگتے ہونٹ رکھے ہی تھے کہ علیزے سسکی بھرتے ہوئے اٹھ کر سلطان کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتی سک کرنے کوشش کرنے لگی۔

علیزے کی اس پیش قدمی پر سلطان نے ساکت نظروں سے اسے دیکھنا چاہا کہ تبھی علیزے پھر پیچھے تکیے پر گرتی چلی گئی تھی۔۔ جبکہ سلطان کے ہونٹوں سے ہونٹ نہیں ہٹائے تھے۔

علیزے نے سلطان کی زبان پر کاٹتے ہوئے اپنی ٹانگیں خود سلطان کی کمر پر لاک کیں تو سلطان کے اندر ملن کی تڑپ بھرپور انگڑائی لے کر پیدا ہوئی تھی۔۔

علیزے کے اتنے اچھے اشارے پر سلطان نے بنا اس پر وزن ڈالے جب بھرپور طریقے سے اسکی روح میں سرائیت کی تو علیزے کی سسکی اسکے ہونٹوں میں دم توڑتی چلی گئی۔۔ جبکہ سلطان شدت پسندی سے اسکے

ہونٹوں پر کاٹتے ہوئے اسے اپنی شدتوں سے روشناش کرواتے ہوئے کمرے میں ہلچل پیدا کر گیا تھا۔علیزے کی آہیں اسکے ہونٹوں میں گم ہوتی جارہیں تھیں۔۔

سائیں پلیز نہ ایسے نہیں کریں۔۔۔

منیزے نے ضرار کی پھر منت کرتے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا۔۔لیکن ضرار اسکے دونوں ہاتھوں کو بیڈ کے دونوں کناروں سے باندھ چکا تھا۔۔

یہ مجھے سیریس نہ لینے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا سائیں۔کی دشمن۔۔

ضرار نے اسے باندھ کر اوپر رکھتے ہوئے اپنی شرٹ اتاری تو منیزے نے اسکی شدتوں کو سوچ کر ہی تھوگ نگلنا چاہا تھا۔۔

کیوں کی یہ حرکت اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔۔۔

ضرار نے اسکے جبڑے کو ہاتھ میں دپوچتے ہوئے سرخ سرمئی آنکھوں سے پوچھا تو منیزے کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی تھی۔

آپ نے مجھے برتھڈے تک وش نہیں کیا نہ گفٹ دیا اوپر سے خود ہی منہ بنا کر صبح چلے گئے تھے۔۔

منیزے خفگی سے روٹھتے ہوئے بولی تو ضرار کا دل کیا اسکی سانسوں کو حلق میں دبا کر رکھ دے۔۔ کل رات وہ اسے منانے کی کتنی کوشش کرتا رہا تھا۔ میڈم نے تب سنگدل بنتے ہوئے اس کی اک نہیں سنی لیکن ضرار کے صبح منہ موڑ کر جانے پر میڈم راکٹ چلانے نکل پڑی تھی۔

بے وقوف لڑکی آج رات تمہیں سرپرائز ہی دینا تھا۔اور تمہارے لیے گفٹ بھی لے آیا تھا۔۔ لیکن یہ جیسی تم نے میری سانسوں کے ساتھ کھیلنے کی کوشش کی ہے نہ اب تمہیں مجھ سے ٹھینگا ملے گا۔۔ بلکہ اب تمہاری یہ

ساری مستی میں آج رات اچھے سے نکال دوں گا۔تاکہ آئیندہ تم یہ حرکت نہ انجام دے سکو۔۔

ضرار نے اسکے کان پر زور سے کاٹتے ہوئے جنون خیزی سے کہا تھا۔لیکن منیزے کا دماغ تو گفٹ اور سرپرائز میں ہی اٹک گیا تھا۔۔
سائیں ائم سوری، میں بلکل اچھی بچی بن کر رہوں گی۔۔لیکن میرا گفٹ نہیں کینسل کیجیے گا پلیز۔۔۔

منیزے نے شہد جیسے میٹھے لہجے میں سوری کرنے کے ساتھ ساتھ ضرار سے گفٹ حاصل کرنے کے لیے اسے مکھن لگانا چاہا تو ضرار ایبرو اچکاتے ہوئے اپنی لومڑی بیوی کو دیکھ گیا تھا۔جو گفٹ کے لالچ میں اب اپنا قصور بھی مان چکی تھی۔۔۔

اگر آج رات بنا چوں چرا کیے مجھے جھیلوں گی تو صبح اٹھ کر فیصلہ کروں گا کہ

تمہیں گفٹ دینا ہے یا سبق۔۔۔

ضرار نے اس کو اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی فراک کی ذپ کھولنا چاہی تو پیچھے ذپ محسوس نہ کرتے وہ کچکچا اٹھا۔۔ منیزے کو اسکی چڑ بہت مزا دے رہی تھی۔۔۔۔

ذپ کہاں ہے۔۔۔ ضرار نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا تو منیزے انجان بنتے ہوئے کندھے اچکا گئی۔۔

منیزے کے معصوم بننے پر ضرار نے ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھا اور ساتھ ہی اسکی فراک کے اندر ہاتھ لے جاتے ہوئے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو منیزے اک دم سے کانپ گئی تھی۔۔

ذپ کے بارے میں تم ہی بتاؤ گی مجھے، نہیں کی بچی۔۔۔

ضرار اسکے پیٹ سے نیچے کی طرف ہاتھ لے جاتے ہوئے منیزے کو گہری

نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تو منیزے سر پیچھے گراتے ہوئے ٹانگیں اک دوسرے سے الجھانے لگی۔ جس پر ضرار نے اسکی ٹانگوں کو کھولتے ہوئے ان پر اپنی بھاری ٹانگ رکھتے اسکے نچلے وجود کو ٹراؤزر سے آزاد کر کے اسکی گہرائیوں میں چھیڑ چھاڑ کی تو منیزے کانپتے ہوئے لبوں سے تیزی سے بول پڑی تھی۔

سائیڈ پر لگی ہے ذپ۔۔۔سائیں۔۔۔پلیز۔۔۔

منیزے کے بتانے پر ضرار نے فتح مندی کے آثار سے اسکی ذپ کھولتے ہوئے اک جھٹکے میں اسکی فراک کندھوں سے کھسکا کر اسکے وجود سے اتار پھینکی تھی۔

منیزے نے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے ضرار کی باکیوں کو اپنے بدن پر محسوس کیا تھا۔ جبکہ آج اس ظالم نے اسکے ہاتھوں کو بھی قید کر دیا تھا۔

سائیڈ ٹیبل پر پڑے ہوئے کیک کو اک طرف سے اتارتے ہوئے ضرار نے کریم سمیت کیک اسکی گردن اور پیٹ پر لگایا تو منیزے چیخ اٹھی۔۔۔

کیا کر رہے ہیں آپ یہ میٹھا کیوں لگا رہے ہیں مجھ پر۔۔۔
کیک کو خود پر لگے دیکھ کر منیزے چڑی تھی۔۔ کیونکہ اسے میٹھا بلکل بھی پسند نہیں تھا۔۔ ضرار نے واپس آتے ہوئے جب کیک خریدا تھا۔ تو وہ یہ ہی سمجھی تھی کہ وہ اسکی سالگرہ کا کیک کاٹنا چاہتا ہے۔ پر یہاں معاملہ الٹ ہو گیا تھا۔۔

سائیں کی ضدی جان چپ کر کے لیٹی رہو ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔۔
ضرار نے چہرہ اٹھاتے ہوئے اسے گھور کر چپ کرانے کے ساتھ جب اسکے اوپر سایہ فگن ہوتے اسکی گردن سے کیک چننا چاہا تو اک دم سے منیزے کو

اپنے جسم میں بجلی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

جبکہ منیزے کے بازوؤں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ضرار نے اسکی گردن کو جگہ جگہ سے سک کرتے کیک کھایا تو منیزے آہیں بھرتی ہوئی آنکھیں میچ گئی تھی۔اپنے کہے کے مطابق وہ سچ میں اسکی جان عذاب کر رہا تھا۔۔ منیزے نے اس کے ساتھ پنگا لینے پر خود پر فٹے منہ بھیجا تھا۔

ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے ضرار نے اسکی ہک کھول کر اسکی دھڑکنوں کو آزاد کرتے ان پر بھی کیک لگایا تو منیزے کی سبز آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔شرم وحیا سے وہ جھٹپٹانے لگی تھی۔۔

اسکے مزاحمت کرنے پر ضرار نے اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

پاگل ہو گئے ہیں کیا کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ۔۔۔۔

منیزے نے خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے سلگ کر پوچھا تھا۔۔

وہ ہی کر رہا ہوں جو تم روڈ پر میرے ساتھ تیز رفتار میں گاڑی چلاتے ہوئے کر رہی تھی۔۔

مقابل نے ترکی باترکی منیزے کو جواب دیا تو منیزے ہونٹ کاٹتے ہوئے مچل گئی۔ جبکہ ضرار اسکی ڈھرکنوں پر زبان سے کریم کھاتے ہوئے منیزے کو سر تا پیر لرزا گیا تھا۔

ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے وہ کچھ کر بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ جس پر ضرار اسکی دھڑکنوں پر کاٹتے ہوئے نیچے کی جانب جھکتا چلا گیا تھا۔۔اسکی تھائیز پر ضرار نے ہونٹ رکھے تو منیزے تڑپتے ہوئے ٹانگ پیچھے کرنے لگی۔۔ضرار نے تیزی سے اسکی ٹانگ کو جکڑ کر سک کرنا شروع کیا تو

منیزے سسکتے ہوئے اسے مسلسل پکارنے لگی تھی۔

منیزے کے ہاتھ کھول کر ضرار اچانک اسکی روح میں اترا تو سسکیاں بھرتے اسکی شدت پر منیزے کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

جبکہ منیزے کے وجود کو گود میں اٹھائے وہ ہمیشہ کہ طرح اپنے فیورٹ پوائنٹ باتھ روم کی طرف بڑھا تھا۔ شاور کھولتے ہی جب پانی کی بوچھاڑ نے ان دونوں کو بھگونا شروع کیا تو ضرار کے انگ انگ میں سرور دوڑنے لگا تھا۔

منیزے کو زمین پر کھڑا کر کے ضرار نے اسے لبوں پر دسترس جمائی تو منیزے بے چینی سے اسے کاٹنے لگی۔

ضرار نے اسکے کاٹنے پر اسکی گہرائیوں میں پھر ہاتھ الجھایا تو منیزے اک دم پیچھے ہوتے دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

بالوں کو اک کندھے پر شفٹ کرتے منیزے نے پانی کے تیز بہاؤ میں بامشکل اس سائیکو سائیں کو دیکھا۔۔۔جو آنکھوں میں ان گنت تڑپ لیے اسکے سفید بدن پر نظریں جمائے تھا۔۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ضرار نے اسکے نزدیک ہو کر اسکی ٹانگوں کو کھول کر اک ٹانگ اٹھا کر اپنی کمر سے لگائی تو منیزے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہناتے ہوئے اسکے سینے پر ہونٹ رکھتے اسے ریلکس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

منیزے کی اس جسارت پر ضرار چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے پانی کے بہاؤ میں مسکرا دیا تھا۔ منیزے کی دھڑکن پر ہاتھ رکھتے ہوئے ضرار اسکی خم دار کمر کو جکڑتے ہوئے نزدیک ترین کرتے اسکی روح میں پھر داخل ہوا تو منیزے بوکھلاہٹ سے اپنا وزن اس پر ڈال کر کھڑی ہو گئی۔۔ کیونکہ ضرار کی شدتوں کے باعث اس سے کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔

جبکہ ضرار نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے منیزے کو تھائیز سے قریب کرتے بھرپور طریقے سے اسکی روح کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی منیزے چیخ مارتے ہوئے اسکے کندھوں پر مکے برسانے لگی تھی۔ جبکہ ضرار اک جھٹکے میں اسے گود میں اٹھاتے ہوئے آخری حد تک اس پر ٹوٹ کر برسنے لگا تھا۔

سنی میری جان نکل جائے گی۔۔۔

ایرہ نے سنان کی شدتوں پر پسینے سے شرابور ہوتے بامشکل کہا تو سنان اسکی گال پر دانت گاڑ گیا تھا۔

اک جھٹکے میں ایرہ کو الٹا کرتے سنان نے اسکے بال ہٹاتے ہوئے اسکی کان کی لوح کو کاٹا تو ایرہ سسکتے ہوئے بیڈ شیٹ مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

جبکہ سنان بے چینی سے اسکی پشت پر ہونٹ رکھنے لگا تھا۔

اسکی پشت پر بوسوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے سنی نے ایرہ کو کروٹ کے بل کیااور ساتھ ہی اسکے بازوؤں سے ہاتھ گزارتے ہوئے جب اسکی ڈھرکنوں کوہاتھوں سے مسلا توایرہ سسکی بھرتے ہوئے اسکے ہاتھ کی پشت پر ناخن گاڑ گئی تھی

جبکہ سنی نے اسکی پشت کو سینے سے لگاتے ہوئے جب اسکے کندھے پر دہکتے ہونٹ رکھے توایرہ آنکھیں بند کرتی اسکا لمس محسوس کرنے لگی۔۔۔

بے بو کو کچھ کچھ ہو رہا ہے کیا۔۔۔

سنان نے اسے چھیڑنے والے انداز میں سرگوشی کرتے پوچھا توایرہ مسکراتے ہوئے تکیے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔۔

جبکہ سنان نے اسی طرح لیٹے ہوئے اسکی ٹانگ اٹھا کر خود پر رکھتے ہوئے جب ہاتھوں سے اسکی تھائیز کو سہلانا شروع کیا توایرہ گہرے سانس لیتی

چہرہ ترچھا کرتے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لینے لگی۔۔

سنان اسکے ہونٹوں کو کھول کر اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے اسی انداز میں اسکے اندر داخل ہوا تو ایرہ لرزتے ہوئے اسے مضبوطی سے تھام گئی تھی۔ نرمی سے عمل کرتے ہوئے سنی نے ایرہ کو مکمل طور پر مدہوش کیا تو ایرہ قربت کی لذت میں کھونے لگی تھی۔

جبکہ سنان کا ہاتھ ابھی بھی اسکی تھائیز پر گردش کر رہا تھا۔

ایرہ کو اٹھاتے ہوئے سنی نے اپنے اوپر لٹاتے ہوئے شدتوں کا آغاز کیا تو ایرہ شرم سے گلابی پڑتے ہوئے اسے تھام گئی۔۔سنان نے اسکے خوبصورت سراپے کو دیکھتے ہوئے آنکھ ونک کی تو ایرہ اک دم سے لال انگارہ ہوئی تھی۔

شرم سے دوہرے ہوتے وہ اک

(دو دن بعد)

وہ سب لیکچر اٹینڈ کر کے کلاس روم سے نکلیں تو چاروں اطراف اپنے شوہروں کی تلاش میں نظریں گھمانے لگیں تھیں لیکن وہ یونیورسٹی میں ہوتے تو انکو نظر آتے نا۔۔

یارا اگر یہ لوگ میجر تھے پھر روز یونیورسٹی کیوں آتے تھے۔۔

ایرہ نے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے سوال کیا جبکہ وہ تینوں بے زاری سے کیفے کی طرف چلے جا رہیں تھیں۔

ارڑویہ فضول کے سوال تو ان سے ہی پوچھا کر ہمارا دماغ نہ چاٹ۔۔

منیزے نے بھڑکتے ہوئے اسے مصطفیٰ کاظمی کی طرح ارڑو بلایا تو ایرہ منہ بنا گئی تھی۔ آج کل تو سب اسے اسی نام سے بلائے جا رہے تھے۔ اسکے گھر

والوں نے ہمیشہ اسکا نیک نیک رکھنا چاہا تھا۔۔ لیکن ایرہ کا نام ہی اتنا چھوٹا اور منفرد سا تھا۔ کہ اسکو نیک نیک میں بدل ہی نہ سکے۔۔ ہر اس کام کو مصطفیٰ کاظمی نے سرانجام دے دیا تھا۔۔ انکو لگتا تھا۔۔ کہ ایرہ بلاتے ہوئے زبان کو جو تھوڑا سیٹ کرنا پڑتا ہے۔ وہ سیٹنگ ارڑو بلانے میں نہیں ہوتی۔۔۔

مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔

علیزے نے ہانپتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر کہا تو منیزے فکر سے اسے دیکھنے لگی۔

لیزو کیا ہوا تمہیں۔۔

منیزے نے اسے پانی کا گلاس تھماتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا تو وہ سانس نارمل کرنے کی کوشش میں منہ پر ہاتھ کی مدد سے ہوا دینے لگی.

پتہ نہیں کیوں یار زرا سا چلنے پر بھی سانس پھولنے لگتا ہے اب۔۔

پانی پیتے ہوئے علیزے نے اسے جواب دیا تھا۔

لیزا ابھی تو ہماری بیلی بھی چھوٹی سی ہے پھر کیوں ایسا ہو رہا ہے۔۔۔

مشعل نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے معصومیت سے استفسار کیا تو اسکی بونگی پر وہ تینوں ہنستے ہوئے سر نفی میں ہلا گئیں۔ جس کو بس بیلی بڑے ہونے کا انتظار ہی تھا۔ باتوں ہی باتوں میں وہ لوگ کھانا کھانے لگیں۔

ابھی انہیں یہاں بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔ کہ یونیورسٹی میں اچانک کھلبلی سی مچی تھی۔ جس پر وہ چاروں پریشان نظروں سے اک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

وہ سب اک دوسرے کو دیکھ ہی رہیں تھیں کہ اک دم سے یونیورسٹی میں فائرنگ ہونا شروع ہوئی تو وہ سب دھڑکتے دل کے ساتھ اک دوسرے کا ہاتھ تھام گئیں تھیں۔۔

یہ کیاہورہاہے یہاں۔۔۔گولیاں کیوں چل ہیں۔۔
ایرہ نے خوفزدہ تاثرات سے پوچھا تھا۔۔کہ تبھی کچھ نقاب پوش کیفے میں داخل ہوکرانکو باہر نکالنے لگے تھے۔

ہم یونیورسٹی کے پچھلے گیٹ سے داخل ہونگے اوراس چیز کاخاص طورپر دھیان رکھناہے۔۔کہ اک سٹوڈنٹ کو بھی نقصان نہیں پہنچناچاہیے۔۔
سلطان نے خون چھلکاتی آنکھوں سے اک اک لفظ زوردیتے کہاتووہ تینوں سمجھتے ہوئے سرہاں میں ہلاگئے۔۔وہ سب اس وقت مکمل طورپر خود کو چھپائے ہوئے چہروں پر ماسک لگائے ہوئے تھے۔جبکہ میرال اوربیہ بھی انکے ساتھ موجود تھیں۔۔

انکی کی باقی کی ٹیم ان سب کے بیک اپ پر رہنے والی تھی۔اس وقت وہ یونیورسٹی کے باہر موجود تھے۔جب سے یہ خبر پھیلی تھی۔کہ یونیورسٹی پر کچھ نامعلوم افراد نے حملہ کر دیا ہے۔تب سے روڈ پر لوگوں کی بھیڑ اکھٹی ہو چکی تھی۔یہ وہ ہی لوگ تھے جن کہ بچے اس یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ گرزتے وقت کے ساتھ ساتھ ماں باپ اپنے بچوں کی فکر میں بے قابو ہوتے جارہے تھے۔جن کو پولیس اور آرمی کنڑول کرنے کی بری طرح کوشش کر رہی تھی

بلیک گینگ اپنی ٹیم کے ساتھ پچھلے دروازے کی طرف آئے تو وہاں بلیک کپڑوں میں آدمیوں کو پہرہ دیتے دیکھ کر وہ اک دوسرے کو دیکھ گئے۔

ضرار نے بنا بولے سب کو مخصوص اشارہ کیا تو وہ یونیورسٹی کے پچھلی دیوار کے اس خفیہ رستے کی طرف بڑھ گئے۔۔جس راستے کو نتاشہ استعمال کرتی تھی۔

پچھلے ڈیڑھ سال سے بلیک گینگ نے سٹوڈینٹ کے طور پر یونیورسٹی کے راز جاننے کی کوشش کی تھی۔۔ کیونکہ آئے روز ان تک خبریں پہنچ رہیں تھیں۔۔ کہ یونیورسٹی سے لڑکیاں غائب ہو رہیں ہیں۔۔ کبھی کبھار لڑکیاں تو دن دہاڑے ہی یونیورسٹی کے اندر سے غائب ہو جاتیں تھیں۔ تفتیش کرنے پر جب کوئی ثبوت ہاتھ نہ لگتا تو کچھ روز بعد کیس کی بند کر دیا جاتا تھا۔

نتاشہ کے گروپ کے آدمی، لڑکیوں کے ساتھ چند دن افئیر چلاتے تھے۔ اور پھر کسی اک دن وہ لڑکیاں غائب ہو جاتی تھیں۔ اس کام میں یونیورسٹی کی انتظامیہ کے لوگ بھی شامل تھے۔ شروع شروع میں بلیک گینگ کو یہ لگا تھا۔۔ کہ نتاشہ کی ٹیم کو وہاج علی صدیقی چلا رہا ہے۔۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اور بہت سے رازوں سے پردہ اٹھنے لگا تھا۔

جس دن ضرار اور منیزے نے مل کر سلطان کو تنگ کرنے کے لیے علیزے کو ہوسٹل کے کمرے سے غائب کیا تھا۔۔ حقیقت میں اس رات علیزے کڈنیپ ہونے والی تھی۔۔ چونکہ علیزے کے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اک تنہا اور یتیم لڑکی تھی۔ اسی لئے نتاشہ نے اس رات اغوا ہونے والی لڑکیوں میں علیزے کے نام بھی شامل کر دیا تھا۔ ہوسٹل کی جتنی بھی لڑکیوں کا مضبوط بیک گراؤنڈ نہیں ہوتا تھا یا پھر وہ لڑکیاں جو کسی یتیم خانے میں پلی بڑھی ہوتیں ہیں۔ انکا مکمل ڈیٹا حاصل کرنا نتاشہ کے لیے کوئی مشکل ٹارگٹ نہیں تھا۔ خاص طور پر وہ ایسی لڑکیوں کو ٹارگٹ کرتی تھی۔

ہوسٹل کی مینجمینٹ کے لوگ بھی نتاشہ کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔۔ اسی لئے وہ برائی کا یہ سرکل بہت آسانی سے چلا پا رہی تھی۔۔ لیکن پچھلے ڈیڑھ سال میں نتاشہ کو اندر اندر ہی بہت مشکلات کا سامنا ہونے لگا تھا۔

بلیک گینگ کا یونیورسٹی میں ایک سٹوڈنٹ کے طور پر آنے کا مقصد ہی اندر رہ کر حالات کا جائزہ لینا تھا۔ وہ چاروں رہتے اک ساتھ تھے۔ لیکن یونیورسٹی میں چاروں ہی الگ الگ ڈیپارٹمنٹ میں رہ کر کام کر رہے تھے۔

اسی طرح اک دن انکو پتہ چلا تھا۔۔ کہ کچھ لڑکیاں لائبریری سے غائب ہو گئیں ہیں۔ یہ بات ان چاروں کے لیے ہی شاکڈ کا باعث تھی۔
اس بات کی گہرائی تک جانے کے لئے وہ چاروں پھر لائبریری میں بیٹھ کر کتابوں کا معائنہ کرتے نظر آنے لگے تھے۔ اور اکثر اوقات جب وہ چاروں کسی ناول پر بحث کرتے ہوئے دکھتے تو اسٹوڈینٹس انکو دیکھ کر حیرت کا شکار ہو جاتے تھے۔

لیکن انکا یہ لاپرواہ انداز بھی صرف اسی لئے تھا۔ تاکہ نتاشہ سمیت کسی اور کو شک نہ ہو سکے۔ انہی دنوں جب نتاشہ مشعل کو اپنا ٹارگٹ بنائے ہوئے

تھی۔۔اور مشعل کسی کام کی غرض سے لائبریری گئی۔بد قسمتی سے اس وقت

لائبریری جاتے وقت وہ نتاشہ کی نظروں میں آگئی تھی۔

مشعل کولائبریری جاتے دیکھ کر نتاشہ نے بروقت اپنے آدمیوں کو مشعل کو وہاں سے غائب کرنے کا حکم دیا تھا۔

لیکن نتاشہ اک بار بھول گئی تھی۔کہ مشعل بلیک گینگ سے جڑی ہے۔

یونیورسٹی میں وہ چاروں لڑکیاں جس جگہ پر بھی پیر رکھتی تھیں وہاں وہاں نامحسوس انداز میں گارڈز انکی سکیورٹی میں پھیل جاتے تھے۔جو کسی کی بھی نظروں میں آئے بنا انکی حفاظت کرتے رہتے تھے۔ان گارڈز کو لیڈ میرال اوربیہ کرتیں تھیں۔جبکہ وہ تمام گارڈز پٹھان تھے۔

یہ سب گارڈز میرپور سے بلائے گئے تھے۔جن کی ٹریننگ نعمان خان نے خود تھی۔پہلے پہل نعمان خان میرپور سے شہر میں صرف اپنے چھوٹے

خان "سلطان احمد خان" کے لئے آیا تھا۔

لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ضرار کے کہنے پر سلطان احمد خان "نعمان خان" کو اپنی ٹیم میں شامل کر چکا تھا۔ کچھ نعمان خان کو خود بھی بلیک گینگ کا حصہ بننے کا شوق تھا۔ لیکن جب تک شہر میں وہ بزنس کو چلا رہا تھا۔

تب تک میرال اور بیہ اسکا مزاق بناتی رہی تھیں۔ وہ دونوں اسے نکما خان کہہ کہہ کر چڑاتی تھیں۔ اصل میں وہ نعمان خان کو جان بوجھ کر چڑاتی تھیں کہ وہ دونوں لڑکیاں ہو کر دشمنوں کو ناکوں چنے چبوا رہیں ہیں۔

جبکہ وہ اکیلا صرف فائلیں سیدھی کرتا رہتا ہے۔ نعمان خان نے تنگ آ کر ضرار سے سفارش کروائی تھی۔ کہ وہ چھوٹے خان سے بات کرے تاکہ اسے بلیک گینگ کی ٹیم کا حصہ بنایا جائے۔

جبکہ سلطان احمد خان ابھی تک نعمان خان کو صرف اسی لئے ان سب چیزوں سے دور رکھے ہوئے تھا۔تاکہ نعمان خان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ نعمان خان اپنے چھوٹے خان کے بچپن کا ساتھی تھا۔سلطان کو اس سے دلی طور پر محبت تھی۔۔جس کا اظہار وہ کبھی نہیں کرتا تھا۔لیکن نعمان خان اس بات سے بخوبی واقف تھا۔

نعمان خان کو جب ٹیم میں شامل کیا گیا تو عیس علی اور سنان مصطفیٰ نے مل کر پہلے نعمان خان کو ٹرین کیا تھا۔اور پھر جب اسکی ٹریننگ مکمل ہو گئی۔ تب سلطان احمد خان نے اسے علیزے کی حفاظت کا زمہ دے دیا۔جب تک وہ ہوسٹل میں رہی تھی۔سلطان احمد خان اچھے سے جانتا تھا۔۔کہ نعمان خان نے نامحسوس انداز میں کتنے ہی قدموں کو روند ڈالا تھا۔جو بھی قدم سلطان احمد خان کی خانم کی طرف بڑھائے گئے تھے۔

اور یہ قدم بڑھانے والا کوئی اور نہیں بلکہ علیزے سکندر کا سوتیلا باپ تھا۔۔جو وقت گزرنے کے ساتھ برائی کی دلدل میں بری طرح دھنس چکا تھا۔

علیزے جب تک اسکے گھر میں رہی تھی۔تب تب شہروز ملک نے (علیزے کا سوتیلا باپ)علیزے کی عزت خراب کرنا چاہی تھی۔۔لیکن علیزے اپنی خوش قسمتی سے ہمیشہ بچ نکلتی تھی۔۔اور پھر جب علیزے نے گھر سے بھاگ کر اپنے لئے سٹینڈ لیا تب شہروز ملک کی آنا پر بری طرح وار ہوا تھا۔وہ یہ چیز قبول ہی نہیں کر سکتا تھا کہ اک لڑکی اتنی آسانی سے اسکے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

اپنی آنا کو بلند رکھنے کے لیے لئے شہروز ملک نے اتنے سالوں میں کبھی بھی علیزے کی تلاش نہیں چھوڑی تھی۔۔اور جب وہ علیزے تک پہنچا تھا۔۔تب تک علیزے سلطان احمد کی ملکیت میں جا چکی تھی۔یہ بات اس

وقت تھی۔ جب علیزے کو سلطان احمد خان کی ملکیت میں ائے اک سال ہو گیا تھا۔ عشق میں ڈوبتے ہوئے سلطان احمد خان خود تو ہر رات ہوسٹل میں علیزے کے کمرے میں موجود ہوتا ہی تھا۔ لیکن اس وقت اک انسان باہر بھی موجود ہوتا تھا۔ اور وہ نعمان خان تھا۔

جو اپنے خان کی عزت کی حفاظت خود سے بڑھ کر رہا تھا۔۔ کیونکہ ان دنوں مشن کے سلسلے میں سلطان کو ٹیم کے ساتھ کسی نہ کسی جگہ دوسرے شہر جانا پڑتا تھا۔ ایسے میں وہ علیزے کو بلکل بھی اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ سلطان بہت جلد جان گیا تھا۔ کہ شہروز ملک کی نظر ابھی بھی علیزے پر ہے۔

شہروز ملک نے بہت بار علیزے کو ہوسٹل کے کمرے سے اغوا کروانے کی کوشش بھی کی تھی۔۔ وہ بذاتِ خود تو کبھی سامنے نہیں آیا تھا۔ ہمیشہ پیچھے

رہ کر اس نے یہ کام کرنا چاہا تھا۔۔ لیکن نعمان خان ہر بار اسے پہلے سے بڑھ کر منہ توڑ جواب دیتا تھا۔اور پھر بلیک گینگ اس حقیقت کو بھی جان گئی تھی۔ کہ نتاشہ کا پارٹنر شہروز ملک ہے۔

نتاشہ اگر ہوسٹل اور یونیورسٹی سے لڑکیوں کو غائب کرواتی تھی۔ تو انکو دوسرے ممالک میں بیچنا شہروز ملک کی زمہ داری تھی۔

نتاشہ نے اس کام میں مہناج علی کو بھی ملا لیا تھا۔۔اور یہ کام اس نے منہاج کو اسکے بڑے بھائی کے خلاف کر کے کیا تھا۔تاکہ منہاج کو اپنے منصوبوں کے لئے استعمال کر سکے۔۔ جہاں نتاشہ بہت سمجھداری سے ساری گوٹیاں چلا رہی تھی۔۔ وہیں وہ اک غلطی کر گئی تھی۔

اور وہ غلطی بلیکل گینگ کے گنڈے عیس علی ہمدانی کو اپنا دل دینا تھی۔ جس دن نتاشہ نے عیس کو اپنا دل دیا تھا۔اسی دن وہ اک عام عورت کی لسٹ میں شامل ہو گئی تھی۔۔ کیونکہ اس غلطی سے پہلے تک وہ اپنے

سارے کالے دھندے بہت مہارت سے چلا رہی تھی۔۔ لیکن محبت میں پڑتے ہی وہ بری طرح متاثر ہو کر غلطیاں کرنے لگی تھی۔اور وہ غلطیاں اپنے پیچھے ثبوت چھوڑ نا تھا۔عیس اسے مسکرا کر محبت کا لقمہ دیتے ہوئے سارے ثبوت اکٹھے کرتا رہا تھا۔

لیکن جب نتاشہ نے اس حقیقت کو جان لیا اسی دن وہ زخمی ناگن کا روپ دھار گئی تھی۔اور زخمی ناگن بن کر اس نے مشعل کو اغوا کروانا چاہا تھا۔اور پھر ان پر ہوٹل میں حملہ کروا کے کسر پوری کر دی۔

نتاشہ کو مارنا بلیک گینگ کے لئے بلکل مشکل نہیں تھا۔۔ لیکن اسکو مارنے سے پہلے پہلے انہوں نے ثبوت اکھٹے کرنے تھے۔اور جس دن انہوں نے اس سارے گول چکر کے بارے میں ثبوت اکھٹے کر لیے تھے۔۔اسی دن ان چاروں نے فائنل پلینگ کرتے ہوئے نتاشہ کو ختم کر دیا تھا۔تاکہ دوسرے شکار کو دیکھ سکیں کہ اب کون نتاشہ کی کرسی سنبھالے گا۔

نتاشہ نے مرنے سے پہلے پہلے منہاج کو منیزے کی محبت میں بھی ڈوبا دیا تھا۔۔ کیونکہ وہ بلیک گینگ کو کمزور کر کے عیس کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔ پر وہ اک بات بھول گئی تھی۔ کہ جتنی چالاکیاں وہ کر رہی ہیں۔ اتنی چالاکیاں تو سنی اور عیس روز چائے کے ساتھ آرام سے کھا لیتے ہیں۔۔ علیزے اور منیزے کی سالگرہ والی رات جن لڑکیوں کو بلیک گینگ نے بچایا تھا۔ اسی چیز کا بدلہ لینے کے لیے منہاج نے دہشت گرد کا روپ اختیار کرے ہوئے یونیورسٹی ہر حملہ کر دیا تھا۔ دہشت گرد کبھی باہر سے نہیں آتے یہ ہمارے آس پاس رہنے والے لوگوں میں ہی چھپے ہوتے ہیں۔ جو جب چاہے سانپ کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔

منہاج اس چیز سے باخوبی واقف تھا۔ کہ وہ بلیک گینگ اور یونیورسٹی میں پھیلے ہوئے انکے گارڈز سے یونیورسٹی کے اندر رہ کر الجھ نہیں سکتا۔ اسی لئے

اک کوئک پلین پر عمل کرتے ہوئے بلیک گینگ کی توجہ خود سے ہٹواتے ہوئے وہ علیزے خان کو اغوا کر کے لے جا چکا تھا۔

یونیورسٹی کی پچھلی دیوار کے پاس زمین پر اینٹوں کو ہٹاتے ہوئے خفیہ دروازے کو کھول کر وہ اک اک کر کے سیڑھیاں اترنا شروع ہوئے۔ یہ وہ ہی رستہ تھا۔ جو انکو لائبریری میں لے کر جاتا تھا۔ چونکہ لائبریری میں سٹوڈینٹ بہت کم ہوتے ہیں اسی لئے نتاشہ کے آدمی بہانے سے لڑکیوں کو وہاں لے جا کر بے ہوش کر کے اس رستے سے گزر کر آسانی سے لڑکیوں کو گاڑی میں ڈال کر لے جاتے تھے۔

تقریباً پانچ منٹ بعد وہ سب کتابوں کی شیلف پیچھے کر کے لائبریری کے

اندر داخل ہو گئے تھے۔

سلطان نے انکو تھمزاپ کیا تو وہ سب پھیلتے چلے گئے تھے۔

جبکہ یونیورسٹی میں لگے کیمروں کو ہیک کرتے ہوئے سنان انہیں بتا چکا تھا کہ یونیورسٹی میں مہناج کے ٹوٹل بیس آدمی کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔

پر حقیقت اسکے الٹ تھی۔ منہاج کے آدمی تو ٹوٹل پانچ ہی تھے۔ باقی کے پندرہ تو اصل میں دہشت گرد تھے۔ جن کو یونیورسٹی میں رسائی منہاج نے دی تھی۔ تاکہ وہ علیزے کو اغوا کر سکے۔

سات آدمی سامنے گراؤنڈ میں اسٹوڈینٹس کو اکھٹا کر کے گھیرے میں لیے کھڑے تھے۔

جبکہ باقی آٹھ آدمی کلاسز اور پچھلے گراؤنڈ میں پھیل کر پہرہ دے رہے تھے۔

علی میرال اور بیہ مجھے پچھلے گراونڈ میں جوائن کرو۔
جبکہ نعمان، مصطفیٰ اور پاشا سامنے کے ایریے کو کنٹرول کریں گئے۔
وہ سب جو چپکے سے الگ الگ جگہ پر پھیل چکے تھے۔ بلوٹوتھ میں سلطان کی جانب سے ملنے والے آرڈر پر وہ سب خان کے کہے کے مطابق پھر اپنی اپنی جگہ بدل گئے۔

وہ تینوں سلطان کے پاس پہنچے تو سلطان سر کو جنبش دیتے سامنے کی طرف اشارہ کر گیا۔ یہاں پر چار آدمی ہیں۔ جبکہ چار کلاس رومز کی طرف ہیں۔ میرال کو چھوڑ کر بیہ اور علی کلاس رومز کی طرف چلے جاو۔۔

انکے جاتے ہی سلطان نے میرال کو دو کا اشارہ کرتے قدم آگے کی طرف بڑھائے تو میرال مستی سے جھومتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر پہرہ دیتے ہوئے آدمیوں کے قریب جانے لگی۔۔۔

اک آدمی کو واش روم کی جاتے دیکھ کر میرال جلدی سے اسکے پیچھے ہوئی تھی۔ جبکہ وہ آدمی کسی کی موجودگی محسوس کرتے ٹھٹک کر مڑ کر دیکھنے لگا۔۔

لیکن وہ یہ بات نہیں جانتا تھا۔۔ کہ جس کو وہ ڈھونڈ رہا ہے وہ بلا اسکے آگے جا کر کھڑی ہو گئی ہے۔اسکے گردن موڑنے پر میرال نے سائلنسر گن سے اسکی شہ رگ کا نشانہ لیتے اسے سکینڈ میں ٹپکایا تو وہ آدمی دھڑام سے نیچے گر گیا تھا۔

اسکے گرنے پر میرال افسوس سے سر ہلاتے ہوئے اسکے دماغ میں دوسرا فائر کر کے اسکی لاش کو سائیڈ پر لگا کر دوسرے شکار کی طرف بڑھ گئی تھی۔

جبکہ خان درخت کے پیچھے چھپتے ہوئے پچھلے گیٹ پر کھڑے آدمی کے سر

کانشانہ لے گیا۔اس آدمی کے گرتے ہی باقی دو آدمی جو گراؤنڈ میں پہرہ دے رہے وہ بھاگ کر اسکی طرف آتے ہوئے ارد گرد دیکھنے لگے۔ جبکہ سلطان نے بناوقت ضائع کیے انکے دل کے مقام پر بھی فائر کر دیے تھے۔ اس آپریشن کو مکمل کرنے کے انکو صرف اک گھنٹہ دیا گیا تھا۔

میرال جو خوشی خوشی دوسرے کو ٹپکانے کے لیے آرہی تھی۔اپنے بوس کو اپنے حصے کا آدمی بھی ٹپکاتے دیکھ کر منہ بنا گئی تھی۔

سر یہ غلط بات ہے کسی کا حصہ نہیں کھانا چاہئے۔۔

میرال نے پھسپھسا کر خفگی سے کہا تو خان اسے ایبرو اچکاتے دیکھ گیا۔

کیپٹن میرال مسخریاں چھوڑ کر کام پر توجہ دیں۔اپنا حصہ اپ بیہ سے چھین لیجیے گا۔

سلطان نے اسے بھاری سنجیدہ انداز میں جواب دیا تو وہ چمکتی آنکھوں سے کلاس رومز کی طرف بڑھ گئی تھی۔

سلطان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکے پیچھے قدم اٹھائے تھے۔

عیس کھڑکی سے کلاس روم کے اندر کودا تھا۔ یہ وہی کلاس روم تھا۔ جہاں وہ آدمی پہرہ دے رہا تھا۔ افراتفری میں لڑکیوں کو کلاس رومز میں اکھٹا کیا گیا تھا اسی لئے اس کلاس روم میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ کچھ لڑکیاں بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔ جبکہ کچھ لڑکیاں پچھلی دیوار کے ساتھ کھڑی تھیں۔۔ اسی لئے عیس آسانی سے کلاس روم کے اندر آکر لڑکیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا تھا۔۔

لڑکیاں اسے دیکھ کر خوف کا شکار ہوئیں۔ تو وہ انہیں چپ رہنے کا اشارہ کرتے اپنا آرمی کارڈ دیکھانے لگا۔ تاکہ وہ اس سے خوفزدہ نہ ہوں۔۔
کون ہے وہاں کس کو مڑ مڑ کر دیکھ رہیں ہیں سب۔۔۔
نقاب پوش گرجتے ہوئے انکے قریب آیا تو لڑکیاں خوف سے اپنا سانس

روک گئیں۔ جبکہ عیس نیچے بیٹھتے ہوئے بلکل کونے میں چلا گیا تھا۔

نقاب پوش نے کھڑکی کے باہر اور جب اندر بھی کوئی مشکوک چیز نہ دیکھی تو وہ مڑ کر جانے لگا۔ لیکن تبھی عیس نے اچانک اٹھ کر پیچھے سے وار کرتے ہوئے اسکے منہ پر ہاتھ جما کر چاکو سے اسکا گلا کاٹ دیا تھا۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا۔ کہ لڑکیوں کی خوف کے مارے چینخیں بلند ہونے لگیں۔ لیکن عیس نے انہیں آنکھیں دیکھاتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

جبکہ باہر کاریڈور میں پہرہ دینے والا آدمی لڑکیوں کی چینخوں پر متوجہ ہو کر کمرے کی طرف آنے لگا تو دروازے کے مرر سے لڑکیاں اسے اندر آتے دیکھ کر سانس روک گئیں تھیں

اسکو چھپاؤ جلدی سے وہ آدمی کمرے میں آرہا ہے۔۔

اک لڑکی نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوتے لاش کو پیچھے چھپانے کا کہا تو عیس اسے گھسیٹ کر کونے میں لے گیا جبکہ لڑکیاں انکے آگے پھر کھڑی ہو گئیں تھیں۔

کون ہے یہاں اور تم لوگ کیوں چیخ رہیں تھیں۔۔

دوسرے نقاب پوش نے گن نکالتے ہوئے وحشت زدہ لہجے میں پوچھا تو ان سب کا ڈر کے مارے بری طرح دل دھڑکنے لگا تھا۔۔

کچھ نہیں باہر کسی نے گولی چلائی تھی۔اسی لئے ہم سب ڈر گئیں تھیں۔۔

نقاب پوش آدمی لڑکیوں پر تیش بھری نظر ڈال کر کمرے سے باہر چلا گیا تو لڑکیوں نے تشکر بھری سانس خارج کرتے مڑ کر عیس کو دیکھنا چاہا تھا۔۔ جو لاش کا پوز بنانے میں مصروف تھا۔

مرے ہوئے آدمی کے وجود کو دونوں دیوار کے درمیان والے کونے میں

اوپر اٹھا کر بٹھاتے ہوئے عیس نے اسکے دونوں بازوؤں کو آگے پیٹ پر مؤدب طریقے سے باندھ دیے تھے۔ کہ دیکھنے پر ایسے معلوم ہو رہا تھا۔ بیٹھنے والا کسی مجلس میں احتراماً بیٹھا ہوا ہے۔

لڑکیوں نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے اس سنکی فوجی کو دیکھنا چاہا تھا۔ جو لاش کا پوز بنا کر مطمئن انداز میں اب کھڑا ہو کر ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔

ہم اسکا کیا کریں گئے سر۔۔

اک لڑکی نے اس مرے ہوئے دہشت گرد کو دیکھ کر ڈرتے ہوئے عیس کو پوچھنا چاہا تھا۔

اسکا چورما بنا کر کھا لینا یا بلکہ ایسا کرنا، کہ اسکے خون میں گول گپے ڈبو ڈبو کر کھا لینا۔۔بے وقوف لڑکی شریف آدمی یہاں چپ کر کے بیٹھا ہوا ہے۔ پھر بھی تم لڑکیوں کو برا لگ رہا ہے۔۔جو پوچھ رہی ہو کہ اسکا کیا کرنا ہے۔۔

عیس نے کافی سنجیدگی سے غیر سنجیدہ بات کی تو لڑکیوں کو گمان گزرنے لگا کہ انکو اس بات پر ہنسنا چاہیئے۔ لیکن پھر کنفیوز ہوتے وہ الجھ گئیں کہ آیا ہمیں رونا چاہیئے یا پھر ہنسنا چاہیئے۔۔۔

سر یہ لاش ہے، یہ مر چکا ہے نا۔۔

دوسری لڑکی نے میجر علی کو یاد کروانا چاہا تھا۔۔ کہ وہ انہیں اک مردے کے ساتھ اکیلا چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔

کیا وہ تم لوگوں کو گھور رہا ہے۔ یا پھر چھیڑ رہا ہے۔۔ نہیں نہ تو پھر کیوں تم سب رولا ڈالنے کی کوشش کر رہی ہو۔۔

عیس نے پھر سنجیدگی سے کہا تھا۔

جبکہ ان سب کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس کریک فوجی کو کیسے سمجھائیں۔۔ کہ انہیں اس عجیب سی گردن کٹی لاش سے انتہائی ڈر لگ رہا

ہے۔ جس کی آنکھیں باہر نکلتے ہوئے اوپر اٹھی ہوئیں تھیں۔۔ہاتھ آگے پیٹ پر رکھے ہوئے تھے۔

وہ دوسرے والا ٹپوری کس طرف گیا ہے۔۔

عیس نے دروازے کے پاس کھڑی لڑکی سے دوسرے آدمی کے بارے میں پوچھا تو وہ اسے بائیں طرف اشارہ کر گئی۔۔جو آدمی تھوڑی دیر پہلے اس کمرے میں چیک کر کے گیا تھا۔۔وہ۔اب بائیں طرف بنی ہوئی کلاس روم میں چلا گیا تھا۔

میں جا رہا ہوں، تب تک اس کے آگے تم سب دیوار بن کر کھڑی رہو۔

بلکل ویسے ہی جیسے انار کلی کو دیوار میں چنوایا گیا تھا۔ میں اس "انار کلے" کو یہاں چنوا کر جا رہا ہوں۔

عیس جلدی سے انکو حکم دیتے ہوئے کھڑکی سے باہر کود گیا تھا۔۔ جبکہ

پیچھے وہ ہکا بکا اس مرے ہوئے انارکلے کو دیکھ کر اس غائب ہونے والے میجر کو دیکھتی رہ گئیں تھیں۔اس کے برعکس اک لڑکی کی لفظ "انارکلے" پر ہنسی نکل آئی تھی۔

دوسرا آدمی جو کہ کمپیوٹر لیب میں داخل ہو کر نظریں دہرا رہا تھا۔۔کیونکہ باہر کاریڈور میں پہرہ دیتے ہوئے اسے یہاں ہلچل سی محسوس ہوئی تھی۔ اسی لئے اس نے نے اندر جھانک کر دیکھنا چاہا. وہ ابھی اندر داخل ہو کر ہر طرف دیکھ ہی رہا تھا۔۔کہ پردے کے پیچھے سے بیہ نے اچانک سامنے آتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے اسکے ماتھے میں فائر کر دیا تھا۔ اس بیچارے کو ری ایکشن دینے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔۔کیونکہ کیپٹن بیہ نے اپنے شکار کو آہ کرنے کا بھی وقت نہیں دیا تھا۔اور وہ نیچے گرتا چلا گیا۔

سالا کہیں کا آیا بڑا اپنا بوس چھڑانے والا۔۔۔

بیہ مرے ہوئے آدمی کے منہ پر پاؤں رکھ کر نخوت سے بولی تھی۔ وہیں ڈیسک کے نیچے اسکی لاش کو چھپاتے ہوئے وہ بلوٹوتھ میں میرال کی آواز سننے لگی۔۔۔جو بیہ کو ہی پکار رہی تھی۔

بیہ، خان سر نے میرے حصے کا اک آدمی کھا لیا ہے۔۔پلیز تم اک رکھ دینا میری سوہنی سہیلی نہیں۔۔۔

میرال نے سرگوشی کرتے ہوئے بیہ سے منت کی تو بیہ اسکی بات سن کر اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ جبکہ اندر ہی اندر اسکا دل چاہ رہا تھا۔ کہ اس درخواست پر اونچی اونچی قہقہے لگائے۔ کیونکہ میرال کا انداز بلکل ویسا ہی تھا۔ جیسے وہ بریانی کی پلیٹ میں اپنی بوٹی چھن جانے کا سوگ منا رہی ہو۔

جبکہ بیہ کا کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا اسکی بات ماننے کا۔۔بلوٹوتھ میں میرال

کی بات سن کر وہ سب تاسف سے سر ہلا گئے تھے۔۔

اس لڑکی کا تو ہر دفعہ بندہ چھن جانے کا ہی دکھ ختم نہیں ہوتا۔۔ پتہ نہیں اپنے بندے کو کیسے سنبھال کر رکھے گی۔

نعمان خان نے بڑبڑاہٹ کرتے ہوئے کہا تو میرال اسکو اپنے خیالوں میں گھوری ڈال گئی۔۔۔

نکمے پٹھان، پان سکون سے بیٹھو ورنہ وہاں آکر تمہیں ٹپکا دوں گی میں۔۔ بڑے آیا میرے بندے کی فکر کرنے والا۔۔۔

میرال نے غصے سے اسے دھمکی دی تو ضرار نے انکو سناتے ہوئے انکی تو، تو، میں، میں رکوانا چاہی تھی۔۔ ورنہ وہ تینوں پھر بلیوں کی طرح لڑنا شروع ہونے لگے تھے۔ لڑتے وقت تو وہ جگہ کا بھی لحاظ بھول جاتے تھے۔ جیسے ابھی بھولنے لگے تھے۔۔

کلاس رومز کی طرف صرف دو آدمی بچے تھے اب۔۔

میرال نے یہ سنتے ہی کاریڈور میں شکار کی تلاش کے لیے نظریں دہرائیں تو اسے اک مطلوبہ آدمی آفس میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔۔ جبکہ بیہ بھی میرال کو آفس کی طرف جھانکتے ہوئے دیکھ کر ایبر واچ کاتے ہوئے کاریڈور میں کلا بازی مارتے ہوئے آفس کی دیوار کے ساتھ کھڑی ہوئی تو میرال اسے آنکھیں دیکھانے لگی۔ جو اچانک اس کمرے سے اچھلتے ہوئے یہاں پہنچ بھی گئی تھی۔

بیہ اسے چڑاتے ہوئے بناخوف کے آفس میں داخل ہو گئی تھی۔۔

کمینی، میرا تیرا خون کر دوں گی اگر تو نے اس بھولے آدمی کو زرا سا بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو۔۔

میرال نے اسے بلوٹوتھ پر دھمکی آمیز لہجے میں اس دہشت گرد کو معصوم بنایا تو نعمان خان کا دل کیا تھا قہقہے لگاتے ہوئے میرال کا سر بجادے۔

جبکہ بیہ کور کتے نہ دیکھ کر میرال بھی جلدی سے اسکے پیچھے منہ پھاڑے آفس میں داخل ہوئی تو وہ معصوم دہشت گرد ایسے دو لڑکیوں کو سر جھاڑ منہ پھاڑ وہاں آتے دیکھ کر حیران ہو گیا تھا۔

کون ہو تم لوگ اور یہاں کیا کر رہی ہو۔۔

اپنے سامنے فل بلیک کاسٹیوم میں اونچی ٹیل پونی کیے ان دونوں لڑکیوں سے وہ پوچھ گیا۔۔

میں بتاتی ہوں سر۔۔۔

آفس کے دروازے کو نامحسوس انداز میں لاک کرتے ہوئے میرال آواز میں مٹھاس لیے بولی تو بیہ اسے اپنی لائٹ گرے آنکھوں سے گھورنے لگی۔۔کیونکہ اسے میرال کا میٹھی چھڑی بننا بلکل نہیں پسند تھا۔

سر مجھے نہ آپ سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔

میرال نے ماسک لگے ہوئے چہرے سے شرمانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے چیئر پر بیٹھ کر اپنے سامنے کھڑے دہشت گرد کو اچانک پرپوز کیا تو بیہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ اس آدمی کو میرال کی طرف متوجہ دیکھ کر بیہ نے آگے بڑھتے ہوئے ساری تاریں نکالتے ہوئے سب سے پہلے اسکے رابطے کو ناممکن بنایا۔۔۔

ہیں۔۔ لڑکی تم ہوش میں تو ہو کیا کہہ رہی ہو۔۔

عجیب بے ڈھنگے حلیے والا آدمی حیرت سے اٹھتے ہوئے اسے پوچھا گیا تھا۔۔

سالے وہ بول تو رہی ہے کہ تجھ سے محبت کرتی ہے تو پھر سلطان راہی کی طرح بار بار کیوں پوچھ رہا ہے۔۔

بیہ نے ٹیبل پر نظریں دہراتے سر جھٹک کر کہا تو اسکی بات پر نعمان قہقہ لگا گیا تھا۔ جبکہ عیس اور سنی بھی مسکراہٹ دبا گئے۔۔ کیونکہ بیہ اک دبنگ لڑکی تھی۔ عام لڑکیوں کی طرح کوئی ناز و نخرہ اسے چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔۔ اور کچھ سنی اور عیس کی کمپنی کا ان دونوں پر بہت اثر ہوا تھا۔ اگر ایک دبنگ تھی، تو دوسری میٹھے وار کرنے والی بن گئی تھی۔

بیہ کے دبنگ جواب پر اس آدمی کی پھر آنکھیں بڑی ہوئیں تو میرال آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے اسے دیکھ کر اقرار کرنے لگی۔۔ کہ وہ جو کہہ رہی ہے بلکل ٹھیک ہے۔

مجھ سے محبت تمہیں کب ہوئی بھلا۔۔

سامنے کھڑے دہشتگرد نے پھنسی پھنسی آواز میں استفسار کرنا چاہا تھا۔

کیونکہ یہ احساس ہی بہت مختلف تھا۔۔جو اسے اس لڑکی کی بات سن کر محسوس ہونے لگا تھا۔

لے بتا اب اس کمینے کو کہ تم نے اس کہاں پھولوں کی پہاڑی میں بال لہراتے ہوئے دیکھا تھا اور اسکے لمبے بال دیکھتے ہی تم فدا ہو کر دل دے بیٹھی تھی۔۔

کرسی پر بیٹھ ٹیبل پر ٹانگیں پھیلاتے ہوئے بیہ ببل چباتے ہوئے پھر بے نیازی سے کہنے لگی تو میرال نے اسکی بات پر ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے اپنا قہقہ ضبط کرنے کی کوشش کی

چونکہ سامنے کھڑے دہشتگرد کے بال لمبے تھے۔اسی لئے بیہ نے اسکے بالوں پر چوٹ ہی کی تھی۔۔

نہیں میرے محبوب میں تو تب تمہاری محبت میں گرفتار ہوئی تھی جب تم نے سینہ تان کر گولی چلائی تھی۔ میں تو اسی وقت تمہاری اس ادا پر مر مٹی تھی ہائے۔۔۔ مجھے وہ لمحہ نہیں یاد کرواپلیز۔۔

میرال کھوئے ہوئے لہجے میں اسے مزید محبت کا اظہار کرنے لگی تو سامنے کھڑا مرد سچ میں اس پر یقین کرتے ہوئے اٹھ کر اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

کہہ تو ایسے رہی ہے جیسے سامنے دہشتگرد نہیں بلکہ جان سینا کھڑا ہے۔۔ وہ لمحہ یاد کرتے ہی مجھے تو الٹی آنے لگی ہے۔۔

بیہ پھر منہ ٹیڑھا کرتے سر جھٹک کر بولی تھی۔۔ جبکہ چپکے سے میرال نے کمر پر لگی گن نکال لی۔ بیہ اسے گن نکالتے دیکھ کر الرٹ ہوتے جلدی سے میرال کے محبوب کے دل پر فائر کر گئی۔ کیونکہ میرال نے میٹھی چھڑی بنتے ہوئے اسکا شکار چھیننا چاہا تھا۔۔

میرال کا محبوب تکلیف سے بیچارہ دل پر ہاتھ رکھتے بے یقینی سے میرال کو دیکھنے لگا۔۔تو بیہ نہ چاہتے ہوئے بھی قہقہ لگا گئی۔۔کیونکہ وہ جن نظروں سے میرال کو دیکھ رہا تھا نہ جیسے اسے محبت میں بہت بڑا دھوکا ملا ہو۔حالانکہ محبت ہوئے ابھی دو منٹ نہیں گزرے تھے۔

بیہہ۔۔۔بیہ۔۔۔۔کمینی میں نے اپنے محبوب کو مارنا تھا۔۔تم نے اسے کیوں ٹیکایا۔۔۔

میرال اسکے گولی چلانے پر چینخی تو بیہ ناگواری سے کان میں انگلی ڈال گئی۔۔۔

چینخ کیوں رہی ہو ایسے محبوب مر کے بھی زندہ رہتے ہیں یار کیونکہ ایسے لوگ محبت میں جان دے کر بھی امر ہو جاتے ہیں۔۔

بیہ نے اسے اسی کے انداز میں جواب دیا تو میرال نے کچھ مطمئن ہوتی اپنے

محبوب کے دماغ میں فائر کر دیا تھا۔۔
بس اتنی سی بات تھی آویں چینخ کر کان کے پردے پھاڑ دیے ظالم لڑکی نے۔۔۔

بیہ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے اسے دیکھا جو اپنا محبوب نگلنے کے بعد منہ الٹا سیدھا بنانے لگی تھی۔۔۔
ہاں تو تم لوگ میرے ساتھ مل بانٹ کر کھاؤ تو میں چینخوں ہی کیوں۔۔
میرال خفگی سے بول کر اٹھ کر کھڑی سے باہر کودی تو بیہ نے اسکی ناشکری پر نفی میں سر ہلایا تھا۔ یہاں پر موجود سب آدمی مار دیے گئے تھے۔۔ عیس دوسرے آدمی کو بھی ٹھکانے لگا چکا تھا۔

وہ سب سامنے والے گراؤنڈ میں آئے جہاں صرف سات آدمی رہ گئے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اندر پھیلے ہوئے باقی انکے آدمی مارے جا چکے ہیں۔

Hurrp up guys we have just left half hour...

سلطان نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے بلوٹوتھ پر کہا تو نعمان، پاشا اور مصطفیٰ حرکت میں آ گئے تھے۔ جبکہ باقی بھی اپنا کام ختم کر کے انکی طرف ہی آ رہے تھے۔

چونکہ فرنٹ ایریا میں سٹوڈینٹ کے ساتھ ساتھ ٹیچرز کو بھی گھیرے میں لیا گیا تھا اسی لئے اس ایریا میں لوگوں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔
سلطان انکو اگر اک اک کر ٹپکائیں گئے تو ایسے یہ لوگ الرٹ ہو کر

سٹوڈینٹ کو نشانہ بنانے لگے گئے۔ کیونکہ یہ کورایریااور لوگ زیادہ ہیں۔
یہاں پر پہرہ دینے والے ہر آدمی کی اپنے دوسرے ساتھی پر نظر
ہے۔۔۔اک اک کو مارنا مطلب معصوم لوگوں کی زندگی پر رسک لینا
ہے۔۔

پاشانے سامنے گراؤنڈ میں نظر آتی صورتحال سے خان کو آگاہ کیا تو خان
اسے سنتا ہدایت دینے لگا۔۔
پاشاوہ ٹوٹل سات آدمی ہیں۔۔ جبکہ ہماری ٹیم اٹھ لوگوں کی ہے۔۔
ایسے کروہر آدمی کی مخلاف پوزیشن میں ٹیم کا اک آدمی کھڑا ہو
جائے۔۔ کوئک گائیز۔۔۔

خان نے بلوٹوتھ میں انہیں ہدایت کرتے ہوئے کنڑول روم میں پیغام بھیج
دیا تھا۔ کہ گلے دس منٹ تک وہ ایریا کلین کروا رہے ہیں۔۔ خان کے آرڈر

پر وہ سب گراؤنڈ میں پہرہ دیتے ہوئے دہشتگردوں کی مخالف سمت میں چھپتے ہوئے پوزیشن میں کھڑے ہوگئے تھے۔ جبکہ میجر علی، کیپٹن بیہ اور میرال بھی انہیں جوائن کر چکے تھے۔

میجر خان، پوزیشن ڈن۔۔۔

علی نے خان کو ڈن کیا تو سلطان اپنی وحشت زدہ نیلی آنکھوں سے کاریڈور کے فرنٹ حصے میں ایک سائیڈ پر ہو کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں سے وہ گراؤنڈ کا منظر صاف دیکھ سکتا تھا۔ گنز اٹھا کر پہرہ دیتے ہوئے ساتوں آدمیوں کی مخلاف سمتوں میں اسے اپنی ٹیم کے لوگ نظر آرہے تھے۔۔

گائز میں تم لوگوں کے بیک اپ میں ہوں اب۔ میرے تین کاؤنٹ کرنے تک تم لوگوں نے اک ساتھ اپنے سائیڈ پر موجود آدمی کے ہر اس حصے پر فائر کرنا ہے۔ جہاں وہ دوسری سانس بھی نہ لے سکے۔۔

سلطان نے سامنے دیکھتے ہوئے برفیلے لہجے میں اگلا آرڈر دیا تو وہ سب اوکے بول کر الرٹ ہو گئے تھے۔۔ جبکہ گراؤنڈ میں ہر طرف موت کا سا سماں پھیلا ہوا تھا۔ لوگوں کے چہروں پر اس وقت موت جیسا خوف تھا۔ لڑکیوں کی گھٹی گھٹی چینخیں عجیب سے پراسراریت پھیلا رہیں تھیں۔ وہ سب اپنے خوف میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے۔۔ کہ دیکھ بھی نہیں پا رہے تھے۔ کہ کچھ منٹوں میں ہی انکے اندر آرمی کے جوانوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔۔ اک ٹیچر کی کاریڈور میں کھڑے سلطان پر نظر پڑی تو وہ ٹھٹھک کر اس طرف دیکھنے لگا تھا۔

لیکن تب تک سلطان گنتی شروع کر چکا تھا۔

One, two and kill them guys...

سلطان کے تھری بولتے ہی ان سب نے دھماکے دار فائرنگ کرتے ہوئے

ان سب دہشتگردوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑا دیے تھے۔ گراؤنڈ میں موت کے سناٹے میں جب گولیوں کی آواز نے ارتعاش پیدا کیا تو سب لوگ چینخیں مارتے ہوئے اک دوسرے سے لپٹ گئے۔۔۔

مشن کامیاب ہوا تو اس مشن کو کامیاب بنانے والے اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔ وہ سب اپنی جگوں سے باہر نکل کر چہروں پر فتح کے آثار سجائے ابھی سامنے آئے ہی تھے۔ سلطان کی آنکھیں ان سب کو کامیاب دیکھ کر روشن ہو گئیں۔۔ لیکن یہ روشنی صرف کچھ سکینڈز کے لیے ہی تھی۔

کیونکہ اس وقت اسکے دل کی دھڑکن انتہائی سست رفتاری سے چل رہی تھی۔ اور یہ سب علیزے خان کی دوری کا نتیجہ تھا۔ سلطان احمد خان جانتا تھا کہ منہاج اسکی خانم کو اغوا کر کے لے جا چکا ہے۔ اس نے یہ جال صرف علیزے کو اغوا کرنے کے لیے ہی پھیلایا تھا۔ جو دہشت گرد مارے گئے

تھے۔ وہ سب تو اپنے کسی ساتھی کی رہائی کے لیے یہاں آئے تھے۔ لیکن ناکامی کی موت مارے جا چکے تھے۔

سلطان نے پہلے سپاہی ہونے کا فرض نبھایا تھا۔

اب اسے شوہر اور محبوب ہونے کا فرض نبھانا تھا۔۔ علیزے کے من موہنے چہرے کو یاد کرتے ہوئے سلطان کاریڈور سے نکل کر باہر گراؤنڈ میں آیا تو اسکے یاروں کی اک دم چیخ بلند ہوئی تھی۔

کیونکہ دہشت گردوں کا وہ ساتھی جو چھت پر کھڑا تھا وہ سلطان احمد خان پر فائر کر چکا تھا۔۔ یہ منظر دیکھتے ہی بلیک گینگ کا دل تھم سا گیا۔ وہ تینوں ہی چلاتے ہوئے سلطان کی طرف بھاگے تھے۔۔ لیکن تب تک وہ آگ کا گولہ سلطان کے جسم میں دھنستا چلا گیا تھا۔

علیزے خان جو بے ہوش بیڈ پر پڑی ہوئی تھی۔۔کہ اک دم بے چینی سے آنکھیں کھول کر ہڑ بڑاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔بے اختیار اسے اچانک اپنے دل میں شدت کی تکلیف اٹھتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔وہ اپنے دل کو تھام کو بیڈ سے کھڑی ہوئی۔۔لیکن تبھی جب دی تکلیف کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہوئی محسوس ہونے لگی تو وہ وہیں زمین پر بیٹھ کر زور سے آنکھیں میچ گئی تھی۔۔۔۔

خان۔۔۔میرے خان۔۔۔۔

کالے نین یک دم بھیگنا شروع ہوئے تو وہ اچانک ہچکیوں سمیت رونا شروع ہو گئی تھی۔

خاننننن۔۔۔۔خان۔۔۔۔اس انجانے کمرے میں علیزے کی تکلیف سے

چیخ گونج اٹھی تھی۔۔۔۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکی اک آہ پر تڑپنے والا اس وقت کس حال میں ہے۔۔۔

سفید گاؤن میں بکھرے ہوئے حجاب میں وہ زمین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر روتی چلی گئی تھی۔

بھائی آپ کہاں ہیں۔۔

وہاج جو اپنے کمرے میں علیزے خان کی یادوں میں گم تھا۔۔بے دہانی میں اس نے آنے والی کال اٹینڈ کی تو مہناج کی کال دیکھ کر وہ کان سے لگا گیا۔۔ آج دن سے اسے بہت بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔۔اسی لئے آفس سے جلدی آکر وہ کمرے میں بند ہو گیا تھا۔کمرے میں اندھیرا پھیلائے وہ سگریٹ کا دھواں اڑانے میں مصروف تھا۔جب مہناج نے رات شروع

ہوتے ہی کال کی۔۔

مینشن میں ہی ہوں۔۔۔

وہاج نے اسے مختصر سا جواب دیتے ہوئے بتایا تو منہاج کی شوخی بھری آواز پر وہ الجھ گیا تھا۔۔

بھائی آپ جلدی سے ہمارے فارم ہاؤس پر آجائیں میں نے اپکے لئے اک سرپرائز رکھا ہے۔۔

منہاج نے پرجوش ہو کر تجسس پھیلا کر کہا تو وہاج اسکی بات سن کر جہاں الجھن کا شکار ہوا تھا۔۔وہیں پیچھے سے مخصوص آواز سنتے ہوئے اک جھٹکے میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

مہناج تمہارے پیچھے کون ہے۔۔

وہاج نے اسے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تو منہاج قہقہ لگا گیا۔۔

یہ میں ایسے نہیں بتاؤں گا جب تک آپ آئیں گئے نہیں کیونکہ یہ آواز ہی تو آپکے لئے سرپرائز ہے بھائی۔۔ منہاج نے مزید تجسس پھیلاتے ہوئے وہاج کے دل کے ساتھ کھیل کر فون بند کر دیا۔۔

لیکن وہاج تو اسکے فون بند کرنے سے پہلے وہاں سے علیزے خان کا نام سن کر زلزلوں میں گرتا چلا گیا تھا۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گاڑی کی چابی اٹھا کر تیزی سے مینشن سے نکلتا چلا گیا۔۔ جبکہ دل تیزی سے گواہی دینے لگا تھا کہ وہ جو سوچ رہا ہے ویسا بلکل بھی نہ ہو۔۔

علیزے کے چیخنے پر باہر موجود منہاج اور شہروز ملک متوجہ ہوئے تھے۔۔۔

علیزے کو ہوش میں آتے دیکھ کر شہروز ملک کے چہرے پر شیطانیت چمکی تھی۔۔اج برسوں بعد تو وہ اسکے ہاتھ لگی تھی۔۔اسی لئے آج کا دن اسکا جشن کا دن تھا۔۔اور یہ جشن وہ علیزے خان کو برباد کر کے منانا چاہ رہا تھا۔

شہروز ملک منہاج کو اشارہ کرتے ہوئے علیزے کے کمرے کی طرف بڑھا تو منہاج اسکی نیت کو سمجھتے ہوئے وہاج کو جلدی پہنچنے کا میسج کرنے لگا۔

منہاج علیزے خان کو صرف اپنے بھائی کے لئے لایا تھا۔۔جبکہ شہروز ملک کے ارادوں سے تو اس نے یہاں پہنچ کر واقفیت حاصل کی تھی۔لیکن اسے

وہاج کے آنے تک شہروز ملک کو قابو میں رکھنا تھا۔۔ کیونکہ اندر بیٹھی لڑکی کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔۔ وہ سلطان احمد خان کی بیوی اور دلاور خان کی بہو تھی۔

بے شک علیزے کو یہاں لانا مکمل طور رسکی تھا۔ لیکن پھر بھی منہاج صدیقی نے یہ خطرہ مول لے لیا تھا۔۔ علیزے خان کو اغوا کرنے کے پیچھے اسکے دو ہی مقاصد تھے۔ ایک تو اسے بلیک گینگ سے بدلہ لینا تھا۔۔ جن کی وجہ سے اسکی ڈیل خراب ہوئی تھی۔ برتھڈے والی رات منہاج کو کلائنٹ تک ہر حال میں نئی لڑکیاں پہنچانی تھیں۔۔ لیکن ان چاروں کی دخل اندازی پر اسکی ساری پلینگ خراب ہو گئی تھی۔

اس رات منہاج کے ہاتھوں نہ صرف لڑکیاں نکلیں تھیں۔۔ بلکہ ان لڑکیوں کو لانے والے اسکی ٹیم کے لڑکے بھی گرفتار کر لیے گئے تھے۔ اور

یہاں تک کہ انکے اڈے کو بھی مکمل پر تباہ کر دیا گیا تھا۔

اسی لئے منہاج نے بدلے کے طور پر بلیک گینگ کے بوس سلطان احمد خان کی بیوی کو اغوا کر لیا تھا۔۔ایسا کر کے وہ اک تیر سے دو شکار کرنا چاہ رہا تھا۔۔پہلا مقصد تو اسکا سلطان احمد خان کی کمزوری پر وار کرنا تھا۔۔اور دوسرا وہ علیزے خان کو اپنے بھائی کو سونپنا چاہتا تھا۔۔کیونکہ منہاج بہت جلد جان گیا تھا۔۔

کہ اسکا بھائی علیزے خان کے عشق میں گرفتار ہو گیا ہے۔کیونکہ وہاج علی صدیقی علیزے کے عشق میں مکمل طور پر بدلنے لگا تھا۔۔ہر وقت بزنس اور کلب کو رونق بخشنے والا انسان اب صرف اپنے کمرے تک محدود ہو رہ گیا تھا۔۔یہاں تک کہ وہ ہر رات جو اک لڑکی اسکے بیڈ روم میں آتی تھی۔اب یہ کھیل بھی ختم ہو چکا تھا۔

وہاج علی صدیقی اک پاکیزہ خوشبو کے پیچھے سب کچھ چھوڑ چکا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکی زندگی کس ڈگر پر چل نکلی ہے۔ کیونکہ اسکا دل تو بس اک نام کی مالا جپنے میں مصروف تھا۔

اس رات جب انکی گاڑیاں روڈ پر اک دوسرے کا پیچھا کر رہیں تھیں۔۔تب وہاج علی وہاں خوش قسمتی سے موجود تھا۔۔اسے کمرے میں گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔۔اسی لئے وہ گاڑی میں مینشن سے نکل آیا تھا۔ روڈ پر وہ گاڑی اک سائیڈ پر لگائے آتی جاتی ہوئی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے اپنے الجھے دماغ اور دل کو بھٹکانا چاہ رہا تھا۔۔کہ تبھی اسکے پاس سے جب فل سپیڈ میں عیس علی ہمدانی کی گاڑی گزری تو وہ چونک گیا۔۔

لیکن پھر اک کے بعد اک گاڑی کو گزرتے دیکھ کر وہ ناچاہتے ہوئے بھی

تجسس سے انکا پیچھا کرنے لگا۔۔ تھوڑی دیر میں ہی اس معلوم ہو گیا تھا۔۔

وہ تینوں کس گاڑی کے پیچھے اور کیوں ہیں۔۔اس وقت جب مشعل اور ایرہ نے علیزے کو زبردستی گاڑی کے اندر کھڑا کیا تھا۔۔تو علیزے کا روپ دیکھ کر وہاج کے ہاتھوں کئی دفعہ اسٹیرنگ چھوٹا تھا۔۔ لیکن علیزے خان کی نظروں کو سلطان احمد کی طرف دیکھ کر وہاج علی کا دل حسرت میں مبتلا ہوتا چلا گیا۔۔۔

وہ اس سنہرے وجود کو صرف دور سے دیکھ سکتا تھا۔۔ یا شاید اسے دیکھنے کا بھی حق نہیں تھا۔ جس رات سے وہ علیزے کا وہ جان لیوا روپ دیکھ آیا تھا۔ اسی دن سے وہاج کے دن رات اور مزید تکلیف میں گزرنے لگے تھے۔

گرین کلر کی اس خوبصورت فراک میں لمبے گھنگریالے بالوں کے ساتھ

اپنے چمکتے دمکتے روپ سے وہ سچ میں وہاج علی کو سر تا پیر لرزا گئی تھی۔اس رات سے واپس آنے کے بعد سے وہ اس لمحے کو بھلانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔۔ لیکن بے بسی کے مارے وہ کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔۔اسکا دل تو اس پر نور چہرے کے سحر سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

شہروز ملک دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو علیزے کو زمین پر بیٹھ کر روتے دیکھ کر اسکے چہرے پر کمینگی جھلکنے لگی تھی۔ جبکہ علیزے اپنے دل کی تکلیف پر روتے ہوئے جو سلطان کو یاد کر رہی تھی۔ کسی کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے چہرہ اٹھا کر آنے والے کو دیکھا تو شہروز ملک کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ پوری ہستی سمیت ہل گئی۔اک جھٹکے میں کھڑے ہو کر وہ پیچھے کی طرف قدم اٹھانے لگی تھی۔

علیزے کو خود سے اتنا ڈرتے ہوئے دیکھ کر شہروز ملک کے دل کو اچھا لگا

تھا۔آج بھی پہلے کی طرح اسکی خوبصورت آنکھوں میں شہروزملک کو دیکھ کر واضح طور پر خوف اتر آیا تھا۔

تم تو پہلے سے بھی حسین ہو گئی ہو جان من۔۔۔

شہروز اسکا اوپر سے لے کر نیچے تک معائنہ کرتے ہوئے خباثت سے بولا تو علیزے کو اپنے وجود پر چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھیں۔

جبکہ بے اختیار علیزے کی آنکھوں کے سامنے اسکے بچپن کے مناظر گھومنے لگے تھے۔جہاں وہ گیارہ سالہ بچی آنکھوں میں ڈر و خوف سجائے اس بے حس شخص کو بابا پکارتے ہوئے رحم کی بھیگ مانگتی تھی۔اسکے باپ کے مرنے کے بعد جب اسکی ماں اسے اس گھر میں لے کر چلی گئی تھی۔

تو اسکی ماں نے اسے بتایا تھا۔کہ یہ شخص اب تمہارا باپ ہے۔اپنی ماں کی یہ

بات سن کر چھوٹی سی علیزے کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔ کیونکہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد انہوں بہت مشکل زندگی گزاری تھی۔

علیزے کی ماں اک عام شکل وصورت کی عورت تھی۔ جبکہ اسکے برعکس سکندر وقار اک خوبصورت مرد تھا۔ دونوں میاں بیوی کے اس شکل و صورت کے فرق نے کبھی ان دونوں کو دلی طور پر قریب نہیں آنے دیا تھا۔

کیونکہ رشتہ دار اور محلے والے عائشہ (علیزے کی ماں) کو اس بات کا احساس دلاتے نہیں تھکتے تھے۔۔ کہ وہ اک عام شکل وصورت کی مالک ہے۔۔ جبکہ اس کے برعکس سکندر نے کبھی بھی عائشہ کو اس احساس میں مبتلا نہیں ہونے دیا تھا۔ لیکن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی وہ ناکام رہا تھا۔۔

اس کے باوجود عائشہ کے دل میں اپنے شوہر کے لئے نفرت پیدا ہونے لگی تھی۔علیزے خان ہو بہو اپنے باپ کا عکس تھی۔اس نے اپنی سیاہ گہری آنکھیں بھی اپنے باپ سے چرائی تھیں۔

سکندر وقار کی جب موت ہوئی تھی۔تو اسکے بعد سے ان پر وقت مشکل ترین ہوتا چلا تھا۔۔علیزے اپنی ماں کی بجائے باپ کے بہت قریب تھی۔

ہر وقت باپ کو یاد کرنے والی علیزے جب یتیم ہوئی تھی تو حقیقت میں اسکی زندگی زیادہ خلاؤں کا مرتکب بننے لگی تھی۔۔کیونکہ عائشہ جو اسے پہلے تھوڑی بہت توجہ دیتی تھی۔۔سکندر کی موت کے بعد علیزے اس سے بھی محروم ہو گئی تھی۔۔اور پھر دوسری شادی کے بعد عائشہ جب علیزے کو شہروز ملک لے گھر گئی تو شہروز ملک کی برین واشنگ کے بعد تو

عائشہ کواپنی بیٹی کے وجود سے ہی نفرت ہو گئی تھی۔

اسی نفرت کی وجہ سے عائشہ نے کبھی شہروز ملک کی گندی نظروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔۔بلکہ الٹا وہ علیزے کو مارتی تھی۔

سارا سارا علیزے بھوکی پیاسی کمرے میں بند رہتی تھی۔اسکے چھوٹے سے ذہن میں یہ خوف بری طرح پروان چڑھنے لگا تھا۔کہ اگر وہ اس کمرے کی حدود سے باہر نکلی تو اسکا سوتیلا باپ اس پر حاوی ہو جائے گا۔کیونکہ علیزے کی خوبصورتی کو دیکھتے ہوئے سکندر وقار نے وقت رہتے اسے بہت سی پیچیدہ باتیں سمجھادی تھیں۔یہ ہی وجہ تھی کہ علیزے نے اس عمر میں شہروز کی نظروں کو محسوس کر لیا تھا۔۔جو کہ اسکی سگی ماں بھی جان نہیں پائی تھی۔

میرے پاس نہیں آنا۔۔۔اسکے لب ہل رہے تھے لیکن سامنے کھڑے شخص کا ڈر اسکے دل پر حاوی ہوتا جارہا تھا کہ اسکی آواز حلق میں ہی دبنے لگی تھی۔۔۔

میری جان جب تم چھوٹی سی تھی تب مجھ سے نہیں بچ سکی تھی تو آج کیسے بچو گی۔جب کہ اب تم پہلے سے بھی حسین ہو گئی ہو۔۔

اپنی تھوڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شہروز نے اپنے اندر کا گند علیزے کے کانوں میں اتارنا چاہا تو علیزے اپنے بچپن کی بے بسی یاد کرتے ہوئے کانپنے لگی۔کیا آج بھی وہ حاوی ہو جائے گا کیا آج بھی وہ بے بسی سے کچھ نہیں کر پائے گی۔

مشعل جب عیس سے دور کی گئی تھی تو اسکا ایمان دعا پر مضبوط ہو گیا تھا۔ کیونکہ حسن صاحب نے اسے سکھایا تھا۔کہ مشکل وقت میں خدا سے مدد مانگنی چاہیے۔۔لیکن علیزے کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں تھا۔

وہ اپنی شخصیت میں گھٹی سی زندگی گزارنے والی لڑکی تھی۔ جس نے گھر سے بھاگ کر ہمیشہ خوف میں جکڑے ہوئے دل کے ساتھ دنیا والوں سے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ وہ لڑنا نہیں جانتی تھی۔ کیونکہ اسے لڑنا نہیں سکھایا گیا تھا۔ اس نے ہمیشہ ڈرتے ہوئے لوگوں سے دوری ہی اختیار کی تھی۔ پہلے پہل وہ سلطان سے بھی خوف زدہ رہتی تھی۔

لیکن یہ منیزے کی محنت کا کمال تھا۔ جس نے علیزے کے ڈر کو یقین میں بدلا تو علیزے اپنے خول سے باہر نکل کر سلطان پر یقین کرنے لگی۔ اور پھر سلطان کی اپنی مکمل توجہ و محبت نے بھی کافی محنت کی تھی۔

کہ اتنے سالوں خود میں گم رہنے والی لڑکی سلطان احمد خان کے ساتھ پورے حق سے لڑنے اور اپنی باتیں منوانا شروع ہو گئی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی۔ کہ علیزے خان جب کسی غیر لڑکی کی غلط فہمی میں مبتلا ہونے پر

سلطان سے لڑ رہی تھی تو سلطان نے اس کی ناراضگی کی وجہ جاننا چاہی تھی ناکہ اسے ڈانٹا تھا۔۔اور نہ ہی اسے سنایا تھا۔۔کہ وہ اس پر شک کر رہی ہے۔

کیونکہ سلطان نہیں چاہتا تھا۔۔کہ اسکے زرا سا ڈانٹنے پر علیزے میں آنے والا کانفیڈینس متاثر ہونے لگے۔اور پہلے کی طرح وہ اپنے احساسات صرف دل میں دبا دے۔۔

پہلے ہی وہ بہت مشکلوں سے اسکے ساتھ اٹیچ ہوئی تھی۔۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی چھوٹی سی بات پر بھی وہ علیزے کو کھو دے۔

نہ جانتے ہوئے بھی وہ یہ بات جان چکا تھا۔۔کہ اس کی خانم نے اک تنہا زندگی گزاری ہے۔۔وہ اپنی عمر کی لڑکیوں جیسی نہیں ہے۔۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکی عمر کی لڑکیوں کے کونسے شوق ہوتے ہیں۔۔سائیکولوجیکل

طور علیزے بہت ڈسٹرب لڑکی تھی۔ جس کی وجہ سے سلطان نے پہلے یہ ہی کوشش کی تھی۔ کہ وہ اپنی خان کو ذہنی طور پر سکون دے۔

وہ خاموش رہ کر اسے سننے لگا تھا سمجھنے لگا تھا۔ کیونکہ اسے اپنی خانم سے عشق تھا۔۔اور اسکا عشق اسے اجازت نہیں دیتا تھا۔ کہ وہ علیزے خان کے اندر موجود خلاؤں کو پر نہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔۔۔یہ ہی وجہ تھی کہ اتنی محبت دینے کے باوجود بھی سلطان احمد خان اپنی خانم کو لڑنا نہیں سیکھا پایا تھا۔۔اور نہ ہی وہ چاہتا تھا کہ وہ لڑے کیونکہ وہ سلطان احمد خان کی خانم تھی۔ جو کوئین کی طرح بس اسکی حفاظت میں ہی اچھی لگتی تھی۔۔

پر آج سلطان سپاہی ہونے کا فرض نبھانے نبھاتے کیا علیزے کو کھونے والا تھا۔۔؟ کیا علیزے خود میں اٹھتی جنگ سے لڑ پائے گی۔۔؟

کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ علیزے کی جس مینٹلی کنڈیشن کو کوئی نہیں جانتا بذاتِ خود علیزے بھی نہیں واقف نہیں تھی۔

نامحسوس انداز میں سلطان اسکے سارے زخموں پر مرہم لگا رہا تھا۔۔پر کیا آج پرانے زخم پھر تازہ ہونے والے تھے۔۔؟ کیا آج علیزے پھر اسی اندھیرے اور خوف میں مبتلا ہونے والی تھی۔۔۔۔؟ کیا وہ پھر راتوں میں آٹھ کر چیختے ہوئے رونے والی تھی۔۔؟

علیزے کی اس کنڈیشن سے آغا جان اور دلاور خان بھی واقف تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ وہ سلطان کی غیر ذات میں شادی کے وہ مخلاف نہیں بنے تھے۔ اور پھر وہ دونوں ہی کوئی جابر قسم کے انسان نہیں تھے۔۔بلکہ وہ سلطان احمد خان کے عشق کے مرید بنے تھے۔۔علیزے کو ملنے اور دیکھنے کے بعد آغا جان اور دلاور خان کو اس چھوٹی سی لڑکی سے دلی لگاؤ جو محسوس ہوا تھا وہ

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لگاؤ میں محبت بدل گیا تھا۔ لیکن آج وہ سب ہی علیزے خان کی تکلیف سے بے خبر تھے۔۔

علیزے کے دل و دماغ پر جب پھر وہ ہی کیفیت طاری ہونے لگی تو علیزے نے چلانا شروع کر دیا تھا۔۔ علیزے کو چلاتے دیکھ شہروز ملک پہلے تو الجھن کا شکار ہوا لیکن پھر علیزے کی مسلسل چیخوں پر ناگواری سے وہ اسکے قریب جانے لگا تو علیزے اسے اپنے قریب آتے دیکھ کر ڈر کے مارے کانپتے ہوئے دیوار میں گھسنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

وہ اپنے بچپن کے ٹراما میں جا چکی تھی۔ اور کوئی بھی اسے اس ٹراما سے گزرنے سے نہیں بچا پایا تھا۔ ہم انسان سمجھتے ہیں کہ ظاہری زخم سب سے زیادہ تکلیف دیتے ہیں۔۔ لیکن کیا ہم انسانوں نے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ مینٹلی ٹراما کیا ہوتا ہے۔۔؟

وہ ٹراما جو انسان کے بچپن میں واقع ہو۔۔ میرا ماننا ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کو اچھا مستقبل نہیں اچھا بچپن دینے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ انسان کی زندگی کا سب سے اہم حصہ بچپن ہے۔۔ جب وہ دنیا میں آکر چیزوں سے آشنا ہوتا ہے۔ اور وہ شناسائی اسکے دل کو جکڑنا شروع کردے تو پھر۔۔۔؟

تو پھر ایسے کربناک درد خود بخود تاحیات اسکی زندگی کے ساتھ چلتے ہیں۔
ہمارے ملک میں مینٹل کنڈیشن کو اہمیت نہیں دی جاتی جبکہ انسان کی اچھی اور بری زندگی میں یہ چیز سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

علیزے کو چیختے دیکھ کر شہروز نے آگے بڑھتے ہوئے اس کے بالوں کو جکڑتے ہوئے، چہرہ اوپر اٹھا کر اک دم وہ پھنکارنے لگا تو علیزے سکڑتے دل کے ساتھ ہراساں نظروں سے اسے دیکھ گئی۔۔

کیوں چیخ رہی ہو تمہیں کیا لگتا ہے کہ ایسے چیخیں مار کر کیا تم اپنے شوہر کو بلالو گی۔۔۔ کیا مجھ سے بچ جاؤں گی ایسے۔۔۔

آنکھوں میں علیزے کے وجود کو مسل دینے کی خواہش سے وہ اک اک لفظ بولا تو علیزے ہوش میں آتی ہوئی چیختے ہوئے پوری قوت لگا کر اسے دور دھکیل گئی تھی۔۔ جس کی وجہ سے شہروز اچھا خاصا لڑکھڑا کا ٹیبل کے ساتھ جا ٹکرا تا تھا۔

دور ہو جاؤں مجھ سے گندے انسان مجھے تم سے نفرت ہے۔۔۔

وہ حلق کے بل چلاتے ہوئے اسے بتانا چاہ رہی تھی کہ وہ اس سے نفرت کرتی ہے۔ لیکن کیا مقابل کو اسکے اس جذبے سے فرق پڑتا تھا۔۔

تیری توسا..... میں تمہیں بتاتا ہوں کہ نفرت کیسے کرتے ہیں۔۔ علیزے

کی گندے انسان والی بات پر شہروز ملک نے پورے تیش سے اس کے قریب آکر علیزے کو تھپڑ مارا تو چٹاخ کی آواز پورے کمرے میں گونج اٹھی تھی۔

اتنے بھاری ہاتھ کا تھپڑ کھانے کی وجہ سے علیزے کے ہونٹ کا کنارہ جہاں پھٹ گیا تھا وہیں اسکے ناک سے بھی خون نکلنا شروع ہو گیا۔۔۔علیزے سانس روکے شہروز کو دیکھنے لگی جس نے پھر اسکے قریب آکے اسکے بالوں کو دبوچ کر اس نے اسے پر حاوی ہونے کیو کوشش کی تھی۔۔

وہاج جو دو گھنٹوں کی مسلسل رف ڈرائیونگ سے فارم ہاؤس پہنچا تھا۔ بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوا تو علیزے کی چیخوں پر اسکا دل سکڑنے لگا تھا۔ تیز رفتاری سے بھاگتے ہوئے آواز کی سمت میں وہ مطلوبہ کمرے کی طرف

بھاگتے ہوئے دروازہ کھول کر اک جست میں اندر داخل ہوا تو شہروز کو علیزے پر جھکے دیکھ اسکے اندر لاوا پھٹا تھا۔

تیزی سے شہروز تک پہنچ کر اسے علیزے سے پیچھے ہٹاتے ہوئے وہاج نے اسے بنا موقع دیے پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ جبکہ اس اچانک افتاد پر شہروز کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔

وہاج نے اسکا سر دیوار کے ساتھ دے مارا تھا۔ جبکہ وہ سر پر خون سوار کیے شہروز کو پیٹتے جا رہا تھا۔ وہیں اس دن والے شخص کو یہاں دیکھ کر علیزے سانس روکے پیچھے کھسکتی چلی گئی۔۔

جبکہ وہاج آج شہروز کو مار دینے کے در پر تھا۔ وہاج نے اسکے پیٹ میں ٹانگ ماری تو شہروز کے منہ سے خون کا پھوارا چھوٹ پڑا تھا اسی وقت وہ

ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے بے ہوش ہوتا چلا گیا۔۔

شہروز کے بے جان ہوتے جسم کو دیکھ کر وہاج کو علیزے کی گھٹی گھٹی سسکیاں نے ہوش دلایا تو وہ شہروز کو وہیں نیچے پھینک کر پھولی سانسوں میں اپنے لب کاٹنے لگا تھا۔۔۔

تیس سالہ وہ جواں مرد خود میں اتنی ہمت بھی نہیں جٹا پا رہا تھا۔۔ کہ مڑ کر اس صنف نازک کو اک نظر ہی دیکھ لے
۔کیونکہ اسکا دل گواہی دے رہا تھا۔۔اس حسین مورت کو اک نظر دیکھے گا تو وہ پتھر ہو جائے گا۔۔۔

علیزے کی گھٹی ہچکیاں چیخوں میں بدلنے لگیں تو وہاج اپنے اندر آنسو اتارتے ہوتے بیڈ پر بیٹھے ہوئے وجود کی جانب مڑ گیا تھا۔۔۔

علیزے پر نظر پڑتے ہی وہاج کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔۔ کیونکہ سامنے ہی وہ لٹی پٹی حالت میں گھٹنوں کو چہرے کے ساتھ جڑے مسلسل ہچکیاں بھر رہی تھی۔۔ اسکا سفید گاؤن بازو سے پھٹ چکا تھا۔۔ جبکہ سفید حجاب بھی زمین پر گرا ہوا تھا۔ گھنگریالے بال اس وقت اپنی بکھری حالت میں تھے۔۔ ناک سے خون نکلتے ہوئے مسلسل بیڈ شیٹ پر بہتا جا رہا تھا۔۔ جبکہ ہونٹ کا کنارہ بھی پھٹا ہوا تھا۔ بال ٹوٹے ہوئے سفید بیڈ شیٹ پر گرے ہوئے تھے۔ بازو پر واضح خراشوں کے نشان تھے۔۔

چہرے پر تھپڑوں کے نشان دیکھ کر وہاج کا دل کیا تھا کہ خود کو شوٹ کر لے۔۔ اسکا دل کہہ رہا تھا کہ آج پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے خود کو کوستا جائے۔ جو آج یہاں پہنچنے میں دیری کر چکا تھا۔۔ اس نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ کم از کم وقت میں یہاں پہنچ جائے لیکن فارم ہاوس شہر سے باہر

ہونے کی وجہ سے وہ بہت کوشش کر کے بھی دو گھنٹوں میں یہاں پہنچ پایا تھا۔۔

وہاج اپنے من من بھاری ہوتے قدموں کے ساتھ اسکے سامنے آیا تو علیزے ہچکیاں بھرتے پیچھے کو کھسکنے لگی تھی۔علیزے کو پیچھے کی جانب کھسکتے دیکھ وہاج نے اذیت سے اپنی ڈارک بلو آنکھیں میچ لی تھیں۔

وہ بھاری قدموں سے بیڈ کے قریب آکر زمین پر تھکے انداز گرتے ہوئے زمین پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا تو علیزے کی حالت دیکھ کر وہاج علی صدیقی اپنی پوری شخصیت سمیت آج صحیح معنوں میں ہار گیا تھا۔اسکی ڈارک بلو آنکھوں سے آنسو نکلنا شروع ہوئے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گیا تھا۔۔

وہاج علی صدیقی مزید خود پر مضبوط ہونے کا خول نہیں چڑھا پایا تھا۔ اتنے تھوڑے عرصے میں یک طرفہ محبت نے اسے نہیں تھکایا تھا جتنا آج وہ اس تھوڑے فاصلے کو طے کرتے ہوئے تھکن محسوس کر رہا تھا۔

پورے کمرے میں اس مرد کے رونے کی آواز گونجنے لگی تھی۔ جبکہ علیزے دم سادھے اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔۔ جو اسکے سامنے زمین پر بیٹھ کر رونے لگا تھا۔

علیزے کو اپنی جانب دیکھتے دیکھ کر وہاج نے زمین پر پڑے اسکے حجاب کو اٹھا کر اسکی طرف بڑھایا تو علیزے بھیگی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ گئی۔۔ جو اسکو دوبٹہ پکڑا رہا تھا۔۔

علیزے کو ڈرتے دیکھ کر وہاج نے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے اسے پھر دوبٹہ دینا چاہا کیونکہ وہ اسے بے پردہ اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ آج

تک اس کے پر نور چہرے کو حجاب کے حالے میں ہی دیکھتا آیا تھا۔۔ لیکن اج اس حالت میں دیکھ کر اسکا دل کٹ رہا تھا۔

اس کا دل اس وقت خون کے آنسو رو رہا تھا۔ علیزے نے ہمت کرتے ہوئے قریب آ بیڈ سے نیچے ٹانگیں لٹکا کر اس سے دو بٹہ پکڑا تو وہاج اسکی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے زمین پر پیچھے کی جانب کھسک گیا تھا۔ وہ اس خوشبو کا بھی حق دار نہیں تھا۔ نجانے اسکا حق دار آ کر اسکی ایسی حالت دیکھ کر کیا قہر ڈھا دیتا۔۔۔ کیونکہ وہاج علی، سلطان احمد کے جنون سے اسی دن واقف ہو گیا تھا۔ جس دن وہ روڈ پر پورے شہر کے سامنے جھکتے ہوئے اسکے پیروں کو اپنے گھٹنے پر رکھ کر صاف کر رہا تھا اور پھر جھک کر اسکے پیروں کو دباتے ہوئے اسے نارمل کرنے کی کوشش میں اسکے پیروں کو چوم بھی گیا تھا۔ وہاج علی نے بہت غور سے یہ منظر دیکھا تھا۔

علیزے نے اسکے ہاتھ سے دوبٹہ پکڑ کر سر پر رکھا تو وہاج اسے صحیح سے دوبٹہ اوڑھنے کا اشارہ کرنے لگا۔ لیکن علیزے ہوش میں نہیں تھی۔اسی لئے شاید وہ اسکی بات کو سمجھ بھی نہیں پا رہی تھی۔وہ دم سادھے بس اسکو دیکھے جا رہی تھی۔۔جو ڈارک بلو آنکھوں میں آنسوں کی لہر سمائے زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔

میرے خان کی آنکھیں بھی ایسے ہی نیلی ہیں۔۔۔

علیزے اسکی ڈارک بلو آنکھوں کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے اسے بتانے لگی تو وہاج جہاں اسکے لفظوں پر ساکت ہوا تھا۔وہیں اسے اپنی آنکھوں میں سلطان کی آنکھوں کا عکس ڈھونڈنے دیکھ کر وہ آسودگی سے مسکرا دیا۔۔۔شاید اتنے وقت سے وہ اسکی آنکھوں کا موازنہ سلطان سے کر رہی تھی۔

علیزے کی بات پر سر کو جنبش دیتے ہوئے زرا سا اٹھ کر وہاج نے بنا اسے ٹچ کیے اسکا دوبٹا صحیح سے اوڑھاتے ہوئے اسکے بال چھپائے دیے تھے۔ بے شک اسکا حسن عام نہیں تھا۔۔ لیکن وہاج کا دل اسے اجازت نہیں دے رہا تھا کہ وہ اسکو اک نظر اٹھا کر بھی دیکھ لے۔۔۔ وہ سب سے زیادہ قابلِ احترام تھی۔

اسے دوبٹہ اوڑھا کر وہ دوبارہ زمین پر اسکے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

آپ کیوں رو رہے ہیں۔۔

وہاج جس کی نظر اچانک علیزے کے ٹوٹے ہوئے جوتے کی طرف پڑی تھی۔ اسکی سینڈل کو دیکھ کر وہاج کی آنکھوں سے آنسوں پھر بہنے لگے تھے۔ مرد روتے ہیں لیکن صرف اس محبت میں روتے ہیں جو محبت انکے ہر جذبے پر حاوی ہونے لگے۔ جس عورت کی محبت مرد کی آنا پر حاوی ہو

جائے مرد اس محبت میں رونے میں شرم محسوس نہیں کرتے بلکل اسی طرح جیسے آج وہ بزنس کی دنیا کا بادشاہ اور ڈارک ورلڈ کا ڈون اس وقت سامنے بیٹھی عورت کی محبت میں روئے جارہا تھا۔

میرا دل مجھے رولا رہا ہے بس۔۔۔

وہاج نے آنکھیں جھکاتے ہوئے اسے بھاری آواز میں جواب دیا تھا۔۔۔

لیکن علیزے نے اسکا جواب نہیں سنا تھا۔۔

میرے خان کے بال تو گولڈن ہیں۔انکی آنکھیں آپکی طرح نیلی ہیں پر انکی آنکھوں کا رنگ آپ جیسا ڈارک نہیں ہے وہ بہت الگ ہے۔۔۔

علیزے پھر اسکا جائزہ لیتے ہوئے بتانے لگی تو وہاج علی اسکی بات پر نم آنکھوں سے مسکرا دیا تھا۔اسکے لئے اتنا ہی کافی تھا۔۔کہ وہ اسے دیکھنا گوارہ کر رہی ہے۔۔بے شک وہ تو یہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔

وہاج نے اپنی پینٹ کی جیب سے رومال نکال کر اسے پکڑاتے ہوئے ناک سے بہنے والا خون صاف کرنے کا اشارہ کیا تو علیزے نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگ۔ علیزے کے قریب آنے پر وہاج نے اسکے چہرے پر تھپڑوں کے نہیں بلکہ کئی اور نشان بھی دیکھے تھے۔۔ شاید اسی وجہ سے اسکے ناک کا خون مسلسل بہتا جا رہا تھا۔

علیزے کے نا سمجھی کے تاثرات دیکھ کر وہاج کو گمان ہوا تھا کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہے۔ وہاج نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکا خون اپنے رومال سے صاف کرنا چاہا تو علیزے اک دم سے اپنا چہرہ پیچھے کر گئی۔۔

میرے خان آکر خود صاف کر لیں گئے۔۔ علیزے نے کھوئے ہوئے انداز میں اسے روکتے ہوئے بتایا تو وہاج اسکے لفظوں پر ساکت ہو گیا تھا۔ وہ اپنے

حواس میں نہ ہو کر بھی اس شخص کو یاد رکھے ہوئے تھی وہاج نے بے اختیار اپنے سفید رومال کو دیکھا جہاں زرا سا اسکا خون لگ گیا تھا۔۔ وہاج نے اسکی بات مان کر اس رومال کو اپنی پاکٹ میں محفوظ کر لیا تھا۔۔

جبکہ سلطان کو پھر یاد کرتے ہوئے علیزے رونا شروع ہو گئی تھی۔۔۔
خان کیوں نہیں آرہے ہیں، اس نے مجھے پھر گندہ کرنا چاہا تھا۔۔ وہ آخر کب آئے گئے اور اسے ماریں گئے۔۔۔

علیزے اپنے بال نوچتے ہوئے ہذیانی کیفیت میں بولنا شروع ہوئی تو پھر چینخیں مارنے لگی تھی۔ جبکہ وہاج اسکی چینخیں سن کر کرب سے ہاتھوں کو مٹھیوں میں بھینچ کر دل میں اٹھتے ہوئے درد پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔۔

علیزے۔۔۔۔

وہاج نے اسے چلاتے دیکھ کر کرب سے پکارا تو علیزے یک دم چلانا بھول کر اسکی پکار پر متوجہ ہو گئی۔ علیزے خان اسکی پکار پر نہیں بلکہ اس پکار کی تکلیف پر تھم کر اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔۔

کیا اپکو بھی یہاں پر تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔

علیزے نے گالوں پر بہتے ہوئے آنسوں سے دل ہر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہاج بے اختیار اپنی سرخ نم آنکھوں سے اقرار کرنے لگا تھا کہ ہاں اسے بھی دل میں تکلیف ہو رہی تھی۔

کچھ کہنا چاہتا ہوں، شاید اپکو میری سمجھ نہ آئے پر میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس تکلیف کے لمحات میں اپکو اک دفعہ بتا دوں شاید تکلیف سے چھٹکارا ملنے والا ہے یہاں تکلیف کم ہونے والی ہے۔ میں اس بارے میں نہیں جانتا ہوں پر

میں پھر بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں اپکو چاہتا ہوں پر باخدا آپ سے اپکو کبھی نہیں چاہا۔۔۔۔

وہاج نے آنکھوں میں تکلیف کی رمک لیے اسے دیکھا جو بہت غور سے اسے سن رہی تھی۔۔ لیکن وہ شاید سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ وہ ہوش و حواس بھلائے بس سلطان احمد خان کو پکار رہی تھی۔

اسی لئے تو وہاج اس کے سامنے اقرار کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اسکا دل محبوب کے سامنے محبت کا اقرار نہ کرنے کی حسرت میں مبتلا ہوتے اس تاحیات تنگ نہ کرے۔۔ اور علیزے بھی ہوش میں آکر اسے بھول جائے۔۔

آپ بہت اچھی ہیں، پر آپ مجھ جیسے کے لئے نہیں ہے۔۔
اپکو پتہ ہے میں نے اپکو جب پہلی بار دیکھا تھا۔ تب کتنے ہی دن بے چین

رہنے لگا تھا۔اس بے چینی پر آپ پر غصہ آنے لگتا تھا کیونکہ اک انجان لڑکی میرا سکون تباہ کر رہی تھی۔پر جب میں نے اپکو دوسری دفعہ یونیورسٹی میں دیکھا تو اتنے دل کی بے سکونی میٹھی سی لگنے لگی تھی۔میں تب

باخدا میں تو ابھی تک اسی احساس میں فخر سے جی رہا تھا۔۔کہ میری محبت کی عزت میرے عشق سے مہنگی ہے۔۔پر آج مجھ سے وہ فخر بھی چھین لیا گیا ہے خدارا۔۔مجھے مار دیں علیزے ورنہ یہ احساس مجھے مار دے گا۔۔یہ غم مجھے اندر سے کھوکھلا کر رہا ہے۔۔خدارا مجھے مار کر سزا دے کر سکون بخش دیں۔۔۔

وہ مغرور شخص اسکے ٹوٹے جوتے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔۔۔لیکن اسکی تکلیف تو بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

وہاج کو سر جھکا کر روتے ہوئے دیکھ کر علیزے کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہنے لگے تھے۔ شاید یہ آنسو سامنے بیٹھے شخص کی تکلیف پر بہہ رہے تھے۔۔ لیکن وہ اسکے لفظوں کو سمجھنے سے قاصر تھی۔۔

وہاج سر جھکا کر روتے ہوئے مزید کہنے لگا تھا۔۔۔

اپکو پتہ ہے میں آخری بار صرف بابا کے مرنے پر ایسے رویا تھا۔ پر تب تو اکیلے رہ جانے کا غم ستائے جا رہا تھا۔ پر آج کیوں اتنی تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔۔۔ کیا میری تکلیف کم ہو سکتی ہے۔۔۔

وہاج نے بھیگی سرخ آنکھیں اٹھا کر اسے اک آس سے پوچھا تو علیزے بے اختیار ہاں میں سر ہلانے لگی۔۔۔

آپ اچھے ہیں۔۔۔

اسکی ساری باتوں پر نجانے کیا سوچ کر وہ بھیگے لہجے میں اسے بتا رہی تھی۔۔کہ وہ اسے اچھا سمجھ رہی ہے۔۔وہاج اسکے چند لفظوں پر حیران ہوتے نفی میں سر ہلا گیا۔۔۔

میں اچھا نہیں ہوں۔۔۔

وہ مسلسل آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوں سے بھیگے لہجے میں اسکی بات کی نفی کر گیا۔۔جبکہ علیزے اسکے انکار پر ہاتھ کی ہتھیلی سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تھی۔

پھر آپ اچھا بن جائیں نہ۔۔۔۔

علیزے پاؤں کی مدد سے وہاج کے قریب سے اپنا جوتا دور ہٹاتے ہوئے اسے اچھا بننے کا کہہ رہی تھی۔وہاج اسکو دم سادھے دیکھ گیا جو اپنے زخمی پاؤں کی مدد سے جوتا دور کرنے کی کوشش میں تھی۔۔

وہاج کو اپنے جوتے کی طرف دیکھنے پر علیزے نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے منع کرنا چاہا تھا۔ وہ اسکا تھوڑی دیر پہلے اپنے جوتے پر سر رکھ کر رونے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ شاید اسے وہاج کا اپنے جوتے کو چھونے والا عمل پسند نہیں آیا تھا۔

علیزے کے منع کرنے پر وہاج سٹل ہوتے اسے دیکھتے چلا گیا۔۔۔۔

علیزے اچھا کیسے بنا جاتا ہے۔۔۔ وہاج نے کھوئے ہوئے انداز میں اسے اچھا بننے کا طریقہ پوچھا تو علیزے روتے ہوئے مسکرا دی تھی۔۔

میرے خان سے دوستی کر لیں وہ آپکو اچھا بنا دیں گئے۔۔ میرے بھیا لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔۔

بے اختیار وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے خوشی سے مشورہ دیتے

ہوئے بولی تو وہاج اسکی بات پر آسودگی سے مسکراتے ہوئے سلطان پر فخر کرنے لگا تھا۔ جس کے پاس اتنی انمول عورت تھی۔

جو ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر بھی اسے یاد رکھے ہوئے تھی۔۔ یہاں تک کے اسکی ہر بات سلطان احمد خان سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو رہی تھی۔

ڈارک بلو آنکھیں مسلسل رونے کے باعث انتہائی سرخ ہو چکی تھیں۔ جبکہ ڈارک براؤن بال الجھے ہوئے ماتھے پر بکھرے پڑے تھے۔ شکن زدہ آفس ڈریس میں وہ اسکے سامنے زمین پر ابھی تک بیٹھا ہوا تھا۔ آفس سے آ کر وہ بنا چینج کیے چیئر پر بیٹھ کر خیالوں میں گم ہو گیا تھا۔ جبکہ ہوش تو اسے منہاج کی کال پر آیا تھا۔ جو کہ یہاں سے بھاگ چکا تھا۔ باہر ہر طرف شہروز اور منہاج کے آدمی پھیلے ہوئے تھے۔ چونکہ انکے آدمی وہاج سے واقف تھے۔۔ اسی لئے وہ بنا کسی رکاوٹ کے اندر آ گیا تھا۔۔۔

باہر آچانک فائرنگ کی آواز گونجی تو وہاج گولیوں کی آواز سن کر مسکرا دیا۔۔وہ جان چکا تھا کہ آنے والے آچکے ہیں۔

خان آگئے ہیں۔۔۔علیزے اپنی دل کی پکار پر تیزی سے زمین پر پاؤں رکھتے ہوئے اک دم سے کھڑی ہوئی۔تو زمین پر بکھرے کانچ کے ٹکڑے اسکے پاؤں میں چب گئے۔وہاج نے جلدی سے اسکے دوسرے پاؤں کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ دیا تاکہ اسکا دوسرا پاؤں زخمی نہ ہو جائے جبکہ علیزے جو کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک سے اپنے پیٹ میں ناقابل برداشت درد محسوس ہوا تو پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسکا جسم اک دم سے ٹھنڈا پڑا تھا۔۔

میرا بچہ۔۔۔
کچھ کھو جانے کے خوف سے وہ وہاج کی طرف بے یقینی سی بولی۔۔۔تو وہاج

علیزے کو اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے دیکھ کر اک دفعہ پھر پوری ہستی سمیت مٹی کا ڈھیر ہونے ہو گیا تھا۔

وہ پریگننٹ تھی کیا۔۔۔وہاج نے اذیت کی انتہا پر خود سے پوچھنا چاہا تو اسکا دل کیا منہاج کو اپنے ہاتھوں سے شوٹ کر دے۔۔۔وہ اس حال میں صرف اسکی وجہ سے پہنچی تھی۔اس نئے انکشاف پر وہاج کا دل اسے کچوکے لگانے لگا تھا۔۔

لیکن علیزے اسے دہری تکلیف میں مبتلا کر کے چکراتے سر کے ساتھ اچانک حواس سے بیگانہ ہوتی گرنے لگی تو وہاج تیزی سے اسے تھام کر بیڈ پر لٹا کر اس سے دور ہٹ گیا تھا۔۔۔

علیزے کو لٹاتے ہی وہ بے بسی سے پاس پڑے شیشے کے ٹیبل پر ہاتھ مارتے

ہوئے اپنے بازو کو زخمی کر گیا تھا۔۔
اسکو بے ہوش ہوتے دیکھ کر اسکی آنکھوں سے آنسوں نکل کر ٹوٹتے ہوئے فرش پر لگے اسکے خون کے دھبوں پر گرے تو وہاج اسکی تکلیف محسوس کرتے پھر چلا اٹھا۔۔۔

شہروز جب علیزے پر حاوی ہونے کی کوشش میں اسے زخمی کر رہا تھا تب وہ ہوش سنبھال کر کمزور ہوتے ہوئے بھی شہروز سے لڑتی رہی تھی۔ لیکن اب اپنے محافظوں کو آتے دیکھ کر وہ سکون سے آنکھیں موند کر ان سب کو تکلیف میں مبتلا کرنے والی تھی۔ کیونکہ سب ہی جانتے تھے۔ کہ وہ چاروں اپنی فیملی اور خود سے جڑے ہوئے لوگوں کے لئے کتنے جنونی تھے۔

اور یہاں خالی صرف سلطان احمد خان کے جنون کی بات نہیں تھی۔ بلکہ اسکے باقی تین بپھرے شیر بھی تھے۔ جو باہر طوفان مچاتے ہوئے اندر آ

رہے تھے۔

وہاج اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندے کھڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ ناک سے نکلنے والے سرخ مادے سے وہ بے خبر نظر آرہا تھا۔ شاید وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ کہ اسکی تکلیف کم ہونے والی ہے۔ اسکا دل تکلیف برداشت نہ کرتے ہوئے اسکے دماغ کو کمزور بنا رہا تھا۔ لیکن وہ لاپرواہ بنا سامنے بیڈ پر بے ہوش عورت کے غم میں مبتلا ہو چکا تھا۔۔

ماتھے پر رومال باندھے وہ اس بڑے سے فارم ہاؤس کے ہر کمرے کو چیک کر رہا تھا۔ اسے کسی بھی طرح وہ مطلوبہ انسان چاہیئے تھا۔ لیکن اسے لگ رہا

تھا کہ وہ بھاگ چکا ہے۔

دو آدمیوں نے علی پر حملہ کرنا چاہا تو وہ سیدھا انکے دل پر فائر کرتے ان پر پیر رکھ کر آگے بڑھنے لگا۔

جبکہ مصطفیٰ جو پلر کے پیچھے چھپ کر فائر کر رہا تھا۔ کہ اچانک اک آدمی نے پیچھے سے اس پر وار کرنا چاہا تو پیچھے کھڑے شخص سے بے دردی سے اسکی پشت میں خنجر گھونپ دیا تھا۔ مصطفیٰ چونکتے ہوئے مڑا تھا۔ جہاں سر پر پٹی باندھے وہ نیلی آنکھوں میں وحشت لیے نیچے گرے انسان کو تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔

دھیان سے مصطفیٰ۔۔

سلطان اسے خود کا خیال رکھنے کی ہدایت دے کر آگے بڑھ گیا تو مصطفیٰ بے بسی سے اپنے جگر کو دیکھنے لگا تھا۔ جو اس وقت شکستہ حالت میں نظر آ رہا

تھا۔

جس وقت اس دہشت گرد نے سلطان پر فائر کیا تھا۔اک ٹیچر نے بھاگ کر سلطان کو وہاں سے ہٹانا چاہا تھا۔ یہ وہ ہی ٹیچر تھا۔ جس نے سلطان کو کاریڈور میں کھڑے دیکھ لیا تھا۔ چونکہ وہ اس وقت گراؤنڈ میں کھڑا تھا۔ اسی لئے وہ چھت پر کھڑے دہشتگرد کو سلطان کا نشانہ لیتے ہوئے بھی دیکھ چکا تھا۔

جب اس ٹیچر نے بھاگ کر سلطان کو پیچھے ہٹایا تو جس آگ کے گولے نے اسکے دل کو چیڑ دینا تھا وہ اسکے مڑنے کی وجہ سے کندھے میں پیوست ہو گیا۔ جبکہ دھکا دینے کی وجہ سے سلطان پیچھے کی طرف زمین پر گرا تھا۔ جس کی وجہ سے اسکے سر پر شدید چوٹ آئی تھی۔

ان تینوں نے بیک وقت اپنی گنز سے فائر کرتے ہوئے اوپر کھڑے انسان کو بھون ڈالا تھا۔ سلطان کو گولی لگتے دیکھ کر نعمان خان تڑپتے ہوئے اپنے چھوٹے خان کی طرف بھاگا تھا۔۔

سر میں شدید چوٹ لگنے کی وجہ سے سلطان اسی وقت بے ہوش ہو چکا تھا۔ گراؤنڈ میں صحیح معنوں میں موت جیسا سماں اس وقت اجاگر ہوا تھا جب وہ تینوں اندھا دھند اس انسان پر فائر کرتے جا رہے تھے پوری یونیورسٹی میں فائرنگ کے شور نے کسی کا رنگ اڑا دیا تھا۔

سلطان کی نیلی آنکھوں کو بند دیکھ کر ان سب کے دل تڑپ گئے تھے۔۔ جبکہ وہ تینوں تو پاگل ہوتے ہوئے اسکے بے ہوش وجود کو اٹھا گئے۔

خان نہیں کرو پلیز نہیں، ہم مر جائیں گئے یار۔۔ پلیز آنکھیں کھولو ابھی خانم بھابھی کو بھی لے کر آنا ہے نا ہم نے۔۔۔

ضرار نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے اٹھانا چاہا تھا۔ جبکہ میرال اور بیہ بھاگتے ہوئے کیفے میں قید منیزے، ایرہ اور مشعل کو لینے چلی گئیں تھیں۔ مہناج جب کیفے سے علیزے کو ساتھ لے کر گیا تھا۔ تو جاتے ہوئے ان تینوں کو وہیں رسیوں سے باندھ گیا تھا۔۔

وہ منیزے کو بھی ساتھ لے کر جانا چاہتا تھا۔ لیکن ایسے اسکا بنا بنایا کام خراب ہو جاتا اسی لئے دل پر پتھر رکھتے ہوئے وہ منیزے کو چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔

ہم نے کہا تھا کہ ہم دو کو جانے دو، ہم اب تک خانم بھابھی کو واپس لے بھی آتے پر تم نے ہماری اک بات بھی نہیں مانی تھی۔۔ الٹا ہمیں اپنی قسم سے باندھ دیا۔۔

عیس اسے مکہ مارتے ہوئے تکلیف سے چیخ پڑا تھا۔علیزے کے اغوا ہونے کی خبر تو وہ پہلے ہی جان چکے تھے۔ان تینوں نے بارہاں سلطان کو منانے کی کوشش کی تھی کہ وہ علیزے کو لینے کے لیے چلا جائے وہ تینوں مل کر مشن سنبھال لیں گئے۔۔پر سلطان نے ضبط کرتے ہوئے ان سب کی بات رد کر دی تھی۔کہ پہلے وہ اک ساتھ ڈیوٹی کا فرض نبھائے گئے۔اسکے بعد ہی وہ کوئی دوسرا فرض پورا کر سکے گا۔۔

میں اس سالے کو چھوڑوں گا نہیں ہمیشہ ہم پر رعب جھاڑ کر ہمارے دلوں کے ساتھ کھیل جاتا ہے یہ۔۔۔

سنی بھی اسے اٹھاتے ہوئے اذیت سے بول اٹھا تھا۔۔

میں بلکل آپ سے بات نہیں کروں گا چھوٹے خان۔۔

نعمان خان نے بھی بھیگے لہجے میں ناراضگی کا اظہار کرتے ہوتے آگے بڑھ کر سلطان کو خود کندھے پر اٹھالیا تھا۔

وہ بنا انکی سنے سلطان کو لیے گاڑی کی طرف بھاگتا چلا گیا۔۔اسے جلد از جلد ہاسپیٹل پہنچنا تھا۔۔

جبکہ لڑکیاں سلطان کو گولی لگنے کا سن کر رونے لگیں تھیں۔ہیڈ کوارٹر میں فائنل رپورٹ دے کر وہ تینوں اپنے یار کے پیچھے بھاگے تھے۔۔باقی کا کام اب پولیس کا تھا۔۔

علیزے جب اغوا ہوئی تو دن کے دس بجے کا وقت تھا۔ مشن پورا کرتے ہوئے ان کا آدھا دن گزر گیا تھا جبکہ شام ڈھلے تک وہ سلطان کے ساتھ ہاسپیٹل میں جبر کیے اسکے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے رہے۔وہ سلطان کی قسم کے آگے بے بس تھے۔سلطان احمد خان نے سختی سے منع کیا تھا۔ کہ وہ اپنی خانم کو خود لے کر آئے گا۔ان میں سے کوئی بھی بنا سلطان کے علیزے کے پیچھے نہیں جا سکتا۔۔

خداخدا کرتے سلطان کو رات سات بجے ہوش آیا تو ہوش میں آتے ہی بنا زخموں کی پرواہ وہ خانم کے لئے ہاسپٹل سے نکل آیا تھا۔ جبکہ وہ تینوں بھی اسکے ساتھ تھے۔ نعمان، میرال اور بیہ ہیڈ کوارٹر میں فائنل رپورٹ دینے میں اپنا فرض پورا کر رہے تھے۔

سفید شرٹ اور بلیک پینٹ میں کندھے پر گولی کا زخم لیے وہ منہاج اور شہروز کے آدمیوں کو ختم کرتا جا رہا تھا۔ اس وقت اسکے ذہن پر خون سوار تھا۔ جبکہ یہ غم اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔۔ کہ وہ اس فرض میں دیری کر چکا ہے۔۔ وہ اپنی خانم کے حق میں لاپرواہی برت چکا ہے۔

اس تکلیف پر وہ ہونٹ بھینچ کر جب اندر داخل ہوا تو سلطان احمد خان کے قدم بے اختیار لڑکھڑانے لگے تھے۔اپنے خان کو لڑکھڑاتے دیکھ کر ضرار جلدی سے اسے تھام گیا۔۔۔

ضرار کو سہارا دیتے دیکھ کر سلطان نے سرخ وحشت زدہ نیلی آنکھوں سے اسے دیکھا تو ضرار اسکی تکلیف کو محسوس کرتا نفی میں سر ہلا گیا۔۔

شاید وہ اسے حوصلہ دینا چاہ رہا تھا۔لیکن سلطان اسے کیسے بتاتا کہ آج وہ سارے حوصلے ہارتا ہوا محسوس کر رہا ہے۔۔۔

وہ راتوں کو پھر تکلیف سے اٹھ جایا کریں گئیں کیا۔۔۔

سلطان نے ضرار کو دیکھتے ہوئے جس انداز میں پوچھا تھا۔۔ضرار اسکی اذیت پر ہونٹ کاٹتے ہوئے بے اختیار اسے گلے لگا گیا۔۔جبکہ اسکی سرمئی آنکھوں سے آنسو نکل کر سلطان کی سفید شرٹ میں جذب ہونے لگے۔

عیس اور سنی سختی سے ہونٹوں کو پیوست کئے سلطان کو دیکھ کر اپنی نم ہوتی آنکھیں چھپا رہے تھے۔۔

سلطان ضرار سے اک جھٹکے میں دور ہو کر علیزے کے کمرے کی طرف بڑھا تو وہ سب بھی اسکی تقلید میں بڑھ گئے۔
مطلوبہ کمرے کے سامنے آکر سلطان نے گہری سانس لیتے ہوئے خود پر قابو کیا۔۔خود میں ہمت پیدا کرتے ہوتے سلطان نے دروازہ کو دھکیلنا چاہا لیکن اسکا دل ڈر رہا تھا پتہ نہیں اسکی خانم دیر سے آنے پر کیا ری ایکٹ کرے۔۔

سلطان نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے اک جھٹکے میں دروازہ کھولا تو سب سے پہلے فرش پر بکھری ہوئی چیزوں نے اسکا استقبال کیا تھا۔

پورے کمرے میں نظریں دہراتے ہوئے سلطان نے بیڈ پر اسے بے ہوش دیکھا جبکہ اسی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہاج بھی آنکھیں بند کیے کھڑا تھا۔۔

سلطان اک جست میں علیزے تک پہنچا تو اسکے چہرے پر زخموں کے نشان دیکھ کر اسکا دل کٹ گیا۔۔۔
تب سے جتائی ہوئی ہمت اک دم میں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تو آنکھوں سے آنسو بھی رواں ہوتے چلے گئے۔۔

جبکہ وہ تینوں تو علیزے کے زخموں پر بے یقینی سے اک دوسرے کو دیکھ گئے تھے۔۔

شہروز کہاں ہے۔۔۔

سنی نے سپاٹ لہجے میں وہاج کے سامنے کھڑے ہوتے پوچھا تو وہاج کی ان سب کے پیچھے نظریں اٹھیں جس پر وہ تینوں مڑ کر زمین پر گرے ہوئے شہروز کی طرف تیزی سے بڑھے تھے۔۔سب سے پہلے سنان نے گن سے شہروز کے ہاتھ کی ہتھیلی میں فائر کیا تو بے ہوشی میں شہروز کے وجود کو جھٹکا لگا۔۔

خان خانم بھابھی کو لے کر جاؤ تم۔۔

ضرار نے اسے ہوش دلانا چاہی تو علیزے کے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے ہوئے بے سلطان جو بے آواز رو رہا تھا۔۔ضرار کے مخاطب کرنے پر علیزے کے وجود کو اٹھاتے ہوئے باہر کی جانب بڑھنے سے پہلے وہاج کو اک نظر دیکھنے لگا۔۔

جبکہ وہاج، سلطان کے خود کی طرف دیکھنے پر اپنی سرخ نظریں چرا گیا تھا۔

سلطان کے وہاں سے نکلتے ہی وہ تینوں شہر وزپر ٹوٹ پڑے تھے۔

سلطان علیزے کو کلثوم بیگم کے کلینک پر لے کر آیا تو کلینک پر پورا خاندان جمع ہو گیا۔۔دانیال خان اور دریاب خان جو کہ واپس جا چکے تھے.

سلطان پر حملے اور علیزے کے اغوا ہونے کا سن کر وہ دوڑتے ہوئے چلے آئے تھے۔

کمرے کے باہر سلطان دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔سلطان کی حالت دیکھتے ہوئے دلاور خان نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا تو وہ انکے سینے سے لگتے ہی رو پڑا۔۔۔

خان کیا کر رہے ہیں آپ، مضبوط بنے یار۔۔۔

سلطان کے رونے پر دلاور خان نے اپنے جواں بیٹے کو مشکل سے سنبھالتے ہوئے شدت سے خود میں بھینچا۔۔۔ مرد کی پسندیدہ عورت مرد کو جو چاہے بنا سکتی ہے۔۔ جیسے ابھی علیزے نے اپنی تکلیف سے سلطان احمد خان جیسے مضبوط مرد کو کمزور کر دیا ہوا تھا۔۔

بابا میں انہیں کیا جواب دوں گا کہ میں انکی حفاظت کیوں نہیں کر پایا۔۔۔ سلطان نے اذیت سے پوچھا تو اسکی تکلیف پر سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

اسی وقت ڈاکٹر کلثوم روم سے باہر نکل کر آئیں تو سلطان کو تکلیف میں دیکھ کر سب سے پہلے اسکی طرف آئیں تھیں سب کی سوالیہ نظریں ان پر ٹکی ہوئی تھیں۔

She is absolutely fine with her pregnancy Khan...

کلثوم بیگم نے سلطان کا ماتھا چوم کر اسے خوشخبری دی تو سلطان بے یقین ہوتے انہیں دیکھ گیا۔۔

علیزے بلکل ٹھیک ہے۔بس کچھ ظاہری زخم ہیں۔جو شاید تم وقت سے پہلے خود ٹھیک کر دو گئے۔وہ تمہاری امانت تھی سلطان۔اگر تم نے پہلے قوم کے فرض کو اول ترجیح دی تھی۔۔تو خدا نے بھی تمہیں تمہاری امانت صحیح سلامت واپس پہنچا دی ہے۔اس نے تمہیں مایوس نہیں ہونے دیا میری جان۔۔۔خدا نے تمہیں تمہاری بیوی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونے دیا۔۔اب ہمت کرو کیونکہ اب تمہیں اسے سنبھالنا ہے۔۔

وہ شاہستہ انداز میں محبت سے اک اک لفظ بول رہیں تھیں۔۔انکا ہر لفظ

سلطان کو اک نئی زندگی جیسا محسوس ہو رہا تھا۔۔

کمرے سے علیزے کی پکار سنتے ہوئے کلثوم بیگم نے مسکراتے ہوئے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ بھیگی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے علیزے کے کمرے میں چلا گیا۔ جبکہ اسی وقت وہ تینوں بھی کلینک میں داخل ہوئے تھے۔

وہاج علی کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔اسے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروا کے وہ تب تک وہاں سے نہیں نکلے تھے۔جب تک ڈاکٹر نے اسے کے خطرے سے باہر ہونے کا نہیں بتایا تھا۔وہ اسکے شکر گزار تھے۔ جس کو خدا نے وسیلہ بنا کر انکی عزت کی حفاظت کے لیے بھیج دیا تھا۔وہ جانتے تھے کہ علیزے کی کڈنیپنگ میں وہاج کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ جبکہ وہاج اندر ہی اندر اس شرمندگی میں گرتا خود کو تکلیف کی آخری حد پر پہنچا گیا تھا۔

سلطان نے کمرے کے اندر داخل ہوا تو بیڈ پر علیزے چہرہ موڑ کر لیٹی ہوئی تھی۔ پاؤں پر اس وقت بینڈج کی گئی تھی۔ جبکہ اک ہاتھ پر کینولہ لگا ہوا تھا۔۔

علیزے نے دروازہ بند کرنے کی آواز پر چہرہ موڑ کر اندر آنے والے کو دیکھنا چاہا تو سلطان کو دیکھتے ہی اسکی آنکھیں پھر آنسو سے بھر گئیں۔ جبکہ سلطان کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ یہ چند گھنٹے ان پر بہت لمبی مسافت بن کے گزرے تھے۔

علیزے نے ہمیشہ کی طرح بازو کھول کر سلطان کو قریب آنے کا اشارہ کیا تو سلطان تیزی سے قریب آکر اسے سینے سے لگا گیا تھا۔ اس ملن پر دونوں

کے دل دھڑکنا شروع ہوئے تو انکی آواز پر سلطان شدت سے اسے خود میں بھینچنے لگا۔۔ جبکہ علیزے اسکا لمس محسوس کرتے ہی اپنی ہچکیاں دبانے لگی تھی۔۔ سلطان اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھام کر اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھ گیا۔۔ جس پر علیزے نے اپنی آنکھیں میچ لیں تھیں۔

وہ پھر اسکے سینے سے لگی تو سلطان اسے مضبوطی سے خود میں بھینچتے ہوئے اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھنے کی کوشش کرنے لگا۔

کافی دیر تک اک دوسرے کو محسوس کرنے کے بعد جب انکے دل کو کچھ سکون حاصل ہوا تو سلطان اسکے سر ہونٹ رکھتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں نہ۔۔

علیزے کی ناک سے ناک ملاتے ہوئے سلطان نے بھاری آواز میں پوچھا تو علیزے نے اسکے ہاتھوں کو تھماتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا تھا۔

اتنی تکلیف اٹھانے کے لئے معاف کر دیں اپنے خان کو، میں وقت پر آپ کے پاس نہیں آ پایا نا۔۔۔

سلطان نے اسکی آنکھوں پر اپنے سلگتے ہوئے ہونٹ رکھ کر ضبط سے کہا تو علیزے اسکی آنکھوں کو پھر بھیگتے دیکھ کر اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے رونے سے باز کرنے لگی۔۔۔

اگر اپکو چوٹ نہ لگتی تو بہت جلد آپ میرے پاس پہنچ گئے ہوتے۔۔پر مجھے اتنا ضرور یقین تھا کہ آپ آئیں گئے اور آپ آ بھی گئے تھے۔۔میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔۔۔

علیزے سلطان کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے پر اعتماد لہجے میں بولی تو سلطان سٹل ہوتے اسکے لہجے کی پختگی کو دیکھنے لگا۔۔۔

اپکو کیسے پتہ ہے کہ مجھے چوٹ لگی ہے۔۔۔
سلطان نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تھا۔۔وہ حیران ہوا تھا کہ وہ کیسے اسکی چوٹ کے بارے میں جانتی ہے۔۔

پتہ نہیں، لیکن اک دم سے دل میں بہت درد اٹھنے لگا تھا۔۔اس تکلیف کی شدت پر مجھے محسوس ہوا۔ کہ میرے خان اس وقت تکلیف میں ہیں۔اور دیکھیں نہ آپ کے سر پر بینڈ یج بھی کی گئی ہے۔اپ مجھے اپنی چوٹ دیکھائیں۔۔۔۔۔

علیزے نے اسکی گال پر ہونٹ رکھ کر اسے جواب دینے کے ساتھ ساتھ ماتھے پر بندھی ہوئی پٹی کی طرف اشارہ کیا تو سلطان اسکی محبت پر پھر اسے خود میں بھینچ گیا تھا۔وہ خدا کا جتنا شکر ادا کرتا کم تھا۔

ابھی وہ دونوں اک دوسرے میں گم تھے۔ کہ سنی اور عیس دروازہ ٹھاکر کھولتے ہوئے اندر داخل ہو گئے جس پر اچانک علیزے نے ڈرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔۔

جبکہ سلطان نے جب ان دونوں نمونوں کو دروازے میں کھڑے پایا تو علیزے کے ڈرنے پر انہیں گھوری ڈال گیا۔ جبکہ ان دونوں نے ایبرو اچکاتے ہوئے سلطان کو دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

ضرار بھی دانت پیس کر انکے پیچھے ہی روم میں داخل ہوا۔ اس نے ان دونوں بے غیرتوں کو اندر آنے سے کتنا روکنا چاہا تھا لیکن ان پر زرا اثر نہیں ہوا تھا۔۔

عیس سلطان کو علیزے کے پاس سے بیڈ سے اٹھاتے ہوئے سائیڈ پر کھڑا کے اسکی جگہ پر خود بیٹھا جبکہ سنی بیڈ کی دوسری طرف جا کر بیٹھ گیا تھا۔

خانم بھابھی گول گپے کھانے چلیں کیا۔۔۔

عیس نے آنکھیں ٹمٹما کر علیزے سے پوچھا تو علیزے اسکے انداز پر اچانک کھکھلا پڑی۔ اسکی کھلکھلاہٹ کی آواز پر باقی سب بھی اندر داخل ہونے لگے تھے۔

ابھی ہم کیسے جائیں گئے بھیا۔۔

علیزے نے ٹائم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا جہاں تین بج رہے تھے۔۔ جبکہ سلطان ان دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔۔ لیکن وہ دونوں ہی اسکی طرف متوجہ نہیں تھے۔

آپ حکم کریں خانم بھابھی گول گپے خود آپ کے پاس چل کر آجائیں گئے۔۔۔

سنی نے چٹکی بجاتے ہوئے علیزے کو کہا تو علیزے چہک کر ان دونوں کو اشارہ کرنے لگی۔

علیزے کے اشارہ کرنے پر ان دونوں کی آنکھیں اک ساتھ چمکی تھیں۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سلطان کو ہکا بکا چھوڑ کر علیزے کو ساتھ لیے گول گپے کھانے نکل پڑے تھے۔

ضرار سلطان کی گھوریوں پر بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے ان دونوں نمونوں کے پیچھے ہوا تو سلطان کو غصے سے پاگل ہوتے دیکھ کر سب دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے تھے۔

(اگلی صبح)

صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ سلطان کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلی نظر اس کی علیزے پر پڑی، جو کل رات گول گپے کھانے کے بعد واپس لوٹی تھی اور آتے ہی سلطان کی آغوش میں سکون سے سو گئی تھی۔ جبکہ سلطان نے بھی اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔

کلثوم بیگم نے اسے علیزے کے بارے میں بہت ہدایات دی تھیں۔ وہ کل جس اسٹریس میں گزری تھی اور پھر شہروز کے وار سے خود کو بچانے کی کوشش میں علیزے اپنی پریگننسی کو کھو سکتی تھی، کیونکہ یہ ارلی اور ٹوئنز کی پریگننسی تھی۔ اسی لیے علیزے اور مشعل کا معاملہ بہت ہی حساس ہو چکا تھا۔ کل علیزے کو پیٹ میں شدید درد بھی ہوا تھا، لیکن بروقت علاج ملنے کی وجہ سے وہ کسی بڑے نقصان سے بچ گئی تھی۔

سلطان نے صبح فجر کے وقت شکرانے کے نوافل پڑھتے ہوئے علیزے کا خاص صدقہ بھی دیا تھا۔اس کے پاؤں میں کانچ کے ٹکڑے لگنے کی وجہ سے وہ ابھی چل نہیں سکتی تھی۔ چہرے کے زخموں پر بھی سلطان نے لب رکھتے ہوئے ایک بار پھر رو دیا تھا۔

وہ تو علیزے کو کبھی اف تک نہیں کہتا تھا، بلکہ اس سے کبھی اونچی آواز میں بات تک نہیں کرتا تھا۔اس کا دل اپنی خانم کے معاملے میں اتنا حساس تھا کہ اسے مخاطب کرتے وقت "تم" کہنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔تو پھر وہ اس کے زخموں پر تڑپتا کیوں نہ ہوتا؟

کلثوم بیگم نے علیزے کو نیند کی گولی دے کر سکون پہنچایا تھا، کیونکہ اس کا اسٹریس سے دور رہنا بہت ضروری تھا۔

سلطان نے نرمی سے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے تاکہ وہ نیند سے نہ جاگے۔ نارمل حالات میں ہوتا تو سلطان اٹھتے ہی علیزے کو اپنی شدتوں سے جگا دیتا۔ سلطان کے اپنی نیند خراب کرنے پر جب علیزے نیند میں اپنی ناک سکیڑ لیتی، تو سلطان کو اپنی خانم پر دنیا جہاں کا پیار آتا تھا۔

سلطان نے بے چین دل کے ساتھ علیزے کے گال پر بار بار ہونٹ رکھے، جس پر علیزے نیند میں مسکرا دی۔

علیزے کو مسکراتے دیکھ کر سلطان نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے پیار سے اس کا سر تکیے پر رکھ دیا اور اس کے بال پیچھے تکیے پر بکھیر دیے۔ پھر خود وہ سر کے نیچے بازو رکھ کر فرصت سے اسے دل میں بسانے لگا۔ علیزے کے گال ہلکے ہلکے سرخی مائل ہونے لگے، کیونکہ وہ سلطان کے پہلے ہی لمس پر جاگ گئی تھی۔

...خان...ن...نن

سلطان کے مسلسل دیکھنے پر علیزے شرما کر اسے پکارتے ہوئے اس کے سینے میں چھپ گئی تو سلطان کا دلفریب انداز میں قہقہہ لگ گیا۔

خان کی جان... خان کی زندگی... خان کی دھڑکن... خان کے جینے کی"

"...وجہ، خان حاضر ہے، مائے کوئین

علیزے کے گداز وجود کو بانہوں میں بھرتے ہوئے سلطان نے اس کے کان میں محبت بھری سرگوشیاں کیں تو علیزے نے شرماتے ہوئے اس کے شرٹ لیس سینے پر ہونٹ رکھ دیے۔ جس پر سلطان نے مسرور ہوتے ہوئے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کا چہرہ سینے سے باہر نکال کر اپنے سامنے کیا۔ علیزے کے خوبصورت مکھڑے پر دنیا جہاں کے رنگ دیکھ کر، سلطان نے اپنی ناک سے اس کی ناک ملا کر اس کے ہونٹوں پر پھونک مارنی شروع کر دی۔

سلطان کی شرارتوں پر علیزے کے دل میں ہلچل سی ہونے لگی تو وہ اپنے تپش زدہ ہاتھ سلطان کی گردن پر رکھ گئی۔ علیزے کے ہاتھوں کی گرمائش محسوس کرتے ہوئے سلطان کی نیلی آنکھوں میں حیرت سی اتری، اور وہ اسے شرارتی انداز میں دیکھنے لگا۔

“My Khanam feeling like red hot potato...”

سلطان نے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا، تو علیزے کسمسا کر اس سے دور ہونے لگی۔ کیونکہ پہلے اس نے اپنے ہاتھوں کی چھیڑ خانی سے اس کے دل میں ہلچل پیدا کی اور اب وہ پوچھ رہا تھا کہ وہ لال کیوں ہو رہی ہے۔

"...دور ہوں مجھ سے، جان بوجھ کر چھیڑتے جا رہے ہیں مجھے آپ"
علیزے نے ناراضگی سے اسے پیچھے کرنا چاہا تو سلطان مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنے ہونٹ اس کے لبوں کے قریب لے آیا، جس پر علیزے نے تھم کر اس کی روشن نیلی آنکھوں میں دیکھا، جہاں قربت کی چمک صاف نظر آ رہی تھی۔

"اجازت ہے، مائے کوئین؟"
سلطان اپنے ہونٹ علیزے کے ہونٹوں کے بالکل پاس کرتے ہوئے اجازت طلب کر رہا تھا۔ اس کے اجازت طلب کرنے پر علیزے نے شرارت سے اسے دیکھا۔

"اجازت تو آپ نے اس رات بھی نہیں مانگی تھی جب آپ میری رخصتی ختم کرنے جا رہے تھے، تو آج کیوں مانگ رہے ہیں بھلا؟"

علیزے نے ناک چڑھاتے ہوئے اسے یاد دلانا چاہا تو سلطان اس کی شروع دن والی رٹ یاد کر کے مسکرا دیا۔ جتنا وہ رخصتی ختم کرنے سے ڈرتی تھی، اتنی ہی جلدی وہ اس کے قابو میں آگئی تھی۔

اس رات تو میری حسین خانم خود جوالہ مکھی بنتے ہوئے ہاٹ ریڈ ساڑھی" میں میرے قریب آئیں تھیں۔ یاد ہے ناجب لان میں میرے پاؤں پر چڑھتے ہوئے میرے ہونٹوں کو چھوا تھا؟ جب پہل آپ خود کر چکی تھیں

"تو بندہ بشر مزید کیا اجازت طلب کرتا؟

سلطان نے اس کے ہونٹوں پر اپنی دہکتی ہوئی سانسیں چھوڑیں تو علیزے اس کی اس قدر نزدیکی پر بیڈ شیٹ کو زور سے جکڑ گئی۔ سلطان نے اس کے ہاتھوں سے بیڈ شیٹ چھڑاتے ہوئے اس کی گرم ہتھیلیوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑا تو علیزے کھینچی کھینچی سانسیں لینے لگی۔

"اب بتائیں، اجازت دے رہی ہیں کہ نہیں؟"

سلطان نے اس کی دھڑکنوں پر نظریں جماتے ہوئے دوبارہ اجازت طلب کی، تو علیزے نے ذرا سا فاصلہ مٹاتے ہوئے اپنے ہونٹ سلطان کے ہونٹوں سے ملا دیے، جس پر سلطان کی آنکھوں میں جہاں حیرانی اتری، وہیں علیزے نے زور سے آنکھیں بند کر لیں۔

سلطان نے روح تک سرشار ہوتے ہوئے علیزے کے نرم ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں نرمی سے الجھاتے ہوئے اس کی گردن کو جکڑ کر علیزے کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ وہ بہت نرمی سے اسے چھونے لگا تھا کیونکہ علیزے کے ہونٹوں کے پاس زخم تھا۔ سلطان نے اس کے ہونٹوں کو کھولتے ہوئے اس کی زبان کو اپنے ہونٹوں میں دبایا، تو علیزے نے فوراً آنکھیں کھول لیں۔ اس سے پہلے کہ سلطان اس کی زبان کو سک کرتا، دروازے پر زور زور سے

دستک ہونے لگی۔

علیزے نے اسے ہوش دلاتے ہوئے دروازے کی طرف متوجہ کیا، تو سلطان کا موڈ خراب ہو گیا۔ علیزے نے اس کے پٹی میں جکڑے کندھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے پیار سے اسے دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا کیونکہ دروازے پر دوبارہ زور سے دستک ہونے لگی تھی۔

ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے سلطان نے بیڈ سے نیچے اتر کر اپنی ٹی شرٹ پہن کر دروازہ کھولا، تو مشعل کو کھڑا دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔

بھیا، لیز واٹھ گئی ہے کیا؟" مشعل نے رازداری سے سلطان سے پوچھا، تو" سلطان نے اس کے بال بگاڑتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

علیزے بھی اٹھتے ہوئے دوپٹہ اوڑھ کر بیٹھ گئی تھی۔ سلطان نے مشعل کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور خود پلٹ کر واپس آ گیا۔

مشعل جوشی سے کمرے میں داخل ہوئی، جبکہ اس کے پیچھے پوری ایک لائن تھی۔ سلطان نے حیرت سے مڑ کر ان سب کو دیکھا جو مسلسل چلے آ رہے تھے، سب نے ہاتھوں میں پھول پکڑے ہوئے تھے۔

سب نے باری باری علیزے کو پھول دیے، جس سے اس کے پاس پھولوں کا ایک بکٹ بن گیا۔ علیزے نے خوش ہو کر سب کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے اس کی صبح اتنی خوشگوار بنا دی تھی۔

سلطان اپنی خانم کو مسکراتے دیکھ کر خوشی سے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا، اور وہ تینوں اس کے پاس آ بیٹھے، جبکہ لڑکیاں اپنی باتوں میں مصروف ہو

گئیں۔

سالے، جاہلوں کی طرح دروازہ کھٹکھٹانے کی کیا ضرورت تھی؟ آرام "
"سے نہیں کر سکتا تھا؟

سلطان نے عیس کی ہونی کھنچتے ہوئے دانت پیس کر کہا، تو عیس اس کا موڈ سمجھتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

سلطان نے ایک لمحے میں مشعل کو دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ اتنی زور سے دروازہ وہ نہیں کھٹکھٹا سکتی۔ یہ جان بوجھ کر عیس نے کیا تھا تاکہ سلطان کو ڈسٹرب کر سکے۔ منیزے سب کو اکٹھا کر کے لائی تھی، کیونکہ رات کو وہ علیزے سے مل نہیں پائی تھیں۔ اس لیے وہ صبح صبح پھول لے کر آئی تھیں تاکہ علیزے کو سرپرائز دے سکیں۔

مجھے پتہ تھا کہ تو اپنے کام میں مصروف ہو گا، اسی لیے میں نے ایسا کیا تا کہ "
"تجھے ہوش دلا سکوں۔

عیس نے آنکھوں میں شیطانی چمک لیے سنجیدگی سے جواب دیا، تو سلطان نے گھور کر اسے دیکھا اور ضرار کو اشارہ کیا۔ ضرار نے اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے پھر عیس کی پونی کھینچ دی، تو عیس تلملا کر اٹھ کر سنی کے پاس جا بیٹھا۔

سنی نے عیس کو بتیسی نکال کر دیکھا، تو عیس نے اسے گھوری ڈالی۔

پورے کا پورا منحوس انسان ہے تو سالے، صبح صبح موڈ خراب کر دیا"
"!میرا

سلطان نے خونخوار تاثرات سے عیس کو دوبارہ گھورا۔ کسی صورت اس کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

خان، نہ غصہ کر! یہ سالا ویسے ہی سب کے رومانس سے جلتا رہتا ہے۔"
جل جل کر اس نے تو وا بن جانا ہے۔ دیکھنا، ایک دن اس کے تھوپڑے کی
"جگہ گول سا تووا ہو گا۔

سنی نے ہاتھ نچاتے ہوئے عیس کے چہرے کے سامنے انگلی سے گول دائرہ
بنایا، تو عیس نے اس کے پاؤں پر زور سے پاؤں مارا۔

دونوں سنی کی "تووا" بنانے کی بات پر ہنسنے لگے۔

کوئی نہیں جکتا میں کسی سے! کبھی کبھار بیویوں کی جان بھی چھوڑ دینی"
چاہیے۔ آخر کو وہ بھی انسان ہیں۔ ضروری ہے تم سب اپنی بیویوں کی جان
"کو چمٹے رہو؟

عیس نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے بیویوں کے حق میں آواز اٹھائی، تو وہ
تینوں اسے ابرو اٹھاتے ہوئے دیکھنے لگے۔

دیکھو دیکھو، لوگو، کہہ کون رہا ہے... جو کچھ دن پہلے خود گاڑی میں بیوی"
"!کی جان کو چمٹا ہوا تھا

ضرار نے کچھ دن پہلے کا منظر یاد کرتے ہوئے ذکر کیا، تو سلطان اور سنی دونوں متجسس ہو گئے، جبکہ عیس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

"ہیں؟ کیا سچ میں؟ کیا کر رہا تھا یہ گاڑی میں؟"

سنی نے تجسس سے پوچھا، تو سلطان قہقہہ لگاتے ہوئے اسے مکا مار گیا۔

"سالے، جو تو کرتا ہے وہی اس نے بھی کیا تھا۔ اور کیا انوکھا کر لینا تھا؟"

ضرار ہنستے ہوئے بولا، تو عیس نے وارننگ دیتی نظروں سے اسے دیکھا، جو اس کا بھانڈہ چوراہے پر پھوڑ رہا تھا۔

یہ سب چھوڑو، یہ بتاؤ یہ کس دن کی بات ہے، بھلا میں کہاں تھا؟

سنی نے مزید متجسس ہو کر سلطان اور ضرار کے درمیان میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ عیس مسلسل ان تینوں کو گھور رہا تھا۔

"دن تو مجھے یاد نہیں، پر فلیٹ سے ہم دونوں کوئی فائل لینے مینشن آئے تھے۔ میں نے باہر ہی رک کر اسے اندر فائل لینے بھیجا۔ جب یہ ایک گھنٹے تک واپس نہ آیا تو مجبوراً مجھے اندر آ کر دیکھنا پڑا، جہاں یہ سالا پورچ میں کھڑی گاڑی کے اندر رومانس کرنے میں مصروف تھا۔"

ضرار نے مختصر تفصیل بتائی تو سنی نے عیس کو معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے آنکھیں مٹکانا شروع کر دیا، جس پر عیس سرخ ہوتے ہوئے ان تینوں پر حملہ کر دیا۔

سنی رات کے گیارہ بجے کمرے میں داخل ہوا تو کمرے کو خالی دیکھ کر متلاشی نظروں سے ایرہ کو ڈھونڈنے لگا، جو آج اس سے پہلے کمرے میں آ گئی تھی۔ پھر کہاں گئی؟ کمرے میں وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

واڈروب سے اپنا نائٹ سوٹ نکال کر سنی واش روم چلا گیا تاکہ چینج کر کے ایرہ کو ڈھونڈ سکے۔ آدھے گھنٹے بعد، جب وہ شاور لے کر ریڈ ٹی شرٹ میں باہر نکلا، تو ایرہ پھر بھی کمرے سے غائب تھی۔

بالوں کو تولیے سے خشک کرتے ہوئے سنی نے ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑے ہو کر بالکونی سے میوزک کی آواز سنی۔ میوزک کی آواز پر حیرت سے جلدی جلدی بالوں کو برش کرتے ہوئے بالکونی کی طرف قدم بڑھائے، تو سامنے کا منظر دیکھ کر وہ سٹل ہو گیا۔

سامنے ہی خوبصورت ساسیٹ اپ تھا، جس میں گولڈن چھوٹی چھوٹی لائٹس لگائی ہوئی تھیں، اور زمین پر میٹریس بچھا کر ایرہ مزے سے الٹی ہو کر ٹانگیں جھلاتے ہوئے کوئی ڈزنی مووی دیکھنے میں محو تھی۔

سنی کی وائٹ ڈریس شرٹ پہنے، وہ اس خوبصورت منظر میں کوئی سنہری تتلی لگ رہی تھی۔ گولڈن لمبے ویوی بال کمر پر بکھرے ہوئے تھے، اور آگے سے خوبصورت سا رف ہیئر سٹائل بنایا ہوا تھا۔

سنی نے سامنے کے منظر کو دیکھ کر بے اختیار لمبی سانس لیتے ہوئے خود کو گرمی کے احساس میں مبتلا پایا۔

سنی جوتے اتار کر اس کے میٹریس پر بیٹھا تو ایرہ نے اس کی موجودگی محسوس

کر کے چونک کر اسے دیکھا۔

"یہاں کیوں آئے ہو تم؟"

ایرہ نے مڑتے ہوئے پوچھا، تو سنی اس کی بات پر بدمزہ ہوتے ہوئے بولا،

یہاں نہ آتا تو کہاں جاتا، سنڈی؟ یہ تیاری کیا کسی بھوت کے لیے کی"

"ہے؟

سنی نے اسے سنڈی کہہ کر چڑایا، تو ایرہ غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور دونوں

ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔

"ڈیڈ کو بتاؤں گی اگر تم نے میرے ساتھ بدتمیزی کی، اور یہ سیٹ اپ

تمہارے لیے نہیں ہے۔ یہ صرف گرلز ڈیٹ ہے، لہٰذا چپ کر کے

"کمرے میں چلے جاؤ۔

سنی، جو اس کی وائٹ گھٹنوں تک کی شرٹ میں محو تھا، مشکل سے اس کے

الفاظ سمجھے اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کون سی گرلز ڈیٹ؟ کیا چڑیلوں کو انوائیٹ کیا ہے؟"
سنی نے طنزیہ انداز میں اس کے گرلز کہنے پر دوسری لڑکیوں کو تلاش کرتے ہوئے پوچھا، تو ایرہ کا دل کیا کہ وہ اپنے بدتمیز شوہر کا سر پھاڑ دے۔
.وہ غصے سے اس کے نزدیک ہوتے ہوئے انگلی اٹھا کر بولی

"سنی، مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ آج ہم چاروں کی بالکونی ڈیٹ ہے۔ ہم چاروں نے ہی اپنے اپنے کمرے کی بالکونی میں ایسا سیٹ بنایا ہے، کیونکہ ہمیں پتہ تھا کہ ہمارے ڈھیٹ شوہر رات کے اس وقت ہمیں اکٹھا نہیں رہنے دیں گے، اس لیے ہم نے الگ الگ سیٹ اپ بنایا۔ لیکن یہ پھر بھی ہماری گرلز ڈیٹ ہے، لہٰذا شرافت سے یہاں سے چلے جاؤ۔ میرا موڈ اور ڈیٹ خراب نہ کرو، پلیز۔ کبھی کبھی تو ہم لڑکیوں کو اکٹھا وقت ملتا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ بھابھی لوگوں نے بھی ایسا سیٹ اپ بنایا ہے؟"
ایرہ کے گرلز کہنے پر سنی کو اندازہ ہوا کہ وہ کس کی بات کر رہی ہے۔
سنی کے پوچھنے پر ایرہ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا، تو سنی سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گیا۔

ویسے خانم بھابھی کا سیٹ اپ کس نے بنایا؟ کیونکہ وہ تو ابھی کچھ کر نہیں"
"سکتیں۔

سنی نے مزید پوچھا، کیونکہ وہ تینوں تو جلدی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں، لیکن علیزے ابھی تک نیچے سلطان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس لیے سنی نے سوال کرنا مناسب سمجھا۔

ایرہ نے بالوں کو پیچھے جھٹکتے ہوئے جواب دیا،

"ہاں، لیزو کا سیٹ اپ ہم تینوں مل کر بنا آئے تھے۔ اب جاؤ نا، تم۔"
ایرہ نے بالوں کو ایک کندھے پر رکھتے ہوئے بیٹھ کر نیچے سے اپنا کیچر اٹھایا۔
سنی ایرہ کی سفید تھائیز کو دیکھ کر سانس روک گیا۔

اس کی بیوی آسانی سے ہاتھ آنے والی لگ رہی تھی، اسی لیے سنی کے دماغ
میں ایک خرافاتی آئیڈیا آیا، اور وہ لاپرواہی سے بولا:
"ٹھیک ہے، میں روم میں جا رہا ہوں، لیکن رات بارہ بجے کے بعد سنا ہے
چڑیلیں زمین پر اترتی ہیں، تو ذرا دھیان رکھنا، ڈر کے روم میں نہ آ جانا۔"

سنی نے لاپرواہی سے ایرہ کے دماغ میں ڈر پیدا کیا، اور پھر کمرے میں آتے
ہی ان تینوں کو میسج کر دیا۔
"جلدی سے روم کی بالکونی میں پہنچو، تم لوگوں کی بیویاں جوالہ مکھی بنی
بیٹھی ہیں۔"

سنی کے میسج پر وہ تینوں الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ابھی تھوڑی دیر پہلے سلطان بھی منیزے کے کہنے پر علیزے کو روم میں چھوڑ کر آیا تھا۔اب سنان کے میسج پر وہ تجسس سے اپنے اپنے روم کی طرف بڑھ گئے۔

بارہ بج کر دس منٹ ہوئے تو سنی کو حد سے زیادہ بے چینی ہونے لگی۔۔کیونکہ ایرہ ابھی تک بالکونی میں ہی تھی۔

یہ سنڈی ڈر کیوں نہیں رہی یار۔۔لگتا ہے میرے ساتھ رہ رہ کر یہ بھی ڈھیٹ ہو گئی ہے۔۔

سنان نے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غصے سے ایرہ کو ڈرتے نہ دیکھ کر سوچا اپنا کام بنتے نہ دیکھ کر وہ کچھ سوچ کر موبائل اٹھا گیا۔

جبکہ ایرہ جو باہر بیٹھ کر مووی میں دھیان لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ بارہ بجے سے اوپر ٹائم ہوا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ڈر لگنے لگا۔اسی احساس کے تحت وہ چادر اوڑھ کر اس میں چھپ کر بیٹھ کر مووی کی طرف فوکس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔اندر ہی اندر اسکا دل کر رہا تھا کہ سنی کو یہاں بلا لے پر پھر خود کو منع کرتے وہ بہادر بنی بیٹھی رہی۔۔

سنان نے بالکونی میں لگی لائٹس کا ریموٹ اٹھایا اور موبائل میں ہارر میوزک پلے کر کے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آکر بالکونی کے دروازے کے نیچے اپنا موبائل رکھ دیا۔موبائل رکھ کر سنی نے سب سے پہلے کمرے کی لائٹس آف کیں اور پھر ریموٹ سے بالکونی کی لائٹس آف کر کے بیڈ پر

لیٹ کر سونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔۔۔

ایرہ جو پہلے ہی ڈر رہی تھی۔اچانک لائٹس بند ہونے پر وہ چونک پڑی۔ نظریں اٹھاتے ہوئے چھت پر لگی لائٹس کو دیکھا اور پھر جب اسکے کانوں میں ڈراؤنی آوازیں سنائیں دینے لگی تو اک دم سے اسکا رنگ فق ہوا تھا۔

اسی وقت موسم خراب ہونے کی وجہ سے بجلی بھی چمک اٹھی تو ایرہ چیخ مارتے ہوئے اٹھ کر روم کے اندر بھاگی تھی۔لیکن روم کی لائٹس بند دیکھ کر وہ گرتے پڑتے انداز میں بیڈ پر چڑھ گئی۔۔۔۔

کمبل میں چھپتے ہوئے سنی کے اوپر لیٹ کر وہ اسکے سینے میں چھپی تو سنی بند آنکھوں سے کمینگی سے مسکرا دیا۔۔۔۔

کیا ہوا ائرہ۔۔۔

سنی نے آواز کو بھاری بناتے ہوئے ایرہ سے پوچھا تو ایرہ کانپتے ہوئے بولی۔۔۔

وہ۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔ باہر چڑیلیں آ گئیں ہیں اتنی زور سے بجلی چمکی اور آوازیں بھی آ رہیں ہیں۔۔

ایرہ نے اسے زور سے ہگ کرتے ہوئے بتایا تو سنی کا دل کیا اونچی اونچی قہقہے لگائے۔۔۔

چلو آؤ میں دیکھتا ہوں آویں تمہاری ڈیٹ خراب نہ ہو جائے ایسے۔۔۔

سنی مصنوعی اونگتے ہوئے کھڑا ہونے لگا تو ایرہ اسکی کمر پر ٹانگوں کر لاک کر کے اسے جکڑ گئی۔ایرہ کو سفید شرٹ میں خود سے چمٹے دیکھ کر سنی کا دل کیا اسے بتائے کہ اس وقت سفید شرٹ اور کھلے بالوں میں اسے وہ ہی چڑیل لگ رہی ہے۔۔

لیکن ایسی بکواس سے اسکا کام خراب ہو سکتا تھا۔اسی لئے یہ کمپلینٹ صبح پر چھوڑ کر وہ اسے اٹھائے بالو کنی میں چلا آیا جہاں موسم اچانک ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔آج کل گرمی کے موسم میں موسم ایسا ہی اچانک بدل جاتا تھا۔۔
سنی پلیز روم میں چلو نہ دیکھو یہاں کتنا اندھیرا ہو گیا ہے۔۔

ایرہ اسے زور سے جکڑتے ہوئے ڈر کے مارے پھر بولی تو سنی اسے زبردستی اسکے بچھائے ہوئے سفید میٹرس پر بٹھا گیا۔۔

کہاں اندھیرا ہے دیکھو یہ تمہاری چھوٹی چھوٹی لائٹس جل تو رہیں ہیں یہاں پر۔۔۔
سنی نے اس سنہری روشنی کی طرف اشارہ کیا تو ایرہ لائٹس کو دیکھ کر کچھ مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔۔پہلے تو وہ ڈر کی وجہ سے ان لائٹس کو دیکھ نہیں پائی تھی۔۔

چلو تم اپنی ڈیٹ انجوائے کرو شاباش میں اب سونے جارہا ہوں۔۔

سنی نے جمائی لیتے ہوئے اندر کی طرف قدم بڑھانے چاہے تو ایرہ اسکا ہاتھ پکڑ گئی۔۔

نہیں تم یہاں ہی رک جاؤ میرے پاس۔۔وہ نظریں اٹھاتے ہوئے بولی تو سنی اسکے جان لیوا روپ کو دیکھنے لگا تھا۔۔۔

پکانا۔۔۔ سنی نے اسے کنفرم پوچھا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔

ایرہ کے دوبارہ ہاں کرنے پر سنی سلیپر اتار کر میٹرس پر لیٹ گیا تو ایرہ پر سکون ہوتی اسکے بازو پر سر رکھ کر اپنی مووی پھر دیکھنے لگی تھی۔ جبکہ اک ہاتھ سے وہ اب چپس بھی کھا رہی تھی۔ سنی نے پاؤں کی مدد سے چادر اٹھا کر دونوں پر اوڑھاتے ہوئے کروٹ بدل کر ایرہ کی پشت سینے سے لگا لی تھی۔ جبکہ ایرہ اپنی مووی دیکھنے میں غرق ہو تھی۔

سنی نے مچلتے دل کے ساتھ اپنی کامیابی پر مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے انکی مہک میں گہرا سانس لیا تھا۔۔
اتنی ہاٹ بن کر اسکی بیوی گرلز ڈیٹ منا رہی تھی۔ایرہ کے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے سنی نے منہ ٹیڑھا کر کے سر جھٹکتے ہوئے سوچا تھا۔۔۔

نامحسوس انداز میں سنی نے ایرہ کی سفید شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے تو ایرہ کسمسا کر پھر مووی کی طرف متوجہ ہو گئی۔شاید نہیں وہ یقیناً اب مطمئن ہو کر مووی دیکھ رہی تھی۔

ایرہ کے وجود سے اٹھی ہوئے میٹھی میٹھی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے سنان مصطفیٰ پر ایرہ کا نشہ سر چڑھ کر بولنے لگا۔۔تو وہ بے چینی سے اسکی تھائیز پر ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔۔۔

چادر کے اندر سے وہ اسکی شرٹ کے ایک ایک کر سارے بٹن کھول چکا تھا۔ بٹن کھولتے ہی سنان نے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو وہاں کمر بند بندھا ہوا محسوس کر کے دلکشی سے مسکرا دیا۔۔

بے شک اسکی بیوی کی آج کی ساری تیاری جان لیوا تھی۔۔ائرہ نے اسکے لمس پر مچل کر اپنی ٹانگ اٹھا کر اسکی ٹانگوں پر رکھی تو سنی کی آنکھوں مزید مخمور ہوتی چلی گئیں۔

تھائیز پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سنی نے اسکے انر کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تو ایرہ کے ہاتھ سے یک دم فون نیچے گر گیا تھا۔ جس پر سنی نے اسکی کان کی لوح کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے اسکے ہاتھوں میں فون پکڑایا۔۔۔

تم اپنا کام کرو بے بو، میں اپنا کام کرتا ہوں۔۔اگر تمہارے ہاتھ سے اب فون گرا تو پھر سنان مصطفیٰ تمہارے وجود پر ڈھیر ہو جائے گا جاناں۔۔۔

سنی نے اسکے کان میں جان لیوا سرگوشی کرتے ہوئے ہاتھ دوبارہ اسکے پیٹ پر رکھا تو ایرہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ گئی۔۔اس کی اسی بے شرمیوں کی وجہ سے وہ اسے ادھر رکنے نہیں دے رہی تھی۔۔ لیکن پھر چڑیلوں کے ڈر کی وجہ سے وہ یہاں آگیا تھا۔

سنی نے مکمل طور پر اسکو کروٹ کے بل کرتے ہوئے اسکی پشت سینے سے لگا کر کمر سے تھام کر اپنے قریب کرتے اسکی ٹانگ اپنی ٹانگوں کے اوپر رکھتے ہوئے اسکے بدن پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو ایرہ کے وجود میں آگ سی بھڑکنے لگی تھی۔

سنی۔۔۔۔ نہیں کرو۔۔ مشکل سے موبائل کو تھام کر وہ سسک اٹھی تھی۔ جبکہ سنی کا ہاتھ اسکی گہرائیوں میں الجھ چکا تھا۔ایرہ نے یک دم کانپتے ہوئے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دی۔۔ سنی نے اسکی گردن پر ہونٹ رکھے ہی تھے کہ

ایرہ کے ہاتھ سے دوبارہ فون نیچے گر گیا۔ایرہ اک جھٹکے میں مڑتے ہوئے خود اسکے ہونٹوں سے لپٹ گئی تھی۔ سنی نے آنکھوں میں فتح لئے اسکو دیکھا تھا جو اسکے ہونٹوں کو کاٹنے اور سک کرنے لگی تھی۔

سنی نے اسکی شرٹ اتار کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے اسے مصنوعی پروں سے آزاد کر کے اسے سیدھا کرتے ہوئے وہ اسکے اوپر سایہ فگن ہوا تو ایرہ اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کر اب اسکی طرف طلب لیے نظروں سے سے دیکھنے لگی تھی۔۔ سنی نے اپنی شرٹ اتار کر نیچے پھینک کر خود کو آزاد کرتے ہوئے دونوں پر چادر ٹھیک کی تھی۔

تیار ہو پھر آج رات کی ڈیٹ کے فائنل پارٹ کے لئے۔۔ سنی نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے معنی خیزی سے پوچھا تو ایرہ مدہوش ہو کر اسے نیچے جھکاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنے خشک ہونٹوں سے پھر جوڑ گئی۔

سنان مسکراتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو کھول کر اسکی روح میں اترا تو ایرہ نے بھرتے ہوئے گردن کو اوپر اٹھالیا۔۔۔

جس پر سنی نے مزید بے چینی سے اسکی گردن پر کاٹنا شروع کر دیا۔ جبکہ ایرہ کے پیروں میں پہنی پائلوں کی آواز گونجنے لگی تو سنی اسے بے باک نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

پیچھے ہٹتے ہوئے سنی اسکی ڈھرکنوں پر کاٹتے ہوئے نیچے کی جانب جھکنے لگا تو اسکی کمر پر بندھے کمر بندھ کو دیکھ سنان نے اسکے کمر بند کو دانتوں میں دباتے ہوئے کھینچا تھا۔ائرہ نے سسکتے ہوئے سنی کے بالوں میں اپنا ہاتھ الجھالیا۔۔

ایرہ کے پیٹ پر کاٹتے ہوئے وہ جنونی انداز میں اسکے بدن کو چوم رہا تھا۔اوپر اٹھتے ہوئے وہ پھر اچانک شدت سے اسکے اندر داخل ہوتے جنونی انداز میں

گویا ہوا۔۔۔

سہاگ رات والی تیاری کی طرح اپنے بدن کو سجا کر تمہیں گرلز ڈیٹ منانی تھی۔۔۔ ہمم۔

سنی نے اس کی دھڑکنوں کو شدت سے مسلتے ہوئے چبا کر کہا تھا۔۔ اشارہ صاف اسکی چوڑیوں، پیروں کی پائلوں اور کمر بندھ کی طرف تھا۔ ایرہ نے اسکی شدتوں پر مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو گئی تھی۔۔ لیکن بالکونی میں آگ جیسا سماں ہوا پڑا تھا۔۔۔

سنان نے کھڑے ہو کر ایرہ کو دیوار کے ساتھ لگایا تو وہ سانس روکے اسے دیکھنے لگی تھی۔ سنی نے اک جھٹکے میں اسے گود میں اوپر اٹھاتے ہوئے اپنی شدتوں کا آغاز کیا تو ایرہ کانوں کی لوح تک سرخ پڑ گئی تھی۔۔۔

سنی کو کندھوں سے تھام کر وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپانے لگی تو سنی اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسا کر اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔۔ جبکہ انداز آخری حد تک جنونی ہوتا جارہا تھا۔ایرہ کی آہیں اسکے ہونٹوں میں گم ہوتی جارہی تھیں۔۔

سنی میں تھک گئی ہوں۔۔۔ایرہ اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے جلدی سے بولی تو سنی اسے پھر میٹرس پر لٹکا کر اسکی روح میں سرائیت کرتے ہوئے اپنی اور اسکی جان اک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔

ایرہ کی سسکیوں کی آواز سے وہ آج ٹوٹ کر اس پر برس رہا تھا۔۔۔بالوکنی کی سجاوٹ کی ہر چیز میں کی اک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔دونوں کی تیز ہوتی سانسوں نے ماحول کو معنی خیز بنا دیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا انکے تپش زدہ جسموں سے ٹکرا کر گرم ہو کر واپس لوٹ رہی تھی۔۔۔

موبائل کی مسلسل بجتی ہوئی بیل نے ایرہ کو نیند سے جاگنے پر مجبور کیا تو ایرہ نے نیند کے باعث لال سنہری آنکھیں کھول کر اس آواز کو سننا چاہا تھا۔۔ جس نے صبح سویرے یوں اسکی نیند میں خلل ڈالا دیا تھا۔

ایرہ نے اک نظر اپنے دائیں طرف دیکھا جہاں سنی اسے مکمل طور پر قید کیے اسکی گردن میں منہ چھپائے سو رہا تھا۔ وہ پورے کا پورا ایرہ پر لیٹا ہوا تھا۔ ایرہ نے اسے خود پر پھیل کر سوتے ہوئے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ وہ رات کو ائرہ کو اپنے سینے پر لٹا کر خود میں قید کرتے سوتا تھا۔۔ لیکن جیسے جیسے رات گزرتی تھی ایرہ اسکے نیچے اور خود سنی اسکے اوپر آجاتا تھا۔

پہلے پہل تو سنی کے اس انداز میں سونے پر ایرہ کا سانس رکنے لگتا تھا۔ لیکن

اب ایرہ کو عادت سی ہو گئی تھی۔

ایرہ نے سنی کی بھاری ٹانگوں کو خود پر سے ہٹاتے ہوئے موبائل کو ڈھونڈنا چاہا جو اب تک مسلسل بجے رہا تھا۔۔

ایرہ سنی کی رات والی ریڈ ٹی شرٹ میں ملبوس کمبل سے باہر نکلی تو اس نے خود کے بکھرے الجھے سر اپنے کو دیکھ کر ہونٹ کا کونہ دبایا تھا۔ بالوں کو سمیٹ کر اک کندھے پر رکھتے ہوئے ایرہ نے موبائل کو دیکھنا چاہا تو بالکونی کے دروازے کے نیچے پڑے موبائل کو دیکھ کر وہ حیران ہو گئی۔۔

سنی کا موبائل یہاں کر رہا ہے۔۔ائرہ نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے موبائل اٹھا کر دیکھا جہاں کیپٹین بیہ کی مسڈ کالز آئیں ہوئیں تھیں۔ایرہ نے موبائل کو انلاک کیا تو ہارر میوزک کی پلے لسٹ دیکھ کر وہ مڑتے ہوئے سنی کو دیکھ گئی۔۔جو بیڈ پر اب الٹا ہو کر سویا ہو رہا تھا۔۔

ایرہ نے میوزک پلے کیا تو رات والی ڈراؤنی آوازیں سن کر اسکا دماغ بھک سے گھوما تھا۔ایک پل لگا تھا سے ساری بات سمجھنے میں،اپنے شوہر کی اس گیم پر انتہائی غصے سے اسکی تیکھی ناک کے نتھنے پھولنے لگے۔۔جبکہ انگ انگ میں شدید تیز کی لہر سی دوڑنے لگی تھی۔

اسکا شوہر کبھی نہیں سدھر سکتا تھا۔رات کو جان بوجھ کر پہلے اس نے ایرہ کے دماغ میں بارہ بجے کے بعد چڑیلوں کی آمد کا ڈر ڈالا پھر لائٹس آف کر کے اس میوزک کو پلے کر کے ڈر سے اسکی جان نکالتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی۔

سنییبی۔۔۔میں تمہیں جان سے مار دوں گی بے شرم انسان۔۔۔غصے سے سرخ چہرہ لیے وہ زمین پر پاؤں مارتے ہوئے بیڈ کی طرف ائی۔

اٹھو بے شرم انسان۔۔۔

بیڈ پر چڑھ کر سنی کی پشت پر بیٹھتے ہوئے ایرہ نے زور سے تکیہ اسکے سر پر مارا تو نیند میں سنی نے اس اچانک حملے پر ہڑ بڑا کر آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا لیکن تب تک اسے دوسرا تکیہ بھی پڑ چکا تھا۔۔

تم جھوٹے دھوکے باز انسان میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں، ہمیشہ مجھے بے وقوف بناتے ہو تم۔۔

ایرہ اسے تکیہ مارتے ہوئے غصے سے چینخی تو سنی نے اسکی چینخوں اور تکیے سے ہونے والے وار سے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے سیدھا لیٹنے کی کوشش کی تو ایرہ اسکے پیٹ پر بیٹھ کر اسکے منہ کا نشانہ لے گئی۔ جب تک سنی اپنا بچاؤ کرتا ایرہ کا زوردار تکیہ اسکے خوبصورت چہرے پر ٹھاکر پھر پڑا تھا۔۔

پاگل عورت کیا ہو گیا ہے کیوں صبح صبح جنگلی لومڑی بن گئی ہو۔۔۔ سنی نے اسکی پتلی پتلی کلائیوں کو قابو کرتے ہوئے پھولی سانسوں میں پوچھا تو ایرہ

نے اسے گھور کر غصے سے دیکھا۔۔

اب بتاؤ کون سا دوڑا پڑ گیا ہے جو جاگتے ہی مجھ پر حملہ کر رہی ہو۔۔
سنی نے اسکے غصے سے لال ہوتے چہرہ کو دیکھ کر پوچھنا چاہا تو ایرہ کے وجود میں کچکچی سی اٹھی تھی۔اسی لئے وہ چہرہ موڑتے ہوئے سنی کے ہاتھ پر دانت گاڑ گئی۔ جس ہاتھ سے سنی نے اسکی کلائیوں کو قابو کیا ہوا تھا۔۔

اہہہ۔۔اہ۔۔۔سنڈی کیا کر رہی ہو یار چھوڑو میرا ہاتھ۔۔
ایرہ کے اتنی زوردار کاٹنے پر سنی اچھل کر اپنا ہاتھ اسکے دانتوں سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔ کیونکہ ایرہ بہت زور سے اسے کاٹ رہی تھی۔
سنی نے کروٹ بدلتے ہوئے ایرہ کو اپنے نیچے شفٹ کر کے اپنے بھاری وجود تلے اسے قابو کیا۔۔ جبکہ اسکی ہلتی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں لاک کرتے ہوئے سنی نے اسکی دونوں کلائیوں کو بیڈ سے لگا دیا۔ایرہ سر دائیں

بائیں ہلاتے ہوئے اسے خونخوار تاثرات سے دیکھنے لگی تھی۔۔

اب بتاؤ تمہاری کس ہڈی میں زوردار مرچی لگ گئی ہے جو مجھ معصوم پر چڑھ دوڑنے کی کوشش کر رہی ہو۔ابھی رات کو اتنی محنت سے تمہیں پیار کیا ہے۔پیار کم لگ رہا تھا تو میرے کان میں بتا دیتی اس بات پر اتنا تشدد کرنے کی کیا ضرورت تھی بھلا۔۔۔

سنی اسکے غصے والے تاثرات دیکھ کر اسکی لمبی سفید گردن پر ہونٹ رکھتے ہوئے معنی خیزی سے بولا تو ایرہ کا چہرہ خون چھلکانے لگا تھا۔۔

دفع ہو جاؤ تم یہاں سے بے وفا انسان تم نے رات کو جان بوجھ کر مجھے ڈرایا تھا اور جھوٹ بولا نہ، کہ بارہ بجے کے بعد چڑیلیں زمین پر آتیں ہیں۔زمین پر جب تم جیسے شیطان پہلے ہی موجود ہوں تو بیچاری چڑیلیں یہاں آ کے کیا

کریں گئیں۔۔

ناک کی نتھنوں کو پھولا کر وہ اپنے ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش سے ہانپتے ہوئے بولی۔ جبکہ سنی پر جھپٹنے کے لئے وہ بری طرف تڑپ رہی تھی۔۔

ایرہ کے چڑیلوں کے ذکر پر سنی کا دل شگاف قہقہ کمرے میں گونجا تھا۔ وہ ہنس ہنس کر ایرہ کے اوپر اپنا وزن ڈال کر لیٹ گیا۔ کیونکہ اسے اپنی بیوی کے غصے کی وجہ جو پتہ لگ گئی تھی۔۔۔

ویسے آپس کی بات ہے رات کو اصل چڑیل تو تم لگ رہی تھی۔۔۔ جب چڑیلوں کی طرح ڈر کے مارے مجھ سے چمٹی ہوئی تھی۔۔

سنی نے ہنستے ہوئے اسے مزید تپایا تو ایرہ غصے سے چیخ اٹھی تھی۔۔

کوجے انسان میں مار دوں گی تمہیں، رات میری تعریفوں میں دنیا جہاں

ایک کیا ہوا تھا اب تمہیں میں چڑیل لگ رہی ہوں۔۔

ایرہ نے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اسکے گولڈن بال کو جکڑا۔ لیکن سنی کے قہقہے کسی طور پر کم نہیں ہو رہے تھے۔اسکے مسلسل ہنسنے پر ایرہ نے اسکی گردن پر زور سے دانت گاڑ دیے تو سنی آنکھیں میچتے ہوئے اسکے دل کے مقام پر بے باکی سے ہاتھ رکھ گیا۔ سنی کے ہاتھ کے لمس پر ایرہ کرنٹ کھاتے ہوئے پیچھے ہٹ گئی۔۔

اتنا غصہ نہیں کرتے میری جان، رات گئی بات گئی اور چڑیلیں بھی اپنے گھر کو گئیں۔۔۔

سنی جو اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش میں بہلانا چاہ رہا تھا۔۔نہ چاہتے ہوئے پھر اس نے چڑیلوں کا ذکر کیا تو ایرہ کو دوبارہ شدید غصے نے آن گھیرا تھا۔ وہ اپنے بے وقوف بننے پر تپ رہی تھی۔

سنیبی۔۔۔۔دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔وہ چڑتے ہوئے پھر چلا اٹھی تو سنی زوردار قہقہہ لگا گیا۔۔۔وہ چاہ کر بھی اسے ٹھنڈا نہیں کر پا رہا تھا۔بلکہ اسے آگ لگانے کا اپنا ہی مزا آ رہا تھا۔

دفعہ ہو جاؤ میں شاور لینے جا رہی ہوں اور خبردار اگر تم نے آج پورے دن میں مجھ سے زرا سی بھی بات کی تو۔۔۔

سنی کو پیچھے دھکیل کر وہ بیڈ سے نیچے اتری تو سنان مصطفیٰ جو قہقے لگاتے ہوئے اسکا خون جلا رہا تھا۔ایرہ کے سنہرے وجود کو صبح صبح اپنی ریڈ ٹی شرٹ میں دیکھ کر اسکا دل یک دم تھم سا گیا۔۔۔

ایرہ نے واڈروب سے اپنا بلیک ڈریس نکال کر غصے سے زور سے واڈروب بند کی تو سنی بیڈ پر الٹا لیٹ کر اسکے ہاٹ سلم فگر کو دیکھ کر آنکھوں کو راحت پہنچانے کی کوشش کرنے لگا۔جبکہ ایرہ جو غصے سے اسے گھورتے ہوئے

باتھروم میں جارہی تھی۔ باتھروم کے دروازے پر اسکے ہاتھ سے شرٹ نیچے گری تو ایرہ نے جھک کر شرٹ پکڑنا چاہی، اسکے جھکنے پر اسکی تھائیز کی شیپ کو دیکھ کر سنی کے جذبات یک دم بھڑک اٹھے تھے لیکن تب تک وہ باتھروم کا دروازہ زور سے بند کر گئی تھی۔۔

گولڈن سنڈی کہیں کی رات بھی یہ پوز دیکھا کر پہلے پاگل کیا بعد میں شکوہ کرتی ہے چڑیلیں کیوں ائیں۔۔ویسے چڑیلیں نہیں "دی گریٹ سنان مصطفیٰ" آیا تھا اور تمہیں چمٹ کر خود میں سما کر چلا گیا۔۔

رات کے مناظر یاد کرتے ہوئے سنان کا دلکش قہقہ پھر کمرے گونجنے لگا تو ایرہ باتھروم میں اسکا قہقہ سن کر تلملا کر رہ گئی۔۔
جبکہ وہ سرور میں ڈوبتے ہوئے آنکھیں بند کر کے بیڈ سے گردن لٹکا کر لیٹ گیا تھا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد باتھروم سے ایرہ کی پریشان سی آواز

اسکے کانوں میں پڑی تھی۔۔

سنی مجھے پلیز کوئی دوسرا ڈریس دینا۔۔۔ائرہ نے اسے آواز لگائی توسنان مصطفیٰ کی آنکھیں اک جھٹکے میں کھل گئیں تھیں۔

ہائے۔۔۔سنڈی تم خود ہی بار بار میرے ہاتھ آرہی ہوں۔اب میں معصوم بندہ کیا کروں،اگر تمہیں پیار نہیں کروں گا تو پھر تمہارے حقوق کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا یار۔۔۔

سنی معصومیت سے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود کو ذمہ دار شوہر بناتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔اس وقت اسکا دل شاور رومینس کا تھا۔۔ لیکن ایرہ کے غصے کو دیکھتے ہوئے وہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھانے کی کوشش رہا تھا۔پر اب اگر اسکی بیوی اسے خود اندر بلا رہی تھی تو وہ اسے تھوڑا بہت چوم تو سکتا ہی تھا۔

سنی دل میں تھوڑا بہت چومنے کا سوچتے ہوئے باتھ روم کے دروازے کے پاس ایا۔۔

آرڑو ڈور کھول کر اپنا ڈریس پکڑ لو۔۔۔ سنی نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے اک دفعہ پھر اسے بے وقوف بنایا تو ایرہ نے آہستہ سے ڈور کھول کر باہر ہاتھ نکال کر اپنا ڈریس پکڑنا چاہا۔

ہائے کتنی معصوم تھی سنان مصطفیٰ کی بیوی۔۔۔ائرہ کے بھیگی کلائی دیکھ کر سنان اسکا ہاتھ تھام کر ڈور کھولتے ہوئے باتھروم کے اندر داخل ہوا تو ایرہ جو خود کو ٹاول میں چھپائے ہوئے کھڑی تھی۔ سنی کو اندر آتے دیکھ کر اسکا منہ کھل گیا تھا۔۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔ائرہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے گھورنا چاہا تو سنان نے دروازہ لاک کر کے اسے بازو سے کھینچ کر اپنے قریب کیا

تھا۔۔۔۔

تمہارا لباس میں ہی تو ہوں جاناں۔۔۔۔ائرہ کے بھیگے بدن پر پانی کی بوندوں کو دیکھ کر اس نے گھمبیر لہجے میں جواب دیا تو ایرہ کو اسے سے اچانک خطرے کی بو آئی تھی۔۔

میرے ساتھ اتنا میٹھا بننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ باہر جاؤ

تم۔۔۔۔ سنی کی بے باک نظروں اور ہاتھوں کی گردش پر وہ لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے کہنے لگی تو سنی اسے دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے شاور کھول گیا تھا۔۔

شاور کے پانی نے سنی کو بھگونا شروع کیا تو ایرہ سہمی نظروں سے اسے دیکھتی چلی گئی جو اسے پر سایہ کیے کھڑا ہو گیا تھا۔

آج تک تم نے مجھے شاور رومینس کا تجربہ نہیں کرنے دیا جاناں۔۔آج یہ

بھی حسرت پوری کر لینے دو۔۔ویسے بھی باہر تم اپنا خطرناک پوز دیکھا کر پہلے ہی بہت بے چین کر آئی ہوں۔۔۔

سنی نے انگلی سے ایرہ کا چہرہ تھوڑی سے اوپر اٹھاتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا تو ایرہ الجھی تھی۔۔
کونسا پوز۔۔ائرہ نے الجھن سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو سنی نے منہ میں زبان کو رول کرتے ہوئے اسکے کان میں انتہائی خطرناک بے باک سرگوشی کرتے ہوئے اسے پوز کے بارے میں بتایا تھا۔اسکی سرگوشی سن کر شاور کے پانی میں بھیگتے ہوئے ایرہ کے کانوں سے اچانک دھواں نکلنے لگا تھا۔

ت۔۔تم۔۔انہتائی۔۔بب۔۔شرم۔۔ہو گئے بس۔۔۔وہ ہکلاتے ہوئے اتنا کہہ کر سائیڈ سے نکلنے لگی تو سنی نے اک جھٹکے میں اسکا ٹاول کھینچ کر اسکے

بدن سے اتارتے ہوئے نیچے پھینک دیا۔ایرہ شرم سے چیختے ہوئے اسکے سینے میں جلدی سے چھپی تھی۔

سنی نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے کمر سے لہراتے ہوئے شاور کے نیچے کیا تو پانی اسکے شفاف بدن پر گرتا چلا گیا۔سنان نے مدہوش ہوتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں سے پانی کی بوندیں چننے کی کوشش کی تو ایرہ سرد آہ بھرتے ہوئے اسکے کندھوں پر ناخن گاڑ گئی تھی۔۔

جبکہ اک دفعہ پھر خود کو اسکے قابو آتے دیکھ کر وہ دل میں خود کو کوسنے لگی۔ جانتی تھی اب جب تک وہ بھورا بلا اپنی طلب پوری نہیں کر لے گا تب تک اسکی جان بخشی نہیں ہونے والی اسی لئے سسکتے ہوئے اسکی من مانیوں کو برداشت کرنے لگی۔۔

سنی نے اسے کمر سے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں پر چومنا شروع کیا تو ایرہ پیچھے دیوار کو تھام گئی کیونکہ سنان اس پر جھکتا جا رہا تھا۔۔

سنی میں تھک گئی ہوں پوری رات بھی تم نے میری جان کھائی تھی اور پھر شروع ہو گئے ہو۔۔

ایرہ نے روہانسی آواز میں دہائی دی۔ تو سنی اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

بے بی تم ایک بات کیوں بھول جاتی ہو کہ اگر میں نے رات بھر تمہاری جان کھائی ہے۔ تو تم بھی کم نشے میں نہیں تھی۔ تم بھی کافی جوش سے۔۔

سنی کے بات مکمل کرنے سے پہلے ہی ایرہ نے اسکی بے شرمی پر شرم و غصے سے اسکے ہونٹوں پر دانت گاڑے تو سنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر

گئی۔۔ جبکہ خود کو مصنوعی پردوں سے آزاد کرتے ہوئے سنی نے اسے بازوؤں سے اٹھاتے ہوئے اوپر اٹھا کر دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا۔۔

ایرہ کے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے سنی نے شاور کو مزید تیز کر دیا۔ اسکی کی ٹانگوں کو کمر پر لاک کرتے ہوئے سنی نے اسکی زبان کو سک کرنا شروع کیا تو ایرہ اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی تھی۔ سنی نے شدت سے اسکی زبان پر دانت گاڑتے ہوئے اسکی ہونٹوں کو سک کرنا شروع کیا تو ایرہ کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ شاور کا پانی مسلسل ان دونوں کو بھگوتا جا رہا تھا۔

ایرہ نے اسکے کندھے پر مکے مارتے ہوئے اسے ہوش دلانا چاہی تو سنی نے اسکے مچلنے پر اسکے ہونٹوں کو رہائی بخش دی۔۔
ابھی تمہارے اندر نہیں داخل ہوا اور تم تڑپنا بھی شروع ہو گئی ہو۔۔

ایرہ کی بھیگی گردن کو چومتے ہوئے وہ بے شرمی سے بولا تو ایرہ لمبے لمبے سانس لیتی اسکی کمر پر اپنی ٹانگوں کی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کی تھی

--

میں گر جاؤں گی نا ایسے۔۔۔پانی کی وجہ سے ایرہ نے خود کو اسکی گود سے پھسلتے ہوئے محسوس کیا تو سنی کو زور سے تھام کر ڈرتے ہوئے وہ اپنا خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگی۔

جبکہ سنی اسے نیچے فرش پر کھڑا کر کے اسکی ایک ٹانگ کو اوپر اٹھا کر کمر پر لگاتے ہوئے اک جھٹکے میں اسکے اندر داخل ہوا تو ایرہ سسکی بھرتے ہوئے اسکے سینے پر ناخن گاڑ گئی تھی۔۔

اب تو نہیں گروں گی تم نہیں ہیں نا۔۔۔۔سنی بے شرمی سے آنکھ ونک کرتے ہوئے معنی خیزی سے بولا تو ایرہ شرم کے مارے چہرہ چھپا گئی۔۔

جبکہ وہ اپنے عمل کو شروع کرتا بے چینی میں مبتلا ہوتا جارہا تھا۔ایرہ کی کمر کو مٹھیوں میں بھرتے ہوئے سنان نے پاگل ہوتے اپنی شدتوں کا آغاز کیا تو ایرہ بوکھلا کر دیوار کے ساتھ زور سے لگی تھی۔

جبکہ سنی اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے آخری حد تک اسکے اندر داخل ہونے لگا تو باتھروم میں ایرہ کی ہلکی سی چیخ گونجی تھی۔

پاگل ہوگئے ہو کیا رات سے۔۔۔سنان کی شدتوں پر بے حال ہوتے وہ رونے کو تھی۔

تم نے رات سے اپنی تھائیز دیکھا دیکھا کر خود مجھے پاگل کیا ہوا ہے جاناں میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔۔

سنی نے رک کر اسکے پورے چہرے کو چومتے ہوئے جزبات سے چور ہوتے بتایا تھا۔۔

اب بس کرو پلیز میں بے ہوش ہو جاؤں گی نہیں تو۔۔ائرہ نے اسکے سینے پر سر رکھتے ہوئے منت کرنے والے انداز میں کہا تھا۔۔۔

صرف کچھ دیر اور مزید جاناں اگر ایسے پیچھے ہٹا تو ادھورے ملن پر پورا دن پاگل ہوتے ہوئے گزر جائے گا۔۔ایرہ کے وجود کو اٹھاتے ہوئے سنی اسے لئے باتھ ٹب میں بیٹھ کر ٹیپ کھول گیا۔۔ جس سے ٹب میں پانی بھرنا شروع ہو گیا تھا۔۔ جبکہ ایرہ تھک ہار کر اپنا سر پیچھے گرا گئی تھی۔

ایرہ کو تھکتے دیکھ کر سنی نے اسکی ٹانگوں کو کھول کر اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ایرہ کسمسا کر چہرہ موڑ گئی۔۔ سنی اپنی بیوی کو مدہوش کرنا اچھے سے جانتا تھا۔ اسکی ڈھرکنوں پر نرمی سے ہونٹ رکھتے ہوئے سنی نے نرمی سے اسکی روح میں سرائیت کی تو ایرہ کے لبوں سے گہری آہ برآمد ہوئی تھی۔

ایرہ نے اپنی سنہری لال ڈوروں سے سجی آنکھوں سے اپنے شوہر کو دیکھنا

چاہاتو سنی نرمی سے اسکا چہرہ اپنے قریب کر گیا۔
سسکتے ہوئے مجھے پکاروں گی تو تمہاری جان جلدی بخش سکتا ہوں ورنہ
تمہاری طلب میں پاگل ہوتے پورا دن یہاں سے میں نہیں ہلنے والا۔۔۔

سنان نے اسکی سائیڈ گردن پر بوسہ دیتے ہوئے سرگوشی کی تو ایرہ مزید
سسک اٹھی۔۔۔
جبکہ اب کی بار وہ نرمی سے اپنا عمل کرنے لگا تو ایرہ لذت سے دوچار ہوتے
سنی کو زور سے ہگ کر گئی۔۔۔

سنان اسکی کیفیت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ائرہ کے کندھے پر ہونٹ رکھتے
ہوئے سنی نے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو ایرہ مچل اٹھی تھی۔۔۔
سنی میں پاگل ہو جاؤں گی پلیز۔۔۔وہ گہری آہوں کے درمیان لمبے لمبے
سانس لیتے ہوئے کہنے لگی تو سنی نے دھڑکنے دل کے ساتھ اسکو تھائیز سے

پکڑتے ہوئے مزید قریب کر لیا۔
جبکہ وہ آہستہ آہستہ اسکی روح کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے ایرہ کو مسلسل سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

ایرہ نے اسکے ہونٹوں کو گرفت میں لینا چاہا تو سنی نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر اسے اوپر اٹھاتے ہوئے ایرہ کا سر پیچھے گرا گیا تھا۔۔ایرہ کی دھڑکنوں کو اوپر اٹھتے دیکھ کر سنی نے وہاں زبان پھیرنا شروع کی تو ایرہ اپنے بدن میں اٹھتی سرد لہروں سے کانپنے لگی تھی۔ جبکہ سنی نرمی سے اپنے عمل سے اسے روح تک چھوئے جا رہا تھا۔ایرہ کی دھڑکنوں کو سک کرتے ہوئے سنی نے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تھا۔ وہ اسے جان بوجھ مکمل طور پر لذت بھری قربت میں ڈوبا چکا تھا۔
ایرہ اسکی کانوں میں اپنی سسکیوں کی آوازوں سے رس گھولتے جا رہی تھی۔

وہ چاروں ائیر پورٹ جانے سے پہلے ہاسپٹل آئے تھے تاکہ وہاج کو مل سکیں۔

آج انکی شاہ برادرز کے ساتھ میٹنگ تھی۔اسی سلسلے میں انہیں دبئ جانا تھا۔ لیکن جانے سے پہلے وہ وہاج کو دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ ابھی تک ہاسپٹل میں ہی تھا۔ نعمان خان نے انہیں اطلاع دی تھی کہ وہاج علی صدیقی کو پھر نروس بریک ڈاؤن ہونے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ وہ سٹریس اور ڈپریشن میں مبتلا ہو چکا تھا۔

وہ سب حیران تھے کہ آخر ایسی کیا وجہ تھی۔ کہ وہاج علی صدیقی جیسا انسان ہمت ہار رہا تھا۔ بر حال جو بھی تھا۔ وہ اک بار اس سے ملنا چاہتے تھے۔ تاکہ اس سے پوچھ کر اسکو ٹھیک کرنے کی کوشش کر سکیں۔ کیونکہ

وہ جان چکے تھے کہ وہاج برا انسان نہیں تھا۔ بس اس نے خود کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہوئی تھی۔۔

وہ لوگ اسکے روم میں داخل ہوئے جہاں وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔

وہاج نے کسی کی موجودگی محسوس کرتے آنے والے کو دیکھنا چاہا تو وہ سامنے ان چاروں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔۔ کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ اسکا مینجر آیا ہو گا۔ دو دنوں سے ہسپتال میں اسکے پاس صرف اسکا مینجر ہی آرہا تھا جبکہ اسکے علاؤہ تو اسکی زندگی میں کوئی اور اپنا رہا نہیں تھا۔ زندگی کی یہ تنہائی اسے کاٹ کھانے کو ڈوڑنے لگی تھی۔ منہاج فرار ہو چکا تھا۔ جس بھائی کو اسے نے بیٹا بنا کر بڑا کیا تھا وہ بھائی اب برائی کی دلدل میں پھنس چکا تھا۔

ان سب کو دیکھ کر وہاج نے اٹھنا چاہا تو سلطان اسے لیٹے رہنے کا اشارہ کر

گیا۔وہاج کی نقاہت زدہ حالت دیکھ کر انکو دلی افسوس ہوا تھا۔وہ مغرور ہر وقت خود کو سنوار کر رکھنے والا انسان اس وقت کوئی اور ہی معلوم ہو رہا تھا۔ڈارک بلو آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے پڑ گئے تھے۔۔جبکہ چہرے کی شادابی بھی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

سلطان اور ضرار اسکو دیکھتے ہوئے جا کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئے جبکہ سنی اور عیس اسکے بیڈ کے پاس ہی کھڑے ہو گئے تھے۔۔

خیر ہے نہ دن بدن یہ جھینگے جیسے کیوں بنتے جا رہے ہو۔۔

سنی نے بے تکلفی سے اسکی کمزور حالت پر چوٹ کرتے ہوئے پوچھا تو وہاج ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔۔

کوئی مہنگائی کی ٹینشن ہے تو مسٹر صدیقی آپ مجھ سے مدد لے سکتے ہیں۔۔میں اپکو آسانی سے قرض دے دوں گا۔۔

عیس نے بھی پلجڑی چھوڑتے ہوئے پوچھنا چاہا تو ضرار اور سلطان ان

دونوں کو شروع ہوتا دیکھ کر سرد سانس خارج کرتے ہوئے سر نفی میں ہلا گئے تھے۔۔

اسکی باتوں میں نہ آنا یہ سالا سو روپے دے کر دس ہزار لے جاتا ہے۔۔
سنی نے وہاج کو عیس سے قرضہ لینے سے صاف صاف منع کرنا چاہا تھا۔۔
عیس۔۔ سنی۔۔۔۔ ضرار نے وارننگ دیتی آواز میں دونوں کو پکارا تو دونوں کی زبانوں کو بریک لگا تھا۔ بلیک فور پیس میں تیار وہ چاروں خوبصورت ترین لگ رہے تھے۔

میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں وہاج اس دن کے لئے۔
ان دونوں کے چپ ہونے پر پورے ایک منٹ بعد سلطان نے اپنی بھاری سنجیدہ آواز میں اسے شکریہ کہنا چاہا تو وہاج کی سانس رکنے لگی تھی۔ وہ اب تک یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید وہ اسے قصوروار ٹھہرانے آئے ہیں لیکن سلطان

احمد خان کے شکر گزار ہونے پر وہاج صدیقی پھر شرمندگی کی انتہاؤں میں گرنے لگا تھا۔

اس دن تم نے بروقت پہنچ کر میری بیوی کی عزت اور میرے بچے کی جان بچائی تھی۔اس کے لئے میں تمہارا سچ میں شکر گزار ہوں۔۔

سلطان ایک بار پھر دل سے شکریہ بولتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔۔

ہماری خانم بھابھی اور میرے بھائی کی محبت کی حفاظت کرنے کا بہت شکریہ دوست۔۔ضرار اسکے بیڈ کے قریب آکر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مشکور ہوا تو وہاج کے دل میں پھر درد اٹھنے لگا تھا۔۔

وہاج کو خاموش دیکھ کر وہ چاروں اک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اسے اپنا خیال رکھنے کا بول کر وہاں سے نکلنے لگے تو دروازے میں پہنچ کر ان چاروں کو وہاج کی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔

کیا تم لوگ مجھے اپنا دوست بناؤ گئے۔۔۔وہاج نے ناک سے بہتے ہوئے خون کو صاف کرتے ہوئے کسی آس کے تحت پوچھا تو وہ سب اک جھٹکے میں اسکی طرف مڑے تھے۔۔۔

ان چاروں کو حیرت میں گرتے دیکھ کر وہ مزید بولنے لگا۔۔علیزے خان نے مجھے بہت وثوق سے کہا تھا۔۔کہ اسکے خان بہت اچھے ہیں۔وہ مجھ جیسے برے انسان کو بھی اچھا بنا سکتے ہیں۔۔۔

وہاج، سلطان کی نیلی آنکھوں میں دکھ سے دیکھتے ہوئے ناک سے بہتے ہوئے خون کو صاف کرنے کی کوشش میں علیزے کے الفاظ دہرا رہا تھا۔۔۔جبکہ سلطان احمد خان اس وقت ساکت ہو چکا تھا۔۔

انہوں نے مجھے کہا تھا کہ اسکے بھائی بھی بہت اچھے انسان ہیں۔میں انکے ساتھ رہ کر اچھا بن سکتا ہوں۔۔کیا تم لوگ مجھے اچھا بنا سکتے ہو۔۔یہ برائی

میری جان لینے پر آگئی ہے۔ لیکن دکھ نہیں ہے۔پر اچھا بننے کی حسرت لیے اگر مر گیا تو مرنے کے بعد بھی بے سکون رہوں گا یار۔۔

وہاج نقاہت زدہ لہجے میں مزید بولا تو سنی اور عیس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں تھیں۔۔

خانم بھابھی نے ہماری اور کیا تعریف کی تھی۔۔ سنی جلدی سے فاصلہ طے کرتے ہوئے اسکے بیڈ پر بیٹھ کر تجسس سے پوچھنے لگا تو عیس بھی اسکے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔۔تاکہ وہ بھی اپنی تعریف جان سکے۔۔ ضرار نے ان دونوں نمونوں کو دیکھتے ہوئے سلطان پر نظر ڈالی جو بلکل خاموش کھڑا تھا۔۔

ان دونوں کے قریب آنے پر وہاج آسودہ مسکراہٹ سے انکے بارے میں کی ہوئی تعریف بتانے لگا تھا۔۔

انہوں نے کہا تھا کہ انکے بھائیوں جیسا اچھا انسان اس دنیا میں کہیں اور

نہیں ہے۔۔وہ بھی اس دنیا میں بلکل اکیلی تھیں۔لیکن سلطان احمد خان کی محبت ملنے کے بعد انہیں دنیا کا ہر رشتہ مل گیا ہے۔۔تو کیا مجھے بھی مل سکتا ہے۔۔۔؟؟مجھے خالی ہاتھ نہ موڑنا یارا۔۔۔

وہاج نے نم آنکھوں سے ہاتھ جوڑتے ہوئے انکا ساتھ مانگا تو اپنی خانم کے الفاظ پر سلطان کی آنکھوں میں نمی اتری تھی۔۔

ضرار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اشارہ کیا تو عیس نے اسکے اشارے پر وہاج کے ہاتھوں کو تھام لیا۔وہاج نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

وہاج کے چونکنے پر عیس اسکا خون صاف کرتے ہوئے بولنا شروع ہوا۔۔۔ چوبیس گھنٹے ہمارے ساتھ رہ لو گئے۔۔؟بیوی سے زیادہ ہمیں وقت دے سکو گئے۔۔؟اپنے بزنس کو بلیک کمپنی کے پانچواں پلر بنانے پر راضی ہو جاؤ گئے۔.؟بلیک مینشن کے ساتھ اپنے پیسوں سے اپنا پورشن بنا سکو

گئے۔۔؟ ہماری طرح ہمارے چاروں باپ سے دن رات ذلیل ہونے کا سٹیمنار کھتے ہو کیا۔۔۔؟ ہماری طرح میسنے اور ڈھیٹ بن سکتے ہو۔۔۔؟؟ عیس نے اپنی ہیزل براؤن آنکھیں وہاج کی ڈارک بلو آنکھوں میں گاڑتے ہوئے شرطیں بتائیں تو وہاج الجھتے ہوئے ان چاروں کو دیکھ گیا۔۔

ابے سالے ایسے کیوں دیکھ رہا ہے۔۔یہ سب ہماری دوستی کی عظیم شرطیں ہیں اگر قبول کرتے ہو تو آج سے تم بلیک گینگ کا حصہ ہو۔۔۔

سنی نے دوستوں والی زبان استعمال کرتے ہوئے وہاج کو سمجھانا چاہا تو وہاج کی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اسے سچ میں دوست بنانے پر راضی ہو جائیں گئے۔

مجھے منظور ہے۔۔وہاج نے نم چمکتی آنکھوں سے اک اک شرط کو قبول کیا تو سنی کی آنکھوں میں اسی وقت شیطانی چمک اتری تھی۔

اور ہاں غصہ آنے پر ہم اک دوسرے کو مارتے نہیں ہیں بلکہ ذہنی ٹارچر کرتے ہیں یا اس کمینے کی یہ چھوٹی سی کلی کھینچ دیتے ہیں۔۔تو تم بھی یہ کی کرنا۔۔

سنی عیس کی پونی کھینچ کر بیڈ سے دور ہوا تو وہاج ہنستے ہوئے انہیں دیکھنے لگا۔۔جبکہ عیس نے سنی کو گھور کر دیکھا تھا۔سلطان اور ضرار بھی مسکراتے ہوئے سر جھٹک گئے۔۔جبکہ وہاج، ضرار اور سلطان کے جواب کا منتظر تھا۔۔سلطان اور ضرار دونوں اسکے قریب چلے ائے۔

ہم نے تمہیں دوست نہیں بنایا بلکہ قلب میں جگہ دیتے ہوئے جسم کا

ہم نے تمہیں دوست نہیں بنایا بلکہ قلب میں جگہ دیتے ہوئے جسم کا حصہ بنالیا ہے۔۔ہمارے جسم کا ہر حصہ آپس میں اک دوسرے سے جڑا ہوا

ہے۔اس لئے یہ مت سمجھنا کہ تمہیں خود میں جگہ دی ہے۔بلکہ پورے حق سے یہ سمجھنا کہ تمہاری صورت میں اپنے ادھورے حصے کو ہم چاروں نے مکمل کر لیا ہے۔کیونکہ ہم کسی سے تعلق نہیں بناتے اور جب بنا لیتے ہیں تو پھر شدید بناتے ہیں۔۔

ضرار نے وہاج کے ہاتھ تھام کر اک اک لفظ کہا تو وہاج دھڑکتے دل کے ساتھ اسے سننے لگا تھا۔

اب خود کو اکیلا نہ سمجھنا تمہیں دل سے اپنایا ہے۔۔سلطان نے بھی انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا تو وہاج نم ہوتی آنکھوں سے مشکور ہوتے اک دم سے پاس بیٹھے ضرار کے سینے سے لگ گیا تھا۔عیس اور سنی بھی مسکراتے ہوئے اس پیار میں حصہ ڈالتے ہوئے ان سے چمٹے تھے جبکہ سلطان بھی مسکرا کر ان سے جڑ گیا۔۔

دل کو بھرپور طریقے سے سکون پہنچاتے ہوئے وہ لوگ الگ ہوئے تو وہاج کے ناک سے پھر خون نکلتے دیکھ کر سلطان کو اسکی فکر ہوئی۔۔

تمہارے ناک سے بار بار خون کیوں نکل رہا ہے۔۔۔ سلطان نے تشویش سے پوچھا تھا۔۔۔ وہ جب سے آیا تھا۔۔ تب سے اسکے ناک سے خون نکلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہاج نے جلدی سے اپنا خون صاف کرنا چاہا تو اس سے پہلے ہی عیس نے اپنے رومال سے اسکا خون صاف کر دیا۔۔

اسکے سٹریس کی وجہ سے نکل رہا ہے۔۔ اس دن بھی اسکا ایسے ہی خون نکل رہا تھا۔۔ پھر بعد میں اس نیلی بتی کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا۔ اب بھی اگر یہ نیلی بتی لال بتی بنی رہی تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔

سنی نے وہاج کی ڈارک بلو آنکھوں پر چوٹ کرتے ہوئے اسے نیلی بتی بناتے ہوئے جواب دیا تو وہاج نے اسے خود کو نیلی بتی بلانے پر خفگی سے

دیکھا تھا۔۔۔اسکے خفگی سے دیکھنے پر عیس اور ضرار قہقہ لگا گئے۔۔۔

جانو ایسے نہ دیکھو کہا تھا نا۔ ہم مارتے نہیں ہیں بلکہ ذہنی ٹارچر کرتے ہیں۔ تو یہ سب اب برداشت کرنا پڑے گا۔۔ سنی نے ہنستے ہوئے اسے یاد دلایا تو سلطان بھی ہنس دیا۔۔

فلحال تو ہم دبئ میٹنگ کے سلسلے میں جا رہے ہیں۔۔وہاں کچھ بے غیرت لوگوں سے ملاقات کرنی ہے۔ واپسی تک میں تمہاری دیکھ بھال کے لئے بیہ اور میرال کو بھیج رہا ہوں۔ ہم واپس آتے ہی تمہیں اپنے ساتھ گھر لے جائیں گئے۔۔۔

سلطان نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے اسے مختصر سی تفصیل بتائی تو وہاج سر پیچھے ٹکاتے ہوئے سر کو جنبش دے گیا۔۔۔

تم اب ہمارے ساتھ ہمارے مینشن میں رہو گئے۔جب تک تمہارا پورشن نہیں بن جائے گا تب تک میں تمہیں اپنے پورشن میں ایک کمرہ کرایے پر دے ہی دوں گا۔بدلے میں تمہارا وہ نیلا پیلا مینشن میرا۔۔

عیس نے ہمارے پر زور دیتے ہوئے وہاج کے مینشن پر زبردستی قبضہ جماتے ہوئے خود ہی ڈیل ڈن کی تو وہاج نے زور سے ہنستے ہوئے حامی بھر لی۔۔اسے زندگی کے اس خوبصورت احساس اور مسکراہٹ کے علاؤہ کچھ نہیں چاہیئے تھا۔۔جو وہ ابھی محسوس کر رہا ہوں۔۔

اور ہاں ہماری بیہ بہت اچھے سے خیال رکھتی ہے۔۔امید کرتا ہوں کہ کل واپسی تک تم مجھے پہلے کی طرح اچھلتے ہوئے نظر آؤ گئے۔۔
عیس نے اپنی چمکتی ہیزل براؤن آنکھوں کو ٹمٹماتے ہوئے کہا تو وہ تینوں ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگے۔لیکن پھر وقت کی کمی کی وجہ سے وہاج کو مل کر

نکلتے چلے آئے تھے۔۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی سنی نے عیس کی گردن کو شکنجے میں کسا تھا۔۔

کلی کی پونی والے انسان جلدی سے پھوٹنا شروع کر کہ اندر تو وجی کے ساتھ بیہ کے بارے وہ بکواس کیوں کر رہا تھا۔

یہ ہی سوال ضرار اور سلطان کی آنکھوں میں بھی تھا۔۔

سالوں یہ ہر دفعہ جو تم لوگ میرا گلہ دبانے کی کوشش کرتے ہو نہ میں بتا رہا ہوں کہ میں نے تم لوگوں پر تشدد کا کیس ٹھوک دینا ہے۔۔

عیس نے کراہتے ہوئے اپنی گردن آزاد کروانا چاہی لیکن دوسری طرف سے ضرار بھی اسے گرفت میں لے گیا تو عیس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں تھیں۔آج ڈرائیونگ سلطان کر رہا تھا۔ سگریٹ پیتے ہوئے وہ ہنس کر مرر سے بیک کا منظر بھی دیکھ رہا تھا۔۔۔

سالوں مجھے چھوڑ وگئے تو گلے سے آواز نکال کر بتا پاؤں گا نہ کچھ۔۔۔

عیس نے پھنسی پھنسی آواز میں بتانے کا کہا تو وہ دونوں پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ جبکہ سنی کا ہاتھ اسکی پونی کی طرف تھا۔ایسے وہ جلدی سے پوری اور ساری بات بتا دیتا تھا۔

کچھ دن پہلے جب میرال اور بیہ فلیٹ پر کام کر رہیں تھیں تو میں نے تب انکی باتیں سنی تھیں۔۔ جس میں بیہ سر پکڑ کر بیٹھی تھی۔۔ جبکہ میرال اسے وہاج کے نام سے چھیڑ رہی تھی۔۔ایسے بس مجھے پتہ لگ گیا کہ بیہ وہاج کو پسند کرنے لگی ہے۔۔۔

عیس نے ان کو دیکھتے ہوئے بتایا تو اسکی بات سن کر انکی آنکھیں کھل گئیں تھیں۔۔

تونے ہمیں یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی سالے۔۔۔ضرار دانت کچکچا کر کہنے لگا تو عیس نے لاپرواہی سے آنکھیں گھمائیں۔۔

ہاں جیسے تونے تب اس نیلی سیاہی سے رشتہ لینے چل پڑنا تھا نا۔۔۔۔عیس نے وہاج کو نیلی سیاہی بناتے ہوئے منہ ٹیڑھا کرتے جواب دیا تھا۔۔

قسم خدا کی مجھے آج تک یہ بات نہیں سمجھ میں آئی کہ یہ سالا میسنا ادھورے بالوں والی عورت لوگوں کی اتنی اہم باتیں سن کیسے لیتا ہے۔اسے پتہ کیسے چل جاتا ہے کہ فلاں جگہ پر کوئی رازداری کی بات ہو رہی ہے۔۔وہاں جا کر سننا چاہیئے۔۔۔سالے تیرے اپنے کان ہیں یا ہاتھی کے کان لے کر گھومتا ہے تو۔۔۔

سنی نے پہلے جہاں حیرت سے اظہار کیا وہیں آخر میں وہ جھنجھلاہٹ سے بول اٹھا تھا۔۔جبکہ عیس اپنی تعریف پر چوڑا ہوتے کالر جھاڑنے لگا تھا۔۔

وہ چاروں اب ائیر پورٹ کی طرف روانہ تھے۔۔ سلطان نے کرنلز کو کال کرتے ہوئے وہاج کے مطلق مختصر تفصیل بیان کی تو وہ اسے واپس لوٹ کر اسے گھر لانے کا کہنے لگے تھے۔

ایک دن بعد۔۔۔

دبئ میں پورا دن گزرا کر شاہ کمپنی کے ساتھ ڈیل کر کے وہ اگلے دن واپس آ گئے تھے۔اس وقت مینشن میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔علیزے کے حادثے کی وجہ سے سب لوگ ایک بار پھر اکھٹے تھے۔رات کو چونکہ وہ لوگ وہاج کو گھر لانے والے تھے۔اسی لئے اسی کے ویلکم کی تیاریاں کروائی جا رہیں تھیں۔

علیزے صوفے پر بیٹھے ہوئے زُلیخا بیگم کے کندھے پر سر رکھ کر سو گئی تھی۔۔اسکے پاؤں کا زخم اب کچھ بہتر تھا۔۔ لیکن فلحال وہ چل پھر نہیں سکتی تھی۔اسی لئے اسکی زخمی پاؤں کو ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔

مورے گڑیا سو گئی ہے۔خان کو بولیں کہ انہیں کمرے میں آرام سے لٹا آئیں۔۔۔

دانیال خان نے علیزے کو سوتے دیکھ کر زلیخا بیگم کو کہا تھا۔۔

دانی، یہ ایسے ہی تھوڑی دیر کر سو کر خود اٹھ جاتیں ہیں۔۔اس حالت میں یہ ایسے ہی کر رہیں ہیں۔اگر خان انکو روم میں چھوڑ آئے تو ابھی تھوڑی دیر میں یہ پھر اٹھ جائیں گئیں۔خود کو اکیلا دیکھ کر سوچوں میں نہ گر جائیں کہیں۔۔اسی لئے انکو یہاں پر ہی اپنی نیند پوری کرنے دیں۔۔

زلیخا بیگم نے علیزے کا دوبٹہ صحیح کرتے ہوئے جواب دیا تو دانیال خان انکی

بات سمجھتے ہوئے سر ہلا گیا۔۔وہ سب علیزے کو اک پل کے لئے اکیلا نہیں چھوڑ رہے تھے۔۔تاکہ تنہائی ملنے پر وہ سٹریس کا شکار نہ ہو جائے۔۔

اب کیسی طبعیت ہے خانم کی۔۔۔اغا جان نے وہاں بیٹھتے ہوئے علیزے کی طبیعت کے بارے میں پوچھا تھا۔۔

اب کافی بہتر ہیں پہلے سے آغا جان۔۔۔زلیخا بیگم نے انہیں جواب دیا تو وہ اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔جبکہ باقی سب اس وقت کاموں میں الجھے ہوئے تھے۔

عیس نے مشعل کو کئی بار اشارہ کرتے ہوئے اوپر چلنے کا کہا لیکن مشعل اسے نظرانداز کر رہی تھی۔اسکے نظرانداز کرنے پر اب عیس کو تپ چڑھنے لگی تھی۔

بی جان بھی وہیں بیٹھ کر سب کام اپنی نگرانی میں کروا رہیں تھیں۔
مشو میرے ساتھ زرا اوپر چلنا مجھے کپڑے نکال کر دے دو۔۔۔
عیس کھڑے ہو کر اسے حکم صادر کرتے خود سیڑھیوں کی طرف چلا گیا۔

جبکہ بی جان کے سامنے عیس کے حکم پر مشعل روہانسی سی ہو گئی۔بی جان نے اپنی عینک کے شیشوں سے بغور مشعل کا جائزہ لیتے ہوئے اسے اشارے سے پوچھا کہ وہ اپنے شوہر کے پیچھے جا کیوں نہیں رہی ہے۔۔

یہ اب اپنے کپڑے بھی خود نہیں نکال سکتا کیا بچی اب اتنی سیڑھیاں اوپر کے نواب کے پیچھے جائے گی۔۔۔
حسن صاحب جو ابھی وہاں آئے تھے عیس کا حکم سن کر جل بھن سے گئے۔چونکہ چاروں پورشن کو لاؤنج ایریا کنیکٹ کرتا تھا۔اسی لئے لاونج

ایریا کافی بڑا اور پھیلا ہوا تھا۔ وہ سب زیادہ تر لاونج میں ہی رہتے تھے۔ صرف سونے کے لئے ہی سب اپنے اپنے پورشن کے مخصوص کمروں میں جاتے تھے۔

مشعل کو سیڑھیاں چڑھ کر سیج میں دوسرے کونے کی طرف جانے پر موت دیکھائی دے رہی تھی۔ کیونکہ اتنا فاصلہ طے کر کے ہی اسکا کمرہ موجود تھا۔۔

حسن صاحب کی جلی کٹی بات پر بی جان نے انہیں کڑے تیوروں سے گھورا تھا۔۔

کیوں میاں شادی کے بعد تم اپنے کام خود کرتے رہے ہو جو میرے پوتے کا اپنی بیوی کو دیا ہوا حکم تمہیں اتنا چبھ رہا ہے۔۔ یہ ہی تو چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جو میاں بیوی کا آپس میں پیار بڑھاتی ہیں۔۔ تم کبھی اپنے اس سڑے

ہوئے موڈ سے باہر نکلو تو تمہیں اس چیز کی کچھ سمجھ آئے نہ۔۔۔

بی جان نے اچھا خاصا حسن صاحب کو لتاڑ دیا تھا۔بی جان کے سنانے پر سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔ جبکہ حسن صاحب تو گڑبڑا گئے تھے۔۔ وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ بی جان بھی یہاں پر موجود ہیں ورنہ انکی موجودگی میں انکے لاڈلے کے خلاف ایسی گستاخی کبھی نہ کرتے۔۔۔

بی جان میں جا رہی ہوں نا، اپ بابا کو نہیں ڈانٹیں بس۔۔
مشعل اپنے باباجان کو ڈانٹ پڑتے دیکھ کر جلدی سے کھڑی ہو گئی تھی۔۔

آرام سے جاؤ بیٹا۔۔۔
مشعل کو تیزی سے قدم اٹھاتے دیکھ کر حسن صاحب فکر سے اسے ٹوک گئے۔ جبکہ اپنی بیٹی کی خود کے لئے اتنی فکر پر وہ نثار ہونے لگے تھے۔۔۔

یہاں پر کوئی اپنی پارٹی کے لئے بس تڑپتا ہے۔۔ گل جہاں بیگم مسکراہٹ دباتے ہوئے بولیں تو سب خواتین ہنستے ہوئے سر جھٹک گئیں تھیں۔ انکا اشارہ سب کی کراس محبتوں کی طرف تھا۔ اگر بی جان کو اپنے پوتے پیارے تھے تو لڑکیاں اپنے سسر سے اٹیچ تھیں۔ جبکہ کہیں نہ کہیں مائیں بھی لڑکوں کی طرف ہی تھیں۔

مشعل سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تو اسکا سانس پھول گیا۔ اسی لئے وہیں نیچے بیٹھ کر اپنا سانس بحال کرنے لگی تھی اسے نیچے بیٹھے دیکھ کر عیس جلدی سے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں اٹھا گیا۔

عیس کے اچانک وہاں آنے پر مشعل ڈر کے مارے اچھل پڑی۔۔

لیکن پھر عیس کو دیکھ کر اس نے تھک کے اسکے سینے پر سر ٹکا دیا تھا۔۔۔

مل گیا سکون مجھے اتنی سیڑھیاں چڑھا کر۔۔۔ مشعل نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔۔۔

جبکہ عیس جھک کر اسکے لبوں کو ہولے سے چوم گیا۔تو مشعل ناک چڑھانے لگی تھی۔۔۔

مشو جان نیچے تمہیں اتنے اشارے کیے تھے۔تب میری بات کیوں نہیں سن رہی تھی۔اور اب اوپر آکر بھی کب سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔۔اور تم اتنی لیٹ آئی ہو۔

عیس نے اسکی ناک کی ٹپ پر ہونٹ رکھتے ہوئے خمار زدہ لہجے میں کہا تھا۔

وہ یہاں سائیڈ پر ہو کر اسکے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی نازک بیوی اتنا نہیں چل پائے گی۔

آپ کو مجھے سے کوئی کام نہیں تھا۔اسی لئے میں بھی اپکی بات نہیں سن رہی تھی۔

مشعل نے ناک چڑھا کر اسے جوابا بولی۔۔تو عیس اسے مصنوعی گھورنے لگا۔۔

جبکہ عیس اسے اپنے پورشن کے لاونج کے صوفے پر لٹاتے ہوئے اچانک اس پر قابض ہوا تھا۔۔

بہت تیز ہو گئی ہو ورنہ جب آئی تو پتے کے گرنے کی آواز پر بھی سہم کر رونے لگتی تھی۔۔

عیس نے اسکے خوبصورت چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پرانے دنوں کا تذکرہ کیا تو مشعل اک ادا سے آنکھوں کو مٹکا گئی۔

جبکہ عیس اسکی اس ادا پر بے چین ہوتے یہ دم اسکے ہونٹوں پر جھکا تھا۔
اسکے سر کو اوپر اٹھاتے عیس نے اسکے لبوں پر قبضہ جمایا تو مشعل بوکھلاتے
ہوئے اسکی ٹی شرٹ پکڑ گئی۔

عیس مدہوش ہوتا اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دباتے ہوئے اسکے جسم
ہر بے باکی سے ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ مشعل کی مہکتی ہوئی سانسوں کو خود
میں انڈیلتے ہوئے عیس نے کروٹ بدل کر اسے اپنے اوپر لٹایا۔ جبکہ
مشعل اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں پر بار بار کسمانے لگی تھی۔ عیس نے اسکی
شرٹ کمر سے اٹھا کر وہاں انگلیوں سے لکیریں کھینچتے ہوئے اسکو تھائیز سے
اٹھاتے ہوئے اپنے نزدیک کیا تو مشعل یک دم لاک انگارہ ہوتے پیچھے
ہٹ گئی۔۔

شرم کرلیں اسی کام کے لئے مجھے آپ اوپر بلا رہے تھے نا، ورنہ اور کوئی
ضروری وجہ نہیں تھی۔۔

مشعل نے پھولی سانسوں کے درمیان تیکھی لہجے میں پوچھا تو عیس بے چین ہوتے اسکی گردن پر ہونٹ رکھ گیا۔۔۔

اس سے زیادہ ضروری وجہ کیا ہو سکتی ہے مشو جان کہ تمہارا شوہر تمہیں لال جوڑے میں دیکھ کر صبح سے تڑپ رہا ہے۔۔
عیس نے بھاری آواز میں اسکی گردن کو چومتے ہوئے جواب دیا تو بے اختیار اسکے نرم گرم لمس پر مشعل کی سانسیں بھاری ہونے لگیں تھیں۔۔

عیس کوئی آجائے گا نا یہاں پر۔۔۔ عیس کو لاونج میں ہی شرع ہوتے دیکھ کر وہ ڈر کے مارے بولی تو عیس اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اسے گود میں ایڈجسٹ کرتا نزدیک ترین کرتے ہوئے بٹھا گیا۔۔

کوئی نہیں آئے گا بے فکر رہو، مشعل کی شرٹ کی ذپ کھولتے ہوئے عیس نے کندھوں سے شرٹ نیچے کھسکائی تو مشعل شرم سے لال ہوئی تھی۔۔

جب سے تم پریگننٹ ہوئی ہو تب سے صرف گود میں ہی صحیح ایڈجسٹ ہو سکتی ہو۔ ورنہ تو مجھے فکر ہی رہتی ہے اب کہ کہیں میرے نیچے تم گم نہ ہو جاو۔۔

اسکے کندھے پر گہرے بوسے دیتے ہوئے وہ مشعل کے چھوٹے سے وجود پر چوٹ کرتے کہنے لگا۔۔ جبکہ اسکے چھونے پر مشعل کی سسکیاں بے ساختہ تھیں۔۔

آپ بلڈوزر بن گئے ہیں میں آپکے نیچے گم نہیں بلکہ دب جاؤں گی۔۔

مشعل نے بھی اسکے چوڑے باڈی بلڈر وجود کو بلڈوزر بنایا تو عیس اسے گہری نظروں سے دیکھ گیا۔۔

اسکی ڈھرکنوں سے شرٹ نیچھے کھسکا کر عیس نے وہاں ہاتھ سہلایا تو مشعل نے شرم سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اسکی گردن پر ناخن گاڑے تھے۔ جبکہ وہ جان بوجھ کر اسکو تڑپانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

بہت دنوں سے بچ رہی ہو آج رات میں نے تمہیں کوئی رہائی نہیں دینی ویسے بھی تمہارا شادی والا وعدہ ابھی تک پینڈنگ پر ہے جان۔۔۔

جھک کر مشعل کی دھڑکنوں پر پھونک مارتے ہوئے عیس نے مچلتے دل کے ساتھ کہا تو مشعل پیچھے صوفے کو تھامتی چلی گئی۔۔۔

پھر ابھی مجھے جانے دیں نا۔۔۔اسکے جان لیوا لمس پر وہ جھنجھلاہٹ سے کہنے لگی کہ ابھی وہ اسے آزاد کر دے اگر رات کو قید ہی کرنا ہے۔۔

خود کو تھوڑا سا سکون پہنچا لوں پھر تمہیں خود نیچے چھوڑ کر آؤں گا۔۔۔عیس نے اسکی ڈھرکنوں کو ہولے سے سک کرتے ہوئے جواب دیا تو مشعل سر پیچھے گرا کر گہرے سانس لینے لگی۔جبکہ عیس نے اسکو کمر سے تھامتے ہوئے شدت سے خود میں سمیٹنا چاہا تو مشعل کانوں کی لوح تک سرخ پڑنے لگی۔۔

وہ نرمی سے جگہ جگہ اسکی ڈھرکنوں کو سک کرتے ہوئے چومنے لگا تھا۔ وہ سسکیاں لیتی اپنا سر اسکے کندھے پر ٹکا گئی تھی۔

جبکہ عیس نے اسکے پیٹ سے ہاتھ نیچے لے جاتے ہوئے اسے چھونا چاہا تو مشعل کرکٹ کھا کر پیچھے ہو گئی۔ جس پر عیس اسے خود کی طرف کھینچتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو گرفت میں لے گیا تھا۔۔ کافی دیر اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے عیس نے اسکی ڈھرکنوں کو ہاتھ میں مسلتے ہوئے اسکی جان ہوا کی تو مشعل آنکھوں میں التجا لیے اسے دیکھنے لگی۔ جو دن دہاڑے سب کی موجودگی کا لحاظ کیے بنا شروع ہو گیا تھا۔۔

مشعل کی التجا کو دیکھ کر وہ اسکے نچلے لب کو ہونٹوں سے کھینچتے ہوئے اسے آزادی بخش گیا۔۔۔

رات میں تیار رہنا آج کوئی بہانہ نہیں سنوں گا آؤ تمہیں نیچے چھوڑ آؤ

اب۔۔ مشعل کی شرٹ درست کرے ہوئے عیس نے اسکی پیچھے سے ذپ بند کی اور اسے گود میں اٹھائے کھڑا ہو گیا۔۔ مشعل کو نیچے والی سیڑھیوں پر اتار کر وہ خود وہی سے تیار ہونے کے لئے مڑ گیا۔ انہیں اب تھوڑی دیر میں وہاج کو لینے کے لیے نکلنا تھا۔

بلیک ٹو پیس پہنے ہوئے آنکھوں پر سن گلاسز لگائے وہ چاروں اپنے پسندیدہ بلیک کلر میں فل تیاری کے ساتھ اپنی اپنی سحر انگیز شخصیت میں ہاسپٹل کے روم میں داخل ہوئے تھے۔۔ جہاں وہاج علی صدیقی ٹھہرا ہوا تھا۔۔

وہ سب اک ساتھ اسکے روم میں داخل ہوئے تو میرال اور بیہ اپنے چاروں بوس گروپ کو دیکھ کر مسکرا دیں۔ وہ کل سے یہاں پر رک کر وہاج کا خیال رکھ رہیں تھیں۔۔ جبکہ میرال تورات میں گھر واپس چلی گئی تھی۔۔ لیکن

بیہ وہاج کے پاس ہی رکی رہی تھی۔ وہاج نے اسے بھی واپس جانے کو بولا تھا پر وہ یہ کہہ کر منع کر گئی کہ وہ اپنے خان بوس کے آرڈرز پر یہاں رہ کر ڈیوٹی کر رہی ہے۔اس لئے اسکا رکنا ضروری ہے۔

وہاج اسکے اس رویے پر الجھنے لگا تھا۔ کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ سامنے بیٹھی لڑکی اسے مسلسل دیکھ رہی ہے۔۔ لیکن جب بھی وہاج اسے دیکھتا وہ اپنے کام میں یا موبائل میں مصرف نظر آتی تھی۔۔وہاج کو سمجھ لگ گئی تھی کہ وہ آرمی کی ٹرینڈ لڑکی پھر بلیک گینگ کے ساتھ رہنے والی لڑکی ہے۔۔۔وہ اسے اتنی آسانی سے پکڑ نہیں سکتا تھا۔

اسلام علیکم سر۔۔۔بیہ اور میرال نے ان چاروں کو سلام کیا تو وہ سر کو جنبش دیتے ہوئے جواب دے کر وہاج کو دیکھنے لگے جو انہی کے جیسے بلیک ٹو پیس میں اپنی دلکش انداز کے ساتھ آج کچھ فریش نظر آرہا تھا۔

کیا رپورٹ ہے۔۔۔۔

سنی نے آگے بڑھتے ہوئے وہاج کی کنڈیشن کے بارے میں جاننا چاہا تو میرال سنان کو رپورٹ تمھا گئی۔

میرال جو سنان کو وہاج کی کنڈیشن کے بارے میں بتانے لگی تھی اسکے بولنے سے پہلے ہی بیہ اسے بتانے لگی۔۔۔

سر یہ پہلے سے کچھ بہتر ہیں۔ لیکن ڈاکٹر کا یہ ہی کہنا ہے کہ انکو سٹریس اور ڈپریشن سے دور رکھا جائے۔۔اچھا ماحول دیا جائے۔اسکے علاوہ انکو اکیلا نہ چھوڑا جائے۔۔ کیونکہ میری ابزرویشن کے مطابق یہ اکیلے بس پانچ منٹ کے لئے ہی نارمل رہتے ہیں۔ پانچ سے اگلے منٹ یہ سٹریس میں چلے جاتے ہیں۔اور دس منٹ تک انکے ناک سے ہلکی ہلکی بلیڈنگ شروع ہو جاتی ہے۔۔

جو کہ پہلے قطرہ قطرہ کر کے نکلتی ہے۔۔ لیکن ٹھیک دس منٹ تک بلیڈ نگ کی سپیڈ تیز ہونے لگتی ہے۔ٹوٹل آدھے گھنٹے تک یہ مکمل ڈپریشن میں چلے جاتے ہیں۔ جبکہ شروع کے جو بیس منٹ ہوتے ہیں ان میں یہ سٹریس کی سٹیج پر ہوتے ہیں۔۔ڈاکٹر نے کچھ مخصوص دوائیاں دیں جن کو استعمال کر کے یہ ٹھیک ہو جائیں گئے۔۔ باقی انکا نیند پوری کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

سنان کے رپورٹ پڑھنے سے پہلے ہی بیہ نے اسے وہاج کے بارے میں ایک ایک لفظ بتاتے ہوئے مکمل تفصیل دی تو سنان مصطفیٰ کا ظمی امپریس ہوتے ان تینوں کو اشارہ کرنے لگا۔ جبکہ وہاج تو دم سادھے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔۔ جس نے کل سے لے کر اب تک اسکے ساتھ وقت گزرا تھا۔

اوراب مکمل بائیوڈیٹا بھی پیش کر دیا تھا۔۔وہاج کو بے اختیار یاد آنے لگا جب وہ کل اسکے ناک سے خون نکلنے سے پہلے ہی اسے رومال پکڑا دیتی تھی۔۔یا پھر خود صاف کر دیتی تھی۔۔اسکا مطلب تھا وہ اس پر پوری نظر رکھ کر بیٹھی تھی۔

میرال نے اپنی براؤن آنکھوں میں حیرت لیے بیہ کو کہنی مارتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ سامنے کھڑے چاروں انسان عام نہیں تھے۔۔بیہ کے اتنی اٹینشن شو کرنے پر وہ بال کی کھال تک پہنچ سکتے تھے۔

ارے واہ کیپٹن بیہ آپ تو اک دن میں مریض کے مرض کی جڑ تک پہنچ گئیں ہیں۔۔سنان نے اسکی تعریف کرتے ہوئے کہا تو بیہ ہوش میں آتی ہونٹ کاٹ گئی۔

ویسے موٹوا گرا تنی تیاری تم گھر داری سیکھنے میں کر لیتی تو اب تک ہم نے تمہارے ہاتھ پیلے کروا دینے تھے۔۔عیس بیہ کی اچھی صحت کی وجہ اسے موٹو کہہ کر چڑاتا تھا۔حالانکہ وہ موٹی نہیں تھی۔بلکہ اچھی صحت کے ساتھ اک فٹ لڑکی تھی۔

میرال اور بیہ دونوں ہی اچھی ہائیٹ کی لڑکیاں تھیں۔۔اس کے باوجود اپنی جاب کی وجہ سے وہ دونوں ہر وقت ہیلز پہنے رکھتی تھیں۔۔اب بھی وہ دونوں پینٹ شرٹ میں اونچی ہیلز پہنے ہوئے تھیں۔میرال کے بال چونکہ سلکی تھے۔تو وہ زیادہ تر ٹیل پونی کر کے رکھتی تھی۔۔
جبکہ بیہ اپنے کالے گھنگریالے بالوں کی ہاف پونی بناتی تھی یہ ہیئر سٹائل اسکے خوبصورت چہرے پر بہت سوٹ کرتا تھا۔۔
مجھے شادی نہیں کرنی سر۔۔۔بیہ نے پیار سے منہ بناتے ہوئے عیس کو جواب دیا تھا جو کہ پیچھے کھڑے سلطان اور ضرار نے بغور سنتے ہوئے ایک

دوسرے کو دیکھا بھی۔۔۔

بیہ کے اتنے پیارے انداز میں منہ بنانے پر وہاج نے بے اختیار نظروں کا رخ بدل لیا۔۔وہ اسے منہ بناتے ہوئے وہاج کو بے حد اٹریکٹ کی تھی۔ اپنی اس کیفیت پر وہ حیران ہوتا سر جھٹک گیا۔شاید وہ کل سے اسکی کیئر کر رہی تھی۔۔اسی وجہ سے وہ اسکی طرف اٹریکٹ ہو رہا تھا۔

موٹو۔۔۔عیس اس سے پہلے اسے مزید چھیڑتا ضرار اپنی سنجیدہ آواز سے اسے ٹوک گیا تھا۔۔۔

علی باز آجاؤ بہنوں سے ایسی بکواس باتیں نہیں کرتے ہیں۔۔ضرار نے اسے ٹوکتے ہوئے بکواس سے منع کیا تو عیس نے اسے گھورا جو سب جان کر بھی انجان بن رہا تھا۔بعد میں خبر لینے کا سوچ کر وہ وہاج کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔

جی مسٹر نیلی سیاہی آپ اپنی فیملی سے ملنے کے لیے تیار ہیں کیا۔۔۔

عیس نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا تو وہاج نے اسے گھورا۔۔
ان دونوں کو سپیشل بکواس کرنے کے پیسے دیتے ہو کیا تم دونوں
۔۔۔۔وہاج نے غصے سے سنی اور عیس کو گھورا جو اسکی اتنی خوبصورت
آنکھوں کو کل سے نشانہ بنائے ہوئے تھے۔۔

انکی بکواس پر توجہ نہ دو کیونکہ بنا بکواس کے یہ دونوں سانس نہیں لے
پاتے۔۔سلطان نے اسکے پاس بیٹھ کر اسے چل کرنا چاہا تو وہاج نے منہ بنا کر
ان کی طرف دیکھا جو بتیسی نکال کر اب ڈھیٹوں کی طرح آنکھیں مٹکاتے
ہوئے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔

تم دونوں کہاں جا رہی ہو۔۔۔ضرار نے میرال اور بیہ کو کمرے سے باہر

جاتے دیکھ کر پوچھا تو وہ مڑتے ہوئے انکو دیکھنے لگیں۔۔
سر میں تو گھر جا رہی ہوں جبکہ بیہ شاید فلیٹ پر جائے گی۔۔میرال نے رک کر بیہ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تو بیہ اسکی بات میں سر ہلا گئی۔۔۔

نہیں تم دونوں بھی اج مینشن میں انوائٹ ہو اسی لئے ہمارے ساتھ ہی جاؤ گی۔۔اگر چینج کرنا ہے تو بتاؤ ابھی ٹائم ہے۔۔۔
ضرار نے انکو کہتے ہوئے پوچھا تو وہ دونوں حیرت سے اک دوسرے کو دیکھ گئیں۔

سر ہم وہاں کیا کریں گئیں۔۔۔بیہ نے کنفیوز ہوتے میرال کو دیکھا۔۔۔
تم دونوں ناوہاں پر رات کے برتن دھو دینا، وقوف لڑکی فضول سوال کیوں کر رہی ہوں۔۔جو سب کریں نہ تم بھی دیکھ کر وہی کر لینا۔ سنی نے بیہ کے پوچھنے پر کلس کر جواب دیا تو وہ پھر منہ بنا گئی۔۔جو وہاج نے بغور دیکھا اسے

ایسالگ رہا تھا۔ کہ سامنے کھڑی لڑکی کے منہ بنانے کا سٹائل بہت پیارا ہے۔۔

وہ سب وہاج کو ساتھ لیے بل کلیئر کروا کے ہاسپٹل سے نکلے تو میرال اور بیہ کو بھی ناچارہ انکے ساتھ آنا پڑا تھا۔

رات کے نو بجے وہ سب وہاج کو لیے مینشن پر پہنچے تو وہاج اتنے عالیشان گھر کو دیکھ کر امپریس ہو گیا۔۔ مینشن کے چاروں بلاکس پر ان سب کے نام کے پہلے حروف درج تھے۔۔۔ جیسے ہر چیز پر وہ چاروں کرواتے تھے۔۔

یہ میرا پورشن کہان بنے گا۔۔۔ وہاج نے پر سوچ انداز میں مینشن کے اس

ڈیزائن کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو اسکی فکر پر ضرار اور سلطان حیرت سے مسکرائے۔۔

سالے پہلے اندر تو چل، ٹھیک سے گھر پہنچا نہیں ہے اور قبضہ جمانے کی پڑ گئی ہے تمہیں۔۔۔

سنی نے اسے آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے دانت پیس کر جواب دیا تو وہاج نے اسے نیلی آنکھوں سے گھوری ڈالی۔۔۔میرال اور بیہ مزے سے ان کی نوک جھوک انجوائے کر رہیں تھیں۔جو پورے رستے وہاج کے دماغ کی دہی بناتے ہوئے آئے تھے۔

جانی ان آنکھوں پر زیادہ زور نہ لگا او ہیں انکی سیاہی باہر نکل آئے گی۔۔۔عیس نے وہاج کو گھورتے ہوئے دیکھ کر پھر چھیڑا تو وہاج ضبط سے ضرار کو دیکھنے لگا جس نے اسے مخصوص اشارہ کیا۔۔ضرار کے اشارے پر

وہاج کی آنکھوں میں چمک ابھری تو اس نے آگے بڑھ کر زور سے عیس کی پونی کھینچ دی۔اچانک حملے پر عیس کراہ اٹھا تھا۔۔

زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ تمہاری اس پر کٹی دم پر پاؤں رکھ دوں گا میں۔۔۔وہاج نے پونی کھینچ کر اسے ٹکر کا جواب دیا۔جبکہ عیس کی پونی کھینچ کر وہ سچ میں ہلکی پھلکا محسوس کرنے لگ تھا۔

یار سچ میں اسکی پونی کھینچنے کا بہت مزہ آیا ہے۔۔وہاج نے حیرت سے مڑتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا تو ان تینوں کا فلک شگاف قہقہ گونج اٹھا۔۔۔جبکہ میرال اور بیہ بھی اپنی مسکراہٹ چھپانے لگیں تھیں۔عیس ان سب پر خونخوار نظر ڈال کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔اسکے پیچھے ہی وہ سب ہنستے ہوئے قدم اٹھا گئے۔

وہ سب وہاج کو لیے اندر داخل ہوئے تو مینشن کو اندھیرے میں ڈوبے دیکھ کر الجھ گئے۔اسی وقت لڑکیوں نے اچانک لائٹس آن کر کے ان کے سر پر بلون پھوڑتے ہوئے ان پر گلٹر کی بارش کی تو وہ سب سرپرائز ہوتے اوپر کی طرف دیکھنے لگے جہاں ریکنگ پر منیزے،ایرہ اور مشعل کھڑے ہو کر ان پر غبارے پھوڑ رہیں تھیں۔۔

ویلکم بھیا۔۔۔۔۔مشعل نے اونچی آواز میں وہاج کو ویلکم کیا تو وہاج خوشی سے اسے دیکھنے لگا۔۔وہ تینوں تو پہلے ہی وہاج سے واقف تھیں۔وہاج کو فیملی کا حصہ بنتے دیکھ کر انہوں نے خوشی سے ساری تیاریاں کیں تھیں۔

وہاج کے آنے سے پہلے وہ چاروں سب فیملی کو بٹھا کر وہاج کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں بتا چکے تھے۔۔اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہاج کو اس وقت زندہ رہنے کے لئے فیملی اور اپنوں کے ساتھ کی ضرورت ہے۔۔

وہاج کے بارے میں سب کچھ جان کر سب نے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو اس انسان کے شکر گزار ہوئے تھے۔۔ جس نے انکی بہو کی زندگی اور عزت کو اس شہر و زملک سے بچایا تھا۔اس سے پہلے بھی وہ سب وہاج سے مل چکے تھے۔۔اسی لئے ان سب کو وہاج کو فیملی کے ساتھ اٹیچ کرنے میں کوئی برائی نظر نہیں آئی تھی۔

جبکہ بی جان تو یہ سوچ کر ہی خوش ہو رہیں تھیں کہ انکے پوتوں کی گینگ میں اک اور اضافہ ہو گیا ہے۔جو کہ انکے لئے خوشی کا ہی باعث ہے۔

وہاج اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر مڑ کو ان چاروں کو دیکھنے لگا۔۔۔وہ بلکل نہیں جانتا تھا کہ انکی فیملی میں اتنے سارے لوگ ہوں گئے۔

وہ سب وہاج کے ساتھ اندر داخل ہوئے تو وہاج آگے بڑھ کر سب مرد حضرات کو ملنے لگا۔۔۔مرد حضرات کو ملنے کے بعد وہ کنفیوز ہو کر کھڑا ہو گیا کہ اب کس کو ملے۔۔۔کس کی طرف جائے۔۔۔

آجا ہم تیرا تعارف کرواتے ہیں۔۔اسکو کنفیوز دیکھ کر سنی اور عیس آگے بڑھ کر اسے کندھوں سے تھام گئے۔۔۔

یہ ہیں ہماری حسین و جمیل مائیں۔۔۔مطلب آج سے یہ تیری بھی مائیں ہیں۔لیکن ہم انکو ڈارلنگ بلاتے ہیں۔۔اب تیری مرضی تو نے انکو کیا بلاتا ہے۔۔۔

سنی اسے خواتین کے سامنے لے کر آیا تو اتنی ینگ ماؤں کو دیکھ کر وہ سچ میں الجھ گیا کہ انکو ڈارلنگ بلائے یا کچھ اور۔۔۔

میں انکو ڈارلنگ ہی بلاؤں گا۔۔۔وہاج نے جلدی سے فیصلہ سنایا تو وہ سب

قہقہ لگا گئے۔ جس پر وہاج بھی اپنی جلد بازی سمجھتے ہوئے سر کھجانے لگا تھا۔

یہ ہیں مسسز پاشا یعنی ضرار پاشا کی آفیشلی مدر ڈارلنگ گل جہاں بیگم۔۔۔اور یہ ہیں ہماری پٹھانی ڈارلنگ مام مسسز دلاور خان زلیخا بیگم۔۔۔یہ تیسری ہماری دوست چھوٹی ماں مسسز مصطفیٰ کاظمی کی زوجہ ڈاکٹر کلثوم۔۔۔جبکہ یہ ہیں ہماری کیوٹ سی پیاری سی کھڑوس حسن ہمدانی کی بیوی شاہدہ بیگم۔۔۔

عیس نے سب کی طرف اشارہ کرتے انکا تعارف کروایا تو وہاج آگے بڑھ کر ان سے ملنے لگا تھا۔ جبکہ عیس کی کمر پر حسن صاحب کا جوتا ٹھاکر کے لگا تو سب سے پہلے وہاں مشعل کی کھلکھلاہٹ گونجی تھی۔۔ مشعل کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ باقی سب بھی زور سے ہنسنے لگے تھے۔ جبکہ عیس نے اسے غصے دیکھا جو شوہر کو جوتا پڑنے پر منہ پھاڑ کر ہنس رہی تھی۔

تمہاری ہنسی تو میں بریک لگواتا ہوں رو کو زرا۔۔۔عیس غصے سے مشعل کی طرف آیا تو مشعل بھاگ کر ضرار اور سلطان کے پیچھے چھپ گئی۔۔

چل جانے دے نا بچی ہے۔بس انکل کے سٹائل کو دیکھ کر گڑیا کی ہنسی نکل گئی ہے۔۔۔سلطان نے ہنستے ہوئے عیس کا غصہ ٹھنڈا کرتے مشعل کو بچایا تو عیس نے تیش سے انکے پیچھے چھپی ہوئی اپنی بیوی کو دیکھا جس کی کھی کھی رک ہی نہیں رہی تھی۔ جبکہ عیس کو جوتا پڑنے پر وہاج کی جہاں پہلے آنکھیں کھلیں تھیں وہیں مشعل کو ہنستے دیکھ کر اسکی بھی ہنسی نکل گئی۔۔۔

وجی میں تیرا منہ توڑ دوں گا۔اگر تیرے دانت اب باہر نکلے تو۔۔۔عیس نے وہاج کو گھور کر وارن کیا تو وہ سیریس ہونے کی کوشش میں ہاتھ سے منہ کو چھپانے لگا۔ جبکہ حسن صاحب نے بے نیازی سے آگے بڑھ کر اپنا

برینڈڈ جوتا پھر پہنا تو انکے لاپرواہ انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی لاؤنج میں قہقہوں کا شور گونجنے لگا۔۔۔

سب کو خود پر ہنستے دیکھ کر عیس ناراضگی سے جا کر بی جان کے پاس بیٹھ گیا۔ عیس کو ناراض ہوتے دیکھ کر بی جان نے سب کو گھور کر دیکھا تو سب کی ہنسی کو یک دم بریک لگی تھی۔ جبکہ بی جان پر نظر پڑتے ہی وہاج خوشگوار حیرت سے انکی طرف چلا آیا تھا۔۔

ہائے حسین لیڈی کیسی ہیں اپ۔۔۔ وہاج نے بی جان کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ کر حیرت سے پوچھا تو بی جان مسکرا دیں۔ جبکہ باقی سب حیران ہو کر انکو دیکھنے لگے۔۔

آپ دونوں کیا ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں۔۔۔

دلاور خان نے بی جان کو پوچھا تو بی جان نے ہاں کرتے ہوئے کندھے اچکا

کر وہاج کی طرف چہرہ کیا جو انکا ہاتھ کر آنکھوں میں چمک لیے انکے پاس نیچے بیٹھ گیا تھا۔

جی سر ہم مال میں ملے تھے۔۔۔وہاج نے اس دن کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تو سنی، ضرار اور سلطان کو کھینچ کر بی جان کے پاس تجسس سے پاس آ بیٹھا تھا۔

تو ہماری ڈارلنگ سے کب اور کیسے ملا تھا۔۔۔سنان نے اس سے پوچھا جبکہ عیس منہ بنا کر بی جان کے کندھے پر سر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔یہ اسکی ناراضگی کا اظہار تھا۔۔

وہاج نے ہنستے ہوئے انہیں اس دن ہونے والے واقعے کے بارے میں بتایا جب شادی کے دنوں میں بی جان جیولری کی شاپنگ کے لیے مال گئیں تھیں۔تو وہاں پر اک لڑکے نے انکے ساتھ بد تمیزی کرنا چاہی تھی۔خوش قسمتی سے وہاج وہیں پر تھا۔جس نے لڑکے کو سبق سکھاتے ہوئے بی جان

اوران سب خواتین کواپنی اور گارڈز کی نگرانی میں گاڑیوں میں بٹھایا تھا۔وہ اوباش قسم کے لڑکے تھے۔۔جو جان بوجھ کر ہر آنے جانے والی عورت کو تنگ کر رہے تھے۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ تمہیں گھر لا رہے ہیں ورنہ میں خود تمہیں لینے کے لئے آتی۔۔۔بی جان نے وہاج کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکا ماتھا چوما تو وہاج مسکرا کر انہیں دیکھ گیا۔۔اس دن مال میں بھی وہ اسے ایسے ہی پیار کر کے گئیں تھیں۔وہاج کو ان کے شفقت بھرے لمس نے بہت سکون پہنچایا تھا۔۔

ڈارلنگ یہ غلط بات ہے ہمارے ہوتے ہوئے آپ اس نیلی بتی کا ماتھا نہیں چوم سکتیں۔۔۔عیس نے ناراض ہوتے وہاج کو گھوری ڈالی تو وہاج اسے چھیڑتے ہوئے بی جان کے ہاتھوں کو چومنے لگا۔۔

برخوردار اپکو سکون مل گیا ہو گا ان کالی گھٹاؤں کا ساتھ پا کر، اب انکے ساتھ رہ کر اچھی بھلی اپنی شرافت کھو دوں گئے تم بھی۔۔
حسن صاحب نے وہاج کو سناتے ہوئے عیس پر خطرناک نظر ڈالی تھی۔۔۔

مجھے تم اچھے خاصے سمجھدار انسان لگے تھے۔۔ تم جیسے بزنس مین سے اتنے غلط ترین فیصلے کی امید نہیں تھی۔۔۔ مصطفی صاحب نے بھی وہاج پر افسوس کا اظہار کیا تو وہاج نے ان چاروں کو دیکھ کر پوچھنا چاہا کہ تم لوگوں کی کیا گھر میں سچ میں عزت نہیں ہے۔۔۔

چپ کر جاو سب اور اٹھ کر پہلے کھانا کھالو بعد میں یہ جنگ لڑتے رہنا۔۔۔بی جان سب کو سنا کر وہاج کا سہارا لے کر کھڑی ہوئیں تو سب خاموشی سے کھانے کی ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔

نعمان خان جو ابھی مینشن میں اپنی خانم کو لے کر پہنچا تھا۔ گاڑی سے اترتے ہی وہ علینہ کا ہاتھ پکڑ کر لان کے اک کونے کی طرف چلا ایا۔۔

علینہ کو دیوار کے ساتھ لگاتے ہی وہ اسکے ہونٹوں پر اچانک جھکا جو علینہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ فجر کے وقت سے میر پور سے علینہ کو لینے کے لیے گیا ہوا تھا۔ کمپنی کے کام کے بوجھ اور پھر مشن میں مصروف ہونے کی وجہ سے نعمان خان دو مہینوں سے اپنی خوبصورت خانم سے دور تھا۔ یہاں پہنچتے ہی وہ خود پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔اب تو ویسے بھی وہ اپنی خانم کو یہاں پر اپنے ساتھ رکھنے والا تھا۔

نعمان نے اسکے ہونٹوں سے اپنی پیاس بجھاتے ہوئے علینہ کو خود میں بھینچنا چاہا تو علینہ شرم سے کانپنے لگی تھی۔۔۔
جبکہ آغا جان جو فون سننے کی غرض سے باہر لان میں آئے تھے۔ نعمان کو یہاں رومینس کرتے دیکھ کر بے اختیار استغفار کا ورد کرنے لگے۔۔۔

تمہارے کو کچھ شرم ہے نعمانی کے نہیں۔۔۔اغا جان کی آواز سن جذبات میں کھویا ہوا نعمان خان جہاں اچھلا وہیں علینہ اپنے سامنے آغا جان کو دیکھ کر رونے والی ہو گئی۔۔وہ ایک بے شرمیلی لڑکی تھی۔ایسی صورتحال میں اسکا ڈرنا بنتا تھا۔۔

اغا جان اپکو کونسا مزہ آتا ہے اچھے بھلے مرد کو زنانہ ٹوپی پہنا کر میرا نام نعمان ہے یار نعمانی نہیں ہے۔۔۔ نعمان خان کو رومینس تو خراب ہوا ہی

تھا۔ ساتھ ہی اپنا نام خراب ہوتے دیکھ کر وہ منہ بناتے بتانے لگا تو آغا جان نے اسے شرم دلاتی نظروں سے دیکھا۔۔

تم نعمانی نہیں بلکہ نمونی ہے نمونی، تمہارے کو شرم نہیں آتی۔۔۔اغا جان پھر غصے سے بولنے لگے۔۔۔۔

Scene will continue...

اغا جان اپکو کونسا مزہ آتا ہے اچھے بھلے مرد کو زنانہ ٹوپی پہنا کر میرا نام نعمان ہے یار نعمانی نہیں ہے۔۔۔ نعمان خان کارو مینس تو خراب ہوا ہی تھا۔۔پر ساتھ اپنا نام خراب ہوتے دیکھ کر وہ منہ بنا کر بولا تھا۔ لیکن آغا جان نے اسے شرم دلاتی نظروں سے دیکھا۔۔

تم نعمانی نہیں بلکہ نمونی ہے نمونی، تمہارے کو شرم نہیں آتی۔۔۔اغا جان پھر غصے سے بولنے لگے۔۔۔۔

آغا جان خدا خدا کر کے اتنے ٹائم بعد مجھے میری بیوی ملی ہے۔تو آپ کیوں رنگ میں بھنگ ڈال رہے ہیں۔۔پلیز جائیں نا یہاں سے مجھے بھی اپنے بچوں کو دنیا میں لانے کا کام کرنے دیں۔۔۔

نعمان خان علینہ کو اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے التجائیہ انداز میں کہنے لگا تو آغا جان جو غصے سے اسے گھور رہے تھے۔اسکی بات سن کر الجھن میں پڑ گئے۔۔۔جبکہ علینہ کا تو ایسا حال تھا۔۔جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں پر نعمان خان کو زرا فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

ہیں۔۔نعمانی یہ بچے دیوار کے ساتھ لگ کر بھی پیدا ہو جاتی کیا۔۔ہمارے زمانے میں تو ایسے نہیں ہوتی تھی۔۔معصوم سے آغا جان نے بھولے پن

سے پوچھا تو انکی بات سن کر علینہ کا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا تھا۔ وہیں نہ چاہتے ہوئے بھی نعمان خان کی ہنسی نکل گئی۔۔۔

جی جی آغا جان مجھے پتہ ہے آپکے زمانے میں تو بچے بتی بجھانے سے ہی پیدا ہو جاتے تھے۔۔پر آج کل کے زمانے میں کہیں بھی لگ کر بچے پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ آپ پلیز اندر جائیں نابی جان اپکو یوٹیوب سے دیکھ کر مزید نالج دے دیں گئیں۔۔

نعمان خان نے ہنسی دباتے ہوئے انکو جلدی سے وہاں سے غائب کرنا چاہا لیکن آغا جان کا اپنی جگہ سے ہلنے کا کوئی موڈ نہیں بن رہا تھا۔۔

ہم تو یہاں ہی کھڑی رہے گی۔ تم کو جانا ہے تو جاؤ پر میر خان یہاں سے نہیں ہلے گی۔۔

آغا جان نے ضدی انداز میں وہی پیر جماتے ہوئے جواب دیا تو نعمان خان

دکھ سے انہیں دیکھنے لگا تھا۔۔جو جان بوجھ کر اسکے رومینس میں رکاوٹ بن رہے تھے۔۔

میری حسین آغا جانی یہ کھڑی رہے میں دوسری دیوار ڈھونڈ لیتا ہوں۔۔ نعمان خان، علینہ کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اسے دوسرے کونے میں لا کر اسکے ہونٹوں پر جھکا ہی تھا۔۔کہ وہاں سنی فون سنتے ہوئے آگیا۔۔سامنے ہی کھلے عام رومینس ہوتے دیکھ کر سنی کا منہ کھلا تھا۔۔

کیا کیا دیکھنا پڑ رہا ہے یہاں۔۔۔ سنی نے توبہ توبہ کرتے ہوئے بلند آواز میں نعمان خان کے رومینس پر پانی پھیرا تو نعمان خان پھرا چھل کر علینہ سے دور ہو گیا۔۔جبکہ علینہ ایک بار پھر اپنی جگہ پر شرم سے چھپنے کی جگہ ڈھونڈنے لگی تھی۔۔شرم و غصے سے وہ نعمان خان کے پاؤں پر پاؤں مارتے ہوئے وہاں سے غائب ہوئی تو اتنی زور سے پاؤں مارنے پر نعمان

خان کراہ اٹھا تھا۔

نعمان کے کراہنے پر سنان نے قہقہ لگاتے ہوئے اسکی حالت پر مزہ لیا تو نعمان بیچارہ رونے والا ہو گیا۔۔تاریخ گواہ تھی۔وہ جب جب بیوی کے ساتھ تھوڑا الگ رومینس کرنے کی کوشش کرتا تھا۔۔اسکا پروگرام ہمیشہ وڑ جاتا تھا۔۔

اپنے گھر میں وہ جب علینہ کے قریب ہونے لگتا تھا اسکی مورے اسی وقت اسکے سر پر کھڑے ہو کر علینہ کو لے جاتیں تھیں۔اور اب جگہ، گھر بدل کر بھی اسکی قسمت نہیں بدلی تھی۔

سر آپ بلکل اچھے نہیں ہیں۔۔۔سنان کو خود پر ہنستے دیکھ کر وہ تکلیف سے بس یہ ہی بول پایا تھا۔اور وہاں سے پاؤں پٹکتے ہوئے چلا گیا۔جبکہ پیچھے سنی

اسکی حالت سمجھتے ہوئے ہونٹ کا کونہ دبا کر ہنستا چلا گیا۔ادھورے رومینس کی تکلیف کا لیول ہی الگ تھا۔وہ اس چیز کو باخوبی جانتا تھا۔

سب کھانا کھا کر خوش گپیوں میں مصروف تھے۔۔وہاج سب بڑوں کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کرتا ہوا چائے پی رہا تھا۔

جبکہ ینگ جنریشن ان سے الگ بیٹھ کر کافی پی رہی تھی۔۔

وہ سب اپنی بیویوں کے ساتھ گلاس وال کے سامنے صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔۔علینہ اور نعمان بھی وہاں آ گئے تھے۔۔جبکہ میرال اور بیہ بھی ابھی تک ادھر ہی موجود تھیں۔

علیزے، سلطان کے کندھے پر سر رکھے آنکھیں موندے بیٹھی ہوئی

تھی۔۔یلو کلر کے خوبصورت ڈریس میں ہاتھوں دونوں پر منہ دیکھائی کے گفٹ پہنے ہوئے وہ سکون سے سلطان کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔جبکہ سلطان اسے بازو کے گھیرے میں لے کر علیزے کے خوبصورت ہاتھ کو بار بار دیکھتے ہوے ہولے اپنے ہاتھ میں دبا رہا تھا۔علیزے کی نازک پتلی انگلیوں پر انگوٹھیاں کافی جچ رہیں تھیں۔وہ سب بیٹھے تو ایک ساتھ تھے۔۔لیکن ساتھ میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے سرگوشیوں میں اپنی بیویوں کو شرم میں بھی مبتلا کر رہے تھے۔۔

میرے بچے کو پھر نیند آگئی ہے کیا۔۔۔سلطان نے چہرہ جھکاتے ہوئے علیزے کے چہرے کو دیکھ کر محبت سے پوچھا تو علیزے بند آنکھوں سے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔۔

خان۔۔۔علیزے نے میٹھے لہجے میں اسے پکارا تو خان پوری طرح سے

متوجہ ہوتے ہنکارہ بھر گیا۔۔۔

ہمم۔۔۔علیزے کے ہاتھ کی نرمائی کو محسوس کرتے ہوئے سلطان نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے جواب دیا تھا۔۔

خان۔۔یہ وہیں انسان ہیں جنہوں نے اس دن مجھے بچایا تھا۔۔۔علیزے نے سلطان کی طرف چہرہ موڑتے ہوئے اسے بتانا چاہا تو سب اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔

میں جانتا ہوں میری جان۔۔۔سلطان نے اسکے ماتھے پر عقیدت سے ہونٹ رکھتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا تو بیہ اپنے خان سر کی اتنی محبت پر مسکرا دی تھی۔۔بے شک سامنے بیٹھی لڑکی بہت خوش نصیب تھی۔۔۔

میں انہیں شکریہ بول دوں کیا۔۔۔علیزے نے اسے اجازت لیتے ہوئے

پوچھا تو سلطان اپنی خانم کی اس ادا پر جاں نثار ہوتے اسے دیکھنے لگا۔ جو کتنی فرماں برداری سے اس سے اجازت طلب کر رہی تھی۔

اس نیلی بتی کو ہم ابھی شکریہ بول دیتے ہیں خانم بھابھی آپ فکر ہی نہ کریں۔۔۔ عیس نے اپنی خانم بھابھی کی خواہش جان کر وہاج کو آواز لگاتے ادھر بلایا تھا۔۔

یہ سالا ادھر کی بزرگ قوم کے پاس بیٹھ کر پتہ نہیں اتنی دیر سے کون سی کہانیاں سن رہا ہے۔۔ سنی نے مڑ کر وہاج کو دیکھ کر کڑھ کر کہا جو اٹھ کر انکی طرف ہی آ رہا تھا۔ ان سب نے اپنے اپنے کوٹ اتار دیے تھے۔ اب وہ فل بلیک ٹی شرٹ اور پینٹ میں اپنی اپنی دلکش شخصیتوں اور نقوش سے اپنی بیویوں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

وہاج کے پاس آنے پر عیس نے مشعل کو اپنے پاس سے اٹھا کر سامنے بٹھایا تو مشعل اسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ جو کب سے ناراض ہو کر اسکی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔۔ اور اب اسے اپنے پاس سے اٹھا بھی چکا تھا۔ وہ ریڈ سوٹ میں ہلکی پھلکی جیولری پہننے لال ٹماٹر بنی اپنی معصوم نقوش کے ساتھ انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔

مشعل منیزے کے پاس نم آنکھوں سے بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ وہاج انکے پاس آیا تو عیس نے اسے کھینچتے ہوئے اپنے پاس بٹھالیا۔۔

سچ میں تو اتنا جنگلی ہو گا مجھے کبھی بھی دور دور سے اندازہ نہیں ہوا تھا۔۔ وہاج نے اسکے کھینچ کر بٹھانے پر تاسف سے عیس سے اظہار کرنا چاہا۔

نیلی بتی زیادہ ٹیں ٹیں نہ کرو اور ہماری خانم بھابھی کا شکریہ وصول کرو۔ وہ تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتیں ہیں۔۔۔ عیس نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے

ہوئے اسکی توجہ سامنے کروائی تو وہاج کی بے اختیار نظر سامنے کی طرف اٹھی تھی۔ جہاں علیزے کو سلطان کے قریب بیٹھے دیکھ کر اسکا دل ساکت ہوا تھا۔۔۔

سلطان نے بغور اسکی ڈارک بلو آنکھوں کا جائزہ لیتے ہوئے اسکے تاثرات نوٹ کرنے چاہے لیکن اگلے ہی پل وہاج اپنی نظریں ہٹا گیا۔۔

Thank you so much for that day Ali...

علیزے نے اپنی نرم آواز میں اسے شکریہ بولتے ہوئے علی پکارا تو وہاج کے ساتھ عیس بھی حیرت سے علیزے کو دیکھنے لگا۔۔۔ جبکہ وہاج کا دل اس وقت صرف خاموش تھا۔ بیہ جو بہت باریکی سے وہاج کو نوٹ کر رہی تھی۔ میرال کے ہوش دلانے پر وہ اپنی نظریں اسے سے ہٹا کر علیزے کو دیکھنے لگی۔۔

خانم بھابھی اس نیلی سیاہی کا نام وہاج ہے۔ علی تو اپن کا نام ہے۔۔۔ عیس نے علیزے کو اسکا نام بتانا چاہا تو علیزے کنفیوز ہوتے ہونٹ لٹکا کر سلطان کو دیکھنے لگی۔۔۔ علیزے کے خود کی طرف دیکھنے پر سلطان نے محبت سے اسے لٹکے ہونٹ کو دیکھا۔۔۔

خان آپ نے انکا نام وہاج علی صدیقی بتایا تھا نا۔۔۔ علیزے نے معصومیت سے پوچھا تو سلطان نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔۔

بھیا انکے نام میں بھی علی ہے اس لئے میں نے انکو علی کہا اپکو تو میں عیس بھیا ہی کہتی ہوں۔۔ سلطان کے کنفرم کرنے پر علیزے نے عیس کو بتانا چاہا تھا۔ کہ وہ اپنے خان کے بتائے ہوئے نام میں سے وہاج کو علی پکار رہی ہے تو عیس نے مودب انداز میں جھکتے ہوئے علیزے کی بات مانی تھی۔۔

جیسا آپکا حکم بوس۔۔۔عیس کے انداز پر علیزے کھکھلا کر ہنسنے لگی تو وہاج اپنے کانوں میں علیزے کی گونجتی آواز پر مسکراتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔جہاں اچانک بیہ پر نظر پڑتے ہی وہ الجھا تھا۔کیونکہ وہ اسے بہت عجیب طریقے سے دیکھ رہی تھی۔بیہ کے دیکھنے کے انداز پر وہاج کو الجھن ہوئی تو سنان مسکراہٹ دبا کر مصنوعی کھانسی کرنے لگا

نیلی سیاہی ہماری بھابھی کو ویلکم ہی بول دو۔۔۔وہ تمہارے ویلکم کے انتظار میں ہیں۔۔۔سنان نے وہاج کی توجہ بیہ سے ہٹائی تو وہاج چونکتے ہوئے مڑ کر پھر علیزے کو دیکھ گیا۔۔۔جو پہلے تو نہیں پر اب ضرور منتظر نظر آرہی تھی۔۔

You’re welcome dear۔۔۔

آپ اپنے شوہر کی امانت تھیں۔اس امانت کی حفاظت کے لیے خدا نے بس مجھے وسیلہ بنا کر بھیج دیا۔اپکو شکریہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ مجھے آپکا شکر گزار ہونا چاہیئے۔کیونکہ آپکی وجہ سے میں اتنے اچھے لوگوں اور پیارے رشتوں سے مل پایا ہوں۔۔

وہاج نے علیزے کو عقیدت سے دیکھتے ہوئے ٹھہرے انداز میں تفصیلی جواب دیا تھا۔جس کو سن کر علیزے ایک بار پھر اسکی مشکور ہو گئی۔۔

سلطان نے بغور وہاج کی آنکھوں میں احترام دیکھا۔وہ بلکل بھی علیزے کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔اگر غیر ارادتاً اسکی نظر اٹھتی بھی تھی تو فوری طور پر وہ نظریں جھکا لیتا تھا۔۔۔بیہ بھی اسکی اس حرکت کو نوٹ کر رہی تھی۔

سالے بس ویلکم کرنے کے لیے کہا تھا۔ایموشنل بھاشن دینے کی کیا

ضرورت تھی۔۔۔ سنی نے چڑ کر اسکو دیکھا۔ وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہاج فضول سوچوں میں زرا سا بھی الجھ کر سٹریس کا شکار ہو۔۔

مشعل جو کب سے عیس کی نظر اندازی محسوس کر رہی تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی ہچکی گونجی تو منیزے جو اسکے پاس ضرار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ وہ چونک اٹھتے ہوئے مشعل کی طرف دیکھنے لگی۔۔

بلیک ڈریس میں پاوں میں پائلوں کو پہنے وہ اپنے تمام تر حسن سے ضرار کا چین و سکون لوٹ رہی تھی۔

چندا کیا ہوا کیوں رو رہی ہوں۔۔۔ مشعل کو اچانک روتے دیکھ کر جہاں منیزے بوکھلا کر اسے پوچھنے لگی وہیں مشعل اسکے گلے لگتی ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اپنی آنکھوں کو مسلنے لگی تھی۔ جبکہ عیس نے اپنے چوزے کو روتے دیکھ کر ہونٹوں کا کونا دبایا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ وہ کیوں رو رہی

ہے۔۔۔

عیس مجھے نظر انداز کر رہے ہیں کب سے۔۔۔مجھے اپنے پاس سے بھی اٹھا دیا۔۔۔ مشعل نے زور سے ہچکی لیتے ہوئے عیس کی طرف اشارہ کیا تو سب کی خونخوار گھوریاں عیس کی جانب گھوم گئیں۔۔۔

بھیا آپ کیوں اسے تنگ کرتے رہتے ہیں۔اپکو پتہ بھی ہے نا کہ چڑیا جتنا اسکا دل ہے۔۔۔ائرہ جو وائٹ کلر کے ڈریس میں اپنی گولڈن آنکھوں اور بالوں سے سنہری دھوپ لگ رہی تھی۔وہ خفگی سے عیس کو بولتے ہوئے مشعل کی طرف متوجہ ہوئی جو اب زور زور سے رونا شروع ہو چکی تھی۔۔ لیکن عیس بس اسکو دیکھے جا رہا تھا۔۔۔

میں کمرے میں جا رہی ہوں۔۔۔ مشعل روتے ہوئے اپنی جگہ سے

کھڑے ہو کر سیڑھیوں کی طرف بھاگی تو منیزے فکر مندی سے اسکے پیچھے ہوئی تھی۔ جبکہ ایرہ بھی انکے پیچھے جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو اسکا سر ایک دم سے چکرانے لگا تھا۔۔

سنی اسے چکراتے دیکھ کر جلدی سے کھڑے ہو کر تھام گیا۔۔۔
تم ٹھیک ہو نا میری جان۔۔۔ سنی نے پریشانی سے ایرہ کو پوچھا تو وہ اسے تھامتی ہوئی ہاں میں سر ہلانے لگی۔۔ بلکہ باقی سب بھی اچانک پریشان ہوئے تھے۔۔۔

بھیا یہ آج کل ٹھیک سے کھانا نہیں کھا رہی ہے کیونکہ میڈم کو ڈائٹنگ کا شوق چڑھا ہے۔۔ علیزے نے ایرہ کی شکایت لگاتے ہوئے سنان کو بتایا تو ایرہ نے علیزے کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

سچ میں گڑیا۔۔۔ضرار نے حیرانی سے ایرہ کو دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ سچ میں تمہیں ڈائٹنگ کی ضرورت ہے۔وہ پہلے ہی سلم سمارٹ سی تھی۔ پتہ نہیں اب ڈائٹنگ کر کے کیا کرنا چاہ رہی تھی۔۔

میرال اور بیہ ان سے اجازت لے کر تھوڑی دیر پہلے ہی نکل کر گئیں تھیں۔

تم سچ میں ڈائٹنگ کر رہی ہو کیا۔۔۔ سنی نے ائرہ سے بے یقینی سے پوچھا تو ایرہ اسے پیچھے ہٹا گئی۔۔۔

خان بھیا اپکی خانم جھوٹ بولنے لگی ہے۔۔۔ائرہ سلطان کو علیزے کی شکایت لگا کر بنا سنی کو جواب دیے جلدی سے وہاں سے نکلی تو علیزے نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکو یقین دلانا چاہا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔۔ جبکہ علیزے کی خواہش پر سلطان اسے گود میں اٹھا کر اپنی سہیلیوں کے پاس

چھوڑنے کے لیے اٹھا تو باقی سب عیس کو دبوچ گئے۔۔۔

تو ورلڈ پروف کمینا ہے۔۔وہاج نے عیس پر ہاتھ سے لعنت بھیجتے ہوئے کہا تو عیس نے منہ ٹیڑھا کیا۔۔۔

سالے کیوں گڑیا کو تنگ کر رہا تھا۔۔۔ سنی نے عیس کی پونی کھینچ کر دانت پیستے ہوئے پوچھا تھا۔۔

بے غیرتوں میرے پیچھے پڑ جاتے ہو اسکو نہیں دیکھا تھا کیسے منہ پھاڑ کر شوہر کی بے عزتی پر ہنس رہی تھی۔۔ عیس نے جلے بھنے انداز میں انکو یاد کروانا چاہا تھا۔۔۔

جبکہ وہاج، سنان اور ضرار تاسف سے دونوں ہاتھوں سے اس پر لعنت بھیج کر دل کی بھڑاس نکالنے لگے تھے۔جو اپنی چھوٹی سی بیوی کے ساتھ

مقابلے بازی کر رہا تھا۔
منیزے مشعل کے کمرے میں آئی تو وہ بیڈ پر الٹی لیٹی رو رہی تھی۔

مشو۔۔۔ منیزے نے لاڈ سے اسے پکارا تو وہ اپنی ہچکیاں روک کر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔۔۔ منیزے نے ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو صاف کیے۔ تو ایرہ بھی اسی وقت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔

تم بھیا کو کتنا تنگ کرتی رہتی ہو آج بھیا نے زرا سی ناراضگی کیا دیکھائی میری چندا تو ندیاں بہانے پر آگئی ہے۔۔۔
منیزے پیار سے پچکارتے ہوئے بولی تو مشعل اپنا رونا بھول کر اسے دیکھنے لگی۔۔
میں نے ایسا کیا کر دیا ہے۔۔۔ مشعل نے ہونٹ لٹکاتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

واہ رے ایسی معصومیت بھی خدا کسی کو نا دے۔۔۔جب بی بی جب تم نیچے منہ پھاڑ کر ان پر ہنس رہی تھی یاد ہے کہ نہیں۔۔۔

ایرہ پھاڑ کھانے والے انداز میں اسے یاد دلاتے ہوئے بولی تو منیزے نے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

میں جان بوجھ کر تھوڑی ہنسی تھی۔بس خود ہی ہنسی آگئی۔۔۔ مشعل نے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے انجان بن کر جواب دیا تو ایرہ کو اس پر صحیح تپ چڑھی تھی۔۔

ہاں تو پھر اب کیوں ٹسوے بہا رہی ہو۔۔۔بھیا بھی خود ہی ناراض ہو گئے ہیں جان بوجھ کر تھوڑی ناراض ہوئے ہیں۔۔۔ائرہ نے بھی اسکی کے انداز میں جواب دیا تو مشعل ہونٹ لٹکا کر آنکھوں میں آنسو لیے منیزے کو

دیکھنے لگی۔۔

یہ دیکھو کیسے ڈانٹ رہی ہے مجھے۔۔۔ مشعل نے ایرہ کی شکایت لگاتے ہوئے منیزے کے کندھے پر سر رکھا تو منیزے پیار سے اسکی خوبصورت آنکھوں سے آنسو صاف کرنے لگی۔۔۔

ایک ساتھ دو بچوں کی اماں بن گئی ہو لیکن عقل پھر بھی نہیں آئی کہ ہر دفعہ شوہر سے ناراض نہیں ہوا جاتا کبھی کبھار انہیں منایا بھی جاتا ہے۔۔۔ائرہ سر جھٹک کر کہنے لگی تو مشعل نے سوالیہ نظروں سے منیزے کو دیکھا جو سر ہاں میں ہلاتے ہوئے ایرہ کی بات میں حامی بھر رہی تھی۔۔

میں انہیں کیسے مناوں۔۔۔ مشعل نے پھر معصومیت سے سوال کیا تو ان دونوں کا دل کیا تھا اپنا سر پیٹ لیں۔۔پیار میں پہل کرنے کے معاملے میں

کہیں نہ کہیں منیزے اور ایرہ کی عادت اک جیسی تھی۔۔ان کو جب بھی اپنے شوہر پر پیار آتا تھا۔وہ بنا شرمائے اسکا اظہار کر دیتی تھیں۔یا پھر عملاً پیار کر لیتی تھیں۔۔

جبکہ علیزے اور مشعل اس معاملے میں بے حد شرمیلی تھیں۔ منیزے نے ایرہ کو اشارہ کیا تو ایرہ اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف چلی گئی۔۔سلطان علیزے کو وہاں انکے پاس بٹھا کر اسکا ماتھا چوم کر پھر نیچے چلا گیا تھا۔جبکہ پیچھے وہ سب مل کر مشعل کو تیار کرنے لگیں تھیں۔

رات کے ایک بجے عیس کمرے میں داخل ہوا تو ہاتھ میں پکڑا کوٹ صوفے کی طرف اچھالتے ہوئے گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے تھکن کا

احساس اتارنے لگا۔۔ باتوں میں وقت گزرنے کا وقت پتہ ہی نہیں چلا تھا۔۔ وہاج کے لیے شاہدہ بیگم نے اسی پورشن میں کمرہ تیار کروادیا تھا۔ سب سونے کے لئے چلے گئے تو وہ بھی اٹھ کر کمرے میں آگیا۔۔۔

عیس نے اپنی چھوٹی سی بیوی کی تلاش میں نظریں دہرائیں لیکن وہ اسے کمرے میں کہیں بھی نہیں ملی تھی۔ لیکن پھر تھکن کے سوار ہونے پر پیروں کو شوز سے آزاد کرتے ہوئے وہ اپنی ٹی شرٹ اتار کر بیڈ سے نیچے ٹانگیں لٹکا کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھا۔

ابھی اسے آنکھیں بند کیے چند منٹ ہی گزرے تھے۔ کہ روم کی لائٹس آف ہو کر کمرے میں مدہم سی روشنی پھیل گئی تھی۔۔ جبکہ چوڑیوں کے کھنکتی آواز پر عیس نے چونک کر آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا تو کمرے کو اندھیرے میں ڈوبے دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہو گیا۔ اور پھر جب چہرہ اٹھا کر

سامنے دیکھا تو وہاں دیکھتے ہی اچانک اپنی جگہ پر سٹل ہو گیا۔۔

سلک کی ریڈ نائٹی میں کالے گھنے بالوں کو لوز کرلز کیے ہاتھوں میں ریڈ کانچ کی چوڑیاں پہنے وہ سر تا پیر قیامت بنی ڈریسنگ مرر کے سامنے بیٹھ کر عیس کو مرر میں سے دیکھ رہی تھی۔

اپنے چوزے کا کانفیڈینس دیکھ کر عیس نے ابرو اچکایا لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ سر پیچھے گراتے ہوئے آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔

مشعل جو پہلے ہی اتنی مشکل سے دل کو سنبھالے بیٹھی ہوئی تھی۔ عیس کو خاموشی سے لیٹتے دیکھ کر اسکا دل بھرایا۔۔ کیا اس بار اسکا شوہر سچ میں اس سے ناراض ہو گیا تھا۔۔ تڑپتے دل کے ساتھ سوچتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر عیس کے قریب آ کر اسے اوپر لیٹتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

عیس جواس کو دیکھ کر خود پر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس بار سچ میں ناراض تھا۔اسکی بیوی کبھی بھی اسکی سائیڈ نہیں لیتی تھی۔ مشعل کے نرم وجود کو اپنے اوپر لیٹتے محسوس کر کے اس نے ایک جھٹکے میں آنکھیں کھول کر اسکو دیکھنا چاہا جو ہونٹوں کو گہرے لال رنگ سے سجائے اسکی طرف ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔۔

ناراض ہیں مجھ سے۔۔۔عیس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مشعل نے پیار سے پوچھا تو عیس اسکے انداز پر اپنے رکتے سانس کی وجہ سے گہرے سانس لیتا ہوا خاموش رہتے پھر آنکھیں بند کر لیں تھیں۔۔

جبکہ عیس کو پھر آنکھیں بند کرتے دیکھ کر مشعل کے دل کو کچھ ہوا۔آج تو وہ اسکی تیاری کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔۔کیا وہ بہت ناراض ہو گیا تھا۔۔

ائم سوری میں آئندہ تنگ نہیں کروں گی نا، پر مجھ سے ایسے ناراض تو نہیں ہوں نا۔۔ مشعل نے ہمت کرتے ہوئے عیس کے عنابی ہونٹوں کو زرا سا چومتے ہوئے اسے سوری کہا تو عیس کے دل میں تڑپ کی چنگاری بھڑک اٹھی۔۔ وہ اسے مناتے ہوئے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ورنہ وہ تو یہ ہی سوچ کر آیا تھا۔۔ کہ وہ ہمیشہ کی طرح اسے روتے ہوئے الٹا ناراضگی جتائے گی پر اس بار یہ معجزہ کیسے ہوا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔۔

اپنی تمام تر ناز کی کے ساتھ وہ اسکے چوڑے مضبوط وجود پر اپنے نازک سراپے کا بوجھ ڈالے اسکے گلے کی ہڈی کو انگلی سے دباتے ہوئے عیس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔ جبکہ عیس تیز ہوتی ڈھڑکنوں کی آواز پر اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔۔

مشعل نے اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو پھر چھونا چاہا تو عیس نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں تاکہ وہ اپنی پیش قدمی سے رک نہ جائے۔۔

نرمی سے عیس کے عنابی ہونٹوں کو اپنے نرم ہونٹوں سے ملاتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ انہیں چومنے لگی لیکن اس انداز میں کس نہیں کر پا رہی تھی۔ جس انداز میں عیس اسے کس کرتا تھا۔

ایسے نہیں کرتے مشو۔۔ مشعل نے خود کو سناتے ہوئے پھر عیس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دباتے ہوئے چومنا چاہا لیکن اسے چومنے کا طریقہ پھر بھی نہیں آیا تھا تو پھر انگلی سے عیس کے ہونٹوں کو زرا سا کھول کر ان پر جھک گئی۔۔اس بار عیس کے پورے وجود میں آگ سی بھڑکنے لگی تھی۔ کیونکہ اسکی بیوی اسکی زبان کو ہونٹوں میں کھینچتے ہوئے نجانے کیا کرنا چاہ رہی تھی۔۔

مشعل نے عیس کی زبان پر ہلکے سے دانت گاڑے تو عیس آنکھیں بند کرتا دل میں اس احساس کو محسوس کرنے لگا۔۔وہ پوری کوشش کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں اور زبان کو سک کر رہی تھی۔۔

پانچ منٹ تک عیس کے ہونٹوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے بھی جب عیس نے کوئی پیش قدمی نہ کی تو مشعل کو رونا سا آنے لگا۔۔

آپ جان بوجھ کر مجھے تنگ کر رہے ہیں نا۔۔۔میں جانتی ہوں کہ اپکو مجھے رولا کر مزہ آتا ہے۔۔۔ مشعل بھرائے لہجے میں بولتے ہوئے اسکی گردن پر لب رکھنے لگی تو عیس نا محسوس انداز میں زرا سا اوپر اٹھتا تکیے پر سر رکھ گیا۔ جبکہ مشعل اسکے اوپر بیٹھ کر غصے سے اب اسے دیکھنے لگی تھی۔۔

عیس کے شرٹ لیس سینے پر وہ سر تا پیر قیامت بنی بیٹھی ہوئی تھی۔ عیس نے گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیا تو مشعل شرم سے کندھے پر موجود

سٹریپ کواوپر کھینچتے ہوئے ٹھیک کرنے لگی۔۔جبکہ عیس اگلے ہی پل پھر آنکھیں موند گیا تھا۔۔

مشعل نے ایک بار پھر کوشش کرتے ہوئے اسکے سینے پر ہونٹ رکھے تو اس دفعہ عیس کی زیادہ حالت خراب ہوئی۔۔کیونکہ مشعل کے نرم ہونٹ اسکے سینے پر رینگتے ہوئے اسکے جذبات کو مسلسل بھڑکا رہے تھے۔عیس نے خود پر سے کنڑول کھوتے ایک جھٹکے میں مشعل کو خود سے اٹھاتے ہوئے سائیڈ پر لٹایا تو مشعل کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔کیونکہ وہ اسے پھر خود سے دور کر گیا تھا۔بے یقینی میں ڈوبتے ہوئے ایک دم سے مشعل کا ننھا سا دل تکلیف میں ڈوبنے لگا تھا۔۔۔

اپنی ہچکیوں کو روکتے ہوئے وہ بیڈ سے نیچے اتر کر جا کر کھڑکی میں کھڑی ہو گئی۔۔ڈارک براؤن آنکھوں سے مسلسل آنسو بہنے لگے تھے۔۔اپنی

ہچکیوں کو روکتے ہوئے اسکا دل مکمل طور پر تکلیف میں گرتا جا رہا تھا۔۔۔

مشعل کے دور جانے پر عیس نے خود کو کوسا تھا۔اس نے صرف جذبات کے حاوی ہونے پر اسے نیچے اتارا تھا۔یہ اسکا غیر ارادتاً عمل تھا۔۔پر اسکی بیوی ہرٹ ہو کر بری طرح روتے ہوئے اٹھ کر جا چکی تھی۔

عیس اپنے براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مچلتے دل کے ساتھ ہونٹ کاکونا دباتے ہوئے بیڈ سے نیچے اترا کر کھڑکی کی طرف ایا۔جہاں اسکی بیوی لرزتے ہوئے اپنی ہچکیوں کو دبا رہی تھی۔

عیس نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا تو مشعل چونک کر مڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگی لیکن اگلے ہی پل وہ اسکا ہاتھ جھٹک گئی تھی۔۔جس پر عیس نے مسکراہٹ روکتے اسکے چھوٹے سے وجود کو دیکھا۔۔۔مشعل کی کمر

میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے عیس نے جھکتے ہوئے اپنا چہرہ اسکے کندھے پر رکھا تو مشعل مزاحمت کرنے لگی۔۔

اپنی دفعہ ایک منٹ میں ہمت ہار کر رونا دھونا مچا دیتی ہو۔۔ ہمم۔۔۔ عیس نے بھاری آواز میں اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے اسکی خوشبو میں گہرا سانس بھرا تو مشعل کسمسا کر اپنی کمر سے اسکے ہاتھ ہٹانے لگی۔۔ عیس نے ایک جھٹکے میں اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں جکڑا تھا۔۔

مشعل کے ہونٹوں کو کھولتے ہوئے اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں سے سک کرتے ہوئے عیس نے اسکی تھائیز پر سختی سے ہاتھ پھیرا تو مشعل کانپتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام گئی۔ شدت سے مشعل کے نچلے ہونٹ کو سک کرتے ہوئے عیس نے اسکی نائٹی کی سٹریپ کندھوں سے نیچے

کھسکائی تو مشعل نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اسے دور کرنا چاہا تھا۔ کیونکہ اب وہ بلکل بھی اسے قریب آنے نہیں دینا چاہتی تھی۔۔

مشعل کی مزاحمت کو بڑھتے دیکھ کر عیس نے ایک جھٹکے میں اسکی نائٹی اتارتے ہوئے دور اچھال کر خود کو بھی ہر پردے سے آزاد کیا تو مشعل شرم سے لال ہوتی اسکے سینے پر ناخن گاڑنے لگی۔۔۔

جبکہ عیس مشعل کے نچلے ہونٹ پر زور سے دانت گاڑ کر پیچھے ہٹا تو مشعل گہرے سانس لیتی لڑکھڑا گئی۔۔۔

اب یاد رکھنا کہ کیسے کس کرتے ہیں میری جان۔۔۔۔ مشعل کو دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے عیس نے اسکی ڈھرکنوں پر ہاتھ جماتے ہوئے کس کرنے کا طریقہ بتایا تو مشعل جھکتے ہوئے غصے سے اسکے سینے پر کاٹنے لگی۔ عیس اسکے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے محسوس کرتے اسکا چہرہ اٹھاتے

ہوئے دوبارہ اسکے ہونٹوں پر جھکا تو مشعل بھرپور مزاحمت کرتے خود کو چھڑانے لگی۔۔

عیس اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کر نیچے بیٹھتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں کو سک کرنے لگا تو مشعل لال انگارہ ہوتے آنکھیں میچ گئی۔۔۔

عیس پیچھے ہو جائیں میں اپکو اب قریب نہیں آنے دوں گی۔۔ مشعل نے اسکے ہونٹوں کے لمس پر گہرے سانس لیتے ہوئے کانپ کر کہا تو عیس کے ہونٹوں کے لمس پر گہرے سانس لیتے ہوئے کانپ کر کہعیس پیچھے ہو جائیں میں اپکو اب قریب نہیں آنے دوں گی۔۔ مشعل نے اسکے ہونٹوں کے لمس پر گہرے سانس لیتے ہوئے کانپ کر کہا تو عیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

وہ مکمل طور مدہوش ہو کر اسے روکنا چاہ رہی تھی۔ جبکہ عیس نے مزید جھکتے ہوئے اسکے پیٹ ہر ہونٹ رکھے تو وہ ایک دم سے لزر کر اسکے گھنے بالوں میں ہاتھ الجھا گئی۔۔

جبکہ عیس ہاتھوں سے اسکی ڈھرکنوں کو مسلتے ہوئے مسلسل اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھتا جا رہا تھا۔

علی۔۔ پیچھے ہو جائیں۔۔۔۔ مشعل سسکتے ہوئے پھر وہی بات دہرائی تو عیس نے اسکے پیٹ کے نچلے حصے پر ہونٹ رکھ دیے۔ جس پر مشعل کے ہونٹوں سے گہری اہ برآمد ہوئی تھی۔۔

اہہ۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ مشعل نے دیوار سے سر لگاتے ہوئے مچل کر اسے پیچھے ہٹانا چاہا تو عیس گہری مسکراہٹ سے اوپر اٹھتے اسے پھر چومنے لگا ۔۔ عیس نے کھڑے ہو کر اسکی آنکھوں میں دیکھا تو مشعل شرم سے دوہری پرتے وہاں سے نکلنے لگی تھی۔ عیس نے اسے کھینچتے ہوئے پھر دیوار کے ساتھ لگا کر اسکی ایک ٹانگ اٹھاتے ہوئے اسے غور سے دیکھنا چاہا

کہاناکہ میں اپکو قریب نہیں آنے دوں گی۔۔۔ مشعل کی اسی ضد پر عیس نے ایبرو اچکاتے ہوئے اسے اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھا۔۔۔

میں پہلے ہی تمہارے بہت قریب آچکا ہوں مشو جان اور کتنا قریب کرنا چاہتی ہو۔۔۔ عیس نے نرمی سے اسکی روح میں سرائیت کرتے ہوئے گھمبیر لہجے میں الٹی بات کرتے ہوئے پوچھا تو مشعل سسکی بڑھتی آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔

اب بھی بولو کہ قریب نہیں آنے دوں گی۔۔۔ عیس نے اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اکسایا کیونکہ مشعل کا قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے اسے کافی جھکنا پڑ رہا تھا۔۔۔

جبکہ مشعل اسکی گردن میں بازو ڈال کر ناراضگی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

ایسے نہ دیکھو پہلے ہی آج میں تمہیں صبح تک نہیں چھوڑنے والا اگر اس انداز میں دیکھو گی تو کل کا دن بھی اسی کام میں گزر سکتا ہے جان۔۔ عیس

نے اسے بیڈ پر لٹا کر اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے پھر اسکی روح میں سرائیت کی تو مشعل سسکتے ہوئے اوپر اٹھنے لگی جب عیس نے اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اسے پھر نیچے لٹاتے ہوئے قابو کیا۔۔۔

تم آج مجھے جتنا روکو گی، جتنا تڑپو گی میں اتنی ہی شدت سے تمہارا لباس بنتا جاؤں گا۔۔۔

عیس نے شدت سے اسکے اندر اترتے ہوئے جنونی انداز میں کہا تھا۔۔ جبکہ مشعل مزاحمت کرتے ہوئے اسے دور کرنا چاہ رہی تھی۔۔

آج فائٹ رومینس کرنا چاہ رہی ہو کیا۔۔۔اسکی مسلسل مزاحمت پر عیس نے اسکے بالوں کو سہلاتے ہوئے پیار سے پوچھا تو مشعل غصے سے اوپر اٹھتے ہوئے اسکے سینے پر زور سے کاٹنے لگی۔۔ جس پر عیس نے آنکھیں بند کرتے اسکے میٹھے ظلم کو سہنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مشعل کو اور زور لگاتے ہوئے محسوس کر کے وہ شدت سے اس میں سمایا تو مشعل کراہ بھرتے ہوئے پیچھے تکیے پر گر گئی۔۔۔

مشعل کو سسکتے دیکھ کر وہ گھمبیر آواز میں کہنے لگا تھا۔۔

مشو جان تم کیوں بھول جاتی ہو کہ تم ابھی بھی میری شدتیں سہنے کے لئے اتنی مضبوط نہیں ہوئی۔۔۔ مشعل کی ٹانگوں کو زور سے کمر پر لاک کرتے ہوئے اپنے عمل میں تیزی لاتے ہوئے وہ بولا تو مشعل آہیں لیتی اسے زور سے تھام گئی۔۔

علی نہیں کریں نا ایسے۔۔۔۔ مشعل نے اسکی شدتوں پر بے حال ہوتے اسے روکنا چاہا تو عیس پسینے سے بھیگتے ہوئے اسے دیکھ گیا جو اپنے بدن پر اسکے لمس کے نیلے نشان سجائے سسک رہی تھی

آج نہیں رو کو جان آج میں ہوش میں نہیں ہوں۔۔۔ عیس نے اسے یک دم الٹا کرتے ہوئے اسکی پشت پر ہونٹ رکھے تو مشعل بیڈ شیٹ کو زور سے مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔ عیس نے اسکی کمر کو چومتے ہوئے اسے زرا سا اٹھاتے ہوئے اسکے بیلی بٹن پر ہاتھ سہلایا تو مشعل کے وجود میں سرد لہریں اٹھنے لگی تھی۔ جبکہ عیس مکمل طور جذبات میں بہہ کر اسکی تھائیز کو ہاتھ

سے چھونے لگا تھا۔ مشعل اسکی شدتوں پر تڑپتے ہوئے رخ موڑ کر اسکے ہونٹوں کو دانتوں میں جکڑ گئی تھی۔ عیس اسکی ڈھرکنوں کو ہاتھ میں زور سے مسلتے ہوئے اسے نیچے کی طرف کھینچتے ہوئے پھر اسکے اندر اترا تو مشعل لمبے لمبے سانس لیتی سر اوپر اٹھا گئی۔

جبکہ عیس بھرپور طریقے سے اسکے اندر سرائیت کرتے ہوئے اسکے وجود کو خود میں ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مشعل کے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے وہ اپنے عمل میں آخری حد تک تیزی لا چکا تھا۔۔ پورے کمرے میں مشعل کی سسکیوں کی گھٹی گھٹی آوازیں گونج رہیں تھیں۔ جبکہ بیڈ شیٹ مکمل طور پر الجھ چکی تھی۔ مشعل کی چوڑیاں ٹوٹ کر اسکے اوپر گریں تو عیس مسکراتے ہوئے جھک کر ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کو ہونٹوں میں دبا کر پرے پھینک گیا۔۔ مشعل اسکی شدتوں پر بے حال ہو چکی تھی۔ لیکن عیس جنون خیزی سے اسکے وجود میں گھلتا جا رہا تھا۔۔

صبح پانچ بجے مشعل اپنی بکھری حالت میں عیس کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔ جبکہ عیس علی ہمدانی ابھی تک جاگ رہا تھا۔ کیونکہ اسکی طلب پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ ایک بجے تک کمرے میں آیا تھا۔ مشعل کی مسلسل منتوں پر اس نے چار بجے مشعل کو سونے کی اجازت دی۔ لیکن وہ خود نہیں سو پایا تھا۔

مشعل کے سونے کے بعد وہ نرمی سے اسکے چہرے کو چومتا رہا تھا۔ لیکن نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کل پوری رات وہ مشعل کو اپنی شدتوں میں رچانا چاہتا تھا۔ پر ایک تو وہ کمرے میں ہی لیٹ آیا اوپر سے اسکی بیوی ایک گھنٹہ پہلے منتوں پر اتر آئی تھی۔ اسی لئے وہ اسکو آزاد کرتا سلا چکا تھا۔

لیکن عیس نے اسے صاف کہا تھا۔ کہ وہ اسے ایک گھنٹے سے زیادہ سونے

نہیں دے گا۔ پانچ بجے کا وقت دیکھ کر عیس کی آنکھیں چمکی تھیں۔
وہ ابھی تک اسی حالت میں کمبل میں دبکی سکون سے نیند پوری کر رہی تھی۔ عیس کا پہلے تو دل کیا کہ اسے جگا دے۔۔ لیکن کچھ سوچ کر وہ اپنا ارادہ ملتوی کر گیا تھا۔۔
آج سلیپنگ بیوٹی والا رومینس ٹرائے کرتے ہیں۔۔ دیکھتے ہیں بیوٹی نیند میں تڑپتی ہے کہ نہیں۔۔۔ عیس نے سرگوشی نما آواز میں بولتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر سوئی ہوئی بیوی کی طرف متوجہ ہوا۔

مشعل کو تکیے پر لٹا کر عیس نے کمبل زرا سا نیچے کھسکا کر اسکی گردن پر اپنی شدتوں کے نشان دیکھے۔ ان نشانوں کو دیکھ کر وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اسکی بیوی ایرہ کے چھیڑنے کی وجہ سے اسکی شدتوں کے نیلے نشان میک اپ سے روزانہ چھپا کر کمرے سے نکلتی تھی۔۔

عیس نے اسکے اوپر جھکتے ہوئے اسکی گردن پر سافٹلی کس کرنا شروع کیا تو مشعل نیند میں کسمسا گئی۔ وہ اس وقت تھک ہار کر گہری نیند میں سو رہی تھی۔ عیس نے کمبل کو اور نیچے کرتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں کو ایک نظر دیکھا تو وہاں بھی نشان دیکھ کر نچلے ہونٹ کا کونا دبا گیا تھا۔

میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ جیسے ہوش میں تم میرے لمس پر بے چین ہو کر مجھے قریب کرنے کی کوشش کرتی ہو، کیا گہری نیند میں تم مجھے محسوس کر پاؤ گی یا نہیں۔ عیس نے اٹھتے ہوئے مشعل کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسکی کان کی لو کو سک کرتے ہوئے اسکی گردن اور دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔

مشعل نے نیند میں اسکے سینے پر سر رکھتے ہوئے عیس کو ہگ کرنا چاہا تو عیس اسکے ہگ کرنے پر مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ کیسے اسکی آنکھوں پر ہاتھ

رکھتے چلا رہی تھی، کہ وہ اسے اس حالت میں دیکھے۔اور اب اپنی حالت سے لاپرواہ بنی سوئی ہوئی تھی۔

مشعل کے ہگ کرنے پر عیس نے اسکے کندھے پر ہونٹ رکھتے اسکی تھائیز کو چھوا تو مشعل نیند میں ایک دم سے مچل گئی۔ جس پر عیس سر پیچھے گراتے ہوئے گہرا مسکرا دیا۔

نجانے اسے ایسا کرنے میں کیوں بہت مزا آرہا تھا۔وہ دیکھنا چاہتا تھا، کہ اسکا چوزہ نیند میں کیا محسوس کرتا ہے۔

عیس نے اسے خود سے زرا سا پیچھے ہٹاتے ہوئے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ الجھائے تو مشعل بے اختیار سیدھی لیٹ گئی۔ جبکہ عیس اسکے ہونٹوں کی نرماہٹ کو چھوتے ہوئے جذبات کی رو میں بہنے لگا تھا۔

اسکی دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھا تو مشعل نیند میں بے چینی سے ہلنے لگی۔ جبکہ عیس ابھی تک اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے سک کر رہا تھا۔ زرا سا پیچھے ہٹتے عیس نے اسکے ہونٹوں کو کھول کر اسکی زبان کو باہر نکالتے ہوئے سک کرنا شروع کیا جبکہ ایک ہاتھ اسکے بدن کی نرماہٹ محسوس کرنے میں لگا تھا۔

عیس نے پیچھے ہٹتے اسکے نم ہونٹوں کو بار بار چوما جبکہ نظریں اسکی کیوٹ سی ناک میں پہنی نوزپن کی طرف گئی تھیں۔ یہ وہ ہی نوزپن تھی جو اس نے منہ دیکھائی میں اسے دی تھی۔ بی جان اسکی بیوی کے ساتھ ساتھ باقیوں کو بھی نوزپن پہنا چکی تھیں۔ وہ ہنس کر اسکی ناک میں پہنے لونگ کو دیکھنے لگا۔

ڈائمنڈ کی چھوٹی سی نوزپن کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔ رات بھی ریڈ نائٹی میں وہ نوزپن میں قیامت لگ رہی تھی۔ عیس کا دل کر رہا تھا کہ اسے

کھا جائے لیکن پھر اسکی حالت کے پیش نظر وہ خود پر جبر کرنے لگا تھا۔

عیس نے اسکی ناک کی ٹپ پر ہونٹ رکھے رات عیس جب اسے منا رہا تھا تو وہ ہی ناک چڑھا چڑھا کر نخرے دیکھانے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن عیس اسے قابو کر چکا تھا۔ عیس نے اسکی بند آنکھوں پر بھی اپنے ہونٹ رکھ کر شدت سے اسکے ماتھے کو چوما تھا۔ جہاں ہر وقت بکھرے بال اس وقت غائب تھے۔ رات کے فائر رومینس کی وجہ سے مشعل کے بال مکمل طور پر کھلے پڑے تھے.

عیس نے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسکے دونوں گالوں پر بار بار ہونٹ رکھے۔ سفید گال اس وقت کشمیری سیب بنے ہوئے تھے۔ عیس نے نوٹس لیا تھا، کہ پریگننسی میں اسکی بیوی، ہیلتھی ہوتی جا رہی ہے۔ گال بھی پھول کر ہر وقت سرخی مائل رہتے تھے۔

عیس نے نرمی سے اسکے گالوں پر دانت گاڑتے ہوئے انکی نرماہٹ محسوس کی تو مشعل نیند میں ناک چڑھانے لگی۔ جس پر وہ جلدی سے پیچھے ہٹا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا، کہ وہ اتنی جلدی جاگے۔

اسی لئے نیچے کی طرف جھکنے لگا مچلتے دل کے ساتھ وہ اپنی بیوی کے انگ انگ کو لبوں سے چھوتے ہوئے سک کیے جا رہا تھا۔ اسکی دونوں ڈھرکنوں کو نرمی سے سک کرتے ہوئے عیس نے وہاں زبان پھیری تو مشعل نے نیند میں گہری سانس بھری تھی۔ بے چینی سے اس نے کروٹ بدلنا چاہی تو عیس اسے روک گیا۔

عیس نے اسکے پیٹ کے بیچ و بیچ ہونٹ رکھے اور ساتھ ہی کان لگا کر اپنے بچوں کا لمس سننا چاہا، لیکن پھر خود کے پاگل پن پر ہنس دیا۔ بھلا ابھی وہ کہاں اپنے باپ کو کچھ کہہ یا سنا سکتے تھے۔

یہ میری دونوں شہزادیوں کے لئے۔۔۔عیس نے مشعل کے پیٹ کو بار بار چومتے ہوئے اپنا پیار اپنی نامعلوم بیٹیوں تک پہنچانا چاہا۔

اور اگر تم لوگ میری پریوں کی بجائے پرے نکلے تو الٹا لٹکا دوں گا تم دونوں کو سالوں۔

عیس نے ناک چڑھا کر اپنے بیٹوں کو گھوری ڈال کر دھمکی دی۔ لیکن ساتھ ہی اپنے دل کو اس نے تسلی دی تھی کہ خدا اسکی جھولی میں پریاں ہی ڈالے گا۔ بھلا پرکٹے پرے اسکے کس کام کے ہیں۔۔

خود کو مطمئن کرتے ہوئے عیس نے اسکی بیلی بٹن کے گرد زبان گھمائی تو مشعل لمبا سانس کھینچتے ہوئے سر اوپر اٹھا گئی۔

جس کی وجہ سے اسکے خوبصورت نشیب و فراز نے عیس کی ہیزل براؤن آنکھوں کو خماری میں ڈوبنے پر مجبور کیا تھا۔۔۔

بے چینی سے وہ اوپر اٹھ کر اسکی ٹانگوں کے درمیان آیا تھا۔ اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے عیس آہستہ سے اسکے اندر داخل ہوا تو سکون کی لہر اسکے انگ انگ میں دوڑ گئی تھی۔

عیس نے آنکھیں بند کرتے اس سکون کو محسوس کیا تو جیسے اس سکون کو اپنے اندر اتارتے ہوئے اسے مزید بے چینی سے محسوس ہوئی، اسی لئے وہ مشعل کی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ آہستہ سے اپنا عمل شروع کرنے لگا، تو مشعل گہری آہ بھرتے کمر کو اٹھانے لگی تھی

نیند میں وہ تکیے پر دائیں بائیں اپنا سر مار رہی تھی۔ جبکہ عیس نرمی سے اسکے وجود میں گھلتے ہوئے مشعل کو آخری حد تک بے چین کر گیا۔۔۔

اہہہ۔۔۔ علی۔۔۔۔۔ مشعل نے مدہوش ہو کر بند آنکھوں سے ہاتھ بازو اٹھاتے ہوئی عیس کو ہگ کرنا چاہا تو عیس زرا سا پیچھے ہو گیا لیکن اپنا عمل

نہیں روکا تھا۔

عیس نے آنکھوں میں شیطانی چمک لیے مشعل کی دھڑکنوں پر زبان پھیرتے ہوئے دلفریب طریقے سے اسکی روح کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی، تو مشعل قربت کی لذت میں ڈوبتی چلی گئی۔

عیس۔۔۔۔ مشعل نے آہیں لیتے ہوئے اسے پھر پکارا تو عیس اسکے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کر گیا۔

ہمم۔۔۔ عیس نے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں سے دباتے ہوئے کھینچا، تو مشعل نے بے چینی سے اسکے ہونٹوں کو قید کرنا چاہا تھا۔

لیکن عیس جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔۔۔ جس پر مشعل مزید تڑپنے لگی۔۔۔

کیا ہوا میری جان۔۔۔ عیس نے اسکو تھائیز سے پکڑ کر خود میں سموتے

ہوئے بھاری لہجے میں پوچھا تھا۔۔۔

عیس مجھے پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔ مشعل نے کمر اٹھاتے ہوئے اسے بتانا چاہا تو عیس اسکی بے چینی جان کر گہرا مسکرا دیا۔۔

کیا ہو رہا ہے میری جان کو۔۔۔ عیس نے اسکا چہرہ اٹھاتے ہوئے اسکی سائیڈ گردن کو سک کرتے ہوئے نم کرتے پوچھا۔۔

آپ میرے قریب آجائیں نہ پلیز۔۔ مشعل نے اسکے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مدہوشی سے کہا تو عیس کی سرخ ہیزل براؤن آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔۔

کتنا قریب آؤں۔۔۔ عیس نے اسکی کان کی لوح کو چوم کر پوچھنا چاہا، تو مشعل نے بند آنکھوں سے اسکے ہونٹوں کو چھونا چاہا لیکن عیس اسکی کوشش پھر ناکام بنا گیا تھا۔۔

بہت قریب۔۔۔ مشعل نے اسکی کس لیتے ہوئے اسے جواب دیا تو عیس اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی ٹانگوں کو کھول کر مضبوطی سے لاک کرتے اس میں شدت و نرمی سے سمانے لگا، جس پر مشعل کو سکون محسوس ہونے لگا تھا۔۔

اتنا قریب کافی ہے کیا۔۔۔ عیس نے اسکی ڈھرکنوں پر پھونک مار کر پوچھا تو مشعل اپنی سرخ ڈوروں والی آنکھیں کھول کر، اسے دیکھنے لگی۔۔ جبکہ ڈارک براؤن آنکھوں میں مدہوش واضح نظر آرہی تھی۔۔۔

مشعل نے مدہوش ہوتے اوپر اٹھتے ہوئے عیس کی گردن پر ہونٹ رکھے، تو عیس آنکھیں بند کر کے اسکے لمس کو محسوس کرتے ایک جھٹکے میں کروٹ بدل کر اسے اپنے اوپر شفٹ کر گیا۔ جس پر مشعل جھکتے ہوئے اسکے سینے کو چومنے لگی تھی۔۔

عیس نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے اپنی مدہوش بیوی کو دیکھا۔یقیناً وہ اس وقت ہوش میں بلکل نہیں تھی۔اسی لئے ایسی گستاخیاں کر رہی تھی۔ وہ مسلسل عیس کے سینے کو چومتے ہوئے کاٹنے لگی تھی۔عیس پر سکون لیٹ کر اسکا پیار وصول رہا تھا۔۔۔

دریا تو خالی کر دے۔۔۔

مجھ میں سارا تو بھر دے۔۔۔

تجھ کو آ میں پی جاؤں۔۔۔

پیاس بجھا دوں۔۔۔

مشعل کو پیار کرتے دیکھ کر بے اختیار عیس کو گانے کے یہ بول یاد آئے۔جو کل وہ گاڑی میں سنتے ہوئے آ رہے تھے۔۔اس گانے کو سن کر سب کی حالت خراب ہوئی تو سب سنی پر چڑھ دوڑے جس نے یہ سان پلے کیا

تھا۔۔

اسکی بیوی شاید آج ہی اس پر سارا پیار لٹا دینا چاہتی تھی۔

کیونکہ وہ اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کر اسکے اوپر لیٹ چکی تھی۔

عیس کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے وہ سک کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ اندر ہی اندر عیس کا دل کر رہا تھا قہقے لگائے۔۔۔ کیونکہ اسکی بیوی کا بس نہیں چل رہا تھا اسے کھا جائے۔ عیس کو سلیپنگ رومینس کا کافی فائدہ ہوا تھا۔۔

اپنی بیوی کو مشکل میں دیکھ کر عیس نے اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے خود الجھایا تو پتہ نہیں کیوں عیس کو محسوس ہوا تھا کہ اسکی بیوی کو سکون پہنچا ہے۔

وہ شدت سے اسکے ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے سک کرنے لگا تو مشعل اسکے

سینے پر اپنی نرم ہتھیلیوں سے گردش کرنے لگی تھی۔ جس پر اک پل کو وہ حیران ہوا۔۔ لیکن پھر قربت کی مدہوشی میں ڈوبتے ہوئے وہ اسکے نچلے ہونٹ کو سک کرتے چھوڑ گیا۔۔۔

آپ مجھے پیار کیوں نہیں کر رہے۔۔۔ عیس کے پیچھے ہٹنے پر مشعل غصے سے غرائی تو عیس اسکے پاگل پن پر آنکھوں کو پھیلا گیا۔۔

اتنی خطرناک حالت میں وہ بنالباس کے اسکے چوڑے مضبوط وجود پر لیٹی اسکے ہونٹوں کو لپٹی ہوئی تھی۔اور ابھی کہہ رہی تھی کہ وہ اسکو پیار نہیں کر رہا تھا۔۔۔

کونسا پیار چاہیئے میری جان کو۔۔ عیس نے اسے زرا سا اوپر اٹھتے ہوئے اسکی ڈھرکن کو ہاتھ میں بھر کر محسوس کیا تو مشعل کے غصے والے تاثرات ڈھیلے پڑ گئے۔۔ عیس کو اسکی حالت پر بے اختیار ہنسی آئی تھی۔اس وقت وہ

اسکے زرازرا سے لمس کے لئے بے قرار نظر آرہی تھی۔۔۔

جو پیار کرتے ہیں وہ تو آپ کر نہیں رہے۔۔۔ مشعل نے بے قراری سے اپنی ٹانگوں کو الجھاتے ہوئے عیس کے اندر گھسنا چاہا تو اسکی طلب پر آج پھر ایک دفعہ عیس کا دل تھم سا گیا تھا۔ وہ اسے صاف صاف اشارہ دے رہی تھی کہ وہ اسکی روح میں اتر کر اسکو سکون پہنچائے۔۔۔

عیس نے دھڑکتے دل کے ساتھ گہری سانس خارج کی۔ بے اختیار اسے شدید گرمی کا احساس ہونے لگا تھا۔۔۔

میں کل پیار کروں گا میری جان ابھی مجھے نیند آئی ہے۔۔ تم بھی سو جاؤ ۔۔۔عیس نے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جان بوجھ کر الٹا جواب دیا جس پر مشتمل شدید غصے سے اسے گھورنے لگی۔

مجھے ابھی پیار کرنا ہے ورنہ میں رونا شروع کر دوں گی۔۔۔وہ پہلے جہاں غصے سے بولی وہیں وہ بے بسی سے اسے دھمکی دینے لگی تو عیس پہلے سے زیادہ حیرت میں مبتلا ہو گیا۔۔۔

نہیں تم تو رونا نہیں میری جان بس یہ بتاؤ کیسے پیار کروں۔۔عیس نے اسے تنگ کرتے ہوئے اسکا جواب جاننا چاہا۔۔۔

جبکہ مشعل جو مسلسل اسکے سینے پر ہونٹ رکھ رہی تھی۔وہ اسکے اوپر سے اتر کر سائیڈ پر لیٹ کر اسے اپنے اوپر آنے کا اشارہ کرنے لگی تو عیس اسکے بدن کی رعنائیوں کو دیکھ کر اک دم بے چین ہوتا اک جھٹکے میں اسکے اوپر آیا تو مشعل مسکراتے ہوئے اسکے لبوں پر لب رکھتے ہوئے اسے پیار کرنے کا اشارہ کرنے لگی۔۔۔

اسکے اتنے خوبصورت اشارے پر عیس علی ہمدانی کی بس ہوئی تھی۔

اسی لئے اسکی ٹانگوں کو کھول کر اسکو تھائیز سے قریب کرتے وہ اسکی گہرائیوں میں داخل ہوا تو مشعل سکون سے سسکی لیتی شدت سے عیس سے لپٹ گئی۔ عیس نے مدہوش ہوتے اپنی شدتوں کا آغاز کرتے اسکی ڈھرکنوں کو شدت سے مسلا تھا۔ جو انداز کچھ دیر پہلے نرمی اختیار کیے تھا وہ اب شدت پسندی میں ڈھلتا جا رہا تھا۔۔ جبکہ اسکی شدتوں پر مشعل پر سکون ہوتی اسکی سانسوں سے اپنے لئے سانسیں چراتی عیس کو پاگل پن میں مبتلا کر گئی تھی۔۔۔ کمرے میں گونجتا سانسوں کا رقص کانوں کو راحت پہنچانے کا سبب بن رہا تھا۔

ایک ہفتے بعد۔۔۔

وہاج مینشن میں داخل ہوا تو رونے کی آواز سنائی دی۔ ایک لمحے کے لیے تو

وہ حیران ہو گیا، لیکن جب ہچکیوں کی آواز دوبارہ سنائی دی، تو الجھن کے ساتھ اُس علاقے کی طرف آیا جہاں ایرہ بری طرح رونے میں مصروف تھی۔

ایرہ کو اس حالت میں دیکھ کر وہاج پریشانی سے اس کے قریب آیا۔

"اڑرو گڑیا! کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو، بچے؟"

وہاج نے فکر مندی سے پوچھا۔ وہ سب ایرہ کو "اڑرو" کہہ کر مخاطب کرتے تھے، اور دیکھا دیکھی وہاج بھی اسے اسی نام سے پکارنے لگا تھا۔ ایک ہفتے میں وہ کافی گھل مل گیا تھا۔ اُس وقت وہ آفس سے گھر آیا تھا۔ آج کل وہ اپنا بزنس بلیک کمپنی کے ساتھ شفٹ کر رہا تھا، اسی لیے زیادہ تر وقت آفس میں گزرتا تھا۔ ابھی بھی وہ سر درد کی وجہ سے گھر واپس آیا تھا۔

سب ایک دفعہ پھر واپس جا چکے تھے، جبکہ بی جان اور آغا جان ابھی ادھر ہی موجود تھے۔

وہاج کے بلانے پر ایرہ نے ٹیبل سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ایرہ کی بدلی ہوئی لک دیکھ کر وہاج کا منہ کھلا رہ گیا۔

"گڑیا، یہ کیا ہوا؟ تمہارے بال کہاں ہیں؟"

وہاج نے حیرت اور پریشانی سے اس کی کمر تک لمبے بالوں کو ڈھونڈنا چاہا، لیکن لمبے بال ہوتے تو نظر بھی آتے نا۔ایرہ کی لک مکمل طور پر بدلی ہوئی تھی۔اس کے گولڈن لمبے بال، جو پہلے سے بھی لمبے ہو گئے تھے، آج شولڈر تک نظر آ رہے تھے۔

"....بھیا... سنی نے... سنی نے میرے بال کٹوا دیے"

ایرہ نے ہچکیوں کے درمیان روتے ہوئے بمشکل بات مکمل کی۔

"کیا؟ سنی؟اس سالے کی تمہارے بالوں سے کیاد شمنی تھی؟"

وہاج نے الجھن سے پوچھا، لیکن ایرہ پہلے سے بھی زیادہ زور زور سے رونے لگی۔

ایرہ کو بری طرح روتے دیکھ کر وہاج نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سلطان کو کال ملائی۔

"خان، تم لوگ کب تک گھر آرہے ہو؟"

وہاج نے سلطان کے کال اٹھانے پر پوچھا۔

"کیوں، کیاہوا؟"

سلطان نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے الٹا سوال کیا۔

"یار، جلدی گھر پہنچو، ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔"
وہاج نے کہا اور فون بند کر دیا تاکہ ادھوری بات پر وہ جلدی پہنچیں۔ وہ جان چکا تھا کہ ان سب کو قابو کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

"گڑیا، یہ پانی پیو اور مجھے بتاؤ، اس بے غیرت نے یہ کام کیوں کیا؟"
وہاج نے ایرہ کے سامنے بیٹھ کر اسے پانی کا گلاس تھما کر پوچھا۔ ایرہ نے دو گھونٹ پینے کے بعد بتایا:

"وہ بے وفا انسان، بے شرم، بالکل اچھا شوہر نہیں ہے۔ میرے اتنے لمبے بال چھوٹے کروا دیے... وہ سنان نہیں، پان ہے... پان کی دکان ہے پوری... بدصورت کارٹون کہیں کا..."
ایرہ اپنے شولڈر تک کٹے ہوئے بالوں کو چھو کر روتے ہوئے سنی کو کوسنے لگی۔ وہاج اس کی بددعائیں سن کر ہاتھ سے اپنی مسکراہٹ چھپانے لگا۔

"رورو نہیں، گڑیا، سچ بتاؤ اس نے ایسا کیوں کیا؟"
وہاج نے سنجیدگی طاری کرتے ہوئے پوچھا تو ایرہ بتانے لگی۔

آج صبح جب سنان نے مجھے شاپنگ کا لالچ دے کر سیلون لے گیا، تو ایرہ"
کے پوچھنے پر وہ بولا کہ اپنی پیاری سی بیوی کا خیال رکھ رہا ہے۔ ایرہ تو سنان
مصطفیٰ کاظمی کے ان ڈائیلاگز پر اپنا دل ہار بیٹھی تھی۔ سنی نے مکمل جال بچھا
کر اسے بے وقوف بنایا تھا۔
سیلون میں گرومنگ کے بعد جب بالوں کی باری آئی، تو ایرہ نے صاف منع
کر دیا کہ وہ اپنے بال نہیں کٹوانا چاہتی۔ جس پر سنی نے ریلیکس کرتے
ہوئے کہا کہ وہ بس بالوں کی ٹرمنگ کروا کر شیپ چینج کروا رہا ہے تاکہ اس
"کی بیوی مزید خوبصورت لگے۔

ایرہ اُس کے پیار اور میٹھے لہجے سے مطمئن ہو کر بیٹھ گئی تو سنی نے اس کے کانوں میں ہیڈ فون لگا کر ایک اچھا سا گانا پلے کر دیا۔ ایرہ کی آنکھیں بند کروا کر ان پر آئی ماسک لگوانے کے بعد، اُس نے جھک کر گھمبیر لہجے میں ایرہ کے کان میں سرگوشی کی کہ وہ اپنی بیوی کو سب سے زیادہ خوبصورت بنانا چاہتا ہے۔ اسی لیے یہ سب کر رہا ہے۔

سنی کے پیار پر بند آنکھوں سے ایرہ کا دل زوروں سے دھڑکا جبکہ ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکان بھی مچلنے لگی۔

ایرہ کو مست دیکھ کر سنان مصطفیٰ کاظمی نے ہیئر سٹائلسٹ کو ایرہ کے بالوں کو کاٹنے کا اشارہ کیا تو وہ حیران ہو کر اس خوبصورت مرد کو دیکھنے لگی۔ سنان مصطفیٰ نے اس کی حیرانی کو نظر انداز کر کے اپنے موبائل میں کٹنگ کی تصویر دکھاتے ہوئے اشارے میں کہا کہ اُسے ایسی ہی کٹنگ اپنی بیوی کے بالوں میں چاہیے۔

ایرہ کا چہرہ چونکہ چھوٹا اور تیکھے نقوش والا تھا، سنان نے اس کی فیس شیپ کے مطابق ہی کٹنگ کا انتخاب کیا، جو اس کے تیکھے چہرے پر بہت نکھر کر آئی تھی۔

کٹنگ ہو جانے کے بعد سنان نے اُسے وہاں آئینہ دیکھنے نہیں دیا بلکہ اُسے گود میں اُٹھا کر گاڑی میں بٹھا کر گھر لے آیا۔

گھر آ کر جب ایرہ نے سب سے پہلے آئینہ میں اپنے بال دیکھے، تو وہ صدمے میں چلی گئی۔ پانچ منٹ تک اُسے ہوش نہ آیا تو سنی اپنی ہنسی دباتے ہوئے وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ اپنا کام کر چکا تھا، اس لیے بھاگنا ہی بہتر تھا۔ جب ایرہ کو ہوش آیا تو وہ اکیلی زور زور سے رونے لگی۔

سنان آج دیر سے اُٹھا تھا، اس لیے سب لوگ اُسے چھوڑ کر دفتر چلے گئے تھے۔ سنی ناشتہ کرنے کے لیے نیچے آیا تو کلثوم بیگم ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی

ہوئی تھیں، جبکہ ایرہ صوفے پر بیٹھ کر اپنے گولڈن ویوی بالوں کے ساتھ سیلفیاں لے رہی تھی۔

"مام، آپ کو نہیں لگتا کہ آپ کی بہو پہلے سے کمزور ہو گئی ہے؟" سنی نے جوس پیتے ہوئے کلثوم بیگم سے پوچھا، جبکہ اُس کی نظریں ایرہ پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"مجھے لگتا نہیں، بلکہ سو فیصد یقین ہے، بیٹا!" کلثوم بیگم نے ایک نظر ایرہ کو دیکھتے ہوئے جواب دیا، تو سنی اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مام، کیا یہ صحیح سے کھاتی پیتی نہیں؟" سنان نے فکر مند ہو کر پوچھا، کیونکہ پچھلے ایک ہفتے سے وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی بیوی کا چہرہ مزید چھوٹا ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہ چکراتی بھی رہتی تھی۔ سنان خاموشی سے اس کو دیکھ

رہا تھا تاکہ ایک ہی دفعہ اسے ٹھیک کر سکے۔

"تمہاری بیوی کو ہر دوسری لڑکی کی طرح ڈائٹنگ کی بیماری لگی ہوئی ہے۔ نجانے اپنی اس سوکھی جان میں سے اور کیا نکالنا چاہتی ہے؟ اور دوسری بات، اس کے بال دیکھو، جو تھوڑا بہت کھاتی ہے وہ تو اس کے بالوں میں چلا جاتا ہے۔ تو اسے کیسے ہوش آئے گا؟ ابھی تو خیر ہے، کل کو پریگننسی میں پھر مشکلات آئیں گی۔ علیزے اور مشعل کا ہی حال دیکھ لو۔"

کلثوم بیگم کڑھتے ہوئے سنی کو سنا رہی تھیں۔ وہ کئی دفعہ ایرہ کو سمجھا چکی تھیں، لیکن ایرہ ڈائٹنگ کے معاملے میں کسی کو سنجیدگی سے نہیں لے رہی تھی۔

"ہمم.... مام، آپ تو ڈاکٹر ہیں، آپ کو سچ میں لگتا ہے کہ ایرہ کے کمزور ہونے کی وجہ اس کے لمبے بال ہیں؟" سنی نے ایرہ کے لمبے بالوں کو غور

سے دیکھتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔

"بھاڑ میں گئی ڈاکٹری، سنی! مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اس کی صحت اس کے بال ہی کھا رہے ہیں!"

کلثوم بیگم نے موبائل پر مصروف رہتے ہوئے سر جھٹکا اور بولیں، تو سنی کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے کمرے میں تیار ہونے چلا گیا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ ایرہ کو شاپنگ کا لالچ دے کر گھر سے سیلون لے گیا۔

وہاں ایرہ کے بالوں کو انجام تک پہنچانے کے بعد جب وہ گھر واپس آیا تو شام ہونے میں کچھ ہی وقت رہ گیا تھا، کیونکہ ایرہ کی سروسز میں کافی وقت لگ گیا تھا۔

ایرہ نے روتے ہوئے وہاج کو اپنی دکھی کہانی سنائی تو وہاج نے مشکل سے اپنا قہقہہ روکا۔

اسی وقت سلطان، ضرار اور عیس باتیں کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہاج کو دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھنے ہی والے تھے، لیکن جیسے ہی ایرہ نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا، وہ تینوں ایرہ کی بدلی ہوئی لک پر ٹھٹک کر وہیں رک گئے۔

"عیس نے منہ کھولتے ہوئے حیرت" آری بھابھی، یہ کیا کر دیا آپ نے؟ سے پوچھا، تو وہاج نے اپنی ہنسی دبائی۔

عیس کے ری ایکشن پر ایرہ اور زور سے رونے لگی تو وہ سب بوکھلا کر وہاج کو دیکھنے لگے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سارے معاملے کو جاننے کی کوشش کرنے لگے تو وہاج نے مختصر کرتے ہوئے ساری بات بتا دی۔

"ضرار نے" اس سالے کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا جو یہ سب کر آیا ہے؟

ساری بات جان کر دانت پیستے ہوئے کہا کیونکہ ایرہ زور زور سے رو رہی تھی۔

"ویسے آپس کی بات ہے، آڑی بھابی، میں پہلی بار اتنے عرصے میں آپ کا پورا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ ورنہ آپ کے ان بالوں کی چادر نے تو آپ کے چہرے کو ہی ڈھانپ کر رکھا ہوتا تھا۔ اچھی لگ رہی ہیں، یار!" عیس نے ہلکا پھلکا کرنے کے لیے ایرہ کی تعریف کی۔ ایرہ اپنا رونا بھول کر سب کی طرف دیکھنے لگی۔ سب نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے عیس کی بات کو سچ کہا، تو ایرہ نے سب بھول کر اپنے موبائل کا کیمرہ آن کیا اور خود کو دیکھنے لگی۔

ایرہ کے جلدی سے خود کو کیمرے میں دیکھنے پر سب نے اپنے امڈتے قہقہے کو کنٹرول کرنے کے لیے کھانسنا شروع کر دیا۔

بھیا، سچ میں، کتنی پیاری لگ رہی ہوں، نا میں؟" ایرہ نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا تو سب نے پھر اس کی تعریف میں ہاتھ سے پرفیکٹ کا اشارہ کیا۔

لیکن اگلے ہی پل، اپنے لمبے بال یاد آنے پر وہ اونچی اونچی رونے لگی۔ ایرہ کے بدلتے موڈ پر، نہ چاہتے ہوئے بھی وہاج نے عیس کے کندھے میں چہرہ چھپا کر ہنسی روکنے کی کوشش کی، مگر جب کنٹرول نہ کر پایا تو عیس کے کندھے پر زور سے کاٹ لیا۔

سالے! کیا کر رہا ہے؟ بے غیرت انسان، میں تیری محبوبہ نہیں ہوں" جس کے سینے میں تو منہ چھپا رہا ہے!" عیس نے اس کے زور سے کاٹنے پر غصے میں کہا تو وہاج سرخ چہرے کے ساتھ پھر ایرہ کی طرف دیکھنے لگا، جو

کیمرے میں پوز بنا بنا کر رو رہی تھی۔

اس کے اس اسٹائلش رونے پر وہاج پاگلوں کی طرح ہنستا ہوا اٹھ کر ضرار کے گلے لگ گیا۔ ضرار اور سلطان وہاج کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کر اپنی ہنسی روکنے لگے۔

"کمینے انسان، اتنا نہ ہنس۔ تیرے ہنسنے کی آواز اس دکھی عورت نے سن لی نہ تو اس گھر سے میلوں دور تک رونے کی آواز جائے گی، اور سب کے سب سسر اکھٹے ہو جائیں گے۔" ضرار نے وہاج کی پشت پر مکا مارتے ہوئے اسے سنجیدہ ہونے کا کہا، لیکن وہ چاہ کر بھی خود کو قابو نہیں کر پا رہا تھا۔

"اوئی بھابھی، خدا کا واسطہ ہے، یہ منہ کے ڈیزائن بنانا بند کریں! اویں بالوں کے ساتھ منہ بھی کٹ جائے گا، تو پھر کیا کہیں گی کہ میرا منہ پہلے بڑا

تھا،اب کٹ کر چھوٹا ہو گیا ہے؟"عیس نے ایرہ کو منہ کی ڈیزائننگ سے روکا۔وہاج،جو مشکل سے اپنی ہنسی کنڑول کر رہا تھا،عیس کی بات سن کر پھر سے ہنسنے لگا۔

وجی بھیا بار بار مجھ پر ہنس رہے ہیں،آپ سب میری جھوٹی تعریف کر رہے ہیں نا۔۔۔وہاج کو مسلسل ہنستے دیکھ کر ایرہ انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روتے ہوئے بولی۔

نہیں بچے،یہ کمینہ ویسے ہی پاگل ہو گیا ہے بس۔تم سچ میں بہت پیاری" لگ رہی ہو،گڑیا..."سلطان نے وہاج کو آنکھیں دکھاتے ہوئے ایرہ کی تعریف کی تو ایرہ،سلطان کی تعریف پر پھر رونا بھلا کر کیمرے میں خود کو دیکھنے لگی۔ایرہ کو دوبارہ کھلے منہ کے ساتھ کیمرے میں دیکھتے ہوئے وہاج

جو پھر قہقہ لگانے لگا تھا، سلطان نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا قہقہ دبانے کی کوشش کی۔ مسلسل ہنستے ہنستے وہاج کی آنکھوں سے پانی نکلنے لگا تھا۔

اسی وقت مصطفیٰ کاظمی وہاں داخل ہوئے تو ایرہ، ان کو دیکھتے ہی زور زور سے روتے ہوئے ان کی طرف بڑھ گئی، جبکہ مصطفیٰ کاظمی تو اپنے اڑرو کو دیکھ کر ٹھٹک گئے تھے۔

"اڑرو، یہ کیا ہوا؟" مصطفیٰ صاحب نے ششدر ہو کر اسے دیکھا جو بلکل مختلف نظر آ رہی تھی۔ مصطفیٰ کاظمی کے آتے ہی وہ تینوں ہنستے ہوئے وہاج کو لے کر جلدی سے وہاں سے غائب ہو گئے تھے کیونکہ اگر وہ وہاں کھڑے رہتے تو سنی کی بجائے ان کی بینڈ بج جانی تھی۔

رات کھانے کی ٹیبل پر سب موجود تھے۔سنان آج وہاج کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کیونکہ ایرہ آج مصطفیٰ کاظمی کے ساتھ بیٹھی تھی۔سب اپنی ہنسی دباتے ہوئے سنان کو دیکھ رہے تھے جو انجان بن کر پوری طرح مگن ہو کر کھانا کھا رہا تھا، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

"تمہیں شرم نہیں آئی بچی کو دھوکا دیتے ہوئے؟"سنان کے اطمینان پر مصطفیٰ کاظمی کو یک دم غصہ چڑھا۔انہیں لگ رہا تھا کہ وہ آکر وضاحت کرے گا، لیکن یہاں تو الٹا ایٹیٹیوڈ دکھا رہا تھا۔

مصطفیٰ کاظمی کے بھڑکنے پر سنان کی بھی تپ چڑھی۔

"کون سا دھوکا کر دیا ہے میں نے آپ کی اس معصوم بیٹی کے ساتھ؟ کیا

اسے چھوڑ کر بھاگ گیا ہوں؟ یا پھر اپنی بیٹی کو بھیڑ میں ریلوے اسٹیشن پر "چھوڑ کر خود غائب ہو گیا ہوں؟

سنی نے تیش سے پلیٹ میں چمچ پٹختے ہوئے جواب دیا تو سب ایک دم سنجیدہ ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ سب جانتے تھے کہ سنان کو سال میں ایک دفعہ ہی غصہ آتا ہے، لیکن جب آتا ہے تو وہ کسی دھماکے سے کم نہیں ہوتا۔

وہاج نے سنی کا ہاتھ دباتے ہوئے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی، لیکن سنان قہر بھری نظر ایرہ پر ڈال گیا، جس نے صبح سے رونا مچایا ہوا تھا۔ سنی کے غصے سے خود کو دیکھنے پر ایرہ کا دل تھم سا گیا۔ وہ اس کے غصے کی عادی نہیں تھی۔

ایک تو تم نے بنا اجازت کے اس کے اتنے لمبے بال کٹوا دیے ہیں، اب الٹا" بھڑک کر تم کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو؟" مصطفیٰ کاظمی شدید تیش سے پھر

بولنے لگے تو سنان آنکھیں بند کر کے خود کو ضبط کرنے لگا۔ان تینوں نے سنی کو چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا، لیکن اس وقت سنی کا دماغ مکمل طور پر آؤٹ ہونے لگا تھا۔

"مجھ سے کچھ پوچھنے کی بجائے آپ اپنی اس دودھ پیتی بچی سے کیوں نہیں کچھ پوچھتے، جو پچھلے ایک ہفتے سے ڈائٹنگ پہ ڈائٹنگ کیے جا رہی ہے۔اس مسلسل ڈائٹنگ کی وجہ سے یہ میڈم دمے کے مریضوں کی طرح ہر وقت چکرا رہی ہوتی ہیں۔مجھے بس یہ بتا دیں کہ اسے کہاں سے ڈائٹنگ کی ضرورت ہے؟اس کے جسم میں کون سا بارہ من کا وزن چھپا ہوا ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا،اور یہ میڈم اسے کم کرنے کی کوشش میں لگی ہیں؟"

میں نے اس کو پیار سے بار بار سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ فضول چیزیں چھوڑ کر اپنے کھانے پینے پر توجہ دے۔لیکن یہ میڈم میری کسی بات کو سننا تو دور، ویلیو دینا بھی ضروری نہیں سمجھتیں۔پوچھیں اپنی اس بچی سے کتنی

دفعہ میں نے اسے پیار سے کہا ہے کہ یہ فضول چیز چھوڑ دے، لیکن نہیں، اس نے میرے ایک لفظ کو بھی اہمیت نہیں دی۔ اور جن بالوں کے کٹنے پر "یہ رونا مچا رہی ہے نا، وہی بال اسے ٹھیک نہیں ہونے دے رہے تھے۔ اس کی یہ چھوٹی سی شکل دیکھیں، کیا آج سے پہلے آپ کو اس کی یہ چھوٹی" سی شکل نظر آئی تھی؟ نہیں نا، کیونکہ اس کے کھائے پینے کا سارا اثر اس کے بالوں میں جا رہا تھا۔ بال ہی کٹے ہیں، اس کا گردہ نکال کر نہیں بیچ آیا جو "اس نے ایسا شور مچایا ہوا ہے۔

سنی غصے سے پلیٹ ہٹاتا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، جبکہ اس کے ساتھ ہی سب بھی کھڑے ہو گئے۔ ایرہ پر غصے بھری نظر ڈال کر وہ وہاں سے نکلا تو وہ سب بھی اس کے پیچھے نکلے۔ ایرہ کی سسکیاں پھر سے شروع ہو گئی تھیں۔ سنی کی پوری بات جان کر مصطفیٰ کاظمی کچھ بول نہیں پائے تھے۔

مشعل نے دکھ سے اپنی دوست کو دیکھا تو منیزے نے اسے وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا، کیونکہ اسے سنان مصطفیٰ حق پر لگا تھا۔ سب ایرہ کو بار بار روک چکے تھے، لیکن ایرہ نے کسی کی نہیں سنی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اتنی سمارٹ ہونے کے باوجود وہ ڈائٹنگ کیوں کر رہی ہے۔

ایرہ روتے ہوئے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو سب نے پیچھے سرد آہ بھری۔ بی جان اور آغا جان اپنے کمرے میں کھانا کھا رہے تھے، کیونکہ وہ اتنی سیڑھیاں چڑھ کر بار بار اوپر نیچے نہیں آ سکتے تھے۔

سالے، اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

عیص نے سنی کو مکہ مارتے ہوئے پوچھا۔ سنی اپنی گاڑی لے کر باہر نکلنے لگا تھا، لیکن سب نے اسے روکتے ہوئے پچھلے لان کی طرف لے گئے۔

مینشن جتنا بڑا تھا، ایسے میں کوئی بھی انہیں کسی بھی حصے میں آسانی سے

نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔

تو کیا اسے پھولوں کے ہار پہناتا؟

دیکھا نہیں، صبح سے کیسے بھاں بھاں کیے جا رہی ہے، جیسے میں نے اس کا" زیور چرا کر بیچ دیا ہو!" سنی نے جلے کٹے انداز میں کہا اور چیئر پر بیٹھ گیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی سب کی ہنسی نکل گئی۔

!اب بھاں بھاں تو نہ بول، کمینے انسان

گڑیا بڑے اچھے پوز بنا بنا کر روتے ہوئے ساتھ ویڈیو بنا رہی تھی۔ "وہاج" نے صبح کا منظر یاد کرتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا، تو سنی کے تناؤ بھرے نقوش ڈھیلے پڑ گئے۔ مسکراتے ہوئے وہ بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔ سنی کو ہنستے دیکھ کر وہاج بھی مسکرا دیا۔

پتہ ہے، میں جب سے یہاں آیا ہوں نا، مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں ایک لمبی مسافت طے کر کے اپنے اصلی ٹھکانے پر پہنچ گیا ہوں۔ اس ٹھکانے پر میں سکون محسوس کر سکتا ہوں، زندگی کو جی سکتا ہوں، اور سب سے بڑھ کر مسکرا بھی سکتا ہوں۔ زندگی کبھی زندگی لگی ہی نہیں تھی، یار۔ لیکن اب ہر وقت میرے دل میں ایک سکون رہتا ہے۔

وہاج نے آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے دل کی بات کہی۔

نیلی بتی، تیری شادی کروا لینے دے، پھر مجھے یہ سکون والے الفاظ بول کر دکھا۔

سنی نے ماحول کا تناؤ کم کرنے کے لیے اسے چھیڑا، تو وہاج نے اسے سخت نظروں سے گھورا۔

بے غیرتوں، اس کی بھی آنکھیں نیلی ہیں اور اس ساتھ والے کی جلسے

بادلوں جیسی آنکھیں بھی دیکھ لو۔ انہیں تو تم لوگ ان الٹے ناموں سے نہیں بلاتے۔

وہاج نے چڑتے ہوئے سلطان کی نیلی آنکھوں اور ضرار کی گرے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا، تو سلطان نے مسکراتے ہوئے ایٹیٹیوڈ سے کندھے اچکا دیے۔

تو انہیں چھوڑ، ان کی اکھیاں تو کب کی پرانی ہو گئیں۔ آج کل تو بس تیری اکھیاں ہی میں ڈوبنے کا دل کرتا ہے۔

عیص نے اس کی گال پر انگلی ٹریس کرتے ہوئے مدہوش ہونے کی ایکٹنگ کی، تو وہاج اسے پرے دھکیلتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

مر جاؤ تم، لعنتی۔ میں جا رہا ہوں یہاں سے۔

وہاج ان پر غصہ کرتے ہوئے وہاں سے چلا گیا، لیکن پیچھے چاروں قہقہے

لگانے لگے۔ جبکہ وہاج کے ہونٹوں پر بھی مسلسل مسکراہٹ تھی۔

وہ اس وقت ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں تھا۔ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بی جان کے کمرے کی طرف آیا، جہاں بی جان بیڈ پر بیٹھ کر چشمہ لگائے موبائل میں مصروف تھیں۔ وہاج بی جان کو موبائل میں غرق دیکھ کر مسکرا دیا۔

کمرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے دروازہ ناک کیا تو بی جان چونک کر مسکرائیں۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے پاس بلایا، تو وہ مسکراتے ہوئے جا کر بیڈ پر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

کیا ہوا؟ نیند آئی ہے؟

بی جان نے موبائل رکھتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پوچھا، تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے آنکھیں بند کر گیا۔

کل رات ٹھیک سے سوئے تھے کیا؟

وہاج کی ڈارک بلیو آنکھوں کو حد سے زیادہ سرخ ہوتے دیکھ کر بی جان نے فکر مندی سے پوچھا۔ وہ کروٹ بدل کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے ان کو جواب دے گیا۔

وہاج کے انکار پر بی جان نے پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ وہ ایک ہفتے سے اپنا گھر چھوڑ کر ان کے پاس رہ رہا تھا۔ اس کی طبیعت پہلے سے کچھ بہتر تھی، لیکن اب اچانک وہاج کو بیٹھتے ہوئے بلیڈنگ شروع ہو گئی تھی، جس پر سب ہی انتہائی فکر مند تھے۔

وہ چاروں اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے، تو ڈاکٹر نے بتایا کہ وہاج علی

صدیقی کو مناسب نیند کی ضرورت ہے۔ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس کا دماغ ریلیکس نہیں ہو پا رہا تھا، اور سر میں مسلسل درد کی وجہ سے یہ ہو رہا تھا۔

وہ سب وہاج کی مکمل تفصیلات بی جان سے شیئر کر چکے تھے۔ وہاج کے بارے میں کچھ ایسی باتیں بھی جو انہوں نے کسی اور سے نہیں بتائیں تھیں۔ بی جان کو سب کچھ بتانے کے بعد انہوں نے ایک ہی نصیحت کی کہ اگر ان کی وجہ سے ایک بھٹکے ہوئے انسان کو زندگی سنوارنے کا موقع مل رہا ہے، تو وہ چاروں کبھی بھی وہاج علی صدیقی کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

اس ایک ہفتے میں وہاج مکمل طور پر بدل چکا تھا۔ اس نے اپنا بزنس بھی ان چاروں کے ساتھ شفٹ کر لیا تھا اور کام سے فارغ ہوتے ہی وہ بی جان کے پاس آ جاتا تھا۔ بی جان سے باتیں کرتے ہوئے اسے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کب نیند میں چلا جاتا ہے۔

اب تو اسے ایسا لگتا تھا کہ بی جان کے بغیر نیند ہی نہیں آ سکتی۔ اور ایسا ہی کل

رات ہوا تھا، جب وہ دیر سے آیا اور اپنے کمرے میں جانے کے بعد پوری رات سو نہیں پایا۔ اسی لیے آج اس کے سر میں شدید درد تھا۔

وجی، شادی کا کیا ارادہ ہے؟

بی جان نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ وہاج جوان کے دوپٹے سے چہرہ چھپائے لیٹا تھا، بی جان کے سوال پر مسکرا دیا۔

ابھی میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سوچا، ڈارلنگ۔

وہاج نے بھاری آواز میں جواب دیا تو بی جان نے سر ہلا دیا۔

بتیس کے ہو گئے ہو، پھر کب سوچنا ہے تم نے؟

بی جان نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔

جب آپ حکم کریں گی، میں اس بارے میں سوچ لوں گا۔

وہاج نے عام سے انداز میں جواب دیا۔

ہمم ٹھیک ہے... میری پسند سے شادی کر لو گے ؟

بی جان نے اسے ٹٹولتے ہوئے پوچھا، تو وہ اپنی نیند کے باعث بھاری ہوتی آنکھیں کھول کر ان کا ہاتھ چوم گیا۔

ڈارلنگ، میں آپ کی پسند سے سمندر میں چھلانگ بھی لگا دوں، شادی کیا چیز ہے۔

وہاج نے ہنستے ہوئے ان کو آنکھ مارتے جواب دیا تو بی جان بھی ہنستے ہوئے اس کے سر پر ہلکا سا تھپڑ رسید کر گئیں۔

مسخریاں نہ کر میرے ساتھ... یہ نہ ہو کہ میں تمہارے لیے کوئی لڑکی پسند

کروں اور بعد میں تمہیں وہ لڑکی پسند نہ آئے۔
بی جان نے اسے مزید جاننے کی کوشش کی۔

ایسا کبھی نہیں ہو گا، ڈارلنگ۔
وہاج نے مطمئن انداز میں انہیں یقین دلایا، تو بی جان کسی حتمی فیصلے پر پہنچ کر پر سکون ہو گئیں۔

اسی لمحے آغا جان کمرے میں داخل ہوئے، تو اپنے بیڈ پر وہاج کو لیٹا دیکھ کر دانت پیس گئے۔ کھانا کھانے کے بعد وہ واک کرنے کے لیے نیچے گئے تھے اور اب کمرے میں واپس آ کر اسے دیکھ کر انہیں غصہ آ گیا، کیونکہ آج کل ان کے کمرے میں اسی کا بسیرا تھا۔ پرسوں بھی آغا جان دوسرے کمرے میں جا کر سوئے تھے۔

لو، آ گئے ہیں تھانے دار۔

آغا جان کو اپنی طرف گھورتا دیکھ کر بی جان بولیں، تو وہاج آنکھیں کھول کر انہیں دیکھنے لگا۔

تم ہر روز میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو؟ تمہیں کوئی اور کمرہ نہیں ملتا کیا؟

آغا جان تپ کر وہاج سے پوچھنے لگے، تو وہاج ان کی اردو پر ہنسی دباتے ہوئے شرارتی انداز میں انہیں آنکھ مار گیا۔

وجی پتر، چل اٹھ، ہم تیرے کمرے میں چلتے ہیں۔ یہیں آغا جان ہمیں اپنی سستی اردو سے تنگ کرتے رہیں گے۔

بی جان نے آغا جان کی اردو پر افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے وہاج کو اٹھنے کا کہا، تو وہاج قہقہہ لگا گیا۔

ہاں، جاؤ جاؤ، یہاں سے اپنی نمونی کے ساتھ۔

آغا جان بھی جیلسی سے بولے اور واش روم میں بند ہو گئے، تو وہاج نے اپنی مسکراہٹ دبائی، کیونکہ اسے پتہ تھا کہ آغا جان ان سب کے ساتھ بی جان کے زیادہ پیار پر چڑتے تھے۔

بی جان نے ہنسی دبا کر کھڑی ہوئیں، تو وہاج نے انہیں بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔

سنان مصطفیٰ جو بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا، اچانک موبائل پر ریسیو ہونے والے میسج کی آواز پر موبائل نکال کر دیکھنے لگا۔ جیسے ہی نظر ڈارلنگ کے نمبر پر پڑی، موبائل انلاک کر کے وائس میسج سننے لگا۔

وائس میسج سن کر وہ ہنستے ہوئے قدموں کو وہاج کے کمرے کی طرف موڑ چکا تھا۔

وہاج کے کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر سنی نے موبائل دوبارہ پاکٹ میں رکھا اور آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

جہاں وہاج بی جان کی گود میں سر رکھے سو رہا تھا۔ کمرے میں اس وقت مدھم سی نیلی روشنی جل رہی تھی۔ سامنے بیڈ کراؤن کے اوپر وہاج کا پورٹریٹ لگا ہوا تھا۔ یہ اس کی ایک آفس میٹنگ کی تصویر تھی۔ بلو فور پیس میں، براؤن بالوں کو جیل سے سیٹ کیے، ڈارک بلو آنکھوں میں گہری سنجیدگی لیے، وہ لبوں میں سگریٹ دبائے ماتھے پر شکنوں کے ساتھ فائل پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

وہاج کی یہ تصویر کچھ دن پہلے ہی کی تھی جو نعمان خان نے کیپچر کی تھی۔ سنان اور عیس نے وہاج کی اس تصویر کا پورٹریٹ بنا کر اس کے کمرے میں لگوایا تھا۔ لیکن دائیں بائیں وہ "نیلی بتی" اور "نیلی سیاہی" لکھنا نہیں بھولے

تھے۔

اصل میں انہوں نے یہ دو نام لکھنے کے لیے ہی اس کا پورٹریٹ بنوایا تھا۔

وہاج اپنے پورٹریٹ کو دیکھ کر جہاں خوش ہوا تھا، وہیں ان کی بے غیرتی پر دانت پیس گیا۔

دیوار پر لکھے الفاظ دیکھ کر سنی کے عنابی ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

بے شک یاروں کے سنگ یہ زندگی کا سفر خوبصورت ترین ہو گیا تھا۔

سنی نے اشارے سے بی جان سے پوچھا تو بی جان اشارے سے بتا گئیں کہ وہاج سو چکا ہے۔

جس پر سنی نے آگے بڑھ کر وہاج کا سر اٹھا کر تکیے پر منتقل کیا، تو بی جان بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ پچھلے دو گھنٹوں سے وہاج کے کمرے میں تھیں۔

وہاج ان کی گود میں سر رکھ کر باتیں کرتے ہوئے پر سکون نیند سو گیا تھا، جس پر بی جان نے شکر ادا کیا تھا، کیونکہ اس کی حالت کے پیش نظر وہاج کا

نیند پوری کرنا بے حد ضروری تھا۔
مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہاج کو اب نیند نہیں آتی تھی۔

وہاج پر کمبل درست کرتے ہوئے اور اے سی کی سپیڈ نارمل کر کے، سنی نے آگے بڑھ کر بی جان کو اٹھایا تھا۔بی جان نے سنی کو بلایا تھا تاکہ وہ انہیں ان کے کمرے میں چھوڑ آئے۔وہ زیادہ چل نہیں سکتی تھیں۔

"ڈارلنگ آپ کے تو مزے ہیں، کبھی کوئی اٹھا کر جھولے دے رہا ہے تو کبھی کوئی۔"

وہاج کے کمرے سے نکلتے ہوئے سنی نے بی جان کو شرارتی نظروں سے دیکھا تو بی جان نے اس کے کندھے پر مکہ مارا۔

"شرم کر! اور یہ بتا، میری بہو کو کیوں ڈانٹا ہے؟" بی جان نے اپنی لائٹ گرین آنکھوں سے خشمگیں نظروں کے ساتھ اسے دیکھ کر پوچھا تو سنی

زبان کو منہ میں گھمانے لگا۔

بی جان کو وہاج نے نیچے کھانے کی ٹیبل پر ہونے والے واقعے کے بارے میں بتایا تھا۔

"اس نے حرکت ہی ڈانٹ کھانے والی کی تھی، ڈارلنگ۔"

سنی نے ان کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے جواب دیا، تو بی جان نے اسے شدید گھوری سے نوازا۔

"چلو، تم ڈانٹ کر تیس مار خان تو بن لیے ہو نا، اب پھر بیوی کے تیور جھیلنے کے لیے بھی تیار رہو!"

بی جان نے آئینہ دکھایا تو سنی سر پیچھے گراتے ہوئے ہنس دیا۔

"آپ یہ باتیں چھوڑیں اور یہ بتائیں کہ اس 'نیلی بتی' سے بات ہوئی؟"

سنی نے چمکتی آنکھوں سے پوچھا۔ آغا جان بیڈ کے دوسری طرف سو رہے تھے، اس لیے وہ دونوں آہستہ آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔

"ہاں، بات تو میں نے آج کی ہے۔ کہہ رہا تھا کہ جہاں مرضی کر دیں، اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو مجھے لگتا ہے اب ہمیں اگلے قدم پر کام کرنا چاہیے، کیونکہ مجھے وجی سے کوئی امید نہیں ہے کہ وہ تم چاروں بے شرموں کی طرح کوئی پہل کرے گا۔ یہ نہ ہو کہ اس کی پہل کے انتظار میں ہم سوکھ جائیں اور وہ سگریٹ پھونک پھونک کر خود کو جلاتا رہے!"

بی جان نے اپنے ہاتھوں سے سونے کی چوڑیاں اتارتے ہوئے تفصیلی جواب دیا۔

سنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے ان کی چوڑیاں اتارنے لگا کیونکہ بی جان کو آرام دہ حالت میں سونے کی عادت تھی۔

سنی نے ان کے جھمکے اور لاکٹ کھول کر اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے۔

بی جان کو تکیے پر لٹا کر ان پر کمبل درست کیا اور ان کا سر چوما۔

بی جان سکون سے آنکھیں موند گئیں۔

سنی نے سائیڈ لیمپ بند کر کے عقیدت سے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

سنی اپنے کمرے میں داخل ہوا تو سامنے کھڑکی میں اسے اپنی روٹھی بیوی بیٹھی نظر آئی، جو شاید اب تک رو رہی تھی کیونکہ ایرہ کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے گہری سانس خارج کی۔ اس وقت وہ غصہ تو کر گیا تھا، لیکن اب غصہ ٹھنڈا ہونے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی بیوی اس کا سخت لہجہ بالکل برداشت نہیں کرتی، پھر بھی سب کے سامنے وہ اسے ڈانٹ گیا تھا۔

بلوٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں، اس رف حلیے میں بھی وہ دلکش نظر آ رہا تھا۔

گولڈن سلکی بال اس وقت ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، جنہیں وہ بار بار ہاتھ سے پیچھے کرتا جا رہا تھا۔

سنی جوتے اتار کر ایرہ کی طرف بڑھا جو سیج میں اپنی ہچکیوں کو دبا رہی تھی۔

ائرہ۔۔۔" سنی نے اس کے قریب کھڑے ہو کر اسے میٹھے لہجے میں پکارا، " لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔

سنی نے اس کی خم دار کمر میں بازو لپیٹ کر جھکتے ہوئے اس کے کندھے پر چہرہ ٹکانا چاہا، تو ایرہ نے ایک جھٹکے میں مڑ کر اسے دور دھکیل دیا اور شہادت والی انگلی اٹھا کر غصے سے غرائی۔

"! گویا یہ صاف اشارہ تھا کہ "مجھے ہاتھ لگانے کا سوچنا بھی مت

ایرہ کے تاثرات دیکھ کر سنی ہونٹ کا کونا دبانے لگا، لیکن اس کی سنہری آنکھوں کی سوجن دیکھ کر دل بے چین ہو گیا۔

: بے اختیار بی جان کے کہے الفاظ دماغ میں گونجنے لگے

چلو تم ڈانٹ کر تیس مار خاں تو بن گئے ہو نا، اب بیوی کے تیور بھی جھیلنے "
"کے لئے تیار رہو۔۔۔

واقعی، تیس مار خاں بننے کے بعد بیوی سے معافی مانگنا جان جوکھوں کا کام لگ رہا تھا۔

نیو کٹنگ کے باعث اس کے تیکھے نقوش سنی کے دل پر مزید وار کر رہے تھے۔ اس وقت وہ مکمل طور پر بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ گولڈن سلکی بال بکھرے ہوئے تھے۔ ایرہ کے بال چونکہ پہلے ویوی اور لمبے تھے، اس لئے وہ بالوں کو بہت کم کھولتی تھی۔ لیکن اب سنی اس کی کٹنگ کے ساتھ ساتھ اس کے بالوں کا ٹریٹمنٹ بھی کروا چکا تھا، جس کی وجہ سے ویوی بال اب سلکی ہو چکے تھے۔

تمہیں کیوں لگتا ہے کہ تمہارے بال چھوٹے کروا کر میں بہت بڑا گناہ کر "

"بیٹھا ہوں؟

سنی نے سینے پر بازو باندھتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

ائرہ، جو پہلے ہی رو رو کر تھک چکی تھی، اپنے شوہر کے معصوم بننے پر اس کا رونا ایک دم فرسٹریشن میں بدل گیا۔

وہ مڑتے ہوئے اپنے شوہر پر کاٹ دار نظر ڈال گئی۔

"!تم میرے اوپر ایسے چلا نہیں سکتے"

وہ روتے ہوئے چلا اٹھی، تو سنی نے اپنا ہونٹ کاٹ لیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی اس کے سخت رویے کی عادی نہیں ہے۔ بے اختیار اسے یونیورسٹی کی پارٹی والی رات یاد آنے لگی۔

"میں یہ سب تمہارے لیے ہی کر رہی تھی، لیکن تم نے سب کے سامنے میری اتنی انسلٹ کر دی!"

تکلیف سے زمین پر بیٹھتے ہوئے، ہچکیوں سمیت ایرہ بتانے لگی تو سنی اس کی بات سن کر چونک گیا۔

"ایک منٹ، تم یہ سب میرے لئے کیسے کر رہی تھیں؟ میں نے کب تمہیں یہ سب کرنے کو کہا تھا؟"

زمین پر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے، سنی نے حیرت اور الجھن سے پوچھا تو ایرہ اپنی ہچکیاں بھلا کر اسے سنہری آنکھوں سے گھورنے لگی۔

"تم صرف ایک بے وفا انسان ہو۔ مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا، میں اپنے گھر واپس جا رہی ہوں، بس!"

شدید غصے سے وہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے چباتے ہوئے کہنے لگی، تو سنی نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔

"بے بی، جنگلی بلی بننے کی بجائے مجھے میری بات کا جواب دو کہ تم یہ سب کیوں کر رہی تھیں۔"

سنی نے اسے کمر سے تھام کر قریب کرتے ہوئے بھاری آواز میں پھر پوچھا۔اس کے قریب کرنے پر ایرہ سنی کی گرفت میں مزاحمت کرتے ہوئے اسے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"بے بی، تمہارا بار بار میرا ہاتھ جھٹکنے پر، میں پہلے ہی مشکل سے اپنے غصے کو کنٹرول کر رہا ہوں۔اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ تم مجھے میری بات کا جواب دے دو۔"

سنی کو ایرہ کی فضول مزاحمت پر ایک دم سے غصہ آنے لگا، لیکن وہ خود پر قابو رکھتے ہوئے دوبارہ پوچھا۔

"تم بالکل اچھے نہیں ہو! تم میرے ساتھ اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے،

"!اورنہ میں تمہارا یہ لہجہ کبھی برداشت کروں گی

"تم نے خود کہا تھا کہ تمہیں میری کمر پسند ہے،اوراب جب میں۔۔۔"

"!تم بے وفاانسان،ہاتھ نہ لگاؤ مجھے،بس"

ایک بار پھراس کے غصے بھرے لہجے کو سنتے ہوئے،اپنی ہچکیوں کو روکتے ہوئے ایرہ نے اس کی آنکھوں میں سرخ آنکھیں گاڑتے ہوئے ڈھکے چھپے الفاظ میں سب کچھ بتانے کی کوشش کی، لیکن آخر میں شرم کے مارے اپنی بات ادھوری چھوڑ گئی۔

اس کے بات ادھوری چھوڑنے پر سنان مصطفیٰ پل بھر کے لیے رکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ کیا وہ سچ میں پاگل ہو گئی تھی؟

سچ میں؟ تم یہ سب اس لیے کر رہی تھیں کہ تمہاری یہ لچکیلی کمر مجھے پسند" ہے؟ تم اس لیے یہ سب کر رہی تھیں تاکہ تمہاری یہ حسین کمر مزید خم دار "ہو جائے؟

اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پل بھر میں اس کا لہجہ خمار زدہ ہو گیا تو ایرہ

مزید شدت سے رونے لگی۔

اس کے رونے پر سنان نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اور ہونٹ کا کونا دباتے ہوئے اسے کھڑا کیا اور ڈریسنگ مرر کے سامنے لے آیا۔

"اہاں... رکنا نہیں، مجھے ذرا یہ ناگن جیسی کمر تو دیکھنے دو کہ میری بیوی کی اتنی محنت کا کچھ اثر ہوا بھی ہے یا فضول میں اتنی ڈانٹ کھائی ہے۔"

اس کی ہلکی مزاحمت پر سنان نے ایک جھٹکے میں اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا۔ ایرہ ایک دم سے رونا بھلا کر اسے دیکھنے لگی۔

اس کی مزاحمت روکنے پر، سنان نے اس کا رخ آئینے کی طرف کیا اور اس کی شرٹ اوپر کرتے ہوئے اس کی کمر کو دیکھنا چاہا، مگر شرم کے مارے ایرہ نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

"ریلیکس، بے بی، میں صرف دیکھنا چاہ رہا ہوں۔"

اس کے کان کی لو کو ہولے سے چومتے ہوئے سنان گھمبیر آواز میں بولا تو ایرہ آئینے میں اپنی بدلی ہوئی لک دیکھ کر حیران رہ گئی۔

نیوی بلو کلر کے اسٹائلش ڈریس میں، اپنے گولڈن بالوں اور سنہری آنکھوں کی وجہ سے، وہ واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ گلے میں پہنی چین اس کی گردن کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رہی تھی۔ کچھ دن پہلے ہی سنان نے اسے یہ لاکٹ گفٹ کیا تھا تاکہ اس کی گردن خالی نہ رہے۔ بلو شارٹ شرٹ کے ساتھ کھلے وائٹ ٹراؤزر میں اپنی خوبصورتی کو دیکھ کر ایرہ نے ناک چڑھالی۔

پیچھے سے اسے ہگ کرتے ہوئے، سنان نے اس کے کندھے پر چہرہ ٹکا کر اس کی سفید، ملائم پیٹ کو دیکھا۔ اس نے ایرہ کی شرٹ اوپر تک اٹھالی تھی اور اس کی کمر پر بندھا کمر بند دیکھ کر سنان کی آنکھوں میں جذبات امڈ آئے

تھے۔سنان کی خواہش پر اب ایرہ ہر وقت کمر بند پہنے رکھتی تھی۔

سنان نے اس کے ٹراؤزر کو نیچے سرکانا چاہا تو وہ کانپتے ہوئے اپنا رخ موڑنے لگی، جس پر اس نے اس کی کمر میں ہاتھ لپیٹ کر اسے روکا۔
"کچھ نہیں کر رہا، جان۔ بس تمہاری مکمل شیپ دیکھنی ہے، تو خاموشی سے کھڑی رہو۔"

اس کے کان میں خمار زدہ سرگوشی کرتے ہوئے سنان نے ٹراؤزر تھوڑا نیچے سرکایا اور ایرہ کی کمر کی خوبصورتی دیکھنے لگا۔ایرہ کی سفید، سلم پیٹ کو دیکھ کر سنان کا دل دھڑکنے لگا۔اس کی بیوی واقعی اپنی بدن کو مزید خوبصورت سانچے میں ڈال چکی تھی۔

ایرہ شرم وحیا سے دوچار ہو کر آنکھیں بند کر چکی تھی۔سنان نے بے چین ہوتے ہوئے اس کے پیٹ پر اپنا چوڑا ہاتھ رکھا اور نرمی سے اس کی گردن

پر لب رکھنا شروع کر دیے۔ ایرہ ایک دم سے سسکی بھرتے ہوئے ایڑیوں پر اوپر اٹھ گئی۔ سنان مصطفیٰ کے اس گرم لمس پر ایرہ کے انگ انگ میں سرد لہریں اٹھنے لگیں۔

ایرہ کی سسکیاں بڑھ گئیں، مگر جیسے ہی اسے سنان کی ڈانٹ یاد آئی، وہ ایک دم سے ہڑ بڑا کر سنان کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی۔

سنان مصطفیٰ اس کی مزاحمت کو سمجھتے ہوئے ہنس کر اس کی گردن میں اپنا چہر

سنڈی اپنے شوہر کو ایسے کون مارتا ہے یار۔۔

سنی نے اپنا پیٹ سہلاتے ہوئے کراہ بھری تھی۔ کیونکہ ایرہ نے کافی زور سے اسکے پیٹ میں کہنی ماری تھی۔۔ لیکن ایرہ کو اسکی کراہ سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

سب کے سامنے اپنی بیوی پر ایسے کون چلاتا ہے۔۔۔جواب دو بدو حاضر تھا۔۔۔

یہ دیکھو مجھے بتاؤ اس لک میں کیا خرابی ہے۔بلکہ تم پہلے سے زیادہ پیاری لگ رہی ہو یار۔۔۔سنان نے پھر پیچھے سے اسے ہگ کرتے آئینے میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو ایرہ بھی غور سے خود کو دیکھنے لگی۔۔۔

تم مجھے پہلے بتاتے کہ تمہیں میرے لمبے بال پسند نہیں ہیں میں شادی پر کٹوا کر ہی تمہارے گھر آتی

اپنے چھوٹے بالوں کو دیکھ کر وہ بھرائے لہجے میں بولی تو سنان کا دل کیا اپنا سر، ماتھا، منہ سب پیٹ لے کیونکہ اسکی بے وقوف بیوی کو ابھی تک یہ ہی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسکے شوہر نے یہ کام کیوں کروایا ہے۔

ایرہ یہ فضول کے رونے سے میرا دماغ چاٹنا بند کرو، جبکہ تم خود بھی جانتی ہو

میں نے یہ کام کیوں کروایا ہے تو کیوں آدھی رات میرے دماغ کی بینڈ بجانے پر تلی ہوئی ہو۔۔

بال چھوٹے کروا کے میں نے تمہاری زندگی آسان کروادی ہے۔بجائے تم میرا شکریہ ادا کرو بس کوسے جارہی ہو۔۔۔۔

سنان نے چباتے ہوئے اسکی سائیڈ گردن پر زور سے دانت گاڑے تو ایرہ اسکی شدت پر مچلتے ہوئے اسے خونخوار نظروں سے دیکھ گئی۔۔۔

کونسی میری زندگی آسان کی ہے آپ جناب نے۔۔۔ائرہ نے اسے گھورتے ہوئے طنزیہ انداز میں استفسار کرنا چاہا تھا۔

ناشکری سنڈی اس دن مجھے تمہارے بال واش کرنے میں پورا آدھا گھنٹہ لگا تھا۔پھر مجھے سمجھ میں آیا کہ تم شاور لینے جاؤ تو پورا پورا گھنٹہ کیوں لگا کے آتی ہو۔۔

جبکہ چھوٹا سا تو تمہارا یہ نازک بدن ہے۔اور پھر تم جو بھی،ہیلتھی ڈائٹ

لے رہی ہو وہ سب تمہارے بال کھائے جا رہے تھے۔ منتھ کے خاص دنوں میں درد سے تمہاری جان اس لئے نکلتی ہے کیونکہ تم ویک ہو میری جان، تمہیں ایک پراپر ڈائیٹ کی ضرورت ہے۔ کل کو ماں بنو گی تو رونا مچاد و گی کہ مجھے یہاں پر درد ہو رہا مجھے وہاں پر بے چینی ہو رہی ہے۔ تو میری جان اس بات کو سمجھو نا مجھے تمہارے بال نہیں تم صحت مند چاہیئے۔ تو اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرو کہ میں نے تمہارے لئے ہی یہ سب کیا ہے۔

اب دیکھو بال چھوٹے ہیں تو تم صبح سے بال کھولے گھوم پھر رہی ہو ورنہ پہلے تو لمبے بالوں کو نا کھول پاتی تھی۔ الٹا انکو سنبھالنے میں ہلکان زیادہ ہو جاتی تھی۔

سنان نے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے محبت سے کہا تھا۔ جبکہ اب ایرہ کو بھی کچھ کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔

اسی لئے وہ رونا بھلا کر اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔۔۔۔

لیزو کے بال بھی تو لمبے ہیں نا۔۔۔اچانک یاد آنے پر ایرہ نے چہرہ اٹھاتے ہوئے اسے علیزے کا حوالہ دیتے پھر بولی تھی۔۔۔

واہ۔۔کیا مثال دی ہے میری بیوی نے۔۔۔خانم بھابھی کی ہیلتھ اور خود کی ہیلتھ کا زرا موازنہ کرو۔وہ ماشاءاللہ سے اب پہلے سے بھی زیادہ ہیلتھی ہیں۔اور انکی ہائیٹ بھی اتنی اچھی ہے۔۔اور سب سے اہم بات وہ اپنے شوہر کو بلکل بھی تنگ نہیں کرتیں اور ایک تم تینوں ہو جب تک ہماری ناک میں دم نا کر لو تب تک تم لوگوں کو سکون نہیں ملتا۔۔۔

سنی نے آخر میں ہونہہ کرتے اپنی خانم بھابھی کی تعریف میں زمین آسمان ایک کیا تو ایرہ نے اسے گھور کر سینے پر دانت گاڑ دیے جس پر سنی پھر کراہ اٹھا تھا۔۔

اہہ۔۔۔۔ظالم بیوی۔۔۔

اگر لیز واپنے شوہر کو تنگ نہیں کرتی تو انکے شوہر بھی اپنی بیوی کو فضول میں نہیں ستاتے ہیں۔ہیں خان بھیا اسکے عشق میں پاگل ہیں۔پہلے خود تو اپنی بیوی سے خان بھیا جیسی محبت کر لو۔۔ بڑے آئے۔۔ائرہ بھی ہاتھ نچاتے ہوئے بے پرواہی سے جوابی کارروائی میں بولی تھی۔۔۔

کتنا ہی اچھا ہوتا نا کہ اگر تم گائے جیسی بیوی ہوتی، جو میں بولتا تم بنا چوں چرا کیے عمل کرتی رہتی۔۔۔ائرہ کا جواب سن کر سنان سرد آہ بھرتے لہجے میں حسرت لیے کہنے لگا۔۔۔

اور کتنا ہی اچھا ہوتا نا کہ تم بھی کاٹھ کے الو ہوتے جہاں میں باندھتی وہیں لٹک جاتے بس۔۔۔ سنی کی حسرت پر ایرہ کا دل جل کر خاک ہوا تو وہ بھی

اسی انداز میں اسے اپنے دل کی حسرت بیان کر گئی۔۔۔

بتاؤ کہاں لٹکنا ہے میں ابھی لٹک جاتا ہوں۔۔ سنی نے جلدی سے اسکے قریب آتے اسے بانہوں میں بھرنا چاہا تو ایرہ نے پھر اسے پیچھے دھکیل دیا۔۔۔بدتمیز انسان صرف اپنے مطلب پر لٹکنا چاہتا ہے۔۔۔۔

بدتمیز سنڈی شوہر کے پیار کو دھتکار کر فرشتوں سے لعنت کھا کھا مزید منہ چھوٹا کروالو گی اسی لئے بہتری اسی میں ہے کہ تم یہ چھوٹا سا منہ میرے منہ پر مار کر ثواب کمالو۔۔۔

ایرہ کے یک بعد دیگرے کئی حملوں پر سنی ایک دم سے اسکا چہرہ اٹھا کر اسکے ہونٹوں پر جھکا تھا۔اسکی بیوی کب سے اسے اپنے اس روپ سے بے چین کر رہی تھی۔ سنی نے زور سے ایرہ کے ہونٹ سک کرتے اسے اٹھاتے خود میں بھینچا تو ایرہ آنکھیں بند کرتی شرم سے لال پڑ گئی۔۔

ایرہ کے ہونٹوں کو چھوڑ کر سنی نے اسکی گردن پر ہونٹ رکھے تو ایرہ ایک دم سے ہوش میں آتی اسے پیچھے دھکیل گئی۔۔۔

مت بھولو تم نے مجھے سب کے سامنے ڈانٹا ہے۔۔ائرہ نے انگلی اٹھاتے ہوئے چبا کر یاد کروایا تو سنی دانتوں تلے لب دبا کر اسے دیکھنے لگا۔۔

کوئی معافی تلافی ہو سکتی ہے کیا۔۔۔ائرہ کے خوبصورت روپ کو دیکھتے ہوئے سنان نے مسکین صورت بنا کر پوچھا تو ایرہ اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھ گئی۔۔۔

اپنا تکیہ اٹھاو اور صوفے پر شفٹ ہو جاؤ خبردار اگر بیڈ پر آئے یا میرے قریب بھی بھٹکے تو جلا کر راکھ کر دوں گی۔۔۔

ایرہ اپنا نائٹ سوٹ نکال کر باتھ روم کی طرف جانے سے پہلے اسے دھمکانا

نہیں بھولی تھی۔۔ جبکہ ایرہ کے باتھ روم میں گم ہونے پر سنی بالوں میں ہاتھ پھیر کر اپنے سلگتے جذبات کو کنڑول کرنے کی کوشش میں ٹھنڈی آہیں بھرتے صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔۔

کچرہ رانی کہیں کی بڑی آئی مجھے جلا کر راکھ کرنے والی تب تو خود جل رہی ہوتی ہے۔۔۔ وہ بڑابڑاتے ہوئے صوفے میں منہ چھپا گیا تھا۔۔۔

اب اچھا لگ رہا ہے۔۔۔ سلطان نے اسکے پاؤں پر لوشن لگاتے ہوئے پوچھا تو علیزے خوش ہوتے تیزی سے سر ہلاتے ہوئے اقرار کر گئی۔۔۔

جبکہ اس کے کیوٹ انداز میں سر ہلانے پر سلطان ہنس دیا تھا۔ بلیک کلر کے

باتھ روب میں، وہ اس وقت بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ علیزے کے پاؤں کے زخم کی وجہ سے، سلطان اسے خود شاور دلاتا تھا۔ لیکن آج، جب وہ کمرے میں داخل ہوا، تو اس کی خانم خود ہی واشروم میں گھسی ہوئی تھیں۔ سلطان تقریباً دس بجے کمرے میں آیا تھا، اسی لئے علیزے کو اپنی من مرضی کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

.ورنہ، سلطان اسے ہرگز شاور نہ لینے دیتا

آج میرے بچے کو اتنے شاور کا جنون کیوں چڑھا ہوا تھا؟ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے سلطان نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔

"خان، مجھے اچھا فیل نہیں ہو رہا تھا، اس لئے میں نے سوچا کہ میں شاور لے لیتی ہوں۔" علیزے اپنی ناک اس کی ناک سے مس کرتے ہوئے کہنے لگی، تو سلطان اس کی اداؤں پر مخمور نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔۔

خانم..." سلطان نے بھاری آواز میں اسے پکارا۔"

ہمم..." علیزے نے اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کھنکارہ لیا۔"

آپ کو نہیں لگتا کہ آپ پہلے سے ذرا ہیلدھی ہو گئی ہیں؟" سلطان"

آنکھیں بند کرتے ہوئے اس کے بھیگے بالوں سے شیمپو کی میٹھی خوشبو اپنے

اندر اتارتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

میں؟ کیسے؟" علیزے چونک کر خود کو دیکھنے لگی، جبکہ سلطان اپنے"

دھڑکتے دل کے ساتھ سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بولا،

میرے خیال سے تو سب سے زیادہ فرق یہاں آیا ہے..." سلطان نے"

اس کی تھائیز پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شرارت سے بتایا۔

علیزے، جو فکر مند ہو رہی تھی، سلطان کے بتانے پر ایک دم لال انگارہ ہو

"!کر چیخ پڑی، "خانن! شرم کریں

علیزے نے شرم سے روہانسے ہوتے ہوئے اپنا چہرہ اس کے کندھے میں چھپالیا تو سلطان قہقہہ لگا گیا۔

جبکہ بیڈ پر پیچھے لیٹتے ہوئے سلطان نے اسے اپنے اوپر لٹاتے ہوئے اسکے سرخ چہرے کو دیکھے گیا۔۔

آپ شرما کیوں رہیں ہیں ویسے میں تو بہت زیادہ خوش ہوں کہ آپ پہلے سے بھی زیادہ نرم، روئی جیسی ہو گئی ہیں۔۔۔

سلطان نے اسکی گردن پر اپنے سلگتے ہونٹ رکھتے مزید تبصرا کیا تو علیزے اسے خفگی سے دیکھ گئی۔۔

یہ سب آپکی وجہ سے ہو رہا ہے آپ ہی ہر وقت مجھے کچھ نا کچھ کھلاتے رہتے

ہیں اور مجھے موٹا کر دیا ہے۔۔۔مجھے نہیں ہونا موٹا۔۔۔کل سے میں بھی ڈائٹنگ کروں گی۔۔۔۔علیزے فکر میں ہلکان ہوتی بولے جا رہی تھی کہ سلطان نے اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے ایک دم سے خاموش کروایا۔۔۔

شش۔۔ش۔۔۔۔۔کیا اپ نہیں چاہتی کہ آپکا شوہر آپکے اس حسین بدن کا مزید دیوانا ہو جائے۔۔۔۔۔سلطان نے آنکھوں میں جذبات کی تپش لیے علیزے کو دیکھا تو وہ شرم سے دوہری ہوتی ہاں میں سر ہلا گئی۔۔۔

اپنی خانم کے اقرار پر سلطان کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ مچل گئی تھی۔۔۔

اپکو پتہ ہے کہ آپکی باڈی کی شیپ کیسی ہو گئی ہے۔۔۔سلطان نے اسکے مومی وجود پر انگلی ٹریس کرتے معنی خیزی سے متجسس ہو کر کہا۔۔تو

علیزے بھی مکمل متجسس ہوتے جاننے کے لئے متوجہ ہو گئی۔۔۔
پیپیر شیپ میں چلی گئی ہے۔۔ pearآپکی باڈی بلکل

۔سلطان نے علیزے کی آنکھوں میں تجسس کی چمک دیکھی تو وہ زرا سا اٹھتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسے بتا گیا۔۔۔
جبکہ علیزے نے اسکی سرگوشی میں بتائے گئے لفظ کو جب سمجھنے کی کوشش کی تو ایک منٹ بعد سمجھتے ہی پہلے اسکے کالے نین پھیلے پھر وہ چیخ اٹھی۔۔۔۔

خاننننن۔۔۔۔اپکو شرم نہیں آرہی کیا۔۔۔۔علیزے لال انگارہ ہوتے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے چلائی تو سلطان سر پیچھے گراتے ہوئے دلکش انداز میں قہقہ لگا گیا۔۔۔

خان میں ناراض ہو جاؤں گی اگر آپ نے ہنسنا نہ بند کیا تو۔۔۔سلطان کو مسلسل ہنستے دیکھ کر علیزے نے خفگی سے اسے دھمکی لگائی تو سلطان اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنے قریب لے ایا۔۔۔

جبکہ سلطان احمد خان کے اس انداز پر علیزے کے پورے وجود میں سپارک اٹھا تھا۔۔۔

کیا کہتیں ہیں آپکے ہونٹوں سے لپٹ کر اپکے بدن کی تعریف میں آج غزلیں سنائی جائیں پھر۔۔۔سلطان نے اسکے باتھ روب کی ڈوری کھولتے ہوئے اسے مخمور لہجے میں پوچھا تو علیزے شرارت سے سر نفی میں ہلانے لگی۔۔۔

علیزے کے ناں کرنے پر سلطان نے اپنی نیلی آنکھیں چھوٹی کرتے اسے مصنوعی گھورا تھا۔۔۔۔

میں آپ سے ناراض ہوں۔۔۔علیزے نخرے سے اسکی مغرور ناک سے اپنی ناک مس کرتے بولی تو سلطان اسے استفہامی انداز میں دیکھنے لگا۔۔۔

اور جہاں پناہ اپنے اس عاشق سے کیوں ناراض ہیں۔۔۔سلطان نے اسکے وجود کو تکیے پر لٹاتے ہوئے اسکی کالر بون پر اپنے سلگتے لب رکھے تو علیزے ہلکا سا گہرہ سانس کھینچتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

آپ نے لڈو کھیلتے ہوئے میری گوٹی ماری تھی نا اس لئے بس میں آپ سے ناراض ہوں۔۔۔علیزے نے اتنی پرانی بات کا حوالہ دیتے ہوئے ناراضگی کا اعلان کیا تو سلطان قہقہ لگاتے ہوئے اپنی چالاک خانم کو دیکھنے لگا تھا۔۔ولیمے کے بعد وہ سب لوگ جب رات ایرہ کے گھر میں رکے تھے اور رات کو لڈو کھیلتے وقت سب نے زبردستی سلطان سے اپنی پیاری خانم کی گوٹی مروائی تھی۔یہ اسی بات کی ناراضگی ظاہر کی جارہی تھی۔۔

میری کوئین کو یہ اتنی تاخیر والی ناراضگی جلدی نہیں یاد آگئی۔۔۔سلطان نے اسکے گلابی ہونٹوں پر پھونک مارتے ہوئے کہا تو علیزے ناک چڑھا گئی۔۔۔

اس وقت میں آپ سے ناراض نہیں ہوئی تھی نا کیونکہ میں نے یہ ناراضگی سنبھال کر رکھی تھی۔۔کہ جب ضرورت پڑے گی تب آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔۔۔علیزے نے کیوٹ انداز میں سلطان احمد خان کو پتے کی بات بتائی تو وہ حیرانی سے اپنی خانم کو دیکھے گیا۔جو ناراضگی بھی سنبھال کر رکھتی تھی۔تاکہ ضرورت کے وقت استعمال کی جا سکے۔۔۔

آپکی ناراضگی میں صبح اچھے سے دور کرنے کی کوشش کروں گا لیکن اس باڈی شیپ سے الجھنے کو دل کر رہا ہے۔۔۔سلطان pear وقت آپکی اس

نے اسکے ہاتھ روب کو ہٹاتے ہوئے علیزے کو دیکھا تو علیزے شرم سے اپنا رخ بدلنے کی کوشش کرنے لگی جب سلطان اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اسے باز کر گیا۔۔۔

سلطان نے اپنی ٹی شرٹ اتار کر علیزے کے چہرے پر رکھی تو علیزے شرٹ میں اسکی جان لیوا خوشبو محسوس کرتے گہرہ سانس بھر گئی۔۔۔ آج بند آنکھوں سے بس مجھے محسوس کریں۔۔۔ سلطان نے اسکی کان کی لوح کو کاٹتے ہوئے سرگوشی کی تو علیزے کے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ چھا گئی۔۔

جبکہ سلطان کمرے کی لائٹس آف کرتے اسکے وجود پر اپنے لبوں کی چھاپ چھوڑنے لگا تھا۔۔۔ سلطان نے اسکی ڈھرکنوں پر پھونک ماری تو علیزے تڑپتے ہوئے اسے تھام گئی۔۔۔

خان۔۔۔خشک لبوں سے پکار لگائی گئی تو سلطان گہرا مسکراتے ہوئے اس پر جھک گیا۔۔۔

آج اتنے دنوں کے بعد ہم دونوں کا ملن ہو گا کچھ سوچا ہے۔کہ کیسے سانسوں کے رقص میں بار بار مجھے پکار سکیں گئیں۔۔۔سلطان نے اسکے کندھے پر ہونٹ رکھتے خماری سے پوچھا تو علیزے شرما کر کروٹ بدل گئی ۔۔۔جس پر سلطان نے اسکے بازو کو چومتے ہوئے پاؤں سے چادر اٹھاتے ہوئے اسے کور کیا۔۔۔

جبکہ خود اوپر اٹھتے ہوئے وہ علیزے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے لکیریں کھینچنے لگا تو علیزے مدہوش ہوتے کمر اوپر اٹھا گئی۔۔۔

اسکی تھائیز کو مٹھیوں میں بھرتے سلطان نے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے تو علیزے مچل سی گئی۔۔۔

جبکہ سلطان اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے نرمی سے اسکی روح میں داخل ہوا تو علیزے کانپتے ہوئے اسے تھامنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔

خانن۔۔ مم۔۔۔مجھے ڈڈ۔۔ڈر۔۔ لل۔۔لگ رہا ہے نا۔۔۔علیزے نے ڈر سے کانپتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔۔علیزے کی کانپتی آواز سن کر وہ اسکے مقابل ہوتا اسے دیکھنے لگا۔۔

خان کی بیوی ہیں آپ تھوڑا تو حوصلہ تو رکھیں نا۔۔۔سلطان زرا سی حرکت کرتے معنی خیزی سے بولا تو علیزے اپنی کیفیت پر پاگل ہوتے اسے ناخنوں سے زخمی کرنے لگی تھی۔۔اس حادثے کے بعد سے سلطان اسکے قریب نہیں آیا تھا۔آج اتنے وقت بعد اس ملن پر علیزے سیج میں اسکی آغوش میں کانپ رہی تھی۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔بنا کچھ کیے ہی مجھ پر حملے کیے جا رہیں ہیں۔۔۔علیزے کی غیر ہوتی حالت پر سلطان مدہم سا قہقہ لگاتے بھاری آواز میں بولا تو علیزے اس سے نظریں چرا کر گہری سانس لینے لگی تھی۔۔۔

پتہ ہے اپکو سکون کیسے ملے گا۔۔۔سلطان نے اسکے ہونٹوں کو زرا سا چوم کر کہا تو علیزے خاموشی سے سٹل نظروں سے جواب جاننے کے لئے سلطان کے خوبرو چہرے پر آنکھیں ٹکا گئی۔۔۔۔

آپکا بدن یوں کانپتے ہوئے میری بھرپور طلب ظاہر کر رہا ہے۔تو چھوڑیئے یہ نزاکتیں اور کانپنا خانم، آئیں نا زرا بھرپور شدت سے اس چادر میں ایک دوسرے میں ملنے کی کوشش کریں۔۔تاکہ ان دو جواں جسموں کو سکون مل سکے۔۔۔

سلطان نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اوپر اٹھا کر بھرپور طریقے اسکی روح میں سرائیت کی تو علیزے ایک دم سے آگ کی مانند جل اٹھی۔ ہر بار سلطان احمد خان کی قربت ملنے پر وہ یہ ماننے پر مجبور ہو جاتی تھی کہ اسکی قربت جھیلنا آسان نہیں ہے۔۔۔۔

سلطان نے آہستہ سے اپنے عمل کو شروع کرتے اچانک بھرپور شدت دیکھائی تو علیزے تکیے پر سر پٹک کر اسے زور سے تھام گئی تھی۔۔۔۔

خانن۔۔۔پلیز۔۔۔۔

ایسے تو نا کریں خانم، آج تو اپنے ہونٹوں کو بھی رہائی دی ہوئی ہے تاکہ آپکے سینے میں یہ میٹھی سانسیں اٹک نہ سکیں اور آپ بے حال نہ ہو جائیں۔۔۔

اپنے لفظوں کی ڈور میں سلطان، علیزے کو قید کرتے ہوئے دور پرے اس خوبصورت جہاں میں لے گیا تھا۔ جہاں سچ میں وہ دنوں ایک دوسرے کی سانسوں کے رقص کو سننے میں محو ہو گئے تھے۔۔

انگلی سے سگریٹ کی راکھ گراتے ہوئے وہ کافی لاپرواہی سے سگریٹ نوشی کر رہا تھا۔۔ جبکہ پورے آفس میں سگریٹ کی سمیل کے ساتھ دھواں بھی پھیلا ہوا تھا۔

بلیک فور پیس سوٹ میں اپنی طلسمی ڈارک بلو آنکھوں کے ساتھ وہ لاپرواہی سے فائل پر ساتھ ساتھ نظریں بھی دہرا رہا تھا۔ اپنی لاپرواہ، دلکش شخصیت کے ساتھ وہ پورے ماحول پر چھایا ہوا تھا۔

گہری مصروفیت کے ساتھ وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ کہ اسی وقت بیہ

لاپرواہی سے اسکے آفس کا دروازہ کھول کر اندر آئی۔۔۔

کسی کی آہٹ محسوس کر کے وہاج نے چونکتے ہوئے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے نظر پڑتے ہی اسکے مضبوط حواس ایک دم سے فریز ہوئے۔۔۔

بلیک ڈریس شرٹ اور جینز میں ملبوس وہ بے نیازی سے ببل چباتے ہوئے اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔

وہاج کے خود کی طرف متوجہ ہونے پر بیہ نے کندھے اچکا کر آگے بڑھ کر اسکے آگے ایک ریڈ کلر کی فائل رکھ دی۔ وہاج ایک نظر اسے دیکھ کر ٹیبل پر پڑی فائل کو دیکھنے لگا تھا۔۔

پاشا سر نے یہ فائل بھیجی ہے اس فائل پر اپکے سائن چاہیئے۔۔ بیہ نے منہ چلاتے ہوئے آگے بڑھ کر اسے بتایا تو وہاج سر کو جنبش دے گیا۔۔۔

بیٹھ جاؤ کچھ دیر، میں سائن کر دیتا ہوں۔۔۔وہاج نے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے فائل اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لی تھی۔ جبکہ بیہ کی تیز ناک کو جب سگریٹ کی بو محسوس ہوئی تو وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہر چیز کا جائزہ لینے لگی۔ ٹیبل پر ایش ٹرے میں بجھے ہوئے سگریٹ پڑے دیکھ کر اس نے غضب ناک نظر وہاج پر ڈالی تھی۔۔۔

نشئی کہیں کا۔۔۔دل میں کلس کر سوچتے ہوئے وہ جا کر سامنے صوفے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔

وہاج نے کال کر کے اسکے لئے کافی منگوائی تو بیہ منہ ٹیڑھا کر گئی۔۔۔۔۔

شوخی نیلی بتی نے مجھے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا، کہ میں کیا پینا یا کھانا چاہتی ہوں خود سے وہ کالا کڑوا پانی منگوا کر مجھ پر مہمان نوازی کا احسان چڑھا رہا ہے۔۔۔سچ میں اسے مہمان نوازی کے بلکل مینرز ہی نہیں ہیں۔۔۔وہاج

کواپنی لائٹ گرین آنکھوں سے گھورتے ہوئے بیہ مسلسل دل میں خود سے باتیں کیے جارہی تھی۔ جبکہ وہاج کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ سامنے بیٹھی لڑکی بھی اسے نیلی بتی بلارہی ہے۔۔۔

وہاج نے زراسی نظریں اٹھاکر بیہ کو دیکھنا چاہاتو اسے کیوٹ انداز میں منہ بناتے دیکھ کر وہ چونک گیا۔۔۔

کالے گھنے گھنگریالے بالوں کی ہاف پونی بنائے، ٹائٹ شرٹ میں اپنے قیامت خیز سراپے کے ساتھ منہ کے ڈیزائن بناتے ہوئے وہ ببل کھارہی تھی۔ بھرے بھرے ہونٹوں پر لگی میرون لپ اسٹک سفید گلابی چہرے پر کافی جچ رہی تھی۔

زراسا اٹھتے ہوئے بیہ نے لیفٹ ہینڈ سے اپنی پاکٹ سے موبائل نکالا تو

وہاج گہری نظروں سے اسے دیکھ گیا۔۔
بیہ کے پیروں میں ہائی ہیلز بوٹس اور اسے لیفٹ ہینڈ جان کر وہاج ایک لمحے کو حیران ہوا تھا۔۔وہ لیفٹ ہینڈ سے موبائل یوز کر رہی تھی۔۔۔

بیہ کے خود کی طرف دیکھنے سے پہلے وہاج نے جلدی سے فائل پر دوبارہ نظریں جمائیں تو بیہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔
مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ یہ ہارپک کی بوتل مجھے تاڑ رہی تھی۔۔۔دماغ میں سوچتے ہوئے منہ میں گھومتی ہوئی ببل کا میٹھا ختم ہوا تو وہ چلاتے منہ کو روک کر آفس میں ڈسٹ بن کو دیکھنے لگی تاکہ اس میں ببل پھینک سکے۔۔

جبکہ وہاج اگر اسکے منہ سے اپنے حسن کے لئے ہارپک جیسا لفظ سن لیتا تو یقیناً پہلے غش کھا کر گر جاتا اور پھر بیہ کو توڑ موڑ کر رکھ دیتا۔۔پہلے ہی سنی اور عیس کے چڑانے سے وہ جی جان سے تنگ تھا۔رہی کسر بیہ نے اسے

ہارپک بنا کر پوری کر دی تھی۔۔

بیہ جب کل اسکے آفس آئی تھی تو وہاج ہمیشہ کی طرح ڈارک بلو سوٹ میں ملبوس تھا۔ وہاج کی آنکھوں اور سوٹ کے رنگ کو دیکھ کر بیہ نے کل اسکا نام ہارپک رکھ دیا تھا۔ وہ سر تا پاؤں تک جونیلا محسوس ہو رہا تھا۔

آفس میں ڈسٹ بن کو ناپا کر بیہ نے منہ سے ببل نکال کر چپکے سے صوفے کی بیک سے چپکا کر لاپرواہی سے کندھے اچکا دیے۔۔۔اب ڈسٹ بن نہیں مل رہی تھی تو وہ کیا کرتی پھر۔۔۔

وہاج نے اسے پھر دیکھا تو وہ مصنوعی مسکراتے ہوئے زرا سا اٹھ کر اپنی جینز کی پاکٹ سے ببل نکالنے لگی۔۔۔
جبکہ اسکے اس خطرناک پوز کو دیکھ کر وہاج کی حالت خراب ہوئی تھی۔

اپنے قیامت خیز فگر کے ساتھ وہ مکمل طور پر وہاج کا دماغ خراب کر رہی تھی۔۔وہاج نے کن اکھیوں سے اسکی طرف دیکھا جہاں بلیک شرٹ اسکی باڈی پر مکمل طور پر فٹیڈ تھی۔

استغفار میں کیا سوچ رہا ہوں۔۔۔وہاج کی نظر اسکی ڈھر کنوں پر پڑی تو سر جھٹک کر خود کو باز کرنے لگا۔۔

یہ یہاں پر مزید دیر بیٹھی رہی تو میرا حال برا کر دے گی۔۔بیہ کو جلدی سے یہاں بھیجنے کا سوچ کر وہاج نے اسکی لائی فائل کھولی تھی۔تاکہ سائن کر کے اسے واپس بھیج سکے۔۔۔

کہاں سائن کرنے ہیں۔۔وہاج نے فائل کھولتے ہوئے پوچھا تو بیہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تاکہ اسے بتا سکے۔۔۔

اسی وقت آفس کا دروازہ کھول کر ایک لڑکی ٹرے اٹھا کر اندر آئی تھی۔۔۔

سر یہ آپکی کافی۔۔۔وہاج کی سیکرٹری نے دروازہ کھول کر وہاج کو مخاطب کرتے کہا تو وہاج نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا جس پر بیہ جلدی سے اس لڑکی کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

سیکرٹری نے آنکھیں اٹھا کر اپنے سامنے اس لمبی لڑکی کو دیکھا تو بیہ جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ ٹرے میں سے کپ اٹھا گئی۔۔جبکہ وہاج بھی غور سے اسے دیکھنے لگا تھا جو بلکل اسکے سامنے بیک کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔

بیہ کی بیک پر نظر پڑتے ہی وہاج نے جلدی سے نظریں ہٹا کر مٹھیوں کو بھینچ لیا۔عجیب مصیبت تھی۔۔۔

یہاں کھڑے رہ کر پورے مہینے کی تنخواہ لینی ہے۔۔۔

بیہ نے اس لڑکی کو وہیں کھڑے دیکھ کر ایبر واچکاتے ہوئے پوچھا تو وہ گڑبڑا کر تیزی سے مڑ کر واپس چلی گئی تھی۔۔

دروازہ بند ہونے پر بیہ نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے آفس کے پردے ٹھیک کیے تھے۔اسکی ساری کاروائی وہاج غور سے دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اپنی ہیلز کی ٹک ٹک کی آواز سے وہ قدم اٹھاتے ہوئے گھوم کر وہاج کے قریب آئی۔۔۔

ایک ہاتھ میں کافی پکڑے بیہ ببل چباتے ہوئے جھک کر وہاج کے سامنے رکھی فائل کھولنے لگی تو ایک دم سے وہاج پر مدہوشی طاری ہونے لگی تھی۔۔

بیہ کے وجود سے اٹھتی اس قدر میٹھی اور جان لیوا خوشبو وہاج کو اپنے حواس پر طاری ہوتے محسوس ہونے لگی تھی۔ وہاج نے گہری سانس بھرتے اسکی خوشبو کو اپنے اندر اتارا تو اگلے ہی پل اسکی نیلی آنکھوں میں سرخی چھا گئی۔۔۔

یہاں پر سائن کرنے ہیں۔۔۔بیہ نے پیج کے آخر پر انگلی رکھتے اسے بتایا تو وہاج اسکے دودھیا خوبصورت ہاتھ دیکھ کر ماتھا مسلنے لگا تھا۔۔۔لمبے ناخنوں پر بلیک نیل پینٹ لگی ہوئی تھی۔ جبکہ دونوں ہاتھ کی تیسری انگلی کے ناخن پر سٹون لگے ہوئے تھے۔ جو اسکے ہاتھ کی خوبصورتی کو مزید بڑھانے کا سبب بن رہے تھے۔

وہاج نے اوپری بٹن کھول کر گہری سانس خارج کرتے خود پر ضبط کرنے کی

کوشش کی تھی۔۔۔

وہ بلکل سمجھ نہیں پارہا تھا کہ وہ کیونکر اس لڑکی کی طرف اتنا اٹریکٹ ہورہا ہے۔۔۔

میں نے اپکو سب بتادیا ہے ان سب جگہ پر سائن کردیں اب۔۔۔لیفٹ ہینڈ سے کافی پیتے ہوئے بیہ کہہ کر جاکر پھر صوفے پر بیٹھی تو وہاج کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر شش وپنج کا شکار ہوگئی۔۔۔

وہاج نے فائل پر چہرہ جھکائے صفحات کو الٹ پلٹ کیا پھر تھک ہار کر چیئر کی بیک سے ٹیک لگا گیا تھا۔۔

آپ ٹھیک ہیں نا۔۔۔بیہ نے اسکی حالت دیکھ کر فکر مندی سے پوچھنا چاہا تو وہاج داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھ گیا۔۔

اٹھو مجھے بلیک کمپنی میں زرا کام ہے تو میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں ۔۔۔وہاں جا کر سائن بھی کر دوں گا۔۔۔وہاج نے مصروف انداز میں کہتے اپنا موبائل اور والٹ اٹھا کر پاکٹ میں رکھا تو بیہ کافی کا گھونٹ پی کر سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

کافی کا مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے صوفے سے اپنا موبائل اٹھا کر بیہ نے جینز کی پاکٹ میں رکھا تو وہاج اسکا انداز دیکھ کر اپنا نچلہ لب کاٹنے لگا تھا۔۔

بیہ آگے بڑھ کر اپنے ساتھ لائی فائل اٹھا کر دروازہ کھول کر باہر نکلی تو وہاج سرد سانس خارج کرتے اسکے پیچھے ہوا تھا۔۔

آفس کی بلڈنگ سے باہر نکل کر وہ پارکنگ میں آئے تھے۔۔۔

بیہ اپنی گاڑی کا ڈور کھول کر اندر بیٹھنے لگی تو وہاج تیزی سے اسکے قریب چلا آیا۔۔۔

میری گاڑی میں آجاو۔۔۔وہاج نے اسے مخاطب کرتے کہاتو وہ ایک جھٹکے میں مڑ کر اسے دیکھنے لگی جو بلکل اسکے قریب ہو کر اسے اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی آفر کر رہا تھا۔۔۔

نو تھینک یو میں اجنبی لوگوں کے ساتھ سفر نہیں کرتی۔۔۔میرون لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کو ہلاتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے جواب دیاتو وہاج اسکا جواب سن کر سلگ اٹھا۔۔۔

مجھے تو نہیں لگتا کہ میں تمہارے لئے اجنبی ہوں۔۔ایک ہاتھ پاکٹ میں ڈالتے ہوئے آنکھوں پر سن گلاسز لگائے وہاج نے اسے بتانا چاہاتو بیہ ہونٹوں کا پاوٹ بناتی فائل گاڑی میں پھینک گئی۔۔

اور آپ کو کیوں لگتا ہے کہ میں اپکی بات سے اتفاق کروں گی۔۔۔بیہ نے

بالوں کی لٹوں کو کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے الٹا پوچھا تھا۔ جبکہ وہاج تو اسکے ہونٹوں کی حرکت پر کھونے لگا تھا۔۔۔

تمہارے چاروں بوس کی جگہ پر ہوں اور انکا دوست بھی ہوں تو کیسے اجنبی ہوا۔۔۔ وہاج نے بحث چھوڑ کر اسے اپنی پہچان کا حوالہ دینا مناسب سمجھا جبکہ مقابل پر اس تعارف کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔

واٹ ایور، آپ میرے چاروں بوس کی جگہ پر کبھی بھی نہیں آ سکتے ہیں کیونکہ ان جیسا اس دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔۔ لہذا یہ فضول کی بحث چھوڑ کر اپنی گاڑی جا کر ڈرائیو کریں اور مجھے میری کرنے دیں۔۔۔

بیہ نے آنکھوں پر گلاسز لگاتے ہوئے اسکے تعارف کی بینڈ بجائی تو وہاج اس نک چڑھی پر گھوری ڈال کر گھوم کر اسکی گاڑی کا دروازہ کھول کر پیسنجر

سیٹ پر بیٹھ گیا۔۔۔

وہاج کے اپنی گاڑی میں بیٹھنے پر بیہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔۔

اجنبی لوگوں سے تمہیں ڈر لگتا ہو گا لیکن وہاج علی صدیقی اجنبی لوگوں سے نہیں ڈرتا ہے۔۔۔بیہ کی سوالیہ نظروں پر وہاج نے اسے سنانا چاہا تھا۔کہ لوگوں سے وہ ڈرتی ہو گی لیکن وہ کسی نہیں ڈرتا۔۔۔

وہاج کے خود کو بزدل کہنے پر بیہ ایبرو اچکاتے ہوئے کوفت سے اسے دیکھ کر گاڑی سٹارٹ کر گئی۔۔۔اسکی کوفت پر وہاج کو مزید تپ چڑھی تھی۔۔کیوں کہ ساتھ بیٹھی لڑکی شروع دن سے اسکی ساری باتوں کو ہوا میں اڑتی جا رہی تھی۔۔کیا وہ اتنا نان سیریس تھا۔۔۔

حلانکہ پہلے تو وہ بہت رعب اور دبدبے والا مانا جاتا تھا۔۔۔افس میں بھی

سارے اس سے ڈرتے تھے۔ خیر وہ تو ابھی بھی ڈرتے ہیں۔۔ لیکن پتہ نہیں اس نفسیاتی لڑکی کے ساتھ کیا مسلہ تھا۔۔۔ وہاج سر جھٹک کر سامنے دیکھ گیا۔ بیہ کو جہاز کی سپیڈ میں گاڑی اڑاتے دیکھ کر گلاسز کے نیچے سے اسکی آنکھیں کھلی تھیں۔۔۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لاپرواہ سیمپل "سنان مصطفیٰ اور عیس علی ہمدانی" نے تیار کیا ہے۔۔

بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے وہ اپنی ہیلز سے ٹک ٹک کرتی آفس میں داخل ہوئی جہاں عیس اور سنی کسی بحث میں مصروف تھے۔ جبکہ سلطان اور ضرار کسی فائل پر ڈسکشن کر رہے تھے۔۔۔

بیہ کواندر آتے دیکھ کر وہ چاروں متوجہ ہو گئے۔اسکے پیچھے ہی وہاج بھی کال سنتا ہوا اسی طرف آرہا تھا

سر ہارپک کی بوتل نے سائن نہیں کیے ہیں۔۔۔بیہ نے فلو میں بولتے ہوئے عیس اور سنی کے آگے فائل رکھی تو وہ اس کی زبان سے ہارپک سن کے صدمے کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگے تھے۔۔

اوپس۔۔سوری سر میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔عیس اور سنی کو اپنی جانب صدمے کی کیفیت سے تکتے دیکھ کر وہ دانتوں تلے زبان دبا گئی تھی۔۔۔

اپنی بونگی پر وہ جلدی سے وہاں سے رفو چکر ہونے کے لئے ایک دم سے مڑی تو پیچھے کھڑے وہاج سے بری طرح ٹکرا گئی تھی۔۔وہاج سے ٹکرانے اور ہیلز پہنے کی وجہ سے بیہ لڑکھڑا کر گرنے لگی تو وہاج جلدی سے اسکی کمر

میں ہاتھ ڈال کر اسے سہارا دے گیا۔۔۔

اس اچانک صورتحال پر جہاں بیہ کے چہرے کے رنگ اڑے وہیں عیس اور سنی کا منہ مزید صدمے سے کھلتا گیا۔۔۔

بیہ نے ڈرنے کے خوف سے سہمی نظروں سے وہاج کی طرف دیکھا جو اسے تھامے کھڑا تھا۔بیہ کی آنکھوں میں ڈر کے آثار دیکھ کر وہاج لمحے کے گیارویں حصے میں اسکی لائٹ گرین آنکھوں میں کھویا تھا۔۔۔

ان دونوں کو ایک دوسرے کی طرف ٹکر ٹکر دیکھتے ہوئے عیس اور سنی نے مڑ کر ضرار اور سلطان کو دیکھا جو پہلے ہی دلچسپی سے سب دیکھ رہے تھے۔۔۔

سین کٹ۔۔۔ کٹٹٹ۔۔۔۔وہاج اور بیہ کی محویت توڑنے کے لئے عیس

کھڑے ہو کر وہاج کے کان قریب زور سے چلایا تو وہ دونوں ہڑ بڑا کر کھڑے ہو گئے جبکہ بیہ تو شرمندگی کے مارے نظریں جھکاتے ہوئے وہاں سے بھاگنے لگی تھی لیکن اچانک پھر مڑ کر سلطان کی جانب دیکھ گئ۔

خان سر یہ اپنے آفس میں مسلسل سگریٹ نوشی کر رہے تھے۔ایش ٹرے میں لگ بھگ پندرہ سگریٹ پڑے ہوئے تھے۔۔ جبکہ سر درد کی وجہ سے یہ ٹھیک سے کام بھی نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود بھی یہ اپنی گندی حرکتوں سے باز نہیں آ رہے ہیں۔۔۔

بیہ نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے وہاج کی رپورٹ پیش کی تو وہاج بے یقینی سے اس چھپکلی کو دیکھے گیا۔جو اسکی شکایت لگانے کے بعد بھاگ نکلی تھی۔۔۔

ہمم۔۔۔وہاج نے مڑ کر ضرار اور سلطان کی طرف دیکھنا چاہا جو خونخوار تاثرات سے اسے نگلنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

قسم سے جھوٹ بول کر گئی ہے سچی میں کب کوئی سگریٹ نوشی کرتا ہوں بھلا۔۔وہاج نے گڑبڑا کر مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے وضاحت دینا چاہی تھی۔۔۔

جبکہ اگلے ہی پل سنان نے اسکی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیک نکال لیا تھا۔۔۔

سہی کہا یہ سگریٹ تھوڑی ہے یار، یہ تو حکیم لقمان کی دیسی دوائی والی ڈبی ہے۔۔۔جس کو کھا کر یہ مردانا کمزوری کا علاج کرتا ہے۔۔۔

سنان کے ہاتھ میں سگریٹ کا پیک دیکھ کر وہاج دانت کچکچاتے ہوئے اسے مکہ مار گیا تھا۔۔

کیا ہے ایسے ناگھورا کرو مجھے، آئیندہ نہیں پیوں گا۔۔ کھانا آرڈر کرو مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔

اپنا جھوٹ پکڑے جانے پر وہاج بگڑے تاثرات سے بولتے ہوئے جا کر صوفے پر لیٹا تو ضرار اس پر لعنت بھیج گیا تھا۔۔۔

سالا۔۔۔ سلطان بھی بڑبڑا کر لینڈ لائن سے میرال کو کھانا آرڈر کرنے کا کہنے لگا تھا۔۔۔

سنی اور عیس میسنے پن سے اٹھ کر وہاج کے قریب آ کر بیٹھے تو وہاج کو اپنے گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئیں سنائیں دیں تھیں۔۔۔

کیا ہے۔۔۔ وہاج نے بگڑ کر ان دونوں نمونوں کو پوچھنا چاہا تھا۔۔ جو اپنی

بتیسی نکال کر اسے دیکھے جا رہے تھے۔۔

کھانا آرڈر کر کے سلطان اور ضرار بھی انکے قریب آ کر بیٹھ گئے۔۔۔

بیہ تجھے ہارپک کی بوتل بول کر گئی ہے۔۔۔ سنی نے بتیسی نکالتے ہوئے مسخرے پن سے وہاج کی معلومات میں اضافہ کیا تو جہاں وہاج کی آنکھیں پھٹی تھیں وہیں آفس میں فلک شگاف قہقہے گونجنے لگے۔۔۔

میں اس چھپکلی کا منہ توڑ دوں گا۔۔ خود کو ہارپک سن کر وہاج تلملا کر اٹھنے لگا تو عیس اسے دوبارہ صوفے پر لٹا گیا تھا۔۔۔

ہمیں پتہ ہے کہ تیرے اندر اسکا منہ توڑنے کی بہت خواہش ہے پر اب ایسے منہ پھاڑ کر بتانا ضروری ہے کیا۔۔۔ ایسے ہمیں شرم آجاتی ہے وائی۔۔۔ عیس نے شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے وہاج کو منہ توڑنے کا

جواب دیا تو وہاج نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔۔۔ل۔ہ توڑنے میں بھلا شرم کا کیا تعلق۔۔۔

کیا مطلب ہے تیری اس بات کا منحوس آدمی۔۔۔وہاج نے زہر اگلتی نظروں سے عیس سے مطلب جاننا چاہا تھا۔۔ جبکہ سلطان اور ضرار اپنی اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے مزے سے یہ فلم انجوائے کر رہے تھے۔۔۔

چل چھوڑ یہ ساری باتیں تو یہ بتا بیہ سائن کروانے گئی تھی تو تو نے فائل پر لے۔۔ سارے مطلب میں بتاؤں، تجھے خود کچھ نہیں آتا کیا۔۔۔ عیس نے نروٹھے پن سے الٹی بات کی اس دفعہ سلطان اور ضرار پھر اونچا قہقہ لگا گئے۔۔۔ کیونکہ عیس علی ہمدانی وہاج کو الگ الگ ٹریک کر گھسیٹنا چاہ رہا تھا ۔۔۔ جس ٹریک کی وہاج کو بلکل سمجھ نہیں تھی۔۔۔

سائن کیوں نہیں کیے۔۔۔

سنی نے عیس کو اشارہ کرتے سنجیدگی سے وہاج سے پوچھا تو وہاج منہ بگاڑتے ہوئے پھر صوفے پر گر گیا۔۔۔

خاک سائن کرتا۔۔۔یہ اپنی چھپکلی سے بولو کہ ڈھنگ کے کپڑے پہنا کرے۔۔اوپر سے منہ میں ببل ڈال کر منہ کے ڈیزائن بناتی رہتی ہے۔۔۔اور گنڈوں کی طرح پھر جینز میں گن بھی لگا رکھی ہے۔۔۔مجھے تو ہونٹوں کی لپ اسٹک سے صرف وہ لڑکی محسوس ہوئی ہے ورنہ کہیں سے بھی اس میں نارمل لڑکیوں والی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے۔۔۔

وہاج جو آنکھیں بند کیے بیہ کا سراپا یاد کرتے ہوئے سلگ کر انکو ایک ایک چیز بتا رہا تھا۔۔وہ چاروں معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے

تھے۔۔۔وہاج نے اپنی بات کے جواب میں خاموشی محسوس کرتے نیلی آنکھیں واہ کرتے انکو دیکھا تو انکی گہری نظروں پر الجھن کا شکار ہو گیا۔۔۔۔

کیا اب مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔۔۔ان چاروں کی نظروں سے خائف ہوتے وہاج نے شش و پنج کا شکار ہوتے کہا تھا۔۔۔

کچھ خاص نہیں بس ہم سوچ رہے تھے۔کہ ہمیں آج پہلی بار پتہ ہے لگا ہے کہ بیہ لپ اسٹک بھی لگاتی ہے۔۔۔ضرار نے کندھے اچکاتے ہوئے نارمل انداز میں جواب دیا۔۔۔

اور منہ کے ڈیزائن بھی بناتی ہے۔۔۔سلطان نے بھی سنجیدگی سے لقمہ دیا تھا۔۔۔

گنڈوں کی طرح جینز میں گن بھی لگا رکھی ہے۔۔۔سنان نے بھی ٹکرا لگانا ضروری سمجھا تو وہاج باری باری ان سب کو دیکھنے لگا تھا۔۔۔

وجی تونے ہماری کیپٹن بیہ میں اتنا کچھ نوٹ کر لیا۔۔پر افسوس ہماری بیہ نے تجھے صرف ہارپک کی بوتل ہی سمجھا ہے۔۔۔عیس جو پہلے سنجیدہ انداز میں بولا تھا اگلے ہی لمحے اس نے وہاج کو پھر ہارپک کی بوتل پکارا تو وہاج تیش سے اسے دبوچ گیا تھا۔۔۔

وہ سب رات کو ایک ساتھ گھر واپس آئے تھے۔ڈائننگ ٹیبل پر چونکہ رات کا کھانا لگایا جا رہا تھا،اس لیے شاہدہ بیگم اور کلثوم بیگم کچن میں مصروف تھیں، جبکہ اس کے بر عکس گھر کی بہوئیں نجانے کہاں چھپی بیٹھی تھیں کیونکہ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔

وہ سب بی جان کے پاس آ کر بیٹھے تو بی جان محبت بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں۔اپنے جوان، مضبوط سہارے دیکھ کر ان کا دل ہمیشہ خوشی سے

بھر جاتا تھا۔

وہاج جلدی سے آیا اور بی جان کی گود میں سر رکھ کر صوفے پر لیٹ گیا۔ باقی سب اسے گھور کر دیکھتے رہے، جبکہ بی جان مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں، اور وہاج سکون سے آنکھیں بند کر گیا۔ چاروں نے اپنے کوٹ اتار کر بازوؤں پر رکھے ہوئے تھے۔

مشن مکمل ہونے کے بعد انہوں نے چھٹیاں کی تھیں تاکہ بزنس کو وقت دے سکیں، کیونکہ اتنے بڑے بزنس کو سنبھالتے سنبھالتے نعمان خان گن چکر بن گیا تھا۔

"پورے صوفے پر وہاج کو قبضہ" بیہ نے بالکل ٹھیک نام رکھا ہے اس کا! جماتے دیکھ کر سنی سرگوشیانہ انداز میں بولا، تو باقی سب مسکراہٹ دبا گئے۔

بی جان کو مل کر وہ سب ساتھ والے صوفے پر بیٹھ کر لاؤنج میں نظریں دوڑانے لگے۔

"تم لوگ جنہیں ڈھونڈ رہے ہو نا، وہ شام سے ہی کسی مشن پر کام کرتے ہوئے کہیں چھپی بیٹھی ہیں۔"

بی جان نے ان چاروں کو اپنی بیویوں کی تلاش میں دیکھ کر بتایا، تو وہ چاروں چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آخر کون سا بم پھٹنے والا تھا؟

"کہیں بھابھی سائیں نے گڑیا اور اُڑو کو ڈرائیونگ تو نہیں سکھا دی؟ یہ نہ ہو کہ تھوڑی دیر میں نیوز پر دہشت لڑکیوں کی خبریں آنا شروع ہو جائیں!" عیس نے صوفے کی بیک سے ٹیک لگاتے ہوئے کار ریسنگ کی رات یاد کرتے ہوئے کہا، تو وہاج اس رات کی سب کی پتلی حالت یاد کر کے

قہقہہ لگا گیا۔

ویسے کتنا مزا آئے گا نا اگر وہ چاروں پھر اُس رات کی طرح تم لوگوں کی "
بینڈ بجا کر رکھ دیں!" وہاج آنکھیں کھولتے ہوئے ہنس کر بولا، اور بی جان
بھی مسکرا دیں۔
اور اس سے بھی زیادہ مزا تب آئے گا جب ہم نیلی بتی، ہارپک کی بوتل "
مکس کر کے رکھ دیں!" سنی نے وہاج کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ سنی
کے اس جواب پر وہاج نے غصے سے بی جان کے پاؤں سے جوتا نکال کر سنی
کی طرف پھینکا، لیکن سنی دل جلاتے ہوئے قہقہہ لگا کر بچ گیا۔

ویسے یاروں، سننے میں آیا ہے کہ کل رات مسٹر وہاج علی صدیقی نے "
"!شادی کے لیے رضامندی ظاہر کر دی ہے
سنی نے سسپنس پھیلاتے ہوئے کہا، تو سب حیرانی سے وہاج کو دیکھنے لگے،

جو خود حیرت سے سنی کو دیکھ رہا تھا۔

سچ میں وجی؟ اتنی اچھی خبر تو نے ہمیں آفس میں کیوں نہیں سنائی؟""
ضرار نے خوشی سے پوچھا، لیکن وہاج حیرانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

یہ منحوس شکل بکواس کر رہی ہے، میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی!""
وہاج نے سنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دانت پیس کر کہا، لیکن بی جان
اسے ٹوک گئیں۔

وجی، ابھی رات کو تم نے شادی کی حامی بھری تھی، پھر اب کیوں مکر رہا"
ہے؟" بی جان نے اسے یاد دلایا، تو وہاج کل رات کی باتیں یاد کرتے ہوئے
ایک دم چپ ہو گیا۔

پر ڈارلنگ، وہ تو میں نے آپ کو کہا تھا نا!" وہاج شش و پنج میں مبتلا ہو کر "
بولا۔

ہاں تو سالے! ہم کون سا تیری چار شادیاں کروانے کی خواہش رکھتے "
ہیں؟ میں بھی وہی بات کر رہا ہوں!" سنی نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے
کہا۔

وجی، میں پھر تمہاری طرف سے نا سمجھوں؟ ایسا نہ ہو کہ کل میں "
تمہارے لیے لڑکی تلاش کروں اور تم ایسے ہی مکر جاؤ، جیسے ابھی تمہیں
"!کل رات کی باتیں یاد نہیں ہیں
بی جان نے سنجیدگی سے پوچھا، تو وہاج تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

یار، کیا ہو گیا ہے ڈارلنگ؟ اب ایسی باتیں تو نہ کریں! میں کب انکار کر رہا"
"!ہوں؟ مجھے بس اندازہ نہیں تھا کہ یہ کمینہ اس بارے میں بات کر رہا ہے

وہاج نے بی جان کے ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے جلدی سے کہا، تو بی جان پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ وہاج کے تڑپنے پر سب نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بی جان کو "تھمزاپ" کیا۔

چلو اب یہ منہ ماری چھوڑو اور جا کر جلدی سے فریش ہو کر آؤ، کھانا لگنے والا ہے۔ اور آتے ہوئے اپنی اپنی ٹیڑھی ریڑھ کی ہڈی بھی ساتھ لے آنا۔ غضب خدا کا، ان لڑکیوں کو اپنی حالت کا کوئی خیال نہیں ہے، پتہ نہیں کہاں چھپی بیٹھی ہیں!"

بی جان نے انہیں فریش ہونے بھیجا تو وہ سب اپنے اپنے کوٹ اٹھا کر کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

.....

رات کے کھانے کے بعد لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے دس بجے بی جان نے سب کو سونے کے لیے اٹھا دیا، کیونکہ کل صبح سب کو جلدی اٹھ کر آفس جانا تھا، اس لیے ان کا آرام کرنا ضروری تھا۔

یلوٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں ملبوس ضرار، جو اپنے پورشن میں داخل ہوا، اپنے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے، سفید اور سرخ رنگت پر گرے آنکھوں کے تضاد سے انتہائی پرکشش لگ رہا تھا۔

موبائل میں نظریں جمائے وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا، کہ سیڑھیوں پر پھول دیکھ کر بے اختیار اس کا قدم ہوا میں رہ گیا۔
ضرار نے اوپر تک نظر دوڑائی تو سیڑھیوں پر گلاب کے پھول بکھرے

ہوئے تھے،اور ایک طرف رنگین کینڈلز جل رہی تھیں۔

یہ سب دیکھ کر جہاں اسے خوشگوار حیرت ہوئی، وہیں وہ متجسس ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

پانچ سیڑھیاں چڑھنے پر اس کی نظر نیچے لکھے گئے الفاظ پر پڑی تو وہ دانت کچکچا گیا۔

ایک سیڑھی پر خوبصورت انداز میں "ڈھکن سائیں" لکھا ہوا تھا، منیزے نے ضرار کو سب سے پہلے اسی نام سے نوازا تھا۔

دانت کچکچا کر وہ مزید سیڑھیاں چڑھنے لگا اور اوپر آتے ہی اس کی نظر سامنے لگی تصویر پر ٹھہر گئی۔

دیوار پر منیزے کی پنک ساڑھی میں ایک خوبصورت تصویر لگی تھی، جس

میں وہ ضرار کو زبان نکال کر چڑا رہی تھی۔ یہ وہی ساڑھی تھی جو منیزے نے منہ دکھائی پر واپسی کے وقت پہنی تھی۔

منیزے کا اس رات والا روپ یاد کرتے ہی ضرار کے وجود میں ایک آگ سی لہرائی، وہ مسکراتے ہوئے تصویر کے لبوں پر اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

سائیں کی جان..." سرگوشی میں الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر " تصویر کو چوم گیا۔

پاس ہی لگے ایرو بورڈ پر نظر پڑی تو چونکتے ہوئے وہ اس کی طرف بڑھا۔

"Zarar Pasha Haider wears it"

ٹیبل پر رکھے نوٹ پر الفاظ پڑھ کر وہ حیرانی سے وہاں رکھے ڈریس کی طرف دیکھنے لگا۔

وائٹ ڈریس شرٹ اور بلیک ڈریس پینٹس دیکھ کر وہ متاثر ہو چکا تھا۔
اپنی بیگم سائیں کا یہ انداز اسے بہت پسند آیا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی بیوی ان تیاریوں میں مصروف تھی، کیونکہ جب وہ آفس سے واپس آیا تھا اور چینج کرنے جا رہا تھا، تو منیزے پہلے ہی اس کا ڈریس نکال کر نیچے چلی گئی تھی، تاکہ ضرار کو اوپر آنے سے روکا جا سکے۔

ضرار نے منیزے کا کہا مان کر نیچے والے روم میں ہی فریش ہو کر دوبارہ لاؤنج میں آ کر کھانا کھایا تھا، اور پھر سب باتوں میں مصروف ہو گئے تھے، جبکہ وہ چاروں پھر غائب ہو گئی تھیں۔
اب چینج کرنے کے بعد ضرار دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ اچھا ہی ہوا جو اس نے اپنی بیوی کو ڈسٹرب نہیں کیا۔
وائٹ ڈریس شرٹ اس کے چوڑے باڈی بلڈر وجود پر بالکل فٹ ہو رہی تھی۔

مرر میں بالوں کو سیٹ کرتے ہوئے وہ انتہائی خوبصورت لگ رہا تھا۔ خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے اس نے ایک نظر خود کو دیکھا۔

گرے آنکھوں والا ضرار پاشا حیدر آج منیزے کے دل کے تار چھیڑنے کے لیے بالکل تیار تھا، لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ آج اس کے دل کے تاروں میں کرنٹ لگنے والا تھا۔

ضرار مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کے دروازے کے پاس پہنچا تو ہینڈل پر بندھی ہوئی پٹی دیکھ کر حیرانی سے اسے اٹھالیا۔

پٹی اٹھاتے ہی اس پر لگے نوٹ کو پڑھ کر مزید حیران ہو گیا۔ نوٹ میں لکھا تھا کہ وہ یہ پٹی اپنی آنکھوں پر باندھ لے۔

اپنی بیگم کے حکم پر ضرار نے ہنستے ہوئے پٹی کو دیکھا اور پھر ناچاہتے ہوئے بھی اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں پر باندھ لیا۔

دروازہ ناک کیا تو دروازے کے اس پار منیزے کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"بھیا نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے، اب تو اپنا کام شروع کر۔"
موبائل پر ایرہ کا وائس میسج سن کر منیزے کا دل زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

بیچارہ ضرار نہیں جانتا تھا کہ اس کی بیگم کے کمانڈر اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں، جو اس کی ہر حرکت کی رپورٹ دروازے کے اس پار پہنچا رہے ہیں۔

ایرہ کی یقین دہانی پر منیزے نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور ضرار کو دیکھا، جو واقعی آنکھوں پر پٹی باندھے کھڑا تھا۔

سائیں کی جان کہاں گم ہو؟" دروازہ کھلنے کی آواز پر ضرار نے بھاری آواز "
میں کہا، جبکہ دوسری طرف سنان، جو ایرہ کو لینے آیا تھا، سیڑھیوں پر پھول
دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھیلا گیا۔

ایرہ نے سنان کو آتے دیکھتے ہی جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے ہونٹوں پر
ہاتھ رکھا اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ماحول کو دیکھ کر سنان کی گولڈن
آنکھیں مزید حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

پورے لاؤنج میں اس وقت اندھیرا تھا، جبکہ صرف کینڈلز کی سنہری روشنی
ماحول کو فسوں خیز بنا رہی تھی۔

ہوا میں موتیے اور گلاب کے پھولوں کی خوشبو مزید ایمان ڈگمگانے کا
باعث تھی۔

ایرہ کی نظروں کے تعاقب میں سنان نے دیکھا جہاں ضرار کی آنکھوں پر پٹی اور اس کی ہاٹ تیاری دیکھ کر اسے گہرا صدمہ پہنچا۔

ضرار کو کمرے میں غائب ہوتے دیکھ سنان کا دل کیا کہ وہ اونچی آواز میں چیخ کر اس سالے کی یہ رات برباد کر دے!

کمرے کا دروازہ بند ہونے پر جہاں تینوں لڑکیوں نے شکر کیا، وہیں سنان صدمے سے منہ کھولے کھڑا تھا۔

سب کچھ ٹھیک دیکھ کر علیزے اور مشعل نے "گڈ نائٹ" کہہ کر اپنے اپنے پورشن کی طرف رخ کیا اور ایرہ بھی سنان کو کھینچ کر لے جانے لگی۔

"مجھے بھی ایسی رات اور ہاٹنیس چاہیے، ایرہ! نہیں تو میں تمہارا جینا محال کر دوں گا!" ضرار کی قسمت پر جلتے ہوئے سنان نے مچلتے دل سے کہا تو ایرہ اسے ایسے دیکھنے لگی جیسے وہ کوئی پاگل ہو۔

ایرہ سنان مصطفیٰ کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے آگے چلتی بنی، تو وہ دانت پیستا ہوا اس کے پیچھے ہو لیا۔

.....

سائیں کی جان، کیا کر رہی ہو؟" ضرار نے اپنے گرد منیزے کی خوشبو" محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ منیزے اپنی کارروائی مکمل کرتے ہوئے پھولے ناسماتی جھوم اٹھی۔

ضرار کے دونوں بازوؤں کو اچھی طرح باندھ کر منیزے نے اس کی آنکھوں سے پٹی کھول دی، تو ضرار نے آنکھیں کھول کر سب کچھ دیکھنا شروع کیا۔

کمرے کے رومانوی ماحول کو دیکھ کر اس کے دل کے تار ہلے، لیکن جیسے ہی منیزے پر نظر پڑی، اس کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

منیزے ڈریسنگ ٹیبل پر ٹانگیں ہلاتے ہوئے بیٹھی تھی، اس کے حسین سراپے کو دیکھ کر ضرار نے اچانک بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہا کیونکہ منیزے پاشا اس کے ہاتھ باندھ چکی تھی۔

منیزے کو دیکھ کر ضرار کی سرمئی آنکھیں حیرت سے ساکت ہو گئیں۔ وہ یقین نہیں کرنا چاہ رہا تھا کہ اس کی بیوی اس کے جذبات سے کھیلنا چاہ رہی ہے۔

"یہ سب کیا ہے؟" ضرار نے سنجیدگی سے پوچھا تو منیزے بے پرواہی سے

کندھے اچکا گئی، جس پر ضرار کا دل مزید بے چین ہو گیا۔

"منیزے، میرے ہاتھ کھولو!" ضرار نے وارننگ دیتے ہوئے اسے سرد نظروں سے دیکھا، تو منیزے اس کی بے قراری پر ہنس پڑی۔
منیزے کی کھنکتی ہنسی سن کر ضرار نچلے لب کا کونہ دبا گیا۔

"... سائیں کی جان، میرے ساتھ کھیلو گی تو جان سے جاؤ گی"
ضرار نے زرا سا چہرہ اٹھاتے ہوئے سامنے کھڑی منیزے کو دیکھا، جو رائل بلیو سلک کے سلیولیس ٹاپ اور شارٹ پینٹس پہنے، نیوڈ لپسٹک لگائے بے پرواہی سے کھڑی تھی۔
"آہ... میرے پیارے سائیں، کیا بے بس محسوس کر رہے ہو؟"

منیزے نے ضرار کی حالت پر مزہ لیتے ہوئے کھلکھلا کر اپنے کالے گھنے

سلکی بالوں کو جھٹکا، تو ضرار نے ضبط کرتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

پورے کمرے میں جگہ جگہ کینڈلز جل رہی تھیں، اور گلاب کے پھولوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔

کمرے کو کافی فسوں خیز طریقے سے سجایا گیا تھا۔ یقیناً آج وہ سب مل کر اسی مشن پر کام کر رہی تھیں، ضرار نے بے اختیار سوچا۔

"تم مجھے کس چیز کی سزا دے رہی ہو؟"

ضرار نے غصے سے منیزے کے سراپے کو دیکھا، جو جان بوجھ کر اس کے سامنے کھڑی ہو کر اب آئس کریم کھا رہی تھی۔

"کچھ خاص نہیں، بس میرے جھوٹے عاشق شوہر نے ابھی تک مجھے میری برتھ ڈے کا گفٹ نہیں دیا اور الٹا اس رات مجھے سزا کے طور پر کیک سمجھ

"!کر پوری رات کھایا تھا

منیزے نے کار ریس والی رات یاد کرتے ہوئے کندھے اچکا کر کہا اور ضرار کا گفٹ یاد آتے ہی دانت پیس گئی۔

"اوہ... برتھ ڈے گفٹ نہ دینے پر تم مجھے اتنی سنگین سزا دینے کی تیاری کر رہی ہو؟" بیڈ پر سیدھے لیٹتے ہوئے ضرار نے کمرے کے رومانٹک ماحول پر ایک نظر ڈال کر پوچھا، تو منیزے اچھے بچوں کی طرح تیزی سے ہاں میں سر ہلانے لگی۔

ضرار نے دانتوں تلے لب دباتے ہوئے گہری سانس لی، مگر دل ہی دل میں اپنی بے بسی پر غصہ محسوس کر رہا تھا۔ پھر اچانک کچھ سوچتے ہوئے اس کی گرے آنکھیں چمک اٹھیں، اور وہ سر پیچھے گرا کر مدھم سا مسکرا دیا۔

اچھا، ٹھیک ہے، مجھے آزاد کرو، میں ابھی تمہیں تمہارا برتھ ڈے گفٹ "
"نکال کر دیتا ہوں۔
ضرار نے صلح جو انداز میں کہا تو منیزے نے اتراتے ہوئے اسے دیکھا۔
"پر سائیں، مجھے تو ابھی کوئی گفٹ چاہیے ہی نہیں ہے۔"
منیزے نے آئس کریم کھاتے ہوئے مست انداز میں چلتے ہوئے اس کے قریب آتے ہوئے کہا، اور کمرے کے اس خوبصورت ماحول میں اس کی پائل کی جھنکار گونج اٹھی۔

منیزے کی پائلوں کی آواز نے ضرار کے کانوں کو اچانک راحت پہنچائی، اور اس کا دل بھی دھڑکتے ہوئے مزید بے تاب ہو گیا۔
منیزے کا قیامت خیز سراپا آج ضرار سائیں پر بجلی بن کر گر رہا تھا۔ آج وہ مکمل طور پر بے بس تھا، اور سامنے کھڑی ظالم حسینہ کے وجود کو اپنے اندر جذب کرنے کے لیے اس کا جسم بے چینی سے بھر رہا تھا۔

"کیا چاہتی ہو؟"

ضرار نے اس کے حسین چہرے کو دیکھ کر پوچھا، تو منیزے نے چمکتی سبز آنکھوں سے آئس کریم کھاتے ہوئے اس کے اوپر آ بیٹھنے کا انداز اپنایا، جس پر ضرار یک دم ساکت ہو کر اسے دیکھتا رہا۔

آج میرا دل کر رہا ہے کہ میں اس مضبوط چٹانی سینے پر پھیل کر سو"
جاؤں... وہ کیا ہے نا، صبح سے یہ سب تیاری کرتے کرتے میں بہت تھک
"... گئی ہوں، اس لیے شاید اب سونا چاہیے

ضرار کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کرتے ہوئے وہ معصومیت سے تھکن کا اظہار کرتے ہوئے بولی، اور پھر اچانک پیچھے ہٹتے ہوئے جان لیوا انگڑائی لی، جس پر ضرار کا روم روم جھلس اٹھا۔

کیونکہ انگڑائی لینے سے اس کا ٹاپ اوپر ہو گیا اور اس کے پیٹ کو واضح کر گیا۔

"سائیں کی جان، یہ سب گستاخیاں کرتے ہوئے اپنے لیے مصیبت پیدا کر رہی ہو بس..."

ضرار نے خود پر قابو پاتے ہوئے سرد سانس خارج کی اور وارننگ دی، مگر منیزے نے اس کی وارننگ کو ہوا میں اڑاتے ہوئے ناک چڑھا کر اس کی سفید شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کر دیے۔

اس کے ہاتھوں کے میٹھے لمس پر ضرار سر پیچھے گرا گیا۔

ضرار کی شرٹ کھول کر منیزے نے ایک نظر اس کے سرخ چہرے پر ڈالی اور شیطانی چمک کے ساتھ اس کے سینے پر ہونٹ رکھ دیے، جس پر ضرار کا انگ انگ آگ میں جلنے لگا۔

وہ جان بوجھ کر ضرار کے سینے پر نرمی سے ہونٹ رکھتے ہوئے اس کے ضبط کی آخری حد کو آزما رہی تھی۔

منیزے نے ضرار کے سینے پر آئس کریم لگاتے ہوئے اسے ٹیسٹ کرنا چاہا، تو ضرار کا ضبط ٹوٹ گیا۔

ضرار نے زرا سی طاقت لگاتے ہوئے اپنے باندھے ہوئے بازوؤں کو جھٹکا دیا، اور منیزے کے نازک دوپٹے "چررر" کی آواز کے ساتھ پھٹ گئے۔

ضرار نے ایک جھٹکے میں منیزے کو اپنے ساتھ لپیٹ کر کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے نیچے کیا، جس پر منیزے کی ہری آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

"...اب تم خیر مناؤ، اپنی سائیں کی جان"

ضرار نے اپنے ہاتھوں سے منیزے کا دوپٹہ نکال کر پرے پھینکتے ہوئے پراسرار انداز میں اس کے ساکت وجود کو دیکھا۔

منیزے کی آئس کریم، جو کہ پگھل کر نیچے گرنے والی تھی، ضرار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پہلے وہ جھوٹی آئس کریم کھائی اور پھر ایک جھٹکے میں اپنی شرٹ اتار کر دور پھینک دی۔

دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے، ضرار نے اپنے بازو اوپر لے جا کر جسم کو اکڑاتے ہوئے گردن کو دائیں بائیں جھٹکا دیا۔

منیزے نے ضرار کے چوڑے وجود کو دیکھ کر تھوک نگل لیا۔

"... سائیں، آپ تو بہت پیارے لگ رہے ہیں"

کس کمینی نے مجھے اس شیر کو دوپٹے سے باندھنے کا مشورہ دیا تھا؟ صبح تک"

"...زندہ بچ گئی تو انہیں چھوڑنے والی نہیں ہوں

منیزے نے مصنوعی مسکراہٹ اور ڈرے ہوئے چہرے کے ساتھ کہا،

جس پر ضرار نے "ہمم" کی آواز نکالی، تو منیزے مزید روہانسی ہو گئی۔

"کھیل شروع کیا جائے؟"

ضرار نے اس کے اوپر جھکتے ہوئے، اپنی سرخ آنکھیں منیزے کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے گھمبیر آواز میں پوچھا۔

منیزے کانپتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی، اور بے اختیار اس کے ذہن میں وہ طوفانی رات آ گئی، جب اس ویرانے میں زوروں کی بارش برس رہی تھی، اور ضرار پاشا اس کے نازک وجود کو اپنے اندر جکڑ رہا تھا۔

سائیں۔۔۔ منیزے کے دہائی دینے سے پہلے ہی ضرار نے شدت سے اسکے ہونٹوں کو جھکڑا تو منیزے لرزتے ہوئے اسکے برہنہ کندھوں کو تھام

گئی۔۔۔

جبکہ وہ اسکے نیچے سے بازو گزار کر اسکے وجود کو اوپر اٹھاتے ہوئے شدت سے اسکے ہونٹوں سے سانسیں کھینچنے لگا تھا۔شدت سے اسکے ہونٹوں کو سک رکتے ہوئے ضرار نے اسکے ٹاپ کی سٹریپ کھول کر اسکے جسم سے ٹاپ الگ کی تو منیزے مزاحمت کرتے ہوئے اسے روکنے لگی تھی۔۔

منیزے کی مزاحمت پر ضرار نے سائیڈ پر پڑی پٹی اٹھا کر اسکے ہاتھوں کو اوپر باندھا تو منیزے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھنے لگی۔۔

سائیں میں رونا شروع ہو جاؤں گی اگر آپ نے میرے ساتھ کوئی ظلم کیا تو۔۔۔ منیزے خوف زدہ لہجے میں کہنے لگی تو ضرار ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

سائیں کی جان یہ سب شروع تم نے کیا تھا لیکن اس رات کا اینڈ پاشا اپنے انداز میں خود کرے گا۔۔۔

بھاری لہجے میں بولتے ہوئے وہ منیزے کی دھڑکنوں پر جھکا تو منیزے اسکے لبوں کی جسارت پر اپنی کمر اٹھا گئی تھی۔۔۔

جبکہ وہ قطرہ قطرہ اسکے بدن پر برستے اسے چومتے جا رہا تھا۔ ضرار نے زرا سا اوپر اٹھتے اسکے شارٹ کو دیکھا تو منیزے اسکی آنکھوں کی گہرائی پر شرم میں غوطے کھاتے ہوئے آنکھیں بند میچ گئی۔۔۔

اسکی سفید و ملائم تھائیز کو دیکھ کر ضرار نے مسرور ہوتے ان پر لب رکھے تو منیزے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔۔۔

پتہ میرا کیا دل کر رہا ہے۔۔۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ کمرے میں چوہے کو کھلا چھوڑ دوں تاکہ انکے خوف سے تم اس رات کی طرح بس مجھ سے لپٹتی

جاؤ۔۔۔اچانک اوپر اٹھتے ہوئے ضرار نے اسکے کان میں سرگوشی کی تو منیزے شرمیلی مسکان سے چہرہ چھپا گئی تھی۔۔ جس پر ضرار بھی مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوم گیا تھا۔۔۔

اسکی ٹانگوں سے شارٹس الگ کرتے ہوئے ضرار نے بہکی نظروں سے اسکی طرف دیکھا جو خود کو چھپانے کی کوشش میں بستر سے الجھنے لگی تھی۔۔۔ مخمور آنکھوں سے ضرار نے خود کو مصنوعی پروں سے آزاد کرتے ہوئے اس پر اپنا بوجھ منتقل کیا تو منیزے آنکھوں کو بڑا کر گئی۔۔۔ جبکہ چہرہ ایک دم سے بھاپ چھوڑنے لگا تھا۔۔

تمہیں تمہارا گفٹ ملے یا نا ملے پر مجھے تو یہ حسین رات ضرور مل گئی ہے۔۔۔ ضرار نے شرارت سے کہتے اسکی سائیڈ گردن پر ہونٹ رکھے تو وہ خفگی سے ناک چڑھا گئی تھی۔۔

سائیں کی جان محسوس کر کے بتاؤ کہ تمہاری ان نازک ڈھرکنوں اور روح میں میرا لمس ایک ساتھ کیسا محسوس ہوتا ہے۔۔۔

ضرار نے اسکی ڈھرکنوں پر زبان پھیرتی ہوئے اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے اچانک اسکی روح میں سرائیت کی تو ایک دم سے اسکے لبوں سے آہ برآمد ہوئی تھی۔۔۔ جبکہ منیزے کا چہرہ خون چھلکانے لگا تھا۔

سائیں۔۔۔ منیزے نے بے حال ہوتے اسے پکارا تھا جو دیوانا وار اسکی دھڑکنوں کو چومتے ہوئے نرمی سے اپنے عمل کو شروع کر چکا تھا۔۔

سائیں کی جان آج اس روپ سے تم مجھے جان سے مار چکی ہو۔اس لئے آج جان سے جان ملانے دو، تاکہ میں سانس لے سکوں۔۔۔ ضرار دل میں اٹھتی ہوئی طلب سے بے چین ہوتے اسکی پکار کے جواب میں بولا تھا۔۔ جس پر منیزے اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے اسکی

گردن میں حائل کر گئی تھی۔۔۔

جبکہ ضرار قطرہ قطرہ اسکی سانسوں کو تنگ کرتے اسے خود میں جکڑتے چلا گیا تھا۔۔۔

(دو مہینوں بعد)

روم میں اس وقت ملجگا سا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جبکہ باہر دن مکمل طور پر روشن ہو چکا تھا۔ دھوپ کے ساتھ ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی تھی۔ چونکہ گرمیوں کا موسم روانہ ہو کے بھی نہیں ہو رہا تھا اس لئے روم میں اس وقت بھی اے سی ان تھا۔۔۔

اپنے بھرے بھرے وجود کے ساتھ مشعل ہمدانی اس وقت ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی۔ صبح کے نو بج رہے تھے وہ بار ہاں عیس علی ہمدانی کو اٹھا چکی تھی۔ لیکن موصوف نے کوئی رد عمل دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

عیس کی بلیک ٹی شرٹ میں اپنے سفید و سرخ رنگ میں وہ اس وقت چھوٹا سا پانڈہ لگ رہی تھی۔ کیونکہ پریگننسی کا پانچواں منتھ چل رہا تھا۔ جڑواں بچوں کی وجہ سے اس حالت میں اسکا نارمل عورتوں سے سے زیادہ پیٹ واضح ہونے لگا تھا۔ ہمیشہ کی طرح سائیڈ پوز میں اپنے پیٹ کو دیکھ کر وہ پہلے ناک سکوڑ گئی پھر ایک دم سے کھکھلا پڑی تھی۔۔اس کنڈیشن میں وہ کافی پر نور لگنے لگی تھی۔ اپنے بچوں کو فلائنگ کس دیتے ہوئے مشعل نے انکے باپ کو سخت گھوری سے نوازا تھا۔۔۔

شولڈر کٹ بال پہلے سے زرا لمبے ہو گئے تھے۔۔ جبکہ ماتھے پر بکھرے بال آج زرا الجھے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ ابھی شاور لے کر نکلی تھی۔

عیس کو سخت گھوری سے نواز کر بال ہلکے ڈرائے کر کے وہ ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔۔۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ریڈ یش کلر کے ڈریس میں نکھری نکھری سی پیروں میں آرام دہ جوتا پہن کر باہر نکلی تو ڈریسنگ روم کے سامنے کھڑے ہو کر ہلکی پھلکی جیولری پہنے لگی تھی۔۔ جبکہ منہ دیکھائی کی انگوٹھیاں اور کنگن جو اس نے رات کو اتار کر رکھے تھے وہ سب پہنے کے بعد ہونٹوں پر لپ بام لگا کر اس نے ایک آخری نظر خود کو دیکھا تو سب چیزیں مطمئن دیکھ کر وہ ڈرار کو کھول گئی۔۔۔

ڈرار میں سے کینچی نکال کر وہ غصے سے بیڈ کی طرف آئی تھی۔۔
عیس جو کچھ دیر پہلے الٹا سو رہا تھا اب کروٹ کے بل لیٹ گیا تھا۔۔

گھنی مونچھوں اور داڑھی میں لمبے بالوں کے ساتھ وہ سچ میں ترکش ہیرو کی لک ہی دیتا تھا۔ گندمی رنگت اس چمک رہی تھی۔ جبکہ شرارتی ہیزل براؤن آنکھیں اس بند تھیں۔ اسکے خوبرو چہرے کو دیکھ کر مشعل دھڑکتے دل کے ساتھ ناک چڑھا گئی تھی۔

یہ اٹھ نہیں رہے ہیں نا دیکھنا اب کیسے اٹھے گئے۔۔۔ سرگوشی میں بولتے ہوئے مشعل نے اسکے بالوں کو غور سے دیکھا کہ کہاں سے کاٹے۔۔۔

ایک لٹ کاٹ کر انکو ڈراوں گی کہ میں نے انکی چھوٹی سی محبوبہ (پونی) کاٹ دی ہے۔۔

خود سے باتیں کرتے ہوئے اس نے زرا سا اوپر اٹھتے ہوئے اسکے بالوں کی لٹ پکڑ کر کاٹنی شروع کی تھی۔ جبکہ یہ سب کرتے ہوئے اسکا دل زوروں سے مچل بھی رہا تھا۔ وہ جلد از جلد عیس کو ڈرانا چاہتی تھی۔ کیونکہ عیس کی اپنے بالوں سے دیوانگی وہ اچھے سے جانتی تھی۔۔اسی دیوانگی کو دیکھتے ہوئے اب مشعل جب بھی شاپنگ کرنے جاتی تھی تو اپنے شوہر کے لئے رنگ برنگی پونیاں ضرور خریدتی تھی۔ مشعل کی اس عنایت پر عیس اسے چومتے ہوئے نہیں تھکتا تھا جو اسکے بالوں کا اتنا خیال رکھ کر اسکا دل لوٹتے جا رہی تھی۔۔۔

یہ لٹ لٹ کیوں نہیں رہی یار۔۔۔ مسلسل کینچی چلاتے ہوئے وہ تشویش میں پڑ گئی تھی۔۔۔چونکہ عیس کے سر کا رخ دوسری طرف تھا اسی لیے اسے یہ کام کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔

دو منٹ تک مسلسل کینچی چلانے کے بعد مشعل کے ہاتھ میں بال آئے تو وہ مسکرا کر ہاتھ اٹھا کر دیکھنے لگی۔۔ لیکن اپنے ہاتھ میں بالوں کو دیکھتے ہی اسکا چہرہ اچانک فق ہوا تھا۔۔۔اسکی براؤن آنکھیں ساکن ہوئیں تو وہ منہ پر ہاتھ رکھتی بیڈ سے نیچے اترائی۔۔۔

ایک نظر اپنے ہاتھ میں اور دوسری نظر عیس کو دیکھ کر اسکا دل کیا ڈھاڑے مار کر روئے، یا خود کو شہید کر دے۔۔۔

جلدی سے دوبٹہ پکڑ کر وہ باہر کی جانب بھاگی تھی تاکہ اپنے بچاؤ کا بندوبست کر سکے۔۔۔

کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ سلطان کے پورشن کی طرف بھاگی تھی۔۔
اس حال میں تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اسکے ماتھے پر پسینہ صاف نظر آ رہا تھا۔

ڈر کے مارے وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ بار بار پیچھے کی جانب دیکھنے کی وجہ سے وہ دوسری طرف سے آتے وہاج سے ٹکرا گئی تھی۔۔۔ وہاج بھی چونکہ موبائل میں مصروف چلا آ رہا تھا اسی لئے وہ بھی مشعل کو اس طرف آتے نہیں دیکھ پایا تھا۔۔

وہاج نے اچانک نظریں اٹھا کر دیکھا تو مشعل کو جلدی سے سہارا دیا گیا تھا

--

گڑیا کیا ہو گیا ہے۔۔۔ موبائل پاکٹ میں رکھتے ہوئے وہاج نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔۔ جس کے چہرے پر ڈر کے آثار واضح نظر آ رہے تھے۔ جبکہ ماتھے پر چمکتا پسینہ بھی وہاج کو تردد میں مبتلا کر گیا تھا۔۔۔

بھیاوہ عیس۔۔۔ مشعل نے چہرے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے پیچھے کی طرف اشارہ کیا تو وہاج کو مزید فکر ہوئی۔۔۔

کیا ہوا عیس کو، سب ٹھیک ہے نا گڑیا۔۔۔اسکی آدھی ادھوری بات پر وہاج کو مزید بے قراری ہوئی۔۔

جبکہ خشک سانس خارج کرتے ہوئے مشعل نے دوبٹے کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال کر بال ہوا میں لہرائے تو وہاج ایک نظر اسے دیکھ کر تعجب سے اسکے ہاتھ میں بالوں کو دیکھنے لگا تھا۔۔

لیکن جب بالوں پر لگی پونی پر اسکی نظر پڑی تو سب سمجھتے ہوئے وہاج کی ڈارک بلو پہلے تو پھیلیں جبکہ اگلے ہی پل اسکا فلک شگاف قہقہ گونج اٹھا تھا۔۔۔

یار گڑیا یہ کیا کر دیا ہے۔۔۔وہاج نے اسکے ہاتھ سے عیس کی پونی پکڑتے ہوئے ہنس کر پوچھا تو مشعل اپنی بھیگی ہتھیلیاں مروڑنے لگی تھی۔۔۔

بھیا میں جان بوجھ کر نہیں کیا نا خود ہی ہو گیا ہے بس۔۔مجھے بچا لیں ورنہ قسم سے علی مجھے کچا ہی نگل جائیں گئے۔ابھی تو میرے بچے بھی اس دنیا میں نہیں آئے، ہائے میں کیا کروں گی۔۔۔

مشعل روہانسے تاثرات کے ساتھ بولتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی تو اسے اتنا ڈرتے دیکھ کر وہاج پھر قہقہ لگا گیا تھا۔۔۔

ڈرو نہیں تم بلکہ اٹھو میں تمہیں سب سے محفوظ جگہ پر پہنچا کر آتا ہوں۔۔۔میرا پیارا بچہ اٹھو یہاں سے شاباش۔۔۔وہاج نے اسکے پیار سے پچکارتے ہوئے اٹھایا تو وہ جلدی سے کھڑی ہو کر وہاج کے آگے چلنے لگی۔۔

مشعل کو خوف سے اتنا تیز چلتے دیکھ کر وہاج ہنستے ہوئے اسکے پیچھے ہوا تھا۔

سنی مجھے سونے دو۔۔۔ائرہ نے نیند حاوی ہونے پر اسے خود سے پیچھے کرنا چاہا تو سنان اسکی دونوں کلائیوں کو پکڑ کر تکیے سے لگا گیا تھا۔۔۔

رات کو بھی پیار نہیں کرنے دیتی صبح بھی نہیں کرنا تو میں پھر تمہیں تمہارے گھر ہی واپس نا پھینک آؤں۔۔۔

سنی اسکے چہرے کو دیکھ کر کلس کر بولا تو وہ نیند میں مسکرا دی تھی۔۔۔

ایرہ کو مسکراتے دیکھ کر سنان نے اسکی پھولی گال پر دانت گاڑے تھے۔ان دو مہینوں میں وہ پہلے سے صحت مند ہو گئی تھی۔۔جبکہ گال بھی اب ہلکے ہلکے پھول گئے تھے۔اور یہ سنان مصطفیٰ کاظمی کی دن رات کی محنت کا نتیجہ

تھا۔سنان نے ان دو مہینوں میں ایرہ سے پرا پر ڈائیٹ پلین پر عمل کروانے کے ساتھ ساتھ ایکسر سائز بھی کروائی تھی۔۔تاکہ اسکی اچھی صحت کے ساتھ ساتھ اسکے سلم سمارٹ فگر کا شوق بھی پورا ہوتا رہے۔۔۔

سنان نے مبہوت ہو کر اسکے دلکش وجود کو اپنی ٹی شرٹ میں دیکھا تھا۔ پرپل کلر کی ٹی شرٹ میں اسکا سنہرا وجود چاندنی کی طرح دمہک رہا تھا۔۔

اپنے جذبات سے بے قرار ہوتے سنان نے اسکی شرٹ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے تو وہ نیند میں مچل کر کمر اوپر اٹھا گئی۔ جبکہ سنان بے چینی سے اسکے پیٹ پر کاٹنے ہوئے شدتوں کے نشان ڈالنے لگا تھا۔۔۔

سنان اوپر اٹھتے ہوئے اسکی ٹی شرٹ نکال کر اسکی تھائیز میں گیپ بناتے ہوئے اچانک اسکے اندر داخل ہوا تو ایرہ آہ بھرتے ایک دم سے آنکھیں

کھول کر اسے دیکھنے لگی۔۔۔

جو پہلے ہی خمار زدہ آنکھوں سے اسکو تکے جا رہا تھا۔۔

شرم تو نہیں آتی ہو گی۔۔۔ مقابل کی گہری نظروں سے پزل ہوتے وہ جھجکتے ہوئے بولی تو سنان جھک کر اسکی تھوڑی پر دانت گاڑ گیا تھا۔۔

اس وقت تو صرف طلب پوری کرنے کا جنون سوار ہے تاکہ دل میں اٹھتے جذبات کو پر سکون کر سکوں۔۔۔ سنان نے نرمی سے اپنا عمل شروع کرتے ہوئے اسکی کالر بون پر ہونٹ رکھے تو ایرہ کے جسم میں سرد لہریں اٹھنے لگی تھیں۔۔۔

اسکی ڈھرکنوں کو سک کرتے ہوئے سنان نے زرا شدت دیکھائی تو ایرہ مچلتے ہوئے اسکے گھنے بال کھینچ گئی تھی۔۔

ایرہ کی سسکیوں کو سنتے ہوئے سنان نے اوپر اٹھتے ہوئے اسے تھائیز سے پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچا تو ایرہ کے سر سے تکیہ کھسکتے چلا گیا تھا۔۔

ایرہ نے اسے نروٹھی نظروں سے دیکھا تو وہ ہنس کر تکیہ اسکی کمر کے نیچے رکھ کر اس پر جھکتا چلا گیا تھا۔۔

میرے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ تم خود ملاؤ گی۔۔سنان اسکے بدن پر شدتیں نچھاور کرتے ہوئے اسے چھیڑتے ہوئے بولا تھا۔ جس پر ائرہ غصے سے اسے دیکھنے لگی تھی جو جان بوجھ کر اپنے ہونٹ پیچھے کر رہا تھا۔تاکہ ایرہ کامیاب نا ہو سکے۔۔۔

اس پہلے کہ سنان مزید شدت اختیار کرتا اچانک انکے کمرے کا دروازہ زور سے ناک ہونے لگا تو وہ حیرانی سے دروازے کو دیکھنے لگے۔۔۔۔۔

پیچھے ہٹو کوئی آیا ہے۔۔۔ائرہ نے اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا تو سنان حیرت کی حالت میں اپنی حالت درست کرتا بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔۔

تم باتھ روم میں چلی جاؤ۔۔۔ائرہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے سنان نے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ چادر لپیٹ کر جلدی سے باتھروم میں بھاگ گئی۔۔۔

سنان نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دروازہ کھولا تو وہاج کو کھڑے دیکھ کر دانت پیس گیا تھا۔۔

سنی کی کوئی بھی بکواس نما دھاڑ سننے سے پہلے وہاج نے چمکتی آنکھوں سے سیٹی بجاتے ہوئے اسکے سامنے پونی لہرائی تو سنان کے سارے الفاظ منہ میں ہی دم توڑتے چلے گئے۔۔۔

شاک میں ڈوبتے ہوئے اس نے وہاج کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہاج اسکی طرف خوبصورت مسکراہٹ اچھال کر ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔۔۔

اوگاڈ یہ کیسے ہو گیا۔۔۔قہقہ لگاتے ہوئے سنان نے پونی کو ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

یہ نیک کام گڑیا سے غلطی سے بلکل ٹھیک ہوا ہے۔۔۔وہاج نے بھی ہنستے ہوئے اسے بتایا تو وہ دونوں مزے سے قہقہ لگاتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مار گئے تھے۔۔۔

یہ مجھے دے میں فریش ہو کر آتا ہوں پھر مل کر شغل لگاتے ہیں۔۔وہاج کے ہاتھوں سے پونی کھینچ کر پاکٹ میں ڈالتے ہوئے سنان نے جلدی سے دروازہ بند کیا تو وہاج اس نمونے کو گھور کر رہ گیا تھا۔۔۔ مشعل کی سیفٹی کے لئے وہ اسے سلطان کے کمرے میں چھوڑ کر خود اسکو جگانے آیا تھا۔۔تاکہ عیس کی بینڈ بجائی جا سکے۔۔۔اج سنڈے ہونے کی وجہ سے

سب لیٹ جاگ رہے تھے۔

وائٹ ٹی کے ساتھ بلو جینز پہنے آنکھوں پر سن گلاسز لگائے وہاج اس وقت سنجیدگی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔

اندھیرا روشنی کو خود میں جذب کرتے ہوئے ہر چیز کو سیاہ کرتا جا رہا تھا۔ اس وقت ہر طرف رات اپنے پر پھیلاتی جا رہی تھی۔۔۔

وہاج اس وقت اپنے مینشن کی طرف جا رہا تھا۔اپنے مینشن کے ملازمین کے ساتھ کچھ اہم باتیں ڈسکس کرنے کے علاؤہ اسے کچھ ضروری چیزیں بھی لینی تھیں۔اس لئے بی جان کو انفارم کرتے وہ دو گھنٹوں میں واپس آنے کا کہہ کر نکل آیا تھا۔

چونکہ اسکا مینشن زرا شہر سے باہر بنا ہوا تھا۔۔اس لئے اس طرف جاتی سڑک سنسان نظر آ رہی تھی۔آج اتنے وقت بعد یہاں پر آتے ہوئے وہاج کو پہلی بار محسوس ہو رہا تھا۔کہ اس نے جو زندگی یہاں پر جی تھی۔وہ ویرانے کے علاؤہ کچھ بھی نہیں تھی۔حالانکہ اس نے یہ سوچ کر شہر سے زرا دور مینشن بنوایا تھا۔کہ وہ یہاں پر شہر کی شور زدہ زندگی سے پرے سکون سے رہ سکے گا۔لیکن اج اسے محسوس ہو رہا تھا کہ زندگی میں کچھ شور اچھے بھی ہوتے ہیں جو زندگی کو زندگی محسوس کرواتے ہیں۔۔جو اپکو یہ احساس دلاتے ہیں کہ آپ ایک زندہ دل انسان ہیں نا کہ ایک خاموش مشین۔۔۔

وہاج جو اپنی سوچوں میں الجھا ہوا ڈرائیو کر رہا تھا۔کہ اچانک سامنے فائرنگ کی آواز سنتے اس نے یک دم گاڑی کو بریک لگایا تھا۔سڑک کے

بیچوں بیچ ایک گاڑی کھڑی دیکھ کر وہاج نے اپنی گاڑی کو سڑک سے نیچے اتار کر جھاڑیوں میں احتیاط کھڑا دیا۔۔۔

ڈیش بورڈ سے اپنی گن اٹھاتے ہوئے وہاج نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس ان کر کے سامنے کا منظر دیکھنا چاہا تو سامنے گاڑی کے پیچھے چھپے وجود کو دیکھ کر اسکا وجود ایک دم سے زلزلوں کی زد میں آیا تھا۔

ایک جھٹکے میں گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ مخلاف سمت پر فائر کرتے ہوئے بھاگ کر اسکی طرف آیا تھا۔جو تکلیف سے ہونٹوں کو بھینچے گن میں گولیاں لوڈ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

کسی کے قدموں کی چاپ سن کر بیہ نے نظریں اٹھا کر آنے والے دیکھنا چاہا تو وہاج کو دیکھ کر وہ خود بھی حیران ہو گئی۔۔۔

جبکہ وہاج نے مسلسل فائر کرتے ہوئے جھک کر اسے اٹھانا چاہا تو وہ بدک کر پیچھے ہوئی تھی۔۔۔

کیا تکلیف ہو رہی ہے تمہیں۔۔۔بیہ کو خود سے دور جاتے دیکھ کر وہاج نے اسکو بازو سے پکڑتے ہوئے اپنے قریب کرتے غرا کر پوچھا تو بیہ سٹل نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

بیہ کی سٹل نظروں اور شرٹ پر خون کو دیکھ کر وہاج کا دل یک دم سکڑ کر پھیلا تھا۔۔۔

دھڑکتے دل کے ساتھ بروقت وہ بیہ کو گود میں اٹھانے سے پہلے بولا تھا۔۔ میں تمہیں گاڑی کی طرف لے کر جا رہا ہوں یہ گن پکڑے رکھو اگر ضرورت پڑی تو فائر کر دینا۔وہاج نے اسے ہدایت دیتے ہوئے گن پکڑانا چاہی تھی لیکن بیہ کے اوسان اس وقت منتشر ہوئے پڑے تھے۔۔۔وہاج

کا کوئی بھی لفظ اسے سمجھ نہیں آیا تو وہاج سرد سانس خارج کرتے ایک جھٹکے میں اسے کندھے پر اٹھا کر دوسرے ہاتھ میں خود گن اٹھا گیا تھا۔۔ کیونکہ بیہ اسکو یہاں دیکھ کر فریز ہو گئی تھی۔۔

وہاج کے کندھے پر اٹھانے سے بیہ کے گھنگریالے بال لہرا کر نیچے لٹکے تو وہ ہوش میں آتی اسے دیکھے گئی۔ جو بچتے بچاتے ہوئے اسے اٹھا کر جھاڑیوں کی طرف لے کر جا رہا تھا۔ جبکہ ساتھ ساتھ وہ فائر بھی کر رہا تھا۔ تاکہ دوسرے طرف موجود دشمن حاوی ہونے کی کوشش نہ کرے۔۔

بیہ کو فرنٹ سیٹ پر لٹا کر وہ گھوم کر جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ گن میں گولیاں ختم ہو چکیں تھیں۔ اس لئے موقع کی مناسبت سے انکا یہاں سے نکلنا ہی سیف تھا۔ وہاج نے تیزی سے وہاں سے گاڑی نکالتے ہوئے اپنے مینشن کی طرف موڑی تھی۔ جو کہ قریب ہی تھا۔۔۔

کیا کر رہی تھی تم وہاں پر۔۔۔وہاج نے تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بیہ کی جانب دیکھا جو تھکے انداز میں سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں بند کیے تھی۔

بیہ کی طرف سے جواب ناپا کر وہاج کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچ رہا تھا۔اگر وہ آج یہاں پر نا آتا تو اس بے وقوف لڑکی کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔۔۔یہ سوچ مسلسل اسکا دل زخمی کر رہی تھی۔۔۔

کیپٹین بیہ میں کچھ بکواس کر رہا ہوں کہ آدھی رات کو تم وہاں پر کیا کر رہی تھی۔۔وہاج نے مینشن کے گیراج میں ایک جھٹکے سے بریک لگاتے ہوئے دھاڑ کر پھر پوچھا تو اچانک بریک لگنے کی وجہ سے بیہ کا سر جو ڈیش بورڈ سے ٹکرانے لگا تھا کہ بروقت وہاج نے جلدی سے اپنا ہاتھ آگے کر لیا۔۔۔

۔جس پر بیہ حیرت زدہ کرسٹل گرین آنکھوں سے اسکی بلو آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی۔اسکی بلو آنکھیں اس وقت آگ اگل رہیں تھیں۔۔۔ مشن پر تھی۔۔۔وہاج کی حد درجہِ سرخ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بیہ مدہم آواز میں بولی تو سامنے والے کو شدید تپش میں مبتلا کر گئی تھی۔۔۔

آدھی رات کو کس ماموں کا مشن چل رہا تھا۔۔جو تم اپنی عزت اور جان کی پرواہ کیے بنا رات کے اندھیرے میں اس سنسان رستے پر آنکلی تھی۔۔۔بیہ کے منہ سے مشن کا لفظ سنتے ہی وہاج دھاڑتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔۔جبکہ اسکی اتنی اونچی دھاڑ پر بیہ بے اختیار دروازے سے جا لگی۔۔۔

بولو کیوں آدھی رات کو اس سنسان رستے پر آئی تھی، تمہیں کچھ اندازہ ہے سہی کہ وہ کتنے آدمی تھے۔اور تم اکیلی لڑکی، پاگل عورت وہ تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتے تھے۔۔۔

بیہ کی گردن کو جکڑ کر اسکا چہرہ اپنے قریب کرتے وہ پھولی سانسوں میں تپش سے غرایا تو اسکی اتنی نزدیکی پر بیہ کا دل اچانک تیزی سے دھڑک اٹھا تھا۔۔۔

آپ کیوں بلاوجہ مجھ پر غصہ کر رہے ہیں آخر اپکو کیا میں کس وقت کہیں بھی ہوں۔۔وہاج کے مسلسل غصہ دیکھانے پر بیہ جھنجھلاہٹ سے بولتے ہوئے پیچھے ہوئی تو وہاج کا دل کیا اس اٹھا کر پول میں پھینک دے۔۔۔

مجھے تمہاری حالت درست کر لینے دو پھر تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کیوں تم پر غصہ کر رہا ہوں۔۔۔باہر نکلتے ہوئے وہاج نے زور سے گاڑی کا دروازہ بند کیا تو بیہ پھر اچھل پڑی تھی۔۔۔

عجیب ہارپک آدمی ہے فضول میں تیور دیکھا رہا ہے۔۔۔وہاج جو اسکی

طرف کا دروازہ کھول رہا تھا اسکے منہ سے اپنے لئے ہارپک سن کر ایک دم سے اسکا خون کھولنے لگا تو ایک جھٹکے میں اسکی طرف کا دروازہ کھول گیا تھا۔۔۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گا اگر تم نے مجھے اس گندے نام سے پکارا تو۔۔۔بیہ کے بالوں کو جکڑتے ہوئے وہاج غصے سے پھر چلایا تو اسے چڑتے دیکھ کر بیہ کے حلق میں بے اختیار قہقہ امڈا تھا۔۔۔

میں تو بلاؤں گی کیا کریں گئے اپ۔۔۔لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے ضدی لہجے بولی تھی جبکہ وہاج کی نظریں تو اسکی ڈارک ریڈ کلر کی لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پر ٹک گئیں تھیں۔۔ کیا وہ پاگل عورت آدھی رات کو مشن پر ریڈ لپ اسٹک لگا کر نکلی تھی۔۔ یہ سوچتے ہی مقابل کے اندر مزید آگ بھڑکی تھی۔

اگر تم نے اب مجھے اس نام سے بلایا تو میں تم سے شادی کر کے تمہارے
اس نازک بدن اور ہونٹوں کا ایسا کچومر
بناؤں گا کہ تم میرے سامنے آنے سے بھی پناہ مانگوں گی۔۔۔

بیہ کے ہونٹوں پر نظر ٹکاتے ہوئے وہ چبا کر کافی خطرناک دھمکی دے گیا
تھا۔۔ جبکہ بیہ تو اسکے زو معنی الفاظ سن ایک دم سے کر فریز ہوئی تھی۔ سینے
میں تیزی سے دھڑکتا دل اسکے الفاظ سن کر مزید اپنا سر پٹکنے لگا تو وہ ایک دم
سے گھبرا کر پیچھے ہو گئی۔۔

اسکے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار دیکھتے ہوئے وہاج کا دل مچلتے ہوئے اسے
خوشی میں مبتلا کر گیا تھا۔۔ کہ سامنے بیٹھی لڑکی اسکی دھمکی سے ڈر گئی
ہے۔۔۔ لیکن اپنے الفاظ پر اسے حیرانی کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرنے

کے لیے بھی اسکا دل اسے اکسا رہا تھا۔۔۔اپنے جذبات پر بے شمار لعنت بھیج کر وہ خود کو کمپوز کرتے بولا تھا۔

باہر نکلنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔۔۔گاڑی کے دروازے پر بازو ٹکاتے ہوئے وہاج نے بھاری آواز میں پوچھا تو بیہ کا سکتہ ایک دم سے ٹوٹ گیا۔چہرے پر اضطرابی کیفیت سجائے وہ اچانک گاڑی سے باہر نکلنے لگی تو زمین پر پاؤں رکھتے ہی اسکی چیخ بلند ہوئی تھی۔۔۔

سامنے والے کے الفاظ میں الجھتے ہوئے وہ تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ اسکی ٹانگ پر گولی چھو کر گزری ہے۔۔۔

بیہ کے چیخ مارنے پر وہاج ایک جست میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے سہارا دے گیا۔۔۔کیونکہ وہ نیچے گرنے والی تھی۔۔

کیا ہوا۔۔۔وہاج نے اسکے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھتے ہوئے اسکی

ٹانگ کو دیکھا جہاں اسکی بلو جینز پر خون لگا ہوا تھا۔
زمین پر خون کے قطرے گرتے دیکھ کر وہاج نے اسکی کمر میں بازو لپیٹتے ہوئے اسے اچانک گود میں اٹھایا تو بیہ کی آنکھیں حیرات دے بڑی ہو گئیں۔۔

ٹانگ پر کیا کروا کے آئی ہو۔۔۔وہاج نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

کچھ خاص نہیں بس گولی چھو کر گزری ہے۔۔۔بیہ نے تکلیف سے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے اسے بتایا تو اسکا پورا جواب سن کر وہاج کا بس نا چلا اسکا بس کچھ کر دے جو گولی لگوا کر کہہ رہی تھی کچھ خاص نہیں ہے۔۔۔

ایک دو گولی اپنے دماغ میں بھی کھا لینی تھی تاکہ تمہاری عقل تو درست ہو جاتی۔۔۔گاڑی کا دروازہ ٹھاسے بند کرتے ہوئے وہ اسے اندر لے جاتے

ہوئے طنزیہ انداز میں بولا تو بیہ سخت نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

مسلہ کیا ہے آپ کے ساتھ، آپ میرے بوس نہیں ہیں جو بس مجھے ڈانٹیں ہی جا رہے ہیں۔۔۔اسکی مسلسل طنز بازی پر وہ کلس کر کہہ گئی تھی۔۔۔

تمہارے سب بوس کی ایسی کی تیسی اور ساتھ تمہاری بھی، بلکہ مجھے کمرے میں پہنچ لینے دو تمہارے سب نکمے بوس کی بھی کلاس لیتا ہوں۔۔۔ جنہوں نے آدھی رات کو ایک بے وقوف لڑکی کو اکیلے بھیج دیا ہے۔۔۔جلے کٹے انداز میں بیہ کو سناتے ہوئے گیراج سے چلتے ہوئے وہ مینشن کے اندر داخل ہوا تو بیہ محویت سے اس عالیشان خوبصورت مینشن کو دیکھنے لگی۔۔ جبکہ وہاج کو دیکھ کر سب ملازمین بھاگ کر اسکے طرف آنے لگے تو وہاج نے آنکھوں سے ہی انہیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا۔۔۔

میرے گلے میں بازو ڈالو۔۔۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہاج نے اچانک اسے کہا تو بیہ جو مینشن کو غور سے دیکھ رہی تھی اسکے الفاظ پر ہونق پن سے منہ کھول گئی۔۔

جی۔۔۔اسکی فرمائش پر بیہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

سنائی نہیں دے رہا کیا کہ میرے گلے میں بازو ڈالو۔۔۔ وہاج نے غصے سے پھر اپنی بات دہرائی تو وہ تیکھی نظروں سے ہونٹوں کا پاوٹ بناتی منہ بنا گئی۔۔۔ جبکہ اسکی اس ادا پر وہاج کا مکمل طور چین و سکون برباد ہو گیا تھا۔۔۔

میں آپکی بیوی نہیں ہوں جو آپ مجھ سے ایسی فرمائش کر رہے ہیں۔۔۔ وہاج کے حکم پر بیہ نے تڑخ کر اسے یاد دلایا تھا کہ ان میں ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جیسا کرنے کا وہ اسے حکم دے رہا ہے۔۔

اگر تم میری بیوی نہیں ہوں تو تب سے اپنے اس بھاری وجود کے ساتھ میری گود میں کیوں چڑھی ہوئی ہو۔۔۔ خیر جیسی تمہاری حرکتیں ہیں نا مجھے لگتا ہے تمہاری عقل ٹائیٹ کرنے کے لیے مجھے تم سے شادی کرنا ہی پڑے گی۔۔۔

لیکن ابھی جو کہہ رہا ہوں وہ کرو کیونکہ تمہارے بازو نیچے لٹکتے ہوئے تمہارا وزن مزید بڑھا رہے ہیں۔۔

بیہ کے طنز پر وہاج نے الٹا اسے سنایا تو وہ منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔۔۔ جو ان ڈائریکٹ اسے موٹی کہنا چاہ رہا تھا۔۔

بیہ نے گھور کر اسکی گردن میں بازو ڈالے تو وہاج کی رگ رگ میں سرشاری سی دوڑ گئی تھی۔ اس نرم و نازک وجود سے اٹھتی وہ میٹھی مہک

اسکے حواس پر بری طرح چھا رہی تھی۔اپنے دل کی اس حالت غیر پر وہ بری طرح حیران ہو رہا تھا۔۔۔

ہارپک۔۔۔وہاج کے مسلسل غصہ دیکھانے پر وہ پھر بڑبڑائی، تو وہاج غصے سے اسکے وجود کو اچانک ریلنگ سے نیچے لٹکا گی تھا۔۔۔

اہہہ۔۔۔خود کو ہوا میں محسوس کرتے بیہ کا چھوٹا سا دل لرزا تو چینخیں مارنے لگی۔۔۔جبکہ اتنی اوپر سے نیچے تک کی اونچائی دیکھتے ہی اسکا دماغ گھومنے لگا تھا۔بیہ نے بے اختیار اس سینے میں چہرہ چھپانا چاہا تو وہاج کا دل شدت سے دھڑک اٹھا۔۔۔

یہاں سے نیچے گرا کر تمہیں پھوڑ دوں گا اگر اب مجھے اس لفظ سے پکارا تو۔۔بیہ کی چینخ و پکار پر وہاج نے مصنوعی غصے اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے

دھمکایا تو بیہ سینے پر ہاتھ رکھتی خود کو شانت کرنے لگی تھی۔۔

آپ ایک انتہائی بد تمیز، نشئی اور کوجے انسان ہیں۔۔۔وہاج کی اس حرکت بیہ کے وجود میں غصے کی لہر دوڑ گئی تو وہ اسے سناتے ہی چلی گئی۔۔۔ وہ اسے گود میں اٹھائے دھمکا رہا تھا تو وہ اسکی گود میں سوار اس سے لڑنے میں مصروف تھی۔۔

کمرے میں داخل ہو کر وہاج اسے بیڈ پر لٹا کر اچانک اسکے اوپر جھکا تو بیہ کی بولتی زبان اچانک تالو سے چپک گئی تھی۔

اس وقت میرے ہتھے چڑھی ہوئی تو زرا بچ کر رہو، کہیں سچ میں تمہارا قیمہ نا بنا دوں۔۔۔وہاج نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے گھمبیر آواز میں کہا تو بیہ کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوتی چلی گئیں۔۔۔آخر وہ کیوں اس سے

اس طرح بات کر رہا تھا۔۔۔

بیہ کے آدھ کھلے سرخ ہونٹوں اور آنکھوں کو دیکھ کر وہ اسکے چہرے پر پھونک مارتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔۔ جس پر بیہ ہوش میں آتی ہڑ بڑا کر پیچھے کو کھسک گئی۔۔۔ گہری سانسیں خارج کرتے ہوئے اس نے اپنے دل کو سنبھالنا چاہا تھا۔۔۔

وہاج نے پاکٹ سے موبائل نکال کر ضرار کو میسج کیا تو ضرار کی طرف سے اسے ایک گھنٹے میں پہنچنے کا جواب موصول ہوا تھا۔۔۔ ضرار کا جواب پڑھ کر وہاج نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔۔

بیہ کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اسکی نظریں اسکے حلیے سے الجھیں تو وہ اسے دیکھتا ہی چلا گیا۔۔۔ وائٹ ڈریس شرٹ پر بلو جینز کے ساتھ ہائی ہیلز بوٹس پہنے، ہمیشہ کی طرح بالوں کی ہاف پونی بنائے ہونٹوں پر گہرا لال رنگ لگا کر

وہ مشن پر گئی تھی کہ پھوپھی کے ولیمے پر۔۔۔

کتنی تنخواہ ہے تمہاری۔۔۔اسکے حلیے کا جائزہ لینے کے بعد وہاج نے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر سنجیدگی سے استفسار کیا تو بیہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی

۔۔۔

آپ کیوں پوچھ رہے ہیں، اپکو ادھار چاہیئے کیا۔۔۔وہاج کے سوال پر بیہ نے تیکھے تیوروں سے الٹا پوچھا تھا۔۔۔

وہاج علی صدیقی کے ابھی اتنے برے دن نہیں آئے ہیں کہ وہ ایک پاگل عورت سے ادھار لیتا پھرے۔۔۔اس لئے پوچھ رہا ہوں تاکہ میں جان سکوں کہ کہیں تمہاری تنخواہ کم تو نہیں ہے جو تم ڈھنگ کے کپڑے نہیں خرید سکتی۔۔۔وہاج نے اسکے حلیے کی طرف اشارہ کرتے سگریٹ جلا کر

بے پرواہی سے پوچھا۔۔

بیہ جو اسے منہ توڑ جواب دینے لگی تھی کہ اچانک ایک نظر خود کی طرف دیکھتے ہوئے وہ شرمندگی کی انتہاؤں میں گرتی چلی گئی کیونکہ اسکی شرٹ کا بٹن ٹوٹنے کی وجہ اسکا بیلی بٹن صاف نظر آرہا تھا۔۔پاس سے تکیہ اٹھا کر بیہ نے جلدی سے گود میں رکھتے خود کو کور کرنا چاہا تھا۔۔۔

تم اس حال میں سڑک پر ان چار پانچ لڑکوں سے الجھ رہی تھی۔۔۔وہاج نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے افسوس سے پھر پوچھا تھا۔۔۔جبکہ اس بار بیہ سچ میں اسے کوئی جواب نہیں دے پائی تھی۔۔

بیہ کو نظریں چراتے دیکھ کر وہاج سر جھٹک کر اٹھ کر واڈروب کی طرف آیا۔۔واڈروب سے ایک وائٹ ٹی شرٹ نکال کر اس نے بیہ کی جانب

اچھالی تھی۔۔۔

میرے آنے تک اپنی یہ چست شرٹ چینج کر وہری آپ۔۔۔۔انگلی اٹھا کر اسے سناتے ہوئے وہ باہر نکلا تو پیچھے سے بیہ منہ کے ڈیزائن بنا کر اسکی نقل اتارنے لگی تھی۔۔۔

ہارپک وہ بھی ٹوئلٹ والا۔۔۔۔بیہ جل کر بولتے ہوئے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے میں مصروف ہو گئی۔

وہاج کمرے سے باہر نکلا تو گہری سانس خارج کر گیا تھا۔وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔کہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔

اندر بیٹھی لڑکی گزرتے دنوں میں اسکے حواس پر بری طرح چھائی رہی تھی۔ وہاج کی سگریٹ نوشی رکوانے کے لئے ضرار نے بیہ کو وہاج کے آفس میں شفٹ کر دیا تھا۔۔ کہ جب تک بزنس کا کام مکمل طور شفٹ نہیں ہو جاتا ہے بیہ وہاج کے آفس میں ہی رہے گی۔

ان دو مہینوں میں نے بیہ نے اچھا خاصا اسکی ناک میں دم کر کے رکھا تھا۔ اگر وہاج چھپ چھپا کر سگریٹ پینے کی کوشش کرتا بھی تھا تو وہ کسی جن کی طرح ادھر پہنچ کر اسکی تصویر بنا کر سلطان کو سینڈ کر دیتی تھی۔ اور پھر سلطان اور ضرار کی لعنت و ملامت ہوتی تھی اور وہاج کی معصوم شکل۔۔۔

وہاج تو اکثر اس بات پر حیران ہو کر رہ جاتا تھا کہ اس چھپکلی کو یہ کیسے پتہ چلتا تھا کہ وہ واش روم میں چھپ کر سگریٹ پی کر آتا ہے۔۔ خیر ان دو مہینوں میں اسکے جذبات نے اسے خاصا پریشان کیا تھا۔ لیکن آج جب وہاج نے

اسے زخمی حالت میں روڈ پر دیکھا جو اسکا دل مٹھی میں جکڑ گیا تھا۔

یہ حقیقت تھی کہ اس دل میں اب علیزے خان کا عکس بھی نہیں رہا تھا۔ بلیک مینشن میں قدم رکھتے ہی وہاج نے اپنے دل و دماغ سے علیزے کا عکس نوچ ڈالا تھا۔ کیونکہ اگر وہ اپنے دل میں علیزے خان کی محبت رکھ کر اس گھر میں داخل ہوتا تو یہ ان مخلص لوگوں کے ساتھ دھوکا ہونا تھا۔ وہاج کو یہ ہی گمان تھا کہ اسکی علیزے خان کے لئے محبت سے کوئی واقف نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ سچ تھا۔۔۔اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔۔۔

گہری سوچوں میں وہاج کسی نتیجے پر پہنچ کر سرد سانس خارج کر گیا تھا۔اس پہلے کہ وہ اندر جا کر بیہ کو دیکھ پاتا کہ اسے مینشن میں سنان اور ضرار داخل ہوتے دیکھائی دیے تھے۔۔۔

پاشاادھر اوپر آجاؤ۔۔۔ضرار کو آواز لگاتے ہوئے وہاج انہیں اوپر آنے کا اشارہ کر کے مڑ کے کمرے میں چلا گیا۔۔

وہاج اندر آیا تو بیہ اسکی کھلی سی وائٹ ٹی شرٹ میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔

وائٹ ٹی شرٹ کے ہاف سلیوز سے اسکے دودھیا بازو نظر آنے پر وہاج دانت پیس کر کمبل کھول کر اس پر اوڑھا گیا۔۔
خود پر کوئی چیز محسوس کرتے بیہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے ہی ڈارک بلو آنکھیں اسے گھور رہیں تھیں۔۔۔

جبکہ کمرے میں داخل ہوتے سنان مصطفیٰ اور ضرار پاشا کو دیکھ کر بیہ کو اچانک گھبراہٹ ہوئی تھی۔۔۔نجانے وہ اسے یہاں پر دیکھ کر کیا سوچیں

گئے۔۔۔

کیاہوااسے۔۔۔سنان نے بیڈ پر بیہ کو بیٹھے دیکھ کر فکر مندی سے پوچھا۔۔تو وہاج انکو صوفے پر بیٹھنے کااشارہ کر گیا۔۔۔

آپکی بہادر سپاہی اکیلے سڑک پر گنڈوں سے لڑ رہیں تھیں۔۔۔وہاج نے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے انکو جواب دیاتو وہ دونوں الجھ گئے۔۔۔

اس بات کا کیا مطلب ہے کیپٹن بیہ۔۔۔ضرار نے سرد تاثرات سے اسکی طرف دیکھاتو بیہ ڈر کے مارے روہانسی ہو گئی۔۔۔

ایک منٹ، میں نے تمہیں جو کل انفارمیشن اکھٹی کرنے کے لیے فائل دی تھی تم وہ کام کرنے کے لیے گئی تھی۔۔۔سنان کو اچانک یاد آیا تھا۔۔۔کہ

کل ہی اس نے بیہ کو انفارمیشن اکھٹی کرنے کے لیے ایک کام دیا تھا۔۔۔

سنی کے پوچھنے پر بیہ نے سر ہلاتے ہوئے اقرار کیا تو پاشا کو سچ میں اس بے وقوف لڑکی پر غصہ ایا تھا۔۔۔وہاج نے بغور اسکی طرف دیکھا جو ڈر کے مارے نظریں جھکائے اب بیٹھی تھی۔اسکے ساتھ چلتی ہوئی پٹر پٹر زبان اس وقت کوما میں چلی گئی تھی۔۔

رئیلی کیپٹن بیہ۔۔۔؟ایسی کونسی ایمرجنسی تھی جو آپ اس وقت وہ کام کرنے نکل پڑیں تھیں۔۔۔کیا پہلی بار آپ ہمارے ساتھ کام کر رہیں ہیں جو اپکو اندازہ نہیں ہے کہ ہم نے کبھی آپکی اور کیپٹن میرال کی سیفٹی پر سمجھوتا نہیں کیا ہے۔۔۔ضرار نے گرجتے ہوئے اسے سنایا تو اتنی ڈانٹ کھانے پر بیہ کی لائٹ گرین آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔۔

بیہ کے تاثرات دیکھتے ہوئے سنان نے ضرار کو بس کرنے کا اشارہ کیا لیکن ضرار کو سچ میں اسکی بے وقوفی پر بہت غصہ آرہا تھا۔۔بیہ اور میرال ہمیشہ سلطان اور ضرار کی ڈانٹ سے ڈرتی تھیں۔۔ان کے برعکس سنی اور عیس انکی کسی غلطی پر ڈانٹنے کی بجائے پیار سے سمجھا لیتے تھے یا پھر زہنی ٹارچر کر لیتے تھے۔۔۔

سوری سر۔۔۔سوں سوں کرتے بیہ نے اسے سوری کہا تو وہاج ہاتھ کی مدد سے اپنی مسکراہٹ چھپا گیا۔۔۔وہ اسے ڈانٹ سے بچا لیتا لیکن اسکی بے وقوفی سچ میں نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔۔۔

گولی کہاں لگی ہے۔۔۔سنان نے نرمی سے اس بار جاننا چاہا تھا۔۔۔

تانگ پر۔۔۔روتے ہوئے وہ ٹانگ کو تانگ بولی تو سنی اور وہاج اپنی

مسکراہٹ ضبط کر گئے۔۔۔ضرار افسوس سے اس پاگل لڑکی کو دیکھ گیا تھا

۔۔

وجی اسے اٹھا کر نیچے لاؤ جلدی، ہاسپٹل چلنا ہے۔۔۔ضرار سنجیدگی سے کہتے اٹھ کر باہر نکلا تو سنی معنی خیزی سے وہاج کو آنکھ ونک کرتے اسکی طرف شرارتی مسکراہٹ اچھال کر ضرار کے پیچھے بڑھ گیا۔۔۔جبکہ وہاج بھی مسکراتے ہوئے بیڈ کی طرف آیا تھا۔۔۔

کمبل ہٹا کر وہاج نے بیہ کو گود میں اٹھانا چاہا تو وہ غصے سے جھٹا کرا سے پیچھے کر گئی۔۔۔بیہ کی سوں سوں پر لب کا کونا دباتے ہوئے وہاج نے آگے بڑھ کر اسے زبردستی گود میں اٹھایا تھا۔۔

مجھے ڈانٹ پڑوا کے اپکو میرے ساتھ ہمدردی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں

ہے۔۔۔وہاج کو دیکھ کر وہ غرائی تھی۔۔جبکہ وہاج تو اسکی کیوٹ سی سرخ ناک کو دیکھنے لگا تھا جو اسکے زرا سا رونے پر ہی سرخ ٹماٹر بن چکی تھی۔۔

تو تم ڈانٹ کھانے والے کام کیوں کرتی ہوں۔۔۔بیہ کے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر چلتے ہوئے اس نے بھاری آواز میں جواب دیا تھا۔۔جو ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرنے میں لگی تھی۔۔۔

مجھے ڈانٹ پڑوا کر اپکے دل میں تو ٹھنڈ پڑ گئی نا، میں کام ہی کر رہی تھی نا لیکن پھر بھی اتنا ڈانٹ دیا۔۔۔خان سراب اس سے بھی زیادہ ڈانٹیں گئے

۔۔۔

وہاج کے جواب پر پہلے وہ چبا کر تو آخر میں سلطان کی ڈانٹ کے خوف سے پھر روئی تو وہاج کا دل بے اختیار اس پر بے ایمان ہونے لگا تھا۔۔۔منہ کے کیوٹ ڈیزائن بناتے وہ رو رہی تھی۔۔وہ سچ میں ایک مضبوط اعصاب کی مالک تھی جو گولی اور ڈانٹ کھانے کے بعد صرف زرا سا روئی تھی۔اسکی

جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک وہ بے ہوش ہو چکی ہوتی۔۔۔

ڈونٹ وری میں خان کو کہوں گا کہ تمہیں نہیں ڈانٹیں۔۔۔اسکے نقوش کو دل میں بساتے ہوئے وہاج نے گھمبیر لہجے میں اسے تسلی دینا چاہی تو بیہ منہ بگاڑ گئی تھی۔یہ صاف اشارہ تھا کہ اسے مقابل کی کسی تسلی پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔۔۔

گیراج میں پہنچ کر وہاج نے بیہ کو گاڑی میں بٹھانا چاہا تو ضرار اسکی سائیڈ کا دروازہ کھول گیا تھا۔۔۔وہاج اسے سیٹ پر بٹھا کر ابھی مڑا ہی تھا کہ سنی معنی خیزی سے گنگناتے ہوئے اسے چھیڑنے لگا تھا۔۔

تم پاس آئے، یوں مسکرائے۔۔۔کچھ کچھ ہوتا ہے۔۔۔۔۔

سنی کی چھیڑ خانی پر وہاج مصنوعی غصے اسے مکہ مارتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔۔۔

یار وجی ہمارے گھر میں یہ اجنبی لوگ کون آئے ہیں۔۔۔

کھانے کی ٹیبل پر سنی نے انجان بننے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا تھا۔ جبکہ سامنے بیٹھے عیس علی ہمدانی کی ہیزل براؤن آنکھیں اس وقت تپش سے بھری پڑی تھیں۔۔۔

یار ہمارے گھر کے بڑے بزرگ بہت نرم دل کے مالک ہیں اس لئے بس فقیروں کو بھی ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلا لیتے ہیں۔۔۔وہاج نے سنی سے چار ہاتھ آگے جانے والا کام کیا تھا۔۔وہ اجنبی کی بجائے عیس علی ہمدانی کو فقیر بنا چکا تھا۔۔۔

تم لوگوں کی بکواس مجھے اب سنائی دی تو یاد رکھنا اس چھڑی کانٹے سے تم

لوگوں کی بوٹی بوٹی کر دوں گا۔۔۔وہاج اور سنی کی باتوں پر عیس آگ بگولہ ہوتے تیش سے بولا تو سب دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے۔ جبکہ چہرے کے تاثرات سیریس ہی رکھے تھے۔۔۔

صبح ہوئی کاروائی پر عیس جب اٹھا تھا تو مشعل کمرے میں موجود نہیں تھی۔۔۔ مشعل کے نیچے ہونے کا سوچ کر وہ اٹھ کر شاور لینے چلا گیا تھا۔۔۔

شاور تلے عیس نے جب اپنے بالوں میں شیمپو لگانا چاہا تو اسے کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔اسی لئے وہ جلدی سے مر کے آگے ہو کر اپنے بالوں کو دیکھنے لگا لیکن رخ موڑتے ہی جب عیس کو اپنی پونی غائب ملی تو عیس کے اوسان خطا ہو گئے۔ عیس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پانچ منٹ تک ہر طرح سے رخ موڑ موڑ کر اپنی چھوٹی سی ہونی ڈھونڈنا چاہی تھی لیکن پونی آج سلامت ہوتی تو اسے ملتی نا۔۔۔

جلدی سے شاور لے کر وہ بار بار اس بات کو جھٹلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسکی پونی کہیں بھی نہیں گئی بس یہ کہیں چھپی ہو گی۔۔۔ تیزی سے چینج کر کے عیس بیڈ کی طرف آیا تو اسے بیڈ پر کچھ گرے ہوئے بال نظر آئے تھے۔۔

بیڈ پر بالوں کو پڑے دیکھ کر جہاں عیس ٹھٹک گیا تھا وہیں اسکو مشعل کا کمرے سے غائب ہونا بھی سمجھ آیا تھا۔ ورنہ وہ تو اسے جگائے بنا کبھی کمرے سے اکیلی باہر نہیں جاتی تھی۔۔۔ یہ وہ ہی پل تھا جب بلیک مینشن عیس علی ہمدانی کی دھاڑ سے گونج اٹھا تھا۔۔۔

جبکہ مشعل چہرے پر معصوم تاثرات لیے سلطان کے کمرے میں علیزے کے اندر چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مشعل کو زور زور سے پکارتے ہوئے عیس تیزی سے سیڑھیاں اتر کر لاونج

میں آیا تو سب اسکے انداز پر حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔۔۔ لیکن جیسے ہی انکی نظر عیس کے بالوں پر پڑی ویسے ہی سب کی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔۔ سب کی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے عیس چیختے ہوئے سب سے مشعل کا پوچھنے لگا لیکن سب ہی منہ پر ہاتھ رکھ گئے تھے۔۔۔

میں اس پدی چڑیل کا کچومر بنادوں گا اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی ہے میرے ساتھ یہ سب کرنے کی۔۔۔ عیس غصے کی شدت سے جہاں چیخا تھا وہیں حسن صاحب کے دل، کلیجے میں مری جیسی ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔ آخر کو انکی بہو نے آج انکا برسوں پرانا خواب جو پورا کر دیا تھا۔۔۔

عیس کے چلانے پر جہاں سب ایک ایک کر اکھٹے ہوئے وہیں اسکا غصے سے برا حال دیکھتے ہوئے سلطان نے سب کو اشارے سے منع کر دیا تھا کہ فلحال اسے نا چھیڑا جائے کیونکہ ابھی وہ زخمی شیر بنا اپنا شکار ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔

وہاج اور سنی جو شغل لگانے کی نیت سے چمکتی آنکھوں سے آئے تھے۔ سامنے ہی اسے عیس کا آگ بگولہ روپ دیکھ کر ہونٹوں کو گول کر گئے تھے۔

عیس کی نا صرف پونی کٹ ہوئی تھی جبکہ گردن سے زرا اوپر بالوں میں جگہ جگہ کٹ بھی لگے ہوئے تھے۔جو شاید مشعل سے اسکی لمبی لٹ ڈھونڈنے میں انجانے سے لگ گئے تھے۔۔

سب کو میسنے بنتے دیکھ کر عیس کا مزید برا حال ہونے لگا تھا۔۔۔ لیکن سلطان نے سیریس رہتے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ اسکے معصوم بچے نے اس جن کے ساتھ یہ جان بوجھ کر نہیں کیا ہے بلکہ غلطی سے اس سے ایسا ہو گیا ہے۔۔۔

سلطان کی وضاحت پر عیس کو مزید غصہ چڑھا تھا کہ اسکے معصوم بچے کو اسکے بالوں کے ساتھ پنگا لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔۔۔ مشعل تو ڈر سے کانپتے ہوئے سلطان کے روم میں ہی رکی ہوئی تھی۔اس نے باہر نکلنے کا رسک نہیں لیا تھا۔۔۔

ایک گھنٹے تک چیخ و پکار کرنے کے بعد بھی جب مشعل اسکے سامنے نہیں آئی تو عیس غصے سے مینشن سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔اسکے جاتے ہی سب کے قہقہے لاونج میں گونجے تو ایرہ مشعل کو باہر نکال لائی۔۔۔عیس کے جانے کا سن کر مشعل کی سانس میں سانس آئی تھی۔۔

جبکہ حسن صاحب تو خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے اپنی بہو کا صدقہ اتارنے لگے تھے۔ جس نے آج اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے کر انکا سر فخر سے بلند کر دیا تھا۔ کیونکہ انہیں عیس کے لمبے بال سخت ناپسند تھے۔۔

عیس صبح کا نکلا اب کھانے کے وقت لوٹا تھا۔جب وہ تینوں بیہ کو لے کر

مینشن میں داخل ہوئے تھے۔بیہ کے ٹریٹمنٹ کے بعد ضرار اسے مینشن ہی لے آیا تھا۔ جبکہ بیہ کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اپنے پاشا سر سے ریکوئسٹ کر پاتی کہ وہ اسے فلیٹ پر چھوڑ دیں۔۔۔کیونکہ ضرار سے پہلے ہی وہ ڈانٹ کھا چکی تھی۔۔بیہ کو کمرے میں ریسٹ کرنے کا کہہ کر اسکا کھانا کمرے میں ہی بھجوا دیا گیا تھا۔تاکہ وہ ایزی ہو کر کھانا کھا سکے۔۔

آج سب لیٹ ہی کھانا کھا رہے تھے اور اب عیس کی مکمل طور پر بدلی لک کو دیکھ کر سنی اسے چھیڑتے سے باز میں آیا تھا۔

عیس کے بال اب پر اپر ایک ہیر کٹ میں آ چکے تھے۔جبکہ بالوں کے جانے کے غم میں عیس اپنی شیو کی بھی ٹرمنگ کروا چکا تھا۔۔جس کی وجہ سے وہ مکمل طور پر بدلا بدلا اور بہت کول لگ رہا تھا۔۔

مشعل جو کہ ضرار اور سلطان کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی، وہ کن اکھیوں سے عیس کو بار بار دیکھ رہی تھی۔۔۔عیس کے وجیہہ چہرے کو دیکھ دیکھ کر اسکا ننھا سا دل دھڑکتے جا رہا تھا۔

مصطفیٰ تم نے کس بکرے کا صدقہ دیا تھا یار، دیکھو آج سچ میں ہمارے گھر سے ایک کالی لمبے بالوں والی بلا کا سایہ اتر گیا ہے۔۔۔ حسن صاحب کے لہجے سے خوشی واضح طور پر پھوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔اپنے باپ کو تیلی لگاتے دیکھ کر عیس ضبط سے ہاتھ کی مٹھی بنا کر چہرے پر رکھ گیا۔۔

ویسے ساری باتیں ایک طرف، پر میں تمہاری پونی کو بہت مس کرنے والا ہوں، یار اسے کھینچنے میں اتنا مزا آتا تھا۔۔۔۔ وہاج یاد کرنے والے انداز بولتے ہوئے آخر میں ہنستے ہوئے سنی کے ہاتھ پر ہاتھ مار گیا۔۔۔

نیلی بتی سوچ سمجھ کر میرے ساتھ پنگا لو۔۔۔ عیس کے لہجے میں واضح وارننگ تھی جسے وہاج بنا اثر لیے کباب کے ساتھ کھا گیا تھا۔۔ سلطان اور ضرار خاموشی سے ہنستے ہوئے عیس کا ضبط سے سرخ چہرہ دیکھ رہے

تھے۔۔۔

عیس بھیا ویسے اپکا میری دوست پر اتنا غصہ کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا ہے۔
کیونکہ اپکے اس بے وفا دوست نے میرے بال کٹوائے تھے بدلے میں
میری دوست نے اپکے بال کاٹ دیے تو حساب برابر ہوانا۔۔۔

ایرہ نے عیس کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے بال یاد دلاتے ہوئے حساب چکتا
کرنا چاہا تو عیس آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس انوکھے حساب کو دیکھ گیا
۔۔ جبکہ سنی نے بھی تاسف سے اپنی بیوی کی بھینس کی دم دیکھی تھی۔
جس کو یہ بات بھول ہی نہیں رہ رہی تھی۔۔۔

آڑی بھابی اپکے سنہری بالوں کا میرے حسین بالوں سے کوئی مقابلہ نہیں
بنتا ہے اسی لئے حساب بھی نہیں چکتا ہو سکتا، بلکہ یہ پدی چڑیل جو آج

سکیورٹی میں محفوظ ہو کر بیٹھی ہوئی ہے نا اس کو بس میرے ہاتھ لگنے دیں۔۔اسکا کچومر نا بنایا تو میرا نام بھی عیس علی نہیں ہے۔۔۔

عیس نے ایرہ کا حساب ہوا میں اڑاتے ہوئے مشعل پر خونخوار نظر ڈالی تو وہ اچانک ڈر کے مارے اپنی جگہ سے اچھل گئی تھی۔۔۔

دھیان سے بچے۔۔۔ مشعل کو ڈر کے مارے ہڑ بڑاتے دیکھ کر ضرار نے فکر مندی سے اسے دیکھا تھا جو ایک دم سے سہم سی گئی تھی۔۔۔

علی آئی سوئیرا گر اب تم نے گڑیا پر ایک بھی سخت نظر ڈالی تو تم جن بالوں کے جانے کا غم منا رہے ہو، میں تمہارے باقی بچے بال بھی سلامت نہیں رہنے دوں گا۔۔۔ مشعل کو ڈرتے دیکھ کر ضرار نے سخت لہجے میں عیس کو وارن کیا تھا۔ایک تو وہ پہلے ہی بیہ کی بے وقوفی پر تپا بیٹھا تھا۔اور اب رہی

کسر سامنے بیٹھا نمونا پوری کرنے پر تل گیا تھا۔۔

تم سب مجھے ہی کیوں سنائے جا رہے ہو، ایک تو نقصان میرا ہوا ہے۔اور اوپر سے دھمکیاں بھی میں سنو۔۔اس میسنی سے بھی زرا پوچھو، کہ کیا اس نے اتنا بڑا نقصان کر کے مجھ سے ابھی تک معافی مانگی ہے یا نہیں۔۔۔ضرار کی دھمکی پر عیس کھانا چھوڑتے ہوئے جلے کٹے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔۔جبکہ عیس کا رونا سن کر ایرہ ایک دم سے کھکھلا پڑی تھی۔۔۔اسکی کھلکھلاہٹ پر سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تو وہ اپنی ہنسی روکتی ہوئی بولی۔۔۔

ڈیڈا پکو یاد ہے دو مہینے پہلے، میں بھی اسی طرح رو رہی تھی۔۔۔اور تب عیس بھیا مجھے یہ تسلیاں دے رہے تھے کہ میں بہت خوبصورت لگ رہی ہوں پر آج اپنے بال کٹوانے کے بعد ابھی انکو اپنی خوبصورتی پر یقین کیوں

نہیں آرہا ہے۔۔ کہ یہ بھی خوبصورت لگ رہے ہونگے۔۔۔ائرہ اپنی ہنسی روک کر مصطفیٰ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے عیس کی خوبصورتی کو مشکوک بناتے ہوئے بولی توسب قہقہہ لگا گئے تھے۔۔ جبکہ عیس نے برا بنا لیا۔۔

بھیا میں انکو صبح سے سوری کے اتنے میسیجز کر چکی ہوں پر انہوں نے مجھے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔۔۔ مشعل بھرائے لہجے میں صفائی دیتے بولی تھی۔۔۔

ہاں جیسے بہت دل سے سوری کہہ رہی تھی نا تم۔۔ مشعل کی بات سن کر عیس ہونہہ کرتا کہنے لگا تھا۔۔۔

سالے، نہیں تیرا کیا مطلب ہے کہ وہ دل سے سوری نہیں کہہ رہی ہے،

کیااب تجھ جیسی لیچ کے لئے وہ ایکس رے کروا کے لائے اور کہے دیکھیں عیس یہاں دل پر سوری لکھا ہوا ہے۔۔ میں دل سے ہی سوری کہہ رہی ہوں۔۔ عیس کی بڑبڑاہٹ پر سلطان نے جلے کٹے انداز میں اسے لتاڑتے ہوئے بولا تھا۔ سلطان کی ایکس رے والی بات پر سنی اور وہاج کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔

سلطان کے غصے کو دیکھتے ہوئے عیس اس بار چپ ہی رہا تھا ورنہ کوئی بعید نہیں تھا کہ خان صاحب اسے اٹھوا کر باہر پھینک دیتے۔۔۔۔

کیا ہوا اپکو۔۔۔۔ علیزے نے پریشان ہوتے نرم لہجے میں پوچھا تو بیہ اسکی میٹھی آواز سن کر مسکرا دی تھی۔۔ کھانے کے بعد وہ سب بیہ کو دیکھنے کے لیے اسکے کمرے میں آئی تھیں۔۔

میم آپ سے ایک ریکوسٹ کرنی ہے۔۔۔بیہ نے علیزے کی طرف دیکھتے ہوئے کہاتوسب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں تھیں۔۔۔

میں سچی صرف کام کرنے گئی تھی لیکن اس وجہ سے مجھے پاشا سر مجھے بہت ڈانٹ چکے ہیں پر اب میں خان سر کی ڈانٹ نہیں سہہ سکتی ہوں۔۔۔خان سر تو پاشا سر سے بھی زیادہ براڈانٹتے ہیں یار۔۔بیہ علیزے کے ہاتھ پکڑتے ہوئے روہانسے ہوتے بولنے لگی تھی۔۔۔

میرے سائیں سے ڈانٹ کھانے کے بعد اب تم یہ چاہ رہی ہو کہ لیزو تمہیں بھیا کی ڈانٹ سے بچائے۔۔۔ہے نا۔۔۔۔بیہ کی ریکوسٹ کا مطلب سمجھتے ہوئے منیزے جواب میں بولی تو بیہ ہولے سے ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔بیہ کو اپنے خان سے اتنا ڈرتے دیکھ کر علیزے بے اختیار کھکھلانے لگی۔۔

میرے خان اتنے سوئیٹ سے ہیں، پتہ نہیں آپ سب کیوں ان سے اتنا ڈرتے ہیں۔۔۔بیہ کے اقرار پر علیزے نے ہنستے ہوئے اپنے خان کو سوئیٹ بولا تو بیہ نے بے اختیار دل میں استغفار پڑھا تھا۔۔اب وہ سامنے بیٹھی اسی حسن کی بھولی مورت کو کیا بتاتی کہ ان سب کے شوہر صرف انکے لئے ہی سوئیٹ ہیں ورنہ حقیقت وہ آدم خور تھے۔۔۔

دروازے کے اس پار کھڑے سلطان کے کانوں میں اپنی خانم کی ہنسی کی جھنکار گونجی تو وہ حیران ہوتے محبت سے مسکرا دیا۔۔۔وہ سب بھی اس وقت بیہ کو دیکھنے کے لیے ہی آئے تھے۔۔جہاں لڑکیاں پہلے سے ہی موجود تھیں۔۔۔ضرار، سلطان اور عیس کو بیہ کی آج کی بے وقوفی کے بارے میں بتا چکا تھا۔۔۔ساری بات جان کر ان سب کو غصہ آیا تھا۔۔

وہ ایک ساتھ روم میں داخل ہوئے تو بیہ سلطان کو دیکھ کر علیزے کے پیچھے چھپی تھی۔۔۔لڑکیوں نے مڑ کر ان سب کو دیکھا تھا۔۔۔

کیپٹن بیہ اب طبیعت کیسی ہے۔۔۔۔سلطان نے بھاری آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تو بیہ ڈرتے ہوئے مسکرانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔۔جبکہ وہاج اسکو اتنا ڈرتے دیکھ کر حیرت زدہ تھا۔۔۔

ٹھی۔۔اب کافی بہتر ہوں سر۔۔۔بیہ نے مسکرا کر اٹکتے ہوئے اسے جواب دیا تو وہ سر ہلا گیا تھا۔۔۔

آپ اس وقت وہاں پر کیا کرنے گئیں تھیں۔۔۔سلطان نے حد درجہ سنجیدگی سے استفسار کیا تو بیہ کی رونی شکل دیکھنے والی ہو گئی۔۔۔

خان۔۔۔بیہ کو نہیں ڈانٹیں نا۔۔۔پہلے ہی انکی طبیعت خراب ہے۔پلیز

۔۔۔۔بیہ کی آنکھوں میں التجا دیکھ کر علیزے نے مڑتے ہوئے سلطان احمد خان سے اسکی سفارش کی تو سلطان مبہوت ہو کر اپنی خانم کو دیکھ گیا تھا۔۔جو سفید ڈریس میں نور بنی میٹھے لہجے میں اس سے سفارش کر رہی تھی۔۔۔

علیزے کی سفارش پر سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی کیونکہ وہ سب ہی جانتے تھے کہ مجال ہوا گر علیزے خان کی سفارش کے بعد اب سلطان احمد خان کی زبان سے کوئی سخت لفظ نکل ائے۔۔۔اور یہ ہی ہوا تھا۔۔۔

کیپٹن بیہ اپنا خیال رکھیں اور آئندہ اس قسم کی لاپرواہی پر معافی کی امید نا رکھیے گا۔۔۔سلطان سنجیدہ انداز میں بولتے ہوئے اسے وارننگ دی تھی۔۔۔جس پر بیہ تشکر بھری سانس خارج کر گئی تھی۔۔۔

خانم روم میں چلیں آپکا سونے کا وقت ہو گیا ہے۔۔۔ سلطان نے آگے بڑھ کر علیزے کو اٹھالیا۔۔ پریگنسی کے پانچویں مہینے میں وہ پر وقت بڑی سی چادر اوڑھے رکھتی تھی۔ علیزے، بیہ کو مسکراتے دیکھ کر اٹھ کر سلطان کی طرف آئی تو سلطان اسے بازوؤں میں اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

سلطان کے جانے کے بعد باقی سب کی بیہ کو خیال رکھنے کا کہہ کر روم میں چلے گئے تھے جبکہ منیزے جو ابھی ضرار کے ساتھ آگے بڑھنے والی تھی کہ وہاج اسے آواز دیتے روک گیا۔۔۔

بھابھی روم میں جا کر اپنا کوئی ٹرڈیشنل ڈریس بھجوایئے گا۔۔۔ منیزے کے مڑ کے دیکھنے پر وہاج نے اسے ڈریس کا کہا تو ضرار ایبرواچکاتے ہوئے اسے دیکھ گیا تھا۔۔۔ بیہ ابھی تک اسی حلیے میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔ اسکی حالت کو دیکھ کر وہاج کو شدید تیش آرہا تھا۔۔ پتہ نہیں وہ لڑکی خود سے اتنی لاپروا کیوں رہتی تھی۔۔۔

ٹھیک ہے بھیا میں بجھواتی ہوں۔۔ منیزے شرارتی مسکراہٹ سے بول کر آگے بڑھی تو وہاج پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے ضرار کو آنکھ ونگ کر گیا تھا۔۔

عیس نے مشعل کو بازوؤں میں اٹھائے کمرے میں داخل ہو کر پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا تھا۔۔۔ مشعل کمرے میں پہنچتے تک اسکے گال اور ٹھوڑی کو چومتے ہوئے اپنی جان بخشی کروانے کی کوشش کرتی ہوئی آرہی تھی۔۔۔ جبکہ عیس نے بے نیازی دیکھاتے ہوئے اسے بیڈ پر لٹایا تو مشعل روتی صورت بنا کر پیچھے کو کھسک گئی۔ جس پر عیس نے اسے ٹانگ سے کھینچتے ہوئے پھر نیچے کھینچا تو وہ ڈر سے چیخ مار گئی۔۔۔

اہہ۔۔۔ علی، سچی میں جان بوجھ کر نہیں کاٹے تھے۔۔۔ دیکھیں نا آپ

میری وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ ہینڈسم لگنے لگے ہیں۔۔۔عیس کی گھوریوں پر مشعل نے جلدی سے صفائی دیتے ہوئے ساتھ اسے مکھن لگایا تو عیس ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھ گیا۔۔

عیس نے خاموشی سے اسکی شرٹ کی ذپ کھولتے ہوئے اسکی شرٹ علیحدہ کی تو مشعل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہوئی تھیں۔۔کیونکہ مقابل کی خاموشی اسے بہت ڈرا رہی تھی۔۔۔

ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کرتے ہوئے عیس نے اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو قید کیا تو مشعل کے پورے وجود میں بجلی سی ڈور گئی۔۔۔

جبکہ عیس شدت سے اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دباتے ہوئے ہاتھ پیچھے لے جا کر اسے آخری پردے سے بھی

آزاد کر گیا تھا۔عیس اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے اپنی ٹی شرٹ اتارنے کے لئے پیچھے ہٹا تو مشعل جلدی سے خود پر چادر لپیٹ کر بیڈ سے نیچے اتر کر بھاگی تھی۔۔۔

مشو واپس آجاؤ نہیں تو قسم سے تمہاری جان لے لوں گا۔۔اسے بیڈ سے نیچے اترتے دیکھ کر عیس نے زوردار آواز میں اسے دھمکی لگائی لیکن مشعل جو اسکے ارادوں پر پہلے ہی بہت ڈری ہوئی تھی ایک اور دھمکی سن کر اپنی جگہ سے اچھل کر نفی میں سر ہلا گئی۔۔

آپکا مجھ پر ظلم کرنے کا ارادہ ہے اس لئے میں واپس نہیں آؤں گی۔۔۔ بالکونی کی طرف جاتے ہوئے اسکی کانپتی آواز گونجی تو عیس دانت پیس کر بیڈ سے نیچے اتر کر بالکونی کی طرف آیا جہاں وہ دروازے کو لاک لگائے کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

میرے دل میں تمہارے ساتھ جو نرمی برتنے کا تھوڑا بہت احساس جاگ رہا تھا نا یہ حرکت سرانجام دے کر تم نے خود اس احساس کی ایسی کی تیسی کر دی ہے۔۔۔اب دیکھو یہ میجر عیس تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے۔۔۔ برہنہ سینے کے ساتھ بالوکنی کے دروازے کو لاک دیکھ کر وہ دانت پیستے ہوئے گویا تھا۔۔۔

گھوم کر اس نے دراز سے چابی نکال کر جلدی سے بالکونی کا دروازہ کھولا تو مشعل اسکو دیکھ کر چینخیں مارنے لگی جس پر عیس نے ایک جست میں اس تک پہنچتے ہوئے اسکی چینخوں کا گلہ گھونٹا تھا۔۔۔

پاگل ہو گئی کیا، کیوں اس طرح چلا کر قبر سے مردے اٹھانے کی کوشش کر رہی ہو۔۔۔ مشعل کے زور سے چلانے پر وہ ناگواری سے بولا تو مشعل

ایکدم سے رونا شروع ہو گئی۔۔ مشعل کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ کیسے اس جن کے قہر سے بچے۔۔۔اسے جو جو سمجھ آرہا تھا وہ سب وہ ٹرائے کیے جارہی تھی۔۔بھاگ کر، چلا کر، اب رونے کی باری تھی۔۔۔

کہہ تو رہی ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر نہیں کاٹے تھے آپ مجھے سن کیوں نہیں رہے۔۔۔

چادر کو مضبوطی سے پکڑے وہ روتے ہوئے چینخی تو عیس سرد سانس خارج کر گیا۔۔۔رونا دھونا مچا کر وہ بس سچے ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ حالانکہ عیس اسے جان بوجھ کر بس ڈرا تھا ورنہ وہ صبح سے جتنے اسے میسیجز کر کے صفائیاں دیتے ہوئے مکھن لگانے کی کوشش کر چکی تھی۔ عیس کا غصہ تبھی اتر گیا تھا۔نیچے ٹیبل پر بھی وہ صرف بھاؤ کھا رہا تھا تاکہ اسکے نمونے اسکی درگت بنانے کی کوشش نا کریں۔پر یہاں اسکی پاگل بیوی ڈرتے ہوئے ہلکان ہو گئی تھی۔۔۔

اسکے روتے مچلتے وجود کو دیکھ کر عیس نے ایک جھٹکے میں اسکی چادر کھینچ کر اتارتے ہوئے اسکی ایک ٹانگ کو اٹھاتے ہوئے اسکی روح میں اچانک سرائیت کی تو مشعل کا پورا وجود ساکن ہوتا چلا گیا۔۔۔ساکن وجود کے ساتھ لبوں سے خود بخود آہ نکلی تھی۔۔۔

یہ سارا ڈرامہ تم اس لئے کر رہی ہوں نا تاکہ میرے غضب سے بچ سکو۔۔۔عیس نے جھکتے ہوئے اسکی کان کی لوح کو دانتوں میں زور سے دبایا تو وہ سسکی بڑھتی ہوش میں واپس لوٹی۔۔۔

علی۔۔۔عیس کے پر شدت آگ سے لمس پر مشعل کا ذہن جکڑا گیا تو وہ آنکھیں زور سے میچتے ہوئے اسے پکار گئی۔۔۔۔

تم آج جتنی مرضی آہیں لو پر میں تمہارے اس نازک وجود کو نہیں چھوڑنے والا۔۔۔ مشعل کی دھڑکنوں پر کاٹتے ہوئے عیس نے خطرناک لہجے میں کہا تو مشعل کانپتے ہوئے گرنے والی ہو گئی تھی۔۔۔

مشعل کے نازک وجود کو اٹھا کر واپس کمرے میں لاتے ہوئے وہ شدت سے پھر اسکی روح میں اترا تو مشعل تڑپ سی گئی۔۔۔ جبکہ وہ شدت سے اسکی گردن کو چومتے ہوئے اپنے عمل کو شروع کر گیا تھا۔ جس پر مشعل ضبط سے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

علی۔۔۔ پلیز۔۔۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔۔۔ عیس کی شدتوں پر مشعل نے التجائیہ انداز میں اسے پکارا تھا۔۔۔
مشعل کی پیش نظر حالت کو دیکھتے ہوئے عیس ایک دم سے رکتے ہوئے اسکے پورے چہرے کو نرمی سے چومنے لگا تھا۔۔۔ اتنی سی دیر میں اسکا

نازک سا وجود لرزنے لگا تھا۔۔۔اس نے جھکتے ہوئے اسکے پیٹ ہر ہونٹ رکھے تو ایک دم سے اسے اندر سے کک ملی جس پر وہ صدمے سے اپنی بیوی کو دیکھے گیا۔۔۔ جبکہ مشعل کو خود پہلی بار یہ موومینٹ محسوس ہوئی تو وہ جلدی سے اٹھتے ہوئے پیٹ ہر ہاتھ رکھ گئی تھی۔۔۔ جہاں اب ایک بار پھر کک ماری گئی تھی۔۔۔

علی دیکھیں نا یہ کک مار رہے ہیں۔۔۔ مشعل نے خوش ہوتے چمکتی آنکھوں سے عیس کو بتانا چاہا تو وہ اسے گھور گیا۔۔۔

مار رہے ہیں سے کیا مطلب ہے تمہارا مشو۔۔۔ میں بتا رہا ہوں اگر یہ تمہارے بد تمیز بیٹے ہوئے تو انہیں الٹا ٹانگ دوں گا۔۔۔ سالے ابھی دنیا میں پورے اگے نہیں ہیں اور باپ کو کک مارنے بھی لگے ہیں۔۔۔ عیس کڑھ کر بولا تو مشعل سر پیچھے گراتے ہوئے ہنستی چلی گئی۔۔۔

میرے بیٹے ہی آپ سے بدلہ لیں گئے یہ جتنا آپ مجھ کر ظلم کرتے ہیں نا۔۔۔ مشعل نے ہنستے ہوئے ناک چڑھائی تو اسے عیس دیکھنے لگا۔۔۔لائک سریسلی۔۔۔۔

میں نے تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے ان چوزوں کو بھی کچومر بنادینا ہے۔۔۔ بڑے آئے عیس علی ہمدانی سے الجھنے والے۔۔۔ویسے بھی یہ میری ننھی پریاں ہونگی انشاءاللہ۔۔۔عیس نے اسے اٹھا کر گود میں بٹھاتے ہوئے پیار سے اسے پیٹ کو دیکھا تو مشعل نے ناک سکوڑلی۔۔۔

اگر یہ آپکی بیٹیاں ہوتیں تو ابھی اپکو کک ناپڑتی۔۔۔ مشعل نے مسکراہٹ روکتے ہوئے اسے چھیڑا تو عیس خونخوار تاثرات سے اسکی ہنسی کو اپنے لبوں سے چن گیا تھا۔۔۔

اسکی ڈھرکنوں کو ہاتھ میں مسلتے ہوئے عیس نے اس بار نرمی سے اسکی

روح میں سرائیت کی تو مشعل مدہوش ہوتے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی تھی۔۔۔ جبکہ مشعل نے تیز ہوتی سانسوں میں عیس کو کندھوں سے تھاما تو عیس اسکو تھائیز سے قریب کرتے ہوئے نرمی سے اس پر اپنی شدتیں نچھاور کرنے لگا تھا۔۔ کمرے کی فضا میں مشعل کی خشک سانسوں کے رقص کو عیس اپنے لبوں میں دباتا چلا گیا تھا۔۔۔

(ایک ہفتے بعد)

وجی، آج اتنے خاموش کیوں ہو؟" بی جان نے وہاج کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا۔ رات کا کھانا کھا کر وہاج بی جان کے کمرے میں آ گیا تھا۔ ان دنوں آغا جان میر پور واپس گئے ہوئے تھے، اسی لئے وہاج سکون سے ان کے کمرے میں ٹکا ہوا تھا۔ ورنہ آغا جان کی سخت

نگاہیں اسے بھاگنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

وہاج کافی دیر سے بی جان کی گود میں سر رکھے آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا۔ بی جان نے پچھلے ایک ہفتے سے محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی چپ چپ ہے۔اسی لئے آج پوچھ بیٹھیں۔

ڈارلنگ، میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"بی جان کے سوال پر وہاج نے ایک " سرد سانس خارج کرتے ہوئے بھاری آواز میں کہا، جیسے اس کی آواز میں کوئی بوجھ چھپا ہو۔بی جان کو لگا شاید انھوں نے کچھ غلط سنا ہے۔

کیا واقعی ؟" وہاج کے الفاظ پر بی جان نے بے یقینی اور خوشی کے ملے جلے " جذبات سے پوچھا۔وہاج نے آنکھیں کھول کر بی جان کے چہرے کی خوشی کو دیکھنے لگا۔

تم مذاق تو نہیں کر رہے نا؟" بی جان نے دوبارہ یقین دہانی چاہی، تو وہاج"
ہولے سے مسکراتے ہوئے سیدھا بیٹھ گیا۔

نہیں ڈارلنگ، میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں واقعی شادی کے لیے تیار"
ہوں۔" بی جان کے ہاتھ چومتے ہوئے وہاج نے پختہ لہجے میں اپنی بات
دہرائی۔ بی جان نے خوشی سے اس کا ماتھا چوم لیا

شکر ہے تم نے بھی یہ الفاظ کہے، ورنہ مجھے تو لگا تھا کہ میں یہ خوشخبری"
سننے کی خوشی میں کہیں اگلے سفر پر روانہ نہ ہو جاؤں۔" بی جان نے خوشی
سے ہنستے ہوئے کہا تو وہاج انہیں ناراضگی سے دیکھنے لگا۔

یار، کیا کرتیں ہیں آپ، ایسی باتیں کون کرتا ہے؟" وہاج تڑپتے ہوئے"

بولا تو بی جان خوشی سے پھولے نہ سماتیں، اپنا موبائل اٹھا کر دوسروں کو یہ خوشخبری سنانے لگیں۔ وہاج حیرت سے بی جان کی خوشی دیکھتا رہا۔

ڈارلنگ، میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔" وہاج نے دھڑکتے دل کے ساتھ بی جان کا ہاتھ تھام لیا۔ بی جان، جو خوشی خوشی وائس میسج کر رہی تھیں، چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ وہاج نے نظریں جھکا لیں۔

وجی، سب ٹھیک ہے نا؟" بی جان نے موبائل ایک طرف رکھتے ہوئے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا۔ وہاج نے زخمی دل کے ساتھ گہری سانس لی، جیسے یکایک فضا میں آکسیجن کی کمی ہو گئی ہو۔

بی جان کی استفہامیہ نظروں کو دیکھتے ہوئے، وہاج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے

کہا، "کیا ایسا ہو سکتا ہے، بی جان، کہ میں آپ کے سامنے اپنا دل نکال کر رکھوں اور آپ اسے گندہ نہ کہیں؟" وہاج نظریں چراتے ہوئے بولا تو بی جان کو لگا جیسے کسی نے ان کے دل کو مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"وجی، میرے بچے، کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو؟ تم میرے دل کا حصہ بن گئے ہو، تو میں کیوں تمہیں ایسا کچھ کہوں گی؟" وہاج کی بات پر بی جان کا دل تڑپ اٹھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ آخر وہاج ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے۔

بی جان نے جب وہاج کے چہرے پر بے قراری کے تاثرات دیکھے تو وہاج زخمی سی مسکراہٹ لے آیا۔ کیا اس کی بات سننے کے بعد بھی بی جان اسی طرح اس کے لیے تڑپیں گی؟ بے اختیار اس کے دل میں کئی وسوسے اٹھنے لگے۔

آپ کو پتہ ہے، بی جان، یہاں آنے سے پہلے مجھے لگتا تھا کہ میں دنیا کا "
سب سے مضبوط انسان ہوں، جسے کسی دوسرے انسان کی ضرورت نہیں
ہے۔ جو اکیلا ہی اپنی دنیا چلا سکتا ہے۔ ماں باپ تو بچپن میں ہی گزر گئے
تھے، اس لئے ان کا پیار اور شفقت محسوس کرنے کی خواہش بھی دل سے
نکل گئی تھی۔ کیونکہ زندگی آسان نہیں تھی۔ ایک چھوٹے بھائی کی ذمہ
داری اور کچھ کر دکھانے کے جنون نے مجھے مشین بنا دیا تھا۔۔۔ لیکن اب
یہاں آکر احساس ہوتا ہے کہ میں بھی انسان ہوں۔ اس خوبصورت گھر میں
جب رشتوں کو دیکھتا ہوں، تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے پورے جہاں
میں نہیں بلکہ صرف یہاں زندگی رقص کرتی ہے۔

کیا میں خوش قسمت ہوں، بی جان، کہ مجھے آپ سب ملے؟ اور جان سے
پیارے وہ چار دوست، بھائی۔۔۔ آپ کو پتہ ہے، بی جان، مجھے شاید خود

کے بارے میں اتنا پتہ نہیں ہے، جتنا ان چاروں کو میرے بارے میں ہے۔ میرے تھوڑا سا دیر سے آنے پر سلطان کی آنکھوں کا گھورنا، میری لاپرواہی پر ضرار کا رعب جھاڑنا، عیس کا مجھے چڑا کر مزہ لینا، اور سنان کا شرارت میں آگ لگا کر بھاگ جانا۔۔۔

"بی جان، زندگی کچھ مخلص لوگوں کے ساتھ کتنی خوبصورت لگتی ہے نا... آپ کو پتہ ہے میرا دل کیا چاہتا ہے؟ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی جان ان چاروں دوستوں کے صدقے وار دوں۔ لیکن کبھی کبھی غصہ اور تکلیف بھی ہوتی ہے، کہ ان چاروں سے لڑوں اور کہوں کہ مجھے پہلے کیوں نہیں ملے؟ میری زندگی کے اتنے سال کیوں تاریکی کی نذر کر دیے؟ کیوں پہلے آ کر نہیں سنبھالا..."

"بی جان، انہیں چاہیے تھا نا کہ جب میں اکیلا تھا تب آ کر مجھے سنبھال لیتے،

میری دوا بن جاتے، بالکل ویسے ہی جیسے آج بن گئے ہیں۔" وہاج اپنی ڈارک بلو آنکھوں میں نمی لیے بی جان کا ہاتھ تھامے شکوہ کر رہا تھا، جبکہ بی جان کی اپنی آنکھیں بھی نم ہو چکی تھیں۔

"کیوں میرا دل دہلا رہے ہو، وجی؟ بتاؤ، کیا بات تمہیں پریشان کر رہی ہے؟" بی جان نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے پوچھا۔ وہاج نے نم آنکھوں کو ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے آہستہ آہستہ انہیں سب کچھ بتانا شروع کر دیا کہ کیسے وہ علیزے خان کی محبت میں گرفتار ہو کر عشق کی منزل تک پہنچا، اور کیسے اس نے الف سے لے کر ی تک ہر بات بی جان کے سامنے بیان کر دی۔

"کیا تمہارے دل میں اب بھی خانم کے لیے محبت ہے؟" وہاج کی پوری بات سننے کے بعد بی جان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نہیں، بی جان، میرے دل میں اب ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ محبت تو میں "
اس رات علیزے خان کے قدموں میں جھکتے ہوئے وہیں دفن کر آیا تھا،
کیونکہ میری محبت سے کہیں زیادہ ان کی عزت قیمتی تھی۔ اور پھر علیزے
خان تو صرف سلطان احمد خان کے لیے ہی بنی ہے نا۔" وہاج نے اپنی نمی
بھری نیلی آنکھیں اٹھا کر بی جان کو جواب دیا، اور بی جان کا دل بے اختیار
شکر کرنے لگا۔

جب میں اس گھر میں آیا تھا تو میں اپنے دل سے ہر وہ چیز ختم کر کے آیا تھا"
جو کسی بھی طرح میرے لیے یا اس گھر والوں کے لیے سوال بن سکتی تھی۔
اگر اپنے دل میں وہ جذبات رکھ کر آپ سب کا حصہ بنتا تو یہ دھوکہ ہوتا۔
اس لیے میرے دل میں علیزے خان کی عزت کے علاوہ کسی کے لیے کچھ
بھی نہیں ہے۔" وہاج نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے گہری سانس خارج

کی، تو بی جان نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"جب سب کچھ ختم کر چکے ہو تو پھر کیوں پریشان ہو؟" بی جان نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے شفقت سے کہا، تو وہاج ان کی محبت دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"آپ کو یہ سب جان کر مجھ سے نفرت نہیں ہو رہی؟" وہاج نے حیرانی سے بی جان کی طرف دیکھا، جو پہلے سے بھی زیادہ پیار سے اس سے پیش آ رہی تھیں۔

"بات شروع کرنے سے پہلے تم نے کہا تھا کہ اگر تم اپنا دل میرے سامنے نکال کر رکھو تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ میں اسے گندہ نہ کہوں؟ تو میری جان، میں تمہارے دل یا تمہیں کیسے گندہ کہہ سکتی ہوں؟ تم میرے دل کا حصہ

ہو،اور اگر میں تمہیں گندہ کہوں گی تو اس کا مطلب ہے کہ میں اپنے دل یا خود کو گندہ کہہ رہی ہوں۔" بی جان نے شائستگی سے کہا، تو وہاج جلدی سے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ گیا۔

"آپ اپنے بارے میں ایسے کیسے بول سکتی ہیں؟" وہاج نے برا مانتے ہوئے انہیں ٹوکا تو بی جان مسکرا دیں۔

"کیوں، برا لگ رہا ہے؟ تو جب تم خود کے بارے میں ایسے بول رہے تھے، تب کیوں نہیں سوچا کہ تمہاری بوڑھی ڈارلنگ کو بھی برا لگے گا؟ اور یہ جو تم ان چاروں سے شکوے کر رہے تھے، اگر انہوں نے یہ بات سن لی تو سوچو وہ تمہارے ساتھ کیسے پیش آئیں گے؟ میری جان، یہ زندگی اور دنیا ایسی ہے۔ یہاں کوئی بھی مکمل ہو کر نہیں آیا، اور نہ ہی زندگی اسے مکمل کر پاتی ہے، کیونکہ انسان کا کامل ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

ضروری یہ نہیں کہ ہم ماضی میں کیسے تھے، اہم یہ ہے کہ ہم حال میں کیسے ہیں۔ جو لوگ وقت پر خود کو بدلتے نہیں ہیں، وہی سب سے زیادہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ انسان کو عقل اور شعور دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی غلطیوں سے سیکھ کر خود کو بہتر بنا سکے، نہ کہ اپنی غلطیوں اور گناہوں پر ڈٹا رہے۔

تمہاری علیزے خان سے محبت بھی قسمت کا ایک فیصلہ تھا، جو تمہاری آئندہ زندگی کو تبدیل کرنے کا ذریعہ بننا تھا۔ اگر تم علیزے خان کی محبت میں گرفتار نہ ہوتے تو آج یہاں ہمارے ساتھ موجود بھی نہ ہوتے۔

قسمت نے علیزے خان کی محبت کو تمہارے لیے ایک جواز بنا کر بھیجا، اور اس کا مطلب تھا کہ تقدیر تمہیں آزما رہی تھی کہ کیا تم اس جواز سے خود کو بدلنے کی کوشش کرتے ہو یا ڈٹے رہتے ہو۔

اس رات جب تم علیزے خان کو بچانے آئے تھے، اگر اس رات تم اسے لے کر چلے جاتے یا سلطان احمد خان سے دور کرنے کی کوشش کرتے تو تم غلط ہوتے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا، بلکہ علیزے خان کی بے چین روح کو اس کے اصل مقام تک پہنچا کر تم نے بہترین فیصلہ کیا۔ اور وہ فیصلہ یہاں آنے کا تھا۔

پتہ کیا ہوتا ہے؟ کبھی کبھی ہم اکیلے رہ کر چاہ کر بھی صحیح نہیں ہو پاتے، نہ ہی صحیح کر پاتے ہیں۔ ہم اچھا بننے اور اچھے نظر آنے کے لیے بعض اوقات اچھے لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے، میری جان۔۔۔ اور میرا وہاج کبھی برا تھا ہی نہیں، بس تھوڑا سا بھٹکا ہوا تھا۔ جس کو کچھ وقت میں ہی اس کے یاروں نے مل کر صحیح راستے پر اپنے ساتھ لا کھڑا کیا ہے۔

تو پھر میرا وجی یا اس کا دل گندہ کیسے ہوا؟

بی جان نے نرمی سے بولتے ہوئے وہاج کو دیکھا، جو آنکھوں میں نمی لیے ان کی ساری باتیں دم سادھے سن رہا تھا۔بی جان کے خاموش ہونے پر وہ بنا کچھ بولے جذبات سے چور ہو کر ان کی گود میں چہرہ چھپا گیا۔

اب بتاؤ، کب اس سپرنگ بالوں والی کے گھر رشتہ لے کر جاؤں؟" وہاج" کے چہرہ چھپانے پر بی جان نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا تو وہاج الجھ کر چہرہ باہر نکال گیا۔

کون سپرنگ بالوں والی؟" وہاج نے الجھن سے پوچھا۔"

ارے وہی، خان لوگوں کی ساتھی، کیا اسے کہتے ہیں؟ ارے، کیا نام تھا" اس کا؟ ہاں، بیہ..." بی جان نے اس کے الجھنے پر بیہ یاد کرنے کی ایکٹنگ

کرتے ہوئے آخر میں بولیں تو وہاج کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہوئیں۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں؟" بی جان کے منہ سے بیہ کا نام سنتے ہوئے وہاج نے بے یقینی سے پوچھا تو بی جان اس بار اپنے قہقہے پر کنٹرول نہیں کر پائیں۔

"بیٹا جی، مجھے ہی نہیں، یہاں سب کو پتہ ہے کہ کیسے پچھلے ایک ہفتے میں وہاج علی کسی بیمار کی خدمت میں جٹے رہے ہیں۔" بی جان نے اسے یاد دلانا چاہا کہ کیسے وہ پورا ہفتہ بیہ کی فکر میں ہلکان ہوتا رہا۔ سلطان اور ضرار کے حکم پر بیہ پورا ایک ہفتہ مینشن میں ہی رہی۔ اس کی ٹانگ کا زخم کچھ ٹھیک ہونے پر ہی ان لوگوں نے اس کی ضد پر اسے جانے کی اجازت دی تھی۔

"پر میں تو کسی سے کچھ کہا بھی نہیں..." بی جان کی بات پر وہاج صدمے

سے بولا۔

تم نہ بولو، تمہیں کیا لگتا ہے کہ عیس اور سنی بھی کسی سے کچھ نہیں بولیں گے؟" بی جان نے اس کی حالت کو دیکھ کر ہنسیں تو وہاج دانت کچکچا گیا۔

میں ان سالوں کا خون کر دوں گا، رشتہ ہوا نہیں اور پہلے ہی ڈھنڈورا پیٹ ڈالا ہے..." وہاج دانت پیس گیا۔ اسے اب سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ دونوں کمینے کیوں اس کی طرف دیکھ کر ہر وقت معنی خیزی سے ہنستے رہتے تھے۔

"ہاہاہا۔۔۔ان پر غصہ صبح کر لینا، اب چپ کر کے سو جاؤ۔"
بی جان نے ہنس کر بولیں تو وہاج بھی مسکرا کر آنکھیں بند کر گیا۔ وہاج کے آنکھیں بند کرنے پر بی جان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے گہری سوچوں میں چلی گئیں تھیں۔

وہاج علی صدیقی کو لگتا تھا کہ جو سچ آج اس نے بی جان کو بتایا ہے، بی جان اس سے پہلے واقف نہیں تھیں۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ سفیہ خانم تو اس سچ کو اسی دن جان گئیں تھیں جب وہاج کے گھر آنے سے ایک دن پہلے وہ چاروں ان کے پاس آئے تھے۔ سلطان انہیں سب حقیقت سے آگاہ کرتا چلا گیا تھا، کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ سلطان احمد خان اپنی خانم کی طرف اٹھنے والی نظروں سے بے خبر رہتا۔ جب وہاج نے علیزے خان کا پیچھا کرنا شروع کیا تھا، تب وہ چاروں اس کی نظروں کا مقصد جان گئے تھے۔ بلکہ ہوٹل میں حملے والی رات بھی سلطان احمد خان، علیزے پر وہاج علی کی نظروں کو ساکت ہوتا دیکھ کر ٹھٹھک گیا تھا۔ لیکن وہ لوگ جلد بازی میں کوئی بھی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے آہستہ آہستہ وہاج علی کو مکمل طور پر جاننے کی کوشش کی تو انہیں اس حقیقت کا بھی پتہ چلا کہ وہاج علی صدیقی صرف اپنے بھائی کو پروٹیکٹ کر رہا تھا، ورنہ

مہناج کی طرح وہ کسی بھی غیر قانونی کام میں ملوث نہیں رہا تھا۔

وہ چاروں شروع دن سے ہر چیز سے واقف تھے۔ وہاج کی علیزے خان کے لیے محبت، پھر اس رات علیزے کو بچاتے ہوئے خود کو ہار جانا۔۔۔ وہ ہر چیز کو جانتے تھے۔ وہاج کے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے پر وہ اسے انکار نہیں کر پائے تھے، کیونکہ تب وہ جان چکے تھے کہ وہ سچ میں ان کی دوستی کا طلبگار بن چکا ہے، نہ کہ علیزے خان کا۔

ان سب نے بار بار وہاج کا علیزے کو دیکھ کر نظریں جھکانا دیکھا تھا۔ وہاج کی آنکھوں میں سچائی اور عزت دیکھتے ہوئے انہیں اپنے فیصلے پر پچھتاوا نہیں ہوا تھا۔ اور پھر آج اپنی زبان سے اقرار کرتے ہوئے اس نے ہر شک کو ختم کر دیا تھا۔ وہاج علی صدیقی کے دل میں علیزے خان کی محبت، اگر اس نے خود مٹائی تھی تو "بیہ شیراز پاشا" نے اپنے لیے اس کے دل میں محبت پیدا

بھی کرلی تھی۔ یہ اسی محبت کا اثر تھا کہ وہ وہاج کے ذہن سے چپکتے ہوئے دل میں اترنے تک کا فیصلہ طے کر گئی تھی۔ "بیہ شیراز پاشا" وہاج کے دل میں محبت تو پیدا کر چکی تھی، پر کیا وہ وہاج کو خود سے محبت کرنے پر مجبور کر پائے گی، یہ آنے والے وقت میں طے ہو پانا تھا۔

صبح کے سات بجے منیزے جو ضرار کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی، اچانک ضرار نے کروٹ لیتے ہوئے اس کی گردن میں منہ چھپاتے ہوئے اسے اپنی ٹانگوں کو قید کرتے ہوئے اپنی بھاری ٹانگ کا بوجھ منتقل کیا تو منیزے نیند میں کسمسا سی گئی۔ فجر کی نماز پڑھ کر وہ دونوں سکون سے سو رہے تھے۔ کل رات ضرار کے لیے آنے کی وجہ سے منیزے نے سزا کے طور پر اپنے سائیں کو قریب نہیں آنے دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ضرار پاشا نے اسے مناتے ہوئے اس کی روح میں اتر کر اسے اور چین سے دوچار کر دیا تھا۔

منیزے جو سکون سے میٹھی نیند سو رہی تھی، اچانک نیند میں اس کا دل بے چین ہوا تو اس کے چہرے کے تاثرات جو پر سکون تھے، بکھرنے لگے۔ جبکہ اگلے ہی پل نیند میں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ہو۔

وومٹنگ کے احساس پر اس نے بند آنکھوں سے خود پر سے ضرار کو پیچھے ہٹانا چاہا تو ضرار مزید اسے خود میں قید کر گیا۔ جس پر منیزے غصے سے آنکھیں کھول کر ایک جھٹکے میں اسے دھکیل کر اٹھتے ہوئے باتھروم کی طرف بھاگی تو ضرار مندی آنکھوں سے صورتحال سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن جب باتھروم میں منیزے کی وومٹنگ کی آواز آئی تو بھک سے اس کی نیند اڑی۔

منیزے... "ضرار اسے پکارتے ہوئے باتھروم میں آیا جہاں وہ بیسن پر "

جھک کر وومٹنگ کر رہی تھی۔

"کیا ہوا میری جان؟" ضرار نے اس کے بال سمیٹ کر پریشانی سے پوچھا تو اتنی سی دیر میں ہلکان ہو گئی تھی، جبکہ سبز کانچ سی آنکھوں سے پانی نکلنے لگا تھا۔

ضرار نے اس کے بال سمیٹ کر اس کا چہرہ دھویا تو وہ تھکے انداز میں اس کے سینے سے سر ٹکا گئی۔

ٹیپ بند کرتے ہوئے ضرار اسے بازوؤں میں اٹھا کر کمرے میں لایا تو وہ آنکھیں بند کر کے اس کے سینے میں چھپنے لگی۔

"اب بتاؤ، کیا ہوا؟" منیزے کو گود میں بٹھاتے ہوئے ضرار نے اس کا چہرہ

سامنے کیا۔

مجھے کیا پتہ سائیں کہ کیا ہوا ہے..." ضرار کے سوال پر منیزے نے "
شرماتے ہوئے جواب دیا۔

رائٹ تو تمہیں نہیں پتہ کہ تمہاری طبیعت کیوں خراب ہوئی ہے۔اٹھو،"
پھر کلثوم ڈارلنگ جاگ گئیں ہوں گی،ان سے تمہاری طبیعت چیک
کرواتے ہیں۔" منیزے کے جواب پر ضرار اسے بازوؤں میں اٹھائے
دروازے کی جانب بڑھا تو منیزے "ارے" کرتی رہ گئی، جبکہ وہ سچ ان سنی
کرتا اسے اٹھائے کلثوم بیگم کے پاس لے جا چکا تھا۔

اس وقت سب لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ کلثوم بیگم کمرے میں
منیزے کا چیک اپ کرتے ہوئے اس سے اسکی حالت کے بارے میں

ڈیٹیلز سے پوچھ رہیں تھیں۔۔ جس پر وہ شرماتے ہوئے انہیں جواب دے رہی تھی۔

جبکہ ضرار بے چینی سے لاونج میں کھڑا انکے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔
آہستہ آہستہ سب جاگتے ہوئے لاؤنج میں اکھٹے ہو گئے تھے۔
پاشا سب ٹھیک ہو گا بیٹھ جاؤ اب۔۔ ضرار کی بے چینی دیکھتے ہوئے سلطان نے اسے ریلکس کرنا چاہا تھا۔ پر اسے کہاں صبر ہو رہا تھا۔

کلثوم بیگم مسکراتے ہوئے منیزے کا ہاتھ تھام کر وہاں آئیں تو ضرار تیزی سے منیزے کو تھام کر کلثوم بیگم کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

کیا ہوا تھا اسے۔۔۔۔ منیزے کو فکر مندی سے بازو کے گھیرے میں لے کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے کلثوم بیگم سے پوچھا تو وہ معنی خیزی سے

مسکرادیں تھیں۔۔۔

بیٹا جی مٹھائی منگوالیں کیونکہ آپکی بیگم سائیں بھی انکی لائن میں لگ گئیں ہیں۔۔۔کلثوم بیگم نے ہنستے ہوئے مشعل اور علیزے کی طرف اشارہ کیا تو ضرار الجھ گیا تھا۔۔۔

کیا مطلب ڈارلنگ۔۔۔۔ضرار نے سب کو مسکراتے دیکھتے کر الجھن سے پوچھا تو عیس کا دل کیا اس بے وقوف میجر کا سر بجادے۔۔۔

ابے سالے باپ بننے جارہا ہے تو۔۔۔۔ضرار کی الجھن کو دور کرتے ہوئے عیس نے تجربے کار دائی بنتے ہوئے اسے بتایا تو ضرار کی گرے آنکھوں میں بے یقینی اتری۔۔۔

کیا سچ میں۔۔۔۔ضرار نے کنفرم کرتے ہوئے منیزے کو دیکھا جو شرماتے

ہوئے اسکے کندھے میں منہ چھپا رہی تھی۔۔۔

منیزے جو شرماتے ہوئے ہاں کرنے لگی تھی کہ اچانک پھر وومٹنگ کے احساس سے دوچار ہوتے اس نے ایک دم سے ضرار پر وومٹ کی تو ضرار اچھل کر پیچھے ہو گیا۔۔۔

منیزے۔۔۔۔ضرار نے بے یقینی سے اسے دیکھا جو اس پر وومٹ کر کے اب پر سکون ہو گئی تھی۔۔۔

لے۔۔۔اب مل گیا ثبوت۔۔۔ایک بار پھر پوچھ۔۔۔ منیزے کے اتنے اچھے جواب پر عیس نے قہقہ لگاتے ہوئے سنی کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تو سب ہی زور سے ہنسنے لگے تھے۔۔۔

یار ایسے کون کرتا ہے۔۔۔ضرار جو اتنی بڑی خوشخبری محسوس بھی نہیں کر

پایا تھا کہ اپنی ٹی شرٹ گندی ہوتے دیکھ کر چینخ پڑا۔۔۔

میں کرتی ہوں۔۔۔ضرار کے پوچھنے پر منیزے نے آرام سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے جواب دیا تو لاونج میں سب کا قہقہ گونج گیا تھا۔ جبکہ ضرار تو اپنی حالت دیکھتے ہوئے جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

تمہیں آکر بتاتا ہوں، کرتی ہوں کی بچی۔۔۔ منیزے کو شامت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے ضرار تیزی سے چینج کرنے کے لیے روم کی طرف بھاگا تھا۔

مام یار اپنی بہو کو بھی زرا چیک ویک کر لیں کیا پتہ اس کی خوشخبری بھی کہیں اٹکی پڑی ہو۔۔۔سنان، ایرہ کو دیکھتے ہوئے بے شرمی سے اچانک گویا ہوا تو سب خواتین کے چہرے ایک دم سے سرخ ہوئے تھے۔ جس پر مصطفیٰ

صاحب اور حسن صاحب اس پر لعنت بھیجتے ہوئے اٹھ کھڑے ہونے لگے تو وہیں دوسری طرف لڑکے فلک شگاف قہقہ لگا گئے تھے۔۔۔ جبکہ ایرہ تو شرم سے لال بھبھوکا ہوتے وہاں سے غائب ہو گئی تھی۔۔۔

لو تم سب کہاں بھاگ رہے ہو, مجھے ایک اور خوش خبری بھی سنانی ہے۔۔۔۔ سب کو آہستہ آہستہ اٹھتے دیکھ کر بی جان نے اچانک بولیں تھیں۔۔بی جان کی آواز پر سب بڑے تجسس سے پھر انکے پاس مڑتے ہوئے بیٹھ گئے تھے۔۔۔

اب اور کون سی خوش خبری ہے بی جان۔۔۔ مصطفی صاحب نے پھر بیٹھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا تھا۔۔ جبکہ باقی سب بھی متجسس ہوتے متوجہ ہو گئے۔۔۔

خوش خبری تو یہ ہے میاں، کہ میرا پانچواں لاڈلا پوتا بھی شادی کے لیے مان گیا ہے۔اس لئے شام تک سب کو اکھٹا کرو کیونکہ میں اپنے پوتے کا رشتہ لے کر جانے والی ہوں۔۔۔

بی جان نے وہاج کو دیکھتے ہوئے انکو خوش خبری سنائی تو سب خوشی سے وہاج کی طرف دیکھنے لگے گئے تھے جو لب کاٹتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔۔

ہیں سچی۔۔۔یہ کب ہوا۔۔۔سنان نے خوش ہوتے وہاج کو گردن سے جکڑا تو عیس بھی مسرت سے وہاج کے گلے لگ گیا تھا۔۔۔

سالوں چھوڑو مجھے، دفع ہو جاؤ، خون چوسنے والی لیچوں۔۔۔ان دونوں کو خود سے چمٹے دیکھ کر وہاج پھنسی پھنسی آواز میں بامشکل بولنے لگا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں ہی اسے کافی زور سے جکڑے ہوئے تھے۔

ہم تو تجھے تیری سہاگ۔۔۔عیس اس سے پہلے کوئی نرالی پھلجڑی چھوڑتا سب بڑوں کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے ضرار نے پیچھے سے اسکی گردن پر ایک رکھ کر رسید کر دی تھی۔۔۔وہ ابھی ہی چینج کر کے واپس آیا تھا۔

سالے سوچ تو لیا کر۔۔۔عیس سی کرتے مڑا تو ضرار اسے گھور گیا تھا۔۔جبکہ عیس کو تھپڑ پڑتے دیکھ کر وہاج کے تو معنوں کلیجے میں ٹھنڈ پڑ گئی ہو۔۔جبکہ بڑوں نے تاسف سے ان بے شرموں کو دیکھا تھا۔۔۔

پر بی جان ابھی لڑکی کی رضامندی لینی باقی ہے۔۔۔سلطان صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے بھاری آواز میں اچانک بولا تو سب خاموشی سے بی جان کو دیکھ گئے تھے۔۔

میں خود اس سے بات کر لوں گا۔۔۔سلطان کی بات پر وہاج سنجیدہ لہجے میں

جواب میں بولا تو سنی اور عیس ہاتھ سے واہ کرتے مسخرے پن سے مسکرا دیے تھے۔۔۔

اب دلہے میاں سب خود ہی کریں گئے واہ۔۔۔ سنی ہاتھ سے واہ کرتے امپریسنگ انداز میں بولا تو وہاج ان دنوں نمونوں پر دانت پیس گیا تھا۔ جو اسکی بینڈ بجانے پر تلے ہوئے تھے۔۔

سالوں ایکٹنگ تو تم لوگ ایسے کر رہے ہو جیسے خود بہت سیدھی سادی شادیاں کی ہوں۔۔۔ وہاج دانت کچکچاتے ہوئے کہہ گیا تھا۔۔ جس کے جواب میں وہ دنوں معصومیت سے کندھے اچکا گئے۔ مطلب صاف تھا کہ ہم سیدھے سادے لوگ ہی ہیں۔۔۔

نہیں وجی تم رہنے دو میں اور خان خود بات کرنے جائیں گئے پھر اسکے بعد

ہی کچھ فائنل ہو گا۔۔۔وہاج کی بات سنتے ہوئے ضرار نے سنجیدگی سے اسے منع کیا تو سلطان بھی سر ہلا گیا تھا۔۔۔جبکہ وہاج ضبط سے انکو دیکھے گیا۔۔

تو میں رشتہ کب لینے جاؤں گی پھر۔۔۔تم چاروں نے تو میرا یہ ارمان پورا نہیں کیا تھا۔۔ضرار کی بات سنتے ہوئے بی جان جلدی سے پوچھ گئیں تھیں۔تاکہ وہ کہیں رشتہ اٹھانے میں دیر نا کر دیں۔۔۔

ڈارلنگ کس بات کی جلدی ہے، ہم آج ہی بات کرنے چلے جائیں گئے۔ تب تک آپ یہ خوش خبری باقیوں کو سنا کر یہاں پر رش لگائیں۔۔اور پھر کل آپ رشتہ لینے چلے جایئے گا۔۔۔

سلطان بی جان کے ہاتھ تھام کر انکو تسلی بخش جواب دیتے بولا تو بی جان کچھ مطمئن ہوتیں نظر آنے لگیں تھیں۔۔۔

ہاں بلکل صحیح ہے تم لوگ جا کر لڑکی کو رضامند کرو، میں زرا جا کر اپنی خوش خبری جلدی لانے کی کوشش کرتا ہوں۔تاکہ میں پیچھے نارہ سکوں۔۔سنان بے شرمی سے زو معنی بات کہہ تیزی سے وہاں سے رفو چکر ہوا تو سب لڑکوں نے بامشکل مسکراہٹ روکی تھی۔جبکہ حسن صاحب تو جوتا نکال کر اسکا نشانہ لے گئے تھے۔۔

بے غیرتوں کا ٹولا۔۔۔ان سب کو سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے حسن صاحب گویا ہوئے تو وہ آہستہ آہستہ وہاں سے غائب ہوتے چلے گئے تھے۔

ناشتہ کرنے کے بعد سلطان کمرے میں داخل ہوا تو علیزے کو بالوں سے

الجھتے دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔۔

خان میں اپکو بتا رہی ہوں کہ میں ان بالوں کو کٹوا دوں گی اب۔۔۔ سلطان کو دیکھتے ہی علیزے جھنجھلاہٹ سے بولتی چلی گئی تھی۔۔۔ جبکہ وہ اسکی طرف بڑھتے ہوئے محبت سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

خان کی جان کو کیوں اتنا غصہ آ رہا ہے۔ گرین کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں کندھوں پر دوبٹہ پھیلائے وہ اسکی آنکھوں کا رنگ بدل گئی تھی۔ سفید رنگت میں اس وقت گلابیاں بکھری ہوئیں تھیں۔ ہاتھوں پر رنگز اور کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں پہنے اپنے بھرے بھرے وجود کے ساتھ وہ بے حد دلکش نظر آ رہی تھی۔۔

مجھے سے نہیں سنبھالے جاتے اب یہ اتنے لمبے بال۔۔۔ سلطان کے سینے

سے سر ٹکاتے ہوئے وہ تھکے تھکے انداز میں بولی تو سلطان کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔۔

میرے ہوتے ہوئے کیوں پریشان ہوتیں ہیں، مجھے بلا لیا کریں میں خود اپکے سارے کام کر دیا کروں گا۔۔۔علیزے کے وجود سے دوبٹہ اتارتے ہوئے سلطان نے گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اسکی سائیڈ گردن کو اچانک چوما تو علیزے زور سے اسکی ٹی شرٹ کو تھام گئی تھی۔۔۔

میرے پاس آتے ہی تو آپکی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے آپ میرے کام کیسے کریں گئے۔۔۔سلطان کی تیز رفتار دھڑکنوں کو سنتے ہوئے ہمیشہ کی طرح وہ کھلکھلائی تو سلطان مبہوت ہوتے اسے دیکھے گیا تھا۔

سلطان نے اچانک جھکتے ہوئے اسکی کھلکھلاہٹ اپنے ہونٹوں میں دبائی تو

علیزے کی آنکھیں بڑی ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔ جبکہ سلطان بند آنکھوں سے اسکے گلابی ہونٹوں کی نرماہٹ محسوس کرنے میں ایسا مگن ہوا کہ علیزے کی سانسوں کو روکتا ہی چلا گیا تھا۔

اپنی سانس رکنے پر علیزے نے اسکے کندھوں پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے ہوش دلانا چاہی تو سلطان اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں کھینچتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ جس پر علیزے گہرے سانس لیتے ہوئے اسکے سینے سے سر ٹکا گئی تھی۔۔۔

آپ بہت برے ہیں۔۔۔ پھولی سانسوں کے درمیان علیزے منہ بناتی ہوئی بولی تو سلطان قہقہ لگا گیا تھا۔ ٹیبل سے برش اٹھاتے ہوئے سلطان نے اسکے لمبے میرون گھنگریالے بالوں کو سلجھانا شروع کیا تو علیزے سکون سے آنکھیں بند کر گئی۔۔

اسکی پریگننسی میں سلطان نے اسے ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھا ہوا تھا۔ جڑواں بچوں کی وجہ سے مشعل اور علیزے دونوں ہی سب گھر والوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئیں تھیں۔ کہ کبھی کبھار تو وہ اتنی کئیر پر چڑ بھی جاتیں تھیں۔

انکے چڑنے پر ان دونون کے شوہر مشکل سے انہیں منا پاتے تھے۔۔ مشعل تو ناراضگی سے منہ موڑ لیتی تھی۔اس کے برعکس علیزے رو کر سلطان کا خون خشک کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

اور یہ رونا صرف اس وجہ سے ہوتا تھا کہ گھر والے انکو املی اور کھٹا پانی نہیں پینے دے رہے ہیں۔

ان دونوں کی اس شکایت پر عیسں اور سلطان ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ جاتے تھے۔اپنی بیویوں کی یہ ضد وہ نا مان سکتے تھے اور نا جھٹلا۔۔۔

خان۔۔۔علیزے نے میٹھے لہجے میں اسے پکارا۔۔۔

جی خان کی خانم۔۔۔سلطان جو پیار سے اسکے بالوں کو سلجھا رہا تھا۔علیزے کی پیار بھری پکار پر شہد سے لبریز لہجے میں جواب میں بولا تو علیزے کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی تھی۔۔

ہمارے گھر میں شادی آ رہی ہے کیا۔۔۔علیزے نے پرجوش ہوتے استفسار کرنا چاہا تھا۔۔۔

ابھی تو اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا خانم، کیونکہ جبکہ تک بیہ، وجی کا پرپوزل ایکسپیٹ نہیں کرے گی تب تک تو کچھ بھی کہنا مشکل ہے۔۔۔سلطان نے اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے بیڈ پر لٹایا تو علیزے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

پر خان وجی بھائی تو اتنے اچھے ہیں پھر بیہ کیوں نہیں مانے گی۔۔۔سلطان

کے جواب پر علیزے کو افسوس ہوا تھا۔۔۔۔ جبکہ سلطان اسکا سر اٹھاتے ہوئے اپنے سینے پر رکھ گیا۔۔۔۔

ضرار، عیس، سنان کی طرح علیزے، وہاج کو بھی "بھائی" کہہ کر پکارنے لگی تھی۔ سلطان احمد خان کے وجود میں گم رہنے والی علیزے خان حقیقتاً اس دن کی ساری تلخیوں کو بھول چکی تھی۔

اس تلخ دن کے لمحات میں علیزے کو اگر کچھ یاد تھا تو صرف یہ کہ وہ سلطان احمد خان سے جدا کی گئی تھی۔ جبکہ وہاج کا کہا گیا ایک لفظ بھی اسکے دماغ کے پردوں میں کہیں بھی محفوظ نہیں تھا۔ شاید اسی لئے وہاج نے اس دن اظہار کرتے ہوئے اپنا دل اسکے سامنے رکھ دیا تھا۔۔ کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد اسے یاد نہیں رکھے گی۔

علیزے کی مینٹلی کنڈیشن دیکھتے ہوئے ڈاکٹر نے سلطان احمد خان کو یہ ہی

کہا تھا کہ وہ علیزے کو اکیلا نا چھوڑے۔۔ کیونکہ اکیلا چھوڑنے پر وہ ماضی کے سایوں میں گم ہو سکتی تھی۔۔۔اسی وجہ سے سلطان سمیت گھر کے ہر فرد نے یہ کوشش کی تھی کہ علیزے کو مصروف رکھا جائے۔۔۔ جس کی وجہ سے آج علیزے بلکل نارمل حالت میں تھی۔۔۔

میری پیاری خانم وجی کتنا اچھا ہے یہ بات تو بیہ ڈیسائیڈ کرے گی تو ہی یہ بات آگے چل پائے گی نا۔۔۔ سلطان نے مسکراتے ہوئے اسکے لب چومے تو علیزے منہ بنا گئی۔۔۔

خان آپ بیہ سے میری بات کرائیں، میں اسے خود کہوں گی کہ اگر وہ ہمارے وجی بھیا سے شادی نہیں کرے گی تو وہ خوش قسمت نہیں ہو گی

۔۔۔

سلطان کی بات پر علیزے نے ناک چڑھاتے ہوئے وہاج کو عظیم بنانا چاہا تو سلطان قہقہ لگا گیا تھا۔۔۔

وہاج کا تو پتہ نہیں پر مجھ سے شادی کر کے آپ تو خوش قسمت بن گئیں ہیں نا۔۔۔سلطان نے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکی کمر پر ہاتھ جمائے تو علیزے شرارتی انداز میں بولی تھی۔۔

خان میں نہیں، بلکہ آپ مجھ سے شادی کر کے خوش قسمت بنے ہیں۔۔۔علیزے شریر انداز میں اپنی دفعہ رول کو بدل کر مسکرائی تو سلطان امپریس ہوتے اسے دیکھ گیا تھا۔۔۔

خانم، اگر میں اتنا ہی خوش قسمت ہوں تو کیا آپ مجھے تھوڑا سا اور خوش قسمت بننے کا موقعہ دیں گئیں۔۔۔علیزے کے کالے نینوں میں ڈوبتے ہوئے سلطان نے بھاری آواز میں اس سے اجازت چاہی تھی۔۔۔

بلکل۔۔۔علیزے اسکی بات کا مقصد سمجھے بنا اتراتے ہوئے اسے اجازت دے گئی تھی۔علیزے کے تاثرات پر گہرا مسکراتے ہوئے اچانک سلطان اسکے ہونٹوں پر جھکا تھا۔۔۔جس پر علیزے کی کالی آنکھیں پھیل گئیں تھیں۔جبکہ وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھاتے ہوئے اسے آنکھ ونک کر گیا تھا۔۔

سلطان کے انداز پر علیزے کا ننھا سا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔۔جبکہ سلطان نے اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اسکی شرٹ کی ذپ کھسکائی تو علیزے روہانسے تاثرات سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔۔۔

خان نہیں۔۔۔سلطان سے اپنے ہونٹ چھڑاتے ہوئے وہ تیز سانسوں میں

بولی تو سلطان دلکشی سے اسے دیکھ گیا۔

ماں بننے والی ہیں پھر بھی ہر دفعہ میری قربت پر اتنا سہم کیوں جاتیں ہیں۔۔۔۔علیزے کے التجائیہ انداز میں دیکھنے پر سلطان نے اسکی ناک سے ناک ملاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں پوچھا تھا۔۔۔جبکہ ایک دم سے کمرے میں فسوں خیز خاموشی محسوس کرتے ہی علیزے کے ہونٹ خشک پڑنے لگے تھے۔۔۔

اپ۔۔۔اپ۔۔میری جان ہلکان کرر۔۔دی۔۔دیتے ہیں، تو میں ڈروں ناتو کیا کروں۔۔۔۔سلطان کے پوچھنے پر وہ نظریں جھکاتے ہوئے خشک سانسوں کے درمیان بولی تو سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔۔

یہ الزام تو نہ لگائیں اب۔۔۔بندہ ناچیز ہر دفعہ آپکا خیال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔علیزے کے الزام پر سلطان نے اسکی شرٹ اتارتے ہوئے

اسکے کندھوں پر ہونٹ رکھے تو علیزے ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے دیکھے گئی۔۔۔

اپ۔۔اپ۔۔۔نے آفس نہیں۔۔۔جانا کیا۔۔۔سلطان کو رکتے نا دیکھ کر علیزے نے اسکے سینے پر ہاتھ جماتے ہوئے اسے یاد دلانا چاہا۔۔۔اسے اب یاد آیا تھا کہ وہ ابھی تک آفس نہیں گیا اج۔۔

نہیں۔۔۔ضرار کے باپ بننے کی خوشی میں اور وجی کو سہرا پہنانے کی کوشش میں آج ہم سب گھر پر ہی ہیں۔۔۔۔سلطان نے اسکی شرٹ سائیڈ پر رکھتے ہوئے اسکی کالر بونز پر اپنے سلگتے ہونٹ رکھتے ہوئے آنکھیں بند کیں تو علیزے لمبا سانس کھینچتے ہوئے گردن پیچھے گرا گئی تھی۔۔۔۔

آپکا کنڑاس ہمیشہ اتنا خوبصورت کیوں ہوتا ہے۔۔۔۔خمار زدہ آنکھوں سے علیزے کو دیکھتے ہوئے سلطان نے اسکی پنک اسٹریپ میں انگلی پھنسائی تو

علیزے شرم سے دوہرے ہوتے تکیے میں چہرہ چھپانے لگی۔۔۔

آپ۔نے۔۔۔رات کو بھی مجھے تھکا دیا تھا۔۔۔نچلے ہونٹ کو کاٹتے ہوئے وہ معصومیت سے گویا ہوئی تو سلطان کا دل کیا اسے خود میں چھپاتا چلا جائے۔۔۔

اب اتنا نہیں تھکنے دوں گا۔۔۔۔علیزے کے شکوے پر سلطان نے مسکراتے ہوئے اسکی کمر پر ہونٹوں رکھتے ہوئے اسکی ڈھر کنوں پر ہاتھ جمایا تو علیزے لرزتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام گئی تھی۔۔۔۔

خان۔۔۔لائٹ۔۔۔۔علیزے نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کمرے میں چلتی ہوئی لائٹ کی طرف اشارہ کیا تو سلطان کی نظریں کمرے میں بکھری روشنی پر گھومتی چلیں گئیں تھیں۔سلطان نے سائیڈ ٹیبل سے ریموٹ

اٹھاتے ہوئے کھڑکیوں پر پردے گراتے ہوئے کمرے کی ساری لائٹس آف کیں تو کمرے میں اندھیرا اپنے پر پھیلا کر ہر چیز خود میں ڈبو گیا تھا۔ جس پر علیزے ریلیکس ہوتی سیدھی ہو گئی۔۔۔

اب راضی ہیں نا۔۔ سلطان نے اپنی ٹی شرٹ اتارتے ہوئے استفسار کیا تو علیزے منہ بنا گئی تھی۔ چونکہ باہر بھرپور دن روشن تھا اس لئے کمرے میں اندھیرا ہو کر بھی وہ ایک دوسرے کو دیکھ پا رہے تھے۔۔۔

علیزے کے منہ بنانے پر سلطان نے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر قبضہ جمایا تو علیزے نے بے اختیار اسے سینے پر ہاتھ رکھ دیے۔

جبکہ سلطان نرمی سے اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے اسے مصنوعی پردوں سے آزاد کرتے ہوئے اسکے بدن پر ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ جس پر علیزے کے

وجود میں سرد لہریں اٹھنے لگیں تھیں۔علیزے کی دھڑکنوں کو ہاتھ میں محسوس کرتے ہوئے سلطان کا انگ انگ اسکے پانے کے لئے آخری حد تک بہکنے لگا۔۔۔

علیزے کے ہونٹوں کو چھوڑ کر سلطان نے اسکی ڈھرکنوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسکی تھائیز کو مٹھی میں بھرا تو علیزے سسکتے ہوئے کمر اوپر اٹھا گئی تھی۔ جبکہ سلطان اسکی ڈھرکنوں کو سک کرتے ہوئے ایک دم سے اسکے اوپر آیا تو علیزے ڈرتے ہوئے پیچھے کو کھسکنے لگی۔۔۔

ڈریں نہیں، بس اپکے وجود میں خود کو شامل کرتے سکون حاصل کرنا چاہ رہا ہوں۔۔۔علیزے کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے سلطان نے اسے پر سکون کرنا چاہا تھا۔ جبکہ اگلے ہی پل سلطان نے اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے اسکے وجود میں نرمی سے سرائیت کی تو جہاں سلطان کے جسم میں سکون کی لہر پیدا ہوئی تھی وہیں علیزے کے ہونٹوں سے بلند سسکی

برامد ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

سلطان اسکے خوبصورت بدن کے نشیب و فراز کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے مزید خماری میں مبتلا ہونے لگا تھا۔ نرمی سے اپنی شدتوں کا آغاز کرتے ہوئے سلطان نے اپنی خانم کے خشک ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھے تو وہ شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

اب تو ایسے نا دیکھیں خانم اب تو آپکے کہے کے مطابق اپکو نرمی سے چھو رہا ہوں۔۔۔ ورنہ آپ جانتی ہیں کہ اس قدر نزدیکی پر میں ہوش حواس بھلاتے ہوئے کیسے شدت سے آپ میں گم ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔۔۔ علیزے کی آنکھوں کو چومتے ہوئے سلطان نے بہکے انداز میں اسے کہنے لگا تو علیزے شرم سے لال انگارہ ہوتی آنکھیں میچ گئی تھی۔

جبکہ سلطان مسرور ہو کر قربت کی لذت میں ڈوبتے ہوئے اسکے پورے

بدن کو اپنے لبوں کے لمس سے مہکانے میں مگن ہو گیا تھا۔۔۔

سلطان کے پر حدت لمس پر علیزے نے خماری سے سلطان کی گردن میں بانہیں ڈالی تو سلطان محبت و جنوں سے اسے دیکھے گیا تھا۔

خان۔۔۔۔علیزے نے بہکی نظروں سے اسے پکارا تو سلطان جی جان سے قربان ہوا تھا۔۔۔

زرا سا شدت پسند ہونے لگا ہوں۔۔۔ برداشت کیجے گا۔۔۔۔علیزے کی پکار پر سلطان نے اسے تھائیز سے پکڑ کر اپنے نزدیک کرتے ہوئے شدت سے اسکی روح میں سرائیت کی تو علیزے اپنے وجود میں اٹھتے سپارک پر بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے چلی گئی تھی۔۔۔ جبکہ سلطان اسکے ہونٹوں پر کاٹتے ہوئے اسے کمرے کے فسوں خیز ماحول میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔۔۔

لانگ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں بیہ ریلکس انداز میں لاؤنج میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ جبکہ ہاتھ میں چپس کا پیک بھی موجود تھا۔۔

مشن کے مکمل ہونے تک وہ گرلز ہاسٹل میں رکی ہوئی تھی۔ جبکہ مشن مکمل ہوتے ہی اسکا ارادہ تھا کہ وہ اپنے لئے فلیٹ خرید لے۔اور یہ اسکی پہلی انویسٹمنٹ ہونے والی تھی۔۔جو اس نے خود کے لئے کرنی تھی۔۔

لیکن اس سے پہلے ہی ضرار نے اسے اپنے فلیٹ کہ چابی تھمادی تھی۔ چونکہ شادی کے بعد وہ سب لوگ مینشن میں شفٹ ہونے والے تھے۔۔ایسے میں ضرار نے اپنا فلیٹ بیہ کو گفٹ کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بیہ اپنے لئے گھر خریدنا چاہ رہی ہے۔

ضرار کا فلیٹ بیہ کے لئے ایک آئیڈیل گھر تھا۔۔کیونکہ یہ چھوٹا سا فلیٹ انتہائی خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ ہر لحاظ سے سیف بھی تھا۔ کیونکہ

وہ اکیلی ہی رہنے والی تھی۔اس لئے سلطان اور ضرار نے اسکی سیفٹی کا خاص خیال رکھا تھا۔تاکہ اسے اکیلے میں کوئی مشکل پیش نے آئے۔۔

ایک طرف بیہ جہاں ضرار کے فلیٹ میں شفٹ ہوئی تھی وہیں دوسری طرف نعمان خان بھی سلطان کے فلیٹ میں ڈیرا جما چکا تھا۔ نعمان خان تو پہلے ہی موقعے کی تلاش میں تھا تاکہ وہ اپنی خانم کے ساتھ زندگی کے پل سکون سے گزرا سکے۔ورنہ تو ہر جگہ بس اسے حریف ہی ملے تھے۔جو اسکے رومینس کے دشمن ثابت ہوتے تھے۔۔

بیہ جو ٹی وی پر لگے پنک پینتھر کارٹون دیکھنے میں انتہائی مصروف تھی۔کہ اچانک ڈور بیل کی آواز پر چونک گئی۔۔

میرے گھر کون آگیا۔۔۔گھڑی پر شام کے چھ بجے کا وقت دیکھتے ہوئے وہ حیران ہوئی تھی۔اس وقت تو میرال بھی اسے ملنے نہیں آسکتی تھی۔

کیونکہ وہ دونوں آج چار بجے آفس سے واپس آئیں تھیں۔میرال اپنے گھر

تو بیہ فلیٹ کی طرف آگئی تھی۔۔۔

کہیں یہ نعمان خان پھر چینی مانگنے نہیں آگیا۔۔۔دماغ میں سوچتے ہوئے بیہ نے تکا لگایا تھا۔ کیونکہ نعمان خان کا فلیٹ بھی اسی ایریا میں تھا۔۔وہ اکثر اوقات بیہ کی ناک میں دم کرنے کے لئے بنا موقع اور تہوار کے اسکے فلیٹ میں آجاتا تھا۔۔۔

دانت کچکچا کر لیز سے منہ بھرتے ہوئے وہ خونخوار تاثرات سے صوفے سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی تھی۔۔۔

دماغ میں نعمان خان کی بینڈ بجانے کا سوچ کر بیہ نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا تو ضرار اور سلطان جو پشت کیے کھڑے تھے۔دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ مڑے تو اپنے دونوں بوس کو یہاں پر دیکھ کر بیہ کی سانس سینے میں اٹکی تھی۔۔۔

جبکہ ضرار ور سلطان تو اسکا حلیہ دیکھ کر حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ گئے تھے۔ گھنگریالے بالوں کا میسی جوڑا بنائے منہ سے لیز کو بھرے، لانگ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں وہ فقیرنی لگ رہی تھی۔۔۔

س۔۔ سس۔۔ سرا پپپ۔۔اپ یہاں۔۔۔بیہ مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پھنسی پھنسی آواز میں بولی تھی۔۔۔جبکہ تیزی سے دانتوں کو چلاتے ہوئے اس نے لیز کو نگلتے ہوئے انہیں اندر آنے کہا تو وہ دونوں تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔۔۔

خان ہماری ٹیم میں ایک سے بھر کر ایک نمونہ پایا جاتا ہے۔وجی اگر اسکا یہ فقیروں والا حال دیکھ لے نا تو سوچ میں پڑ جائے کہ اس سے شادی کرنی ہے کہ ڈیٹنگ پینٹنگ۔۔۔۔بیہ کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے ضرار، اپنے آگے چلتے ہوئے سلطان کو مخاطب کرتے بولا تو سلطان قہقہ لگا گیا تھا۔۔۔

سلطان اس وقت فل بازوؤں والی ٹی شرٹ کے ساتھ جینز پہنے کافی جاذب نظر آرہا تھا۔ جبکہ ضرار بلیک ہاف سلیوز ٹی شرٹ کے ساتھ جینز پہنے دلکش لگ رہا تھا۔ وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تو اتنے خوبصورت بوس دیکھ کر بیہ دل میں انکی نظر اتارنے لگی تھی۔۔۔

جبکہ وہ دونوں ٹی وی پر چلتے ہوئے پنک پینتھر دیکھ کر صدمے سے ایک دوسرے کو دیکھ گئے تھے۔

دشمن پر گن سے فائر کرنے والی کیپٹن بیہ پنک پینتھر کارٹون دیکھ رہی تھی۔ شکر تھا کہ وہ دونوں عیس اور سنی کو ساتھ میں نہیں لائے تھے۔ ورنہ یہاں پر ایک الگ ہی شغل سٹارٹ ہو جانا تھا۔۔۔

کیپٹن بیہ جلدی سے اپنا حلیہ درست کر کے آئیں۔۔۔ سلطان نے سنجیدہ انداز میں اسے حکم دیا تو بیہ جلدی سے روم کی طرف بھاگ گئی۔۔۔

پورے ایک منٹ بعد وہ ایک بڑے سے دوبٹے کو خود کے گرد لپیٹ کر باہر آئی تو ضرار کا بے ساختہ دل کیا تھا کہ وہ اپنا سر پیٹ لے۔ کیونکہ میڈم کافی بے ڈھنگے طریقے سے دوبٹہ سر پر لینے کی بجائے کندھے کے گرد لپیٹ کر آ گئیں تھیں۔۔۔

سوری سر پر مجھے دوبٹہ اوڑھنا نہیں اتا تو بس۔۔۔۔۔بیہ ڈرتے ہوئے انکے سامنے آتے بولی تو وہ سرد سانس خارج کرتے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کر گئے تھے۔ جبکہ بیہ اندر ہی اندر یہ سوچ کر تشویش کا شکار ہو رہی تھی۔۔ کہ آج پہلی بار یہ دونوں جلاد اسکے گھر کیا لینے آئے تھے۔۔یقینا بات کوئی چھوٹی نہیں تھی۔۔۔

سر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے کیا۔۔۔بیہ نے جھجک کر پوچھا۔۔۔وہ جلد از جلد انکا یہاں آنے کا مقصد جاننا چاہ رہی تھی۔۔۔

ہمم۔۔۔کیپٹن بیہ آپکا شادی کا کیا ارادہ ہے۔۔۔بیہ کے پوچھنے پر سلطان نے الٹا اس سے سوال کیا تو بیہ چونکتے ہوئے ان دونوں کو دیکھے گئ۔۔

سر۔۔شادی۔۔۔مطلب میں کیسے شادی کر سکتی ہوں۔۔۔سلطان کے سوال پر بیہ نے مصنوعی مسکراتے ہوئے نا سمجھی سے جواب دیا۔۔اسکے اتنے بے تکے جواب پر وہ دونوں ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔۔۔

کیوں آپ لڑکی نہیں ہیں کیا، یا آپ پر شادی واجب نہیں ہے۔۔۔بیہ کے بونگے جواب پر ضرار نے طنزیہ انداز میں پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

ضرار کے طنز پر بیہ کہ لائٹ گرین آنکھوں میں بیچارگی کے تاثرات پیدا ہونے لگے تھے۔۔۔

نہیں سر میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔میں بس یہ۔۔کہ میں نے اس بارے

میں کبھی سوچا نہیں ہے۔۔۔۔ضرار کے الفاظ پر بیہ گڑبڑاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔وہ ان دونوں کی باتوں کا مطلب سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر وہ کیوں اس بارے میں پوچھ رہے تھے۔۔۔

ہمم۔۔اپ جانتی ہیں نا کہ اپکے نام کے ساتھ کونسا نام جڑا ہوا ہے۔۔۔ضرار نے انتہائی سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے یاد دلانا چاہا تھا۔ ضرار کی بات پر بیہ اس حوالے کو یاد کرتے ہوئے سپاٹ چہرے کے ساتھ اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔۔۔

ہمم۔۔۔تو اس حوالے کے حق سے کیا میں تمہارے لئے کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں۔۔۔۔

بیہ کے نظریں چرانے پر ضرار نے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے متوازن لہجے میں اس سے پوچھنا چاہا تو بیہ ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے اسے

دیکھنے لگی تھی۔۔۔سلطان ٹانگ پر ٹانگ رکھے جائزہ لیتی نظروں سے بیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

سرخ و سفید رنگت پر متضاد لائٹ گرین آنکھوں کے ساتھ وہ حسین ترین تھی۔۔لیکن حسن کبھی بھی قسمت سے نہیں ملتا ہے۔۔۔۔سلطان کو اس بات کا یقین ہوتا چلا گیا تھا۔کہ ضروری نہیں ہر حسین عورت یا مرد خوش قسمت ہو۔۔سامنے بیٹھی اس خوبصورت لڑکی کی پچھلی زندگی کو یاد کرتے ہوئے سلطان بے اختیار سوچ گیا تھا۔۔۔

سر۔۔اپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔۔۔ضرار کی باتوں پر الجھتے ہوئے بیہ نے بر باد انداز میں بات کا مقصد جاننا چاہا۔۔۔

سر نہیں بھائی کہو۔۔۔بیہ کو ٹوکتے ہوئے ضرار نے اسکی درستگی کی تو بیہ کی آنکھیں یک دم بھیگتی چلی گئیں تھیں۔اس نے آنکھوں میں ناراضگی لیے

سامنے بیٹھے شخص کو سمجھانا چاہا تھا۔ کہ وہ اسے اس امتحان میں ناڈالے

بھائی پکارو مجھے۔۔۔ ضرار نے اسکی بھیگی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے دوبارہ حکم دیا تو بیہ آنکھ سے گرتا ہوا آنسو صاف کرتے ہوئے نم آنکھوں سے
مسکراتے ہوئے سرگوشی میں بھائی بول گئی۔۔

اونچی آواز میں کیپٹن بیہ۔۔۔۔ بیہ کے ہونٹوں کی سرگوشی کو محسوس کرتے ہوئے اس بار سلطان نے بھی اسے ضرار کی حکم کی پیروی کرنے کا کہا تھا۔۔۔

بھائی۔۔۔۔! سلطان کے حکم پر بیہ نے مسکراتے ہوئے حسرت سے ضرار کو اونچی آواز میں بھائی پکارا تو وہ دونوں سرشاری سے مسکرا دیے۔۔۔

وہاج کو پسند کرتی ہو کیا۔۔۔بیہ کی زبان سے بھائی سنتے ہوئے ضرار نے نرمی سے اسے سوال کیا پوچھا بلکہ بیہ کو جھٹکا دیا تھا۔۔۔

ضرار کے سوال پر حیران کن تاثرات سے بھیگی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اس نے باری باری ان کو دیکھا تھا۔۔۔

نہیں۔۔تو۔۔۔کس نے کہا۔۔۔ضرار کی سوالیہ نظروں کو دیکھتے ہوئے بیہ نے اٹکتے ہوئے نظریں چرائی تو سلطان اور ضرار ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے کندھے اچکا گئے تھے۔کہ چلو تمہاری بات مان لیتے ہیں۔۔۔

ہمم۔۔۔ٹھیک کوئی بات نہیں ہے۔۔۔اگر تم اسے پسند نہیں بھی کرتی تو بھائی ہونے کے ناطے میں تمہارا رشتہ اسکے ساتھ طے کر رہا ہوں۔کیونکہ وہ نیلی بتی تمہیں پسند کرنے لگا ہے۔اب محبت کا معاملہ ہے یا کچھ اور وہ تم

نکاح کے بعد اس سے خود پوچھ لینا۔۔۔

بیہ کے جھوٹے انکار پر ضرار نے دوستانہ انداز میں اسے بتاتے ہوئے اپنا ارادہ واضح کیا تو بیہ فریز ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

بھائی۔۔۔پر کیسے۔۔۔۔بیہ نے ساکت ہوتے تیزی سے جاننا چاہا تو ضرار سرد سانس خارج کر گیا تھا۔۔۔

بیہ شیراز پاشا "ایک بھائی ہونے کے ناطے میں اتنا تو کر ہی سکتا ہوں" نا۔۔۔

بیہ کو بت بنے دیکھ کر ضرار نے اسے پورے نام سے مخاطب کرتے ہوئے بولا تو بیہ کا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔۔۔

بیہ ایک گم نام لڑکی تھی۔یہ ان بچیوں میں تھی جن کو لوگ پیدا ہونے کے بعد کوڑے میں یہ سڑک کنارے پھینک دیتے ہیں۔اور کچھ زرا سے رحم

دل لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کوڑے میں پھینکنے کی بجائے انہیں ان اداروں کے سامنے رکھ آتے ہیں۔ جہاں ایسے بچوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ بیہ بھی ایسے ہی یتیم خانے میں پلی بڑھی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکا باپ کونسا ہے یا پھر ماں۔۔۔ کیوں اسے پیدا ہوتے ہی یتیم خانے کے دروازے پر رکھ دیا تھا۔۔۔

کیا اسکا وجود جائز بھی تھا یا نہیں۔۔۔ اس آگے سوچتے ہی اسکی روح کانپ جاتی تھی۔ وہ ہمیشہ سے اس حقیقت سے نظریں چراتی آئی تھی کہ اسکا وجود گم نام ہے۔ اور معاشرے میں ایسے گم نام وجود کو دھبہ یا گندی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

پر بیہ کی زندگی میں ایک ایسا واقع پیش آیا تھا جس نے اسکی زندگی کو گم نامی سے نکال کر روشنی کے اجالوں میں لا کھڑا کر دیا تھا۔۔۔

کچھ سال پہلے شیر از پاشا ایک مال میں ایک خفیہ میٹنگ کے سلسلے میں گئے تھے۔ جہاں پر دشمن نے انھیں دھوکا دیتے ہوئے انکی گاڑی میں بمب لگا دیا تھا۔اور یہ منظر وہاں چھپی ہوئیں لائٹ گرین آنکھوں نے غور سے دیکھا تھا۔

بیہ یتیم خانے میں بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ چھوٹی موٹی نوکری کر کے اپنی پڑھائی کا خرچہ خود اٹھا رہی تھی۔اس دن وہ مال اپنی دوستوں کے ساتھ گئی تو کچھ لوگوں کی گفتگو نے بے اختیار اسکے پاؤں جکڑتے ہوئے اسے وہیں رکنے پر مجبور کر لیا۔۔۔

بیہ نے اپنی دوستوں کو اندر بھیجتے ہوئے چھپ کر انکی کاروائی دیکھنا چاہی تو انکو گاڑی میں بمب لگاتے دیکھ کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹتی چلی گئیں تھیں۔۔

وہ لوگ اپنی کاروائی مکمل کر وہاں سے غائب ہوئے تو بیہ ناچاہتے ہوئے

بھی گاڑی کے پاس چلی آئی تھی۔۔۔

تھوڑی دیر میں شیر ازپاشا آکر گاڑی میں بیٹھے تو وہ اس چیز سے بے خبر تھے کہ انکی گاڑی میں ایک اور وجود بھی انکے ساتھ ہے۔۔۔شیر ازپاشا کے گاڑی انلاک کرتے ہی بیہ چپکے سے پیچھے بیٹھ گئی تھی۔۔۔

گاڑی چلتے ہوئے روڈ پر آئی تو پیچھے چھپی ہوئی بیہ اٹھ بیٹھی جبکہ اس پر نظر پڑتے ہی شیر ازپاشا تعجب سے اسے دیکھے گئے۔۔۔

شیر ازپاشا کی نظروں کو نظرانداز کرتے ہوئے بیہ نے انہیں گاڑی کے ساتھ ہوئی چھیڑ چھاڑ کے بارے میں بتایا تو شیر ازپاشا کے لئے یہ دوسرا بڑا جھٹکا تھا۔۔۔شیر ازپاشا نے گاڑی کو روکنا چاہا تو گاڑی کی بریکس خراب دیکھ کر انکے اصل معنوں میں اوسان خطا ہوئے تھے۔۔

اسی لئے بناوقت ضائع کرتے ہوئے شیر ازپاشا نے بیہ کو فرنٹ سیٹ پر

بیٹھنے کا حکم دیتے ہوئے گاڑی سنسان رستے کی جانب موڑ کر، گاڑی کے ڈور انلاک کرتے ہوئے بیہ کو ہدایت کی تھی۔ کہ وہ انکے حکم کے مطابق گاڑی سے باہر کود جائے گی۔ اس ساری صورتحال میں بیہ مکمل طور پر کانفیڈینٹ ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ کسی اچھے شاگرد کی طرح اس نے شیراز پاشا کے حکم پر حامی بھری تو شیراز پاشا اسکو مطمئن دیکھ کر مزید حیران ہو گئے تھے۔۔۔ لیکن پھر اگلے ہی پل وہ دونوں گاڑی سے باہر کود دے تو گاڑی تیزی سے درخت سے ٹکراتے ہوئے دھماکے کا شکار ہو گئی تھی۔

گرنے کے باعث بیہ کو چوٹیں آئیں لیکن وہ لاپرواہ بنتے ہوئے بھاگ کر شیراز پاشا کے پاس پہنچی تھی۔ جن کے سر پر گہری چوٹ لگ گئی تھی۔ شیراز پاشا نے ہوش میں رہتے ہوئے اپنا موبائل نکال کر اسے دلاور خان کو کال کرنے کا کہا تو بیہ نے جلدی سے نمبر ڈھونڈ کر دلاور خان کو کال کرتے ہوئے ساری صورتحال بتاتے ہوئے جلد از جلد پہنچنے کا کہا تھا۔۔۔

اس سارے واقعے کے بعد وہ دونوں اس چھوٹی سی لڑکی کی ہمت اور حوصلے بہت متاثر ہوئے تھے۔

ٹھیک ہونے کے بعد شیر از پاشااور دلاور خان اسے ملنے کے لیے اسکے بتائے ہوئے پتے پر پہنچے تو یتیم خانے کو دیکھ کر چونک گئے تھے۔

بیہ ان دونوں کو وہاں دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ شیر از پاشا کے پوچھنے پر جب ان دونوں کو یہ پتہ چلا کہ بیہ کے آگے پیچھے کوئی بھی نہیں ہے تو نجانے کیوں شیر از پاشا کا دل بہت بے چین ہونے لگا تھا۔۔

وہ اسے اکثر ملنے کے لئے جانے لگے تو اسی طرح انکو ایک دن پتہ چلا تھا کہ جس یتیم خانے میں بیہ رہ رہی ہے وہاں لڑکیاں سمگل ہونے کا کاروبار بھی چلنے لگا ہے۔۔۔

یہ خبر دلاور خان کے لئے بھی شاکنگ تھی۔ کیونکہ ان دنوں وہ اسی مشن پر کام کر رہے تھے۔

ایک رات جب انہوں نے اس جگہ پر ریٹ کرتے ہوئے وہاں سے

مجرموں کو پکڑا تو بیہ کو اداس دیکھتے ہوئے وہ دونوں پریشان ہو گئے تھے۔۔۔اس یتیم خانے کو بند کرتے ہوئے وہاں موجود بچوں اور بچیوں کو کسی دوسری محفوظ جگہ پر پہنچا گیا تو شیر از پاشا نے دلاور خان سے اپنی دل کی بات کرتے ہوئے بیہ کو اپنی سرپرستی میں لیتے ہوئے اڈاپٹ کر لیا تھا۔

اڈاپٹ کرنے سے پہلے بیہ نے ایک شرط رکھی تھی کہ وہ اس سے ہمدردی کرتے ہوئے کبھی باپ کے روپ میں پیش نہیں آئیں گئے۔۔کیونکہ وہ خود کو مضبوط بنانا چاہتی ہے۔اور کسی بھی ایسے اچانک ملے رشتے کی وجہ سے وہ اپنے دل کو کمزوری میں مبتلا ہونے نہیں دے سکتی ہے۔۔۔

بیہ کی اس شرط کو شیر از پاشا نے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کیا تھا۔

تب سے لے کر بیہ کی پڑھائی اور باقی زمہ داری شیر از پاشا نے پورے دل سے نبھاتے ہوئے کبھی بھی اسے اور اپنے درمیان رشتے کا احساس نہیں دلایا تھا۔

بیہ کو قانونی طور پر ایڈاپت کرتے ہی شیراز پاشا نے ضرار کو اس بارے میں ہر طرح سے آگاہ کر دیا تھا۔ ضرار انکا خون تھا وہ اس سے اتنی بڑی بات نہیں چھپا سکتے تھے۔ لیکن گل جہاں بیگم اس بات سے انجان ہی تھیں۔۔

اب بتاؤ کیا میں ایک بڑا بھائی ہونے کی حیثیت سے تمہارا رشتہ طے کر سکتا ہوں۔۔۔

ضرار نے مان بھرے لہجے سے بیہ سے دوبارہ استفسار کیا تو وہ ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی تھی۔

میں آج تک آپ سے دور رہنے کی کوشش کرتی آئی ہوں۔ تاکہ مجھے کوئی غلط نا سمجھنے کی کوشش نا کرے۔ کہ میں نے کسی لالچ کے تحت یہ نام

حاصل کیا ہے۔۔۔اور اگر آج آپ میرے پاس آئے بھی ہیں اور مجھے بہن مان بھی رہے ہیں۔تو صرف اس ہارپک کی بوتل کے لئے۔۔۔

اتنے سال کیوں نہیں مجھے بہن کہا۔۔کیوں مجھ سے بڑے بھائی ہونے کے ناطے بات نہیں کی۔۔۔کیوں مجھے میری ضد میں رہنے دیا۔۔کیوں مجھے یہ احساس نہیں دلایا۔کہ میں اپکی بہن ہوں۔۔۔۔کیوں۔۔۔اج اس ہارپک کی بوتل کے لئے فٹافٹ بھاگے بھاگے چلے آئے ہیں۔۔۔اور مجھے بہن بھی بنالیا ہے۔۔۔میں نہیں مانوں گی کسی بھی رشتے کے لئے۔۔۔۔

وہ ایک دم سے روتے ہوئے وہاج کو اونچی اونچی ہارپک بلانے لگی تو ضرار اور سلطان نے مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔۔۔جبکہ سلطان تو ہنسی کے زور سے تھوڑی پر ہاتھ رکھ گیا تھا تاکہ اپنی مسکراہٹ چھپا سکے۔۔۔
جبکہ ضرار مسکراہٹ دباتے ہوئے اٹھ کر اسکے قریب صوفے پر بیٹھا تو بیہ

ناراضگی وغصے سے منہ موڑ گئی تھی۔۔۔

کیامیری گڑیانے باباسائیں کو یہ دھمکی نہیں دی تھی کہ اگرانہوں نے تم سے کوئی رشتہ ظاہر کرنے کی کوشش کی توتم انہیں چھوڑ کر کہیں دور چلی جاؤں گی۔۔۔تو پھراب یہ روٹھنا کیوں۔۔۔۔۔

ضرارنے چہرہ جھکاتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے یاد دلایاتوبیہ روتے ہوئے زور سے ہونٹ کاٹ گئی تھی۔۔۔کچھ سال پہلے دی ہوئی دھمکی کی وجہ سے ہی شیرازپاشااس سے دور ہوئے تھے۔ورنہ بیہ کو یاد تھاکہ انہوں نے بہت بارا سے اس ضد کو چھوڑنے کا کہا تھا۔۔تاکہ وہ اسے حویلی لے جاکر بیٹی کے طور پر متعارف کرواسکیں۔۔۔

ہاں تومیں تونادان تھی آپ لوگ توسیانے تھے نا۔۔۔کیوں مانی میری

بات۔۔۔ضرار کے یاد دلانے پر بیہ نے سارا الزام واپس انہی پر ڈالا تو سلطان قہقہ لگا گیا تھا۔۔۔

پاشا گڑیا بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے سارا ہم لوگوں کا ہی قصور ہے۔۔
سلطان نے ہستے ہوئے بیہ کی تائید کی تو ضرار بھی ہنس پڑا تھا۔۔۔

ہاں نا۔۔۔ کبھی مجھ سے بڑے بھائیوں کی طرح بات نہیں، الٹا بس ہر وقت مجھے ڈانٹتے رہتے تھے۔۔۔۔سلطان کے اپنی بات میں حامی بھرنے پر بیہ کو ایک اور غم یاد دیا تو وہ زور سے انکھوں کو مسلنے لگی تھی۔ جس پر ضرار اسکا ہاتھ تھام کر نرمی سے اسکے آنسو خود صاف کرتے کہنے لگا۔۔۔

میں اس لئے ڈانٹتا تھا۔۔تاکہ میری گڑیا پھٹ پڑے اور مجھے پلٹ کر جواب دے اور بولے کہ بھائی آپ مجھے اس طرح ڈانٹ نہیں سکتے

ہیں۔۔۔میرے نام کے ساتھ بھی "شیر از پاشا" کا نام جڑا ہوا ہے۔۔۔پر میری گڑیا تو بس احساس کمتری کا شکار ہوتے اکیلے بیٹھ کر رو دیتی تھی۔۔۔۔ ضرار اسکے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے افسوس سے بولا توبیہ نے روتے ہوئے منہ بنایا تو ضرار ہنستے ہوئے اسے سینے سے لگا گیا تھا۔۔۔

ایسے منہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔بلکہ میری گڑیا کو تو میسنے بننے کی ضرورت ہے۔۔۔تمہاری ہر برتھڈے پر کیک بھجوانے کے ساتھ ساتھ نوٹ لکھ کر بھجواتا رہا ہوں۔۔۔پر مجال ہوا گر کبھی اگلے دن میری بہن نے شکریہ بولتے ہوئے بہن چارے کا اظہار بھی کیا ہو۔۔بلکہ برتھڈے کے اگلے دن تم ایسے میرے ساتھ پہلے سے زیادہ انجان بنتی تھی۔ جیسے مجھے جانتی ہی نا ہو۔۔۔۔جبکہ میرا بھیجا ہوا سارا کیک کھانا تم پر فرض ہوتا تھا۔۔۔

بیہ کے منہ ٹیڑھا کرنے پر ضرار نے پچھلے اتنے سالوں کا حوالہ دیا تو بیہ اپنی

چالاکی اور میسنا پن یاد کرتے اچانک رونا چھوڑ کر ایک دم سے کھکھلانا شروع ہو گئی تھی۔اسے بہت مزا آتا تھا۔۔جب اگلے دن وہ ضرار کے تاثرات کو جانتے ہوئے بھی اگنور مار دیتی تھی۔۔۔اور ضرار کا ضبط کے مارے سرخ چہرہ ہو جاتا تھا۔۔۔

بیہ کے کھکھلانے پر وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔۔۔بے شک پچھلے اتنے سال ان دونوں بہن بھائی کے درمیان خاموش جنگ چلتی رہی تھی۔۔۔

وہ تو میں آپ سے اپکی ڈانٹ کا بدلہ لیتی تھی۔۔مجھے آپکا بے چین چہرہ دیکھ کر بہت مزا آتا تھا۔۔۔ناک صاف کرتے ہوئے وہ بھیگی آواز میں بھرپور ہنستے ہوئے ضرار کو بتانے لگی تو ضرار افسوس سے اسے دیکھ گیا تھا۔۔۔

چلو تم نے سارے بدلے اتار لیے ہیں نا اب بتاؤ اماں سائیں سے ملنے کے لیے تیار ہو کیا۔۔۔بیہ کے ناک صاف کرنے پر وہ دونوں دل میں وہاج

کے لیے دعا خیر مانگنے لگے تھے۔عیس اور سنی کے ساتھ رہ رہ کر وہ بھی نمونہ بن چکی تھی۔۔

اماں سائیں مجھ سے نفرت تو نہیں کریں گئیں نا۔۔۔ضرار کے پوچھنے پر بیہ نے کسی خدشے کے تحت پوچھا تو ضرار اسکی بھیگی آنکھیں صاف کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا تھا۔۔

اماں سائیں سے ایک دفعہ ملو پھر تمہیں اس سوال کا خود جواب مل جائے گا۔۔۔کہ ہماری اماں سائیں کتنی بھولی ہیں۔آج تک وہ اپنی چالاک دیورانیوں سے نفرت نہیں کر پائیں جو انکے کلاف پر اپیگنڈے کرتیں آئیں ہیں۔۔اپنی بیٹی سے کیا ہی نفرت کریں گئیں بھلا وہ۔۔۔

ضرار اپنے خاندان کے ڈرامے یاد کرتے ہوئے سر جھٹک کر بولا تو سلطان اور بیہ قہقہ لگا گئے تھے۔ضرار پاشا کی اپنے خاندان سے چڑ وہ شروع سے

جانتے تھے اسی لئے اسکا منہ بنتا دیکھ کر وہ ہنس پڑے تھے۔۔۔

چڑیل اتنے سال تم نے اس فضول سوچ، اور ڈر کے تحت ضائع کر دیے ہیں۔ ہم چاروں میں کسی کی بھی چھوٹی بہن نہیں تھی۔ بابا سائیں نے مجھے جب تمہارے بارے میں بتایا تھا تو اس پل مجھے محسوس ہوا تھا۔ جیسے دنیا کی سب سے بڑی خوشی مل گئی ہو۔۔۔ لیکن تمہارے ڈر کی وجہ سے میں کبھی چاہ کر بھی تمہارے قریب نہیں ہو پایا۔۔۔

ضرار نے اسکا ہاتھ تھام کر عقیدت سے بلکل اسی طریقے سے آنکھوں سے لگایا جس طرح وہ گل جہاں بیگم کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگاتا تھا۔ یہ اسکے احترام کا خاص انداز تھا۔۔۔ جبکہ بیہ تو ضرار کے اس عمل پر سٹل ہوتی اسے دیکھتی چلی گئی تھی۔۔۔ اسے اب محسوس ہو رہا تھا کہ واقع ہی اس نے اتنے سال ضائع کر دیے ہیں۔ خدا نے اسے بہت خوبصورت رشتوں سے نواز دیا

تھا۔ جن سے اس نے خود دوری بنائی رکھی تھی۔۔۔

ایم سوری بھائی۔۔۔مجھے بس ڈر لگتا تھا کہ کہیں آپ لوگوں کو کھو نا دوں ۔۔۔اس لئے بس تصویروں میں دیکھ کر حسرت پوری کر لیتی تھی۔۔۔بیہ نے پھر ہچکیوں سے روتے ہوئے ضرار کے سینے پر سر رکھا تو اسے محسوس ہونے لگا جیسے دنیا جہاں کا سکون اس نے پالیا ہو۔۔۔

بہن، بھائی کا روٹھنا منانا ہو گیا ہو تو رشتے کا بھی پوچھ لو۔۔۔ماحول کو ہلکا پھلکا کرتے ہوئے سلطان نے اسے وہاج کا یاد دلایا تو ضرار مسکرا دیا تھا۔۔ جبکہ بیہ ہونٹ کا کونا دبا گئی تھی۔۔

ایک شرط پر ہاں کروں گی۔۔بیہ نے اسکے سینے سے سر اٹھاتے ہوئے انگلی اٹھا کر شرط رکھی تو وہ دونوں استفہامی نظروں سے دیکھ گئے۔۔۔جس پر بیہ

اٹھتے ہوئے کمرے میں چلی گئی تھی۔۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو ضرار اور سلطان اسکی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔

میں نے اس پر اپنی شرط لکھ دی ہے۔۔۔اگر یہ مان لی گئی تو میری طرف سے ہاں ہے۔۔۔بیہ نے ایٹیٹیوڈ سے ایک پیپر انکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں متجسس ہوتے اسے دیکھتے چلے گئے تھے۔

سنی۔۔۔ائرہ اپنی کمر اوپر اٹھاتے ہوئے خماری سے بھرپور آواز میں بولی تو سنان مصطفیٰ گہرا مسکراتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں پر بھیگے لب رکھنے لگا تھا۔۔ جبکہ ایرہ کی مدھم سسکیاں اسکے کانوں میں رس گھول رہیں تھیں۔۔۔ سنان نے گھٹنوں کے بل اوپر اٹھتے ہوئے ایرہ کی خم دار کمر میں بازو لپیٹتے

ہوئے اسے گود میں اٹھایا تو اسکے بال لہرا کا کمر پر بکھرتے چلے گئے تھے جبکہ وہ اسکی کمر پر ٹانگوں کو لاک کر گئی تھی۔۔۔

سنی کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے ایرہ نے سرخ مخمور گولڈن آنکھوں سے اسے دیکھا جو پہلے ہی وارفتگی سے اسکے تیکھے نقوش دل میں بسا رہا تھا۔۔۔

تم پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی ہو یا بس مجھے پاگل بنانے کا ٹھیکا لیا ہوا ہے۔۔۔سنان نے اسکی گردن پر کاٹتے ہوئے پوچھا تو ایرہ گردن پیچھے گراتے ہوئے دلکشی سے مسکرا دی تھی۔۔۔

جبکہ وہ پاگل ہوتے اسکی گردن اور کندھوں کو بار بار چومنے لگا تھا۔۔

نیچے کھانے کا وقت ہونے والا ہے اور تم مجھے کب سے کمرے میں بند کیے بیٹھے ہو۔۔۔اپنے بدن میں بے چینی پیدا ہونے پر ایرہ نے اسکے کان پر جھکتے

ہوئے مخمور آواز میں اسے ہوش دلانا چاہی تھی۔۔۔ جبکہ مقابل پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔

بے بی کھانے کو چھوڑو مجھے خوش خبری کب سنا رہی ہو بس یہ بتاؤ

۔۔۔ائرہ کو تھائیز سے پکڑتے ہوئے سنان نے اپنے قریب ترین کیا تو ایرہ کے چہرے میں بے اختیار سرخیاں گھل گھلتی چلی گئیں۔۔۔ سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے مضبوطی سے چادر کو تھاما تو سنان ابرو آچکا گیا تھا۔۔۔

کچھ شرم کر لو، صبح سے ت اس بات کے علاؤہ تمہیں کوئی اور بات نہیں سوجھ رہی کیا۔۔۔ائرہ اسے گھور کر رہ گئی تھی۔۔جب سے اس نے ضرار کے باپ بننے کی خوشخبری سنی تھی۔تب سے وہ اسکا سر کھائے جا رہا تھا۔۔۔

ابھی بھی میں شرم کروں، شرم تو تمہیں آنی چاہیے جو اپنے شوہر کو سب سے پیچھے لے آئی ہے۔ دن رات تو تم سے پیار کر رہا ہوں، وہ سالے کونسا کچھ سپیشل کام کر رہے ہیں جو میں نہیں کر پا رہا۔۔۔ ائرہ کے جواب پر سنان اسکے بدن پر بے باکی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے چبا کر بولا تھا۔۔۔

جبکہ ایرہ تو اسکی بے شرمیوں پر خود میں سمٹتے جا رہی تھی۔۔۔۔

تم سے بحث کرنا ہی فضول ہے۔۔۔ چھوڑو مجھے اب نیچے جانے دو۔۔ سب کیا سوچ رہے ہوں گئے۔۔ ائرہ نے ہار مانتے ہوئے اٹھنا چاہا تو سنی اسے جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں پھر پیچھے لٹا کر اسکے اوپر آ گیا تھا۔ جس پر وہ حیرانی سے اسے دیکھے گئی۔۔۔

نیچے اولڈ پارٹی کے علاوہ ابھی کوئی بھی نہیں ہو گا۔۔۔ سب بیویوں کے ساتھ کمروں میں بند ہیں۔۔ ہم نے آج چھٹی جھگ مارنے کے لیے تھوڑی کی تھی۔ اور تم بھی سکون سے لیٹی رہوں کیونکہ میں ایک بار پھر تمہاری

روح میں اترتے ہوئے تمہاری جان لیوا سسکیاں سنی ہیں۔۔۔۔
ایرہ کی ضرورت سے زیادہ کھلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنی نے اسکی ٹانگوں کے درمی

رات کے ڈائنگ ٹیبل پر سب کی نظروں کا مرکز گل جہاں بیگم تھیں۔جو شدید برہم نظر آنے کی وجہ سے شیراز پاشا کو دیکھ بھی نہیں رہیں تھیں۔۔۔

منیزے کی گڈ نیوز کی خبر سنتے ہی وہ لوگ ادھر آن پہنچے تھے۔جہاں رستے میں شیراز پاشا نے انہیں بیہ کے حوالے سے اتنا بڑا سچ بتایا وہیں گل جہاں بیگم کا غصے سے برا حال ہو گیا تھا۔اور اسی ناراضگی میں وہ پچھلے دو گھنٹوں سے اپنے سائیں کو نظر انداز کر رہیں تھیں۔

سلطان اور ضرار بھی واپس آ چکے تھے۔۔ ضرار جو آنکھوں سے اپنے بابا سائیں سے اشاروں میں باتیں کر رہا تھا۔ اسکے اشاروں پر شیر از پاشا کو اب غصہ آنے لگا تھا۔ کب سے وہ اشارے بازی میں لگا تھا۔۔ مجال تھی اگر آگے بڑھ کر اس نے اپنی ناراض ماں سے باپ کے حق میں صفائی دینا چاہی ہو۔۔۔۔

ویسے اب پتہ چل گیا ہو گا۔ کہ بیوی جب بھاؤ دے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔ شیر از پاشا کی بے بسی کو انجوائے کرتے ہوئے بی جان نے انہیں انکی بات یاد دلائی تھی۔۔ جب دلاور خان اور شیر از پاشا نے مل کر انکے پوتوں اور انکی بیویوں کے درمیان ناراضگی پیدا کی تھی۔۔۔

بی جان کے یاد دلانے پر جہاں سب نے مسکراہٹ دبائی وہیں گل جہاں بیگم غصے سے پلیٹ میں چمچ پٹخ گئیں۔۔۔

بی جان ایسے نہیں ہوتا ہے یہ باپ، بیٹا ہمیشہ مجھ سے چیزوں کو چھپاتے آئے ہیں۔۔۔پہلے ضرار کا آرمی میں ہونے کا چھپایا اور اب یہ اتنی بڑی بات ۔۔کیا میں اتنی غیر اہم ہوں انکے لئے۔۔۔۔گل جہاں بیگم آنسو صاف کرتے ہوئے شدید ناراضگی کے ساتھ بولیں تو شیراز پاشا اور ضرار ایک ساتھ تڑپ اٹھے تھے۔۔۔

ضرار جلدی سے اٹھ کر اپنی اماں سائیں کے پاس آیا تھا۔۔۔

قسم لے لیں اماں سائیں، اس چیز میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔بیہ نے دھمکی دیتے ہوئے ہمیں روک دیا تھا۔۔ورنہ ہم تو آپ کو اس بارے میں بہت پہلے ہی آگاہ کر دینے والے تھے۔۔۔۔

ضرار نے روتی ہوئیں گل جہاں بیگم کا سر سینے سے لگاتے ہوئے صفائی پیش کی تھی۔۔۔

بیہ نے حق جتانے سے روکنے کے لیے دھمکی دی تھی۔ یہ تو نہیں کہا تھا نا
کہ اسکاماں کو اس بارے میں نہ بتانا۔۔۔ ضرار کی صفائی پر گل جہاں بیگم
آنسو روکتے ہوئے پھر غصے سے بولیں تو شیراز پاشا بے بسی سے اپنی ناراض
بیگم کو دیکھ گئے تھے۔۔۔۔

اماں سائیں وہ بے وقوف لڑکی منفی سوچوں کا شکار رہی ہے۔ اسے لگتا تھا۔
کہ اگر آپ اسکے بارے میں جان گئیں تو آپ اس سے نفرت کا اظہار
کریں گئیں اسی لئے اس نے وہ ہم دونوں کو بھی خود سے دور رکھتی تھی
۔۔۔۔

ضرار انکے آنسو صاف کرتے ہوئے پھر بتانے لگا تھا۔۔ جبکہ اندر ہی اندر
اسے اپنی سوتیلی بہن پر بے حد تپ چڑھ رہی تھی۔ ٹیبل پر باقی سب
خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ جبکہ منیزے تو خود اس حقیقت کو جان

کرشاک میں تھی۔

ضرار، کیا میں اسے اتنی کم ظرف لگتی ہوں۔۔۔جب اسکے نام کے ساتھ میرے سائیں کا نام جڑ گیا تھا۔تو کیا ایسا ممکن تھا۔کہ میں اس سے نفرت کر پاتی۔۔۔بلکہ اسکے نام کے ساتھ جڑنے والا نام ہی اسے میری نظروں میں اہم ترین بنا گیا تھا اور محبت کا حق دار بھی۔۔۔تو پھر اسے کیوں لگا کہ میں اسے قبول نہیں کروں گی۔۔مجھے تو شروع سے بیٹی کی اتنی خواہش تھی۔ لیکن میں دوبار اماں نہیں بن سکی۔۔۔اور اگر خدا نے میری خواہش پوری کر دی تھی۔تو آپ سب نے مل کر مجھے اندھیرے میں رکھنا ضروری سمجھا ہے۔۔۔سب کے لیے میری محبت ہی کیوں سوالیہ نشان بنتی ہے۔۔

ضرار کی بات سن کر گل جہاں بیگم نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو لیے پوچھا تو ضرار تڑپتے ہوئے ہونٹ کاٹ گیا تھا۔۔

شاید ایسا ہی ہوتا ہے جب ہم بنا پوچھے یا اظہار کیے سامنے والے انسان کو سوالیہ نشان بنا دیتے ہیں۔۔۔ کیا ضروری نہیں ہے کہ جو چیز ہمیں اندر ہی اندر کھٹک رہی ہے۔۔اس چیز کو بیان کرتے ہوئے سامنے والے سے سوال کر لیا جائے۔ بجائے ہم اپنی خود ساختہ سوچوں اور سوالوں سے خود اور اپنوں کے درمیاں فاصلہ پیدا کر لیں۔اس چیز کا آسان سا حلہ یہ ہے۔۔جو چیز اپکو پریشان کر رہی ہے اسکے بارے میں اپنے ذہن میں موجود تمام سوال ایک صفحے پر اتاریں اور مطلوبہ انسان سے ایک ایک کر پوچھتے ہوئے جواب طلب کر لیں۔۔۔پر شاید ہم انسان نفرتوں کو فروغ دینا زیادہ پسند کرتے ہیں۔۔۔۔

گل جہاں بیگم کھانا چھوڑ کر روتے ہوئے اٹھ کر ٹیبل سے جا چکیں تھیں۔۔ جبکہ انکے یوں جانے پر شیراز پاشا اور ضرار تکلیف سے ہونٹ بھینچ گئے تھے۔۔۔اور باقی سب بھی سنجیدگی سے انکو دیکھنے لگے تھے

یوں منہ لٹکانے سے مسلے حل نہیں ہو جاتے ہیں۔ میں نے کل تک اپنے پوتے کا رشتہ لے کر جانا ہے تو اس سے پہلے پہلے تم باپ بیٹا میری بہو کو راضی کر لو۔۔۔

ضرار اور شیراز پاشا کا چہرہ دیکھتے ہوئے بی جان نے ماحول کو ہلکا پھلکا کرتے ہوئے حکم صادر کیا تھا۔

اس کے برعکس ضرار، وہاج پر ایک تپتی نگاہ ڈال گیا تھا۔۔۔ جس کو اپنے رشتے کی آگ لگی ہوئی تھی۔۔ وہاج نے دل جلاتی مسکراہٹ اسکی طرف اچھالی تو ضرار اسے گھورنے لگا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل اسکی آنکھیں کچھ یاد آنے پر چمک اٹھیں تھیں۔۔۔

بیہ نے رشتے کو قبول کرنے کیلئے ایک شرط رکھی ہے۔۔۔ضرار نے چمچ اٹھاتے ہوئے اچانک بات شروع کی توسب متوجہ ہوتے اسے دیکھنے لگے۔۔سلطان مسکراہٹ دبا گیا تھا۔۔۔

کیسی شرط۔۔۔وہاج نے بے چینی سے جاننا چاہا تو ضرار جینز کی پاکٹ سے ایک پیپر نکال کر عیس کی جانب بڑھا گیا تھا۔۔۔

عیس اسکو تم خود شرط پڑھ کر سناو، کیونکہ بیہ نے کہا تھا کہ اسکی شرط سب کے سامنے پڑھی جائے۔۔ضرار نے مزے سے بائٹ لیتے ہوئے عیس کو مخاطب کیا تو جہاں عیس کی آنکھیں چمکیں تھیں وہیں وہاج گڑبڑا گیا۔۔۔دال میں گڑبڑ محسوس ہو رہی تھی۔۔

جو حکم بادشاہ سلامت۔۔۔۔عیس نے پیپر کھولتے ہوئے شیطانی آواز میں مؤدب انداز اپناتے ہوئے اسکا حکم بجالایا۔۔۔

جبکہ پیپر پر بیہ کی ہینڈ رائٹنگ میں لکھے الفاظ پڑھ کر عیس کا قہقہ روکنا محال ہو گیا تھا۔۔۔

جی تو کچھ یوں کہا جاتا ہے۔۔۔عیس نے گلا کھنکارتے ہوئے وہاج کی طرف اشارہ کیا تو سب بھرپور متجسس ہوئے۔۔۔

عرض کیا جاتا ہے۔۔۔عیس نے پھر وہاج کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ خونخوار تاثرات سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

بکواس کر بھی دے اب۔۔۔وہاج بے چینی سے بھڑک اٹھا۔۔

جی۔۔تو ہونے والے دلہے میاں۔۔۔ہماری دلہنیا کہتیں ہیں۔کہ شادی والے دن آپ بلو شیر وانی پہن کر بالوں پر ریڈ کلر کروا کے اگر انکو رخصت کروانے پر راضی ہوتے ہیں تو اسکی طرف سے اس رشتے کے لئے ہاں سمجھی

جائے۔۔۔کیونکہ وہ چاہتی ہے۔کہ آپ آفیشلی ہارپک کی بوتل بنتے ہوئے انکے دل میں بسیرا کرلیں۔۔۔اور اگر آپ ایسا سچ میں کر لیتے ہیں تو ہی وہ آپ کے ساتھ شادی کی حامی بھریں گئیں ورنہ نہیں۔۔۔۔

عیس نے مسکراہٹ روکتے ہوئے جلدی سے اسے پڑھ کر سنایا تو سب سے پہلے وہاں سنان کا قہقہ گونجا تھا۔۔۔اس کے بعد عیس سمیت باقی سب ہی قہقہ لگا گئے تھے۔۔جبکہ وہاج کھانا چھوڑ کر اس چھپکلی پر دانت پیسنے لگا تھا۔۔بس نہیں تھا کہ ابھی جا کر اسکا کچومر بنا ائے۔۔۔۔یہ شرط رکھی تھی یا اسکی عزت کا فالودہ بنایا تھا۔اصل میں تو بیہ نے وہاج کی عزت و خوبصورتی دونوں کا فالودہ ہی بنانا چاہا تھا۔۔۔جتنا وہ خوبصورت تھا۔ان نمونوں میں آ کر وہاج کو بے ساختہ اپنی خوبصورتی پر کمپلیکس ہونے لگا تھا۔

عجیب کھسکے، ناشکرے قسم کے لوگ تھے۔جو اسکی خوبصورتی کو کسی کھاتے میں ہی نہیں لاتے تھے۔۔

پھر دلہے میاں کیا کہتے ہیں۔۔۔اپکے ان حسین بالوں کے لئے کلر منگوایا جائے، یا پھر۔۔۔سنان وہاج کی طرف دیکھتے ہوئے شرارتی انداز میں گویا ہوا تھا۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔دیکھتا ہوں کہ کیسے نہیں مانتی وہ چھپکلی نکاح کے لئے۔۔۔وہاج علی صدیقی تم لوگوں کو کسی بھی ایسی بکواس کے بنا ہی نکاح کر کے دیکھائے گا۔۔۔وہاج قہر برساتی نظروں سے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے کھانا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔۔۔جبکہ اسکے یوں تپ کر جانے پر وہ سب مزید قہقہے لگانے لگے تھے۔۔۔

منیزے کمرے کا دروازا کھول کر اندر جھانکتے ہوئے چپکے سے اندر داخل ہوئی تھی۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔۔وہ گل جہاں بیگم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔انکی ناراضگی کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ اپنے بابا سائیں اور اماں سائیں کی صلح کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔اور ساتھ ہی اس نے گل جہاں بیگم کو کھانا بھی کھلا دیا تھا۔ابھی بھی وہ گل جہاں بیگم کے احساس دلانے پر اٹھ کر کمرے میں آئی تھی۔

اتنی بڑی خوشخبری ملنے کے بعد وہ صبح سے ضرار سے چھپ رہی تھی۔ نجانے کیوں اسے اتنی شرم محسوس ہو رہی تھی۔جبکہ ضرار ضبط سے اپنی بیگم کی حرکتیں دیکھتے ہوئے بیہ کی طرف چلا گیا تھا۔وہاں سے واپس آنے کے بعد وہ سب کھانا کھانے لگے تھے۔اور کھانا کھاتے ہی منیزے اٹھ کر

گل جہاں بیگم کے کمرے میں پھر جا چکی تھی۔اور اب ادھی رات کو وہ کمرے میں واپس آ رہی تھی۔۔

بیڈ کی طرف دیکھتے ہوئے، منیزے اپنی نائیٹی لے کر باتھ روم میں بند ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں نائٹی کے اوپر گاؤن پہنتے ہوئے وہ باتھروم سے نکل کر ڈریسنگ مرر کے سامنے چلی آئی تھی۔۔ہاتھوں پر لوشن لگاتے ہوئے وہ ساتھ میں مرر سے بیڈ پر سوئے ہوئے ضرار کو بھی غور سے دیکھ رہی تھی۔۔ جبکہ سینے میں اسکا دل تیزی سے دھک دھک کیے جا رہا تھا۔۔۔

لائٹ آف کر کے وہ آہستہ آہستہ اندھیرے میں پیر اٹھاتے ہوئے بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ جبکہ انتہائی آہستہ سے منیزے نے بلیکنٹ میں گھستے ہوئے کروٹ بدل کر فتح مندی سے آنکھیں کیں تو اسکے ساتھ لیٹے ہوئے وجود

کی سرمئی آنکھیں پل میں کھل گئیں تھیں۔۔

ضرار نے گھورتی آنکھوں سے اس چالاک لومڑی کی پشت دیکھی۔جو جان بوجھ کر اتنی دیر سے کمرے میں آئی تھی۔تاکہ اسکا سامنا نہ کرنا پڑا۔۔۔

جبکہ منیزے جو سکون سے آنکھیں بند کر چکی تھی کہ ضرار نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی کمر کو جکڑ کر ایک جھٹکے میں اسکے نازک وجود کو اٹھاتے ہوئے اپنے اوپر شفٹ کیا تو منیزے اس اچانک افتاد پر ڈرتے ہوئے چیخ مار گئی تھی۔۔۔

اسکے چیخنے پر ضرار نے تیزی سے اسکے نرم لبوں پر جھکتے ہوئے اپنے ہونٹوں سے قفل لگایا تھا۔۔

منیزے کے نرم لبوں سے اپنے ہونٹ الجھاتے ہوئے ضرار نے ایک جھٹکے

میں اسکا گاؤن اتار کر دور اچھل دیا تھا۔ جبکہ اسکی بلیک نائٹی کی سٹریپ کو کندھوں سے کھولتے ہوئے ضرار نے اسکی ڈھرکنوں کو شدت سے ہاتھوں میں بھرا تو منیزے سسکتے ہوئے مزاحمت کرنے لگی۔ جبکہ ضرار نے اسکے ہونٹوں پر بدلہ اتارتے ہوئے اسکی تھائیز پر بے باکی سے ہاتھ پھیرا تو ایک دم سے منیزے کے وجود میں سپارک ہوتا چلا گیا تھا۔۔۔

ضرار نے شدت سے منیزے کی سانسوں کو پیتے ہوئے اسکے وجود کو سختی سے خود میں بھینچتے ہوئے کروٹ بدل کر منیزے کو اپنے نیچے شفٹ کرتے ہوئے اسکی نائٹی بھی اتارتے ہوئے دور اچھالی۔ تو منیزے آنکھیں پھیلاتے ہوئے شرم سے لال انگارہ ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔۔

جبکہ سانس رکنے منیزے نے اسکے کندھوں پر ہاتھ مار کر ضرار کو ہوش دلانا چاہی تو ضرار اس پر ترس کھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کر چھوڑ کر

ڈھر کنوں پر جھک گیا تھا۔۔۔ تیزی سے خود کو مصنوعی پردوں سے آزاد کرتے ہوئے ضرار نے منیزے کی تھائیز کو ہاتھوں میں جکڑ کر اپنے قریب کرتے ہوئے اچانک اسکی روح میں سرائیت کی تو اسکی اتنی شدت پر منیزے کی آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب ہوئیں تھیں۔۔۔۔

سائیں۔۔۔۔ منیزے نے آہ بھرتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔۔ جبکہ ضرار تیز سانسوں میں اسکے گرد بازو لپیٹتے ہوئے اسکی ڈھر کنوں پر جھک چکا تھا۔۔ منیزے کے دل کے مقام پر کاٹتے ہوئے ضرار نے شدت سے اسکی روح میں اترتے ہوئے اسکی کمر کو مٹھیوں میں زور سے بھرا تھا۔ جبکہ ضرار کی شدتوں پر منیزے کا پورا وجود پسینے میں شرابور ہوتا چلا گیا تھا۔۔ کمرے میں گونجا ہوا شور اور منیزے کے نشیب و فراز کا اتار چڑھاؤ ضرار کو پاگل کر رہا تھا۔۔۔ کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اڑتے ہوئے انکے گرم جسموں سے اچانک ٹکرایا تو منیزے کپکپاتے ہوئے ضرار کے کندھوں کو تھام گئی

تھی۔۔۔

سائیں۔۔۔۔ منیزے نے اسکی شدتوں پر ہانپتے ہوئے ضرار کو پھر سے پکارا تو ضرار اسے گہری سرخ سرمئی آنکھوں سے دیکھتے بھرپور انداز میں اسکے اندر اترتا چلا گیا تھا۔۔ جس پر منیزے تڑپتے ہوئے سسک اٹھی تھی۔۔۔

سائیں پلیز۔۔۔۔ ضرار کی شدتوں پر بے حال ہوتے منیزے نے اسے بیچارگی سے دیکھا۔۔۔

سائیں کی جان، بہت مبارک ہو ماں بننے کی۔۔۔ منیزے کے التجائیہ انداز میں دیکھنے پر ضرار نے اسکی گردن پر کاٹتے ہوئے کاٹ دار لہجے میں اسے مبارک باد پیش کی تو منیزے حیا سے ہونٹ کاٹتی چلی گئی تھی۔۔۔

سوری۔۔۔ پلیز۔۔۔ ایسے نہیں کریں، میں مر جاؤں گی۔ ضرار کے اتنے

شدید عمل پر منیزے کے ہونٹوں سے آہیں نکل رہی تھیں۔۔۔ منیزے کو سمجھ آرہی تھی۔ کہ وہ صبح سے اس پر بھرا بیٹھا ہے۔۔۔ کیونکہ وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کرتی رہی تھی۔۔۔ اور اب اسکے انتظار میں پاگل ہوتے وہ مکمل طور پر تڑپ چکا تھا۔۔۔۔

منیزے کے سوری کہنے پر ضرار کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا تو وہ رک کر اسے سلگتی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔ جبکہ اتنی سی دیر میں منیزے کا انگ انگ جل گیا تھا۔۔ اسکی گردن اور دھڑکنوں پر اپنی شدتوں کے سرخ نشان دیکھتے ہوئے ضرار نے نچلے ہونٹ کا کونا دبا کر اسکی ڈھرکنوں پر نرمی سے ہونٹ رکھے تو منیزے اسے خفگی سے دیکھے گئی تھی۔۔۔۔۔

شوہر کو بلاوجہ تنگ کرو گی۔ تو بدن پر ایسی ہی سوغاتیں ملیں گئیں نا۔۔۔ ضرار چھبتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔۔ جبکہ منیزے جو اسے جواب

دینے لگی تھی۔۔کہ اچانک وومٹ کے احساس پر منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔ورنہ کوئی بعید نہیں تھا۔کہ باپ بننے کی خوشی میں وہ ایک بار پھر ضرار کے اوپر وومٹ کر دیتی۔۔۔

ضرار کو پیچھے ہٹا کر اپنے وجود کو چادر میں چھپاتے ہوئے وہ تیزی سے واشروم کی طرف بھاگی تو ضرار بھی پریشانی سے اٹھ کر اسکے پیچھے ہوا تھا۔۔ وہ واشروم میں آیا تو منیزے سینے پر چادر کو سنبھالے وومٹ کر رہی تھی۔۔۔۔

میرا بچہ۔۔۔ منیزے کی آنکھوں کو بھیگتے دیکھ کر ضرار نے اگے بھر کر اسے اپنی آغوش میں لیا تو منیزے نے تھکن کے احساس سے اسکے سینے پر سر ٹکا دیا تھا۔۔۔ضرار نے اسکا منہ دھلا کر ٹاول سے صاف کرتے ہوئے ٹیپ بند کر کے منیزے کو بازوؤں میں اٹھا کر وہ کمرے میں آیا۔۔۔۔

صوفے پر بیٹھتے ہوئے ضرار نے اسے گود میں بٹھایا تو منیزے بچوں کے سے انداز میں اس کے اندر چھپنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

طبیعت ٹھیک ہے نا۔۔۔ منیزے کے انداز پر ضرار نے فکر سے پوچھا تو وہ سر ہلاتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔۔

ڈاکٹر کے پاس چلیں۔۔۔ کچھ سیکنڈ کے وقفے کے بعد ضرار پھر تردد سے پوچھا تو منیزے اسکی اتنی فکر پر مسکراتے ہوئے چہرہ باہر نکال کر اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔۔

منیزے کے خود کی طرف دیکھنے پر ضرار اسکے خوبصورت سرخ و سفید چہرے کو جاں نثار نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔۔

مجھے باپ جیسے رتبے پر فائز کرنے کا بہت شکریہ میری جان۔۔ میری نسل کو بڑھانے کے لیے بہت شکریہ اور میرے گھر کو مکمل کرنے کے لیے بھی

بہت شکریہ۔۔۔خدا کے بعد "ضرار پاشا حیدر" تمہارا تا عمر شکر گزار رہے گا۔۔۔۔

ضرار نے اسکی کانچ جیسی سبز آنکھوں کو چومتے ہوئے محبت سے بولتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوم کر اسے متعبر کیا تو منیزے کی آنکھیں بھیگتی چلی گئیں تھیں۔۔۔وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے جواب میں بولی تھی۔۔

آپ کا بھی بہت شکریہ میری زندگی میں آنے کا۔۔۔مام ڈیڈ کے بعد مجھے سنبھالنے کے لیے شکریہ۔۔۔مجھ سے اتنی محبت کرنے کے لیے شکریہ ۔۔۔حد سے زیادہ پیار کرنے والے اتنے پیارے رشتے دینے کے لیے بھی شکریہ۔۔۔۔

ضرار کے سے انداز میں منیزے بھرائی آواز میں بولتے ہوئے اسکے گال پر

ہونٹ رکھ کر شکریہ ادا کرتے بولی تو ضرار بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے اسے سینے میں بھینچ گیا تھا۔۔۔

تم میری زندگی میرا سب کچھ ہو بلکہ منیزے پاشا تو ضرار پاشا کی جنون ہے۔۔۔۔ضرار نے منیزے کے سر چومتے ہوئے ایک بار پھر محبت کا اظہار کیا تو منیزے مسکراتے ہوئے اسکے برہنہ سینے پر ہونٹ رکھ گئی تھی۔۔۔

کیوں میرے جذبات پھر جگا رہی ہو۔۔۔ منیزے کے ہونٹوں کے لمس پر ضرار نے اسکی چادر کو کھول کر اسکے بدن پر ہاتھ پھیرا تو منیزے کانپتے ہوئے اسکے سینے پر زور سے دانت گاڑ گئی تھی۔

مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ سائیں کی جان کو میری طلب ہو رہی

ہے۔۔۔ضرار نے اسکی برہنہ کندھے پر سلگتے ہونٹ رکھتے ہوئے سرگوشی کی تو منیزے سرخ چہرے کے ساتھ شرم میں مبتلا ہوتے نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔۔۔منیزے کے شرمانے پر ضرار نے ابرو اچکاتے ہوئے اسکے جھوٹ کو دیکھا۔۔

پر مجھے تو اس وقت اپنی جان کی بہت طلب ہو رہی ہے۔۔۔تو مجھے پھر کیا کرنا چاہیئے۔۔۔ضرار نے اسکی ڈھرکنوں پر بھیگے ہونٹ رکھے تو منیزے مدہوش ہوتے اسکے گھنے بالوں میں ہاتھ الجھا گئی تھی۔۔۔

جبکہ ضرار اسکی گردن کو سک کرتے ہوئے منیزے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے جسم میں بے چینی پیدا کرنے لگا تھا۔۔۔

سائیں۔۔۔منیزے نے مدہوش ہوتے اسے پکارا تو ضرار گہرا مسکراتے ہوئے اسکی چادر نیچے گراتے ہوئے منیزے کی روح میں پھر اترتا چلا گیا تھا۔۔۔جبکہ منیزے گردن پیچھے گراتے ہوئے لذت سے دوچار ہوتے

آہیں بھرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

بیہ کے فلیٹ پر اس وقت رش لگا ہوا تھا۔ جبکہ خود بیہ کمرے میں تھی۔۔ جہاں اسکو ایرہ اور منیزے مشرقی طریقے سے تیار کرنا چاہ رہیں تھیں۔ لیکن وہ صاف منع کر چکی تھی۔ کہ وہ اپنا حلیہ کسی صورت بھی نہیں بدلنے والی ہے۔

مشعل اور علیزے کی اپنی حالت کی وجہ سے گھر پر ہی رکی ہوئیں تھیں۔ ان دونوں کی دیکھ بھال کے لئے کلثوم بیگم اور شاہدہ بیگم بھی انکے پاس موجود تھیں۔ جبکہ وہاج کے علاوہ باقی سب بیہ کے فلیٹ پر تھے۔۔۔ اسکے علاؤہ سلطان، سنی اور عیس بھی آفس میں تھے۔ کیونکہ آج انکی بہت امپورٹ میٹنگ تھی۔ اس لئے وہ لوگ اس پروسیس میں شامل نہیں ہو

سکے تھے۔

گرین کلر کی گرم جرسی کے ساتھ بلیک جینز پر ہمیشہ کی طرح پیروں میں ہائی ہیلز پہنے وہ اپنے بلیک گھنگریالے بالوں کا رف سا ہیئر اسٹائل بنائے اپنے تیکھے حسن میں انتہائی جان لیوا لگ رہی تھی۔ چونکہ سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ اس لئے سب کے سب ہی ایک الگ وائب دے رہے تھے۔ ہونٹوں پر پنک لپ سٹک لگائے بیہ ناک چڑھاتے ہوئے ببل چبا رہی تھی۔ جبکہ سینے میں دل اس وقت دھک دھک کرنے میں مصروف تھا۔۔۔

بیہ جو کہ موبائل پر نظریں جمائے بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ اچانک موبائل کی ٹون پر متوجہ ہوئے آنکھیں چندھیا گئی تھی۔۔

موبائل کی سکرین پر اپنے بڑے بھائی کا میسج پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نے

بے نیازی سے منہ میں موجود ببل سے غبارہ بنانا چاہا تھا۔۔۔

ضرار کے نمبر پر "سوتیلا بھائی" لکھا ہوا تھا۔ ضرار اسے وارننگ دے رہا تھا کہ اگر وہ اماں سائیں کو منانے میں کامیاب نہ ہوئی تو وہ اسے اٹھا کر نالے میں پھینک آئے گا۔۔ کیونکہ اسے کسی بھی صورت میں نکمی بہن نہیں چاہیے تھی۔

گل جہاں بیگم چونکہ ناراض تھیں اس لئے وہ پہلے ساتھ نہیں آئیں تھیں۔۔ جس پر ضرار انکی منتیں کرتے ہوئے انہیں اب دوبارہ لے کر آیا تھا۔ اور اب آگے کی زمہ داری بیہ کی تھی۔۔۔

گل جہاں بیگم کے نہ آنے پر بیہ کمرے سے ابھی تک نہیں نکلی تھی۔ اب چونکہ اسکی ماں آچکی تھی۔ تو ڈسٹ بن کا نشانہ لیتے ہوئے بیہ نے منہ سے ببل اس میں پھینکتے ہوئے وہ ہاتھ جھاڑ کر ڈریسنگ ٹیبل سے نیچے اتری۔۔ گہری سانس خارج کرتے ہوئے بیہ نے ایک نظر منیزے کو دیکھا

تو مسکراہٹ دبا چکی تھی۔

بیہ خود میں ہمت پیدا کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل کر لاؤنج میں ائی تو اسکی لائٹ گرین آنکھوں نے سب سے پہلے اپنی ناراض ماں کو دیکھنا چاہا تھا۔۔جو سامنے صوفے پر بیٹھی نظر آچکی تھیں۔اور خفا سی بھی لگ رہیں تھیں۔۔ گرین کلر کے خوبصورت سے سوٹ میں گرے آنکھوں میں خفگی سموئے دودھیا رنگت میں وہ خوبصورت نقوش والی پر نور گل جہاں بیگم تھیں۔جو شیراز پاشا کی طرف شدید ناراضگی سے دیکھ بھی نہیں رہیں تھیں۔

دور سے اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے بیہ کے ہونٹ خود بخود آسودگی مسکراہٹ میں ڈھل گئے تھے۔ جبکہ بے اختیار آنکھوں میں نمی بھی چمکنے لگی تھی۔ آج وہ پورے حق سے اپنی ماں کو دیکھ سکتی تھی۔ورنہ اس سے پہلے وہ گل

جہاں بیگم کو دور دور سے بس تکا کرتی تھی۔

شیر از پاشا کو اپنی ماں کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتے دیکھ کر وہ پورے دل سے نم آنکھوں سمیت مسکرادی تھی۔۔۔سامنے کا منظر اسے دنیا کا مکمل ترین منظر لگ رہا تھا۔جہاں اسکا بھائی اپنے ماں باپ کے پاس کھڑا تھا۔اور اپنے باپ کے ساتھ ساتھ وہ بھی ماں کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔جبکہ گل جہاں بیگم کا ان دونوں کو معاف کرنے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔

گل جہاں بیگم کو خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو نظریں دہراتے ہوئے انکی نظر اچانک کمرے کی طرف اٹھی تھی۔

جہاں کمرے کے دروازے کے بیچوں وبیچ ایک دراز قد کی لڑکی مکمل طور پر

ویسٹرن لک میں کھڑی تھی۔۔بیہ پر نظر پڑتے ہی یک دم گل جہاں بیگم کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔۔۔

گل جہاں بیگم کو بیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ضرار نے اپنے بابا سائیں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔۔باقی سب بھی باتیں چھوڑ کر انکی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔۔

ہائی ہیلز سے ٹک ٹک کرتے ہوئے وہ پر اعتمادی سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ اپنی ماں کے قریب آئی تو نجانے کیوں گل جہاں بیگم کو وہ خود سے بہت دراز معلوم ہوئی تھی۔۔۔

انہی کی طرح گرین کلر کی فل ہائی نیک گرم جرسی پر گھنگریالے بالوں کی رف سی ہاف پونی بنائے، لائٹ گرین آنکھوں پر تضاد میدے جیسی سفید و سرخ رنگت والی کوئی اور نہیں وہ "بیہ شیراز پاشا" تھی۔

چہرہ اٹھا کر بیہ کی طرف دیکھتے ہوئے گل جہاں کے جسم پر بال کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔کیونکہ سامنے کھڑی لڑکی انکو اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہو رہی تھی۔۔۔انکھوں میں بے پناہ احساسات لیے وہ حسرت سے انکو دیکھ رہی تھی۔۔۔

بیہ نے نم آنکھوں سے مسکرا کر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے بے اختیار گل جہاں کی گود میں سر رکھ کر سکون سے آنکھیں بند کیں۔تو گل جہاں بیگم اسکے عمل پر ساکت ہوتی چلیں گئیں تھیں۔انکی گرے آنکھوں کے کنارے جہاں پھیلے وہیں انکا دل مزید تیزی سے دھڑکتے ہوئے انہیں اکسا رہا تھا۔کہ اسے ایک بار چھو لیں۔۔۔جبکہ شیراز پاشا اور ضرار خاموشی سے گل جہاں بیگم کے رد عمل کا انتظار کر رہے تھے۔۔۔لاونج میں ہر طرف خاموشی ضرور تھی۔۔لیکن خاموشی بھی ایسی جو ہر کسی کو اپنا آپ بیان کر

رہی تھی۔۔۔

گل جہاں بیگم نے ساکت وجود سمیت اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اسکے سر پر رکھا تو بیہ نے اس شفقت بھرے لمس پر بند آنکھوں سے اپنی ہچکی روکنے کی پوری کوشش کی تھی۔۔۔

ناراض ہیں۔۔۔ معاف کر دیں گئیں کیا۔۔۔۔اپنی ہچکی روکتے ہوئے بیہ نے انکے گھٹنوں پر چہرہ ٹکا کر آنکھوں میں آنسو لیے بھیگے لہجے میں پوچھا تھا۔۔۔

جبکہ بیہ کے لہجے کی کپکپاہٹ محسوس کرتے ہوئے گل جہاں بیگم کی اپنی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔۔

میں نادان تھی مام۔۔۔۔ڈرتی تھی۔کہ کہیں کوئی مجھے دھتکار نہ دے۔۔کوئی مجھ سے میری شناخت نا پوچھ لے۔۔اس لئے بس ہر کسی سے

چھپنے کی کوشش کرتی رہی ہوں۔۔۔

بابا نے بہت دفعہ مجھے سمجھانے کی کوشش کی پر میں کبھی اپنے ڈر سے نکل ہی نہیں پائی۔۔۔بن ماں، باپ کے پلی بڑھی ہوں۔۔۔شاید اس لئے اتنی سمجھ نہیں آئی کہ میں کیا کر رہی ہوں۔۔ماں باپ جیسے لفظ کو نہیں جان پائی۔۔۔

کیونکہ اگر سمجھ دار ہوتی تو اتنے سال ضائع نہ کرتی بلکہ بہت پہلے ہی اس مہربان آغوش میں خود کو چھپا لیتی۔۔۔اور دھڑلے سے بابا کو بھی بتاتی کہ بابا مجھے میرے ڈر سونے نہیں دیتے ہیں۔۔۔بھائی کو کہتی کہ مجھے اپنے پیچھے چھپا کر اس زمانے سے دور لے جائیں۔۔۔اور کہتی کہ مجھے بہت سے سوال پریشان کرتے ہیں۔۔۔میں نہیں جانتی کہ ماں باپ کیسے ہوتے ہیں۔۔۔ورنہ اپ کے دو بٹے کی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے سکون سے آنکھیں بند کر لیتی۔۔۔پر میں ایسا نہیں کر پائی مام۔۔۔کیونکہ میں خود سے اور خود کی اصلیت سے خوف کھا چکی تھی۔۔۔۔پلیز اپنی اس بے وقوف

بیٹی کو معاف کر دیں۔۔۔۔یہ ناراضگی ختم کر دیں پلیز۔۔۔
گل جہاں بیگم کے ہاتھوں کو چہرے سے لگاتے ہوئے وہ مسلسل روتے ہوئے اپنا دل کیا کھول رہی تھی۔۔بلکہ وہاں موجود سب کی آنکھیں نم بھی کر رہی تھی۔۔۔

یقیناایسی زندگی کسی کے لئے بھی آسان نہیں ہوتی ہے۔۔اس دنیا میں جب ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنے وجود کے علاؤہ کچھ بھی ساتھ نہیں لاتا ہے۔۔پر اگر وہ ہی وجود ایک سوال بن جائے۔۔۔تو اسکی اذیت نا قابل فراموش ہو جاتی ہے۔۔۔انسان باقی چیزوں کا مالک یا حق دار تو بعد میں بنتا ہے۔ لیکن ساتھ لائے وجود کی اصلیت سے اگر بے خبر ہو تو اس گمنامی کے بعد اس لیے دنیا کی باقی ہر تکلیف چھوٹی پڑ جاتی ہے۔۔۔۔کیونکہ اپنے وجود کی گمنامی ہر چیز پر حاوی ہونے لگتی ہے۔۔۔

شیر از پاشااور ضرار کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں تھیں۔بے اختیاران سالوں میں انہوں نے بیہ کواپنا حصہ بنانے کی ہر کوشش کی تھی۔اوراب دیر سے ہی سہی لیکن وہ کامیاب ہو چکے تھے۔۔۔اسکی اناکاوہ مصنوعی بت ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا تھا۔۔۔

بیہ کی باتوں پر گل جہاں بیگم کادل مٹھی میں جکڑا گیاتووہ روتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھ گئیں۔۔۔جس پر بیہ نے روتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔

تم گم نام نہیں تھی میری جان، بس تمہیں سفر طے کرتے ہوئے میرے پاس آنا تھا۔۔۔لیکن میرے دل میں ایک گلہ ضرور رہے گا۔کہ تم نے یہ سفر طے کرنے میں اتناوقت کیوں لگادیا۔۔۔کیامیرے سائیں کانام اتنا غیر اہم تھا۔کہ تم اس نام کی اہمیت کونا سمجھ سکی۔۔۔

تم کسی بھیڑ میں بھی آکر مجھے حق سے بتاتی کہ تم شیراز پاشا کی بیٹی ہو تو میں تب بھی تمہیں سینے میں چھپا لیتی میری جان۔۔۔۔کیونکہ تمہارے بابا سائیں میری کچی عمر کی اکلوتی محبت کا مکمل جہاں ہیں۔۔۔اور میں اپنے محبوب کی ہر چیز سے محبت کرتی ہوں۔۔۔پھر کیسے ممکن تھا کہ میں تمہارے اس معصوم وجود کو دھتکار دیتی۔۔۔۔جس وجود کو میرے سائیں نے اپنے نام کا سایہ دیا تھا۔۔اسے بے مول کیسے کر سکتی تھی۔۔۔

گل جہاں بیگم اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے محبت و شفقت سے ایک ایک لفظ بول رہیں تھیں۔۔جبکہ بیہ روتے ہوئے انکے ہاتھ چومنے لگی تھی۔

انکے برعکس شیراز پاشا کو آج یقین ہو گیا تھا۔کہ خدا نے انہیں ایک انمول عورت سے نوازا ہے۔وہ انمول عورت جو انکی دنیا کو جنت بنا چکی تھی۔۔۔

بیہ روتے ہوئے گل جہاں بیگم کے سینے میں چھپی تو وہ مسکراتے ہوئے اسے سینے میں زور سے بھینچ گئیں تھیں۔ جبکہ پیچھے کھڑی منیزے کو بے اختیار اپنی ماں یاد آئی تو وہ آنسو چھپانے کی کوشش میں رخ موڑنے ہی لگی تھی کہ ضرار اسے روک گیا۔۔۔

ضرار نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنی بیگم کے آنسو صاف کیے تو منیزے کے پھر تیزی سے آنسو بہنے لگے تھے۔ جس پر ضرار اسے سینے میں بھینچتے ہوئے بیہ کی طرف آیا۔۔۔

سوتیلی چڑیل تمہیں میں نے اماں سائیں کو بس منانے کے لیے کہا تھا۔۔ لیکن تم میری اماں سائیں کے ساتھ ساتھ میری بیگم کو بھی رلا چکی ہو۔۔۔

ضرار نے بیہ کے بال کھینچتے ہوئے اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹا۔۔ جبکہ بیہ،

گل جہاں بیگم کی گود سے چہرہ نکال کر ناک چڑھاتے ہوئے اپنی بھابی کو دیکھنے لگی تو منیزے کی لال ڈوروں والی سبز آنکھوں کو دیکھ کر اسے سرگوشی میں سوری کہہ گئی۔۔ جس پر منیزے روتے ہوئے ہنس پڑی تھی۔۔۔

مام اپکو پتہ ہے بھائی مجھے آپ سے ملنے نہیں دیتے تھے۔ میں نے کتنی دفعہ انکو کہا تھا کہ مجھے مام سے ملوادیں پر یہ مجھے نظر انداز کر دیتے تھے۔اور ڈانٹتے بھی بہت تھے۔۔۔ لیکن بابا سائیں مجھے آپکی بہت ساری باتیں بتاتے تھے۔۔۔اپکی تعریف بھی کرتے تھے۔۔۔

بیہ نے ضرار کے بازو پر اپنی بھیگی ناک رگڑتے ہوئے خود سے باتیں بنا کر ضرار کو پھنسسایا تو ضرار اسکے جھوٹ پر گڑبڑا گیا تھا۔۔۔
جبکہ گل جہاں بیگم نے اب کی بار ضرار کی طرف سخت نظروں سے دیکھا

تھا۔بیہ اپنے باباسائیں کو آنکھ ونک کر گئی تھی۔اپنی بیٹی کی شرارت پر وہ مسکراہٹ دبا گئے تھے۔۔۔

ہے جھوٹی۔۔۔خود ہی منہ سوجھا کر پھرتی رہتی تھی۔۔۔اور یہ ناک مجھ سے نہیں اپنے اس ہارپک کے ساتھ صاف کرنا۔۔۔گندی کہیں

کی۔۔۔ضرار نے اسے مصنوعی غصے سے دیکھا تو وہ بے نیازی سے اپنی سرخ ناک چڑھا گئی۔۔۔اتنا زیادہ رونے کی وجہ سے اسکی ناک اگر بہنے لگتی تھی تو وہ کیا کرتی بھلا۔۔۔جبکہ بیہ کے ناک صاف کرنے پر منیزے کھکھلانے لگی تھی۔۔۔

اب فیملی ڈرامہ ہو گیا ہو تو رشتے کی بات کر لیں زرا۔۔۔بی جان نے گلا کھنکارتے ہوئے بات شروع کی تو سب انکی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔۔

بی جان آپ حکم کریں۔۔۔شیراز پاشا نے بیہ کو نیچے سے اٹھا کر اپنے ساتھ بٹھایا تو وہ پورے حق سے گل جہاں بیگم اور شیراز پاشا کے درمیان بیٹھ کر

اپنی ماں کا ہاتھ تھامتے ہوئے شیراز پاشا کے کندھے پر سر رکھ چکی تھی۔۔

لڑکی اس جوتے سے سینے پر مونگ دلنے کا ارادہ ہے کیا تمہارا۔۔۔۔بی جان نے چشمے کے شیشوں سے بیہ کی باریک ہائی ہیلز پر نظر ڈالی تھی۔۔۔بی جان کے سوال پر سب قہقہ لگا گئے تھے۔۔ جبکہ بیہ ناک ٹیڑھا کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے یہ سوچ رہی تھی۔ کہ وہ وہاج علی صدیقی کے سینے پر مونگ تو سچ میں دل کر ہی رہے گی۔۔

سب کے ہنسے پر بی جان بھی سر جھٹک کر کام کی باتیں کرتے ہوئے ڈائریکٹ نکاح کا دن ڈیسائیڈ کرنے لگ پڑیں تھیں۔۔۔

(نکاح کا دن)

یہ نکاح کی شاپنگ کس دن تم نے کی تھی۔۔۔

وہاج کے سوٹ پر غور سے نظریں ٹکاتے ہوئے عیس نے استفسار کرنا چاہا تھا۔۔۔

تین دن پہلے۔۔۔وہاج نے شیشے میں بال سنوارتے ہوئے اسے مصروفیت سے جواب دیا تو عیس امپریس ہوتے ایبرو آچکا گیا۔۔۔

وائٹ کاٹن کے سوٹ پر لائٹ بلو کلر میں ویسٹ کوٹ پہنے وہ نیلی آنکھوں میں چمک لیے مرر کے سامنے کھڑا تھا۔۔خوبرو چہرے پر آج الگ ہی رونق قائم تھی۔جبکہ آج وہاج علی صدیقی کا انگ انگ سرشاری میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔جس دن بی جان، بیہ کے فلیٹ نکاح کی تاریخ رکھ رہیں تھیں۔اسی دن وہاج اپنا اور بیہ کا نکاح کا ڈریس بھی خرید چکا تھا۔۔۔

ویسے میں نے حساب لگایا ہے۔۔کہ تو بڑا ہی کوئی گھنا، میسنا انسان ہے۔۔۔کاوچ سے ٹیک لگا کر لیز کھاتے ہوئے عیس اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بولا تو وہاج مڑ کر اسے غصے سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

نہیں تو مجھے بتا کہ تجھے کیا تکلیف ہے۔۔۔اج میرا نکاح ہے، اور تو کیوں چاہتا ہے کہ میرے ہاتھوں تو پکا شہید ہو جائے۔۔۔جا سالے باہر جا کر تو بھی باقیوں کے ساتھ کام کر، فضول میں میرا دماغ چاٹنا بند کر۔۔۔

وہاج جھنجھلاہٹ سے مسلسل بولتا چلا گیا تھا۔۔۔کیونکہ پچھلے دو گھنٹوں سے عیس اسکا سر کھا رہا تھا۔ باقی سب باہر تیاریوں میں مصروف تھے۔ نکاح کے انتظامات بلیک مینشن کے لان میں ہی کیے گئے تھے۔۔۔

میری تیری مدد کے لیے یہاں پر موجود ہوں۔۔۔عیس نے منہ ہلاتے

ہوئے معصومیت سے اپنے رکنے کا جواز پیش کیا تو وہاج خونخوار تاثرات سے چلتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے گھسیٹ کر کمرے سے باہر نکال گیا تھا۔۔۔

تیری یہ ہی مدد ہے، کہ کمینے تو میری کوئی مدد نا کر۔۔۔وہاج نے غصے سے سناتے ہوئے عیس کے منہ پر زور سے دروازہ بند کیا تو عیس ہکا بکا اس نیلی بتی کو دیکھتا رہ گیا تھا۔۔ جس کے آج رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے تھے۔

سالے تین دن پہلے میں وہاں موجود ہوتا تو دیکھتا کہ کیسے تیرا نکاح اتنی جلدی ہو پاتا ہے۔۔۔نیلا ایلین کہیں کا۔۔۔۔وہاج کو موووی کا ایلین بناتے ہوئے عیس لیز کھاتے ہوئے منہ ٹیڑھا کرتے نیچے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ تاکہ اب نیچے والوں کا جینا حرام کر سکے۔۔۔

کیا اپکو نکاح قبول ہے۔۔۔۔ مولوی صاحب نے وہاج سے دوبارہ پوچھا تو وہاج بھرپور مسکراتے ہوئے اقرار کر گیا تھا۔ جبکہ دل ہی دل میں اسکی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔

اور یہ بے چینی بیہ کے وجود کا کچومر بنانے کے لیے تھی۔۔۔۔

سالے نکاح ہی ہو رہا ہے کونسا پرائز بانڈ نکل آیا ہے، جو تیرے دانت ہی اندر نہیں جا رہے۔۔۔ وہاج کو مسلسل مسکراتے دیکھ کر سنی نے اسے سنانا چاہا تو وہاج بدلے میں اسے گھوری ڈال گیا تھا۔۔۔

تم لوگ پیدائشی کمینے ہو یا بعد میں کوئی کورس کیا تھا۔۔۔ وہاج نے جھکتے ہوئے اسے جواب میں پوچھا تھا۔۔۔

جب سے تیرا نیلا وائرس ہمیں لگا ہے بس تب سے ایسے ہو گئے

ہیں۔۔۔ سنی کی بجائے عیس نے پیچھے سے منہ نکالتے ہوئے وہاج کو اسکے سوال کا جواب دیا تو وہاج ان دونوں کمینوں پر دانت پیس گیا تھا۔۔۔

جبکہ وہاج ان دونوں پر لعنت بھیج کر نکاح نامے پر سائن کرنے لگا تھا۔۔۔

مجھے پتہ ہوتا تو اس سے اسکی جائیداد بھی آج ہی سائن کروالیتا۔۔خوشی میں اس نے کونسا چیک کرنا تھا کہ کونسے پیپر ہیں۔۔۔ سنی نے وہاج کو سائن کرتے دیکھ کر اپنے نیک خیالات کا ذکر کیا تو سلطان اور ضرار ان دونوں کو گھوری ڈال گئے تھے۔لان میں اس وقت سب مرد حضرات نکاح کی ادائیگی کے لیے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ فقط ایک سنی اور عیس تھے جن کی زبان میں بار بار کھجلی ہو رہی تھی۔۔۔

شیراز پاشا اور ضرار مولوی صاحب کے اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔تاکہ

بیہ کے نکاح کا مرحلہ بھی پورا ہو سکے۔۔۔
انکے جاتے ہی وہاج بند آنکھوں سے تہہ دل سے اپنے رب کا شکر ادا کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔۔۔

ضرار اور شیراز پاشا بیہ کے دائیں بائیں بیٹھے جو سکائے بلو کلر کی خوبصورت لانگ فراک میں گھونگھٹ کیے بیٹھی تھی۔۔۔

مولوی صاحب نے اس نکاح کے بارے میں پوچھا تو بیہ ضرار کی جانب جھک گئی۔۔۔

بھائی اس نیلی سیاہی کو میری شرط کے بارے میں بتا دیا تھا نا۔۔۔بیہ نے سرگوشی کرتے ہوئے کنفرم کرنا چاہا تو ضرار مسکراہٹ دباتے ہوئے اثبات میں سر ہلا گیا تھا۔۔۔

بابا دیکھ لیں بعد میں کوئی مکر نا جائے۔۔۔ایک بار پھر قبول کرنے سے پہلے بیہ نے شیر از پاشا کو گواہ بنایا تھا۔۔ جس پر سب ہنسی دبا گئے تھے۔۔۔ جبکہ بیہ اب ہارپک کی بوتل کو اپنے نکاح میں قبول کرتے ہوئے سائن کرنے لگی تھی۔۔

نکاح کی دلہن بنے ہوا میں گاڑی اڑاتے ہوئے وہ فلیٹ پر پہنچی تھی۔اپنے فلیٹ کے سامنے گاڑی روک کر بیہ نے سکھ کا سانس خارج کیا تھا۔۔۔ سینے میں تیزی سے دھڑکتا دل آج اسے پاگل کرنے پر تلا ہوا تھا۔دل کی دھڑکن کی رفتار پہلے سے بھی تیز ہونے لگی تو وہ گاڑی کی سیٹ سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔۔آنکھیں بند کرتے ہی خیالوں کے پردے میں

اسے بے تاب دو ڈارک بلو آنکھیں نظر آئیں تو وہ جلدی سے آنکھیں کھول کر آس پاس دیکھنے لگی تھی۔

رات کی تاریکی میں پوری سوسائٹی ڈوبی ہوئی تھی۔ جبکہ ہر فلیٹ کے باہر سٹریٹ لائٹس جل رہیں تھیں۔ چاروں اطراف گہری خاموشی تھی۔

دروازہ کھول کر بیہ گاڑی سے باہر نکلی تو ایک دم سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اسکے وجود سے ٹکراتے اس پر کپکپی طاری کر گیا تھا۔ ٹھنڈ کے اس موسم میں اس وقت ہر چیز گہری دھند میں لپٹی ہوئی تھی۔۔ نکاح کے جوڑے میں بیہ کو ٹھنڈ سی محسوس ہونے لگی تو وہ جلدی سے گاڑی لاک کر کے فلیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

نکاح کے بعد جب سب کھانے میں مصروف تھے۔ تب ضرار بیہ کو جلدی

سے کھانا کھلا کر چپکے سے مینشن سے باہر لے آیا تھا۔ مینشن سے باہر آتے ہی بیہ کی گاڑی تیار کھڑی تھی۔اپنے بڑے بھائی کے ہاتھ پر تالی مارتے ہوئے وہ پوری شان سے گاڑی میں بیٹھ کر یہاں بھاگ آئی تھی۔ یہ بیہ کی ہی شرط تھی۔ کہ وہ نکاح کے فور آبعد اپنے فلیٹ پر چلی جائے گی۔

دل ہی دل میں وہ وہاج کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی۔ کیونکہ بیہ کو معلوم تھا۔۔ کہ نکاح کے بعد وہ اس سے ملنے ضرور آئے گا۔اسی وجہ سے اپنے بڑے بھائی کی مدد سے وہ وہاں سے بھاگ نکلی تھی۔ کیونکہ اگر بیہ اپنے شوہر کو ملنا نہیں چاہ رہی تھی تو وہاج کا سالا بھی نہیں چاہتا تھا۔ کہ اسکا بہنوئی اپنی بیوی سے ملاقات کر سکے۔۔۔ ضرار نے جان بوجھ کر وہاج کو تڑپانے کے لیے اپنی بہن کی یہ شرط مانی تھی۔

بیہ فلیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تو فلیٹ میں گہری خاموشی چھائی ہوئی

تھی۔۔دماغ میں بلیک مینشن پر گونجنے والا شور اسے یاد آیا تو وہ مسکرادی۔ فلیٹ کا دروازہ لاک کر کے وہ تھکے انداز میں آکر دھڑام سے لاونج کے صوفے پر گری تھی۔آنکھیں موند کر اس نے خود کو پر سکون کرنا چاہا۔

آسمانی رنگ کی نیٹ کی خوبصورت فراک میں اسکے دلکش وجود کے سارے خدوخال واضح ہو رہے تھے۔نیٹ کی فراک کی پیٹی اور باڈر پر بھاری کام کیا گیا تھا۔جبکہ باڈر پر گوٹا لگا ہوا تھا۔فراک کا اگلا پچھلا گلا انتہائی گہرا تھا۔ باریک نیٹ ہونے کی وجہ سے اسکا پیٹ صاف نظر آرہا تھا۔بیہ کے پیٹ اور گلے کو کور کرنے کے لیے منیزے نے اسکے آگے پیچھے دوبٹہ سیٹ کر دیا تھا۔

جیولری کے طور پر گلے میں سونے کا گلوبند اور ماتھے پر بھاری ٹیکا لگائے لائٹ میک اپ میں وہ قیامت خیز لگ رہی تھی۔ہاتھوں میں پہنے موتیے کے پھولوں سے بنائے گئے گجرے پہنے گئے تھے۔جبکہ ہر وقت کھلے رہنے

والے بال آج جوڑے میں قید تھے۔لائٹ گرین آنکھیں شرم وحیا سے سرخی مائل ہوئیں پڑی تھیں۔کیونکہ زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے کوئی مشرقی لباس پہنا تھا

بیہ جو آنکھیں موندے سکون سے لیٹی ہوئی تھی کہ اچانک اسے اپنے فلیٹ میں کھٹ پھٹ کی آواز سنائی دی تو وہ ایک جھٹکے میں آنکھیں کھول کر ارد گرد دیکھنے لگی تھی۔۔۔آنکھیں کھولتے ہی اس نے کچن کی طرف دیکھنا چاہا جہاں سے آوازیں آرہیں تھیں۔

اس وقت میرے کچن میں کون ہے۔۔۔کہیں کوئی چور تو نہیں گھس آیا۔۔۔پر چور کیسے گھس سکتا ہے، فلیٹ تو لاک تھا۔کہیں موقع مناسبت دیکھ کر نعمان خان میر اراشن تو نہیں چوری کرنے آگیا۔۔اس خبیث نے سوچا ہوگا کہ بیہ شیر از پاشا تو نکاح میں مصروف ہے تو کیوں نا میں اسکے

فلیٹ کا صفایا کر لوں۔۔۔دماغ میں خود سے باتیں کرتے ہوئے بیہ صوفے سے اٹھی تھی۔۔۔

آج نہیں بچے گا یہ کمینہ میرے ہاتھوں۔۔۔بیہ کو اس وقت اپنی گن کی شدید کمی محسوس ہوئی تھی۔۔لیکن پھر ٹیبل سے بھاری شوپیس اٹھا کر وہ دھیرے دھیرے سے قدم اٹھاتے ہوئے کچن کی طرف آئی۔۔ایک ہاتھ سے اپنی لانگ فراک کو پکڑے،دوسرے میں بھاری شوپیس اوپر اٹھائے بیہ چوکنا انداز میں کچن کے دروازے پر آئی تو سامنے کسی مرد کو شرٹ لیس دیکھ کر اسکی لائٹ گرین آنکھوں کے کنارے پھیلتے چلے گئے تھے۔۔۔

یہ کون ہے۔۔۔جو یوں ہیرو بنا میرا کچن استعمال کر رہا ہے۔۔۔سامنے مرد کی چوڑی پشت اور مضبوط وجود کو دیکھتے ہوئے بیہ نے اچھنبے سے سوچا تھا۔۔۔

یہ نعمان خان تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہا۔۔۔وہ خون کی کمی والا انسان کہاں اتنا ڈیشنگ لگ سکتا ہے۔۔۔گال پر انگلی ٹکائے ہوئے بیہ سامنے والے سے کافی امپریس نظر آرہی تھی۔۔۔لیکن اگلے ہی پل وہ خود کو باز کر کے خونخوار بن گئی۔۔۔

یہ جو بھی ہے، پر میرے ہاتھوں نہیں بچے گا۔۔۔یوں دیدہ دلیری سے کسی غیر مرد کو آپنا کچن استعمال کرتے دیکھ کر وہ تلما کر رہ گئی تھی۔۔۔

آہستہ آہستہ سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ سامنے والا کا سر پھاڑنے کے لیے ابھی اسکے قریب آئی ہی تھی کہ وہاج نے تیزی سے پلٹتے ہوئے اسکا اوپر اٹھا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑتے ہوئے بیہ کے ہونٹوں پر تیزی سے قبضہ جمایا تو بیہ اس اچانک افتاد پر اندر تک لرزتے ہوئے گرنے والی ہو گئی تھی۔۔۔

وہاج نے اسکے ہاتھ سے شوپیس لے کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے اسکی خم دار کمر میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے شدت سے اسکے ہونٹوں کو سک کرنا شروع کیا تو بیہ جہاں ایک دم سے چکرائی وہیں اسکے جسم میں سرد لہریں اٹھنے لگیں تھیں۔

اس لائٹ گرین آنکھیں ڈارک بلو آنکھوں سے ٹکرائی تو وہ غش کھاتے اسکی گرفت میں پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔۔۔ جبکہ وہاج نے اسکو کمر سے اوپر اٹھائے گھوم کر کاؤنٹر پر بٹھایا تو بیہ کانپتے ہوئے پیچھے ہونے لگی تھی۔ وہاج اسکی یہ کوشش ناکام بناتے ہوئے ایک بار پھر تیزی سے اسکے نرم ہونٹوں کو جکڑ گیا تھا۔

شدت سے اسکی مہکتی سانسوں کو پیتے ہوئے وہاج نے اسکی ٹانگوں کو کمر کے گرد جکڑا تو بیہ اسکی بے باکی پر لال بھبھوکا ہونے لگی تھی۔۔۔ اپنی سانس رکنے پر بیہ نے وہاج کو کندھوں سے تھاما تو وہاج اسے شدت سے خود میں

بھینچنے لگا تھا۔ جس پر بیہ کے وجود میں یک دم سپارک سا محسوس ہوا۔۔

وہاج کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے الجھتے محسوس کر کے بیہ مرنے کے قریب تھی۔ جبکہ وہاج کے ہاتھ اسکے پورے وجود پر تیزی سے گردش کر رہے تھے۔۔۔ وہاج نے اسکی تھائیز کو مٹھیوں زور سے بھرا تو بیہ اندر تک کانپتے ہوئے بھرپور مزاحمت کرنے لگی تھی۔

بیہ کی مزاحمت پر وہاج اسے گود میں اٹھا کر کاؤنٹر سے پیچھے ہوا تو بیہ آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسے دیکھے گئی تھی۔ جو دیوانوں کی طرح اسکے ہونٹوں سے چمٹا ہوا تھا۔۔۔

ابکی بار وہاج نے بند آنکھوں سے اسکی میٹھی زبان کو ہونٹوں میں جکڑ کر سک کیا تو بیہ مدہوش ہوتے وہاج کی گردن میں بازوؤں کا ہار پہنا گئی تھی۔

بیہ کے نازک وجود سے گرمائش نکلتے محسوس کر کے وہاج نے اسکی سانسوں کو رہائی بخشتے ہوئے اسکی گردن پر بھیگے ہونٹ رکھے تو بیہ بند آنکھوں سے کانپتے ہوئے وہاج کو شدت سے جکڑنے لگی تھی۔۔۔کچن کے بیچوں وبیچ وہ اسے گود میں لیے کھڑا تھا۔وہاج نے اچانک اسکی گردن پر زور سے دانت گاڑے تو بیہ کے ہونٹوں سے سسک برآمد ہوئی۔۔۔

سی۔۔۔۔۔۔۔بیہ نے سسکتے ہوئے گردن پیچھے گرائی تو وہاج اسکی تھوڑی کے خم سے لے کر گردن تک لب رکھنے لگا تھا۔۔۔

بیہ کو مدہوش دیکھ کر وہاج نے آگے بڑھ کر اسے پھر کاؤنٹر پر بٹھا کر اسکے کان کی لوح کو دانتوں میں دبایا تھا۔۔۔۔

کافی پیو گی۔۔؟۔۔۔وہاج نے بھاری آواز میں سرگوشی کرتے پوچھا تھا۔۔۔جبکہ بیہ کی پلکیں عارضوں پر گر چکی تھیں۔شرم وحیاء میں ڈوبتے

ہوئے وہ آنکھیں اٹھا کر اسکی طرف دیکھ بھی نہیں پا رہی تھی۔۔۔

بلیک جینز میں شرٹ لیس کاؤنٹر پر جھکے وہ اپنی نئی نویلی دلہن سے کافی کا پوچھ رہا تھا۔۔جو اسے جان بچا کر یہاں آئی تھی۔۔لیکن کہاں جانتی تھی۔۔کہ جان بچانے کے چکروں میں وہ اپنی جان کانٹے میں پھنسا چکی تھی۔۔۔

ویسے مجھے تمہارا ادھر آنے کا یہ فیصلہ بہت پسند آیا ہے۔۔تم نے صحیح ہی کیا جو یہاں چلی آئی، ورنہ ہم مینشن میں اتنی تفصیلی اور لمبی ملاقات کیسے کر پاتے بھلا۔۔۔

وہاج نے اسکی نازک کلائیوں کو ناک کے قریب کرتے ہوئے گجروں کی خوشبو اندر تک محسوس کی تھی جبکہ بیہ نظریں چراتے ہوئے یہ سوچ رہی

تھی کہ سامنے والا طنز کر رہا ہے یہاں سچ میں خوش ہوا ہے۔۔۔۔

بیہ کے سجے چمکتے روپ کو وہاج نے پورے حق سے جائزہ لیتے ہوئے اسکے قیامت خیز وجود کو اوپر سے نیچے تک گہرائی سے دیکھا تھا۔۔۔اپنی پسند کے لباس میں سجی سنوری وہ گھبرائی سی مکمل طور پر بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

وہاج نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے سینے پر سیٹ ڈوبتے کو اتارنا چاہا، تو بیہ بے اختیار اسکا ہاتھ جکڑ گئی تھی۔۔۔۔

اپ۔ یہاں پر۔۔کیسے آئے ہیں۔۔۔۔بیہ نے پلکیں اٹھا کر اٹکتے ہوئے جاننا چاہا۔۔وہ سچ میں اسکی یہاں پر موجودگی سے حیران ہوئی تھی۔۔فلیٹ کی چابی تو اسکے پاس تھی۔ پھر وہ پہلے سے اندر کیسے موجود تھا۔۔۔

وہاج نے اسکی کمر میں بازو حائل کر کے ایک جھٹکے میں اسے سینے سے لگایا تو

بیہ تیز رفتار دھڑکنوں سمیت اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔اتنی ٹھنڈ میں بنا کسی گرم کپڑے کے وہ شرٹ لیس اسکے سامنے کھڑا تھا۔۔وہاج کے چوڑے وجود کو دیکھ کر وہ بے اختیار گھبراہٹ کا شکار ہونے لگی تھی۔۔۔

مسسز وہاج اس سوال کا جواب میں تمہیں اس ملاقات کے بعد دوں گا۔۔۔بیہ کے وجود سے دوبٹہ اتار کر دور اچھالتے ہوئے وہ معنی خیزی سے بولا تھا۔۔۔

دوبٹہ اتارتے ہی وہاج سٹل ہوتے اسکے ہوش ربا حسن کو دیکھے گیا۔۔۔نیٹ کی فراک سے نظر آتے اسکے سفید پیٹ کو دیکھتے ہوئے وہاج جہاں مبہوت ہوا وہیں اسکی نظریں بھٹک کر اسکی ڈھرکنوں پر ٹھہر گئیں تھیں۔

وہاج کی نظروں کو خود پر محسوس کرتے بیہ کے چہرے میں یک دم سرخیاں گھلنے لگیں تھیں۔

گھبراہٹ سے دوچار ہوتے بیہ نے کاؤنٹر سے نیچے اترنا چاہا تو وہاج اسکی کوشش ناکام بناتے اسے بازوؤں میں اٹھا گیا تھا۔۔۔ جس پر بیہ نے کانپتے ہوئے اسے دیکھا۔۔

سوچا تھا کہ اتنی ٹھنڈ میں تمہیں پہلے اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی کافی پلاؤ گا پھر تمہارے اس رسیلے وجود کو خود پیوں گا۔۔ لیکن تم نے اپنا یہ ہوش ربا حسن دیکھا کر مجھے میرا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔۔

بیہ کو گود میں اٹھائے، مخمور نظروں سے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے وہاج کچن سے ابھی باہر نکلا ہی تھا کہ فلیٹ کا دروازہ زور زور سے اچانک بجنے لگا تھا۔۔ وہ دنوں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔۔۔

اس ٹائم کون آگیا ہے۔۔؟ وہاج نے بیہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔۔

بب۔۔بھائی آئے ہونگے۔۔۔بیہ نے خوش ہوتے اسے جواب دیا تو وہاج ایبرواچکاتے اسے دیکھ گیا۔۔۔مطلب اس سالے کے آنے کی اتنی خوشی کیوں۔۔۔

ہم دروازے کے پاس جارہے ہیں۔۔اور تم باہر والے سے پوچھو گی کہ کون ہے۔۔۔اور اگر میری چھپکلی نے کوئی ہوشیاری کرنے کی کوشش کی تو تمہاری فراک کی پیچھے سے ذپ کھول کر ادھر ہی سہاگ رات منانا شروع کردوں گا۔۔۔اور یقین کرو دروازے کے پاس سہاگ رات کا تجربہ بہت مزے دار ہو سکتا ہے۔۔۔

دروازہ بجنے کی آواز میں وہاج نے اسے پیچھے سے ہگ کرتے ہوئے اسکے کان میں سرگوشی کی تو بیہ اسکی دھمکی پر بے یقینی سے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

دروازہ بجنے کی آواز مزید تیز ہوئی تو وہاج اسے ساتھ لئے دروازے کے پاس چلا آیا۔

پوچھو کون ہے۔۔۔بیہ کو پیچھے سے ہگ کرتے ہوئے وہاج نے اسکی گردن میں چہرہ چھپایا تو بیہ اسکی گرم سانسوں پر اپنی فراک کو مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔

کک۔۔کون۔۔۔ہے۔۔۔بیہ نے اٹکتے ہوئے اونچی آواز میں پوچھا تھا۔۔۔

اوشکر ہے تم آگئی ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا کہ دروازہ یہی پر رہ گیا ہے لیکن اندر سے فلیٹ کشمیر میں شفٹ ہو چکا ہے۔۔اتنی دیر سے ہم دروازہ بجا بجا کر رکھ گئے ہیں۔کہاں تھی تم۔۔

بیہ کی آواز پر باہر سے عیس کی طنزیہ آواز گونجی تھی۔۔۔

عیس کی آواز پر بیہ نے وہاج کو دیکھنا چاہا جو اسکی گردن پر اپنے گرم ہونٹ

رکھنے میں مصروف تھا۔۔۔

اس سالے سے پوچھو اس وقت یہاں پر کیا لینے آیا ہے۔۔۔عیس کی آواز پر کچھ سوچ کر وہاج مسکرا دیا تھا۔۔۔

میں کیسے ان سے یہ پوچھ سکتی ہوں میرے بوس ہیں وہ۔۔۔اسکے حکم پر بیہ جواب میں بولی تھی۔۔۔۔

لڑکی تم دروازہ کیوں نہیں کھول رہی ہو۔۔مانا تمہارا نکاح کسی ڈھنگ کے شخص سے نہیں ہوا ہے پر اسکی سزا ہمیں تو ٹھنڈ میں کھڑا کر کے نہ دو۔۔۔اب کی بار باہر سے سنان کی آواز بھی گونجی تھی۔۔۔

جبکہ سنان کی بونگی پر وہاج دانت پیس گیا تھا۔۔ان کمینوں سے جان بچا کر وہ جس طرح مینشن سے نکلا تھا یہ تو وہ ہی جانتا تھا۔ لیکن وہ دونوں اتنے کمینے

تھے کہ اسکا پیچھا کرتے ہوئے یہاں بھی آ گئے تھے۔۔۔

سر مجھے لگتا ہے کہ وہاج سر اندر رہی ہیں۔ باہر سے نعمان خان کی تبصرہ کرتی آواز وہاج اور بیہ کو سنائی دی تھی۔۔

لگ تو مجھے بھی ایسے ہی رہا ہے کہ وہ ہارپک کی بوتل ڈھکن کھول کر اندر رہی گھوم رہی ہے۔۔

نعمان خان کی بات پر عیس جواب میں بولا تو اندر کھڑی بیہ کی ہنسی نکل گئی۔۔۔ جبکہ وہاج نے غصے سے اسے دیکھا تو وہ اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش لگی تھی۔۔۔

کیا تکلیف ہے تم دونوں کو یہاں پر کیوں آئے ہو۔۔ بیہ کی خاموشی پر وہاج نے خود پوچھتے ہوئے بیہ کی کمر کو زور سے جکڑتے ہوئے اسکی پشت سینے سے لگائی، اور ایک ہاتھ سے اسکا سر پر سیٹ دوبٹہ اتار کر دور اچھال دیا

تھا۔۔

اوو۔۔۔وجی تم اندر رہو۔۔۔یار دروازہ تو کھولو ہم سردی میں کب سے باہر کھڑے ہیں۔۔۔وہاج کی آواز پر عیس خوشگوار حیرت کا شکار ہوتے میٹھی آواز میں بولا تھا۔۔۔

اگر پانچ منٹ میں تم لوگ یہاں سے غائب نا ہوئے تو انجام کے زمہ دار تم دونوں خود ہو گئے۔۔۔عیس کے دوغلے پن پر وہاج نے بیہ کے کندھے پر کاٹتے ہوئے انہیں دھمکی دی تھی۔۔۔

کیوں۔۔۔پانچ منٹ کے بعد تو کیا کرے گا۔۔۔اور سالے نکاح کروا کے اتنا بے مروت کیوں بن رہا ہے۔ہم تجھے یہ ہی بتانے آئے تھے کہ بیہ فلیٹ پر ہے۔۔۔وہاج کی دھمکی پر سنان نے گھما پھرا کر اسے باتیں سنائی تو وہاج

دروازے کو گھوری ڈال گیا تھا۔۔۔ مطلب وہ وہاج کو بیہ کے بارے میں بتانے آئے تھے۔۔ واہ کتنے اچھے یار تھے اسکے۔۔۔ وہ بے اختیار دماغ میں سوچ گیا۔۔۔

پانچ منٹ ختم ہونے میں تین منٹ رہ گئے ہیں۔اس کے بعد یقین کرو تم لوگوں کی بیویاں کمرے میں تو کیا مینشن میں بھی تم لوگوں کو گھسنے نہیں دیں گئیں۔۔۔ وہاج نے بیہ کی دھڑکنوں پر ہاتھ ہاتھ رکھا تو بیہ اچھلتے ہوئے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

سالا۔۔ دیوار کے اس پار کتنا اچھل رہا ہے۔۔۔ عیس جلے کٹے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے ہم جا رہے ہیں۔۔ پر یار بی جان نے پیغام بھیجا ہے کہ جلدی مینشن واپس آؤ تاکہ تمہیں گود میں سلا سکیں۔۔۔۔ سنی ایک بار پھر

کوشش کرتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ مقصد صرف وہاج کی ملاقات کا کباڑا کرنا تھا۔۔ وہاج انکو چکمادے کر مینشن سے نکل آیا تھا۔۔ کیونکہ اگر انکے ہتھے چڑھ جاتا تو سچ میں اسے تڑپتے ہوئے پوری رات گزارنی پڑتی۔ وہاج کا چکمادے کر نکل آنا ہی ان سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔

ایک منٹ رہ گیا ہے۔۔۔۔اور بی جان کو کہنا کہ وہاج آج اپنی بیوی کی گود میں سوئے گا۔۔۔بیہ کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے وہاج نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں کو محسوس کرنا چاہا تو بیہ اسکی بے شرمی پر چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگی تھی۔

سالے کی بھڑکیں تو سن۔۔۔کمینے بیوی کی گود رخصتی کے بعد حلال ہوتی ہے۔۔۔عیس نے ہاتھ نچاتے اسے سنانا چاہا۔۔
یار بیہ دروازہ کھول کر مجھے تھوڑی سی چینی دے دو، مجھے گھر جا کر چائے

بنانی ہے۔۔۔اس بار نعمان خان نے کوشش کرنا چاہی تھی۔۔

جبکہ وہاج انکی بکواسیات کو اگنور کرتے بیہ کی فراک کی ذپ مکمل طور پر نیچے کھسکا چکا تھا۔ جس پر بیہ کی آنکھیں بڑی ہونے لگیں تھیں۔۔۔

بیہ کے ہونٹوں کو پھر شدت سے جکڑتے ہوئے وہاج اسے اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔۔جبکہ فلیٹ کے باہر کھڑے انسانوں کو وہ بھاڑ میں جھونک چکا تھا۔

کیا کر رہے ہیں اپ۔۔۔وہاج کو دروازہ بند کرتے دیکھ کر بیہ کے اوسان خطا ہوئے تھے۔۔۔

دروازہ بند کر کے وہاج ہیٹر آن کر کے بیڈ پر اسکے پاس آیا جو پیچھے کو کھسکنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

اپنے ٹھنڈے وجود کو تمہارے اس گرم بدن سے جلانے لگا ہوں۔۔بیہ کی فراک اتارتے ہوئے وہاج نے اسے گھمبیر آواز میں جواب دیا تو بیہ خوف سے چلا اٹھی۔۔۔۔۔

آپ پاگل ہو گئے ہیں کیا۔۔۔رخصتی نہیں ہوئی ہماری ابھی۔۔۔بیہ اسے روکنے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں چلانے لگی تھی۔۔۔

نکاح اہم تھا اور وہ ہو چکا ہے، ہمارا ملن ہو گیا تو رخصتی بھی جلدی ہو جائے گی۔۔۔

بیہ کے وجود سے فراک الگ کرتے ہوئے وہاج نے اسکی طرف دیکھے بنا اپنے ٹھنڈے جسم کو اسکے بدن کی ساتھ ایک دم سے جوڑا تو بیہ یک دم سے ساکت ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

اس کے برعکس وہاج کے اندر تڑپ کے شعلے بھڑکنے لگے تھے۔۔۔وہاج

نے اسکے ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے اس اسکی گردن پر لب رکھنا شروع کیے توبیہ کے اندر بھی آگ سی جل اٹھی تھی۔ بھاری سانسوں میں اس نے اپنی کمر زرا سی اٹھائی تو وہاج نے اسکی ڈھرکنوں پر اپنا بھاری ہاتھ رکھا۔۔۔

اس اندھیرے میں تمہارے وجود کو صرف محسوس کر رہا ہوں، دیکھ نہیں رہا۔۔۔بے فکر رہو رخصتی کروا کے ہی تمہارے اس جوان بدن کو دیکھوں گا۔۔۔ابھی اگر محسوس کرنے پر مجبور ہو ہوں تو اسکی وجہ بھی تم ہو۔۔۔

وہاج نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے لب اپنے لبوں سے جوڑے توبیہ اپنا جسم ڈھیلا چھوڑتی چلی گئی تھی۔ وہاج کے لمس پر بیہ کو اپنے اندر سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

وجی نہیں کریں۔۔۔میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔بیہ نے ہونٹ چھڑاتے ہوئے گزارش کرنا چاہی تھی۔۔جبکہ وہاج اسکے ملائم پیٹ پر ہاتھ پھیرتے کندھے پر موجود اسکی سٹریپ نیچے کر گیا تھا۔۔۔

میں چاہتا ہوں کہ تم پاگل ہو جاؤ تاکہ تمہیں احساس ہو کہ اس عرصے میں تم نے مجھے کتنا پاگل کیا ہوا تھا۔۔۔وہ جواب میں اسکے کندھوں پر کاٹتے ہوئے غرا کر بولا تھا۔۔۔

میں نے کب پاگل کیا ہوا تھا ہارپک کی بوتل کو۔۔۔اس بے بنیاد الزام پر اس نے دانت پیس کر پوچھنا چاہا۔۔

جبکہ وہاج گھوم کر اس اپنے اوپر شفٹ کرتے گود میں ایڈجسٹ کرتا بیٹھا تو بیہ کانوں کی لوح تک سرخ پڑ گئی۔وہاج اسکے ہونٹوں کو جکڑتے ہوئے اسکی کمر پر ہاتھ پھیرتے پاگل ہونے لگا تھا۔بیہ کو اپنا جسم جلتا ہوا محسوس ہو

رہا تھا۔ جگہ جگہ وہاج کے کاٹنے کی وجہ سے اسے جلن محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

وہاج شدت سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے اسکی زبان کو دانتوں میں دباتے ہوئے اسے خود میں گم کرتا چلا گیا تھا۔۔۔

سارا جہاں بلائے وہاج اسکے ہونٹوں کی مٹھاس میں گم ہوتا جا رہا تھا۔
اس کے برعکس بیہ اسکی گستاخیوں پر خود میں سمٹتی جا رہی تھی۔اسے بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ ہارپک کی بوتل اتنی ترسی ہوئی نکلے گی۔۔۔
دل میں تلملاتے ہوئے وہ ہونٹوں کو چھڑا کر گھوم کر اسکے اوپر تیزی سے

بیٹھی تو وہاج پھولی سانسوں میں تکیے پر سر گراتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کر سرشاری سے مسکرا دیا تھا۔

ہارپک کی بوتل کیا مسئلہ ہے آپکے ساتھ۔۔۔جب سے آئے ہوئے ہیں، تب سے میری جان پر جن کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔۔۔وہاج کو مسکراتے دیکھ کر بیہ بھاری سانسوں میں دانت پیس کر بولی تو وہاج اسے خونخوار تاثرات سے دیکھتے ہوئے بیہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ایک بار پھر اپنے نیچے لٹایا۔۔تو بیہ چکراتے سر کے ساتھ اسے دیکھے گئی۔۔۔

وہاج نے اوپر آتے ہی اسکی کالر بونز پر زور سے دانت گاڑے تو وہ تڑپتے ہوئے مزاحمت کرنے لگی تھی۔وہاج نے اسکی مزاحمتی کاروائی پر بنا اثر لیے ہاتھ نیچے لے جاتے ہوئے اسکی تھائیز کو چھوا تو بیہ یک دم ساکت ہوئے آنکھوں کو بڑا کیے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

کہا تھا نا چھپکلی کہ تم مجھے اس گندے لفظ سے اب نہیں پکاروں گی۔۔۔وہاج نے غرا کر کہتے ہوئے نیچے کی جانب جھکتے ہوئے اسکی تھائیز پر ہونٹ رکھے تو بیہ بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے پوری ہمت لگاتے ہوئے یک دم اٹھتے ہوئے دوبارہ وہاج کے اوپر آ بیٹھی تھی۔۔۔۔

کیا سمجھا ہوا تھا کہ مجھے زیر کر لیں گئے۔۔۔میں آرمی والی ہوں۔۔۔اگر میرے ساتھ زیادہ فری ہونے کی کوشش کی تو چند سکینڈز میں کلا بازیاں لگاتے ہوئے آپکی گردن مروڑ کر دوں گی۔ویسے بھی گردن مروڑنے کی اچھی ٹریننگ میں نے سرعیس اور سرسنی سے لی ہوئی ہے۔۔۔۔تو اس کام میں اپکو مایوس نہیں کروں گی۔۔۔اگر اب میرے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کوشش بھی کی تو۔۔۔

بیہ، وہاج کے اوپر جھکتے ہوئے اسکی گال پر انگلی ٹریس کرتے ہوئے، تیز سانسوں میں پہلے جہاں چبا کر بولی وہیں آخر میں اسے جتا گئی تھی کہ وہ اسے ہلکا نا لے۔۔۔ جبکہ وہاج تو اسکی ادا پر دل ہارتے ہوئے اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

اپنی بکھری حالت میں بنا شرٹ کے وہ اسکے اوپر بیٹھی سیدھا دل پر وار کر رہی تھی۔۔۔۔ اگر وہ ایسے اسے زیر کرنا چاہ رہی تھی تو وہاج علی صدیقی سو بار جان سے جاتے ہوئے زیر ہو سکتا تھا۔۔۔ اس لئے سر کے نیچے دونوں بازو رکھتے ہوئے فرصت سے دیکھتے ہوئے اسکے دلکش وجود پر اپنی نیلی آنکھیں ٹکا گیا تھا۔۔۔۔

بیہ نے اپنی ہارپک کی بوتل کو مسکراتے دیکھ کر مشکوک ہوتے بھونیں سکیڑیں تو اگلے ہی پل اسکے پھولے ہوئے بازو اور نسیں دیکھ کر اسکا دل زوروں سے دھڑکنے لگا تھا۔ بے اختیار اسکا دل کیا تھا کہ وہ اسکی پھولی ہوئی

رگوں کوایک بار چھو کر محسوس کرے۔۔ لیکن خود پر ضبط کرنے لگی۔۔۔

آئندہ تمہاری ساری شاپنگ میں خود کروں گا۔۔۔۔وہاج نے گہری نظروں سے اسکے وجود کو دیکھتے ہوئے اچانک کہا تو بیہ اسکی نظروں مطلب سمجھتے ہوئے چینختے ہوئے چادر اٹھا کر خود کو چھپانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

بیہ کے خود کو چھپانے پر کمرے میں وہاج کا دلکش قہقہ گونجنے لگا تھا۔۔۔جبکہ دوسری طرف کمرے کی مدہم روشنی میں اسکا چاندنی جیسا چمکتا ہوا روپ وہاج کو نشے میں مبتلا کر رہا تھا۔۔۔۔

مجھے گھورتے ہوئے اپکو شرم نہیں آتی کیا۔۔۔وہاج کی گہری نظروں سے نا چاہتے ہوئے بھی وہ پزل ہو رہی تھی۔۔۔

شرم کیسی میری چھپکلی۔۔ تمہارے اس نازک اور تراشے ہوئے بدن کو دیکھنے کے لیے ہی تو پہلے نکاح کیا ہے۔۔۔تاکہ سہاگ رات سے پہلے پہلے تمہیں سانس رکنے کی پریکٹس کروالوں۔۔۔یہ نا ہو نا کہ سہاگ رات پر تم بیڈ پر غش کھا کر گری ہوئی ہو۔۔۔

وہاج اسکی کمر کو دونوں ہاتھوں سے جکڑتے ہوئے جھٹکا دیتے ہوئے اپنے قریب کرتے زو معنی انداز میں بولا تھا۔۔۔۔

کیا مطلب۔۔۔مطلب آپ نے مجھ سے نکاح صرف جسمانی تعلق بنانے کے لیے کیا ہے۔۔۔وہاج کی بات پر یک دم سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بیہ کسی خدشے کے تحت بولی تھی۔۔۔

بے وقوف لڑکی میں نے ایسا کب کہا ہے۔۔۔بیہ کے لہجے کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے وہاج نے اسکی گردن میں چہرہ چھپانا چاہا تو بیہ اپنا اپ چھڑاتے

ہوئے پیچھے ہو گئی۔۔۔

تو پھر مجھ سے نکاح کی وجہ۔۔۔اپ نے ابھی تک مجھ سے اظہار نہیں کیا ہے کہ آپ نے مجھ سے نکاح کی خواہش کیوں کی تھی۔۔۔بیہ نے اس سے دور ہوتے ایک ساتھ کئی سوال کیے تو وہاج اسے غور سے دیکھتے ہوئے اٹھ بیٹھا تھا۔۔۔ جبکہ وہ اس سے دور ہوتی فاصلہ بنا کر بیٹھ چکی تھی۔وہاج نے اسکے بنائے ہوئے فاصلے کو باقاعدہ محسوس کرتے اسکی طرف دیکھا۔۔۔

کیونکہ میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں۔۔اس لئے نکاح کیا ہے۔اس کے علاؤہ کچھ مہینوں میں ہی تم اپنی معصومیت اور غنڈہ گردی سے میرے دل کو اپنی طرف مکمل طور پر موڑ چکی تھی۔اس لئے نکاح کیا ہے۔کیونکہ وہاج علی صدیقی تمہارے ساتھ اپنی باقی کی ساری زندگی گزارنا چاہتا ہے۔۔اس لئے بھی تمہیں اپنے نام لکھوایا ہے۔۔۔۔وہاج نے اسکی کے انداز میں

جواب دیتے ہوئے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر ہاتھ کی پشت پر لب رکھ
دے۔۔۔۔جس پر بیہ غور سے اس خوبصورت مرد کو دیکھنے لگی
تھی۔۔جس سے محبت کرتے ہوئے اس نے کبھی پانے کی چاہ نہیں کہ
تھی۔لیکن اس باوجود آج وہ محرم بنا اسکے سامنے اتنے قریب بیٹھا ہوا تھا۔

کیا اپکو پہلے کسی سے محبت ہوئی ہے۔۔۔بیہ نے اسکے چہرے پر کچھ کھوجتے
ہوئے اچانک سوال کیا۔۔

بیہ کے سوال پر وہاج کے چہرے پر یک دم کوئی کالا سایہ گزرنے لگا تو وہ
اگلے ہی پل تھکی سانس خارج کرتے اسے دیکھ کر ہاں میں سر ہلا گیا تھا۔۔۔

ہمم۔۔۔میرا ماضی کچھ اچھا نہیں ہے۔لیکن میں تم سے جھوٹ بول کر اس
رشتے کی شروعات نہیں کرنا چاہتا ہوں۔اور اسکے ساتھ ہی ایک بات تم پر
واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے جس سے محبت ہوئی تھی،وہ محبت صرف

میرے لئے ایک مشعل راہ تھی۔۔شاید ایسی راہ جہاں سے گزر کر مجھے تمہارے تک آنا تھا۔فرق یہ نہیں پڑتا کہ مجھے ماضی میں کس سے محبت ہوئی تھی۔فرق یہ پڑتا ہے کہ اس محبت کے ہونے کے باوجود تم نے میرے دل میں اپنے لئے محبت پیدا کی ہے۔اور یہ بھی تو فرق پڑتا ہے کہ مسسز بیہ وہاج علی صدیقی کی محبت کتنی پر اثر تھی۔جو مجھ جیسے انسان کو ایک ٹراما سے نکالتے ہوئے اس حیسن جہاں میں لے آئی ہے۔جہاں مجھے اپنے ارگرد صرف صرف تمہاری خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔۔

اور اسکے علاؤہ میں اس بات سے بھی واقف ہوں کہ تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہوں کیونکہ میں نے بہت بار تمہاری آنکھوں میں اپنے لئے محبت کو محسوس کیا ہے۔اور یہ تمہاری آنکھوں میں رقص کرتی محبت کا ہی اثر تھا۔ کہ آج میں تمہارے سامنے صرف تمہارا بنا بیٹھا ہوں۔۔۔

وہاج نے سچ بولتے ہوئے اسکا بنایا ہوا فاصلہ ختم کرتے ہوئے آگے بڑھ کر

اسکے ماتھے پر عقیدت سے ہونٹ رکھے تو بیہ آنکھیں بند کرتے اسکے لمس کو اندر تک محسوس کرنے لگی۔۔۔اسکے اتنے خوبصورت اظہار پر اسکا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔۔۔

وہاج اسکی کان کی لوح پر ہونٹ رکھتے ہوئے سرگوشی کرنے لگا تو بیہ کا تیزی دھڑکنوں سمیت اسکے ہاتھ کی پشت پر ناخن گاڑنے لگی تھی۔۔۔

میرا ماضی سیاہ ضرور ہے، پر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میری زندگی کی پہلی لڑکی ہو جس نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کیا ہے۔ کہ میں تم سے نکاح کر کے تمہیں کچا چبا جاؤں۔۔۔اسکی کان کے لوح پر کاٹ کر بیہ کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے وہاج پہلے جہاں سیریس انداز اور بعد میں شرارت سے بولا تو نا چاہتے ہوئے بھی بیہ نم آنکھوں سے یک دم کھکھلانا پڑی تھی۔

بیہ کے کھکھلانے پر وہاج نے مسکرا کر محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا تو وہ ناک چڑھاتے ہوئے سرگوشی میں اسے ہارپک بول کر اچانک کھڑے ہو کر ترکی کی طرح پھر ہوئی، تو وہاج اسکی شرارت سمجھتے ہوئے خونخوار تاثرات سے اسے کے پیچھے ہوئے تھا۔۔۔

ہارپک۔۔۔لال باتھ روم کے لئے اور نیلا۔۔۔وہاج کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر بیہ لائن کو ادھورا چھوڑتے ہوئے چادر پکڑے سر پیچھے گرا کر زور سے ہنستی چلی گئی تھی۔اسکی ہنسی کی جھل تھل پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔

تم نہیں بچو گی اس بار۔۔۔وہاج نے اسکی طرف بڑھتے ہوئے مصنوعی غصے سے کہا تو وہ بھاگ کر دیوان کی دوسری طرف ہو گئی تھی۔۔۔
وہاج کی محبت کے راز سے بیہ بھی واقف تھی۔کیونکہ وہاج کو علیزے کا

خان کا پیچھے کرتے تو میرال اور بیہ خود بھی دیکھ چکیں تھیں۔اور ایک بار تو انکی موجودگی میں وہاج یونیورسٹی بھی آچکا تھا۔

وہاج کی شخصیت اور پھر اسکے بارے میں معلومات اکھٹی کرتے ہوئے بیہ نا چاہتے ہوئے بھی اسکی طرف اٹریکٹ ہونے لگی تھی۔اور پھر ایک بار جب وہ وہاج کا پیچھے کرتے ہوئے کلب تک گئی تھی۔وہاں کلب میں وہاج کو فائٹ کرتے دیکھ کر اس دن وہ مکمل طور پر اسکی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی۔لیکن اپنی اس محبت سے وہ منہ موڑنے کی پوری کوشش کرتی رہی تھی۔کیونکہ اسے لگتا تھا کہ یک طرفہ محبت اسے اذیت کے سوا کچھ نہیں دے گی۔

اس دن جب سلطان اور ضرار اسے وہاج سے نکاح کی رضامندی لینے آئے تھے۔تو وہ اسے بتا چکے تھے۔کہ وہ اسکی وہاج کے لئے محبت سے آگاہ ہیں۔

اور ساتھ ہی ضرار نے بیہ سے یہ وعدہ بھی لیا تھا۔ کہ وہ کبھی بھی وہاج پر یہ آشکار نہیں ہونے دے گی۔ کہ وہ سب یا بیہ وہاج کی علیزے خان سے محبت کے بارے میں جانتے ہیں۔

کیونکہ کبھی کبھی کچھ باتیں چھپی ہی رہیں تو سب کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔۔ایسے ہی بلیک گینگ وہاج کے راز کو بھی خود میں دفن کر چکی تھی۔ تاکہ وہاج علی صدیقی کبھی بے سکون نا ہو اور انکے سامنے شرمندہ نہ ہو۔۔۔۔۔ جبکہ ساتھ ہی ضرار، بیہ کو بے فکر کرتے مطمئن بھی کر چکا تھا۔ کہ وہاج کے دل میں اب پہلے جیسے جذبات نہیں ہیں۔ بلکہ اب اسکے دل میں صرف بیہ کا نقش ہے۔۔ کیونکہ بیہ شیراز پاشا نا چاہتے ہوئے بھی وہاج علی صدیقی کو خود میں گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئی تگی۔ اور یہ گرفتاری وہاج کے دل و دماغ کے ہر پرانے نقش پر حاوی ہو چکی تھی۔۔

چھپکلی اب بتاؤ کہاں جاؤں گی۔۔۔وہاج نے اچانک اسکی چادر کھینچتے ہوئے چینلنجنگ انداز میں دیکھا تو بیہ شرم میں ڈبوتے ہوئے چادر کو زور سے تھام گئی۔۔

نہیں وجی۔۔۔اپ ایسے نہیں کریں گئے۔۔۔۔بیہ نے چادر پر زور لگاتے ہوئے اسے معصومیت سے دیکھا تو وہاج ایبرو اچکاتے ہوئے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھنے لگا۔۔۔لیکن اگلے ہی پل اس نے چادر گھماتے ہوئے اسکے تن سے چادر جدا کی تو بیہ گھومتے ہوئے آکر اسکے سینے سے زور سے ٹکرا گئی تھی۔۔۔

جبکہ چادر جدا ہوتے ہی وہاج کی نظریں اسکے بدن کی خوبصورتی میں اٹکنے لگیں تو بیہ لال انگارہ ہوتے اسکے سینے میں چہرہ چھپانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔۔

صرف شرٹ نہیں پہنی تم نے، باقی سب کچھ تو پہنا ہوا ہے، پھر اتنی حیا کیوں۔۔۔وہاج نے اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گھمبیر لہجے میں سرگوشی کی توبیہ کو جسم کی تمام حسیں کھڑی ہوتی محسوس ہوئیں تھیں۔۔۔۔

جبکہ وہاج نے اسے زرا سا خود سے پیچھے کرتے ہوئے اسکی کمر کے دونوں خم کو خماری سے دیکھا تو اسے خود پر ضبط کرنا مشکل ترین لگا تھا۔اپنے دل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وہاج نے گھٹنوں پر کھڑے ہوتے اسکے پیٹ پر اچانک اپنے سلگتے ہونٹ رکھے توبیہ زور سے انکھوں کو میچتے ہوئے سسک اٹھی تھی۔

جبکہ وہ بے تابی سے اسکی کمر کے دونوں خم کو چومتے ہوئے کاٹنے لگا توبیہ گھبراہٹ کے مارے یک دم پیچھے ہٹتے سر نفی میں ہلا گئی۔۔

بیہ کے پیچھے ہونے پر وہاج بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کھڑے ہو کر اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔

یک دم گود میں اٹھاتے ہوئے وہ اسے لئے بیڈ پر بیٹھ کر اسکے ہونٹوں پر جھکا تو بیہ آنکھوں کو پھاڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔ گود کے اس قرب پر بیہ کا حال برا ہونے لگا تو وہ اسکی پشت پر ناخن گاڑتی چلی گئی۔۔۔

صبح کے دس بج رہے تھے۔اور بلیک مینشن کے ڈائننگ ٹیبل پر اس وقت سب ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔۔چونکہ کل نکاح کے فنکشن کی وجہ سے سب بے حد تھک چکے تھے۔اس لئے آج سب کی صبح لیٹ ہی ہوئی تھی۔۔۔

وجی کہاں ہے۔۔۔ ٹیبل پر وہاج کو ناپا کر دلاور خان نے اچانک پوچھا تھا۔۔۔

دلاور خان کے سوال پر سب لڑکے معنی خیزی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔۔۔۔

ہاں کل نکاح کے بعد بھی نظر نہیں آیا اور اب بھی یہاں پر نہیں ہے۔۔۔ مصطفی صاحب بھی غور کرتے کہنے لگے تھے۔۔۔۔

ہونہہ کہاں ہو گا۔۔۔ بستر پر پڑا ہوا ہے آدھی سہاگ۔۔۔ ان سب کے فکر مند ہونے پر عیس اس سے پہلے جلے کٹے انداز میں لائن مکمل کر پاتا اس سے پہلے ہی پاس بیٹھے ہوئے سلطان بروقت اسکے گٹھنے پر مکہ جھڑ چکا تھا۔ ائی۔۔۔ کیا ہے۔۔۔۔ اپنے گٹھنے پر مکہ لگنے پر وہ تڑپ کر سلطان کو گھورنے لگا تو بدلے میں سلطان نے اسے ڈبل گھوری سے نواز دیا تھا۔۔ جبکہ عیس کی بونگی پر سب لڑکوں نے جہاں انجان بننا چاہا وہیں دانیال اور دریاب خان

کے حلق میں نوالہ پھنس چکا تھا۔۔۔آخر یہ سب شرافت کا مظاہرہ کیوں نہیں کر سکتے تھے۔وہ دنوں بھائی بیچارگی سے یہ سوچ رہے تھے۔

اے غیرت انسان کتنی دفعہ تجھے کہا کہ اس چونچ کو سوچ سمجھ کر استعمال کیا کر۔۔۔سلطان دانت پیستے ہوئے گویا ہوا تو بدلے میں عیس نے نروٹھے پن سے منہ بنالیا تھا۔۔۔

ڈیڈ، وجی بھائی کو کل ایک ارجنٹ کال آگئی تھی۔اس لئے وہ میٹنگ اٹینڈ کرنے چلے گئے تھے۔جانے سے پہلے مجھے بتا کر گئے تھے کہ آپ سب کو انفارم کر دوں پر پھر میرے ذہن سے ہی نکل گیا۔۔۔

ایرہ ماتھے پر ہاتھ مار کر یاد کرتے ہوئے انکو بتانے لگی تو سب وہاج کی فکر میں مزید ہلکان ہونے لگے تھے۔ایرہ کی بات پر سنان نے اپنی بیوی کو جہاں ایبرو اچکاتے ہوئے دیکھا وہیں عیس بھی اپنی ہیزل آنکھیں چھوٹی کرتا اپنی

آڑی بھابی کو دیکھنے لگا تھا۔۔

ان دونوں کی نظروں پر ایرہ نے انجان بنتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی تو سنان اسکی معصومیت پر دانت پیس کر رہ گیا۔

کل جب بیہ، ضرار کے آگے شرط رکھ رہی تھی۔تب ایرہ انکی باتیں سن چکی تھی۔اور اتنی اہم باتیں سننے کے بعد ایرہ کسی اچھے بزنس مین کی طرح بناوقت ضائع کیے سیدھا اپنے وجی بھائی کے پاس پہنچ گئی تھی۔

بیس ہزار کی ڈیل کرتے ہوئے ایرہ نے کسی سیکرٹ ایجنٹ کی طرح وہاج کو ساری بات کوڈ ورڈ میں بتائی تو وہاج اپنی پیاری بھابھی پلس بہن کے صدقے واری ہوتا چلا گیا۔اسی لئے کل وہ بناوقت ضائع کیے سنان اور عیس سے جان چھڑا کر بیہ کے نکلنے سے پہلے ہی مینشن سے نکل گیا تھا۔۔

ایک ہفتے بعد شادی ہے،اس بارے میں کسی نے کچھ سوچا ہے کہ شادی کے فنکشن کہاں کرنے ہیں۔۔

بی جان نے سب کو دیکھتے ہوئے بات شروع کی تو سب انکی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔

اگر آپ کہتی ہیں تو فارم ہاؤس میں انتظامات کر لیتے ہیں۔۔۔ حسن صاحب اپنی رائے دیتے ہوئے بولے تو بی جان باقی سب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں تھیں۔۔۔۔

ویسے مجھے نہیں لگتا کہ شادی اس بار چار ڈبوں والے فارم ہاؤس میں کرنی چاہیئے۔۔۔۔ مصطفی صاحب فارم ہاؤس کے خیال پر نفی کرتے بولے تو دلاور خان سمیت شیر از پاشا بھی حامی بھر گئے۔۔۔

مصطفیٰ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔اس وقت چار شادیاں تھیں اس لئے وہ چار ڈبوں کا آپشن بہتر تھا۔ کیونکہ مہمان بھی اسی پیمانے پر آئے تھے۔ لیکن

اب ایک ہی شادی ہے۔تو میرا خیال ہے شادی کسی ایسی جگہ کرنی چاہیئے جہاں سب ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزرا سکیں۔ناکہ کسی اپنے کی شکل دیکھنے کے لئے ہمیں دنیا کے دوسرے کونے کی طرف جانا پڑے۔۔۔

شیراز پاشا انکی تائید کرتے ہوئے بلیک گینگ کے فارم ہاؤس کے ڈیزائن پر تنقید کرتے بولے تو وہ چاروں ایک دوسرے کو دیکھے گئے۔۔انکے عالیشان فارم ہاؤس کو یہ "بڈھے لوگ" چار ڈبے بنا چکے تھے۔۔۔

تو پھر کیا مینشن میں انتظامات کرنے ہیں۔۔۔۔اغا جان مینشن کی طرف اشارہ کرتے پوچھنے لگے۔۔۔۔۔

نہیں آغا جان یہاں پر بھی نہیں، کیونکہ یہ عالیشان مینشن بھی تو چار ڈبے ہی ہیں۔اور تھوڑے وقت بعد یہاں پانچواں ڈبہ بھی آنے والا ہے۔۔میری سمجھ سے باہر ہے جہ انکو یہ ڈبوں والا ڈیزائن بنا کر کون دیتا ہے۔۔شیراز پاشا نے بلیک گینگ کے مینشن کی ایسی کی تیسی کی تو وہ ناشتہ

چھوڑ کر انکو گھورنے لگے تھے۔۔۔

تو پھر آپ سب بڑے لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ سائنسدانوں سے ایک راکٹ ادھار پر لیں، اس میں اپنے دلہے سمیت ساری فیملی کو بٹھائیں اور چاند پر جا کر شادی کے شادیانے بجالیں۔۔۔ان سب کی باتوں پر سنی کلس کر بولتا چلا گیا تھا۔انکا عالیشان مینشن اور فارم ہاؤس ان سب کو اپنے لاڈلے دلہے میاں کی شان کے مطابق نہیں لگ رہا تھا۔اتنے وقت میں کچھ اور ہوا تھا یا نہیں لیکن یہ ضرور ہو چکا تھا۔کہ وہاج سب بڑوں کا لاڈلا بن گیا تھا۔۔۔جس پر وہ چاروں کلستے ہوئے اس میسنے انسان کو گھورنے لگتے تھے۔

جیسی تم سب کی حرکتیں ہیں نا چاند بھی پٹک کر ہمیں نیچے پھینک دے گا۔۔۔سنی کے کلسنے کا اثر لیے بنا حسن صاحب جواب میں بولے تو سنی

آنکھیں پھیلاتے انہیں دیکھنے لگا تھا۔ مطلب وہ چاند کو افورڈ کر سکتے تھے۔ پر اگر چاند انکو افورڈ نا کرتا تو اس میں سارا قصور بلیک گینگ کا نکلتا واہ کیا شان بے نیازی تھی۔۔۔

جی جی جہاں مرضی لے جائیں اپنے دلہے کو، لیکن پھر بھی وہ رہے گا نیلا ایلین ہی۔۔۔اس بار عیس بھی میدان میں اترا تو سب بڑے انکو اگنور مارتے ہوئے ی شادی کا وینیو ڈیسائیڈ کرنے لگے تھے۔۔۔

(ایک دن بعد)

اج سنڈے کا دن تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر سب اس وقت لاونج میں بیٹھ کر بزنس سے ریلیٹڈ کوئی اہم ڈسکشن کر رہے تھے۔ وہاج کا سارا بزنس بلیک کمپنی میں شفٹ ہو چکا تھا۔۔اس لئے بلیک کمپنی کے اب چار نہیں بلکہ پانچ ستون بن چکے تھے۔

وہاج جو بے دلی سے انکی بور نگ باتیں سن رہا تھا۔۔ کہ اچانک اسکی نظر سامنے پڑی تو وہ حیران کن تاثرات سے سامنے کا منظر دیکھے گیا تھا۔
اسکے بر عکس وہ چاروں جوڈ سکشن کر رہے تھے۔ وہاج نے عیس کو ہلایا تو عیس اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

کیا ہوا۔۔۔ عیس نے اسکی طرف دیکھا تو وہاج نے شرارتی آنکھوں سے ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے اسکی توجہ وہاں کروائی۔۔۔ وہاج کے اشارہ کرنے پر وہ مڑتے ہوئے تجسس سے ٹیبل کی طرف دیکھنے لگے تو ٹیبل کا منظر دیکھ کر وہ سب اچھنبے سے دیکھتے رہ گئے تھے۔

کیونکہ سامنے ڈائنگ ٹیبل پر مشعل اکیلی بیٹھی املی کی چٹنی کے ساتھ ساتھ گول گپے لگا کر تیزی سے کھائے جا رہی تھی۔ ابھی ان سب کو ناشتے کیے

ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا۔۔ لیکن مشعل کے کھانے کی سپیڈ سے لگ رہا تھا کہ وہ نجانے کتنے دنوں کی بھوکی ہو۔ بلیک پٹھانی ڈریس میں اپنے بھرے بھرے وجود کے ساتھ گول مٹول سفید چہرے کے ساتھ وہ عیس کو مکمل طور پر اپنی طرف اٹریکٹ کرنے لگی تھی۔

وہ سب جو دلچسپی سے مشعل کی کارکردگی دیکھ رہے تھے۔ کہ دیکھتے ہی دیکھتے باقی تین بھی اس املی کی پارٹی میں شریک ہو گئیں تھیں۔ شاید مشعل نے انہیں کال کر کے بلایا تھا۔ کیونکہ انکی پرجوشی بتا رہی تھی۔ کہ انکی مائیں آج مینشن میں نہیں ہیں۔ اس لئے یہ املی کھانے کا شرف انہیں حاصل ہو گیا ہے۔

علیزے کو انگلی سے چٹنی کھاتے دیکھ کر سلطان نے بامشکل اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ یلو کلر کے پٹھانی ڈریس میں کانوں میں پٹھانی

طرز کے بندھے اور کلائیوں پر چوڑیاں پہنے وہ سچ میں پٹھانی لگ رہی تھی۔
وہ سب ہی آج پٹھانی ڈریس پہنے ہوئیں تھیں۔زلیخا بیگم اس بار میر پور سے آتے ہوئے ان سب کے پٹھانی رواج کے مطابق ڈریسز اور جیولری لے کر آئیں تھیں۔کیونکہ ان چاروں کو ہی پٹھانی کلچر کی چیزیں بے حد پسند تھیں۔

اسی لئے وہ سب آج پٹھانیاں بنی گھوم رہیں تھیں۔

دلاور خان اور شیراز پاشا نے وہاج کی شادی کے لیے اپنا فارم ہاؤس ڈیسائیڈ کیا تھا۔یہ وہی فارم ہاؤس تھا جہاں پر ان چاروں کی ٹریننگ ہوتی رہی تھی۔
اسکے علاوہ یہاں بلیک گینگ کے جانی دشمن بو اور جان بھی رہتے تھے۔
فارم ہاؤس کی صفائی اور تیاریوں کے سلسلے میں سب بڑے وہاں گئے ہوئے تھے۔اسی لئے مینشن میں اس وقت صرف ینگ جنریشن ہی موجود تھی۔

یہ اتنے مزے سے کیا کھا رہیں ہیں۔۔۔ براون کلر کے خوبصورت ڈریس میں منیزے کو بھی شوق سے کچھ کھاتے دیکھ کر ضرار نے متجسس ہوتے پوچھا تھا۔

یہ سب املی کی چٹنی کھا رہیں ہیں۔۔۔ ضرار کے سوال پر وہاج نے صوفے کی بیک سے ٹیک لگاتے ہوئے سکون سے جواب دیا تو وہ چاروں مڑ کر اسے دیکھنے لگے تھے۔۔۔

تجھے جیسے پتہ کہ وہ املی کی چٹنی کھا رہیں ہیں۔۔۔ سنی ایبر واچکا گیا تھا۔۔۔

مجھے اس لئے پتہ ہے کیونکہ ان سب کو املی میں نے ہی لا کر دی ہے۔ اور یہ مخصوص چٹنی کی ریسپی بھی میری ڈھونڈی ہوئی ہے۔ بلکہ کل رات جب سب سے خفیہ یہ عظیم چٹنی بن رہی تھی تو میں ان سب کے ساتھ کچن میں ہی موجود تھا۔۔۔ اس کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہاج مزے سے بولا تھا۔۔۔

تیرا دماغ خراب ہے کیا کمینے انسان۔۔۔اگر کلثوم ڈارلنگ کو پتہ لگ گیا۔ کہ یہ سب اوٹ پٹانگ کھا رہیں ہیں تو انکی شامت کے ساتھ ساتھ تیری شامت بھی آجانی ہے۔۔۔وہاج کو مزے سے بولتے دیکھ کر ضرار دانت پیس کر جلدی سے کھڑا ہوا تھا۔۔۔ان سب کو اب سمجھ میں آرہا تھا کہ رات کو انکی بیویاں کمرے میں لیٹ کیوں آئیں تھیں۔سالے کی اپنی رخصتی ابھی ہونی نہیں تھی۔۔اس لئے انکی بیویوں کو بھی بہانے سے ان سے دور رکھتا تھا۔۔۔ضرار کلس کر اسے گھوری ڈالنے لگا تھا۔۔۔۔

ابے بیٹھ جا، کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ویسے بھی میں نے تھوڑی سی ہی لا کر دی تھی۔۔میں اپنی بھابھیوں کو کسی چیز کے لئے ترستے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ضرار کے غصے کا اثر لیے بنا جواب میں وہ آرام سے پھر کہنے لگا تھا۔۔۔

رئیلی مسٹر وہاج۔۔۔اگر میری خانم کی اس چٹنی کی وجہ سے ایک پرسنٹ بھی طبعیت خراب ہوئی تو سوچو تمہارا میرے ہاتھوں کیا احشر ہونے والے ہے۔۔اس بار سلطان بھی سنجیدہ انداز میں وارننگ دیتے ہوئے بولا تھا۔ اپنی بیویوں کی اس ضد کو وہ چاہ کر بھی پوری نہیں کرتے تھے۔۔کیونکہ اوٹ پٹانگ چیزیں کھانے کے بعد تقریباً سب کی طبیعت خراب ہو جاتی تھی۔لیکن اس حال میں وہ باز بھی نہیں آتیں تھیں۔۔۔

ہاں تو مجھے کیوں دھمکا رہے ہو، جا کر انکے آگے سے وہ چٹنی کا باؤل اٹھاو نا۔۔۔سلطان کی دھمکی پر وہاج، علیزے کی طرف دیکھتے ہوئے ایک دم سے بوکھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔علیزے کو مزے سے انگلیاں بھر بھر کر املی کھاتے دیکھ کر وہ سلطان کو دیکھنے لگا جو پہلے ہی اسے سخت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

ویسے بھابیوں کے املی کھانے کی وجہ مجھے سمجھ میں آرہی ہے۔۔پر یہ میرے والی بناموقے تہوار کے کیوں املی کے ساتھ انصاف کرنے میں مصروف ہے۔۔۔بلیک ڈریس میں ائرہ کو بھی مزے سے کھاتے دیکھ وہ پرسوچ انداز میں بولا تھا۔۔۔اسکا سوچنا بنتا تھا۔کیونکہ اسے ابھی کونسا خوشخبری ملی تھی۔

لیکن تبھی عیس اٹھ کر ڈائنگ ٹیبل کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔۔جبکہ وہ سب جو چہچہاتے ہوئے املی پارٹی کرنے میں مصروف تھیں کہ اچانک عیس کو اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر ان سب کی ہنسی کو یک دم بریک لگا تھا۔عیس کو اپنی املی کے باؤل کی طرف گھورتے پا کر انکے معصوم دل بے چین ہونے لگے تھے۔

خانم کیا کھا رہیں ہیں آپ۔۔۔سلطان نے بھی وہاں آتے ہوئے علیزے سے پوچھا تو علیزے اسکی آواز پر سٹپٹا کر جلدی سے منہ میں انگلی ڈالنے لگی تھی۔ جس پر سلطان نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسکی کوشش ناکام بنادی تو علیزے روہانسے پن سے منہ بنانے لگی تھی۔۔

یہ کیا ہے۔۔۔عیس نے غور سے باؤل میں پڑی چیز کو دیکھنا چاہا تھا۔۔۔لیکن پھر تجسس سے اس نے سپون اٹھا کر ٹیسٹ کرنا چاہا تو ٹیسٹ کرتے ہی اسکے دماغ میں یک دم پٹاخے پھوٹنے لگے تھے۔۔۔

توبہ یہ کیا بلا ہے۔۔۔اتنی کھٹی اور تیکھی چٹنی اسکے منہ میں جاتے ہی اسکے منہ کے زاویے بگاڑ چکی تھی۔۔۔

جبکہ سلطان نے اپنی خانم کی بھیگی انگلی کو دیکھا جہاں چٹنی لگی ہوئی

تھی۔۔۔سلطان نے بھی اسکے پاس بیٹھتے ہوئے علیزے کی انگلی منہ میں ڈالتے ہوئے چٹنی ٹیسٹ کرنا چاہی تو سب کی موجودگی میں اپنے خان کی اس حرکت پر علیزے کا چہرہ خون چھلکانے لگا تھا۔سب کو اپنی طرف معنی خیزی سے دیکھتا پا کر اسکا دل کانوں میں دھڑکنے لگا تو وہ سلطان سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔جبکہ سلطان گہری نظروں سے اسکے چہرے پر بکھرتے ہوئے رنگوں کو دیکھ کر اسکی انگلی سے چٹنی بن رہا تھا۔۔۔سلطان کے گرم ہونٹوں کے لمس پر علیزے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑنے لگی تھی۔

پرفیکٹ۔۔سلطان نے علیزے کی انگلی منہ سے باہر نکالی تو چٹنی کے بارے میں کمپلیمنٹ دیتے ہوئے وہ بول گیا تھا۔

یہ سالا اپنی عشق کی داستان میں ہمارا گھر اجاڑ کر رہے گا۔۔۔سب لڑکیوں

کو سلطان اور علیزے کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے پا کر ضرار غصے سے بول گیا تھا۔

تومان یانامان، پر مجھے پکا یقین ہو گیا ہے کہ یہ خان کا بچہ جان بوجھ کر ہماری بیویوں کے سامنے ایسی حرکتیں کرتا ہے۔تاکہ اسکے عشق کی داستان گونجے اور ہماری بینڈ بجے۔۔۔ابھی کل ہی میری سنڈی میرے ساتھ لڑائی کر رہی تھی۔اور مجھے کہہ رہی تھی کہ میں اسے "تم" نہیں بلکہ "آپ" کہہ کر بلایا کروں۔ جیسے سلطان خانم بھابھی کو بلاتا ہے۔۔

اب تم خود دیکھو میں بھلا اسے آپ کہہ سکتا ہوں۔دن میں چھتیس دفعہ تو ہماری منہ ماری ہوتی ہے۔۔۔ایسے میں آپ کہنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔۔۔

سنان بھی اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہوئے گویا ہوا تو وہاج انکی حالت انجوائے کرتا مزے سے قہقہے لگانے لگا تھا۔

لڑکیاں منہ بنا کر اب انکی طرف آ رہیں تھیں۔ کیونکہ عیس انکی سوغات اٹھا کر پھینک چکا تھا۔ جبکہ سلطان نے ملازمہ کو ان سب کے لیے جوس اور فروٹ کاٹ کر لانے کا حکم دیا تھا۔

مشعل جو غصے سے منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ عیس کو گھوری سے نوازتے ہوئے وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر اٹھی تو عیس نچلے ہونٹ کا کونا دبا گیا تھا۔

جڑواں بچوں کی پریگننسی اور پھر اتنی دیکھ بھال نے مشعل کو پانڈہ بنا دیا تھا۔ اپنے چھوٹے قد کی وجہ سے وہ چلتی پھرتی ٹیڈی بیئر لگتی تھی۔ سلطان تو علیزے کو سہارا دیتے لے جا چکا تھا۔۔ جبکہ مشعل کا کوئی موڈ نہیں تھا اپنے سنکی شوہر کو منہ لگانے کا۔۔۔ اسی لئے وہ خود ہی کوشش کرتے چیئر سے اٹھ رہی تھی۔

کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھرے بھرے وجود پر دوہٹہ پھیلائے وہ مشکل سے قدم اٹھانے لگی تو نجانے کیوں اسکی چال دیکھ کر پیچھے کھڑے عیس کی ہنسی نکل چکی تھی۔

اس لئے وہ بھی پیچھے کمر پر مشعل کی طرح ہاتھ رکھتے ہوئے پیٹ آگے کو نکال کر اپنے چوزے کی طرح قدم اٹھانے لگا تو سب سے پہلے اس پر وہاج اور سنی کی نظر پڑی تھی۔۔عیس کو مشعل کی نقل اتارتے دیکھ کر وہ دونوں فلک شگاف قہقہے لگانے لگے تو سب مڑتے ہوئے عیس کو دیکھنے لگے تھے۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مینشن قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔

جبکہ مشعل سب کو منہ پھاڑ کر ہنستے دیکھ کر نا سمجھی سے مڑ کر اپنے شوہر کو دیکھنے لگی تو عیس کو اپنی نقل اتارتے دیکھ کر اسکی براؤن آنکھیں پہلے تو پھیلیں اور پھر اگلے ہی پل غصے کی زیادتی سے وہ چلا اٹھی تھی۔۔۔

بابا۔۔۔ مشعل نے غصے سے چلاتے ہوئے حسن صاحب کو آواز لگائی تھی۔۔ لیکن وہ بھول چکی تھی کہ اس وقت بڑوں میں سے کوئی بھی مینشن میں موجود نہیں ہے۔۔۔

اس سے پہلے کہ مشعل غصے سے بے قابو ہوتے لاپرواہی سے عیس کا سر پھاڑنے کے لیے اسکی طرف بڑھتی کہ عیس خود ہی قہقہ لگاتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اسے گلے سے لگا گیا تھا۔۔۔

میں بابا کو بتاؤں گی کہ آپ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔ عیس کے گلے لگانے پر مشعل غصے کی شدت سے کانپتی آواز میں بولنے لگی تو عیس لاڈ سے اسے سوری بولتے ہوئے اسکا سر چومنے کے ساتھ ماتھے پر لب رکھ گیا تھا۔۔۔

قسم سے تم اتنے فنی سٹائل سے چل رہی تھی میں خود کو روک ہی نہیں پایا۔۔۔عیس اسے بازوؤں میں اٹھا کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے ہنس کر بولا تھا۔۔۔

ہاں تو اتنی جلدی مجھے اماں نہیں بنانا تھا نہ۔۔نا میں اتنی جلدی پریگننٹ ہوتی اور نا اتنی موٹی۔۔۔تب روکتی رہی تھی، لیکن میری سنی نہیں تھی۔ بھلا پھسلا کر مجھے چھوٹی سی اماں بنا دیا۔اور اب میرا مزاق بھی اڑا رہے ہیں۔۔۔

مشعل غصے و غم کی ملی جلی کیفیت میں عیس کی گردن کو ناخنوں سے نوچتے ہوئے جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی تھی۔ جبکہ ہمیشہ کی طرح سب کے سامنے اپنی بیوی کو اپنی پرائیویسی کی بینڈ بجاتے دیکھ کر عیس نے جلدی سے

اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا چاہا تھا۔۔ لیکن تب تک سب کے گونجتے قہقہے عیس کا دل تڑپانے کا سبب بننے لگے تھے۔پہلے وہ یونیورسٹی میں اسکی بینڈ بجاتی تھی۔اب گھر میں بھی شروع ہو چکی تھی۔شادی اور پریگننسی کی وجہ سے وہ سب انکے سمیسٹر فریز کروا چکے تھے۔

اپنی بیوی کو موڈ آف کرتے دیکھ کر عیس تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔لیکن وہ ناراضگی سے منہ موڑ کر بیٹھ گئی تھی۔۔اب اسکو منانے کے لئے عیس جو سوجتن کرنے پڑنے تھے۔۔

مشو میری جان۔۔۔دن کا ایک بج رہا تھا۔۔جب تھکن کے باعث عیس اسے اٹھائے کمرے میں لایا تاکہ وہ تھوڑی دیر ریسٹ کر لے۔کیونکہ ضرار

اور سنان تو بیویوں کے ساتھ شادی کی شاپنگ کے لیے باہر جا چکے تھے۔

لیکن علیزے اور مشعل کی حالت کی وجہ سے عیس اور سلطان انکو کمرے میں لے ائے تھے۔۔اپنی بیویوں کی شاپنگ وہ خود ہی کرنے والے تھے۔۔کیونکہ ایسی حالت میں انکی بیویاں شاپنگ کے لیے باہر نہیں جا سکتیں تھیں۔

عیس نے اسے پیار سے پکارتے ہوئے بیڈ پر بٹھایا تو وہ غصے اور ناراضگی کے عنصر سے منہ بنا کر بیڈ سے نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

عیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے نیچے اترنے میں مدد دی تو مشعل اسکا ہاتھ جھٹکتے ہوئے واڈروب کی جانب بڑھ گئی۔۔۔جبکہ چلتے ہوئے اس نے مڑ کر پھر عیس کو دیکھنا چاہا تھا۔کہ کہیں وہ پھر تو اسکی نقل نہیں اتار رہا، لیکن

عیس شرافت سے بیڈ کے پاس کھڑا اسے محبت پاش نظروں سے تک رہا تھا۔

عیس کی محبت بھری نظروں کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے وارڈروب کھول کر اپنا ڈریس نکالنا چاہا کیونکہ اس کے پہنے ہوئے ڈریس پر چٹنی گر چکی تھی۔۔ جس کی وجہ سے مشعل کو بہت الجھن محسوس ہو رہی تھی۔

مشعل نے ہینگ کی ہوئی اپنی ٹی شرٹ اتارنے کی کوشش کی تو تھک کر پیچھے ہٹنے لگی تھی۔ لیکن اگلے ہی پل عیس اسے شرٹ اتار کر تھما چکا تھا۔۔

عیس نے اسے ہینگ کی ہوئی شرٹ پکڑائی تو وہ غصے سے اسے گھور کر ڈریسنگ روم کی طرف جانے لگی تو عیس آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں اٹھا گیا تھا۔

ڈریس کیوں چینج کر رہی ہو، اتنا پیارا تو لگ رہا ہے۔۔۔ عیس ڈریسنگ روم میں داخل ہوتے پیار سے بولا تھا۔۔

گندہ ہو گیا ہے اس لئے کر رہی ہوں۔۔۔ اسے کب سے خود سے بات کرنے کی کوشش کرتے دیکھ کر مشعل ناچاہتے ہوئے بھی اس بار جواب میں بول گئی.

مشو جان سوری کر تو رہا ہوں نا، پلیز اب اپنا موڈ ٹھیک کرو۔۔۔ مشعل کے لہجے میں سنجیدگی محسوس کرتے ہوئے اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام کر عیس منانے کی کوشش میں کہنے لگا تھا۔

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔۔۔ اس کئے اپ جائیں یہاں

سے۔۔۔ مشعل نظروں کا رخ پھیرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی تو عیس اسے گھور کر رہ گیا تھا۔۔ موڈ سونگنز ہونے کی وجہ سے وہ اب اسکی زرا بھی نہیں سنتی تھی۔اسی لئے اپنے طریقے سے اسے منانے کا سوچتے ہوئے عیس نے اٹھ کر لائٹس آف کیں تو مشعل ہڑبڑا کر اندھیرے میں اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

لیکن اگلے ہی پل اسے اپنے وجود سے شرٹ سرکتی ہوئی محسوس ہوئی تو وہ اپنے بدن پر اسکے ہاتھوں کے ٹھنڈے لمس پر کپکپا سی گئی۔۔۔

کک۔۔ کیا کر رہے ہیں اپ۔۔۔ مشعل نے اندھیرے میں اسکے عکس کو دیکھتے ہوئے کانپتے ہوئے پوچھنا چاہا۔۔۔

تمہارے اس ممتا بھرے وجود پر اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے تمہیں منانے کی کوشش کرنے لگا ہوں۔۔۔ عیس نے اسکی شرٹ اتار کر سائیڈ پر رکھی تو

مشعل ایک دم سے لرز کر اسے کندھوں سے تھامنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

ی۔۔۔ علی۔۔۔ نہیں کریں مجھے سانس نہیں آرہا۔۔۔اپنے وجود پر اسکے ٹھنڈے ہاتھوں کی بے باکیوں کو محسوس کرتے ہوئے اسکے وجود میں بہت سپارک ہو رہا تھا۔۔

تو میری میری سانسیں چرالو۔۔۔ عیس نے اسے مصنوعی پردے سے آزاد کرتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں کو نرمی سے چھواتو مشعل کو سچ میں اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہونے لگیں تھیں۔۔ مشعل نے اپنے چہرہ اٹھاتے ہوئے عیس کے عنابی ہونٹوں پر اپنے لب رکھے تو اندھیرے میں عیس علی ہمدانی گہرا مسکرادیا تھا۔

نرمی سے اسکے ہونٹوں میں اپنی سانسیں انڈھیلتے ہوئے عیس نے اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو مشعل لرزتے ہوئے اسکی گردن پر ناخن گاڑ گئی۔۔۔

عیس نے اپنی شرٹ اتارتے ہوئے مشعل کے ہونٹوں پر زرا سی شدت دیکھائی تو وہ پیچھے ہٹتے ہوئے گہرے سانس لینے لگی تھی۔۔۔

میرے قریب نہیں آیئے گا۔۔۔ورنہ جان لے لوں گی۔۔۔ہر وقت مجھے تنگ کرتے ہیں ناتواب بھی تنگ ہی کریں۔۔۔عیس کو خود پر حاوی ہوتے دیکھ کر وہ اندھیرے میں غراتے ہوئے کہنے لگی تھی۔۔۔

تنگ ہی کرنے لگا ہوں۔۔۔ تھوڑا تمہارے بدن کو تنگ کروں گا اور تھوڑا اپنے بچوں کو۔۔۔عیس نے اسکی ناک کی ٹپ پر کاٹتے ہوئے بھاری لہجے میں جواب دیا تو مشعل دانت

کچکچا کر بدلے میں اسکی تھوڑی پر کاٹنے لگی تھی۔۔۔

تمہاری روح میں اتروں کہ نہیں۔۔۔عیس نے اسکی تھائیز پر بے باکی سے چھوتے ہوئے گھمبیر آواز میں سوال کیا تو مشعل شرم سے لال انگارہ ہوتے بے اختیار پیچھے کو سرک گئی۔۔۔

بتاؤ بھی اس حال میں برداشت کر لو گی نا مجھے۔۔۔ویسے بھی کتنے دنوں سے تمہیں رعایت دے رہا ہوں۔۔۔ مشعل کو خاموش دیکھ کر عیس نے اسکی ڈھرکنوں پر لب رکھتے ہوئے پھر جاننا چاہا تو وہ سسکتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔۔۔البتہ جواب پھر بھی نہیں دیا تھا۔۔

تمہاری خاموشی کو ہاں سمجھو کیا۔۔۔عیس اس پر سایہ فگن ہوتے بولا تو مشعل دم سادھے لب کاٹنے لگی تھی۔دل میں اس وقت خود بھی اسکی

طلب اٹھ رہی تھی۔۔ لیکن زبان سے اقرار کرتے شرم آڑے آ رہی تھی۔۔اسی لئے وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔

رائٹ میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔۔۔ تمہاری خاموشی یہ ہی بتا رہی ہے۔کہ تمیں میری چاہ محسوس نہیں ہو رہی ہے

اندھیرے میں عیس نے شیطانیت سے منہ بناتے ہوئے الٹ بات کی مشعل تڑپتے ہوئے اسے دیکھے گئی۔۔۔ بھلا اس نے کب اسے انکار کیا تھا۔۔۔

عیس کو پیچھے ہوتے دیکھ کر مشعل نے شرم وحیاء پرے رکھتے ہوئے اٹھتے ہوئے تیزی سے اسکے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے تو عیس اپنی چالاکی پر فتح مندی سے مسکراتے ہوئے اسکی زبان کو جکڑتا چلا گیا تھا۔۔۔ بنا اس پر اپنا بوجھ ڈالے عیس نے اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہوئے اسکی روح میں نرمی سے سرائیت کی تو مشعل تڑپتے ہوئے سر پیچھے گرا گئی۔۔۔

جبکہ عیس قطرہ قطرہ اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے اپنی شدتوں کا آغاز کرتے مشعل کو بوکھلاتا چلا گیا تھا۔۔۔

عیس نے اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کر اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھے تو مشعل اسکے کندھے پر ناخن گاڑتے ہوئے آنکھیں میچ گئی تھی۔۔ جبکہ وہ ناراضگی دور کرنے کے چکروں میں مشعل کو قربت کی انتہا گہرائیوں میں گم کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

وائٹ ڈریس شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پر ہائی ہیلز بوٹس پہنے، منہ میں ببل چباتے ہوئے وہ بے نیازی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

کالے گھنے گھنگریالے بال ٹیل پونی میں قید تھے۔اور ہونٹ ہمیشہ کی

طرح میرون لپ اسٹک سے رنگے ہوئے تھے۔ شاید یہ رنگ اسکے پسندیدہ رنگوں میں سے ایک تھا۔ اپنے پیشے کی وجہ سے اسے ڈارک رنگ زیادہ پسند تھے۔ جیسے جسم سے نکلتا ہوا سرخ مادہ دل کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔

ایسے ہی بیہ شیراز پاشا کو رنگوں میں لال رنگ اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ کیونکہ اسے لگتا تھا کہ لال رنگ زندگی اور موت دونوں کی علامت ہے۔ اس لئے اس رنگ سے لگاؤ قدرتی ہے۔۔۔

لیکن ان ڈیوٹی ہونے کی وجہ سے وہ لال رنگ کا زیادہ استعمال نہیں کر پاتی تھی۔ اس لئے سرخ رنگ کی کسر پوری کرنے کے لیے وہ میرون لپ اسٹک کا استعمال کرتی تھی۔ سفید چہرہ پر لائٹ گرین آنکھوں میں اس وقت سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

بیہ جو ابھی بلیک مینشن میں داخل ہوئی تھی کہ موبائل کی بجتی بیل پر متوجہ ہوتے اسکے قدموں کی رفتار بے اختیار آہستہ ہو گئی۔۔ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن کو جینز میں لگاتے ہوئے بیہ نے لیفٹ ہینڈ سے موبائل نکال کر دیکھنا چاہا تو اپنی ماں کی کال دیکھتے ہوئے اسکے سنجیدہ چہرے پر خود بخود مسکراہٹ نمودار ہوتی چلی گئی۔۔۔

کال ریسیو کرتے ہوئے بیہ نے ابھی کان کے ساتھ موبائل لگایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے گل جہاں بیگم کی غصے بھری آواز سن کر وہ بیچارگی سے منہ بنا گئی۔۔۔

مام یار اپکے لاڈلے داماد کی طرف ہی آئی ہوں۔اپکو پتہ ہے۔کہ ابھی ہمارا کام باقی رہتا تھا۔لیکن میں صرف اپکی کال پر میرال کو سارا کام سونپ کر وہاں سے نکل آئی ہوں۔۔۔پر آپ ابھی بھی مجھے ڈانٹ رہیں ہیں

۔۔۔بلیک مینشن کے خالی لاونج کو حیران کن تاثرات سے دیکھتے ہوئے بیہ نے اپنی ماں کو صفائی دینا چاہی تو بدلے میں مزید ڈانٹ سنتے ہوئے وہ منہ بسور گئی تھی۔

اسکی ماں اسے سنا کر غصے سے فون بند کر چکی تھی۔اسی لئے فون دوبارہ پاکٹ میں رکھتے ہوئے وہ تیزی سے سلطان احمد خان کے پورشن کی طرف بڑھ گئی۔۔کیونکہ اسی پورشن میں وہاج کا کمرہ تھا۔

نکاح کے اگلے دن ہی ایمرجنسی کال پر پوری بلیک گینگ کو کسی دوسرے شہر جانا پڑا تھا۔وہاں پر ایک ضروری کیس کو نبٹاتے ہوئے وہ چاروں تو اگلے دو دن میں واپس آ چکے تھے۔لیکن میرال اور بیہ کے ساتھ ساتھ نعمان خان کو بھی وہیں رکنا پڑا تھا۔چونکہ ایک ہفتے بعد شادی کی تقریبات شروع ہونے والی تھیں۔ایسے میں شادی کی کسی بھی تیاری میں بیہ حصہ نہیں لے

پائی تھی۔اسکی ساری شاپنگ گل جہاں بیگم اور منیزے نے کی تھی۔جس پر گل جہاں بیگم کو رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔شادی کی خوشی میں لڑکیوں کے جہاں سو شوق ہوتے ہیں وہیں انکی انوکھی بیٹی کو کسی قسم کی کوئی دلچسپی تھی نہیں۔۔۔بلکہ وہ صاف کہہ چکی تھی کہ وہ جینز شرٹ میں ہی دلہن بن جائے گی۔لہذا وہ فکر نہ کریں۔۔۔بیہ کی اسکی اس بونگی پر گل جہاں کا میٹر اس دن سے شارٹ تھا۔

لیکن کل رات وہاج نے اپنی ساسو ماں کو خود فون کرتے ہوئے یہ کہا تھا۔ کہ انکے بارات کے ڈریس ریڈی ہو چکے ہیں۔۔پر ٹرائل کے لیے ایک دفعہ انکو خود جانا پڑے گا۔تاکہ بعد میں کسی قسم کی مسلہ نہ ہو پائے ۔۔۔لیکن چونکہ بیہ یہاں پر موجود نہیں تھی۔اس لئے گل جہاں بیگم صبح ہی اپنی صاحبزادی کو کال کرتے ہوئے آنے کا حکم صادر کر چکیں تھیں۔ اپنی ماں کے حکم پر بیہ کو کام بیچ میں چھوڑ کر ارجنٹ آنا پڑا تھا۔خیر رات کو

انکی ویسے ہی واپسی ہونے والی تھی۔ لیکن اس کے باوجود میرال اسے بے فکر کرتے ہوئے بھیج چکی تھی۔ہاں نعمان خان اسے سنانے سے باز نہیں آیا تھا۔کہ تم جتنے مرضی ٹرائل دے لو۔لہنگا پہن کر بھی تم گنڈی ہی لگوں گی۔۔

نعمان خان کی ایسی بکواس پر بیہ واپس آنے سے پہلے اسکی چائے میں سرخ مرچ ملا کر آئی تھی۔۔۔

کر رہا ہو گا اب سی سی۔۔۔بلکہ اوپر نیچے سے کمینے خان کا دھواں بھی نکل رہا ہو گا۔۔۔اپنا کارنامہ یاد آتے ہی بیہ کمینگی سے مسکرادی تھی۔

بیہ گہری سانس خارج کرتے ہوئے وہاج کے کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے ہی اسکا پورٹریٹ دیکھ کر اسکا دل یکبارگی سے دھڑک اٹھا تھا۔لیکن پھر پورٹریٹ کے اوپر نیلی بتی پڑھ کر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل

گئی۔۔۔

کمرے کو خالی دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہوئی لیکن پھر کچھ سوچ کر ٹیرس کی جانب بڑھ گئی۔۔۔

حیرت ہے مام تو کہہ رہیں تھیں کہ انکا داماد کمرے میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے۔۔۔ لیکن یہاں تو کمرہ خالی پڑا ہے۔۔۔ ببل چباتے ہوئے وہ ہر طرف دیکھتے ہوئے بڑبڑا گئی تھی۔۔

وجی۔۔۔۔۔کچھ سوچ کر بیہ نے اسے آواز لگائی تھی۔۔۔ لیکن جواب ندارد۔

وجی کہاں ہیں اپ۔۔۔ بیہ نے اسے پکارتے ہوئے ڈریسنگ روم میں جھانکا، لیکن وہ بھی خالی تھا۔۔۔

یہ کہاں چلے گئے ہیں۔۔ تھک ہار کر وہ بڑابڑاتے ہوئے باتھروم کے دروازے کے قریب آئی تو ایک جھٹکے میں باتھروم کا دروازہ کھلتے ہوئے وہاج نے اسے اندر کھینچا تھا۔

شاور تلے بھیگتے ہوئے وہاج اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر دیوار سے لگا کر، اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے، اسکے میرون لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پر شدت سے جھکا تو بیہ کانپ کر رہ گئی تھی۔۔۔اس اچانک افتاد پر بیہ جہاں ڈر کے مارے اسکی گرفت میں اچھلی وہیں اسکا دل سینے میں زور سے دھک دھک کرنے لگا تھا۔۔۔ لیکن مقابل اسے اپنے شکنجے میں جکڑ چکا تھا۔

شدت سے اسکے ہونٹوں پر کاٹتے ہوئے وہاج نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے اسے خود میں زور سے بھینچا تو بیہ گرم پانی میں بھیگتے ہوئے لال انگارا ہونے لگی تھی۔ جبکہ وہاج اسکے ہونٹوں کا پاوٹ بناتے ہوئے دل

میں اٹھتے جذبات کے طوفان پر بے قابو ہوتے اسکے پاوٹ بنے ہونٹوں پر زور سے کاٹنے لگا تھا۔ وہاج نے اسکے اوپر والے ہونٹ کو دانتوں میں دباتے ہوئے باہر کی طرف کھینچا تو بیہ بے ساختہ سسک اٹھی۔۔۔

بیہ نے جلن کے مارے اسکے کندھوں پر مکے برسائے تو وہ شدت سے اسکی تھائیز کو مٹھیوں میں بھرتے ہوئے اسے بوکھلا گیا۔۔ وہاج نے سرخ نیلی آنکھوں میں غصے سے دوچار ہوتے اسکے نچلے ہونٹ پر دانتوں کا دباؤ بڑھایا تو بیہ تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اچھل کر رہ گئی تھی۔۔۔۔

وہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ مقابل کو کس بات کا غصہ آیا ہوا ہے۔ جو وہ یوں بے رحم بنا اسکے ہونٹوں پر اپنا تیش نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ اپنی سانس رکنے پر بیہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا تھا۔ لیکن اس بات کا وہاج پر الٹا اثر ہوا اس لئے وہ مزید اسکے ہونٹوں کو بے

باکی سے سک کرتے ہوئے بیہ کی زبان کو جکڑتے ہوئے یک دم بیہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑاتا چلا گیا۔

باتھ روم میں شاور سے تیزی سے نکلتا ہوا پانی ان دونوں کو مکمل طور پر بگھو چکا تھا۔ جبکہ گرم پانی کی وجہ سے باتھ روم میں اٹھتی ہوئی بھاپ ان دونوں کے عکس کو دھندلا کر رہی تھی۔ بیہ کی مزاحمت پہلے سے زیادہ بڑھی تو وہ اسکے کندھوں پر ناخن گاڑتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ کیونکہ اسکا سانس پھول چکا تھا۔ وہاج نے اس پر رحم کھاتے ہوئے اسکے لب آزاد کیے تو بیہ لڑکھڑاتے ہوئے تھکے انداز میں اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی۔۔۔۔

مجھے اکیلا چھوڑ کر کیوں گئی تھی۔۔۔ وہاج نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھتے ہوئے اپنی سرخ نیلی آنکھیں اسکی لائٹ گرین

آنکھوں میں گاڑدیں تھیں۔ مقابل کا سرد لہجہ اور انداز بیہ کا خون خشک کرنے کا سبب بن رہا تھا۔

کا ممم۔۔ ضروری کام تھا اس لیے جانا۔۔ پڑا۔۔۔ مقابل کی بے باک نظروں کو اپنے سراپے کے آڑ پار ہوتے دیکھ کر بیہ بامشکل بول پائی تھی۔۔۔ وہ اسے پورے کمرے میں ڈھونڈ رہی تھی۔ جبکہ وہ اس پر گھات لگائے باتھروم میں بند تھا۔ بیہ سلگتے دماغ سے سوچ گئی۔۔۔ لیکن بول نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ سامنے والے کا انداز پہلے ہی نارمل نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

وہاج بغور اسکے ہونٹوں پر مٹی مٹی لپ اسٹک دیکھتے ہوئے اسکے سراپے کا جائزہ لینے لگا تھا۔۔۔ وائٹ ڈریس شرٹ بھیگتے ہوئے بدن سے چپک چکی تھی۔ جس کی وجہ سے جسم کے خدوخال مکمل طور پر واضح ہو رہے تھے۔

جبکہ وائٹ شرٹ کے نیچے پہناوے کے رنگ کو دیکھ کر وہ ایبر واچکا چکا تھا۔۔۔

پورا ہفتہ میں نے تمہارے بنا سلگتے ہوئے گزارا ہے۔۔۔تو اب بتاؤ کہ کیسے بھرپائی کرنا پسند کرو گی۔۔۔وہاج نے سپاٹ لہجے میں پوچھتے ہوئے اسکے بدن سے چپکی ہوئی سفید شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے تو بیہ کپکپاتے ہوئے اسکے ہاتھوں کو روک گئی۔۔۔

میں۔۔مہ۔۔جان۔۔بوجھ کر۔۔نہیں۔۔گئی تھی۔۔۔ضروی کام کی وجہ سے سب کو جانا پڑا تھا۔۔۔وہاج کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیہ نے پانی میں بھیگتے ہوئے اسے وضاحت دینا چاہی تھی۔۔۔

لیکن اسکی وضاحت کا بھی وہاج پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔اس لئے وہ ایک

جھٹکے میں کھینچتے ہوئے اسکی شرٹ کے تمام بٹن توڑتے ہوئے شرٹ اسکے وجود سے الگ کر گیا۔۔۔وہاج کی اس حرکت پر بیہ کے حواس گم ہونے لگے تھے۔۔

تم مجھے مل کر بھی جاسکتی تھی۔ لیکن تم نے ملنا تو کیا، مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا، کیوں۔۔؟؟ کیا میں تمہارے لئے اہم نہیں ہوں۔۔۔؟؟ وہاج نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے ہوئے گھماتے ہوئے اسکا چہرہ دیوار کے ساتھ لگایا تو بیہ کے وجود میں گرم سپارک ہونے لگا تھا۔۔۔وہاج کے سینے کو اپنی پشت سے مس ہوتے محسوس کر کے بیہ بے ساختہ آنکھیں میچ گئی تھی۔۔۔اخر وہ کیوں اتنا جنونی ہوا پڑا تھا۔۔۔لب بھینچتے ہوئے وہ بے بسی سے سوچ رہی تھی۔۔۔ لیکن اگلے ہی پل اسکے دہکتے لبوں کا لمس اپنی گردن پر محسوس ہوا تو وہ لال انگارہ ہوتے ہاتھوں کو مٹھیوں میں بھینچنے لگی تھی۔۔۔

وہاج نے اسکی گردن پر جگہ جگہ ہونٹ رکھتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں پر ہاتھ رکھنا چاہا تو بیہ نے شرم کے مارے کانپتے ہوئے اسکا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ جس پر وہاج غصے سے پاگل ہوتے اسکی گردن پر زور سے کاٹنے لگا تھا۔۔۔

وجی کیا ہو گیا ہے۔۔۔اپ کیوں پاگل پن پر اترے ہوئے ہیں۔۔۔وہاج کی بڑھتی ہوئی شدتوں پر وہ جھنجھلاتے ہوئے مڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگی تو اسکے دیو قامت وجود کو دیکھ کر اسکے باقی کے الفاظ منہ میں ہی دم توڑتے چلے گئے تھے۔۔۔اسکے چوڑے وجود پر تضاد مضبوط سینے پر پانی کی بوندیں پھسلتے دیکھ کر بیہ کی آنکھوں میں یک دم خماری سی اترنے لگی تھی۔۔۔بیہ نے مدہوش ہوتے اسکی پھولی ہوئی رگوں پر ہاتھ پھیرا تو وہاج دونوں ہاتھوں سے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے مزید قریب ہو گیا۔۔۔جبکہ ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ آنے لگی تھی۔۔

بیہ نے ہوش کھوتے ہوئے آگے بڑھ کر اچانک اسکے سینے کے بیچ و بیچ اپنے نرم ہونٹ رکھے تو وہاج سر تا پیر ساکت ہوتا چلا گیا تھا۔اس نے سٹل ہوتی نظروں سے سامنے کھڑی اپسرا کو دیکھنا چاہا۔جو ہوش بھلائے جھکتے ہوئے اسکے سینے کو اپنے ہونٹوں سے چھونے لگی تھی۔۔۔بیہ کی اس کرم نوازی پر وہاج کا غصہ جھاگ کی مانند بیٹھتا چلا گیا تھا۔وہاج نے منتشر ہوتی ڈھرکنوں پر بیہ کی گردن کو جکڑتے ہوئے اسکا چہرہ اپنے مقابل کیا تو وہ دم سادھے اسکی نیلی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔۔۔

مجھے پاگل کرنا چاہ رہی ہو کیا۔۔۔؟؟وہاج نے بوجھل آواز میں اسے کے خوبصورت چہرے پر نظریں دہرائیں تو بیہ بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے اسے شرارت سے آنکھ ونک کر گئی۔۔۔۔

میرا ہیرو مجھے مس کر رہا تھا، تو سوچ تھوڑا سا انعام دینا تو بنتا ہے نا۔۔۔بیہ نے ایک ادا سے بولتے ہوئے اسکے گلے میں بانہیں ڈالیں تو وہاج نے اسکے انداز پر مسکراتے ہوئے اسے اچانک گود میں اٹھالیا تھا۔بیہ اسکے گلے میں بانہوں کا ہار ڈالتے ہوئے ہیلز سمیت اسکی کمر پر ٹانگوں کو لاک کر گئی تھی۔۔

اتنا اچھلو نہیں۔۔! کیونکہ ہیرو کو تم جتنا تم تڑپا چکی ہو نا دیکھنا سہاگ رات پر کیسے سود سمیت تم سے بدلہ لیتا ہوں۔۔وہاج سختی سے اسے سینے میں بھینچتے ہوئے گھمبیر آواز میں زو معنی انداز میں کہنے لگا تھا۔۔۔۔

جبکہ بیہ کانوں کی لوح تک سرخ پڑتے اسے گھور کر رہ گئی۔۔۔کچھ سوچتے ہوئے اسکی آنکھیں چمکی تو وہ بے اختیار اسکے کان پر جھک کر سرگوشی میں بولنے لگی تھی۔۔۔اگر اس ہیرو کی تڑپ میں ابھی مٹا دوں تو۔۔۔۔؟

کیسے مٹاؤں گی۔۔۔وہاج نے اسکے دلکش وجود کو بازوؤں میں بھر کر بوجھل آواز میں تجسس سے پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

وہاج کے پوچھنے پر بیہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر اچانک اپنے ہونٹ رکھے تو وہاج کو یہ دوسرا بڑا ملا تھا۔۔۔اپنے نرم ہونٹوں کی نرماہٹ میں اسکے عنابی ہونٹوں کو الجھاتے ہوئے وہ وہاج کا دل اتھل پتھل کر کے رہ گئی تھی۔

بیہ کو اپنے ہونٹوں کو سک کرنے کی کوشش کرتے دیکھ کر وہاج نے رخ بدلتے ہوئے اسے نیچے کھڑا کیا تو بیہ کو پیچھے ہوتے دیکھ کر وہ خود شدت سے اسکے ہونٹوں کو لبوں میں قید کر گیا تھا۔اپنے عمل سے وہ اسکی تڑپ کم کرنے کی بجائے بڑھا چکی تھی۔وہاج اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے اچانک اسکی کالر بونز پر جھکا تو وہاں لب رکھتے ہی چلا گیا تھا۔جبکہ بیہ دیوار

سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

وہاج نے تیزی سے نیچے بیٹھتے ہوئے اسکی جینز کی طرف ہاتھ بڑھایا تو بیہ یک دم ہوش میں آتی ہڑبڑا گئی۔

بیہ کے ہڑبڑانے پر وہاج نے آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے باز کرنے لگی تھی۔۔۔۔۔

بے فکر رہو صرف ہونٹوں سے چھونا چاہتا ہوں۔۔۔۔!! بیہ کو خود کی طرف دیکھتا پا کر وہاج بے باک انداز میں کہنے لگا تو وہ لال بھبھوکا ہوتے تیزی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے باہر کی جانب بڑھنے لگی تھی۔ لیکن وہاج تیزی سے کھڑے ہوتے اسے ایک جھٹکے میں بازوؤں میں اٹھا چکا تھا۔

ڈونٹ وری باہر ہی لے کر جارہاہوں۔۔۔بیہ کو سہمی نظروں سے دیکھتا پا
کر وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تھا۔۔کیونکہ بیہ کے جسم کی لرزش سے وہ اچھے
سے اندازہ لگا چکا تھا۔کہ اس نازک لمحے میں اسکی بیوی اچھا خاصا خوف کھا
چکی ہے۔۔بیہ کو نیچے اتار کر وہاج نے شاور بند کرتے ہوئے باتھ روم کی
لائٹ بند کی تو بیہ گھبراہٹ سے اسے تھام گئی۔۔۔

کیا کر رہے ہیں اپ۔۔۔وہ گھبرا کر جلدی سے پوچھنے لگی تھی۔۔۔
تمہارے اس گیلے بدن کو بس باتھ روب میں لپیٹنے لگا ہوں۔۔کیونکہ اب
اگر تمہارے وجود پر میری نظر پڑ گئی تو آج سہاگ رات پکی سمجھو۔۔۔وہاج
نے شرارت سے اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسکی جینز کا بیلٹ
نکال کر اسے باتھ روب میں قید کیا تو وہ خفگی سے اسے دیکھے گئی تھی۔۔۔

وہاج اسکی گال کو دانتوں میں دباتے ہوئے اسے بازوؤں میں اٹھائے کمرے

میں لایا تو بیہ نے لاڈ سے اسکے سینے پر سر رکھ دیا۔ جس پر وہاج نے محبت سے اسکے گیلے بالوں پر لب رکھ دیے تھے۔

مام کہہ رہیں تھیں کہ آج ٹرائل کے لیے جانا ہے پر آپ نے سارا ٹائم تو یہاں پر ضائع کر دیا ہے۔۔۔۔ وہاج نے بیہ کو صوفے پر بٹھا کر پونی سے اسکے بال آزاد کرتے ہوئے ٹاول سے خشک کرنے شروع کیے تو وہ یاد آتے بول پڑی تھی۔۔۔

کوئی ٹرائل کرنے نہیں جانا ہے۔ کیونکہ تمہارے جسم کے ہر سائیز کا مجھے اچھے سے پتہ چل چکا ہے اس لئے فٹنگ کے معاملے میں تم بے فکر رہو ۔۔۔!! وہاج نے ٹاول سے اسکے بال خشک کرتے ہوئے آگے بڑھ کر اسکے ہونٹوں کو ہلکا سا چھوا۔۔ لیکن بیہ اسکی بے شرمی پر نظریں چرانے پر مجبور ہو چکی تھی۔

اگر ٹرائل کرنے نہیں جانا تھا تو آپ نے مام سے کہا کیوں تھا۔۔۔بیہ چھبتے ہوئے اسے دیکھنے لگی جس پر وہاج مسکراہٹ دباتے بول پڑا۔۔۔

وہ تو میں نے باتھ روم کی اس رومینٹک ملاقات کے لئے کہا تھا۔تاکہ شادی کے ہنگامے سے پہلے پہلے مجھے کچھ حسین پل میسر ہو جائیں۔۔۔!! وہاج نے باتھروم کی طرف آنکھوں سے اشارہ کرتے شرارتی آنکھوں سے جواب دیا تو بیہ سلگ کر چلاتے ہوئے اسکے سینے پر مکے برسانے لگی تھی۔ اسکے جھوٹ کی وجہ سے اسکی ماں نے اسے کتنی سنا رہی تھی۔کہ انکا داماد بیچارہ شادی کے کپڑے خود بنوا رہا ہے۔جبکہ یہ کام انکی بیٹی کو کرنا چاہیئے۔۔۔

بیہ کے سلگنے پر وہاج دلکشی سے قہقہ لگاتے ہوئے پیچھے گرتے ہوئے اسکے

ہونٹوں کو پھر قید کر گیا تھا۔اسکی نازک کلائیوں کو ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے وہ اوپر صوفے سے لگا چکا تھا۔۔۔وہاج علی صدیقی کی زندگی مکمل سی ہو گئی تھی۔۔۔

(ابٹن)

ویسے ڈارلنگ یہ غلط بات ہے۔ہم چاروں کا اپنی بیویوں سے آپ نے پورا ہفتہ پردا کروادیا تھا۔لیکن اس نیلی بتی کی دفعہ کیوں نہیں کروایا۔۔۔

عیس وہاج کو گھوری ڈالتے ہوئے بی جان سے پوچھ رہا تھا۔فارم ہاؤس کے بڑے سے لان ایریا میں اس وقت گیندے کے پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔جبکہ زمین پر سفید گدے بچھائے گئے تھے۔۔انہی گدوں پر اس

وقت سب مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ لان کے چاروں اطراف سفید پردوں کے اوپر رنگ برنگے ریشمی دوبٹے لہرا رہے تھے۔

رات کے اس وقت ان رنگ برنگے دوبٹوں کے اوپر جلتی ہوئیں ننھی ننھی لائٹس ماحول کوانتہائی دلفریب بنارہیں تھیں۔وہ چاروں کل یہاں پر پہنچ کر سجاوٹ کرواتے رہے تھے۔اسی لئے وہاج کواپنی منکوحہ سے تفصیلی ملاقات کرنے کو موقع مل گیا تھا۔لان میں ہر طرف مہمان گھوم رہے تھے۔جبکہ دلہے اور دلہن کوابٹن لگانے کی رسم شروع ہو چکی تھی۔

بیہ اس وقت روایتی دلہنوں کی طرح یلو کلر کے خوبصورت شرارہ سیٹ میں ملبوس پھولوں کا زیور پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔اسکے ساتھ ہی وہاج آف وائٹ کلر کے ڈریس میں گلے میں بیہ سے میچ یلو کلر کا دوبٹہ ڈالے نیلی آنکھوں میں مستی لیے عیس کو مسلسل چڑا رہا تھا۔۔جس کے

پہلے ہی احتجاج ختم نہیں ہو رہے تھے۔

تم چاروں کے جتنے بے شرمی والے کام تھے نا ویسے وجی کے تو بلکل بھی نہیں ہیں اس لئے میں نے اسکا پردہ نہیں کروایا ہے۔۔۔وہاج کو ابٹن لگاتے ہوئے بی جان مصروف انداز میں گویا ہوئیں تو سنی ایبرو اچکاتے ہوئے اس میسنے کو دیکھے گیا۔

ہاں یہ سالا تو موقع ملنے پر دیوار کو چومنے لگتا ہے نا۔۔بھلا اسکو بے شرمی کا کیا پتہ ہو۔۔۔۔سنی جلے کٹے انداز میں جواب میں بڑبڑایا تو سلطان اور ضرار قہقہ لگاتے ہوئے اسے تھپڑ رسید کر گئے تھے۔۔وہاج ہی کی طرح وہ چاروں بھی اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس ماحول پر چھائے ہوئے تھے۔

خان مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔

سلطان جو علیزے کو بازو کے گھیرے میں لیے تکیے سے ٹیک لگائے اسکے سفید ہاتھ کو تھامے عیس اور سنی کو دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک اپنی خانم کی سرگوشی سنتے ہوئے اسکی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔

نارنجی رنگ کی فراک میں ہلکی پھلکی جیولری پہنے وہ سلطان احمد خان کا ایمان ڈگمگانے کا سبب بنی تھی۔ ہمیشہ کی طرح وہ چاروں ایک جیسا ڈریس پہنے ہوئیں تھیں۔۔ لیکن سب کے رنگ مختلف تھے۔ علیزے کی فراک نارنجی، منیزے پرپل تو مشعل ریڈ جبکہ ایرہ گرین کلر کی فراک میں ملبوس تھی۔

مشعل اور علیزے کی کنڈیشن کے باعث انکے شوہر انکے پاس ہی تکیوں سے سے ٹیک لگائے دلہے اور دلہن کے بلکل سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

انکے برعکس منیزے اور ایرہ سارے فنکشن میں تتلیوں کی طرح گھوم پھر رہیں تھیں۔۔۔

منیزے کو اچھلتے ہوئے دیکھ کر ضرار اس سرمئی آنکھوں سے گھور رہا تھا لیکن منیزے پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔اسی لئے وہ زبردستی اسے پکڑتے ہوئے اپنے ساتھ نیچے بٹھا گیا۔۔۔

کچھ خیال ہے کہ نہیں جو یوں اس حالت میں اچھل کود کر رہی ہو۔۔۔ضرار نے اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے ڈانٹا تو منیزے منہ بنا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

سائیں۔۔! کم از کم آج کے دن تو مجھے ناڈانٹیں نا۔۔۔منیزے خفگی سے کہنے لگی تھی۔۔۔

تو سائیں کی جان تم بھی دھیان رکھو کہ شادی تمہاری نہیں بلکہ انکی

ہے۔اس لئے احتیاط کرو، ورنہ ابھی کمرے میں لے جا کر تمہارے اس حسین مجسمے کو خود میں قید کرتے ہوئے روح میں اتر جاؤں گا۔۔۔پھر کر لینا انجوائے اپنے وجی بھائی کی شادی۔۔۔

ضرار نے اسکے کان میں جھکتے ہوئے بھاری آواز میں دھمکی دی تو منیزے شرم سے کسمسا کر اسے گھبراہٹ سے دیکھنے لگی تھی۔ جس پر وہ مسکرا کر اسکا ماتھا چوم گیا۔۔۔

سلطان نے سنی سے کھانا منگواتے ہوئے علیزے کو دیا تو پاس بیٹھی مشعل بھی متوجہ ہو گئی۔۔۔

مجھے بھی بھوک لگی ہے۔۔۔ مشعل نے عیس کا بازو ہلاتے ہوئے کھانے کی طرف اشارہ کیا تو عیس سرد سانس خارج کر گیا تھا۔۔

سلطان نے ہنستے ہوئے عیس کے تاثرات دیکھ کر اسے دوسری پلیٹ پکڑائی تھی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی گڑیا کے لیے بھی منگوا چکا تھا۔

کبھی کبھی مجھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ کہ میں بچے پیدا کر رہا ہوں کہ پہلوان۔۔۔ مشعل کو کھاتے دیکھ کر عیس پر سوچ انداز میں کہنے لگا تو ضرار اور سلطان قہقہ لگاتے ہوئے سامنے کی طرف متوجہ ہو گئے جہاں سنی، وہاج کو ابٹن لگانے کے لئے بیٹھ رہا تھا۔۔۔

دل تو کر رہا ہے کہ تیرے جیسے میسنے انسان کو ابٹن نہیں بلکہ زہر کی ہلدی لگا دوں۔۔۔ وہاج کی دل جلاتی مسکراہٹ دیکھ کر سنی نے اشارے سے ان تینوں کو پاس بلایا تھا۔

چچ۔۔ چچ۔۔ افسوس تو یہ نہیں کر سکتا جانی۔۔! کیونکہ میرے سارے

مضبوط سپورٹ تو اس وقت تیرے سر پر ہی کھڑے ہیں۔۔۔تو زرا دیکھنا کہیں زہر کی ہلدی تجھے خود نا لگ جائے۔۔۔۔وہاج ان تینوں کو اٹھتا دیکھ کر اسکے زخموں پر نمک چھڑکتے ہوئے جواب میں بولا تھا۔۔۔

وہاج کے جواب پر بدلے میں سنی نے ابرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔۔۔

یاروں یہاں پر کوئی بڑا اچھل رہا ہے۔۔۔تو پھر کیا خیال ہے۔اس نیلی بتی کی لگامیں کس دی جائیں۔۔۔!؟ سنی ان تینوں کی طرف مڑتے ہوئے گولڈن آنکھوں میں شیطانی چمک لیے معنی خیزی سے کہنے لگا تھا۔ جبکہ ان چاروں کو ایک ساتھ اپنے قریب دیکھ کر نا چاہتے ہوئے بھی وہاج کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دے رہیں تھیں۔

بلکل ہم تو بسم اللہ کرنے کے تیار ہیں۔۔۔ضرار اپنی قمیض کے سلیوز موڑتے ہوئے جواب میں سکون سے بولا تھا۔۔۔

اور میں تو اس نیلی بتی کو حلال کرنے کے لیے ہمیشہ سے تیار رہتا ہوں۔۔۔عیس بھی خونخوار تاثرات سے کہنے لگا تو وہاج چونک کر ان سب کو دیکھے گیا۔۔۔

کیا مطلب ہے تم لوگوں کی اس بکواس کا۔۔۔وہاج نے پیچھے ہٹتے ہوئے جاننا چاہا تو سب متوجہ ہوتے ان پانچوں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔۔۔

کچھ خاص نہیں جانی، بس ہم سب مل کر تیری ابٹن کی رسم پوری کرنے لگے ہیں۔۔۔سلطان نے سنجیدہ انداز میں بولتے ہوئے انکو اشارہ کیا تو سب وہاج کے سوچنے سمجھنے سے پہلے اس پر دھاوا بول چکے تھے۔۔۔

پورے لان میں وہاج کی دھائیاں گونجنے لگیں تو بیہ چھت پھاڑ قہقے لگاتے ہوئے پیچھے ہو گئی تھی۔۔۔کیونکہ وہ چاروں وہاج کے چہرے اور کپڑوں پر ہاتھوں میں بھر بھر کر ابٹن لگانے لگے تھے۔۔۔ان پانچوں کی کشتی بازی چل رہی تھی۔۔اگر وہ سب وہاج کو ابٹن میں رنگ رہے تھے تو وہاج بھی حملہ کرنے سے باز نہیں آرہا تھا۔۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے عیس اور سنی نے ابٹن کے برتن اٹھا کر وہاج پر الٹ دیے تو پورا لان قہقہوں سے گونجنے لگے تھا۔ جبکہ انکے بڑے انکو تاسف سے دیکھ رہے تھے۔جو حرامی پن دیکھائے بنا سکون سے نہیں رہ سکتے تھے۔۔۔کیونکہ وہ سب کے سب اس وقت پہلی ابٹن میں نہا چکے تھے۔۔۔

(مہندی)

رات کے اس وقت فارم ہاؤس میں گہما گہمی کا سماں تھا۔۔آج چونکہ مہندی کا فنکشن تھا۔اس لئے ہر چیز سبز میں رنگی ہوئی نظر آرہی تھی۔بلیک گینگ نے ہر فنکشن کے ترتیب کے حساب سے ڈیکوریشن کا خیال رکھا تھا۔اس لئے آج فارم کے اندر ہر طرف چھوٹی چھوٹی گرین رنگ کی لائٹس جلتی ہوئی نظر آرہیں تھیں۔

لیکن آج فنکشن کی تقریب کے لئے فارم ہاؤس کے لان کی بجائے باہر کا گراؤنڈ استعمال کیا گیا تھا۔ مہمان چونکہ بہت زیادہ تعداد میں شرکت کر رہے تھے۔اسی لئے شیر از پاشا اور دلاور خان نے فارم کے باہر سیٹ اپ

تیار کروالیا تھا۔تاکہ مہمان آرام سے وقت گزار سکیں۔ باہر گراؤنڈ میں بڑی بڑی لائٹس لگادیں گئیں تھیں۔ جس کی وجہ سے ہر چیز روشن نظر آ رہی تھی۔رات کے اس وقت فنکشن شروع ہو کر بھی شروع نہیں ہو رہا تھا۔کیونکہ بلیک گینگ ابھی تک فنکش سے غائب تھی۔

چہرے پر جاندار مسکراہٹ سجائے، چمکتی ڈارک بلو آنکھوں کے ساتھ وہاج علی صدیقی کے لئے یہ روایتی انداز میں شادی کرنا زندگی کے سب سے زیادہ یادگار لمحات بن رہے تھے۔

وہیں دوسری طرف الٹے پیروں سے چلتے ہوئے اگر واپس فارم ہاؤس کے اندر جایا جائے تو ایک ٹیبل کے گرد وہ چاروں چہرے پر خطرناک حد تک سنجیدگی سجائے ایک دوسرے کے سامنے کھڑے گھڑی پر نظریں ٹکائے کھڑے تھے۔وہ چاروں اس وقت ٹریک سوٹ پہنے ہوئے تھے۔شاید

ابھی تک وہ تیار بھی نہیں ہوئے تھے۔۔

جونہی گھڑی کی سوئی گیارہ پر پہنچی تو ان چاروں کے چہروں پر پراسرار مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔ ضرار پاشا نے پاکٹ سے موبائل نکال کر کال ملاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کال پر موجود ذی روح کو اگلے پانچ منٹ تک کمرے میں پہنچنے کا حکم دے کر فون بند کر دیا تھا۔

چلو اب تیار ہونے چلتے ہیں، ویسے بھی کافی وقت ہو گیا ہے۔۔۔کام ختم ہوتے دیکھ کر سلطان احمد خان آرام سے بولا تو وہ تینوں سر کو جنبش دیتے ہوئے تیار ہونے نکل پڑے تھے۔

فیروزی کلر کے بلاؤز کے ساتھ لہنگا پہنے وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا لہنگا اٹھائے آہستہ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے فارم ہاؤس کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ فل سلیوز کے ساتھ بلاؤز پر خوبصورت کام کیا گیا تھا۔۔ جبکہ فیروزی رنگ کے بلاؤز کے ساتھ یلو کلر کا لہنگا کیری کیا گیا تھا۔ دو رنگوں کا یہ کنٹراسٹ کافی خوبصورت لگ رہا تھا۔

پیروں میں بلاکس ہیلز پہنے دراز قد پر یلو کلر کا لہنگا اور بلاؤز انتہائی حسین اور دلکش لگ رہا تھا۔ سبز آنکھوں میں چمکتی خوشی اور چہرے پر بکھرے رنگ اسکے حسن کو مزید چار چاند لگا رہے تھے۔ کالے گھنے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے جوڑے کے ارد گرد موتیے کا گجرا بھی لگایا تھا۔ لیکن جیولری کے نام پر صرف کانوں میں بڑے بڑے جھمکے پہنے گئے تھے۔ بلاؤز کا اگلا پچھلا گلا ڈیپ ہونے کی وجہ سے وہ مکمل طور پر بھاری دوبٹہ پھیلا کر سیٹ کر چکی تھی۔

ویسے تو فنکشن میں مردوں والی سائیڈ الگ ہی تھی۔۔ لیکن اسکے باوجود وہ آپ جنونی شوہر کے غصے کا نشانہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ پتہ نہیں اسکا شوہر کہاں غائب تھا۔ کتنے گھنٹوں سے وہ نجانے کہاں چلا گیا تھا۔ کیونکہ تیار ہونے کے وقت بھی وہ روم میں نہیں آیا تھا۔ اور اب تو باہر فنکشن بھی شروع ہو چکا تھا۔۔۔

منیزے نے سوچوں میں خود سے الجھتے ہوئے اپنے پنک لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مس کیا تھا۔

دونوں ہاتھوں سے لہنگا اٹھائے وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو ایک ہیولہ بھی اسکا پیچھا کرتے آگے بڑھ چکا تھا۔۔

چونکہ سب لوگ اس وقت فنکشن والی جگہ پر موجود تھے۔ اس لئے فارم

ہاؤس میں کوئی اکا دکا لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔

فارم ہاؤس کا لاونج تو مکمل طور پر خالی پڑا ہوا تھا۔ چاروں طرف نظریں دہرا کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی۔

کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے کمرے میں نظر دہرائیں تو ہر جگہ خالی دیکھ کر منہ بناتی چلی گئی تھی۔۔۔

یہ کہاں پر چلے گئے ہیں۔۔۔؟" منیزے نے سوچتے ہوئے باتھروم کے اندر دیکھنا چاہا تھا۔۔ جو گیلا نظر آ رہا تھا۔۔۔ مطلب ضرار شاور لے کر تیار ہو چکا تھا۔ اسکے تیار ہونے کا سوچ کر منیزے کے لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ چھا گئی تھی۔

منیزے جو خیالوں میں کھونے لگی تھی کہ اچانک کمرے کی لائٹ بند ہونے پر وہ ہڑبڑا کر ہوش میں واپس لوٹی تھی۔۔

یہ لائٹ کو اچانک کیا ہوا۔۔۔ہر طرف اندھیرا دیکھ کر منیزے بڑبڑاتے ہوئے کھڑکی کی طرف آئی تو لان میں بھی اندھیرا دیکھ کر تعجب کا شکار ہو گئی تھی۔۔

لگتا ہے پورے فارم ہاؤس کی لائٹ آف ہو گئی ہے۔۔۔۔"؟خود سے باتیں کرتے ہوئے وہ ہر طرف نظر دہرا رہی تھی کہ اچانک پودوں کے پاس ہلچل محسوس ہوتے دیکھ کر اسکا دل ایک دم خوف سے دھڑک اٹھا تھا۔

جلدی میں وہ موبائل بھی شاید وہاں ہی چھوڑ آئی تھی۔ضرار کو کہیں نا پا کر منیزے نے اندھیرے سے خوف کھاتے ہوئے واپس جانے کا سوچا تھا۔

اس سے اچھا تھا کہ میں کسی کو ساتھ لے آتی۔۔"دل میں پیدا ہوتے ڈر

میں جکڑتے ہوئے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ دروازے کی جانب بڑھی تو پیچھے سے پودوں میں چھپا ہوا ہیولا کھڑکی سے اندر کود گیا تھا۔ جس کی وجہ سے کھڑکی کے پاس پڑا شوپیس زمین پر گرتے ہوئے چکنا چور ہو چکا تھا۔۔۔

کون ہے۔۔۔؟ کسی انجانی احساس کے تحت وہ یک دم مڑتے ہوئے کانپتے ہوئے پوچھنے لگی تھی۔۔ جبکہ سینے میں دھڑکتا دل دہشت کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔ منیزے نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کمرے میں چاروں اطراف سہمی ہوئیں نظریں دہرائیں تھیں۔ لیکن کسی کو نا پا کر وہ مزید خوف میں جکڑتے ہوئے الٹے پیر چلتے ہوئے اندھیرے میں دروازے کے پاس جانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

جبکہ منہاج علی صدیقی جو آتے ہوئے اسکے من موہنے روپ کو دیکھ کر خود

کو اسکی خوبصورتی میں جکڑتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔۔اور اب اس کالے سیاہ اندھیرے میں اسکی سہمی ہوئی آواز سن کر وہ شیطانیت سے مسکرا دیا تھا۔اج تو وہ اسے یہاں سے لے جا کر ہی رہے گا۔۔۔۔اسی کانچ سی گڑیا کو حاصل کرنے کے لیے تو وہ رسک لیتا یہاں تک آیا تھا۔

یہ اسکی خوش قسمتی ہی تھی۔۔جو آج کا فنکشن یہاں کی بجائے باہر ہو رہا تھا۔۔ورنہ منہاج کے لیے مشکل ہو جاتی۔۔۔

علیزے کی کڈنیپنگ کے بعد وہ اس دن فارم ہاؤس سے فرار ہو چکا تھا۔ کیونکہ اسکے آدمی بلیک گینگ کے آنے کی اسے پہلے ہی خبر دے چکے تھے۔۔اسی لئے وہ شہر و ملک کو وہیں چھوڑتے فرار ہو چکا تھا۔اتنے مہینوں سے وہ کسی دوسرے شہر میں رہ رہا تھا۔اسے خبر ملی تھی کہ اسکا بڑا بھائی بلیک گینگ کا حصہ بن چکا ہے۔اس خبر کو سنتے ہوئے اسے جہاں حیرانی ہوئی تھی۔وہیں اشتعال سے اسکا حال برا ہو چکا تھا۔کیونکہ اسکا بڑا بھائی اسے بچانے کی بجائے اسکے دشمنوں سے ہاتھ ملا چکا تھا۔اپنے بڑے بھائی کو

سبق سکھانے کے ساتھ ساتھ وہ بلیک گینگ سے ایک بار پھر بدلا لینے کا ارادہ کرتے ہوئے واپس آچکا تھا۔ لیکن سب سے پہلے اسے منیزے پاشا کو یہاں سے لے کر جانا تھا۔۔ کیونکہ منیزے پاشا اسکی محبت تھی۔ اور اپنی محبت کو حاصل کرنا منہاج علی صدیقی کی پہلی ترجیح تھی۔

منیزے کو ڈرانے کے لئے مہناج نے ٹیبل کے اوپر پڑا لیمپ نیچے گرایا تو منیزے خوف سے چیخ اٹھی تھی۔۔۔۔

کون ہے یہاں پر۔۔۔ سائیں۔۔ کہاں ہیں اپ۔۔۔۔ منیزے ڈر سے کانپتے ہوئے ایک دم سے چلائی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بھاگ کر باہر نکل پاتی کہ منہاج کھڑے ہوتے اسکے سامنے آگیا تھا۔

اندھیرے میں کسی انسان کو اپنے سامنے کھڑے ہوتے دیکھ کر منیزے کی جان ہوا ہوئی تو وہ وہیں آنکھوں کو بڑا کرتے ہوئے بیم و ہیبت سے بت بنتی چلی گئی تھی۔ دور جلتی ہوئیں لائٹس کی وجہ کمرے میں وہ کسی انجان شخص کا عکس صاف طور پر دیکھ سکتی تھی۔

کک۔۔ کون ہو تم۔۔۔؟ وہ ہکلاتے ہوئے پوچھنے لگی تھی۔۔۔
منیزے کے ہکلانے پر تضاد اسکے وجود سے اٹھتی ہوئی محسور کن خوشبو کو
اپنے اندر اتارتے ہوئے منہاج خود بخود گہرا مسکرانے لگا تھا۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے منیزے کی طرف بڑھنے لگا تو خوف سے
منیزے کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔ خوف
دہشت کا یہ عالم تھا کہ اسکی آواز بھی اسکا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔۔۔۔

اس سے پہلے منہاج تیزی سے آگے بڑھ کر منیزے پر جھپٹ جاتا کہ
دروازہ کھولتے ہوئے کوئی اچانک اندر داخل ہو گیا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر جہاں منیزے نے مڑ کر دیکھنا چاہا وہیں اندھیرے

میں جان آگے بڑھتے ہوئے منہاج کے اوپر قابو پا چکا تھا۔۔۔

"منیزے۔۔۔۔!؟"

ضرار نے اسے میٹھی آواز میں پکارا تو منیزے کو جیسے نئی زندگی کی نوید سنائی دی تھی۔وہ بھاگ کر اسکے سینے سے جا لگی تھی۔۔۔

سائیں۔۔۔!آپ کہاں چلے گئے تھے۔۔۔؟منیزے نے اسکے سینے میں خود کو چھپاتے ہوئے رونے کے ساتھ ساتھ اسکے سینے پر مکے برسائے تو ضرار اسے سختی سے خود میں قید کرتے ہوئے پر سکون کرنے لگا تھا۔۔۔

میں تو یہی تمہارے پاس تھا، سائیں کی جان، مجھے محسوس کر کے تو دیکھتی۔۔۔"ضرار نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے سرد سرمئی آنکھیں اٹھا کر جان کو دیکھا تھا۔۔جو مضبوطی سے منہاج کو قابو کیے کھڑا

تھا۔ضرار نے سرد نگاہوں سے جان کو وہاں سے نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ سر کو جنبش دیتے ہوئے منہاج کو گھسیٹتے ہوئے کھڑکی کی طرف بڑھنے لگا تھا

ضرار منیزے کا چہرہ سینے سے نکالتے ہوئے اچانک اسکے ہونٹوں پر جھکا تو جان نے اس گھوری سے نوازتے ہوئے مچلتے ہوئے منہاج کی مخصوص رگ دبا کر اسے سیکنڈز میں بے ہوش کرتے ہوئے اٹھا کر کھڑکی سے باہر کھڑے بو کی طرف پھینک دیا تھا۔

جان نے کھڑکی سے باہر کود کر مڑتے ہوئے کھڑکی بند کی تو ضرار کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل گئے تھے۔گہری سانس خارج کرتے ہوئے وہ شدت سے منیزے کے ہونٹوں سے لپٹا تو کمرہ ایک دم سے روشن ہو گیا۔۔۔

ضرار نے سرمئی آنکھیں کھول کر اپنی بیوی کو دیکھنا چاہا جو آنکھیں بند کیے اسکے لمس کو برداشت کر رہی تھی۔ ضرار زور سے اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبا کر کھینچتے ہوئے پیچھے ہٹا تو منیزے پھولی سانسوں سے اسکے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔۔۔

جبکہ ضرار شیشے میں اسکا خوبصورت روپ دیکھتے ہوئے دانتوں تلے لب دیا گیا تھا۔ ضرار نے اسکی پن اتارتے ہوئے اسکی پشت سے دوبٹہ الگ کیا تو اسکی پتلی کمر کو دیکھ کر اسکی گرے آنکھوں میں خماری سی اترنے لگی تھی۔ وہ سٹل ہوتے خوشبوؤں میں رچے اسکے بدن کو دیکھ رہا تھا۔

تم کبھی بھی تمیز والا بلاؤز نہیں پہن سکتی کیا۔۔؟ اس طرح کے بلاؤز پہن کر دو دبٹوں سے خود کو کور کرنا منظور ہے میری ڈھیٹ بیوی کو۔۔۔! لیکن منیزے پاشا ڈھنگ اور تمیز والا ڈریس کبھی نہیں پہنے گی۔۔! اسکے پچھلے

گلے کی ڈوریوں کو کھولتے ہوئے وہ سلگتے ہوئے چبا کر کہنے لگا تھا۔۔
جبکہ منیزے نے شرارت سے مسکراتے ہوئے اسکے سینے سے چہرہ باہر نکالا تو ضرار اسکا خوبصورت چہرہ دیکھ کر سٹل ہوتا گیا تھا۔۔۔

نیوڈ میک اپ میں مٹی ہوئی لپ اسٹک کے ساتھ اپنے اس جان لیوا روپ میں وہ مکمل طور پر ضرار پاشا کا ایمان ڈگمگا گئی تھی۔۔وہ جو دل میں سوچ رہا تھا کہ اسکی ہلکی پھلکی تیاری خراب کر کے اسے ساتھ لیے فنکشن میں چلا جائے گا لیکن اب اسے معاملات بڑھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔۔

ضرار کی گہری بولتی ہوئی نظروں سے گھبرا کر منیزے نے جلدی سے وہاں سے نکلنا چاہا تو وہ اسے کھینچتے ہوئے پھر قریب کر گیا تھا۔۔۔جس پر وہ لہرا کا دوبارا اسکے سینے کا حصہ بن گئی۔۔

میری نیت تم نے خود خراب کی ہے لہذا اب چپ چاپ میری طلب پوری کرو، ورنہ بھول جاؤ کہ باہر کوئی فنکشن چل رہا ہے۔ جہاں ہماری موجودگی بے حد ضروری ہے۔۔۔۔!! جذبات کے طوفان میں بہتے ہوئے ضرار نے اپنی ویسٹ کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکی تو منیزے اسے پھیلی آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

سائیں کیا کر رہے ہیں اپ۔۔۔ باہر سب ہمارا انتظار کر رہے ہونگے۔۔ نہیں، پلیز سائیں میرا ڈریس خراب ہو جائے گا نہ۔۔"! ضرار کو اپنی گردن پر لب رکھتے دیکھ کر وہ کسمسا کر بولتے ہوئے روکنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔ لیکن دوسری طرف کوئی اثر نہیں تھا۔۔۔

نہیں خراب ہو گا تمہارا ڈریس۔۔ کیونکہ ہم دونوں ابھی اپنے لباس اتارنے والے ہیں۔۔۔!" ضرار نے معنی خیزی سے جواب دیتے ہوئے ریمورٹ

سے کمرے کی لائٹس اف کر دیں تھیں۔ جس کو سن کر منیزے کے گال دہکنے لگے تھے۔۔۔

آپ نے کال کر کے دھوکے سے مجھے یہاں اس لئے بلایا تھا نا۔۔۔ پیر پیچھے اٹھاتے ہوئے وہ روہانسی ہو کر بولی تو ضرار دلکشی سے مسکراتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے لگا تھا۔۔۔

یہ ہی سمجھ لو، سائیں کی جان، کیونکہ جب سے تمہیں ماں بننے کی خبر ملی ہے، تب سے تم کافی نخرے کرنے لگی ہو۔۔۔!! جانتی ہو نا کہ کتنے دنوں سے تمہیں رہائی بخش رہا ہوں، پھر بھی الزام دو تو مجھے منظور ہے۔۔۔۔۔"

ضرار نے تیزی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے دیوار کے ساتھ لگایا تو وہ کانپ کر اسے تھام گئی۔۔۔۔

سائیں پلیز نہیں کریں نا۔۔۔میرا ڈریس۔۔۔۔!اس سے پہلے کہ وہ ڈریس خراب ہونے پر پھر دہائی دیتی ضرار نے تیزی سے اسکے لہنگے کے سائیڈ پر لگی ذپ کھول دی تھی۔۔جس پر لہنگا لہرا کر نیچے اسکے قدموں میں گرا تو منیزے لال انگارہ ہوتے آنکھیں میچ چکی تھی۔۔۔

لو بچا دیا تمہارا لہنگا۔۔۔"ضرار نے اسکے بلاؤز کی ڈوریوں کو کھولتے ہوئے بلاؤز بھی اتار کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے سر گوشی کی تو منیزے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیزی دوڑ گئی۔۔۔

لمحوں میں خود کو اور اسے مصنوعی پردوں سے آزاد کرتے ہوئے ضرار نے جھکتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں پر اپنے دہکتے لب رکھے تو منیزے کا پورا وجود جل اٹھا تھا۔۔

سائیں چادر۔۔۔! منیزے نے شرم کی انتہا گہرائیوں میں ڈوبتے ہوئے اس سے چادر مانگی تو وہ معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے اسکے لہنگے کا دوبٹہ پکڑا گیا۔۔۔

منیزے نے جلدی سے دوبٹے سے خود کو کور کرنا چاہا تو ضرار نے اسکی دونوں کلائیاں اپنے ہاتھ میں جکڑتے ہوئے اوپر دیوار کے ساتھ لگا دیے تھے۔۔۔

دوبٹے میں چھپ جاؤ گی، تو میرے جسم کو راحت کیسے پہنچے گی سائیں کی جان۔۔۔؟؟ اسکے سائیڈ ہونٹوں پر کاٹتے ہوئے وہ غرایا تو منیزے کانپ کر ہونٹوں کو زور سے ایک دوسرے میں پیوست کر گئی تھی۔۔۔ بالوں کے جوڑے میں گجرہ لگائے کانوں میں جھمکے پہنے وہ مٹے مٹے میک اپ میں اسکی قید میں چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔

ضرار نے اپنا کھردا ہاتھ اسکے پورے جسم پر پھیرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو

اپنی گرفت میں دوبارہ لیا تو منیزے مچلتے ہوئے آنکھیں میچ گئی تھی۔۔وہ یہاں آکر بری طرح پھنس چکی تھی۔

ضرار نے اسکی زبان کو ہونٹوں میں جکڑتے ہوئے اسکی ایک ٹانگ کو اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی روح میں اچانک سرائیت کی تو منیزے بری طرح سسکتے ہوئے تڑپنے لگی تھی۔۔۔

سس۔۔۔۔سائیں۔۔۔میری جان نکل جائے گی۔۔۔اسکی اتنی شدت پر منیزے کی آنکھیں بے اختیار نم ہو گئیں تھیں۔۔۔۔

انہی شدتوں سے بچنے کے لیے تم اتنے دن بہانے بناتی رہی ہو نا سائیں کی جان۔۔۔۔!؟ضرار نے شدتوں کو تیز کرتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں کو زور سے مسلا تو منیزے رونے والی ہو گئی تھی۔۔۔

بری طرح تڑپتے ہوئے منیزے نے اسکے کندھوں پر خراشیں ڈالیں تو ضرار ایک جھٹکے میں اسے گود میں اٹھاتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

ماں بن چکی ہو، لیکن تمہاری نزاکتیں پھر بھی کنوارے پن والی ہیں۔۔۔!! منیزے کو تڑپتے دیکھ کر ضرار طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے اسے صوفے پر لٹا کر اوپر آیا تو منیزے سلگتے ہوئے اسے نوچنے لگی تھی۔۔۔

مجھے سنانے کی بجائے، آپ اپنا انداز بھی دیکھا کریں۔۔۔!! منیزے پسینے سے شرابور ہوتے چیخی، تو ضرار گہرا مسکراتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چھونے لگا تھا۔۔تاکہ اسکی مچلتی جان کو پر سکون کر سکے۔۔

نرمی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے ضرار اس بار نرمی سے اسکی

روح میں پھر داخل ہوا تو منیزے کمر اوپر اٹھاتے ہوئے سسک پڑی تھی۔۔۔

سائیں کمرے میں کوئی آیا تھا۔۔۔اس نے لب چھڑاتے ہوئے اسے بتانا چاہا تو ضرار نے اسکی گردن میں چہرہ چھپا کر اسکے کندھے پر دانت گاڑ دیے تھے۔۔۔۔

ضرار پاشا کے علاوہ تمہارے کوئی قریب نہیں آسکتا، اور اگر کوئی ایسی جرات کرے گا تو وہ جان سے جائے گا۔۔۔!!اسکی بھیگی سبز آنکھوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑتے ہوئے وہ پراسرا انداز میں جواب میں بولا تو منیزے دم سادھے اسے دیکھنے لگی تھی۔ جبکہ اگلے ہی پل اسکی ٹانگوں کو سختی سے کمر پر لاک کرتے ہوئے وہ اپنی شدتیں بڑھانے لگا تھا۔ منیزے کے بدن کے ہر حصے کو بے باقی سے چھوتے ہوئے ضرار پاشا حیدر جنون کی آخری حد تک پہنچ چکا تھا۔

تم لوگوں کو سچ میں لگتا تھا کہ اس اجرک اور کیکڑے کے ہوتے ہوئے اس فارم ہاؤس میں کوئی گھس سکتا ہے۔۔۔بلیک ڈیزائنر شلوار قمیض پر بلیک ہی ویسٹ کوٹ پہنے نیلی آنکھوں میں سنجیدگی لیے سلطان احمد خان نے جان اور بو کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تھا۔جو منہاج کے بے ہوش وجود کو کندھے پر اٹھا کر لے کر جا رہے تھے۔

اگر شیر از پاشا اور دلاور خان نے یہ اتنا بڑا فارم ہاؤس جان اور بو کے سپرد کیا تھا تو وہ دونوں اس ذمہ داری کو پوری ایمان داری سے نبھا بھی رہے تھے۔۔

اتنا ہنگامہ ہونے کے باوجود بھی جان فارم ہاؤس میں کسی مشکوک فرد کی

موجودگی کو محسوس کر کے وہاں پہنچ چکا تھا۔ ہر چیز کو ترتیب تو وہ چاروں پہلے ہی دے چکے تھے۔ منہاج کو یہاں تک لے کر آنا انکے پلین کا ہی حصہ تھا۔

کیونکہ وہ اب پہلے جیسا مضبوط نہیں رہا تھا۔۔ شیروز ملک کی موت کے بعد منہاج بہت کمزور پڑ چکا تھا۔

اسی لئے اسے ٹریپ کرتے ہوئے بلیک گینگ اسے یہاں تک لائی تھی۔

منیزے کو کال کر کے کمرے میں بلانے کا مقصد بھی صرف منہاج کو جکڑنا تھا۔۔ جس میں وہ کامیاب بھی ہو چکے تھے۔ لیکن انکے کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے ہی جان اور بوالرٹ ہوتے اسکا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آ چکے تھے۔ مہناج کے کھڑکی سے اندر کود کر جانے کے بعد جان بھی اندر کود چکا تھا۔۔ جس کو نا مہناج نے محسوس کیا تھا اور نا ہی منیزے

نے۔۔۔کیونکہ منیزے اپنے خوف میں جکڑی ہوئی تھی اور منہاج منیزے کے سحر میں۔۔۔کیمرے میں فارم ہاؤس کے اندر کسی انجان کو داخل ہوتے دیکھ کر جان فوری طور سلطان کو انفارم کر اس طرف آیا تھا۔

آجاؤاب تقریب میں چلیں سب پریشان ہو رہے ہونگے۔ویسے بھی پاشا کی اب اتنی جلدی واپسی نہیں ہونے والی۔۔! سلطان کندھوں پر لی ہوئی شال درست کرتے ہوئے عام سے انداز میں بولا تو اسکا بات سنتا عیس اپنی جگہ سے بدک اٹھا تھا۔

سیم ایک جیسے بلیک ڈیزائنر شلوار قمیض کے اوپر ویسٹ کوٹ پہنتے ہوئے ان پانچوں نے آج شال اوڑھی ہوئی تھی۔اس الگ انداز پر وہ آج ماحول پر چھانے کے ساتھ ساتھ سب کا دل بھی دھڑکانے کا سبب بن رہے تھے۔

یار ایسے کیسے پاشا کو چھوڑ کر چلیں جائیں، میں ابھی ضرار کو واپس لے کر آتا

ہوں،اس حالت میں اسے تھوڑا خیال کرنا چاہیے نا، بھابی اب پریگننٹ ہیں۔۔۔! ضرار کو آرام سے رومینس کی سہولت میسر ہوتے دیکھ کر عیس بے شرمی سے بولنے لگا تو سلطان دانت پیستے ہوئے اسکی گردن دبوچ گیا تھا۔۔۔ جبکہ عیس کی اس بے شرم بکواس پر سنی کا الگ سے چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔۔۔

سالے تجھے کتنی بار کہا کہ سوچ سمجھ کر بکواس کیا کر، تجھے کیا تکلیف ہے ہو رہی ہے اگر وہ اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہے تو۔۔۔اسکی کٹی ہوئی پونی کو کھینچنے کی خواہش کو دل میں شدت سے دباتے ہوئے سلطان نے اسے کھینچتے ہوئے باہر کی جانب قدم بڑھائے تو عیس معصوم بچوں کی طرح منہ بسور کر رہ گیا تھا۔۔۔

بلیک ڈریس میں شال لیے شرارتی ہیزل آنکھوں کے ساتھ، گلے میں چین پہنے عیس علی ہمدانی منہ بسورتے ہوئے انتہائی خوبصورت لگا تھا۔"جب

میری مجھے بیوی پاس نہیں آنے دیتی تو تم لوگ کیوں یہ سکون حاصل کرو۔۔۔" منہ بسورتے ہوئے کہا گیا تھا۔

"سالے، اگر تجھے تیری بیوی پاس نا آنے دیتی تو آج تجھ جیسا منحوس انسان ایک بار میں جڑواں بچوں کا باپ نا بن رہا ہوتا۔۔۔" عیس کی ہمیشہ والی مرغی کی ایک ٹانگ پر سنان مصطفیٰ اسے تیکھی گولڈن آنکھوں سے گھوری ڈال کر سنا گیا تھا۔ بلیک ڈریس میں سفید و سرخ رنگت میں "سنان مصطفیٰ کاظمی" اپنے یاروں کے سنگ چلتا ہوا لڑکیوں کا دل دھڑکا گیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف سلطان بھی عیس کو گھورنے لگا تھا۔ وہ دونوں اس وقت درمیان میں چلتے ہوئے عیس کے کندھوں پر بازو پھیلا کر آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔

"وہ تو میری اپنی محنت کا نتیجہ ہے ورنہ دیکھا نہیں کیا، ہر دفعہ کیسے سنا دیتی"

ہے۔کہ میں نے زبردستی اسے چھوٹی سی اماں بنادیا ہے۔۔۔!"سنی کی بات پر عیس نے خفگی سے منہ موڑتے ہوئے اسے جواب دیا تو سنی مسکراہٹ ضبط کرتے جواب میں کہنے لگا تھا۔۔۔

اچھا۔۔!اسکا مطلب ہے۔کہ اگر تو زبردستی نہ کرتا،تو تیری بیوی کا کوئی ارادہ نہیں تھا تجھ جیسی منحوس شکل کو باپ بنانے کا۔۔۔۔"سنی شرارت سے اسے آگ لگاتے ہوئے گویا ہوا تو عیس دانت پیس کر اسے پیچھے قدم بڑھا گیا تھا۔۔جو اسکا دل جلانے کے بعد تیزی سے دوڑ لگا چکا تھا۔۔سنی کی بات پر سلطان کا بھی قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔

ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھ کر سلطان بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ہنس دیا تھا۔۔وہ سب فنکشن کی ایٹنٹریس پر پہنچے تو سلطان تیزی سے آگے بڑھ کر انکو قابو کرتے ہوئے انکے درمیان کھڑا ہو

گیا۔۔۔تاکہ وہ دونوں آپس میں چونچ نہ لڑا سکیں۔۔

ان تینوں کو ایک ساتھ دیکھ کر فنکشن میں موجود لوگوں کی نظریں بے اختیار انکی طرف اٹھیں تھیں۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنی مستی میں ہنستے ہوئے آگے

قدم بڑھا پاتے، کہ تبھی پیچھے سے تیزی سے آتا ہوا ضرار ان میں فاصلہ بناتے ہوئے سلطان کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔ سلطان اور ضرار درمیان میں جبکہ عیس اور سنان انکے دائیں، بائیں جانب تھے۔

ضرار جو اچانک دیکھ کر وہ تینوں حیرانی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔۔انکی حیران کن نظروں پر جب ضرار نے معنی خیزی سے انہیں آنکھ ونک تونا چاہتے ہوئے بھی وہ تینوں دلکشی سے ہنسنے لگے تھے۔ بلیک ڈریس میں گیلے بالوں کے ساتھ "ضرار پاشا حیدر" بھی انکے ساتھ ہنستا چلا گیا تھا۔ وہ

چاروں اپنی مستی میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس رہے تھے۔ جبکہ سب لوگوں کی رشک بھری نظریں ان پر اٹکیں ہوئیں تھیں۔

ہنستے ہوئے ضرار کو چھیڑنے کے ساتھ ساتھ وہ لوگ سامنے سٹیج پر بیٹھے ہوئے "وہاج علی صدیقی" کی طرف بڑھے تو "وہاج علی صدیقی" ان چاروں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر کھڑے ہوتے جلدی سے سٹیج سے نیچے اترا آیا تھا۔

وہاج کی طرف بڑھتے ہوئے ان چاروں نے اسے ایک ساتھ آنکھ ونک کی تو وہاج سر نفی میں ہلاتے ہوئے ہنس دیا تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے وہاج نے ان چاروں کو ایک ساتھ سینے سے لگایا تو وہ چاروں خوشی سے بے قابو ہوتے اسے اٹھا گئے۔۔ان چاروں کے بنا وہاج کو یہ فنکشن ادھورا سا لگ رہا تھا۔ان سب کے ساتھ وہاج نم انکھوں سے قہقہ لگانے لگا تھا۔بے شک اس قہقے میں شکر گزاری صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔۔۔

وہاج بھی سیم انہی کے جیسے بلیک شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔بس اسکی ویسٹ کوٹ کا رنگ بیہ کی فراک کے ساتھ میچ ہو رہا تھا۔

ان پانچوں کو خود میں گم دیکھ بی جان شکر ادا کرتے ہوئے انکا صدقہ اتارنے لگیں تھیں۔

عیس اپنی موج میں بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے شیطانی ارادوں سے سٹیج پر بیٹھے ہوئے وہاج کی طرف بڑھا تھا۔۔جبکہ باقی لیٹ آنے پر اپنی بیویوں کو ابھی منا رہے تھے۔خاص کر سلطان احمد خان اپنی روٹھی ہوئی خانم کو منانے میں لگا تھا۔۔۔

وہاج نے عیس کو اپنی طرف آتے دیکھا، تو احتیاطِ واجب ہونے پر حسن صاحب کو پکار گیا تھا۔۔۔ عیس علی ہمدانی کی موجودگی پر احتیاط کرنا فرض تھی۔۔اور پھر ان سب کی ابٹن پر کل والی بد تمیزی بھی وہاج ابھی تک بھولا نہیں تھا۔

بابا۔۔۔وہاج کی پکار پر حسن صاحب نے متوجہ ہوتے اسکی نظروں کی زد میں دیکھا تو اپنے صاحب زادے کو اسی طرف آتے دیکھ کر وہ وہاج کی پکار کا مقصد سمجھ گئے تھے۔

جبکہ وہاج کے قریب اپنے باپ کو کھڑے دیکھ کر پاس آکر عیس بے زاری سے منہ ٹیڑھا چکا تھا۔۔۔

حسن صاحب آپ یہاں پر کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟؟ حسن صاحب کو دیکھ کر عیس نے ایبر واچکاتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔

یہاں کھڑے ہو کر تمہیں پیدا کر کے پچھتاتے ہوئے افسوس کر رہا ہوں۔۔۔! حسن صاحب کی طرف سے کافی پر سکون تڑکتا بھڑکتا جواب موصول ہوا تو عیس غصے سے مڑتے ہوئے چلا گیا تھا۔ جبکہ اپنے پیچھے وہاج کا چھت پھاڑ قہقہ اسے مزید سلگانے لگا تھا۔

گرین کلر کی لانگ فراک میں سر پر کامدار گلابی دوبٹہ اوڑھے کانوں میں اپنی ماں کی پسند کے بڑے بڑے جھمکے پہنے بیہ اس وقت منہ بنا کر اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔۔اور یہ منہ بنانے کا مقصد اپنی جان بخشی کے لئے کیا جا رہا تھا۔ہاتھوں میں گجرے پہنے کھلے بالوں می

(برات)

وہاج کے کمرے میں اس وقت رش لگا ہوا تھا۔اور یہ رش وہاج علی صدیقی کو تیار کرنے کے لیے تھا۔سب بڑے مرد حضرات آج کے دلہے کو تیار کرنے کے لیے اکھٹے ہوئے تھے۔وہاج کو کبھی کوئی کچھ نصحیت کر رہا تھا۔۔تو کبھی کچھ۔۔۔۔اور "وہاج علی صدیقی "کسی فرماں بردار بچے کی طرح ان سب کی نصیحتوں پر عمل کر بھی کر رہا تھا۔۔جس کی وجہ سے سب بڑوں کا اس اچھے بچے پر مزید پیار امڈ رہا تھا .

لے وجی تیری آج کی شیر وانی آچکی ہے۔مصروف انداز میں ہاتھ میں ہینگ کی ہوئی شیر وانی اٹھائے عیس اور سنی دروازکھول کر اندر داخل ہوئے تو کمرے میں پہلے سے موجود لگے رش کو دیکھ کر منہ کھول گئے تھے۔۔۔

سب بڑوں نے انکے ہاتھ میں ہینگ کی ہوئی شیر وانی کو ایک نظر دیکھا تو

دوسری نظر خونخوار قسم کی ان دونوں کو معلوم ہوئی تھی۔

کیونکہ سنان مصطفیٰ کاظمی اور عیس علی ہمدانی بھلا سکون میں کیسے رہ سکتے تھے یا پھر دوسروں کو سکون سے جینے کیوں دے سکتے تھے۔۔اس بات کا واضح ثبوت انکے ہاتھ میں موجود شیروانی تھی۔عیس علی ہمدانی کے ہاتھوں میں ڈارک بلو کلر کی بے ڈھنگ سی شیروانی اسکی کمینگی کا اگر واضح ثبوت تھا۔تو سنان مصطفیٰ کاظمی کے ہاتھوں میں سرخ رنگ کا منحوس ترین کلا اسکی میسنی شیطانیت کو ظاہر کر رہا تھا۔۔۔

آج کے دن، وہاج کی برات کے دن تم دنوں اسکے لئے یہ شیروانی لائے ہو۔۔۔ مصطفیٰ کاظمی نے ایبرو اچکاتے ہوئے کنفرم کرنا چاہا تھا یا پوچھا تھا، یا پھر بتایا تھا۔وہ دونوں چاہ کر بھی سمجھ نہیں پائے تھے۔

جی۔۔۔ان سب کے سیریس انداز کو دیکھتے ہوئے وہ دونوں شیطان زبردستی مسکرا کر مشکل سے سر ہاں میں ہلا پائے تھے۔۔ جبکہ اندر ہی اندر انکا دل ڈھول رہا تھا کہ کہیں اج کے دن سب کے اکھٹے جوتے نا پڑے جائے۔۔۔

اٹھ جوتے پڑ سکتے ہیں ہمیں۔۔۔۔سب کے دو، دو پیروں کا حساب لگاتے ہوئے سنی نے بڑبڑاہٹ کرتے ہوئے اندازہ لگایا تھا۔۔۔ جبکہ وہاج سینے پر بازو باندھتے ہوئے وئے مزے سے انکی درگت کے انتظار میں کھڑا ہو چکا تھا۔

وہ۔۔۔بیہ نے شرط رکھی تھی نا کہ وجی برات کے دن اگر نیلی شیروانی پر لال کلا پہن کر آئے گا تو ہی وہ رخصت ہو گی۔۔لائک ہارپک کی بوتل۔۔۔۔۔تو بس ہم اسی شرط پوری کرنے کے لیے یہ لے کر آئے

تھے۔تاکہ ہمارے یار کی رخصتی کینسل نا ہو سکے۔۔۔۔

عیس مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنا لایا شہکار دیکھاتے ہوئے احسان کرے والے انداز میں گویا ہوا تو وہ سب امپریس ہوتے اسے دیکھ گئے تھے۔۔۔۔

ہاں نا اب ہم اسکے لئے اتنا ہی تو کر سکتے ہیں۔۔۔ سنی نے بھی پیش پیش ہوتے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے وہ منحوس مارا لال کلاد یکھانا چاہا تو نجانے کیوں شیروانی اور کلے کو دیکھ کر وہاج کو اپنا دل خراب ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

اچھا۔۔! یہ دونوں چیزیں تم لوگ کہاں سے لے کر آئے ہو۔۔
حسن صاحب نے شیروانی کی حالت پر غور کرتے سوال کیا تو عیس اور سنی

ایک دوسرے کو دیکھ گئے۔۔۔۔ سوال تھا کہ زہر جو پوچھا گیا تھا۔۔۔۔

ہمم۔۔ شہر کے سب سے بڑے مال کے پاس کے بازار میں جہاں وہ بڑی سی دکان ہے۔۔۔ عیس نے یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے انکو گھمانا چاہا تو حسن صاحب پیر آگے کرتے ہوئے چپل اتار گئے تھے۔ جس کو دیکھ کر عیس کی ہیزل براؤن آنکھیں بڑی ہونے لگیں تھیں۔۔۔

بابا یہ دونوں کمینے یہ بکواس شیروانی لنڈے سے لے کر آئے ہیں۔۔۔۔ انکی اس پلینگ کے بارے میں مجھے مشوگڑیا نے پہلے ہی بتادیا تھا۔

وہاج دانت پیستے ہوئے اچانک گویا ہوا تو سب بڑے اب صدمے سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے مڑ کر وہاج کو دیکھنے لگے تھے۔۔۔ جو سر ہلاتے ہوئے انکو یقین دلا رہا تھا کہ جی ایسا ہی ہے۔۔۔۔

انکو میں آج چھوڑوں گا نہیں۔۔۔ حسن صاحب جلال سے مڑے تو دروازے کو خالی دیکھ کر چونک گئے۔ کیونکہ وہ دونوں شیطان جان بچاتے ہوئے جن کی طرح وہاں سے رفو چکر ہو چکے تھے۔۔۔

پتہ نہیں انکی پیدائش کے وقت انکی مائیں کیا کھاتیں رہیں ہیں۔۔ حسن صاحب غصے سے سر جھٹکتے ہوئے کہنے لگے تو سب قہقہ لگاتے ہوئے پھر تیاری کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

شکر ہے مجھے تجھ سے بات کرنے کا موقع ملا، ورنہ تو پاشا سر کے خاندان نے تجھے ایسا گھیرا ہوا تھا جیسے پتہ نہیں کیا۔۔ برائیڈل روم میں بیہ کے پاس

بیٹھتے ہوئے میرال نے شکر کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی تو دلہن بنی بیہ ہنس دی تھی۔۔۔۔

ہائے میری جان کتنی سندر رر لگ رہی ہو۔۔۔۔میرال نے بیہ کی نظر اتارتے ہوئے سندر کو لمبا کیا تو بیہ نے اسے گھورنا چاہا۔بیہ کی گھوری پر میرال مسکراہٹ دبا گئی تھی۔۔کل ضرار کے انداز میں کی ہوئی کچرارانی والی تعریف اس تک پہنچ چکی تھی۔۔اسی لئے میرال ابھی اسے چھیڑ رہی تھی۔۔۔

برائیڈل روم میں وقفے وقفے سے بیہ کو کوئی نا کوئی دیکھنے آرہا تھا۔لیکن اسکی چاروں بھابیاں اس وقت پتہ نہیں کہاں گم تھیں۔۔شہر کے سب سے بڑے ہال میں برات کا فنکشن رکھا گیا تھا۔کیونکہ آج اور بڑے پیمانے میں مہمان شرکت کرنے والے تھے۔

اچانک شور اٹھا تو بیہ اور میرال چونک کر دروازے کی جانب دیکھنے لگیں۔ جہاں نعمان خان نے برائیڈل کمرے میں داخل ہو کر کمرے کو اندر سے لاک کر لیا تھا تو وہ دونوں حیرت سے تکتی رہ گئیں۔۔۔۔

قسم سے میں خاص طور پر تمہیں دیکھنے آیا ہوں تاکہ اندازہ لگا سکوں کہ ایک "گنڈی" دلہن بن کر کیسی لگ رہی ہے۔۔۔ نعمان خان نے ہانپتے ہوئے بیہ کا سر تا پیر جائزہ لیا تو بیہ خونخوار تاثرات سے اس منحوس کو دیکھنے لگی۔۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے، اس سے پہلے کہ میں اج کے دن کا لحاظ کیے بنا تمہارا سر پھاڑ دوں۔۔۔ بیہ غصے سے جواب میں بولی تھی۔۔۔ دوسری طرف میرال ہنسی دباتے ہوئے انکی تو، تو میں، میں دیکھ رہی تھی۔

لو جی ایک تو تمہیں دیکھنے کے چکروں میں، میں اپنی خانم کو اکیلا چھوڑ کر آیا ہوں اور اوپر سے تم مجھے باتیں سنا رہی ہو۔۔اب دلہن بن کر بھی تم میں نزاکت نظر نہیں آ رہی، تو میں جھوٹ کیسے بولوں۔۔۔

نعمان خان کسی پھاپے کٹنی عورت کی طرح ہاتھ نچاتا ہوا کہنے لگا تو بیہ سچ میں غصے سے بے قابو ہوتے اپنی ہیل اتارنے لگی تھی۔

اچھا، اچھا غصہ نہیں کرو، میں کرتا ہوں تعریف۔۔۔بلو کلر کے تھری پیس سوٹ میں نعمان خان اس وقت جہاں خوبصورت لگ رہا تھا۔وہیں دوسری طرف وہ فرصت سے دلہن بنی بیہ شیراز پاشا کا خون جلانے کے لئے بس یہاں پر نمودار ہوا تھا۔۔۔

تم اتنی حسین لگ رہی ہو۔۔۔ نعمان خان نے سوچنے والے انداز میں لائن

بیچ میں چھوڑی تو بیہ اور میرال ناچاہتے ہوئے بھی متجسس ہوتے اسکے اگلے لفظوں کا انتظار کرنے لگیں تھیں۔۔۔

تم اتنی حسین لگ رہی ہو، جیسے کسی سو سال پرانے درخت کی موٹی شاخ ہو۔۔۔

نعمان خان نے داد حاصل کرنے والے انداز میں لائن مکمل کی تو میرال کا چھت پھاڑ قہقہہ گونج اٹھا تھا۔ جبکہ بیہ غصے کی شدت سے بیہ کے ناک کے نتھنے پھول چکے تھے۔۔

تم کمینے، زہریلے بچھو۔۔ تم ہٹو تمہاری بینڈ تو میں خان سر سے بجواتی ہوں۔۔ بیہ غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے لہنگا سنبھالتے ہوئے اٹھنے لگی تو نعمان خان جو کب سے اپنے پیٹ میں قہقہوں کو ضبط کر رہا تھا۔۔ اچانک وہ

فلگ شگاف قہقہے لگاتے ہوئے بیہ کو پکڑ گیا۔۔

اچھا سوری سوری۔۔۔ سچی مذاق کر رہا تھا۔۔۔ نعمان خان ہنسی کے زور سے معافی مانگتا ہوا اسے واپس بٹھانے لگا تھا۔۔۔

تم بتاؤ چھپکلی تمہارا راج کمار کہاں ہے۔۔۔ نعمان خان نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے میرال سے اچانک سوال کیا تو وہ بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے بول پڑی تھی۔۔۔

وہ سڑو، باہر سر لوگوں کے ساتھ باتیں کر رہا ہے، اسی لئے میں یہاں اسکے پاس آگئی تھی۔۔۔ اپنے منگیتر کے ذکر پر میرال نے ناک چڑھاتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔ میرال اپنے خالہ زاد کزن کے ساتھ منگنی شدہ تھی۔ لیکن اسکا منگیتر ایک سنجیدہ قسم کا انسان تھا۔ اسی لئے میرال بس ناک

چڑھاتی رہتی تھی۔

نعمان اور میرال کی باتوں میں بیہ اب سنجیدہ انداز میں انکی باتیں سن رہی تھیں۔ان تینوں نے ایک ساتھ کئی مشن سرانجام دیے تھے۔۔انکا کام جتنا ٹف اور خطرناک تھا۔وہ تینوں اتنا ہی مستی میں گم رہتے تھے۔۔کانوں میں بلوٹوتھ لگا کر باتوں کے دروان وہ گولیاں چلاتے ہوئے دشمنوں کو اڑا دیتے تھے۔لیکن ایک دوسرے کو آگ لگائے بنا رہنا ناممکن تھا۔ان تینوں کی کیمسٹری ایسی ہو چکی تھی۔کہ اگر ان تینوں کا ایک ساتھ گزارا نہیں تھا تو ایک دوسرے کے بنا تو بلکل بھی نہیں تھا۔

موٹو سچ میں بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔۔میں تو سوچ رہا ہوں وہاج سر کا تو آج رات۔۔۔نعمان خان نے مسخرے پن سے ایک بار پھر بیہ کی تعریف شروع کرتے ہوئے آخر میں کمینگی دیکھائی۔جس کو سن کر بیہ کا

چہرہ اس بار شرم سے لال ہوتے بھاپ چھوڑنے لگا تھا وہیں میرال پھر ہنس، ہنس کر لوٹ پوٹ ہوتے نعمان خان کو تھپڑ رسید کر گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ بیہ سچ میں اس بار اسکا سر پھاڑ ہی دیتی کہ اس سے پہلے ہی نعمان خان اسکے چہرے پر گھونگھٹ گراتے ہوئے اسے کھڑا کر گیا تھا۔

چلو آجاو دلہنیا، باہر تمہاری اینٹری کا وقت ہو گیا ہے۔۔۔ نعمان خان نے موبائل میں میسج دیکھ کر جلدی سے قدم اٹھائے تو بیہ اپنا ہیل والا پاؤں اٹھا کر زور سے اسکی ٹانگ پر مار گئی تھی۔۔۔

ہائے جنگلی دلہن کہیں کی۔۔۔اس اچانک حملے پر نعمان کراہتا رہ گیا تھا۔۔۔

پورا ہال اس وقت شور شرابے سے گونج رہا تھا۔۔کہ اچانک وہاں لائٹس آف ہوئیں تو ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔۔اندھیرا ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی بولتی آوازیں بھی بند ہوئیں تو گہرے سکوت نے اپنے پر پھیلا دیے۔۔

اسی وقت ہال کے بیچوں وبیچ ایک سپاٹ لائٹ آن ہوئی تو سب چونک کر اس طرف متوجہ ہو گئے۔

چاکلیٹ کلر کا تھری پیس سوٹ پہنے، کلائی کو قیمتی گھڑی سے سجائے، ایک ہاتھ پاکٹ میں ڈالے، جبجہ بالوں کو جیل سے سیٹ کیے سپاٹ لائٹ میں عیس نے مستی سے آنکھیں اٹھاتے ہوئے وہاج کی طرف انکھ ونک کی تھی۔ کیونکہ ایک سپاٹ لائٹ "وہاج علی صدیقی" کو بھی فوکس میں لے

چکی تھی۔۔۔

شرارتی ہیزل براؤن آنکھوں کے ساتھ عیس علی ہمدانی کے دائیں گال کے ڈمپل نے ایک ساتھ کئی لڑکیوں کے دل پر وار کیا تھا۔۔

ساتھ ہی دوسری سپاٹ لائٹ آن ہوئی تو "سنان مصطفیٰ کاظمی" کی چمکتی گولڈن آنکھوں نے سب کو اپنا دیدار کروایا تھا۔لائٹ ٹی پنک کلر کے تھری پیس سوٹ میں اپنے گولڈن بالوں کو سیٹ کیے اسی مخصوص انداز میں پینٹ کی پاکٹ میں ایک ہاتھ ڈالے سنی نے بے نیازی سے کندھے اچکائے، تو اندھیرے میں کھڑی ایرہ سٹل ہوتی اسے دیکھتی رہی گئی تھی۔۔۔

وہاج نے تھوڑی پر ہاتھ رکھتے ہوئے ان دونوں نمونوں کو دیکھا تھا۔ سرخ و

سفید رنگت پر بلیک کلر کی شیر وانی کے ساتھ گلے میں بلیک ہی مالا پہنے کندھے پر بلیک ویلوٹ کی شال سیٹ کیے "وہاج علی صدیقی" کی رت آج کافی مغرور نظر آرہی تھی۔ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے سے ٹیک لگائے وہ سٹیج پر بیٹھا اپنے شیطانوں کو دیکھ رہا تھا۔۔جن کی نیت سے منحوسیت ٹپکتی نہر آرہی تھی۔

ہال میں اچانک میوذک پلے ہوا تو سب پر شوق نظروں سے عیس اور سنان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ان سب کو لگ رہا تھا کہ وہ ڈانس کرنے والے ہیں۔۔لیکن میوزک کے لیرکس سن کر ان سب کے منہ کھلتے چلے گئے تھے۔۔۔

ایک کنوارہ، پھر گیا مارا،
پھس گیا دیکھو، یہ بیچارا۔۔۔

عیس نے گانے کے لیریکس پر لپسنگ کرتے ہوئے چہرے کے افسوس زدہ تاثرات بناتے ہوئے سٹیج پر بیٹھے ہوئے وہاج کی طرف اشارہ کیا تھا۔۔۔

ایک کنوارہ، پھر گیا مارا
پھس گیا دیکھو، یہ بیچارا

جبکہ اگلے ہی پل سپاٹ لائٹ کا فوکس سنان مصطفیٰ پر ہوا تو وہ سمجھانے والے انداز میں لپسنگ کرنے لگا تھا۔۔۔

دو دن کی ہے یہ چاندنی پھر کالی کالی رات ہے۔۔۔
تو مان جا دلہے راجا۔۔۔

سنان نے اپنے لیریکس سے وہاج کو سمجھانا چاہا تھا کہ وہ دلہا بن کر پچھتانے والا ہے۔۔۔ جبکہ وہاج چہرے پر ہاتھ رکھے ان کا کارنامہ دیکھ رہا

تھا۔۔۔ کیونکہ اگلا جھٹکا تو وہ خود ان دونوں کو دینے والا تھا۔۔۔

اچانک ان دونوں کے درمیان ایک تیسری سپاٹ لائٹ آن ہوئی تو سب مزید پر شوق نظروں سے متجسس ہوتے چلے گئے تھے۔۔۔
لیکن لپسنگ کرتے ہوئے جب بیہ نے ایک جھٹکے میں رخ بدل کر اپنا دیدار کروایا تو صدمے سے دوچار ہوتے وہاج اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

آنکھوں پر بلیک سن گلاسز لگائے، راجستھانی سٹائل کے ڈارک میرون رائل ڈیزائنر لہنگے میں وہ وہاج کو سچ میں چار سو چالیس واٹ کا جھٹکا دے گئی تھی۔ گلے میں میچنگ بھاری گلوبند، کانوں میں جھمکوں کے ساتھ سر پر ماتھا پٹی بھی لگائی گئی تھی۔ جبکہ ناک میں بڑی سی نتھ، اور کلائیوں میں میں بھر بھر کر لال کانچ چوڑیاں پہنے پنے بولڈ میک اپ میں وہ ان دونوں شیطانوں کے ساتھ ڈھمکے لگاتے ہوئے وہاج علی صدیقی کے دل پر چھڑیاں چلانے کا

سبب بنی تھی۔۔۔

ہونٹوں کو پاوٹ بناتے ہوئے جب وہ لیرکس دہرانے لگتی تھی تو وہاج کو اپنا دل سنبھالنا مشکل لگتا تھا۔۔۔

بیہ کے لیریکس سن کر وہاج کی حالت پر سب کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔

تک سر کھا جی، تک سر کھا جا
کل تیری شادی، تیرا نچ گیا باجا

لہنگے کو اٹھا کر گھومتے ہوئے، ہاتھ سے وہاج کی طرف اشارہ کرتے وہ مزے سے انکے ساتھ ڈھمکے لگاتے ہوئے گانے کے لیریکس بولتی جا رہی تھی۔۔ جس پر وہاج کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ جا کر اسے چبا ہی جائے۔۔۔

انکی تینوں کی سیکرٹ پرفامنس ابھی چل ہی رہی تھی۔جب سنی اور عیس آگے بڑھ کر ضرار اور سلطان کو کھینچ کر سپاٹ لائٹ میں لے آئے تھے۔۔ان دونوں نے ہنس کر اپنے نمونوں کو دیکھا جو آج بھی وہاج کا جینا حرام کرنے سے باز نہیں آئے تھے۔۔سلطان کو حیرت تو اس بات کی ہو رہی تھی۔کہ آخر وہاج کا خون جلانے کے لئے انکو اتنا پرفیکٹ سانگ مل کہاں سے گیا ہے۔۔۔

سنی اور عیس گھوم کر سلطان اور ضرار کے سائیڈ پر کھڑے ہوئے تو ضرار ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر اپنی بہن کا ماتھا چوم گیا تھا جو آج دلہن بنی بھی اپنے دلہے کو ناکوں چنے چبوا رہی تھی۔

سلطان بلو گرین کلر کا تھری پیس پہنے بھرپور مسکراتے ہوئے چمکتی نیلی

آنکھوں میں اپنی خانم کا دل لوٹ گیا تھا۔اسکے بر عکس ضرار آج ڈارک میرون کلر کے تھری پیس سوٹ میں اپنی مسکراتی گرے آنکھوں کے ساتھ دلکشی کا سماں باندھ رہا تھا۔

عیس اور سنی نے اپنے اپنے کوٹ اتار کر سائیڈ پر پھینکے تو میرال جلدی سے انکے کوٹ پکڑ کر انکی بیویوں کو تھما گئی تھی۔ جبکہ عیس اور سنی نے زبردستی سلطان اور ضرار کے کوٹ بھی اتار کر پرے اچھالے تو نعمان خان نے جلدی سے پکڑنے چاہے تھے۔۔۔

خوبصورت مردوں کے کوٹ کو سنبھالنے کا حق بس بیوی کے پاس ہوتا" ہے"۔۔۔

کچھ لڑکیاں جو انکے کوٹ پکڑنے کی کوشش میں تھیں۔کہ نعمان خان نے

منہ چڑھاتے ہوئے انکو سناتے ہوئے کوٹ واپس کھینچے تو لڑکیاں حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئیں تھیں۔

جبکہ نعمان خان ہونہہ کرتا اپنی خانم بھابھی اور بھابھی سائیں کی طرف بڑھ چکا تھا

عیس اور سنی کے اصرار پر سلطان اور ضرار نے انکے کے جیسا سٹیپ فالو کیا تو ہال میں ہر طرف شور گونجنے لگا تھا۔ فارمل ڈریس پینٹ، شرٹ میں وہ چاروں حسین ترین مرد لگ رہے تھے۔۔۔ جبکہ انکے بیچ قہقہے لگاتی ہوئی بیہ شیراز پاشا کا آج کوئی ثانی نہیں تھا۔۔

انکی پرفامنس جو ابھی کچھ باقی رہتی تھی۔ کہ اچانک میوزک بند ہو گیا۔ جس پر سب پریشان ہوتے دیکھنے لگے تھے۔

اچانک میوزک پھر پلے ہوا تو بدلا ہوا میوزک سن کر وہ چونکتے چلے

گئے۔۔۔

ان سب نے مڑتے ہوئے وہاج کو دیکھنا چاہا تو سٹیج پر وہاج کے دونوں طرف اپنی بیویوں کو دیکھ کر وہ آنکھیں بڑی کر گئے تھے۔۔۔

جبکہ وہاج علی صدیقی کے ہونٹ کچھ یہ لیریکس دہرا رہے تھے۔بیہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے وہ بولا تو بلیک گینگ ایبرو آ چکا گئی۔

ساڈے نال آؤ گی، تے لائف بن جائے گی۔۔

وہاج ان چاروں کی طرف اشارہ کرتا کہنے لگا تو وہ سب اسے گھوری ڈال گئے تھے۔

ساڈی لو سٹوری میں ولن نا ہو گا کوئی۔۔۔

رونے دھونے کا بے بی کوئی چلن نا ہو گا۔۔۔

وہاج نے اچانک بیہ کو آنکھ ونک کی تو اسکے لیریکس پر بیہ کا شرم کے مارے اچانک برا حال ہونے لگا تھا۔

آل ٹائم ہو گا دھمال، پیار نال ہو گا۔۔۔
پپیاں، جھپیاں، دا موسم بے مثال ہو گا۔۔۔
چرچے دہر ادہر اہی گی، جلوے دیکھا، دیکھائے گی۔
تیری میری جوڑی، اگر سیٹ ہو جائے گی۔۔۔
ساڈے نال آؤ گی تے لائف بن جائے گی۔۔

وہاج نے سرشاری سے سٹیج سے اترتے ہوئے بی جان کی طرف قدم بڑھائے تو سپاٹ لائٹ بھی اسکے ساتھ چلنے لگی تھی۔

بی جان کے ایڈیشن کے لیے تو کوئی تیار بھی نہیں تھا۔ جب بی جان نے اچانک انکے بیچ چلتے ہوئے اس تنازعے میں وہاج کے حق میں فیصلہ دے دیا۔۔۔

واری واری جاؤں پتر، تیری اس جوانی تے
تیرے نام کا لاب آئے، تیری اس کہانی میں۔۔۔
انکا نام روشن کرنا، ونش کو بڑھانا
کرے جو نخرے دلہنیا، تو پیار سے منانا۔۔۔

بی جان نے اپنے بول کیا بولے تھے بلکہ ان چاروں کے سر پر دھما کے کر دیے تھے۔۔۔

دادی یہ بات میں دم ہے۔۔

پوتانا تیرا یہ کم ہے۔۔۔

وعدہ ہے تو اگلے سال، پڑ پوتا کھلائے گی۔

پڑ پوتا کھلائے گی۔۔۔

وہاج، نے بیہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اگلی لائنز بولیں تو وہ چاروں اسکی شوبازی پر تلملا کر رہ گئے۔۔۔ جبکہ بیہ تو اسکی بے شرمی پر سرخ چہرے کے ساتھ ضرار کے سینے میں منہ چھپا گئی تھی۔۔۔

اگر سنی اور عیس نے دھماکا کیا تھا تو وہاج ڈبل دھماکا کر چکا تھا۔ وہ بھی چن کر گانا ڈھونڈ کر لایا تھا۔ جس پر آگ لگانے والا کام بی جان نے کر دیا تھا۔۔

سالے گاڑی روک نہیں، تو میرا تیرا خون کر دوں گا۔۔۔۔

روڈ پر تیزی سے گاڑی چلاتے ہوئے سنان مصطفیٰ کاظمی غرا رہا تھا۔۔۔

خبیث انسان پہلے پکڑ تو لے، بڑا آیا خون کرنے والا۔۔۔

پھولوں سے سجی بلیک لینڈ کروزر میں شان سے بیٹھا ہوا" وہاج علی صدیقی "قہقہ لگاتا ہوا مذاق اڑانے والے انداز میں جواب میں گویا ہوا۔ اور ساتھ ہی اس نے اپنی گاڑی کی سپیڈ یک دم بڑھائی تو اسکی گاڑی کا پیچھا کرتیں وہ چار گاڑیاں بھی تیز ہوتیں چلی گئیں تھیں۔۔۔

ڈانس پرفامنس کے بعد وہاج کی جوابی کارروائی پر امپریس ہوتے سب بڑوں نے قہقہے لگاتے ہوئے ان چاروں کا مذاق اڑایا تو وہ جل بھن گئے تھے۔ خاص کر عیس اور سنی کے دل جل کر کوئلہ ہو رہے تھے۔ لیکن پھر بعد میں بدلہ لینے کا سوچتے ہوئے وہ ضبط کر کے رہ گئے۔

بیہ کو وہاج کے پاس بٹھانے کے بعد وہ سب مہمانوں کو ٹائم دینے لگے تھے۔ چونکہ نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اسی لئے کھانے کا وقت جلد آ گیا تھا۔ ابھی کھانا کھاتے ہوئے آدھا ہی وقت گزرا تھا۔ جب ایک تازہ خبر اڑتی ہوئی وہاج تک آن پہنچی، جس کو سن کر وہاج کے دماغ نے تیزی سے کام کرنا شروع کیا تھا۔

بی جان کو انفارم کرتے ہوئے وہاج وہاں سے بیہ کو بہانے سے غائب کرتا ہوا گاڑی میں بیٹھ کر نکلا تو عیس اور سنی اسی وقت الرٹ ہوتے انکے پیچھے آئے تھے۔۔اس سب میں سلطان اور ضرار کو بھی انکا پیچھا کرنا پڑا تھا۔ تاکہ سڑک پر کسی طرح کا دھماکا نا ہو سکے۔۔۔

وہاج جان چکا تھا کہ وہ دونوں کمینے اپنی ہاری ہوئی بازی کا بدلہ لیے بنا اسکی جان نہیں چھوڑیں گئے۔ اور اسکا شک صحیح ہی ثابت ہوا تھا۔۔ جب ان

دونوں کی اگلی پلینگ وہاج تک آئی تھی۔اسی لئے بروقت وہاج نے احتیاطی تدبیر پر کام کر لیا تھا۔۔جو بھی تھا، وہ اپنی سہاگ رات پر کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔صبر کر کر کے تو اسے یہ پل نصیب ہو رہے تھے۔جن میں بھی وہ دونوں سالے ولن بن چکے تھے۔پوری شادی میں کوئی ایسا موقع اور لمحہ نہیں گزرا تھا۔۔جب وہ دونوں اس پر وار کرنے سے پیچھے ہٹے ہوں۔اور اب بھی وہ وہاج کا جینا حرام کرنے کے لیے وہ اسکی گاڑی کا پیچھا کر رہے تھے۔

کمینے انسان تو ہر گز ہم سے ایک قدم آگے نہیں چل سکتا، بتا تجھے یہ ساری خبریں کون دیتا رہا ہے۔۔۔۔"عیس گاڑی کی رفتار تیز کرتے ہوئے دوسری طرف سے اسکے مقابل آتے پوچھنے لگا تھا۔۔کیونکہ وہ کب سے یہ ہی سوال سوچ رہا تھا۔کہ آخر اس نیلی بتی کو انکی ہر چال کا پتہ کیسے لگ رہا ہے۔جس کی وجہ سے وہ انکے ہر وار کو ان پر ہی موڑے جا رہا تھا۔

عیس کے سوال پر وہاج نے مزے سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے فلک شگاف قہقہ لگایا تھا۔ جبکہ اسکے ساتھ دلہن بنی بیٹھی بیہ مزے سے یہ ڈرائیونگ انجوائے کر رہی تھی۔ پیسنجر سیٹ پر بیٹھے وہ بار بار ونڈوز سے سر باہر نکال کر اپنے پیچھے آتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔

میری چاروں بھابیاں زندہ باد۔۔۔" وہاج نے قہقہ لگاتے ہوئے اونچی" آواز میں اسے جواب دیا تو وہ چاروں چونک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔۔اسی وقت وہاج کے موبائل پر کال آئی تو وہ ہنستے ہوئے کال ریسیو کر گیا۔۔۔

جی گڑیا، ہاں تم چاروں کے گفٹ میں نے اپنے کمرے کی سائیڈ ٹیبل کے دراز میں رکھ دیے ہیں۔۔۔" وہاج نے فون پر پوچھے جانے والا سوال کا جواب دیتے ہوئے عیس کو آنکھ ونک کی تو عیس کا بے اختیار دل کیا تھا کہ

باہر نکل کر اسکی نیلی آنکھوں کو پھوڑ ہی ڈالے۔۔۔وہ سالا کب سے انکے سینے پر مونگ دلنے کا کام کر رہا تھا۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ائرہ گڑیا کو کہو کہ میں نے بلینک چیک بھی رکھ دیا ہے۔وہ پیسے آپ چاروں کے ہیں۔۔باقی اضافی گفٹ میں صبح واپس لوٹ کر دوں گا۔اخر کار میری بھابیوں نے میرا اتنا ساتھ دیا ہے۔۔۔تو آپ لوگوں کو میں جتنے بھی گفٹ دوں وہ سب کم ہی ہیں۔۔۔۔" وہاج نے جان بوجھ کر گاڑی کی سپیڈ سلو کرتے ہوئے انکو سنایا تو عیس اور سنی اپنی بیویوں کی غداری پر دانت پیس گئے۔۔۔۔جبکہ وہاج مزے سے قہقہ لگاتے ہوئے اب فون رکھ چکا تھا۔۔۔

ویسے میں جانے سے پہلے تم سب کو ایک بات مزید بتانا چاہتا ہوں۔کہ نکاح پر میری مدد ائرہ گڑیا نے کی تھی۔۔۔اور تم لوگوں کے شیر وانی اور

کلے کی کالی کرتوت کا مجھے مشو گڑیا نے بتا دیا تھا۔ جبکہ تم لوگوں کی ڈانس پرفامنس والی چالاکی کو تم لوگوں پر ہی موڑنے کے لیے میری پیاری سی منیزے بھابی نے سارا پلین بنایا تھا۔۔۔اور ہاں یہ جواب والی تم لوگوں کی پلینگ چل رہی تھی نا۔۔۔یہ مجھے علیزے خان نے اپنے پیارے سے خان سے معلوم کر کے بتایا تھا

ہاہاہاہاہا۔۔۔بائے بائے۔۔۔

وہاج دل جلانے والے انداز میں قہقہے لگاتے ہوئے ان سب کو بتاتے ہوئے ایک دم سے ہوا کے جھونکے کی طرح غائب ہوا تو وہ تینوں گاڑی کو سلو کرتے ہوئے "سلطان احمد خان" کو قہر برساتی نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔۔۔جس پر سلطان کو اپنے گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دیں تو وہ جلدی سے گاڑی کو موڑتے ہوئے بھاگ نکلا تھا۔ جو گاڑیاں پہلے وہاج کا پیچھا کر رہیں تھیں۔ وہ ہی گاڑیاں اب سلطان احمد نے پیچھے تھیں۔۔

خان گاڑی روک میں تیرا قیمہ بنادوں گا اج۔۔۔عیس نے کانفرنس کال ملاتے ہوئے بلبلا کر کہا تھا۔۔۔۔

ہاں جیسے تو کہے گا اور میں تیری مان کر گاڑی روک لوں گا نا۔۔۔سلطان نے انجان بنتے ہوئے عام سے لہجے میں اسے ٹکا کر جواب دیا تھا۔۔۔۔

کمینے خان تو گاڑی نہ بھی روک، پر آج تو میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔۔۔۔تجھے میں آج تیرے اس عشق کی سولی پر چڑھا کر ہی دم لوں گا۔۔۔۔"بلوٹوتھ میں سے اس بارسنی کی چنگھاڑتی آواز گونجی تو سلطان لب کا کونا دبا کر آنکھیں چندھیانے لگا تھا۔۔۔

کتوں کی طرح میرا پیچھا کرنے کی بجائے خود بھی زرا آئینہ دیکھ لو، کہ تم

لوگوں کی بیویاں بھی تم لوگوں کے بھانڈے پھوڑتی رہیں ہیں۔۔۔میری خانم تو معصوم ہیں، انہیں کیا پتہ کہ کب کیا بولنا ہے اور کیا نہیں۔۔"

سلطان نے تیزی سے موڑ کاٹتے ہوئے انکو آئینہ دیکھانا چاہا تھا۔ کیونکہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے "سلطان احمد خان" اپنی خانم کو غلط نہیں کہہ سکتا تھا۔

بے غیرت خان، ہماری بیویاں ہماری جاسوسی کر کے ساری بات اس ٹریفک کے نیلے کھمبے کو بتاتی رہیں ہیں۔ تیری طرح ہم نے خود کچھ بھی منہ سے نہیں پھوٹا تھا۔ تجھے اس بات کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی خانم بھابھی کے سامنے۔۔نہ تو خانم بھابھی کو بتاتا اور نا اس نیلے ایلین کو پتہ چلتا کہ ہم اسکی سہاگ رات کا کچومر بنانا چاہ رہے ہیں۔۔۔"

اس بار ضرار کی خونخوار آواز اسپیکر سے گونجی تو سلطان ونڈو پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے مسکراہٹ ضبط کرنے لگا تھا۔۔بے اختیار اسکی آنکھوں کے سامنے وہ مناظر گھومنے لگے جب اسکی متاعِ جاں میٹھے لہجے میں اس سے ساری بات پوچھ رہی تھی۔۔"میری خانم مجھے بے وقوف بنانا بھی خوب جان گئیں ہیں۔۔۔۔"

سلطان سوچتے ہوئے دل کھول کر مسکرا دیا تھا۔گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے یک دم اسکا دل اپنی خانم کے پاس جانے کے لیے بے حد مچل اٹھا۔۔۔

ہمیں ذلیل کروا کے دیکھ سالا کیسے اکیلا ہی ہنس رہا ہے۔۔۔۔سلطان کی ہنسی کی آواز سنتے ہوئے اسپیکر میں سے سنان مصطفیٰ کی طنزیہ آواز گونجی، تو سلطان ہوش میں لوٹا تھا۔

تم لوگ جتنی بھی بکواس کرو، پر میں اپنی خانم سے جھوٹ نہیں بول سکتا ہوں۔ ہو سکتا ہے، میں جب اپنی خانم سے بات کر رہا تھا، تب منیزے بھابی، مشو گڑیا یا پھر ایرہ گڑیا میں سے کوئی وہاں سن رہا تھا، اور انہوں نے ہی "جا کر اس نیلی بتی کو انفارم بھی کیا ہو۔۔۔

سلطان احمد خان اپنی خانم کو بے قصور ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا تھا۔ جبکہ اسکی اس بونگی وضاحت پر وہ تینوں اب پہلے سے بھی زیادہ تلملا اٹھے تھے۔۔۔ کیونکہ سلطان احمد خان سارے کا سارے الزام اپنی بھابیوں کو دیتے ہوئے زرا برابر بھی نہیں ہچکچاہٹ کا شکار نہیں ہوا تھا۔۔۔

تو رک سالے آج تو نہیں بچے گا ہمارے ہاتھوں۔۔ ان تینوں نے یک زبان ہوتے اپنی گاڑی کی سپیڈ ایک دم سے تیز کی تو نا چاہتے ہوئے بھی سلطان

احمد خان اپنی شامت پر دلکشی سے قہقہ لگا اٹھا تھا۔

سردی کے اس ٹھہر ٹھہراتے ماحول میں پھولوں سے سجی لینڈ کروزر نے اپنی منزل پر پہنچ کر بریک لگائی تو بیہ متجسس ہو کر ارد گرد دیکھنے لگی تھی۔

وہاج نے سرشاری سے مڑتے ہوئے اپنی پٹاخہ دلہن کو دیکھا جو ہر چیز کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔ بیہ کو کسی ایجنٹ کی طرح ہر چیز کا باریک بینی سے جائزہ لیتے دیکھ کر وہاج کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ آئی۔

ہم کہاں آئیں ہیں"۔۔۔بیہ نے اسکی طرف مڑتے ہوئے پوچھا جو پہلے ہی وارفتگی سے اسے تکنے میں مصروف تھا۔

مری"۔۔وہاج نے یک لفظی جواب دے کر اسکے تاثرات دیکھنے چاہے" جو توقع کے عین مطابق حیران کن ہو گئے تھے۔وہ ڈیڑھ گھنٹے کا سفر طے کر کے رات کے اس وقت اسے مری لایا تھا۔۔۔

ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔۔۔بیہ نے حیرت سے اسکی طرف دیکھنا چاہا تو اسکی گہری بولتی نظروں کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے سوال پر خود ہی پزل ہو گئی۔۔۔

اسکا جواب میں تمہیں فرصت سے اگلی منزل پر پہنچ کر سکون سے دوں گا۔ اور پوری رات یہاں آنے کا مقصد تفصیل سے بتاتا بھی رہوں گا۔۔"وہاج نے اچانک اسکی طرف جھکتے ہوئے بھاری آواز میں جواب دیا تو بیہ گھبراہٹ سے پیچھے جا لگی۔۔

وہاج ابھی سے اسے گھبراتے دیکھ کر دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیر کر گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو بیہ سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے لمبے لمبے سانس لینے لگی تھی۔۔۔

یہ ہارپک کی ترسی ہوئی بوتل اتنی دور لا کر مجھ اپنا نیلا اور لال جادو دیکھانا چاہا رہی ہے کیا۔۔۔ہائے یہاں سے تو کہیں میں بھاگ بھی نہیں سکتی۔۔۔" آنے والے لمحات کو سوچ سوچ کر ہی بیہ کی مہندی سے سجی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں تھیں۔

وہاج نے اسکی طرف آتے ہوئے اسکی سائیڈ کا دروازہ کھولا تو ایک دم ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بیہ کے وجود سے آ ٹکرایا تھا۔ جس کو محسوس کرتے ہوئے اس نے کپکپا کر ڈیش بورڈ کو تھام لیا۔۔۔

ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔۔؟ وہاج نے اسکا کپکپانا محسوس کرتے ہوئے پوچھا تو وہ نظریں چراتے ہوئے ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔۔۔

بیہ کے ہاں کرنے پر وہاج نے گاڑی کی پچھلی سیٹ کھول کر وہاں سے اپنی شال نکالی، یہ وہی شال تھی جو آج اس نے اپنی بلیک شیروانی کے ساتھ لی ہوئی تھی۔اس وقت وہ اپنا کلا اور شال دونوں ہی اتارے ہوئے تھے۔

وہاج نے شال نکال کر اسکے وجود کے گرد لپیٹتے ہوئے آگے بڑھ کر اچانک اسے بازوؤں میں اٹھایا تو بیہ اپنی مسکار اسے سجی پلکیں واہ کرتی اسے دیکھنے لگی تھی۔چونکہ اب تک میک اپ کے نام پر وہ صرف لپ اسٹک لگاتی آئی تھی۔اسی لئے گل جہاں بیگم نے آج کے دن اسکا بولڈ میک اپ کروایا تھا۔ راجستھانی سٹائل کے اس رائل لہنگے میں وہ ہونٹوں کو بلڈ ریڈ لپ اسٹک سے سجائے ہوئے تھی۔دلہن بنی "بیہ شیراز پاشا" پر آج ٹوٹ کر روپ آیا

تھا۔اسکے اس روپ پر نجانے اسکا باپ کتنی بار اسکی نظر بھی اتار چکا تھا۔اور اب اسکا دلہار خصتی پر اپنوں سے ملوائے، بنا اسے بھگا کر یہاں اتنی دور لے آیا تھا۔

نجانے کیوں بیہ کو ایک ڈر سا محسوس ہو رہا تھا۔وہاں سب کی موجودگی میں وہ بلکل نارمل حالت میں دلہن بنی بھی قہقہے لگاتی رہی تھی۔۔لیکن اب یہاں اتنی دور اس تنہائی میں اسکے ساتھ خود کو اکیلے سوچ کر ہی اسکا دل گھبراہٹ سے پاگل ہوتا جا رہا تھا۔بے ساختہ اسکے دماغ میں کچھ دن پہلے کا وہ باتھ روم کا منظر لہرایا جب وہاج علی صدیقی اس کمزور لمحے میں ضبط کھو کر بے قرار ہوتے اسکی جینز کی طرف ہاتھ بڑھا چکا تھا۔

میری دلہن کیا سوچ رہی ہے۔۔۔وہاج اسے بازوؤں میں اٹھائے پہاڑ پر بنی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اپنے بک کروائے گئے سویٹ کی طرف بڑھ رہا

تھا۔وہ کب سے اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔جو نجانے کن سوچوں میں گم ہو گئی تھی۔۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔"بیہ نے زبردستی مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا تو وہ ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھ گیا تھا۔۔۔

ڈر رہی ہو۔۔۔۔"وہاج نے اسکی تیکھی ناک میں سجی بڑی سی نتھ کو مبہوت ہو کر دیکھتے ہوئے پوچھا تو بیہ چونک کر آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

نہیں تو۔۔۔۔بیہ نے نظریں چراتے ہوئے آس پاس کا منظر دیکھنا چاہا تو وہاج مسکراہٹ دبا گیا تھا۔۔۔

ویری گڈ، میری بیوی کو ڈرنا بھی نہیں چاہیئے، وہ کوئی کمزور لڑکی تھوڑی

ہے۔۔۔"وہاج نے اسکے جواب پر امپریسنگ انداز میں سر ہلایا تھا۔۔۔

ہاں بھئی میں کیوں ڈرنے لگی، میں تو آئرن لیڈی ہوں، میں تو لوہا کھاتی ہوں، میں کوئی کمزوری کی ماری تھوڑی ہوں، میں کیوں آج رات سے ڈروں۔اس نیلی بتی کو صاف نظر بھی۔آرہا ہے کہ میں خوف کے مارے کانپ رہی ہوں، پھر بھی میسنے پن سے پوچھار ہا ہے مجھے کہ ڈر تو نہیں رہی۔۔۔۔

وہاج کے امپریس ہونے پر وہ نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دباتے ہوئے منہ بنا کر جلے کٹے انداز میں بڑبڑانے لگی تھی۔

پہاڑ کے اوپر پہنچ کر وہاج نے اسکے وجود کو نیچے اتارا تو بیہ کی سٹل ہوتی نظریں ہر طرف گھومنے لگیں تھیں۔پہاڑ کی چوٹی پر یہ چھوٹا سا سویٹ بنایا گیا تھا۔ان دونوں کے ویلکم کے لیے اس سویٹ کے ہر کونے پر سجاوٹ کی

گئی تھی ہر طرف گلاب کے پھولوں کے ساتھ ساتھ سنہری موم بتیاں جل رہیں تھیں۔ فضا میں پھیلی ہوئی گلاب کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے بیہ مسرائز ہو کر ہر طرف دیکھتی چلی گئی تھی۔۔۔

اندر چلیں۔۔۔وہاج نے اسکی مہبوتیت توڑتے ہوئے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تو بیہ ہوش میں آتی اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔

سحر انگیز ڈارک بلو آنکھوں پر خوبصورت نقوش کے ساتھ وہ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ اچانک بیہ کا دل زوروں سے دھڑکا گیا تھا۔ مضبوط دیو قامت وجود پر بلیک شیروانی پہنے "وہاج علی صدیقی "آج" بیہ شیراز پاشا" کا دلہا بنا اسکے سامنے کھڑا تھا۔ نجانے اس وقت بیہ کے دل پر کونسا احساس طاری ہوا تھا کہ وہ دم سادھے اسکے قریب ہوتی اچانک اسکی گال پر ہونٹ رکھ چکی تھی۔

وہاج نے ساکت آنکھوں سے اس رات کی پہلی پیش قدمی کو محسوس کیا تو یکبارگی شگفتگی سے اسکا دل تیزی سے دھڑکتے ہوئے سینے سے باہر نکلنے کے لیے بری طرح مچل اٹھا۔۔۔بند آنکھوں سے وہاج نے اسکے ہونٹوں کے نرم لمس کو اپنے اندر اتارنا چاہا تو بے اختیار ہوتے اس یخ ٹھنڈے ماحول میں اسکا وجود جلنے لگا تھا۔۔۔وہاج کا چہرہ ضبط سے سرخ ہونے لگا تو بیہ اسکی حالت پر کھکھلاتے ہوئے پیچھے ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

دونوں ہاتھوں سے لہنگا اٹھائے کھکھلاتے ہوئے وہ پیچھے کی جانب قدم بڑھا رہی تھی تو وہاج ہوش میں آتا اسکی شرارتی کھلکھلاہٹ دیکھنے لگا تھا۔۔۔

جبکہ بیہ دل کھول کر ہنستے ہوئے لاپرواہی اچانک گھومنے لگی تھی۔جو دل تھوڑی دیر پہلے خوف کے مارے دھڑک رہا تھا۔وہی دل اب اس پر سکون

جگہ کو دیکھتے ہوئے آسمان میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔۔۔بیہ کو اپنے دل میں تتلیوں کا جہاں اباد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔وہ رنگ برنگی تتلیاں جو محبت کے پیغام کو دلوں تک پہنچاتی ہیں۔وہ ہی تتلیاں جو محبوب کو دیکھ کر قید سے نکلنے کے لئے بے قرار ہو جاتی ہیں۔۔بہار کے موسم میں چٹخنے والی کلیاں اس وقت بیہ کے دل میں چٹخ رہیں تھیں۔شاید اسی لئے وہ بانہیں پھیلائے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئی مسکراتے ہوئے لہنگا اٹھائے گھومے جا رہی تھی۔

بیہ کو پاگلوں کی طرح گھومتے دیکھ کر وہاج اسے گھوری سے نوازتے ہوئے تیزی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

پاگل ہو گئی کیا، ایسے ہیلز میں گھومتے ہوئے گر جاؤ گی جانِ من۔۔۔"
وہاج نے جلدی سے اسے روکتے ہوئے فکر مند ہوتے اپنے مقابل کیا تھا۔

بیہ رک کر پھولی سانسوں میں خشک لبوں سمیت اسکی آنکھوں میں جھانکنے لگی تھی۔۔

وہاج نے بھرپور مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے پر اچانک ہونٹ رکھے تو بیہ اسکے لمس کو اندر تک محسوس کرتے ہوئے اسکی کالر دبوچ چکی تھی۔ جبکہ وہاج نے اسکے ماتھے کو اپنے لمس سے مہکانے کے بعد ایک گھٹنا زمین پر ٹکاتے ہوئے اسے اپنی ٹانگ پر بٹھا کر، وہ اسکے پیروں کو ان ہائی ہیلز سے آزاد کرنے لگا تو بیہ سانس روکے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔

وہاج نے اسکی ہیلز اتارتے ہوئے اسکے مہندی سے سجے پاؤں کو ہاتھوں میں نرمی سے دبایا تو بیہ شرماتے ہوئے اٹھ کر اسکی گرفت سے نکلتی چلی گئی تھی۔۔۔ جس پر وہاج مسکراتے ہوئے اسے پیچھے ہوا تھا۔۔۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہاج نے سویٹ کے اندر داخل ہوتے اپنی

بلیک شیر وانی اتار کر ایک طرف اچھالی تو بیہ دیوار کو تھماتے ہوئے اسکی طرف دیکھے گئی۔ جو کندھے اچکاتے ہوئے معنی خیزی اسے دیکھ گیا تھا۔۔۔

اچانک بیہ کے وجود سے وہاج کی اوڑھی گئی شال اتر کر زمین کی زینت بنی تو وہاج اسکا من موہنا روپ دیکھ کر دل تھام گیا۔۔
ماتھا پٹی لگائے سر پر دوبٹہ اوڑھے بلیک گھنگریالے بال آج جوڑے میں قید تھے۔ جبکہ ایک دوبٹہ سینے پر سیٹ کیا گیا تھا۔۔

وہاج نے لپک کر اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ لگایا تو بیہ سانس روک گئی۔۔

ایسی ادائیں دیکھا کر جان لینا چاہ رہی ہو کیا۔۔۔" وہاج نے اسکی کمر میں سختی

سے ہاتھ لپیٹتے ہوئے گہری نظروں سے اسے پوچھا تھا۔اسکی بولتی ہوئی نظروں پر بیہ کی زبان تالو سے چپک چکی تھی۔

بیہ نے گھبراتے ہوئے نظریں دہرا کر سویٹ کے اندر کے دیکھا، جس کا ماحول انتہائی فسوں خیز بنایا گیا تھا۔گلاب کے پھولوں اور موتیے کے پھولوں کی خوشبو بیہ کو حواس باختہ کر رہی تھی۔۔

وہاج نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکا سینے پر سیٹ کیا گیا دوبٹہ الگ کیا تو بیہ ہوش میں آتی مچل کر اسے پیچھے دھکا چکی تھی۔۔۔

وہاج جو اس حملے کے لئے بلکل تیار نہیں تھا وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔اس نے سخت نظروں سے اسکی طرف دیکھا جو پھر چھوئی موئی بنتی اسے دور جا رہی تھی۔جبکہ اسکے سینے پر سیٹ کیا گیا بھاری دوبٹہ لہرا کر نیچے گرا تو یک دم

وہاج کی آنکھوں میں خماری کی سرخی چھانے لگی تھی

ڈیپ وی نیک کے ہاف سلیوز بلاؤز میں زیور پہنے وہ اس بھاری دوبٹے سے اپنے سینے کی گہرائیاں اور پیٹ چھپائے ہوئے تھی۔وہاج کو اس دوبٹے کا مقصد اب سمجھ میں آرہا تھا۔

وہاج کے اندر جذبات کا ایک طوفان اٹھا تو وہ جھلستے ہوئے بے قابو ہو کر اپنی سفید قمیض کو بھی اتار کر نیچے پھینک چکا تھا۔۔۔بیہ نے اسکے دیو ہیکل وجود اور چوڑے سینے پر نظریں دہرائیں تو وہ سہمتے ہوئے نفی میں ہلانے لگی تھی۔۔۔

میری دھڑکنیں تمہاری دیوانی ہو چکیں ہیں مسسز۔۔۔اب اگر تم نے میرے پاس آنے میں زرا بھی دیری کی تو وہاج علی صدیقی جان سے جائے گا۔۔"وہاج نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پیچھے سر ٹکاتے ہوئے بھاری آواز

میں کہا تھا۔۔۔سامنے کھڑی اپسرا کو دیکھ کر اس وقت اسکا سانس اسکے سینے کے اندر بری طرح اٹک رہا تھا۔

وہاج کے الفاظ پر بیہ نے گھبراتے ہوئے اسے گھورنا چاہا تھا۔جو شرٹ لیس نیلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر اسے خود جکڑ لیتا پر نجانے کیوں وہ اسکے خود سے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

بیہ دھڑکتے دل کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھنا شروع ہوئی تو وہاج بے قراری میں مبتلا ہوتے آنکھیں موند گیا۔۔۔

تقریباً دو منٹ بعد بھی جب وہاج کو کوئی لمس محسوس نا ہوا تو اس نے آنکھیں وا کرتے ہوئے دیکھنا چاہا۔۔۔
آنکھیں کھولتے ہی اسے وہ خود سے دور کھڑی نظر آئی تو وہاج کے اندر غصے

کی شدید لہر دوڑ گئی تھی۔آخر وہ کیوں اسکا ضبط آزمار ہی تھی۔۔جب جانتی تھی کہ وہ اسکے لئے کتنا بے چین ہو اپڑا ہے۔۔۔۔

وہاج نے جھنجھوڑتے ہوئے دماغ کے ساتھ زراسا اٹھتے ہوئے اسے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچا تو بیہ لہرا کر اسکے سینے پر آ گری تھی۔

کیا چاہتی ہو،۔کہ تمہاری طلب سے مر جاؤں کیا۔۔۔"وہاج سخت نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے غرا اٹھا تھا۔۔۔

وجی ایسے۔۔کیو۔۔۔کیوں بات کر رہے ہیں۔۔۔۔بیہ اسکی سخت گرفت میں کسماتے ہوئے معصومیت سے بولی تو وہ بدلے میں دانت کچکچا اٹھا تھا۔۔۔

میرے جنون کو اچھے سے سمجھتے ہوئے بھی جب تم یوں انجان بنتی ہو تو قسم

سے دل کرتا ہے تمہیں بھون کر کھا جاوں۔۔۔" وہاج نے جھکتے ہوئے اسکی کالر بونز پر زور سے دانت گاڑے تو بیہ کا روم روم کپکپانا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

تم جتنا مجھے تڑپا چکی ہوں، دیکھنا آج کیسے سود سمیت تم سے سارے بدلے لیتا ہوں۔۔۔"

وہاج نے بے قراری سے اسکے سر پر سیٹ کیا گیا دوبٹہ الگ کیا تو بیہ بھاری سانسوں میں کسمسا گئی۔۔۔

اس سے پہلے کہ بیہ اسے کچھ کہہ پاتی وہاج اسکی گردن کو جکڑتے ہوئے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسکے ریڈ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کو اپنے دہکتے لبوں میں قید کر گیا تھا۔ اسکی اتنی شدت پر بیہ کمر اوپر اٹھاتے ہوئے بری طرح مچل اٹھی تھی۔۔۔

وہاج نے بے قراری کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے بے باکی سے اسکے نرم ہونٹوں کو سک کرنا شروع کیا تو بیہ آنکھیں پھاڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔ لیکن وہ بند آنکھوں سے اسکے ہونٹوں سے لپٹا اپنی تڑپ کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو کم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی۔

وہاج نے جنون خیزی سے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے دونوں ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کیا تو بیہ مزاحمت کرنے لگی تھی۔۔اسکی مزاحمت کو محسوس کرتے ہوئے وہاج نے تیزی سے اسکی چوڑیوں سے سجی کلائیوں کو قید کرتے ہوئے اسکے سینے پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو بیہ کانپتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔۔

وہاج نے اپنے عنابی لبوں سے اسکے ہونٹوں کو کھولتے ہوئے اسکی زبان کو باہر نکالتے ہوئے یک دم جکڑا تو پٹ سے بیہ کی آنکھیں پھر کھل

گئیں۔۔وہاج نے اسکی زبان کو مکمل طور پر جکڑتے ہوئے آنکھیں کھول کر معنی خیزی سے اسکی لائٹ گرین آنکھوں میں دیکھا تو بیہ مرنے والی ہو گئی تھی۔۔۔جبکہ وہ پاگل بنتا اسکی زبان کو سک کرتے ہوئے اسکے پیٹ پر بے باکی سے ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔۔۔

بیہ کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہونے لگی تو وہ بری طرح نم آنکھوں سے مچلتے ہوئے اسکے دیو ہیکل وجود کو خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔وہاج نے اس پر رحم کھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشی تو بیہ نے ایک لمبا سانس اپنے اندر کھینچا تھا۔

ابھی سے تمہاری آنکھیں نم ہو گئیں ہیں، بعد میں کیا حال ہو گا جان من۔۔۔" وہاج نے زو معنی انداز میں کہتے ہوئے اسکی گلے کی گہرائیوں پر ہونٹ رکھے تو بیہ لرزتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔وہاج نظریں

اٹھا کر دوبارا اسکے مقابل ہوا تھا۔

جانتی ہو نا، کہ ابھی تک میں نے تمہاری ڈھرکنوں کو ہونٹوں سے نہیں"
چھوا ہے اور نا ہی ہاتھوں سے محسوس کیا ہے۔۔۔پر آج میں وہ سب کروں
گا جو تم نے خواب میں بھی کبھی سوچا نہیں ہو گا۔۔اس لئے اپنی اس فضول
کی مزاحمت سے میرے جنون کو ہوا دینے کی کوشش مت کرنا بے
"بی۔۔۔ورنہ جان سے چلی جاؤ گی لیکن میرا جنون نہیں ختم ہو گا۔۔

وہاج نے اسکی سہمی نم آنکھوں میں اپنی ڈارک بلو آنکھیں گاڑتے ہوئے
اسے آنے والے لمحات کے لئے تیار کیا تو بیہ اندر ہی اندر رونے والی ہو گئی
تھی۔۔۔

آپ کو مجھ سے لپٹنے کی پڑی ہے، میری منہ دیکھائی کہاں ہے۔۔پہلے مجھے

میرا حق تو دیں لیں۔۔۔"بیہ اسکی بے رحم باتوں پر غصے سے دوچار ہوتے اسے سنا کر اٹھ کھڑی ہوئی تو وہاج اسے دیکھ کر ایبر وآچکا گیا تھا۔

اپنا حق تو تم ایسے منہ پھاڑ کر مانگ رہی ہو جیسے بعد میں مجھے میرا حق بنا زور آزمائی کے بغیر سکون سے وصول کرنے دو گی نا۔۔۔"دو بٹے کے بوجھ سے آزاد اسکے وجود پر بے باک نظریں دہراتے ہوئے وہاں نے صوفے سے کھڑے ہوتے اسے کمر میں بازو حائل کرتے پھر قریب کیا تو بیہ ناک چڑھا گئی۔۔۔

میں بھی دیکھتا ہوں کہ بیڈ پر تم یہ ناک کیسے چڑھاتی ہو۔۔۔"اسے ناک چڑھاتے دیکھ کر وہاج نے اسکی نتھ پر لب رکھتے ہوئے اچانک اسکی تھائیز پر ہاتھ رکھ کر ایک جھٹکے میں اسے گود میں اوپر اٹھایا تو بیہ گرنے کے خوف سے اسکی کمر پر ٹانگوں کو لاک کرتی چلی گئی تھی۔

دھمکیاں دینے کی بجائے مجھے میری منہ دیکھائی کا تحفہ دیں مسٹر وہاج علی۔۔۔" بیہ اسکی گردن میں بازو حائل کرتے ہوئے ہونٹوں کا پاوٹ بناتی بولی تو وہاج نظریں جھکاتے ہوئے اسکے گلے کی گہرائیوں کو دیکھنے لگا تھا۔ وہاج چلتا ہوا اس سویٹ کے اکلوتے کمرے میں داخل ہوا جہاں انکی سیج سجائی گئی تھی۔ یہ سارا انتظام اس نے ایمرجنسی میں کروایا تھا۔ ویسے تو بلیک مینشن میں اسکے اپنے کمرے میں بھی اسکی ایک سجائی گئی تھی۔ جو عیس اور سنی نے خود مل کر ڈیکوریشن کروائی تھی۔۔ لیکن پھر انکی کمینگی کی وجہ سے وہاج کو یہاں مری آنا پڑ چکا تھا۔ جہاں وہ چاہ کر بھی اسے بے سکون نہیں کر سکتے تھے۔

وہاج نے اسے یونہی گود میں اٹھائے بیڈ پر لٹا کر اس کے اوپر جھکا تو بیہ اسے دیکھتی چلی گئی۔۔۔

تمہاری منہ دیکھائی تمہیں اب صبح واپس جا کر ہی ملے گی، کیونکہ وہ میرے کمرے میں پڑی ہوئی ہے،

مری کے اس پہاڑ پر آج کی طلوع ہوئی صبح بہت ہی حسین تھی۔ رات میں ہونے والی برف باری تو رک چکی تھی۔ لیکن اسکے باوجود پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ سفید اونچے اونچے پہاڑ خود پر برف کی چادر اوڑھے انتہائی خوبصورت لگ رہے تھے۔ آسمان پر بادلوں میں چھپا ہوا سورج جب کبھی کبھی اپنی جھلک دیکھاتا تھا، تو اسکی کچی میٹھی دھوپ انتہائی بھلی محسوس ہونے لگتی تھی۔ سردی کے اس موسم میں جس دن سورج اپنی جھلک دیکھا دے تو وہ پورا دن انسانوں کو مسرور کیے رکھتا ہے۔۔۔

پہاڑ کے اوپر بنے اس سویٹ کو برف کی چادر نے چاروں اطراف سے گھیرا ہوا تھا۔۔ جبکہ اسکے فرش پر بچھائے گئے پھول بھی برف میں چھپ چکے

تھے۔ کل رات جلنے والی موم بتیاں اس وقت ٹھنڈ کی نمی میں بھیگ کر بجھی ہوئیں تھیں۔۔

سوئٹ کے اندر لاؤنج میں دلہن کے دو دو بٹے اور ایک شیروانی زمین پر پڑی ہوئی نظر آرہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر صاف پتہ چلا رہا تھا کہ کل رات اس جگہ پر ایک نیا شادی شدہ جوڑا اپنی نئ زندگی کا آغاز کر چکا ہے۔۔۔ وہ ہی شادی شادی جوڑا جو اس وقت سوئٹ کے اکلوتے بیڈ روم میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔

کمرے میں چلتے ہوئے اکلوتے ہیٹر نے کمرے کی چار دیواری کو اچھا خاصا گرم کیا ہوا تھا۔ اسی لئے اس ٹھہر ٹھہراتے ماحول میں بیڈ پر سوئے ہوئے وہ دو نفوس سکون سے سو پا رہے تھے۔ جبکہ کمرے کی کھڑکیوں سے ابھی تک پردے نہیں ہٹائے گئے تھے۔

وہاج نے گہری نیند میں کسمسا کر کروٹ بدلنا چاہی تو نیند میں اسے اپنے سینے پر بوجھ سا محسوس ہوا تھا۔ نیند میں اس بوجھ کی وجہ کو جان کر وہ مسکراتے ہوئے اگلے ہی اسکی کمر میں مضبوطی سے ہاتھ لپیٹ کر اسے اٹھاتے ہوئے اپنے ساتھ کروٹ بدل گیا تھا۔ کروٹ بدلتے ہی سوئی ہوئی بیہ مزید اسکے سینے میں کوشش کرنے لگی تو وہاج دلفریب انداز میں نیند میں ہی مسکراتے ہوئے اسکے سر کو چوم چکا تھا۔۔۔

اس کے برعکس ہلکی ہلکی سانسیں بھرتے ہوئے بیہ نے اسے ٹائیٹ ہگ کرتے ہوئے پورے حق سے اسکے سینے پر سر رکھا تو اس دفعہ ناچاہتے ہوئے بھی وہاج علی صدیقی کو آنکھیں واہ کرتے ہوئے اس آفت کی پڑیا کو دیکھنا پڑا تھا۔ جو نیند میں بھی اسکے جذبات جگانے سے باز نہیں آ رہی تھی۔

رات بھر اسکی قربت کو جھیلتے ہوئے وہ شاید اس قدر تھک چکی تھی۔۔ کہ اس وقت اسے اپنی حالت کی بھی ہوش نہیں تھی۔ بنا کسی پردے کے وہ کمبل میں دبکی اسے لپٹی ہوئی نیند پوری کر رہی تھی۔

وہاج نے اپنی نیلی آنکھیں کھولتے ہوئے اپنے سینے پر نظر دہرائی تو سامنے کا منظر دیکھتے ہی وہ لب کا کونا دبا کر تکیے پر سر گراتے ہوئے بھرپور ہنس دیا تھا۔۔۔

صبح صبح ایسا قیامت خیز منظر دیکھا کر پتہ نہیں، اب یہ چھپکلی میرے ساتھ کیا کرنا چاہ رہی ہے۔۔۔؟! بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہاج جو دھڑکتے دل کے ساتھ اسکے خوبصورت سراپے کو سوچ رہا تھا۔ کہ اگلے ہی پل اسکی جان حلق میں اٹک گئی تھی۔ کیونکہ اسکی نئی نویلی دلہن اپنی حالت سے بے پرواہ اسکے اوپر لیٹ کر نیند پوری کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔۔ وہاج

کے سینے پر سر رکھ کر بیہ شاید مطمئن نہیں ہوئی تھی، اس لئے اٹھتے ہوئے وہ مکمل طور پر اسکے اوپر لیٹ چکی تھی۔

ابھی میں نے اسے ہاتھ حالت لگایا نہ، تو دیکھنا، یہ رات کی طرح دہائیاں " دینا شروع ہو جائے گی، " وہاج نے خود پر ضبط کرتے ہوئے بے بسی سے اسے دیکھا تھا جو کسی نشئی کی طرح اب منہ کھول کر سونے لگی تھی۔۔۔

بیہ کا معصومانہ انداز کر وہاج کو یک دم ہنسی آئی تو وہ سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر اسکی تصویریں بنانے لگا تھا۔ لب کا کونا دباتے ہوئے وہاج نے اسکے بدن سے زرا سا کمبل کھسکا کر ایک تصویر بنانا چاہیے تھی۔

تصویر میں اپنے حسین چہرے کے ساتھ پورے حق سے خود پر اسے لیٹے دیکھ کر وہاج کا دل یکبارگی سے دھڑکا تو وہ اگلے ہی پل بھاری سانس خارج

کرتے ہوئے موبائل واپس رکھ کر اسکی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔۔

وہاج نے ہاتھ سے اسکے بالوں کو سمیٹ کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر زرا سا اٹھاتے ہوئے، اسکے کھلے ہوئے لبوں کو اچانک اپنے سرخی مائل ہونٹوں میں جکڑا، تو بیہ لرزتے ہوئے ایک دم سے آنکھیں کھول کر ماجرہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

جبکہ وہاج بند آنکھوں سے اسکی پتلی کمر کو سختی سے دونوں ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے اسکے نرم و نازک ہونٹوں کو بے باکی سے اچانک سک کرنے لگا تو بیہ ہوش میں لوٹتے بھرپور مزاحمت کرتے ہوئے اسے دور ہٹانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

وجی میری نیند۔۔۔۔بیہ نے بامشکل اپنے ہونٹ چھڑاتے ہوئے دہائی دی

تھی۔۔۔

ایسی کی تیسی نیند اور تمہاری اس جوانی کی بھی، صبح صبح میرے اوپر لیٹ کر سوتے ہوئے تم میرا ایمان پوری طرح ڈگمگا چکی ہوں، اس لئے اب چپ چاپ یہ سب برداشت کرو۔۔۔" وہاج اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے منہ زور ہونے والے جذبات کی وجہ سے اچانک غرایا تو بیہ ہونق پن سے اسے دیکھے گئی تھی۔۔۔

کچھ خدا کا خوف کریں وجی، میں کب بھلا آپ کے اوپر لیٹ کر کیوں سونے لگی، آپ نے خود ہی مجھے اپنے اوپر لٹایا ہو گا، اور اب بس چپکنے کا بہانہ بنا رہے ہیں۔۔۔" بیہ نے تیزی سے بیڈ پر لیٹتے ہوئے، منہ بناتے ہوئے سنانے کے ساتھ ساتھ اس پر الزام لگایا دہرانا چاہا تھا۔۔۔

وہاج آنکھیں چھوٹی کرتے اسکی پشت کو گھورنے لگا تھا۔ جو کروٹ بدل کر

اسکی طرف سے رخ موڑ چکی تھی۔"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا، میں کیوں صبح کے وقت تمہیں خود کے اوپر لٹا کو اپنی جان عذاب کروں گا، نیند "میں تم خود کی بھٹکی روح بن کر میرے اوپر آئی تھی۔۔

بس، بس اب بہانے نا بنائیں، مجھے سونے دیں, سکون سے نیند بھی پوری نہیں کرنے دیتے ہیں۔۔۔وہاج کے جواب کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے بیہ نے پھر نیند کے باعث آنکھیں بند کیں تو وہاج دانت کچکچا کر اسکے قریب ہو گیا تھا۔

اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے وہاج نے اسکی پچھلی گردن پر نرمی سے ہونٹ رکھنے شروع کیے تو بیہ یک دم بے چینی سے کسمسانے لگی تھی۔۔۔

وجی سونے دیں پلیز۔۔۔بیہ نے زرا سا چہرہ موڑ کر گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھا تو وہاج معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے اسکی سرخی

مائل آنکھیں چوم گیا۔۔۔

تم میرے لئے میری زندگی کا انمول تحفہ ہو، وہ تحفہ جسے پا کر انسان خوشی "

"خوشی اپنے سارے خسارے بھلا دے۔۔۔

وہاج نے محبت سے کہتے ہوئے ذرا اوپر اٹھتے ہوئے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو بیہ مسکراتی چلی گئی۔

وجی۔۔۔بیہ نے جواب میں اسکی گلے کی ہڈی پر انگلی سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے شرمیلی مسکان سے اسے دھیمے انداز میں پکارا۔۔۔تو وہاج کا دل مچل اٹھا۔۔۔

ہمم جانِ عزیز۔۔۔" وہاج اسکی میٹھی آواز پر اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دل و جاں سے متوجہ ہو گیا۔۔۔

وہاج کے متوجہ ہونے پر بیہ نے اسکے گلے میں بازوؤں کا ہار پہناتے ہوئے اسے ایک جھٹکے میں اپنے قریب کیا تو وہاج کی نیلی آنکھوں میں مستی چھانے

لگی تھی۔اپنی حسین بیوی کی اس ادا پر سینے میں دھڑکتے دل نے بھی رفتار پکڑلی تھی۔۔۔

وہاج علی صدیقی "میری اول و آخر محبت ہے" بیہ نے اسکے چہرے پر کچھ " تلاش کرتے ہوئے اپنے الفاظ ادا کیے تو وہاج دم سادھے اسکے حسین نقوش دیکھ گیا تھا۔اسکے ان چند الفاظ پر وہاج کو کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا۔

وہاج کی عزیز جان، تم مجھے کیا باور کروانا چاہ رہی ہو۔۔۔؟! وہاج نے کسی خدشے کے تحت پوچھنا چاہا۔۔۔اسکے برعکس بیہ اسکے سنجیدہ لہجے کو سن کر پراسرار انداز میں مسکرادی تھی۔۔

میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں مسٹر ہارپک، کہ جب اپکو اتنی محبت کرنے والی بیوی ملی ہو، جو اپکو دل و جان سے چاہتی ہو، اور آپکی دیوانی بھی ہو،

تو۔۔۔بیہ نے اسکے خوبصورت چہرے پر انگلی ٹریس کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی تو وہاج کے چہرے پر بے چینی کے تاثرات پیدا ہونے لگے تھے۔۔۔۔

تو۔۔۔؟ وہاج نے بے قراری سے اسکے اگلے الفاظ جاننے چاہے تھے
۔۔۔جبکہ بیہ کو اسکی بے چینی بہت بجلی محسوس ہو رہی تھی
تو یہ کہ، جب بیوی اپکے پیار میں پاگل ہو، اور رات بھر اس نے اپنے شوہر کی دہشت بھری قربت کو جھیلا ہو، تو اسے کچھ کھانے کو بھی پوچھتے ہیں، رات کو میری تعریف کرنا نہیں یاد آیا، جب آپ مجھے بیڈ پر بار بار پٹک رہے تھے۔اب صبح ہو گئی ہے، تو مجھے معصومیت سے کہہ رہے ہیں، کہ تم میرا انمول تحفہ ہو۔۔۔ایسی کی تیسی آپکی ہارپک کی بوتل، اور اس انمول تحفے کی بھی، پوری رات میرا خون پیا اور اب بجائے مجھے کھانا پوچھنے کے، مسٹر نیلی بتی مجھے باتوں پر ہی ٹرخا رہے ہیں۔۔

کیپٹن بیہ کا انداز جو پہلے پر اسرار ہو رہا تھا وہ ایک سکینڈ میں اسے کندھے پر بری طرح مکے مارتے ہوئے غصے سے بولتی چلے جا رہی تھی۔ بیہ کا پوری رات والا طعنہ سن کر وہاج دلکش انداز میں قہقہ لگاتے ہوئے بے اختیار تکیے پر گر گیا تھا۔ جبکہ وہ تیش سے اٹھتے ہوئے اسکے اوپر بیٹھ کر سینے پر دانت گاڑ چکی تھی۔ جس پر وہاج ہنسی دباتے ہوئے اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے نارمل کرنے لگا لیکن وہ اپنی حالت سے بے پرواہ بنے اسے کاٹنے پر زور لگا رہی تھی۔

اے، چڑیل چھپکلی، بس کرو۔۔اب میرا گوشت کھاؤ گی کیا۔۔۔بیہ کے مزید زور لگانے پر وہاج نے درد محسوس کرتے اسے پیچھے ہٹانا چاہا تو وہ مزید زور لگانے کی کوشش کرنے لگی۔۔ شائد وہ رات والا غصہ نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

بیہ کو پیچھے ہٹتے نا دیکھ کر وہاج نے اسکے گرد لپیٹی ہوئی چادر ایک جھٹکے میں اتار کر پرے اچھالی تو بیہ بت بنتی اسے دیکھنے لگی تھی۔ جب وہ کندھے اچکا کر سر کے نیچے بازو رکھتے اسکے دلکش سراپے کو گہری نظروں سے دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

بیہ کے سفید دودھیا وجود پر کوئی جگہ ایسی نہیں تھی۔ جہاں وہاج علی صدیقی کی شدتوں کے نیلے اور سرخ نشان موجود نہ ہو۔ جبکہ اسکے پیٹ کے بیچوں و بیچ اپنے دانتوں کے نشان دیکھ کر وہاج سرشاری سے مسکرا دیا تھا۔

بیہ نے لپک کر اپنی چادر پکڑنا چاہی تو وہاج تیزی سے کروٹ بدلتے ہوئے اسکے اوپر آ گیا۔۔۔

اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا نہ کہ آپ آپ اتنے بے شرم ہونگے، تو

میں۔۔۔وہاج کی بے باک نظروں پر وہ جل کر لال انگارہ ہونے لگی تھی۔
جبکہ خود کو ہاتھوں کی مدد سے چھپاتے ہوئے وہ بے بس نظر آرہی تھی۔۔۔

تو کیا۔۔؟کیا کرتی تم۔۔۔؟وہاج نے اسکی ڈھرکنوں پر نظر دہراتے ہوئے
جاننا چاہا تھا۔۔۔
تو میں، میں بارات پر ہی کہیں دور بھاگ جاتی، پر اپکے ہتھے نہ چڑھتی
بس۔۔"بیہ اسکی انکھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے غصے سے بول پڑی
تھی۔جس کو سن کر وہاج کو بے تحاشہ ہنسی آئی۔۔۔

میری حسین و سفید چھپکلی یہ تمہاری خوش فہمی ہے، کہ تم اب وہاج علی
صدیقی سے کہیں دور جا سکتی ہو۔۔۔"وہاج نے اسکے ہاتھ ہٹاتے ہوئے
جھک کر اسکی دھڑکنوں پر اچانک لب رکھے تو بیہ کپکپا کر چہرہ موڑ گئی
تھی۔۔۔

یہ حسین چھپکلی کیا ہوتا ہے۔۔۔بیوی کی ایسی تعریف کوئی کرتا ہے کیا۔۔۔؟وہاج کے منہ سے بار بار خود کو چھپکلی سن کر بیہ اسکے سینے پر ناخن پھیرتے ہوئے غصے کے باعث چبا کر پوچھنے لگی تھی۔

پہلے شوہر کے حسن کی قدر کرو، پھر میں بھی تمہاری خوبصورتی پر غزل کہوں گا۔۔۔بیہ کے غرانے پر وہاج نے اسے یاد دلانا چاہا تھا کہ وہ اسے کیا کچھ کہہ کر پکارتی ہے۔۔۔جس کو یاد کر بیہ کے چہرے پر یک دم شیطانی مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔۔۔

میں تو کہوں گی،اور بار بار کہوں گی۔۔۔وہ کیا تھا بھلا،ہاں نیلی بتی۔۔۔بیہ نے کھکھلا کر اسکی ڈارک بلو آنکھوں پر لب رکھے تو وہاج نے اسے سخت گھوری ڈالنا چاہیے تھی۔جس کو نظر انداز کر کے وہ مزید بولنے لگی تھی۔

میری ہارپک کی بوتل۔۔۔وہاج کو چھیڑتے ہوئے بیہ نے اسکے کان میں سرگوشی کی تواس بار وہاج کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل چکے تھے۔۔۔

اس نیلے آیلین سے مجھے عشق ہے۔۔۔۔"دھڑکتے دل سمیت بیہ نے اٹھتے ہوئے وہاج کی ٹھوڑی پر اچانک زور سے دانت گاڑ دیے تھے۔وہاج کو جان بوجھ کر چھیڑنے کے ساتھ ساتھ وہ اسے اپنی اداؤں میں بھی لبھاتی جا رہی تھی۔اسکی انہی اداؤں پر وہاج علی کا ضبط ٹوٹا تو وہ اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر پر لاک کر کے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے ایک جھٹکے میں زمین پر کھڑا ہو گیا تھا۔جس پر بیہ کے کالے گھنے گھنگریالے بال لہرا کر اسکی پشت کو ڈھانپتے چلے گئے تھے۔بیہ نے اسکے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکنا چاہا تھا۔۔۔

اب تیار ہو جاؤ،اس ہارپک کی بوتل کو ایک بار پھر سہنے کے لئے۔۔۔وہاج

چلتے ہوئے باتھ روم میں داخل ہوا تو بیہ اسکے الفاظ سن کر نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔۔۔

نو، وجی نہیں، یہ غلط بات ہے، مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔۔ بیہ نے مزاحمت کرتے ہوئے اسکی گود سے اترنا چاہا تو وہاج نے اسے دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے تیزی سے شاور آن کر دیا تھا۔۔۔

کل رات قربت کے لمحات میں دو بار تمہیں کھانا کھلا چکا ہوں تاکہ تم تمہارے اندر مجھے برداشت کرنے کے لیے انرجی پیدا ہوتی رہے، اس لئے اب بہانے نا بناو۔۔۔" وہاج نے اسکی ٹانگوں کو سختی سے کمر پر لپیٹ کر اپنے قریب کیا تو بیہ کی دھڑکنیں منتشر ہوتی چلی گئیں تھیں۔۔۔

وجی۔۔۔ می۔ میں سچ کہہ رہی ہوں، مجھے واقعی میں ہی بھوک لگی ہوئی ہے۔ بیہ اسکے لمس پر اٹکتے ہوئے اپنی بات دہرانے لگی تو وہاج اسکی کان کی

لوح کو دانتوں میں دبانے لگا تھا۔۔۔

پہلے میری طلب پوری کر دو،، پھر میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں ناشتہ کھلاؤ گا میری عزیز جان۔۔۔" وہاج اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا تو بیہ آنکھیں میچ گئی۔۔۔

وہاج نے اسے زمین پر کھڑا کرتے ہوئے قریب کیا تو وہ شرم سے بے حال ہوتے اسکے سینے میں منہ چھپا چکی تھی۔۔۔ شاور سے نکلتا پانی ان دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ جبکہ واش روم میں اٹھتا ہوا دھواں انکے منظر کو دھندلا کرنے کا سبب بن رہا تھا۔

وہاج نے اسکا بھیگا چہرہ سینے سے نکالتے ہوئے اپنے روبرو کیا تو بیہ کی پلکیں عارضوں پر گر گئیں۔۔ جن کو دیکھ کر وہاج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلی

تھی۔۔۔وہاج سٹل ہوتے اسکے خوبصورت بدن پر پانی کی بوندیں پھسلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

خود پر سے ضبط کھوتے ہوئے وہاج نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسکے پیٹ پر ہونٹ رکھے تو بیہ لڑکھڑا کر دیوار کے ساجا لگی تھی۔ جس پر وہاج اسکی کمر کو جکڑتے ہوئے اسکے پیٹ پر اپنے بے چین ہونٹ رکھتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھنے لگا تھا۔وہاج نے مہبوت ہوتے اسکی دھڑکنوں پر ہونٹ رکھ کر ایک نظر اپنی بیوی کو دیکھنا چاہا جو گردن پیچھے گرا چکی تھی۔

لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے اسکے ہچکولے کھاتا وجود ایک بار پھر وہاج کو جنونی بننے پر مجبور کر رہا تھا۔
اپنے دل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وہاج نے اسکی ٹانگوں میں فاصلہ بنایا تو بیہ تیزی سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

کل رات کی شدتیں یاد آنے لگیں تو وہ ڈرتے ہوئے بے اختیار پیچھے کی طرف قدم لینے لگی، جب وہاج اسکی تھائیز کو جکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں اچانک اسکی روح میں داخل ہو گیا تھا۔اسکی اتنی شدت پر بیہ کی آنکھیں کناروں تک پھیلنے لگیں تو وہ سسکتے ہوئے اسے پکار گئی تھی۔۔۔

ہاج۔۔۔کانپتے لبوں سے وہ اسکے نام کو توڑتے ہوئے پکاری تو وہاج نے قربان ہوتے اسے سینے سے لگا لیا تھا۔۔۔

ہاج تم پر سے خود کو وار دے، میری عزیز جان۔۔۔وہاج نے محبت سے چور لہجے میں جواب دیتے ہوئے اسکے لبوں کو نرمی سے چوما تو وہ نم آنکھوں میں خفگی لیے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

ایسے جان جاتی ہے جاناں، نہ دیکھو اس انداز میں اپنے دیوانے کو۔۔۔وہاج

نے اپنی شدتوں کا آغاز کرتے ہوئے اسکی گردن کو چومنا شروع کیا تو بیہ نے مدہوش ہوتے اسے تھام لیا۔

وہاج اسے اٹھاتے ہوئے باتھ ٹب میں بیٹھا تو حیا کے باعث بیہ کا آنکھیں اٹھانا محال ہو گیا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل جب وہ دوبارہ اسکی روح میں داخل ہوا تو بیہ نے کانپتے ہاتھوں سے اسے تھامنا چاہا تھا۔

وہاج نے اسکے انگ انگ پر نرمی سے لب رکھتے ہوئے جنون خیزی سے شدتیں نچھاور کرنا شروع کیں تو بیہ مدہوش ہوتے اسکے اندر گھسنے کی کوشش کرنے لگی۔ جس کو محسوس کر کے وہاج سرشاری سے مسکراتے ہوئے اسکی پشت پر ہاتھ سہلانے لگا تھا۔ تاکہ وہ ریلیکس رہے۔ ورنہ رات بھر وہ پینک ہوتی رہی تھی۔ وہاج اسکے بھیگے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر پھولوں کے اس ٹب میں مدہوش ہوتے بیہ کے نرم وجود میں گم ہوتا چلا گیا تھا۔

ہال میں اس وقت زور و شور سے ولیمے کی تقریب چل رہی تھی۔
سٹیج پر کھڑے دلہن اور دلہے کو سب مہمان باری باری ملنے کے لئے آ رہے تھے۔ گولڈن کلر کی کامدار بھاری میکسی پر ڈائمنڈ کی جیولری پہنے بیہ پر نکھر کر روپ آیا ہوا تھا۔۔ کل رات اپنے شوہر کی طرف سے ملنے والی شدت بھری قربت نے اسکے چہرے پر قوس قزح کے ساتوں رنگ بکھیر دیے تھے۔ جس کی وجہ اسکا پورا روپ اس وقت چمک رہا تھا۔

بیہ کی میکسی سے میچ فور پیس سوٹ میں وہاج علی صدیقی کے قہقہے نہیں رک رہے تھے۔ آج وہ دل کھول کر ہنس رہا تھا۔ اور اسکی یہ ہی ہنسی اسکے آفس ورکرز کو صدمے میں مبتلا کر رہی تھی۔

اپنی بھرپور وجاہت کے ساتھ وہاج علی صدیقی ان چاروں کو آنکھ ونک کرتا اندر ہی اندر جلا بھی رہا تھا۔ وہ چاروں اس وقت اپنے فرینڈز کے پاس کھڑے انکو کمپنی دے رہے تھے۔۔ لیکن ان چاروں میں سے جب بھی کوئی مڑ کر وہاج کو دیکھنے لگتا تھا تو بدلے میں وہاج آنکھ ونک کر کے انہیں اندر تک آگ لگا دیتا تھا۔

وجی یہ سب خواتین مجھے دیکھ کر ایسے ڈبل میننگ میں کیوں سمائل پاس کر رہیں ہیں۔۔۔؟ بیہ نے سب مہمانوں کی طرف زبردستی مسکراہٹ اچھالتے ہوئے وہاج کے قریب کھسک کر سرگوشی والے انداز میں جاننا چاہا تھا۔۔۔ وہ کب سے نوٹ کر رہی تھی کہ اسے جو بھی عورت ملنے آ رہی تھی۔ وہ سب ہی معنی خیزی انداز میں سمائل پاس کر رہیں تھیں۔۔۔

کیونکہ انہیں پتہ چل گیا ہے کہ تم اپنی سہاگ رات مری میں گزار کر آرہی ہو،اس لئے سب خواتین زو معنی انداز میں مسکرا رہیں ہیں۔۔۔! وہاج نے اسکے حسین چہرے پر قربان ہوتے گھمبیر لہجے میں جواب دیا تو بیہ آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھ گئی تھی۔ مقابل کے جواب پر اسکے گال دہک کر لال ہونے لگے تو اسکا شرمیلا روپ دیکھ کر وہاج کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ مچل گئی تھی۔۔۔

ڈونٹ وری میری جان، سب کی سہاگ رات ہوتی ہے بس ہماری زیادہ دیر چلی ہے تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔۔۔" وہاج اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے زو معنی انداز میں بے باکی سے کہتے ہوئے ریلیکس کرنے لگا تو بیہ لال انگارہ ہوتے اسکی پہنچ سے دور ہو گئی۔ جبکہ صبح کے شاور والے سینز یاد کرتے ہوئے وہاج نے بے باکی سے سرگوشی میں شاور کا لفظ ادا کیا تو بیہ کانوں کی لوح تک سرخ پڑتے اسے گھور کر اپنی ماں کی طرف

بڑھ گئی تھی۔

کیونکہ اسکے بے باک جملے وہ نہیں سہہ سکتی تھی۔

بیہ کے جانے کے بعد وہاج اکیلا سٹیج پر ہنستے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیر کر صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ چونکہ ولیمے کا فنکشن بھی نائٹ میں تھا۔ اسی لئے وہاج نے آرام و سکون سے مری سے واپسی کی تھی۔ مری سے واپس آنے کے بعد بیہ کو اور خود تیار ہو کر اس نے سیدھا ہال میں ہی قدم رکھا تھا۔

وہاج کو سٹیج پر اکیلے بیٹھے دیکھ کر وہ چاروں اسکی طرف بڑھے تو وہاج نے دل جلاتی مسکراہٹ انکی طرف اچھال دی۔۔۔

لائٹ پرپل کا مدار فراک کے ساتھ لہنگا پہنے ایرہ اس وقت سر کو تھامے ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھی۔لانگ فراک کے کٹ دار گھیرے کے ساتھ لہنگا پہنے وہ اپنے گولڈن بالوں اور آنکھوں سمیت انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔ بالوں کی مانگ نکال کر کھلا چھوڑا گیا تھا۔ بالوں میں سائیڈ جھومر لگائے وہ فراک سے میچنگ جیولری پہنے ہوئے تھی۔آج سنان مصطفیٰ کاظمی نے اسکی سو منتیں کر ڈالی تھیں۔کہ وہ اپنے ڈریس کے ساتھ ڈائمنڈ کی جیولری پہن لے،پر ایرہ نے اسکی ایک نہیں سنی تھی۔

اسکی ہٹ دھرمی پر سنی غصے سے ضبط کرتا رہ گیا تھا۔۔اسکا غصہ فضول میں نہیں تھا۔۔کیونکہ بی جان کو لگتا تھا کہ ان چاروں نے اپنی بیویوں کو سونے کے زیور نہیں بنا کر دیے ہیں۔اس لئے وہ چاروں شادی میں نقلی زیور پہن رہیں ہیں۔اب سنان مصطفیٰ کاظمی بی جان کو کیا بتاتا، کہ وہ سونے کے کیا بلکہ ہیرے کے بھی زیور بنوا کر دے چکا ہے۔۔لیکن اسکی ڈھیٹ بیوی اگر نہ

پہنے تو وہ کیا ہی کر سکتا ہے۔شادی کے سارے فنکشن کے لیے ان سب نے اپنی اپنی جیولری کسٹمائز کروائی تھی۔۔تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ ایرہ اپنی یہں چنگ جیولری چھوڑ کر کچھ اور پہنے۔۔۔

فراک پر چونکہ گولڈن کلر میں ورک کیا گیا تھا۔۔اسی لئے ایرہ گولڈن کلر کی جیولری ہی کیری کیے ہوئے تھی۔جو اسکی گولڈن آنکھوں اور بالوں کے ساتھ کافی جچ رہی تھی۔

ایرہ بیٹا کیا ہوا۔۔؟ یہاں پر ایسے کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟ سلطانہ بیگم نے اپنی بیٹی کو یہاں پر اکیلے بیٹھے دیکھا تو پریشانی سے سوال کر گئیں۔۔۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو وہ چہک رہی تھی۔اب یوں اچانک کیا ہو گیا۔۔؟ جو یہاں کر بیٹھ گئی تھی۔

ماما مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔! ائرہ نے چہرہ اٹھا کر اپنی ماں کو جواب دیا۔ جبکہ سلطانہ بیگم اسکا سرخ چہرہ دیکھ کر تڑپ گئیں تھیں۔

کیا ہو گیا میری جان کہاں پر درد ہو رہا ہے۔۔۔؟ سلطانہ بیگم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے ہوئے فکر مندی سے جاننا چاہا تھا۔۔۔

ماما مجھے پیٹ میں بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔۔" ائرہ اپنے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہوئے بھرائی آواز میں بتانے لگی تھی۔۔۔

میں صدقے میری جان، ایسا کیا کھا لیا ہے۔ جو یوں اچانک تمہیں اتنا شدید درد شروع ہو گیا ہے۔۔۔۔! ؟ سلطانہ بیگم نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے ایرہ کو سینے سے لگایا تو درد کی شدت سے سسکتے ہوئے وہ اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔ درد نہ سہتے ہوئے وہ رونا شروع کر چکی تھی۔

اسکے رونے پر مزید پریشان ہوتے سلطانہ بیگم نے شزا کو آواز دیتے ہوئے کلثوم بیگم کو بلانے کا کہا تو پانچ منٹ بعد کلثوم بیگم بھاگتی ہوئیں انکے پاس آئیں تھیں۔۔

آڑ رو میری جان کیا ہوا۔۔۔؟ کلثوم بیگم نے جلدی سے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے دیکھنا چاہا جو رونے کے باعث سرخ پڑ چکا تھا۔ گولڈن آنکھیں اس وقت بھیگی ہوئیں تھیں۔۔۔

مام بہت پین ہو رہا ہے۔۔۔ائرہ نے اچانک سسکتے ہوئے اس بار کلثوم بیگم کے اندر چھپنا چاہا تو وہ تڑپتے ہوئے اسکی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگیں تھیں

۔۔۔

شزا جاؤ جلدی سے مصطفیٰ صاحب کو بلا کر لاؤ میں اسکا چیک اپ کروا کے لاتی ہوں۔۔۔" کلثوم بیگم نے شزا کو ہدایت دینے کے بعد وہ ائرہ کو پیار

سے ساتھ میں پچکارنے لگیں تھیں۔۔تاکہ وہ درد زیادہ نا محسوس کرے۔
سلطانہ بیگم نم آنکھوں سے ساس، بہو کا پیار دیکھ کر مسکرادیں تھیں۔
انہوں نے دیکھا تھا کہ پوری شادی میں کیسے کلثوم بیگم اور مصطفیٰ صاحب نے انکی بیٹی کو آنکھ کا تارا بنایا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد مصطفیٰ صاحب تیزی سے چلتے ہوئے وہاں آئے تو انکی مدد سے ایرہ کو ساتھ لئے کلثوم بیگم جلدی سے باہر کی جانب بڑھ چکی تھیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ کلثوم بیگم کے کلینگ پر پہنچے تو جلدی سے ایرہ کو ساتھ لیے وہ روم میں چلی گئیں تھیں۔۔جبکہ مصطفیٰ صاحب ویٹنگ ایریا میں بے چینی سے چکر لگاتے ہوئے انکا چیک اپ ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔۔۔

کلثوم بیگم نے ایرہ کی الٹراساؤنڈ سٹارٹ کی تو اگلا منظر دیکھ کر انکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔۔۔انہوں نے ایک نظر اپنی نازک بہو کو دیکھا جو اس وقت مشکل سے اپنا رونا کنٹرول کر رہی تھی۔۔ جبکہ اس وقت ایک نرس بھی انکے پاس ہی کھڑی تھی۔

آڑو تمہارے ہارمونز شروع سے ڈسٹرب رہے ہیں کیا۔۔۔؟ کلثوم بیگم نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اچانک سوال کیا تو ایرہ بامشکل ہاں میں سر ہلا پائی تھی۔

ہمممم۔۔۔ تمہارے منتھ ڈیز کب سے سٹاپ ہیں۔۔۔ کلثوم بیگم کے اگلے سوال پر ایرہ کا چہرہ شرم سے گلابی پڑنے لگا تھا۔

تی۔۔ تین منتھ سے۔۔۔اٹکتے ہوئے وہ جواب میں بولی۔۔۔

ویری گڈ۔۔! تین منتھ سے یہ سٹاپ ہیں تو تم نے اسکو سیریس کیوں نہیں

لیا۔۔۔! کلثوم بیگم نے میڈیسن لکھتے ہوئے نرس کو لانے کا کہا تو وہ سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔

کیونکہ مام سٹارٹنگ سے ہی مجھے یہ ایشو ہے، کبھی دو، ڈھائی یا پھر تین منتھ کے گیپ سے خود ہی ہو جاتے ہیں اس لئے بس میں نے۔۔۔ائرہ کے جواب پر کلثوم بیگم ساری بات سمجھتے ہوئے سرد سانس خارج کرنے کے ساتھ ساتھ خوشی سے مسکرانے لگیں تھیں۔۔

تمہیں درد کب سے ہو رہی ہے۔۔۔؟ کلثوم بیگم نے اسکے پیٹ پر ڈیوائس گھماتے ہوئے آخری سوال پوچھا تھا۔

کافی دنوں سے تھوڑی تھوڑی درد ہو رہی تھی، پر آج اچانک بہت زیادہ ہونے لگی ہے۔۔۔ائرہ نے سوں سوں کرتے انکو بتانا چاہا تو وہ مسکراہٹ دبا کر نرس کو مصطفیٰ کاظمی کو اندر بلانے کا کہہ گئیں۔۔۔

ویل میری جان تمہیں یہ درد اس لئے ہو رہا ہے، کیونکہ تمہارے ہارمونز کے بدلاؤ کی وجہ سے ایسٹروجن ہارمون اور پیسٹروجن ہارمون تھک ہو گئے ہیں۔ اور انکے تھک ہونے کی وجہ سے ہی تمہاری باڈی (thick) "میں یہ سب ہو رہا ہے۔۔

کلثوم بیگم نے عام سے انداز میں اسے بتاتے ہوئے میڈیسن نکال کر دی تو ایرہ دوائی نگل کر پھر دوبارہ پیچھے گر گئی تھی۔ کیونکہ لیٹنے سے اسے سکون محسوس ہونے لگا تھا۔

کیا ہوا ہے، میرے بچے کو۔۔۔؟ اسی وقت مصطفیٰ کاظمی نے اندر داخل ہوتے پریشانی سے جاننا چاہا تو انکو دیکھ کر ایرہ جو اٹھنے لگی تھی، کلثوم بیگم کے اشارے پر وہ دوبارہ لیٹ گئی تھی۔

'لیٹی رہو میری جان ایسے تمہیں ریلیف رہے گا۔۔۔"

آپکا اڑرو بچہ انتہائی بے وقوف اور معصوم ثابت ہوا ہے، اس لئے اپنے بچے کے پیٹ میں شدید درد ہو رہا تھا" کلثوم بیگم، مصطفیٰ صاحب کو کرسی پر بیٹھتے دیکھ کر شرارتی انداز میں گویا ہوئیں تھیں۔

اسکا کیا مطلب ہے بیگم۔۔۔؟ وہ نا سمجھی سے انکو دیکھ گئے تھے۔۔۔ کیونکہ انکو اپنی بیگم کی بات کا مطلب بلکل بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

اس کا سیدھا اور صاف صاف مطلب یہ ہے کہ کاظمی صاحب آپکی بہو اپکو داد بنانے جا رہی ہے۔۔۔" کلثوم بیگم کی آواز انکو بتاتے ہوئے خوشی کے باعث اونچی ہو چکی تھی۔

اکے الفاظ سمجھتے ہوئے اس بار مصطفیٰ صاحب کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ ایرہ بھی ایک جھٹکے میں آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی

تھی۔۔۔

یہ خوش خبری سچ ہے نہ بیگم۔۔۔؟اتنی بڑی خبر جان کر وہ جلدی سے اٹھ کر اپنی بہو کے پاس آئے تھے۔۔۔جبکہ دل خوشی و مسرت سے سرپٹ بھاگنے لگا تھا۔۔

لو بھلا میں کیوں دادی بننے پر مذاق کرنے لگی، سو فیصد سچ ہے بھئی۔۔۔اپنے شوہر کی بات پر وہ یقین دہانی دلاتے ہوئے بولیں تھیں۔۔۔

پرمام، مجھے تو صرف پیٹ میں درد ہوا تھا نہ۔۔۔؟! ایرہ نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے معصومیت سے کہنا چاہا تو اسکے انداز پر وہ دونوں میاں بیوی اونچی قہقہ لگا گئے۔۔۔اس ان ایکسپٹڈ خبر پر وہ شاید شاکڈ ہو چکی تھی۔۔اس لئے یہ خبر قبول نہیں کر پا رہی تھی۔

بیٹا جی ہارمونز ایشیو کی وجہ سے آپ بے خبر رہیں ہیں، ورنہ اس وقت اپکو تھری منتھ پریگننسی چل رہی ہے۔۔ کلثوم بیگم نے ہنستے ہوئے اسے مزید صدمہ دیا تو شرم سے لال پڑتے ایرہ اپنا چہرہ چھپا چکی تھی۔۔۔

تم کہیں بھی چلی جاؤ پر لوٹ کر تمہیں وہاج کے پاس ہی آنا ہے میری جان ۔۔۔" پھولوں سے سجے اس بیڈ پر وہ اسکی روح میں شدت سے بار بار داخل ہوتا بیہ کی جان لے رہا تھا۔۔۔

و۔۔ہاج۔۔۔بیہ نے سانس رکنے پر اسے اچانک پکارا تو وہ ایک جھٹکے میں کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے اوپر لٹا گیا تھا۔۔ وہ بکھرے بالوں میں پھولی سانسوں سمیت اسکے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔

مجھے نہیں کرنی کوئی شادی وادی۔۔۔اپنی شادی آپ واپس لے لیں اور

میری جان بخشی کریں بس۔۔۔" وہاج کی شدتوں پر بے حال ہوتے بیہ برائے لہجے میں ایک دم غصے سے بولنے لگی تو وہاج اسکے الفاظ سمجھتا ہوا چھت پھاڑ قہقہ لگا گیا تھا۔۔۔

ابھی سے تھک گئی ہو۔۔۔ابھی تو اس قربت کے لئے پوری رات باقی ہے، پوری زندگی باقی ہے میری جاں۔۔۔تب کیا کرو گی تم۔۔۔؟ وہاج اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔۔

میں بھاگ جاؤں گی، پر آپکے ہاتھ دوبارہ نہیں آؤں گی نیلی بتی، کل رات سے لے کر اب تک آپ نے مجھے چین کا سانس نہیں لینے دیا ہے۔۔۔" بیہ تپے ہوئے لہجے میں سائیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

اچھا چلو اب میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا، پر اگر تم زرا بھی میرے قریب آئی تو پھر میں پیچھے نہیں ہٹنے والا۔۔۔یاد رکھنا۔۔اپنی بیوی کا جلا کٹا انداز دیکھ کر وہاج پر سوچ انداز میں شرط رکھتے بولا تھا۔۔۔

ولیمے سے واپسی کے بعد سب اس وقت ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔۔سنان مصطفیٰ کاظمی بے قراری سے ہال میں چکر لگائے جا رہا تھا۔جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ ہال میں اسکی نازک بیوی کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے اسے ہاسپٹل لے جانا پڑ گیا تھا۔تب سے لے کر اب تک سنی کو چین نہیں آیا تھا۔ایرہ کی طبعیت خرابی کے بارے میں جانتے ہی سنان انکے پیچھے ہاسپٹل جانے لگا تھا۔۔لیکن مصطفیٰ کاظمی کال کر کے اسے منع کر چکے تھے۔کیونکہ وہ ایرہ کو لے کر واپس ہی آ رہے تھے۔

سنی پتر بیٹھ جا وہ لوگ آتے ہی ہونگے، تیرے چکر دیکھ، دیکھ کر میرے سر پر تارے گھوم رہے ہیں اب۔۔۔'سنی کو بے چینی سے گھومتے دیکھ کر بی جان کی آنکھیں گھومنے لگیں تھیں۔کیونکہ وہ گھوم کر جدھر بھی چکر لگاتا تھا۔

اسکے ساتھ بی جان کی آنکھیں بھی گھوم کر اسکا پیچھا کرنے لگتیں تھیں۔بی

جان کے کہنے پر سرد سانس خراج کرتے ہوئے سنان شیو پر ہاتھ پھیر گیا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ موبائل نکال کر ایک بار پھر مصطفیٰ کاظمی کو کال ملاتا کہ تبھی باہر مین گیٹ کے کھلنے کی آواز آئی تھی۔اسکا مطلب تھا کہ وہ لوگ آچکے تھے۔

بیہ ولیمے کی دلہن کے روپ میں ان سب کے ساتھ ضرار کے پاس صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔تھکاوٹ کی وجہ سے اس نے ضرار کے کندھے پر سر رکھا تو ضرار مسکراتے ہوئے عقیدت سے اسکے سر پر لب رکھ گیا تھا۔

جبکہ وہاج اس وقت بی جان کے پس بیٹھا ہوا تھا۔جس کو آغا جان کی طرف سے گھوریاں ہی مل رہیں تھیں۔ایرہ کے گھر والے بھی ابھی تک یہی پر رکے ہوئے تھے۔سب ہی اس وقت فکر سے انکے اندر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

ابے سالے جہاں اتنا صبر کیا ہے تھوڑا اور کر لے، وہ لوگ اندر ہی آ رہے ہیں۔۔۔" سنان کو اضطرابی کیفیت میں باہر کی جانب بڑھتے دیکھ کر عیس نے گھور کر اسے روکنا چاہا تھا۔۔اور تبھی سنان کے انتظار کا بھی اینڈ ہو گیا تھا۔جب ہال میں کلثوم بیگم داخل ہوتیں نظر آئیں تھیں۔انکے پیچھے ہی مصطفیٰ کاظمی کے ساتھ چھوئی موئی بنی ایرہ نے بھی اندر قدم رکھا تو ایرہ کی من موہنی سی صورت دیکھ کر سنان کے دل کو قرار سا نصیب ہو گیا تھا۔

ایک ہاتھ میں شاپنگ بیگز پکڑے جبکہ دوسرے ہاتھ سے آئس کریم کھاتے ہوئے ایرہ سب سے نظریں چرا کر جلدی سے جا کر مصطفیٰ کاظمی کے پاس بیٹھی تو وہ مسکرا کر اسے دیکھ گئے تھے۔شرم کے مارے اس سے آنکھیں اٹھانا بھی محال ہو رہا تھا۔اسی لئے وہ ایس کریم کھانے کے ساتھ ساتھ اپنا چہرہ بھی جھکا چکی تھی۔

کیسی طبعیت ہے تمہاری۔۔اور کیا ہوا تھا۔۔؟تم نے مجھے اپنے درد کے بارے میں بتایا کیوں نہیں تھا۔۔۔؟سنان نے پریشانی سے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسے بازو کے گھیرے میں لیا تو سب کے سامنے سنی کے اس انداز کو دیکھ کر ایرہ کو مزید گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

کیسی طبعیت ہے اب اسکی۔۔۔۔؟سلطانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کلثوم بیگم سے پوچھا تھا۔ایرہ کا شرمایا ہوا روپ دیکھ کر نجانے کیوں انہیں کچھ اور ہی شک ہو رہا تھا۔

ماشاءاللہ بلکل ٹھیک ہے میری بہو تو۔۔!کلثوم بیگم نے ایرہ کو دیکھتے ہوئے شرارتی انداز میں جواب دیا تھا۔۔

ڈیڈ۔۔۔!موم پھر تنگ کر رہیں ہیں۔۔۔!کلثوم بیگم کی شرارتی آواز پر ایرہ

نے روہانسے پن سے مصطفیٰ کاظمی کو بتانا چاہا تھا۔۔

بیگم پلیز۔۔۔! میرے بچے کو تنگ نہیں کریں بھئی۔۔۔۔! ائرہ کی فریاد پر مصطفیٰ کاظمی نے مصنوعی انداز میں اپنی بیگم کو منع کیا تو کلثوم بیگم بھرپور انداز میں قہقہ لگ گئیں تھیں۔۔۔

میاں اب کچھ بتاؤ گئے بھی کہ نہیں۔۔۔۔؟ ان سب کو آپس میں گم دیکھ کر بی جان نے عینک کے شیشوں سے مصطفیٰ کاظمی کو گھورنا چاہا تھا۔ جو ہاسپٹل سے تو ہو آئے تھے۔ لیکن ہاسپٹل جانے کے راز سے پردہ نہیں اٹھانا چاہ رہے تھے۔۔

کیا ہوا تھا۔۔؟ ہال میں رو کیوں رہی تھی تم۔۔۔؟ سب کو نظر انداز کرتے ہوئے سنان نے ایرہ کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر ایک ساتھ کئی سوال کر دیے تھے۔۔۔ جبکہ ایرہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنی ساس، سسر کو

دیکھ رہی تھی۔ جو اسے ان سوالوں میں پھنسا کر خود انجوائے کر رہے تھے۔۔

میری بہو تم جیسی منحوس شکل کو باپ بنانے پر رو رہی تھی۔۔۔! سنان کے سوالات پر مصطفیٰ کاظمی جواب میں بولے تو سنان الجھ کر انہیں دیکھنے لگ تھا۔۔ مصطفیٰ صاحب کے الفاظ پر ایرہ کا چہرہ یک دم لال انگارا ہو کر بھاپ چھوڑنے لگا تو وہ بری طرح ہونٹ کاٹ گئی تھی۔۔۔

لو جی، یہ بھی ہماری لائن میں آ گئی ہے۔۔۔" مشعل سرگوشی کرتے ہوئے منیزے کی طرف جھکی تو عیس مسکراہٹ دبا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔۔۔ اپنی بیوی کے اس جملے سے اسے اتنی سمجھ آ رہی تھی، کہ لڑکیاں بھی آپس میں بے باک جملے کستی ہیں۔۔۔ جیسے اسکی بیوی اب زو معنی انداز میں سرگوشیاں کر رہی تھی۔

مطلب۔۔۔؟سنان نے نا سمجھی سے اپنی بیوی کو دیکھنا چاہا تھا۔۔جو شرم کے مارے اسکے سینے میں چہرہ چھپا چکی تھی۔سنان اپنے باپ کو سوالیہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔اسکے بر عکس باقی سب مسکراہٹ دباتے ہوئے سنی کو دیکھ رہے تھے۔۔۔جس کو بالکل بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔

میرے راجا بیٹے اسکا سیدھا سیدھا مطلب یہ ہے کہ آپ باپ بننے جا رہے ہیں۔آپکی بیوی کے ہاں خوش خبری ہے،اس لئے ان میڈم کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔۔۔"کلثوم بیگم نے ہنستے ہوئے سنان کو آسان لفظوں میں بتایا تھا۔اپنی ماں کے الفاظ پر سنان مصطفیٰ کاظمی ساکت ہو کر انکو دیکھنے لگا تھا۔اسکی گولڈن آنکھوں میں بے یقینی اتری تو وہ اپنے سینے میں چھپی ہوئی ایرہ کو دیکھ گیا تھا۔۔۔

ایرہ یہ سچ ہے کیا۔۔۔؟سنان نے زبردستی اپنے سینے سے اسکا چہرہ باہر نکال کر اپنے سامنے کرتے کنفرم کرنا چاہا تو اپنی بیوی کے چہرے پر بکھرے خوبصورت رنگوں کو دیکھ کر سنان مصطفیٰ کاظمی کی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔اسکے برعکس ایرہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بامشکل ہاں میں سر ہلا پائی تھی، اسکے اقرار کرنے پر سنان خوشی سے چیختے ہوئے ایک جھٹکے میں اسے اٹھا کر گول گول گھمانا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

سالوں، میں بھی باپ بن گیا ہوں، کمینوں میں نے بھی یہ محاذ پار کر لیا ہے۔۔۔"اتنی بڑی خوشی ملنے پر سنان مصطفیٰ پاگل ہو چکا تھا۔پورے لاونج میں اسکی آواز گونجی تو سب قہقے لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگے تھے۔۔دوسری طرف ایرہ کی چیخوں نے لاونج کو سر پر اٹھایا لیا تھا۔ کیونکہ سنان مصطفیٰ اسے بہت تیزی سے گھمائے جا رہا تھا۔

ور فتگی سے بیہ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہاج مسکراتے ہوئے اسکے سوئے ہوئے وجود کو اٹھا کر اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

اسکی دلہن بنی بیوی نیچے ہی سو گئی تھی۔سنان مصطفیٰ کے باپ بننے کی خوشی میں اس وقت سب بیٹھ کر انجوائے کر رہے تھے۔۔جبکہ بیہ اپنے بھائی کے کندھے پر سر رکھے سو چکی تھی۔۔

بیہ کو یوں سوئے دیکھ کر بی جان نے وہاج کو اسے کمرے میں لے جانے کا حکم دی تھا۔۔تاکہ وہ دونوں ریسٹ کر سکیں، کیونکہ وہ دونوں سفر سے لوٹتے ہی ولیمے میں بزی ہو چکے تھے۔اس لئے وہاج اسے اٹھائے اپنے سجے ہوئے کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔اسکا کمرہ اس وقت بھی مکمل طور پر سجا

ہوا تھا۔ کمرے کی سجاوٹ کو دیکھ کر وہاج کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کمرے پر نظر دہرا کر وہاج نے بیہ کو بیڈ پر لٹایا تو اپنی بیوی کو یوں معصومیت سے سوتے دیکھ کر وہاج کا دل بری طرح دھڑک اٹھا تھا۔۔۔

وہاج نے گھڑی کی طرف نظر دہرائی جہاں اس وقت تین بج رہے تھے۔ کوٹ اور ٹائی اتار کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہاج نے شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے شرٹ اتار کر پرے اچھال دی تھی۔

تھکن سے اکڑی گردن کو وہاج نے دائیں بائیں جھٹکا دے کر خود کو پر سکون کرنا چاہا تھا۔ واڈروب سے اپنا نائٹ سوٹ نکال کر وہ چینج کرنے کے لیے باتھروم میں چلا گیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ فریش سا باہر نکلا تھا۔ وہ چلتا ہوا ڈریسنگ مرر کے

سامنے آیا تو اپنی گردن اور سینے پر خراشوں کے نشان دیکھ کر بھرپور انداز میں مسکرانے لگا۔

کل رات جب وہ شدت سے اپنی بیوی کی روح میں اترتا تھا تو بدلے میں اسکی بیوی بھی اتنی ہی شدت سے اسے نوچنے لگتی تھی۔ اسی لئے اس وقت اسکی گردن، سینے کندھے یہاں تک کے کمر پر بھی خراشیں پڑی ہوئیں تھیں۔ باتھ روم میں وہ ابھی اپنی پشت دیکھ کر آرہا تھا۔

دلکشی سے مسکراتے ہوئے وہ بیڈ کی جانب بڑھ گیا، جہاں اسکی متاع جان سو رہی تھی۔

وہاج نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پہلے اسکے پاؤں ان اونچی ہیلز سے آزاد کیے تھے۔

پتہ نہیں کیسے پہن لیتی ہے یہ اونچے پہاڑ۔۔۔! ہمیشہ کہ طرح بیہ کو ہائی ہیلز میں دیکھ کر وہاج بے اختیار سوچ گیا تھا۔ بیہ کے پاؤں پر لب رکھ کر آگے بڑھ کر وہ اسے زیورات کے بوجھ سے آزاد کرنے لگا تھا۔ اسکا دوبٹہ نکال کر وہاج نے صوفے کی طرف اچھادیا تھا۔ جھک کر بیہ کے بالوں سے پنز نکال کر اس نے تکیے پر بیہ کے گھنگریالے بال رکھے تو نیند میں بیہ کے چہرے پر سکون بھرے تاثرات ابھرنے لگے تھے۔ اسکی ساری چیزوں کو اٹھا کر وہاج ڈریسنگ مرر پر رکھ کر پھر واڈروب کی طرف آگیا تھا۔

واڈروب سے اپنی سی گرین ٹی شرٹ نکال کر وہ دوبارہ بیڈ کی طرف مڑا تھا۔ ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کرتے ہوئے وہاج نے سائیڈ لیمپ آن کر دیے تھے۔ میکسی کے بوجھ سے آزاد کرتے ہوئے بیہ کے خوبصورت سراپے پر وہاج کی نیت بری طرح پھسلنے لگی تو لب کاٹ کر وہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ کیونکہ اسکی بیوی

اس وقت شدید تھکن سے چور ہو کر مزے سے سو رہی تھی۔اس لئے وہ اسکی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

سرد و بھاری سانس خارج کرتے ہوئے وہاج نے اٹھتے ہوئے اسکی میکسی اتار کر صوفے پر رکھ دی تھی۔بیڈ پر دوبارہ بیٹھ کر وہاج نے اسے اپنی ٹی شرٹ پہنا کر کمبل اوڑھا تو بیہ مزے سے کروٹ بدل کر سونے لگی۔

یہ مجھ سے اپنی جان نکلوا کر رہے گی شاید۔۔۔!؟ بیہ کے جان لیوا بیک پوز کو دیکھ کر وہاج اسے گھور کر رہ گیا تھا۔ناچاہتے ہوئے بھی بیہ پر کمبل درست کر کے وہ بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ کر ابھی لیٹا ہی تھا۔کہ اسی پل بیہ نے زرا سی آنکھیں کھول کر وہاج کی طرف دیکھا،تو وہ کھسک کر پورے حق سے اسکے سینے پر سر رکھ کر اسکے گرد بازو لپیٹ کر آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔

وہاج پہلے تو اسکے چوروں سے انداز میں آنکھیں کھولنے پر حیرت کا شکار ہوا، پر جب اس نے کھسکتے ہوئے اسکے سینے پر سر رکھ کر دوبارہ آنکھیں بند کیں تو وہ بھرپور انداز میں ہنستے ہوئے تکیے پر سر گرا گیا تھا۔۔۔ نمونی بیوی۔۔۔ وہ ہنس کر اسے لقبات سے نوازنے لگا تھا۔۔۔

میری چالاک چھپکلی۔۔۔۔! بیہ کے روئی جیسے وجود کو خود میں چھپاتے ہوئے وہاج نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے سرگوشی کی تو بیہ نیند میں مسکرا کر اسکے اندر چھپ سی گئی تھی۔۔۔ جس پر وہاج بھی پر سکون انداز میں آنکھیں بند کر چکا تھا۔۔

(صبح چھ بجے)

تقریباً چھ بجے نیند میں بیہ کو اپنے جسم پر جلتا ہوا کچھ محسوس ہونے لگا تو بیہ نے نیند کے باعث بھاری پلکوں کو مشکل سے واہ کرتے سمجھنا چاہا۔۔۔

پلکیں واہ کرتے ہی سامنے کے منظر کو دیکھ کر اسکی آنکھیں پٹ سے بڑی ہو گئیں تھیں۔۔

وجی نہیں، میری جان نکل جائے گی۔۔۔! وہاج کے اگلے ارادے کو جان کر بیہ خوف سے دہائی دیتی اس سے پہلے ہی وہ ایک جھٹکے میں اسکی روح میں سرائیت کرتے ہوئے اسکی جان لبوں پر لے آیا تھا۔اتنی شدت پر بیہ کی آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب ہوئیں تھیں۔۔

وہاج اس پر اپنا بوجھ منتقل کرتے ہوئے شدت سے اسکی روح میں اترا تو بیہ بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں دبوچ گئی تھی۔۔ جبکہ وہاج اپنے اندر اٹھتے جذبات پر قابو کھوتے ہوئے اسکی اور اپنی جان ایک کرنے لگا تھا۔۔

میں مارو گی اپکو، نیند میں اپنی بیوی کے ساتھ ایسے کون کرتا ہے۔۔۔؟ بیہ ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ چینخی تو وہاج بے باک نظروں سے اسکو دیکھ گیا تھا۔۔۔

نیند میں کوئی بیوی اپنے شوہر کے ضبط کو بھی نہیں آزماتی۔۔۔۔؟! وہاج نے اسکی ڈھر کنوں کو ہاتھ میں مسلتے ہوئے جنونی انداز میں جواب دیا تو بیہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔۔

میں نے کیا، کیا ہے۔۔۔ وہاج کو نوچنے کی کوشش میں بیہ نے اسکی بات کا مطلب جاننا چاہا تو وہاج نے اسکی نازک کلائیوں کو قابو کرتے ہوئے تکیے سے لگا دیا تھا۔۔

ہمیشہ کی طرح اپنی حالت سے بے پرواہ، اپنے لباس سے بے خبر، تم نیند میں

اٹھ کر میرے اوپر سونے کی کوشش کر رہی تھی، تو بس اس دفعہ میں نے سوچا تمہیں جگا کر بتانے کی بجائے اپنی تڑپ مٹا لیتا ہوں، وہی تڑپ جو تم اپنے اس ہوش ربا حسن سے جگا چکی ہو۔۔۔! وہاج نے رکتے ہوئے سے تفصیلی جواب دیا تو بیہ ہونق پن سے اپنے شوہر کو دیکھے گئی تھی۔۔۔ کیا وہ پاگل تھا، جو اپنی بیوی کی نیند میں کی ہوئی حرکت کا بدلہ ایسے لے رہا تھا۔۔۔؟

اپ۔۔اپ پاگل ہیں، مجھے اس کمرے میں ہی نہیں رکنا، ہٹیں پیچھے میں اپنی مام کے کمرے میں جا رہی ہوں۔۔۔! وہاج کی باتوں پر غصے و ضبط سے وہ اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش میں بولی تو وہاج نے اسے اپنے بھاری بوجھ تلے قید کر کے کافی باکی سے اسکی روح کے ساتھ چھیڑ شروع کر دی

تھی۔۔ جس پر بیہ کا چہرہ جل کر لال بھبھوکا ہو چکا تھا۔۔۔ شرم کے مارے وہ آنکھیں میچ کر چہرہ ہی موڑ گئی تھی۔

تم کہیں بھی چلی جاؤ پر لوٹ کر تمہیں وہاج کے پاس ہی آنا ہے میری جان ۔۔۔" پھولوں سے سجے اس بیڈ پر وہ اسکی روح میں شدت سے بار بار داخل ہوتا بیہ کی جان لے رہا تھا۔۔۔

و۔۔ہاج۔۔۔بیہ نے سانس رکنے پر اسے اچانک پکارا تو وہ ایک جھٹکے میں کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے اوپر لٹا گیا تھا۔۔وہ بکھرے بالوں میں پھولی سانسوں سمیت اسکے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔

مجھے نہیں کرنی کوئی شادی وادی۔۔۔اپنی شادی آپ واپس لے لیں اور میری جان بخشی کریں بس۔۔۔" وہاج کی شدتوں پر بے حال ہوتے بیہ برائے لہجے میں ایک دم غصے سے بولنے لگی تو وہاج اسکے الفاظ سمجھتا ہوا چھت پھاڑ قہقہ لگا گیا تھا۔۔۔

ابھی سے تھک گئی ہو۔۔۔ابھی تو اس قربت کے لئے پوری رات باقی ہے،

پوری زندگی باقی ہے میری جاں۔۔۔تب کیا کرو گی تم۔۔۔؟وہاج اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔۔

میں بھاگ جاؤں گی،پر آپکے ہاتھ دوبارہ نہیں آؤ گی نیلی بتی،کل رات سے لے کر اب تک آپ نے مجھے چین کا سانس نہیں لینے دیا ہے۔۔۔"بیہ تپے ہوئے لہجے میں سائیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

اچھا چلو اب میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا،پر اگر تم خود سے زرا بھی میرے قریب آئی تو پھر میں پیچھے نہیں ہٹنے والا۔۔۔یاد رکھنا۔۔!اپنی بیوی کا جلا کٹا انداز دیکھ کر وہاج پر سوچ انداز میں شرط رکھتے بولا تھا۔۔۔

لگی شرط۔۔۔بیہ چمکتی لائٹ گرین آنکھوں سے شرط لگاتے ہوئے مڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگی تو وہاج پر اسراریت مسکراہٹ کے ساتھ حامی بھر گیا تھا۔۔۔

بیہ نے سکون کی سانس لیتے ہوئے جان بخشی پر تشکر بھری سانس خارج کی تو وہاج سر کے نیچے ہاتھ ٹکاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔۔ کیونکہ اسکی بیوی اپنی جان بچا کر کافی خوش نظر آرہی تھی۔۔۔

بیہ نے بتیسی نکالتے ہوئے رخ موڑ کر سونا چاہا تو وہاج ہنستے ہوئے پیچھے سے اسے ہگ کر اسکا سر بازو پر رکھ گیا تھا۔۔۔

اپنی پشت وہاج کے سینے سے لگتے ہی بیہ کے اندر سرد لہر سی ڈور گئی تھی۔۔

سو جاؤ، میں خود سے کچھ نہیں کرنے والا۔۔۔! وہاج نے اسکے کان پر دہکتی سانسیں چھوڑتے ہوئے سرگوشی کی تو بیہ کسمسا سی گئی۔۔۔

کچھ کرنے کا سوچیے گا بھی نہیں ورنہ کمرے سے کک آؤٹ کر دوں گی۔۔۔! بیہ نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے اسے دھمکی لگائی تو وہاج مصنوعی ڈرتے ہوئے کندھے اچکا کر حامی بھر چکا تھا۔۔۔

اپنے شوہر کو خود سے ڈرتے دیکھ کر بیہ نے سرشاری سے آنکھیں بند کیں تو وہاج نے لب کا کونا دباتے ہوئے اپنی شیطانیت پر عمل شروع کر دیا۔۔۔

وہاج نے اسکے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر انگلی کی مدد سے لکیریں کھینچنا شروع کیں تو بیہ نے پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے مڑ کر اسکی طرف دیکھا۔۔

کیا۔۔۔؟بس ہاتھ ہی رکھا ہے اب تو، خود تم سو رہی ہو، مجھے نیند نہیں آ رہی تو اور میں کیا کروں۔۔۔۔؟وہاج نے اسکے دیکھنے پر سنجیدگی سے صفائی دی تو بیہ آنکھیں چھوٹی کرتے سمجھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

اس نے پھر مڑ کر آنکھیں بند کیں تو وہاج کے چہرے پر پھر شیطانیت رقصاں ہو گئی تھی۔

وہاج نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے اس بار اسکی تھائیز پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو بیہ بے چینی سے کسمسانا شروع ہو گئی تھی۔

سرخ لائٹ گرین آنکھیں کھول کر وہ بیچارگی سے خود کو دیکھ گئیں وہ سمجھ چکی تھی۔۔کہ اسکا چالاک نیلا شوہر اسے الو بنانا چاہ رہا ہے۔اب وہ اتنی بھی ناسمجھ نہیں تھی کہ اسکی ان چالاکیوں کو نہ سمجھ پاتی۔۔۔بیہ نے کروٹ بدلتے ہوئے اپنے شوہر کو گھورنا چاہا تھا جو آنکھوں میں جذبات کا سمندر لیے پہلے ہی اس پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔۔

ایسے میری جان نہیں چھوڑیں گئے نہ۔۔۔؟
نہیں۔۔۔؟ وہاج نے اسی مطمئن انداز میں جواب دیا تھا۔۔۔
شرط ہار جائیں گئے۔۔۔! گویا وہاج علی صدیقی کو ڈرایا گیا تھا۔۔۔
تم سے میں اپنی جان ہار جاؤں، یہ شرط کیا چیز ہے۔۔۔! وہاج نے اسکی

آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بے پرواہی سے اگلا جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر بیہ کے دل میں سپارک اٹھا تھا۔۔۔۔

اتنی محبت ہو گئی ہے مجھ سے۔۔۔؟ بیہ نے اسکے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے ایک اور سوال کیا۔۔۔

بالکل۔۔۔! وہاج علی صدیقی روز اپنے آپ کو یہ باور کرواتا ہے کہ اسے اس خوبصورت مورت سے محبت کرنی ہے بس۔۔۔۔! وہاج نے اسکے ماتھے پر عقیدت سے ہونٹ رکھتے ہوئے اسے محبت سے چور لہجے میں جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر وہ بھرپور مسکرادی تھی۔

آپ خود کو زبردستی مجھ سے محبت کروا رہے ہیں کیا۔۔؟ بیہ نے اسکی ڈارک بلو آنکھوں پر پھونک مارتے ہوئے پرسوچ انداز میں پوچھنا چاہا۔۔ محبت کی بہت سی اقسام ہیں میری جان۔۔۔! کچھ محبتیں ایسی ہوتیں ہیں جو

اچانک دل میں خود بخود اپنی شکل اختیار کر لیتیں ہیں، چاہے وہ قیمتی ہوں یا نہیں۔

پر کچھ محبتیں جو دیر بعد ہماری توجہ کا مرکز بنتی ہیں، اصل میں ہمارے لئے وہ ہی بے حد قیمتی ہوتیں ہیں۔ کیونکہ محبتوں کے اس کھیل میں جب ہم بھٹک رہے ہوتے ہیں تو تب ہمارے پاس وہ محبتیں آپشن کے طور پر موجود رہتیں ہیں۔ اور جب ہم تھکن زدہ سے ہو کر اسکے پاس آتے ہیں، تو یہ مہربان اور پر سکون محبت ہماری ساری تھکن خود میں سمیٹ لیتی ہے۔

تم، تمہارا یہ خوبصورت وجود، تمہاری یہ مہکتی سانس، تمہارے دل کی یہ دھک دھک، تمہاری خوشبو غرض تم پوری کی پوری میرے لئے وہ مہربان سی محبت ہو جاناں، جس نے وہاج علی صدیقی کو خود میں سمیٹ لیا ہے۔
کیونکہ وہاج علی صدیقی تھکن زدہ ہو کر تمہارے پاس آیا تھا۔ مجھ جیسے بھٹکے

انسان کو تم خدا کی طرف سے انمول تحفے کے طور پر ملی ہو۔وہ انمول تحفہ جس کو پا کر میں پھر سے جی اٹھا ہوں۔۔۔

وہاج نے اسکے بال سنوارتے ہوئے محبت سے بولتے ہوئے ایک ایک لفظ ادا کیا تو بیہ دم سادھے اسے سنتے ہوئے تیزی سے اسکے سینے میں چھپ گئی تھی۔۔۔اسکے دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔۔۔

وہاج اسے شدت سے خود میں بھینچتے ہوئے تشکر سے مسکرا دیا تھا۔۔۔ آئی لو یو وہاج۔۔۔۔بیہ نے فرط جذبات میں بہتے ہوئے اسکے کان میں اچانک فسوں خیز رس گھولا تو وہاج فریز ہوتے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔۔

یہ احساس ہی جان لیوا تھا۔کہ وہ اس سے اظہار محبت کر رہی تھی۔۔۔وہاج

نے اسکا چہرہ دیکھنا چاہا تو بیہ ہنستے ہوئے اسے زور سے ہگ کر کے اسکی کوشش ناکام بنانے لگی تھی۔۔۔

جس پر وہاج بھی ہنستے ہوئے اسکی کمر میں بازو حائل کر کے اسے لئے کمبل میں چھپ گیا تھا۔۔۔

مسٹر عیس ہمیں بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈر اور خوف کی وجہ سے آپکی بیوی کا بی پی شوٹ کر چکا ہے لہذا ہمیں جلد از جلد اپریٹ کرنا ہو گا ۔۔۔اب بس انکے لئے دعا کریں۔۔۔۔

ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہتے عیس علی ہمدانی کے کانوں میں سور پھونکا تو وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرتا اس سے پہلے ضرار اور سنی تیزی سے اسے تھام چکے

تھے۔۔۔

عیس کیا ہو گیا ہے۔۔ضرار نے تڑپتے ہوئے اسے ڈپٹنا چاہا تھا۔۔۔جبکہ اس وقت اسکا دل خود فکروں میں گھلا ہوا تھا۔۔۔

میں نے اس سارے عرصے میں اسے پھول کی طرح سینچ، سینچ کر رکھا ہے، پھر ایسے کیسے وہ کسی بھی اندیکھے ڈر کا شکار ہو گئی تھی، کیوں پاشا کیوں۔۔؟ وہ میرے ساتھ ایسے کیوں کرتی ہے، اپنے اس بچکانا کھیل میں وہ میری سانسوں کے ساتھ کیوں کھیلنے لگتی ہے۔۔۔کیا وہ نہیں جانتی۔۔؟ کہ میں اسکے لئے کس حد تک پاگل ہوں۔۔۔؟ کیوں آخر۔۔۔؟

ہیزل براؤن آنکھوں میں ضبط کی لالی لیے وہ چیخا تو سنی اور ضرار بے بسی سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔۔۔

ہاں جی۔۔۔ کیا سوچتے ہو پھر۔۔۔؟ سوچو ویسے کہ عیس اور سلطان میں سے بیٹے اور بیٹیاں کس کی ہونگی۔۔۔

(تین مہینے بعد)

اس وقت صبح کے بارہ بج رہے تھے۔ سب لڑکیاں ہال میں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ وہ سب بیٹھ کر باتیں کر رہیں تھیں۔ جب علیزے چہرے پر ضبط بھرے تاثرات لیے انکی باتوں کو سننے کی کوشش میں تھی۔

اس وقت لاونج میں وہ چاروں ہی موجود تھیں۔۔ کیونکہ انکی مائیں اپنے اپنے کاموں میں بزی تھیں۔۔ کلثوم بیگم کلینک پر جا چکی تھیں۔ تو شاہدہ بیگم، زلیخا بیگم کے ساتھ کچن میں مصروف تھیں۔ جبکہ گل جہاں بیگم کال پر بات کرتے ہوئے مینشن کی پچھلی طرف گئیں ہوئیں تھیں۔ منیزے کی

پریگننسی کی وجہ سے وہ اسکے ساتھ ہی رہ رہیں تھیں۔۔ لیکن شیراز پاشا گاؤں واپس جا چکے تھے۔ وہ ایک ہفتے بعد یہاں کر چکر لگا لیتے تھے۔ گاؤں میں سرداری کی زمہ داریوں کی وجہ سے وہ یہاں پر مستقل نہیں رک سکتے تھے۔۔ لیکن گل جہاں بیگم منیزے کی دیکھ بھال کے لئے دو مہینوں سے یہاں پر ہی رہ رہیں تھیں۔

لیزو تم ٹھیک ہو نہ۔۔؟علیزے کے چہرے پر درد بھرے آثار دیکھ کر منیزے نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فکر مندی سے جاننا چاہا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ کب سے اسکی حالت نوٹ کر رہی تھی۔ چونکہ علیزے اور مشعل کا لاسٹ منتھ چل رہا تھا۔ اس لئے سب کا دھیان ان دنوں میں ہی اٹکا رہتا تھا۔۔۔

ہاں میں ٹھیک ہوں، بس کچھ درد سا محسوس ہو رہا ہے۔۔! 'علیزے نے زبردستی مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔

لیز وزیادہ درد ہو رہا ہے کیا۔۔۔؟ مشعل جو اسکے پاس ہی ٹیبل پر پاؤں رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ تشویش سے بول گئی۔۔۔

نہیں چندا، میں ٹھیک ہوں تم پریشان نہ ہو۔۔۔! مشعل کو پریشان دیکھ کر علیزے نے اسکا ہاتھ دبا کر تسلی دی تھی۔۔۔ علیزے اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ سب ہی جانتے تھے کہ جب سے لاسٹ منتھ سٹارٹ ہوا تھا۔ مشعل بہت پینک کرنے لگی تھی۔ اور اسکے پینک کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ کچھ دن پہلے مشعل نے موبائل میں ڈیلیوری کی کچھ وڈیوز دیکھ لیں تھیں۔ جس کی وجہ سے اب اسکے ذہن پر ڈر سا سوار رہتا تھا۔

لیز و تمہیں پسینہ کیوں آرہا ہے۔۔۔؟ علیزے کے ماتھے پر چمکتا پسینہ دیکھ کر ایرہ حیرت سے پوچھ گئی تھی۔

جبکہ اس بار علیزے سچ میں ضبط کھوتے صوفے کی بیک پر سر گرا چکی تھی۔

اسکے کالے نین آنسوؤں سے بھرنے لگے تو وہ بے اختیار سلطان کو پکار اٹھی تھی۔۔

خان۔۔۔ سختی سے ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے علیزے نے سلطان کو پکارا تو تیزی سے اسکی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے صوفے پر جذب ہوتے چلے گئے تھے۔۔۔

لیزو تم ٹھیک ہونا۔۔۔علیزے کی غیر ہوتی حالت کو دیکھتے ہوئے منیزے ہڑبڑا کر اسکے قریب ہو گئی تھی۔۔۔ جبکہ ایرہ اور مشعل بھی بے حد پریشان ہو چکیں تھیں۔۔۔

منیزے میں مر جاؤں گی، مجھے بہت درد ہونے لگا ہے۔۔۔! بے ساختہ علیزے درد کے باعث چینخی تو سب کی جان پر بن آئی تھی۔۔۔

اہہہ۔۔۔۔وجود میں اٹھتی تکلیف کے باعث لاؤنج علیزے کی دلخراش

چینخوں کے وجہ سے اچانک گونجنے لگا تو ایرہ اور منیزے پینک ہوتے سب کو پکارنے لگیں تھیں۔۔۔ان سب کے بر عکس علیزے کی حالت دیکھتے ہوئے خوف کے باعث مشعل کے جسم جان نکل رہی تھی۔وہ ساکت نظروں سے علیزے کو تڑپتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔۔

لیز و صبر کرو ہم ابھی ہاسپٹل جارہے ہیں۔۔۔مام۔۔۔۔ منیزے نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے ایک بار پھر گل جہاں بیگم کو پکارنا چاہا تھا۔

کچن میں کام کرتے ہوئے زلیخا بیگم اور شاہدہ بیگم جلدی سے باہر نکلیں تو علیزے کی خراب حالت دیکھ کر انکے اوسان خطا ہو گئے تھے۔۔۔

خانم کیا ہوا۔۔۔؟زلیخا بیگم تیزی سے آکر علیزے کے پاس بیٹھیں تھیں۔ جو درد کے باعث رونا شروع ہو چکی تھی۔۔گل جہاں بیگم بھی بھاگتی ہوئیں انکے پاس آئیں تھیں۔۔۔

خانم میں ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کا کہتی ہوں آپ فوراً علیزے کو ہاسپٹل لے کر جائیں، کیونکہ ہم کسی کے انتظار میں رک کے دیری نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔!

شاہدہ بیگم نے زلیخا بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے علیزے کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگیں تھیں۔ جس کی حالت بگڑتی ہی جا رہی تھی۔اس وقت گھر میں کوئی بھی مرد موجود نہیں تھا۔اس لئے سب خواتین زیادہ پریشان ہو رہیں تھیں۔۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے شاہدہ بیگم نے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا کہا تو اگلے ہی پل زلیخا بیگم اور گل جہاں بیگم علیزے کو سنبھالتے ہوئے باہر گیراج میں لے گئیں تھیں۔

علیزے کو چادر میں چھپاتے ہوئے وہ مشکل سے اسے پچھلی سیٹ پر بٹھا پائے تھے۔ گل جہاں بیگم اور زلیخا بیگم علیزے کے ساتھ ہی پیچھے بیٹھ چکیں تھیں۔ جبکہ شاہدہ بیگم مینشن میں ہی رک گئیں تھیں۔ کیونکہ انہیں باقیوں کا بھی دھیان رکھنا تھا۔بی جان بھی اس وقت اپنے کمرے میں آرام کر رہیں تھیں۔ایسے میں کسی ایک کا گھر پر ہی رکنا بے حد ضروری تھا۔

گاڑی مینشن سے نکلی تو شاہدہ بیگم دور جاتی گاڑی کو دیکھتے ہوئے خیر کی دعائیں مانگنے میں مصروف ہو گئیں تھیں۔ابھی وہ وہیں کھڑی تھیں کہ انکے کانوں میں ایک بار پھر چیخوں کی آوازیں سنائی دیں تھیں۔۔جن کو سن کر وہ دہلتے دل کے ساتھ اندر کی جانب بھاگیں تھیں۔

گل جہاں بیگم اور زلیخا بیگم اس وقت فکر مندی سے ہاسپٹل کے کاریڈور

میں کھڑیں تھیں۔ جبکہ کلثوم بیگم انکے پاس پہنچتے ہی علیزے کے پاس اندر لیبر روم میں جاچکیں تھیں۔

شاہدہ حوصلہ کریں، اللہ کے کرم سے مشو ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔! گل جہاں بیگم نے بینچ پر بیٹھی ہوئیں شاہدہ بیگم کے پاس بیٹھتے ہوئے انہیں حوصلہ دینا چاہا تھا۔اس وقت سب بے حد تردد کا شکار نظر آرہیں تھیں۔

مورے۔۔۔۔ براون تھری پیس سوٹ میں سلطان احمد خان ہانپتے ہوئے وہاں پہنچا تو اسکو دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی تھی۔۔۔

مورے خانم کہاں ہیں۔۔۔۔؟ سلطان نے بے چینی سے زلیخا بیگم سے جاننا چاہا تو وہ لیبر روم کی طرف اشارہ کر گئیں تھیں۔علیزے کا ہاسپیٹل میں سنتے ہی وہ سچ کچھ چھوڑ چھاڑ کر آندھی طوفان کی طرف وہاں پہنچا تھا۔

خان آپ اندر جائیں کلثوم نے ہدایت کی تھی کہ جیسے ہی آپ پہنچیں اپکو اندر بھیج دیا جائے۔۔۔! زلیخا بیگم نے سلطان کو جلدی سے لیبر روم میں بھیجنا چاہا تھا۔۔ کیونکہ علیزے اس وقت درد سے بے حال ہوتے بے اسے ہی پکارے جا رہی تھی۔

انکی بات سنتے ہی سلطان کوٹ اتار کر انکو پکڑاتے ہوئے تیزی سے لیبر روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔

وہ لیبر روم میں ماسک لگائے داخل ہوا تو کلثوم بیگم نے سلطان کو دیکھتے ہی شکر ادا کیا تھا۔۔۔ لیبر روم میں اس فی میل ڈاکٹرز کی ایک باقاعدہ ٹیم موجود تھی۔ جو علیزے کی ڈلیوری کو ہینڈل کر رہے تھے۔

جبکہ اسکی متاعِ جاں نیلے لباس میں درد سے بے حال ہوتے چیختے جا رہی

تھی۔۔۔اپنی خانم کو یوں تکلیف میں دیکھ کر سلطان کا دل مٹھی میں جکڑ چکا تھا۔وہ ابھی تک وہیں دروازے کے پاس کھڑا اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ علیزے کی حالت دیکھتے ہوئے نیلی آنکھیں ضبط سے سرخی مائل ہونے لگیں تھیں۔۔۔

کلثوم بیگم نے سلطان کو اشارہ کرتے ہوئے علیزے کی طرف بڑھنے کا کہا۔۔جو تکلیف کے باعث پسینے میں شرابور ہو چکی تھی۔

سلطان انکا اشارہ پا کر بیڈ کی جانب بڑھ پاتا،اس سے پہلے ہی علیزے کی خود بخود نظر اس پر پڑ چکی تھی۔

خان۔۔۔۔! سلطان کو سامنے دیکھ کر علیزے نے تکلیف سے روتے ہوئے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تو سلطان ہوش میں لوٹتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر اسکا بڑھا ہوا ہاتھ تھام چکا تھا۔

خان حاضر ہے میری جان۔۔۔! سلطان نے اسکے بھیگے کالے نینوں پر لب رکھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح مہربان آواز میں جواب دیا تو علیزے نے اسکا لمس پا کر مزید رونا شروع کر دیا تھا۔۔

خان مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔! علیزے نے اسکے ہگ کرنے کی کوشش میں بتانا چاہا تو اپنی خانم کے اس انداز پر سلطان تڑپتے ہوئے کانپ اٹھا تھا۔ وہ بلکل بچوں کے سے انداز میں اج پھر اسے اپنی تکلیف کے بارے میں بتا رہی تھی۔ پریگننسی کا لاسٹ منتھ علیزے خان کے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہوا تھا۔ پچھلے دنوں اسے جب بھی زرا سی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ تو وہ روتے ہوئے خان کو پکارنے لگتی تھی۔

جس پر سلطان احمد خان اگلے ہی پل سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسکے سامنے حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ علیزے کو پچکارتے ہوئے، کبھی اپنے لمس سے تو کبھی

الفاظ سے وہ ہر ممکن کوشش سے اسکی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ شاید آج بھی وہ اسی لئے اسے بتا رہی تھی۔ تاکہ ہمیشہ کی طرح سلطان اسکی تکلیف دور کر دے۔۔۔

خان قربان اپنی خانم پر ایسے نہیں روئیں علیزے، کیونکہ اپکو یوں تکلیف میں دیکھ کر میرا دل پھٹ رہا ہے۔۔۔"! سلطان نم آنکھوں سے اسکے چہرے پر لب رکھتے ہوئے بولا تو علیزے زور سے اسے تھامنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔اسی وقت کلثوم بیگم بھی انکی طرف چلی آئیں تھیں۔۔۔

علیزے، بچے ہمت کریں، جب آپ تک آپ خود ہمت نہیں کریں گئیں، ہم اپکی ڈلیوری نہیں کر پائیں گئے۔۔۔! کلثوم بیگم نے اسکے بال سنوارتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوما تو وہ روتے ہوئے نفی کرنے لگی تھی۔۔۔

مام مجھے بہت پین ہو رہی ہے، میں یہ نہیں کر پاوں گی۔۔! علیزے انکا ہاتھ جکڑ کر روتے ہوئے جواب میں بولی تو کلثوم بیگم بے بسی سے سلطان کو دیکھ گئیں تھیں۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ لوگ لیبر روم میں تھے۔۔پہلے علیزے، سلطان کی غیر موجودگی پر پینک ہو رہی تھی۔اور اب سلطان کو وہاں پا کر وہ رہی سہی ہمت بھی چھوڑ چکی تھی۔ کون کہتا ہے کہ پیار انسان کو مضبوط بناتا ہے۔ کوئی بلیک مینشن والوں سے اس بارے میں پوچھتا تو وہ تفصیل سے جواب دیتے کہ سلطان احمد خان کی محبت نے علیزے سکندر کو کمزور بنایا ہوا ہے، ضرار پاشا حیدر کی محبت نے منیزے کو اسکا روپ بھلا دیا ہوا ہے، عیس علی ہمدانی کی محبت نے مشعل سلیمان کو کانچ کی گڑیا بنایا ہوا ہے تو سنان مصطفیٰ کاظمی کی محبت نے ایرہ کو دیوانہ کیا ہوا ہے۔ جبکہ وہاج علی صدیقی کی محبت بیہ کو اسکے خول سے باہر نکال رہی تھی۔۔۔

خان کی جان، بس تھوڑی سی ہمت کریں پلیز، آپ ایسے ہمت ہار جائیں

گئیں تو ہم اپنے بچوں کو کیسے دیکھ پائے گئے، ہم نے اتنے مہینے انکا انتظار کیا ہے نا۔۔۔" سلطان نے علیزے کے اوپر جھکتے ہوئے اسکو ہمت دینا چاہی تھی۔ کیونکہ ابھی کلثوم بیگم اسے الگ کر کہہ چکیں تھیں کہ اگر علیزے نے ہمت چھوڑ دی تو یہ کیس کرٹیکل ہو سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے علیزے کی جان بھی خطرے میں جا سکتی ہے۔

انکے یہ الفاظ سلطان احمد خان کی روح جھنجھوڑنے کے لیے کافی تھے۔ اسی لئے وہ اپنی خانم کے چہرے پر لب رکھتے ہوئے اس میں ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

علیزے جو ضبط سے اپنے خان کی باتیں سمجھنے کی کوشش میں تھی۔ کہ اگلے ہی اسے اپنے وجود میں درد کی ایک بڑی لہر اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی تو لیبر روم میں اسکی دلخراش چیخ کے ساتھ ساتھ سلطان احمد خان کی جان بھی فنا ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

ماما یہ سب کیسے ہوا ہے۔۔۔؟عیس نے شاہدہ بیگم کے پاس بیٹھتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ضرار،اور سنی کے ساتھ ہاسپٹل پہنچا تھا۔

اسی وقت ڈاکٹر،روم سے باہر نکلی تو عیس جلدی سے اٹھ کر ڈاکٹر کی طرف بڑھ گیا۔۔

ڈاکٹر میری وائف کیسی ہے۔۔۔؟عیس نے بے چینی سے پوچھا تو ڈاکٹر سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

مسٹر عیس ہمیں بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈر اور خوف کی وجہ سے

آپکی بیوی کا بی پی شوٹ کر چکا ہے لہذا ہمیں جلد از جلد آپریٹ کرنا ہو گا،
"آپ بس انکے لئے اب دعا کریں۔۔۔۔

ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے عیس علی ہمدانی کے کانوں میں سور پھونکا تو وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرتا اس سے پہلے ضرار اور سنی تیزی سے اسے تھام چکے تھے۔۔۔

عیس کیا ہو گیا ہے۔۔۔ضرار نے تڑپتے ہوئے اسے ڈپٹنا چاہا تھا۔۔۔جبکہ اس وقت اسکا دل خود فکروں میں گھلا ہوا تھا۔۔۔ایک روم میں اسکی خانم بھابھی تو دوسرے میں مشعل ایڈمٹ تھی۔

میں نے اس سارے عرصے میں اسے پھول کی طرح سینچ، سینچ کر رکھا ہے، پھر ایسے کیسے وہ کسی بھی اندیکھے ڈر کا شکار ہو گئی تھی، کیوں پاشا کیوں۔۔؟

وہ میرے ساتھ ایسے کیوں کرتی ہے، اپنے اس بچکانا کھیل میں وہ میری سانسوں کے ساتھ کیوں کھیلنے لگتی ہے۔۔۔ کیا وہ نہیں جانتی۔۔؟ کہ میں اسکے لئے کس حد تک پاگل ہوں۔۔۔؟ کیوں آخر۔۔۔؟

ہیزل براؤن آنکھوں میں ضبط کی لالی لیے وہ چیخنا تو سنی اور ضرار بے بسی سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔۔

وہاج جو ابھی وہاں پہنچا تھا۔ عیس کی حالت دیکھتے ہوئے جلدی سے اسکی طرف آیا تھا۔۔

سب ٹھیک ہے نہ۔۔۔؟ وہاج کسی خدشے کے تحت پوچھنے لگا تو سنان نفی میں سر ہلا کر اسکی جان نکال گیا تھا۔۔۔

مشعل چونکہ علیزے کی خراب حالت اپنی آنکھوں سے دیکھی چکی تھی۔ اسی لئے وہ لوگ جب علیزے کو لے کر مینشن سے نکل رہے تھے۔ تو

مشعل ہوش وہ حواس سے بیگانہ ہوتے بے ہوش ہو چکی تھی۔ائرہ اور منیزے کی نظر جب اس پر پڑی تو اسے یوں حواس سے بیگانہ دیکھ کر وہ پریشانی سے چیخنے لگیں تھیں۔انہوں نے مشعل کو ہوش میں لانے کی پوری کوشش کی تھی۔۔

لیکن مشعل نے آنکھیں نہیں کھولیں تھیں۔اتنی گھمبیر صورت میں اسی وقت شاہدہ بیگم اسے لیے ہاسپٹل لے آئیں تھیں۔یہ اچانک پیدا ہونے والی صورتحال سب کے لئے ہی کافی غیر متوقع تھی۔سب آہستہ آہستہ وہاں جمع ہو رہے تھے۔سلطان ابھی تک اگر لیبر روم میں تھا۔تو ساتھ والے روم میں مشعل کے بے ہوش وجود کے پاس عیس بھی جا چکا تھا۔۔۔

بیہ کب واپس آ رہی ہے۔۔۔؟ضرار نے وہاج کو مخاطب کرتے پوچھا

تھا۔۔۔

میری بات نہیں ہوئی ہے۔۔۔! وہاج نے کسی غیر مرئی نقطے پر نظر جماتے ہوئے جواب دیا تو ضرار اور سنی افسوس سے اس بے شرم کو دیکھ گئے۔

پچھلے پندرہ دنوں سے بیہ اپنی ٹیم کے ساتھ آؤٹ آف سٹی گئی ہوئی تھی۔ جدائی کے ان پندرہ دنوں میں وہاج سنجیدہ انداز اپنائے لیے پھرا تھا۔ بیہ دن میں اسے کوئی ہزار فون کالز اور میسجز کرتی تھی۔ لیکن وہ ضدی شخص اسکی کال اٹھانا تو دور میسج کا بھی ریپلائے نہیں کرتا تھا۔

کتنی دفعہ تو بیہ اس وجہ سے ضرار کو بھی فون کر چکی تھی۔ جس پر ضرار سمیت باقیوں نے بھی وہاج کو شرم دلانا چاہی تھی لیکن کوئی اثر نہیں تھا۔ وہاج نے بات نہیں کرنی تھی اور نہیں کی تھی۔ وہ اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹا تھا۔۔۔

اس وقت اگر اس صورتحال کا شکار نہ ہوتے تو قسم سے میں تیری شکل بگاڑ کر رکھ دیتا۔۔۔" سنی غصے سے اسے سناتے ہوئے بولا تھا۔ لیکن وہاج کی طرف سے جواب ندارد۔۔۔

کوٹ اتار کر وہ لوگ اپنی ماؤں کو پکڑا چکے تھے۔اسی لئے اس وقت سب ڈریس شرٹ، پینٹ میں کھڑے تھے۔۔ کیونکہ وہ سب آفس سے سیدھا یہی پر آ گئے تھے۔۔

سلطان لیبر روم سے باہر نکلا تو اسے دیکھتے ہی سب لوگ تیزی سے اسکی طرف بڑھ گئے تھے۔۔۔

خان بھابھی کیسی ہیں۔۔۔؟ سنی نے بے قراری سے بولتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔سب کی سوالیہ نظریں اس وقت سلطان پر ٹکی ہوئیں تھیں۔

سلطان نے اپنا ماسک اتار کر انکی طرف دیکھا تو اسکے چہرے کی رونق اور

انکھوں کی چمک دیکھ کر سب مزید متجسس ہوتے اسکے جواب کا انتظار کرنے لگے تھے۔۔

می۔۔می۔۔میں باپ بن گیا ہوں یار۔۔۔! وہ بامشکل الفاظ ادا کرتے جواب میں بولا تو وہ تینوں خوشی سے جھومتے ہوئے اس پر جھپٹ پڑے تھے۔سلطان کی نیلی آنکھوں میں خوشی کے باعث نمی چمکنے لگی تھی۔ سلطان ان تینوں کے تنگ گھیرے میں دھڑکتے دل کے ساتھ ہنس رہا تھا۔ ضرار، سنی اور وہاج اسے ہر طرف سے ہگ کیے کھڑے تھے۔۔۔مرد حضرات خوشی سے ایک دوسرے کو گلے لگاتے ہوئے مبارکباد دینے لگے تھے۔۔۔

پہلے پوچھ تو لو کہ لڑکے ہوئے ہیں یا لڑکیاں۔۔۔؟ شاہدہ بیگم نے انکو شور مچاتے دیکھ کر ٹوکا تھا۔۔

ارے ہاں خان اس بارے میں تو تم نے بتایا ہی نہیں۔۔۔؟اچانک یاد آتے ہی سنان نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو سلطان نے مسکراہٹ دبا لی۔۔

جڑواں بیٹے ہوئے ہیں۔۔! سلطان نے سر کھجاتے ہوئے انکو جواب دیا تو سب کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ منہ بھی کھل گئے تھے۔اور اگلے ہی پل اتنی بڑی خوشی پر ہاسپٹل میں شور مچ چکا تھا۔۔

اچانک مشعل والے روم کا دروازہ کھلا تو سب چونکتے ہوئے اس طرف دیکھنے لگے تھے۔۔۔چہرے پر بھرپور مسکراہٹ سجائے عیس علی ہمدانی گود میں جڑواں بچوں کو اٹھائے باہر نکلا تو سب کے دل یکبارگی سے دھڑکنے لگے تھے۔۔عیس ان سب کو صدمے میں دیکھ کر مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنے ازلی غیر سنجیدہ انداز میں اچانک بولا تو سب ہوش میں لوٹتے ہوئے

اسکو اچھنبے سے دیکھے گئے تھے۔۔۔

لے خان، یہ پکڑ اپنے دونوں داماد، اور مجھے جلدی سے میری دنوں"
خوبصورت بہوئیں تھمادیں بس۔۔"عیس نے اپنے بچوں کے جینڈر رویل
کرتے ہوئے سلطان کو دونوں بچے پکڑا کر بدلے میں اپنی بہوؤں کی ڈیمانڈ
کی توسب صدمے سے اسکو دیکھنے لگے تھے۔۔۔ جبکہ وہاج، سنان اور ضرار
تو اسکی ڈیمانڈ پر مسکراہٹ دبا چکے تھے۔۔۔

کونسی بہوئیں، کہاں کی بہوئیں۔۔۔۔سالے اس طرف بھی دونوں لڑکے
ہی ہوئے ہیں۔۔۔

وہاج نے ہنستے ہوئے عیس کو جواب دیا تو بے اختیار عیس کی آنکھوں میں
بے یقینی سی اتر آئی تھی۔دوسری طرف سلطان بھرپور مسکراہٹ سے سر
کجھانے لگا تھا۔۔۔

بے غیرت خان, تجھے کیا ضرورت تھی لڑکے پیدا کرنے کی، جب میری طرف لڑکے پیدا ہو ہی رہے تھے تو تجھ سے لڑکیاں پیدا کیوں نہیں ہوئیں۔۔۔؟ خواتین نے آگے بڑھتے ہوئے ان سے بچے لیے تو عیس خونخوار تاثرات سے سلطان کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔۔ عیس کا انداز بلکل ایسا ہی تھا۔ جیسے اس نے آن لائن آڈر کچھ کیا تھا، لیکن پارسل میں الٹ چیز نکل آئی تھی۔

خبیث انسان تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا, میں نے کونسا جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔۔۔؟ سلطان نے اسے گھورنے کی کوشش کی تھی۔ بزرگ خواتین اور مرد حضرات ان سب کو بھاڑ میں جھونک کر بچوں کے ساتھ مگن ہو چکے تھے۔ انکے برعکس عیس علی ہمدانی اپنے جگری خان کے ساتھ ایک الگ ہی بحث میں الجھا ہوا تھا۔

خان اس کمینے کو دفع کر یہ تو شروع سے کھسکا ہوا ہے۔۔سنان نے عیس کو ہاتھ سے دفع کرتے ہوئے ایک بار پھر سلطان کو گلے لگا لیا تھا۔۔۔

سالوں، ساری مبارک باد اس خان کو ایسے دیے جا رہے ہو، جیسے اس اکیلے نے بس محنت کی۔۔۔اس سے پہلے عیس ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر اول فول بکنے لگتا، وہاج نے دانت پیستے ہوئے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، تو ضرار سمیت باقی جھپٹتے ہوئے اسے بھی گلے لگانے لگے تھے۔تاکہ اس منحوس کو بھی دو بچوں کے باپ بننے کی مبارکباد دیں سکیں۔۔۔ورنہ عین ممکن تھا کہ عیس علی ہمدانی ہاسپٹل کو ہی سر پر اٹھا لیتا۔

سلطان خوشگوار مسکراہٹ سجائے اپنی خانم کے روم میں داخل ہوا جہاں

سامنے ہی بیڈ پر وہ آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھی۔

اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے۔ کچھ گھنٹے پہلے اسی کمرے میں علیزے خان کی چیخیں بلند ہو رہیں تھیں۔ جن کو سن کر سلطان احمد خان کا دل جکڑنے لگا تھا۔ پہلے بچے کی ڈلیوری علیزے کے لیے انتہائی تکلیف دے رہی تھی۔ تکلیف سے بلبلاتے ہوئے وہ سلطان احمد خان کے ہاتھ کی پشت پر ناخن گاڑ چکی تھی۔ رو رو کر اسکی خوبصورت آنکھیں اس وقت بری طرح سوج چکیں تھیں۔ جبکہ سفید چہرہ ضبط سے لال ہو چکا تھا۔ بے شک وہ وقت سلطان کے لئے کسی امتحان سے کم نہیں تھا۔ پر اب سلطان کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جتنا بھی شکر ادا کرتا کم تھا۔

خدا نے اسے ایک ساتھ دو دو بیٹوں کی نعمت عطا کی تھی۔ بے شک اسے بیٹیوں کی شدید خواہش تھی۔ پر وہ اپنے رب کی رضا میں راضی ہو گیا تھا۔

اس وقت سب مشعل کے روم میں اس سے مل رہے تھے۔ کیونکہ اسے ہوش آچکا تھا۔اب کو وہاں مصروف دیکھ کر سلطان اپنی خانم کے پاس آچکا تھا۔ کیونکہ ڈلیوری کے بعد سے وہ اسے مل نہیں سکا تھا۔۔۔

سلطان نے آگے بڑھ کر شدت سے اپنی متاعِ جاں کے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو علیزے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول کر خود پر جھکے ہوئے اپنے خان کو دیکھنے لگی تھی۔ فضا میں ہر طرف سلطان احمد خان کی مسحور کن خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ جان لیوا خوشبو علیزے کے حواسوں پر بھی چھا رہی تھی۔

سلطان نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے جاندار مسکراہٹ کے ساتھ اسکی سوجھی ہوئی آنکھوں پر ہونٹ رکھے تو علیزے نے لاڈ سے بازو وا کر دیے۔ جس کو

دیکھ کر سلطان ہنستے ہوئے تیزی سے اسے سینے میں بھینچ چکا تھا۔

پریگننسی میں علیزے کا یہ خاص انداز تھا۔ وہ ہمیشہ بازو کھول کر سلطان کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کرتی تھی۔ تاکہ سلطان اسے خود میں چھپا لے۔ اپنی خانم کی اس معصوم ادا پر سلطان ہمیشہ اپنی جاں ہار دیتا تھا۔

بہت شکریہ خانم، مجھے اتنے بڑے رتبے پر فائز کرنے کے لیے، میرے گھر کو مکمل کرنے کے لئے، مجھے اس جہاں کے بیش قیمت تحفے دینے کے لیے۔۔۔" سلطان نے اسکی گردن میں چہرہ چھپا کر گھمبیر آواز سے علیزے کے کان میں سرگوشی کی تو علیزے کے ہونٹوں پر خوبصورت مسکان مچلنے لگی تھی۔

خان ہمارے بچے کہاں ہیں۔۔۔؟ علیزے نے اسکے سینے سے چہرہ نکال کر

اسکی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھا تو سلطان جھک کر ہولے سے اسکے ہونٹوں کو چھو گیا تھا۔۔۔

یہیں کہیں اپنے کسی دادا یا دادی کی گود میں گھوم رہے ہونگے۔۔۔" سلطان نے اسکے پورے چہرے پر لب رکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔۔۔

خان، ہمارے بچے کیسے دکھتے ہیں۔۔۔؟ علیزے نے کسمسا کر دھڑکتے دل کے ساتھ دوسرا سوال پوچھتے ہوئے جاننا چاہا تھا۔۔۔

خان کی جان اس بارے میں تو میں ابھی نہیں جانتا ہوں، کہ وہ کیسے دکھتے ہیں؟!" سلطان نے مصروف انداز میں جواب دیا تو علیزے نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے سلطان کو خود سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

کیا مطلب آپ نہیں جانتے۔۔۔؟ علیزے الجھن بھرے تاثرات سے

اسکی طرف دیکھ گئی تھی۔

اس کا یہ مطلب ہے میرے دل کی دھڑکن۔! کہ میں نے ابھی تک ہمارے بچوں کو دیکھا ہی نہیں ہے، تو بنا دیکھے میں کیسے بتاؤں کہ وہ کیسے نظر آتے ہونگے۔۔؟" سلطان نے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے ہوئے آرام سے جواب دیا تھا۔۔۔

پر کیوں۔۔۔؟ آپ نے ابھی تک ہمارے بچوں کو دیکھا کیوں نہیں ہے۔۔۔۔؟ سلطان کے جواب پر علیزے حیرت کے مارے منہ کھول چکی تھی۔

وہ اس لئے خان کی جان۔۔! کیونکہ میں پہلے اپنے بچوں کو جنم دینے والی کو دیکھنا چاہتا تھا۔ خانم میں اپکو دیکھ کر اپنے دل کو سکون پہنچانا چاہتا تھا۔ اور جب میرا دل پر سکون ہوتا، تو پھر ان نمونوں کو بھی دیکھ لیتا جنہوں نے پیدا

ہوتے وقت میری خانم کو اتنی تکلیف سے دوچار کر دیا تھا۔۔۔"سلطان نے ایک بار پھر اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں تفصیلی جواب دیا تو علیزے کی آنکھوں میں تیزی سے آنسو چمکنے لگے تھے۔خدا نے اس ایک شخص کی محبت عطا کر کے علیزے سکندر کی ہر محبت کا ازالہ کر دیا تھا۔علیزے ہچکی بھرتے ہوئے شدت بھرے انداز سے سلطان کے گلے لگ چکی تھی۔

ڈلیوری کے فوری بعد شدید تکلیف برداشت کرنے کی وجہ سے علیزے غنودگی میں جا چکی تھی۔جس پر سلطان کی جاں لبوں پر آئی تو کلثوم بیگم نے اسے فوراً باہر بھیج دیا تھا۔تاکہ سلطان لیبر روم کو سر پر نہ اٹھا لے۔

علیزے کے ٹھیک ہونے کا سن کر جب نرسز نے بچے اسکے حوالے کرنے چاہے تو سلطان نے بچوں کو اپنے بڑوں کی طرف بھیج دیا تھا۔اور خود وہ لیبر

روم میں بے ہوش علیزے کے پاس جا کر بیٹھ چکا تھا۔علیزے کے لیے اسکی دیوانگی سے سب ہی واقف تھے۔اس لئے کسی نے اسے تنگ نہیں کیا تھا۔

خان یار، یہ اپنے بچے سنبھال، کہیں یہ عیس کے بچوں کے ساتھ مکس نہ جائیں، ویسے بھی مجھے یہ چاروں چوزے ایک جیسے ہی دکھ رہے ہیں۔۔۔" سنان گود میں ایک بچہ اٹھائے مصروف انداز میں کہتے ہوئے روم میں داخل ہوا تو اسکے پیچھے آنے والے سب لوگ قہقہ لگانے لگے تھے۔

سلطان نے قہقہ لگاتے ہوئے آگے بڑھ کر اس سے اپنا بیٹا پکڑا تو سنان چمکتے چہرے سے پھر اس گولو کو دیکھنے لگ گیا تھا۔جبکہ اسکا دوسرا بیٹا ضرار کی گود میں تھا۔۔

خانم بھابھی! بہت بہت مبارک ہو، آپکا بہت شکریہ ہمیں اتنے پیارے

کیوٹ سے بھتیجے دینے کے لیے۔۔۔"سنان نے خوشی سے بھرپور آواز میں علیزے کو مبارکباد پیش کی توعلیزے مسکراتے ہوئے سر کو جنبش دے گئی تھی۔۔۔

سلطان نے آگے بڑھ کر علیزے کی گود میں اپنا بیٹا دیا توعلیزے تیز ہوتی ڈھرکنوں کے ساتھ اپنی اولاد کے پہلے لمس کو محسوس کرنے لگی تھی۔۔ علیزے نے نم آنکھوں سے اپنے بیٹے کے ہاتھ کو چوما توسب مسکراتے ہوئے اسے مبارک باد دینے لگے تھے۔

عیس کہاں ہے۔۔۔۔؟ سلطان نے عیس کو ناپا کر ابھی پوچھا ہی تھا۔ کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو اٹھائے کمرے میں داخل ہوتے بول پڑا تھا۔۔۔ عیس کو یاد کیا اور عیس آگیا۔۔۔! عیس مشکل سے دروازہ کھولتے ہوئے کہنے لگا توسب ہنسنے لگے تھے۔ وہاج نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس سے ایک بچہ پکڑا توعیس نے تشکر بھری سانس خارج کرتے ہوئے وہاج کو تھمز

آپ کیا تھا۔

ان کے نام بھی سوچیں ہیں کہ نہیں۔۔؟ حسن صاحب نے اچانک انکو یاد کروانا چاہا تھا۔۔۔ جس پر سلطان اور عیس مسکرا دیے تھے۔

میرے ایک بیٹے کا نام تو اسکا بڑے والا چاچا ڈیسائیڈ کرے گا۔۔۔" سلطان نے ضرار کو دیکھتے ہوئے کہا تو ضرار حیران کن نظروں سے دیکھ گیا تھا۔

میں۔۔۔؟ پر میں کیسے۔۔۔؟ یہ تمہارا اور خانم بھابھی کا حق ہے۔۔۔" وہ حیرت میں غرق تھا۔۔۔ ضرار کے جواب پر سلطان اسکی طرف ایبرو اچکا کر، ساتھ علیزے کو بازو کے گھیرے میں لے کر بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔۔

بھیا، خان بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، اس وقت جس نے آپکی گود سنبھالی ہوئی ہے نہ، اسکا نام آپ ہی رکھیں گئے پلیز۔۔" علیزے، اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے معصومیت سے ریکوسٹ والے انداز میں کہنے لگی

تھی۔۔۔ جبکہ ضرار کو اس وقت اپنی کیفیت بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ شاید ہی کوئی اس بات کی اہمیت سے واقف ہو، پر جو ماں باپ، اپنوں کو مان دیتے ہوئے یہ حق دیتے ہیں۔ کہ وہ انکے بچے کا نام رکھیں گئے۔ اصل میں وہ صرف نام دینے کا حق نہیں دیتے بلکہ بچے کو اسکی پہچان دینے کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ انسان کی پہلی پہچان تو اسکے نام میں رکھی ہوتی ہے۔

کیا میں اپنے بھتیجے کا نام "کبیر سلطان احمد خان" رکھ سکتا ہوں۔۔۔؟ ضرار نے بچے کی بند انکھوں پر لب رکھتے ہوئے نم آنکھوں سے پوچھا تھا۔۔۔ ضرار کے اتنے خوبصورت نام دینے پر سنان خوشی سے چاچے اور بھتیجے کے اوپر سے پیسے وارنے لگا تو اسی وقت کبیر خان آنکھیں واہ کرتے ہوئے ضرار کی جانب ٹکر ٹکر کر کے دیکھنے لگا تھا۔۔۔ جس ہر ضرار فلک شگاف قہقہ لگانے لگا تھا۔ اسکا میسنا بھتیجا اپنا نام جانتے ہی آنکھیں کھول چکا

تھا۔

اوتیری۔۔سنان جو پیسے وار رہا تھا۔اچانک صدمے سے بولا توسب پریشانی سے اسکو دیکھنے لگے تھے۔۔۔

کیاہوا۔۔؟عیس نے استفسار کرناچاہا تھا۔۔

ابے یار،اس چوزے کی آنکھیں تودیکھ۔۔۔!سنان، کبیر خان کی آنکھوں کو دیکھ کر مسمرائز ہو چکا تھا۔۔۔سب نے تجسس سے آگے بڑھ کر کبیر خان کی آنکھوں کو دیکھا توسب کی زبان سے بے ساختہ ماشاءاللہ نکلا تھا۔کیونکہ کبیر خان ضرار کی گود میں چڑھے سنان کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔۔۔

واہ کیاآنکھیں پائی ہیں۔۔۔"عیس نے کبیر خان کی آئس بلو آنکھوں کو دیکھ کر بے ساختہ تعریف کی تھی۔۔

خانم بھابھی اس نمونے کی بھی آنکھیں کھلوائیں تاکہ انکا رنگ بھی دیکھا جا سکے۔۔۔"سنان جلدی سے علیزے کی طرف آیا تو اگلے ہی پل علیزے کی گود میں لیٹا بچہ غصے سے آنکھیں کھول کر سنی کو سخت نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔اپنے بچے کے اس انداز پر علیزے یک دم کھلکھلا پڑی تھی۔۔۔

لگتا ہے بچے کو بھی تیری یہ منحوس شکل پسند نہیں آئی۔۔۔!عیس نے ہنستے ہوئے سنان کا مزاق بنانا چاہا تھا۔۔۔

بھابھی یار اسکی آنکھیں تو کبیر سے بھی آگے ہیں۔۔۔!سنان اپنی طرف گھورتے بچے کی آنکھیں دیکھ کر یقینی سے تعریفی انداز میں کہنے لگا تھا۔۔۔

سچ میں یار بہت خوبصورت ہیں،پر یہ کونسی شیڈ ہے۔۔۔؟عیس نے متجسس ہوتے جاننا چاہا تھا۔۔

شیڈ کی آنکھیں ہیں۔۔وہاج نے آگے (Caribbean blue)یہ بڑھ کر بچے کی آنکھیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے انکو بتایا۔۔

بھابھی اسکا نام کیا رکھنا ہے۔۔۔؟سنان، علیزے کی گود سے بچہ لے کر اسکو ڈبل گھوری سے نوازنے لگا تھا۔۔کیونکہ وہ ٹیڈا اسے کب سے گھورے ہی جا رہا تھا۔۔۔

سنان کے سوال پر علیزے نے سلطان کی طرف استفہامی نظروں سے دیکھا تو سلطان مسکراتے ہوئے جواب میں بول گیا تھا۔

اسکا نام "فاتح سلطان احمد خان" ہو گا۔۔۔۔سلطان فخریہ انداز میں اپنے دونوں بچوں کو دیکھنے لگا تھا۔۔۔اسکے دونوں بیٹے سفید و سرخ، گول مٹول سے تھے۔۔غرض وہ انتہائی خوبصورت بچے تھے۔۔جو علیزے اور سلطان کی محبت بن کر اس دنیا میں آئے تھے۔

میاں تم بھی ہوش کرو اپنے بچوں کے نام بتاؤ اب۔۔۔! مصطفیٰ کاظمی نے عیس کو ہوش دلانا چاہی تھی۔۔جو اپنی بیوی کو اکیلا چھوڑ کر یہاں پر آچکا تھا۔ مشعل کو اکیلے جان کر شاہدہ بیگم اور زلیخا بیگم علیزے کو مبارکباد دے کر اسکے پاس جاچکی تھیں۔

چل نیلی بتی تو اس سفید چونے کا نام بتا۔۔؛عیس نے وہاج کو کندھا مارتے ہوئے اپنے گورے بیٹے کو چونا بنایا تو سب نے جہاں اسے افسوس سے دیکھا تھا۔۔وہیں وہاج آنکھیں بڑی کیے اسکو دیکھنے لگا تھا۔۔۔

میں۔۔۔؟ضرار کے جیسے وہاج نے بھی سیم بے یقینی سے ری ایکشن دیا تو عیس نے بے زاری سے آنکھیں گھما دیں۔۔۔

نہیں تیری روح سالے، کیا تو میرے بچوں کا تایا نہیں ہے۔۔۔؟عیس نے تیکھے چتون سے سناتے ہوئے سوال کیا تو وہاج اسکے لفظ تایا پر نہ چاہتے

ہوئے بھی ہنس پڑا تھا۔۔ان خوبصورت رشتوں کے نام تو اسے اب آکر پتہ چل رہے تھے۔سب مسکرا کر ان کی نوک جھونک دیکھ رہے تھے۔

میرا پیارا بھتیجا، چونکہ خوبصورتی میں تجھ جیسے کمینے سے بہت آگے ہے اس لئے میں اپنی اس ننھی سی جان کا نام "فارس عیس علی ہمدانی" رکھتا ہوں۔۔" وہاج نے بچے کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے نام اناؤنس کیا تو سنان اس بار ان کے اوپر سے پیسے وارنے لگا تھا۔

سالے میں کب سے تجھے پیسے وارتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، پر تو پیسے پھینک نہیں رہا ہے، سچ بتا ہمارے بچوں کے صدقے اتار کر کہیں پیسے واپس جیب میں تو نہیں رکھنے کا ارادہ نا۔۔۔؟عیس آنکھیں چندھیا کر سنی کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا تو روم میں سب کے چھت پھاڑ قہقہے پھوٹ پڑے تھے۔

لے سالے پھینک رہا ہوں، اب یہ اٹھا بھی خود لئ۔۔۔! سنان نے اسے گھور کر فضا میں ہاتھ بلند کرتے ہوئے اچانک پیسے پھینکے تو روم میں ہر طرف پیسے اڑنے لگے تھے۔۔اس منظر کو پر شوق نظروں سے دیکھتے علیزے نے کھکھلا کر سلطان کے کندھے پر سر ٹکایا تو سب علیزے کی خوشی دیکھتے ہوئے اپنی جیبوں سے پیسے نکال کر ہاتھ بلند کر کے فضا میں پھینک چکے تھے۔ جس پر علیزے کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔

وہاج بچے کا کوئی بھی نام رکھ لو، پر خدا کا واسطہ ہے میرے پوتوں کے نام کے ساتھ انکے باپ جیسے شیطان کا نام نہ لگانا۔۔۔! حسن صاحب فارس کو اٹھاتے ہوئے بے پرواہی سے گویا ہوئے تھے۔۔

حسن صاحب اپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے جانتے ہی نہ ہوں کہ میرے

نام کے ساتھ آپکا نام ہی لگا ہوا ہے۔۔۔! عیس نے جلے کٹے انداز میں اپنے باپ کو یاد کروانا چاہا تھا۔۔۔ کہ اگر نام سے ہی شیطان بنا جاتا ہے تو عیس انکی وجہ سے ہی ایسا ہے۔۔۔ عیس کے جواب پر حسن صاحب اپنی بے شرم اولاد کو گھور کر رہ گئے تھے۔۔

اسکا نام تو بتادو۔۔۔۔! سنان نے عیس کو بحث میں پڑتے دیکھ کر جلدی سے یاد کروانا چاہا کہ اسکا ایک نمونہ رہ گیا ہے۔۔۔

اسکا نام میں "شہرام عیس علی ہمدانی" رکھوں گا اور اس چوزے کو اپنی گولڈن گھٹی تو دے گا۔۔۔ "عیس نے سنی کی گولڈن انکھوں اور بالوں پر چوٹ کرتے ہوئے نام بتایا تھا۔

جبکہ گھٹی دینے کا سن کر سنان نے پر جوشی میں اپنے منہ سے ببل نکال کر شہرام کے منہ میں ڈالی تو اگلے ہی پل وہاج نے اسکی گردن پر رکھ کر ایک رسید کر دی تھی۔۔۔

سالے گھٹی دینی ہے، بچے کو نشہ نہیں کروانا۔۔۔! وہاج نے گھور کر اسے شرم دلائی تو سنی نے گڑبڑا کر زبردستی مسکراتے ہوئے اگلے ہی پل شہرام کے منہ میں انگلی ڈال کر ببل باہر نکال لی تھی۔ایک چھوٹے سے بچے کے ساتھ سنان مصطفیٰ کاظمی کی ان ابنارمل حرکتوں پر سب اچھبنے سے اسے دیکھتے ہوئے سر پکڑ چکے تھے۔۔۔

اداس چہرہ لیے مشعل بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔اس وقت اسکے کمرے میں شاہدہ بیگم موجود تھیں۔ جبکہ زلیخا بیگم علیزے کے کمرے میں جا چکی تھیں۔۔چونکہ رات ہو چکی تھی۔اس لئے باقی سب واپس جا چکے۔ سوائے عیس اور سلطان کے۔۔۔

جتنی دفعہ بھی کمرے کا دروازہ کھلتا تھا۔ مشعل کی نظریں خود بخود دروازے کی طرف چلی جاتیں تھیں۔اس ہوش آئے کتنا وقت ہو چکا تھا۔۔ لیکن عیس اسے ملنے کے لیے ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔ کچھ گھنٹے پہلے اس نے چکر لگایا تھا لیکن تب وہ اپنے دونوں بیٹوں کو اٹھا کر باہر چلا گیا تھا۔ تب بھی مشعل اس منتظر نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی۔۔ لیکن عیس نے ایک نظر بھی اٹھا کر اسکی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔

انتظار سے اب مشعل کا دل بھرتا جا رہا تھا۔اسکی براؤن آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تو لمبا سانس کھینچتے ہوئے وہ حلق میں اٹکے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

مشعل کو پتہ چلا تھا کہ عیس نے اسکے بیٹوں کے نام تک رکھ لیے ہیں، لیکن بیٹوں کی ماں سے پوچھنا تو دور اسے بتایا تک گوارہ نہیں سمجھا گیا تھا۔اسی وجہ

سے مشعل نے بھی پوچھنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ کہ اسکے بیٹوں کے کیا نام رکھے گئے ہیں۔

تکیے پر سر گراتے ہوئے مشعل کا دل تکلیف سے بھرنے لگا تو وہ زور سے ہچکی بھر گئ تھی۔۔۔جو کہ آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی گئ تھی۔۔۔

شاہدہ بیگم نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔جو تکیے پر سر پیچھے گراتے ہوئے اپنے آنسو صاف کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ لیکن آنسو مزید بہتے جا رہے تھے۔۔۔

اپنی بہو کو یوں دکھی دیکھ کر وہ سرد سانس خارج کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔

آج کل کے بچے محبت کے نام پر ہیر، رانجھا بنے ہوتے ہیں، پر جب روٹھنے

کی باری آتی ہے تو بنا ایک دوسرے کو سمجھے بس جلاد بن جاتے ہیں۔۔۔"

شاہدہ بیگم بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹک کر باہر کی جانب بڑھ گئیں تھیں۔تاکہ اپنے بدتمیز بیٹے کو اندر بھیج سکیں کیونکہ انکی چھوٹی سی بہو اس حالت میں رو رو کر ہلکان ہونے کی تیاری پکڑے ہوئے تھی۔۔۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد عیس چہرے پر سنجیدگی طاری کیے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔

مشعل جو چھت کو گھورتے ہوئے خیالوں میں کھوئی تھی۔ناچاہتے ہوئے بھی اسکی نظریں گھوم کر دروازے کی طرف اٹھیں تو اپنے شوہر کو دیکھ کر وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی تھی۔۔

عیس ترچھی نظروں سے اپنی بیوی کے ایک ایک ایکسپریشن کو نوٹ کرتے ہوئے بے بی کاٹ کی طرف بڑھ چکا تھا۔ابھی باہر اسکی ماں اسکی اچھی خاصی کلاس لے چکیں تھیں۔کہ اسکی بے رخی کی وجہ سے انکی بہو روئے جارہی ہے۔۔۔پر کیا کسی نے اپنی بہو رانی سے جاننا چاہا تھا۔۔؟کہ اس پر جان چھڑکنے والا شوہر اس حال میں کیوں اس سے لاتعلق بنا ہوا ہے۔۔۔؟

وہ غیر سنجیدہ انسان ضرور تھا۔لیکن مشعل سیلمان کے معاملے میں "عیس علی ہمدانی" ایک الگ ہی قسم کا شخص تھا۔۔سب ہمشیہ مشعل کی حمایت میں بولتے تھے۔کہ وہ عمر میں عیس سے چھوٹی ہے۔۔لہذا عیس اسکے ساتھ ایک رائی برابر بھی بے مروت نہیں ہو سکتا ہے۔۔

پر کیا کوئی عیس علی ہمدانی کے حق میں بول سکتا تھا۔۔۔؟کہ وہ اپنی بیوی کی بے وقوفیوں کی وجہ سے کس اذیت سے دوچار ہو جاتا ہے۔کیونکہ کوئی بھی

انسان اپنی زندگی میں کتنا ہی غیر سنجیدہ کیوں نہ ہو، پر جس عورت سے وہ حقیقی محبت کرتا ہے اسکے حق میں وہ اتنا ہی سینسیٹو اور سنجیدہ پایا جاتا ہے۔۔

کیا کوئی عیس سے پوچھ سکتا تھا کہ اس وقت اسکے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ جب ڈاکٹر نے اس سے یہ کہہ کر پیپر زپر سائن کروائے تھے کہ اسکی بیوی کی جان خطرے میں ہے۔۔ کیونکہ اسکی بیوی خود پر بہت زیادہ خوف طاری کر چکی ہے۔ جس کی وجہ سے اسکا بی پی مکمل طور پر شوٹ کر چکا تھا۔

اس حساس معاملے میں اتنی چھوٹی چھوٹی پیچیدگیوں سے اکثر جانیں چلی جاتیں ہیں، اور اگر "مشعل سیلمان" کو کچھ ہو جاتا تو کیا عیس زندہ رہ پاتا۔۔؟ کیا پھر عیس کا وہ کردار رہ پاتا؟ جس کردار نے اس کہانی میں جان ڈالی ہوئی ہے۔ اگر اس کہانی کی جان "عیس علی ہمدانی" میں تھی۔ تو عیس علی ہمدانی کی جان "مشعل سیلمان" میں قید تھی۔

یہ عیس کا دل ہی جانتا تھا۔۔کہ مشعل کے آپریشن کے وقت اس روم میں رہتے ہوئے عیس پر کیا گزر رہی تھی۔ مشعل کا چھوٹا سا ہاتھ تھامے وہ دل کو مضبوط کیے بار بار اسکے کانوں میں سرگوشیاں کر رہا تھا۔کہ وہ اسکے ساتھ ہے۔وہ اس حال میں بھی اسکے ساتھ ہے۔اور اگر اسکا "علی" اسکے ساتھ ہے تو مشعل سیلمان کو بلکل اجازت نہیں تھی کہ وہ خود پر کوئی اور خوف طاری کر لے۔۔۔

عیس نے تو آج تک اس سے اس بارے میں بھی بات نہیں کی تھی۔جب مری میں وہ دونوں حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔وہ دونوں کتنے گھٹنے ٹھنڈے پانی میں ڈوبے رہے تھے۔ جس کی وجہ سے مشعل خود کو برف میں قید محسوس کرتی تھی۔اسی حادثے کی وجہ سے عیس علی ہمدانی نے اپنے رشتے کا آغاز کیا تھا۔۔اسی حادثے کی وجہ سے اپنے چوزے کے ٹھنڈے وجود کو وہ اپنے جسم کی حدت دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ عیس آج

تک اس حادثے کا ذکر زبان پر نہیں لایا تھا۔تاکہ اسکی محبوب بیوی خوف کا شکار نہ ہو جائے۔

کیونکہ وہ جانتا تھا۔کہ اسکی چھوٹی سی بیوی بہت ڈرپوک ہے۔جب وہ ہر صورت میں اسکی ہمت بنا ہوا تھا، تو

پھر کیسے وہ کچھ سو کالڈ ویڈیوز دیکھ کر اپنے ذہن پر ڈر سوار کر سکتی تھی۔اور اسی ڈر کی وجہ سے آج وہ اپنی جان بھی خطرے میں ڈال چکی تھی۔۔۔

زخمی مسکراہٹ کے ساتھ سوچتے ہوئے عیس جھک کر اپنے بیٹوں کے ماتھے پر لب رکھ گیا تھا۔۔۔جبکہ مشعل بیڈ پر بیٹھی اسے تکے جا رہی تھی۔۔ لیکن عیس یوں تعلق بنا اپنے بچوں کو پیار کر رہا تھا۔جیسے ان تینوں کے علاوہ کوئی اور کمرے میں موجود ہی نہ ہو۔

عیس کی بے رخی دیکھتے ہوئے مشعل نے اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونا کر

دیا تھا۔

عیس جو مگن انداز میں اپنے بچوں پر پیار لٹا رہا تھا۔ کہ مشعل کے رونے کی آواز سن کر بیڈ کی طرف دیکھ گیا۔۔۔

جہاں وہ اپنے انداز میں ہاتھوں کی مٹھیوں سے آنکھوں کو مسلتے ہوئے روئے جا رہی تھی۔۔۔

اپنی بیوی کو یوں بری طرح روتے دیکھ کر عیس کا دل جو ایک سکینڈ میں پگھلنے لگا تھا۔ کہ دوسرے ہی پل وہ سر جھٹک کر خود پر پھر سختی کا خول چڑھا چکا تھا۔۔۔

میں مر گیا ہوں کیا۔۔؟ جو ایسے ہچکیاں بھرتے ہوئے رو رہی ہو۔۔۔۔!

عیس نے چہرے پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے اسے سخت لہجے میں سنایا تو مشعل چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔ لیکن جب عیس کے الفاظ سمجھ میں آئے تو وہ مزید رونے کی تیاری پکڑنے لگی تھی۔۔۔

بتاؤ کیوں تم نے اب رونا پیٹنا لگایا ہوا ہے۔۔۔؟ میں مر گیا ہوں۔۔۔؟
مشعل کو آنسوؤں بھری آنکھوں سے خود کی طرف دیکھتا پا کر عیس نے دوبارہ پھر اپنے الفاظ دہرائے تھے۔۔۔
جبکہ مشعل بے یقینی سے ساکت ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔۔جو آج پہلی بار اتنے تلخ لہجے میں اس کے ساتھ مخاطب ہو رہا تھا۔۔۔

مشکل نے دل میں اٹھتی ہوئی تکلیف کی وجہ سے لمبی ہچکی بھری تو عیس کو مزید تیش سا اٹھ آیا۔۔۔
مشعل عیس علی "اگر اب اس کمرے میں مجھے تمہارے رونے کی آواز" سنائی دی تو یاد رکھنا میں تمہاری حالت کی پرواہ کیے بنا تمہارا کیا برا حشر کرتا "ہوں۔۔۔

کمرے میں داخل ہوتے سلطان احمد خان کے کانوں میں عیس کے گرجنے کی آواز سنائی دی تو وہ بے یقینی و وہم سے نیلی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے عیس کو دیکھنے لگا تھا۔ جو نہیں جانتا تھا کہ دروازے پر سلطان کھڑا ہے۔ کیونکہ اگر اسے اس بارے میں زرا بھی علم ہوتا تو روڈ ہیرو بننے کا پروگرام وہ بعد میں کر لیتا۔

کیونکہ عیس کے غصے بھرے الفاظ سنتے ہوئے مشعل بری طرح اپنے لب کاٹتے ہوئے ہچکیوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ عیس کے پہلی بار اس غصے بھرے انداز پر وہ بری طرح ڈر چکی تھی۔ شاید وہ ایسی ہی تھی۔ جو سامنے سے محسوس ہونے والی چیزوں کے مطابق ہو جاتی تھی۔

عیس۔۔۔۔؟ سلطان نے وہیں کھڑے رہ کر بے یقین ہوتے اسے پکارا تو عیس ایک دم مڑ کر دروازے کی جانب دیکھنے لگا تھا۔ دروازے پر سلطان کو

کھڑے دیکھ کر عیس گڑ بڑاتے ہوئے اگلے ہی پل انجان بن چکا تھا۔۔۔

تو تواب گیا عیس بیٹا۔۔۔! سلطان کو خود کی طرف حیرت سے دیکھتا پا کر اسے یقین ہو چکا تھا کہ سلطان اسکی ساری بکواس سن چکا ہے۔۔۔۔

شادی غصے سے اسے گھورتے ہوئے سلطان قدم اٹھاتے ہوئے بیڈ کی جانب آیا تھا۔۔ڈلیوری کے بعد سے وہ ابھی تک چونکہ اپنی گڑیا کو مل نہیں پایا تھا۔اسی لئے وہ ابھی اپنی مشو گڑیا کو مبارک باد دینے کے لئے آرہا تھا کہ کمرے میں عیس کی گونجتی ہوئی غصے بھری آواز سلطان کو جھٹکا دے گئی تھی۔۔۔

کیسی ہے میری گڑیا۔۔۔۔؟ سلطان نے بیڈ کے نزدیک آتے ہوئے مشعل کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے حال پوچھا تھا۔۔۔جبکہ عیس کو فلوقت

وہ اگنور کر چکا تھا۔۔۔

میں ٹھیک ہوں بھیا۔۔۔ مشعل تیزی سے اپنے آنسو صاف کرتے بامشکل جواب میں بولی تو نجانے کیوں سلطان کو اپنی گڑیا پر ترس سا آنے لگا تھا۔ جو اس بے غیرت جن کے ہتھے چڑھ گئی ہوئی تھی۔

ماں بننے کی بہت بہت مبارک ہو بھیا کی جان۔۔! سلطان نے بیڈ کے پاس پڑے سیٹنگ سٹول پر بیٹھتے ہوئے اسے مبارک باد دی تو مشعل آسودگی سے مسکرا کر سر جھکا گئی تھی۔ دوسری طرف عیس کن اکھیوں سے بہن بھائی کو گفتگو کرتا دیکھ رہا تھا۔۔۔

میری گڑیا نے ہمیں دو پیارے پیارے شہزادے دیے ہیں، تو بتاؤ اتنی بھڑی خوش خبری دینے پر اپنے بھیا سے کیا گفٹ چاہیئے۔۔۔؟ سلطان نے

اسکے روئے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر نرم لہجے میں پوچھنا چاہا تھا۔۔۔جواب رونا چھوڑ کر بیڈ شیٹ پر انگلی سے لکیریں کھینچ رہی تھی۔

بھیا کیا میں لیزو کے کمرے میں شفٹ ہو سکتی ہوں۔۔؟اصل میں اس اتنے بڑے کمرے میں اکیلے میرا دل نہیں لگ رہا ہے۔۔۔! مشعل نے جواب دینے کی بجائے نم آنکھوں سے دھیمے لہجے میں الٹا سلطان سے پوچھنا چاہا تو سلطان سرد سانس خارج کرنے لگا تھا۔۔۔

علی۔۔۔۔! کمرے میں سلطان کی اچانک تیز دھاڑ گونجی تو عیس جو اپنی جگہ پر چور بنا بیٹھا تھا۔اچانک سلطان کی غصے بھری دھاڑ سن کر اپنی جگہ سے اچھلتے ہوئے اسکی طرف دیکھ گیا۔۔۔جبکہ مشعل خود ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے خان بھیا کو دیکھنے لگی تھی۔۔

کیا ہوا خان۔۔۔؟عیس نے فارس کو بے بی کاٹ میں لٹا کر زبردستی

مسکراتے ہوئے سلطان کی پکار کا جواب دیا۔۔۔

تمہارے پاس صرف آدھا گھنٹہ ہے،اور اگر اس آدھے گھنٹے میں میری بہن کے چہرے کی مسکراہٹ واپس نہ آئی، تو اس کے انجام میں تم صرف یہ سوچنا کہ تمہارا میں کیا حشر کرنے والا ہوں۔۔۔"سلطان نے سرد لہجے میں عیس کو وارننگ کیا دی تھی۔بلکہ عیس کا خون ہی خشک کر دیا تھا۔

عیس کو ٹائم گنوا کر سلطان سپاٹ چہرے کے ساتھ کمرے باہر جا چکا تھا۔۔۔

سلطان کے جاتے ہی عیس نے تیزی سے بیڈ کی طرف آتے ہوئے مشعل کو زبردستی گلے لگانا چاہا تو مشعل نے تیش سے اسکے بازو جھٹک دیے۔۔

مشوا س وقت میری شامت کا فائدہ اٹھانے کا سوچنا بھی مت، ورنہ میں بتا رہا ہوں۔۔۔؛عیس نے مصنوعی غصے سے بات ادھوری چھوڑی تو مشعل

جلدی سے بول پڑی تھی۔۔۔

تو آپ کیا کریں گئے، میرا برا حشر کریں گئے نہ۔۔۔!؟ مشعل نے روتے ہوئے زخمی لہجے کے ساتھ اسکے تھوڑی دیر پہلے کے الفاظ یاد کروائے تو عیس نے لب کا کونا دبا لیا تھا۔

میری یادداشت بہت کمزور ہے، مجھے نہیں پتہ کہ تم کس بارے میں بات کر رہی ہو، بلکہ چھوڑو یہ منہ ماری، چپ چاپ آؤ میرے سینے سے لگو، کیوں شوہر سے لڑائی کر کے کمینے شیطان کو خوش کر رہی ہو۔۔۔؟ عیس نے باتوں میں وقت ضائع کرنے بجائے ایک بار پھر زبردستی مشعل کو سینے سے لگانا چاہا تو مشعل بری طرح مزاحمت کرتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

پاگل لڑکی کیوں ایسے ہلچل مچا رہی ہو؟ بھول گئی ہو کیا؟ کہ آپریٹ ہو کر یہ

دونوں چوزے باہر نکلے ہیں، سٹیچز کھلوانے کا ارادہ ہے کیا۔۔۔؟ مشعل کو بری طرح حرکت کرتا دیکھ کر عیس نے سختی سے اسے قابو کرتے ہوئے ڈانٹا تھا۔۔

ہاں بھول گئی ہوں، کیونکہ تھوڑی دیر پہلے آپ بھولے ہوئے تھے، کہ آپکی بیوی اس وقت کس حال میں ہے۔اس لئے اب یہ جھوٹی فکر کرنا بند کریں۔ کیونکہ اپکو یہ تک یاد نہیں تھا۔ کہ اس وقت آپکی بیوی کو آپکی ضرورت ہے۔۔۔ "عیس کا سخت لہجہ یاد آتے ہی وہ بری طرح روتے ہوئے گلے شکوے کرنے لگی تھی۔ وہ سچ میں بری طرح ہرٹ ہو چکی تھی۔۔ کیونکہ اس حال میں ہر لڑکی کی طرح وہ بھی اپنے شوہر کے پیارے بھرے الفاظ کی منتظر تھی۔ پر اسکا بد تمیز شوہر اسے ڈانٹ رہا تھا۔

ہمیشہ مجھے کوسنے کی بجائے کیا تم نے کبھی خود پر غور کیا ہے! کیا تم نے میرے رویے کی وجہ جاننے کی کوشش کی ہے؟ کہ تم مجھے کس اذیت سے

دوچار کر دیتی ہو۔جب میں نے تمہیں یقین دلایا تھا کہ ہر تکلیف میں عیس علی ہمدانی تمہارے ہم قدم ہو گا۔تو پھر تم کس سو کالڈ ڈر کی وجہ سے موت کے منہ میں چلی گئی تھی۔بتاؤ؟ کیا تم اندازہ لگا سکتی ہوں کہ پچھلے کچھ گھنٹوں میں کہاں پر کھڑا تھا؟ جب مجھے فون پر یہ کہہ کر بلایا گیا تھا کہ میری بیوی ہاسپٹل میں سیریس کنڈیشن میں پڑی ہوئی ہے۔۔

کیا تم ان الفاظ کی اذیت کا اندازہ لگا سکتی ہو؟ مس مشعل سیلمان۔۔۔۔!

عیس اسکے گلے شکوے سٹارٹ ہونے پر نہ چاہتے ہوئے پھر غصے سے دوچار ہوتے اونچی آواز میں پوچھنے لگا تھا۔۔۔

بتاؤ اب چپ کیوں ہو۔۔۔؟ جواب دو مجھے کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔۔؟ کیا تمہیں میری محبت پر یقین نہیں تھا۔۔۔؟ کیا یقین نہیں تھا کہ میں تمہارا ڈر دور کر پاؤں گا۔۔۔؟ جن لمحوں کو میں تمہارے لئے سب

سے زیادہ یادگار بنانا چاہتا تھا۔ تم اس سارے وقت کو سپائل کر چکی ہو۔۔!
ہمیشہ کی طرح تم نے سوچا ہو گا کہ میں کچھ بھی کروں میرا شوہر تو بے
وقوف ہے وہ تھوڑی نہ کچھ کہے گا۔ بلکہ آخر میں مس مشعل رو دھو کر سچی
ہو ہی جائے گی۔

میں مانتا ہوں کہ کسی بھی لڑکی کے لئے یہ وقت آسان نہیں ہوتا ہے، پر
کوئی بھی لڑکی تمہاری طرح ہمت اور امید نہیں چھوڑ دیتی۔ تم نے اپنے
آپ پر آدھی موت خود سوار کی ہوئی تھی۔ اگر تمہاری طرح لڑکیاں بچے
پیدا کرنے لگیں۔ پھر تو پکا ہر لڑکی بچے پیدا کرنے کے بعد فوت ہی ہو
جائے۔ عیسیٰ سر جھٹکتے ہوئے استہزایہ انداز میں بولتا جا رہا تھا۔۔۔ دوسری
طرف مشعل تو اسکی زبان سے پہلی بار مشو کی بجائے مشعل سن کر دکھی
دل سے مزید رونے لگی تھی۔
آپ پھر مجھے ڈانٹ رہے ہیں نا۔۔۔! ہچکیاں بھرتے ہوئے مشعل اچانک

بولی تو عیس اپنی ساری باتوں کے جواب میں دوبارہ مرغی ایک ٹانگ والی شکایت سن کر سر پکڑ گیا تھا۔۔۔ناچاہتے ہوئے اسے بے اختیار ہنسی آنے لگی تھی۔

۔مطلب وہ اتنا کہہ چکا تھا۔۔ لیکن اسکی بیوی کے اپنے ہی پرسنل دکھ تھے۔

پاس آؤ میرے۔۔۔! ساری تقریر کو بھاڑ میں جھونک کر عیس نے اس بار بازو کھولتے ہوئے اسے خود پاس آنے کا اشارہ کیا۔تو وہ ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے تیزی سے بول پڑی تھی۔۔۔

پہلے مجھے سوری بولیں پھر گلے لگوں گی۔۔۔! مشعل نے گلے لگنے کی شرط رکھی تو عیس نے اچھنبے سے آنکھیں پھیلا لی تھیں۔۔

سوری۔۔۔! مشعل کو نخرے سے سینے پر بازو باندھتے یوئے دیکھ کر عیس نے ہنسی دبا کر بلا آخر سوری بول ہی دیا تھا۔آخر کار اس نے اپنی بیوی کو عقل دینے کا جرم جو سرانجام دیا تھا۔

پانچ دفعہ مزید سوری بولیں۔۔۔؟ مشعل نے سرخ ناک کے ساتھ اپنے ناخن دیکھتے ہوئے اگلی شرط بتائی تو عیس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے گھوری سے نوازا۔ اگر اس وقت وہ سلطان احمد خان کی طرف سے دیے گئے آدھے گھنٹے میں نہ پھنسا ہوتا تو اچھے سے اس پدی کو مزا چکھا دیتا۔۔۔

سوری، سوری سوری، سوری سوری۔۔۔ عیس نے دانت کچکچا کر پانچ دفعہ معافی مانگی تو اگلے ہی پل مشعل کے چہرے پر چمکدار مسکراہٹ ابھرنے لگی تھی۔۔۔

میں نے اپکو معاف کیا، آئندہ مجھے نہ ڈانٹیے گا۔۔۔! مشعل اسکے سینے میں سماتے ہوئے معصومیت سے کہنے لگی تو عیس جو کب سے صلح کرنے کے

لئے خود پر جبر کر رہا تھا۔اپنی بیوی کی معصومیت پر وہ دانت پیس کر اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے شدت سے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔ جس پر مشعل کی براؤن آنکھیں پھیل چکی تھیں۔۔عیس احتیاط سے اسے پیچھے تکیے پر لٹا کر شدت پسندی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرنے لگا تو مشعل آنکھیں میچتے ہوئے اسے برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔۔

بلیک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہنے وہاج اس وقت سنجیدگی سے ٹیرس پر کھڑا تھا۔رات کے دو بج رہے تھے۔ لیکن وہاج کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اندھیرے میں

ڈوبی ہوئی پر چیز کو دیکھ تو رہا تھا۔۔ لیکن اسکا ذہن اس وقت دورے پار شہر میں بیٹھی ایک لڑکی میں الجھا ہوا تھا۔ وہ ہی لڑکی جس نے دو دن پہلے واپس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن دو دن گزرنے کے باوجود بھی وہ واپس نہیں آئی تھی۔

بیہ شیراز پاشا جب سے اس سے دور گئی تھی۔ وہاج علی صدیقی سکون سے سو نہیں پایا تھا۔ کیا وہ نہیں جانتی تھی۔۔؟ کہ اسکے شوہر کو اسکے بنا نیند نہیں آتی۔۔۔؟ کیا وہ بے خبر ہو چکی تھی کہ اسکا شوہر بے خوابی کا شکار رہتا ہے۔۔۔؟ دن تو آفس میں کام کرتے ہوئے گزر ہی جاتا تھا۔۔ لیکن وہاج کی ہر رات کانٹوں پر بسر ہو رہی تھی۔

تھک ہار کر وہاج نے سگریٹ بجھا کر بالوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے سرد سانس خارج کر دی تھی۔ کمرے میں واپس آ کر وہ جوتا پہن کر باہر کی جانب بڑھ چکا تھا۔۔ تاکہ عیس کے کمرے سے فارس کو لا سکے۔ کیونکہ آج

کل "فارس عیس علی" کی وجہ سے ہی وہ تھوڑی دیر سو پا رہا تھا۔ روز لیٹ نائٹ نیند نہ آنے کی وجہ سے وہاج اپنے ننھے بھیجتے کو اٹھالاتا تھا۔۔ جس پر عیس اسے الگ گھوریوں کے ساتھ یہ کہہ کر ملتا تھا۔۔ کہ جلدی نہیں اٹھا کر لے جا سکتے کیا۔۔۔ تاکہ ایک چوزے کے جانے پر عیس سکون سے سو تو سکے۔۔۔ کیونکہ سکے دونوں بیٹے پیدا ہوتے ہی اسکی نیند کے دشمن بن چکے تھے۔

آفس میں ہر طرف دھواں پھیلا ہوا تھا۔ اس وقت شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ جہاں آفس کا سارا اسٹاف آہستہ آہستہ چھٹی کر کے نکلتا جا رہا

تھا۔ وہیں دوسری طرف وہاج علی صدیقی چہرے پر سپاٹ تاثرات لیے لیپ ٹاپ پر تیزی سے انگلیاں چلانے میں مصروف تھا۔

چاکلیٹ کلر کے تھری پیس سوٹ میں اس وقت وہ مکمل طور پر وجیہ مرد لگ رہا تھا۔ جبکہ ڈارک براؤن بال اپنے مخصوص انداز میں سیٹ تھے۔ تو وہیں دوسری طرف نیلی آنکھیں کسی بھی جذبے سے پاک سرد پڑ چکیں تھیں۔ انکھوں کی چمک تو پچھلے کتنے دنوں سے ہی غائب گئی تھی۔ اور اس چمک کے غائب ہونے کے پیچھے صرف اسکی بیوی کا ہاتھ تھا۔ جو دوسرے شہر میں اپنی ڈیوٹی نبھاتی پھر رہی تھی۔۔۔

ذہن میں خیالوں سے الجھتے ہوئے وہ ہونہہ کر کے رہ گیا تھا۔

آج اسے گئے ہوئے بیس دن ہو چکے تھے۔ لیکن مجال ہوا اگر وہاج نے اسکی ایک بھی کال اٹھائی ہو یا میسج کا جواب بھی دینا گوارہ کیا ہو۔ اگر وہ اسکے لئے تڑپ رہا تھا۔ تو وہاج نے اپنی بیوی کو بھی تڑپانا ضروری سمجھا تھا۔ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ وہ سگریٹ کا کش لیتے ہوئے مزید تیزی سے ٹائپنگ

کرنے لگا تھا۔ وہاج نے نظر اٹھاتے ہوئے اچانک باہر کا منظر دیکھنا چاہا تو گلاس وال سے دیکھتے ہوئے اسکی نگاہوں کو جس چہرے کا گمان ہوا، تو اپنا وہم جان کر وہاج بے یقینی سے آنکھیں پھیلا کر دیکھنے لگا تھا۔

لیکن پھر اگلے ہی سیکنڈ وہ بے خبر بنتا دوبارہ لیپ ٹاپ پر جھک چکا تھا۔ تقریباً دو منٹ گزرنے کے بعد اسکے آفس کا دروازہ ٹھاہ کر کے کھلا تھا۔ اس دھماکے پر نامحسوس انداز میں وہاج کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل چکے تھے۔ یہ بیس دنوں کی پہلی مسکراہٹ تھی جس نے آج وہاج کے چہرے پر اپنی جھلک دیکھائی تھی۔ لیکن اگلے ہی پل کمال مہارت سے اپنی مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے وہاج نے چہرہ اٹھا کر انجان بنتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا تو وہ اسے خونخوار تاثرات سے خود کو گھورتی ہوئی ملی تھی۔

دروازے کے بیچوں وبیچ اسے کھڑے دیکھ کر مزے سے چیئر کے ساتھ ٹیک لگا کر وہاج نے سگریٹ بجھاتے ہوئے سائیڈ پر پڑی ببل کھول کر منہ میں ڈال لی تھی۔ منہ میں ببل رکھتے ہی اسکے چہرے پر خود بخود دلکش

مسکراہٹ مسلسل رقص کرنے لگی تھی۔ کیونکہ اسکے ہنسنے کی وجہ سامنے ہی کھڑی تھی۔ منہ میں ببل چباتے ہوئے وہ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر فرصت سے دروازے کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

سلک کے گرین کلر کے ٹاپ کے ساتھ بلیک جینز پہنے، گھنگریالے بالوں کو کھولے وہ پل بھر میں ہمیشہ کی طرح وہاج علی صدیقی کا ایمان ڈگمگا چکی تھی۔

لائٹ گرین آنکھوں میں تپش کی لالی لیے بیہ اپنے خود غرض شوہر کو دیکھ رہی تھی۔۔ جو دل جلاتی مسکراہٹ کے ساتھ بیہ کا معائنہ کرتے ہوئے اسے مزید غصہ دلانے کا سبب بن رہا تھا۔ پچھلے دنوں وہ کالز کر کر کے تھک گئی تھی۔ کتنا تڑپی تھی وہ اس خود غرض انسان کی آواز سننے کے لئے، پر اس ڈھیٹ انسان نے اسکی ایک بھی فریاد نہیں سنی تھی۔۔۔ وہ اسی دن واپس آ جاتی جس دن اسے عیس اور سلطان کے گھر ننھے شہزادوں کے پیدا ہونے کی خبر ملی تھی۔۔ لیکن عین وقت ایک ایمرجنسی کی وجہ سے اسے وہیں رکنا

پڑا تھا۔اور پھر کام سنبھالتے سنبھالتے مزید پانچ دن گزر گئے تھے۔اسی لئے آج واپس لوٹتے ہی وہ مینشن میں اسے نہ پا کر سیدھا یہی پر آ گئی تھی۔ جہاں وہ سگریٹ پھونکتے ہوئے الگ ہی دیوداس بنا بیٹھا تھا۔۔۔

ہیلز سے ٹک ٹک کرتے ہوئے بیہ نے اسکی طرف قدم بڑھائے تو وہاج نے منہ میں زبان کو رول کرتے ہوئے اپنی ٹائی ڈھیلی کرنی چاہی تھی۔ بھاری سانس خارج کرتے ہوئے وہاج نے گرمی بڑھنے کا مظاہرہ کیا تو نا چاہتے ہوئے بھی اسکی اس حرکت پر بیہ کے گال دہکنے لگے۔۔۔ لیکن اگلے ہی پل وہاج کی گود میں بیٹھتے ہوئے، چہرے پر خطرناک تیور لیے وہ اسکے گریبان کو جکڑ کر غرا اٹھی تھی۔۔۔

ہمت کیسے ہوئی مجھے نظر انداز کرنے کی۔۔۔؟" وہاج کی آنکھوں میں " آنکھیں گاڑتے وہ اسکی گریبان جکڑے حساب مانگ رہی تھی۔۔۔۔

جبکہ دوسری طرف وہاج نے مزے سے اپنی بیوی کے چہرے کے ایکسپریشن انجوائے کرتے ہوئے پھر چیئر کے ساتھ ٹیک لگائی تو بیہ اسکے جھکتی چلی گئی تھی۔۔۔

کچھ پوچھ رہی ہوں میں۔۔۔؟غصے سے وہ پھر بولی تو وہاج ایمپریس ہونے والے انداز میں ائیبرو اچکاتے ہوئے اسکے خوبصورت ہونٹوں کو دیکھنے لگا تھا۔ جن پر لگی لائٹ براؤن لپ اسٹک اسے زرا پسند نہیں آرہی تھی۔

خوبصورت چہرے پر تیکھے چتون لیے وہ اسے اپنی طرف سے گھور رہی تھی۔ لیکن اسکے برعکس وہاج اسکے وجود سے اٹھتی محسور کن خوشبو کو محسوس کرتے زیر ہوتا جارہا تھا۔

جیسے تمہاری ہمت ہوئی تھی مجھے اکیلا چھوڑ کر جانے کی، ویسے ہی۔۔۔

وہاج نے کندھے اچکاتے ہوئے عام سے انداز میں جواب پیش کیا تو سکے جواب پر بیہ کے اندر غصے بھری پر دوڑتی چلی گئی تھی۔۔۔

میں وہاں کام کرنے گئی ہوئی تھی، چھٹیاں منانے نہیں گئی تھی۔۔۔" بیہ نے تیش سے بولتے ہوئے اسے شرم دلانا چاہی تھی۔۔۔

کیا فرق پڑتا ہے۔۔" وہاج کندھے اچکاتے ہوئے پھر بے پرواہی سے بولا تو بیہ آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنا اندر اٹھتے ہوئے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

وجی آپ بلکل سائیکو ہیں۔۔۔! بیہ کو جب کچھ سمجھ نہیں آیا کہ اسے کیا بولے تو غصے و جھنجلاہٹ سے بولتے ہوئے اس نے وہاج کی گود سے اٹھنا چاہا تو اگلے ہی پل وہاج اسکی کمر میں سختی سے بازو لپیٹتے ہوئے بیہ کے چہرے کو خود پر جھکاتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر گرفت میں لے چکا تھا۔۔۔اس اچانک افتاد پر بیہ کی آنکھیں پھیلنے لگیں تو وہ اچھنبے سے اسے دیکھ گئی تھی۔۔جو کھلے عام رومینس جھاڑنے میں مصروف ہو رہا تھا۔۔۔

وہاج سختی سے اسے خود میں بھینچتے ہوئے شدت سے اسکے لبوں کی نرماہٹ کو محسوس کرنے لگا تھا۔بیہ کے نازک بدن کی نرماہٹ کو محسوس

کرتے ہوئے اسکے جذبات انگڑائی لے کر پیدا ہونے لگے تھے۔۔۔وہاج کے اتنی شدت دیکھانے پر بیہ کی سانس رکنے لگی تو وہ اسکے کندھوں پر مکے برسانے لگی تھی۔ جبکہ وہاج ایک دم اسکی ٹانگوں کو دائیں بائیں کرتا چیئر سے اچانک اٹھا تو بیہ کی آنکھیں مزید بڑی ہو گئیں۔۔۔بیہ کے ہونٹوں کو ساتھ سک کرتے ہوئے وہ اٹھ کر اسے صوفے پر لٹا کر بیہ کے اوپر آیا تو بیہ نے مزاحمت کرتے ہوئے اسے دور ہٹانا چاہا تھا۔۔۔

آپ پاگل ہو گئے ہیں کیا؟ یہ آفس ہے، باہر سب موجود ہونگے۔۔۔پھولی سانسوں میں بامشکل بولتے ہوئے بیہ نے اسکے ارادوں کو سمجھتے ہوئے باز کرنا چاہا تھا۔ بیہ کے الفاظ پر وہاج نے نظریں اٹھا کر گلاس وال سے باہر دیکھا، جہاں اب اکادکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔۔۔

کوٹ اتار کر ٹیبل پر پھینکتے ہوئے وہاج نے کھڑے ہو کر ریموٹ سے پہلے پردے گرائے اور پھر ڈور لاک کر لائٹ آف کرتے ہوئے وہ دوبارہ صوفے پر آگیا تھا۔۔۔

وجی، گھر چلتے ہیں۔۔ہر طرف اندھیرا دیکھ کر بیہ گھبراہٹ کے مارے اس سے پہلے اٹھتی جب وہاج نے اسکے کندھوں پر زور ڈالتے ہوئے اسے دوبارہ لٹادیا تھا۔۔

چپ کر کے لیٹی رہو! اتنے دنوں بعد بھی اگر تم نے فضول کی مزاحمت دیکھانا چاہی، تو اسکے انجام میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔۔۔" بیہ کو زور آزمائی کرتے ہوئے دیکھ کر وہاج نے اسکی کان کی لوح پر کاٹتے ہوئے وارننگ دی تھی۔۔

جبکہ اندھیرے میں بیہ حیرت و صدمے سے اس سنکی شخص کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس کا رویہ پل میں توشہ اور پل میں ماشہ ہو جاتا تھا۔۔

وجی کچھ خوف کریں! یہ آفس ہے، ہم گھر چلتے ہیں نا، پکا گھر جا کر تنگ نہیں کروں گی۔۔۔بیہ جو اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے سمجھانا چاہ رہی

تھی کہ اسکے شرٹ لیس سینے پر ہاتھ رکھتے ہی وہ اگلے پل صدمے سے دو چار ہوتے فریز ہو چکی تھی۔۔۔

آفس کے اس گھپ اندھیرے میں باہر سے سنائی دینے والی آوازوں کو سنتے ہوئے وہ پاگل ہونے کے در پر تھی۔ لیکن وہ شخص اسکو سمجھ نہیں رہا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ نظر آتے ہی وہ نیلی بتی اس پر جھپٹ پڑے گی۔

آفس میں خود آکر، اپنا یہ قیامت خیز وجود دیکھا کر، اب تم چاہ رہی ہو کہ میں دیر رات تک تمہاری روح میں سرائیت کرنے کے لیے صبر کروں۔۔۔؟ وہاج نے اسکا ٹاپ اتار کر اسکی گردن کو چومتے ہوئے بھاری آواز میں پوچھنا چاہا تھا۔۔ اسے برعکس بیہ جو فریز ہوتی اسے محسوس کر رہی تھی۔ یک دم اپنے وجود پر اسکے ہونٹوں کے لمس کو بکھرتے دیکھ کر اسکا طلسم ٹوٹ کر بکھرتا چلا گیا تھا۔۔۔ اندھیرے میں فسوں خیز طلسم ٹوٹ کر بکھرنے کے ساتھ ہی وہ بھاری سانسیں خارج کرتے ہوئے خود پر ضبط کے پہاڑ بٹھانے لگی۔۔۔

وہاج۔۔۔بیہ نے اسکی بے باکیوں پر خود میں سمٹتے ہوئے بے اختیار اسے پکارا تو اندھیرے میں وہاج گہرا مسکرا دیا تھا۔۔

وہاج کی عزیز من۔۔۔کیا ہوا۔۔۔؟ بیہ کے وجود پر اپنا بھاری بوجھل منتقل کرتے ہوئے وہاج نے اسکی پکار کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔۔

اپ۔۔اپ بہت برے ہیں۔۔۔! اپنے شوہر کی آوز میں شرارت محسوس کرتے ہوئے بیہ خفگی سے جواب میں بولی تو وہاج جھکتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پر لب رکھنے لگا۔۔۔جس پر وہ کمر اٹھاتے ہوئے اپنے خشک ہونٹوں کو کاٹنے لگی تھی۔۔۔

تم دور جاؤ تو بری نہیں ہو، میں تمہارے قریب آرہا ہوں تو مجھے برا کہہ رہی ہو۔۔۔! وہاج نے اسکی ٹانگوں کو کمر پر لاک کرتے ہوئے پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

اپکواندازہ ہے سہی کہ میں پچھلے دنوں آپکے لئے کتناتڑپی ہوں، لیکن آپ سنگدل بنے ہوئے تھے۔۔۔۔! بیہ اسکے گھنے بالوں میں ہاتھ الجھاتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکا چہرہ قریب کرتے ہوئے وہاج کے ہونٹوں پر کاٹتے ہوئے بولی تھی۔جب اسی وقت وہاج اسکے نیچے سے بازو گزارتے ہوئے پوری شدت سے اسکے اندر اترتے ہوئے بیہ کو بوکھلانے پر مجبور کر گیا تھا۔آفس کی فسوں خیزی خاموشی میں سانسوں کا رقص چلنے لگا تو بیہ اسکے سینے میں پناہ ڈھونڈنے لگی تھی۔

(پانچ سال بعد)

سالے تونے میرے بیٹے کو گھٹی میں کیا ملا کر دیا تھا۔۔؟ صوفے پر بیٹھے شہرام کو گھورتے ہوئے عیس نے رازداری سے سنی سے پوچھنا چاہا تھا۔۔۔

بے غیرت انسان میں نے تیرے سامنے ہی گھٹی دی تھی۔ بار بار اس بارے میں کیوں پوچھ کر غصہ کیوں دلاتا ہے۔۔۔۔ "عیس کی ہمیشہ والی بکواس پر سنان مصطفیٰ تلملا کر بول گیا۔۔۔

سالے! میں اس لئے پوچھتا ہوں، کیونکہ میں نے تجھے اپنے بیٹے کو گھٹی دینے کا بولا تھا، چرس پلانے کا نہیں، زرا دیکھ اس نمونے کو۔۔۔! عیس نے سنی کی گردن پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے سامنے کا منظر دیکھانا چاہا تھا۔ اس وقت سب بچے لاونج میں کھیل رہے تھے۔ ان سب کے بر عکس شہرام علی ہمدانی "سب سے الگ تھلگ بیٹھ کر کوئی ہارر کہانی پڑھ کر" پراسرار مسکراہٹ سے مسکرائے جا رہا تھا۔ آج تک کوئی بھی شہرام کی پرسنیلٹی کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ کیونکہ ایک لمحے میں وہ عیس کا دوسرا عکس تو دوسرے لمحے میں وہ کوئی الگ قسم کا ہی روپ اختیار کر لیتا تھا۔ عیس اپنے بیٹے کو سمجھنے سے قاصر تھا کہ اسکا یہ بیٹا شرارتی ہے یا پھر سنجیدہ۔۔۔! لیکن جب جواب نہیں ملتا تھا تو تنگ آ کر اپنے بیٹے پر ہی لعنت بھیج کر دوسرے

کاموں میں مصروف ہو جاتا تھا۔اب عیس علی ہمدانی اس دوانچ کے چوزے پر وقت بر باد کرنے سے رہا۔۔۔

تھوتے بابا مدھے دھومنے دانا ہے۔۔۔"(چھوٹے بابا مجھے گھومنے جانا ہے)

آئس بلو آنکھوں میں چمکتی معصومیت کے ساتھ "ماہ پارہ" نے آکر عیس کی توجہ اپنی طرف کروانا چاہی تھی جو سنی کے ساتھ مل کر شہرام کے بارے میں چغلیاں کرنے میں مصروف تھا۔۔

باباصدقے اس حسین پری پر، بتاؤ میری جان نے کہاں جانا ہے، اور اپکے بابا کہاں ہیں۔۔۔"عیس نے پیار سے جواب دیتے ہوئے جلدی سے ماہ پارہ کو اٹھا کر اسکے گال کو چوما تو وہ اسکی شیو کی چبھن پر ہمیشہ کی طرح کھلکھلانے لگی تھی۔بلیک مینشن کی وہ واحد بچی تھی جو عیس کے چومنے پر رونے کی بجائے ہنستی تھی۔۔۔

میری چھوٹی حسین پری پہلے یہ بتاؤ کہ اپکے بابا کہاں پر ہیں۔۔۔؟عیس نے ماہ پارہ کے گولڈن بال سنوارتے ہوئے پھر سوال کیا تھا۔۔۔

تھان بابا تو تمرے میں مولے کے شاتھ ہیں "(خان بابا تو کمرے میں مورے کے ساتھ ہیں)گلابی ہونٹوں کو مڑوڑتے ہوئے ماہ پارہ نے اپنے باپ (سلطان) کے بارے بتایا تھا۔

یہ خان آل اولاد والا ہو چکا ہے، پر مجال ہوا گر اسکا عشق کبھی ختم ہونے کو مانے۔۔! سنی اپنی دو سالہ بیٹی کا گال چومتے ہوئے تاسف سے بول گیا تھا۔ گولی مار اس بے غیرت خان کو، آجا ہم ان ننھی پریوں کو زرا گھما کر لے آئیں، نہیں تو پورا سنڈے ان تو تلی آوازوں کو سنتے ہوئے گزر جائے گا۔۔۔

عیس نے ماہ پارہ کے ساتھ ساتھ سنی کی گود سے

مہرہ ماہ" کو بھی اٹھایا تو وہ چونک کر عیس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔سنان" مصطفیٰ کی گود میں بیٹھے وہ کب سے اسکے موبائل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔اسی لیے اسکا دھیان ماہ پارہ کی طرف نہیں گیا تھا۔ورنہ ماہ پارہ کو دیکھتے کی وہ شرارتوں پر اتر آتی تھی۔ سنی کا عکس اسکے بیٹے میں تھا یا نہیں پر

اسکی بیٹی میں ضرور آگیا تھا۔ سفید و سرخ رنگت میں اوشن بلو آنکھوں کے ساتھ گولڈن بالوں والی وہ خوبصورت گڑیا سنان مصطفیٰ کی شہزادی تھی۔ چونکہ ماہ پارہ اور مہر ماہ کی آنکھوں کا شیڈ اور بالوں کا رنگ میچ ہوتا تھا۔ اسی لئے انکے نام بھی ملتے جلتے رکھے گئے تھے۔ اپنی بیٹیوں کے نام سلطان احمد خان اور سنان مصطفیٰ کاظمی نے خود رکھے تھے۔

عیس کے دوسرے بازو میں ماہ پارہ کو دیکھتے ہی مہر ماہ کی آنکھوں میں شرارت چمکی تو عیس ہنستے ہوئے اسے باز کرنے لگا۔۔۔

نو مہر، آپیا کو بلکل نہیں چھیڑنا، ورنہ میں آئس کریم نہیں لے کر دوں گا۔۔۔! عیس نے اسے وارن کرتے ہوئے روکنا چاہا تو مہر ماہ چمکتی مسکراہٹ کے ساتھ انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگی تھی۔۔۔

ماہ پارا مجھے پکڑاد و کیونکہ اسکا کوئی بھروسہ نہیں ہے، کب یہ حملہ آور ہو کر اس معصوم کی چینخیں نکلوادیتی ہے۔۔۔! سنی نے اپنی بیٹی کے انداز کو پہچانتے ہوئے آگے بڑھ کر ماہ پارہ کو اٹھایا تو مہر ماہ اپنا شکار جانے پر خفگی

بھرے تاثرات سے منہ بناتے ہوئے اپنے باپ اور بڑے بابا کو دیکھنے لگی تھی۔ جبکہ ماہ پارا نے اپنی جان چھوٹنے پر خوشی سے بے قابو ہو کر سنی کے گال پر ہونٹ رکھے تو ماہ پارا ایک ادا سے اپنے گولڈن بالوں کو پیچھے گراتے ہوئے ناک چڑھا گئی تھی۔۔۔اسکے اس انداز کو دیکھتے ہوئے عیس اور سنان کے قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔

نیلی بلی باز آجاؤان اداؤں سے۔۔۔! عیس مہر ماہ کی گال پر ہلکا سا کاٹتے ہوئے ہنس کر بولا تھا۔۔۔

میں تو آتی اتھی او، پتہ نئ اپ تھب مدھ پر کوں تھک کلتے ہیں۔(میں تو اتنی اچھی ہوں، پتہ نہیں آپ سب مجھ پر آتا شک کیوں کرتے ہیں)

گاڑی میں عیس کی گود میں بیٹھتے ہوئے وہ ناک چڑھا کر بولنے لگی تو عیس اور سنان پھر فلک شگاف قہقہ لگا گئے تھے۔

کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟ منیزے کو بچوں کی طرف غور سے دیکھتا پا کر علیزے نے پوچھا تو وہ چونک کر مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔۔۔

دیکھ رہی ہوں کہ کچھ سال پہلے ہم نازک سی صرف لڑکیاں تھیں۔ایک دوسرے انجان تھیں، ہم سب کی دنیا تک الگ تھی۔ یہاں تک کے ہم انسان بھی مختلف تھیں۔پر آج دیکھو نا، کیسے سب کچھ بدل گیا ہے۔ کل کے وقت میں ہم صرف نازک لڑکیاں تھیں۔اور آج کے وقت میں ہم بیویاں ہونے کے ساتھ مائیں بھی بن چکیں ہیں۔ وقت کتنی جلدی بدل جاتا ہے نا۔۔۔!

منیزے بچوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی تو سب مسکرا دیں تھیں۔ چونکہ آج سنڈے تھا۔اس لئے سب گھر پر ہی موجود تھے۔اس وقت وہ سب لاؤنج میں بیٹھ کر باتیں کر رہیں تھیں۔جب منیزے گزرے پچھلے سالوں کو یاد کر کے مسکرا دی۔۔۔

بے شک ہم سے کسی نے بھی آج کا یہ وقت نہیں سوچا تھا، پر میں بہت خوش ہوں کہ قسمت نے ہمیں ملا کر آج تک ایک ساتھ رکھا ہوا ہے۔۔!

بیہ خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو وہ سب حامی بھرنے والے انداز میں سر کو جنبش دے گئیں تھیں۔۔۔ابھی وہ سب اپنی باتوں میں الجھی ہوئیں تھیں، جب گل بہار روتے ہوئے بیہ کی طرف بھاگتی ہوئی آئی تھی۔۔۔

گل میری جان کیا ہوا۔۔۔؟ بیہ نے اسے گود میں بٹھاتے ہوئے پریشانی سے سوال کیا تھا۔۔۔سب اپنی باتیں چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہو چکیں تھیں۔

سفید و سرخ رنگت کے ساتھ کالے گھنے گھنگریالے بالوں میں گل بہار "وہاج علی صدیقی" کی بیٹی تھی۔ بیہ کی جڑواں بیٹیاں ہوئیں تھیں۔ جن کے نام شیراز پاشا نے گل جہاں بیگم سے ملتے جلتے "گل بہار" اور "گل

ناز" رکھے تھے۔ جبکہ وہاج علی صدیقی کا ایک بیٹا" ایشام وہاج علی" بھی تھا۔ جو اپنی دونوں بہنوں سے بڑا تھا۔

مام، کبیر بھیا مجھے پھر ڈرا رہے ہیں۔۔۔! گل بہار نے اپنی کالی آنکھوں کو مسلتے ہوئے روتے ہوئے بتایا۔ جس کو سن کر علیزے سرد سانس خارج کرنے لگی تھی۔

کبیر خان۔۔۔ علیزے نے اپنے بیٹے کو آواز لگاتے ہوئے پکارا تو اگلے ہی پل وہ سیاٹ تاثرات کے ساتھ اسکے سامنے کھڑا تھا۔۔

حکم مورے جان۔۔! کبیر خان نے مؤدب انداز میں جواب دیا تو سب اسکی تمیز پر مسکرا دیے تھے۔ کبیر خان اور فاتح خان اپنی ماں کے دیوانے تھے۔ انکی اس دیوانگی پر سلطان سرد سانس خارج کرنے لگتا تھا۔ کیونکہ انکو دیوانہ بنانے والا بھی وہ خود تھا۔

آپ نے بہن کو پھر ڈرایا۔۔۔؟ علیزے نے اپنے خوبصورت بیٹے کو دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔۔

مورے میں گل کو ڈرا نہیں رہا تھا، اور اپکو کتنی دفعہ بتایا ہے کہ وہ میری بہن نہیں ہے، میں بس اسکی آنکھیں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔! کبیر خان نے تفصیلی جواب دیتے ہوئے ایک نظر پھر معصوم سی گل بہار کو دیکھنا چاہا تو وہ اگلے ہی پل اپنی ماں کے اندر چھپ چکی تھی۔۔۔

آفرین ہے بیٹا، پہلے بڑے تو ہو جاؤ پھر ان آنکھوں کے دیوانے بھی بن جانا ۔۔اسکے جواب پر ائرہ نے کبیر خان کو جھاڑتے ہوئے سنانا چاہا تھا۔

آڑرو ماما ایسے نہیں بولتے ہیں۔۔۔"ایرہ کے الفاظ پر سنجیدگی سے نفی میں انگلی ہلاتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں کبیر خان بولا تو وہاں آتے ہوئے ان پانچوں کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

آڑرو ماما کو کیا سمجھایا جا رہا ہے۔۔۔؟ سنی نے کبیر کو پیچھے سے پکڑتے ہوئے تجسس سے پوچھا تھا۔۔

چھوٹے بابا انکو سمجھائیں کیونکہ یہ بہت غلط باتیں کرنے لگیں ہیں۔۔۔!

پانچ سالا کبیر خان نے پاکٹس میں ہاتھ ڈالتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں سنان کو بتایا تو ایرہ منہ کھول کر اس ٹیڈے کو دیکھنے لگی تھی۔ جبکہ وہ سب ایک بار پھر ہنستے ہوئے وہاں پر بیٹھ چکے تھے۔

ڈیڈ مجھے اپنا کریڈیٹ کارڈ دیں۔۔۔! اسی وقت اچانک فارس نے وہاں نمودار ہو کر عیس سے اسکے کارڈ کی ڈیمانڈ کی تھی۔ جبکہ فارس کے ساتھ اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ پکڑائے، گل ناز کسی ماڈل کی طرح ساتھ کھڑی تھی۔ لائٹ گرین آنکھوں کے ساتھ ڈارک براؤن بالوں میں وہ خوبصورت نقوش والی گل بہار تھی۔ جو وہاج اور بیہ کا مکسچر بن کر آئی تھی۔

اچھا۔۔۔؟ کارڈ کس لئے چاہیئے۔۔۔؟ عیس نے اس ننھے جوڑے کو دیکھتے ہوئے ایبرو آچکا کر انکا مقصد پوچھا۔

باقی سب دلچسپ نظروں سے فارس اور گل ناز کو دیکھتے ہوئے انکی گفتگو سننے لگے تھے۔۔۔

کیونکہ مجھے اپنی ہونے والے بیوی کو شاپنگ کروانی ہے اس لئے آپکا کارڈ چاہیئے، تھوڑا بڑا ہو جاؤں، پھر اپکو اپکے سارے پیسے واپس کر دوں گا۔۔۔"شہد رنگ آنکھوں میں اپنی بیوی کی شاپنگ کی سنجیدگی لیے فارس نے اپنے باپ کو جواب کیا دیا تھا۔ بلکہ وہاں بیٹھے ہوئے ہر نفوس کو جھٹکا لگایا تھا۔ سب سے پہلے مشعل ہوش میں آتی اپنے بیٹے کے صدقے واری ہوتے لوٹ پوٹ کر ہنسنے لگی تو باقی سب بھی قہقہ لگا گئے تھے۔۔۔

کسی تھکے ہوئے عاشق کی اولاد تو یہاں سے جاتا ہے کہ میں تیرا قیمہ بناؤں، بڑا آیا مجھے پیسے واپس کرنے والا۔۔۔! عیس اپنے صاحب زادے کو گھورتے ہوئے دانت پیس کر کہنے لگا تو فارس نے اپنے باپ کے ری ایکشن پر بے زاری سے آنکھیں گھما دیں تھیں۔۔

ڈیڈاپ اپنا کارڈ دے دیں، اس دفعہ میں اپنے شوہر کو شاپنگ کروا دیتی ہوں نیکسٹ ٹائم وہ مجھے کروا دے گا۔۔! اپنے چھوٹے بابا کو کارڈ دیتے نہ دیکھ کر گل ناز نے وہاج کو مخاطب کرتے ہوئے کارڈ مانگا تو وہاج کو بے اختیار اچھو لگا تھا۔۔انکی مائیں آنکھیں پھاڑتے ہوئے ان بونوں کی گفتگو سن رہی تھیں۔۔۔

بھیا پلیز آپ میری بہو کو نہ کیجے گا۔۔! مشعل نے ہنسی دباتے ہوئے شرارتی آواز میں وہاج کو چھیڑا تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہاج ہنس دیا۔

یہ میرا کارڈ لے لو، اور دل کھول کر شاپنگ کرو، یہ ظالم سماج کیا ہی تم لوگوں کی ننھی منی محبت کو سمجھے گا۔۔۔! سنان نے دل کھول کر قہقہ لگاتے ہوئے اپنا کارڈ نکال کر فارس کو پکڑایا تو وہ دونوں خوشی سے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے واپس مڑ گئے تھے۔۔۔

بے غیرتوں مجھے تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے، کہ تم لوگوں کی گھٹیاں اپنے بچوں کو دلا کر میں نے کونسی منحوسیت پال لی ہے۔ وہ ایک سالا ادھر ایلین

بن کر گھوم رہا ہے تو ادھر یہ نمونہ اپنی محبت کی داستانیں رقم کرنے پر تلا ہوا ہے۔۔۔! عیس جلے دل کے ساتھ وہاج اور سنان کو سناتے ہوئے گویا ہوا تھا جس کو سن کر وہ دونوں اسکی بینڈ بجنے پر خوش ہوتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مار گئے تھے۔۔۔

مام کیا آپ مجھے ایک اور بے بی نہیں دے سکتیں۔۔۔؟

ہیر ضرار پاشا" نے پر سوچ انداز میں منیزے سے ڈیمانڈ کی تھی۔"

کمرے میں داخل ہوتا ضرار اپنی بیٹی کی ڈیمانڈ پر مسکراہٹ دبا چکا تھا۔۔۔

واٹ۔۔۔؟ یہ تمہیں کس نے سکھایا۔۔۔؟ منیزے جو سکون سے لیٹی ہوئی اچانک وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اپنی بیٹی کو صدمے سے دیکھے گئی تھی۔۔۔

ڈونٹ وری مام، آپ جانتی تو ہیں کہ اگر میری بہن کو کوئی تنگ کرنے کے لیے نہ ملے تو اسکا دماغ بس فضول میں ایسے ہی چلنے لگتا ہے۔۔۔!" غازیان ضرار پاشا" اپنی بہن کی ڈیمانڈ کو ہوا میں اڑاتے ہوئے اٹھ کر اپنی ماں کی گود میں بیٹھ چکا تھا۔ جبکہ ضرار اپنا نائٹ سوٹ لے کر باتھ روم میں بند ہو گیا تھا۔

بھیا میں بہت سیریس بات کر رہی ہوں، ڈونٹ انٹرفئیر۔۔۔! ہیر نے سبز آنکھوں میں گہری سنجیدگی سجاتے ہوئے اپنے بھائی کو بتانا چاہا تھا کہ وہ اس معاملے میں حد درجہِ سنجیدگی سے سوچے ہوئے ہے۔ دوسری طرف منیزے اپنی ڈھائی سالہ بیٹی کم افلاطون کو آنکھیں پھاڑے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ عیس کی طرح کبھی کبھی وہ بھی سمجھ نہیں پاتی تھی کہ اس نے کیا نمونہ پیدا کر دیا ہے۔ سرخ و سفید رنگت پر کالے گھنے سلکی بالوں کے ساتھ اپنی کانچ سی سبز آنکھوں میں وہ گڑیا کی مانند تھی۔ لیکن ہیر

پاشا ایک اینا بیل گڑیا تھی۔ جسے دوسروں کا خون خشک کرنے میں بہت مزا آتا تھا۔۔۔اور اسکا اوّل ترجیح کا شکار "ایشام وہاج علی صدیقی" تھا

کیا باتیں ہو رہیں یہاں پر۔۔۔! بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ضرار چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ لیے اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ بیڈ کی طرف آیا تو ہیر بازو واہ کرتے ہوئے اپنے باپ کی طرف بڑھ چکی تھی۔

ضرار نے اگلے ہی پل کسی متاعِ جاں کی طرح اپنی بیٹی کو اٹھا کر گود میں بٹھایا تو وہ اداس چہرہ بناتے ہوئے اپنے باپ کی گردن میں منہ چھپانے لگی تھی۔۔۔

سائیں آپکی افلاطون بیٹی صرف مجھے صدمے دینے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ سنبھالیں اسے، حد ہو گئی بھئی، ڈیمانڈ دیکھو اس چیونٹی کی۔۔۔! منیزے جلے کٹے انداز میں گویا ہوتے اپنے خوبصورت بیٹے کا گال چومنے لگی تھی۔

جو چہرے پر سنجیدگی طاری کیے سکون سے اپنی ماں کی گود میں بیٹھا ہوا تھا۔ "غازیان پاشا" ہو بہو اپنے باپ کا عکس تھا۔ باپ جیسی گرے آنکھوں پر

گالے گھنے بالوں میں وہ خوبصورت ترین تھا۔ لیکن خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بے حد موڈی بچہ بھی تھا۔

ڈیڈ مام ہمیشہ ہی میری بات کو کیوں نہیں سیریس لیتیں۔۔۔؟ ہیر نے ضرار کے چہرے پر دائیں بائیں ہاتھ رکھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اپنے باپ کو دیکھا تھا۔۔۔

کیونکہ تم ہمیشہ بے وقوفانہ بات کرتی ہو۔۔۔! غازی نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اپنی بہن کو جواب دیا تو ہیر غصے سے اپنے بڑے بھائی کو دیکھنے لگی تھی۔

غازی بینڈ باجہ رکو میں بتاتی ہوں تمہیں۔۔! اپنے بڑے بھائی کے جواب پر غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے ہیر نے آگے بڑھ کر اسکے بال پکڑنے چاہے تو ضرار ہنستے ہوئے اپنی اینا بیل کو زور سے سینے میں بھینچنے لگا تھا۔۔تاکہ اسکے حملے کو روکا جا سکے۔

بس میرا بچہ اتنا غصہ نہیں کرتے ہیں۔۔۔! ضرار نے اپنی بیٹی کے گال چومتے ہوئے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا تھا۔۔۔

سائیں آپ ایسے ہنسا نہ کریں، دیکھیں! یہ دن بدن کتنی بد تمیز ہوتی جا رہی ہے، کل یہ "ایشام" کو بھی شامی کباب کہہ رہی تھی، اور اب اپنے بڑے بھائی کا نام بگاڑ رہی ہے۔۔! اپنی بیٹی کی بد تمیزی پر منیزے نے غصے سے اسے گھورتے ہوئے اپنے شوہر شکایت لگانے والے انداز میں بتایا تھا۔۔۔

پتہ نہیں ہیر کا "ایشام وہاج علی" سے کیا بیر تھا۔ کہ اسکا بس چلتا نہ بس، تو وہ ایشام وہاج علی کی اب تک سپاری دے چکی ہوتی۔۔۔ صرف ایشام کو تنگ کرنے کے لیے ہیر موبائل میں نئے سے نئے طریقے ڈھونڈنے کی کوشش کرتی تھی۔۔۔ تاکہ اس نیلے ایلین کا جینا حرام کر سکے۔

مام، ڈونٹ وری ڈیڈ کی یہ بگڑی بچی میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ہے۔۔۔! غازی نے اپنی ماں کے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے منیزے کو شانت کرنا چاہا تو ماں، بیٹے کے اس پیار بھرے مظاہرے پر ہیر بے زاری سے منہ

ٹیر ھا کرتے ہوئے ضرار کی کالر سے کھیلنے لگی تھی۔اپنی ماں اور بھائی کے پیار پر وہ ہمیشہ ایسے ہی منہ بنا دیتی تھی۔

ہیر! بری بات ہے میری جان کتنی دفعہ منع کیا ہے نا کہ بھائیوں کے نام نہیں بگاڑتے ہیں۔۔۔! ضرار ہمیشہ کی پیار سے اپنی بیٹی کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگا تھا۔۔ جس کو سنتے ہوئے ہیر لاڈ سے اسکے سینے پر سر رکھ چکی تھی۔

اپنی بیٹی کی انہی اداؤں پر تو "ضرار پاشا" ڈھیر ہونے لگتا تھا۔۔۔

ڈیڈ میں نے تو کبھی کسی کے نام نہیں بگاڑے ہیں، وہ تو چھوٹے ڈیڈ (عیس) نے بس مجھے بتائے تھے کہ اگر ایشام مجھے تنگ کرے تو اسے شام، یا کہہ لیا کرو۔۔۔! کیونکہ ایشام کے نام کا مطلب ایوننگ "evening" ہی ہوتا ہے۔اس لئے میں بس شامی کو آتے جاتے گڈ ایوننگ بول دیتی ہوں۔ہ

ہیر نے معصومیت سے بولتے ہوئے اپنے باپ کو صفائی دی تو منیزے اور غازی اسکی چالاکیوں پر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بیڈ سے کھڑے ہوئے تھے۔۔ جبکہ ضرار کا فلگ شگاف قہقہ بے ساختہ تھا۔

چلو غازی ہم اپنے روم میں چلتے ہیں، رہنے دو اس باپ بیٹی کو یہاں پر ہی۔۔۔! منیزے اپنے پانچ سالہ بیٹے کو اٹھا کر روم سے باہر نکل گئی تھی۔۔۔

ڈیڈ! یہ مام اور بھیا ہمارے پیار سے جلتے ہیں نا۔۔۔! ہیر نے ان دونوں کو جاتا دیکھ کر ٹھوڑی پر انگلی رکھتے ہوئے جاننے والے انداز میں پوچھا تھا۔

جبکہ اسکے اس انداز پر ضرار پھر بھرپور انداز میں قہقہ لگاتے ہوئے پیچھے لیٹ کر اس نے ہیر کو اپنے سینے پر لٹایا تو وہ کھکھلا کر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے باپ کو ہگ کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔۔

سو جاؤ، ڈیڈ کی جان۔۔! صبح پھر شرارتوں کے لئے جلدی اٹھنا ہو گا نا۔۔۔!

ضرار اسکی ناک سے ناک ملاتے ہوئے ہنستے ہوئے بولا تو ہیر اپنے باپ کے

پیار پر مدہوش ہوتے آنکھیں بند کر چکی تھی۔ ضرار نے اپنی بیٹی کے ماتھے کو چومتے ہوئے اسکے بالوں کو سہلانا شروع کیا تو وہ جلد ہی نیند کی وادی میں اترتی چلی گئی۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ضرار، اپنی سوئی ہوئی بیٹی کو بازوؤں میں اٹھائے اسکے کمرے میں داخل ہوا جہاں سامنے ہی اسکی بیگم اپنے بیٹے کو سلاتے ہوئے خود بھی سو چکی تھی۔ ضرار نے ہیر کو اسکے چھوٹے سے بیڈ پر لٹا کر، کمبل درست کرتے ہوئے، جھک کر اپنی بیٹی کی حسین انکھوں کو چومتے ہوئے وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ تاکہ وہ جاگ نہ جائے۔۔۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ غازی کے بیڈ کی طرف آیا تو جھکتے ہوئے ضرار اپنے موڈی بیٹے کے ماتھے پر بھی لب رکھ چکا تھا۔ اسکے موڈی بیٹے کو باپ سے زیادہ ماں چاہیئے ہوتی تھی۔ ضرار نے ہنس کر اسکے بال سنوارتے

ہوئے آگے بڑھ کر اپنی بیوی کو بازوؤں میں اٹھایا تو منیزے ہوش میں آتی اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔ضرار کو دیکھ کر ساری صورتحال سمجھ میں آتے ہی وہ محبت سے ضرار کے سینے پر سر رکھ کر دوبارہ آنکھیں موند چکی تھی۔۔۔

تم میری بیٹی کی باتوں کو سیریس کیوں نہیں لیتی ہو۔۔۔؟اپنے کمرے میں داخل کر ضرار نے منیزے کی بند انکھوں کو دیکھ کر استفسار کرنا چاہا تھا۔۔

آپ اور اپکی بیٹی کو ہم ماں بیٹا سیریس لے کر اپنا بی پی ہائی نہیں کرنا چاہتے ہیں۔۔!ضرار نے اسے بیڈ پر لٹایا تو منیزے بے پرواہی سے جواب دے گئی تھی۔۔۔

اچھا۔۔!اگر ایسی بات ہے تو پھر آج میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم مجھے کیسے سیریس نہیں لیتی ہو۔۔۔!ضرار نے اسے گھور کر بولتے ہوئے اپنی ٹی شرٹ اتار کر اسکے منہ پر پھینکی تو منیزے ہڑبڑا کر ہوش میں آئی تھی۔۔

نوسائیں۔۔! بڑی آنکھوں سے ضرار کے ارادے سمجھتے ہوئے منیزے نے ڈرتے ہوئے پیچھے کو کھسکنے کی کوشش کی تو ضرار نے اسے ٹانگ سے کھینچتے ہوئے دوبارہ اپنے قریب کر لیا تھا۔

یس سائیں کی جان۔۔۔! ضرار اسکی گردن پر اپنے پر حدت ہونٹ رکھتے ہوئے بھاری آواز میں بولا تھا۔۔۔

سائیں مجھے نیند آئی ہے پلیز۔۔! ضرار کے لمس پر بے چین ہوتے ہوئے منیزے نے دہائی دینا چاہی تو اگلے ہی پل وہ اسکی شرٹ اتار کر دور پھینک چکا تھا۔۔۔

ماں بننے کے بعد تم زیادہ ہی نہیں نخرے کرنے لگی ہو۔۔۔؟ ضرار نے گھور کر اسکو دیکھا تو منیزے اپنے شوہر کے تاثرات پر بے اختیار ہنسنے لگی تھی۔۔۔ وہ ہر دفعہ اسے یہ ہی طعنہ دیتا تھا۔

میں نخرے نہیں کرتی ہوں، آپ کو بس بہانا چاہیئے ہوتا ہے مجھے قابو کرنے کا۔۔۔! منیزے نے ضرار کے گلے میں بانہیں ڈال کر پیار سے جواب دیا تھا۔۔۔

جبکہ ضرار نے اسکی ناک کو چوم کر اچانک ہونٹوں کو جکڑا تو منیزے نے اسکے حملے پر سسکتے ہوئے آنکھیں پھیلالی تھیں۔ ضرار نے اسکے ہونٹوں پر شدتیں نچھاور کرتے ہوئے اسکی ڈھرکنوں پر ہاتھ پھیرا تو منیزے آنکھیں میچ کر اسکے لمس کو برداشت کرنے لگی تھی۔۔ جبکہ ضرار نے اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتے ہوئے تیزی سے جھکتے ہوئے دھڑکنوں پر ہونٹ رکھے تو منیزے نے بیڈ شیٹ کو جکڑ لیا تھا۔ کیونکہ ضرار کے ہونٹ پھسل کر اسکے پورے بدن کو اپنے لمس سے مہکانے لگے تھے۔۔۔

سائیں۔۔۔! منیزے نے بے چینی سے اسے پکارا تو ضرار اسکی پکار کا مطلب سمجھتے ہوئے اگلے ہی پل پوری شدت سے اس میں سرائیت کر چکا تھا۔ جس پر منیزے نے سسکتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا تھا۔۔۔

سائیں کی جان، تم میرا سکون اور دل کہ دھڑکن ہو، تمہارے بنا یہ ضرار پاشا کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔! منیزے کے کانوں میں محبت بھری سرگوشیاں کرتے ہوئے ضرار نے اس پر اپنی شدتیں نچھاور کرنا شروع کیں تو منیزے مسکراتے ہوئے اسکے کندھے پر زور سے کاٹنے لگی تھی۔

رات کے دس بجے عیس علی ہمدانی اپنے بیٹوں کے کمرے میں داخل ہو تو سامنے کا منظر دیکھ کر اسکا مضبوط دل دہل اٹھا تھا۔ کیونکہ سامنے ہی "شہرام عیس ہمدانی" دیوار پر ٹانگیں چڑھائے سو رہا تھا۔۔۔

عیس نے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آگے بڑھ کر شہرام کو سیدھا کرتے ہوئے لٹایا تو فارس پر نظر پڑتے ہی اسکو دوسرا بڑا جھٹکا ملا تھا۔

کیونکہ مسٹر "فارس عیس ہمدانی" چہرے پر چھوٹا سا سٹالر لیے سو رہے تھے۔ عیس اچھے سے پہچان چکا تھا کہ یہ سٹالر اسکی "بہو گل ناز" کا ہے۔ کیونکہ آج وہ یہ ہی سٹالر لیے مینشن میں پھرتی رہی تھی۔۔

مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ انکی مینو فیچرنگ میں مجھ سے کہاں پر غلطی ہوئی ہے، ایک سالا ایلین بن کر گھومتا ہے تو دوسرا مجنوں بن کر اپنی بیوی کا دوبٹہ اوڑھے سو رہا ہے۔۔۔! ایسی شدید محبت مجھ سے کیوں نہ ہوئی۔۔۔!

دماغ میں تانے بانے بنتے ہوئے عیس خود کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

کیا ہوا؟ آپ کہاں کھوئے ہوئے ہیں۔۔؟

مشعل جو اسکے پیچھے آئی تھی، عیس کو خیالوں میں گم دیکھ کر اس نے بے اختیار پوچھا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ کب سے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔

کچھ نہیں دیکھ رہا ہوں کہ اس مینشن میں اب کیسے کیسے سیمپل پیدا ہو چکے ہیں۔۔۔! شہرام کو پھر پہلے والے انداز میں سوتے دیکھ عیس تاسف سے

اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا تو مشعل نے اسکی نظروں کی تقلید میں دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبالی تھی۔۔۔

اوراس کمینے کو دیکھو، بچی کا دوبٹہ لیے سو رہا ہے۔۔۔! واہ! ایسی عاشقی پر باپ قربان جائے انکے۔۔! عیس نے کلس کر فارس کے منہ سے دوبٹہ اتارا تو فارس اسی وقت آنکھیں کھول کر اپنے باپ کو دیکھنے لگا تھا۔۔۔ جو آدھی رات کو انکی کمرے میں کھڑا تھا۔

پلیز ڈیڈ گل کا دوبٹہ واپس کریں کیونکہ اس میں سے اسکی خوشبو آرہی ہے۔۔! فارس نے اٹھ کر بولتے ہوئے اپنے باپ سے دوبٹہ پکڑنا چاہا تھا۔ جبکہ فارس کے الفاظ پر مشعل کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

سو جا چپ کر کے ایسے ہی، ورنہ اسی دوبٹے سے تجھے الٹا ٹانگ دوں گا، بڑا آیا خوشبو کا پجاری۔ سالے کونسی خوشبو تجھے اس میں سے آرہی ہے۔۔! عیس نے غصے سے بولتے ہوئے ہاتھ بلند کر کے فارس کی پہنچ سے دوبٹہ دور کر دیا تھا۔

یار ڈیڈ اسکے پاؤڈر کی خوشبو آرہی ہے نا۔۔۔! فارس نے دہائی دیتے ہوئے اپنے باپ کو بتایا تھا۔ کہ اس سٹالر میں سے اسکی محبوبہ کے ٹیلکم پاؤڈر کی خوشبو آرہی ہے۔ فارس کے الفاظ پر عیس نے صدمے سے ساکت ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی سٹالر کو اپنی ناک کے قریب کیا تو حقیقت میں اس چھوٹے سے دوبٹے سے بے بی پاؤڈر کی بڑی پیاری خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

ولاحول ولا۔۔ خوشبو محسوس ہوتے ہی عیس نے توبہ کرتے دوبٹہ پیچھے ہٹایا تو فارس مزید بولنے لگا تھا۔

مام! یار کیسا شوہر رکھا ہوا ہے آپ نے؟ آدھی رات کو بھی ہمیں سکون سے سونے نہیں دے رہے ہیں۔۔۔! فارس نے اپنے باپ کے ظلم پر ماں کو شکایت لگائی تھی۔۔۔

کیا مطلب ہے تیری اس بات کا گندی اولاد!؟ کہ کیسا شوہر رکھا ہوا ہے۔؟ بازار میں شوہر بک رہے تھے، جو تیری ماں کو اچھا برینڈیڈ شوہر نہیں ملا

ہے !عیس غصے سے تلملا کر بولنے لگا تو سویا ہوا شہرام سنجیدہ انداز میں ترجمہ کرنے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔۔

ڈیڈ بھائی صاف الفاظ میں اپکو ناکارہ کہنا چاہ رہا ہے۔۔۔! دیوار پر ٹانگیں چڑھائے بند آنکھوں سے شہرام نے اپنے بڑے بھائی کے الفاظ کا مطلب سمجھایا تو مشعل دل کھول کر ایک بار پھر قہقہ لگانے لگی تھی۔ کیونکہ سب کا جینا حرام کرنے والا "عیس علی ہمدانی" اپنی ہی اولاد کی جوابی کارروائی پر غصے سے بل کھا رہا تھا۔۔

بے غیرتوں میں تم دونوں کو گھر سے ہی نکال دوں گا۔۔! عیس کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو تپ کر دھمکی آمیز لہجے میں یہ ہی بول پایا تھا۔

پلیز زرا جلدی نکال دیں تاکہ میں گل کے ساتھ جا کر گھر جمائی بن کر رہ سکوں۔۔۔۔! فارس نے موقع پاتے ہی اٹھ کر اپنی ہونے والی بیوی کا دوبٹہ پکڑا تو عیس اپنی بیوی کو دیکھ کر ضبط بھرے سانس خارج کرنے لگا تھا۔

جس پر مشعل ہنسی دبا کر رہ گئی تھی۔نیو جنریشن کے بچوں کی تیز طراری سے کون بچ پائے۔۔۔

فاری، شہری چلو شاباش بہت باتیں ہو گئیں ہیں،اب سو جاؤ، صبح جلدی اٹھنا ہے نا۔۔! اپنے شوہر کا ضبط ٹوٹتا دیکھ کر مشعل آگے بڑھ کر پیار سے اپنے بیٹوں کے گال چومنے لگی تو وہ دونوں شیطان مسکراتے ہوئے اپنی چھوٹی سی ماں کو گلے لگانے لگے تھے۔دور کھڑا عیس گھور کر ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔

سالے ماں سے ایسے چپکتے ہیں جیسے اس اکیلی نے پیدا کیا ہو۔۔۔! عیس بڑبڑاتے ہوئے گھور رہا تھا۔۔

اب روم میں جا کر ہماری ماں پر اپنی غنڈہ گردی نہ جھاڑنے لگیے گا۔آئیں اپکو بھی زرا سا گلے لگا لیں۔خود کی طرف عیس کو گھورتے پا کر شہرام نے ہیزل براؤن آنکھیں کھول کر اپنے باپ کو پاس بلانا چاہا، تو عیس نے ابرو اچکاتے ہوئے انکو جواب میں دیکھا تھا۔

مشعل نے انکو مخصوص اشارہ کیا تھا۔ جس کو دیکھتے ہوئے وہ دونوں اپنے بستر سے اٹھ کر جا کر زبردستی عیس کو چپک گئے تھے۔اپنے باپ کو غصہ دلانے کے بعد یہ انکا مخصوص انداز ہوتا تھا۔ کیونکہ انکا ماننا تھا کہ ابھی وہ دونوں چھوٹے ہیں اس لئے انکو اپنے باپ سے بنا کر رکھنی چاہیے۔۔۔!

چلیں عیس صاحب غصہ تھوک دیں نا اب۔۔۔! عیس کو مکھن لگاتے ہوئے فارس نے اسکے گال پر ہونٹ رکھے تو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی اولاد کے اس انداز پر عیس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری گئی تھی۔

سالوں کسی دن تم دونوں مجھ سے شہید ہو جاؤ گئے۔۔! عیس نے اپنے دونوں چوزوں کو جکڑتے ہوئے شدت سے خود میں بھینچا تو عیس کے زور لگانے پر وہ دونوں چینختے ہوئے ماں کو پکارنے لگے تھے۔۔۔

سوری ڈیڈ قسم سے اب تنگ نہیں کریں گئے۔۔۔! شہرام نے کراہتے ہوئے بے ساختہ معافی مانگی تو عیس شیطانی مسکراہٹ سے باری باری انکے گال پر دانت گاڑنے لگا تھا۔۔۔

ڈیڈ! اس بار معافی دے دیں نا۔۔۔! فارس نے دہائی دی تھی۔۔۔

دفعہ ہو جاؤ اب جا کر سو۔۔۔! عیس نے چلتے ہوئے باری باری دونوں کو انکے بیڈ پر پٹخ دیا تھا بیڈ پر لیٹتے ہی وہ جلدی جان بخشی پر شکر کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔۔۔

عیس نے اچانک مڑتے ہوئے مشعل کو بازوؤں میں اٹھایا تو ڈر کے مشعل کی چیخ بے ساختہ تھی۔اپنی ماں کی چیخ پر تڑپتے ہوئے وہ دونوں نفی میں سر ہلا گئے تھے۔۔۔ لیکن باپ کی غنڈہ گردی کے آگے بے بس تھے۔

اپنے بیٹوں کی بے غیرتیوں پر تمہارے بہت قہقہے نکلتے ہیں نا۔۔۔! عیس، مشعل کو بیڈ پر پٹخ کر اسکے اوپر آیا تو مشعل ڈر کے مارے نہ میں سر ہلانے لگی تھی۔۔۔

علی کیا ہے ! آپ کیوں ہر وقت میرے بیٹوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ ! مشعل ڈرتے ہوئے آنکھیں پھیلا کر اپنے بیٹوں کی سائیڈ لیتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

کیونکہ تم نے بیٹے نہیں، جن پیدا کر کے دیے ہیں ! عیس نے گھور کر اسکے نازک سراپے کو دیکھا تھا۔۔۔

آپکا ہی خون ہیں، اور ویسے بھی اس معاملے میں اپکو بابا کی دعائیں لگیں ہیں تو اسی وجہ سے وہ دونوں اپنی ناک میں دم کرتے ہیں۔۔ ! مشعل نے اپنے شوہر کو حسن صاحب کی بے بسی یاد دلانا چاہی تو عیس نے خونخوار تاثرات سے جھکتے ہوئے اسکی بیوٹی بونز پر دانت گاڑ دیے تھے۔ان پانچ سالوں میں وہ پہلے جیسے نازک سی مشعل بن چکی تھی۔پریگننسی میں مشعل نے جو ویٹ گین کیا تھا۔وہ سارا ویٹ ایرہ کی مدد سے مشعل نے لوز کر لیا تھا۔ کیونکہ ان سب میں ایک ایرہ ہی تھی جو اپنے فگر کو لے کر جنون کی حد تک با خبر رہتی تھی۔۔۔

سی۔۔۔عیس کی شدت پر مشعل سسکی تو عیس مدہوش ہوتے اسکی گردن پر بھیگے لب رکھتا چلا گیا تھا۔۔۔مشعل کی گردن پر اپنی شدتوں کے نشان بنا کر عیس نے چہرہ اٹھا کر اسکی جانب دیکھا جو براؤن آنکھوں میں سرخی لیے اسکو دیکھ رہی تھی۔۔۔

مشو! کیا میں آج تمہاری روح کو چھو کر آج رات قربت میں ڈوب سکتا ہوں۔۔۔! عیس نے اسکی کان کی لوح کو دانتوں میں دباتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اجازت مانگی تو مشعل نے اگلے ہی پل شرمیلی مسکراہٹ سے آنکھیں بند کر دیں تھیں۔پانچ سال گزرنے کے بعد بھی عیس آج بھی اسے پوچھنا ضروری سمجھتا تھا۔کہ کیا وہ اسے برداشت کر لے گی۔۔۔! مشعل نہیں جانتی تھی کہ اسکے شوہر کو اس سوال کی عادت ہو چکی ہے یا پھر وہ اسے بوکھلانے کے لیے ایسا کرتا ہے۔۔۔۔

عیس نے اسے منتظر نگاہوں سے دیکھا تو مشعل آنکھیں بند کر کے اگلے ہی پل اٹھتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر لب رکھ چکی تھی۔اپنی مشو کے اتنے

خوبصورت اقرار پر عیس کا دل سے تیزی سے دھڑکا تو وہ اگلے ہی پل اسکو جکڑتے ہوئے اسکی شرٹ اتار کر سائیڈ پر پھینک چکا تھا۔ مشعل نے شرم کی انتہا گہرائیوں میں ڈوبتے ہوئے عیس کے اندر چھپنا چاہا تو عیس اسکی کوشش ناکام بناتے ہوئے ڈھرکنوں کو چومنے لگا تھا۔۔ عیس نے اسکی تھائیز پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھتے ہوئے پھر مشعل کے ہونٹوں پر لب رکھے تو مشعل نے اسے کندھوں سے تھام لیا تھا۔۔۔ عیس کی شدتوں پر مشعل آہیں بھرتے ہوئے خود میں سمٹتے جا رہی تھی۔ عیس نے مشعل کی تھائیز کو جکڑتے ہوئے اچانک اسکی روح میں سرائیت کی تو مشعل بے حال ہوتے سسک گئی تھی۔۔۔

عیس۔۔۔۔ارنی شدت پر مشعل کی آنکھوں میں بے اختیار نمی اترنے لگی تھی۔۔۔

عیس کی جان ! ان نزدیکیوں کو محسوس کرو ویسے ہی, جیسے میں کر رہا ہوں۔۔۔! عیس اسکی روح کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے اچانک

خطرناک حد تک بے باک ہوا تو مشعل شرماتے ہوئے اسکے سینے پر مکے مارنے لگی تھی۔ جس پر عیس نے ہنس کر اسکی کلائیوں کو تکیے پر لگاتے ہوئے اسکے لبوں کو قید کر گیا تھا۔

نائٹ سوٹ پہنے ایرہ مصروف انداز میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنے بالوں کو برش کر رہی تھی۔ جب بیڈ پر اپنے دھیان میں کھیلتی ہوئی مہرہ ماہ کی نظر اچانک اپنی ماں کے کھلے بالوں نے جکڑ لی تھی۔

اپنی ماں کے سلکی گولڈن بالوں کو کھلا دیکھ کر مہر ماہ کی نیلی آنکھوں کی چمک بڑھی تو تو وہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ بیڈ سے نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ لیکن جیسے کہ ابھی وہ صرف ڈھائی سال کی تھی۔ اس لئے

اس اونچے بیڈ سے نیچے اترنا اسکے لئے بے حد مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

بیڈ کے اینڈ پر چونکہ بلینکٹ پڑا ہوا تھا۔۔ مہر ماہ نے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی مٹھیاں بناتے ہوئے بلینکٹ کو جکڑ کر بیڈ سے نیچے لٹکتے ہوئے زمین پر اچانک اپنی فلائٹ لینڈ کی۔ تو وہ نیچے قالین پر اوندھے منہ گرتی چلی گئی تھی جس پر اسکے گولڈن بال چہرے کو چھپا گئے تھے۔ اپنی کامیابی پر وہ کھکھلا کر ہنستے ہوئے بیڈ کا سہرا لیتے تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

کھڑے ہوتے ہی ڈھائی سالہ مہر ماہ نے اپنی ماں کو دیکھا جو ابھی بھی اپنے بالوں کو سنوار رہی تھی۔ مطلب مہر ماہ نے نیچے لینڈ کرنے میں دیری نہیں کی تھی کیونکہ اسکی ماں بالوں کی نائٹ کیئر کرنے میں مصروف تھی۔

تھود پتہ نئ کا کا لگاتی رہتیں ہیں، میلے بالوں پر تھبی بھی تھچھ نئ لگایا ہے۔۔"(خود پتہ نہیں کیا کیا لگاتیں رہتیں ہیں، میرے بالوں میں کبھی بھی کچھ نہیں لگایا ہے) اپنی ماں کو بالوں کی کیئر میں مصروف دیکھ کر وہ جلے

کٹے انداز میں بولتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی تھی۔

مہر ماہ نے تیکھے نقوش سے ایرہ کے پیچھے کھڑے ہو کر اچانک حملہ آور ہوتے اسکے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر زور سے کھینچا تو ایرہ جو بلکل مگن ہو کر اپنے بالوں کے ساتھ مصروف تھی۔ مہر ماہ کے اتنی شدت سے کھینچنے پر درد کے باعث اسکی جان حلق میں آگئی تھی۔

مہر کیا کر رہی ہو، بال چھوڑو میرے۔۔۔! ائرہ نے بالوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے رخ موڑ کر اپنی شیطان اولاد کو دیکھا تھا۔ جو ماں کے مڑتے ہی اپنی بتیسی کی نمائندگی کرنے لگی تھی۔۔۔

توں تھوڑو؟ تھود بالوں میں پٹہ نئ کا کا لگاتی رتی او، تھبی میلے بالوں میں تچھ لگایا ہے۔۔؟ (کیوں چھوڑو؟ خود بالوں میں پتہ نہیں کیا کیا لگاتی رہتی ہو، کبھی میرے بالوں میں کچھ لگایا ہے؟)

مہر ماہ نے غصے سے اپنی دونوں بھنویں اچکاتے ہوئے ماں کو سنایا تھا۔ جبکہ مزید غصے سے دوچار ہوتے مہر نے ایرہ کے بالوں میں مزید زور لگایا تو سر میں اٹھتی ٹھیس پر ایرہ نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں تھیں۔۔

مہر کی بچی میں تمہاری جان نکال دوں گی میرے بال چھوڑو۔۔۔! ایرہ نے تکلیف کے مارے غصے سے بے قابو ہوتے اسکی مٹھیوں سے بال نکالنے چاہے تو مہر ماہ نے مٹھیوں کو زور سے بھینچتے ہوئے منہ کھول کر ایرہ کے بالوں کو پکڑ لیا تھا۔ مطلب وہ آپنی ماں کے بال منہ میں دبا کر بھی کھینچنے والی تھی۔ جس پر ایرہ حیرت سے اس چڑیل کو دیکھتی رہ گئی۔۔۔

مہر میرے بال چھوڑو ورنہ ایک زور کی پڑے گی۔۔۔! ائرہ جو غصے سے اپنی بیٹی کو وارن کر رہی تھی۔ کہ کمرے میں داخل ہوتا سنان مصطفیٰ اسکے الفاظ سن کر تیزی سے انکے قریب بھاگا آیا تھا۔۔۔

کیاہو گیاہے ایرہ؟ کیوں میری بیٹی کو اتناڈانٹ رہی ہو۔۔۔؟ سنان نے نیچے جھک کر اپنی بیٹی کو پکڑنا چاہا تو مہر ماہ باپ کو دیکھتے ہی معصومیت کا لبادہ اوڑھتے ہوئے ایرہ کو اپنے شکنجوں سے آزاد کر دیا تھا۔

تمہاری اس گندی اولاد کا آج میں قیمہ بنادوں گی۔۔۔! ایرہ شدید غصے سے مہر کو تھپڑ مارنے کے لیے قریب ہوئی تو سنان نے اپنی بیٹی کو سینے میں چھپاتے ہوئے اسکی پہنچ سے دور کر دیا تھا۔۔۔

پاگل ہو گئی ہو کیا؟ اتنی چھوٹی سی بچی پر ہاتھ اٹھا رہی ہو۔۔؟ سنان نے غصے سے ایرہ کو سناتے ہوئے مہر ماہ کو مزید سینے میں بھینچ لیا تھا۔۔

میں پاگل ہو گئی ہو؟ یہ دیکھو تمہاری اس راجکماری نے میرے بالوں کا کیا حشر کیا ہے۔؟ ائرہ اپنے ٹوٹے بال دیکھاتے ہوئے پھٹ پڑی۔ تو سنان نے ایک نظر اپنی بیوی کی حالت کو غور سے دیکھا تھا۔ جس کے بال الجھے ہوئے تھے۔ جبکہ چہرہ ضبط سے سرخ ہو چکا تھا۔ اور آنکھوں کے کنارے بھی بھیگے ہوئے تھے۔۔ مطلب اسکی بیٹی اپنی نازک ماں کو اچھا خاصا تپا چکی

تھی۔۔ سارا کارنامہ کر کے وہ اب معصوم بنی اسکے سینے میں منہ چھپائے ہوئے تھے۔ منہ چھپانے کے ساتھ ساتھ سنان کی گردن پر میٹھے بوسے بھی دیے جا رہے تھے۔۔ جو یقیناً رشوت دینے کی کوشش ہو رہی تھی۔

آڑرو کوئی بات نہیں ہے، میری بیٹی نے بس بال ہی تو کھینچے ہیں یار، اس مطلب اب یہ تھوڑی ہے کہ تم اسکو مارنے لگ جاؤ گی۔۔؟ سنان نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹی کا دفاع کرتا ہوا کہنے لگا تو ایرہ غصے کی شدت سے بلبل کر اس باپ بیٹی کو آگ بگولہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ اگلے ہی پل ائرہ نے زور سے پکارتے ہوئے اپنے بیٹے کو بلانا چاہا تھا۔۔۔

باسم۔۔۔۔! باسم۔۔! ایرہ نے چلاتے ہوئے بیٹے کو پکارا تو سنان بیچارے پن سے اپنی بیٹی کو دیکھنے لگا تھا۔ جو ہونٹوں کو مڑوڑتے ہوئے ناک چڑھا رہی تھی۔

کیا ہوا امام۔۔۔؟ ہاتھ میں پینسل لیے باسم تیزی سے پریشان ہوتے آپکی ماں کے سامنے آیا تھا۔ ایرہ کچھ دیر پہلے ہی اسے سکول کا کام کرنے کے لیے

دے کر آئی تھی۔اپنے کمرے میں بیٹھ کر وہ اپنے سکول کا کام ختم کر ہی رہا تھا۔جب اسے اپنی ماں کی پکار سنائی دینے لگی تھی۔ سرخ و سفید رنگت کے ساتھ گولڈن آنکھوں اور بالوں میں وہ مکمل طور پر سنان مصطفیٰ کی ڈٹو کاپی تھا۔

باسم تمہاری بہن نے پورا زور لگاتے ہوئے میرے بال کھینچے ہیں،اور اب تمہارے ڈیڈ کہہ رہے ہیں کوئی بات نہیں ہے بس بال ہی تو کھینچے ہیں۔ کیا تم اپنے ڈیڈ کو بتا سکتے ہو کہ بال کھینچنا کیسا ہوتا ہے۔اور جب کوئی اپکے بال کھینچے تو کتنا درد محسوس ہوتا ہے۔۔۔! ایرہ نے نیچے بیٹھتے ہوئے اپنے بیٹے کو بتاتے ہوئے مدد مانگی تو سنان کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دینے لگیں تھیں۔ کیونکہ باسم اب غصے سے سنان کو گھورنے لگا تھا۔

اگلے ہی پل " باسم کا ظمی " نے اچانک اپنے باپ کے بالوں کو گرفت میں لیا تو سنان بوکھلا کر پیچھے ہونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ لیکن گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی وجہ سے وہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکا تھا۔

باسم، سم کارڈ دور رہو مجھ سے۔۔۔! سنان نے باپ ہونے کا رعب جھاڑتے ہوئے باسم کا نام بگاڑتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانا چاہا تھا جس پر باسم نے جھکتے ہوئے اچانک سنان کی گردن پر دانت گاڑ دیے تھے۔

ایرہ نے آگے بڑھ کر سنان کے بازوؤں سے اپنی چھوٹی چڑیل کو قابو کیا تو مہر ماہ جھٹپٹا کر اپنی ماں کا چہرہ نوچنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

مدھے ہاتھ نہ لگاؤ ونہ بوت برا پیس آؤں گی۔(مجھے ہاتھ نہ لگاؤ، ورنہ بہت برا پیش آؤں گی)

مہر ماہ نے اپنی ماں کو ڈرانے کی ناکام کوشش کی تو ایرہ نے تیکھے چتون سے اسکی گال پر کاٹ دیا تھا۔

بچے پیدا ہونے سے پہلے تک جب سنان مصطفیٰ اور ایرہ داؤد کی لڑائی ہوتی تھی۔ تو وہ لڑائی آہستہ آہستہ الگ روپ اختیار کرتے ہوئے رومینس میں بدل جاتی تھی۔۔ لیکن اب یہ لڑائی ٹیم ورک میں بدلہ لے کر نبٹائی جاتی تھی۔۔ پر تاریخ گواہ تھی۔۔ کہ ماں باپ کی لڑائی شروع کروانے والی

مہر ماہ کا ظمی "ہی ہوتی تھی۔ جس کی اپنی ہی سوچیں تھیں۔ کہ اسکی ماں "
اسکو میک اپ کیوں نہیں کرواتی ہے یا ویسے کیوں نہیں تیار کرتی جیسے وہ
خود ہوتی ہے۔

ڈیڈ میرا نام کس نے رکھا تھا۔۔؟ ایشام نے سنجیدہ انداز میں وہاج کو دیکھا
تھا۔۔۔

رات کے اس وقت وہ سب بیڈ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔۔ جب ایشام نے
اپنے نام کے بارے میں پوچھنا ضروری سمجھا۔

آپکا نام آپکی دادی سائیں نے رکھا تھا۔۔؟ بیہ نے مسکرا کر اپنے بیٹے کو
جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر ایشام سوچ میں پڑ چکا تھا۔

آج اپنے نام کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو۔۔۔؟ وہاج نے اپنے بیٹے
کے سنجیدہ انداز کو دیکھ کر اس سوال کا مقصد جاننا چاہا۔۔

کیادادی سائیں کو یہ نام پسند ہے۔۔۔؟ایشام نے الجھن کا شکار ہوتے اپنے باپ سے گل جہاں بیگم کے بارے میں دوبارا استفسار کیا تھا۔۔۔

ڈیڈ ہیر بھیا کو "گڈایوننگ" یا شام کہہ کر بلاتی ہے۔اس لئے بھیا اپنے نام کو لے کر پریشان ہو رہے ہیں۔۔۔"گل ناز نے وہاج کی گود میں بیٹھتے ہوئے اپنے باپ کو بھائی کے سوال کی وجہ بتائی تھی۔ جس کو سن کر بیہ کا قہقہ بے ساختہ تھا۔اپنی ماں کی گود میں چھپی ہوئی گل بہار بھی ماں کو دیکھ کر ہنسنے لگی تھی۔

رئیلی شام! کیا سچ میں وہ تمہیں ایوننگ کہتی ہے۔۔؟وہاج نے ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

ڈیڈ پلیز۔۔۔وہاج کو ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے دیکھ کر ایشام سخت چڑا گیا تھا۔دماغ میں اس سبز آنکھوں والی ہیر کا عکس جگمگایا تو اگلے ہی پل ایشام نے غصے سے سر جھٹک دیا۔

اپنے بیٹے کو چڑتے ہوئے دیکھ کر بیہ نے گل بہار کو اٹھاتے ہوئے گل ناز کے ساتھ وہاج کی گود میں بٹھا یا دیا تھا۔

کیوں اتنا غصہ کرتے ہو میری جان! وہ صرف اپکو تنگ کرتی ہے۔! بیہ نے اپنے بیٹے کو گود میں لیتے ہوئے پیار سے اسکے بال سنوارے تھے۔ باپ جیسی آنکھوں والا "ایشام وہاج علی" کی زندگی کی بے سکون کی وجہ صرف "ہیر ضرار پاشا" تھی۔

مام وہ مجھے صرف تنگ نہیں کرتی ہے، بلکہ بہت غصہ بھی دلاتی ہے۔۔۔" ایشام نے تھکی سانس خارج کرتے ہوئے بتانے کے ساتھ ساتھ اپنی ماں کو ہگ کر لیا تھا۔

ڈونٹ وری میری جان، آپ بڑے ہو، اور پھر ہیر تو آپ سے اتنی چھوٹی ہے۔ آپ اسکے کزن بھی ہو، بھائی بھی ہو، اس لئے بس وہ آپ کے ساتھ زیادہ شرارتیں کرتی ہے۔۔! بیہ نے اپنے پیارے بیٹے کے بال سنوارتے ہوئے اسکو سمجھایا تو وہاج مسکرا کر اپنی چھوٹی سی دنیا دیکھ گیا تھا۔

مام ہیر جان بوجھ کر بھائی کو تنگ کرتی ہے، وہ مجھے بتا رہی تھی کہ شام اسکا دشمن ہے اور وہ اپنے دشمن کو چین سے کبھی جینے نہیں دے گی۔۔۔! صدا کی معصوم گل بہار نے اپنی دوست کا بھانڈہ پھوڑا تو ایشام ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے ہوئے بہن کو دیکھنے لگا تھا۔ جبکہ گل ناز اپنی چھوٹی بہن کی بے وقوفی پر افسوس سے سر ہلا چکی تھی۔

ڈیڈ اپ میری فارس سے شادی کب کروائیں گئے۔۔۔؟ اس سے پہلے کہ گل بہار کے الفاظ کی گہرائی میں کوئی جاتا گل ناز نے باپ کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے ہمشیہ والا سوال پوچھا تھا۔ جس کو سن کر وہاج، بیہ ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھتے رہ گئے تھے۔

میری جان فارس سے کیوں شادی کرنا چاہتی ہے۔۔۔؟ وہاج نے آج اس ہنگامی شادی کی وجہ پوچھنا ضروری جانا تھا۔

کیونکہ فاری اسکا کرائم پارٹنر ہے، اور اپنی چیزیں بھی اسکو دے دیتا ہے" اور گل کی بات بھی مانتا ہے، اس لیے گل اسکے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے"

اگر ایشام کا جواب گل ناز نے دیا تھا۔ تو اس بار ایشام نے اپنی بہن کی طرف سے جواب دیتے ہوئے بدلہ چکا لیا تھا۔

سارا رائتہ یہ اس خبیث عیس کا پھیلایا ہوا ہے۔۔ وہاج نے دانت پیستے ہوئے دماغ میں بے اختیار سوچا تھا۔

باقی باتیں صبح ہونگی، چلو شاباش اٹھو اب اپنے کمرے میں چلو۔۔! بیہ نے اپنی بیٹی کو مرغی کی ٹانگ پکڑتے دیکھ کر جلدی سے انکو اٹھانا چاہا تھا۔۔

آجاؤ کمرے میں چلیں۔۔۔! اپنی ماں کے حکم پر ایشام نے کھڑے ہو کر بیہ کے گال پر ہونٹ رکھتے ہوئے گڈ نائٹ کہا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھاتے ہوئے اپنی دونوں بہنوں کو بھی اٹھا لیا تھا۔ وہ تینوں اپنے ماں، باپ کو گڈ نائٹ کہہ کر ساتھ والے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

انکے جاتے ہی بیہ پیچھے تکیے پر گری تو وہاج بھی ریموٹ سے لائٹ آف کر۔کے اسکے برابر لیٹ گیا تھا۔

وہاج نے اپنی بیوی کی کمر میں ہاتھ لپیٹتے ہوئے اسے سینے پر لٹایا تو بیہ نے سکون سے اسکے سینے پر سر رکھ کر موند لیں۔

یہ تمہارے بھائی کا بیٹا کسی دن میرے ہاتھوں سے پٹ جائے گا، کیونکہ وہ چالاک ٹیڈ امیری بیٹی کو اپنے چکر بازیوں میں پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔! وہاج، فارس کے بارے ذکر کرتے ہوئے دانت کچکچانے لگا تھا۔

وہ نہیں پھانس رہا ہے، بلکہ آپکی بیٹی اسکو پھانس رہی ہے۔۔" بیہ بند آنکھوں سے اپنے شوہر کی تصحیح کرتے ہوئے بولی تھی۔ جس پر وہاج اسکو گھور کر رہ گیا۔

"وہ پھانس رہا ہے میری بیٹی کو۔۔"

آپکی بیٹی پھانس رہی ہے۔۔" بیہ نے دوبارہ مطمئن انداز میں اسکی درستگی" کی تھی۔۔

میں کہہ رہا ہوں نا کہ وہ پھانس رہا ہے۔۔" وہاج نے بیہ کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے آنکھیں چھوٹی کر کے اپنی بات پر زور دیا تھا۔

انکو ایک دوسرے کے ساتھ پھنسانے والا "عیس علی ہمدانی" ہے۔۔""

ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ دونوں اچانک یکجا زبان ہوتے بولے تو اگلے ہی پل اپنے الفاظ سمجھ میں آتے ہی وہ قہقہ لگا گئے تھے۔

وہاج ہنستے ہوئے بیہ کو شدت سے خود میں بھینچ چکا تھا۔

سلطان اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اسکے دونوں بیٹے اپنی مورے کے دائیں بائیں بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔۔ جبکہ اسکی لاڈلی بیٹی اپنے باپ کے انتظار میں اداس چہرہ بنائے بیٹھی ہوئی تھی۔ان تینوں نے بار بار ماہ پارہ کو پاس بلانا چاہا تھا۔۔ لیکن وہ معصومیت سے انکار کر دیتی تھی۔۔ کیونکہ اسے

اپنے باپ کی ضرورت تھی۔۔اوراس وقت وہ سلطان کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں آتی تھی۔

سلطان کو دیکھتے ہی ماہ پارہ کی آئس بلو آنکھیں چمکیں تو سلطان نے جاں نثار ہوتے آگے بڑھ کر اپنی بیٹی کو اٹھالیا تھا۔

ڈیڈ کتنی دفعہ بولا ہے کہ پلیز اس وقت روم میں جلدی آیا کریں، میرو آپکا" انتظار کر رہی ہوتی ہے "کبیر خان نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے سلطان کو دیکھا تھا۔جو ماہ سے پیار کرتے ہوئے اسے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا۔

علیزے مسکرا کر باپ، بیٹی کو دیکھے گئی۔۔

مورے کیا آپ جیسی آنکھوں والی کوئی لڑکی مجھے بھی مل سکتی ہے۔۔" فاتح خان نے علیزے کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے سوال کیا تو علیزے اسکے سوال پر بے اختیار ہنس پڑی تھی۔۔۔

لڑکیوں کو چھوڑ کر تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔۔! کبیر خان نے سنجیدہ لہجے میں اپنے جڑواں بھائی کو ٹوکتے ہوئے جواب دیا تھا۔

سلطان غور سے انکی گفتگو سنتے ہوئے ماہ پارہ کو اٹھائے بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔

بھائی خود تو آپ بہار کی آنکھوں کا پیچھا نہیں چھوڑتے ہیں، اور اب مجھے منع کر رہے ہیں۔۔۔"فاتح منہ بناتے ہوئے جواب میں بولا تو کبیر نے اسے سخت گھوری سے نواز دیا تھا.

فاتح تمہیں کتنی دفع منع کیا ہے کہ اسے بہار نہیں بلایا کرو۔۔۔"کبیر نے فاتح کو سخت نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔

ڈیڈ دیکھ لیں بھائی مجھے گھور رہے ہیں.."فاتح اچانک اٹھ کر بیٹھتے ہوئے سلطان سے شکایتی انداز میں کہنے لگا تھا۔۔

بھیا، آپ تلیے میں لڑتی ڈھونڈ دوں گی، آپ پلے شان نہ ہو"(بھیا آپکے لئے میں لڑکی ڈھونڈ دوں گی، آپ پریشان نہ ہوں)

ماہ پارہ اپنی توتلی زبان میں فاتح کو مخاطب کرتے ہوئے بولی تو علیزے اور سلطان حیرت ہنسنے لگے تھے۔ جبکہ فاتح اپنی چھوٹی بہن پر قربان ہوتے آگے بڑھ کر اسکے گال چوم چکا تھا۔

میری شہزادی کہاں سے لڑکی ڈھونڈے گی؟ سلطان متجسس ہو کر اپنی خوبصورت بیٹی کے جواب کا منتظر ہوا تھا۔۔۔

دید میں اپنی کشی فرینڈ سے بھیا کی دوستی کلوادوں گی۔۔! (ڈیڈ میں اپنی کسی فرینڈ سے بھیا کی دوستی کروادوں گی)

ماہ پارہ معصوم لہجے میں دوبارہ گویا ہوئی تو وہ سب ہنسنے لگے تھے جبکہ سلطان تو باقاعدہ طور پر اپنی بیٹی پر فدا ہوتے اسکے گال پر شیور گڑنے لگا تھا۔ پر اگر آپکی فرینڈ کی آنکھیں مورے جیسی نہ ہوئیں تو۔۔؟ کبیر خان نے اپنی چھوٹی بہن کو اٹھاتے ہوئے ایک اور سوال کیا تھا۔۔۔

امم۔۔ بھیا ہم اشکی آنکھوں میں تلر کر دیں گئے"" (بھیا ہم اسکی آنکھوں میں کلر کر دیں گئے)

ماہ پارہ نے سوچتے ہوئے کبیر خان کو جواب دیا تو کبیر خان ہنستے ہوئے اسکے گال چومنے لگا تھا۔ جبکہ فاتح نے آگے بڑھ کر اپنی بہن کو گدگدی کرنا

شروع کی تو پورے کمرے میں ماہ پارہ کی معصوم کھلکھلاہٹ گونجنے لگی تھی۔

بھیا کی جان تو بہت سمجھدار ہو گئی ہے۔۔فاتح اسکے پیٹ پر گدگدی کرتے ہوئے بولا تو ماہ پارہ نے اپنے بچاؤ میں کبیر خان کی طرف دیکھا تھا۔جو اگلے ہی پل اسے فاتح سے دور کرتے ہوئے اٹھا کر بیڈ سے کھڑا ہو چکا تھا۔

فاتح نے چہرے پر خونخوار تاثرات سجاتے ہوئے انکو پکڑا شروع کیا تو کبیر خان اپنی چھوٹی بہن کو اٹھا کر پورے کمرے میں بھاگنے لگا تھا۔اس پکڑا پکڑی کی کھیل میں ماہ پارہ مسلسل کھکھلائے جا رہی تھی۔

ڈیڈ ہم اپنے روم میں جا رہے ہیں،اس نیلی پری کو ہم خود سلا دیں گئے۔کبیر خان نے اچانک رکتے ہوئے سلطان کو بتایا تھا۔تو اگلے ہی پل وہ تینوں بھاگ کر کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔انکے جاتے ہی علیزے سلطان کے قریب ہو چکی تھی۔

خان اتنی لیٹ کیوں آئے ہیں۔۔۔؟علیزے نے سکون سے آگے بڑھ کر سلطان کے کندھے پر سر رکھا تو سلطان چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگا تھا۔

خان کی جان کام سے فری ہوتے ٹائم لگ گیا تھا! سلطان نے اسے محبت سے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

اپکو پورا دن میری یاد نہیں آئی کیا؟ پورا دن دور رہنے پر علیزے نے خفگی سے پوچھنا چاہا تو سلطان اگلے ہی پل بے تابی سے اسکے ہونٹوں کو جکڑ کر بتانے لگا تھا کہ اسے اپنی خانم کی کتنی یاد آتی رہی ہے۔

کل لاسٹ فائنل پارٹ آئے گا۔تب تک میرے ایک ہزار سبسکرابرز پورے کر دیں پلیز۔۔۔ناول: یاروں کے یار دلدار

لاسٹ اپیسوڈ

رائٹر: امرینے قیس

ناول: یاروں کے یار دلدار

شام کا منظر تھا، آسمان پر سردیوں کا غروب ہوتا ہوا سورج انتہائی خوبصورت لگ کا تھا۔ ڈوبتے سورج کی سرخی ہر سوں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ ہی سرخی لوگوں پر پڑتے ہوئے انکے چہروں کو مزید پر رونق بھی بنا رہی تھی۔

شام کے اس وقت آج وہ ایک بار پھر سب اس خاص ہوٹل کے سامنے کھڑے تھے۔ لیکن اس دفعہ منظر یکسر بدلا ہوا تھا۔ جب کچھ سال پہلے وہ سب اس ہوٹل میں اپنی پہلی ڈیٹ پر آئے تھے۔ تب یہ ہوٹل کسی اور کی ملکیت میں تھا۔ لیکن آج یہ یہ ہوٹل بلیک گینگ کے نام سے جگمگا رہا تھا۔ اسلام آباد کے اس اونچے پہاڑ پر یہ سفید ہوٹل کسی حسین سیارے کا منظر پیش کر رہا تھا۔۔ وہ ہی سیارہ جو اس اونچے پہاڑ پر خوبصورت زندگی کی امید دلاتا ہو۔

کچھ سال پہلے اس ہوٹل میں رات کے وقت جب ان سب پر حملہ ہوا تھا تو وہ یادگار رات سب کے لیے ایک تکلیف دہ کسسک بن کر رہ گئی تھی۔ لیکن جب عیس اور سنی نے اس ہوٹل میں مینجر کو ذہنی ٹارچر کرتے ہوئے اپنا بدلا لیا تھا۔ تب ہوٹل میں اچانک ہونے والا دھماکا جہاں سب کے لیے غیر یقینی تھا۔ لیکن وہیں سنان مصطفیٰ کاظمی اور عیس علی ہمدانی کے لئے صرف انٹرٹینمنٹ کے طور پر تھا۔

آپ سب کو نہیں لگتا کہ اس ہوٹل کی گرینڈ اوپننگ نیکسٹ جنریشن کو کرنی چاہیئے۔۔؟ باسم کاظمی نے گولڈن آنکھوں کو گھماتے ہوئے اظہار خیال کیا تھا۔

نیکسٹ جنریشن نے ہوٹل کی اس گرینڈ اوپننگ میں اپنا پیسہ لگایا ہے کیا؟ جو بیٹا جی آپ ایسی رائے پیش کر رہے ہیں۔۔! سنان مصطفیٰ نے مڑتے ہوئے اپنے بیٹے جیسا ہی انداز اپناتے ہوئے طنزیہ انداز میں الٹا پوچھا تو نیکسٹ جنریشن کے ساتھ ساتھ اولڈ جنریشن نے بھی انکو افسوس سے دیکھنا چاہا تھا۔

ہوٹل کی اوپننگ سر منی کے لیے سب اکٹھے ہوئے تھے، وہیں دوسری طرف ایک کثیر تعداد میں میڈیا بھی تھا۔۔ جن کو پہلی بار بلیک کمپنی کے پانچوں پارٹنرز کو ایک ساتھ کور کرنے کا موقع مل رہا تھا۔

وہ پانچوں میڈیا کو شارٹ انٹرویو دے کر اپنی فیملی کی طرف آئے تھے جہاں انکی نیکسٹ جنریشن کسی الگ ہی بحث میں الجھی ہوئی تھی۔

پتہ نہیں ہمارے باپ کو باپ کس نے بنا دیا ہے؟ سنان کے جواب پر باسم ہونہہ کرتے اچانک بولا تو فارس نے اسے زبان بند رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

باسم کے بچے زبان بند رکھ، کیوں اس بھرے مجمعے میں اپنے باپ سے پٹنا چاہتا ہے۔۔! باسم کی الٹی بکواس پر فارس نے اسے خاموش رہنے کی نصیحت کی تھی۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا کہ اپنی زیادہ چلتی زبان کی وجہ سے وہ سنان مصطفیٰ سے کٹ کھا ہی لیتا۔۔۔

ابھی ہوٹل آنے سے پہلے عیس ہمدانی کے ہمراہ باقی سب نے بھی بچوں کو سمجھایا تھا۔ کہ وہ میڈیا کے سامنے اپنی زبان بند رکھے گئے۔ اور زبان بند

رکھنے کے ساتھ ساتھ اچھے بچوں کی طرح پیش آتے ہوئے انکا نام بھی روشن کریں گئے۔ان چند الفاظ میں سارے لڑکوں کے لئے ایک وارننگ چھپی ہوئی تھی۔یہ ہی وجہ تھی کہ فارس اپنے چھوٹے کزن کو منہ چلانے سے باز کر رہا تھا۔

چونکہ میڈیا کے علاؤہ بھی یہاں پر کافی تعداد میں دوسرے لوگ موجود تھے۔۔اسی لئے سلطان اور ضرار نے گھر کی عورتوں کو پہلے ہی ہوٹل کے اندر بھیج دیا تھا۔تاکہ مردوں کی بھیڑ میں وہ لوگ بے سکونی نہ شکار نہ ہوں اور نہ ہی انکا احترام خراب ہونے کا خدشہ رہے۔

داجان آپ سے ایک بات کرنی ہے؟ بزرگ مرد حضرات جو سب ایک طرف اپنی باتوں میں مصروف تھے۔۔اچانک باسم کی آواز پر مڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگے تھے۔جو فارس کا ہاتھ تھامے انکو دیکھ رہا تھا۔

آپ دونوں نے کیا بات کرنی ہے ہم سے۔۔۔؟ دلاور خان نے نیچے بیٹھے ہوئے انکو جواب دیا۔۔

داجان ہمیں آپ سب کی پراپرٹی میں سے تھوڑا تھوڑا سا حصہ چاہیئے۔۔؟
باسم نے سنجیدگی سے دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے بتانا چاہا تھا۔ کہ اسکو زیادہ نہیں بس اتنا سا حصہ درکار ہے۔ جبکہ بے موقع اسکی اس اچانک پھلجڑی پر وہ سب حیرانی سے اسکو دیکھے گئے تھے۔۔

ڈونٹ وری مجھے ابھی کوئی حصہ نہیں چاہیئے بس اسکو ہی ضرورت آن پڑی ہے، ہاں اگر آپ لوگ زبردستی کریں گئے تو میں بھی تھوڑا سا حصہ لے لوں گا۔۔" شہرام ہمدانی جو کب سے باسم کا ظمی کو منہ رکھنے کا کہہ رہا تھا۔ اپنے گھر کے بزرگوں کے متوجہ ہونے پر وہ بات میں حصہ ڈالتے ہوئے بولا تھا۔ فارس کے بات کرنے کا انداز بلکل ویسا تھا۔۔ جیسے وہ جائیداد میں حصہ لے کر ان پر احسان کر رہا ہو۔۔۔

آپ دونوں نے اس وقت پراپرٹی کے حصے کا کیا کرنا ہے؟ شیراز پاشا نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے انکا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔

کچھ خاص نہیں داجان، بس اپنے "باپ "مطلب ڈیڈ کو پیسے دینے ہیں،
کیونکہ وہ ہر بات میں یہ ہی سناتے ہیں کہ میں انکا قرض دار ہوں۔ابھی میں
نے کہا تھا کہ اس پیارے سے ہوٹل کی گرینڈ اوپننگ ہم نیکسٹ جنریشن کر
لیتے ہیں۔تو آگے سے انہوں نے جواب دیا ہے کہ نیکسٹ جنریشن اپنا پیسہ
لگا کر خود ہوٹل بنالے اور پھر وہاں جا کر اوو پنگ کرے۔۔
باسم نے سنجیدہ انداز میں منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے ان سب کو تفصیلی جواب
دیا تھا۔جس کو سن کر وہ سب مسکراہٹ دباتے ہوئے ایک دوسرے کو
دیکھنے لگے تھے۔

ویسے داجان آپ سب نے اتنے کنجوس انسانوں کی شادی اتنی پیاری
لڑکیوں سے کیوں کروائی تھی۔۔۔؟ باسم کے بعد فارس اپنے ذہن میں
ابھرتے ہوئے سوال کو زبان پر لاتے گویا ہوا تھا۔۔ جس کو سن کر عیس
دانت پیس چکا تھا۔وہ سب مڑتے ہوئے انکی طرف ہی آرہے تھے۔تاکہ
اوو پنگ کی سرمنی شروع کی جاسکے۔لیکن یہاں پر اپنی گندی اولاد کو اتنی

اہم گفتگو میں مصروف دیکھ کر ان سب کا بے اختیار دل کیا تھا کہ ایسے نمونوں کو اٹھا کر پہاڑ کے نیچے پھینک دیں۔

تم لوگ ایک بار گھر واپس چلو، پھر میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں۔۔" عیس دانت کچکچاتے ہوئے جواب میں بولا تو باسم اور شہرام چونک کر تیزی سے وہاں سے رفو چکر ہو گئے تھے۔۔انکے غائب ہونے کی سپیڈ پر سب کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

سب چلتے ہوئے اس لال بندھے ہوئے ربن کے سامنے کھڑے ہوئے تو ضرار پاشا نے سب کو متوجہ کرتے ہوئے بات شروع کی تھی۔

اس ہوٹل کی اوپننگ نہ تو نیکسٹ جنریشن کرے گی، اور نہ ہی موجودہ" حال کی جنریشن کرے گی" ضرار نے مسکراتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی تو سب بے حد متجسس ہوتے چلے گئے۔

بلکہ اس عالیشان ہوٹل کی اوو پنگ ہماری خوبصورت پریاں مل کر کریں" گئیں۔۔" سلطان احمد خان نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ضرار

کے ادھورے الفاظ کو مکمل کیا تو حیرانی و تجسس سے سب کی نظریں اسکے اشرف کی تقلید میں گھومیں تھیں۔

جہاں سامنے سے عیس، سنان اور وہاج اپنے گھر کی خوبصورت پریوں کو گود میں اٹھائے، مسکراتے ہوئے انکی طرف ہی آرہے تھے۔اپنی پیاری بیٹیوں کو وہ انکی ماؤں سے لے کر اسی طرف آئے تھے۔۔

دید ہم کیشی لگ رہیں ہیں؟ان تینوں نے اپنی پریوں کو زمین پر کھڑا کیا تو ہیر اور مہر ماہ نے اپنی فراک گھماتے ہوئے تعریف سننا چاہی تھی۔ان دونوں کے دیکھاد یکھی گل ناز، گل بہار اور ماہ پارہ بھی اپنی پرنسز جیسی فراک اٹھا کر گھومنا شروع ہوئیں تو وہ سب ہنس کر انکو تھام چکے تھے۔

کیونکہ مسلسل گھومتے ہوئے وہ اب گرنے والی ہو گئیں تھیں۔اپنی پرنسز جیسی فراک پر بالوں میں چھوٹے چھوٹے کراؤن لگائے، بھرپور معصومیت سے وہ سب لوگوں کی توجہ کھینچنے کا باعث بن رہیں تھیں۔بلیک گینگ بچوں کی یہ پہلی جھلک تھی جو میڈیا پر آنے والی تھی۔

آپ سب بہت خوبصورت لگ رہیں ہیں میری جان! سلطان نے ماہ پارہ کو گلے لگاتے ہوئے سب کی تعریف کی تو وہ کھکھلا پڑیں۔اپنی ننھی پریوں کو اٹھا کر وہ سب ربن کے پاس لے آئے تھے۔

نیلی بتی، مجھے میری بہو پکڑا دے۔۔"عیس نے سرگوشی کرتے ہوئے وہاج سے گل ناز کو پکڑا تو بدلے میں وہاج تاسف سے اسکو دیکھے گیا۔

زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے ان سب نے اپنی شہزادیوں کا ہاتھ تھام کر کیمرے میں دیکھتے ہوئے کینچی سے جہاں ربن کاٹا تھا۔وہیں دوسری طرف سائیڈ پر کھڑے لڑکے منہ بنا کر انکو دیکھنے لگے تھے۔

کتنے جھوٹے ہیں یہ لوگ، ہماری بہنوں کا نام استعمال کر کے خود داو وپنگ کر رہے ہیں۔فاتح نے جھکتے ہوئے شہرام کے کان میں جلی کٹی سرگوشی کی تو وہ بھی متفق ہوتے سر ہلانے لگا تھا۔ربن کاٹتے ہی ہر طرف تالیوں کا شور گونجنے لگا تھا۔

کیا تکلیف ہے تم سب کے ساتھ۔۔۔۔؟ وہاج نے غصے سے شیطانوں کے ٹولے کی طرف دیکھا تھا۔ جو ابھی ابھی ان سب کو شرمندہ کروا کے آرہے تھے۔

چھوٹے بابا ہم پر کیوں بھڑک رہے ہیں؟ کبیر خان نے سیریس لہجے میں انجان بنتے ہوئے وہاج سے جاننا چاہا تھا۔

کیونکہ میں پاگل ہوں، اس لئے بھڑک رہا ہوں" وہاج اس میسنے استاد کو شرم دلاتی نظروں سے دیکھ کر کلس کر بولا، لیکن مقابل پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔

تھوڑی دیر پہلے باہر پریس والوں نے ان سب کی فیملی فوٹو لینا چاہی تھی، جب بدلے میں اچانک ان سب کے صاحبزادوں نے ٹکا کر یہ کہتے ہوئے تصویر بنوانے سے انکار کر دیا تھا۔ کہ " جنہوں نے ہوٹل کی سرمنی کی ہے، "آپ انہی کی فوٹوز لیں ہمارا اس فیملی سے کوئی واسطہ نہیں ہے

اور یہ غصہ اس لئے دیکھایا گیا تھا کیونکہ ان سب کو سر منی میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔

یہ سب تمہاری ہی پلینگ تھی نا کبیر خان" وہاج غصے سے اس پر پھر بھڑکا تو کبیر دوبارہ نا سمجھ بنتے ہوئے کندھے اچکا کر سامنے کھیلتی ہوئی گل بہار پر نظریں ٹکا گیا تھا۔ وہاج نے آنکھیں گھماتے ہوئے اسکی نظروں کی پیروی میں سامنے دیکھنا چاہا تو اگلے ہی پل وہ ضبط کے مارے خود پر کنڑول کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

کبیر خان کو اپنی معصوم بیٹی پر نظریں جمائے دیکھ کر وہاج بے بسی سے چہرے پر ہاتھ پھیر چکا تھا۔ ایک طرف فارس ہمدانی اسکی بڑی بیٹی کے پیچھے پڑا تھا، تو دوسری طرف کبیر خان اسکی چھوٹی بیٹی کا دیوانہ بن چکا تھا۔ آنے والا وقت ثابت کرنے والا تھا۔ کہ اس نمونوں کی گینگ کا سربراہ "کبیر خان" بنے گا۔ اور کبیر خان کے بعد اگر کوئی اس گینگ کا رکھوالا ہو گا تو اسکا نام "فارس ہمدانی" ہو گا۔

وجی بچوں کو کیوں ڈانٹ رہے، جبکہ غلطی آپ سب کی ہے، جنھوں نے ہمارے بچوں کو سرمنی میں شامل نہیں کیا تھا، کیا ہی ہو جاتا اگر چھوٹے بچے سب مل کر اپنا شوق پورا کر لیتے۔ بیہ اچانک وہاں پر آکر کبیر خان کی حمایت میں بولی تو کبیر متفق انداز میں کندھے اچکا کر، بیہ سے ٹیک لگاتے ہوئے فرصت سے اپنی گل بہار کو نہارنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

بیہ، میری جان! سرمنی ہم نے خود نہیں کی ہے، بلکہ گھر کی بچیوں سے کروائی گئی ہے۔ کیونکہ انکا ہی پہلا حق تھا۔ تو پھر اس بات پر یہ سب کون ہوتے ہیں ڈارمہ کرنے والے۔۔۔۔" وہاج نے اپنی خوبصورت بیوی کو جواب دیتے ہوئے اس میسنے کو گھورا تھا۔ جس نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو تصویر سے انکار کرنے کی نہ صرف پٹی پڑھائی تھی۔ بلکہ صدا کا موڈی بچہ "غازیان پاشا" میڈیا کے ایک رپورٹر کو یہ بھی کہہ چکا تھا۔۔ کہ "ان سب کے باپ انکو جائیداد سے عاق کر چکے ہیں، اس لئے وہ تصویر نہیں بنوا سکتے ہیں" اس ایک سٹیٹمنٹ کو سنبھالنے کے لئے سلطان اور ضرار کب سے

میڈیا کے سوالوں کے جواب دے دے کر اب تھکے ہارے انداز میں بازو پر کوٹ ڈالے انکی طرف آرہے تھے۔جب بیہ اسی وقت اپنے نام کی پکار پر گل جہاں بیگم کی طرف چلی گئی تھی۔

کچھ شرم آتی ہے ؟ایسی بکواس کرتے ہوئے۔۔ضرار نے تیش بھرے لہجے میں غازیان کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔جو ناک چڑھا کر اپنے بڑے بھائی کبیر خان کو دیکھ رہا تھا۔

کبیر خان انسان بنو اور اپنے چھوٹے بھائیوں کو بھی انسان ہی رہنے دو،اس سے پہلے کہ میں تمہیں الٹا ٹانگ کر سیدھا کر دوں۔۔۔" سلطان نے گھورتے ہوئے اپنے کھسکے بیٹے کو بھی وارن کرنا چاہا تھا۔جو ان سب کا استاد بنا پھر رہا تھا۔

ٹھیک ہے،آپ ہمیں الٹا ٹانگنے کی تیاری کریں،تب تک ہم موم کو بتانے جا رہے ہیں،کہ ڈیڈ باہر کسی لڑکی کے قریب کھڑے تھے۔غازیان نے

پاکٹ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے دور بیٹھی منیزے کو چمکتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

ویسے غازی، کسی رپورٹر لڑکی نے میرے ڈیڈ کا ہاتھ بھی پکڑا تھا نا؟ کیا کہتے ہوئے ہم مورے کو بتا نہ آئیں۔۔؟ کبیر خان، غازیان پاشا سے پوچھنے والے انداز میں گویا ہوا تو سلطان اور ضرار اپنے شیطانوں کو دیکھ کر حیرانی سے آنکھیں پھیلا چکے تھے۔ وہ چاہ کر بھی سمجھ نہیں چار ہے تھے، کہ انکی ڈیڑھ فٹی اولاد انکو بلیک میل کر رہی ہے۔

اور کرو تم لوگ ان نمونوں کا علاج... "عیس اور سنی بھی انکی طرف آتے طنزیہ لہجے میں بولے تو وہاج بھی تاسف سے سر ہلا چکا تھا۔

ویسے اپنی بہنوں کا ہاتھ پکڑ کر ہم بھی اس لال رسی کو کاٹ سکتے تھے۔۔!

کبیر خان اور غازیان کو ان سب کے ساتھ اکیلے کھڑے دیکھ کر باقی بچے بھی انکی طرف آئے تو انکی بحث کا ٹاپک جان کر ایشام بے نیازی سے بولتا چلا گیا تھا۔

ایشام کے چبھا کر کہنے پر وہاج نے مزید بے بسی سے انکو دیکھے گیا تھا۔ایک طرف اگر اضطرابی کیفیت میں بلیک گینگ کھڑی تھی،تو دوسری طرف نیکسٹ جنریشن غصے سے انکو گھور رہی تھی۔ جنہوں نے انکو اپنی سرمنی میں بلکل سائیڈ پر کر دیا تھا۔

دفع کرو ان چوزوں کو، آؤ ہم اپنی بیٹیوں کی طرف چلتے ہیں۔ عیس ان سب پدوں کو دفع کرتے ہوئے سامنے کی طرف بڑھا تو بلیک گینگ بھی انکو گھوری سے نواز کر عیس کی پیروی میں چل پڑی تھی۔ جہاں سامنے ہی ان سب کی جان سے پیاریاں شہزادیاں ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہیں تھیں۔

ہمارے باپ اتنے سیدھے نہیں ہیں، جتنا اس وقت ظاہر کر کے گئے ہیں۔۔۔" فارس پر سوچ انداز میں انکی پشت دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ کوئی بات نہیں ہے اگر وہ ہمارے باپ ہیں، تو پھر ہم بھی انکے۔۔؟ کبیر خان پر اسرا انداز میں مسکراتے ہوئے گویا ہوا تو وہ سب اسکی بات سمجھتے

ہوئے ہنسنے لگے تھے۔ کہنے کو ان سب کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی۔ لیکن انکی تربیت اور مضبوط لہجے یہ بتانے کے لئے کافی تھے، کہ آنے والا وقت بلیک گینگ کو ناکوں چنے چبوانے والا تھا۔۔۔ ہوٹل میں سب ایک ساتھ انجوائے کرتے ہوئے باتوں میں مصروف تھے۔ جب
رات کا دوسرا پہر شروع ہوتے ہی ہوٹل سے ایک ساتھ ہیوی بائیکس نکلیں تھی۔۔

ہوٹل سے باہر نکل کر مین روڈ پر بائیکس آئیں تو ایک دم سے سپیڈ تیز کرتے ہوئے وہ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

رات کے اس وقت بلیک گینگ ریس لگاتے ہوئے اس بات سے بے خبر تھی۔ کہ انکا ہیوی بائیک کا یہ شوق آنے والے سالوں میں ان پر کیسے بھاری پڑنے والا ہے۔

وہاج علی صدیقی "قہقہ لگا کر بائیک کو ریس دیتے ہوئے "سنان مصطفیٰ" کا ظمی" سے زرا آگے نکلا، تو ہیملٹ کے اندر سے دو گولڈن آنکھوں نے

اسے نیلی بتی کو خونخوار تاثرات سے گھورنا چاہا تھا۔ وہ دونوں ابھی ایک دوسرے کو گھورنے میں مصروف تھے جب "عیس علی ہمدانی" انکی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہوا کے جھونکے کی طرح ان کو کراس کے آگے نکل چکا تھا۔ عیس کے آگے جانے پر وہاج اور سنان فارم میں آتے تیزی سے اسکے پیچھے ہوئے تھے۔۔ان تینوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ریس لگاتے ہوئے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح "ضرار پاشا حیدر" اور "سلطان احمد خان" تیزی سے انکے پیچھے بڑھ گئے تھے۔ تاکہ انکو کنٹرول کر سکیں۔۔ گہری رات میں وہ چاروں بلیک کاسٹیوم اور چہروں پر ہیلمٹ پہنے اونچے قہقہے لگا رہے تھے۔

چار لڑکوں کی دوستی سے شروع ہونے والی اس کہانی کا اختتام "وہاج علی صدیقی" کو اس دوستانہ میں شریک کر کے ہوا تھا۔ انکی بے لوث دوستی نے ثابت کیا تھا۔ کہ اس دنیا میں خون کے رشتوں سے زیادہ دل کے رشتوں میں کشش موجود ہوتی ہے۔ پر کیا دوستی سے شروع ہونے والی یہ کہانی

ایسے ہی چلنے والی تھی؟اور کیا اگلی کہانی بھی دوستی پر مبنی ہو گی؟ جس کہانی کی بنیاد ان پانچوں نے رکھی تھی۔۔تو کیا یہ بنیاد ایسے ہی مضبوطی سے انکو تھامے رکھنے والی تھی۔۔؟ ہمارے ارد گرد ایسی بہت سی کہانیاں ہیں، جن کا اختتام ایک نئی کہانی کو جنم دیتا ہے۔اور نئی شروع ہونے والی کہانی کبھی بھی پہلی کہانی جیسی نہیں ہوتی ہے۔ بلکل ایسے ہی یاروں کے یار، دلدار اختتام "جنونِ یار" کو جنم دینے والا تھا۔وہ جنون جو یاروں کے یار دلدار سے بہت مختلف نظر آنے والا ہے۔۔۔

The end